بعون صانع حکیم و بامکان فضل خلاق دو جہان

الحمد للہ کہ یہ فتاوی مستطاب در علم فقہ مستند علماء عرب و عجم مفید خاص و عام

غایۃ الاوطار

ترجمۂ اردو

در المختار

جلد اول

مترجمہ مولوی خرم علی صاحب مرحوم بتکمیل مولانا محمد احسن صاحب صدیقی نانوتوی

مطبع منشی نولکشور واقع لکھنؤ میں طبع ہوا

اطلاع — اس مطبع میں ہر علم و فن کی کتب کا ذخیرہ برائے فروخت کے لیے موجود ہے جس کی فہرست مطول ہر ایک شائق کو چھاپہ خانہ سے مل سکتی ہے جس کے معائنہ و ملاحظہ سے شائقان صحیح حالات کتب کے معلوم فرما سکتے ہیں قیمتیں بھی ارزاں ہیں اس کتاب کے آخر میں بطور نمونہ کے چند ایسی کتب جو اپنے فن میں انتخاب ہیں درج کرتے ہیں تاکہ جس فن کی یہ کتاب ہے اس فن کی اور بھی کتب موجودہ کارخانہ سے قدردانوں کو آگاہی کا ذریعہ حاصل ہو

فقہ اردو

راہ نجات — ضروری مسائل نماز و روزہ وغیرہ
مفتاح [illegible] — از مولوی کرامت علی جونپوری
حقیقۃ الصلوٰۃ مع رسالہ [illegible] -
ترجمہ فتاویٰ عالمگیری — کامل ہر چہار جلد مع مقدمہ جلد اول مترجمہ مولانا احتشام الدین و ثانی ہر سہ جلد مع مقدمہ مترجمہ مولانا امیر علی -
کشف الحاجات — ترجمہ اردو مالا بد منہ از مولوی محمد نور الدین -
ہزار مسئلہ شامل ہفت رسالہ — (۱) ہزار مسئلہ (۲) مسائل ثمانیہ (۳) صد و یک مسئلہ (۴) مناجات درگاہ باری تعالیٰ (۵) حاشیہ شریف (۶) نور نامہ (۷) چہل مسائل — از افاضات مولوی عبد السلام -
تحفہ محمدی منظوم — مسائل فقہیہ از محمد خان قندھاری -
تنبیہ الغافلین — مسائل ضروریہ -
خیرۃ الفقہ — مسائل مشکلۂ فقہ از مولوی ابراہیم حسین بنگلوری -
جواب السائلین — بطور استفتا -
کنز الدقائق — اردو ترجمہ از مولوی محمد سبحان
چہل مسائل فقہ — از مولوی ابراہیم حسین بنگلوری

اشرف المسائل — از مولوی اشرف سلیمان -
رسالۂ تجہیز و تکفین میت — از محمد ناصر

فقہ فارسی

ہدایہ — یعنی بہ اصل عربی اور تحت میں ترجمہ فارسی مع شرح از علمائے کلکتہ جو ہمیشہ سے متداول ہے دو مجلد کامل -
شرح سفر السعادت — از مولانا عبد الحق دہلوی معروف
تاج الحج — مسمیٰ بہ غایۃ الشعور از ملا محمد شاہ -
تحقیق الانساب — از فقہ شرعی مولفہ عبد الرزاق
تذکرۃ الحج — احکام حج از مولوی عبد السلام
[illegible] — در علم کلام و عقائد از ملا معین الدین -
[illegible] منظوم — مسائل فقہ نظم فارسی از ملا ناظم علی
نام حق — مشہور مثنوی از شیخ شرف الدین بخاری -
مائۃ مسائل — صد مسائل از مولانا احمد اللہ
شرح وقایہ فارسی — مع حاشیہ ملتقی الابحر از شاہ عبد الحق محدث دہلوی -
مسالک المتقین — مرغوب علمائے ولایت از مولوی اللہ یار خان -
فتاویٰ برہنہ — جامع ابواب فقہ از مفتی نصیر الدین -
قدوری — مترجمہ مولانا ابو القاسم عبد اللطیف
شرح فارسی مختصر وقایہ — از عبد الرحمن جامی -
کنز فارسی — از مفتی نصیر الدین کرمانی مختصر [illegible]

مالا بد منہ — از قاضی ثناء اللہ پانی پتی مع حواشی
شرح مختصر وقایہ گورسیری — از مولانا جلال الدین سمرقندی -
رسالۂ تنبیہ الانسان — در حلت و حرمت جانوران -
رسالۂ قاضی قطب — ذکر ایمان و ارکان -

فقہ عربی

ابو المکارم — شرح مختصر وقایہ از عبد اللہ بن محمد مسعود -
برجندی — شرح مختصر وقایہ از مولانا عبد العلی برجندی بہتر شرح -
جامع الرموز — شرح مختصر وقایہ از ملا شمس الدین قہستانی متداول -
فتح القدیر — یعنی ہدایہ اور تحت میں [illegible] فتح القدیر از امام کمال الدین بن الہمام نہایت مستند و بالطبع شرح مشہور و معروف اور آخر میں تکملہ شمس الدین افندی کامل چار مجلد ضخیم -
عینی — یعنی بنایہ شرح ہدایہ از قاضی القضاۃ بدر الدین عینتابی معروف بعینی نہایت معتبر کامل شرح — چہ مجلدات ضخیم -
ہدایہ — حاشیہ جدید نہایت عمدہ زوائد و فوائد تحشیہ مولوی محمد حسن سنبھلی مرحوم ہر چہار جلد کامل جلدین اولین عبادات و آخرین معاملات

بعون صانع بیچون و بکمال فضل خلاق زمین و آسمان

الحمد للہ کہ یہ کتاب لاجواب فتاوی مشتمل بر احکام علم فقہ مستند علماء عرب و عجم مفید خواص و عوام روزگار

یعنی

غایۃ الاوطار

ترجمۂ اردو

جلد اول

مترجمہ مولوی خرم علی صاحب مرحوم بہ تکمیل مولانا محمد احسن صدیقی نانوتوی و تحفظ کاپی رایٹ

مطبع نامی منشی نولکشور واقع لکھنؤ میں طبع ہو کر مطبوع ہوا

فہرست جلد اول غایۃ الاوطار ترجمہ در المختار

کتاب الزکوٰۃ

تمت

بعون صانع مکین و مکان فضل حق خلاق زمین و آسمان

الحمد للہ والمنۃ کہ ترجمہ اول فتاوی معتمد مذہب امام اعظم مستند علماء عرب و عجم مفید خواص و عوام روزگار

یعنی

غایۃ الاوطار

ترجمہ اردو

در المختار

جلد اول

مترجمہ مولوی خرم علی صاحب مرحوم بہ تکمیل مولانا محمد احسن صدیقی نانوتوی و تحفظ کاپی رایٹ

مطبع نامی منشی نولکشور واقع لکھنؤ میں طبع ہوا

بسم اللہ الرحمن الرحیم

دیباچہ از طرف مطبع اودھ اخبار

الحمد للہ والمنۃ کہ یہ اردو ترجمہ درمختار جسکو عالم الٰہی فاضل لوذعی مولوی خرم علی صاحب مرحوم نے طحطاوی اور حاشیہ مدنی کے ساتھ ترجمہ کیا تھا لیکن چونکہ درمختار سے کسی کو چارہ نہیں منظور الٰہی یہ تھا کہ ترجمہ اتمام کو پہونچتا قضا نے وقفہ ایک دم کا نہ دیا کہ مولوی صاحب نے انتقال فرمایا اور ترجمہ ناتمام پڑا رہا اور شائقین مولوی صاحب مرحوم اس مطبع سے خواستگار ہوے کہ اس ناتمام ترجمہ کا حق تصنیف ہمکو دین لیکن بوجہ غیر مکمل ہونے ترجمہ مذکور کے یہ تجویز ملتوی رہی الا اس زمانہ میں جناب اکمل الفضلا افضل العلما حاجی مولوی محمد احسن صاحب صدیقی نانوتوی مدرس اول بریلی کالج نے معرفت مولوی حاجی الٰہ یار خان صاحب تاجر کتب بریلی روہیلکھنڈ کے حق تصنیف خرید کیا اور اپنی سعی موفور اور کوشش بلیغ سے موقع مناسب پر جہان ضرورت تکرار کی تھی درست فرمایا اور حسن اہتمام اور سالانصرام سے باعانت جناب مستطاب معلی القاب حاجی الحرمین الشریفین نواب محمد کلب علی خان صاحب بہادر فرمان فرماے مصطفیٰ آباد عرف رامپور بسمر و رحلیہ طبع سے آراستہ و پیراستہ کیا باآنکہ بوجہ عجلت جیسا اہتمام حسب مرضی اور پسند خاطر مبارک ممدوح چاہیے تھا عمدہ کاغذ اور طبع کا نہیں ہوا مگر تاہم یہ نسخہ نہایت صحیح چھپا اور قدردانی شائقان اور برکت اعانت خدام ذکا بارگاہ نواب صاحب بہادر مختشم الیہ سے بقدر جلد فروخت ہوا کہ مقامات دور و نزدیک سے اسکی خواستگاری اور تلاش ہوئی چونکہ تجارت کے کاروبار میں اطراف و اکناف سے اس عمدہ ترجمہ کی طلب وخواہش ہوئی تو معرفت مولوی حاجی الٰہ یار خان صاحب تاجر کتب مذکورۂ بالا کے اس مطبع نے پیشکش بہا و معاوضہ لائق کے ساتھ حق تصنیف اس ترجمہ کا خرید کیا۔ امید ہے کہ جب یہ نادر الوجود ترجمہ اس مطبع سے شائع ہوگا تو صفائی چھپائی اور عمدگی طبع سے خریداران بدل و جان ہاتھوں ہاتھ لینگے اور نوبت مکرر ترجمہ طبع کی عنایت ایزدی سے برروے کار آئیگی انشاء اللہ تعالی

العبد خاکسار نول کشور عفی عنہ مالک مطبع اودھ اخبار

بسم اللہ الرحمن الرحیم

دیباچہ از طرف مترجم ثانی

الحمد للہ رب العالمین الحمد الکامل علی کل حال والصلوۃ والسلام علی سیدنا و مولانا محمد فی الغدو والآصال وعلی آلہ واصحابہ ذوی الشرف والکمال وعلی من تبعهم باحسان الی یوم الرجعۃ والزوال بعد حمد و صلوۃ کے احقر العباد محمد احسن صدیقی نانوتوی عرض کرتا ہے کہ کتاب در المختار شرح تنویر الابصار فقہ امام اعظم ابو حنیفہ کوفی رحمۃ اللہ کی جنکا مذہب ہندوستان مین مروج ہے اس فن مین نہایت معتبر ہے اس زمانہ کے سب علما اسبات پر متفق ہین کہ جسطرح کی تنقیح مسائل اور تصحیح دلائل اس کتاب کے مؤلف محمد علاء الدین حصکفی علیہ الرحمۃ نے کی ہے دوسری کتابون مین انکی نہین پائی جاتی حتی کہ یہ کتاب باوجود فتاوی ہونے کے مدار مذہب ٹھہر گئی اور سب علما نے اسکی روایات کو مستند جانا اور اسی وجہ سے بڑے بڑے عالم مثل علامہ حلبی اور علامہ طحطاوی اور شیخ رحمتی اور محمد عابد سندی مدنی اور ابن عابدین شامی وغیرہم نے اس کتاب پر حواشی لکھے فتاوی مین سے اور کوئی اسطرح کا نہین جسپر اسقدر حاشیے اول سے آخر تک ہوئے ہون یا [illegible] مثل متون کے مقصود ہون اس کتاب جلیل الشان کو مولوی خرم علی صاحب مرحوم بلہوری نے حسب فرمائش نواب صاحب بہادر مہر دوالی باندہ کے ۱۲۵۸ ہجری مین کتاب النکاح سے اردو مین ترجمہ کرنا شروع کیا متواتر تیرہ برس ترجمہ کرکے قریب ۱۲۷۱ ہجری کے مین آخر کتاب تک پہونچا دیا پھر محرم ۱۲۷۱ ہجری تک کتاب الحج کا ترجمہ پورا کرکے شروع کتاب سے باب الاذان تک لکھنے پائے تھے کہ یکایک راہگرائے عالم بقا ہوئے اس عاجز نے بنظر دادہ ام ترجمہ مذکورہ کو مترجم مرحوم کے ورثہ سے لیکر جسقدر باقی رہگیا تھا اسکی تکمیل اسیطرح پر کرکے قصد چھپوانیکا کیا اور اپنا کرخود استعداد مایہ نہ رکھتا تھا کہ تنہا اسکا متکفل ہوتا لہذا چند احباب کو اسمین شریک کیا ایک جلد ثانی اسکی چھپنے پائی تھی کہ بعض شرکا سوا دشواری اسانی کے باعث شرکت سے دست بردار ہوگئے اسوقت جو کیفیت میرے دل پر گذری تھی اسکو خدا ہی جانتا ہے رات دن بجز التجا و تضرع کے جناب باری مین دوسرا کام نہ تھا اسی عرصہ مین ایک اشتہار مطبع کا مشتہر کیا کہ شاید اس سے طبع مین کچھ مدد ملے قدرت قادر مطلق کو دیکھیے کہ جب وہ اشتہار نظر جناب مستطاب معلی القاب ناظم الامرا الحاج [illegible]

زبدۂ شہامت و جلالت نقطۂ دائرۂ امارت و ایالت مرکز مراسم سیاست و عدالت مقوی ارکان ابہت و بسالت حامی دین متین ناصر اہل یقین
ملجا اعاظم و افاضل ممد فوائد و ذخیرۂ محاسن قواعد علم و ہدی بیت قطرۂ از لطف او سرمایۂ دریا و کان ۰ پرتوے از رای او پیرایۂ خورشید و ماہ
یعنی جناب نواب محمد کلب علی خان صاحب بہادر والی رامپور دامت دولتہم بدوام النعم و طالت مدتہم فی نشر آثار الکرم کے مجلس اجلال
فیض منوال سے مشرف ہوا تو حضرت کے حاضر ہونے کا حکم دیا گیا میں اسکو تائید غیبی جانکر بہ تعمیل ارشاد شرف ملازمت سے مشرف ہوا ایک سال
گذرا تھا کہ حال اس کتاب کے طبع کا استفسار فرمایا عاجز نے سب کیفیت مفصل عرض کی اسیوقت ارشاد ہوا کہ تم خاطر جمع رکھو کہ اسکی تکمیل کی صورت
با یہ دولت فرمائینگے چنانچہ دو مرتبہ ہی روز جسقدر کی کمی کہ عاجز نے عرض کی تھی اتنی کی اعانت کا ارشاد فرمایا غرضکہ صرف امداد و توجہ جناب ممدوح سے یہ
کتاب انجام کو پہنچی اس کتاب کا فخر اتنا ہی بس ہے کہ اسکا دیباچہ ایسے امیر کریم کے نام سے مزین ہوا اگرچہ کارساز حقیقی نے یہ مہم بامداد والی جناب ممدوح الیہم
کے واسطے مقرر فرمائی بیت این سعادت بزور بازو نیست ۰ تا نہ بخشد خدائے بخشندہ ۰ یہ کمترین اسکے شکریہ میں بجز اسکے کہ صدق دل
سے دعا کرے اور کیا کر سکتا ہے بیت از دست فقیر بے نوا ناید ہیچ ۰ جز آنکہ بصدق دل دعائے بکند ۰ اَللّٰهُمَّ وَفِّقْهُ لِمَا تُحِبُّ وَتَرْضٰى
وَاَعْطِهِ سُؤْلَهُ فِي الدُّنْيَا وَاجْعَلْ سَلْطَنَتَهُ مُلْتَزِمًا اِلَى الْمُنٰى وَاَخْرِجْهُ خَيْرًا مِنَ الْاُوْلٰى بِحُرْمَةِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدِنِ الْمُصْطَفٰى وَاٰلِهِ الْمُجْتَبٰى اب چند
باتیں متعلق اس ترجمہ کے عرض کرتا ہوں اول یہ کہ چونکہ مترجم اول کو مہلت سب کتاب کے پورا کرنے کی بھی نہ ملی اسلیے اس ترجمہ کا
نہ کوئی دیباچہ لکھنے پائے اور نہ نام رکھنے پائے اور ازانجا کہ مترجم مرحوم نے ترجمہ کا شروع سنہ ۱۲۵۸ھ ہجری میں کیا اور سنہ ۱۲۷۱ھ تک سلسلہ ترجمہ کا
جاری رہا اس لحاظ سے میں نے اسکا نام تاریخی غایۃ الاوطار رکھا جس سے سنہ ۱۲۶۴ ہجری نکلتے ہیں جو ۵۸ اور ۷۱ کا درمیانی سال ہے
عجب نہیں کہ مترجم کی روح کو اس نام سے تازگی ہو دوم یہ کہ عبارت درمختار اور تنویر الابصار کی بجنسہٖ بخط نسخ لکھوائی گئی اور متن پر خط سیاہی
کا کھینچ دیا گیا سوم یہ کہ عبارت نسخ عنوانوں کی جو قلم جلی سے لکھی گئی ہے وہ متن کی عبارت ہے ہاں شارح نے جو فروع ہر باب کے آخر
میں لکھے ہیں تو لفظ فروع کو بھی قلم جلی سے لکھا ہے اور اسکے بعد ترجمہ میں لکھ دیا ہے کہ یہ مسائل جزئیہ شارح نے اضافہ کیے ہیں اسی طرح لفظ
فائدہ جو کلام شارح میں کہیں آیا ہے اسکو بھی جلی لکھا ہے اور اگر عبارت عنوان کی قلم جلی سے نہیں لکھی گئی تو مقدار متن پر لکیر کردی گئی ہے
چہارم یہ کہ مترجم اول نے جہاں کہیں اقوال محشیوں کے نقل کیے تھے تو اسکے شروع میں یہ جملہ لکھا تھا مترجم کہتا ہے میں نے اس جملہ کی جگہ
صرف میم جلی قلم سے لکھوا دیا ہے البتہ ہر جلد کے شروع میں ایک دو جگہ وہ جملہ بھی لکھ دیا ہے تاکہ ناظرین جان جائیں کہ میم جلی مختصر جملہ مذکورہ کا ہے پنجم
یہ کہ ترجمہ میں مترجم مرحوم نے اکثر جگہ پر فروگذاشت کردی تھیں اور حاشیہ پر لکھ دیا تھا کہ اس عبارت کا ترجمہ بعد تامل لکھا جاویگا انکو اس عاجز نے
پورا کر دیا اور جس وجہ سے انہیں تامل تھا کتب متداولہ کے دیکھنے سے اسکو صاف کر دیا ششم یہ کہ بعض جا عبارت درمختار کی بالکل فروگذاشت
ہو گئی تھی یا تو سہو سے رہ گئی ہو یا جس نسخہ سے مترجم نے ترجمہ کیا تھا اسمیں نہو بہر حال میں نے مقابلہ کے وقت ایسی عبارتوں کو داخل ترجمہ کر دیا ہے
ہفتم یہ کہ نظر ثانی قرار واقعی مترجم نے نہ پائی اسوجہ سے بعض جا خود ترجمہ غلط ہو گیا تھا ایسے مقامات کو اکثر میں نے بدل دیا ہے اور جہاں
نہیں بدلا وہاں حاشیہ پر اشارہ کر دیا ہے کہ مترجم اول سے اس جگہ تسامح ہوا ہشتم یہ کہ مترجم موصوف نے اکثر جا محاورۂ اردو کے لحاظ
سے تذکیر و تانیث میں غلطی کی تھی اور کہیں الفاظ غیر مانوس داخل ترجمہ کر دیے تھے ان سب کو میں نے حال کے بول چال کے موافق صحیح
کر دیا ہے نہم یہ کہ اثناء ترجمہ میں جو عبارت عربی کی یا الفاظ مشکل نظر آئے انکے معانی حاشیہ پر یا لفظوں کے نیچے لکھ دیے ہیں
دہم یہ کہ اثناء ترجمہ میں کوئی آیت قرآنی یا کوئی دعا بخط نسخ آگئی ہے تو اسکے دونوں طرف خط مقوس کھینچ دیا ہے اس طرح ( ) تاکہ

[illegible]

کوئی اسکو عبارت درمختار کی نہ سمجھے بارھویں یہ کہ ہم دونون مترجمون نے اس بات کا التزام کیا ہو کہ عبارت اردو کا محاورہ بھی ہاتھ سے نہ جانے پاوے اور حتی الوسع الفاظ عربی کی رعایت بھی ملحوظ رہے اسی جہت سے بیشتر تقدیم و تاخیر کرنی پڑی ہو مثلاً شارح نے مبتدا اور خبر یا فعل اور فاعل کے درمیان مین کوئی قید بڑھا دی تو ہمنے ترجمہ مین اول پورے جملہ کا ترجمہ کیا ہو اسکے بعد شارح کی تحقیق کو بیان کیا ہو اور جس مقام پر ایک مبتدا کی کئی خبرین یا ایک شرط کی کئی جزائین واقع ہوئی ہین تو ان مقامون مین ترجمہ کے اندر لفظ مبتدا یا شرط کو فہم مطالب کے لیے مکرر لکھا ہو اسی طرح مقدرات اور محذوفات کو اکثر ترجمہ مین ظاہر کردیا ہو تاکہ ضمیرون کی بجگہ انکے مرجع لکھدیے ہین تاکہ عبارت کا مطلب بخوبی سمجھ مین آوے اور کسی طرح کی گنجایش مسئلہ مین باقی نہ رہنے پاوے دوازدھم یہ کہ حواشی کی پوری عبارت کا ترجمہ ہمنے نہین کیا بلکہ اُنھی باتون کا لحاظ رکھا ہو ۱۔ توضیح مطلب یا مسئلہ ۲۔ ترکیب نحوی اور اشتقاق کا بیان اگر مشکل ہو ۳۔ شارح کا تسامح جس جگہ واقع ہوا ہو ۴۔ کسی بیان کی تفصیل جسکو شارح نے مجمل بیان کیا ہو ۵۔ جن مسائل کا حوالہ شارح نے دوسری کتابون پر کیا ہو انکا نقل کر دینا بشرطیکہ کوئی خاص فائدہ اُسکے متعلق مقصود کیا ہو ۶۔ اگر شارح نے کسی مسئلہ مین قول ضعیف لکھدیا ہو تو جس روایت قوی کتب معتبرہ سے معلوم ہو ۷۔ اگر شارح نے لکھدیا ہو کہ اس مسئلہ کا حکم ہمنے نہین دیکھا اسکی تصریح کتابون سے ۸۔ تطبیق شارح کے اقوال مین اگر بظاہر تعارض معلوم ہوتا ہو ۹۔ عنوان باب کے مناسب کوئی مسئلہ مذکور نہ ہو تو حواشی مین نظر پڑا ہو ۱۰۔ دلیل مسائل کی کتاب اور سنت اور اصول سے خواہ دلیل عقلی ہو ۱۱۔ اختلاف مجتہدین کا ذکر ۱۲۔ جس مسئلہ کو شارح نے اصح اور راجح لکھا ہو اسکا مقابل نقل کیا ہو اور اسکی صحت یا مرجوح ہونے مین فقہا کے قول نقل کیے ہین سیزدھم یہ کہ کہین کہین ایسا بھی ہوا ہو کہ حواشی مین ایک عبارت دوسرے مقام کے نیچے لکھی ہوئی تھی اور ہمنے اسکو اور مقام پر ترجمہ کرنا مناسب جانا اسلیے ہمنے یہ التزام نہین کیا کہ ہر قول کا حاشیہ اسی کے ذیل مین رہے دوسری جگہ نہو چہاردھم یہ کہ اثناے ترجمہ مین اگر کوئی قید ہمنے زیادہ کی ہو تو جس کتاب مین وہ قید نظر پڑی ہو اسکا حوالہ اثناے ترجمہ مین کردیا ہو مثلاً اگر بحر الرائق سے نقل کیا تو اُس قید کے بعد کذا فی البحر لکھکر باقی عبارت کا ترجمہ کیا ہو پانزدھم یہ کہ جس حاشیہ سے جو نقل کیا ہو آخر کو اُسکا نام اور حوالہ کردیا ہو جیسے کذا فی الشامی یا قالہ الشامی اور کذا فی الطحطاوی اور ان محشیون نے جن کتابون سے نقل کیا ہو بعض جا اُنکا بھی حوالہ کردیا ہو مثلاً کذا فی الشامی عن الحلبی اور کہین صرف اُن کتابون کے نام پر اکتفا کیا ہو مثلاً کذا فی العینی اور کذا فی الہدایہ شانزدھم یہ کہ عبارت حاشیہ کی اگر ہمنے طویل دیکھی ہو تو اُسمین سے بقدر اپنے التزام کے لکھکر حوالے کے بعد مختصراً لکھدیا ہو اور کسی جگہ اور قسم کا تصرف بھی کرنا پڑا ہو تو وہان حوالے کے بعد بتصرف یا ملتقطاً بڑھا دیا ہو اور بعض جا ایسا بھی ہوا ہو کہ صورت مسئلہ یا تحقیق کو سواے حواشی کے اور کتابون مین پایا ہو تو وہان اُن کتابون کا نام لکھدیا ہو ہفدھم یہ کہ بعض مواضع مین جن کتابون سے محشیون نے کوئی مضمون لیا ہو ہمنے بدون رجوع اصل کتاب کے بتبعیت محشیون کے حوالہ لکھا ہو ہژدھم یہ کہ جس عبارت مین شارح کو کوئی سہو محشیون نے بیان کیا ہو اسکا ترجمہ ہمنے اُن لفظون کے لحاظ سے کیا ہو جنکو محشیون نے صحیح قرار دیا ہو اور جا بجا اسکی تصریح بھی کردی ہو کہ لفظ غلط کو چھوڑکر ہمنے صحیح لفظ کا ترجمہ کیا ہو نوزدھم یہ کہ مترجم اول نے اکثر اقوال حاشیہ طحطاوی اور مدنی سے لیے ہین اگر کسی جگہ سہو کاتب سے حوالہ رہ گیا ہو تو ناظرین جان لین کہ یہ مسئلہ انھین دو حاشیون مین سے کسی مین ہوگا اور مترجم ثانی ترجمہ کے وقت اکثر پیش نظر حاشیہ شامی رکھتا تھا تو میرے ترجمہ مین جس جا حوالہ متروک ہو اسکو قول شامی کا تصور فرماوین اکثر جگہ ایسی ہین جہان ہمنے اپنی طرف سے کچھ لکھا ہو اور جس جگہ لکھا ہو کہ سیاق عبارت با آواز بلند کہہ رہا ہو کہ یہ ہماری بحث ہو نہ محشیون کا قول بستم یہ کہ بعض جا ایسا بھی ہوا ہو کہ ایک تقریر کو شامی نے اور طرح لکھا ہو اور طحطاوی نے دوسری طرح تو ہمنے اس تقریر کا ترجمہ ایسی طرح کیا ہو کہ دونون حاشیون کی تحریر کو شامل ہو اور ایسی جگہ حوالہ مین دونون

کتابون کا نام لکھدیا ہے اور اسی طرح جو مسئلہ دونون مین یکسان نظر آیا ہے اسکے حوالہ مین بھی دونون کا نام مسند درج کردیا ہے بست و نہم
یہ کہ جو مسائل مفید اور فوائد عجیب کتاب مین نظر پڑے ہین انکا اشارہ حاشیہ پر ف لکھکر کردیا ہے اور نیز ایسے مسائل کو فہرست مین بھی لکھدیا ہے
تاکہ ناظرین کو انکی تلاش مین وقت نہو بست و دوم یہ کہ اس کتاب کی تکمیل مین مجھکو میرے بڑے بھائی جناب مستطاب معلی القاب
مولانا مولوی محمد مظہر صاحب نے بہت سی مدد دی اللہ تعالے انکی اور میری سعی کو مشکور فرماوے بست و سوم یہ کہ حتی الوسع تصحیح کتاب
اور تنقیح مسائل مین مین نے بہت جانفشانی کی ہے اور باینہمہ اپنی قلت بضاعت کا معترف ہون اگر کسی جگہ غلطی ہوتی ہو تو ناظرین عالی ہمم
رہین کرم ہون بیت شہا زہم بسر مایہ فضل خویش ۔ بدریوزہ آوردہ ام دست پیش ۔ اور اللہ تعالے سے توقع رکھتا ہون کہ جیسے
اُسنے اصل کتاب کو عرب و عجم کے باشندون مین مقبول اور مختار فرمایا ایسے ہی اس ترجمہ کو پسندیدہ ارباب دین اور اصحاب یقین فرماے
اور ہمارے لیے اسکو باقیات صالحات مین کرے

رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّکَ اَنْتَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی خَیْرِ خَلْقِہٖ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ
وَاَتْبَاعِہٖ وَحِزْبِہٖ اَجْمَعِیْنَ اِلٰی یَوْمِ الدِّیْنِ اٰمِیْنَ ۞

بسم اللہ الرحمن الرحیم

شروع کرتا ہوں میں ساتھ نام اللہ تعالی کے کہ نام پاک ہے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے

مترجم کہتا ہے کہ شارح رحمہ نے درالمختار کو شروع کیا ساتھ کلام مجید کے تاکہ اس حدیث مشہور پر عمل ہو کہ جو امر ذیشان شروع نہ ہو بسم اللہ الرحمن الرحیم سے تو وہ ناقص اور بے برکت ہے حمدا لک یا من شرحت صدورنا بالذکی الہدایۃ یعنی تیری ہی ستائش کرتے ہیں اے وہ ذات مقدس کہ تو نے ہمارے سینوں کو اول کشادہ کر دیا طرح طرح کی ہدایت سے ونورت بصائرنا بتنویر الابصار لادراک اور بعد اسکے ہمارے باطن کی بینائیوں کو تو نے نورانی کر دیا ظاہری آنکھوں کی روشنی کے وافضت علینا من اشعۃ شریعتک المطہرۃ بحرا زاخرا اور تو نے اپنی پاک شریعت کی شعاعوں سے بحر صاف بیکراں دریا بہا دیا وانفقت لدینا من بحار منحتک الموفرۃ نہرا فائقا اور تو نے اپنی بخشش کے بہت بھرے دریاؤں سے ہمارے نزدیک نہر عالیقدر کو بکثرت رواں کر دیا ہم شارح نے حمد الہی میں بطور براعت استہلال کے کتب فقہ کو ذکر کیا یعنی ہدایہ اور تنویر الابصار جو متن ہے درالمختار کا اور بحر الرائق اور نہر الفائق جو کنز الدقائق کی شرحیں ہیں اور منح الغفار شرح تنویر الابصار متن کی شرح بالجملہ اگر انکے معانی لغویہ پر نظر کیجئے تو بھی مطلب صحیح ہو جیسا کہ ترجمہ میں مذکور ہو چکا اور اگر کتابیں مراد لیجئے تو بھی یہ عادت ہے کہ ایسے خلق اللہ کو بڑا فیض حاصل ہوا تو اس نعمت کا شکر واجب ہو گیا وتممت نعمتک علینا حیث یسرت ابتداء تبییض ہذا الشرح المختصر تجاہ وجہ صاحب الشریعۃ والدرر اور تو نے اپنا احسان پورا کیا ہم پر اسواسطے کہ اس شرح مختصر کی ابتدا تبییض تو نے آسان کر دی ذات مقدس صاحب شریعت اور درر کے سامنے یعنی مدینہ طیبہ میں روضۂ مطہرہ کے سامنے شارح نے درالمختار کو مسودے سے صاف کرنا شروع کیا ہم عرف مؤلفین میں تبییض اس سے عبارت ہے کہ کتاب مسودہ ہو غیر محرر لکھنے کے بعد غالبا اور درر یعنی موتیوں سے مراد احکام فقہیہ ہیں اور اسمیں اشارہ ہے اس کتاب کا جسکا نام درر ہے کذا فی الطحطاوی وضجیعیہ الجلیلین ابی بکر وعمر رضہ اور رسول کریم کے دو ساتھ لیٹنے والے جلیل القدر کے سامنے یعنی ابی بکر صدیق اور عمر فاروق رضی اللہ عنہما لتبیض الاذن منہ صلی اللہ علیہ وسلم درالمختار کی تبییض شروع ہوئی رسول کریم کے اذن کے بعد حق تعالی اس ذات مقدس پر رحمت خاص نازل کرے اور سلام ہم درالمختار کی منقبت میں اسقدر کافی ہے کہ باذن نبوی مولف ہوئی اور یہ کتاب لائق مدح کے اسواسطے کہ اہل مذہب سے اسطرح کی کتاب نہیں ہوئی بعضے مصنفین نقل خلاف اور اقوال پر حریص ہیں اور قول ضعیف کو قول قوی سے ممتاز نہیں کرتے اور بعضے اقوال اہل مذہب اور انکے مخالفین کے استدلال پر مائل ہیں اور بعضوں نے عبارت میں کمال بسط کر دیا کہ افراط تک نوبت پہونچی اور اس کتاب میں شارح علامہ نے اختصار غیر مخل کا ارتکاب کیا اور اقوال معتمدہ کا التزام کیا یا تو ایک ہی قول پر اختصار کیا یا ایسے دو قول پر جو دونوں صحیح ہیں اور کثرت استدلال سے اسمیں تعرض نہیں کیا کیونکہ مقلد پر دلیل کا مطالبہ نہیں اسواسطے کہ دلیل قائم کرنا مجتہد کا کام ہے اور مراد

اس شرح کے متن کے واسطے بڑی فضیلت ثابت ہو چکی ہے یعنے ماتن نے خواب میں دیکھا کہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم میرے گھر میں تشریف لائے
اور زبان مبارک کو میرے منہ میں داخل کیا بعد اس خواب کے ماتن نے تالیف اس متن کی شروع کی سو یہ عزیمت ماتن اور شارح کے کمال اخلاص کا ثمرہ ہے
کذا فی الطحطاوی ثم الصلوٰۃ علی آلہ وصحبہ الذین حازوا من منح فتح الکشف ... الوافی حقائقا اور رحمت خاص نازل ہو انکے آل اور اصحاب پر جنہوں نے تیرے
فضل وافی کے فیض سے عطا ایسے نصرت کا شفہ ظاہرہ سے امور حقہ کو جمع کیا اور کثیر لیا ہم شارح نے اسمیں ان فقہ کی کتابوں کی طرف اشارہ کیا جنسے شارح نے بڑی
روایات کو نقل کیا یعنی منح الغفار اور فتح القدیر اور کشف اور فیض اور وافی اور حقائق و بعد فیقول فقیر رحمۃ ذی اللطف الخفی محمد علاء الدین الحصکفی
اور درود وصلوٰۃ کے بعد کہتا ہے صاحب لطف خفی کی رحمت کا محتاج محمد علاء الدین حصکفی یا حصنی کیفی کا رہنے والا امام طحطاوی نے لب اللباب سے نقل کیا
کہ حصکفی ایک شہر دیار بکر میں ... حصن کیفا کی طرف ... واقع ہو آمد اور جزیرہ ابن عمر کے مابین میں شارح کا نام محمد ہے اور علاء الدین
لقب ہے رحمۃ اللہ علیہ ابن الشیخ علی الامام ... الحنفی ... محمد علاء الدین بیٹا شیخ علی کا جو بنی امیہ کے جامع مسجد کا امام ... دمشق میں
دمشق کا حنفی مذہب ... شارح کا نسب یوں ہے محمد علاء الدین بن الشیخ علی بن الشیخ محمد بن الشیخ علی بن الشیخ عبد الرحمن بن الشیخ محمد بن الشیخ جمال الدین بن الشیخ
حسن ابن الشیخ زین العابدین الحصنی ثم الدمشقی ... الخطیب الحنفی کذا فی الطحطاوی لما ... الجزء الاول من خزائن الاسرار وبدائع الافکار فی شرح تنویر الابصار
وجامع البحار قدرتہ فی عشر مجلدات کبار ... پہلا جز خزائن الاسرار الی آخرہ کا مسودہ سے کاغذ سادہ میں میں نے صاف کیا تو میں نے اس شرح کا حجم بڑے
دس مجلد میں اندازہ کیا ہم شارح نے اس متن کی پہلے ایک شرح لکھی جسکا نام خزائن الاسرار وبدائع الافکار فی شرح تنویر الابصار وجامع البحار رکھا پھر جب مسودہ صاف کیا
تو اول ہی جزء کے صاف کرنے سے تمام کتاب کا اندازہ کیا تو معلوم ہوا کہ بڑی بڑی دس جلدیں ہونگی فصرفت عنان العنایۃ نحو الاختصار وسمیتہ بالدر المختار فی شرح
تنویر الابصار سو پھیری میں نے اپنی ہمت کی باگ اختصار کی طرف اور اس شرح مختصر کا نام در المختار فی شرح تنویر الابصار میں نے رکھا ہم یعنے
خوف تطویل سے شرح کو مختصر کیا اور دس جلد کا مطلب ایک جلد میں کر دیا لہذا در المختار نہایت دقیق ہوا شرح نہیں بلکہ متن متین ہو گیا اختصار عبارت ہے تقلیل لفظ
اور تکثیر معنے سے الذی فاق کتب ہذا الفن فی الضبط والتصحیح والاختصار وہ تنویر الابصار جو فائق اور عالی قدر ہے اس فن میں یعنے فن فقہ کی کتابوں سے ضبط اور
تصحیح اور اختصار عبارت میں ہم ضبط عبارت ہے تحریر اور محافظت فروع سے یعنی تمام مسائل محتاج الیہا کا جمع کر دینا اور تصحیح عبارت ہے اقوال صحیحہ کے ذکر کرنے
سے یا تصحیح ترکیب سے کذا فی الطحطاوی ولعمری لقد اضحت روضۃ ہذا العلم بتنقیحہ الازہار مسلسلۃ الانہار اور قسم اپنی زندگی کی کہ مقرر اس علم فقہ کا باغ اس متن
ہونے سے کھلی کلیوں والا اور رواں انہار ہو گیا یعنے مسائل فقہیہ جو کلیوں کے مانند مغلق اور سربستہ تھے وہ پھولوں کے مانند شگفتہ ہو گئے ماتن کے بیان واضح
سے من عجائبہ فقرات التحقیق تختار ومن غرائبہ ذخائر تدقیق تحیر الافکار اس متن کے عجائب سے تحقیق کے کلمے پسند کیے جاتے ہیں اور اسکے غرائب سے
تدقیق کے وہ ذخیرے ہیں جنسے عقول حیرت ناک ہیں للشیخ شیخنا شیخ الاسلام محمد بن عبد اللہ التمرتاشی الحنفی الغزی عمدۃ المتاخرین الاخیار وہ متن موصوف
بصفات مذکورہ تصنیف ہے ہمارے استاد کے استاد کا یعنے شیخ الاسلام محمد بن عبد اللہ تمرتاشی حنفی مذہب غزی کا جو عمدہ ہے علماء متاخرین صالحین میں ہم تمرتاش
بضم تا ... و سکون را ... خوارزم کا قریہ ہے کذا فی الطحطاوی اور غزہ ایک شہر ہے شام میں اسکو غزہ ہاشم کہتے ہیں قاموس میں ہے کہ غزہ شہر ہے
فلسطین میں وہاں امام شافعی پیدا ہوئے اور ہاشم بن عبد مناف وہاں مر گئے انتہی نسب ماتن کا یوں ہے محمد بن عبد اللہ بن احمد خطیب بن محمد خطیب بن ابراہیم
خطیب کذا فی المنح شرح المتن معلوم کرنا چاہیے کہ ماتن رحمۃ اللہ علیہ کثیر التصانیف ہے از انجملہ یہ متن اور اسکی شرح ہے جسکا نام منح الغفار اور منظومہ فقہ میں
مسمّٰی بہ تحفۃ الاقران اور ... حاشیہ درر غرر کا اور ... شرح کنز اور شرح زاد الفقیر اور شرح وقایہ اور فتاوے دو مجلد اور شرح منار کے اصول میں اور شرح منظومہ
ابن وہبان اور معین المفتی علی جواب المستفتی وغیر ذلک من المصنفات المعتمدۃ علم فقہ کا حاصل کیا شیخ زین ابن نجیم صاحب بحر الرائق اور امین الدین

اور ان احوال سے اور بہت علما اور فضلا سے اجازت حاصل کیا از انجملہ شیخ صالح حنفی شہر [illegible] اور [illegible] انتقال کیا [illegible] ہزار [illegible] چہل
ہجری میں [illegible] ہاشم [illegible] اور [illegible] مغفور اللہ کہ [illegible] الشیخ [illegible] عن [illegible] ابن نجیم المصری
[illegible] اجازت [illegible] عن [illegible]
[illegible] کرتا ہوں [illegible] سے وہ روایت کرتے ہیں [illegible] عبد اللہ [illegible] سے وہ
[illegible] ابن نجیم مصری سے وہ روایت کرتے ہیں [illegible] سے [illegible] امام ابو حنیفہ [illegible] سے وہ روایت کرتے ہیں [illegible] سند سے
متصل [illegible] نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں جبرئیل علیہ السلام سے وہ روایت کرتے ہیں [illegible]
[illegible] ان سے [illegible] ہیں [illegible]
[illegible] امام ابو حنیفہ [illegible] عن ابن عباس عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم عن جبرئیل عن اللہ [illegible] امام مالک عن نافع عن ابن عمر عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم عن جبرئیل
عن اللہ [illegible] امام شافعی [illegible] امام احمد [illegible]
[illegible] نقل کیا [illegible]
[illegible]
[illegible] کیا [illegible] کہا [illegible]
نسبت کر دیا کہ یہ قول فلانی کتاب میں ہے اور [illegible] کی مزید بات [illegible] رحمۃ اللہ علیہ [illegible]
[illegible] والاستبصار [illegible] الامراء والاخیار [illegible] کتاب [illegible]
اور [illegible] دیکھے اور یہ کہ اسکے عیب اور نقصان کا تدارک کرے بقدر اپنی استطاعت اور قدرت کے یا اور کسی سے [illegible] تاکہ اسکے [illegible]
[illegible] اسواسطے کہ [illegible] کی آنکھ سے دیکھتا ہے اسکو [illegible]
[illegible] حیات کی کہ سلامت رہنا [illegible]
[illegible] آدمی [illegible] سلامت [illegible] عیب [illegible]
[illegible] انسانیت کے [illegible] اور [illegible] آدمیت کی [illegible]
[illegible] اور اللہ تعالی سے مغفرت مانگتا ہوں اس خطاؤں سے جو اس کتاب میں واقع ہوئی پناہ مجھ طالب [illegible] اس حسد سے
[illegible] کو [illegible] اور [illegible] حسد [illegible] کہتے ہیں کہ آدمی غیر کی نعمت کا زوال چاہے اور تمنا کرے کہ وہ [illegible]
[illegible] زوال [illegible] اور وہ سخت مرض ہے کہ نیکیوں کو کھاتا ہے جیسے آگ لکڑی کو کھا لیتی ہے چنانچہ یہ مضمون حدیث میں [illegible]
[illegible] حسد [illegible] اسواسطے کہ حسد کا انجام کار [illegible] الحسد [illegible]
[illegible] ہلاک ہو گیا [illegible] سورۃ الفلق [illegible] حاسد کی
مذمت میں پچھلی آیت سورہ قل اعوذ برب الفلق کی [illegible] سورہ فلق کی پچھلی آیت میں [illegible]
حاسد [illegible] شر کو نسبت کیا اور اپنے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو امر کیا کہ اس سے پناہ مانگو [illegible] زیادہ ہو گی [illegible]
[illegible] حسد کا کیا خوب [illegible] اپنے صاحب یعنی حاسد کو [illegible]

[illegible]

و ما انا [illegible] ولا [illegible] اور میں حسد کرنے والے کا اور فریب [illegible] اور اس جاہل کی شکایت جو عیب جوئی کرے

(یعنی میری کتاب پر) اور تامل نہ کرے [illegible] ابن وہبان کی ابن شحنہ آپکے شارح نے کہا سبب اسکا یہ ہے کہ صاحب قصیدہ و حاسد [illegible]

[illegible] کہتے تھے کہ وہبانیہ کتاب ہے اور بعض کہتے تھے کہ یہ کتاب قدیم ہے ابن وہبان نے اپنی طرف نسبت کر لی انتہی اور شارح

[illegible] الفاضل [illegible] الناس [illegible]

بھلا کہے اس [illegible] حاسد حسد کرتے ہیں [illegible] شخص [illegible]

[illegible] معلوم ہوا کہ [illegible] شارح اسکے آگے اشارہ کیا ہے [illegible]

[illegible] کوئی مرد اس سرداری [illegible] پایا بدون اس وصف کے جو اسکی خوبی بیان کرے اور بدون اس حاسد کے جو [illegible]

اپنی بدگوئی [illegible] تو اسکی عالی قدری اور سرداری ثابت ہوگئی [illegible] اسواسطے کہ [illegible]

[illegible] اور [illegible] نصیحت کرتا ہے اور شریف صاحب کرم اصلاح دیتا ہے اور درست کر دیتا ہے اور جس کلام

سابق سے معلوم ہوا کہ آدمی دو قسم کے ہوتے ہیں لئیم اور کریم سو لئیم تو عیب جوئی میں [illegible] اور کریم اصلاح کرتا ہے اگر کچھ خلل پاتا ہے بشر [illegible] قدرت [illegible]

کرتا ہے لیکن [illegible] علی حقیقۃ الحال والاطلاع علی ما حررہ المتاخرون کصاحب البحر والنہر والفیض والمصنف [illegible] المرحوم ونوح زادہ

واخی زادہ وسعدی افندی والزیلعی والاکمل والکمال وابن الکمال لیکن [illegible] اس کتاب کی تلافی کرنا چاہیے بعد واقف ہونے کے

حقیقت حال پر اور بعد مطلع ہونے کے علماء متاخرین کی تحریر [illegible] پر مثل صاحب بحر اور نہر اور فیض اور مصنف [illegible] مرحوم اور نوح زادہ

اور اخی زادہ اور سعدی افندی اور زیلعی اور اکمل اور کمال اور ابن الکمال [illegible] مطلع ہونے کے کتب مذکورہ پر [illegible]

اسپر جرأت [illegible] صاحب بحر الرائق زین الدین ابن نجیم مصری ہیں اور صاحب نہر الفائق شیخ عمر ابن نجیم بھائی صاحب بحر کا اور شاگرد [illegible]

موت کے بعد [illegible] اکثر مسائل [illegible] آدمی [illegible] اور نوح زادہ [illegible] اور اکمل [illegible]

شرح ہدایہ کا مصنف ہے اور کمال الدین ابن الہمام صاحب فتح القدیر محمد بن عبد الواحد بن عبد الحمید [illegible] عبد الواحد [illegible]

وتلقیتہا عن فحول الرجال [illegible] تحقیقات [illegible] بعض کو [illegible] اور بعض [illegible] اگر کوئی [illegible]

جیسے [illegible] کی تحقیقات کا مسائل فقہ میں کچھ دخل نہیں [illegible] اسلئے کہ وہ مجتہد مذہب صاحب فتوی نہیں اور قیاس [illegible] اسواسطے کہ [illegible]

چار سو برس [illegible] کی تحقیقات سے کیا حاصل ہوا [illegible] تحقیقات سے مراد [illegible] کو جمع کرنا ہے اور [illegible] کے قول کو [illegible] عبارات

[illegible] قوت مدرکہ کا اعتبار ہے اور اسکے اہل پیدا ہوا کرتے ہیں قدرت کاملہ سے واللہ اعلم [illegible]

[illegible] اور حق تعالی نے [illegible] کتاب کی عصمت کو [illegible] اپنی کتاب یعنی کلام [illegible] کے سوا آدمی کی کتاب [illegible]

[illegible] اور منصف وہ ہے جو آدمی کی تھوڑی خطا کو اسکی بہت سی

درستی [illegible] جب آدمی کا اکثر کلام حق [illegible] تو اسکی خطا قلیل پر نظر نہ کرنا منصفوں کا کام ہے اور فقط خطا کو پکڑ لینا اور اسکی

[illegible] یعنی باوجود عدم عصمت کے سو جو شخص کہ

[illegible] اس کتاب کو [illegible] مسائل فقہ کا خوب واقف ہوگا [illegible] الاول للآخر [illegible]

ہوگا اس کتاب کے مطالب پر [illegible] یعنی [illegible] اکثر [illegible] کی ترجیح [illegible]

[illegible]

آگاہ کر دیا اسی واسطے کہ وہ اوسمین متعدد ہوتے جاتے ہیں رسالون کے متعدد ہونے سے موفق الواقع کہ کتاب در المختار ضبط مسائل و حسن اختصار مین عدیم المثال ہو
و لہذا ہر شخص مجموعہ میں طرح رسالہ رسائل ہو و من جملۃ الفقہ حتی الی الحد الذی افرادہ البہر لکن بلا ساحل و ابل الفضل بحرا نہ شیخ متون ہاں اور جیسے اس کتاب کے حاصل کیا سو مقرر
اسکی بہت مہم بلا اصل واسطے کہ وہ قمت ہے لیکن سب کا مزا ادا ہی بولو کا ہے ہر عجز ہر لگانا ہر ہم اس صنع عبارت کو تاکید المدح بما یشبہ الذم کہتے ہیں جن عبارت
و رمز و اشارات تنقیح معانی و تحریر مبانی حالانکہ کتاب میری یا اسکی تحقیقات عوبی عبارات اور پوشیدہ اشارات اور تنقیح کرنے معانی اور آراستہ کرنے سے
الفاظ سے لگی ہو جسے آکی عبارت اسکی جوہر تحقیقات لفظیہ اور معنویہ اور تطویل لا طائل سے معرا و لیس الخبر کالعیان کہ تقریر بعد القائل العینان اور
خبر دیکھنے کی برابر نہیں اور تامل کر لینے کے بعد دونون آنکھین اس کتاب کی شاہد ہونگی یعنی دیباچہ کتاب مین جو تعریف کرتا ہر اس کتاب کی خبر ہی اور خبر
محتمل ہوتی ہو صدق و کذب کی لیکن جب تم مطالعہ کرو گے اس کتاب کو تو وہ تعریف ایسا ہو جائیگا گویا شنیدہ کو دیدہ کیا تو تقابل ہو جائیگا
محدود کی سے فخذ ما آثرت من خیر الدنیا الا من فیہ الا بحرا و رحمت کی بعضے اسکو سمجھا اس کتاب کے مقصد کی خوبی کو اور اسکا ترجمہ
تو خوب ہوتی ہے حلی کی حکایت یعنی ہم سلف شیخ کا کلام ہر جس سے پہلی جو بزرگوں کی تحقیقات ہیں اس کتاب پر ذکر کیا فخذ ما اثرت کا ترجمہ
فی الطاقت لتشمر تا نیفک ہر ایک اسے اکہ جو شے کہیا اور جو کچھ جو شے اسنا اقلام سے تا ابو ہوسے دیکھ کر شاید پیدا کر کے وہ دل کی زر
دم زدل کم روشن ایک تارہ ہو کہ فارسی میں کیا اور ہندی میں تب خیر کہتے ہین خواہ وہ قصیدہ و قطعہ ہو ان کی شرح ہو اکہ اسکا شعر ابل
کی ہر دو بین اہل حسد کی ہا تون سے تیر ون کی نشانہ ہو گئے ہین و کفانی ما اتفا کا ... یعنی کافی ہر مجھکو اسے اور اہل وقت کی تحصیل سے
مصنفات اہل حسد کے ہاتھون مین پڑے ہین انکے معانی کو اونٹے ہیں انکو کہ جتا کر کے ہین سو اتفا الحاسد الا تحمل بیضہ ... اور انصاف
زلۃ منہ تعرف باہر صاحب علم شناسائی کہ مصنف کی عیب جوئی ہیں حالانکہ جسکو اسکی غدا کا نور ہے ہوا یا ان ہو جائیکہ انکی افتیہ الرادین کا ا
بنظر مغلوب ... اقوال قدیم جمعہ سے بہت بگاڑا اور روایت کرنے والے کلام کی اپنی عقل نا قص سے اور بعضے قولون کی تحریف کی ہر یا پاس
قدیم سے اور تصحیف کی ہو ہم تحریف عبارت ہو تغیر و تبدیل سے خواہ تبدیل ایک لفظ کی دوسری لفظ سے ہو یا ایک حرف کی دوسرے حرف سے اور تکیت
آتا ہو یعنی غیر مراد کا ارادہ کرنا اور تصحیف عبارت ہر خطا فی الصحیفہ سے یعنی لکھنے میں چوکنا کہ ذاتی الخط اور معنی عبارت ناسد ہو یا اور خطا مرکب کا دل ہوا
کی خطا ہر یقین نہین ہو سکتا الا بوجہ دیگر تو عیب گیری میں الم عبارات و نا سنے ہین سے وکم من عائب قولا صحیحا و آفتہ من الفہم السقیم اور بہت کا تو لے
بدل الا اور وہ چیز لائے جسکا مصنف نے ارادہ نہین کیا و ما کان قصدی من ہذا التحریر الا التحریر ... الا الوقوف بالبقعۃ الفریقہ ...
الصحیحۃ مع رجاء الغفران و دعاء الاخوان اور اس تصنیف سے میرا یہ قصد تھا کہ میرا ذکر اہل تحریر میں کہ مصنفین اور محققین ہین بلکہ مقصود یہ ہو کہ صنف
او صحیح کتب صحیح مسائل کا خواہش بخشش باری اور دعا برادران دینی فما علی من اعراض الحاسدین عنہ حال کیا فی قیسلم ... الی
و فاتی اور جو کچھ کہ سنا ہین حاسد بنی رو گردانی کا اس کتاب سے میری زندگی میں کیونکہ وہ عنقریب اسکو قبول کرینگے انشاء اللہ تعالی میری موت کے بعد کما قیل
ترى الفتى ينكر فضل الفتى ولو ما ذهبت الذاهب فانه في الحرص على نكتة يكتبها فيه بماء الذهب چنانچہ کسی شاعر نے کہا ہر دیکھتا ہو تو ایک جوان
کو کہ دوسرے جوان کے کمال کا انکار کرتا ہو کہ طرفی اور خباثت کی راہ سے پھر جبکہ وہ جاتا ہے یعنی مر گیا بیقرار کرتی ہر اسکو حرص کہ ایک کو
اس کامل محسود کے کلام کو سونے کے پانی سے فذاک ... انما هو ... الذي ... مستعذات الفكر فيها اذا التكميل ... مترجا اربع
الاقوال و اوجز العبارة و معتدلا في رفع الايراد و الطف الاشارة ... اس جز کے آراستہ کی جو ہر کرنے والا ہو ان پاکیزہ ... کو جن
مین نے اپنی فکر کو استعمال کیا جبکہ رات چھائی تھی راجح ترا قوال و مختصر عبارت کو تلاش کرتا و فع کرنے اعتراضات میں لطیف تر اشارہ کو قصد کیا ... الغت ... حکم

[illegible]

[illegible]

فقہ بالضم فقاہت مصدر فقیہا اور فقہ بکسر قاف جسکا مصدر فقاہت ہے اسوقت بولتے ہیں جب آدمی فقیہ ہو جائے خلاصہ یہ ہے کہ فقہ لغوی کا معنی بکسر القاف
ہے اور اصطلاحی کا بضم القاف ہے کذا ذکرہ صاحب البحر الرائق عن الکرمانی اور صاحب قاموس نے فقیہ کے معنی میں کسرہی نقل کیا ہے فقہ اصطلاحاً
ہو العلم بالاحکام الشرعیۃ العملیۃ المکتسب من ادلتہا التفصیلیۃ اور علماء اصول فقہ کی اصطلاح میں فقہ عبارت ہے احکام شرعی
فرعی کے اس علم سے جو حاصل ہوا ہو احکام کے دلائل مفصلہ سے احکام فرعی وہ ہیں جو عمل کرنے سے متعلق ہیں اور جو عقائد سے متعلق ہیں انکا نام احکام
اصلی رکھتے ہیں شارح نے احکام شرعی کی قید اسلئے لگائی کہ اس قید سے احکام عقلی اور حسی اور اصطلاحی فقہ کی تعریف سے نکل گئے چنانچہ اسکا علم کہ عالم
حادث ہے اور آگ جلانے والی ہے اور فاعل مرفوع ہے معلوم کرنا چاہیے کہ قرآن اور حدیث اور اجماع اور قیاس فقہ کے دلائل تفصیلیہ ہیں اس تعریف سے
معلوم ہوا کہ اصولیوں کے نزدیک فقیہ حقیقی مجتہد ہے اور باقی لوگ جو مجتہد کے مقلد ہیں دلائل سے استدلال کرنا نہیں جانتے ہیں [illegible]
[illegible] اور فقیہ ہونے کے نزدیک تمام مسائل کے یاد رکھنے کا اعتبار ہے [illegible] مسائل کا [illegible] اور شارح نے کہا [illegible]
اگر [illegible] کی [illegible] کی [illegible] کہ [illegible] مسائل [illegible] کہا ہو [illegible] کہ [illegible]
انتہی معلوم ہوا کہ [illegible] دلائل [illegible] اہل الحقیقۃ [illegible] العلم [illegible]
فقہ عبارت ہے علم اور عمل کی جامعیت سے حقیقت اور شریعت کا اور حقیقت شریعت [illegible]
ہوا جاتا ہے [illegible] کذا فی الطحطاوی [illegible] الانوار [illegible] شریعت [illegible]
[illegible] شریعت [illegible] شرح [illegible] فرمایا کہ حقیقت [illegible] شریعت [illegible]
[illegible] صوفیہ [illegible] کے کلام سے شریعت و حقیقت [illegible] ہوا اور صاف معلوم ہوگیا کہ جو لوگ کہتے ہیں کہ شریعت
اور ہے اور حقیقت اور ہے وہ صوفیہ کرام کے طریقہ سے گمراہ ہیں لقول الحسن البصری انما الفقیہ المعرض عن الدنیا الزاہد فی الآخرۃ البصیر بعیوب نفسہ
یعنی قول خواجہ حسن بصری کا ہے کہ فقیہ نہیں ہے مگر وہ جو دنیا سے رغبت کرنیوالا آخرت میں اپنے عیوب نفسانی کا دانا ہو یہی عارف فقیہ کی عبادت
خدا ہی کیواسطے ہوتی ہے نہ دوزخ کے خوف سے اور نہ بہشت کی طمع سے یہ لوگ جو بہشت کو مانگتے ہیں تو لذت کیواسطے نہیں بلکہ پروردگار کے دیدار کیلئے
چنانچہ کسی عارف نے کہا ہے کلیس مقصودی من الجنان نعیما غیر انی ارید ہا لاراک کذا فی الطحطاوی [illegible] فعل المکلف ثبوتاً او سلباً اور
فقہ کا موضوع عاقل بالغ کا فعل ہے ثبوت کی راہ سے یا سلب کی راہ سے موضوع اسکو کہتے ہیں جسکے عوارض ذاتی کی اس علم میں بحث اور گفتگو ہو
چنانچہ کلمہ اور کلام موضوع ہے علم نحو کا یعنی اول سے آخر تک اسکے حالات کی گفتگو ہے اسیطرح فقہ کا موضوع مکلف کا فعل ہے ثبوت کی راہ سے چنانچہ فعل کا صحیح
ہونا اور فرض ہونا اور واجب ہونا اور مستحب ہونا اور مباح ہونا اور سلب کی راہ سے چنانچہ صحیح نہ ہونا فعل کا اور عدم فرضیت اور حرام ہونا اور مکروہ ہونا مکلف
یعنی تمیز اور بچہ کا فعل علم فقہ کا موضوع نہیں ورنہ ان کے تلفات اور نفقہ وغیرہ جو کچھ ان پر ہے اولیاء پر ہے [illegible] مستمدہ من الکتاب والسنۃ والاجماع
والقیاس اور فقہ کی استمداد اور مددگاری کتاب یعنی قرآن مجید اور سنت نبوی اور اجماع اور قیاس سے ہے یعنی امور اربعہ مذکورہ فقہ کے ماخذ اور اصول ہیں دریافت
کرنا چاہیے کہ قبل از اسلام کے شریعتیں منسوخہ قرآن مجید کے تابع ہیں اور سنت سے قول اور فعل اور تقریر رسول کریم کی مراد ہے تقریر اس سے عبارت ہے کہ کوئی امر
کیسامنے ہوا اور حضرت نے اسکو جائز رکھا اسپر انکار نہ کیا اور صحابہ کرام کے اقوال تو سنت میں داخل ہیں اور اجماع سے مراد ان لوگوں کا اجماع ہے جنکا اجماع شمار
لائق ہے چنانچہ صحابہ کرام اور تمام مجتہدین عصر کا اتفاق اور تعامل ناس یعنی لوگوں کا عمل سو اسکا اجماع کا تابع ہے اور قیاس سے مراد وہ قیاس ہے جو کتاب
سنت اور اجماع سے نکلا ہو اور تحری اور استصحاب الحال قیاس کا تابع ہے قیاس مستنبط من الکتاب کی مثال حرمت لواطت کا قیاس ہے حیض میں عورت کی صحبت پر حرمت

فقوا الطالی وقل ہوا دوی فاقتلوا التی تبغی) اور علت مشترک مقیس اور مقیس علیہ میں ادا ہو اور قیاس مستنبط من النص کی مثال احرام عورت کے ایک ماپ چنے کے دو ماپ چنے کے بعوض میں قیاس ہے گیہوں کے ایک ماپ کے گیہوں کے دو ماپ کے عوض پر جو ثابت ہوا ہے حدیث سے کہ الحنطۃ بالحنطۃ مثلا بمثل یدا بید والفضل ربوا اور علت مشترک یہاں متحد جنس اور مقدار ہو اور قیاس مستنبط من الاجماع کی مثال قیاس کرنا ہے وطی حرام کا وطی حلال پر چنانچہ باپ کی مزنیہ کے وطی کی حرمت کو قیاس کیا ہے اور کنیز موطوءہ کی حرمت پر جو اجماع سے ثابت ہے یعنی جیسا اپنی لونڈی سے وطی کی تو اس لونڈی کی ماں کا حرام ہونا اجماع سے ثابت ہوا ہے ویسی ہی زنا میں ہے کہ ماں اسکی ہر کما امہات النساء یعنی خوشدامن میں بلا اشتراط وطی کے حرمت ہو جاتی ہے کذا فی الطحطاوی … وغایتہ الفوز بسعادۃ الدارین اور فقہ کی غرض و غایت سعادت دارین کی ظفریابی ہے واما فضلہ فکثیر شہیر اور فقہ کی بزرگی اور فضیلت بہت مشہور ہے جامع ترمذی میں ابو امامہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ فضیلت عالم کی عابد پر جیسے میری فضیلت تمہارے ادنی شخص پر پھر فرمایا اللہ تعالی اور اسکے فرشتے اور اہل آسمان اور اہل زمین یہاں تک کہ چیونٹی اپنے سوراخ میں اور مچھلیاں دریا میں بھلائی چاہتے ہیں انکی جو لوگوں کو خیر کی تعلیم کرتے ہیں اور ترمذی میں ابن عباس سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ ایک فقیہ شیطان پر سخت تر ہے ہزار عابد سے کذا فی تیسیر الوصول الی جامع الاصول ومنہا ای الاحادیث وغیرہا الواردۃ فی کتب اصحابنا من غیرہا فی فضل قیام اللیل او تعلم فضائل کے وہ قول ہیں جو فقہا سے غیر یہ میں ہے کہ نظر کرنا ہمارے اصحاب کی کتابوں میں بدون سماع یعنی فقہ کی کتابوں کو مطالعہ کرنا بدون استاد کے کان استاد سے سننا ہو … رات کی نماز سے بہتر ہے وتعلم الفقہ افضل من تعلم باقی القرآن اور فقہ کا سیکھنا افضل ہے باقی قرآن کے سیکھنے سے یعنی … از حاجت فقہ کا سیکھنا غیر کے نفع کیواسطے باقی قرآن کے سیکھنے سے افضل ہے اسواسطے کہ فقہ کا علم بقدر حاجت کے فرض عین ہے وفقہ ہدایہ میں ہے کہ اسوقت میں تعلم فقہ کا فرض کفایہ ہے اور قرآن کا تعلم سنت ہے اور فرض افضل ہے سنت سے اگرچہ وجیہ مسلم نہیں ہے اسواسطے کہ تمام قرآن کا سیکھنا بھی فرض کفایہ ہے بلکہ یہ وجہ ہے کہ جمیع فقہ محتاج الیہ ہے اسواسطے کہ وقائع کا حدوث ہوتا ہے فقہ کے ہر باب میں بخلاف قرآن کے اسواسطے کہ قرآن میں ایک آیت کا سیکھنا تو فرض ہے اور سورۂ فاتحہ اور تین آیتوں کا سیکھنا واجب ہے کذا فی الطحطاوی وجمیع الفقہ لا بد منہ اور تمام فقہ سے چارہ نہیں یعنی ضرور ہے اگرچہ بطریق فرض کفایہ کے ہو الحاصل فقہ کی جمیع انواع خود آدمیوں کو ضرور ہیں طہارت نماز و روزہ کا دریافت کرنا … علی العموم سب کو فرض ہے اور زکوۃ اور حج اور نکاح اور طلاق اور عتاق وغیرہ کا معلوم کرنا اسپر فرض ہے جو انکا حاجتمند ہو یعنی اگر مالدار ہو تو زکوۃ اور حج کے مسائل کا معلوم کرنا اسپر فرض ہے وعلی ہذا القیاس نکاح کرنے والا اور طلاق دینے والا وغیرہ وغیرہ میں … الرجل ان یوصف بالشعر والنحو لان آخر امرہ الی المعلمۃ وتعلیم الصبیان ولا بالحساب لان آخر امرہ مساحۃ الارضین ولا بالتفسیر لان آخر امرہ الی التذکیر والقصص بل یکون علمہ فی الحلال والحرام وما لا بد منہ اور ملتقط وغیرہ میں محمد بن حسن سے منقول ہے کہ مرد کو لائق نہیں کہ شعر گوئی اور نحو دانی میں مشہور ہو اسلیے کہ اسکا انجام گداگری ہے اور لڑکوں کا پڑھانا اور نہ حساب دانی میں مشہور ہو کہ اسکا انجام کار پیمایش ہے اراضی کی اور نہ تفسیر دانی میں مشہور ہو اسواسطے کہ اسکا انجام کار وعظ گوئی اور قصہ خوانی ہے بلکہ لائق یہ ہے کہ اسکا علم ثابت ہو حلال اور حرام میں اور جس … چارہ نہیں ہم کہ اگرچہ شعر گوئی کا انجام اسواسطے کہا کہ اکثر شاعر … کے لالچ کی واسطے مدح کے لائق نہیں انکی مدح کرتے ہیں اور کبھی ہجو کرتے ہیں اسکی جو مستحق مذمت کا نہیں ہوتا اور انکے اکثر اوقات مضامین تازہ کی تلاش میں سرگردانی سے برباد ہوتے ہیں کما قیل … فعلم الفقہ اولی باعتزاز … فکم طیب یفوح ولا کمسک … وکم طیر یطیر ولا کباز
چنانچہ نظم میں کسی نے کہا ہے کہ جب فخر کرے صاحب علم کسی علم کے سبب سے تو فقہ کا علم مقدم تر اور اولی بافتخار ہے سو بہت سی خوشبوئیں مہکتی ہیں اور نہیں مہکتی مشک کی مانند اور بہت سی چڑیاں اڑتی ہیں اور نہیں اڑتی باز کے مانند یعنی فقہا اور علماء سے ایسا افضل ہے جیسے مشک اور خوشبوؤں سے اور باز اور پرندوں سے وقد مدحہ اللہ تعالی بتسمیتہ خیرا بقولہ ومن یوت الحکمۃ فقد اوتی خیرا کثیرا وقد فسر الحکمۃ زمرۃ ارباب التفسیر بعلم الفروع الذی ہو علم الفقہ اور البتہ حق تعالی نے فقہ کی مدح فرمائی اسکو خیر کثیر کہکے اپنے اس قول میں ومن یوت الحکمۃ الخ یعنی جسکو حکمت دی گئی اسکو بہت خیر دی گئی اور جمہور مفسرین کے ایک گروہ نے

حکمت کو تفصیل علوم فروع کیا ہے جو فقہ کا علم ہے وہ میں نہا قیل سے و خیر علوم علم فقہ لانہ یکون الی کل المعانی توسلا ہ فان فقیہا واحد متورعا علی الف فی
زہد تقشف او ادنیٰ ہ اور اسی جگہ سے کسی نے کہا ہے نظم میں اور سب علموں سے بہتر فقہ کا علم ہے اسواسطے کہ وہ سب مراتب عالیہ کیواسطے وسیلہ ہے کیونکہ
ایک فقیہ متقی پرہیزگار ہزار عابدوں پر بزرگ اور غالب تر ہوتا ہے مراد یہ ہے کہ فقیہ لوگ زاہدوں سے افضل ہیں جو فقہ کو نہیں جانتے ہیں وہ جاننا فقیہ ان مما قیل للامام محمد
تفقہ فان الفقہ افضل قائد ہ الی البر والتقویٰ واعدل قاصد ہ وکن مستفیدا کل یوم زیادۃ ہ من الفقہ واسبح فی بحور الفوائد ہ فان فقیہا واحد
متورعا ہ اشد علی الشیطان من الف عابد ہ اور یہ دونوں شعر جو کتابوں میں ماخوذ ہیں اس نظم آئندہ سے جو امام محمد کی طرف منسوب ہے وہ یہ ہے کہ
فقہ کو سیکھو اسواسطے کہ فقہ افضل کھینچنے والا نیکی اور پرہیزگاری کی طرف اور معتدل تر قریب پہنچانے والا طرف مقصود کے اور ہو تو ہر روز
قائل کرنے والا زیادتی کا فقہ سے اور تیرا کر فوائد کے دریاؤں میں اسواسطے کہ ایک فقیہ متقی سخت تر ہے شیطان پر ہزار عابد سے نظم سابق اور پہلا امام محمد کا
حدیث مرفوع سے ماخوذ ہے جو ابن عباس سے ہے قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقیہ واحد اشد علی الشیطان من الف عابد اور شرح میں اسکا ترجمہ گذر
ہوچکا و من کلام علی رضی اللہ عنہ ما الفضل الا لاہل العلم انہم علی الہدی لمن استھدی ادلاء ہ او علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے کلام سے یہ نظم ہے کہ بزرگی نہیں ہے
مگر اہل علم کیواسطے کیونکہ وہ ہدایت پر ہیں اور طالب ہدایت کے رہنما ہیں ہ وقدر کل امرء ما کان یحسنہ ہ والجاہلون لاہل العلم اعداء ہ اور قدر ہر
فرد اور خوبی ہر مرد کی موافق اسکی خوبی کے ہے اور جاہل لوگ اہل علم کے دشمن ہیں یعنی ہر شخص کی قدر اسکے ہنر و کمال کی مقدار پر ہوا کرتی ہے
علوم و آداب جو خوب سیکھے تو اسکی قدر انہیں کی مقدار پر ہوگی اور جسنے علم فقہ کا حاصل کیا تو اسکی قدر عظیم ہوگی اسواسطے کہ لائق تر کمال کی
خوبی حاصل کریگا تو اسکا مرتبہ اسکی مقدار پر ہوگا کہ انہی کی طرف اشارہ ہے فقیر بعلم ولا تبغی بہ بدلا ہ الناس موتی واہل العلم احیاء ہ سو تو کامیاب ہو علم کے
سبب اور علم سے بدل نہ چاہ یعنی ہمیشہ علم ہی سے انتفاع کی طرف رجوع ہونا چاہئے کہ مطلب اس سے یہ ہے کہ لوگ مردے ہیں یعنی جاہل مردوں کی مانند ہیں کہ اسکی زندگی میں
نہیں اور انکو کچھ فائدہ نہیں اور اہل علم زندہ ہیں یعنی انکی زندگی سے انکو اور لوگوں کو فائدہ حاصل ہوتا ہے تو علما دین کا وجود رحمت ہے کیونکہ وہ
وارث ہیں انبیا علیہم السلام کے اور منجملہ آفات کے بہت جہل اور دنیا انکا ارتکاب ہے چنانچہ جہالت کا سبب کاہلی ہے اور کاہلی پیدا ہوتی ہے کثرت طعام سے اور کثرت
بلغم کی ہوتی ہے بہت پانی پینے سے اور پانی بہت پینا ہوتا ہے بہت کھانے سے تو مبادی فساد و کثرت اکل ہے اور تقلیل اکل کا طریقہ یہ ہے کہ قلت اکل کے فوائد پر غور کرے
غور کرے انجملہ ایک فائدہ یہ ہے کہ آدمی تندرست رہتا ہے اور زیادہ کھانے والا گران تن اور اکثر بیمار ہوتا ہے اور بہت کھانا خدا تعالیٰ کو ناپسند ہے اور دوسرا
فائدہ قلت اکل کا ایثار ہے یعنی کھانے میں غیر کو مقدم کرنا اور بہت کھانیوالے کو دوسرے کا کھانا دشوار ہوتا ہے انجملہ اسباب نسیان کے معاصی اور کثرت نو
اور امورد دنیا کی تشویشات اور کثرت اشغال ہے اور دھنیا کھانا اور سیب کھانا اور صلیب کا دیکھنا اور الواح قبور کا پڑھنا اور اونٹوں کی قطار میں چلنا اور
زندہ جونک زمین پر ڈالنا اور گدی پر پچھنے لگانا اور منجملہ اسباب حفظ و فکر کوشش کرنا ہے اور پرہیز کرنا اور کم کھانا اور تہجد کی نماز پڑھنا اور قرآن کو دیکھ کر پڑھنا
اور بہت درود پڑھنا اور شہد کا پینا اور کندر کو شکر کے ساتھ کھانا اور اکیس سرخ منقے کا نہار منہ کھانا اور جو چیز بلغم اور رطوبات کو کم کرے وہ حفظ کو زیادہ کریگی معلوم
کرنا چاہیے کہ طالب علم کو علم نہیں آتا اور نہ اس سے فائدہ حاصل ہوتا ہے جب تک کہ علم کی اور اہل علم کی اور استاد کی تعظیم اور توقیر نہ کرے اسواسطے کہ کوئی کمال کو
نہیں پہونچا مگر حرمت کرنے سے اور کوئی بے نصیب نہیں رہا مگر ترک حرمت سے علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں اسکا غلام ہوں جسنے مجھکو ایک حرف سکھایا خواہ وہ مجھکو بیچے
مجھکو چاہے آزاد کرے ہارون رشید بادشاہ نے اپنے فرزند کو اصمعی کے پاس بھیجا تاکہ علم اور ادب سکھاوے ایک دن بادشاہ نے دیکھا کہ اصمعی وضو کرتے ہیں اور شاہزادہ پانی ڈالتا
تو بادشاہ نے عتاب کیا اصمعی پر اور کہا کہ میں نے اسکو اسواسطے بھیجا ہے کہ آپ اسکو علم اور ادب سکھاویں آپنے اسکو یوں کیوں نہ فرمایا کہ ایک ہاتھ سے پانی ڈالے
اور دوسرے ہاتھ سے آپکے پاؤں دھوئے اور منجملہ تعظیم علم کے کتاب کی تعظیم ہے تو طالب علم کو لائق ہے کہ کتاب کو بے وضو ہاتھ نہ لگائے بعضوں نے کہا کہ شمس الائمہ

[illegible]

مخالف ہوگا یعنی علم اخلاق جسکو علم تہذیب اخلاق کہتے ہیں فرض ہے وحرام وہو علم الفلسفۃ والشعبذۃ والتنجیم والرمل وعلوم الطبائعیین والسحر والکہانۃ اور علم سیکھنا
حرام ہوتا ہے اور وہ حرام علم یونانیون کی حکمت ہے اور شعبدہ یعنی دست چالاکی بازیگری ہے جیسا کہ متی کے مانند اور نجوم اور رمل اور اہل طبائع کے
علوم یعنی علم طبیعی اور جادو اور کہانت ہم یونانی حکمت اسواسطے حرام ہوئی کہ اُسمین عالم کا قدیم ہونا وغیر ذلک من المکفرات والمحرمات داخل ہین اور علم نجوم مین
اوضاع فلکیہ سے حوادث سفلیہ پر استدلال کرتے ہین تعلیم متعلم ہین ہے کہ نجوم کا علم بقدر ضرورت کے ہو تو اُسکا سیکھنا حرام ہے کیونکہ وہ مضر ہو نافع نہین اسلیے کہ قضا وقدر
سے بچنا غیر ممکن ہے تو مسلمان کو چاہیے کہ ذکر اللہ اور دعا اور تضرع مین مشغول رہے اور حق تعالیٰ سے عافیت مانگا کرے اسواسطے کہ واقعی محروم الاجابت نہین ہوتا پھر
اگر بلا مقدر ہے تو ضرور پہونچیگی لیکن وہ بھی کوحق تعالیٰ صبر عطا کریگا دعا کی برکت سے لیکن تعلیم نجوم کا بقدر ضرورت اسی واسطے اوقات نماز کے جائز ہے انتہی اور کہانت یہ ہے کہ شیاطین
سے راہ پیدا کرے تاکہ وہ اخبار آیندہ بتائین اور یہ جو لوگ علم جفر کو علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کی طرف نسبت کرتے ہین سو غلط ہے اسکی کچھ اصل نہین شارح نے علم طب
کو بیان نہین کیا لیکن تعلیم متعلم مین یون مذکور ہے کہ طب کا سیکھنا جائز ہے اسواسطے کہ اسباب مین سے ایک سبب ہے تو اُسکا سیکھنا جائز ہے اور علاج ان اسباب کی طرح
اور رسول کریم علیہ الصلوۃ والتسلیم نے بھی علاج کیا ہے اور امام شافعی سے منقول ہے کہ انھون نے فرمایا ہے کہ العلم علمان علم الابدان وعلم الادیان یعنی علم دو ہین ایک وہ علم طب ہے اور علم طب کے
بیان کے واسطے کذا فی الطحطاوی ویلتحق بالفلسفۃ المنطق اور حکمت یونانی سے علم منطق کا علم داخل ہے یعنی حرام ہے اور محشی اشباہ نے کہا ہے کہ شافعیہ
کہین سے اپنے مذہب کے علماء کی کتابون مین تحریم منطق کا قول نہین دیکھا اگر صاحب اشباہ نے دیکھا ہوتا تو اسکا قول کرتا اسیواسطے شافعیہ کی کتابون مین اسکی
بہت تصریح ہے اور تحقیق یہ ہے کہ اگر وہ جو مسائل قرار دیتے ہین اور یہی وہ منطق ہے جسکا اشتغال مکروہ ہے وہ فلاسفہ کی طرف منسوب ہے اور وہ جو حرام ہے ابن حجر نے
تحریر اوالاشتغال مین وہ نہین جو شرع سے مخالف ہو اور بعض فضلاء نے کہا ہے کہ شاید منطق سے مراد فلاسفہ کی منطق ہے اور اہل اسلام کی منطق اسواسطے کہ اُسمین کچھ
اسلام کے مخالف کوئی چیز نہین اور امام غزالی نے منطق کو معیار العلوم کہا ہے اور فرمایا ہے کہ جسکو منطق کی معرفت نہین اُسکے علم پر اعتماد نہین اور ابو علی سینا نے منطق
کو خادم العلوم کہا ہے انتہی طحطاوی نے کہا ظاہر منطق سے وہ منطق مراد ہے جو شبہات اہل اعتزال سے خالی ہو تو وہ داخل فلسفہ ہے وہ ہین جو العلوم المحرمۃ والمنطق
اور حرام کی قسم سے حرف اور راگ کا علم ہے اور شاید کہ علم حرف سے کاف کا حرف مراد ہو جیسے کیمیا کی طرف اشارہ ہے اور اسکی حرمت مین کچھ کلام نہین کہ اسمین
عمر اور مال دونون برباد ہوجاتے ہین یا مراد حروف کا جمع کرنا ہے جس سے حرکات پر دلالت خارج ہو اور احتمال ہے کہ علم اسرار حروف مراد ہو اور وفاق اور تقسیم وغیر ذلک سے
کذا فی الطحطاوی مین کہتا ہون کہ ظاہر اعلم حرف سے جفر کا علم مراد ہے کہ اُس سے وقائع آیندہ کا استخراج کرتے ہین نجوم کے مانند اور واللہ علمہ باتم الخ
واللہ اعلم وکرہ اشعار المولدین من الغزل والبطالۃ اور مکروہ ہے اور وہ غزل اور بیہودہ گوئی ان شاعرون کی جو عرب مین بعد اسلام کے پیدا ہوئے
ہم مولد وہ لوگ ہین جو عرب مین پیدا ہوئے اور حالانکہ وہ عرب کی قوم سے نہین چنانچہ ابونواس وغیرہ قاموس مین ہے کہ مولد اُس عبارت کو کہتے ہین جو مولدون کے ساتھ
بات چیت کرنے سے وضع ہوا کا اشعارہم التی لا سخف فیہا کذا فی فوائد شتی من الاشباہ والنظائر اور مباح ہے علم مباح یعنی اُسکا فعل اور ترک برابر ہے چنانچہ مولدین کی
وہ اشعار جنمین نامعقول مضمون نہین اسی طرح مذکور ہے اشباہ اور نظائر کے فوائد شتی مین ہم مولدین کی قید اسواسطے لگائی کہ انکے اشعار مین اکثر مضامین
واہیہ ملے ہین برخلاف عرب خالص کے ابن عباس نے اکثر اشعار عرب کی طرف التفات رکھتے تھے قرآن اور حدیث کے الفاظ پر استدلال کرنے کو کذا فی الطحطاوی
ثم نقل فی مسئلۃ الرباعیات یجعلہا ان الفقہ ہو ثمرۃ الحدیث پھر صاحب اشباہ نے مسئلہ رباعیات مین کلام طویل نقل کیا اور اسکا خلاصہ مقصود یہ ہے کہ مقرر
فقہ حدیث کا ثمرہ ہے یعنی حدیث سے مستخرج ہے ولیس ثواب الفقیہ اقل من ثواب المحدث اور نہین ہے فقہ کا ثواب محدث کے ثواب سے کمتر وفیہا کل انسان
غیر الانبیاء لا یعلم ما اراد اللہ تعالیٰ لہ وبہ لان ارادتہ تعالیٰ غیب الا الفقہاء فانہم علموا ارادتہ تعالیٰ بہم بحدیث الصادق المصدوق من یرد اللہ بہ
خیرا یفقہہ فی الدین اور اشباہ مین ہے کہ ہر آدمی سواے انبیاء علیہم السلام کے جانتا نہین ہے کہ اللہ تعالیٰ کا کیا ارادہ ہے اُسکے ساتھ اور حق مین اسواسطے کہ

حق تعالیٰ کا ارادہ خیر ہے کہ فقیہ اسکو بنا دیتا ہے اسواسطے کہ وہ بیان کئے گئے ہیں حق تعالیٰ کے ارادے کو جو آنکے ساتھ ہے رسول صادق مصدوق کی اس حدیث کی دلیل سے
کہ جسکے ساتھ اللہ تعالیٰ خیر کا ارادہ کرتا ہے اسکو دین میں فقیہ کرتا ہے یعنی امور دین میں فہم سلیم عطا کرتا ہے ہم غور کرنا چاہیے کہ فقیہ سے مراد وہ ہے جو مصطلح فقہا ہے یہاں تک کہ
جو تین مسئلے یاد رکھے وہ بھی فقیہ ٹھہرے یا اصطلاح اصولیون کا فقیہ یعنی مجتہد مراد ہو اور ظاہر مراد وہ ہے جو فقہ میں مشتغل ہو نہ وہ جو فروع قلیلہ کو یاد رکھتا ہو میں کہتا ہوں کہ
استدلال اسوقت تمام ہے جبکہ لسان شرع میں فقیہ کا اطلاق فقط اسی پر متعین ہو سو یہ کیونکر ہو اسواسطے کہ فقیہ کی تعریف میں اختلاف کثیر واقع ہے یہان تک کہ غزالی نے
اسکو علم تصوف پر محمول کیا ہے کذا فی الطحطاوی وَ فِیهَا کُلُّ شَیْءٍ یُسْأَلُ عَنْهُ الْعَبْدُ یَوْمَ الْقِیَامَةِ اِلَّا الْعِلْمَ لِاَنَّ اللّٰهَ تَعَالٰی اَمَرَ نَبِیَّهُ اَنْ یَطْلُبَ الزِّیَادَةَ مِنْهُ وَقُلْ رَبِّ زِدْنِی
عِلْمًا فَکَیْفَ یُسْأَلُ عَنْهُ اور اشباہ کے فوائد میں ہے کہ ہر چیز سے بندہ پوچھا جائیگا قیامت کے دن مگر علم سے اسواسطے کہ حق تعالیٰ نے اپنے نبی کریم سے یہ طلب
کیا کہ علم کی زیادت طلب کرے بدلیل اس آیت کریمہ کے (وَقُلْ رَبِّ زِدْنِیْ عِلْمًا) یعنی اور کہہ اے میرے پروردگار مجھکو زیادہ علم دے سو کیونکر سوال ہوگا علم
یعنی بعد طلب کے ہم یہ دلیل مدعا کی مفید نہیں اسواسطے کہ ہر امر خیر طلب ہے یا سوا اسکے آسکی تشریح میں مطلوب الزیادۃ ہے علامہ ابو سعود نے کہا اس استدلال پر
اعتراض ہے اسواسطے کہ حدیث میں وارد ہو کہ بندہ سے کہ دونوں قدم قیامت میں نہ ہٹینگے یہان تک کہ اس سے چار چیزوں کا سوال ہوگا اسکی عمر سے سوال ہوگا
کہ کس امر میں اسکو فنا کیا اور اسکی جوانی سے سوال ہوگا کہ کس میں اسنے کھپائی اور اسکے مال سے سوال ہوگا کہ کونسی چیز سے اسکو حاصل کیا یعنی بوجہ حلال یا حرام
اور اسکے علم سے سوال ہوگا کہ اسنے اسمین کیا کیا یعنی علم کے موافق عمل کیا یا نہیں و تمام البیان فی الطحطاوی وَ فِیهَا اِذَا سُئِلْنَا عَنْ مَذْهَبِنَا وَ مَذْهَبِ مُخَالِفِنَا قُلْنَا
وُجُوبًا مَذْهَبُنَا صَوَابٌ یَحْتَمِلُ الْخَطَأَ وَ مَذْهَبُ مُخَالِفِنَا خَطَأٌ یَحْتَمِلُ الصَّوَابَ اور اشباہ کے فوائد میں ہے مصنفی سے منقول کہ جب ہمسے سوال کیا جائے ہمارے
مذہب سے یعنی حنفی مذہب سے اور ہمارے مخالف کے مذہب سے یعنی شافعی یا مالکی یا حنبلی مذہب سے کہ کون مذہب حق ہے فروع میں تو ہم سوال کے جواب
میں کہینگے وجوبًا یعنی ہمپر واجب ہے یون کہنا کہ ہمارا مذہب صواب ہے یعنی حق ہے مطابق واقع کے احتمال رکھتا ہے خطا کا یعنی چوک جانے کا اور ہمارے مخالف کا مذہب
خطا ہے محتمل ہے صواب کا ہم یہ جواب اسواسطے متعین ہوا کہ ہم مقلد ہیں اور تقلید کسی شخص کی نہیں چاہیے اسکو خاطی جانکر اور صواب کا یقین قطعًا اسواسطے نہ کیا کہ اگر قطعی
یقین کیا جائے تو مجتہدین کا یہ قول صحیح نہ ہوگا کہ المجتہد یخطی و یصیب یعنی مجتہد استنباط احکام میں خطا بھی کرتا ہے اور صواب بھی و لہذا مخالف کے مذہب کی خطا پر یقین
کر لینا جائز نہوا خلاصہ مقام یہ ہے کہ یہ کلام نظر بمجتہد ہے یعنی جس طرف ہمارے امام اعظم رہ گئے ہیں وہ انکے نزدیک صواب ہے مع احتمال الخطاء اسواسطے کہ مجتہد مصیب ہے اور
کاسہ نفس الامر میں خطا بھی کرتا ہے اور باعتبار ہم مقلدون کے چارون امام حق پر ہیں اپنے اجتہاد میں مصیب ہیں تو ہر امام کا مقلد یہی عبارت جواب میں کہیگا جبکہ اسکے
مذہب سے سوال ہوگا اپنے امام کی طرف سے جسکا وہ مقلد ہے اور یہ مراد نہیں ہے کہ ہر مقلد اسکا مکلف ہے کہ دوسرے امام کی خطا کا معتقد ہو اسواسطے کہ ایک امام کی تقلید جائز
نہیں ہوتی مگر بقدر ضرورت یہ ہے کہ مقلد اجتہاد کی لیاقت نہیں رکھتا کہ احکام ظنیہ کا استنباط دلائل شرعیہ سے کر سکے تو ایک امام کی تقلید
فقط عمل میں کرتا ہے اگر کوئی کہے کہ وہ عمل کے ساتھ اعتقاد کرنے کا بھی مکلف ہے یا نہیں تو اسے تکلیف مع اعتقاد عدم صحت لازم آتا ہے اسکا جواب یہ ہے کہ یہ لازم نہیں آتا ہے
کہ جبکہ مسائل تقلیدیہ کے عدم صحت کا معتقد ہو اور ہم یہ نہیں کہتے ہیں بلکہ مقلد ظاہر اصواب یہ ہے کہ اسنے وہ کیا جو اسپر واجب تھا بدلیل قولہ تعالیٰ (فَاسْئَلُوْا اَهْلَ الذِّکْرِ
اِنْ کُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ) یعنی اخذ بقول مجتہد جو بموجب اس آیۂ کریمہ کے اسپر واجب تھا سو اسنے کیا اور مقلد اسکا مکلف نہیں ہے کہ اپنے خلاف مذہب کا تخطیہ کرے
یعنی اسکی خطا کا معتقد ہو الغرض خلاصہ کیا ہے ہمارے استاد نے ابن ملا فروخ کی حنفی کے قول سدید کا کذا فی الطحطاوی عن مفتی الروم ابی سعود وَ اِذَا سُئِلْنَا عَنْ مُعْتَقَدِنَا
وَ مُعْتَقَدِ خُصُومِنَا قُلْنَا وُجُوبًا اَلْحَقُّ مَا نَحْنُ عَلَیْهِ وَ الْبَاطِلُ مَا عَلَیْهِ خُصُومُنَا اور جب کوئی ہمسے سوال کرے ہمارے عقائد سے یعنی اہل سنت کے عقائد سے اور
ہمارے مخالفین کے عقائد سے یعنی معتزلہ اور خارجی اور رافضی کے عقائد سے کہ کون انمیں سے حق پر ہے تو ہم جواب میں وجوبًا کہینگے کہ مطابق واقع کے حق وہی
عقائد ہیں جنپر ہم ہیں اور باطل مخالف نفس الامر وہ عقائد ہیں جنپر ہمارے مخالفین ہیں وَ فِیْهَا اَلْعُلُوْمُ ثَلٰثَةٌ عِلْمٌ نَضِجَ وَ مَا احْتَرَقَ وَ هُوَ عِلْمُ النَّحْوِ وَ الْاُصُوْلِ اور اشباہ کے فوائد

ہیں ہی کہ علوم تین قسم ہیں ایک وہ علم ہی کہ پختہ ہو گیا اور محترق نہیں ہوا یعنے کمال کو نہیں پہونچا اور وہ نحو اور اصول کا علم ہی ہم نضج علم سے مراد یہ ہی کہ قواعد اسکے
مقرر ہوگئے اور قواعد پر جزئیات متفرع ہوچکے اور دفع اعتراضات اور تفصیل ادلہ اور توضیح مشکلات ہوگئی اور احتراق سے مراد غایت اور نہایت کا پہونچنا اور
تفسیر ہی مراد کی نہیں تو احتراق سے مقصد اشباہ ہی کذا فی الطحطاوی تو علم نحو اور علم اصول کے اگرچہ قواعد مدون ہو گئے لیکن انکے فروع مستنبطہ ہنوز کمال کو نہیں پہونچے
بلکہ انکے اکثر اتنی مختلفات ہیں اور یہ امر ظاہر ہی اُس شخص پر جو اصول اور نحو کی کتابوں میں تامل کرتا ہی کذا فی الحموی وَعِلْمٌ لَا نَضِجَ وَلَا احْتَرَقَ وَهُوَ عِلْمُ الْبَيَانِ
وَالتَّفْسِيرِ اور ایک علم وہ ہی جو نہ پختہ ہی اور نہ محترق اور وہ بیان اور تفسیر کا علم ہی ہم بیان سے مراد بلاغت کے تینوں علم یعنے علم معانی اور بیان اور بدیع حموی
نے بعض فضلا سے نقل کیا کہ علم بیان تو ذوق کی طرف راجع ہی تو اسکی کچھ نہایت نہیں ہی کیونکہ آدمی اسمیں مختلف ہیں اور علم تفسیر کے عدم کمال وجہ یہ ہی کہ موضوع
علم تفسیر کا فہم مراد ربانی ہی باعتبار معانی اور وجوہ اعجاز اور مواقع مناسبات وغیر ذالک کے جنکا کوئی بھید انہیں ہو سکتا سواے علام الغیوب کے سو اسکی نہایت
کسطرح ہو سکے انتہی ملخصا وَعِلْمٌ نَضِجَ وَاحْتَرَقَ وَهُوَ عِلْمُ الْحَدِيثِ وَالْفِقْهِ اور ایک علم وہ ہی جو پختہ ہوا اور کمال کو بھی پہونچ گیا اور وہ علم حدیث اور علم فقہ کا ہی
ہم علم حدیث نہایت رتبہ کمال کو پہونچا اسواسطے کہ محدثین نے [illegible]
اور فاسد الروایة اور صحیح الروایة کو بیان کر دیا اور بعضے [illegible] اور مراد اور احکام
احادیث کو ہر مجتہد کی فہم کے موافق بیان کیا اور فنون احادیث میں طرح طرح کی کتابیں لکھیں کوئی حالت متعلقہ باقی نہیں رکھی اور فقہ کی تکمیل تو ظاہر ہی کہ مجتہدین
نے قرآن اور حدیث میں امعان نظر کرکے بال کی کھال نکالی قواعد مقرر کیے اور ان پر جزئیات متفرع کیے اور خیال سے حوادث باوجود اسکے احتمالات موافق کئیں پھیلا
الکہ پہلے یا جو ان حوادث پر دلالت کرے بلکہ فقہا نے اُن امور میں کلام کیا جو کبھی واقع نہیں ہوتے اس غرض سے کہ مبادا اگر ایسا واقع ہو تو مسلمان حیران نہوں
اور ہر جزئی منصوص نہیں وہ نادر ہی کیا ہے اور گاہ منصوص بھی ہوتا ہی لیکن ناظر اسکے محل سے قاصر ہو فہم کا قصور ہی ہر امر فقہ میں مذکور ہی خواہ بمفہوم خواہ بمنطوق
کذا فی الطحطاوی ملخصا اگر اہل اسلام انصاف کریں تو حضرت مجتہدین اور فقہا کے احسان کی شکر گزاری سے آپ کو عاجز پائیں اللهم فارحم المجتهدين والفقهاء الدين
واجزهم عنا خير الجزاء يا ارحم الراحمين وَقَدْ قَالُوا الْفِقْهُ زَرَعَهُ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ وَسَقَاهُ عَلْقَمَةُ وَحَصَدَهُ إِبْرَاهِيمُ النَّخَعِيُّ وَدَاسَهُ حَمَّادٌ وَطَحَنَهُ أَبُو حَنِيفَةَ
وَعَجَنَهُ أَبُو يُوسُفَ وَخَبَزَهُ مُحَمَّدٌ وَسَائِرُ النَّاسِ يَأْكُلُونَ اور البتہ فقیہوں نے کہا کہ فقہ کا کھیت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ نے بویا اور علقمہ رح نے اسکو سینچا اور
ابراہیم نخعی رح نے اسکو کاٹا اور حماد رح نے اسکو مانڈا یعنی اناج جدا کیا بھوسی سے اور ابو حنیفہ رح نے اسکو پیسا اور ابو یوسف رح نے اسکو گوندھا اور محمد بن حسن رح
نے اسکی روٹیاں پکائیں اور باقی لوگ اسکے کھانے والے ہیں ہم ابو یوسف اور محمد رح شاگرد ہیں ابو حنیفہ رح کے اور ابو حنیفہ رح شاگرد ہیں حماد کے اور حماد ابراہیم
نخعی کے اور ابراہیم نخعی علقمہ رح کے اور علقمہ عبد اللہ بن مسعود صحابی کے تو خلاصہ یہ ہی کہ اجتہاد اور استنباط احکام کا طریقہ ابن مسعود سے شروع ہوا اور فقہ کی
ترقی ہوتی گئی یہانتک کہ امام اعظم رح نے کمال کو پہونچایا اور محمد بن حسن رح نے امام کی روایات کو جمع کرکے فروع کو منقح کیا اور جس قول سے امام نے رجوع کیا اسکو بیان
کر دیا اور حوادث اُنکے وقت میں بکثرت ہوئے تو انہوں نے فقہ کو مدون کیا اور کتابیں تصنیف کیں کہ ایک عالم کو فائدہ حاصل ہوا معلوم کرنا چاہیے کہ فقہ مذکورہ سے وہ
معاملات ۱۲
فقہ مراد ہی جو ابو حنیفہ رح کے طریق سے مروی ہی اسواسطے کہ امام مالک کی فقہ مروی ہی نافع سے عن ابن عمر اور شافعی کی فقہ مروی ہی امام مالک سے اور احمد بن حنبل کا طریق
مروی ہی شافعی سے اور یہ مطلب نہیں کہ فقہ میں کلام نہیں کیا مگر ابن مسعود اور ابو حنیفہ نے وَقَدْ نَظَمَ بَعْضُهُمْ فَقَالَ ؎ اَلْفِقْهُ زَرْعُ ابْنِ مَسْعُوْدٍ وَعَلْقَمَةُ حَصَّادُهُ ثُمَّ إِبْرَاهِيمُ
دَوَّاسٌ نُعْمَانُ طَاحِنُهُ يَعْقُوبُ عَاجِنُهُ مُحَمَّدٌ خَابِزٌ وَالْآكِلُ النَّاسُ ۔ اور البتہ بعضے علما نے اسکو نظم کیا ہی کچھ بدل کر یوں کہا ہی کہ فقہ کو ابن مسعود نے بویا اور علقمہ اسکا کاٹنے والا
ہی پھر ابراہیم مانڈنے والا ہی نعمان یعنی ابو حنیفہ اسکا پیسنے والا ہی اور یعقوب یعنی ابو یوسف اسکا گوندھنے والا ہی اور محمد بن حسن روٹی پکانے والا اور لوگ کھانے والے ہیں
وَقَدْ ظَهَرَ عِلْمُهُ بِتَصَانِيفِهِ كَالْجَامِعَيْنِ وَالْمَبْسُوطِ وَالزِّيَادَاتِ وَالنَّوَادِرِ حَتَّى قِيلَ إِنَّهُ صَنَّفَ فِي الْعُلُومِ الدِّينِيَّةِ تِسْعَمِائَةٍ وَتِسْعِينَ كِتَابًا اور بیشک محمد بن حسن کا علم ظاہر ہو گیا

انکی تصنیفات بہت ہیں چنانچہ جامع صغیر اور جامع کبیر اور مبسوط اور زیادات اور نوادر یہانتک کہ کہا گیا ہے کہ البتہ انہوں نے دین کے علوم میں نوسو ننانوے کتابیں تصنیف کی ہیں
جامع صغیر میں امام محمد رح روایت کرتے ہیں ابو یوسف رح سے اور وہ امام اعظم رح سے اور جامع کبیر میں محمد رح روایت کرتے ہیں امام رح سے بلا واسطہ و من تلامذتہ الشافعی
رضی اللہ عنہ و تزوج بام الشافعی و فوض الیہ کتبہ و مالہ فبسببہ صار الشافعی فقیہا اور شافعی رح محمد بن حسن رح کے شاگردوں میں سے ہیں اور نکاح کیا تھا شافعی رح کی
ماں سے اور اپنی کتابیں اور اپنا مال انکو سپرد کیا تھا اسی سبب سے شافعی فقیہ ہوگئے ہم یہ قول ظاہر البطلان ہے حلبی نے کہا ہاں یون کہنا صحیح ہے کہ محمد رح کی کتابوں سے
شافعی رح کو ایسے مسائل پر اطلاع ہوئی جنکی انکو قبل اسکے آگاہی نہ تھی اسواسطے کہ محمد رح سے کثرت سے تخریج مسائل کی ابتدا ہوئی ورنہ شافعی رح تو بغداد کے داخل ہونے اور محمد رح کے
ملنے سے پہلے فقیہ مجتہد تھے اور اجتہاد مطلق کیونکر مستفاد ہو اس شخص سے جسکو اجتہاد مطلق حاصل نہیں انتہی مجتہد مطلق وہ ہے جو اصول و فروع میں دوسرے کا تابع نہو چنانچہ
چاروں امام اور مجتہد مقید وہ ہے جو اصول میں دوسرے کا تابع ہو نہ فروع میں چنانچہ ابو یوسف اور محمد اور زفر رحمۃ اللہ علیہم و لقد انصف الشافعی حیث قال من اراد
الفقہ فلیلزم اصحاب ابی حنیفۃ فان المعانی قد تیسرت لہم واللہ ما صرت فقیہا الا بکتب محمد بن الحسن اور مقرر انصاف کیا ہے شافعی نے جہاں یوں کہا ہے کہ جو شخص
فقہ حاصل کرنے کا ارادہ کرے سو اسکو چاہیے کہ ابو حنیفہ رح کے شاگردوں کا ساتھ نہ چھوڑے اسواسطے کہ معانی دقیقہ انکو آسان اور سہل ہوگئے ہیں اور خدا کی قسم ہے کہ
میں فقیہ نہیں ہوا مگر محمد بن حسن شیبانی کی کتابوں سے یعنی مزید بصیرت فروع فقہیہ میں مجھکو حاصل نہیں ہوئی مگر انکی کتابوں سے کذا فی الحلبی المحشی الدر المختار
و قال اسمعیل بن ابی رجاء رایت محمدا فی المنام فقلت لہ ما فعل اللہ بک قال غفرلی ثم قال لو اردت ان اعذبک ما جعلت ہذا العلم فیک فقلت لہ فاین
ابو یوسف قال فوقنا بدرجتین قلت فابو حنیفۃ قال ہیہات ذلک فی اعلی علیین اور اسمعیل بن ابی رجاء نے کہا کہ میں نے محمد بن حسن رح کو خواب میں دیکھا
سو انسے کہا کہ خدا نے تمہارے ساتھ کیا کیا انہوں نے کہا کہ مجھکو بخش دیا پھر حق تعالی نے فرمایا کہ اگر میں تیرے عذاب کرنے کا ارادہ کرتا تو یہ علم تجھکو نہ دیتا پھر میں نے کہا تو ابو یوسف
کہاں ہیں کہا کہ ہمسے دو درجے اوپر ہیں میں نے کہا تو ابو حنیفہ رح کہاں ہیں کہا دور ہیں وہ تو علیین کے اوپر ہیں جو علیین جنت میں بالاتر مکان ہے سو یہ بلندی رتبہ اضافی ہے
یعنی بہ نسبت صاحبین کے نہ مطلقا اسواسطے کہ انبیا اور صحابہ امام سے قطعا درجہ میں بلند تر ہیں کیف و قد صلی الفجر بوضوء العشاء اربعین سنۃ امام کا بلند مرتبہ
اسقدر کیونکر نہوگا حالانکہ امام نے فجر کی نماز عشا کی وضو سے پڑھی چالیس برس ہم مسعر بن کدام نے کہا کہ میں امام ابو حنیفہ رح کی مسجد میں گیا تو میں نے دیکھا کہ فجر کی نماز
پڑھکے لوگوں کو تعلیم علم کیا کیے یہانتک کہ ظہر کی نماز پڑھی پھر عصر تک تعلیم میں مشغول رہے پھر مغرب تک درس فرماتے رہے پھر اسی طرح عشا تک پھر بعد نماز عشا گھر میں
گئے سو میں نے اپنے دل میں کہا کہ اس مرد کی مشغولی تو یہی ہے مطالعہ کب ہوتا ہوگا میں اسکا تجسس کرونگا جب لوگوں کی آمد و رفت بند ہوئی تو امام مسجد میں آئے سو نماز میں
تا قیام مشغول رہے یہانتک کہ جب صبح ہوئی گھر میں گئے پھر کپڑے پہنکر مسجد میں آئے اور فجر کی نماز پڑھی اور اسیطرح عشا تک تعلیم میں مشغول رہے پھر گھر میں گئے سو میں نے اپنے جی میں کہا
کہ آج رات تو آرام کرینگے آج بھی اسکا تجسس کرونگا جب آمد و رفت بند ہوئی تو مسجد میں آئے اور شب گذشتہ کی طرح نماز میں صبح کے طلوع ہونے تک مشغول رہے پھر گھر میں جاکر
کپڑے پہنکر نماز کے واسطے مسجد میں آئے اور نماز پڑھکر اسیطرح تا عشا تعلیم و ارشاد میں رہے پھر گھر میں گئے تو میں نے کہا کہ آج البتہ آرام کرینگے آج بھی تجسس کرونگا سو اس رات میں
بھی ویسا ہی کیا صبح تک تو میں نے اپنے جی میں کہا کہ میں انکا ساتھ نہ چھوڑونگا یہانتک کہ انکا انتقال ہو دنیا سے یا میرا سو میں نے انکی ملازمت کی انکی مسجد میں ابن معاذ نے کہا
مجھے خبر پہنچی ہے کہ امام ابو حنیفہ رح کی مسجد میں مر گئے سجدے کے اندر حفص بن غیاث نے امام ابو حنیفہ رح سے پوچھا کہ طاعت پر کس چیز نے قوی کر دیا کہا کہ میں نے حق تعالی سے دعا کی بواسطے
اسکے اسماء عظام کے کہ جسمیں سب حروف ہیں اور وہ دعا مقدمہ غزنویہ میں مذکور ہے جلال الدین سیوطی نے تبییض الصحیفہ میں کہا کہ خطیب بغدادی محدث نے حفص بن عبد الرحمن سے روایت کی
کہ میں نے مسعر بن کدام سے سنا کہتے تھے کہ ایک رات میں مسجد میں گیا ایک مرد کو نماز پڑھتے دیکھا مجھکو اسکی قراءت پسند آئی سو اسنے قرآن کا ساتواں حصہ پڑھا میں نے کہا کہ اب
رکوع کریگا پھر اسنے تہائی قرآن پڑھا میں نے کہا کہ اب رکوع کریگا پھر اسنے آدھا قرآن پڑھا سو اسیطرح پڑھتا رہا یہانتک کہ تمام قرآن ختم کیا ایک رکعت میں پھر میں نے جو انکو دیکھا تو
وہ ابو حنیفہ رح تھے اور روایت کی خطیب نے خارجہ بن مصعب سے کہ قرآن کو ایک رکعت میں ختم کیا چار بزرگوں نے انہیں سے ایک امام ابو حنیفہ رح ہیں اور خلیفہ یحیی بن عمر سے

روایت کی کہ ابو حنیفہ رح قرآن کو رمضان میں ساٹھ بار اکثر ختم کیا کرتے تھے اور خطیب نے حماد بن یوسف سے روایت کی کہ میں نے اسد بن عمرو سے سنا کہتے تھے کہ ابو حنیفہ رح
فجر کی نماز عشا کے وضو سے چالیس برس پڑھی اور اکثر شب تمام قرآن کو ایک رکعت میں پڑھتے تھے اور جس مکان میں انکی وفات ہوئی ستر ہزار بار قرآن کو ختم کیا اور
خطیب نے حماد بن ابی حنیفہ سے روایت کی کہ جب ہمارے والد کا انتقال ہوا تو ہم نے حسن بن عمارہ سے کہا کہ تم انکو غسل دو جب انھوں نے نہلایا تو کہا اللہ تجھپر
رحم کرے اور تیری مغفرت کرے تو نے افطار نہیں کیا تیس برس سے اور تیری آنکھیں نہیں جھپکیں چالیس برس سے مقرر تو نے اپنے بعد مشقت میں ڈالا اور قاریوں کو
فضیحت کیا اور خطیب نے ابو یوسف سے روایت کی کہ میں چلا جاتا تھا ابو حنیفہ کے ساتھ میں نے سنا ایک مرد دوسرے سے کہتا تھا کہ یہ ابو حنیفہ ہیں کہ رات کو نہیں سوتے
ہیں تو امام نے کہا واللہ لوگ میرا حال وہ نہ کہیں جو مجھ میں نہیں ہے تو رات کو احیا کرتے تھے نماز اور دعا اور تضرع کی کذا فی الطحطاوی و حج خمسا و خمسین حجۃ
اور امام نے پچپن حج کیے و رأى ربّه فی المنام مائۃ مرۃ و لها قصۃ مشہورۃ اور اپنے پروردگار جل شانہ کو خواب میں سو بار دیکھا اور رویت کا ایک قصہ
مشہور ہے جو حافظ نجم الدین غیطی نے وقائع میں ذکر کیا ہے کہ امام رح نے رب العزت کو خواب میں ننانوے بار دیکھا تو کہا اپنے جی میں کہ اگر اب سو یں بار دیکھونگا
تو سوال کرونگا کہ خلائق آپ کے عذاب سے قیامت کے دن کس چیز سے نجات پاوینگی پس امام رح نے پھر رب تعالی کو خواب میں دیکھا تو عرض کیا ای پروردگار
عز جارک و جل ثناءک و تقدست اسماءک کس چیز سے نجات پاوینگی خلائق تیرے عذاب سے قیامت کے دن تو فرمایا کہ جو صبح و شام یوں کہا کریگا سبحان الابدی
الابد سبحان الواحد الاحد سبحان الفرد الصمد سبحان رافع السماء بغیر عمد سبحان من بسط الارض علی ماء جمد سبحان من خلق الخلق فاحصاہم عددا سبحان من
قسم الرزق ولم ینس احدا سبحان الذی لم یتخذ صاحبۃ ولا ولدا سبحان الذی لم یلد ولم یولد ولم یکن لہ کفوا احد وہ شخص میرے عذاب سے نجات پاویگا
کذا فی الطحطاوی و فی حجتہ الاخیرۃ استأذن حجبۃ الکعبۃ بالدخول لیلا فقام بین العمودین علی رجلہ الیمنی و وضع الیسری علی ظہرہا حتی ختم نصف القرآن
ثم رکع و سجد ثم قام علی رجلہ الیسری و وضع الیمنی علی ظہرہا حتی ختم القرآن فلما سلم بکی و ناجی ربہ و قال الہی ما عبدک ہذا العبد الضعیف حق عبادتک
لکن عرفک حق معرفتک فہب نقصان خدمتہ لکمال معرفتہ فہتف ہاتف من جانب البیت یا ابا حنیفۃ قد عرفتنا حق المعرفۃ و قد خدمتنا فاحسنت الخدمۃ
و قد غفرنا لک و لمن اتبعک ممن کان علی مذہبک الی یوم القیامۃ اور امام رح نے اپنے اخیر حج میں کعبہ شریف کے خادموں سے ایک رات داخل ہونے
کی اجازت لی تو کھڑے ہوے نماز میں بیت اللہ کے دو ستونوں کے درمیان داہنے پاؤں پر اور بایاں پاؤں داہنے کی پشت پر رکھا یہاں تک کہ آدھا قرآن
ختم کیا پھر رکوع اور سجدہ کیا پھر کھڑے ہوے بائیں پاؤں پر اور داہنا پاؤں اسکی پشت پر رکھا یہاں تک کہ قرآن کو ختم کیا پھر جب سلام پھیرا تو روئے
اور مناجات کی اپنے رب سے اور کہا الہی تیرے اس بندہ ضعیف نے تیری عبادت نہیں کی جیسی کہ تجھکو لائق ہے لیکن تجھکو جانا جیسے کہ تیرے جاننے کا
حق ہے تو اسکی خدمت کے نقصان کو اسکے کمال معرفت کے سبب سے بخشدے یعنی کمال عرفان کو نقصان خدمت کا کفارہ کر تو بیت اللہ کے ایک جانب
سے آواز غیبی آئی کہ ای ابو حنیفہ رح تو نے ہمکو جانا جیسا کہ حق معرفت تھا اور البتہ تو نے ہماری خدمت کی تو خوب ہی خدمت کی اور مقرر ہمنے تجھکو بخشا اور اسکو
بخشا جو تیرا تابع ہوا ان لوگوں میں سے جو تیرے مذہب پر ہیں قیامت تک ہم شرنبلالی نے ذکر کیا کہ تراوح افضل ہے نصب قدمین سے تراوح کی حقیقت یہ ہے کہ ایکبار
ایک پاؤں پر اعتماد کرے اور دوسری بار دوسرے پاؤں پر اور یہی محمل ہے امام کے فعل مذکور کا انتہی لیکن یہ احتمال بعید ہے اسواسطے کہ ایک پاؤں کا دوسرے پاؤں کی
پشت پر رکھنا منقول ہے اور ضیاء معنوی میں مذکور ہے کہ ایک پاؤں پر فرائض میں کھڑا ہونا بدون عذر کے مکروہ ہے اور نوافل میں جائز ہے اور حق معرفت کا عرفان
جو مذکور ہوا تو اسکا مطلب یہ ہے کہ امام حق تعالی کی ان صفات کے بالیقین عارف تھے جو اسکی کبریا اور جلال پر دلالت کرتے ہیں اور یہ مراد نہیں کہ کنہ ذات اور
صفات ربانی کے عارف تھے اسواسطے کہ وہ تو محال ہے بدلیل ما عرفناک حق معرفتک اور تابعین امام کی مغفرت کی جو بشارت ہوئی تو اسکا مطلب یہ ہے کہ جو امام کے
مذہب پر چلے یعنی اسکے حلال اور حرام اور فرض اور واجب اور سنت اور مستحب پر موافقت سنت و کتاب عمل کرے اور تعصب باطل اور کجروی سے بچے اور یہ مراد نہیں کہ

کہ جسکے مین حنفی مذہب پیدا ہوا اسکی مغفرت ہو جاے کذا فی الطحطاوی مختصرا و قیل لابی حنیفۃ بم بلغت ما بلغت قال ما بخلت بالافادۃ وما استنکفت عن الاستفادۃ
اور امام ابوحنیفہ سے کسی نے پوچھا کہ آپ کس چیز سے اس مرتبہ کو پہنچے کہا کہ مین نے بخل نہین کیا غیر کے بتانے سے اور عار کی سیکھنے سے ہم امام سے کسی نے کہا یا پوچھا
کہ یہ علم آپکو کیونکر حاصل ہوا جواب دیا کہ محنت اور شکر گزاری سے حاصل ہوا جب مین نے کسی حکمت اور فقہ کو سیکھا تو یہ کہا الحمد للہ پس خدا کا شکر ہی جسنے مجھکو
فہم کی توفیق دی تو میرا علم اس محنت اور شکر گزاری سے بڑھتا گیا یعنی اسواسطے کہ شکر مزید نعمت کا باعث ہی و قال مسعر بن کدام من جعل اباحنیفۃ بینہ وبین اللہ
رجوت ان لا یخاف اور مسعر بن کدام نے کہا کہ جو امام ابوحنیفہ رح کو درمیان اپنے اور درمیان حق تعالی کے کرے یعنی انکو وسیلہ کرے اور انکے مذہب پر چلے
مین امید رکھتا ہون کہ اسکو کچھ خوف نہو و قال فیہ ۔ حسبی من الخیرات ما اعددتہ ۔ یوم القیامۃ فی رضی الرحمن ۔ دین النبی محمد خیر الوری ۔ ثم اعتقادی
مذہب النعمان ۔ اور مسعر بن کدام نے امام کی مدح مین کہا کفایت کرتی ہی مجھکو قیامت کے دن نیکیون سے وہ چیز جو مین نے تیار کر رکھی ہی رحمن کی رضامندی
مین سو وہ چیز دین ہی نبی محمد کا جو تمام خلق سے بہتر ہین پھر بعد اسکے میرا اعتقاد نعمان کے مذہب کا یعنی ابوحنیفہ رح کا مقدمہ غزنوی مین یہ دونون بیتین ابو اللیث
کی طرف منسوب ہین تو مسعر نے یہ کہا بطور حکایت عن الغیر کذا فی الطحطاوی اور مسعر بن کدام استاد ہین سفیان ثوری اور سفیان بن عیینہ کے کذا فی القاموس اور یہ
دونون بزرگ اور مجتہد استاد المحدثین ہین رحمۃ اللہ علیہم وعنہ علیہ الصلوۃ والسلام ان آدم افتخر بی وانا افتخر برجل من امتی اسمہ نعمان وکنیتہ ابوحنیفۃ
ھو سراج امتی اور روایت ہی نبی علیہ الصلوۃ والسلام سے کہ مقرر آدم نے میرے سبب سے فخر کیا اور مین فخر کرتا ہون ایک مرد کے سبب سے جو میری امت
مین ہی نام اسکا نعمان ہی اور کنیت اسکی ابوحنیفہ ہی وہ میری امت کا چراغ ہی وعنہ علیہ الصلوۃ والسلام ان سائر الانبیاء یفتخرون بی وانا افتخر بابی حنیفۃ
من احبہ فقد احبنی ومن ابغضہ فقد ابغضنی کذا فی التقدمۃ شرح مقدمۃ ابی اللیث اور نبی علیہ الصلوۃ والسلام سے روایت ہی کہ تمام انبیا میرے سبب سے
فخر کرتے ہین اور مین ابوحنیفہ رح کے سبب سے فخر کرتا ہون جو اسکے ساتھ محبت رکھے سو مقرر اسنے میرے ساتھ محبت رکھی اور جو اسکے ساتھ دشمنی رکھے سو البتہ اسنے میرے
ساتھ دشمنی رکھی اسی طرح یہ دونون حدیثین التقدمہ مین مذکور ہین جو شرح ہی مقدمہ ابو اللیث کی ہم طحطاوی نے کہا اگر کوئی کہے کہ صحابہ کرام یقینا افضل ہین ابوحنیفہ
سے تو وہ حضرات احق بالافتخار ہین اسکا جواب یہ ہی کہ ابوحنیفہ رح اس زمانہ مین موجود ہوے کہ صحابہ کا زمانہ منقطع ہو گیا تھا اور سنت مین کچھ ضعف داری تھا تو
انکا وجود خلق کے واسطے رحمت ہو گیا اور احکام دینی کے فہم مین نفع عظیم حاصل ہوا قال فی الضیاء المعنوی وقول ابن الجوزی انہ موضوع تعصب لانہ روی
بطرق مختلفۃ ضیاء معنوی مین کہا اور ابن جوزی کا یہ قول کہ حدیث مذکور موضوع ہی یعنی دروغ بستہ ہی تعصب اور ناانصافی ہی اسواسطے کہ روایت اسکی اسناد
مختلفہ سے ثابت ہی ہم ضیاء معنوی مقدمہ غزنوی کی شرح ہی یعنی جبکہ روایت حدیث کی اسانید متعددہ سے ہوئی تو اسکو موضوع کہنا ناانصافی ہی زیادہ سے زیادہ یہ ہی نسبت
کر ضعیف کہے ہی نہ کہ موضوع علاوہ یہ ہی کہ جب ضعیف حدیث کے طرق متعدد ہوے تو وہ مرتبہ حسن کے قریب ہو جاتی ہی کذا فی الطحطاوی وروی الجرجانی فی
مناقبہ بسندہ لسہل بن عبداللہ التستری انہ لو کان فی امۃ موسی وعیسی مثل ابی حنیفۃ لما تہودوا ولما تنصروا اور جرجانی نے مناقب النعمانیہ مین اپنے مسند
کے ساتھ سہل بن عبداللہ تستری سے روایت کی کہ اگر امت موسی اور عیسی مین ابوحنیفہ رح کے مانند عقل و دیانت مین کوئی عالم ہوتا تو وہ لوگ یہودی اور
نصرانی نہ ہوتے یعنی دین کی تحریف اور تبدیل نکرتے ومناقبہ اکثر من ان تحصی اور امام اعظم کے مناقب اور فضائل حصر کرنے سے زیادہ تر ہین یعنی حصر نہین ہو سکتے
ہم جلال الدین سیوطی شافعی رح نے تبییض الصحیفہ مین کہا کہ علما نے ذکر کیا ہی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے امام مالک رح کی بشارت دی اس حدیث مین جسکا خلاصہ
مطلب یہ ہی کہ عنقریب لوگ سفر طویل اختیار کرینگے علم کے حاصل کرنے کے واسطے تو مدینہ کے عالم سے کسیکو عالم تر نپاوینگے اور امام شافعی رح کی بشارت دی اس حدیث
مین جسکا حاصل مطلب یہ ہی کہ قریش کو برا نکہو اسواسطے کہ قریش کا عالم طبقہ زمین کو علم سے بھر دیگا مین کہتا ہون کہ نبی صلعم نے امام ابوحنیفہ رح کی بشارت دی اس
حدیث مین جسکو ابونعیم نے حلیہ مین ابوہریرہ سے روایت کی قال قال رسول اللہ صلعم لو کان العلم بالثریا لتناولہ رجال من ابناء فارس یعنی حضرت نے فرمایا کہ اگر

علم ثریا پر ہوتا تو البتہ چند مرد ابناء فارس کے اسکو پا جاتے اور حدیث ابوہریرہؓ کی صحیح بخاری اور مسلم میں ان الفاظ سے ہے لو کان العلم عند الثریا لتناولہ رجال
من فارس اور صحیح مسلم میں یوں ہے لو کان الایمان عند الثریا لذہب بہ رجل من ابناء فارس حتی یتناولہ اور اسی مضمون کی حدیث شیرازی نے القاب میں اور معجم طبرانی
کبیر میں روایت کی ہے تو یہ اصل صحیح متفق علیہ ہے بشارت اور فضیلت میں اسکے ہوتے خبر موضوع کی کچھ حاجت نہیں انتہی ما قال السیوطی اور منجملہ مناقب امام وہ روایت ہے جو
خطیب بغدادی شافعی نے روایت کی ابو یحیی حمانی سے کہ میں نے ابوحنیفہ سے سنا کہتے تھے کہ میں نے ایک خواب دیکھا سو اُسنے مجھکو بہت پریشان کیا میں نے دیکھا کہ میں
نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک کو کھودتا ہوں سو میں بصرہ میں گیا میں نے ایک شخص سے کہا کہ محمد بن سیرین سے اس خواب کی تعبیر دریافت کرے تو اُنھوں نے کہا
کہ یہ مرد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کی احادیث کو نشر اور مشہور کریگا اور خطیب نے ابی وہب بن مزاحم سے روایت کی کہ میں نے عبد اللہ بن مبارک سے
سنا کہتے تھے کہ اگر اللہ تعالی میری فریادرسی نکرتا ابوحنیفہ رح اور سفیان رح کے سبب سے تو میں بھی اور آدمیوں کے مانند ہوتا اور خطیب نے محمد بن عبد الجبار سے روایت کی
کہ قاسم بن معین بن عبد الرحمن بن عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ابوحنیفہ رح کے شاگرد ہو جاؤ میں داخل ہونے سے راضی ہوا انھوں نے کہا کسی کی مجلس
لوگوں کو ابوحنیفہ رح کی مجالس سے زیادہ نافع نہیں اور روح بن عبادہ سے روایت ہے کہ میں ابن جریج کے پاس تھا جب انکو خبر پہنچی کہ ابوحنیفہ رح کی موت کی خبر آئی تو
استرجاع کیا اور کہا انکی علم فقہ بہت بڑا علم جاتا رہا اس شخص کے مرنے سے اور خطیب نے ابن الوزیر مروزی سے روایت کی کہ عبد اللہ بن مبارک سے کہا کہ جب
سفیان اور ابوحنیفہ رح جمع ہوں تو انکے آگے کون شخص فتوی دے سکتا ہے اور کہتے تھے کہ جب یہ دونوں بزرگ ایک بات پر اتفاق کریں تو وہی حق ہے اور عبد اللہ بن مبارک
نے کہا کہ جب اثر آتا یا حدیث کا قصد کرے تو سفیان ہیں اور جبکہ ان دقائق ادراک کا ارادہ کرے تو ابوحنیفہ رح ہیں اور خطیب نے محمد بن سعید کاتب سے روایت
کی کہ میں نے عبد اللہ بن داود سے سنا کہتے تھے کہ اہل اسلام پر اپنی نماز میں ابوحنیفہ رح کے واسطے دعا کرنا واجب ہے کہ انھوں نے لوگوں کے واسطے سنن اور فقہ کو محفوظ
کر دیا اور خطیب نے احمد بن محمد بلخی سے روایت کی کہ میں نے شداد بن حکیم سے سنا کہتے تھے کہ میں نے ابوحنیفہ رح سے زیادہ تر عالم نہیں دیکھا اور خطیب نے محمد فارس سے روایت
کی کہ میں نے مکی بن ابراہیم سے سنا کہتے تھے کہ ابوحنیفہ رح اپنے اہل زمانہ میں سب سے زیادہ تر عالم تھے اور خطیب نے یحیی بن معین سے روایت کی کہ میں نے یحیی بن سعید
قطان سے سنا کہتے تھے کہ ہم دروغ نہیں کہتے ہیں ہم نے ابوحنیفہ رح کی رای سے بہتر نہیں سنا اور انکے اکثر اقوال کو ہم نے لیا ہے اور خطیب نے ابان بن ... سے روایت کی
کہ میں نے مکی بن ابراہیم سے سنا کہتے تھے کہ میں علماء کوفہ کی مجلس میں بیٹھا سو ان میں سے کسی کو ورع یعنی متقی تر ابوحنیفہ رح سے نہیں دیکھا اور خطیب نے علی بن حفص بزاز سے
روایت کی کہ حفص بن عبد الرحمن تجارت میں امام کے شریک تھے سو انھوں نے حفص بن عبد الرحمن کے پاس کپڑے میں متاع کو بھیجا یعنی تھانوں کی گٹھری بھیجی اور
اطلاع کی کہ فلانے فلانے کپڑے میں نقصان ہے جب بیچنا تو مشتری کو اسکا عیب بتا دینا سو حفص نے اسکو بیچا اور مشتری سے اُسکا عیب بتانا بھول گئے جب ابوحنیفہ رح
کو یہ حال معلوم ہوا تو تمام مال کی قیمت خیرات کر دی کذا فی الطحطاوی عن السیوطی ہم عبد اللہ بن مبارک اور ابن جریج اور عبد اللہ بن داود اور شداد بن حکیم اور یحیی بن سعید
اور مکی بن ابراہیم وغیرہم اہل اجتہاد اور اہل حدیث اور محدثین کے استاد ہیں انکے اقوال مستندہ مذکورہ سے زیادہ عالم اور زیادہ پرہیزگار ہونا اپنے وقت میں امام اعظم
کا ثابت ہوا تو بالیقین معلوم ہو گیا کہ صحیحین کی حدیث مذکور لو کان العلم عند الثریا لتناولہ رجال من فارس کا محمل صحیح امام اعظم اور انکے اصحاب ہیں کیونکہ اہل فارس میں ان سے
زیادہ تر کوئی عالم عالی فہم دقیقہ رس نہیں ہوا تو امام کے واسطے یہ بشارت اور فضیلت عظیم الشان ہے وصنفت فیہا سبط ابن الجوزی مجلدین کبیرین وسماہ
الانتصار لامام ائمۃ الامصار اور ابن جوزی محدث کے پوتے نے مناقب امام اعظم میں دو مجلد بڑے بڑے تصنیف کیے اور اُسکا نام رکھا الانتصار لامام ائمۃ الامصار
یعنی پیشوایان بلاد کے پیشوا کے لیے انتقام لینا امام کو امام الائمہ اسواسطے کہا کہ انکا اجتہاد بسبب مجتہدین مشہورین سے مقدم ہے اور اجتہاد کا دروازہ انھیں نے
کھول دیا کما لا یخفی علی العلماء وصنف غیرہ اکثر من ذلک اور انکے سوا اور علماء نے انکے فضائل اور مناقب میں اس سے زیادہ کتابیں تصنیف کیا بعض مختصر
ہیں اور بعض مبسوط فالحاصل ان ابا حنیفۃ النعمان من اعظم معجزات المصطفی بعد القرآن اور حاصل کلام یہ ہے کہ بیشک امام ابوحنیفہ نعمان معجزات

معجزات مصطفوی میں سے قرآن سب سے بڑا معجزہ ہو اور معجزہ کہا امام کو اس واسطے کہ انکی خبر دی قبل انکے وجود کے ان احادیث میں جو مذکور ہوئیں مختصر یہ کہ اس واسطے
کہ احادیث علم ثریا امام عظیم پر محمول ہیں بخلاف عالم قریش کی حدیث کے کہ اسکو بعضوں نے ابن عباس پر محمول کیا ہو اور عالم مدینہ کی حدیث کو اور علما مدینہ پر
محمول کیا ہو بخلاف حدیث مذکور کے کہ اسکا کوئی محمل دوسرا صحیح نہیں سوا ابوحنیفہ اور انکے اصحاب کے اور یہاں معجزات سے مراد معجزات حقیقیہ نہیں ہیں اس واسطے
کہ معجزہ وہ ہو جو مقرون ہو تحدی کیساتھ بلکہ معجزات سے مراد کرامات ہیں کذا فی الطحطاوی و حسبک من مناقبہ اشتہار مذہبہ ما قال قولا الا اخذ بہ امام من الائمۃ الاعلام اور
امام کی مناقب سے [illegible] کافی ہو کہ انکے مذہب کا مشہور ہونا امام نے کوئی قول ایسا نہیں کہا جسکو کسی امام نے ائمہ اعلام سے نہ لیا ہو [illegible] مراد موافقت [illegible]
ہیں [illegible] اس واسطے کہ ایک مجتہد دوسرے مجتہد کی تقلید نہیں کرتا وقد جعل اللہ الحکم لاصحابہ واتباعہ من زمنہ الی ہذہ الایام الی ان یحکم بمذہبہ عیسی علیہ السلام
اور اللہ تعالی نے [illegible] حکم اور سیاست کا [illegible] امام کے اصحاب اور اتباع کے امام کے زمانہ سے ان دنوں تک تا اینکہ امام کے مذہب کے
موافق عیسی علیہ الصلوۃ والسلام حکم کرینگے [illegible] احکام مذہب حنفی کے روم اور توران کی سلطنت میں تا زمان شارح بلکہ ابتک جاری ہیں اور یہ جو کہا کہ حضرت
عیسی بھی اسی مذہب کے موافق عمل کرینگے سو حلبی محشی نے اسکا مطلب یوں بیان کیا ہو کہ حضرت صحیح اجتہاد کرینگے اور انکا اجتہاد ابوحنیفہ کے اجتہاد کے موافق پڑیگا
لیکن شافعیہ توافق اجتہاد شافعی کے مدعی ہونگے انتہی اور سید احمد طحطاوی حنفی نے بعد نقل کلام حلبی کے کہا ہیں کہتا ہوں کہ جماعت حنفیہ کو ایسے الفاظ [illegible] بولنا
ہرگز لائق نہ تھا ایسے امور سے منقبت نہیں اور نہ [illegible] قائل کی ثابت ہوتی ہو [illegible] کے معتقد نے صاحب اشاعت سے نقل کیا کہ بعض جہال حنفیوں نے دعوی کیا
کہ عیسی اور مہدی دونوں بزرگ مذہب حنفی کے مقلد ہونگے اور ملا علی قاری حنفی نے اپنی کتاب المشرب الوردی فی مذہب المہدی میں اسکو خوب رد کیا ہو اور
امام مہدی کو مجتہد [illegible] کہا ہو لیکن صاحب فتوحات انکے اجتہاد کے منکر ہیں کیونکہ انکو احکام شریعت کے خدا کی طرف سے تعلیم ہونگے بواسطہ ملک [illegible]
تقلید ان حضرات کے یہ ہو کہ عیسی علیہ السلام نبی معصوم ہیں مطلقاً اور امام مہدی معصوم ہیں احکام میں اور ابوحنیفہ رح مجتہد ہیں اور مجتہد قد یخطی و یصیب ولہذا انکے
صاحبین نے اکثر مسائل احکام میں انکا خلاف کیا ہو تو کیونکر تقلید کرے وہ شخص جو معصوم ہو کبھی خطا نہیں کرتا اس شخص کی جسکی صفت یخطی و یصیب ہو [illegible]
جاہلوں کا فرط تعصب اور عناد سے [illegible] نہیں مگر ابوحنیفہ رح کی تفضیل اگرچہ اصل چیز ہو گو وہ کلام مودی [illegible] ہوا [illegible] جاہلوں کو علم نہیں امام اعظم رح کے [illegible]
جمیع [illegible] علما محققین نے کتابیں تصنیف کی ہیں ولہذا انھوں نے [illegible] اور افترا کو پسند کیا ہو جس سے اللہ اور اسکا رسول راضی نہیں بلکہ خود ابوحنیفہ رح
راضی نہیں اور اگر ابوحنیفہ رح ایسے افترا کو سنتے تو قائل کے کفر کے قائل ہوتے امام کے دوستوں کو انکے فضائل واقعیہ کافی ہیں اثبات تفضیل کے واسطے جھوٹے
اقاویل کاذبہ کی حاجت نہیں جنسے تنقیص انبیا علیہم السلام کی لازم آوے فانا للہ وانا الیہ راجعون تو اے مخاطب تو اپنے اوپر اتباع سنت کو لازم کر کہ وہ
پناہ ہو [illegible] سے اور [illegible] سہام شیطانی سے اور چھوڑ تعصب اور ناحق جانبداری کو کہ وہ باب عظیم ہو ابواب شیطانیہ سے کذا فی الطحطاوی ملتقطا ھم
حاشیہ طحطاوی میں [illegible] کی ایک حکایت طویل منقول ہو خلاصہ اسکا یہ ہو کہ احکام شرعی کو خضر علیہ السلام نے ابوحنیفہ رح سے تیس برس میں حاصل کیا
پھر تین سال میں ابوالقاسم قشیری کو تعلیم کیا انھوں نے مذہب حنفی میں ہزار کتابیں تصنیف کیں اور صندوق میں بند کرکے نہر جیحون میں امانت رکھیں جب عیسی علیہ السلام
قریب قیامت کے نزول کرینگے تو ان کتابوں کو نکال کر انکے موافق عمل کرینگے ملا علی قاری اور صاحب اشاعت نے اس دروغ بے فروغ کو تفصیل تمام رد کیا ہو خوف تطویل
سے اتنے پر اختصار کیا جو اسکی تفصیل کا طالب ہو وہ طحطاوی کی طرف رجوع کرے اعوذ باللہ من الافراط والتفریط ع دوستی بے خرد خود دشمنی ست پناہ وہذا آیۃ دال
علی امر عظیم اختص بہ من بین سائر العلماء العظام اور یہ یعنی دفن مناقب مذکورہ اس امر عظیم پر دلالت کرتا ہو جو مخصوص بامام ہو باقی علماء عظام
کے مابین سے کیف لا وھو کالصدیق رضی اللہ عنہ لہ اجرہ واجر من دون الفقہ والفہ و فرع احکامہ علی اصولہ العظام الی یوم الحشر والقیام
امام بین العلما کیونکر مخصوص بامر عظیم نہ ہو حالانکہ امام تو صدیق کے مانند ہو اسکو اپنی ذات کے عمل کا ثواب ہو اور اس شخص کے برابر ثواب ہو جسنے فقہ کو

مدون اور جمع کیا اور فقہ کے احکام کو فقہ کے اصول عقلی پر متفرع کیا قیامت تک تمام مدون اُن ہی اول سب سے صدیق اکبرؓ ایمان لائے اور نبوت کی تصدیق کی تو انکو
مرقوم ۱۲
اسیقدر ایمان لانے کا ثواب ہوا پھر انکے بعد جو ایمان لاتا گیا انکے ثواب کے برابر صدیقؓ کو ثواب ملیگا اسواسطے کہ حدیث میں وارد ہے کہ جسنے نیک طریقہ نکالا تو اسکو اسکا ثواب
ملیگا اور اُس شخص کے برابر ثواب ملیگا جو اُس نیک طریق پر چلیگا قیامت تک اسیطرح امام ابوحنیفہؒ نے اول تدوین فقہ اور استخراج فروع کی راہ نکالی تو انکو اسکا ثواب ملیگا اور باقی
ہر مجتہد کو ۱۲
مجتہدوں کے برابر ثواب حاصل ہوگا قیامت تک پس جیسا امام ہیں کہ امام نے سب سے پہلے علم شریعت کو مدون کیا اور ابواب پر مرتب کیا اور پھر انکے بعد امام مالکؒ نے
موطا میں وہی طریقہ اختیار کیا اس باب میں ابوحنیفہ سے کسی نے سبقت نہیں کی اسواسطے کہ صحابہ اور تابعین نے علم شریعت میں ابواب کر کے کوئی تصنیف نہیں کی انکو اپنی
یاد پر اعتماد تھا سو امام نے جب علم کو منتشر دیکھا اور متاخرین کے سوء حفظ سے خوف کیا واسطے ضائع ہونے کے تو مدون کیا ... جائز ہے ... تب ابواب ... اور انکی ...
با کمال ...
فضیلت سے پھر قوم نے باقی عبادات سے ... اسکو الہام ... اولیاء اور الکرام حتی تحققت
لهم بالمجاہدة ورکعوا فی میدان المشاہدة ... بامامهم ... وشقیق البلخي ومعروف الكرخي وأبي يزيد البسطامي وفضيل بن عياض وداود الطائي
وأبي حامد اللفاف وخلف بن أيوب وعبد الله بن المبارك ووكيع بن الجراح وأبي بكر الوراق وغيرهم ممن لا يحصى ... اولیاء
علما سے حالانکہ امام کے مذہب کے تابع اور مقلد ہوئے تھے یعنی الکرام اولیاء کے امام اُن مشہوروں میں سے ہیں جو صاحب مجاہدات تھا ... اور
میدان مشاہدہ میں جا پہنچا ابراہیم ادہم اور شقیق بلخی اور معروف کرخی اور ابو یزید بسطامی اور فضیل بن عیاض اور داود طائی اور ابو حامد لفاف اور خلف بن ایوب اور
عبداللہ بن مبارک اور وکیع بن جراح رحمہم اللہ اور انکے سوا جنکا شمار نہایت ہے ... فلو وجدوا فيه شبهة ما اتبعوه ولا اقتدوا به ولا وافقوه ... سوا اگر ... اولیا
کاملین امام میں کچھ شبہہ پاتے تو انکے تابع اور مقتدی نہوتے اور نہ انکی موافقت کرتے یہ حقیقت مذہب امام کی ایک یہ بھی دلیل ہے کہ ارباب کشف ... مشہورہ کے
تابع اور مقتدی ہیں وقد قال الأستاذ أبو القاسم القشيري في رسالته مع صلابته في مذهبه وتقدمه في هذه الطريقة سمعت الأستاذ أبا علي الدقاق يقول أنا
أخذت هذه الطريقة من أبي القاسم النصرآبادي وقال أبو القاسم أنا أخذتها من الشبلي وهو أخذها من السري السقطي وهو من معروف الكرخي وهو من
داود الطائي وهو أخذ العلم والطريقة من أبي حنيفة اور مقرر کہا ہے استاد ابوالقاسم قشیری نے اپنے رسالہ قشیریہ میں باوجود انکی صلابت کے اپنے مذہب
میں یعنی مذہب شافعی میں اور باوجود انکے مقدم ہونے کے اس طریقہ تصوف میں کہ میں نے سنا استاد ابو علی دقاق سے وہ کہتے تھے کہ میں نے یہ طریقہ لیا
ابوالقاسم نصرآبادی سے اور ابوالقاسم نے کہا کہ میں نے اسکو لیا شبلی سے اور شبلی نے لیا سری سقطی سے اور سری سقطی نے لیا معروف کرخی سے اور معروف
کرخی نے لیا داود طائی سے اور داود طائی نے علم اور طریقہ تصوف کا لیا ابوحنیفہ سے حضرت زرقانی نے شرح مواہب میں کہا کہ عبدالکریم ابوالقاسم قشیری مفسر اور
فقیہ نحوی اور لغوی اور ادیب اور کاتب اور شجاع جامع تھے انواع محاسن کے ایسا کامل شخص دیکھنے والوں نے نہیں دیکھا شافعی مذہب تھے ۳۷۶ ہجری
میں پیدا ہوئے حدیث کی سماعت کی حاکم وغیرہ سے اور خطیب وغیرہ نے اُنسے روایت کی اور بہت تصانیف اُنکی مشہور ہیں اور ۴۶۵ ہجری میں وفات پائی کذا
في المطيعي وكل منهم أثنى عليه وأقر بفضله فعجبا لك يا أخي ألم يكن لك أسوة حسنة في هؤلاء السادة الكبار أكانوا متهمين في هذا الإقرار والافتخار وهم أئمة
هذه الطريقة وأرباب الشريعة والحقيقة اور ہر ایک نے اُن اکابر سے ثنا کی ہے امام پر اور انکی فضیلت کا اقرار کیا ہے سو تعجب کرتا ہوں تجھسے اے بھائی کیا
تجھکو نیک پیروی نہ تھی اُن بزرگوں میں کیا انپر جھوٹ بولنے کا گمان تھا اس اقرار اور افتخار میں اور حالانکہ وہ حضرات امام اور پیشوا ہیں اس طریقہ
تصوف اور درویشی کے اور وہ شریعت اور حقیقت والے لوگ ہیں ہم شارح کا یہ خطاب اُن لوگوں سے ہے جو امام کے امر میں منکر یا متشدد ہیں
ومن بعدهم في هذا الأمر فلهم تبع وكل ما خالف ما اعتمدوه مردود ومبتدع اور جو اہل کمال کہ اُن حضرات کے بعد ہیں وہ شریعت اور طریقت اور حقیقت
میں اُنکے تابع ہیں اور جو بات کہ ان بزرگوں کی سمجھ بوجھ کی مخالف ہو وہ مردود اور ناپسندیدہ ہے وبالجملة فليس لأبي حنيفة في زهده وفقهه وعبادته

اور علم و فقہ میں یگانہ تھا اور ماحصل کلام اور قول مجمل یہ ہے کہ امام ابوحنیفہ رحمہ کا زہد اور تقویٰ اور عبادت اور علم اور فہم میں دوسرا کوئی شریک نہیں یعنی بے نظیر ہیں
ولہذا قال فیہ ابن المبارک ؎ لقد زان البلاد ومن علیہا ۔ امام المسلمین ابو حنیفہ ۔ یعنی اُن اشعار سے جو عبداللہ بن مبارک نے امام کی مدح میں کہا ہے
یعنی زینت دی شہروں کو اور شہر والوں کو مسلمانوں کے امام ابوحنیفہ نے ؎ باحکام و آثار و فقہ ۔ کآیات الزبور علی الصحیفہ ۔ یعنی زینت دی
بسبب احکام شرعی اور احادیث و فقہ کے جیسے زبور کی آیات ورق پر ہوتی ہیں ؎ فما فی المشرقین لہ نظیر ۔ ولا فی المغربین ولا بکوفہ ۔ سو نہیں ہیں دونوں
مشرقوں میں اسکا نظیر اور نہ دونوں مغربوں میں اور نہ کوفہ میں اور دونوں مشرق سے ایک جاڑے کی مشرق اور دوسری گرمی کی مشرق اسی طرح دو مغرب کو
دریافت کر لینا چاہیے اور اسی نظم میں ہے ؎ یبیت مشمرًا سہر اللیالی ۔ وصام نہارہ للہ خیفہ ۔ یعنی رات کاٹتا ہے امام وہ ان پڑھنا لئے مستعد عبادت راتوں
میں جاگتا اور دن میں روزہ رکھتا ہے اللہ کے خوف سے ہم چالیس برس تمام رات کی بیداری کی اور اسی سے صلوٰۃ فجر عشاء کی اور تیس برس برابر روزہ
رکھا کذا فی الطحطاوی ؎ فمن کابی حنیفۃ فی علاہ ۔ امام للخلیقۃ والخلیفۃ ۔ سو کون ہے ابوحنیفہ رحمہ کے مانند بلند رتبگی میں امام خلق کا اور بادشاہ کا ؎ رأیت
العائبین لہ سفاہًا ۔ خلاف الحق مع حجج ضعیفہ ۔ دیکھا میں نے اسکے عیب کرنے والوں کو بیوقوف امر حق کے مخالف دلائل ضعیفہ کے ساتھ ؎ وکیف یحل
ان یؤذی فقیہ ۔ لہ فی الارض آثار شریفہ ۔ اور کیونکر حلال ہو اس فقیہ کا ایذا دینا جسکے آثار شریفہ زمین میں ثابت ہیں ؎ فقد قال ابن ادریس مقالا
صحیح النقل فی حکم لطیفہ ۔ سو امام محمد بن ادریس شافعی رحمہ نے ایک قول صحیح النقل کہا ہے لطیفہ حکمتوں میں ؎ بان الناس فی فقہ عیال ۔ علی فقہ
الامام ابی حنیفہ ۔ امام شافعی رحمہ کا وہ قول یہ ہے کہ تمام لوگ فقہ میں عیال ہیں یعنی بال بچے ہیں امام ابوحنیفہ رحمہ کی فقہ کے اور خطیب نے ربیع سے روایت کی
کہ میں نے شافعی سے سنا کہتے تھے الناس عیال علی ابی حنیفۃ فی الفقہ یعنی لوگ ابوحنیفہ رحمہ کے عیال ہیں فقہ میں اور خطیب نے حرملہ بن یحییٰ سے روایت کی کہ
میں نے محمد بن ادریس شافعی سے سنا کہتے تھے کہ لوگ ابوحنیفہ رحمہ کے عیال ہیں فقہ میں ابوحنیفہ ایسے ہیں کہ جنکو فقہ کی توفیق دی گئی کذا فی الطحطاوی عن تبییض الصحیفہ
السیوطی الشافعی ؎ فلعنۃ ربنا اعداد رمل ۔ علی من رد قول ابی حنیفہ ۔ سو لعنت ہمارے رب کی بقدر شمار ریت کے اسپر جو ابوحنیفہ رحمہ کے قول کو رد کرے
علامہ حلبی نے کہا مراد یہ ہے کہ جو ابوحنیفہ رحمہ کے قول کو رد کرے انکو حقیر جانکر انکے اجتہاد کا منکر ہو اسواسطے کہ ائمہ اجتہاد بعضوں کے قول کو ہمیشہ رد کرتے رہتے ہیں
اور وہ اسپر مستحق ثواب ہیں اسوجہ سے کہ انہوں نے نصرت حق کی اپنے گمان کے موافق تو ناظم کو یوں کہنا اسلم تھا علی من حط قدر ابی حنیفہ انتہی طحطاوی
میں کہتا ہوں جو امام کے قول کو رد کرے بعنت مقدم ہو تو اسکا غایت رتبہ یہ ہے کہ وہ حرام کام کا مرتکب ہوا حالانکہ مرتکب حرام پر لعنت نہیں بلکہ کافر معین پر بھی لعنت جائز
نہیں کہ شاید اسکا خاتمہ بخیر ہو ہاں مجملا کفار پر لعنت جائز ہے انتہی میں کہتا ہوں یواقیت ملتمعہ میں زکریا قزوینی کی کتاب آثار البلاد سے ابیات عبداللہ بن مبارک
نقل کی ہیں لیکن لعنت کے بیت اسمیں نہیں تو غالب یہ کہ بعض متعصبین کے ملحقات سے ہو اسواسطے کہ علم اور ورع ابن مبارک سے اسقدر بیباکی نہایت
مستبعد ہے واللہ اعلم ؎ وقد ثبت ان ثابتا والد الامام ادرک الامام علی بن ابی طالب فدعا لہ ولذریتہ بالبرکۃ اور مقرر یہ بات ثابت ہے کہ امام اعظم رحمہ کے
والد جناب ثابت نے امیر المومنین علی ابن ابی طالب کرم اللہ وجہہ کو پایا یعنی انکی خدمت میں حاضر ہوئے سو آپ نے ثابت اور انکی اولاد کیواسطے
برکت کی دعا کی امام حافظ جمال الدین نے کتاب تہذیب الکمال فی اسماء الرجال میں احمد بن عبداللہ بن شاذان مروزی سے روایت کی کہ میرے والد نے
اپنے والد سے روایت کی کہ میں نے اسمعیل بن حماد بن ابی حنیفہ سے سنا کہتے تھے کہ میں اسمعیل بن حماد بن نعمان بن ثابت بن نعمان بن مرزبان ہوں ابنائے
اہل فارس احرار کے فرزندوں سے قسم خدا کی ہم پر غلامی میں کسی کا ملک ہونا واقع نہیں ہوا میرا جد یعنی امام اعظم رحمہ پیدا ہوا ہجری اسی برس میں اور انکا
باپ انکو لیگیا علی ابن ابی طالب کرم اللہ وجہہ کے پاس اور وہ صغیر تھا سو آپ نے دعائے برکت کی انکے واسطے اور انکی اولاد کے واسطے اور ہم اس دعا
کی قبولیت کی امید رکھتے ہیں کذا فی الیواقیت الملتمعہ فی مناقب الائمۃ الاربعہ طحطاوی نے اس قول کو خطیب کی روایت سے تمام سند کے ساتھ نقل کیا

اور اسی میں نقل ہے کہ ولادت امام کی سنہ ۸۰ ہجری میں ثابت ہے اور وفات علی مرتضیٰ کی تیس ۳۰ سال سے پہلے ہے انتہی میں کہتا ہون تو امام کا لیجانا حضور
مرتضوی میں وہم ہے کسی راوی کا ثابت کا باپ ہونا اور انکی اولاد کے واسطے دعا کرنا البتہ ثابت ہے وَصَحَّ اَنَّ اَبَا حَنِیْفَۃَ سَمِعَ الْحَدِیْثَ مِنْ سَبْعَۃٍ مِنَ الصَّحَابَۃِ
کَمَا بُسِطَ فِیْ اَوَاخِرِ مُنْیَۃِ الْمُفْتِیْ وَاَدْرَکَ بِالسِّنِّ نَحْوَ عِشْرِیْنَ صَحَابِیًّا کَمَا بُسِطَ فِیْ اَوَائِلِ الضِّیَاءِ اور یہ قول صحیح ہے کہ ابو حنیفہ رحمہ نے سات صحابیون سے
حدیث سنی چنانچہ اواخر منیۃ المفتی میں شرح ہے اور بیس صحابیون کا زمانہ پایا عمر کے حساب سے چنانچہ ضیاء معنوی کے اوائل میں مذکور ہے ہم سیوطی نے
تبییض الصحیفہ میں کہا امام ابو معشر عبد الکریم بن عبد الصمد طبری مقری شافعی رحمہ نے ایک جزء تالیف کیا امام ابو حنیفہ رحمہ کی روایت میں چار صحابیون سے
انتہی ابن حجر نے کہا اسواسطے کہ ابو حنیفہ رحمہ پیدا ہوے کوفہ میں سنہ ۸۰ ہجری میں اور اس وقت عبد اللہ بن ابی اوفی صحابی موجود تھے بالاتفاق اور بصرہ
میں انس صحابی تھے اسواسطے کہ وہ سنہ ۹۰ ہجری میں یا اسکے بعد مرے ہیں [illegible] ابن سعد نے باسناد قابل اعتبار روایت کی کہ ابو حنیفہ رحمہ نے انس کو دیکھا اور انکے سوا
صحابیون کے سوا اور اصحاب شہرون میں زندہ تھے تو ابو حنیفہ رحمہ اس اعتبار سے طبقہ تابعین میں داخل ہیں اور انکے ہمعصر امامون میں ابو حنیفہ رحمہ کو یہ مرتبہ
نہیں چنانچہ اوزاعی کو شام میں اور حمادین کو بصرہ میں اور ثوری کو کوفہ میں اور مالک کو مدینہ میں اور لیث بن سعد کو مصر میں
انتہی ما قال السیوطی الشافعی اور خوارزمی حنفی نے مسند امام میں کہا کہ اتفاق ہے کہ امام نے صحابہ سے روایت کی لیکن انکے عدد میں
اختلاف ہے بعضون نے کہا چھ مرد اور ایک عورت سے روایت کی اور بعضون نے پانچ مرد اور ایک عورت سے روایت کی [illegible]
سو پہلے قول پر انس بن مالک اور عبد اللہ بن انیس اور عبد اللہ بن حارث بن جزء زبیدی اور جابر بن عبد اللہ اور عبد اللہ بن ابی اوفی اور واثلہ بن اسقع اور
عائشہ بنت عجرد رضوان اللہ علیہم ہیں اور ثالث قول پر [illegible] اور ثانی قول پر بنابر اسکے کہ داخل نہیں اور ہر قول میں ابو الطفیل [illegible]
فی الطحطاوی شیخ عبد الحق دہلوی نے شرح سفر السعادت اور اسکے حاشیہ میں کہا کہ عبد اللہ بن ابی اوفی نے کوفہ میں سنہ ۸۷ھ یا سنہ ۸۸ھ میں انتقال کیا اور انس
بن مالک نے بصرہ میں سنہ ۹۱ یا سنہ ۹۲ یا سنہ ۹۳ ہجری میں وفات پائی اور سہل بن سعد ساعدی نے مدینہ میں سنہ ۹۱ یا سنہ ۹۸ھ میں انتقال کیا اور ابو الطفیل سنہ ۱۱۰ ہجری میں وفات
پائی چنانچہ جامع الاصول میں ہے صاحب جامع الاصول نے کہا کہ ابو حنیفہ رحمہ کی ملاقات صحابہ سے اور حدیث کی روایت انسے ارباب نقل کے نزدیک ثابت نہیں اور ابو حنیفہ رحمہ
کے اصحاب کہتے ہیں کہ ابو حنیفہ رحمہ نے چند اصحاب کو پایا اور انسے روایت کی انتہی میں کہتا ہون واقع میں عقل کے حساب سے یہ بات بعید ہے کہ رسول کریم کے
اصحاب امام کے زمانہ میں موجود ہون اور انکی ملاقات کا قصد نکرین باوجودیکہ ہونا امام کا اور ہونا امام کا ان شہرون میں جہان اصحاب تھے ثابت ہے اور بیس
برس کی مدت امام کی زندگی سے زمانہ صحابہ میں گذری اسواسطے کہ سو برس کے آخر تک وجود صحابہ کا ثابت ہے تو اصحاب ابو حنیفہ رحمہ کا قول حق ہے جو کہتے ہیں کہ
امام نے جماعت صحابہ کو پایا انتہی ما قال الدہلوی ہم حق بجانب حنفیہ ہے روایت اور درایت کی راہ سے اسواسطے کہ حنفیہ ملاقات اور روایت کے مثبت ہیں اور ایک
جماعت نافی حالانکہ یہ قاعدہ اہل علم میں مسلم ہے کہ مثبت کا قول نافی پر مقدم ہے اور اثبات بھی فقط حنفیہ میں منحصر نہیں بلکہ طبری شافعی اور ابن حجر شافعی بشہادت
جلال الدین سیوطی شافعی کے بجانب اثبات یا تجویز کے ہیں نہ بجانب انکار واللہ اعلم تو امام کا تابعی ہونا باعتبار زمانے کے بالاتفاق ثابت ہوا اور باعتبار
ملاقات اور روایت کے عند التحقیق وَقَدْ ذَکَرَ الْعَلَّامَۃُ شَمْسُ الدِّیْنِ مُحَمَّدٌ اَبُو النَّصْرِ بْنُ عَرَبْ شَاہِ الْاَنْصَارِیُّ الْحَنَفِیُّ فِیْ مَنْظُوْمَتِہِ الْاَلْفِیَّۃِ الْمُسَمَّاۃِ بِجَوَاھِرِ الْعَقَائِدِ
وَدُرَرِ الْقَلَائِدِ ثَمَانِیَۃً مِّنَ الصَّحَابَۃِ مِمَّنْ یَرْوِیْ عَنْھُمُ الْاِمَامُ الْاَعْظَمُ اَبُوْ حَنِیْفَۃَ رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہِ وَعَلَیْھِمْ اَجْمَعِیْنَ اور تحقیق ذکر کیا علامہ شمس الدین محمد ابو النصر
بن عرب شاہ انصاری حنفی نے اپنے منظومہ الفیہ میں جسکا نام جواہر العقائد اور درر القلائد ہے آٹھ صحابیون کو جنسے روایت کی امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ نے
خدا کی رحمت انپر اور ان سب پر جیسا کہ قال مُعْتَقِدًا مَذْهَبَ عَالِمِ الْبُلْدَانِ ❊ اَبِیْ حَنِیْفَۃَ الْفَتَی النُّعْمَانِ ❊ التَّابِعِیِّ سَابِقِ الْاَئِمَّۃِ ❊ بِالْعِلْمِ وَالدِّیْنِ
سِرَاجِ الْاُمَّۃِ ❊ جَمْعًا مِّنْ اَصْحَابِ النَّبِیِّ اَدْرَکَا ❊ اِثْرَھُمْ قَدِ اقْتَفٰی وَسَلَکَا ❊ طَرِیْقَۃً وَاضِحَۃَ الْمِنْھَاجِ ❊ سَالِمَۃً مِّنَ الضَّلَالِ الدَّاجِیْ ❊ [illegible]

جس نظام میں یہ کہا ہے کہ میں کہتا ہوں معتقد ہو کر عظیم الشان کے مذہب کا یعنی ابو حنیفہ رح جو امام نعمان ہیں کا جو تابعی ہیں مقدم سب اماموں سے علم اور دین
متین اور امت محمدی کا چراغ ایک جماعت کوفی کے اصحاب سے آسنے پایا بیشک اُنکا ہیرو ہو گیا اور چلا وہ طریقہ جسکی راہ کھلی ہو سالم ہو تاریک گمراہی سے
سے روی عن انس و جابر ثم ابن ابی اوفی کذا عن عامر اور تحقیق روایت کی امام نے انس اور جابر اور عبداللہ بن ابی اوفی سے اور اسیطرح عامر سے
عمرو بن ... الحنیفہ میں عامر کے بعد ابو الطفیل ہیں یہ مذکور ہے خوارزمی نے کہا کہ عامر سے روایت کرنے میں کلام ہے اسواسطے کہ عامر کا انتقال ہوا معاویہ رض کی ریاست
میں اور معاویہ کا انتقال ہوا سنہ ہجری میں پھر کیونکر انکی روایت صحیح ہو کذا فی الطحطاوی سے اعنی ابا الطفیل فانہ قد ادرک ثمان سنین من ایامہ و وفاتہ
مراد عامر سے وہ ابو الطفیل ہے جو واثلہ کا بیٹا ہے اور روایت کی عبداللہ بن انیس جو انہ سے اور واثلہ بن اسقع سے عن ابن جزء قد روی الامام بنت عجرد
ای الامام روایت کی امام نے عبداللہ بن حارث بن جزء زبیدی سے اور عائشہ بنت عجرد سے اسی پر آٹھ کا شمار تمام ہوا ابن جزء بفتح جیم و سکون زا و ہمزہ
ہمزہ وہ عبداللہ بن حارث بن جزء زبیدی ہیں امام اعظم رح سے مروی ہے کہ میں نے اپنے والد کے ساتھ سنہ ۹۶ ہجری میں حج کیا تو میں نے قریب کعبہ کے ایک حلقہ دیکھا میں نے والد
سے کہا کہ یہ کیا ہے جواب دیا کہ اسمیں ایک صحابی ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وہ حدیث بیان کرتا ہے تو میں نے جا کر سنا کہتا تھا قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
انہ لیسلم فریضة علی کل مسلم یعنی وہ صحابی ابن جزء زبیدی تھے اور امام کے مسند میں خوارزمی نے ابن جزء سے اس حدیث کی روایت کی ہے من تفقہ فی دین اللہ
کفاہ اللہ ہمہ و رزقہ من حیث لا یحتسب اور شامی نے کہا سماعت امام کی جابر بن عبداللہ سے صحیح نہیں ہے کیونکہ جابر کا باتفاق روایات سنہ ۷۰ اور چند سال میں انتقال
اور اسی حکمت نادہ نہیں سمجھتے ہیں امام پیدا ہوئے انتہی اسکا جواب یوں ممکن ہے کہ بعض اہل تاریخ کے نزدیک امام کی ولادت سنہ ۶۰ ہجری میں ہے تو موجب اس قول
کے سات یا نو برس کی عمر میں سماع حدیث ممکن ہے کذا فی الطحطاوی بلغ ما و توفی ببغداد قیل فی السجن لیلی القضا و کمبور سنہ بتاریخ خمسین و مائة اور
امام نے وفات پائی بغداد میں ایک سو پچاسویں سال ہجری میں اور انکی عمر ستر برس کی تھی بعضوں نے کہا بندی خانہ میں انتقال کیا اسواسطے کہ مجبور کیے گئے
تھے کہ عہدہ قضا کو قبول کریں ابن خلکان وغیرہ مورخین نے کہا کہ ابو حنیفہ سنہ ۸۰ ہجری میں پیدا ہوئے اور ستر برس زندہ رہے اور سنہ ۱۵۰ ہجری میں وفات پائی اور
بعضوں نے کہا ... اور بعضوں نے کہا اکثر میں یہ الیق ہے لیکن پہلا قول صحیح تر ہے پیدا ہوئے صحابہ کرام کے زمانہ میں اور فقیہ ہوئے تابعین کے زمانہ میں
رجب یا شعبان میں انتقال ہوا قید خانہ میں اور قضا کا منصب قبول نہ کیا اور مقبرہ خیزران میں دفن ہوئے کذا فی الیواقیت شہرستانی کے ملل اور نحل میں مذکور ہے
کہ منصور دوانقی نے امام کو اسواسطے قید کیا تھا کہ انہوں نے محمد بن عبداللہ بن حسن بن علی سے بیعت کی تھی یعنی حسن بن علی بن ابی طالب رض کے پروتے
سے بیعت کی تھی طحطاوی نے کہا ممکن ہے کہ عدم قبول قضا اور بیعت اہل بیت دونوں سبب ہوئے ہوں محبوس کرنے کے قیل و لیکم قد فی و لد الامام الشافعی
رضی اللہ عنہ فعد من مناقبہ بعضوں نے کہا کہ جس دن امام ابو حنیفہ رح نے وفات پائی اسی دن امام شافعی رح پیدا ہوئے تو یہ ابو حنیفہ یا شافعی رح کے مناقب
میں شمار کیا گیا ہے امام اعظم کی منقبت اسواسطے ہوئی کہ حق تعالی نے اس جہان کو ایسے امام کے مانند سے خالی نہ رکھا کذا فی الطحطاوی اور شافعی رح کی منقبت یہ
ہوئی کہ ایسے کامل کے خلیفہ ٹھہرے و قد قیل الحکمة فی مخالفة تلامیذہ انہ رای صبیا یلعب فی الطین فحذرہ عن السقوط فاجابہ بان احذر انت من السقوط
فان فی سقوط العالم سقوط العالم فحینئذ قال لاصحابہ ان توجہ لکم دلیل فقولوا بہ فکان کل یاخذ بروایة عنہ و یرجحہا و ہذا من احتیاطہ و ورعہ و علمہ
بان الاختلاف من آثار الرحمة فمہما کان اکثر کانت الرحمة اوفر کما قالوا اور البتہ کہا گیا ہے کہ شاگردان امام کے مخالفت میں حکمت یہ ہے کہ امام اعظم رح نے ایک
لڑکا کھیلتا دیکھا کیچڑ میں سو اسکو ڈرایا رپٹ پڑنے سے سو لڑکے نے امام کو جواب دیا کہ تم رپٹ پڑنے سے بچو اسواسطے کہ عالم کے رپٹنے سے تمام جہان کا رپٹنا ہے
تو اس وقت سے امام نے اپنے شاگردوں سے کہا کہ اگر تمہارے سامنے دلیل آوے یعنی اگر دلیل شرعی کتاب اور سنت سے ظاہر ہو تو اسپر عمل کرو تو ہر شاگرد امام
کی ایک روایت کر لیتا تھا اور اسکو ترجیح دیتا تھا یعنی اسکو قوی کرتا تھا اور دلیل سے اور یہ اجازت خلاف کرنے کی امام کی نہایت احتیاط اور تقوی سے ہے

اور اس اجازت سے معلوم ہوا کہ اختلاف یعنی مجتہدین کا اختلاف من جهة الدلیل رحمت الٰہی کی نشانیوں سے ہے تو جس قدر اختلاف بربنائی ہوگا زیادہ تر نیکی
رحمت ربانی وافر تر یدلیل قول علماء ہے امام نے لڑکے کے کلام سے یہ دلیل لی یہی شان ہے عارفوں کی کہ اشارات لطیفہ عبارات بعیدہ سے سمجھ لیتے ہیں مسند
خوارزمی میں مناقب الائمہ سابق سے منقول ہے کہ یہ بات مشہور ہے کہ امام نے چار ہزار استادوں کی علماء تابعین سے شاگردی کی اور علم فقہ کا حاصل کیا لیکن اپنے
علم پر اپنی زبان سے فتوی نہ دیا یہانتک کہ انھوں نے اجازت دی تو کوفہ کی جامع مسجد میں مجلس کے اندر بیٹھے اور ہزار شاگرد امام کے جمع ہوئے انمیں سے
بزرگ تر اور فاضل تر چالیس شاگرد تھے جو رتبہ اجتہاد کو پہونچ گئے تھے سو انکو اپنا مقرب کیا اور کہا کہ تم میرے رازدار اور غمگسار ہو میں نے اس فقہ کے گھوڑے
کو تمہارے واسطے تیار کر دیا ہے لگام دیکر اور زین کس کر سو تم میری مدد کرو اسواسطے کہ لوگوں نے مجھکو جہنم کا پل بنایا ہے پھر لوگ پار ہوتے ہیں اور بوجھ میری پیٹھ پر
لیکے لوگ تقلید سے نجات پاوینگے مواخذہ مجھسے ہوگا اگر عرق ریزی اجتہاد میں کچھ تساہل ہوگا تو امام رحمة الله علیہ کی عادت تھی کہ جب کوئی واقعہ پیش آتا تو مجتہد
شاگردوں سے مشورہ اور مناظرہ اور گفتگو کرتے اور انسے پوچھتے اور جو احادیث اور آثار شاگردوں کے پاس تھے انکو سنتے اور جو آپکو معلوم تھے انکو
فرماتے اور مجتہد شاگرد امام کے ساتھ مہینا مہینا بلکہ زیادہ رد و بدل اور مناظرہ کرتے یہانتک کہ آخر کو ایک بات ٹھہر جاتی تو اس قول متفق کو ابو یوسف
رحمة الله ثابت کرکے لکھتے یہانتک کہ تمام اصول فقہ کو اسی طرح شوری کرکے ثابت کیا امام اعظم رح اور امامین کا طریق بیان مختلف نہیں ہوئے انکی
رد المحتار خوارزمی اختلاف کو آثار رحمت کہنا ثابت ہے اس حدیث سے کہ اختلاف امتی رحمة اور بحر الرائق میں تتارخانیہ سے منقول ہے کہ اختلافات ائمہ الہدی
توسعة للناس کذا فی الطحطاوی رسم المفتی یہ نشانی ہے مفتی کے واسطے یعنی اب وہ علامات مذکور ہوتے ہیں جو مفتی کو فتوی دینے پر دلالت کریں اصولیوں کے
نزدیک مفتی مجتہد ہے بحر الرائق میں تتارخانیہ سے منقول ہے کہ ابو یوسف رح نے کہا کہ فتوی دینا حلال نہیں مگر مجتہد کو اور مجتہد نے فتوی دینا جائز کیا ہے اگر وہ کا
صواب اسکی خطا سے زیادہ ہو اور اسمعیلی سے منقول ہے کہ شہر کے بڑے عالم کو ترک فتوی جائز نہیں فتح القدیر میں کہا ہے کہ اہل اصول کی رائے اسپر متفق ہو گئی
کہ مفتی وہی مجتہد ہے اور غیر مجتہد جو مجتہد کے اقوال یاد رکھتا ہو وہ مفتی نہیں ہے تو غیر مجتہد پر واجب ہے کہ جب اس سے کوئی مسئلہ پوچھے تو وہ مجتہد کے قول کو بطریق
حکایت نقل کرے تو معلوم ہوا کہ جو ہمارے زمانہ میں فتوے دیتے ہیں وہ در حقیقت فتوے نہیں ہیں بلکہ وہ نقل ہے مفتی کے کلام کی تاکہ مستفتی اسپر عمل کرے
اور نقل فتوی کی دو صورتیں ہیں یا ناقل کے پاس سند ہو اس امر میں یا ناقل نے وہ مسئلہ لیا ہو اس کتاب معروف سے جو متداول ہے محمد بن حسن کی کتابوں سے
اور مانند انکے اور تصنیفات مشہورہ سے اسواسطے کہ کتاب معروف بمنزلہ خبر متواتر یا مشہور کے ہے انتہی کذا فی الطحطاوی اعلم ان ما اتفق علیہ اصحابنا فی الروایة
الظاہرة عنہم یفتی بہ قطعا یہ معلوم کرکے جسپر ہمارے اصحاب یعنی امام اعظم رح اور آپکے اصحاب متفق ہو گئے اس روایت میں جو ظاہر ہوئی آپسے تو مفتی اسکا فتوی
دے یقینا ہم ظاہر الروایة کی قید لگائی اسواسطے کہ ظاہر الروایة کے سوا اور روایات مرجوع عنہا ہیں یعنی مطروح ہیں یا غیر مشہور نامعتبر ہیں اور ظاہر الروایة
کی کتابیں زیادات اور سیر اور مبسوط اور جامع صغیر اور جامع کبیر ہیں محمد بن حسن کی تصنیفات سے اور ظاہر الروایة کے معنی یہ کہ اسکی روایت امام اعظم رح
اور انکے اصحاب سے ظاہر ہو ثقات اور معتمدین کے نقل کرنے سے نقل خواہ متواتر ہو یا بالشہرت کذا فی الطحطاوی متون فقہ جیسے وقایہ اور قدوری وغیرہما بھی
ظاہر الروایة ہیں اسواسطے کہ امام محمد کی کتب مذکورہ سے مستخرج ہیں واختلفت فیما اختلفوا فیہ والاصح کما فی السراجیة وغیرہا انہ یفتی بقول الامام علی
الاطلاق اور اسمیں اختلاف کیا گیا ہے جسمیں ہمارے اصحاب مختلف ہیں اور صحیح تر قول چنانچہ سراجیہ وغیرہا میں ہے یہ ہے کہ فتوی دیا جاوے امام اعظم رح کے
قول پر یعنی ہر طرح اگرچہ دوسرے کی دلیل قوی ہو ثم بقول الثانی ثم بقول الثالث ثم بقول زفر والحسن بن زیاد پھر اگر امام اعظم رح کا قول نہو تو ابو یوسف رح کے
قول پر فتوی دیا جاوے پھر محمد رح کے قول پر فتوی دیا جاوے پھر زفر اور حسن بن زیاد کے قول پر فتوی دیا جاوے طحطاوی نے کہا یہ صورت باقی رہی کہ اگر
صاحبین رح متفق ہوں اور امام اعظم رح منفرد ہوں سو بعضوں نے کہا ہے کہ مفتی مختار ہے چاہے صاحبین رح کے قول پر فتوی دے چاہے امام رح کے قول

یہ بنا پر کہ عبادات میں مطلقاً فتوی امام رح کے قول پر ہو اور ذوی الارحام میں فتوی امام محمد رح کے قول پر ہو اور قضا اور شہادات میں ابو یوسف رح کے قول پر ہو

انتہی قاضی خان کے فتاوی میں ہے کہ جس صورت میں اختلاف اگر امام کے ساتھ ابو یوسف رح اور محمد رح ہوں تو دونوں کے اتفاق قول پر فتوی دیا جاتا ہے کیونکہ دونوں میں
وقت شرائط اور اصول قواعد کا اجتماع ہے اور اگر صاحبین کا قول امام کے مخالف ہو تو اگر انکا اختلاف بوجہ اختلاف عصر اور زمانہ کے ہو جیسا کہ قضا بظاہر عدالت تو
صاحبین کا قول مفتی لے اور مزارعت اور معاملت میں اور اسکے مانند میں بھی صاحبین کے قول کو اختیار کرے کیونکہ متاخرین کا اسپر اجماع ہے اور اسکے سوا میں
بعضوں نے کہا کہ مفتی مجتہد مختار ہے اور عبد اللہ بن مبارک نے کہا کہ فقط امام کا قول لے اور مجتہد یعنی مجتہد مقید کی تعریف میں اختلاف ہے بعضوں نے کہا کہ جو
دس ہزار سوالات کے جواب میں آٹھ سوال کا جواب ٹھیک دے اور دو جو ابوں میں چوک جائے وہ مجتہد ہے اور بعضوں نے کہا کہ اجتہاد کے واسطے حفظ مبسوط اور
معرفت ناسخ اور منسوخ اور محکم اور ماؤل کی اور لوگوں کے عادات اور عرف کا علم ضروری ہے انتہی ما فی الخانیہ وصحح فی الحاوی القدسی قوۃ المدرک اور حاوی قدسی
میں قوت دلیل کی تصحیح کی ہے یعنی مدرک ابن خیثم مفعول یعنی دلیل ہے اور یہ قول ترتیب سراجیہ کے مخالف ہے طحطاوی نے کہا یعنی جس قول کی دلیل قوی تر ہو یعنی امام
کا قول ہو یا ابو یوسف رح یا محمد رح کا وہی قول مقدم ہے اور وجہ توفیق ان دونوں متعارض قولوں میں یہ ہے کہ جس شخص کو قوت دلیل کی ادراک کی طاقت ہو وہ قول
قوی المدرک پر فتوی دے اور نہیں تو سراجیہ کی ترتیب مقدم پر فتوی دے وفی وقف البحر وغیرہ متی کان فی المسئلۃ قولان مصححان جاز القضاء والافتاء باحدہما
اور کتاب الوقف بحر الرائق وغیرہ میں ہے کہ جب ایک مسئلہ میں دو قولوں کی تصحیح واقع ہوئی تو ان دونوں قولوں میں سے ایک قول پر قاضی کو حکم دینا اور مفتی کو
فتوی دینا جائز ہے طحطاوی نے کہا ظاہر عبارت اسپر دلالت کرتی ہے کہ جب دو قول کی تصحیح ہوئی خواہ تصحیح بلفظ اصح کی ہو دونوں میں یا بلفظ صحیح کی یا ایک میں
اصح کا لفظ ہو اور دوسری میں صحیح کا بہر صورت ایک قول پر قضا اور افتا جائز ہے وفی اول المضمرات اما العلامات للافتاء فقولہ وعلیہ الفتوی وبہ یفتی وبہ ناخذ
وعلیہ الاعتماد وعلیہ عمل الیوم وعلیہ عمل الامۃ وہو الصحیح او الاصح او الاظہر او الاشبہ او الاوجہ او المختار ونحوہا مما ذکر فی حاشیۃ البزدوی انتہی اور مضمرات کے
اول میں ہے کہ فتوی دینے کے علامات بارہ الفاظ ہیں علیہ الفتوی سے مختار تک اور مانند ان الفاظ کے جو حاشیہ بزدوی میں مذکور ہیں انتہی ما فی المضمرات
ہم الفاظ مذکورہ کا ترجمہ لکھتے ہیں علیہ الفتوی اور اسی قول پر فتوی ہے وبہ یفتی اور اسی قول کا فتوی دیا گیا وبہ ناخذ اور اسی کو ہم لیتے ہیں وعلیہ الاعتماد اور اسی قول پر
اعتماد ہے وعلیہ عمل الیوم اور اسی پر عمل ہے آج کے دن کا وعلیہ عمل الامۃ اور اسی پر امت کا عمل ہے وہو الصحیح اور یہی قول صحیح ہے او الاصح یا صحیح تر ہے او الاظہر یا ظاہر تر
ہے او الاشبہ یا بہت مشابہ تر ہے او الاوجہ یا موجہ تر ہے او المختار یا پسندیدہ تر ہے اور ان الفاظ کے مانند وعلیہ العمل الیوم وبہ جری العرف وہو المتعارف وبہ اخذ
العلماء قال شیخنا الرملی فی فتاواہ وبعض الالفاظ آکد من بعض فلفظ الفتوی آکد من لفظ الصحیح والاصح والاشبہ وغیرہا ہمارے استاد خیر الدین رملی نے اپنے فتاوی
میں کہا اور بعضے الفاظ فتوی کے موکد تر ہیں بعض سے تو فتوی کا لفظ موکد تر ہے صحیح اور اصح اور اشبہ وغیرہا کے الفاظ سے چنانچہ احوط اور اظہر سے ہم وجہ تاکید یہ ہے کہ فتوی جاری
نہیں ہوتا مگر اس امر کے سبب سے جو مقتضی ہو فتوی کا چنانچہ اسانی یا اکثریت اور بلفظ فتوی ہی ہے اسکے حروف اعلی مراد میں کسی صیغہ میں پائے جاتے ہیں کذا فی الطحطاوی
ولفظ وبہ یفتی آکد من الفتوی علیہ اور بہ یفتی کا لفظ موکد تر ہے الفتوی علیہ کی لفظ سے اسواسطے کہ تقدیم مفعول سے حصر ثابت ہوتا ہے اور اسی طرح لفظ علیہ الفتوی کا الفتوی علیہ
سے موکد تر ہے والاصح آکد من الصحیح والاحوط آکد من الاحتیاط انتہی اور اصح کا لفظ موکد تر ہے صحیح کے لفظ سے اور احوط کا لفظ موکد تر ہے احتیاط کے لفظ سے انتہی قول الرملی
ظاہر اسکی تفصیل کے سبب صیغوں کا یہی حکم ہے قلت لکن فی شرح المنیۃ للحلبی عند قولہ لا یجوز من المصحف الا بالطہارۃ فاذا تعارض اماما معتبران وعبر احدہما بالصحیح والآخر بالاصح
فالاخذ بالصحیح اولی لانہما اتفقا علی انہ صحیح والاخذ بالمتفق اوفق لایہ فتوی شارح نے کہا میں کہتا ہوں لیکن حلبی کی شرح منیہ میں ماتن کے اس قول کے پاس کہ
جائز نہیں مصحف کا چھونا مگر اسکے غلاف کے ساتھ یہ قول ہے کہ جب مقابل اور مختلف ہوں ترجیح اقوال میں دو امام معتبر اسطرح کہ ایک امام کہے کہ یہ قول صحیح ہے
اور دوسرا امام کہے کہ یہ قول اصح ہے تو صحیح پر عمل کرنا اولی ہے اسواسطے کہ دونوں امام نے اس قول کے صحیح ہونے پر اتفاق کیا یعنی اور اصحیت میں اتفاق نہیں بلکہ
ایک امام کا تفرد ہے اور حالانکہ قول متفق علیہ پر عمل کرنا موافق تر احتیاط ہے تو اس استدراک کو یاد رکھنا ثم رأیت فی رسالۃ آداب المفتی اذا ذیلت بروایۃ فی کتاب

معتمد بالاصح او الاولی او الاوفق و نحوہا فلہ ان یفتی بہا و بمخالفہا ایضاً ایا شاء یعنی میں نے دیکھا رسالہ آداب المفتی میں کہ جب کسی معتمد میں روایت مذیل بالاصح
یعنی روایت کے بعد لکھا ہو کہ یہ اصح ہے یا اولی یا اوفق ہے اور اسی طرح کے الفاظ جیسے اوجہ اور احوط تو مفتی کو اختیار ہے کہ اس روایت کا فتویٰ دے اور اسکے مخالف
دوسری روایت کا بھی فتویٰ دے جسکا چاہے دونوں میں سے ہم اسواسطے کہ اسم تفضیل اسپر دلالت کرتا ہے کہ مقابل اسم تفضیل کا بھی صحیح ہے کذا فی الطحطاوی
و اذا ذیلت بالصحیح او المأخوذ بہ او بہ یفتی و نحوہ لم یفت بمخالفہ اور جبکہ روایت کے بعد صحیح یا ماخوذ بہ یا بہ یفتی یا علیہ الفتوی لکھا ہو تو اسکے مخالف روایت کا فتوی
نہ دے ہم اسواسطے کہ صحیح کا مقابل ضعیف ہے اور ماخوذ بہ کا مقابل غیر ماخوذ بہ ہے اور بہ یفتی اور علیہ الفتوی کا مقابل غیر مفتی بہ ہے الا اذا کان فی الہدایۃ مثلاً ہو الصحیح
و فی الکافی بخلافہ ہو الصحیح فیخیر و یختار الاقوی عندہ و الالیق و الاصلح انتہی ملخصاً مگر جبکہ ہدایہ میں روایت کے ذیل میں ہو الصحیح ہو اور کافی میں اسکے مخالف روایت
کی ذیل میں ہو الصحیح ہو تو مفتی مخیر ہے اور وہ اس روایت کو اختیار کرے جو اسکے نزدیک قوی تر اور لائق تر اور صالح تر ہو انتہی ملخصاً فی الرسالۃ تو اسکو یاد رکھنا چاہیے
ہم قوی تر کا اختیار کرنا حاوی قدسی کی عبارت سابقہ پر مبنی ہے یعنی وجوہ ترجیحات مثل اصلیت و قوت دلیل کا اعتبار ہے کذا فی الطحطاوی و حاصل ما ذکرہ الشیخ قاسم فی تصحیحہ
انہ لا فرق بین المفتی و القاضی الا ان المفتی مخبر عن الحکم و القاضی ملزم بہ اور جو شیخ قاسم نے اپنی تصحیح میں ذکر کیا ہے اسکا حاصل یہ ہے کہ کچھ فرق نہیں
درمیان مفتی اور قاضی کے یعنی جو تفصیل مذکور ہے قاضی بھی انہیں علامات افتا پر عمل کرے مفتی کے مانند مگر اتنا فرق ہے کہ مفتی حکم شرعی کا بتا دینے والا ہے
اور قاضی حکم مذکور کا لازم کرنے والا ہے بحکومت حبس و تعزیر کے اگر کوئی عمل نہ کرے اور اسکو اختیار ہے اقامت حدود و قصاص کا کذا فی الطحطاوی و ان الحکم
و الفتیا بالقول المرجوح جہل و خرق للاجماع اور یہ کہ قاضی کا حکم کرنا اور مفتی کا فتوی دینا مرجوح قول پر جہالت اور اجماع کا پھاڑنا ہے یعنی حرام اور باطل ہے قول مرجوح
چنانچہ صاحبین رح کے قول پر عمل کرنا حالانکہ اس قول کی تصحیح نہیں ہوئی یا اسکی وجہ کی تقویت نہیں ہوئی اور اولی باطل ان ہو ظاہر الروایۃ کے مخالف ہو فتوی
دینا بلا ثبوت تصحیح اور اسی طرح قول مرجوح عنہ پر فتوی دینا کذا فی الحلبی و ان الحکم الملفق باطل بالاجماع اور یہ کہ حکم ملفق یعنی بلا جملہ چند مذاہب سے ایک
حکم مرکب کرنا بالاجماع باطل ہے چنانچہ وضو میں ایک سر کے بال کا مسح کیا بمذہب شافعی پھر مقتدی ہو کر نماز پڑھی فاتحہ چھوڑ کے بموجب مذہب امام اعظم رح کے کذا
فی الطحطاوی شافعی رح کے مذہب پر نماز اسواسطے نہ ہوئی کہ فاتحہ پڑھنا واجب تھا سو اسنے ترک کیا اور حنفی مذہب پر اسواسطے نہ ہوئی کہ وضو کا فرض ترک ہوا یعنی
چوتھائی سر کا مسح تو کسی مذہب پر نماز درست نہ ہوئی و ان الرجوع عن التقلید بعد العمل باطل اتفاقاً و ہو المختار فی المذہب اور یہ کہ پھرنا تقلید سے عمل کر چکنے کے
بعد بالاتفاق باطل ہے اور یہی قول مختار ہے مذہب میں ہم مثلاً قاضی حنفی نے ثبوت نکاح بغیر شہود میں امام مالک رح کی تقلید کی پھر اس تقلید سے رجوع
کرنے کا قصد کیا یعنی چاہا کہ اپنے مذہب کے موافق زوج پر عدم لزوم مہر کا حکم کرے تو یہ اسکو جائز نہیں معلوم کرنا چاہیے کہ یہ مطلب نہیں ہے کہ یہاں جواز
تقلید کی مطلقاً نفی ہے بلکہ اسی صورت مذکورہ میں اسواسطے کہ یہاں تقلید مذکور کے پھرنے سے غیر کا ضرر لازم آتا ہے اور یاد رکھو دریافت کرنا چاہیے کہ حنفی کو
مثلاً شافعی کی تقلید کرنا ایک مسئلہ میں عبارت ہے شافعی رح کے قول پر عمل کرنے سے باوجود باقی رہنے کے اپنے مذہب پر اسی مسئلہ میں یہانتک کہ اگر اسی مسئلہ
خاص میں جس میں حنفی نے شافعی رح کی تقلید کی ہو سوال کرے بطریق استفتا کے تو جواب دے مگر اپنے امام کے مذہب کے موافق اور بقا علی مذہبہ کا مطلب یہ ہے
کہ اس مسئلہ میں عمل کے وقت بمذہب شافعی اپنے امام کی متابعت کے اعتقاد پر باقی ہے یعنی اگر زمان مستقبل میں ویسی ہی صورت جسپر عمل کر چکا ہے بمذہب شافعی پیش
آویگی تو اپنے امام کے مذہب پر عمل کریگا اگر کوئی کہے کہ اپنے مذہب پر باقی رہنا اور جواب استفتا کو نہ دینا مگر اپنے امام کے قول پر پھر جانا ہے شافعی کی تقلید سے مسئلہ مذکور
فیہا میں تو اسکا جواب یہ ہے کہ اسی واقعہ مخصوصہ منقضیہ سے رجوع کرنا ممنوع ہے نہ اس واقعہ سے جو بعد اسکے اسی جنس کا حادث ہو اور تقلید مذکور کے جواب میں دو
قول ہیں قول مختار یہ ہے کہ تقلید جائز ہے اور وجہ اسکی یہ ہے کہ اتنا کفایت کرتا ہے کہ جس مجتہد کے قول کی تقلید کی وہ اسکے نزدیک صواب اور راجح ہے با احتمال خطا اور
یہی بعینہ جواب ہو سکتا ہے اس سوال کا کہ حنفی کو تقلید شافعی میں عمل باختلاف لازم آتا ہے اسواسطے کہ حنفی شافعی کے مذہب کو خطا محتمل الصواب جانتا ہے برخلاف عکس

تحقیق ہو چکی ہے زین الدین ابن نجیم حنفی نے کہا جواب کا اور مفتیان مصر نے بھی اسپر اتفاق کیا ہے اور اس تقریر سے نکلتا ہے کہ تقلید واجب ہے ایک امام کی بلا تعیین اور دو امام کی تقلید
ساتھ ہی جائز نہیں اسطرح کہ حنفی اور حنبلی ایک آن میں ہو اور اسکو یاد رکھنا چاہیے کہ جب حنفی مثلاً شافعی کی تقلید کرے مسئلہ نماز وغیرہ میں تو اسپر واجب ہے کہ اُس مسئلہ کی
جمیع متعلقات میں مذہب شافعی کی رعایت کرے تاکہ تلفیق باطل لازم نہ آوے کذا فی الطحطاوی عن شیخ الاسلام ابی سعود ومختصراً وان الخلاف مخصوص بالقاضی المجتہد
اور یہ کہ خلاف مخصوص ہے قاضی مجتہد سے یعنی امام اور صاحبین کا خلاف اسمیں کہ جب قاضی اپنے مذہب کے سوا اور مذہب پر حکم کرے تو اُسکا حکم نافذ ہوگا یا نہیں تو صاحبین نے
کہا کہ اُسکا حکم نافذ نہ ہوگا اور امام نے کہا کہ اگر مذہب کے مخالف بھول کر حکم کریگا تو نافذ ہوگا اور عمداً میں امام سے دو روایتیں ہیں اور بزازی نے کہا کہ صاحبین نفاذ حکم
میں امام کے موافق ہیں اور قاضی خان نے کہا کہ مخالف ہیں کذا فی الطحطاوی واما المقلد فلا ینفذ قضاؤہ بخلاف مذہبہ اصلا کما فی القنیہ اور مقلد قاضی کا حکم جو خلاف
اپنے مذہب کے اصلاً نافذ نہیں ہوتا چنانچہ قنیہ میں ہے کہ شرح الطحطاوی وغیرہ کی عبارت قنیہ کے صریح مخالف ہے کما فی الطحطاوی قلت ولاسیما فی زماننا فان
السلطان ینص فی منشورہ علی نہیہ عن القضاء بالاقوال الضعیفۃ فکیف بخلاف مذہبہ فیکون معزولا بالنسبۃ لغیر المعتمد من مذہبہ فلا ینفذ قضاؤہ فیہ وینقض کما بسط فی
قضاء الفتح والبحر والنہر میں کہتا ہوں اور خصوصاً ہمارے زمانہ میں حکم مخالف مذہب نافذ نہ ہوگا اسلئے کہ بادشاہ اپنے فرمان میں تصریح کر دیتا ہے قاضی کو روکتا ہے
اقوال ضعیفہ کے ساتھ حکم کرنے سے پھر خلاف مذہب پر حکم کرنا کیونکر درست ہوگا تو قاضی بہ نسبت قول غیر معتمد اپنے مذہب کے معزول ٹھہریگا تو اُسکا حکم کرنا اپنے مذہب
کے غیر معتمد میں نافذ نہ ہوگا اور وہ حکم توڑا جائیگا چنانچہ فتح القدیر اور بحر الرائق اور نہر الفائق کی کتاب القضاء میں یہ قول مشرح مذکور ہے قال فی البرہان وہذا صریح الحق الذی
یعض علیہ بالنواجذ علامہ طرابلسی نے برہان شرح مواہب الرحمن میں کہا اور یہ قول مذکور وہ حق صریح ہے جسکو دانتوں سے پکڑنا چاہیے لکن اذا امر الامیر متی ما وقع قضاؤہ
مجتہداً فیہ نفذ امرہ تو ان حاکم کا حکم جب فصل مجتہد فیہ کو پاوے یعنی مختلف فیہ صورت جسمیں اجتہاد مجتہدین کو گنجائش ہو حاکم کا حکم صادر ہو تو وہ حکم نافذ ہو جائیگا
کما فی سیر التاتارخانیہ وشرح السیر الکبیر فلیحفظ اسیطرح مذکور ہے تاتارخانیہ کی کتاب السیر اور سیر کبیر کی شرح میں تو اسکو یاد رکھنا چاہیے وقد ذکروا ان المجتہد المطلق
قد فقد اور البتہ علما نے ذکر کیا ہے کہ مجتہد مطلق یعنی جو اصول اور قواعد میں دوسرے مجتہد کا پیرو نہو وہ مفقود ہو گیا یعنی اب ایسا کوئی مجتہد نہیں ہے کہ طحطاوی نے
کہا مجتہد مطلق جائز الوجود ہے یعنی ہو سکتا ہے اسواسطے کہ اللہ تعالی کا فضل کسی زمانہ میں مقید اور منحصر نہیں انتہی حافظ شیرازی نے فرمایا ہے فیض روح القدس ار
باز مدد فرماید ۔ دیگران ہم بکنند آنچہ مسیحا میکرد ۔ واما المقید فعلی سبع مراتب مشہورۃ اور مجتہد مقید کے تو سات مرتبے مشہور ہیں ہم مراتب سبعہ کا یوں بیان ہے
کہ پہلا طبقہ مجتہدین شرع کا ہے چنانچہ چاروں امام اور اُنکے مانند جنہوں نے اصول اور قواعد کو مؤسس اور مقرر کیا اور احکام فروع کو دلائل اربعہ یعنی کتاب اور
سنت اور اجماع اور قیاس سے مستنبط کیا اور وہ امور میں کسی کے مقلد نہیں ہیں دوسرا طبقہ مجتہدین فی المذہب کا چنانچہ ابو یوسف رح اور محمد رح وغیرہ جیسا
مروی اصحاب ابی حنیفہ رح جنہوں نے احکام کو نکالا ادلہ اربعہ سے بموجب اُن قواعد کے جو امام اعظم رح نے ٹھہرائے اگرچہ صاحبین وغیرہما نے بعض احکام فروع میں امام کا
خلاف کیا لیکن قواعد اور اصول میں اُنکے تابع ہیں اور اسی وجہ سے امام شافعی رح وغیرہ سے ممتاز ہیں تیسرا طبقہ مجتہدین فی المسائل کا چنانچہ خصاف رح اور
طحطاوی اور ابو الحسن رح کرخی اور شمس الائمہ حلوائی اور شمس الائمہ سرخسی اور فخر الاسلام بزدوی اور فخر الدین قاضی خان اور مانند انکے اور علما جو امام کی مخالفت پر
قادر نہیں ہیں نہ اصول میں نہ فروع میں لیکن وہ اُن احکام اور مسائل کا استنباط کرتے ہیں امام کے قواعد سے جنمیں امام سے روایت نہیں ہے چوتھا طبقہ اصحاب تخریج
مقلدین سے چنانچہ رازی وغیرہ یہ لوگ اجتہاد پر اصلا قادر نہیں ہیں لیکن احاطہ اصول اور ضبط ماخذ سے امام یا اصحاب امام کے قول مجمل ذی الوجہین اور حکم مبہم محتمل الامرین
یعنی دو وجہ وار قول کی تفصیل پر قادر ہیں اسکے امثال ونظائر پر قیاس کر کے ہدایہ میں جو بعض موقع میں تخریج رازی کا ذکر آیا ہے سو اُسکا یہی مطلب ہے پانچواں طبقہ
اصحاب ترجیح کا مقلدین سے ہے چنانچہ ابو الحسن قدوری اور صاحب ہدایہ اور مانند انکے انکا رتبہ یہ ہے کہ ایک روایت کو دوسری روایت پر تفضیل دیتے ہیں اسطرح کہتے ہیں کہ یہ قول
اولی ہے یا اصح ہے درایت کی راہ سے یا اوضح ہے روایت کی راہ سے وہذا ارفق للناس چھٹا طبقہ اُن مقلدوں کا ہے جو اقوی اور قوی اور ضعیف

ظاہر مذہب اور ظاہر الروایۃ اور روایت نادرہ کی امتیاز کرنے پر قادر ہیں چنانچہ متون اربعہ کے مصنفین یعنی صاحب کنز اور صاحب مختار اور صاحب وقایہ اور صاحب مجمع
اختیار نہیں ہو کیا اپنی کتابوں میں اقوال مردودہ اور روایات ضعیفہ کو نقل نہیں کرتے ساتواں طبقہ ان مقلدین کا جو نہ یہ روایات پر قادر نہیں الغث اور فربہ میں فرق نہیں کرتے
شمال کو یمین سے ممتاز نہیں کرتے بلکہ جمع کرتے ہیں روایات کو جو پاتے ہیں حاطب اللیل کے مانند افسوس ہے انپر اور انکے مقلدوں پر یہ کہا ہے شیخ الاسلام علامہ ابن کمال پاشا
کذا فی طبقات محمود بن سلیمان الکفوی المسماۃ بکتاب اعلام الاخیار من فقہاء مذہب النعمان المختار اور اسی طرح مراتب سبعہ کو طحطاوی نے ابن کمال پاشا کے رسالہ وقف
نبات سے مختصر نقل کیا ہے اور کہا ہے کہ مجتہد مطلق امام ہی ان طبقات میں داخل ہے اور صحیح کلام شارح اسکے مخالف ہے اور سب کو مجتہد مقید کہتے ہیں یہ خلل ہے کہ طبقہ سابعہ بلکہ
سادسہ بھی مقلد محض ہیں کچھ بھی اجتہاد پر قادر نہیں ہیں وانا نحن فعلینا اتباع ما رجحوہ وما صححوہ کما لو افتوا فی حیوتہم اور ہم لوگوں پر تو پیروی اس قول کی لازم ہے جسکو
علما مرجحین اور مصححین نے ترجیح دی ہے اور تصحیح کی ہے جیسا کہ اس صورت میں ہم پر پیروی انکی لازم تھی کہ اگر وہ ہمارے زمانہ میں زندہ ہوتے اور فتویٰ دیتے ہم ترجیح
اور تصحیح سے اقوال کی تمام علامات [illegible] فان قلت قد یحکون اقوالا بلا ترجیح وقد یختلفون فی التصحیح پھر اگر تو اے سائل یہ کہے کہ کبھی
اقوال کو بدون ترجیح کے نقل کرتے ہیں اور کبھی تصحیح میں اختلاف کرتے ہیں تو [illegible] سوال کا یہ ہے کہ اتباع صحیح کا نہیں ہو سکتا تا ایک قول کی ترجیح ہو اور
[illegible]
[illegible]
[illegible]
جس پر لوگوں کا عمل جاری ہو گیا ہے اور [illegible] قول کی دلیل [illegible] اسی طرح [illegible]
اور اقوال کو [illegible] لازم ہے کہ اہل [illegible] کی طرف رجوع کرے [illegible]
اور قوت دلیل کا اعتبار کرنا حاوی قدسی کے قول پر مبنی ہے [illegible]
اور حکم [illegible] ترتیب [illegible] امام کے قول پر فتوی علی الاطلاق پھر ابو یوسف [illegible] الحاوی قدسی [illegible] اللہ تعالیٰ [illegible]
والقبول بجاہ الرسول [illegible] سوال کرتے ہیں اللہ تعالیٰ سے امر خیر کی مددگاری اور مقبولیت اس کتاب کی [illegible] رسول کریم علیہ الصلوۃ والسلام [illegible]
وعلی آلہ [illegible] الروضۃ المکرمۃ والبقعۃ المانوسۃ تجاہ وجہ صاحب الرسالۃ وحائز الکمال والبسالۃ وضجیعیہ الجلیلین [illegible] الکاملین
رضی اللہ عنہما وعن سائر الصحابۃ اجمعین والدینا ومقلدیہم باحسان الی یوم الدین اور کیونکر یہ کتاب مقبول نہو حال آنکہ حق تعالیٰ نے ابتدا و
کرنے اس کتاب کے شروع [illegible] روضۂ منورہ [illegible] اور [illegible] سامنے چہرۂ مبارک صاحب رسالت اور جامع کمال اور
شجاعت کے اور سامنے رسول کریم کے [illegible] خواب [illegible] جلیل القدر اور دو شیر کامل الوجود ہیں یعنی ابو بکر صدیق اور عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ
ان دونوں سے اور باقی تمام اصحاب رضی [illegible] اور [illegible] اور اصحاب کے [illegible] پیروؤں سے قیامت کے دن تک [illegible] الکعبۃ المشرفۃ
تحت المیزاب وفی الحطیم والمقام واللہ تعالیٰ المیسر للتمام [illegible] کعبہ شریف کے سامنے [illegible] رحمت کے نیچے اور حطیم اور مقام ابراہیم
میں اور اللہ تعالیٰ تمامی کتاب کا آسان کرنے والا ہے [illegible] اس کتاب متبرک کی مدینہ منورہ میں روضۂ مقدسہ کے اندر [illegible]
نبوی میں ہوئی اور ابتدا اضافی بیت اللہ میں ہوئی [illegible] اول علامات القبول اگر کرم علی الاطلاق مترجم [illegible] رسول مقبول
صلے اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم مقبول کرے تو انکی رحمت [illegible] بر کریمان کارہا دشوار نیست [illegible] خطبہ و مقدمہ شارح
رحمۃ اللہ علیہ متن کی شرح میں شروع کرتا ہے اور مترجم اسکے ترجمہ کرنے میں

[illegible]

کتاب الطہارۃ

یہ کتاب ہے طہارت کی یعنی پاک صاف ہونے کے مسائل قدمت العبادات علی غیرہا اہتماما بشانہا عبادات مقدم کی گئی غیر عبادات پر شان عبادات کی رعایت کرنے سے ہم دین کا مدار اعتقادات اور عبادات اور معاملات اور مزاجر اور آداب پر ہے لیکن اعتقادات اور آداب کی بحث فقہ میں داخل نہیں اور عبادات پانچ قسم ہیں نماز زکوۃ روزہ حج جہاد اور معاملات بھی پانچ قسم ہیں معاوضات مالیہ مناکحات مخاصمات امانات شرکات اور مزاجر بھی پانچ قسم ہیں قتل نفس کا مزجرہ اور اخذ مال کا اور ہتک ستر کا اور ہتک عزت کا اور قطع طریق وغیرہ کا سو اہل تصانیف نے فقہ کی کتابوں میں اکثر عبادات کو معاملات وغیرہا پر مقدم ذکر کیا ہے اسواسطے کہ انکو عبادات کا اہتمام منظور ہوا اور الفاظ میں یہ کہ کثرت احتیاج باعث ہے اس اہتمام کی یعنی مکلف کو عبادات کی بہت حاجت ہے بنسبت معاملات وغیرہا اب آگے شارح اور عبادات پر تقدیم نماز کی وجہ بیان کرتا ہے والصلوۃ تالیۃ الایمان اور نماز ایمان کے پیچھے لگی ہوئی ہے یعنی قرآن اور حدیث میں ایمان کے بعد نماز کا ذکر ہے قال اللہ تعالی الذین یؤمنون بالغیب ویقیمون الصلوۃ یعنی حق تعالی نے فرمایا کہ متقی وہ ہیں کہ ایمان بالغیب لاتے ہیں اور نماز کو قائم کرتے ہیں اب آگے شارح نماز پر تقدیم طہارت کی وجہ بیان کرتا ہے والطہارۃ مفتاحہا بالنص اور طہارت نماز کی مفتاح یعنی کنجی ہے کہ افتتاح نماز کا بدون طہارت کے نہیں ہوتا حدیث شریف کی دلیل سے قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مفتاح الصلوۃ الطہور وتحریمہا التکبیر وتحلیلہا التسلیم کذا فی الطحطاوی عن القہستانی وشرط بہا المختص اللازم لہا فی کل الارکان اور طہارت شرط مخصوص نماز لازم ہے نماز کو اسکے تمام ارکان میں یعنی طہارت کا بیان جو نماز پر مقدم کیا تو دو وجہ سے ایک یہ کہ طہارت نماز کی مفتاح ہے دوسرے یہ کہ طہارت ایسی شرط ہے نماز کی کہ نماز ہی کو خاص ہے اور اسکے تمام ارکان کو لازم ہے اور شرط ہر شے کی مقدم ہوتی ہے اسکے مشروط پر بالطبع تو اسکو بالوضع بھی مقدم کیا برخلاف باقی شروط صلوۃ کے استقبال وقت اور نیت کا لازم ہونا اول نماز سے آخر تک ضرور نہیں ہے اور طہارت کا ہونا ضرور ہے الا لعذر وقت کا ہونا تحریمہ کے وقت کافی ہے اور اسی طرح نیت کا علاوہ یہ کہ نیت مخصوص نماز نہیں بلکہ جمیع عبادات کے خصائص سے ہے اور استقبال قبلہ جانور پر نماز پڑھنے سے ساقط ہو جاتا ہے تو ہر نماز کو لازم نہ ٹھہرا اگر کوئی کہے کہ طہارت مخصوص نماز نہیں ہے اسواسطے کہ مس مصحف اور طواف میں بھی طہارت شرط ہے طحطاوی نے کہا کہ اسکا جواب یوں ہو سکتا ہے کہ طہارت نماز کے واسطے فرض ہے اور مس مصحف اور طواف کے واسطے واجب ہے تو اختصاص افتراض کی جہت سے ہے وما قیل قدمت لکونہا شرطا لا یسقط اصلا ولذا فاقد الطہورین یؤخر الصلوۃ دون النیۃ کذلک مردود کل ذلک اور وہ جو کہا گیا ہے کہ طہارت مقدم ہوئی بسبب ہونے طہارت کے ایسی شرط جو اصلا ساقط نہیں ہوتی یعنی عذر کے ہونے سے بھی اور اسی واسطے فاقد الطہورین یعنی پانی اور مٹی کا نہ پانے والا نماز کو تاخیر کرتا ہے اور وہ اعتراض جو اس توجیہ پر وارد کیا گیا ہے کہ نیت بھی ایسی ہے کہ ہرگز ساقط نہیں ہوتی سو یہ تینوں دعوی مردود ہیں ہم یہاں دعوے یہ ہے کہ طہارت ایسی شرط ہے کہ اصلا ساقط نہیں ہوتی اسواسطے مقدم ہوئی نماز پر دوسرا دعوی اسی قول پر متفرع ہے کہ فاقد الطہورین نماز کو تاخیر کرتا ہے بوجہ عدم سقوط طہارت تیسرا دعوی یہ ہے کہ نیت بھی طہارت کیطرح اصلا ساقط نہیں ہوتی پھر تقدیم طہارت کی کیا وجہ ہے شارح نے ان تینوں دعووں کو بغیر ترتیب رد کیا فاقد الطہورین کی صورت یہ ہے کہ مثلا ایک شخص ایسے مکان میں محبوس ہوا جہاں پانی نہیں اور اسکی زمین اور دیواریں نجس ہیں اما النیۃ ففی القنیۃ وغیرہا من توالت علیہ الہموم تکفیہ النیۃ بلسانہ نیت کا جواب تو یہ ہے کہ قنیہ وغیرہا میں ہے کہ جس شخص پر ہجوم تشویشات کا برابر ہو اسکو زبان سے نیت کرنا کفایت کرتا ہے ہم ارادہ دل کا نام نیت ہے نہ زبان سے بولنے کا تو دیکھو کہ یہاں پریشان دل سے نیت کرنا ساقط ہو گیا تو نیت عدم سقوط میں طہارت کے برابر نہ ٹھہری جو دوسرے دعوی کا آپ سمجھے نے کہا کہ قنیہ کی روایت میں کلام ہے اسواسطے کہ اسمیں الفاظ زبانی کو نیت کا بدل ٹھہرانا مفہوم ہوتا ہے اور حالانکہ یہ ممنوع ہے حموی نے اسکا جواب دیا کہ یہاں بدل کا ٹھہرانا مفہوم نہیں ہوتا بلکہ جبکہ پریشان دل نیت دلی پر قادر نہ ہو تو ذکر لسانی اصل ہو گیا نہ بدل کذا فی الطحطاوی اور بعضوں نے کہا کہ صاحب ہموم کو جسقدر نماز کا ارادہ دل میں آیا اسی قدر حصول نیت میں کافی ہے جیسے خیالات کا نماز کے اندر آنا نیت کو باطل نہیں کرتا اور ذکر لسانی کا کافی ہونا تو طمانیت قلب کے واسطے ہے اور یہ نہیں کہ فقط الفاظ زبانی کافی ہیں واما الطہارۃ ففی الظہیریۃ وغیرہا من قطعت

بلا اعادہ وبوجہ جراحۃ یصلی بلا وضوء ولا تیمم ولا یعید فی الاصح اور طہارت کا حال تو یہ ہے کہ ظہیریہ وغیرہ میں ہے کہ جس شخص کے دونوں ہاتھ اور دونوں پاؤں کٹے ہوں
اور اسکے چہرہ پر زخم ہو تو وہ شخص بدون وضو اور تیمم کے نماز پڑھے اور نماز کا اعادہ نکرے صحیح تر قول میں یعنے چہرہ درست ہوجانے کے بعد اُسپر اعادہ نماز کا نہیں ہے
پس دوسرے پہلے دعوی کا یعنی اس صورت میں طہارت ساقط ہوگئی ظہیریہ میں سر کا ذکر کرنے سے سکوت کیا اسواسطے کہ اکثر اعضا مجروح ہیں تو ایسی صورت میں تیمم کا حکم ہے لیکن
تیمم بھی ساقط ہوگیا ہاتھوں کے نہونے سے وانا فاقد الطہورین ففی الفیض وغیرہ انہ یتشبہ بالمصلین عندہما والیہ صح رجوع الامام وعلیہ الفتوی اور فاقد الطہورین کا تو
حال یہ ہے کہ فیض وغیرہ میں ہے کہ فاقد الطہورین نمازیوں کے مانند نماز کے افعال قیام و قعود و رکوع و سجود کرے صاحبین کے نزدیک یعنی بوجہ حرمت وقت اور اسی قول
کی طرف امام اعظم کا رجوع کرنا صحیح ہے اور اسی قول پر فتوی ہے علم یہ جواب دعوی ثانیہ کا ہے ان افعال کو نماز کہا مشابہ نماز کے کہا اسواسطے کہ جب پانی ملیگا تو اعادہ نماز کا
واجب ہوگا تو حقیقت میں یہ جواب نہیں ہوسکتا اسواسطے کہ یہ نماز کی صورت ہے نہ حقیقت نماز کی اگر حقیقت میں نماز ہوتی تو اعادہ واجب نہوتا قلت وبہ یکفر ان تعمد
الصلاۃ بلا طہر [illegible] الصلوۃ لغیر القبلۃ او مع ثوب نجس وہو ظاہر المذہب کما فی الخانیۃ میں کہتا ہوں اور ظہیریہ کے قول [illegible] سے یہ ظاہر ہوا کہ بدون
طہارت کے قصداً نماز کا پڑھنا آدمی کو کافر نہیں کر دیتا جیسے غیر قبلہ کی طرف یا ناپاک کپڑے کے ساتھ نماز پڑھنا کافر نہیں کرتا اسی یعنی عدم تکفیر ظاہر مذہب ہے چنانچہ
خانیہ یعنی فتاوی قاضی خان میں ہے کہ [illegible] ان تینوں صورتوں میں عدم تکفیر [illegible] اختلاف ہے [illegible] الصلاۃ بلا الطہارت کو قیاس کرنا صحیح
نہیں اسواسطے کہ ظہیریہ کا مسئلہ ضرورت میں مفروض ہے تو حالت اختیار کو اسپر قیاس کرنا کیونکر صحیح ہوگا وفی سیر الوہبانیۃ [illegible] کفر من صلی بغیر طہارۃ [illegible]
تلفت فی الروایات [illegible] اور وہبانیہ کی کتاب السیر میں ہے کہ اس شخص کے کفر میں جو بدون طہارت کے قصداً نماز پڑھے اختلاف ہے روایات میں کہتا ہوں کہ
مرقوم ہو چکا یعنے علماء مذہب کا اس میں اختلاف ہے اور عدم تکفیر کا قول مشہور ہے چنانچہ یہی ظاہر مذہب ہے بلکہ فقہا نے فرمایا ہے کہ اگر [illegible] پائی جاویں اور ایک
موسن کے کفر پر اور ایک روایت عدم تکفیر کی ہو اگرچہ وہ ضعیف روایت ہو تو مفتی اور قاضی اُسی ضعیف روایت پر عمل کرے [illegible] روایتوں پر [illegible]
الطہارۃ [illegible] ہم کہتے ہیں کہ کتاب الطہارۃ کا لفظ مرکب اضافی ہے یعنے دونوں لفظوں سے مرکب ہے کہ پہلے لفظ کو مضاف کہتے ہیں اور دوسرے کو
مضاف الیہ عربی زبان میں مضاف مقدم ہوتا ہے مضاف الیہ پر اور ہندی میں مضاف الیہ مقدم ہوتا ہے مضاف پر اور کا یا کی کا لفظ دونوں کے بیچ میں آتا ہے
چنانچہ کتاب الطہارۃ یعنے طہارت کی کتاب اور غلام زید یعنی زید کا غلام مبتدا او خبر ومفعول لفعل محذوف کتاب الطہارت مبتدا ہے یا خبر یا فعل محذوف کا مفعول
ہے جملہ اور کلام دو قسم ہے جملہ اسمیہ اور فعلیہ اگر پہلا جز اسم ہے تو وہ اسمیہ ہے اور اگر فعل ہے تو فعلیہ ہے جملہ اسمیہ کے پہلے جز کو مبتدا کہتے ہیں اور دوسرے جز کو خبر چنانچہ زید
قائم زید مبتدا ہے اور قائم اسکی خبر اور جملہ فعلیہ کے پہلے جز کو فعل کہتے ہیں اور دوسرے کو فاعل اور جسپر فاعل کا فعل واقع ہو وہ مفعول ہے تو اگر کتاب الطہارۃ کو
مبتدا قرار دیجے تو خبر اسکی محذوف ہے یعنی کتاب الطہارۃ ہذا اور اگر اسکو خبر کہیے تو مبتدا محذوف ہے یعنی ہذا کتاب الطہارۃ اور اگر اسکو مفعول فرض کیجے تو فعل اور فاعل
اسکا محذوف ٹھہریگا چنانچہ خذ کتاب الطہارۃ یا اقرا کتاب الطہارۃ یعنے لے کتاب الطہارۃ کو یا پڑھ اسکو مبتدا اور خبر ہونے کی صورت میں آخر کتاب پر رفع یعنی پیش
ہوگا اور مفعول ہونے میں نصب یعنی زبر ہوگا [illegible] اس تقدیر پر ہے جب کتاب الطہارۃ کو پورا کلام قرار دیجے فان ارید بہ التعداد فہی علی السکون پھر اگر کتاب الطہارۃ
کی لفظ سے شمار کا ارادہ کیا جاوے تو آخر کتاب کا حرف یعنی بے پر سکون اور جزم ہوگا یعنے جو کتابیں متن میں مذکور ہیں انکو کوئی شخص [illegible] تو حرف آخر
کتاب کا مبنی علی السکون ہوگا کیونکہ وہ حرف کا مشابہ ٹھہرا عدم اعراب میں وکسر تخلصا من الساکنین اور اسی حرف اخیر کو شمار کی صورت میں کسرہ یعنے
زیر دیا جاتا ہے تاکہ التقاء ساکنین سے نکلنا حاصل ہو پہلا ساکن با موحدہ ہے اور دوسرا ساکن طا اول [illegible] والاضافۃ لامیۃ اور کتاب الطہارۃ کی
اضافت لام والی ہے [illegible] اضافت تین قسم ہے اسواسطے کہ مضاف الیہ مضاف کا مباین ہے یا عین ہے یا ظرف ہے اگر مباین ہے تو وہاں اضافت بمعنی لام کے
جو اختصاص پر دلالت کرتا ہے چنانچہ غلام زید یعنے وہ غلام جو زید کے ساتھ خصوصیت رکھتا ہے اور اگر عین ہے مضاف کا تو وہاں اضافت بمعنی من بیانیہ ہوگی [illegible]

چنانچہ خاتم فضہ یعنی چاندی کی انگوٹھی اور اگر ظرف ہو تو وہ باب اضافت بمعنی فی ظرفیہ کے ہوتی ہے جیسا کہ صوم الیوم یعنی روزہ جو دن کے اندر واقع ہو تو جبکہ
اضافت کتاب الطہارۃ کی لامی ہوئی تو تقدیر یہ ہوئی کہ یہ کتاب جو وضع کیا گیا ہے واسطے الطہارۃ یعنی وہ کتاب جو بیان مسائل طہارت کیواسطے موضوع ہے اور چونکہ
طہارت میں کتاب نہیں ہے [illegible] اصطلاح کے ہے اضافت [illegible] اور شارح کی شرح میں جو کا تبع النظار نام ہے کہا ہے کہ یہاں اضافت
بمعنی فی [illegible] مسائل کے بیان میں [illegible] اور کتاب الطہارۃ کی تعریف جبکہ وہ نام اور لقب ہو
انہی مسائل کا [illegible] اور طہارت کی [illegible] ہے اور شارح اسکا جواب آگے دیتا ہے الراجح الخ قول راجح یہ ہے
کہ [illegible] نام [illegible] اسکی تعریف اسکے اجزا کے معلوم ہونے پر موقوف نہیں [illegible]
[illegible] قول الراجح قوی ہے کیونکہ اجزاء کے علم پر [illegible]
[illegible] شارح قول راجح [illegible] کے دونوں طرف یعنی مضاف اور
مضاف الیہ کا بیان شروع کرتا ہے فالکتاب [illegible] تو کتاب کا لفظ لغت عرب میں مصدر ہے [illegible] ملانا ایک چیز کا دوسری چیز کے ساتھ اور
صاحب بحر وغیرہ نے [illegible] کتاب کے معنی جمع حروف [illegible] اور جیسے کتاب مصدر ہے کتب کا ویسی ہی کتابت اور
کتب بھی اسکا مصدر ہے [illegible] مصدر [illegible] ماضی مضارع امر نہی وغیرہ مشتقات نکلتے ہیں اور اسکے ہندی معنی ہیں [illegible] چنانچہ [illegible]
قیام [illegible] مستقلۃ یعنی المکتوب اور اصطلاح اہل شرع میں کتاب کو مسائل مستقلہ کا سر نام اور لقب قرار دیا ہے [illegible]
[illegible] الفاظ کا جو مسائل مخصوصہ پر دلالت کریں وہی مراد ہے کتاب سے اور استقلال مسائل کا مطلب یہ ہے کہ ان مسائل کا تصور کرنا موقوف نہیں [illegible]
سے پہلے [illegible] کتاب الطہارۃ [illegible] مستقل ہے [illegible] کتاب الصلوٰۃ پر اسکے مسائل کا علم موقوف نہیں اور استقلال کا یہ مطلب نہیں کہ وہ اصل ہو
کسی کا تابع نہیں کیونکہ یہ مطلب صحیح نہیں اسواسطے کہ طہارت تابع ہے صلوٰۃ کی تو مسائل کی قید سے ان حروف اور کلمات کا جمع کرنا خارج ہوگیا جو مسائل نہیں ہیں
اور استقلال کی قید سے کتاب کی حقیقت سے باب اور فصل نکل گئی کیونکہ وہ دونوں مستقل نہیں ہیں [illegible] کتاب کی تحت میں داخل ہیں تو فصل وہ صنف ہے جو داخل ہو
اس صنف کے تحت میں جسکا باب نام ہے اور باب اس صنف کے تحت میں ہے جسکا نام کتاب ہے اور کتاب اس صنف کے تحت میں ہے [illegible]
صنف عالی ہے اور کتاب اور باب اور فصل [illegible] درجہ بدرجہ اور تعریف کتاب کی شامل ہے اسکو جسکے مسائل کی ایک ہی نوع ہے چنانچہ کتاب اللقطہ
اور اسکو جسکی بہت انواع ہیں چنانچہ کتاب الطہارۃ [illegible] اور کتاب کو [illegible] مکتوب کہا [illegible] مصدر [illegible] صیغہ [illegible] مفعول آتا ہے جیسے
لباس بمعنی ملبوس کذا فی نہر الفائق والطہارۃ [illegible] والطہارۃ مصدر طہر بالفتح وبالضم بمعنی النظافۃ لغۃ اور لغت میں طہارت بمعنی پاکیزگی مصدر ہے طہر کا جو فعل
ماضی مفتوح العین ہے اور مضموم العین بھی آیا ہے [illegible] صاحب قاموس نے [illegible] ماضی کا فتحہ اور ضمہ برابر مذکور کیا ہے اور طہارت کو ضد نجاست کہا ہے وکذا
افردہا اور شارح نے اسی واسطے طہارت کو مفرد ذکر کیا ہے یعنی چونکہ طہارت کا لفظ مصدر ہے اور اصل مصدر میں افراد ہے لہذا مصنف نے اسکو مفرد لایا نہ جمع اگرچہ طہارت کے
انواع بہت ہیں چنانچہ وضو اور غسل اور تیمم اسواسطے کہ مصدر قلیل و کثیر سب پر مستعمل ہوتا ہے وشرعا النظافۃ عن حدث او خبث اور شرع میں طہارت پاک صاف ہونا ہے
حکمی یا نجاست حقیقی سے ومن جمع نظر الی انواعہا اور جو طہارت کو بصیغہ جمع لایا یعنی جس مصنف نے کتاب الطہارات کہا اس نے طہارت کے اقسام پر نظر کی وہی کثیرۃ او
اقسام طہارت کے بہت ہیں چنانچہ وضو اور غسل پانی سے یا مٹی سے اور کپڑے یا مکان کی طہارت وحکمہا شہیرۃ اور طہارت کی حکمتیں مشہور ہیں یعنی جن امور کے
واسطے طہارت مشروع ہوئی وہ اہل دین میں مشہور ہیں از انجملہ گناہوں کا جھڑنا اور شیطان سے محفوظ رہنا وحکمہا استباحۃ ما لا یحل بدونہا اور حکم طہارت کا یعنی وہ اثر
[illegible] جو طہارت پر مترتب ہوتا ہے مباح کر لینا ہے اس عمل کا جو حلال نہیں بدون طہارت چنانچہ نماز کا پڑھنا اور مصحف کا چھونا [illegible] ثواب کو طہارت کا حکم نہ کہا اسواسطے کہ

طہارت میں ثواب لازم نہیں کیونکہ ثواب موقوف ہے نیت پر اور نیت طہارت میں شرط نہیں و سببہا ای سبب وجوبہا الایجل فعل فرضا کان او غیرہ کالصلوۃ و مس المصحف
الا انہا ای بالطہارۃ اور طہارت جب ہے اسکا سبب وہ فعل ہے جو حلال نہیں ہوتا بدون طہارت کے خواہ وہ فعل فرض ہو جیسے نماز یا فرض نہو جیسے مصحف کا چھونا مصنف نے
البحر قال بعد سرد الاقوال و نقل کلام الکمال ان الظاہر ان السبب ہو الارادۃ فی الفرض والنفل بحر الرائق کے مصنف یعنی زین الدین بن نجیم مصری نے بعد ذکر کرنے اقوال کے
سبب طہارت میں اور نقل کرنے کلام کمال الدین بن ہمام صاحب فتح القدیر حنفی کے کہا ہے کہ قول ظاہر یہ ہے کہ طہارت کا سبب ارادہ کرنا ہے نماز فرض یا نفل کا ہم طہارت
کے سبب میں چار قول ہیں پہلا قول [illegible] کا [illegible] دوسرا [illegible] طہارت کا دوسرا ایک [illegible] سبب ہے تیسرا یہ ہے کہ ارادہ نماز کا سبب ہے
یہ کہ وجوب صلوۃ سبب ہے [illegible] صاحب فتح القدیر نے تیسرے قول کو ترجیح دی کہا کہ اگر ارادہ نماز کا سبب ہو طہارت کا تو [illegible] ہے کہ جب نفل نماز کا ارادہ کرے
اور وضو کرے [illegible] نماز [illegible] حلال [illegible] نماز کا ارادہ موقوف [illegible] وضو [illegible] جواب [illegible]
[illegible] ارادہ [illegible] طہارت کا ارادہ نماز [illegible] نفل کا ارادہ ترک کرے [illegible]
کا ساقط ہو جاتا ہے [illegible] نفل نماز کا ارادہ کیا تو طہارت [illegible] نفل [illegible]
[illegible] طہارت [illegible] ساقط ہو گئی اس واسطے کہ طہارت کا وجوب تو نماز ہی کے واسطے تھا [illegible] وقال العلامۃ قاسم [illegible]
وجوب الصلوۃ او ارادۃ مالا یحل الا بہا اور علامہ قاسم نے اپنے تصحیح میں کہا کہ اقوال مذکورہ میں سے صحیح قول یہ ہے کہ وجوب طہارت کا سبب وجوب نماز ہے یا ارادہ کرنا اس فعل کا جو حلال نہیں بدون طہارت کے علامہ طحطاوی نے کہا کہ یہ قول [illegible] نماز کا [illegible] طہارت کو شامل ہو [illegible]
کہ یہاں وجوب نہیں ہے سبب کا پھر سے طہارت کا اگر یہ کہا سکو ارادہ مالا یحل کے [illegible] مع ملاحظہ [illegible] وقیل سببہا الحدث فی الحکمیۃ [illegible]
کہا کہ طہارت کا سبب حدث ہے نجاست حکمیہ میں [illegible] نجاست حکمی وہ چیز ہے کہ [illegible] اسکی نجاست ثابت ہوئی ظاہر میں کوئی نجاست [illegible]
شرعی تحل فی الاعضاء تزیل الطہارۃ اور وہ یعنی حدث شرعی صفت ہے کہ اعضا میں ساری اور طاری ہو جاتی ہے طہارت کو دور کر دیتی ہے [illegible] صفت
میں مترادف مصدر ہیں لیکن اصطلاح میں صفت عبارت ہے اس معنی سے جو موصوف میں قائم ہو اور وصف ذکر کرنا ہے موصوف کی صفت کا اگر اطلاق وصف
کا صفت پر جائز ہے کذا فی الفتح وما قیل انہ مانعیۃ شرعیۃ قائمۃ بالاعضاء الی غایۃ استعمال المزیل فتعریف بالحکم اور یہ جو کسی نے حدث کی تعریف اسطرح کی ہے کہ حدث
مانعیت شرعی ہے یعنی بحکم شرع مانع ہے نماز وغیرہ کو وہ مانعیت قائم ہے اعضا میں تا حد استعمال مزیل یعنی جب تک پانی یا خاک کا استعمال نہ ہو وہ قائم ہے تو یہ تعریف
ثمرۂ حدث سے ہے یعنی مانع نماز وغیرہ ہونا حدث کا اثر اور ثمرہ ہے اور حقیقت حدث کی وہی ہے جو مذکور ہو چکی یعنی وصف شرعی مزیل طہارت والخبث فی الحقیقیۃ
اور طہارت کا سبب نجاست جسم کی ہے نجاست حقیقی میں وہو عین مستقذرۃ شرعا اور وہ یعنی خبث جرم ناپاک گھن والی ہے شرع کے حکم سے چنانچہ بول وبراز
اور شراب شرع کی قید سے ظاہر تقذر طبعی خارج ہو گیا چنانچہ بلغم اور رینٹ وقیل سببہا القیام الی الصلوۃ اور بعضوں نے کہا کہ طہارت کا سبب قائم ہونا ہے
نماز کے واسطے یہ تیسرا قول ہے اقوال مذکورہ سے اور شارح کے بیان میں چوتھا وعزیا الی اہل الظاہر وفسادہا ظاہر اور وہ دونوں قول یعنی حدث اور خبث کا
سبب ہونا اور قیام صلوۃ کا سبب ہونا اہل ظاہر کی طرف نسبت کیا گیا ہے اور ان دونوں قولوں کا ناکارہ اور بے حقیقت ہونا ظاہر ہے ہم اہل ظاہر وہ علما ہیں جو
قرآن اور حدیث کے ظاہر مطلب پر عمل کرتے ہیں اجتہاد کے منکر ہیں از انجملہ داؤد ظاہری ہے وجہ فساد قول اول کی یہ ہے کہ حدث اور خبث طہارت زائل کرتے
ہیں پھر کسطرح انکے وجود کے خواہان ہونگے اسواسطے کہ ایک چیز وجود اور عدم کا سبب نہیں ہو سکتی اسکا جواب یوں دیا ہے کہ حدث اور خبث طہارت سابقہ
کے ناقض ہیں اور طہارت لاحقہ کے موجب ہیں تو کچھ منافات نہ رہی اور قول ثانی کی وجہ فساد یہ ہے کہ ایک وضو چند نماز کے واسطے کافی ہے اور اگر قیام کو
سبب طہارت کا قرار دیجیے تو لازم آتا ہے کہ ہر نماز کے واسطے تازہ وضو واجب ہو وقولہ تعالی اذا قمتم الی الصلوۃ فاغسلوا الآیۃ کا مطلب یہ ہے کہ جب تم ارادہ کرو

چنانچہ خاتم فضہ یعنی چاندی کی انگوٹھی اور اگر ظرف ہو تو وہاں اضافت بمعنی فی ظرفیہ کے ہوتی ہے جیسا کہ صوم الیوم یعنی روزہ جو دن کے اندر واقع ہو تو جب کہ
اضافت کتاب الطہارۃ کی لامی ہوئی تو تقدیر یہ ہوئی کہ یہ کتاب وضع کی گئی واسطے مسائل الطہارۃ یعنی وہ کتاب جو بیان مسائل طہارت کے واسطے موضوع ہے اور چونکہ
طہارت میں کتاب نہیں ہے اسلئے اضافت لامی کی استعمال کی کہ یہ اضافت میں والی نہیں ہے اور شارح کی شرح میں جو کاتب الفطار نام ہے کہا ہے کہ یہاں اضافت
بمعنی لام تقدیر پر نہیں ہے بلکہ کتاب جو مسائل کے بیان میں ہے [illegible] علم [illegible] مفرد ہے اور کتاب الطہارۃ کی تعریف جبکہ وہ نام اور لقب ہو
اُن مسائل کا جنکے وہ دونوں فرد یعنی کتاب اور طہارت کی شناخت پر موقوف ہے یا نہیں ہم یہ سوال ہے شارح اسکا جواب آگے دیتا ہے الراجح ثم قول راجح یہ ہے
کہ اسکی تعریف [illegible] نام ہے [illegible] اسکی تعریف اسکے اجزا کے معلوم ہونے پر موقوف نہیں ہے واسطے
کہ نام [illegible] چنانچہ [illegible] اور قول مرجح قوی ہے کہ ابتداء اجزا کے [illegible] پر موقوف ہے [illegible]
[illegible] چونکہ نام [illegible] چنانچہ [illegible] شارح قول راجح پر [illegible] دونوں مفرد یعنی مضاف اور
مضاف الیہ کا بیان شروع کرتا ہے فالکتاب مصدر [illegible] کتاب کا لفظ لغت عرب میں مصدر ہے جسکے معنی جمع [illegible] ایک چیز کا دوسری چیز کے ساتھ اور
صاحب بحر وغیرہ نے [illegible] کتاب کے معنی جمع حروف لکھے ہیں [illegible] اور جیسے کتاب مصدر ہے کتب کا ویسے ہی کتابت اور
کتب بھی اسکا مصدر ہے کذا فی الطحاوی مصدر وہ ہے جس سے ماضی مضارع امر نہی وغیرہ مشتقات نکلتے ہیں اور اسکے ہندی معنی ہیں لکھنا چنانچہ جاوے [illegible]
قیام کھڑا ہونا [illegible] بمعنی المکتوب اور اصطلاح اہل فقہ میں کتاب کو مسائل مستقلہ کا مرتبہ نام اور لقب قرار دیا ہے [illegible]
کرنا ان الفاظ کا جو مسائل مخصوصہ پر دلالت کریں یہی مراد ہے کتاب سے اور استقلال مسائل کا مطلب یہ ہے کہ ان مسائل کا تصور کرنا موقوف نہیں اس شے پر جو اس
سے پہلے اور پیچھے ہے سو کتاب الطہارۃ باین معنی مستقل ہے یعنی کتاب الصلوۃ پر اسکے مسائل کا علم موقوف نہیں اور استقلال کا یہ مطلب نہیں کہ وہ اصل ہے
کسی کا تابع نہیں کیونکہ یہ مطلب صحیح نہیں اسواسطے کہ طہارت تابع ہے صلوۃ کی مسائل کی قید سے ان حروف اور کلمات کا جمع کرنا خارج ہو گیا جو مسائل نہیں ہیں
اور استقلال کی قید سے کتاب کی حقیقت سے باب اور فصل نکل گئی کیونکہ دونوں مستقل نہیں ہر کتاب کی تحت میں داخل ہیں تو فصل وہ صنف ہے جو داخل ہے
اس صنف کے تحت میں جسکا باب نام ہے اور باب اس صنف کے تحت میں ہے جسکا نام کتاب ہے اور کتاب اس صنف کے تحت میں ہے جو جنس عالی ہے تو دونوں
صنف عالی ہے اور کتاب اور باب اور فصل اسکے اصناف سافلہ ہیں درجہ بدرجہ اور تعریف کتاب کی شامل ہے اسکو جسکے مسائل کی ایک ہی نوع ہو جیسا کہ کتاب اللقطہ
اور اسکو جسکی بہت انواع ہیں چنانچہ کتاب الطہارۃ اور کتاب کو جو شارح نے بمعنی مکتوب کہا تو اسوجہ سے کہ مصدر بمعنی مفعول ہے یا کہ فعال کا صیغہ ہی بمعنی مفعول آتا ہے جیسے
لباس بمعنی ملبوس کذا فی نہر الفائق والطہارۃ وہی لغۃ النظافۃ والطہارۃ مصدر طہر بالفتح والضم بمعنی النظافۃ اور لغت میں طہارت بمعنی پاکیزگی مصدر ہے طہر کا جو فعل
ماضی مفتوح العین ہے اور مضموم العین بھی آیا ہے یعنی طہارت ہم صاحب قاموس نے عین ماضی کا فتحہ اور ضمہ برابر مذکور کیا ہے اور طہارت کو ضد نجاست کہا ہے وافردنا
افردنا اور ماتن نے اسی واسطے طہارت کو مفرد ذکر کیا ہے یعنی چونکہ طہارت کا لفظ مصدر ہے اور اصل مصدر میں افراد ہے لہذا مصنف نے اسکو مفرد لایا نہ جمع اگرچہ طہارت کے
انواع بہت ہیں چنانچہ وضو اور غسل اور تیمم اسواسطے کہ مصدر قلیل اور کثیر سب پر مستعمل ہوتا ہے و شرعا النظافۃ عن حدث او خبث اور شرع میں طہارت پاک صاف ہونا ہے نجاست
حکمی یا نجاست حقیقی سے ومن جمع نظر الی [illegible] اور جو طہارت کو بصیغہ جمع لایا یعنی جس مصنف نے کتاب الطہارات کہا اسنے طہارت کے اقسام پر نظر کی وہی کثیرۃ او
اقسام طہارت کے بہت ہیں چنانچہ وضو اور غسل پانی سے یا مٹی سے اور کپڑے یا مکان کی طہارت و حکمہا شہیرۃ اور طہارت کی حکمتیں جو مشہور ہیں یعنی جن امور کے
واسطے طہارت مشروع ہوئی وہ اہل دین میں مشہور ہیں از انجملہ گناہوں کا جھڑنا اور شیطان سے محفوظ رہنا وحکمہا استباحۃ ما لا یحل بدونہا اور حکم طہارت کا یعنی وہ اثر
جو مرتب ہوتا ہے طہارت پر مباح کر لینا ہے اس عمل کا جو حلال نہیں بدون طہارت چنانچہ نماز کا پڑھنا اور مصحف کا چھونا ہم ثواب کو طہارت کا حکم نہ کہا اسواسطے کہ

طہارت میں ثواب لازم نہیں کیونکہ ثواب موقوف ہے نیت پر اور نیت طہارت میں شرط نہیں تو سببہا ای سبب وجوبہا ما لا یحل فعلہ فرضا کان او غیرہ کالصلوٰۃ ومس المصحف
ای سببہا ای بالطہارۃ اور طہارت واجب ہونیکا سبب وہ فعل ہے جو حلال نہیں ہوتا بدون طہارت کے خواہ وہ فعل فرض ہو جیسے نماز یا فرض نہو جیسے مصحف کا چھونا صاحب
البحر قال وہو سر الاقوال وقوی کلام الکمال انقلا بیان السبب ہو الارادۃ فی الفرض والنفل بحر الرائق کے مصنف یعنی زین الدین بن نجیم مصری نے بعد ذکر کرنے اقوال مختلفہ کے
سبب طہارت میں اور نقل کرنے کلام کمال الدین بن ہمام صاحب فتح القدیر محقق کے کہا کہ قول ظاہر یہ ہے کہ طہارت کا سبب ارادہ کرنا ہے نماز فرض اور نفل کا اور طہارت
کے سبب میں چار قول ہیں پہلا قول اخیر کا [illegible] ہے کہ [illegible] طہارت کا [illegible] سبب [illegible] ارادہ نماز کا سبب ہے
یہ کہ وجوب صلوٰۃ سبب ہے [illegible] صاحب فتح القدیر نے [illegible] قول پر [illegible] کہا کہ اگر ارادہ نماز کا سبب ہو طہارت کا تو اسکا مقتضی یہ ہے کہ جب نفل نماز کا ارادہ کرے
اور وضو نکرے [illegible] نماز پڑھے حالانکہ ایسا نہیں ہے [illegible] نماز کا ارادہ موقوف [illegible] وضو کرنے [illegible] اسکا جواب شارح نے دیا ہے کہ
بطریق استدراک [illegible] ذکر الزیلعی [illegible] الطہارۃ سبب [illegible] کا ارادہ نماز [illegible] نفل کا ارادہ ترک کرنے سے وجوب طہارت
کا ساقط ہو جاتا ہے ایسا ذکر کیا [illegible] باب الطہارۃ میں [illegible] نفل نماز کا ارادہ کیا تو طہارت [illegible] واجب ہوا [illegible] نفل پڑھنے سے [illegible]
تو طہارت بھی ساقط ہوگئی اسواسطے کہ طہارت کا وجوب تو نماز ہی کے [illegible] الطہارۃ [illegible] وجوب الطہارۃ
وجوب الصلوٰۃ او ارادۃ ما لا یحل الا بہا اور علامہ قاسم نے اپنے مجموعہ میں کہا کہ اقوال مذکورہ میں سے صحیح قول یہ ہے کہ وجوب طہارت کا سبب واجب ہونا ہے نماز کا
یا ارادہ کرنا اس فعل کا جو حلال نہیں بدون طہارت کے علماء کہتے ہیں کہ یہ قول [illegible] نماز کو سبب [illegible] نماز نفل کی طہارت کو شامل [illegible]
کہ یہاں وجوب نہیں ہے سبب [illegible] طہارت کا اگر یہ کہ اسکو ارادہ ما لا یحل [illegible] الاختلاف [illegible] وقیل [illegible] فی احکامہ [illegible]
کہ طہارت کا سبب حدث ہے نجاست حکمیہ میں اور نجاست حکمی [illegible] نجاست ثابت ہو [illegible] کوئی نجاست [illegible]
شرعی تحل فی الاعضاء تزیل الطہارۃ اور وہ یعنی حدث شرعی صفت ہے کہ اعضا میں ساری اور طاری ہو جاتی ہے طہارت کو دور کرتی ہے اور وصف اور صفت اور نعت
میں مترادف مصدر ہیں لیکن اصطلاح میں صفت عبارت ہے اس معنی سے جو دوسرے میں قائم ہے اور وصف ذکر کرنا ہے اور وصف کی صفت کا اگر اطلاق [illegible]
کا صفت پر جائز ہے کذا فی الفتح وما قیل انہ مانعیۃ شرعیۃ قائمۃ بالاعضاء الی غایۃ استعمال المزیل فتعریف بالحکم اور یہ جو کسی نے حدث کی تعریف اسطرح کی ہے کہ حدث
مانعیت شرعی ہے یعنی بحکم شرع مانع ہے نماز وغیرہ کو وہ مانعیت قائم ہے اعضا میں تا حد استعمال مزیل یعنی جب تک پانی یا خاک کا استعمال نہو وہ قائم ہے تو یہ تعریف
ثمرہ حدث ہے یعنی مانع نماز وغیرہ ہونا حدث کا اثر اور ثمرہ ہے اور حقیقت حدث کی وہی ہے جو مذکور ہو چکی یعنی وصف شرعی مزیل طہارت والخبث فی الحقیقۃ
اور طہارت کا سبب نجاست حقیقی ہے نجاست حقیقی میں وہ عین [illegible] شرعا اور وہ یعنی خبث ہر نا پاک گھن والی ہے شرع کے حکم سے جیسے بول
اور شراب شرع کی قید سے ظاہر [illegible] طبعی خارج ہو گیا جیسے بلغم اور رینٹ وقیل سببہا القیام الی الصلوٰۃ اور بعضوں نے کہا کہ طہارت کا سبب قائم ہونا ہے
نماز کے واسطے یہ تیسرا قول ہے اقوال مذکورہ سے اور شارح کے بیان میں چوتھا ونسبا الی اہل الظاہر وفسادہما ظاہر اور وہ دونوں قول یعنی حدث اور خبث کا
سبب ہونا اور قیام صلوٰۃ کا سبب ہونا اہل ظاہر کی طرف نسبت کیا گیا ہے اور دونوں قولوں کا فاسد ہونا ظاہر ہے اہل ظاہر وہ علماء ہیں جو
قرآن اور حدیث کے ظاہر مطلب پر عمل کرتے ہیں اجتہاد کے منکر ہیں از انجملہ داؤد ظاہری ہیں وجہ فساد قول اول کی یہ ہے کہ حدث اور خبث طہارت زائل کرتے
ہیں پھر کسطرح اسکے وجود کے خواہاں ہونگے اسواسطے کہ ایک چیز وجود اور عدم کا سبب نہیں ہو سکتی اسکا جواب یوں دیا ہے کہ حدث اور خبث طہارت سابقہ
کے ناقض ہیں اور طہارت لاحقہ کے موجب ہیں تو کچھ منافات نہیں ہے اور قول ثانی کی وجہ فساد یہ ہے کہ ایک وضو چند نماز وں کے واسطے کافی ہے اور اگر قیام کو
سبب طہارت کا قرار دیجئے تو لازم آتا ہے کہ ہر نماز کے واسطے تازہ وضو واجب ہو وقولہ تعالیٰ اذا قمتم الی الصلوٰۃ فاغسلوا الآیۃ کا مطلب یہ ہے کہ جب تم ارادہ کرو

نماز کا ادا کرنا باوضو نہو تو وضو کرو متن تنا ہو یہ التوضیح فلیراجع اہ لے المطولات و اعلم ان اثر الخلاف انما یظہر فی حق الاثم اور اسکو دریافت کرکے طہارت کا
اسکے سبب مین اختلاف کا اثر ظاہر نہین ہوتا ہو مگر تعلیقات کی مانند مین ہم تعلیق یہ کہ ایک چیز کا ہونا دوسری چیز پر معلق ہو چنانچہ مثال اسکی یہ ہے معلوم
ہو کا نحو ان وجب علیک طہارۃ فانت طالق چنانچہ اس تعلیق مین کہ زوج نے زوجہ سے کہا کہ اگر تجھپر طہارت واجب ہو گی تو تجھپر طلاق ہو پس تو ہر قائل کے
نزدیک جب سبب طہارت کا متحقق ہوگا تو طلاق واقع ہو گی چنانچہ صاحب بحر کے نزدیک ارادہ نماز کے اور حدث اور خروج وقت کے نزدیک اور قسم امام
اسنائی الحلوانی سے ظاہر اللہ کے نزدیک اور وجوب نماز ہے علامہ قاسم کے نزدیک طلاق واقع ہو گی و ان الاثم للاجماع علی عدمہ بالتاخیر عن الحدث
ذکرہ فی التوشیح اس اختلاف کا ثمرہ گناہ مین ظاہر نہوگا کیونکہ سب کا اتفاق ہے گناہ کے نہونے مین بسبب تاخیر ہونے وضو اور غسل کے حدث سے ایسا ذکر
کیا ہے توشیح مین وہ الرفع مافی السراج من اثبات الثمرۃ من جہۃ الاثم بل وجوبہا موسع بدخول الوقت کالصلوۃ فاذا ضاق الوقت صار الوجوب فیہا مضیقا اور توشیح
کے کلام مذکور سے دفع ہوگیا وہ جو سراج وہاج مین ہے ثمرہ اختلاف کا ثابت کرنا گناہ مین بلکہ وجوب طہارت وسعت کے ساتھ ہے وقت کے آنے سے جیسے نماز
کے ادا کرنے مین وسعت ہے پھر جبکہ وقت تنگ ہوا تو طہارت اور نماز مین وجوب تنگی کے ساتھ ہوگا یعنے جب وقت تنگ ہوگا تو تاخیر طہارت اور نماز کی گنجایش
نرہیگی و شرائطہا ثلثۃ عشرۃ علی مافی الاشباہ اور طہارت کی شرطین تیرہ ہین بنا براس بیان کے جو اشباہ مین ہے ہم شرائط جمع ہے شریطہ کی اور شریطہ بمعنی شرط ہے اور
شرط وہ ہے جسکے عدم سے عدم مشروط کا لازم آوے اور اسکے وجود سے مشروط کا نہ وجود لازم ہو نہ عدم کذا فی الطحطاوی شرائط وجوبہا تسع ازانجملہ وجوب طہارت کی
نو شرطین ہین ہم شرائط وجوب کی انکو کہتے ہین کہ جب وہ شرطین مجتمع ہون تو آدمی پر طہارت کرنا واجب اور لازم ہو و شرائط صحتہا اربع اور صحت طہارت کی
شرطین چار ہین ہم شرائط صحت انکو کہتے ہین کہ طہارت بدون ان شرطون کے صحیح نہو اور یہ لازم نہین کہ جب وجوب کی شرط موجود نہو تو صحت کی بھی شرط موجود نہو دیکھو
لڑکا جبکہ طہارت کرے تو اسکی طہارت صحیح ہو گی حالانکہ طہارت کرنا صغیر پر واجب نہین و نظمہا شیخ مشائخنا العلامۃ علی المقدسی شارح نظم الکنز فقال ہ شرط الوجوب
العقل والاسلام ہ وقدرۃ ماء والاحتلام ہ اور ان شرائط کو نظم کیا ہمارے استادون کے استاد علامہ علی مقدسی کنز منظوم کے شارح نے سو یون کہا کہ وجوب
طہارت کی شرط عقل ہے اور اسلام اور قادر ہونا مطہر کے استعمال پر اور پانی کا ہونا اور احتلام یعنی بالغ ہونا ہم تو مجنون پر اور کافر پر اور مقطوع الیدین والرجلین پر اور
فاقد الطہورین پر یعنی جسکو پانی اور خاک پاک نملے اور صغیر پر طہارت واجب نہین ہ وحدث ونفی حیضہا وعدمہ ہ نفاسہا وضیق وقت قد عمم ہ اور وجود حدث کا اصغر
ہو یا اکبر اور عدم حیض اور عدم نفاس اور تنگی وقت کی جسکو ہم کر آئے یہ نو شرطین ہین وجوب طہارت کی ہم تو متوضی غیر جنب پر اور حیض اور نفاس والی عورت پر
اور وقت صلوۃ کے آنے سے پہلے طہارت واجب نہین ہ و شرط صحۃ عموم البشرۃ ہ بماء الطہور ثم فی الاثرۃ ہ فقد نفاسہا وحیضہا والخ ہ بزوال کل مانع عن
البدن ہ اور صحت طہارت کی شرط تمام ظاہر جلد پر مطہر پانی کا گذرنا پھر دوسری اور تیسری شرط عورت کے حق مین منقطع ہونا اسکے نفاس اور حیض کا اور چوتھی شرط
صحت کی دور ہونا مانع طہارت کا بدن سے چنانچہ آنکھ کا کیچڑ یا موم بدن پر چپکا ہو ہم طحطاوی نے کہا کہ عدم حیض ونفاس وجوب طہارت کی بھی شرطین ہین اور صحت
طہارت کی بھی لیکن جہت مختلف ہے تو وجوب ہے خطاب کی وجہ سے اور صحت ہے ادائے واجب کی وجہ سے وجعلہا بعضہم اربعۃ اور بعضے عالمون نے طہارت کی شرطون
کو چار قسم ٹھہرایا ہے شرط وجود بالحسی ایک قسم طہارت کی وجود محسوس کی شرط ہے یعنے وہ شرط کہ طہارت بدون اسکے خارج مین محسوس اور مشاہد نہو سو اسمین تین
شرطین ہین وجود المزیل والمزال عنہ والقدرۃ علی الازالۃ ایک تو پایا جانا اس چیز کا جو نجاست کو زائل کرے چنانچہ پانی مثلا دوسرے ہونا اس چیز کا جس سے
نجاست دور کیجاے چنانچہ بدن اور کپڑا مثلا تیسرے قادر ہونا ازالہ پر یعنے مزیل نجاست کو استعمال کر سکنا و شرط وجود بالشرعی دوسری قسم طہارت کی
وجود شرعی کی شرط ہے یعنی وہ شرط کہ طہارت کا وجود شریعت مین معتبر نہو بدون اسکے کذا فی الطحطاوی کون المزیل مشروع الاستعمال فی مثلہ شرط مذکور ہو یا ہم
مزیل کا مشروع الاستعمال اسی طرح کی مشروع ہین چنانچہ طاہر مطہر پانی کا استعمال کرنا وضو اور غسل مین مشروع ہے خلاصہ یہ ہے کہ جس مزیل کو جس مزال عنہ

کے واسطے شریعت مین مقرر کیا ہوا ہی سے وہان طہارت حاصل ہوگی نہ اور چیز سے مثلاً خشک ہونے سے زمین اور عمارت اور درخت پاک ہوگا نہ کپڑا اور نہ
بدن اور برتن و شرط وجوبہا التکلیف والحدث تیسری قسم وجوب طہارت کی شرط مکلف ہونا یعنے عاقل بالغ مسلم ہونا اور محدث ہونا ہم نے چار شرطین ہین
عقل بلوغ اسلام حدث و شرط صحتہا صدور المطہر من اہلہ فی محلہ مع فقد مانعہ چوتھی قسم صحت طہارت کی شرط صادر ہونا پاک کرنے والی چیز کا اہل طہارت سے
اسکے محل مین مانع طہارت نہونے کے ساتھ ہم اہل طہارت سے مراد یہ ہی کہ حائض اور نفسا نہو اور محل طہارت سے مراد کل بشرہ ہی اور عدم مانع سے مراد یہ ہی کہ اثنائے طہارت
مین ناقض نہو کذا فی الطحطاوی ونظمہا فقال سے نظم شروط الوضوء حمید مقسمہ فجاء اربع وثمان یہ اور بعض نے مذکورہ شرائط طہارت کو نظم کیا اور کہا کہ مناسب
یہ ہی کہ وضو کی ضروری شرطون کو جو قسم ہم ہی چار اور آٹھ یعنے بارہ شرطین ہین سے فشرط وجود الحس ... اعتقاد و قدرۃ امکان فعل
الماء الطہور ... وضو کی تین شرطین ہین ایک تو اعضا کا سلامت ہونا ... دوسری شرط قدرت
خالص پانی کے استعمال کرنے کے واسطے اور وہ پانی تیسری شرط ہی شرطین مذکور ہین ... وجود الشیء
یا معانی مطلق یا ... طہارت ... اور وجود شرعی کی شرط کو ... پانی ہی اسکے پاک ہونے کے ساتھ
اور اسکے پاک کرنے کے بھی ساتھ ... بیان سے ... وجود شرعی طہارت کی تین شرطین ہین ایک تو پانی کا مطلق ہونا دوسرے
اسکا پاک ہونا تیسرے اسکا مطہر ہونا یعنے پاک کرنے والا ان شرطون کو شرطین کون المزیل مشروع الاستعمال ... تغیر کیا پانی
اضافت کے بولا جائے اسکے مقابل پانی مقید ہی جو اضافت کے ساتھ بولا جاتا ہی جیسا ... کا پانی یا انار ... کا پانی ... سے
وضو اور غسل درست نہین چنانچہ آگے معلوم ہوگا سے و شرط وجوبہ ... اسلام بالغ ... الحدیث التمییز بالعقل ... اور وجوب طہارت کی شرط اسلام ہی
جوان کا حدیث کے ساتھ اور تمیز کرنا عقل سے ... فوائد کے قصد کرنے والے ہم یعنے وجوب طہارت کی چار شرطین ہین اسلام بلوغ عقل حدث
دریافت کرنا چاہیے کہ بعض نسخے در المختار مین ... با عاقل ... سو یہ صحیح نہین ... اور طحطاوی اور حلبی در المختار
کے محشیون نے عاقل کی تصریح کی ہی اور اسکی تفسیر یا قاصد الفوائد کی ہی طحطاوی نے کہا تو عاقل اسم فاعل ہوا الخ ... اور حلبی نے ... بیشک
کہا ہی سے و شرط التعمیم الوضوء ... زوال ... ادراک ... الشان ... پہلے شرط زائل ہونا اس
میل کچیل کا کہ پانی کو بدن پر نہ پہنچنے دے چنانچہ موم اور آنکھ کا کیچڑ پھر دوسری شرط یہ ہی (واہ کیا تصحیح ہی) کہ وضو کے اندر کوئی ناقض نہ آوے ... ناخون
کے ٹکڑے سے و زید علیہا ... التقاطر ... الغسلات ... الثانی ... اور ان دونون شرطون پر دھونے کے ساتھ پانی کا ٹپکنا بھی زیادہ کیا گیا ہی
یہ شرط امام ثانی یعنے ابویوسف رح کے نزدیک نہین ہی مگر تقاطر کا قول معتبر ہی ہم مذہب حنفی کی کتابون مین امام بولتے ہین امام اعظم نعمان بن ثابت ابوحنیفہ
کو اور ثانی کہتے ہین قاضی ابویوسف یعقوب رح کو جو بڑے شاگرد ہین امام کے اور ثالث کہتے ہین محمد بن حسن رح شیبانی کو جو دوسرے درجہ کے شاگرد ہین
امام رح کے اور شیخین بولتے ہین امام رح اور یوسف رح کو اور طرفین کہتے ہین امام رح اور محمد رح کو اور صاحبین کہتے ہین ابویوسف رح اور محمد رح کو اس
اصطلاح کو یاد رکھنا چاہیے وصفتہا فرض للصلوۃ اور صفت طہارت کی یہ ہی کہ وضو فرض ہی نماز کے لیے خواہ نماز فرض ہو خواہ نفل و واجب للطواف اور واجب
ہی کعبہ معظمہ کے طواف کے واسطے قیل ومس المصحف للقول بان المطہرین الملائکۃ اور بعضون نے کہا اور وضو واجب ہی مصحف کے چھونے کے واسطے اس
قول کی وجہ سے کہ مطہرین سے ملائکہ مراد ہین ہم یعنے اس آیت مین کہ (لا یمسہ الا المطہرون) ہاتھ نہین لگاتے اسکو مگر پاک لوگ دو قول ہین ایک قول یہ ہی
کہ مطہرین سے ملائکہ مقربین مراد ہین اور کتاب سے لوح محفوظ مراد ہی اور دوسرا قول یہ ہی اور اسی قول پر اکثر مفسرین ہین کہ کتاب سے قرآن ہی ...
مرکب ہو ... دلالت کرتے ... [illegible]

ثابت نہیں ہوتا واجب ثابت ہوتا ہی تو جو شخص کہتا ہی کہ مس مصحف کے واسطے طہارت فرض ہی تو مراد اسکی یہ ہی کہ فرض عملی ہی کذا فی الطحطاوی بالایضاح وسنۃ للنوم
اور وضو سنت ہی سونے کے وقت ہم فتاوی قاضی خان میں ہی کہ جب سونے کا ارادہ کرے تو وضو کرنا مستحب ہی اور شارح نے اسکو سنت کہا ہی ومندوب فی
نیف وثلثین موضعا ذکرتہا فی الخزائن منہا بعد کذب وغیبۃ وقہقہۃ وشعر واکل جزور وبعد کل خطیئۃ وللخروج من خلاف العلماء اور وضو مستحب ہی تیس اور
کئی مقام میں جنکو میں نے خزائن میں ذکر کیا ہی ازانجملہ بعد کذب اور غیبت اور قہقہہ مار کے ہنسنے اور شعر خوانی اور اونٹ کے گوشت کھانے کے بعد اور ہر گناہ
کے بعد صغیرہ ہو یا کبیرہ اور عالموں کے اختلاف سے بچنے کے واسطے ہم وہ شعر خوانی مراد ہی جو گیتوں اور مدح نبوی سے خالی ہی اور بعضوں کے نزدیک
اونٹ کے گوشت کھانے سے وضو کرنا واجب ہی بظاہر حدیث کی دلالت سے اختلاف علما کی مثال چنانچہ مس ذکر اور مس عورت امام شافعی رح کے نزدیک
وضو کا ناقض ہی لیکن ہمارے نزدیک ناقض نہیں تو اگر ہاتھ وہاں لگ جاوے تو مستحب ہی کہ پھر وضو کرے تاکہ بالاتفاق نماز ادا ہو کذا فی الطحطاوی صاحب دلائل الاسرار
نے کہا میں نے خزائن کی طرف رجوع کیا وہاں فقط وضو کی مداومت اور وضو پر وضو کرنا مذکور ہی لیکن شرنبلالی نے مستحبات مذکورہ کو یوں نقل کیا ہی کہ مستحب ہی
سونے کے بعد بیدار ہوکر اور وضو پر مداومت اور وضو پر وضو کرنا جبکہ مجلس بدلے اور میت کے غسل دینے کو اور اسکے اٹھانے کو اور نماز کے ہر وقت میں
وضو کرنا اور جنابت کے غسل سے پہلے وضو کرنا اور کھانے اور پینے اور سونے اور جماع کے وقت اور غصہ کرنے کے سبب سے اور قرآن اور حدیث کے
پڑھنے کے واسطے اور حدیث کی روایت اور علم کے درس کے لیے اور اذان اور اقامت اور خطبہ پڑھنے کے واسطے اگرچہ نکاح کا خطبہ ہو اور رسول کریم
صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کی زیارت کے واسطے اور وقوف عرفات اور سعی کے واسطے اور کتب شرعیہ کے چھونے کے لیے انکی تعظیم کی جہت سے انتہی اور
نہر الفائق میں ہی اور عورت کے محاسن دیکھکر اور مطلق ذکر کے واسطے اور ہر نماز کے واسطے اگرچہ وضو موجود ہو کہ شاید غیبت اور کذب صادر ہوا ہو سو اگر وضو نہو سکے
تو تیمم ہی کرلے اور گناہ دور ہونے کی نیت کرے ایسا ہی فتاوی صیرفیہ میں لکھا ہی شارح کی مذکورات کے ساتھ تیس اور کئی مقام ہیں جنمیں وضو مستحب ہی انتہی
ما فی دلائل الاسرار ورکنہا غسل ومسح وزوال نجس اور طہارت کا رکن دھونا ہی اور مسح کرنا اور نجاست کا دور ہوجانا ہی بحر الرائق میں ہی کہ طہارت کے ارکان
حدث اصغر میں تین عضو کا دھونا اور چوتھائی سر کا مسح کرنا اور حدث اکبر میں سارے بدن کو دھونا اور نجاست میں سارے بدن کا دھونا اور نجاست
حقیقی میں جو نظر آتی ہی تو اسکے جسم کو دور کرنا اور جو نظر نہ آتی ہو تو اسکی جگہ کو تین بار دھونا اور ہر بار نچوڑنا اور اگر اسکا نچوڑنا ممکن نہو تو ہر بار دھوکر خشک کرنا انتہی شارح
کے بیان میں یہ سب آگیا اور نچوڑنے اور خشک کرنے کو شارح نے اسواسطے بیان نکیا کہ وہ دونوں رکن طہارت کے نہیں ہیں بلکہ طہارت کی شرطیں ہیں کذا فی الطحطاوی
وآلتہا ماء وتراب ونحوہما اور طہارت کا ہتھیار یعنے جس سے طہارت حاصل ہو وہ پانی اور مٹی ہی اور مانند انکے چنانچہ زمین کا خشک ہونا اور موزہ رگڑنا چنانچہ آگے
اسکا ذکر آویگا ودلیلہا آیۃ اذا قمتم الی الصلوۃ اور وجوب طہارت کی دلیل اذا قمتم الی الصلوۃ کی آیت ہی ہم پوری آیت یوں ہی یا ایہا الذین امنوا اذا قمتم الی الصلوۃ
فاغسلوا وجوہکم وایدیکم الی المرافق وامسحوا برءوسکم وارجلکم الی الکعبین وان کنتم جنبا فاطہروا وان کنتم مرضی او علی سفر او جاء احد منکم من الغائط او لامستم النساء
فلم تجدوا ماء فتیمموا صعیدا طیبا فامسحوا بوجوہکم وایدیکم منہ ما یرید اللہ لیجعل علیکم من حرج ولکن یرید لیطہرکم ولیتم نعمتہ علیکم لعلکم تشکرون یعنے اے ایمان والو
جب تم اٹھو نماز کو تو دھولو اپنے چہرے اور ہاتھ کہنیوں تک اور مل لو اپنے سروں کو اور پانوں کو ٹخنوں تک اور اگر تمکو جنابت ہو یعنے غسل کی حاجت ہو تو خوب طرح
پاک صاف ہو اور اگر تم بیمار ہو یا مسافر یا کوئی شخص تم میں سے آیا ہی جائے ضرور سے یا ہاتھ لگایا تم نے عورتوں کو یعنے انسے صحبت کی پھر نپاؤ پانی تو قصد کرو زمین
پاک کا اور مل لو اپنے چہرے اور ہاتھ وہاں سے اللہ نہیں چاہتا کہ تمپر کچھ مشکل رکھے لیکن چاہتا ہی کہ تمکو پاک کرے اور اپنا احسان پورا کیا چاہتا ہی تمپر شاید
کہ تم احسان مانو تو یہ آیت مقدمہ طہارت صغری اور کبری یعنے وضو اور غسل کو اور طہارت آبی اور خاکی سب کو شامل ہی وہی تمہیں کافی اجماعا اور وہ آیت مدنی ہی
لیکن مدینہ منورہ میں نازل ہوئی بہ اتفاق مفسرین پھر یہ آیت سورۂ مائدہ میں ہی اور وہ سورت قرآن میں سب سے پیچھے نازل ہوئی سیوطی نے اتقان میں کہا

اور مدنی وہ ہے جو ہجرت کے بعد نازل ہوئی اگرچہ غیر مدینہ میں اُسکا نزول ہوا ہو اور مکی وہ ہے جو ہجرت سے پہلے نازل ہوئی اگرچہ غیر مکہ میں اُسکا نزول ہوا ہو یہی قول صحیح تر ہے کذا فی الطحطاوی (واتفق اہل السیر ان الوضوء والغسل فرضا بمکۃ مع فرض الصلوۃ بتعلیم جبریل علیہ السلام) اور اہل سیر یعنی رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت اور احوال کے بیان کرنے والوں نے اتفاق کیا ہے اسپر کہ وضو اور غسل یہ دونوں مکہ معظمہ میں فرض ہوئے نماز کے فرض ہونے کے ساتھ جبریل علیہ السلام کی تعلیم سے (وانہ علیہ الصلوۃ والسلام لم یصل قط الا بوضوء) اور اسپر اتفاق کیا ہے کہ نبی علیہ الصلوۃ والسلام نے کبھی نماز بدون وضو کے نہیں پڑھی ہم یہ جواب ہے اس سوال کا کہ شاید آنحضرت نے بدون وضو کے نماز پڑھی ہو اور یہ عدم فرضیت وضو کی دلیل ہو (بل شریعۃ من قبلنا) بدلیل ہذا وضوئی ووضوء الانبیاء من قبلی بلکہ وضو کرنا شریعت ہے پہلے لوگوں کی اس حدیث کی دلیل سے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم نے وضو کرکے فرمایا کہ یہ میرا وضو ہے اور ان پیغمبروں کا ہے جو مجھ سے پہلے تھے (وقد تقرر فی الاصول ان شرع من قبلنا شرع لنا اذا قصہ اللہ تعالی ورسولہ من غیر انکار ولم یظہر نسخہ) اور البتہ اصول کے علم میں یہ امر ثابت ہو چکا ہے کہ اگلے لوگوں کی شریعت ہماری بھی شریعت ہے یعنی اہل اسلام کو بھی اُسپر عمل کرنا چاہیے بشرطیکہ اللہ تعالی نے قرآن مجید میں اور اسکے رسول نے حدیثوں میں اُسکا بیان کردیا ہو بدون انکار کے یعنی انکار نہ کیا ہو اسکا اور اسکا منسوخ ہونا ظاہر نہ ہوا ہو ہم شریعت سابقہ کا بیان قرآن میں ہے کقولہ تعالی وکتبنا علیہم فیہا ان النفس بالنفس اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا بیان فرمانا احادیث میں چنانچہ معلوم ہو تو شریعت کا بیان کرنا چاہیے کہ یہاں ایک سوال وارد ہوتا ہے کہ آیت کا کیا فائدہ ہے کہ جب فرض ہو چکا مکہ معظمہ میں نماز کے ساتھ جبریل علیہ السلام کی تعلیم سے اور یہ شریعت سابقہ بغیر نسخ کے ہمکو ثابت ہے کہ سورہ مائدہ میں آیت وضو کے نازل کرنے کا کیا فائدہ ہے اسکا جواب شارح نے اسکے قول میں دیا (فما فائدۃ نزول الآیۃ تقریر الحکم الثابت وتاکید الاختلاف العلماء الذی ہو رحمۃ) تو فائدہ نزول آیت وضو کا ثابت کردینا ہے اُس حکم کا جو قبل نزول کے ثابت تھا اور دوسرا فائدہ حاصل ہونا عالموں کے اختلاف کا جو رحمت ہے امت کے واسطے ہم تاکہ وضو جزء ہو وے مستقل نہیں بلکہ تابع نماز ہے تو احتمال تھا کہ امت کے لوگ اسکی شان کا اہتمام نہ کریں اور اسکی شرائط و ارکان کی مراعات میں تساہل کریں باوجود بعد زمانے اور انقراض ناقلین کی وجہ سے برخلاف اسکے جبکہ اثبات وضو کا ساتھ نص متواتر کے ہوا جو ہر زمانے میں اور ہر زبان میں باقی ہے تو احتمالات مذکورہ کی گنجائش نہ رہی اور علما کا اختلاف جو آیت مذکورہ کے عدد فرائض میں ہے سو بعضے عالم کہتے ہیں کہ فرض چار ہیں اور بعضے زیادہ کہتے ہیں اور بعضے استیعاب کو جائز رکھتے ہیں اور بعضے فقط [illegible] اور جس عضو کے مسح کرنے کا حکم ہے اُسمیں اختلاف ہے کہ کل عضو کا مسح مراد ہے یا بعض کا یا اس سے بھی کم کذا فی الطحطاوی اور اختلاف علما کا رحمت ہونا دیباچہ کتاب میں مذکور ہو چکا ہے (وفیہ اشتمالہا علی سبعۃ امور) یعنی [illegible] فوائد الہدایۃ فی تیمم الضیاء [illegible] فائدہ نزول آیت طہارت کے نزول میں حالانکہ وہ آیت شامل ہے ستر اور کئی حکموں پر ضیاء کے باب التیمم میں فوائد ہدایہ سے مشروحا مذکور ہیں (وکلہا مثنی) اور حالانکہ آیت مذکورہ شامل ہے آٹھ چیزوں پر کہ ہر ایک اُنمیں سے دو دو ہیں یعنی ہر واحد میں دو شی ہیں تو سب سولہ ہوئے (طہارتین الوضوء والغسل) شامل ہے دو طہارت پر کہ وضو اور غسل ہے (ومطہرین الماء والصعید) اور دو پاک کرنے والوں پر کہ پانی اور خاک ہے (وحکمین الغسل والمسح) اور دو حکموں پر کہ دھونا اور مسح کرنا ہے (وموجبین الحدث والجنابۃ) اور طہارت کے دو موجب پر کہ حدث اور جنابت ہے (ومبیحین المرض والسفر) اور تیمم کے دو مباح کردینے والوں پر کہ بیماری ہے اور سفر ہے (ودلیلین التفصیلی فی الوضوء والاجمالی فی الغسل) اور دو دلیلوں پر دلیل تفصیلی وضو میں اور دلیل اجمالی غسل میں ہم وضو میں دھونے اور مسح کرنے کے اعضا میں مفصل بتایا اور غسل میں اسی قدر مجمل فرمایا کہ فاطہروا یعنی طہارت کرو اعضا کی تفصیل نہ فرمائی (وکنایتین الغائط والملامسۃ) اور دو کنایہ پر کہ غائط اور ملامست ہم کنایہ وہ لفظ ہے کہ معنی مراد پر صریحا دلالت نہ کرے سو غائط لغت میں پست مکان کو کہتے ہیں یہاں قضاء حاجت البشری مراد ہے اسلیے کہ عرب جب قضاء حاجت کا ارادہ کرتے تھے تو پست مکان کی طرف جاتے تھے اور ملامست لغت میں ہاتھ لگانے کو یا چھونے کو کہتے ہیں

مراد جامع ہے اسلیے کہ جو جامع کا ارادہ کرتا ہے تو وہ بہر، وکامت سے شروع کرتا ہے کذا فی الطحطاوی وکرامتین تطہیر الذنوب وآثام الشہداء یعنی شہید تو
سے واوہم علی الوضوء ... اور کو ... بہرہ اور دو بزرگیوں پہنچنے حق تعالی نے اپنے مومن بندوں کو طہارت میں دو طرح کی بزرگی عطا کی ایک تو
گناہوں سے پاک کر دینا فی قولہ تعالی لیطہرکم اور نعمت کو پورا کر دینا فی قولہ تعالی ولیتم نعمتہ علیکم تاکہ نعمت ہو اسکے شہید ہو کر مرنے سے اس حدیث کی دلیل
کہ جو وضو کرنے پر ہیشگی کریگا وہ شہید مریگا ایسا ذکر کیا ہے جوہرہ میں جاننا چاہیے کہ شرح میں یا ایھا فقال یا ایھا الذین آمنوا بالغیبۃ دون انتم لیسیم کل من آمن الی یوم القیمۃ
قال ان ... وکانہ یعنی ان فی الآیۃ التفاتا وتحقیق خلافہ اور نہیں فرمایا آمنوا غائب کے صیغہ سے انتم مخاطب کے صیغہ سے تاکہ سواے
اور غائب شامل رہے ہر ایک اس شخص کو جو ایمان لاتا جاے قیامت تک ... اور شاید کہ یہ قول ... ہو کہ آیت وضو میں التفات ہو
حاضر سے غائب کی طرف اور قول محقق ... کہ ... غائب بولنے کے مقام پر حاضر بولا جاے اور حاضر کے موقع پر
غائب سو یعنی جاننا یا ایھا الذین آمنوا کو التفات کے قبیل سے ... اسواسطے کہ آمنوا غائب کا صیغہ ہے اور انتم حاضر کا صیغہ ہے اور ...
کا مخاطب ہونے کی وجہ سے ہے کہ اسکی ضمیر حاضر کی ضمیر ہے اور قول صحیح ہے کہ یہاں التفات نہیں ہے اسلیے کہ آمنوا صلہ ہے الذین کا اور صلہ اسم ظاہر
غائب کے ہیں اور جو ضمیر کہ صلہ سے راجع ہوتی ہے وہ ... نہیں ہوتی ہے وہ غائب ہے کذا فی العینی شرح الہدایۃ خلاصہ یہ ہے کہ صیغہ التفات ...
کہ حاضر کے محل میں غائب کا صیغہ ہوتا ہے یہاں غائب کا صیغہ ... فی الوضوء باذا المحققۃ وفی الجنابۃ بان المشکوکۃ للاشارۃ الی ان الصلوۃ
من الامور اللازمۃ والجنابۃ من الامور العارضۃ ... وضو کے بیان میں اذا کا لفظ لایا جو تحقق اور ثابت ہونے پر دلالت کرتا ہے اور جنابت
میں ان کا لفظ لایا جو مشکوک اور متردد ہونے پر دلالت کرتا ہے تاکہ اسکی طرف اشارہ ہو کہ قیام الی الصلوۃ امور لازمہ سے ہے اور جنابت امور عارضہ
سے ہے اور ان شرطیہ ... اگر وقوع شرط کا یقین ہو یا امید قوی ہو تو وہاں اذا کا لفظ بولتے ہیں اور اگر وقوع شرط کا یقین نہ ہو یعنی متردد
ہو ... تو وہاں ان کا لفظ بولتے ہیں جب یہ معلوم ہوا تو دریافت کرنا چاہیے کہ وضو میں حق تعالی نے اذا قمتم الی الصلوۃ فرمایا
اسواسطے کہ نماز کے واسطے اٹھنا امور لازمہ سے ہے اور ... غالب الوجود ہے کہ رات دن میں پانچ بار نماز فرض ہے اسواسطے اذا کا لفظ
امر ثابت پر دلالت کرتا ہے ذکر کیا اور جنابت میں ان کنتم جنبا فرمایا کہ وہ بہ نسبت نماز کے قلیل الوجود ہے اور امور عارضہ متردد ...
وجہ سے کہ ان کا لفظ جو شک اور تردد پر دلالت کرتا ہے ارشاد کیا کذا فی العینی وصرح بالحدث فی الغسل والتیمم دون الوضوء ...
والحدث شرط ... الغسل علی الغسل والتیمم علی التیمم عبثا والوضوء علی الوضوء نور علی نور اور حق تعالی نے حدث کو صریحا ذکر کیا غسل اور تیمم میں
نہ وضو میں تاکہ معلوم ہو کہ البتہ وضو سنت ہے بدون حدث کے اور فرض ہے حدث کے ساتھ اور حدث ثانی کی شرط ہونا اول کی یعنی غسل و تیمم کی شرط ...
وضو کی تو ایک غسل پر دوسرا غسل کرنا اور ایک تیمم پر دوسرا تیمم کرنا عبث اور بیفائدہ ہوگا اور ایک وضو پر دوسرا وضو کرنا نور علی نور ہے ہم طحطاوی نے کہا شارح
کا کلام سے نکلتا ہے کہ تیمم اور غسل نہیں ہوتے ہیں مگر فرض ... ہے کہ غسل چند مواضع میں مستحب ہوتا ہے اور چند مواضع میں سنت اور اسی طرح تیمم کرنا وضو
کے قائم مقام ہوتا ہے یعنی عدم فرضیت میں جیسا کہ ... سونے کے وقت اور مسجد میں جانے کے واسطے تو غسل اور تیمم کا فقط فرض ہونا ثابت نہ ہوا ارکان الوضوء
... وضو کے رکن چار ہیں ... ہر چیز کی جانب قوی کو ... اور وضو ماخوذ ہے وضاءت سے جو بمعنی لطافت اور حسن کے ہے اور وضو بالضم
... ہے اور بالفتح وہ پانی ہے جس سے وضو کرتے ہیں اور اصطلاح شرع میں وضو عبارت ہے اعضاء ثلثہ کے دھونے اور سر کے مسح کرنے سے عبر بالارکان لانہ فید
... ارکان کو فرائض کہا ... اسواسطے کہ رکن کہنا مفید ہے ... اسلیے کہ رکن اخص ہے فرض سے اور تاکہ معلوم ہو کہ جن کتابوں
میں فروض الوضوء ذکر ہے وہاں فروض سے ارکان مراد ہیں کذا فی شرح المصنف رکن فرض ہے اسلیے خاص ہوا کہ رکن اس فرض کو کہتے ہیں جو ماہیت ۱۴

یعنی شی کی حقیقت میں داخل ہو بہ خلاف فرض کے کہ داخل اور خارج ماہیت کو یعنی رکن اور شرط دونوں کو فرض بولتے ہیں مع سلامتہ عما یقال ان ارید
بالفرض القطعی یرد تقدیر المسح بالربع وان ارید العملی یرد المغسول اور باوجود سلامت رہنے اس تعبیر کے اس اعتراض سے جسکا بیان یوں ہے کہ جن کتابوں
میں تعبیر بفرض وضو ہے اگر فرض سے فرض قطعی مراد ہے تو اعتراض وارد ہوتا ہے چوتھائی سر مقدار معین کرنے کا عضو ممسوح میں کیونکہ یہ قطعی نہیں ہے لہذا اسمیں اختلاف ہے
اہل اجتہاد کا اور اگر فرض سے فرض عملی مراد ہے تو عضو مغسول کا اعتراض وارد ہوتا ہے اسواسطے کہ عضو مغسول کا دھونا قطعی ہے نہ عملی وان اجیب عنہ بالتخصیص [illegible]
شرح الملتقی اگرچہ اس اعتراض کا وہ جواب دیا گیا ہے جسکو [illegible] خلاصہ کرکے ملتقی الابحر کی شرح میں ذکر کیا ہے [illegible] شرح الملتقی کے ایک یہ جواب ہے کہ قطعی فرض
مراد ہے اور اعتراض ممسوح کا یہ جواب ہے کہ اصل مسح فرض قطعی ہے کہ قرآن مجید سے ثابت ہے اگرچہ اسکی مقدار میں اختلاف ہے کذافی الطحطاوی ثم الرکن ما کان فرضا
داخل الماہیۃ واما الشرط فما کان خارجہا فالفرض اعم منہما پھر اسکو معلوم کرنا چاہیے کہ رکن وہ فرض ہے جو ماہیت میں داخل ہو اور شرط وہ فرض ہے جو ماہیت سے
خارج ہو تو فرض رکن اور شرط دونوں سے عام ہے یعنی دونوں کو شامل ہے [illegible] اور فرض [illegible]
واسطے آثار کذافی الطحطاوی عن ابن امیر حاج [illegible] فرض کہ قطعی اور ظنی [illegible] کا اصل مسح الراس
اور فرض قطعی وہ عمل ہے جسکا لازم ہونا قطعی اور یقینی ہو اس وجہ سے کہ اسکا منکر کافر ہو جاتا ہے یا اسکا منکر فاسق [illegible] جیسا کہ نفس مسح سر یا چوتھائی سر میں مقدار
ہم فرض قطعی کو فرض اعتقادی بھی کہتے ہیں اسواسطے کہ عمل کے ساتھ اسکا اعتقاد بھی فرض ہے [illegible] اور فرض اصطلاح شرع میں وہ ہے
جو ایسی دلیل قطعی سے ثابت ہو جس میں کچھ شبہ نہیں جیسا کہ قرآن مجید اور حدیث متواتر [illegible] جیسا کہ [illegible]
بطریق آحاد منقول نہ ہوا ہو جیسا کہ قیاس [illegible] اور دلائل سمعی چار قسم پر ہیں ایک تو وہ ہے جسکا ثبوت بھی قطعی ہو اور دلالت بھی
اسکی قطعی جیسا کہ نصوص متواترہ دوسری یہ کہ ثبوت تو اسکا قطعی ہو مگر دلالت مراد ظنی ہو جیسا کہ آیات مأولہ [illegible] تیسری یہ ہے کہ ثبوت اسکا
ظنی ہو اور اسکی دلالت قطعی جیسا کہ وہ اخبار احاد جنکا مفہوم قطعی ہو چوتھی وہ ہے جسکا ثبوت اور دلالت دونوں ظنی ہیں [illegible] پس اول قسم سے فرض ثابت
کیا ہے اور قسم ثانی اور ثالث سے واجب کو اور قسم رابع سے سنت اور استحباب کو ثابت کیا ہے اور واجب سے اسکا ارادہ کیا ہے جو فرض عملی کو بھی شامل ہے [illegible]
بعض متاخرین نے کہا کہ فرض عملی واجب کی دونوں قسموں سے قوی تر ہے اور فرض کی دو قسموں سے ضعیف تر ہے انتہی وقد یطلق علی العملی وہو ما یفوت الجواز
بفوتہ کالمقدار الاجتہادی فی المفروض فلا یکفر جاحدہ اور کبھی فرض بولتے ہیں فرض عملی کو اور فرض عملی وہ ہے کہ جسکے فوت ہو جانے سے عمل کی صحت
فوت ہو جاتی ہے جیسا کہ فرضوں کی وہ مقدار جو اجتہاد سے ثابت ہے تو فرض عملی کا منکر کافر نہوگا یا اسکو منسوب بکفر نہ کرینگے ہم شارح نے اپنے بیان سے
ارشاد کیا کہ فرض کا اطلاق فرض قطعی پر حقیقی ہے اور فرض عملی پر مجازی اسواسطے کہ عند الاطلاق وہی متبادر ہے اور متبادر معنی حقیقی کا علامہ ہے فرض عملی
اسواسطے کہا کہ عمل کرنا اسپر فرض ہے اعتقاد فرض نہیں اسلیے کہ آدمی کا اعتقاد کرنا چہارم سر کے مسح کے افتراض کا فرض نہیں اور وہ فرض کی مقدار اجتہادی
جیسا کہ مسح چہارم سر کا اور وضو میں داخل ہونا کہنیوں اور ٹخنوں کا کذافی الطحطاوی غسل الوجہ ای اسالۃ الماء مع التقاطر ولو قطرۃ وفی الفیض اقلہ
قطرتان فی الاصح پہلا فرض وضو کا چہرہ کا دھونا ہے یعنی پانی کا بہانا ٹپکنے کے ساتھ اگرچہ ایک ہی قطرہ ٹپکے اور فیض میں ہے ٹپکنے کا کمتر مرتبہ یہ ہے کہ دو بوند
ٹپکیں صحیح تر قول میں ہے غسل بفتح غین لغت میں میل کے دور کرنے کو کہتے ہیں جب چیز کے اسپر پانی بہا کر اور غسل بضم غین تمام بدن کے دھونے کو
بولتے ہیں اور اس پانی کو بھی کہتے ہیں جس سے نہاتے ہیں اور غسل بکسر غین خطمی وغیرہ کو کہتے ہیں جس سے سر دھویا جاتا ہے جب پانی بہانا دھونے کی حقیقت
میں داخل ہوا تو اگر پانی نہ بہا اسطرح کہ تیل کے مانند چپڑ لیا تو ظاہر الروایۃ میں جائز نہوگا اور اگر برف سے وضو کیا اور تقاطر نہوا تو جائز نہیں اور فرض کا مصنف
شیخ برہان الدین کرکی ہے کذافی الطحطاوی مرۃ لان الامر لا یقتضی التکرار ایک بار دھونا فرض ہے اسواسطے کہ فاغسلوا کا امر تکرار کرنے کا مقتضی نہیں ہے [illegible]

اشتمال امر کا یا کہ فرض سے ادا ہو گیا یا بار بار کیا فرض نہیں [illegible] دو بار ادا کیا
نہیں ہیں یا چنانچہ کتب احادیث میں مذکور ہے [illegible] اشتقاق الثلاثی من المزید [illegible]
[illegible] اشتقاق [illegible] ثلاثی [illegible]
[illegible] اشتقاق [illegible]
[illegible]
[illegible] اشتقاق [illegible]
معنی میں کافی ہے [illegible] اشتقاق [illegible] ثلاثی [illegible]
[illegible] اشتقاق [illegible] حقیقت کا بیان کیا ہو [illegible]
[illegible] اشتقاق [illegible] کافی ہے [illegible]
الی المتوضی باعتبار المقام الی اسفل ذقنہ [illegible] طولاً کان علیہ شعر اولا [illegible] کا دھونا فرض ہے پیشانی [illegible] کی سطح کے سرے سے [illegible]
نیچے جبڑوں کے دانت جمتے ہیں یہ حد ہے باعتبار طول چہرہ کے خواہ پیشانی پر بال ہوں یا نہوں وہاں کا دھونا فرض ہے شارح نے ضمیر پیشانی کا مرجع متوضی کو قرار دیا
مقام وضو کے قرینہ سے عدل عن قولہم من قصاص شعرہ الجاری علی الغالب الی المطرد لیتم الاغم والاصلع والانزع [illegible] قصاص شعر
کے قول سے جو جاری تھا بنا بر غالب احوال کے عدول کیا اس قول مذکور کی طرف جو شامل ہے سب آدمیوں کو تاکہ اغم اور اصلع اور انزع کو بھی شامل رہے ہم تفصیل اس کا
یہ ہے کہ ہدایہ اور کنز وغیرہما میں وجہ کی حد میں من قصاص شعر کا لفظ واقع ہے یعنی سر کے بال جہاں تک نہایت ہے [illegible] اسفل ذقن تک ہے چہرہ کی طول [illegible]
اغم اور اصلع اور انزع کا اعتراض وارد ہوتا ہے اغم وہ ہے جسکے بال سر سے اتر کے پیشانی پر جمے ہوں اور اصلع وہ ہے جسکے مقدم سر پر بال نہ ہوں اور انزع وہ ہے کہ پیشانی
کے دونوں جانب میں بال سے خالی ہوں تو ہدایہ وغیرہ کی حد کے موافق لازم آتا ہے اصلع اور انزع کو سر کا دھونا اور اغم کی پیشانی کا دھونا ساقط ہونا لہذا
مصنف نے اس قول کو چھوڑا اور ابتداء سطح پیشانی کو اختیار کیا تاکہ اغم اور اصلع اور انزع کو یہ حد شامل رہے یعنی اغم پر پیشانی کے بال کا دھونا فرض ہوگا اور اصلع اور
انزع کو پیشانی کے اوپر لازم نہ آویگا وما بین شحمتی الاذنین عرضاً اور دونوں کانوں کے دونوں لو کے مابین میں باعتبار عرض کے یعنی اس نرم گوشت سے
اس نرم گوشت تک عرض میں چہرہ کی حد ہے وحینئذ فیجب غسل المیاقی والظاہر من الشرح [illegible] اور یہ بیان چہرہ کی طول اور عرض کی حد معلوم ہوئی تو
ہوگا کہ فرض ہوگا کویوں کا دھونا اور اسقدر لب کا کہ جتنا کھلا رہتا ہے منہ بند ہونے کے وقت ہم اکثر نسخوں میں ماقی مذکور ہے جو جمع ہے ماق اور موق کی
یعنی گوشہ چشم جسکو ہندی میں کویا کہتے ہیں اور یہی نسخہ مناسب مقام ہے اور بعض نسخہ میں ملاقی کا لفظ ہے اور حلبی اور طحطاوی کے شیوں نے ملاقی کا لفظ لیا ہے
اور اس سے داڑھی مراد لی جو ملاقی وجہ ہے میں کہتا ہوں ماقی کا نسخہ ملاقی سے اولی ہے اسواسطے کہ داڑھی تو بالاستقلال آگے متن میں مذکور ہوگی والبیاض
الذی بین العذار والاذن لدخولہ فی الحد [illegible] اور واجب ہے دھونا اس سفیدی کا جو داڑھی اور کان کے بیچ میں ہے بسبب داخل ہونے اس جگہ کے
چہرہ کی حد میں [illegible] اور یہی قول مفتی بہ ہے ہم عذار عبارت ہے داڑھی کے خط سے یعنی اسکا کنارہ قاموس میں تصریح ہے کہ عذار نام ہے داڑھی کے دونوں جانبوں
کا مترجم نے [illegible] فہم کے واسطے [illegible] کا ترجمہ کیا امام اور محمد کا یہی مذہب ہے کہ اس جگہ کا دھونا وضو میں فرض ہے اور امام ابو یوسف کے نزدیک
داڑھی والے کو اسکا دھونا فرض نہیں لیکن عورت اور امرد اور کوسے کو اسکا دھونا بالاتفاق فرض ہے کذا فی الطحطاوی لا غسل باطن العینین والانف والفم
واصول شعر الحاجبین واللحیۃ والشارب [illegible] اور فرض نہیں آنکھوں اور ناک اور منہ کے اندر کا دھونا اور بھوؤں اور داڑھی اور مونچھ کے بالوں کی

[illegible]

جڑون کا اور کبھی کہ گوہ کا دھونا فرض نہین حرج اور مشقت کے سبب سے ہم بالون کی جڑون کا دھونا اسوقت فرض نہین جبکہ بال نہایت گھنے ہون کہ جلد
نظر نہ آوے۔ اور اگر جلد نظر آویگی تو جڑون کا بھی دھونا فرض ہوگا چنانچہ برہان سے مذکور ہوگا و غسل الیدین اسقط لفظ فرادی لعدم تقییدہ الفرض بالانفراد
والرجلین البادیتین السالمتین فان المجروحتین والمستورتین بالخف وظیفتہما المسح اور دوسرا فرض وضو کا دھونا ہے اُن ہاتھون کا اور تیسرا فرض وضو کا دھونا ہے اُن
دونون پاؤن کا جو ظاہر ہین صحیح سالم ہون یہ واسطے کہ زخمی پاؤن اور جو موزے کے اندر چھپے ہین تو انکے واسطے مسح کرنا ہے اور مقرر ہی مصنف نے ہاتھ پاؤن کا
فرادی کا لفظ ساقط کیا اسواسطے کہ فرض ہونے مین جدا جدا دھونے کی قید نہین ہے یعنے اگر دونون ہاتھون یا دونون پاؤن کو پانی کے اندر رکھ ساتھ ہی
ڈالیگا تو فرضیت ادا ہوگی یہ تعریض ہے صاحب درر کے اوپر انہون نے کہا ہے غسل الیدین فرادی یعنے انکا مطلب یہ ہے کہ ہر ہاتھ کو دوسرے ہاتھ سے علیحدہ دھونا چاہیئے
کذا فی الطحطاوی مرۃ لما مر ہاتھ پاؤن کا ایکبار دھونا فرض ہے یہ دلیل گذشتہ سے یعنے اغسلوا مقتضی تکرار کا نہین مع المرفقین والکعبین علی المذہب ہاتھون کا دھونا
فرض ہے دونون کہنیون کے ساتھ اور پاؤن دونون ٹخنون کے ساتھ بنا بر ظاہر مذہب کے و ما ذکروا من ان الثابت بعبارۃ النص غسل ید و رجل والاخری بالدلالۃ
ومن البحث فی الی وفی القرائتین فی ارجلکم قال فی البحر لا طائل تحتہ بعد انعقاد الاجماع علی ذلک اور یہ جو فقہ کی کتابون مین عالمون نے ذکر کیا ہے کہ قرآن کی
عبارۃ النص سے ایک ہاتھ اور ایک پاؤن کا دھونا ثابت ہے اور دوسرے ہاتھ اور دوسرے پاؤن کا دھونا دلالۃ النص سے ثابت ہوا اور وہ بحث کہ لفظ الی مین
اور ارجلکم کے دونون قراتون مین مذکور ہے بحر الرائق مین کہا کہ اس ذکر مین کچھ فائدہ نہین ہے بعد منعقد ہوجانے اجماع کے دونون ہاتھون کے دھونے پر کہنیون سمیت اور
دونون پاؤن کے دھونے پر ٹخنون سمیت ہم عبارۃ النص اس مفہوم صحیح کو کہتے ہین جسکے واسطے کلام وارد ہوا اور دلالۃ النص اسکو کہتے ہین جو لغۃً مفہوم ہوتا
بطریق مساوات کے ایک ہاتھ اور ایک پاؤن کا دھونا بطریق عبارۃ النص کے اسوجہ سے ثابت ہے کہ مقابلہ جمع کا دوسری جمع سے تقسیم الآحاد کا مقتضی ہوتی
مقابلہ یہ چاہتا ہے کہ ایک ایک فرد کو ایک ایک پہونچے اور لفظ الی مین یہ بحث ہے کہ غایت مغیا مین یعنی مابعد الی کا ماقبل کے حکم مین داخل ہے یا نہین یا دونون
برابر ہین یا ترجیح قرائن سے ہوتی ہے وغیر ذلک اور ارجلکم مین دو قراتین ہین یعنی لام کا زیر اور زبر بلا شبہہ متواتر ہین اور جمع بین القرائتین یا تو تخییر بین الغسل والمسح
مقتضی ہے چنانچہ بعض کا مذہب ہے یا زبر کی قرأت یعنی دھونا اس حالت پر محمول ہے جبکہ پاؤن مین موزہ نہو اور زیر کی قرأت یعنی مسح کرنا موزہ پوشی پر محمول ہے چنانچہ
بعض اہل سنت کا مذہب ہے اور تحقیق اسمین یہ ہے کہ زیر کی قرأت کا ظاہر بالاجماع متروک ہے کیونکہ جو مسح کرنے کا قائل ہے وہ دونون ٹخنون کو مسح کی غایت قرار نہین
دیتا صاحب بحر نے کہا کہ یہ سب گفتگو اجماع کے مقابلے مین ساقط الاعتبار ہے اگر کوئی کہے کہ یہ احکام وضو کے تو زمانہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم مین ثابت تھے اور حضرت کے
ہوتے اجماع کا کیا اعتبار ہے اسکا جواب یہ ہے کہ حضرت کا فعل اُن لوگون کو یقین کا موجب تھا جنھون نے حضرت کو دیکھا اور ہمکو تو ثابت نہین ہے مگر ظنی وجہ ظنی یقین ہوا
متواتر ہونے کے اور جبکہ تواتر پایا گیا تو اب ہمارے حق مین اجماع معتبر ہوگا یا دلالۃ النص کذا فی الطحطاوی مختصرا و مسح ربع الراس مرۃ فوق الاذنین ولو باصابۃ مطر
او بلل باق بعد غسل علی المشہور لا بعد مسح الا ان یتقاطر اور چوتھا فرض وضو کا چوتھائی سر کا مسح کرنا ہے دونون کانون کے اوپر اگرچہ چہارم سر تر ہوگیا ہو بارش کے پانی
لگ جانے سے یا اُس تراوت سے جو ہاتھ مین باقی رہی کسی عضو کے دھونے کے بعد بنا بر قول مشہور کے نہ اُس تراوت سے جو مسح کرنے کے بعد باقی رہے مگر یہ کہ پانی ٹپکتا ہو یعنے
اگر ایک مسح کر چکنے کے بعد اتنی تراوت بکثرت ہے کہ ٹپکتا ہو موجود ہے تو اب دوسرے عضو کا بھی مسح کرنا جائز ہے مسح لغت مین ہاتھ پھیرنا ہے کسی چیز پر اور عرف شرع مین
عضو کا تر ہونا پانی سے خواہ تر ہاتھ پھیرنے سے یا بارش کے پانی سے اور فرض مسح کی مقدار مین تین روایتین ہین ایک یہ کہ چوتھائی سر کا مسح فرض ہے اور یہی قول
مشہور ہے یعنے وہ لہذا فقہ کے متون معتبرہ مین یہی روایت ماخوذ ہے دوسری روایت ہے مقدار ناصیہ کی جو قدوری کی مختار ہے اور ہدایہ مین مقدار ناصیہ کو چہارم سر
کہا ہے اور تحقیق یہ ہے کہ ناصیہ کم ہے چہارم سے تیسری روایت مین انگلیون کی مقدار ہے بدائع مین کہا کہ یہ اصول کی روایت ہے ظہیریہ مین کہا اسی پر فتوی ہے لیکن مرجح
نہین ہے کہ یہ محمد سے روایت ہے لہذا بعض متاخرین نے کہا کہ محمد سے ظاہر الروایۃ ہے اور امام سے ظاہر الروایۃ نہین کذا فی النہر الفائق مختصرا ولو لا الحمیدا و حبیبین

فلم یجز الا ان یکون مع الکف او بالابہام والسبابۃ جاز اور اگر ایک یا دو انگلیوں کو سر پر کھینچا تو مسح جائز نہ ہوگا اگرچہ کہ انگلیوں کے ساتھ ہتھیلی بھی لگا دے تو مسح
درست ہوگا یا انگوٹھا اور شہادت کی انگلی کو اُنکے مابین کے ساتھ تو بھی مسح درست ہوگا ھم طحطاوی نے کہا شاید کہ یہ قول ثلث اصابع کی روایت پر متفرع ہے کہ
والا ربع سے چہارم سر تک نہیں ہوتا مگر یہ کہ تر ہو اور وضع میں تفرقہ کیا جائے کہ انگلی کھینچنے سے چہارم سر ہو سکتا ہے نہ رکھ دینے سے او پانی یا چند بار کھینچے پانی سے
مسح کرے تو درست ہے ھم پس مسئلہ دونوں روایتوں پر متفرع ہو سکتا ہے یعنی اگر ایک انگلی سے تین بار نیا پانی لیکر مسح کیا محل کو بدلکر تو ثلث اصابع پر متفرع ہے اور اگر زیادہ
کیا تو بقدر چہارم سر کے تو سب پر اس روایت پر متفرع ہے ولو ادخل رأسہ الاناء او خفہ او جبیرتہ وھو محدث اجزاہ ولم یصر الماء مستعملا اور اُن کو بی اتفاقا علی الصحیح کما فی البحر
عن البدائع اور اگر سر کو پانی کے برتن میں داخل کیا یا اپنے دونوں موزوں کو یا مسح کی پٹی کو حالانکہ اُسکو وضو نہیں ہے تو اسطرح کا مسح کفایت کرتا ہے اور اس
فعل سے برتن کا پانی مستعمل نہ ہوجائیگا بالاتفاق اگر اُسنے نیت مسح کرنے کی کی ہو قول صحیح پر چنانچہ بحر الرائق میں بدائع سے منقول ہے ھم یعنی محمد کے نزدیک
اگرچہ نیت سے پانی مستعمل ہوجاتا ہے مگر یہ پانی مستعمل نہوا اسلئے کہ مستعمل ہونے میں پانی کا بہنا شرط ہے اور یہاں پانی کا لگنا ہے اور نہ بہنا کذا فی
الطحطاوی عن البحر وغسل جمیع اللحیۃ فرض یعنی عملیا ایضا علی المذھب الصحیح المفتی بہ المرجوع الیہ وما عداہ من الروایۃ مرجوع عنہ کما فی البدائع اور تمام ڈاڑھی کا
بقدر محاذات وجہ دھونا بھی فرض ہے بنا بر اس مذہب کے جسکو محقق عالموں نے صحیح کہا ہے اور جسکا فتویٰ دیا ہے اور اسی قول پر امام اعظم نے آخرکار رجوع کیا ہے اور اس کے
سوا اور روایتیں سب متروک ہیں چنانچہ بدائع میں مذکور ہے شارح نے کہا یہاں فرض سے مراد فرض عملی ہے نہ فرض اعتقادی ھم ماتن نے اپنی شرح میں کہا
چونکہ دھونا ڈاڑھی کا مذہب صحیح معتمد تھا لہذا میں نے اسی پر اعتماد کیا اس مختصر متن میں اور تعجب ہے اصحاب متون سے مذہب مرجوع عنہ کے ذکر کرنے میں اور
مرجوع الیہ صحیح مفتی بہ کے چھوڑ دینے میں باوجودیکہ ڈاڑھی کا دھونا داخل ہے وجہ کی اس حد میں جو اُنھوں نے اپنی کتابوں میں بیان کی ہے انتھی طحطاوی نے کہا
کہ ڈاڑھی میں روایات متروکہ غیر معتمدہ چھ ہیں ایک روایت تمام ڈاڑھی کا مسح دوم چوتھائی کا مسح سوم تہائی کا مسح چہارم چوتھائی کا دھونا پنجم تہائی کا دھونا ششم نہ دھونا نہ
مسح کرنا انتھی نہر الفائق میں کہا منجملہ روایات غیر صحیحہ ایک روایت یہ ہے کہ جسقدر ڈاڑھی ملاقی بشرہ ہے یعنی جتنی کھال سے ملی ہے اُسکا مسح فرض ہے قاضی خان نے
اسکی ترجیح دی ہے جامع صغیر کی شرح میں ثم لا خلاف ان المسترسل لا یجب غسلہ ولا مسحہ بل یسن پھر اسمیں اختلاف نہیں کہ ٹھڈی سے لٹکتی ڈاڑھی کا نہ دھونا واجب ہے
نہ اسکا مسح کرنا بلکہ اُسکا مسح کرنا مسنون ہے ھم منتقی میں ہے کہ مسترسل سے مراد یہ کہ دائرہ وجہ سے چھوٹی ہوئی اور منیہ میں صریحا مذکور ہے کہ لٹکتی ڈاڑھی کا مسح مسنون ہے کذا فی
الطحطاوی وان الخفیفۃ التی تری بشرتھا یجب غسل ما تحتھا کذا فی النہر اور اسمیں اختلاف نہیں کہ جو ایسی ہلکی ڈاڑھی ہو جسکے نیچے کی کھال نظر آتی ہو تو اسکے تحت
کا دھونا لازم ہے ایسا ہی نہر الفائق میں ہے ھم تو خلاف سابق کا محل کثیفہ ہے وفی البرہان یجب غسل بشرۃ لم یسترھا الشعر کحاجب وشارب وعنفقۃ فی المختار اور برہان
میں ہے کہ اس کھال کا دھونا واجب ہے جسکو بالوں نے نہیں چھپایا مانند بھوؤں اور مونچھ اور عنفقہ کے قول مختار میں ھم جو بال لب اور ٹھڈی کے درمیان میں اُنکو
عنفقہ کہتے ہیں اور بعضے اہل ہند اسکو بچی بولتے ہیں ولا یعاد الوضوء بل ولا بل المحل بحلق رأسہ ولحیتہ اور وضو دوسری بار نکیا جاوے سر اور ڈاڑھی کے
مونڈنے سے بلکہ اُسکی جگہ کا تر کرنا بھی ضرور نہیں اگرچہ وہ خشک نکلے کما لا یعاد الغسل للمحل ولا الوضوء بحلق شاربہ وحاجبہ وقلم ظفرہ وکشط جلدہ
جیسے مونچھ اور بھوؤں کے مونڈنے سے اور ناخن تراشنے اور کھال اکھاڑنے سے اُس جگہ کا دھونا دوسری بار لازم نہیں اور نہ وضو کرنا ولذا لو کان علی اعضاء
وضوئہ قرحۃ کالدملۃ وعلیھا جلدۃ رقیقۃ فتوضأ وامر الماء علیھا ثم نزعھا لا یلزمہ اعادۃ الغسل علی ما تحتھا ان تألم بالنزع علی الاشبہ لعدم البدل
بخلاف نزع الخف اور اسی طرح اگر وضو کے اعضا پر زخم ہو جیسا کہ پھوڑا اور اُسپر باریک کھال ہو پھر اُسنے وضو کیا اور اُس کھال پر پانی بہایا اور کھال کو نوچ ڈالا
تو اُس شخص پر لازم نہوگا دھونا کھال کے ماتحت کا بشرطیکہ درد ہوا ہو نوچنے سے بنا بر اُس قول کے جو اشبہ بحق ہے عدم بدلیت سے یعنی دوسری بار دھونا
اسواسطے لازم نہوا کہ نوچی کھال اپنے ماتحت کی بدل نہ تھی برخلاف موزہ اتارنے کے کہ پاؤں کا دھونا لازم ہوگا اسواسطے کہ موزہ کا مسح بدل ہے پاؤں دھونے کا

سطر ۵ یہ ترجمہ اول کا دفع ہے بباعث سہو اسکی تفریع کا بیان اور عبارت ساقطہ اسکی و بیان از اول و دوم ترجمہ کا بیان اس تفریع میں بوجہ ۱۲ سطر ۲ ٹھوڑی کے مقابل ۱۲ سطر ۵ دی جگی دار بوجہ کہ لیکا اور جسکی تصحیح ہوئی اور جسپر فتوی ہے ۱۲

ہم فتاوی ہندیہ میں ہے کہ بعضوں کے نزدیک اگر کھال نوچنے سے درد نہ ہو تو وہاں کا دھونا لازم ہے اور اگر درد ہو اور کوئی چیز وہاں سے نکلکر بہے تو دھو گیا
اور اگر کچھ نہیں نکلا تو وہاں کا دھونا لازم نہیں اور اشبہ یہ ہے کہ دونوں صورتوں میں دھونا لازم نہیں انتہی تو شارح کو یوں کہنا اولی تھا ولم یتألم بالنزع
علی الاشبہ یعنی دھونا لازم نہیں اگرچہ درد نہ ہو نوچنے سے قول اشبہ پر اسواسطے کہ درد ہونے میں تو اختلاف نہیں عدم درد میں کذا فی الطحطاوی مختصرا
فصار کما لو مسح خفہ ثم حتہ او قشرہ تو زخم کی کھال کا نوچنا ایسا ہو گیا جیسے کہ موزہ پر مسح ہو گیا پھر موزہ کو کھودا یا چھیلا یعنی باوجود اسکے مسح قائم ہے دوسرا
مسح کرنا لازم نہیں فروع یہ چند مسائل ہیں جنکو شارح نے بڑھایا ہے شارح رحمہ اللہ کی عادت ہے اس کتاب میں کہ متن کی شرح کرنے کے بعد مناسب مقام پر
چند مسائل کو ملحق کرتا ہے تاکہ لوگوں کو فائدہ حاصل ہو فی اعضائہ شقاق غسلہ ان قدر والا مسحہ والا ترکہ کسی شخص کے اعضا میں انشقاق ہو یعنی پھٹ گئی ہو تو اسکو
دھووے اگر دھو سکے اور اگر نہ دھو سکے تو اس عضو پر مسح کرے اور اگر مسح بھی نہ کر سکے تو اسکا مسح کرنا بھی چھوڑ دے اور اسکے آس پاس دھووے کذا فی
البحر ولو بیدیہ ولا یقدر علی الماء تیمم اور اگر کسی کے ہاتھ میں انشقاق ہوا ہو اور پانی پر قادر نہ ہو تو تیمم کرے یعنی اگر دونوں ہاتھ پھٹ گئے ہوں اور پانی کا
استعمال نہ کر سکتا ہو تو تیمم کرے اسواسطے کہ اگر ایک ہاتھ صحیح سالم ہوگا تو اس ہاتھ سے دھونا لازم ہوگا جیسا کہ شارح نے ظاہر کیا ہاتھ کو ذکر کیا اگر پاؤں دونوں
ہاتھ ہیں اسواسطے کہ یہ فرض ساقط ہو جاتا ہے تو وہ دونوں ہاتھوں کو شامل ہوگا کذا فی الطحطاوی ولو قطع من المرفق غسل محل القطع اور اگر ہاتھ کا اگلا حصہ
سے تو قطع کی جگہ کو دھووے یعنی اگر کہنی کا کچھ باقی ہو اور اگر تمام کہنی کٹ گئی یا تمام ٹخنہ کٹ گیا تو اس ہاتھ اور پاؤں سے دھونا ساقط ہو گیا
فان بطش بہا غسلہما ولو یاحدہما فہی الاصلیۃ فیغسلہا اور اگر ایک شخص ہے کہ دو ہاتھ اور دو پاؤں مخلوق ہوئے یعنی ایک کاندھے سے دو ہاتھ اور ٹخنوں کے
سے دو پاؤں نکلے تو اگر دونوں ہاتھوں سے کام کرتا ہو تو دونوں کو دھووے اور اگر ایک ہاتھ سے کرتا ہو تو وہی اصلی ہاتھ ہے تو اسی کو دھووے دوسرا
زائد اور بیکار ہے اسکا دھونا لازم نہیں اور اسیطرح اگر دونوں پاؤں سے چلتا ہو تو دونوں کو دھووے والا بیکار زائد کا دھونا لازم نہیں وکذا الزائد ان نبتت من
محل الفرض اور اسی طرح اس زائد ہاتھ یا پاؤں کو دھووے جو جما ہے فرض کے مقام میں یعنی کہنی کے نیچے سے ہاتھ اور ٹخنے کے نیچے سے پاؤں پیدا ہوا تو
اسکا بھی دھونا لازم ہوگا کاصبع وکف زائدتین جیسے زائد انگلی اور زائد ہتھیلی کا دھونا لازم ہے والا فما حاذی منہا محل الفرض غسلہ وما لا فلا لکن یندب مسحہ اور اگر زائد
ہاتھ یا پاؤں محل فرض میں نہیں جما بلکہ اوپر سے جما ہے تو جتنا اس میں سے محل فرض کے سامنے ہو اسکو دھووے اور جو فرض کے مقابل نہ ہو تو اسکا دھونا فرض نہیں ہے کہ
لیکن مستحب ہے یہ مذکور ہے مجتبی میں جو شرح ہے قدوری کی وسننہ اور وضو کی سنتیں ہیں افاد انہ لا واجب للوضوء ولا للغسل الا الفرض مصنف نے وضو اور غسل
میں فروض کے بعد سنتوں کے ذکر کرنے سے یہ فائدہ ظاہر کیا کہ وضو اور غسل میں کوئی واجب نہیں اور اگر کوئی واجب ہوتا تو اسکو سنتوں سے پہلے فرض کے
پیچھے بیان کرتا یعنی اسواسطے کہ واجب سنت سے قوی تر ہے تو صناعت تصنیف اسکے تقدیم کی مقتضی ہے وجمعہا لان کل سنۃ مستقلۃ بدلیل وحکم اور مصنف نے سنت کو
یہ صیغہ جمع لایا اسلیے کہ ہر سنت جداگانہ ہے دلیل کی راہ سے اور حکم کی راہ سے ہم یعنی ارکان وضو کی ایک ہی دلیل ہے یعنی وضو کی آیت اور سنتوں کے دلائل
احادیث جداگانہ ہیں اور ہر سنت کا حکم یعنی ثمرہ اور ثواب جداگانہ ہے یعنی کہ اگر ایک سنت ادا کی اور دوسری ترک کی تو جسکو ادا کیا اسکا ثواب ملیگا بخلاف
فرض کے یعنی اگر وضو کے فروض سے ایک فرض کو بھی ترک کریگا تو کچھ ثواب نہ ہوگا وحکمہا ما یوجر علی فعلہ ویلام علی ترکہ اور سنت کا حکم یعنی اثر مترتب اور اسکا ثمرہ
یہ ہے کہ ثواب دیا جائیگا اسکے کرنے پر اور ملامت کیجائیگی اسکے چھوڑنے پر یعنی ترک سنت پر عتاب ہوگا عذاب نہوگا کذا فی البحر وکثیرا ما یعرفون بہ لانہ المقصود منہا قع
النظائر اور فقہا اکثر حقیقت سنت کی ثمرہ سنت بیان کرتے ہیں یعنی سنت کی ماہیت یوں بیان کرتے ہیں کہ سنت وہ ہے جسکے کرنے میں ثواب ہے اور
نہ کرنے میں عتاب ہے اسلیے کہ انکے افکار کا یہی جلب انداز ہے یعنی مقصود ان لوگوں کا بیان کرنا ہے ثمرہ اعمال کا لہذا اکثر وہ تعریف میں اسکا حکم اور ثمرہ بیان
کرتے ہیں ہر چند کہ حکم شی کا اس شی کی حقیقت میں داخل نہیں وعرفہا الشمنی بما ثبت بقولہ علیہ السلام او فعلہ ولیس بواجب ولا مستحب لکنہ تعریف لمطلقہا

اور شمنی نے اسکی تعریف کی یعنی سنت کی حقیقت یوں بیان کی کہ سنت وہ ہے جو رسول اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے قول یا فعل سے ثابت ہو اور نہ وہ واجب
ہو نہ مستحب لیکن یہ مطلق سنت کی تعریف ہے یعنی سنت موکدہ اور غیر موکدہ کہ جسکو مستحب کہتے ہیں شامل ہے شارح اس استدراک میں صاحب نہر کا تابع ہے حالانکہ
سنت غیر موکدہ کو شمنی نے خارج کر دیا ہے بقولہ ولا مستحب کذا فی الطحطاوی والشرط فی المؤکدۃ مواظبتہ مع ترک ما احیانا اور سنت موکدہ کی تعریف میں شرط ہے
آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ہمیشہ کرنا چھوڑ دینے کے ساتھ یعنی گاہے ترک بھی کیا ہو اگرچہ ترک حکمی ہو یا اگرچہ مداومت حکمی ہو ہم ترک حکمی سے مراد عدم
انکار ہے تاکہ یہ توہم انکار بمنزلہ ترک حقیقی کے ہے العشرہ اخیرہ رمضان کا اعتکاف سنت میں داخل رہا اگرچہ آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ہمیشہ اعتکاف
کیا اور کبھی ترک نہیں کیا اور یہ اسکا مقتضی ہے کہ اعتکاف واجب ٹھہرے لیکن ہرگاہ کہ اعتکاف نہ کرنے والوں پر انکار نہ فرمایا تو یہ عدم انکار بمنزلہ ترک کے ٹھہر گیا اور
اگر مداومت حکمی مراد لیجیے تو تراویح سنت میں داخل ہوگی اسلیے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عدم شمول تراویح کا عذر بیان فرمایا یعنی کہیں امت پر تراویح فرض
نہو جاے کذا فی الطحطاوی عن ابی السعود لکن شأن الشروط ان لا تذکر فی التعاریف لیکن شروط کا حال یہ ہے کہ انکا ذکر تعریفات میں نہو اسواسطے کہ تعریف
ہوتی ہے ماہیت اور حقیقت کے بیان کیواسطے اور شروط ماہیت سے خارج ہوتے ہیں تو شمنی کی تعریف مذکورہ صحیح ٹھہری اور عدم ذکر مواظبت قادح نہوا التعریف سنت کا
اسواسطے کہ مواظبت سنت موکدہ کی شرط ہے اور شروط کا ذکر تعریف میں مناسب نہیں وارد علیہ فی البحر المباح بناء علی ما ہو المنصور من ان الاصل فی الاشیاء
التوقف اور شمنی کی تعریف مذکور پر بحر الرائق میں مباح کا اعتراض وارد کیا ہے بنا بر اس قول کے جو منصور اور موید ہے دلائل سے وہ قول یہ ہے کہ اصل اشیا میں توقف
کرنا ہے یعنی بدون حکم شرع کے نہ کوئی چیز حلال ہے نہ حرام ہے ہم آپس میں اختلاف ہے کہ اشیا میں اصل اباحت ہے یا حرمت یا توقف اول قول ہے شافعیہ اور بعض حنفیہ کا
اور ثانی قول کو شافعیہ امام ابوحنیفہ رح کیطرف نسبت کرتے ہیں اور ثالث یعنی توقف کا قول یہی مذہب منصور ہے اکثر حنفیوں کا تو اعتراض کی بنا اسی قول پر ہے
یعنی جب اصل توقف ٹھہرا تو مباح کی اباحت ثابت نہوگی بدون شارع کے تو سنت کی تعریف جو شمنی نے کی ہے وہ مباح پر صادق آئی الا ان الفقہاء کثیرا ما یلہجون
بان الاصل الاباحۃ فالتعریف بناء علیہ مگر یہ کہ فقہاء حنفیہ بکثرت بولتے ہیں کہ اصل اشیا میں اباحت ہے تو تعریف مذکور شمنی کی اسی پر بنا ہے یعنی تو مباح کی اباحت
اصل سے ثابت ہے نہ شارع سے ہم بحر الرائق میں سنت کی دو تعریفیں پسند کی ہیں اول تعریف یہ ہے السنۃ ہی الطریقۃ المسلوکۃ فی الدین من غیر لزوم علی سبیل المواظبۃ
یعنی سنت وہ طریقہ ہے جو دین میں جاری ہے بطریق مداومت کے بدون اس بات کے کہ وہ لازم اور واجب ہو اور ماتن نے اپنی شرح میں اسی پر اقتصار کیا ہے
دوسری تعریف خود صاحب بحر الرائق کی ہے وہ یہ ہے کہ سنت وہ ہے جسپر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مواظبت کی لیکن اگر مواظبت لامع الترک ہے تو یہ دلیل ہے سنت
موکدہ کی اور اگر ترک ہے احیانا تو یہ دلیل ہے سنت غیر موکدہ کی اور اگر مواظبت کے ساتھ تارک پر انکار ہے تو یہ دلیل ہے وجوب کی کذا فی الطحطاوی مختصر الشیخ الاسلام
یعنی عینی نے شرح ہدایہ میں سنت کی چند تعریفات کو ذکر کر کے انکا نقصان بیان کیا ہم کہا کہ خواہرزادہ کی تعریف احسن التعریفات ہے وہ یہ ہے السنۃ ما فعلہ علیہ السلام
علی سبیل المواظبۃ ولم یترکہا الا مرۃ او مرتین یعنی سنت وہ کام ہے جسکو رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے کیا بطریق مداومت کے اور اسکے کرنے میں ثواب
دیا جائیگا اور نہ کرنے میں ملامت ہوگی (و) ابتداؤہا بالنیۃ ای نیۃ عبادۃ لا تصح الا بالطہارۃ کوضوء او رفع حدث او امتثال امر سنت ہے وضو کا شروع کرنا نیت
کے ساتھ یعنی اس عبادت کا ارادہ کرنا جو بدون طہارت کے صحیح نہیں چنانچہ وضو کی نیت کرنا یا حدث دور کرنے کی نیت کرنا یا بجا آوری حکم شارع کا قصد کرنا
ہم لغت میں نیت عبارت ہے عزم قلب سے کسی شی پر اور اصطلاح شرع میں نیت عبارت ہے ایجاد فعل میں طاعت اور تقرب الی اللہ کے قصد کرنے سے اور ایجاد فعل
میں منہیات بھی داخل ہیں اسواسطے کہ منہیات سے جی کا روکنا یہ بھی فعل ہے نفس کا فتح القدیر میں ہے کہ رفع حدث کی نیت سے وضو کی نیت کرنا بہتر ہے اسلیے کہ
حدث چند قسم ہے تو طہارت مخصوصہ کی نیت نہ ٹھہری کذا فی الطحطاوی فتاوی عالمگیری میں ہے کہ وضو کی یوں نیت کرے نویت ان اتوضأ للصلوٰۃ تقربا الی اللہ
تعالیٰ یعنی میں نے وضو کا ارادہ کیا نماز کے لیے اللہ تعالیٰ سے نزدیکی حاصل کرنے کو وہ مرحابانہ بدونہا لیس بعبادۃ اور فقیہوں نے اسکی تصریح کر دی ہے کہ وضو بدون ۹۰

نیت کے عبادت ہی نہیں ہم جب وضو بدون نیت کے عبادت نہ ٹھہرا تو ثواب بھی نہ ملیگا اسواسطے کہ ثواب نیت پر موقوف ہے بدلیل حدیث صحیح انما الاعمال
بالنیات طحطاوی نے مبسوط شیخ الاسلام سے نقل کیا اسمین کلام نہین کہ جس چیز کا شرع مین امر ہے وہ بدون نیت کے حاصل نہین ہوتا لیکن نماز کا صحیح ہوجانا اسپر
موقوف نہین اسواسطے کہ وضو شرعی غیر مقصود ہے بلکہ مقصود تو طہارت ہے اور طہارت نیت اور بدون نیت دونون طرح حاصل ہوجاتی ہے کیونکہ پانی مطہر بالطبع ہے
خلاصہ یہ ہے کہ وضو بلانیت سے نماز ادا ہوگی مگر وضو کا ثواب بدون نیت کے نہ ہوگا و یاثم اور وضو کرنے والا نیت کے ترک کرنے سے گنہگار ہوگا اسمین خلاف
ہے کہ سنت مؤکدہ کا تارک گنہگار ہے یا نہین اور نہر الفائق مین اس اختلاف کو یون رفع کیا ہے کہ اگر سنت مؤکدہ کے ترک کرنے پر عادت ہوگئی تو گنہگار ہے اور اگر عادت نہین
تو گنہگار نہین کذا فی الطحطاوی مین کہتا ہون [illegible] اگرچہ گناہ [illegible] سنت کی تعریف اسپر دلیل ہے و یاثم فرض
فی الوضوء المامور به و فی التوضی بسؤر حمار و نبیذ تمر کالتیمم اور [illegible] کہ اس وضو مین جسکا شرع مین حکم ہوا اور گدھے کے جھوٹے پانی سے اور شربت
خرما سے وضو کرنے مین فرض ہے [illegible] مین نیت فرض [illegible] قول ہے [illegible] کہ اس سے وضو جائز نہین
کذا فی الطحطاوی و باقی [illegible] غسل [illegible] الاشباہ [illegible]
[illegible] ثواب [illegible] اور اشباہ مین [illegible] الطحطاوی [illegible] دونون [illegible] کے وضو [illegible]
تاکہ سب سنتون کا ثواب پاوے قلت [illegible] القہستانی [illegible] قبل غسل الوجہ [illegible]
مین کہتا ہون لیکن قہستانی [illegible] نیت کا محل [illegible] سنتون سے پہلا [illegible] نیت کرنا
نزدیک مشہور ہے [illegible] پہلے جیسے شافعی [illegible] کے نزدیک فرض ہے [illegible] القہستانی [illegible] اشباہ مین [illegible] روایت [illegible]
اور قہستانی مین روایت ہے [illegible] دوسری بات [illegible] قہستانی کے کلام سے [illegible] نیت کی تسمیہ [illegible] ثابت ہوتی ہے اور اشباہ مین یہ بات [illegible]
مین سوالات مشہورة نظمها العراقی فقال سبع سوالات الذی الفہم اثبت [illegible] حکم محل و زمن [illegible]
اور نیت مین سات سوال مشہور ہین جنکو عراقی نے نظم کیا ہے یون کہا کہ سات سوال [illegible] آگے ہین مذکور ہوئے ہین نیت کے باب مین
ہر عالم کے واسطے ایک سوال ہے نیت کے حق مین ۲ نیت کے حکم مین ۳ اسکے محل مین ۴ اسکے زمانے مین ۵ اسکی شرط مین ۶ اسکے قصد مین ۷ اسکی کیفیت
مین ہم پہلے سوال کا جواب یہ ہے کہ نیت کی حقیقت مین قصد طاعت و تقرب الی اللہ ہے فعل کرنے کے ساتھ دوسرے سوال کا جواب یہ ہے کہ نیت کا حکم یہ ہے
کہ وضو غیر ماموربہ مین نیت کرنا مسنون ہے اور وضو ماموربہ اور گدھے کے جھوٹے پانی سے وضو کرنے مین اور تمام عبادات مقصودہ مین نیت کرنا فرض ہے
تیسرے سوال کا جواب یہ ہے کہ نیت کا محل دل ہے اور زبان سے نیت کرنا بہتر ہے سب عبادات مین مگر پریشان دل جو عزیمت پر قادر ہو اسکو زبان سے کہنا
مستحسن ہے کذا نقل الحلبی عن ح البحر چوتھے سوال کا جواب یہ ہے کہ نیت کا زمانہ وضو اور غسل مین سب کامون سے پہلے ہے اور نماز مین تکبیر تحریمہ کے نزدیک یا اس سے
پہلے بشرطیکہ کوئی فعل مانع بنا نہو پانچوین سوال کا جواب یہ ہے کہ نیت کی شرط اسلام اور عقل ہے چھٹے سوال کا جواب یہ ہے کہ نیت سے قصد یعنی مقصود اور غایت
نیت کی امتیاز کرنا ہے عادات کا عبادات سے یا ایک عبادت کا دوسری عبادت سے جدا کرنا ساتوین سوال کا جواب یہ ہے کہ کیفیت نیت کی یہ ہے کہ عبادت کا
قصد کرے اسکو جانے کہ یہ کون عبادت ہے یعنی مطلق طاعت اور تقرب کی نیت کفایت نہین کرتی بدون تخصیص کے کذا فی الطحطاوی اور اسکی تفصیل
کما ہے عبادات کے مسائل مین اپنے اپنے موقع پر انشاء اللہ تعالی مذکور ہوگی والبداءة بالتسمیة قولا اور سنت ہے وضو کو بسم اللہ کہنے سے شروع کرنا شارح
نے یہان اور غسل [illegible] مین ہدایہ کا لفظ مقدر کیا تاکہ معلوم ہو کہ نیت اور تسمیہ اور غسل تینون مین ہدایت اور ابتدا مطلوب ہے اور ان تینون مین کچھ منافات
اور تناقض نہین اسواسطے کہ نیت کا محل دل ہے اور تسمیہ کا محل زبان ہے اور دھونا متعلق ہاتھون سے ہے اور اسی موقع قہستانی کی طرف شارح نے قولا

افضل ہے اشارہ کیا اسکی طرف کذا فی الطحطاوی و تحصیل ہوتی ہے ذکر اور تسمیہ مذکور یعنے خدا کا نام حاصل ہوتا ہے ہر ذکر سے یعنی لا الہ الا اللہ اور سبحان اللہ اور الحمد للہ یا اشہد

وغیر ذلک سے لکن المنقول الوارد عنہ علیہ الصلوۃ والسلام بسم اللہ العظیم والحمد للہ علی دین الاسلام لیکن نبی علیہ الصلوۃ والسلام سے یون روایت ہے کہ بسم اللہ العظیم

والحمد للہ علی دین الاسلام کہے طحطاوی نے کہا کہ وضو کے تسمیہ میں سلف سے منقول ہے بسم اللہ العظیم والحمد للہ علی دین الاسلام اور اکمل نے کہا کہ یہ حدیث مرفوع ہے

میں کہتا ہوں یہ کل کا مجموعہ ہے یہ بیان نکیا کسی امام نے ائمہ معتبرین سے اسکو مرفوع کیا سو میں کہتا ہوں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے بسم اللہ والحمد للہ مروی ہے طبرانی

نے معجم اوسط میں بطریق علی بن ثابت عن محمد بن سیرین عن ابی ہریرۃ رض قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وصحابہ وسلم یا ابا ہریرۃ اذا توضأت فقل بسم اللہ

والحمد للہ فان حفظتک لا تزال تکتب لک الحسنات حتی تحدث من ذلک الوضوء یعنی حضرت نے فرمایا کہ ای ابو ہریرہ جب تو وضو کرے تو یون کہہ بسم اللہ والحمد للہ

اسواسطے کہ تیرے فرشتے نگہبان تیری نیکیاں لکھا کرینگے اس وضو کے ٹوٹنے تک اور اس حدیث کی اسناد حسن ہے دبوسی نے کہا افضل یہ ہے بسم اللہ الرحمن الرحیم کہے

اور بعضے ذکر سے ابتدا وضو میں تعوذ و بسم اللہ کہنا ہو نقل کیا ہے کہ یون کہے بسم اللہ الرحمن الرحیم بسم اللہ العظیم والحمد للہ علی دین الاسلام اسمین آثار وارد ہیں میں کہتا ہوں ان علماء

کیبار کو دیکھا کہ حدیث یا اثر کو ذکر کرتے ہیں اور اسکے مخرج کو نہیں بیان کرتے ہیں اور نہ اسکا صحت اور ضعف مذکور کرتے ہیں اور یہ آفت بڑی ہے تقلید سے کذا فی ابن امیر

شرح الہدایہ تقلید سے مراد یہان یہ ہے کہ ایک مصنف دوسرے مصنف کی پیروی کرتا ہے نقل احادیث میں بلا بیان مخرج و بلا ذکر صحت و ضعف اور یہ مطلب نہیں کہ مطلق

تقلید معیوب ہے اسلیے کہ علامہ عینی خود مقلد ہے امام اعظم رح کا قبل الاستنجاء و بعدہ خدا کا نام لینا سنت ہے استنجا کرنے سے پہلے اور بعد اسکے بھی اسواسطے کہ قبل از استنجا

ملحق بوضو ہے طہارت ہونے کی وجہ سے اور بعد از استنجا تو ابتدا ہی طہارت کی کذا فی الغایۃ البیان اور صحیح روایت سے ثابت ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم بیت الخلا

جانے کے وقت فرماتے تھے اللہم انی اعوذ بک من الخبث والخبائث الا حال الانکشاف و فی محل النجاسۃ فیسمی بقلبہ مگر برہنہ ہونے کے وقت اور نجاست کے

مکان میں خدا کا نام زبان سے نہ لے تو اپنے دل میں نام لے ولو نسیہا فسمی فی خلالہ لا تحصل السنۃ بل المندوب اور اگر ابتدا طہارت میں خدا کا نام لینا بھول گیا

پھر اسنے درمیان وضو کے نام لیا تو سنت موکدہ حاصل نہوگی بلکہ مستحب حاصل ہوگا ہم سنت اسواسطے حاصل نہوگی کہ اسکا محل تھا ابتدا میں سو فوت ہوا اور وجہ استحباب یہ ہے

تاکہ وضو خالی نرہے نام خدا سے واما الاکل فتحصل السنۃ فی باقیہ لا فیما فات و لیقل بسم اللہ اولہ و آخرہ اور کھانے کے درمیان میں خدا کا نام لینے سے تو سنت

حاصل ہوگی باقی طعام میں نہ اسمین جو گذر گیا اور بھولنے والے کو چاہیے کہ یون کہے بسم اللہ اولہ و آخرہ ہم شمائل ترمذی میں عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے

کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب کوئی کھانا کھاوے اور ذکر اللہ بھول جاوے کھانے پر تو یون کہے بسم اللہ اولہ و آخرہ ظاہر حدیث اسپر دلالت کرتی ہے

کہ اول طعام میں سنت حاصل ہوگئی اول طعام کے ذکر فرمانے سے اور یہ مخالف ہے شارح کے کلام سے جو اسنے فتح القدیر سے نقل کیا ہے کذا فی الطحطاوی و البحر الرائق

و غسل الیدین الطاہرتین ثلثا قبل الاستنجاء و بعدہ اور سنت ہے پاک دونوں ہاتھوں کے تین بار دھونے سے ابتدا کرنا استنجا کرنے سے پہلے اور بعد اسکے بھی پاک کی قید

اسواسطے لگائی کہ نجس ہاتھوں کا دھونا فرض ہے بعضوں کے نزدیک قبل از استنجا ہاتھ دھونا سنت ہے اور بعضوں کے نزدیک بعد استنجا کرنے کے سنت ہے مجتبی میں کہا کہ

اکثر کا قول یہ ہے کہ قبل اور بعد دونوں حالت میں سنت ہے اور قاضیخان نے اسکی تصحیح کی ہے تو قبل استنجا کے بدایت حقیقی ہے اور بعد اسکے بدایت اضافی ہے کذا فی الطحطاوی

و قید الاستیقاظ اتفاقی اور جاگنے کی قید اتفاقی ہے نہ احترازی ہم یعنی ہدایۃ یا حدیث میں جو ہاتھوں کا دھونا جاگنے کے ساتھ مذکور ہے سو اتفاقی قید ہے احتراز مقصود

نہیں اسواسطے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وضو میں غسل یدین کی تقدیم مذکور ہے بلا تقیید نوم کذا فی الطحطاوی بخاری میں ابو ہریرہ رض سے روایت ہے کہ رسول خدا

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اذا استیقظ احدکم من منامہ فلیغسل یدیہ قبل ان یدخلہما الاناء فی وضوئہ فان احدکم لا یدری این باتت یدہ یعنی جب تم سے کوئی

جاگے اپنی نیند سے تو چاہیے کہ اپنے دونوں ہاتھ دھوئے برتن میں ڈالنے سے پہلے وضو کے پانی میں اسواسطے کہ کوئی نہیں جانتا کہ اسکا ہاتھ رات کو کہان تھا

یعنے نجاست پر پڑا یا پاک چیز پر و لذا لم یقل قبل ادخالہما الاناء لئلا یتوہم اختصاص السنۃ بوقت الحاجۃ اور چونکہ جاگنے کی قید اتفاقی تھی اسی واسطے مصنف نے

یوں لکھا کہ ہاتھ دھونا سنت ہے برتن میں ڈالنے سے پہلے تاکہ یہ وہم پیدا نہو کہ ہاتھ دھونے کی سنیت حاجت کے وقت کے ساتھ مخصوص ہے یعنی
اگر یوں کہتا تو گمان ہوتا کہ بدون حاجت کے ہاتھوں کا دھونا سنت نہیں حاجت سے مراد توہم نجاست ہے و صورت تحقق طہارت ہاتھ دھونا مطلق [illegible]
ہاں اگر ایسا نہیں حلبی نے کہا وہ قول اصح جسپر اکثر فقہا ہیں یہ ہے کہ ہاتھ دھونا سنت ہے مطلقا لیکن اگر نجاست کا توہم ہو اسطرح کہ بدون استنجا سو گیا ہو یا
بدن پر نجاست ہو تو دھونا سنت موکدہ ہے اور عدم توہم نجاست میں یعنی طاہر ہو کر سوئے ہوں یا سوئے ہی نہیں سنت غیر موکدہ ہے اور نجاست کی حالت میں تو دھونا
فرض ہو گا اور مصنف رح کا قول یعنی غسل یدین کا مسنون ہونا مخصوص ہے اثر نجاست ہے اور سنت سے مراد وہ ہے جو موکدہ اور غیر موکدہ دونوں کو شامل ہے کذا
فی الطحطاوی لان مفاہیم الکتب حجۃ قبل او خال کی قید اسواسطے لگائی کہ کتابوں کے مفہوم مخالف حجت ہوتے ہیں تمام مفاہیم میں کہ مفہوم کی طحطاوی نے
کہا المفہوم ما یفہم من الالفاظ لا فی محل النطق انتہی یعنی جو الفاظ سے سمجھا جاوے بدون تصریح کے یعنی مفہوم مخالف وہ ہے کہ مذکور کے حکم سے غیر مذکور کا حکم
مفہوم ہو صفت یا شرط کے بیان سے چنانچہ قرآن مجید میں فرمایا ہے کہ اگر ... سے نکاح کرنے کی استطاعت نہو وہ لونڈیوں سے نکاح
کرے امام شافعی رح اس سے سمجھے کہ استطاعت والے کو لونڈی سے نکاح کرنا جائز نہیں امام اعظم رح کہتے ہیں کہ غیر مذکور کا حکم اس کلام سے معلوم نہیں ہو سکتا لاجل
اکثر مفاہیم النصوص کذا فی النہر بخلاف اکثر مفہومات نصوص کے کذا فی النہر یعنی کتابوں اور سنت کے اکثر مفہوم مخالف مقبول ہیں نزدیک حجت اور دلیل نہیں ہیں
اسواسطے کہ نصوص سے وہ احکام لینا مقصود ہے جنپر نصوص دلالت کرتے ہیں اور اکثر کی قید اسواسطے لگائی کہ عقوبت کا مفہوم نصوص میں معتبر ہے چنانچہ
قہستانی سے آگے مذکور ہو گا وفیہ من التح المفہوم معتبر فی الروایات اتفاقا اور نہر الفائق کی کتاب الحج میں ہے کہ مفہوم مخالف معتبر ہے روایات میں بالاتفاق یعنے
امام اعظم رح اور انکے اصحاب سے جو روایات کتابوں میں منقول ہیں انکے اکثر مفہومات معتبر ہیں خواہ مفہوم مخالف ہو یا موافق ومنہ اقوال الصحابۃ قال ...
یمایدرک بالرای الا ما لا یدرک بہ انتہی اور اسی قسم سے صحابہ کرام رض کے اقوال ہیں کہ انکا بھی مفہوم بالاتفاق معتبر ہے نہرالفائق کے مصنف نے کہا الاولی ہے کہ اقوال صحابہ میں
قید لگائی جاوے ادراک قیاس کی نہ وہ قول جو قیاس سے نہ سمجھا جاوے انتہی یعنی اگر صحابہ کا قول ایسا ہے کہ اسمیں عقل کی مجال ہو سکتی ہے تو اسکا مفہوم
بھی حجت ہے اور اگر ایسا قول ہے کہ عقل اور قیاس کا اسمیں دخل نہیں تو اسکا مفہوم بھی معتبر نہیں اسواسطے کہ وہ بمنزلہ نص مرفوع کے ہو گیا اور نص کا مفہوم معتبر نہیں
کذا فی الطحطاوی وفی القہستانی عن حدود النہایۃ المفہوم معتبر فی نص العقوبۃ کما فی قولہ تعالی کلا انہم عن ربہم یومئذ لمحجوبون اور قہستانی میں نہایہ کی کتاب الحدود
سے منقول ہے کہ مفہوم معتبر ہے عقوبت اور عذاب کے نص میں چنانچہ حق تعالی کے اس قول میں کہ البتہ کفار اپنے پروردگار سے اسدن یعنی قیامت کے دن
محجوب اور مستور ہونگے یعنی دیدار خدا سے محروم رہینگے اس سے معلوم ہوا کہ اہل ایمان اپنے پروردگار کی دیدار سے مشرف ہونگے بلا حجاب وکذا الاعتبارہ فی الروایۃ
فالکثرۃ لا کلی اور روایت فقہ میں تو مفہوم کا معتبر ہونا اکثری ہے ہر مقام میں نہیں الی الرسغین بالضم مفصل الکف بین الکوع والکرسوع والکوع عظم فی الرسل
قال سے وعظم یلی الابہام کوع وما یلی لخنصرہ الکرسوع والرسغ ما وسط ۔ وعظم یلی ابہام رجل لقب ۔ ببوع فخذ بالعلم واحذر من الغلط ۔ ابتدا غسل یدین کا
پہنچوں تک سنت ہے رسغ بضم را مہملہ و سکون سین مہملہ جوڑ ہے ہتھیلی کا درمیان کوع اور کرسوع کے اور جس ہڈی کا نام کوع ہے وہ تو بازو میں ہے چنانچہ کسی
شاعر نے کہا ہے اور وہ ہڈی جو انگوٹھے سے ملی ہے اسکا نام کوع ہے اور جو ہڈی چھنگلی سے ملی ہے وہ کرسوع اور جو کہ ان دونوں ہڈیوں کے درمیان جوڑ ہے اسکا نام
رسغ ہے اور جو ہڈی کہ پاؤں کے انگوٹھے سے ملی ہے اسکا لقب بوع ہے سو اے مخاطب لے علم کو اور پرہیز کر غلط فہمی سے ثم ان لم یمکن رفع الاناء ادخل اصابع یسراہ
مضمومۃ وصب علی الیمنی لاجل التیامن پھر معلوم کر کہ اگر برتن کا اٹھانا ممکن نہو تو اپنے بائیں ہاتھ کی انگلیاں ملا کر برتن میں ڈالے اور پانی لیکر داہنے ہاتھ پر
ڈالے تاکہ داہنی طرف سے طہارت شروع ہو یعنی پھر داہنے ہاتھ سے پانی لیکر بایاں ہاتھ دھووے ہم بحر الرائق میں پورا بیان یوں ہے کہ ہاتھوں کے دھونے کا
طریقہ یہ ہے کہ اگر چھوٹا برتن ایسا ہو کہ اٹھانا اسکا ممکن ہو تو اسمیں ہاتھ نہ ڈالے بلکہ بائیں ہاتھ سے اسکو اٹھاوے اور داہنے ہاتھ پر پانی ڈالے اور تین

اُسکو دھووے پھر برتن کو داہنے ہاتھ میں لے اور بائیں ہاتھ پر پانی ڈالے اور تین بار اُسکو دھووے پھر اگر برتن کا اُٹھانا ممکن نہو تو ویسا کرے جیسا کہ فتح
میں کہا اور بڑے برتن میں انگلیاں ملا کر اُسوقت ڈالے جبکہ وہان چھوٹا برتن نہو اور اگر ہو تو ویسا کرے جیسا اول مذکور ہو چکا اگر کوئی کہے کہ ہاتھ کا ڈالنا
برتن میں نہیں چاہئے واسطے کہ حدیث میں منع ہو اسکا جواب یہ ہو کہ منع اُس صورت میں ہو جبکہ چھوٹا برتن ہو یا بڑا برتن ہو اور اُسکے ساتھ چھوٹا برتن بھی
اور اگر بڑے برتن کے ساتھ چھوٹا برتن نہو تو ہاتھ ڈالنا منع نہیں کذا فی الطحطاوی عن البحر ولو ادخل الکف ان اراد الغسل صار الماء مستعملا وان اراد الاغتراف
لا۔ اور اگر ہتھیلی کو پانی میں ڈالا اگر دھونے کا ارادہ کیا تو پانی مستعمل ہو جائیگا اور اگر چلو بھرنے کا ارادہ کیا تو پانی مستعمل نہوگا یعنی ضرورت کی وجہ سے
اگرچہ طلب استعمال یعنی قربت اور رفع حدث متحقق ہو کذا فی البحر ہم دھونے کے قصد سے وہ پانی مستعمل ہوگا جو ملاقی ہو کف سے جبکہ جدا ہوا اور باقی تمام
پانی مستعمل نہوگا اور قصد اغتراف سے پانی مستعمل نہوگا اگرچہ صاحب جنابت ہو اور اسیطرح اگر کوزہ گر گیا بڑے گڑھے برتن میں سو اسکے لینے کو ہاتھ ڈالا اگرچہ کہنی تک
تو پانی مستعمل نہوگا کذا فی البحر ولم یکن الاغتراف بنیۃ و رواہ ہشام عن محمد وصلی ولم یغسل اور اگر پانی اپنا چھوٹے برتن سے ممکن نہو کسی چیز سے اور اُسکے دونوں
ہاتھ ناپاک ہوں تو تیمم کرے اور نماز پڑھے اور نماز کا اعادہ نکرے ہم تو ضیح اسکی مضمرات میں اسطرح ہے کہ جب پانی نہ لے سکے اور ہاتھ ناپاک ہوں تو دوسرے
شخص سے کہے کہ وہ پانی لیکر اسکے ہاتھ دھو ڈالے اور اگر کوئی وہاں نہو تو کپڑے کا ایک سرا پانی میں ڈالے اور دوسرا اُسکا سرا ہاتھ میں پکڑے رہے
پھر پانی سے نکالکر اُسکے قطرات سے داہنا ہاتھ دھووے پھر بایاں ہاتھ دھووے یا دانتوں سے کپڑا پکڑ کے دونوں ہاتھ ساتھ ہی دھووے تین بار
اور اگر کپڑا نہو تو منہ سے پانی لیکر دونوں ہاتھ دھووے اور اگر اسپر بھی قادر نہو تو تیمم کرے اور نماز پڑھے اور اس نماز کا دوبارہ پڑھنا واجب نہیں
وھو سنۃ کما ان الفاتحۃ واجبۃ تنوب عن الفرض اور وہ یعنے بند دست تک ہاتھوں کا دھونا ایسی سنت ہو کہ قائم مقام ہوتا ہو فرض کے
جیسے الحمد پڑھنا ایسا واجب ہو کہ قائم مقام ہو جاتا ہو فرض کے یعنی اُس محل کا دھونا کہ فرض تھا اس مسنون دھونے سے ادا ہو گیا جیسے قرآن کا پڑھنا
کہ نماز میں فرض ہو الحمد پڑھنے سے کہ واجب ہو ادا ہو جاتا ہو ولکن تُسَنّ غسلھا ایضا مع الذراعین اور ذراعین کے ساتھ انکا بھی دھونا مسنون ہو
یعنے اگرچہ بند دست تک دھونے سے سنت اور فرض دونوں ادا ہو گئے لیکن کہنیوں تک ہاتھ دھونے کے ساتھ انکا بھی دھونا دوسری بار سنت ہو
بحر الرائق میں مذکور ہو کہ غسل یدین میں تین قول ہیں ایک قول یہ ہو کہ وہ فرض ہو اور تقدیم اسکی سنت ہو اور فتح القدیر اور معراج اور خبازیہ میں اسکو
پسند کیا ہو دوسرا قول یہ ہو کہ وہ سنت ہو قائم مقام فرض کے ہو جاتا ہو الحمد کے مانند اور اسکو کافی میں پسند کیا ہو اور تیسرا قول سرخسی کا ہو کہ وہ سنت
ہو قائم مقام فرض کے نہیں ہوتا تو انکے ظاہر و باطن کا دوبارہ دھونا چاہیے سرخسی نے کہا یہی اصح ہو میرے نزدیک اور مشایخ کے ظاہر کلام سے
قول اول مذہب معلوم ہوتا ہو انتہی مختصرا طحطاوی نے کہا کہ شارح کے کلام میں خلط ہو دو قول کا سواسطے کہ جو کہتا ہو کہ غسل یدین سنت ہو اور
قائم مقام ہو فرض کے وہ نہیں کہتا کہ غسل یدین دوسری بار سنت ہو بلکہ دوبارہ دھونا سرخسی کا قول ہو اور مشایخ کے موافق نہر الفائق میں فتح اور خبازیہ
سے منقول ہو وَالسِّوَاکُ سُنّۃٌ مُؤکّدۃٌ کما فی الجوھرۃ عند المضمضۃ وقیل قبلھا اور مسواک کرنا سنت موکدہ ہو چنانچہ جوہرہ میں مذکور ہو کلی کرنے کے
وقت سنت ہو اور قول ضعیف یہ ہو کہ کلی سے پہلے سنت ہو ہم مسواک کرنے کی تاکیدات اور اسکے فضائل احادیث میں بکثرت ہیں ازانجملہ وہ حدیث
صحیح ہو جو امام مالک کے موطا میں ابو ہریرہ رضی سے مروی ہو کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر میری امت پر شاق نہوتا تو میں انکو مسواک کرنے
کا حکم کرتا ہر وضو کے ساتھ اور صحاح ستہ میں ابو ہریرہ رضی سے مروی ہو کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر میری امت پر شاق نہوتا تو میں انکو مسواک
کرنے کا حکم کرتا ہر نماز کے ساتھ اور احمد اور ابن خزیمہ اور حاکم اور دارقطنی اور بیہقی اور ابو نعیم نے عائشہ صدیقہ رضی سے روایت کی کہ آنحضرت نے فرمایا
کہ اُس نماز کی فضیلت جسکے واسطے مسواک کی گئی اُس نماز پر جسکے واسطے مسواک نہیں کی گئی ہفتاد و چند ہو یعنے ستر درجے زائد ہو ثواب میں۔

کذا فی البحر یعنی وضو ہونے کے وقت کرنا اور مسواک وضو کی سنت ہے ہم حنفیوں کے نزدیک ہم اور امام شافعی کے نزدیک مسواک نماز کی سنت ہے اور ثمرہ اختلاف
ظاہر ہوتا ہے اس شخص کے حق میں جسنے مسواک واسطے ایک وضو سے چند نمازیں پڑھیں تو ہمارے نزدیک اُسکو ہر نماز کا ثواب مثل نماز بے مسواک کے برابر
ہوگا اور امام شافعی کے نزدیک اسقدر ہر نماز میں ثواب نہوگا جبتک ہر نماز کے واسطے جدا جدا مسواک نکریگا کذا فی البحر الا اذا نسیہ فیندب للصلوۃ مسواک وضو
کی سنت ہے مگر جبکہ وضو میں مسواک کرنا بھول گیا تو اب نماز کے واسطے مسواک کرنا مستحب ہوگا مثلاً ظہر کے واسطے مسواک کرنا بھول گیا پھر عصر کے وقت یاد
آیا تو اب مسواک کرلینا مستحب ہے تاکہ مسواک کی فضیلت بالاتفاق حاصل ہو کذا فی النہر طحطاوی نے کہا کہ یہ صاحب نہر کی تجویز ہے روایت مذہب نہیں ہے تو شارح کو
مناسب تھا کہ اسپر آگاہ کر دیتا کما یندب لاصفرار سن وتغیر رائحۃ وقراۃ قرآن جیسے مستحب ہے مسواک کرنا دانتوں کی زردی اور بدبو کے دور ہونے کے سبب سے اور
قرآن شریف کے پڑھنے کے لیے ہم استحباب مسواک کا متاکد ہوتا ہے ارادہ نماز اور وضو اور قراۃ قرآن اور نیند سے جاگنے کے وقت اور منہ بدلنے کے سبب سے
کہ امام اعظم رحمہ سے منقول ہے کہ مسواک کرنا دین کی سنت ہے تو سب احوال اسمیں برابر ہیں چنانچہ احمد اور ترمذی نے ابوایوب رضی اللہ عنہ سے حدیث مرفوع روایت
کی ہے کہ چار چیزیں انبیا و مرسلین کی سنت ہیں ختنہ کرنا اور مسواک کرنا اور عطر لگانا اور نکاح کرنا کذا فی الحلبی واقلہ ثلاث فی الاعالی وثلاث فی الاسافل اور ادنی
درجہ مسواک کا تین بار پھیرنا ہے اوپر کے دانتوں میں اور تین بار نیچے کے دانتوں میں اور بہتر یہ ہے کہ دانتوں میں داہنی طرف سے شروع کرے پھر بائیں طرف اور اسی طرح
نیچے کے دانتوں میں کرنا چاہیے کذا فی البحر یعنی میں ہے کہ مسواک کی کچھ حد نہیں ہے بلکہ مسواک کرے کہ زردی جاتی رہے اور بدبو دفع ہو کر دل کو اطمینان
حاصل ہو بمیاہ ثلاثۃ تین پانی سے ہم ہر پانی مضمضہ کے پانی کے سوا ہے اسی طرح مسواک کو تین بار دھوئے اسکا بیان آگے آئیگا کذا فی الطحطاوی
وندب امساکہ بیمناہ اور مستحب ہے پکڑنا مسواک کا داہنے ہاتھ میں ہم مسواک کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ داہنے ہاتھ کی چھنگلی کو مسواک کے نیچے رکھے اور انگوٹھے کو سر
کے نیچے رکھے اور باقی تین انگلیاں مسواک کے اوپر رکھے اسی طرح مروی ہے عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے کذا فی الطحطاوی عن النہر وکونہ لینا
مستویا بلا عقد فی غلظ الخنصر وطول شبر اور مستحب ہے ہونا مسواک کا نرم سیدھی برابر بے گرہ بقدر چھنگلی کے موٹی اور بالشت بھر لمبی ہم انار اور بانس کے سوا ہر لکڑی
کی مسواک درست ہے کذا فی الطحطاوی اور افضل پیلو اور زیتون کی ہے کیونکہ طبرانی نے واسطہ حدیث مرفوع روایت کی کہ بہتر مسواک زیتون کی ہے مبارک درخت
منہ کو خوشبودار کرتی ہے اور بدبو دفع کرتی ہے اور وہ میری مسواک ہے اور مجھسے اگلے انبیا کی ویستاک عرضا لا طولا اور مسواک کرے دانتوں کے عرض میں نہ
طول میں ہم اسواسطے کہ طول میں مسواک کرنے سے مسوڑے زخمی ہو جاتے ہیں کذا فی الطحطاوی یعنی ابونعیم نے حدیث مرفوع نقل کی کہ آنحضرت
علیہ الصلوۃ والسلام مسواک عرض میں کرتے تھے نہ طول میں اور ابوداود کی سنن میں حدیث ہے کہ جب تم مسواک کرو تو عرض میں مسواک کیا کرو انتہی
ولا مضطجعا فانہ یورث کبر الطحال اور مسواک نکرے لیٹکر کروٹ سے کیونکہ اس سے تلی بڑھجاتی ہے ولا یقبضہ فانہ یورث الباسور اور اُسکو مٹھی بھر نہ پکڑے اسواسطے
کہ اس سے بواسیر پیدا ہوتی ہے ولا یمصہ فانہ یورث العمی اور نہ چوسے مسواک کو کہ اس سے آدمی اندھا ہو جاتا ہے ثم یغسلہ والا فیستاک الشیطان ہم اور مسواک
کرکے پھر مسواک کو دھو ڈالا کرے نہیں تو شیطان اس سے مسواک کریگا ولا یزاد علی الشبر والا فالشیطان یرکب علیہ اور ایک بالشت سے مسواک زیادہ نہ رکھے
نہیں تو شیطان اسپر سوار ہوگا ولا یضعہ بل ینصبہ والا فخطر الجنون قہستانی اور مسواک کو پڑی نہ رکھے بلکہ کھڑی کرے نہیں تو جنون کا خوف ہے یہ سب کہا ہے
قہستانی نے ویکرہ بمؤذ ویحرم بمحرم اور مکروہ ہے مسواک کرنا ایذا دینے والی لکڑی سے چنانچہ قصب فارسی اور حرام ہے زہر دار لکڑی سے ومن منافعہ انہ شفاء
لما دون الموت ومذکر للشہادۃ عندہ اور منجملہ منافع مسواک کے یہ ہے کہ وہ شفا ہے ہر مرض کی سوائے موت کے اور وہ کلمہ شہادت کی یاد دلانے والی ہے موت
کے نزدیک ہم نہر الفائق میں ہے کہ مسواک کے منافع ۳۶ ہیں ادنی اماطت اذی ہے یعنی دور ہونا گندہ دہنی کا اور اعلی تذکیر ہے شہادت کے مرنے کے وقت اور
ابو سعود میں ہے کہ مسواک مسوڑھوں کو مضبوط کرتی ہے اور بصارت کو تیز اور پیری میں دیر لگاتی ہے اور پل صراط پر چلنے میں سرعت بخشتی ہے کذا فی الطحطاوی

فائدہ
انار اور بانس کی مسواک ... سلام ہوتی ہیں

وعند فقد ہ او فقد اسنانہ تقوم الخرقۃ الخشنۃ او الاصبع مقامہ کما یقوم العلک مقامہ للمرأۃ مع القدرۃ علیہ اور جس وقت مسواک موجود نہو یا دانت باقی نہ رہے ہوں تو کھردرا کپڑا یا انگلی قائم مقام مسواک کے ہو جاتی ہیں یعنی تحصیل ثواب میں کذا فی النہر وغیرہ امام سنن احمد میں مروی ہے کہ علی رضی اللہ عنہ نے پانی کا کوزہ مانگا پھر چہرہ اپنا دھویا اور دونوں ہتھیلیوں کو تین بار اور کلی کی پھر بعض انگلی اپنے منہ میں ڈالی الی آخر الحدیث اور آخر کو فرمایا کہ یہ وضو ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کذا فی العینی کما یقوم العلک مقامہ للمرأۃ مع القدرۃ علیہ جیسے صنوبر اور کندر کا گوند چبانا عورت کے حق میں قائم مقام ہے مسواک کے باوجود قادر ہونے کے مسواک پر اور وجہ اسکی یہ ہے کہ عورت کو مواظبت کرنا مسواک پر ضرر دیتی ہے کہ دانتوں کا گوشت کمزور کر دیتا ہے اسکا فعل مستحب ہے کذا فی الطحطاوی عن البحر وغسل الفم ای استیعابہ ولذا عبر بالغسل للاختصار اور منہ کے اندر کا دھونا سنت ہے یعنی تمام داخل منہ کا دھونا اور اسی واسطے لفظ غسل کا لایا گیا ہے کیونکہ غسل کا لفظ بالاتفاق دلالت کرتا ہے تمام مراد ہونے پر کیونکہ مضمضہ غسل کا لفظ دلالت کرتا ہے پورا دھونا ۱۲ یا اختصار کے واسطے یہ عبارت اختیار کی پس علم اکثر کتب فقہ میں والمضمضۃ والاستنشاق مذکور ہے لیکن مصنف نے موافق کنز وغیرہ کے بجائے اس عبارت کے غسل الفم والانف کو اختیار کیا صراحۃً استیعاب کے واسطے یا اختصار کے لیے ہر چند مضمضہ صیغہ اصطلاحی بھی استیعاب پر دلالت کرتا ہے مگر غسل کا لفظ استیعاب پر زیادہ تر دلالت کرتا ہے کذا فی النہر اور عبارت مذکورہ سے مصنف کی عبارت میں چار حروف کی کمی ہے تو اختصار ثابت ہوا ابمیاہ ثلثۃ یعنی کلی کرنا سنت ہے تین پانیوں سے جدا جدا والانف ببلوغ الماء المارن یعنی ناک کے اندر کا دھونا سنت ہے نرم ناک تک تین بار پانی پہونچا کر امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک تین بار مضمضہ اور استنشاق سنت ہے اسطرح کہ ایک چلو پانی سے مضمضہ بھی کرے اور استنشاق بھی اور دلیل انکی چند احادیث صحیح ہیں امام اعظم رحمہ اللہ کے نزدیک احادیث مذکورہ سے جواز نکلتا ہے لیکن سنت یہ ہے کہ جو واسطے مضمضہ اور استنشاق کے واسطے تین بار جدا جدا پانی لیا جاوے چنانچہ ابو داؤد اور طبرانی میں طلحہ بن مصرف کی حدیث سے اسکی تصریح موجود ہے اور جو لوگ کہ اس حدیث کی صحت میں گفتگو کرتے ہیں انکا جواب فتح القدیر اور عینی شرح ہدایہ میں مشرحاً مذکور ہے خوف طوالت سے مترجم یہاں مذکور نہ کر سکا وہما سنتان مؤکدتان اور مضمضہ اور استنشاق دونوں سنت مؤکدہ ہیں ہم تو انکا ترک کرنا گناہ ہے مذہب صحیح پر اسلیے کہ سنت مؤکدہ بمنزلہ واجب کے ہے اور جن لوگوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ الصلوۃ والسلام کے وضو کی حکایت کی ہے وہ بائیس ۲۲ صحابہ کرام ہیں مضمضہ اور استنشاق کو سب نے ذکر کیا ہے کذا فی الطحطاوی عن البحر عن الفتح اور علامہ عینی نے شرح ہدایہ میں ۲۲ صحابیوں کے نام بنام مع تصحیح مخرجین حدیث مذکور کو بیان کیا ہے شکر اللہ مساعیہ مشتملتان علی سنن خمس الترتیب والتثلیث وتجدید الماء وفعلہما بالیمنی مضمضہ اور استنشاق پانچ سنتوں پر شامل ہیں ایک تو ترتیب یعنی پہلے کلی کرنا پھر ناک دھونا دوسرے ہر ایک کو تین تین بار کرنا تیسرے ہر بار نیا پانی لینا چوتھے دونوں کو داہنے ہاتھ سے کرنا لیکن ناک کا جھاڑنا بائیں ہاتھ سے چاہیے کذا فی الطحطاوی عن المبسوط والمبالغۃ فیہما بالغرغرۃ ومجاوزۃ المارن پانچویں مبالغہ کرنا مضمضہ میں غرغرہ کرکے اور استنشاق میں بانسے ناک تک پانی پہونچا کے لغیر الصائم لاحتمال الفساد و مبالغہ کرنا مسنون ہے اسکو جو روزہ دار نہیں اسلیے کہ صائم کو مبالغہ کرنے سے فساد صوم کا احتمال ہے اور صاحب سنن نے لقیط ابن صبرہ سے روایت کی کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وضو کامل اور پورا کر اور انگلیوں کے اندر خلال کر اور مبالغہ کر استنشاق میں مگر یہ کہ تو روزہ دار ہو کذا فی تیسیر الوصول الی جامع الاصول وسر تقدیمہما اعتبار اوصاف الماء لان لونہ یدرک بالبصر وطعمہ بالفم وریحہ بالانف اور مضمضہ اور استنشاق کے مقدم کرنے کی حکمت پانی کے اوصاف کا دریافت ہونا ہے اسواسطے کہ پانی کا رنگ آنکھ سے اور مزہ منہ سے اور بو اسکی ناک سے معلوم ہو جاتی ہے اور وضو کے واسطے پاک اور پاک کرنے والا پانی ضرور ہے اور ناپاک پانی وہ ہے جسکے اوصاف ثلثہ یعنی رنگ یا مزہ یا بو نجاست سے بدل جاوے ولو عندہ ما یکفی للغسل مرۃ مرۃ فمعہما وثلثا بدونہما غسل مرۃ اور اگر وضو کرنے والے کے پاس اتنا پانی ہو کہ اگر مضمضہ اور استنشاق کرے تو ایکبار اعضا کو دھو سکے اور جو انکو نکرے تو تین بار اعضا کو دھو سکے تو ایکبار اعضا کو دھووے اور مضمضہ اور استنشاق کرے یعنی تین بار دھونے سے مضمضہ اور استنشاق زیادہ تر مؤکد ہیں ہم اسواسطے کہ مع الامکان ترک تکرار مکروہ نہیں اور سب ناقلین صحابہ کرام نے آنحضرت علیہ الصلوۃ والسلام کے وضو میں

۵۵ بعض موسوم استعمال ہوتا مسلم ایک وزن کا نام ۱۲ ۵۲ کلی کرنا ۱۲ ناک میں پانی دینا ۱۲ ۔۔

۵۵ نرم ہڈی کو کہتے ہیں ۱۲ نرم ناک تک پانی پہنچانا ۱۲

سے منع ہے اور استنشاق کو ذکر کیا ہے اور ایکبار دھونا وضو میں آپ کے فعل سے ثابت ہے اور فرمایا کہ یہ وہ وضو ہے کہ بدون اسکے حق تعالے نماز کو قبول نہیں فرماتا
کذا فی الطحطاوی عن الحلبی ولو اخذ ماء فمضمض ببعضہ واستنشق بباقیہ اجزاہ وعکسہ لا اور اگر پانی لیا چلو بھر سو تھوڑے سے پانی سے کلی کی اور باقی سے استنشاق
کیا تو اسکو کفایت کرتا ہے اور اسکے برعکس یعنی پہلے ناک میں ڈالا پھر باقی پانی سے کلی کی تو کافی نہیں ہے اسواسطے کہ پانی اس صورت میں مستعمل ہوگیا اسواسطے
کہ پانی ناک میں نہیں ٹھہر سکتا اور منہ میں ٹھہرا رہتا ہے تو اول کلی کرنے سے باقی پانی مستعمل نہیں ہوجاتا اور ناک سے پانی ہٹتا آتا ہے لہذا باقی مستعمل ہوجاتا ہے
کذا فی الطحطاوی وہل یدخل اصبعہ فی فمہ وانفہ الاولی نعم قہستانی اور مستحب کیا اپنی انگلی اپنے منہ یا ناک میں ڈالے یا نہ ڈالے اسکا جواب بہتر یہ ہے کہ ہاں ڈالے
کذا فی القہستانی وتخلیل اللحیۃ الکثۃ بعد التثلیث ومحل فرض غیر المحرم اور سنت ہے داڑھی کا خلال کرنا غیر محرم کو تین بار منہ دھونے کے بعد اور خلال
کرنے کے وقت اپنی ہتھیلی کی پشت یعنی گردن کی طرف کرے سنن ابوداؤد میں انس سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب وضو کرتے تھے تو کف
مبارک میں پانی لیتے تھے اور تحت الحنک میں داخل کرتے تھے اور اس سے ریش مبارک کو خلال کرتے تھے اور فرماتے تھے کہ اسطرح مجھے میرے رب نے فرمایا ہے مدارج کرکہ
تخلیل ریش میں چار قول ہیں پہلا قول یہ ہے کہ واجب ہے … دوسرا قول یہ ہے کہ سنت ہے یہ قول ابو یوسف اور شافعی کا اور روایت ہے …
خیر ملا واجب میں کہا کہ سنت کا قول ہی صحیح ہے تیسرا قول یہ ہے کہ مستحب ہے اور چوتھا قول یہ ہے کہ جائز ہے ابوحنیفہ اور محمد کے نزدیک اور یہی قول ہے مالک کا …
کہ اسکا … والاصح … یہ ہے کہ تخلیل ریش ابوحنیفہ کے نزدیک مستحب ہے … جائز ہے کہ …
کیفیت تخلیل یہ اور سنت کے یہ ہے کہ ہاتھ کی انگلیاں داڑھی کے بالوں میں نیچے سے ڈالے اوپر کو … اسطرح کہ پشت ہاتھ کی … طرف ہو وتخلیل الاصابع
الیدین بالتشبیک والرجلین بخنصر یدہ الیسری بادئا بخنصر رجلہ الیمنی اور سنت ہے انگلیوں کا خلال کرنا دونوں ہاتھوں کا خلال بطریق تشبیک ہے یعنی ایک ہاتھ کی انگلیاں
دوسرے ہاتھ کی انگلیوں میں داخل کرنا جسطرح پنجہ کرتے ہیں اور دونوں پاؤں کا خلال بائیں ہاتھ کی چھنگلی سے ابتدا کرے داہنے پاؤں کی چھنگلی سے
اور ختم کرے بائیں پاؤں کی چھنگلی پر بحر الرائق میں ہے کہ تخلیل پاؤں کی اسفل اصابع سے شروع کرے پشت قدم کی طرف لاوے انتہی … کہا اسکی … کہ
کچھ اصل نہیں ابوداؤد اور ترمذی نے مستورد سے روایت کی ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا جب وضو کرتے تو اصابع پاؤں کو ملتے اپنی چھنگلی سے
حدیث بدایت خنصر کی مقتضی ہے انتہی ترمذی نے ابن عباس سے روایت کی کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تو وضو کرے تو خلال کر اپنے دونوں ہاتھوں
اور دونوں پاؤں کو ترمذی نے کہا کہ یہ حدیث حسن غریب ہے نہر الفائق میں ہے ابن ماجہ کی روایت میں تخلیل بالخنصر آئی ہے لیکن بائیں چھنگلی یا … فاللہ اعلم
وہذا بعد دخول الماء خلالہا فلو منضمۃ فرض اور یہ یعنی تخلیل اصابع کا سنت ہونا پانی داخل ہونے کے بعد ہے انگلیوں کے اندر تو اگر انگلیاں ملی ہوں تو انکے مابین کا
دھونا فرض ہے فتح القدیر میں ہے کہ جب وہاں پانی نہ پہونچا تو دھونا وہاں کا فرض ہوگا کیونکہ تخلیل ادخال … اور غسل … کذا فی الطحطاوی عن …
وتثلیث الغسل المستوعب ولا عبرۃ للغرفات اور تین بار پورا دھونا ہر عضو مغسول کا سنت ہے اور چلوؤں کا اعتبار نہیں بدون استیعاب کے یعنی تین بار
تکرار غسل سنت ہے پہلا دھونا فرض ہے اور دوسرا اور تیسرا سنت موکدہ ہے قول صحیح پر چنانچہ بحر الرائق میں منقول ہے سراج سے اور ہر بار کے غسل میں استیعاب یعنی پورا
دھونا سنت ہے تین چلو کا اعتبار نہیں تو اگر اول بار چلو ڈالے اور کچھ خشک باقی رہا پھر دوسری بار تھوڑا دھویا پھر تیسری بار تمام عضو پورا ہوگیا تو یہ تین بار کا دھونا
نہ ہوگا کذا فی الطحطاوی ولو اکتفی بمرۃ ان اعتادہ اثم اور اگر ایکبار دھونے پر اکتفا کیا جبکہ اسکی عادت کرلیگا تو گنہگار ہوگا اور گناہ کی وجہ یہ ہے کہ اسنے سنت مشہورہ کے
ترک پر عادت کی صاحب بحر نے کہا گنہگار اسوقت ہوگا جبکہ تثلیث غسل کے سنت ہونے کا معتقد نہ ہو ولو زاد لطمانینۃ القلب او لقصد الوضوء علی الوضوء لا باس اور
اگر تین بار سے زیادہ دھویا دل کی تسکین کے واسطے یا ایک وضو پر دوسرا وضو کرنے کو تو کچھ مضائقہ نہیں زیادت میں … صورت شک … خاطر جمع کیواسطے
تین بار سے زیادہ دھونا اور اسیطرح پانی کی قلت سے یا سردی کی شدت سے یا اور حاجت سے تین بار سے کم کرنا مکروہ نہیں کذا فی … شیخ الاسلام

قولہ … اول کا … کی … بائیں … کہ خلال بائیں چھنگلی خواہ ہاتھ کی ہو … ۱۲

یعنی سے کی یا کم کیونکہ اسمین خاطر کیواسطے زیادہ کرنا شک کے نزدیک بیا دوسرے وضو کی نیت کرنا لاباس ہی بدلیل حدیث ابن عمر کہ آنحضرت علیہ السلام فرماتے تھے کہ
جسنے وضو کیا وضو پر اسکے واسطے حق تعالی دس نیکیان لکھیگا روایت کیا اسکو ابو داود اور ابن ماجہ اور بیہقی اور ترمذی نے ہر چند بعضون نے اسکو ضعیف کہا ہی
لیکن رفع ضعف کا جواب شامی بھی با وجود شرح عینی مین وہ حدیث فقد تعدی محمول ہے علے الاعتقاد اور وہ حدیث یہ ہی فقد تعدی فرمایا یہ وہ اعتقاد پر محمول ہی بحر الرائق
مین حدیث مذکور یون مذکور ہی کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ایک بار وضو کیا اور فرمایا کہ یہ وہ وضو ہی کہ اللہ تعالی نماز کو بدون اسکے قبول نہین کرتا اور دو دو
دو بار وضو کیا اور فرمایا کہ یہ وضو ہی اس شخص کا جسکو دونا ثواب عطا ہوتا ہی اور تین تین بار وضو کیا اور فرمایا کہ یہ میرا وضو ہی اور مجھ سے پہلے کے انبیا کا وضو ہی
سو جو شخص کہ اسپر زیادہ کرے یا کم کرے فقد تعدی وظلم یعنی اسنے حد سے تجاوز کیا اور حدیث زیادت اور ظلم کیا اور حدیث کی بدائع مین ہی کہ صحیح تر قول یہی ہی کہ زیادتی
گنہگار ہوگا مگر جبکہ یہ اعتقاد کرے کہ وضو جائز نہین مگر تین بار سے زیادہ کرنے مین تین کو ناقص جانا زیادت سے گنہگار ہوگا اسراف کی جہت سے اگرچہ فقد اتین بار
وضو کے مسنون ہونے کا معتقد ہو کذا فی الطحطاوی مختصراً قال کراہتہ تکرارہ فی مجلس تنزیہیۃ بل فی القہستانی معزیا للجواہر الاسراف فی الماء الجاری جائز لانہ
غیر مضیع فتامل اور شاید کہ فقہا کا مکروہ کہنا تکرار وضو کا ایک مجلس مین مکروہ بکراہت تنزیہی ہی یعنی ترک اولی ہی گناہ نہین بلکہ قہستانی مین جواہر سے منقول ہی کہ
اسراف جاری پانی مین جائز ہی اسواسطے کہ یہ شخص پانی کا ضائع کرنے والا نہین ہی سو اسکو تامل کرو ہم یہ جواب ہی اس سوال مقدر کا کہ اگر تین بار سے زیادت
تسکین دل اور وضو پر وضو کرنے مین جائز ہی اور وعید حدیث مذکور کا معتقد کے حق مین ہی تو فقہا نے تکرار وضو کو مجلس واحد مین کیون مکروہ کہا ہی جواب دیا کہ کراہت
تنزیہی ہی جسکو لاباس بہ کہتے ہین بلکہ قہستانی نے اسپر بھی ترقی کی کہ آب جاری مین مطلقاً زیادت کو جائز رکھا طحطاوی نے کہا خلاصہ مین ہی کہ تکرار وضو ایک مجلس
مین جائز ہی اور سراج مین ہی کہ مکروہ ہی نہر الفائق مین ہی کہ دونون روایتون مین اختلاف نہین اسواسطے کہ خلاصہ کا جواز اعادہ واحدہ پر محمول ہی اور سراج کی
کراہت چند بار کرنے پر محمول ہی چنانچہ سراج مین چند بار کا لفظ صریحاً اسپر دلالت کرتا ہی انتہی تو اگر شارح کے کلام کو چند بار تکرار پر محمول کیجیے چنانچہ چلپی محشی نے
کہا ہی تو بلا شبہ اسراف ہی اور اسراف مکروہ تحریمی ہی نہ تنزیہی اور قہستانی کا کلام آب جاری پر قاصر ہی اور شارح کا کلام سابق عام ہی اور قہستانی نے جو کہا کہ آب جاری
مین اسراف جائز ہی سو ضعیف قول ہی بلکہ وہ مکروہ ہی مطلقاً بلا حاجت اور شارح نے بلفظ تامل اسکی توہین اور تضعیف کیطرف اشارہ کردیا انتہی ما فی الطحطاوی ملخصاً
پس قہستانی کا کلام اعتماد کے قابل نہین کہ صریح حدیث کے مخالف ہی اسواسطے کہ احمد اور ابن ماجہ مین مروی ہی کہ آنحضرت صلعم سعد بن ابی وقاص پر گذرے اور وہ وضو کرتے تھے
تو فرمایا کہ پانی مین اسراف مت کر سعد نے کہا کیا پانی مین بھی اسراف ہی فرمایا نعم وان کنت علی نہر جار یعنی ہان پانی مین بھی اسراف ہی اگرچہ تو جاری نہر پر ہو کذا فی شرح
سفر السعادۃ للدہلوی ومسح کل راسہ مرۃ مستوعبۃ اور سنت ہی اپنے تمام سر کا مسح کرنا ایکبار اسطرح کہ بالکل سر پر دونون ہاتھ پھر جاوین اندک بھی باقی نہ رہے ہم
صحیحین مین عبد اللہ بن زید سے روایت ہی کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے سر مبارک کو مسح کیا دونون ہاتھون سے سو دونون ہاتھ آگے سے پیچھے لیگئے اور
پیچھے سے آگے کو لائے ایکبار اور محمد بن حسن کی موطا مین عبد اللہ بن زید بن عاصم سے آنحضرت علیہ الصلوۃ والسلام کے وضو کی حکایت مین مروی ہی کہ مسح کیا مقدم
سر سے تا اینکہ دونون ہاتھون کو قفا تک لیگئے پھر دونون ہاتھون کو پھیر لائے اس مکان تک جہان سے مسح کرنا شروع کیا تھا اور یہ کیفیت مسح کی اس حدیث مین مذکور ہی یہی
مشہور ہی اور اسکے سوا جو شارحین ہدایہ نے کیفیات مسح کی بیان کی ہین وہ کسی حدیث سے ثابت نہین کذا فی العینی طحطاوی نے کہا کہ ظاہر تر کیفیت مسح کی یہ ہی کہ دونون
ہتھیلیان اور انگلیان مقدم سر پر رکھے اور انکو قفا تک کھینچ لیجاوے اسطرح کہ تمام سر پر استیعاب ہوجاوے پھر دو انگلیون سے دونون کانون کا مسح کرے اور اسطرح سے
پانی مستعمل نہین ہوجاتا کذا فی البحر عن الزیلعی اور یہ جو بعضون نے کہا کہ دونون کف کو اور سبابہ اور ابہام کو علاحدہ رکھے اسکی تضعیف کی ہی بحر الرائق مین فلو ترکہ وداوم
علیہ اثم اور اگر تمام سر کا مسح ترک کیا اور ترک استیعاب پر ہمیشگی کی تو گنہگار ہوگیا یعنی اسواسطے کہ سنت موکدہ بمنزلہ واجب کے ہی واذنیہ معا ولو بمائہ اور سنت ہی دونون
کانون کا ساتھ ہی مسح کرنا یعنی یہان تقدیم میامن مستحب نہین اگرچہ کانون کا مسح سر کے مسح کے پانی سے ہو ہم شارح نے اس کلام سے اختلاف شافعی کیطرف اشارہ کیا ۱۲ منہ

یعنی امام شافعی کے نزدیک کانوں کے مسح کے واسطے نیا پانی ضرور ہے ہماری دلیل یہ حدیث ہے کہ الاذنان من الراس یعنی دونوں کان سر میں داخل ہیں تو سر کے ساتھ
انکا بھی مسح چاہیے علامہ عینی نے اس حدیث کو شرح ہدایہ میں آٹھ صحابیوں سے نقل کیا اگرچہ اکثر طرق اس حدیث کے ضعیف ہیں لیکن ابن عباس کی حدیث جو دارقطنی
میں ہے ابن قطان نے اسکو صحیح اور بزار نے اسکو جید کہا ہے انتہی لکن لو مسح عمامتہ فلا بد من ماء جدید لیکن اگر مسح سر کے بعد پگڑی کو ہاتھ لگایا تو اب نیا پانی کانوں کے مسح
کے واسطے لینا ضرور ہے و الترتیب المذکور فی النص اور سنت ہے وہ ترتیب جو نص قرآنی میں مذکور ہے یعنی اول چہرہ دھونا پھر دونوں ہاتھ کہنیوں تک پھر مسح سر کا کرنا پھر
پاؤں دھونا ٹخنوں تک وعند الشافعی رضی اللہ عنہ فرض وهو مطالب بالدلیل اور امام شافعی رضی اللہ عنہ کے نزدیک ترتیب فرض ہے اور آپ سے دلیل فرضیت کا مطالبہ کیا
جم غفیر الزائل میں بعید دلائل اور بحث اسکی کہا خلاف ہے کہ عدم افتراض پر اقامت دلیل کی حاجت نہیں کیونکہ وہ یعنی عدم افتراض اصل ہے اور اسکے مدعی سے دلیل کا مطالبہ
والولاء بکسر الواو وغسل المتاخر قبل جفاف الاول بلا عذر حتی لو فنی ماؤہ فمضی لطلبہ لا باس بہ اور سنت ہے ولا بکسرہ واو یعنی پے در پے وضو کرنا عبارت ہے عضو ثانی
کے دھونے سے یا مسح کرنے سے عضو اول کے خشک ہو جانے سے پہلے بدون عذر کے یعنی اگر عذر سے خشک ہو جائے جیسے ہوا گرم اور تیز ہے تو کچھ مضائقہ نہیں یا
کہ اگر درمیان وضو کے پانی چک گیا ۔۔ وہ اسکے لینے کو گیا اور عضو خشک ہو گیا تو پے در پے کی سنت فوت نہ ہوگی اس عذر سے عدم موالاۃ میں طحطاوی نے اعتدال ہوا
اور اعتدال بدن اور عدم عذر کی قید لگائی ہے کذا فی الطحطاوی تو اگر ہوا کی گرمی یا سردی یا بدن کی گرمی اور سردی سے خشکی جلدی ہوگی اثنا وضو میں اگر بالفرض
نہیں پے در پے کی سنت ادا ہونے کو ومثلہ الغسل والتیمم اور وضو کے مانند غسل اور تیمم ہے کہ انکے افعال بھی پے در پے مسنون ہیں اور اگر کسی عذر سے تاخیر فوت ہو جائے
تو کچھ ڈر نہیں طحطاوی نے کہا تیمم میں بحث ہے کیونکہ اسمیں خشکی کو مانع موالاۃ قرار دینا متصور نہیں وعند مالک فرض اور امام مالک کے نزدیک موالاۃ فی
وضو کو پے در پے کرنا فرض ہے ومن السنن الدلک وترک الاسراف وترک لطم الوجہ بالماء وغسل فرجہا الخارج اور منجملہ سنتوں کے عضو مغسول کا ملنا اور پانی کا اسراف
چھوڑنا یعنی زیادہ خرچ نکرنا اور منھ پر پانی سخت نہ مارنا اور عورت کو باہر کی شرمگاہ کا دھونا مسنون ہے حلبی نے کہا کہ عورت کی شرمگاہ دہن کے مانند ہے تو
دہن یعنی منھ کا دھونا وضو میں مسنون ہے اور غسل میں واجب ہے اسی طرح شرمگاہ کا دھونا انتہی اور ظاہر شرمگاہ کا دھونا فقط حالت استنجا میں مسنون ہے وضو
کرنے کے وقت لیکن ظاہر بیان شارح اسکے مخالف ہے کذا فی الطحطاوی تتمہ مصنف نے تیرہ سنتیں ذکر کیں اور شارح نے چار زیادہ کیں اور کتب فقہ میں کچھ زیادہ ذکر
کرتے ہیں بعضے مستحب کو سنن میں اور بعضے سنن کو مستحبات میں شمار کرتے ہیں تحفہ میں اکیس سنتیں وضو کی مذکور ہیں اس طرح استنجا کرنا ڈھیلوں سے اور نیت اور تسمیہ
اور غسل یدین الی الرسغین اور استنجا کرنا پانی سے اور وہ زمانہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم میں آداب سے تھا اور آپ کے زمانہ کے بعد سنت ہو گیا باجماع صحابہ تراویح
کے مانند اور مضمضہ اور استنشاق اور دونوں میں ترتیب اور ہر ایک کے واسطے جدا پانی لینا اور مضمضہ اور استنشاق میں مبالغہ کرنا مگر صوم کی حالت میں اور مسواک کرنا
مضمضہ کے وقت اور ترتیب اور موالات اور تثلیث غسل اعضاء مغسولہ اور داہنے سے غسل شروع کرنا اور انگلیوں کے سرے سے غسل شروع کرنا ہاتھ پاؤں میں اور
تخلیل اصابع اور استیعاب تمام سر کا اور شروع کرنا مقدم سر سے اور ایکبار مسح کرنا اور تثلیث مسح کو ترک کرنا اور کانوں کے ظاہر و باطن کو مسح کرنا سر کے پانی سے اور تخلیل
اور تخلیل ریش ابو یوسف رح کے نزدیک اور مسح گردن میں اختلاف ہے بعضوں کے نزدیک سنت ہے اور بعضوں کے نزدیک ادب کذا فی البحر ومستحبہ ویسمی مندوبا وادبا
وفضیلۃ وهو ما فعلہ علیہ الصلوۃ والسلام مرۃ وترکہ اخری وما احبہ السلف اور وضو کے مستحبات میں اور مسح رقبہ کہیں اور مستحب کو مندوب اور ادب اور فضیلت بھی
کہتے ہیں اور مستحب وہ عمل ہے جسکو رسول علیہ الصلوۃ والسلام نے کبھی کیا کبھی نہ کیا اور وہ عمل جسکو سلف صالحین نے دوست رکھا اور پسند کیا علم اصولیوں کے نزدیک
مستحب اور مندوب ایک چیز ہیں اور فقہا کے نزدیک مستحب وہ ہے جسکو رسول علیہ الصلوۃ والسلام نے گاہے کیا گاہے ترک کیا اور مندوب وہ ہے جسکو ایک دو بار کیا جواز
کی تعلیم کے واسطے ایسا ہی شرح نقایہ میں لیکن اس تعریف میں قصور ہے اسواسطے کہ جس فعل میں شارع نے ترغیب دی اور خود نکیا وہ اس سے خارج ہوا جاتا ہے اور محیط میں
مندوب کی وہ تعریف کی ہے جو یہاں مستحب کی تعریف ہے کذا فی البحر نہر الفائق میں کہا صاحب کنز اکثر مندوب کہتا ہے اور اس سے مستحب کا ارادہ کرتا ہے اور یہی قول ہے

اسوا لیوں کا اس وجہ سے تحریر میں کہا ہے کہ جب ہمیں ثابت نہیں ہے وہ مندوب اور مستحب ہے اگرچہ اسکو نہ کیا ہو ترغیب کے لیے والتیامن فی الیدین والرجلین مستحب ہے یعنی داہنی
طرف سے شروع کرنا ہاتھ پاؤں کے دھونے میں ہم صحاح ستہ میں عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تیامن کو یعنی داہنی طرف سے
شروع کرنے کو دوست رکھتے تھے ہر چیز میں یہانتک کہ طہارت کرنے میں اور جوتی پہننے میں اور بالوں کی کنگھی کرنے میں اور سب کاموں میں اور بخاری اور مسلم میں ابوہریرہ سے
روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی شخص جوتی پہنے تو چاہیے کہ داہنے پاؤں سے شروع کرے اور جب اتارے تو بائیں پاؤں سے شروع
کرے تاکہ داہنا پاؤں جوتی پہننے میں اول ہو اور اتارنے میں آخر ہو اور انس سے روایت ہے کہ جب تو مسجد میں داخل ہو تو داہنے پاؤں سے ابتدا کر اور جب تو نکلے تو بائیں
پاؤں سے ابتدا کر روایت کیا اسکو حاکم نے کہا کہ یہ حدیث مسلم کی شرط پر صحیح ہے پس لہذا باتفاق علماء داہنے کی تقدیم مستحب ہے ہر ایک اس امر میں جو از قسم تکریم کی ہو جیسا کہ وضو میں اور غسل میں
اور کپڑا اور جوتی اور موزہ اور پاجامہ کے پہننے میں اور مسجد کے داخل ہونے میں اور مسواک کرنے اور سرمہ لگانے اور ناخن تراشنے اور مونچھ کترنے اور بغل کے بال اکھاڑنے
اور سر کے مونڈنے میں اور نماز کے بعد سلام پھیرنے میں اور بیت الخلا سے نکلنے میں اور کھانے اور پینے اور مصافحہ کرنے میں اور حجر اسود کے بوسہ لینے میں اور چیز کے دینے
اور لینے میں اور سوا انکے جو اس قسم کے افعال ہیں اور بائیں کی تقدیم ہے امور مذکورہ کے خلاف کاموں میں جیسا کہ ناک صاف کرنا اور استنجا اور بیت الخلا میں جانا
اور مسجد سے نکلنا اور جوتی اور موزہ اور پاجامہ اور کپڑا اتارنا اور مانند انکے اور افعال کذا فی العینی شرح الہدایۃ قولہ مستحبا داہنے کی تقدیم اگرچہ مسح کرنے میں ہو یعنی دو موزے
موزہ پوشی یا جراحت کے مسح کرنے میں تیامن مستحب ہے لا الاذنین والخدین فیلغز ای عضوین لا یستحب التیامن فیہما تیامن مستحب نہیں دونوں کانوں کے مسح میں
اور دونوں رخساروں کے دھونے میں تو اسی وجہ سے پہیلی کی طرح پوچھتے ہیں کہ وہ دو عضو کون ہیں جن میں داہنے عضو کی تقدیم مستحب نہیں ہم عنقریب شارح ذکر کریگا
کہ دونوں کانوں کا مسح ساتھ ہی سنت ہے اور اگر ایک ہی ہاتھ ہو یا ایک ہاتھ میں زخم ہو کہ ساتھ ہی دونوں کانوں کا مسح نہ کر سکتا ہو تو البتہ داہنے کان کی تقدیم
کذا فی العالمگیریۃ ومسح الرقبۃ بظہر یدیہ اور مستحب ہے گردن کا مسح کرنا اپنے دونوں ہاتھوں کی پیٹھ سے یعنی اس واسطے کہ پشت دست کا پانی مستعمل نہیں
لا الحلقوم لانہ بدعۃ حلقوم یعنی گلے کا مسح کرنا مستحب نہیں کیونکہ وہ بدعت ہے اور بدعت جب مطلق مذکور ہو تو بدعت سیئہ مراد ہوتی ہے نہ بدعت حسنہ کذا فی الطحطاوی ومن
آدابہ عبر بمن لانہ لم یستوفہا اصلا ما فی الفتح الی نیف وعشرین وما فی الخزائن الی نیف وستین استقبال القبلۃ اور وضو کے آداب یعنی مستحبات سے وضو کے
وقت قبلہ رو ہونا ہے شارح نے کہا مصنف من کا لفظ لائے جو بعض پر دلالت کرتا ہے اس واسطے کہ آداب وضو سوا اسکے متن کے اور بھی ہیں فتح القدیر میں آداب وضو کو بیس اور کئی تک
پہونچایا ہے اور بیچ خزائن الاسرار میں (جو پہلے شرح لکھی تھی اس متن کی) ساٹھ اور کئی آداب تک نوبت پہونچائی ہم ماتن نے پندرہ مستحبات ذکر کیے اور شارح نے اٹھارہ
کیے اور طحطاوی محشی نے سوا اسکے چودہ بڑھائے تو سب تمام مستحب ہوئے مستحبات مذکورہ طحطاوی یہ ہیں حالت استنجا میں اس انگوٹھی کا اتار رکھنا جس پر اللہ تعالی
یا اسکے رسول کریم کا نام پاک ہو اور مٹی کے برتن سے وضو کرنا اور دستگاہ آفتابہ کو تین بار دھونا اور آفتابہ وضو کو بائیں طرف رکھنا اور اگر بڑا برتن طشت وغیرہ کے
مانند ہو اسکو داہنی طرف رکھنا اور غسل کرنے میں آفتابہ کی دستگی پر ہاتھ رکھنا نہ اسکے سر پر اور وضو کے جمیع افعال میں نیت کو ساتھ رکھنا اور وضو میں جلدی اور شتابی
نہ کرنا ایسا مذکور ہے فتاوی عالمگیری میں اور وضو کا برتن حاجت سے پہلے بھر رکھنا اور استنشاق کے وقت بائیں ہاتھ سے ناک جھاڑنا اور بھووں اور مونچھ کے نیچے
پانی پہونچانا اور چہرہ دھونے کی ابتدا اوپر سے کرنا اور سر کا مسح مقدم سے شروع کرنا اور ہاتھ پاؤں کا دھونا انگلیوں کے سروں سے شروع کرنا ایسا مذکور ہے معراج الدرایۃ
میں کذا فی الطحطاوی ودلک اعضائہ فی المرۃ الاولی اور مستحب ہے اپنے اعضا کو ملنا اول بار کے دھونے میں ہم مصنف نے دلک اعضا کو مستحبات میں شمار کیا
اور خلاصہ میں کہا ہے کہ دلک اعضا ہمارے مذہب میں سنت ہے خصوصاً موسم سرما میں چنانچہ صاحب فتح القدیر نے کہا ہے اور شارح نے دلک اعضا کو سنتوں میں شمار کیا کذا
فی الطحطاوی وادخال خنصرہ المبلولۃ صماخ اذنیہ عند مسحہما اور مستحب ہے اپنی بھیگی چھنگلی کا داخل کرنا دونوں کانوں کے سوراخ میں انکے مسح کرنے کے وقت وتقدیمہ
علی الوقت لغیر المعذور اور نماز کے وقت سے پہلے وضو کرنا غیر معذور کو یعنی وہ معذور جسکا پیشاب اور ریح ہر وقت جاری ہو اسکے حق میں تقدیم وضو کی مستحب نہیں

وہذہ احدی المسائل الثلث المستثناۃ من قاعدۃ الفرض افضل من النفل لان الوضوء قبل الوقت مندوب وبعدہ فرض اور یہ یعنی تقدیم وضو کا مسئلہ
ایک ہے ان تینوں مسئلوں سے جو مستثنیٰ ہیں اس قاعدہ سے کہ فرض افضل ہے نفل سے اسواسطے کہ وضو وقت سے پہلے مستحب ہے اور وقت آنے کے بعد فرض ہے
مع قاعدہ مذکورہ سے تین مسئلے خارج ہیں اسواسطے کہ ان میں نفل یعنی مستحب افضل ہے فرض سے الثانیۃ ابراء المعسر مندوب افضل من انظارہ الواجب دوسرا مسئلہ
یہ ہے کہ مفلس کو دین چھوڑ دینا مستحب ہے وہ افضل ہے مفلس کی مہلت دینے سے کہ وہ واجب ہے کیونکہ مفلس مدیون کو مہلت دینا واجب ہے جیسا اس آیت سے کہ (و
ان کان ذو عسرۃ فنظرۃ الی میسرۃ) یعنی اگر مدیون تنگدست ہو تو اسکو مہلت دینا چاہیے کشادگی تک تو دیکھو یہاں چھوڑ دینا جو مستحب تھا افضل ٹھہرا مہلت
دینے سے جو واجب ہے الثالثۃ الابتداء بالسلام سنۃ افضل من ردہ فرض تیسرا مسئلہ یہ ہے کہ سلام کرنا سنت ہے سو افضل ہے سلام کے جواب دینے
سے اور وہ الا کہ جواب دینا فرض کفایہ ہے ونظمہا من قال الفرض افضل من تطوع عابد حتی ولو قد جاء منہ باکثر الا التطہر قبل وقت وابتداء للسلام کذاک
ابراء معسر اور مسائل ثلثہ کو نظم میں بیان کیا ہے شاعر نے یوں کہا ہے کہ فرض افضل ہے عابد کے نفل سے اگرچہ نفل کو اس سے زیادہ ادا کیا ہو فرض سے مگر طہارت
کرنا وقت سے پہلے اور ابتداء سلام اسی طرح مفلس کا دین چھوڑ دینا افضل ہے وقت آنے کے پہلے طہارت اور جواب دینے اور مہلت دینے سے وتحریک خاتمہ الواسع
اور مستحب ہے ہلانا وہ انگوٹھی کا کھلا ہو یعنی وضو کے وقت ومثلہ القرط اور یہی حال کانوں کی بالی کا یعنی غسل کے وقت اسکا بھی ہلانا مستحب ہے تاکہ پانی سوراخ کے
اندر پہنچ جائے وکذا الضیق ان علم وصول الماء والا فرض اور اسی طرح تنگ انگوٹھی کی تحریک مستحب ہے اگر اسکے نیچے پانی کا پہنچنا معلوم ہو گیا ہو اور اگر پانی کا پہنچنا
معلوم نہو تو اسکی تحریک فرض ہے نہ مستحب وعدم الاستعانۃ بالغیر الا لعذر اور غیر سے مدد نچاہنا وضو میں مستحب ہے مگر عذر ہو تو استعانت خلاف استحباب نہیں ہے
عذر یہ کہ بیماری ہو کہ خود نہیں کرسکتا یا کہ وضو کرنے والا بیمار ہو اور مستحب ہے کذا فی الطحطاوی وانما استعان علیہ الصلوۃ والسلام بالمغیرۃ لتعلیم الجواز اور رسول
کریم علیہ الصلوۃ والسلام کا مدد چاہنا وضو میں مغیرہ بن شعبہ صحابی سے جواز استعانت کی تعلیم کیلئے تھا یہ جواب ہے اس سوال مقدر کا کہ اگر استعانت غیر سے خلاف
استحباب ہوتی تو حضرت سے واقع نہوتی جواب دیا کہ یہ امر تعلیم جواز کے واسطے تھا اور شارع کو تعلیم افضل ہے مستحب سے کذا فی الطحطاوی مغیرہ بن شعبہ کی حدیث میں ہے
کہ میں حضرت کے ساتھ سفر میں تھا اور آپ شامی جبہ پہنے تھے اسکی آستین تنگ تھی آستین سے ہاتھ نہ نکل سکا آپ نے اسفل آستین سے ہاتھ نکالا اسوقت میں نے
پانی ڈالا آپ نے وضو کیا اور موزوں پر مسح کیا مسلم اور بخاری نے بھی اس حدیث کو روایت کیا ہے امام غزالی نے کہا کہ تنگی آستین کی وجہ سے استعانت تھی اور بعضوں نے
کہا سفر کی جہت سے کذا فی العینی وعدم التکلم بکلام الناس الا لحاجۃ تفوتہ اور مستحب ہے وضو میں نہ بولنا دنیا کی سی باتیں مگر کسی حاجت کیلئے بولنا
خلاف استحباب نہیں جو بعد میں بولنے سے فوت ہوتی ہو والجلوس فی مکان مرتفع تحرزا عن الماء المستعمل اور مستحب ہے وضو کرنیکو اونچے مکان پر بیٹھنا مستعمل پانی
بچنے کو اگرچہ صحیح قول میں مستعمل پانی طاہر ہے لیکن اختلاف سے بچنے میں احتیاط ہے وعبارۃ الکمال وحفظ ثیابہ عن المتقاطر وہی اشمل اور شیخ کمال الدین صاحب
فتح القدیر کی عبارت یوں ہے کہ بچانا کپڑوں کا قطروں سے مستحب ہے اور یہ عبارت بنسبت ماتن زیادہ تر صورتوں کو شامل ہے اسواسطے کہ کبھی وضو کرنے والا اونچے
مکان پر ہوتا ہے اور چھینٹوں سے نہیں بچتا کذا فی الطحطاوی والجمع بین نیۃ القلب وفعل اللسان اور مستحب ہے جمع کرنا دل کی نیت میں اور زبان کے لفظ
میں یعنی دل کی نیت کے ساتھ زبان سے بھی کہے کہ وضو کرتا ہوں رفع حدث یا استباحت صلوۃ یا امتثال امر کیواسطے ہذہ رتبۃ وسطی بین من سن التلفظ بالنیۃ
ومن کرہہ لعدم نقلہ عن السلف اور یہ یعنی زبانی قول کو مستحب کہنا میانہ روی ہے دو قول میں ایک قول اس شخص کا جو سنت کہتا ہے زبانی نیت کرنے کو جیسا کہ امام
شافعی اور دوسرا قول اسکا جو زبانی نیت کو مکروہ کہتا ہے کیونکہ نیت کو زبان سے کہنا سلف سے یعنی صحابہ اور تابعین سے منقول نہیں ہے یعنی استحباب رتبہ سنت
اور مکروہ کہنے کے درمیان تو جمع کرنا نیت دلی اور تلفظ زبانی کا متوسط رتبہ ٹھہرا وذکر الاذکار الماثورۃ وسطہا والتسمیۃ کما مر عند غسل کل عضو وکذا المسح اور
بسم اللہ کہنا چنانچہ مذکور ہوچکا ہر عضو کے دھونے کے وقت مستحب ہے اور اسی طرح مسح کرنے کے وقت ہم ابتداء وضو میں بسم اللہ کہنا سنت ہے اور ہر عضو کے

دھونے اور مسح کرنے کے ساتھ مستحب ہے والدعاء بالوارد عندہ ای عند کل عضو اور وہ دعا کرنا جو اخبار اور آثار میں وارد ہے ہر عضو کے دھونے اور مسح کرنے
میں ہم شرح الطحطاوی میں ہے کہ مضمضہ کرنے کے وقت کہے اللّٰھم اعنی علی تلاوۃ القرآن وذکرک وشکرک وحسن عبادتک اور استنشاق کے وقت کہے اللّٰھم ارحنی
رائحۃ الجنۃ اور چہرہ دھونے کے وقت کہے اللّٰھم بیض وجھی یوم تبیض وجوہ اولیائک اور داہنے ہاتھ دھونے کے وقت کہے اللّٰھم اعطنی کتابی بیمینی وحاسبنی
حسابا یسیرا اور بایاں ہاتھ دھونے کے وقت کہے اللّٰھم لا تعطنی کتابی بشمالی ولا من وراء ظھری اور سر کا مسح کرنے کے وقت کہے اللّٰھم اظلنی تحت ظل عرشک یوم لا ظل
الا ظل عرشک اور کانوں کا مسح کرنے کے وقت کہے اللّٰھم اجعلنی من الذین یستمعون القول فیتبعون احسنہ اور گردن کے مسح کرنے کے وقت کہے اللّٰھم اعتق
رقبتی من النار اور دونوں پاؤں دھونے کے وقت کہے اللّٰھم ثبت قدمی علی الصراط یوم تزل الاقدام رافعی شافعی نے کہا کہ یہ خبر صالحین سے مروی ہے اور محی الدین
نووی نے روضہ میں کہا کہ اس دعا کی کچھ اصل نہیں ابن صلاح نے کہا کہ اس میں کوئی حدیث صحیح نہیں میں کہتا ہوں مستغفری نے دعوات میں اور صاحب فردوس
نے اور ابن عساکر نے امالی میں طرق ضعیفہ علی مرتضیٰ سے روایت کی ہے اور ابن حبان نے نحو اسکا انس سے اور مستغفری نے براء بن عازب کی حدیث سے اسی طرح کی روایت
کی اور سند اسکی واہی اور ضعیف ہے کذا فی العینی وقد رواہ ابن حبان وغیرہ عنہ علیہ الصلوۃ والسلام من طرق قال المحقق الشافعیۃ الرملی فیعمل بہ فی فضائل الاعمال
وان انکرہ النووی اور البتہ دعاء مذکورہ کی حدیث کو ابن حبان وغیرہ نے رسول کریم علیہ الصلوۃ والسلام سے روایت کی ہے چند طریقوں سے محقق شافعیہ کے یعنی
شمس الدین محمد رملی نے کہا تو ایسی حدیث پر عمل کرنا چاہیے اعمال کے فضائل میں اگرچہ محی الدین نووی شافعی نے اسکا انکار کیا ہے ہم جب حدیث ضعیف کے چند طریقے
اسناد کے ہوئے تو ایک دوسرے کی تقویت کرتا ہے تو وہ حدیث ضعیف نہیں رہتی بلکہ وہ مرتبہ حسن کو پہنچ جاتی ہے اہل حدیث اسکو حسن لغیرہ کہتے ہیں ابن حجر نے شرح اربعین
میں کہا کہ فضائل اعمال میں عمل بحدیث ضعیف اسواسطے جائز ہوا کہ اگر وہ حدیث نفس الامر میں صحیح ہے تو عمل کرنے سے اسکا حق ادا ہوا اور اگر صحیح نہیں ہے تو عمل کرنے سے
تحلیل و تحریم کا کچھ فساد مترتب نہوا اور نہ غیر کی حق تلفی ہوئی ایک حدیث میں وارد ہے کہ جسکو میری طرف سے ثواب عمل کرنے کا پہونچا سو اسنے اسپر عمل کیا تو اسکو اجر ملیگا
اگرچہ میں نے اسکو نہ کہا ہو کذا فی الطحطاوی شارح نے رملی کو موصوف بصفت محقق شافعیہ کہا تاکہ خیر الدین رملی حنفی کا لوگوں کو دھوکا نہو شیخ عابد سندھی نے طوالع الانوار
حاشیہ در المختار میں تصریح کی ہے کہ محقق شافعیہ سے مراد شمس الدین محمد رملی ہے فائدہ یہ فائدہ شارح نے مناسب مقام کے بیان کیا شرط العمل بالحدیث الضعیف عدم شدۃ
ضعفہ حدیث ضعیف پر عمل کرنے کی شرط یہ ہے کہ نہایت ضعیف نہو ہم شدید الضعف وہ حدیث ہے جسکا کوئی طریقہ کذاب یا متہم بالکذب سے خالی نہو قال الطحطاوی کذا قال
ابن حجر وان یدخل تحت اصل عام اور یہ شرط ہے کہ قاعدہ کلیہ شرعی کے تحت میں ہو ہم وہ قاعدہ یہاں دعا کی مطلوبیت ہے کیونکہ دعا کرنا عام ہے ہر وقت میں کذا فی الطحطاوی
وان لا یعتقد سنیۃ ذلک الحدیث اور یہ شرط ہے کہ اس حدیث ضعیف کے مسنون ہونے کا اعتقاد نہو یعنی یہ یقین نکرے کہ یہ قولا یا فعلا حضرت صلعم سے ثابت ہے لیکن علی
سبیل الاحتمال کوئی مانع نہیں کذا فی الطحطاوی واما الموضوع فلا یجوز العمل بہ بحال ولا روایتہ الا اذا قرن ببیان وضعہ اور موضوع حدیث پر عمل کرنا تو کسی حال میں
جائز نہیں اور اسکا نقل کرنا جائز ہے مگر جبکہ نقل کیساتھ اسکے موضوع ہونے کو بیان کر دے تو اس شرط سے البتہ روایت درست ہے چنانچہ اسیطرح بیان موضوعات میں
محدثین نے کتابیں تالیف کی ہیں ہم موضوع جھوٹی حدیث کو کہتے ہیں اور افترا کرنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر بالاتفاق حرام ہے اور بعضوں نے اسکو کفر کہا ہے حدیث صحیح
میں وارد ہے جسنے مجھپر جوڑ کے وہ کہا جو میں نے نہیں کہا تو وہ شخص اپنا نشست گاہ دوزخ میں سے ٹھہرا دے کذا فی الطحطاوی والصلوۃ والسلام علی النبی بعدہ
ای بعد الوضوء لکن فی الزیلعی ای بعد کل عضو اور مستحب ہے صلوۃ اور سلام کا کہنا نبی علیہ الصلوۃ والسلام پر بعد وضو کے لیکن زیلعی میں وضو کے ہر عضو کے بعد درود پڑھنے کو مستحب
کہا ہے وان یقول بعدہ ای الوضوء اللّٰھم اجعلنی من التوابین واجعلنی من المتطہرین اور مستحب ہے کہ وضو کے بعد یہ دعا پڑھے اللّٰھم اجعلنی من التوابین واجعلنی
من المتطہرین ہم مسلم میں عمر فاروق سے روایت ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو وضو کامل کرے پھر کہے اشہد ان لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ واشہد ان
محمدا عبدہ ورسولہ اسکے واسطے آٹھوں دروازے بہشت کے کھولے جاوینگے جس دروازہ سے چاہے بہشت میں داخل ہو ترمذی کی روایت میں اتنا اور زیادہ ہے

اَللّٰہُمَّ اجْعَلْنِی مِنَ التَّوَّابِینَ وَاجْعَلْنِی مِنَ الْمُتَطَہِّرِینَ لیکن اسکی اسناد مین اضطراب ہی اور مستدرک حاکم مین ابو سعید خدری رضی سے یون روایت ہی کہ جو وضو کرے پھر
کہے سُبْحَانَکَ اللّٰہُمَّ وَبِحَمْدِکَ اَشْہَدُ اَنْ لَا اِلٰہَ اِلَّا اَنْتَ اَسْتَغْفِرُکَ وَاَتُوبُ اِلَیْکَ تو لکھا جاویگا ورق مین پھر اُسپر مہر ہوگی اور نہ ٹوٹیگی قیامت کے دن تک اس روایت کے صحیح
اور وقف مین اختلاف ہی لیکن نسائی اور طبرانی نے اسکے موقوف ہونے کی تصحیح کی ہی اور نووی نے جو اذکار اور شرح مہذب مین مرفوع اور موقوف ہونے کی تضعیف کی سو
غلط ہی اسلیے کہ موقوف کے صحیح ہونے مین شک نہین کذا فی العینی شیخ عبد الحق دہلوی نے شرح سفر السعادۃ مین نسائی اور ابن السنی سے ابو موسی اشعری کی روایت کی کہ مین
پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کیواسطے وضو کا پانی لایا آپ نے وضو کیا پھر مین نے سنا کہ آپ فرماتے تھے اَللّٰہُمَّ اغْفِرْ لِی ذَنْبِی وَوَسِّعْ لِی فِی دَارِی وَبَارِکْ لِی فِی رِزْقِی وان یشرب
بعدہ من فضل وضوئہ کماء زمزم مستقبل القبلۃ قائما او قاعدا اور مستحب ہی وضو کے بعد بچے ہوے وضو کا پانی پینا زمزم کے پانی کے مانند قبلہ رو کھڑے ہوکر یا بیٹھکر
وفیما عداہما یکرہ قائما تنزیہا اور وضو اور زمزم کے پانی کے سوا اور پانی کھڑے ہوکر پینا مکروہ تنزیہی ہی یعنی اسواسطے کہ اسمین طب کی راہ سے مضرت ہی نہ دین کی راہ سے کذا
فی الطحطاوی وعن ابن عمر کنا نأکل علی عہد النبی صلی اللہ علیہ وسلم ونحن نمشی ونشرب ونحن قیام اور عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہی کہ ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم
کے وقت مین کہاتے تھے چلنے کی حالت مین اور پیتے تھے کھڑے ہوے ہم شارح نے اس روایت سے ثابت کیا کہ کہانا چلتے ہوے اور پینا کھڑے ہوے جائز ہی وقد خص
الشارح بما اذا کان مسافرا اور جائز ہی مسافر کو پانی پینے کی چلتے ہوے ومن الآداب تعاہد موقیہ وکعبیہ وعرقوبیہ واخمصیہ اور آداب سے ہی خبرگیری اپنی دونون آنکھون کے
کویون کی اور دونون ٹخنون کی اور دونون ایڑیون کی اور دونون تلوون کے اندر کی یعنی وضو کے اندر ان مقامون مین پانی پہونچانا اور ایسے قائل نہ ہونا مستحب ہی
اسواسطے کہ ان کے نیچے ہونے کے سبب سے ان مقامات مین کبہی تھوڑی خشکی باقی رہجاتی ہی ولہذا حدیث صحیح بخاری و مسلم مین وارد ہی کہ ویل للاعقاب من النار یعنی خرابی
ایڑیون کے واسطے دوزخ کی آگ سے یعنی جن ایڑیون مین خشکی رہگئی وضو کرنے مین غفلت سے واطالۃ غرتہ وتحجیلہ اور مستحب ہی دراز کرنا چہرہ اور ہاتھ پاؤن کے دہونے کا
یعنی اعضاء مغسولہ کے حدود معینہ سے زیادہ دہونا مستحب ہی صحیحین اور نسائی مین ابو ہریرہ رضی سے روایت ہی کہ آنحضرت علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا کہ میری امت کے لوگ
اوینگے وضو کے آثار سے سو جس سے ہوسکے اپنا غرہ بڑہانا وہ کرے اور دوسری روایت مین ہی کہ ابو ہریرہ رضی نے وضو کیا سو اپنا چہرہ دہویا اور دونون ہاتھون کو دہویا یہانتک
کہ قریب تھا کہ دونون مونڈہون تک پہونچا پھر دونون پاؤن دہوئے پنڈلیون تک پھر حدیث مذکور پڑہی غرہ کہتے ہین گھوڑے کے چہرہ کی سفیدی کو اور تحجیل کہتے ہین
اسکے ہاتھ پاؤن کی سفیدی کو اور یہ زینت ہی گھوڑے کے حق مین تو حدیث مین غرہ اور تحجیل استعارہ ہی انسان کے واسطے وضو کے آثار مین کذا فی العینی یعنی مومنون
کا چہرہ اور ہاتھ پاؤن روشن ہونگے وضو کے آثار سے تو حدود معینہ سے زیادہ کرنا مستحب ہی کہا طحطاوی نے علی زادہ کی شرح شرعہ سے نقل کیا کہ دونون ہاتھون کا دہونا
نصف بازو تک اور پاؤن کا دہونا نصف ساق تک مستحب ہی وغسل رجلیہ بیسارہ اور مستحب ہی دونون پاؤن کا دہونا بائین ہاتھ سے وبلہما عند ابتداء الوضوء فی الشتاء
اور مستحب ہی دونون پاؤن کا پانی سے چپڑنا ابتداء وضو مین جاڑے کے موسم مین ہم فتاوی عالمگیری مین بدائع سے تعمیم اعضاء مذکور ہی اسطرح کہ خلف بن ایوب نے
کہا کہ لائق یون ہی کہ سرما مین اعضا کو پانی سے چپڑلے تیل ملنے کی طرح پھر اسپر پانی روان کرے اسواسطے کہ سرما مین پانی عضو پر خوب نہین بہتا ہی کذا فی الطحطاوی
والتمسح بمندیل اور مستحب ہی اعضا کو پوچھنا رومال سے ہم یعنی موضع استنجا کو کپڑے سے پوچھنا مستحب ہی ایسا ہی فتح القدیر مین اور عالمگیری مین ہی کہ باقی اعضاء وضو کو
نہ پوچھے اس کپڑے سے جس سے موضع استنجا کو پوچھا تو اور کپڑے سے پوچھنا درست ہی اور معراج مین ہی کہ لائق یہ ہی کہ مبالغہ نہ پوچھے کذا فی الطحطاوی عینی نے کہا
کہ بعد وضو کے رومال وغیرہ سے پوچھنے مین علما کا اختلاف ہی سو ہمارا مذہب یہ ہی کہ لاباس ہی یعنی کچھ مضائقہ نہین اور ترک افضل ہی اور امام شافعی رح کے نزدیک
صحیح قول یہ ہی کہ مکروہ نہین لیکن اسکا ترک مستحب ہی اور بعضون نے کہا کہ موسم گرما مین مکروہ ہی اور سرما مین سردی کے عذر سے مکروہ نہین اور ابن شاہین نے جو
ناسخ اور منسوخ مین عدم تنشیف کی حدیث روایت کی ہی اور ترمذی نے جو حدیث آنحضرت علیہ الصلوۃ والسلام کے پوچھنے کی روایت کی ہی سو دونون حدیثین
ضعیف ہین انتہی ما فی العینی مختصرا وعدم نفض یدہ اور مستحب ہی ہاتھ کا نہ جھاڑنا اسواسطے کہ جھاڑنا طہارت کی کراہت اور بیزاری پر دلالت کرتا ہی کذا فی الطحطاوی

اے اللہ بخش میرا گناہ اور کشادگی کر میرے مکان میں اور برکت دے میرے رزق میں ۱۲

وقراءة سورة القدر اور مستحب ہے سورۂ انا انزلنا کا پڑھنا وضو کے بعد شارح منیہ نے اسپر بہت ثواب ذکر کیا ہے کذا فی الطحطاوی وصلوۃ رکعتین فی غیر وقت کراہۃ اور مستحب ہے بعد وضو کے دو رکعت کا پڑھنا سواے وقت کراہت کے هم اس نماز کو تحیۃ الوضو کہتے ہیں صحیح مسلم وغیرہ میں عقبہ بن عامر سے مروی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نہیں کوئی ایسا مسلمان جو وضو کرے اچھی طرح سے پھر کھڑا ہو اور دو رکعت نماز پڑھے دونوں رکعتوں پر متوجہ ہو کر اپنے دل اور چہرہ سے مگر اسکے واسطے جنت واجب ہو گئی کذا فی تیسیر الوصول الی جامع الاصول یعنے حضور ظاہری اور باطنی پر جنت کا وعدہ ہے ومکروہہ لطم الوجہ او غیرہ بالماء اور مکروہ تنزیہی ہے چہرہ وغیرہ پر پانی کو زور سے مارنا والتقتیر والاسراف اور حاجت سے کم و بیش کرنا صرف کمی کی صورت یہ ہے کہ غسل اعضا میں تیل کے مانند پانی چپڑے بلکہ اچھی طرح اعضا پر تین بار پانی کو روان کرے ومنہ الزیادۃ علی الثلث اور منجملہ اسراف کے ہے تین بار سے زیادہ دھونا لیکن تسکین دل یا وضو پر دوسرے وضو کی قصد سے زیادت درست ہے چنانچہ مذکور ہو چکا امام بخاری اور مسلم اور ابوداؤد اور ترمذی اور نسائی میں حدیث صحیح ثابت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک مد سے وضو کرتے اور ایک صاع سے غسل فرماتے تھے اور بعضے روایات میں کم و بیش بھی آیا ہے اور صاع چار مد کا ہوتا ہے اور مد دو رطل کا اور رطل بیس استار کا ہر استار ساڑھے چار مثقال کا اور مد اور من شرعی ایک ہی چیز ہے آنحضرت علیہ الصلوۃ والسلام خود پانی وضو کا کم صرف کرتے اور بہت پانی بہانے سے منع فرماتے اور فرماتے کہ میری امت میں وہ لوگ پیدا ہونگے جو وضو میں تعدی اور بیجا زیادتی کریں اور فرماتے تھے کہ وضو کا ایک شیطان ہے نام اسکا ولہان ہے تو پانی کے وسواس سے پرہیز کرو کذا فی سفر السعادۃ وشرحہ اب چونکہ ہر مثقال ساڑھے چار ماشے کا ہوتا ہے تو مد اور من شرعی لکھنؤ کے سیر کے حساب سے تخمیناً تین پاؤ پختہ کا ہوا اسواسطے کہ لکھنؤ کا پختہ سیر ۹۲ روپیہ کا ہے اور ہر روپیہ گیارہ ماشہ کا اور صاع جس سے غسل سنت ہے تین سیر قدرے زائد کا ہوا عادت ہو گئی ہے پانی کے اسراف کی لہذا اکثر لوگ اسقدر پانی میں متحیر ہوتے ہیں اگر تنگ ٹونٹی کے لوٹے سے باحتیاط وضو کریں اسطرح سے کہ بدن پر پانی گرے زمین پر بیفائدہ نگرے تو تین پاؤ پانی سے بخوبی وضو ہو سکتا ہے اسکا ضرور اہتمام کرنا چاہیے تاکہ سنت پر عمل کرنے کا ثواب حاصل ہو اور اسراف مکروہ سے اجتناب فیہ تحریماً لو بماء النہر والمملوک لہ کہ پانی میں اسراف مکروہ تحریمی ہے اگرچہ نہر کے پانی سے یا اپنے مملوک پانی سے وضو ہو هم مکروہ تحریمی شیخین کے نزدیک حرام نہیں حرام سے قریب ہے اور محمد رحمہ کے نزدیک مکروہ تحریمی حرام ہے یعنے اما الموقوف علی من یتطہر ومنہ ماء المدارس فحرام اور وہ پانی جو طہارت کرنے والوں پر وقف کیا گیا اور وقف کی قسم سے ہے مدرسوں کا پانی سو اسمیں تو اسراف کرنا حرام ہے بالاتفاق وتثلیث المسح بماء جدید اور تین بار مسح کرنا نئے پانی سے مکروہ ہے اما بماء واحد فمندوب او مسنون اور ایک ہی پانی سے تین بار مسح کرنا تو مستحب ہے یا مسنون چنانچہ منح الغفار میں زیلعی سے منقول ہے هم ہدایہ میں اسکو مشروع کہا ہے اور عینی نے کہا کہ مسنون ہونے کی بھی امام سے روایت ہے اور صحیح قول امام سے ترک تثلیث کا ہے انتہی ومن منہیاتہ التوضی بفضل ماء المرأۃ اور وضو کی ممنوعات سے عورت کے وضو یا غسل کے باقی بچے پانی سے وضو کرنا ہے اسواسطے کہ شاید اس سے مرد کو کچھ تلذذ حاصل ہو یا یہ وجہ ہے کہ اکثر عورتوں کو نجاست سے محافظت کم ہوتی ہے اور یہ کراہت تنزیہی پر دلالت کرتا ہے کذا فی الطحطاوی او فی موضع نجس لان لماء الوضوء حرمۃ یا مکروہ ہے وضو کرنا ناپاک مکان میں اسلیے کہ وضو کے پانی کی کچھ حرمت ہے هم طحطاوی نے کہا اور یہ بھی وجہ ہے کہ وہاں نجاست کی چھینٹوں کے پڑنے کا خوف ہے او فی المسجد الا فی اناء یا مکروہ ہے وضو کرنا مسجد کے اندر مگر مسجد میں برتن کے اندر وضو جائز ہے او فی موضع اعد لذلک یا وضو جائز ہے مسجد کے اس مکان میں جو وضو کرنے کو بنایا گیا چنانچہ اس ملک میں مسجد کے لب فرش وضو کے واسطے بناتے ہیں والقاء النخامۃ والامتخاط فی الماء اور مکروہ ہے تھوکنا اور سنکنا پانی میں یعنی اگرچہ آب جاری ہو طحطاوی نے کہا یہ کراہت تنزیہی ہے اسواسطے کہ انکے ترک کرنے کو مستحبات میں شمار کیا ہے وینقضہ خروج کل خارج نجس بالفتح ویکسر منہ ای من المتوضی الحی اور وضو کو توڑتا ہے نکلنا ہر ناپاک چیز نکلنے والی کا زندہ وضو کرنے والے سے شارح نے کہا نجس بفتح جیم ہے اور کبھی جیم کسرہ یعنی زیر بھی دیا جاتا ہے هم نجس بفتح جیم عین نجاست کا نام ہے اور بکسر جیم اسکا نام ہے جو ناپاک ہو تو یہ عام تر ہے تو متن میں دونوں طرح ہو سکتا ہے مگر فتحہ جیم کا الیق ہے کہ تکلف سے دور ہے اور لغت کی راہ سے دونوں میں کچھ فرق نہیں چنانچہ نہر الفائق میں ہے زندہ کی قید

نواقض وضو

اور وضو کیا گیا اسواسطے کہ خروج نجاست کا مردہ سے ناقض اسکے وضو کا نہیں بلکہ موضع نجاست کا دھونا چاہیے کذا فی الطحطاوی معتادا اولا نجس خارج عادت کی
چیز ہو جیسا کہ بول اور براز یا عادت کی چیز نہ ہو جیسا کہ خون کا نکلنا بین السبیلین اولا بول و براز کی راہ سے نجاست نکلے یا نہیں اسلئے کا ظہر بالبناء للمفعول آئے
یا للفاعل یلحقہ حکم التطہیر یعنی نقض وضو ہی نکلنا نجاست کا اس مقام تک بدن سے جو ظاہر کیا جاتا ہے یعنی جسکے پاک کرنے کا حکم لاحق ہوتا ہے وضو یا غسل میں ثم المراد بالخروج
من السبیلین مجرد الظہور پھر اسکو معلوم کر کہ خروج سبیلین سے مراد فقط ظاہر ہوتا ہے بدون سیلان کے یعنی جب نجاست بول اور براز کی راہ سے ظاہر
ہوئی خروج متحقق ہوا اور وضو ٹوٹ گیا اگر سیلان نہو کیونکہ جو خروج کی انتقال ہے باطن سے ظاہر کی طرف اور یہ معلوم نہیں ہوتا ہے مگر بسبب سیلان
کرنے کے موضع نجاست سے اسلئے خروج کی تفسیر سیلان سے کی بخلاف اسکے اگر نجاست ظاہر ہوئی سبیلین کے سرے پر کہ وہ وضو کی ناقض ہے اگرچہ سائل نہوئی
اسواسطے کہ اس سبیلین میں نجاست کا مکان نہیں ہے وہاں تو نجاست آئی ہے اپنے مکان اصلی سے منتقل ہو کر تو انتقال نجاست کا ظاہر ہے معلوم ہوا کہ ظہور
کو خروج کے قائم مقام کر دیا کذا فی الدرر للاخصر وفی غیرہا ای غیر السبیلین السیلان اور جو سبیلین کے سوا ہے ان میں خروج اسکا سیلان ہے یعنی بہا نکلنا ہے حکم سیلان یعنی بہنے
کی حد یہ ہے کہ نجاست زخم کے اوپر آوے پھر وہاں سے ڈھلے ایسا بیان کیا ہے ابو یوسف رحمہ نے اسواسطے کہ جب تک اسکا ایسا نہ ہو ڈھلنا پایا نہ جاویگا تو
مکان سے نجاست کا انتقال نہوگا کیونکہ جب تک خون سر زخم کے برابر ہے اور سامنے ہی اسکا مکان اصلی ہے اور اسی تقریر سے معلوم ہو گیا کہ سبیلین میں خروج
میں سیلان ہے کذا فی الدرر الحاصل سبیلین میں خروج نجاست کا محقق فقط ظاہر ہو جانے سے ہوتا ہے اگرچہ سیلان نہو اور غیر سبیلین میں یعنی زخم وغیرہ میں خروج
ثابت نہوگا بدون سیلان کے ولو بالقوۃ لما قالوا لو مسح الدم کلما خرج ولو ترکہ لسال نقض والا لا اگرچہ سیلان بالفعل نہو بلکہ بالقوۃ ہو یعنی بہنے کی لیاقت
قابلیت رکھتا ہو تو ناقض ہوگا اسلئے کہ فقیہوں نے کہا ہے کہ اگر خون نکلنے کو پونچھتا رہا اور بہنے نہ دیا لیکن اگر نہ پونچھتا تو بہتا تو ویسا خون وضو کو توڑتا ہے
اور جو ایسا نہیں وہ ناقض نہیں یعنی اگر بہنے کے لائق نہیں وہ وضو کو نہیں توڑتا کما لو سال فی باطن عین او جرح او ذکر ولم یخرج جیسے وضو کو نہیں توڑتا وہ خون
جو بہا آنکھ کے اندر یا زخم کے اندر یا ذکر کے اندر اور باہر نہ نکلا اسواسطے کہ ان مواضع کا دھونا نہ وضو میں لازم ہے نہ غسل میں یہ تفریع ہے قولہ ما یطہر حکم الی التطہیر کا کہ یہ
وعرق الا عرق مدمن الخمر فناقض علی ما سیذکرہ المصنف ولنا فیہ کلام اور جیسے آنسو اور پسینا وضو کو نہیں توڑتا اسلئے کہ نجس نہیں مگر دائم الخمر کا پسینا کہ وضو
کا ناقض ہے بنا بر اس قول کے جسکو مصنف ذکر کریگا آخر کتاب فوائد شتی میں اور ہمکو اسمیں گفتگو ہے حاصل کلام شارح یہ ہے کہ وہ قول ضعیف اور تخریج غریب ہے
تو اعتماد کے لائق نہیں کذا فی الطحطاوی وخروج غیر نجس مثل ریح او دود او حصاۃ من دبر اور وضو کو توڑتا ہے نکلنا پاک چیز کا مقعد سے جیسا کہ
ہوا یا کیڑا یا پتھری ہے ریح اگرچہ ناپاک نہیں قول صحیح میں چنانچہ زاہدی وغیرہ میں ہے مگر وضو کی ناقض ہے نجس کی مجاورت کے سبب سے اور کیڑے اور
پتھری وغیرہ پر اگرچہ نجاست قلیل ہے لیکن انکا نکلنا سبیلین سے ناقض وضو ہے چنانچہ درر میں مصرح ہے کذا فی المنح لا خروج ذلک من جرح ناقض وضو
نہیں نکلنا ریح اور کیڑے اور پتھری کا زخم سے ولا خروج ریح من قبل غیر مفضاۃ اور ناقض وضو نہیں نکلنا ریح کا اس عورت کی فرج سے جو مفضاۃ نہیں ہے
اما ہی فیندب لہا الوضوء وقیل یجب وقیل لو منتنۃ لیکن مفضاۃ کو تو وضو کرنا مستحب ہے فرج سے ریح نکلنے سے اور بعضوں نے کہا واجب ہے اور بعضوں نے کہا کہ اگر بدبو ہو ریح میں تو
واجب ہے وضو اور نہیں تو نہیں ہم مفضاۃ وہ عورت ہے جسکی دونوں راہیں ایک ہو گئیں درمیان کا پردہ پھٹ کر او ذکر لانہ اختلاج اور ناقض وضو نہیں
ذکر سے کی ریح اسواسطے کہ یہ اختلاج ہے یعنی عضو کا پھڑکنا ہے درحقیقت خروج ریح نہیں ہم مصنف نے اپنی شرح منح الغفار میں کہا کہ فرج اور ذکر
کی ریح اسواسطے وضو کی ناقض نہیں کہ وہ نجاست کے مقام سے نہیں اٹھی اور ریح ناقض نہیں ہوتی مگر اسی وجہ سے اور یہ وجہ نہیں ہے کہ ریح
خود نجس ہے حتی لو خرج ریح من الدبر وہو یعلم انہ لم یکن من الاعلی فہو اختلاج فلا ینقض یہانتک کہ اگر خارج ہوئی ریح مقعد سے اور وہ جانتا ہے
کہ اوپر سے نہیں اتری تو وہ بھی اختلاج ہے درحقیقت خروج نہیں تو ناقض وضو نہوگا کذا فی المنح عن الخلاصۃ وانما قید بالریح لان خروج الدود

و الجرح اذا قیحہا ناقض اجماعا کما فی الجوہرۃ اور مصنف نے پیپ کی قید نہیں لگائی اسواسطے کہ کیڑے اور پتھری کا نکلنا فرج اور ذکر سے وضو کا توڑنے والا ہے بالاتفاق چنانچہ جوہرہ مین مذکور ہے اور اسی طرح خانیہ مین صحیح ہے اور سراج وہاج مین اسپر اجماع نقل کیا ہے لیکن زیلعی نے اُس کیڑے مین جو فرج سے نکلا ہو خلاف نقل کیا ہے اور اسیطرح شارح وقایہ نے کما فی المنح فلا خروج دودۃ من جرح او اذن او انف او فم وکذا لحم سقط منہ لطہارتہ وعدم السیلان فیما علیہ وہو مناط النقض اور وضو کو نہیں توڑتا نکلنا کیڑے کا زخم سے یا کان سے یا ناک سے یا منہ سے اور اسی طرح ناقض وضو نہین وہ گوشت جو گر پڑا زخم سے بسبب پاک ہونے کیڑے اور گوشت کے اور نہ بہنے اُس رطوبت کے جو اُن دونون پر ہے اور سیلان یہی مدار ہے وضو توڑنے کا یعنی جو کیڑا زخم مین ہم زخم کا کیڑا پیدا ہوا ہے گوشت سے اور گوشت پاک ہے برخلاف اُس کیڑے کے جو مقعد سے نکلا کہ وہ نجاست سے پیدا ہوا ہے اور گوشت کی طہارت اُسی شخص کے حق مین ہے اسواسطے کہ فقہا نے کہا کہ جو چیز زندہ سے جدا ہوئی وہ مردار کے مانند ہے مگر اُسی زندہ کی ذات کے حق مین یہانتک کہ اگر اُسکو وہ لیے ہوئے ہوگا تو نماز اُسکی فاسد نہو گی تو حلبی کا یہ اشکال ساقط ہوگیا کہ گوشت یعنے ساقط گوشت نجس ہے نہ طاہر کذا فی الطحطاوی والمخرج بعصر والخارج بنفسہ سیان فی حکم النقض علی المختار کما فی البزازیۃ قال لان فی الاخراج خروجا فصار کالفصد وفی الفتح عن الکافی انہ الاصح واعتمدہ القہستانی وفی القنیۃ وجامع الفتاوی انہ الاشبہ ومعناہ انہ الاشبہ بالمنصوص روایۃ والراجح درایۃ فیکون الفتوی علیہ اور جو خون وغیرہ زخم اور پھوڑے سے نکالا گیا دابنے اور نچوڑنے سے اور جو آپ سے نکلا دونون برابر ہین وضو توڑنے کے حکم مین بنا بر قول مختار کے چنانچہ بزازیہ مین ہے اُسکے مصنف یعنی بزازی نے کہا اسواسطے کہ نکالنے مین نکلنا بھی ثابت ہے یعنی خروج اخراج کو لازم ہے تو نکالنا فصد کے مانند ہوگیا یعنی فصد بالاتفاق ناقض ہے باوجود اخراج کے اور فتح القدیر مین کافی سے منقول ہے کہ مخرج کا ناقض ہونا صحیح تر قول ہے اور اسپر قہستانی شارح نقایہ نے اعتماد کیا ہے اور قنیہ اور جامع الفتوی مین ہے کہ یہی قول اشبہ ہے اور اشبہ کا مطلب یہ ہے کہ قول مذکور زیادہ تر مشابہت رکھتا ہے اُس قول سے جو منصوص ہے روایت کی راہ سے یعنی فصد سے اور اُس قول سے جو راجح ہے درایت عقل کی راہ سے تو موجب اس قول مذکور کے اسی پر فتوی ہے کہ ہم مخرج کا ناقض ہونا عالمگیری مین وجیز کردری اور قنیہ اور شرح منیہ سے منقول ہے اور حسن چلپی کے حاشیہ شرح وقایہ مین بھی قول تتمہ اور خلاصہ اور کافی اور شمس الائمہ سرخسی سے مذکور ہے حجامت اور فصد اور مص علق پر قیاس کرنے سے اگرچہ محشی مذکور نے قیاس مذکور کو غیر مستقیم کہا ہے اور خارج بنفسہ اور مخرج بالعصر مین فرق ثابت کیا ہے لیکن بقول علامہ عینی کے باب عبادت مین مخرج کے ناقض ٹھہرانے مین احتیاط ہے اگرچہ صاحب ہدایہ اور شارح وقایہ اور ظہیریہ کے مصنف اسکو ناقض نہین کہتے وینقضہ قیء ملاء فاہ بان یضبط بتکلف اور ناقض وضو قے ہے منہ بھر کے اسطرح پر کہ بہت تکلف سے منہ کے اندر تھم سکے ہم اور ینابیع مین کہا کہ قول صحیح یہ ہے کہ منہ بھر کے قے وہ ہے جسکے روکنے پر قدرت نہو کذا فی الطحطاوی من مرۃ بالکسر صفراء او علق ای سوداء اور قے مذکور ناقض ہے صفرا سے ہو یا سودا سے مرہ بکسر میم و تشدید را عبارت ہے صفرا سے یعنے زرد کڑوا پانی اور علق بفتح عین و لام عبارت ہے سودا سے ہم قاموس مین ہے کہ علق بالتحریک خون ہے مطلق یا نہایت سرخ یا غلیظ یا بستہ خون طحطاوی نے کہا یہان خون بستہ مراد ہے خون بستہ کی قید اسلیے لگائی کہ اگر خون سائل ہو تو ناقض ہے اگرچہ منہ بھر کے قے نہو انتہی قول شارح نے علق کو سودا کہا حالانکہ یہان علق سے خون بستہ مراد ہے اسواسطے کہ خون بستہ نہین ہوتا مگر احتراق سے ہر خلط سودا ہو جاتا ہے تو علق خون حقیقی نرا سودا ہو گیا کذا فی العینی واما العلق النازل من الراس فغیر ناقض اور جو خون بستہ کہ سر سے اترا ہو تو وضو کو نہین توڑتا او طعام او ماء اذا وصل الی معدتہ وان لم یستقر یا قے ہو کھانے یا پانی کی جبکہ کھانا یا پانی پیٹ تک پہونچ گیا اگرچہ اُسمین نہ ٹھہرا فورا گر پڑا ناقض ہے وضو کا ہم اور حسن کا قول یہ ہے کہ اگر طعام اور پانی فورا گر پڑا تو ناقض نہین مجتبی مین اسکو مختار کہا ہے اور معراج الدرایہ مین اسکی تصحیح کی ہے تو یہان دونون قول مختلف کی تصحیح واقع ہوئی ہے کذا فی الطحطاوی وہو نجس مغلظ ولو من صبی ساعۃ ارتضاعہ ہو الصحیح لمخالطۃ النجاسۃ ذکرہ الحلبی اور وہ قے مذکور نجس مغلظ ہے اگرچہ شیر خوار لڑکے نے قے کی ہو دودھ پی کر فورا یہی قول صحیح ہے بسبب

البلاء نے نجاست معدے کے ایسا ذکر کیا ہے جیسے یعنی کھانا اور پانی اور دودھ جو فوراً قے ہو گیا وہ ناپاک ہو گیا ہے پیٹ کی نجاست سے مخلوط ہو کر وہ ہوتی
المرئ فلا نقض اتفاقاً کما فی حلیۃ اور دودہ کشیر بطہارتہ فی نفسہ اور کھانا یا پانی یا دودھ مری میں یعنی طعام اور شراب کے مجری میں تھا پیٹ تک نہیں پہنچا
اور قے ہو گیا تو وضو کا توڑنا بالاتفاق ثابت نہیں جیسے کچھ سے یا بہت سے کیڑوں کی قے ناقض نہیں بسبب پاک ہونے ہر دو اور کے اپنی ذات میں یعنی اور
بسبب اس کے کہ نجاست اس پر ہے وہ قلیل ہے منہ بھر کے نہیں کذا فی الطحطاوی کما لو قاء الدم فانہ طاہر مطلقاً ایضاً یعنی جیسے سوتے آدمی کی رال ناقض نہیں اس واسطے کہ وہ
پاک ہے اسی طرح اسی کا فتویٰ ہے وہ رال مطلقاً پاک ہے خواہ سر سے اترے یا پیٹ سے چڑھے خواہ زرد رنگ بدبودار ہو یا نہ ہو اور اس اطلاق کے مقابل وہ قول ہے ابو نصر کا
مختار کہ جو رال پیٹ سے زرد رنگ بدبودار ہو وہ قے کے مانند ہے اور جو سر سے اترے وہ پاک ہے تجنیس میں ہے کہ رال پاک ہے کسی طرح کی ہو اور اسی قول پر فتویٰ ہے کذا
فی الطحطاوی بخلاف ما لو قاء میتۃ فانہ نجس کذا فی تبیین خیر ابو یوسف وان لم ینتقض لقلتہ لنجاستہ بالاصالۃ لا بالمجاورۃ بخلاف نجاست کی رال کے اس واسطے کہ
وہ نجس ہے جیسے نفس شراب یا پیشاب کے قے اگرچہ وہ ناقض نہ ہو قلت کی وجہ سے لیکن ناپاک ہے نفس شراب یا پیشاب کے اپنی اصل میں نہ پیٹ کی نجاست
ملنے سے بخلاف اور چیزوں کے کہ وہ اختلاط نجاست سے ناپاک ہو جاتی ہیں ذات ان کی ناپاک نہیں لا ینقضہ قیء من بلغم علی المعتمد اصلاً یعنی بلغم کی
جو قے ہو بلغم کی تو مطلقاً بنا بر قول معتمد کے وہ بلغم خواہ سر سے اترا خواہ پیٹ سے چڑھا منہ بھر کے ہو یا کم مخلوط الطعام ہو یا نہ ہو مگر جبکہ طعام سے مخلوط ہو جیسا کہ
اور ... میں اور شارح کا قول علی المعتمد اس بلغم کی طرف راجع ہے جو پیٹ سے چڑھا ہے کہ جو بلغم سر سے اترا ہے اس میں اتفاق ہے کذا فی الطحطاوی الا المخلوط بطعام
فیعتبر الغالب اگر وہ بلغم جو طعام کے ساتھ مخلوط نکلا تو غالب کا اعتبار ہوگا یعنی اگر بلغم غالب ہے تو ناقض وضو نہیں اور اگر طعام غالب ہے تو ناقض ہے منہ بھر ہو تو
مشکل ہے طعام کی پری ... اعتبار کرتا جیسا صاحب بحر الرائق نے کیا تاکہ اس صورت کو شامل ہوتا جبکہ طعام مغلوب ہو اور باوجود اس کے منہ کو بھر دے لہذا
صاحب بحر نے غلبہ طعام کو اس طرح بیان کیا کہ حالت انفراد میں منہ کو بھر دے سو اس کو یاد رکھنا چاہیے کذا فی الطحطاوی ولو استویا فکل علیحدۃ اور اگر بلغم اور
طعام دونوں برابر ہیں تو ہر ایک کا اعتبار جدا جدا ہے یعنی اگر طعام بقدر بھری دہن کے ہے تو ناقض ہے اور نہیں تو ناقض نہیں وینقضہ دم مائع من جوف
او فم غلب علی البزاق حکماً للغالب اور وضو کو توڑتا ہے وہ پتلا خون پیٹ یا منہ کا جو غالب ہو گیا تھوک پر اس واسطے کہ غالب پر حکم ہوتا ہے او ساواہ احتیاطاً
یا خون برابر ہو تھوک کے تو بھی ناقض ہو گا احتیاط کی راہ سے ہم خون کے غالب ہونے یا برابر ہونے کی یہ علامت ہے کہ تھوک سرخ ہو گا اور مغلوب ہونے کی نشانی
یہ ہو کہ تھوک زرد ہو گا کذا فی شرح الوقایہ والبحر ولا ینقضہ المغلوب بالبزاق اور وہ خون وضو کو نہیں توڑتا جو تھوک سے کم ہو والقیح کالدم اور پیپ خون کے
مانند ہے وضو توڑنے کے حکم میں یعنی اگر پیپ تھوک سے غالب ہے یا برابر ہے تو ناقض ہے اور اگر کم ہے تو ناقض نہیں والاختلاط بالمخاط کالبزاق اور خون اور پیپ کا
رینٹ سے ملنا تھوک کے ملنے کے برابر ہے حکم مذکور میں یعنی غالب اور مساوی ناقض ہے اور مغلوب ناقض نہیں وکذا ینقضہ علقۃ مصت عضواً وامتلأت
من الدم ومثلہا القراد ان کان کبیراً لانہ حینئذ یخرج منہ دم مسفوح سائل اور اسی طرح وضو کو توڑتا ہے وہ کیڑا اور جونک جس نے عضو کو چوسا اور خون سے
بھر گیا اور چیچڑی ... جونک کے برابر ہو وضو توڑ دے میں بشرطیکہ بڑی چیچڑی ہے دم مسفوح یعنی رواں خون نکلتا ہے جونک کے مانند کذا فی الخانیۃ ولو کانت العلقۃ والقراد
کذلک لا ینقض لعدم ... کما فی الخانیۃ لعدم الدم المسفوح اور اگر جونک اور چیچڑی ایسی نہ ہو کہ اس سے خون جاری نکلے تو وہ ناقض وضو نہیں ہے اور
... کے مانند ہے بحیثیت خانیہ یعنی فتاوی قاضی خان میں مذکور ہے کہ وضو نہیں ٹوٹتا خون سائل کے نہ ہونے سے وفی القہستانی لا ینقض بالم یتجاوز الورم
اور قہستانی میں ہے کہ خون ناقض نہیں جب تک ورم سے تجاوز نہ کرے ہم بحر الرائق میں شیخ الاسلام کے مبسوط سے منقول ہے کہ سر زخم ورم کر گیا پھر اس سے
پیپ وغیرہ کچھ ظاہر ہوا تو ناقض نہ ہوگا جب تک ورم سے تجاوز نہ کرے اس واسطے کہ موضع ورم کا دھونا واجب نہیں تو تجاوز نہ ہوا اس موضع کی طرف جس کو
تطہیر کا حکم لاحق ہے طحطاوی نے کہا یہ حکم اس صورت کو مخصوص ہے جہاں دھونا ورم کو ضرر کرتا ہے اور اگر ضرر نہیں کرتا تو دھونا ورم کا واجب ہوگا

قولہ اس صورت مین بھی وہ زخم سے نکلی وضو لوٹیگا کما لا یخفی ولو شد بالرباط ان نفذ البلل الی الخارج نقض اور اگر زخم کو پٹی سے باندھا اگر تری
باہر کی طرف تو آئی تو وضو کی ناقض ہے فتح القدیر مین ہے اسکا مطلب یون سمجھنا واجب ہے کہ وہ زخم ایسا ہے کہ اگر پٹی نہوتی تو بہتا اسواسطے کہ اگر
ایسا نہین زخم پٹی پر سے بہ جاسے تو ناپاک نہین ہوتا جبتک ورم نہو کیونکہ وہ حدث نہین کذا فی الطحطاوی ویجمع متفرق القئ ویجعل کقئ واحد
لاتحاد السبب وہو الغثیان عند محمد وہو الاصح لان الاصل اضافۃ الاحکام لاسبابہا الا لمانع کما بسطہ فی الکافی اور متفرق قے کو جو تھوڑی تھوڑی کئی بار آئی
جمع کرینگے اور ایکہی قے شمار کرینگے اسلئے کہ سبب ایک ہے متحد ہونے سے اور سبب قے کا متلی ہے محمد کے نزدیک یعنی اگر ایک ہی متلی سے چند بار تھوڑی تھوڑی قے آئی اور
جمع کرنے سے منہ بھر ہو تو وضو کی ناقض ہے محمد کے نزدیک اور یہی قول صحیح ہے اسواسطے کہ نسبت کرنا احکام کا انکے اسباب کی طرف اصل ہے مگر
جب مانع ہو کیونکہ اصل یہ ہے کہ احکام انکے اسباب کی طرف نسبت کرنے سے کوئی چیز مانع ہو تو اسوقت سبب کی طرف نسبت نہوگی جیسا کہ اسکی تشریح کافی مین ہے اور مانع کی مثال جیسے سجدہ تلاوت مین کہ
سبب تکرار ہے مجلس واحد مین کیونکہ اگر یہان سبب معتبر ہوتا تو تداخل فوت ہوتا ہے اسواسطے کہ ہر بار کی تلاوت سبب ہے سجدہ کا اور شرح قولی ابو یوسف کے نزدیک
یجمع متفرق کے واسطے انکے نزدیک اتحاد مجلس معتبر ہے دیکھو البحر سجدۃ الصلوٰۃ الزیادۃ البلاغیۃ قلیل ودم لم یترک ... انشاء اللہ
اور جو چیز حدث نہین یعنی ناقض وضو کی نہین کسی طرح سے چنانچہ تھوڑی قے اور خون جو اسکو چھوڑ دیے تو سائل نہو تو وہ ناپاک نہین ابو یوسف کے نزدیک
شارح نے کہا حدث مین صلا کی قید لگائی بار چارہ کے زائد ہونے کے قرینہ سے ہم اسواسطے کہ بار چارہ کی زیادتی خبر کے عدم نفی پر دلالت کرتی ہے
نحو کے قاعدہ سے تو صلا کی قید لگانے سے اس حدث سے احتراز ہوا جو معذور سے خارج ہوتا ہے وقت نماز کے خارج ہونے سے پہلے اسواسطے کہ اسکا
معذور کے پیشاب کا جاری ہونا معذور کے حق مین حدث نہین لیکن وہ ناپاک ہے اسواسطے کہ پیشاب غیر معذور کے حق مین حدث ہے تو صلا کی قید لگانے سے
وہ داخل ہو گیا اس کلیہ کے تحت مین بالجملہ کلیہ مذکور صحیح ہے کہ جو کسی وجہ سے ناقض وضو نہین وہ ناپاک نہین اور اسکا عکس درست نہین یعنی جو چیز نجس نہین
وہ حدث نہین اسواسطے کہ نوم اور اغما اور ریح نجس نہین مگر حدث ہین یعنی ناقض وضو ہین کذا فی الطحطاوی قدر مین ہے کہ قے قلیل اسواسطے نجس نہین کہ اندر معدہ
سے خارج ہوتی ہے اور وہ نجاست کا مکان نہین ہے اور قلیل خون غیر مسفوح ہے یعنی سائل نہین تو بموجب اس آیۃ کریمہ کے اَوْ دَمًا مَسْفُوحًا حرام نہوا تو نجس بھی نہوگا اور جو
کا غیر مسفوح خون جو حرام ہے تو وہ مبنی ہے اسکے گوشت کی حرمت پر تو نجاست کا موجب نہوگا اسواسطے کہ حرمت بزرگی کے سبب سے ہے نہ نجاست کی وجہ سے تو آدمی
کا خون غیر مسفوح اپنی اصلی طہارت پر ہے اگرچہ وہ حرام ہے وہو الصحیح رفقا باصحاب القروح خلافا لمحمد اور قلیل قے اور خون کا نجس نہونا یہی قول صحیح ہے زخمیون کی
آسانی کے واسطے برخلاف محمد رح کے یعنی انکے نزدیک قے قلیل اور خون قلیل ناپاک ہے وفی الجوہرۃ یفتی بقول محمد رح لو المصاب مائعا اور جوہرہ نیرہ قدوری کی
شرح مین ہے کہ محمد رح کے قول پر فتوی دیا جاسے اگر سائل چیز مین قلیل قے یا خون لگا یعنی اگر پانی وغیرہ مین تھوڑا خون لگیا تو اسکو ناپاک جانیے اور اگر کپڑے
وغیرہ خشک چیز مین لگے تو اسکو پاک سمجھیے وینقضہ حکما نوم اور نیند وضو کو توڑتی ہے حکم شرع کی راہ سے ہم شارح نے حکما کے لفظ کو زیادہ کرکے اشارہ کردیا کہ مصنف
نے نواقض حقیقیہ کے بیان کے بعد اب نواقض حکمیہ کو شروع کیا یزیل مسکتہ ای قوتہ الماسکۃ بحیث تزول مقعدتہ من الارض وہ نیند ناقض وضو ہے جو
آدمی کی قوت ماسکہ کو یعنی جس قوت سے آدمی بیٹھ کر رہتا ہے زائل کردے اسطرح پر کہ اسکی مقعد زمین سے ہٹ جاسے ہم صحیح قول یہ ہے کہ نوم فی نفسہ ناقض
نہین بلکہ احتمال خروج ریح وغیرہ کا ناقض ہے اسلیے کہ جب زمین سے مقعد کا زوال ہوا تو باعتبار عادت کے خروج شی سے خالی نہین اور جو ثابت ہے عادۃً
ہے وہ متیقن کے مانند ہے وہو النوم علی احد جنبیہ او ورکیہ او قفاہ او وجہہ اور نوم ناقض سونا ہے ایک کروٹ پر یا ایک سرین پر ٹیک دیکر یا چت یا پیٹ
لیٹنے یہ چار طرح کی نیند ناقض وضو ہے قوت ماسکہ کے زائل ہوجانے سے والا ای وان لم یزل مسکتہ فلا ینقض وان تعمدہ فی الصلوٰۃ او غیرہا علی المختار
اور اگر ویسی نیند نہین یعنی اسکی قوت ماسکہ کو زائل نہین کیا تو وہ نیند ناقض وضو کی نہین اگرچہ آدمی قصدا سو گیا ہو نماز مین یا غیر نماز مین

بنا بر قول مختار کے کہ علی المختار صلوٰۃ کی طرف راجع ہے اور تعبیر مختار الی یوسف کا قول ہے کہ جب نماز میں عمداً سو جائیگا تو وضو نہ رہیگا کذا فی الطحطاوی سے
کالمتمم قاعداً او لو مستنداً الی ما لو ازیل لسقط علی المذہب اور غیر ناقض جیسے دونوں سرین پر ٹیک کر سونا اگرچہ ایسی چیز کے سہارے سے سو گیا ہو کہ اگر
اسکو ہٹا لیجیے تو سونے والا گر پڑے بنا بر درست مذہب کے کہ شارح نے نیند کی اقسام کی اسی تفصیل شروع کی جیسے وضو نہیں ٹوٹتا ہر ایک میں سہارے
کی نیند مذکور کو ناقض میں شمار کیا ہے اور اسکے شارحوں نے کہا کہ طحاوی نے اسکو اختیار کیا ہے اور مبسوط کی اصل روایت میں نہیں ہے اور صحیح یہ ہے کہ اگر زمین پر
مستقر نہ ہو تو ناقض ہے اور اگر مستقر ہو تو ناقض نہیں یہی قول راجح ہے کذا فی الدر او ساجداً علی الہیئۃ المسنونۃ ولو فی غیر الصلوٰۃ علی المعتمد ذکرہ الحلبی یا سونا سجدہ کی ہیئت
میں سنت کے طور پر اگرچہ نماز کے سوا میں اسطرح سو گیا ہو وضو نہیں جاتا قول معتمد پر ایسا ذکر کیا ہے حلبی نے یعنی سجدہ مسنون کی صورت یہ ہے کہ پیٹ اونچا رہے رانوں
سے اور بازو علیحدہ ہوں پہلو سے اسواسطے کہ اسطرح میں تھوڑا سا پیٹ باقی ہے اور ... اسلئے کہ نماز میں سجدہ کا سونا ناقض نہیں اور غیر نماز میں
سجدہ مسنونہ ناقض نہیں کذا فی الطحطاوی اور یہی قدر ہے اور اسی طرح قیام اور رکوع کی حالت میں سونا وضو کا ناقض نہیں ہے ... یا سرین پر سونا اسطرح کہ
دونوں پاؤں ایک جانب کو پھیلائے اور دونوں سرین زمین پر ہوں ... علی الکنایۃ یا سونا اکڑوں بیٹھ کر اسطرح کہ دونوں پنڈلیاں چھاتی سے
لگا دیں ... دونوں ہاتھوں سے تھام کر اور سر گھٹنوں پر رکھ دے ... اگر سر گھٹنوں پر نہ ہو تو بطریق اولیٰ ناقض نہیں ... یا سونا
... کے مانند اسطرح کہ دونوں سرین رکھے ایڑیوں پر اور پیٹ رانوں پر اور ... ایسا ذکر کیا بحر الرائق میں ہے اور اسی میں ... ہے کذا فی الطحطاوی
او فی محمل او سرج او اکاف یا سونا عماری میں یا زین یا پالان پر ... نقل کیا کہ محمل میں ... بیٹھ کر سونا ناقض نہیں انتہی ...
میں ہے کہ اگر جانور کی پیٹھ پر زین یا پالان میں سو گیا وضو نہیں ٹوٹتا کیونکہ مقعد ... نہیں ہے اور اگر دونوں سرین کو ایڑیوں پر رکھ کر سو گیا اسطرح کہ ...
کرتا ہے تو اسپر وضو نہیں ابو یوسف رحمہ کے نزدیک اور ... امام محمد کے نزدیک بھی اور ... حال الہبوط نقض والا لا اور جو ... ہے اس
حال میں کہ جانور کی پیٹھ برہنہ ہو تو اگر اوتار ... بلندی سے نشیب کو آتا ہو تو ناقض وضو ہے ورنہ ناقض نہیں ہے اسلئے کہ نیچے اترنے پر سوار آگے کو جھکتا ہے
تو سرین اٹھ جاتے ہیں تو ... جو مانع خروج ریح تھا باقی نہ رہا اور برابر زمین پر یا بلندی پر چڑھنے میں یہ بات نہیں تو وضو قائم رہیگا ولو نام قاعداً
... فسقط ان انتبہ حین سقط فلا نقض ... اور جو بیٹھے سو رہا تھا جھوم جھوم کر گر پڑا اگر گرتے ہی جاگ پڑا تو ناقض
وضو نہیں اسی قول پر فتوی ہے کہ جیسے وضو نہیں ٹوٹتا اس اونگھنے کا جو سمجھتا جاتا ہے اکثر ان باتوں کو جو اسکے پاس ہو رہی ہیں کذا فی الخانیۃ ...
میں ہے کہ اگر چار زانو سویا کسی چیز پر ٹیک کر ... شمس الائمہ حلوائی نے کہا کہ یہ ناقض نہ ہوگا انتہی ما فی الخانیۃ حاصل مقام یہ ہے کہ اگر استرخاء مفاصل نہیں ہوا
اور عدم زوال قوت ماسکہ کی دلیل قائم ہے چنانچہ قیام اور قعود اور رکوع اور سجدہ مسنونہ وغیر ذلک من المذکورات میں تو وضو قائم ہے ورنہ قائم نہیں والعتہ
لا ینقض اور اختلال عقل اور اختلاط کلامی ناقض وضو نہیں عتہ بفتح اول وسکون ثانی آفت ہے موجب اختلال عقل اسطرح کہ شخص مختلط الکلام فاسد التدبیر
ہو جاتا ہے مگر وہ کسی کو نہیں مارتا ہے اور نہ گالی دیتا ہے ایسا مذکور ہے بحر الرائق میں اور معتوہ کا وضو اسواسطے صحیح ہوا کہ فقہا نے اسکی صحت عبادت پر حکم کیا ہے
اگرچہ وہ عبادت کا مکلف نہیں جیسے طفل عاقل کی عبادت صحیح ہے گو وہ مکلف نہیں کذا فی الطحطاوی ملخصاً کنوم الانبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام جیسے انبیا
علیہم الصلوٰۃ والسلام کی نیند وضو کو نہیں توڑتی ہم قنیہ میں مصرح ہے کہ ناقض وضو نہ ہونا نوم کا حضرات انبیا کی خصوصیات سے ہے ولہذا صحیحین میں وارد ہے کہ نبی
صلی اللہ علیہ وسلم سو گئے یہانتک کہ سونے کی آواز معلوم ہوئی پھر آپ اٹھے اور نماز پڑھی بدون وضو کے اسواسطے کہ دوسری حدیث میں فرمایا ہے کہ میری آنکھیں
سوتی ہیں اور میرا دل نہیں سوتا اور اسپر اعتراض نہیں لگتا اس حدیث کا کہ لیلۃ التعریس میں حضرت سو گئے تھے یہانتک کہ آفتاب نکل آیا تھا اسواسطے کہ دل
مبارک جاگتا تھا احداث بدنی سے آگاہ تھا اور طلوع آفتاب کا ادراک دل سے متعلق نہیں آنکھ کا یہ کام ہے سو آنکھ تو سوتی تھی ایسا مشہور ہے محدثین اور

تو انکی کتابون مین علامہ ابو سعود نے کہا علاوہ یہ ہے کہ نوم کی کچھ خصوصیت نہین بلکہ نوم کے سوا اور نواقض کا بھی یہی حکم ہے تو اس وقت مین حضرات انبیا علیہم الصلوۃ والسلام کا وضو کرنا سنتون کی تشریع کے واسطے تھا مگر شمول نواقض سے انکا اغماء اور غشی مستثنی ہین کذا فی الطحطاوی و حلبی نے نقل کیا کہ انکا ظاہر کلام ابو سعود کا ہم اور انبیا علیہم الصلوۃ والسلام کا اغماء اور غشی ناقض وضو ہے یا نہین جواب اسکا ظاہر کلام ابو سعود سے یہ ہے کہ ان نواقض سے ہم اغماء یعنی بیہوشی بیماری کی ایک قسم ہے جس سے قوت ضعیف ہوجاتی ہے اور عقل زائل نہین ہوتی بلکہ عقل کو چھپا لیتی ہے برخلاف جنون کے کہ وہ عقل کو زائل کردیتا ہے اور غشی یہ ہے کہ قوت محرکہ اور حساسہ زائل ہوجاوے بسبب قلب ضعیف ہوجانے کے گرسنگی وغیرہ سے جیسا کہ قہستانی مین ہے اور غشی نوم کے برابر ہے زوال اختیار اور فوت قدرت مین بلکہ نوم سے زیادہ ہے اس واسطے کہ نائم کا نفس سے ہوشیار ہوجاتا ہے اور غشی جو اغماء کی ایک قسم ہے اسکا صاحب ہوشیار کرنے سے بھی ہوشیار نہین ہوتا کذا فی الطحطاوی وغیرہ قولہ اغماء کہ یعنی غشی اور وضو کو توڑتا ہے اغماء اور اسکی قسم سے ہے غشی یعنی اغماء اور غشی دونون ناقض ہین قولہ جنون اور جنون یعنی دیوانگی ناقض وضو ہے جنون عبارت ہے زوال عقل سے اور اسکا ناقض ہونا ظاہر ہے باعتبار عدم مبالات کے اور بعدم تمیز حدث کی غیر حدث سے کیونکہ مجنون مسلوب العقل ہوجاتا ہے لہذا انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام پر جنون کا ہونا صحیح نہین اور اغماء صحیح ہے اسواسطے کہ عقل اسمین مغلوب ہے نہ مسلوب کذا فی العینی وسکر قولہ وسکر یعنی نشہ فی شیئہ تمائل ولو باکل الحشیشۃ اور ناقض وضو ہے وہ نشہ کہ مست اپنی چال مین ادھر ادھر جھکتا جاتا ہو اگرچہ بھنگ کے کھانے سے نشہ حاصل ہوا ہو نشہ اور مستی عبارت ہے اس سرور سے جو عقل پر غالب ہوجاوے بعض مسکرات کے استعمال سے تو آدمی عقل کے موافق عمل نہین کرسکتا مگر اسکی عقل زائل نہین ہوجاتی اسی واسطے وہ خطاب [نشہ لانے والی ۱۲] شرع کے لائق باقی رہتا ہے یہی قول تحقیق ہے اور بعضون نے کہا کہ مستی کا سرور عقل کو زائل کردیتا ہے اور باوجود زوال عقل کے اسکا مکلف ہونا بطریق زجر اور توبیخ کے ہے کذا فی الطحطاوی وقہقہۃ اور قہقہہ یعنی ٹھٹھا مار کے ہنسنا ناقض ہے بشروط آئندہ حکم قیاس اسکو چاہتا ہے کہ قہقہہ ناقض نہو اسواسطے کہ وہ خارج نجس نہین اور یہی مذہب ہے شافعی اور مالک اور احمد وغیرہم کا اور ہمارے مذہب کی دلیل وہ حدیث ہے جو چھ صحابیون سے مرفوع مروی ہے انمین سے ایک طریق یہ ہے جو طبرانی مین ابو العالیہ ابو موسی اشعری رضی سے راوی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھاتے تھے کہ ایک کم نظر آدمی آیا اور اس گڑھے مین گر پڑا جو مسجد مین تھا پس بہت لوگ جو نماز مین تھے ہنس پڑے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہنسنے والون کو فرمایا کہ وضو اور نماز کا اعادہ کرین اور بیہقی نے خلافیات مین باسناد کے روایت کی پھر اس حدیث کو معلول کہا اسطرح پر کہ ثقات کی جماعت نے اس حدیث کو عن ابی العالیہ عن النبی صلے اللہ علیہ وسلم مرسل روایت کیا یعنی تابعی نے صحابی کا نام نہین لیا مین کہتا ہون بیہقی اس حدیث کے رد کرنے پر قادر نہوا سوا مرسل کہنے کے اور حدیث مرسل ہمارے نزدیک حجت ہے اور مرسل ابو العالیہ کا صحیح ہے اور عجب ہے احمد بن حنبل سے اسواسطے کہ انکا مذہب یہ ہے کہ حدیث مرسل اور حدیث ضعیف کو تقدیم دیتے ہین قیاس پر سو یہان انھون نے قیاس کو حدیث مرسل پر مقدم کیا کذا فی العینی مختصرا وتمام البیان فیہ وہی ما یسمع جیرانہ فقہقہہ وہ ہنسی ہے جسکو پاس کے لوگ سنین اور ضحک وہ ہنسی ہے جسکو آپ آدمی سنے اور کوئی نہ سنے اور ضحک کا حکم یہ ہے کہ وہ وضو کا ناقض نہین نماز کا مبطل ہے اور تبسم وہ ہنسی ہے جسمین مطلق آواز نہو بلکہ فقط دانت کھل جاوین اسکا حکم یہ ہے کہ نہ وضو اس سے جاتا ہے نہ نماز بالغ ولو امرأۃ سہوا اتفاقا فقہقہہ جاگتے جوان کا ناقض ہے اگرچہ عورت ہو گو بھول کر قہقہہ کیا ہو فلا یبطل وضوء صبی ولا نائم بل صلوتہما یعنی تو لڑکے اور سوتے کا قہقہہ وضو کو باطل نکریگا بلکہ دونون کی نماز کو باطل کریگا اسی قول کا فتوی ہے تفصیلی ولو حکما کالبانی ناقض وضو ہے قہقہہ اس جاگتے جوان کا جو نماز پڑھتا ہے خواہ افعال نماز کے بالفعل ادا کرتا ہے یا نمازی کا حکم رکھتا ہے بانی کے مانند بانی وہ شخص ہے جسکا وضو نماز مین ٹوٹا پھر وضو کرنے کو گیا اس قصد سے کہ وضو کے بعد نماز مذکور کو تمام کریگا سو وضو کرنے کے بعد قہقہہ مارکے ہنسا وضو ٹوٹ گیا کذا فی فتاوی قاضی خان بطہارۃ صغری ولو تیمما صلوۃ مستقلہ نماز پڑھتا ہو اس طہارت صغری کے ساتھ جو بالاستقلال کی ہے نہ در ضمن غسل اگرچہ تیمم ہو طہارت صغری عبارت ہے وضو اور تیمم سے اور طہارت کبری عبارت ہے غسل سے فلا یبطل وضوء فی ضمن الغسل تو باطل نہوگا وہ وضو قہقہہ سے جو تمام بدن کے دھونے کے ضمن مین حاصل ہوا اور اگر اول وضو کر کے غسل کریگا

تو ظاہر او وضو مستقل ہے کذا فی الطحطاوی لکن رجح فی الخانیۃ والفتح والنہر النقض عقوبۃ لہ وعلیہ الجمہور کما فی الذخائر الاشرفیۃ لیکن خانیہ اور فتح اور
نہر الفائق میں وضو ٹوٹنے کے نقض کو راجح کہا ہے ہنسنے والے کو سزا دینے کے واسطے ذخائر اشرفیہ میں کہا کہ جمہور اسی قول پر ہیں کہ وضو نہیں رہتا
صلوٰۃ کاملۃ یا بالغ مذکور پوری نماز پڑھتا ہو وے یعنی نماز کامل سے مراد رکوع سجود والی نماز ہے یا جو رکوع و سجود کے قائم مقام ہو چنانچہ اشارہ سے ادا کیا ہو
کالوبنا جنازہ اور سجدہ تلاوت میں قہقہہ سے وضو نہ ٹوٹیگا لیکن وہ نماز اور سجدہ باطل ہوگا ولو عند السلام عمداً فانہا تبطل الوضوء لا الصلوٰۃ خلافاً لزفر کما
حرر فی الشرنبلالیۃ اگرچہ سلام کے وقت عمداً قہقہہ کیا اسواسطے کہ قہقہہ وضو کو باطل کرتا ہے نہ نماز کو برخلاف زفر کے چنانچہ شرنبلالیہ شرح وہبانیہ میں اسکو
لکھا ہے عمداً کی قید اسواسطے لگائی تا خروج بصنعہ متحقق ہو تو اس سے نماز باطل نہیں ہوئی اور وضو ٹوٹ گیا اسواسطے کہ نماز کے دیگر فرائض تو ادا کیا [illegible]
الامام او احدث عمداً ثم قہقہ المقتدی [illegible] فلا نقض [illegible] امام نے [illegible] عمداً حدث کیا پھر مقتدی [illegible]
تو مقتدی کا وضو نہیں ٹوٹتا اسواسطے کہ امام کے قہقہہ یا حدث قصدی سے نماز باطل ہو گئی تو مقتدی کا قہقہہ [illegible]
ناقض نہیں بخلاف ما لو کان بعد کلامہ عمداً فی الاصح برخلاف اس قہقہہ مقتدی کے جو واقع ہو امام کے عمداً کلام کرنے کے بعد قول اصح میں [illegible] امام نے عمداً
کلام کیا پھر مقتدی نے قہقہہ مارا تو صحیح تر قول میں مقتدی کا وضو ٹوٹ جاویگا وجہ فرق قہقہہ اور کلام میں یہ ہے کہ کلام قاطع ہے نماز کا [illegible]
نماز کی شرط یعنی طہارت فوت نہیں ہوگئی تو اس سے مقتدی کی نماز فاسد نہ ہوئی تو قہقہہ مقتدی کا نماز کے اندر واقع ہوا [illegible] امام
حدث ہے کہ اسنے طہارت کو فاسد کر دیا تو مقتدی کی بھی نماز فاسد ہوئی تو قہقہہ مقتدی کا بعد نماز کے واقع ہوا تو وضو نہ ٹوٹا کذا فی الطحطاوی [illegible]
الامتحان لو نسی الباقی المسح فقہقہ قبل قیامہ للصلوٰۃ انتقض لا بعدہ لبطلانہا بالقیام الیہا اور آزمائش کے مسئلوں سے ایک یہ مسئلہ ہے کہ اگر باقی رہتا
مسح کرنا سر یا موزے کا بھول گیا پھر اسنے قہقہہ مارا نماز میں شروع کرنے سے پہلے تو اسکا وضو ٹوٹ گیا یعنی اسواسطے کہ نماز کے اندر قہقہہ واقع ہوا [illegible]
کہ باقی کا وضو کے واسطے آنا جانا نماز میں داخل ہے اور جو بعد شروع کرنے نماز کے ہنسا تو وضو نہیں ٹوٹا بسبب باطل ہو جانے نماز کے شروع کرنے سے
کیونکہ نسیان مسح سے طہارت نہ ہوئی تو بے طہارت نماز پڑھنے سے نماز باطل ہو گئی تو قہقہہ خارج نماز کے ٹھہرا یعنی اگر سائل چاہے کہ مسئول کو آزما وے اور
اسکو علم اس مسئلہ کا ہے یا نہیں تو یوں پوچھے کہ وہ قہقہہ کونسا ہے کہ جب نماز کے اندر واقع ہو تو ناقض نہ ہو اور جب خارج نماز کے صادر ہو تو ناقض ہو جاوے کہ
بالعکس ہے کذا فی الطحطاوی ومباشرۃ فاحشۃ بتماس الفرجین ولو بین المرأتین والرجلین مع الانتشار للجانبین المباشر والمباشر ولو بلا بلل علی المعتمد
اور ناقض وضو ہے کھلی مباشرت دونوں شرمگاہوں کے بھڑ جانے سے اگرچہ یہ امر دو عورتوں میں واقع ہو یا دو مردوں میں استادگی کے ساتھ جانبین یعنی
لگانے والا اور جسکے لگایا دونوں کے وضو کی ناقض ہے اگرچہ مباشرت مذکورہ میں مذی کی تراوت نہ ہو بنا بر معتمد قول کے یہ قول شیخین کا ہے اور محمد رح نے کہا کہ مباشرت
فاحشہ ناقض نہیں جبتک کچھ نہ نکلے اور صاحب حقائق نے اسکو صحیح کہا ہے لیکن یہ تصحیح معتمد نہیں اسلیے کہ تحفہ میں تصریح کی چنانچہ اسکو شارح منیہ نے نقل کیا کہ
شیخین کا قول صحیح ہے اور یہی قول متون فقہ میں مذکور ہے کذا فی الطحطاوی عن البحر میں کہتا ہوں فتاوی عالمگیری میں جو بیان ہے محمد رح کے قول پر فتوی
اور نصاب سے تصحیح اسکی نقل کی ہے وہ بھی بقول صاحب بحر متون کے مخالف ہونے سے لائق اعتماد کے نہیں قنیہ میں ہے کہ عورت کے وضو ٹوٹنے میں انتشار آلہ مرد
معتبر نہیں کذا فی العالمگیریۃ لا ینقضہ مس ذکر لکن یغسل یدہ ندبا نہیں ٹوٹتا وضو کو ذکر کا چھونا لیکن مستحب ہے کہ ہاتھ دھو ڈالے ہم بسرہ بنت صفوان
کی حدیث میں مس ذکر سے نقض وضو مذکور ہے اور طلق بن علی عن ابیہ کی حدیث میں جسکو سواے ابن ماجہ کے اصحاب سنن نے روایت کیا ہے نقض وضو مذکور نہیں
ترمذی نے کہا کہ یہ حدیث اصح اور احسن ہے اور یحیی بن معین وغیرہ نے بسرہ بنت صفوان کی حدیث کو ضعیف کہا ہے کذا فی الطحطاوی مختصراً وامرأۃ وامرد وا [illegible]
وضو نہیں عورت کا چھونا اور لڑکے بے ریش کا امام شافعی رح کے نزدیک عورت کا چھونا ناقض وضو ہے بدلیل قولہ تعالی (او لامستم النساء) ہماری دلیل یہ ہے کہ

لمس جب مقارن ہو عورتون سے تو جماع مراد ہوتا ہے اور صحیح مسلم میں حضرت عائشہ رض کا چھونا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے پاؤن کا نماز کے اندر ثابت ہے
اور صحیحین میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا چھونا عائشہ صدیقہ رض کے پاؤن کا نماز میں ثابت ہے لیکن مندوب ہے الخروج من الخلاف لاسیما للامام لیکن
وضو کرلینا مس ذکر اور مس عورت سے مستحب ہے تاکہ باتفاق مجتہدین کے طہارت حاصل ہو خصوصاً امام کے حق میں یعنی اسواسطے کہ امام کے پیچھے موافق
اور مخالف مذہب نماز پڑھتے ہیں تو مقتدیون کی رعایت کرنا خوب بات ہے لیکن بشرط عدم لزوم ارتکاب مکروہ فی مذہبہ لیکن بشرطیکہ ارتکاب مکروہ کا
اپنے مذہب میں لازم نہ آوے ہم شارح کے استاد نے کہا کہ اس مفہوم سے جو اس کلام سے سمجھا گیا کہ امام کو رعایت مقتدیون کے مذہب کی مستحب ہے
خواہ اس مسئلہ میں یا اسکے غیر میں والا مر یا مسئلے میں تو اپنے مذہب کے مکروہ کا کچھ بھی ارتکاب نہیں کذا فی الطحطاوی یعنی اکیلا ہی کما لاینقض لو خرج
من اذنہ ونحوہا کعینہ وثدیہ قیح ونحوہ کصدید وماء سرۃ وثدی واذن لوجع وان خرج بہ بلا وجع جیسے وضو نہین ٹوٹتا اگر مثل کسی کے کان سے اور مانند اسکے جیسا کہ اسکی آنکھ یا پستان
سے بدون درد کے پیپ نکلا اور اسکے مانند جیسا کہ زرد آب اور ناف کا پانی وغیرہ یعنی ناف کا پیپ اور زرد آب نکلا ناقض نہوگا بدون درد کے وان خرج بہ
ای بوجع نقض لانہ دلیل الجرح اور اگر پیپ وغیرہ درد کے ساتھ نکلا تو وضو کا ناقض ہوگا اسواسطے کہ درد کے ساتھ نکلنا وجود زخم کی دلیل ہے ہم بحر الرائق میں
کہا کہ بانی میں یہ تفصیل البتہ خوب ہے اور پیپ اور زرد آب تو بدون زخم کے نہیں ہوتا نہر الفائق میں اسکا جواب دیا کہ ممکن ہے کہ زخم چنگا ہو کر پیپ نکلا ہو اور
درد کا نہونا ہی صحت کی علامت ہے فتاوی عالمگیری میں ماتن کی تفصیل کے موافق محیط سے شمس الائمہ حلوانی کا فتوی نقل کیا ہے اور کہا ہے کہ اسی طرح
ذخیرہ اور زیلعی اور سراج وہاج میں مذکور ہے تو صاحب بحر کا شبہ لائق التفات کے نہین رہا فمن مع من بعینیہ رمد او عمش ناقض فان استمر صار ذا عذر مجتبی
والناس عنہ غافلون جب معلوم ہوا کہ جو درد کے ساتھ خارج ہو وہ ناقض ہے تو آنسو اس شخص کا جسکی آنکھ اٹھ آئی اور دکھتی ہے یا ایسی چوندھی اور چیپڑی
کہ اکثر پانی بہا کرتا ہے ناقض وضو ہے اور اگر آنسو بہنا دائمی ہو گیا تو یہ شخص معذور ہو گیا اور معذور کا حکم باب الحیض میں معلوم ہوگا ایسا مذکور ہے مجتبی میں اور
لوگ اس مسئلے کے حکم سے غافل ہین یعنی اس آنسو کو ناقض وضو نہین جانتے ہین ہم فقہا نے کہا ہے جسکی آنکھ میں ڈھلکا یا عمش سے آنسو جاری ہوا اسکو ہر وقت
نماز کے وضو کرنے کا امر کیا جاوے صاحب بحر نے کہا یہ تعلیل اسکی مقتضی ہے کہ یہ استحباب کا امر ہے صاحب نہر نے کہا بلکہ وجوب کا امر ہے بقرینہ مرض اسیطرح فتح القدیر
مین ہے اور مجتبی میں اسکی وجہ یون بیان کی ہے کہ شاید پلکون کے زخم سے آنسو آتا ہو کذا فی الطحطاوی کما ینقض لو حشا احلیلہ بقطنۃ وابتل الطرف
الظاہر ہذا لو القطنۃ عالیۃ او محاذیۃ لرأس الاحلیل وان متسفلۃ عنہ لا ینقض جیسے ناقض وضو ہے اگر مرد نے پیشاب کے سوراخ میں روئی بھر دی ہو
اور روئی کی ظاہر طرف تر ہو گئی یہ نقض وضو کا حکم اس صورت میں ہے کہ اگر روئی سوراخ کے سرے سے اونچی ہو یا برابر ہو اور اگر سوراخ کے سرے سے
نیچی ہے اور طرف ظاہر تر ہو جاوے تو تر ہونا ناقض نہوگا اسواسطے کہ خروج متحقق نہوا وکذا الحکم فی الدبر والفرج الداخل اور اسی طرح کا حکم ہے مقعد اور
فرج داخل کی روئی کا یعنی اگر وہان کی روئی وغیرہ اونچی یا برابر ہے تو طرف ظاہر کے تر ہونے سے وضو ٹوٹیگا ورنہ وضو قائم ہے ہم منیۃ المصلی میں ہے
کہ اگر روئی یا کپڑا فرج خارج میں ہے اور تر ہو گیا تو وضو ٹوٹا نافذ ہو یا نہ ہو کذا فی الطحطاوی وان ابتل الطرف الداخل لا ینقض اور اگر روئی
وغیرہ کی اندر کی طرف تر ہو گئی تو ناقض وضو نہین ولو سقطت فان رطبۃ انتقض والا لا اگر روئی وغیرہ ساقط ہوئی یعنی گر پڑی تو اگر تر ہے تو وضو
ٹوٹا اور اگر تر نہین تو نہین ٹوٹا وکذا لو ادخل اصبعہ فی دبرہ ولم یغیبہا اور اسی طرح کا حکم ہے اگر انگلی مقعد میں داخل کی اور ساری انگلی غائب
نہین کی یعنی اگر تر نکلی تو وضو ٹوٹا اور اگر خشک نکلی تو نہین ٹوٹا فان غیبہا او ادخلہا عند الاستنجاء بطل وضوءہ وصومہ پھر اگر انگلی تمام غائب کر دی
یا پانی سے استنجا کرتے داخل کی تو وضو اور روزہ اسکا باطل ہو گیا ہم شارح کے کلام میں لف ونشر مرتب ہے تو بطلان وضو کا انگلی غائب کرنے سے
متعلق ہے اور بطلان صوم ادخال بالاستنجا سے متعلق ہے اسواسطے کہ جب انگلی غائب ہوئی تو ملوث نجاست سے نکلیگی تو وضو باطل ہوگا اور جبکہ استنجا

کرنے مین اُنگلی داخل کی تو پانی کا داخل ہونا پیٹ مین لازم آیا صوم باطل ہوگیا کذا فی الطحطاوی بعضون نے لف ونشر کا دھیان نہین کیا تو شارح
اعتراض کیا کہ انگلی کے داخل کرنے سے اگر تر نہو تو صوم باطل نہین ہوتا شارح نے یہ کیا کہا حالانکہ شارح کا مطلب یہ ہے کہ انگلی غائب کرنے سے وضو باطل
ہوتا ہے نہ صوم اور ادخال حالت تر جانے سے صوم باطل ہوتا ہے فروع مسائل لمعۃ شارح کے ہم فروع جمع ہے فرع کی اور فرع کہتے ہین ہر شی کے اعلیٰ کو اور قوم کے
شریف کو تو فروع سے مسائل عالیہ اور شریفہ مراد ہین بطریق استعارہ کے شارحین کی غالب عادت ہے کہ بلفظ فروع اُن مسائل کو جو ماتن سے فوت ہوگئے
یا مستغرب ہین ذکر کرتے ہین مناسب ہر مقام کے کذا فی الطحطاوی شارح رحمۃ اللہ علیہ آخر بحث مین فروع ضرور یہ اور عجیبہ اکثر بیان کرتا ہے اور کاتب
اقتضا عین کلام مین مناسب مقام یستحب للرجل ان یحشو ان راب الشیطان ویجب ان کان لا ینقطع الا بہ قدر ما یصلی مرد کو مستحب ہے احلیل مین روئی
وغیرہ رکھنا اگر شیطان اسکو شک مین ڈالتا ہو قطرہ آنے کے وسوسے اور واجب ہے بقدر نماز پڑھنے کے اگر بدون منقطع نہوتا ہو بدون روئی رکھنے کے
تاکہ نماز صحیح المقدور طہارت سے حاصل ہو علامہ طحطاوی نے کہا جب حدث سے وضو کیا اور جنب نہایا پیشاب کے بعد پھر آستے اپنے ذکر پر تری اور تراوت دیکھی
اور اسکو معلوم نہین کہ وہ پانی ہے یا پیشاب ہے تو وہ وضو کا اعادہ کرے اور اگر نماز کے اندر یہی بات حائل ہوئی اور شیطان اسکا بہت وسوسہ ڈالتا ہو اور
اسکو نجاست کا یقین نہین ہے تو وہ نماز پڑھتا رہے اور اُسکا دھیان نکرے جبتک اُسکو پیشاب ہونے کا یقین حاصل نہو اور جو بتلا ہو ایسے وسوسون کا
اسکو چاہیے کہ وہ اپنی شرمگاہ پر پانی چھڑک لے تاکہ اگر تراوت نظر آوے تو اسکو پانی جانے نہ پیشاب کذا فی الخانیہ یا سوری کی تحریر کا خرج ان افخاذ ثنیۃ حتی
وصول تہ دان دخل بنفسہ لا بواسیر والے کی مقعد باہر نکلی اگر اُسکو اپنے ہاتھ سے اندر کر دیا تو اُسکا وضو ٹوٹا اور اگر خود بخود داخل ہوگئی تو وضو نہین ٹوٹا لیکن
اگر کچھ نجاست ظاہر ہوگی تو ناقض وضو ہے کذا فی الطحطاوی وکذا لو خرج بعض الدودۃ فدخلت اور اسی طرح اگر کیڑا تھوڑا سا نکلا پھر گھس گیا تو ناقض نہین
مین لذکرہ راسان فالذی لا یخرج منہ البول المعتاد بمنزلۃ الجرح جس شخص کے ذکر کے دو سر ہون تو جس سر سے عادت والا پیشاب نہین نکلتا وہ بمنزلہ
زخم کے ہے یعنی اُس سے اگر کوئی چیز نکلے گی تو وضو نہ ٹوٹیگا جبتک وہ شی سائل نہوگی جیسے زخم سے نکلتا بدون سیلان ناقض نہین الخنثیٰ غیر المشکل فرجہ
الآخر کالجرح جو خنثیٰ کہ مشکل نہین اُسکی دوسری فرج بمنزلہ زخم کے ہے تو وضو نہ ٹوٹیگا بدون بہنے کے ایسا ہی فتح القدیر وغیرہ مین اور اکثر فقہا کہتے ہین کہ
وضو ٹوٹیگا دونون فرج کے پیشاب نکلنے سے سائل ہو یا نہو اُسکا حال ظاہر ہوگیا ہو یا نہو النہر الفائق مین زیلعی سے نقل کیا کہ اول قول پر اعتماد کرنا لائق ہے
کذا فی الطحطاوی وَالمشکل یَنتقض وضوءہ بکل اور خنثیٰ مشکل کا وضو ٹوٹتا ہے ہر فرج کے نکلنے سے بدون سیلان کے بنظر احتیاط کے کذا فی التوضیح خنثیٰ مشکل
اسکو کہتے ہین کہ مرد اور عورت ہونا کسی علامت سے ثابت نہو نہ قبل از بلوغ نہ بعد از بلوغ منکر الوضوء ہل یکفر ان انکر الوضوء للصلوٰۃ نعم ولغیرہا لا سوال
وضو کا منکر کافر ہے یا نہین جواب اگر اُسنے وضو کا انکار کیا نماز کے واسطے تو ہان وہ کافر ہوا اور نہ غیر نماز کے واسطے منکر وضو ہونے سے کافر نہین ہوگا ہم نماز
کے وضو کا منکر اسواسطے کافر ہوا کہ اُسنے قرآن کی تکذیب کی قال اللہ تعالیٰ (یَا اَیُّہَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اِذَا قُمْتُمْ اِلَی الصَّلٰوۃِ الخ) اور غیر نماز اگرچہ مصحف
کے وضو کا انکار کرے کافر نہوگا اسواسطے کہ اُسکی آیت مین اختلاف ہے جیسا کہ مذکور ہوچکا یعنی تو قطعی کا منکر نہ ٹھہرا شک فی بعض وضوءہ اعادہ ما شک
فیہ لو فی خلالہ لم یکن الشک عادۃ لہ والا لا شک پڑا وضو کے بعض افعال مین یعنی کسی عضو کے غسل مین یا مسح مین تو جس فعل مین شک پڑا کہ
کیا یا نہین کیا اُسکو پھر کرے اگر اثناء وضو کرنے مین شک ہوا ہوا ور شک کا ہونا اُسکی عادت نہو ورنہ اعادہ نہین یعنی اگر اثناء وضو مین شک
نہین پڑا بلکہ بعد وضو کر چکنے کے شک پڑا خواہ اُسکو شک کی عادت ہو یا نہو یا اُسکو شک کی عادت خواہ اثناء وضو مین ہو یا بعد وضو ان صورتون مین
اعادہ نکرے اور شک کی طرف التفات نکرے اور آپ کو باوضو سمجھے کذا فی الطحطاوی ملخصاً ولو علم انہ لم یغسل عضواً وشک فی تعیینہ غسل رجلہ الیسریٰ
لانہ آخر العمل اور اگر اُسکو بالیقین معلوم ہو کہ اُسنے ایک عضو کو نہین دھویا اور شک پڑا اُسکو عضو کے معین کرنے مین کہ ہاتھ ہے یا پاؤن تو

بائیں پاؤں کو دھویا اسواسطے کہ وہ پچھلا عمل ہے وضو میں تو نسیان کی طرف وہی اقرب ہے یہی باقی رہی یہ بات کہ اگر پچھلے پاؤں کے دھونے کا یقین ہو
... تو ... عمل پر اعتبار ہوگا وہکذا فی الطحطاوی ولو تیقن بالطہارۃ وشک بالحدث او بالعکس اخذ بالیقین اور اگر طہارت کا
یقین ہو ... وضو ٹوٹنے میں شک پڑے یا اسکے بالعکس یعنی وضو ٹوٹنے کا یقین ہو اور طہارت کرنے میں شک پڑے تو یقین کو لیوے اور شک کو چھوڑ دے
... اور دوسری صورت میں زوال طہارت کو معتبر جانے اسواسطے کہ یقین شک سے نہیں ٹل سکتا کیونکہ یقین قوی چیز
ہے ... ولو تیقنہما وشک فی السابق فہو متطہر اور اگر طہارت اور حدث دونوں کا یقین ہو اور سابق میں شک پڑے یعنی یہ یاد
نہیں ... تو وہ شخص شرعاً با طہارت ہے اسواسطے کہ غالباً طہارت بعد حدث کے ہوتی ہے کذا فی الطحطاوی ومثلہ المتیمم اور
... التیمم کا یقین حاصل ہو اور بے وضو ہونے میں شک واقع ہوا ہو یا حدث کا یقین ہو اور تیمم میں شک ہو تو یقین پر عمل کرے
اور جو دونوں کا یقین ہو اور تقدم اور تاخر میں شک ہو تو ... شخص باتیمم ہے ولو شک فی نجاسۃ ماء او ثوب او طلاق او عتق لم یعتبر وتمامہ فی الاشباہ اور
جو شک پڑے پانی یا کپڑے کی نجاست میں یا زوجہ کی طلاق میں شک پڑے کہ طلاق دی یا نہیں دی یا لونڈی غلام کے آزاد کرنے میں شک واقع ہوا تو
اس شک کا کچھ اعتبار نہیں پانی اور کپڑے کو پاک جانے اور عورت کو اپنی زوجہ اور لونڈی غلام کو مملوک سمجھے اور مسائل شک کا پورا بیان اشباہ ونظائر میں ہے
الیقین لا یزول بالشک کے قاعدہ میں ہم مجتبی میں ہے کہ خون اور پیپ اور زرداب اور زخم کا پانی اور آبلہ اور پھنسی اور آنکھ اور کان کا پانی بیماری کی جہت سے
سب برابر ہیں بنا بر قول اصح کے ... ناقض وضو نہیں چنانچہ قلیل قی یا خون وہ طاہر ہے اگر خون احتیاضہ اگر خون غیر سائل سے کپڑا ملوث ہوگیا تو جواز نماز کا مانع
نہیں جیسے اصحاب القروح کے کپڑے بار بار خون بلا سیلان اور بلا تجاوز کے نکلنے سے بھر جاتے ہیں مانع نماز نہیں عذر کے سبب سے اگرچہ خون بکثرت ہو اسی پر
فتوی ہے ... میں ہے کہ ... الاحلیل میں پھر وہ نکل آیا وضو نہیں ٹوٹا امام کے نزدیک خلافاً للصاحبین تحریر میں ہے کہ وضو کیا پھر ذکر سے تراوت سائل دیکھی تو پھر
وضو کرے اور اگر معلوم نہ ہو کہ ... تو التفات نہ کرے نماز پڑھے کہ وہ شیطانی وسوسہ ہے اور شرمگاہ کو پانی سے چھڑک دے دفع وسوسہ کے واسطے اور اگر رقیق چیز
... ناک کے ... سے یا اسکے اندر ... سے پھر وہ ناک سے اتر آئی تو ناقض وضو نہیں اسواسطے کہ وہ پاک مکان سے خارج ہوئی اور اگر سوئی
چبھائی ہاتھ میں اور خون ظاہر ہوا سوئی کے سر سے زیادہ تو ناقض نہیں اور محمد بن عبد اللہ اسکو سائل جانکر نقض وضو کی طرف مائل ہیں جیسے روٹی یا پھل کھایا
اور اسمیں خون کا اثر دیکھا مسوڑھوں سے تو چاہیے کہ وہاں انگلی رکھے اگر انگلی میں خون کا اثر پاوے تو وضو ٹوٹا اور اگر اثر خون کا مسوڑھے پر ہاتھ رکھنے
سے نہ پایا تو وضو قائم ہے الکل من العینی شرح الہدایۃ وفرض الغسل اراد بہ ما یعم العملی کما مر اور متن نے کہا اور فرض غسل مضمضہ اور استنشاق اور باقی
بدن کا دھونا ہے شارح نے کہا کہ متن نے فرض سے اسکا ارادہ کیا جو فرض عملی کو بھی شامل ہے چنانچہ وضو میں گذر گیا ہے یعنی فرض سے یہاں وہ معنی
مراد ہے جو فرض اعتقادی اور فرض عملی دونوں کو شامل ہے فرض عملی وہ ہے جسکے فوت ہو جانے سے جواز فوت ہو جاوے وجہ ارادہ یہ ہے کہ مضمضہ اور استنشاق
قطعی نہیں ہیں کیونکہ امام شافعی ان دونوں کو غسل میں مسنون کہتے ہیں کذا فی الحلبی وبالغسل المفروض کما فی الجوہرۃ اور غسل سے مراد مفروض غسل ہے
چنانچہ جوہرہ میں مذکور ہے یعنی جنابت اور حیض اور نفاس کا غسل کذا فی المنح وظاہرہ عدم فرضیتہما فی الغسل المسنون کذا فی البحر یعنی عدم فرضیتہما فیہ
والا فہما شرطان فی تحصیل السنۃ اور جوہرہ کا ظاہر کلام اسپر دلالت کرتا ہے کہ منہ اور ناک کا دھونا غسل مسنون میں شرط نہیں ایسا مذکور ہے بحر الرائق میں مراد صاحب
بحر کی یہ ہے کہ غسل مسنون میں مضمضہ اور استنشاق فرض نہیں ہیں اور اگر یہ مراد ہے تو صحیح نہیں اسواسطے کہ سنت کے حاصل کرنے میں مضمضہ اور استنشاق دونوں
شرط ہیں غسل کل فمہ یعنی غسل میں فرض ہے سارے منہ کے اندر دھونا ہم شارح نے بتقدیر لفظ کل اشارہ کیا کہ اضافت عموم کے واسطے ہے اور مراد کل فم اور کل انف کے
دھونے سے مضمضہ اور استنشاق ہے ویکفی الشرب عبا لا مصا لانہ یمج ولیس بشرط فی الاصح اور اس فرض کے ادا ہونے میں پانی پینا منہ بھر کے کفایت کرتا ہے

اسواسطے کہ فرضیت مضمضہ مین کلی کا باہر پھینکنا شرط نہین صحیح تر قول مین ہم یعنی جبکہ خوب منھ بھر کے پانی پیا سارا منھ اندر دھو گیا مضمضہ فرض ادا ہوا تو اگر
چوس کر پانی پیا فرض ادا نہوا چنانچہ بحر الرائق مین ہی اسلیے کہ چوسنے مین سارے منھ کے اندر پانی نہین پہونچتا ہر چند کلی کا باہر پھینکنا شرط نہین قول اصح مین
لیکن احوط ہی کما فی الخلاصۃ اسواسطے کہ وہ عہدہ فرضیت سے بالاتفاق خارج ہوگا اور یہی مطلب ہی احتیاط کا کذا فی الطحطاوی عن النہر و الفتح
تحت الذقن اور تمام ناک کا دھونا فرض ہی یہانتک کہ ناک کی خشک پپڑی کے نیچے بھی پانی پہونچانا ضروری ہی ہم بحر الرائق مین ہی کہ درن یابس یعنی خشک
میل ناک مین چپلا ہی رد ہی اور خمیر کے مانند تمام اغتسال کا مانع ہی کذا فی الطحطاوی و باقی بدنہ اذ مضمضہ اور استنشاق کے بعد تمام بدن کا دھونا فرض ہی
ہم بدن ظاہر اور باطن سب کو شامل ہی چنانچہ داخل مین کوئی لیکن بسبب حرج ظاہر کے آنکھ کے اندر کا دھونا ساقط ہوگیا اسواسطے کہ آنکھ چربی کی ہی پانی کی متحمل
نہین اور جو بعضے صحابہ مثل ابن عمر اور ابن عباس کے اندر آنکھ کے دھویا کرتے تھے انکی بصارت زائل ہوگئی تھی و لہذا آنکھ کا دھونا نچاہیے اگرچہ اسکے اندر
ناپاک سرمہ لگا ہو کذا فی فتح الغفار لکن فی المغرب وغیرہ البدن من المنکب الی الالیۃ وحینئذ فالراس والعنق والید والرجل خارجۃ لغۃ داخلۃ تبعا شرعا
لیکن کتب لغت مثل مغرب وغیرہ مین ہی کہ بدن لغت عرب مین مونڈھے سے سرین تک اور جبکہ یہ حال ہوا تو سر اور گردن اور ہاتھ اور پانون بدن سے
خارج ہین لغت کی راہ سے داخل ہی کوٹھی کی تبعیت سے شرع کی اصطلاح مین ہم خلاصہ یہ ہی کہ شرع مین بدن کا اطلاق جسم پر کیا اسواسطے کہ یہان بدن
بالتبع الاطراف مراد ہی والدلک لانہ متمم فیکون مستحبا لا شرطا خلافا لمالک غسل مین بدن کا ملنا فرض نہین اسواسطے کہ ملنا کامل کرنیوالا ہی دھونے کا
پس ملنا مستحب ہوگا نہ شرط اسواسطے کہ ملنا اور متمم شی کا اس شی کے وجود کے بعد ہوتا ہی یہ خلاف امام مالک رحمہ کے ہم امام ابو یوسف رحمہ کی ایک
روایت مین ملنا غسل مین فرض ہی وہ ایک عبارت ہی اعضا پر ہاتھ پھیرنے سے تو اگر پانی بہایا اور سارے بدن پر پہونچ گیا بدون ہاتھ لگائے
تو فرض ادا ہوگیا اگر امام مالک کے نزدیک ادا نہین ہوا و یجب ای یفرض غسل کل ما یمکن من البدن بلا حرج مرۃ کاذن و سرۃ و شارب و حاجب و اثناء
لحیۃ و شعر راس ولو متلبدا لما فی فاطہروا من المبالغۃ اور واجب ہی یعنی فرض ہی دھونا ایکبار ہر اس محل کا بدن سے جسکا دھونا بدون مشقت کے ہو سکتا ہو
چنانچہ کان اور ناف اور مونچھ اور بھون اور ڈاڑھی اور سر کے بالون کے اندر کا دھونا اگرچہ سر کے بال گوند سے باہم چپکے ہون اسواسطے کہ فاطہروا سے یہی مبالغہ
نکلتا ہی ہم یعنی حق تعالی نے فرمایا ان کنتم جنبا فاطہروا یعنی اگر تمکو جنابت ہو جماع یا احتلام سے تو خوب طرح سے پاک صاف ہو یعنی سارے بدن کا دھونا
جہانتک ہو سکے بلا حرج اسکو دھو ڈالو لہذا مضمضہ اور استنشاق غسل مین فرض ہوا نہ وضو مین اسلیے کہ منھ ایک وجہ سے داخل بدن ہی اور ایک وجہ سے
خارج بدن ہی باعتبار حس کے انطباق اور انفتاح کے وقت اور باعتبار حکم شرع کے صائم کی رال گھونٹنے اور داخل ہونے کسی چیز کے اسکے منھ مین تو مضمضہ
منھ کو داخل بدن قرار دیا اور غسل مین خارج بدن اسواسطے کہ غسل مین مبالغہ کا صیغہ یعنی فاطہروا وارد ہی اور وضو مین غسل وجہ کا حکم ہی اور وجہ عبارت ہی مواجہہ
و فرج خارج لانہ کالفم لا داخل لانہ باطن اور فرض ہی عورت کو فرج خارج کا دھونا اسواسطے کہ عورت کے باہر کی شرمگاہ منھ کے مانند ہی کہ من وجہ داخل ہی اور
من وجہ خارج فرض نہین فرج داخل کا دھونا اسواسطے کہ وہ اندر بدن کے داخل ہی اور اندر کا دھونا ساقط ہی ولا تدخل اصبعہا فی قبلہا بہ یفتی اور عورت انگلی
کو اپنی شرمگاہ مین داخل نکرے اسی کا فتوی ہی یعنی غسل مین یہ کام نکرے مزید طہارت کے خیال سے کیونکہ اندر کا دھونا واجب نہین لا یجب غسل ما فیہ حرج
کعین وان اکتحل بکحل نجس واجب نہین غسل مین دھونا وہان کا جسمین مشقت اور تکلیف ہی چنانچہ آنکھ کا دھونا اگرچہ اسمین ناپاک سرمہ لگایا ہو و ثقب
انضم و داخل قلفۃ اور بند سوراخ اور داخل حلقہ کا دھونا واجب نہین ہم جو سوراخ ناک یا کان کا بند ہوگیا وہان پانی پہونچانا واجب نہین حرج کی وجہ سے
قلفۃ بضم قاف و سکون لام وہ کھال ہی جو ختنہ کرنے مین کاٹی جاتی ہی بل یندب ہو الاصح قالہ الکمال و علله بالحرج فسقط الاشکال بلکہ قلفہ کے اندر کا دھونا مستحب ہی
یہی قول صحیح تر ہی ایسا کہا ہی کمال الدین صاحب فتح القدیر نے اور حرج کو عدم وجوب غسل کی علت بیان کی ہی تو اشکال ساقط ہوگیا ہم یعنی جب حرج کو علت

قرار دیا تو زیلعی کا اعتراض ساقط ہو گیا حاصل اعتراض کا یہ ہی کہ اگر داخل قلفہ کا غسل میں دھونا واجب نہیں یا وجود وصول جنابت کے الغہ ظاہر واسکے تو اسکو داخل بدن کا
حکم دیا تو اسمین پیشاب کے قطرے آنے سے کیون وضو ٹوٹتا ہی قول صحیح پر سقوط اعتراض کی وجہ یہ ہی کہ عدم وجوب غسل دفع حرج کی وجہ سے ہی اسواسطے کہ
یہ ظاہر ہے اسمین ہی وفی المسعودی ان امکن فتح القلفة بلا مشقة یجب والا فلا اور مسعودی میں ہی کہ اگر کھولنا قلفہ کا بدون مشقت کے ہو سکے تو اندر کا دھونا
واجب ہی ورنہ واجب نہیں ہم اسی قول کو شرنبلالی نے پسند کیا ہی اور اسی کی طرف فتح القدیر کا کلام مشیر ہی اسواسطے کہ سقوط کو متقید بحرج کیا ہی تو جہان حرج نہیں
وہان دھونا بھی ساقط نہیں کذا فی الطحطاوی وکفی بل اصل ضفیرتها ای شعر المرأة المضفور للحرج اور کفایت کرتا ہی تر کرنا اور بھگونا عورت کی گوندھی
چوٹی کی جڑ کا یعنی گوندھے بالون کا دھونا عورت پر فرض نہیں جڑون کا تر کر دینا کفایت کرتا ہی تکلیف اور مشقت کی وجہ سے ضفیرہ سے مراد عورت کے گوندھے
بال ہین ہم صحیح مسلم میں حضرت ام سلمہ سے روایت ہی کہ مین نے کہا یا رسول اللہ مین وہ عورت ہون کہ اپنے سر کی گوندھی چوٹی خوب مضبوط کر کے باندھتی ہون
کیا حیض اور جنابت کے غسل کے واسطے اسکو کھول ڈالون فرمایا نہین تجھکو تین بار دونون ہاتھون مین پانی لیکر سر پر ڈالنا کفایت کرتا ہی پھر اپنے اوپر پانی بہانا
اور پاک ہونا اور ابو داود مین ثوبان سے روایت ہی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے غسل جنابت کا سوال ہوا تو فرمایا کہ مرد تو اپنے بال کھول ڈالے اور بالون کو دھوے
یہانتک کہ بالون کی جڑ تک پہونچے اور عورت پر تو بالون کا کھولنا ضرور نہیں اسکو تین چلو بھر کے پانی سر پر ڈالنا کفایت کرتا ہی کذا فی التیسیر اما المنقوض فیفرض
غسل کلہ اتفاقا اور عورت کے کھلے بالون کا تو بالکل دھونا فرض ہی بالاتفاق یعنی یہان فقط جڑون کا تر کرنا کافی نہوگا ولو لم یبتل اصلہا یجب نقضہا مطلقا ہو الصحیح
اور اگر گوندھی چوٹی کی جڑ نہ بھیگے تو چوٹی کا کھولنا واجب ہی ہر طرح سے یہی قول صحیح ہی ہم ہر طرح کھولنا واجب ہی خواہ اسمین تکلیف ہو یا نہو اور غیر صحیح وہ قول ہی کہ
بالون کا نچوڑنا دھونے کے بعد ضروری ہی خواہ بال گوندھے ہون یا کھلے کذا فی الطحطاوی ولو ضر غسل راسها ترکته اور اگر سر کا دھونا عورت کو ضرر کرتا ہو تو سر کا
دھونا چھوڑ دے یعنی بصورت ضرر سر کا دھونا اور مسح کرنا بھی غسل جنابت وغیرہ مین ساقط ہی سر کو چھوڑ کے باقی بدن دھو دے پاک ہو جاویگی وقیل تمسحہ اور
بعضون نے کہا کہ سر کو مسح کرے اگر دھونا ضرر کرتا ہو ولا تمنع زوجها فی الاصح اور نہ منع کرے اپنے زوج کو جماع سے اور اسکا ذکر آگے آویگا تیمم کے مسائل مین ہم
یعنی اگر عورت کو سر کا دھونا ضرر کرتا ہو اس عذر سے اسکو اپنے شوہر کا روکنا جماع سے نہین پہونچتا ہی اسواسطے کہ وہ شوہر کا حق ہی اور اسکے رفع ضرر کا علاج یہ ہی کہ
بقول اول غسل اور مسح دونون کو ترک کرے یا بالقول ثانی سر کو مسح کرے کذا فی الطحطاوی لا یکفی بل ضفیرته فینقضها وجوبا ولو علويا او ترکیا لامکان حلقه
کفایت نہین کرتا ہی مرد کی گوندھی چوٹی کا بھگونا تو واجب یعنی فرض ہی اسکا کھولنا اگرچہ مرد علوی یا ترکی ہو اسواسطے کہ مرد کو سر کا مونڈنا یعنی بدون قباحت اور
بدنمائی کے ممکن ہی برخلاف عورت کے ہم علوی یعنی سادات مرتضوی اور ترکیون کی عادت ہی بال رکھنے اور چوٹی گوندھنے کی اسواسطے انکو بالخصوص ذکر کیا
ولا یمنع الطهارة ونیم ای خرء ذباب وبرغوث لم یصل الماء تحته اور طہارت کا مانع نہین مکھی اور پسو کا وہ گوہ جسکے نیچے پانی نہین پہونچا اسواسطے کہ اس
بچنا ممکن نہین کذا فی الطحطاوی وحناء ولو جرمه به یفتی اور نہ منہدی طہارت کی مانع ہی اگرچہ منہدی کا جرم لگا ہو اسی کا فتوی ہی ہم لیکن اگر منہدی کا جرم
ہوگا تو اسکے نیچے پانی کا پہونچنا ضرور ہی اور اگر نہ پہونچیگا تو طہارت حاصل نہو گی ولہذا البحر الرائق مین کہا ہی کہ اگر عورت نے اپنے سر مین خوشبو جیسی لگائی ہو اس طرح کہ پانی
بالون کی جڑون مین نہ پہونچتا ہو تو اسپر واجب ہی اسکا دور کرنا کذا فی الطحطاوی ودرن ووسخ عطف تفسیر وکذا دهن ودسومة اور نہ میل بدن کا مانع طہارت ہی
اور اسی طرح تیل اور چکنائی مانع طہارت کی نہین شارح نے کہا وسخ کا عطف تفسیری ہی یعنی درن اور وسخ دونون بیک معنی ہین وتراب وطین ولو فی
ظفر مطلقا ای قرویا او مدنیا فی الاصح اور خشک مٹی اور گیلی مٹی مانع طہارت کی نہین اگرچہ ناخن کے اندر ہو خواہ وہ شخص گنوار ہو یا شہر کا رہنے والا دونون
برابر ہین قول اصح مین ہم اور غیر صحیح قول یہ ہی کہ شہری کے حق مین ناخن کی مٹی مانع طہارت ہی نہ گنوار کے حق مین اسواسطے کہ شہری کا بدن چکنا ہوتا ہی
تو پانی نفوذ نہین کرتا الطحطاوی نے کہا قول اصح کی وجہ یہ ہی کہ بہرصورت پانی نفوذ کر جاتا ہی بخلاف خمیر ہے برخلاف گوندھے آٹے کے مانند کے وہ طہارت کا مانع ہی

سلہ سادات مرتضوی وہ علویہ ہین جو حضرت علی رض کی اولاد مین سوائے حضرت فاطمہ رض کے ہین ۱۲

عدم نفوذ کی وجہ سے جو گوندھے آٹے کے مانند وہ چیزیں ہیں جنمیں پانی سرایت نہیں کرتا چنانچہ چپلائی ہوئی روٹی اور میل کی پپڑی ناک میں اور کھال مچھلی کی کذا فی البحر والمنیۃ ناقلاً عن الظہیریۃ اور مانع طہارت کی نہیں وہ چیز جو رنگریز کے ناخن پر لگی ضرورت کی وجہ سے اور بعضوں کے نزدیک مانع ہے حضرات میں کہا کہ اول قول پر فتوی ہے کذا فی البحر ہم عورتیں ہندوستان کی جو مسی لگاتی ہیں اگر فقط رنگ ہے بدون جرم کے تو ظاہر مہندی کے مانند مانع طہارت نہیں اور اگر جرم ہے جبکہ دھڑی کہتے ہیں تو ظاہر یہی ہے کہ مانند مانع طہارت ہے واللہ اعلم ولا طعام بین اسنانہ او فی سنہ المجوف بہ یفتی وقیل ان صلبا منع وہو الاصح اور مانع طہارت کا نہیں وہ کھانا جو دانتوں کے اندر رہ جاتا ہے یا پولے دانت کے اندر گھس جاتا ہے اسی قول کا فتوی ہے اور بعضوں نے کہا کہ اگر وہ سخت اور چسپیدہ ہو تو طہارت کا مانع ہے یہی قول صحیح تر ہے جسم صفتی میں مذکور ہوگا اگرچہ فتوی بالقدم ہے الخ وغیرہ سے علما یہ ہیں الا اس واسطے مانع طہارت نہیں کہ پانی لطیف چیز ہے ہر جگہ غالبا سرایت کر جاتا ہے ایسا مذکور ہے منیہ میں بحر الرائق میں فتح الباری اور فتاوے فضلی سے نقل کیا کہ احتیاط یہ ہے کہ اسکو نکال کے پانی اسپر بہاوے کذا فی الطحطاوی ولو کان خاتمہ ضیقا نزعہ او حرکہ وجوبا کقرط اور اگر غسل کرنے والے کی انگوٹھی تنگ ہو تو واجب ہے کہ اسکو نکالے یا ہلاوے جیسے کان کی بالی کا نکالنا یا ہلانا واجب ہے یعنی انگوٹھی اور بالی کا اتنا ہلانا اور گھمانا چاہیے کہ وہاں پانی پہنچ جاوے ولو لم یکن بثقب اذن قرط فدخل الماء فیہ عند مرورہ علی اذنہ اجزأہ اور اگر اسکے کان کے سوراخ میں بالی نہو سو پانی پہنچ گیا سوراخ میں کان پر پانی بہنے کے وقت تو غسل کو کافی ہے کرتا ہے کہ وحلمۃ الماء جیسے ناف اور کان میں پانی داخل ہو گیا اسپر سائل ہونے سے کفایت کرتا ہے جیسے انگلی وغیرہ داخل کرنا ضرور نہیں ولا یدخل الاصبع ولا یتکلف بخشب ونحوہ والمعتبر غلبۃ ظنہ بالوصول اور اگر سوراخ میں پانی نہ گیا تو قصداً داخل کرے اگرچہ اپنی انگلی سے اور لکڑی یا اور مانند تنکا سینک وغیرہ سے پانی داخل ہونے کے لیے تکلف نہ کرے اور پانی پہونچنے میں اسکے گمان کا غلبہ معتبر ہے یعنی اسکو یہ گمان غالب ہو کہ پانی وہاں پہونچ گیا ہوگا تو زیادہ تکلف اور وسواس نکرے فروع مسائل متفرقہ شارح نے نسی المضمضۃ او جزءاً من بدنہ فصلی ثم تذکر فلو نفلا لم یعد لعدم صحۃ شروعہ نہانے والا کلی کرنا یا کچھ بدن کا دھونا بھول گیا پھر اسنے نماز پڑھی پھر اسکو یاد آیا تو اگر وہ نماز نفل تھی تو اسکا اعادہ نکرے شروع نماز کے صحیح نہونے سے یعنی بسبب ناپاکی کے نماز کا شروع کرنا صحیح نٹھہرا تو نماز اسپر لازم نہوئی اسکا اعادہ بھی لازم نہوگا ویجب الغسل وثمۃ رجال لا یدعہ وان رآہ مرد پر غسل کرنا واجب ہوا اور وہاں لوگ ہیں تو نہانے کو نہ چھوڑے اگرچہ لوگ اسکو دیکھیں ہم یہ اس صورت میں ہے کہ پردہ وہاں نہیں ہو سکتا اور نماز کے فوت ہو جانے کا ڈر ہے اور جو کوئی اسکو دیکھیگا وہ گنہگار ہوگا نہانے والا معذور ہے والمراۃ بین رجال او رجال ونساء تؤخرہ لا بین نساء فقط اور عورت درمیان مردوں کے یا درمیان مردوں اور عورتوں کے نہانے میں تاخیر کرے اور تاخیر نکرے فقط عورتوں میں ہم اس واسطے کہ نظر کرنا جنس کا ہمجنس کی طرف خفیف تر ہے بخلاف غیر جنس کے واختلف فی الرجل بین رجال ونساء او نساء فقط کذا ابن الشحنۃ اور اختلاف ہے اس مرد کے غسل کرنے میں جو درمیان مردوں اور عورتوں کے یا فقط درمیان عورتوں کے واقع ہو چنانچہ ابن شحنہ شارح وہبانیہ نے اسکو شرحا بیان کیا ہے ہم ظاہر کلام شارح اسکا مقتضی ہے کہ یہ مسئلہ مذہب میں منصوص ہے اور اسمیں اختلاف واقع ہے حالانکہ ایسا نہیں اسلیے کہ شارح وہبانیہ نے تصریح کی ہے کہ میں اس مسئلہ کی نقل پر واقف نہیں ہوا مگر قیاس یہ چاہتا ہے کہ مرد عورتوں میں یا مردوں اور عورتوں میں غسل کو تاخیر کرے اور خنثی کو کسی صورت میں کشف عورت جائز نہیں کذا فی الطحطاوی مختصراً وینبغی لہا ان تتیمم وتصلی لعجزہا شرعا عن الماء اور عورت کو چاہیے تیمم کرے اور نماز پڑھے اس واسطے کہ عورت مردوں میں شرعاً پانی کے استعمال سے عاجز ہے واما الاستنجاء فیترک مطلقا والفرق لا یخفی اور پانی سے استنجا کرنا تو ہر طرح چھوڑا جاوے خواہ مرد یا عورت مردوں یا عورتوں میں یا دونوں میں ہو اور فرق غسل اور استنجا میں چھپا نہیں ہم وجہ فرق یہ ہے

کہ نجاست حقیقی کے ساتھ نماز صحیح ہوتی ہے اور نجاست حکمی کے ساتھ اصلاً صحیح نہیں فیہ اور اسکی شرح میں ہے کہ کشف عورت کرنا کسی کے سامنے اسواسطے کہ
حرام ہے اور پانی سے استنجا کرنا افضل ہے اگر بلا کشف ممکن ہو اور اگر ممکن نہو تو ڈھیلوں پر کفایت کرنا واجب ہے کذا فی الطحطاوی مختصراً و سنتہ کسنن الوضوء
سوی الترتیب اور غسل کی سنتیں وضو کی سنتوں کے مانند ہیں چنانچہ نیت کرنا اور بسم اللہ کہنا سواے ترتیب کے یعنے اسواسطے کہ وضو کی ترتیب اور
غسل کی ترتیب یکسان نہیں و آدابہ کآدابہ سوی استقبال القبلۃ لانہ یکون غالباً مع کشف العورۃ اور غسل کے مستحبات وضو کے مستحبات کے مانند ہیں
سواے استقبال قبلہ کے اسواسطے کہ غسل اکثر برہنہ ہوتا ہے اور منجملہ مستحبات غسل اعضا کا ملنا اور چھنگلی کان کے سوراخ میں ڈالنا پانی بہونچانے کے
لیے اور انگوٹھی کا ہلانا اور نیت زبان سے کرنا اور ایسے مکان میں بیٹھکر نہانا تاکہ چھینٹیں بدن پر نہ پڑیں اور عدم استعانت اور تکلم کلام ناس نکرنا
اور غسل کے مکروہات وضو کے مکروہات کے مانند ہیں یعنے منہ پر پانی زور سے مارنا اور قدر ضرورت سے پانی کم کرنا یا حاجت سے زیادہ پانی بہانا کذا فی الطحطاوی
ملتقطاً و قالوا لو مکث فی ماء جار او حوض کبیر او مطر قدر الوضوء والغسل فقد اکمل السنۃ اور فقہا نے کہا ہے کہ اگر جاری پانی یا بڑے حوض یا مینہ میں بقدر درست
وضو اور غسل کرنے کے ٹھہرا تو البتہ اسنے پوری سنت ادا کی یعنے وہ سنت جو اسکے لائق ہے کامل ہوگی چنانچہ تثلیث اور دلک وغیرہ کی سنت ادا ہوگی مگر
ماسوا نیت کا فقط ٹھہرنے سے ادا نہوگا البداءۃ فی الغسل بالنیۃ وفرجہ وان لم یکن بہ خبث اتباعاً للحدیث اور سنت ہے غسل میں دونوں ہاتھوں اور
شرمگاہ کے دھونے سے شروع کرنا اگرچہ پیشاب کی جگہ پر کچھ نجاست نہو حدیث کی پیروی سے وخبث بدنہ ان کان علیہ خبث لئلا یشیع اور شروع
کرنا بدن کی نجاست دھونے سے اگر اسکے بدن پر نجاست ہو تاکہ باقی بدن پر نجاست نہ پھیلے ثم یتوضأ اطلقہ فانصرف الی الکامل فلا یؤخر قدمیہ
ولو فی مجمع الماء لما ان المعتمد طہارۃ الماء المستعمل پھر وضو کرے مصنف نے وضو کو مطلق بلاقید کہا اور مطلق جب بولتے ہیں تو اسکا فرد کامل مراد ہوتا ہے
تو یہاں پورا وضو مراد ٹھہرا تو دونوں قدموں کے دھونے کو تاخیر نہ کرے اگرچہ نہایا ہو پانی جمع ہونے کے مقام میں اسواسطے کہ مذہب معتمد ہے کہ
مستعمل پانی پاک ہے ہم جب وضو کامل مراد ہوا تو اسمیں اشارہ ہے کہ سر کا مسح کرے اور یہی قول صحیح ہے اور یہ بھی اشارہ ہے کہ جمیع سنن اور مستحبات وضو
کے بجالاوے ایسا کہا ہے صاحب بحر نے اور عدم تاخیر غسل قدمین بعض مشائخ کا قول ہے اور یہی صحیح تر ہے مذہب شافعی میں اور بعضوں نے کہا تاخیر کرے
مطلقاً اور بعضوں نے کہا اگر وہاں پانی جمع ہو تو تاخیر کرے یہی قول مذکور ہے مبسوط اور ہدایہ میں کذا فی الطحطاوی علی انہ لا یوصف بالاستعمال الا بعد
انفصالہ عن کل البدن لانہ فی الغسل کعضو واحد علاوہ یہ ہے کہ پانی مستعمل نہیں ہوتا مگر بعد جدا ہونے کے تمام بدن سے اسواسطے کہ غسل میں تمام بدن
ایک عضو کے مانند ہے حکم تجزی حدث میں دو روایتیں ہیں ایک روایت یہ ہے کہ حدث متجزی ہے یعنے جو عضو مغسول ہوگا وہ پاک ہوگا اور باقی ناپاک اور
دوسری روایت یہ ہے کہ حدث متجزی نہیں یعنے بعض اعضاء مغسولہ پاک نہونگے جبتک سارا بدن نہ دھویا جاویگا تو یہ قول شارح کا مبنی ہے عدم تجزی حدث پر
نہر الفائق میں کہا کہ عدم تجزی کی روایت پر یہ پانی مستعمل نہوگا مگر بعد جدا ہونے پانی کے تمام بدن سے جو پانی کہ دونوں قدم کو لگا ہے وہ مستعمل نہیں ہے اسواسطے
کہ تمام بدن غسل میں ایک عضو کے مانند ہے یہانتک کہ غسل میں تراوت کا نقل کرنا ایک عضو سے دوسرے عضو کی طرف جائز ہے انتہی فحینئذ لا حاجۃ الی غسلہما
ثانیاً تو اسوقت میں جبکہ معلوم ہوا کہ یہ پانی مستعمل نہیں ہے تو دونوں قدم کے دھونے کی دوسری بار حاجت نہیں ہم مگر بطریق پاکیزگی اور افضلیت کے دھونا
بہتر ہے نہ بطریق لزوم کے تو جو تفصیل ہدایہ میں ہے اور اسکو مجتبیٰ میں اصح کہا ہے وہ محمول ہے ماء مستعمل کی نجاست پر اور ہمارے مذہب کے علما کے بہت فروع اسی قول
پر مبنی ہیں لیکن مجتبیٰ نے بعض مشائخ کے قول کو اختیار کیا اسواسطے کہ طہارت ماء مستعمل کی معتمد فی المذہب ہے کذا فی النہر ملتقطاً الا اذا کان ببدنہ خبث مگر جبکہ اسکے
بدن پر نجاست حقیقی ہو تو قدموں کو دوسری بار دھو ڈالے ازالہ نجاست کے واسطے نہ ازالہ حدث کے واسطے کہ وہ تو زائل ہوگیا کذا فی الطحطاوی و یستدل
القائلین بتاخیر غسلہما انما ہو لیکون البدء والختم باعضاء الوضوء یرشا یدکہ وہ فقہا جو پانون دھونے کی تاخیر کے قائل ہیں فقط اسی واسطے تاخیر کو

ف پہنچنے ورخشے امر الوضوء بموزون کی ... [illegible]

مستحب جانتے ہیں تاکہ غسل کی ابتدا اور اختتام وضو کے اعضا پر ہو کذا فی البحر وقالوا لو توضأ اولا لا یاتی بہ ثانیا لانہ لا یستحب وضوءان للغسل اتفاقا اور
فقہا نے کہا ہے کہ اگر غسل سے پہلے وضو کیا تو بعد غسل کے دوسری بار وضو نہ کرے اس واسطے کہ ایک غسل کے واسطے دو وضو بالاتفاق مستحب نہیں اما لو توضأ
بعد الغسل واختلف المجلس علی مذہبنا او فصل بینہما بصلوٰۃ کقول الشافعیۃ فیستحب اور اگر بعد غسل کے وضو کیا اور مجلس بدل گئی ہم حنفیوں کے مذہب پر فیستحب
یا دونوں وضوؤں میں نماز کو فاصل واقع کیا شافعیوں کے قول کے مانند تو یہ دوبارہ وضو کرنا مستحب ہے ہم یہ بحث ہے صاحب بحر کی اور سابق مذکور ہو گیا کہ
وضو پر وضو نور علی نور ہے اگرچہ مجلس نہ بدلی ہو اور تیسری بار وضو کرنا اسراف میں داخل ہے وہ تیسری بار وضو کرنا ہے چنانچہ اسکی تحقیق صاحب نہر کے کلام سے وضو
کے مسائل میں مذکور ہو چکی کذا فی الطحطاوی ثم افیض الماء علی کل بدنہ ثلاثا مستوعبا من الماء المعہود فی الشرع للوضوء والغسل وہو ثمانیۃ ارطال
پھر وضو کے بعد پانی بہاوے اپنے تمام بدن پر تین بار ہر بار تمام اعضا پر پانی پہونچا کر اس قدر پانی سے وضو اور غسل کرے جو شرع میں مقرر ہے
وضو اور غسل کے واسطے اور وہ آٹھ رطل پانی ہے غسل کے واسطے ایک صاع پانی ہے اور وضو کے واسطے ایک مد اور صاع چار مد کا ہوتا ہے اور
ہر مد دو رطل کا اور رطل ... درم کا ہوتا ہے ...
کذا فی الطحطاوی ... وضو کے ... میں مذکور ہو چکا ...
محمد باقر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ہم جابر کے پاس تھے سو لوگوں نے غسل کا سوال کیا تو جابر نے کہا کہ ایک صاع تجھ کو کفایت کرتا ہے ایک مرد نے کہا کہ مجھ کو تو
کافی نہیں تو جابر نے کہا کہ اس شخص کو صاع کفایت کرتا تھا جس کے بال تجھ سے زیادہ تر تھے اور وہ تجھ سے بہتر تھا یعنی رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کذا فی البحر
وقیل المقصود عدم الاسراف اور بعضوں نے کہا کہ آٹھ رطل سے مقصود عدم اسراف ہے شارح نے بصیغہ تمریض تضعیف قول کی طرف اشارہ کیا اور شرنبلالی
نے اپنے متن میں اسی قول پر اعتماد کیا ہے بحر الرائق میں لکھا کہ اس تقدیر مذکور کا لازم نہیں یہاں تک کہ اگر کوئی غسل کرے صاع سے کم پانی میں تو کافی ہے اور
اگر کفایت نہ کرے تو صاع سے زیادہ کرے اس واسطے کہ آدمیوں کے طبائع اور احوال مختلف ہوتے ہیں ایسا ہی بدائع میں ہے اور نووی شافعی نے عدم
لزوم تقدیر پر اجماع نقل کیا ہے کذا فی الطحطاوی وفی الجواہر لا اسراف فی الماء الجاری لانہ غیر مضیع وقد قدمناہ عن القہستانی اور جواہر میں ہے کہ جاری پانی میں
اسراف نہیں ہے اس واسطے کہ وہ پانی تلف نہیں ہوتا ہے اور شارح نے اس مسئلہ کو مقدم ذکر کیا ہے قہستانی سے نقل کر کے ہم یہ قول ضعیف ہے چنانچہ اسکی تضعیف
مسائل وضو میں شرح مذکور ہو چکی بادیا بمنکبہ الایمن ثم الایسر ثم برأسہ ثم علی بقیۃ بدنہ مع دلکہ ندبا وقیل یثنی بالرأس وقیل یبدأ بالرأس
وہو الاصح وظاہر الروایۃ والاحادیث قال فی البحر وبہ یضعف تصحیح الدرر غسل میں پانی بہاوے شروع کرتا ہوا اپنے داہنے مونڈھے سے پھر اسکے
بعد بائیں مونڈھے سے پھر اپنے سر سے پھر باقی بدن پر ملنے کے ساتھ استحباب کی رو سے اور بعضوں نے کہا کہ اول داہنے مونڈھے پر پانی بہاوے پھر
دوسری بار سر پر اور بعضوں نے کہا کہ سر سے پانی بہانا شروع کرے اور یہی قول صحیح تر ہے اور ظاہر الروایۃ اور ظاہر الاحادیث ہے بحر الرائق کے مصنف نے کہا اور اسی وجہ
سے یعنی چونکہ سر سے شروع کرنا ظاہر الروایۃ اور ظاہر الاحادیث ہے لہذا درر کی تصحیح کی تضعیف کی گئی ہے یعنے درر میں جو بالا حد سے تاخیر سر کی تصحیح کی ہے سو وہ
ضعیف قول ہے ہم ظاہر الروایۃ وہ مسئلہ ہے جو امام محمد کی کتب خمسہ میں مروی ہے یعنے مبسوط جسکو اصل بھی کہتے ہیں اور جامع کبیر اور جامع صغیر اور زیادات
اور سیر اور حاکم شہید کی دو کتابیں یعنی منتقی اور کافی جو مستخرج ہیں کتب خمسہ مذکورہ میں وہ بھی ظاہر الروایۃ ہیں اما احادیث پس حضرت میمونہ رضی اللہ
عنہا سے صحاح ستہ میں مروی ہے کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے غسل جنابت کے واسطے پانی لائی سو حضرت نے دونوں ہاتھ دو بار یا تین بار دھوئے
پھر آپ نے دونوں ہاتھ ڈالے برتن میں پھر پانی ڈالا شرمگاہ پر اور بائیں ہاتھ سے اسکو دھویا پھر بایاں ہاتھ زمین پر خوب رگڑا پھر وضو کیا نماز کا سا وضو
پھر تین بار سر پر پانی ڈالا پھر باقی بدن دھویا پھر اس مقام سے علیحدہ ہوئے پھر دونوں پاؤں دھوئے کذا فی العینی شرح الہدایۃ وتیسیر الوصول الجامع الاصول

میں صحاح ستہ سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث یوں منقول ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب غسل جنابت کرتے تھے تو پہلے دونوں ہاتھ دھوتے پھر نماز کے مانند وضو کرتے پھر انگلیاں پانی میں ڈالتے اور اُنسے بالوں کی جڑوں میں خلال کرتے یہانتک کہ ساری جلد پر پانی پہونچ جانے کا ظن حاصل ہوتا تب اپنے سر پر پانی بہاتے پھر باقی بدن کو دھوتے پھر دونوں پاؤں دھوتے اور صحیحین کی ایک روایت حضرت عائشہ سے یہ ہے کہ جب غسل جنابت فرماتے تو پانی کا برتن ہاتھ میں لیتے اور سر کو دہنی طرف سے شروع کرتے پھر سر کے بائیں طرف سے انتہی پس ان احادیث صحیحہ سے بعد وضو کے نہانے کی ابتدا سر سے ثابت ہوئی اور اختتام غسل کا پاؤں پر اور یہی مذکور ہے ہدایہ میں تو اسی کو قوی اور مسنون سمجھنا چاہیے واللہ اعلم و صح نقل البلل من عضو الی عضو اذا تقاطر بشرط التقاطر اور غسل میں صحیح ہے ایک عضو کا پانی دوسرے عضو پر پہنچانا بالشرط یعنی کہ ہم اسی نقل میں یہ شرط ہے کہ دوسرے عضو پر جا کر ٹپکے تاکہ دھونا اُسکا ثابت ہو نہ چپڑنا مصنف نے اپنی شرح میں یہ مسئلہ تقاطر کی شرط کے ساتھ فوائد تاجیہ سے نقل کیا ہے ولا فی الوضوء لما قررنا ان البدن کالعضو الواحد ای نقل کرنا ایک عضو کا پانی دوسرے عضو کے واسطے وضو میں صحیح نہیں اسواسطے کہ یہ مذکور ہو گیا ہے کہ غسل میں تمام بدن ایک عضو کے مانند ہے یعنی برخلاف وضو کے کہ اسمیں چار عضو جدا جدا ہیں وفرض الغسل عند خروج منی من العضو اور غسل فرض کیا گیا ہے نزدیک نکلنے منی کے عضو سے یعنی ذکر اور فرج سے والا فلا یفرض اذا کان فی حکم الباطن اور اگر منی عضو سے باہر نہ نکلی تو بالاتفاق غسل مفروض نہیں اسواسطے کہ وہ باطن اور داخل کے حکم میں ہے یعنی شرع میں اُسکا اعتبار نہیں جیسے بدن کے اندر کی نجاست کا اعتبار نہیں جنابت ثابت ہوتی ہے دو سبب سے ایک منفصل ہونے منی کے شہوت سے دوسرے ادخال سے آدمی کی شرمگاہ میں کذا فی التاتارخانیہ منفصل عن مقرہ ہو صلب الرجل وترائب المرأۃ وہ منی جو جدا ہوئی اپنے ٹھکانے سے وہ یعنی منی کا قرارگاہ مرد کی پیٹھ ہے اور عورت کی چھاتی کی ہڈیاں ومنیہ ابیض اور مرد کی منی سفید ہے یعنی اور گاڑھی جو نکلنے سے آلہ سست ہو جاتا ہے ومنیہا اصفر اور عورت کی منی زرد ہے یعنی اور پتلی فلو اغتسلت فخرج منہا منی ان کان منیہا اعادت الغسل لا الصلاۃ والا لا تو اگر عورت نے مرد کی صحبت کے بعد غسل کیا پھر اُسکی شرمگاہ سے منی نکلی تو اگر عورت کی منی ہے یعنی زرد اور رقیق ہے تو غسل کا اعادہ کرے نہ اُس نماز کا جو غسل کے بعد اس منی کے نکلنے سے پہلے پڑھی اور اگر عورت کی منی نہیں بلکہ مرد کی منی سفید اور گاڑھی ہو جو عورت کی شرمگاہ سے نکلی تو عورت دوسری بار غسل نکرے ھم اعادہ غسل کا امام محمد رح کے متعدد قول ہے کیونکہ پہلا غسل ٹوٹ گیا اور اعادہ نماز کا اسواسطے نہیں کہ نماز اُسوقت ادا ہوئی جبکہ منی در حکم باطن کے تھی تو نماز باطل نہوگی نزول منی سے بعد اُسکے کذا فی الطحطاوی بشہوۃ ای لذۃ ولو حکما کالمحتلم غسل فرض ہوتا ہے اُس منی سے جو شہوت یعنی لذت کے ساتھ نکلے اگرچہ لذت حقیقی نہو بلکہ لذت حکمی ہو جیسے خواب دیکھنے والے کی لذت ہے احتلام والے کو حقیقی لذت نہیں ہوتی کیونکہ اُسکا ادراک مفقود ہے ورنہ ہے کہ شہوت کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر منی بھاری چیز کے اُٹھانے سے اور مانند اُسکے بلا شہوت نکلی تو غسل فرض نہیں خلافا للشافعی ولم یذکر الدفق لیشمل منی المرأۃ لان الدفق فیہ غیر ظاہر اور مصنف نے منی کی صفت میں دفق کا لفظ جو یعنی اُچھلنے اور کودنے کے ہے ذکر نہ کیا تاکہ منی عورت کو بھی شامل رہے یہ اسواسطے کہ اچھل کر منی نکلنا عورت کی منی میں ظاہر نہیں ھم ہدایہ اور کنز میں دفق مذکور ہے لیکن چونکہ امام رح اور محمد رح کے نزدیک احلیل سے منی نکلنے میں دفق شرط نہیں اور عورت کی منی میں دفق ظاہر نہیں لہذا مصنف نے عبارت کتب مذکورہ سے عدول کیا مصنف نے اپنی شرح میں ولوالجی سے نقل کیا کہ منی عورت کی دافق نہیں یعنی کود کر نہیں نکلتی اُسکی چھاتی سے شرمگاہ میں اُتر آتی ہے طحطاوی نے کہا کہ اتساع محل کے سبب سے اُس میں دفق نہیں ہوتا اور اُسمیں خارج کی طرف دفع کرنے کی قوت نہیں برخلاف مرد کے کہ تنگی محل سے اُسکی منی خارج کی طرف مندفع ہو جاتی ہے واما اسناد الدفق الیہا فی قولہ تعالی خلق من ماء دافق الایۃ فیحمل علی التغلیب اور عورت کی منی کی طرف بھی دفق کی نسبت کرنا حق تعالی کے اس قول میں کہ خلق من ماء دافق الخ سو اسمیں تو صنعت تغلیب کا احتمال ہے ھم یہ جواب ہے سوال مقدر کا تقریر سوال کی یہ ہے کہ قرآن مجید میں ارشاد ہوا کہ آدمی بنایا گیا کودنے والے پانی سے جو نکلتا ہے پیٹھ اور چھاتی کے درمیان سے تو معلوم ہوا کہ عورت کی منی میں بھی جہندگی ہوتی ہے شارح نے اُسکا جواب دیا

کہ یہاں تغلیب کا احتمال ہے یعنی مرد کی منی کو عورت کی منی پر غالب ٹھہرایا ہے جو صفت تھی مرد کی منی کی وہ عورت کی منی پر بھی ثابت کی اور
پانی سے مراد مرد اور عورت کی ملی ہوئی منی ہے اور چلپی محشی نے دوسرا جواب یوں دیا ہے کہ دفق سے مراد اترنا ہے منی کا اپنے مکان سے اور نزول
بلاشک دونوں کی منی میں ثابت ہے فالتقیید کما قالہ القہستانی تبعا للاخی چلپی غیر مصیب تا آنکہ جب آیت میں تغلیب کا احتمال ہوا تو دلیل
لانے والا عورت کی منی کے دافق ہونے پر اس آیت سے جیسا کہ قہستانی شارح نقایہ نے استدلال کیا اخی چلپی کی پیروی کر کے ٹھیک بات پر
نہیں اسکو غور کر لے ہم اسواسطے کہ جب دلیل میں داخل ہوا احتمال تو ساقط ہوا استدلال تا آنکہ کی وجہ سے شاید یہ ہے کہ استدلال ہوتا ہے امر
ظاہر پر اور تغلیب خلاف ظاہر ہے والاظہر ان یشترط عندہما لا الثانی ولذا قال وان لم یخرج من راس الذکر کہا اور مصنف نے اسواسطے
دفق کا لفظ مذکور نہ کیا کہ دفق امام اور محمد رح کے نزدیک شرط نہیں برخلاف ابو یوسف رح کے اور اسی واسطے مصنف نے کہا اگر چہ منی
سر ذکر سے شہوت کے ساتھ نہ نکلی یعنی اپنی قرارگاہ سے منفصل ہوئی شہوت شرط ہے گویا علیل سے نکلنے کے وقت شہوت نہ رہی ہو دریافت
کرنا چاہیے کہ دفق مصدر ہے متعدی اور کا ہے لازم بھی آتا ہے کذا فی القاموس تو متعدی یعنی دفع بشدت ہے اور یا مخفی طرفین کے نزدیک سر ذکر سے نکلنے کے
وقت دفق شرط نہیں اور دفق لازمی یعنی دفق یعنی خروج اپنے محل سے یعنی سر ذکر سے تو یہ طرفین اور ابو یوسف رح کے نزدیک شرط ہے یعنی غسل واجب نہ ہوگا
جبتک منی سر ذکر سے خارج نہ ہو تو کلام شارح میں دفق متعدی کی نفی ہے نہ دفق لازم کی کذا فی الطحطاوی وشرط ابو یوسف اور سر ذکر سے نکلنے
کے وقت دفق اور شہوت کو ابو یوسف رح نے شرط کہا ہے اور ثمرہ اختلاف کا ظاہر ہوتا ہے چند مواضع میں جیسا کہ ایک شخص کو احتلام ہوا اور اسنے
ذکر کو دابا یہانتک کہ شہوت ٹھہر گئی پھر بدون شہوت کے منی نکلی تو طرفین کے نزدیک غسل واجب ہے نہ ابو یوسف رح کے نزدیک یا شہوت سے لڑکی
اور منی اپنے محل سے منفصل ہوئی پھر اسنے ذکر کو دابا کہ شہوت جاتی رہی پھر بدون شہوت کے منی نکلی یا غسل کیا پیشاب کرنے یا سونے سے پہلے پھر
باقی منی بدون شہوت کے نکلی تو طرفین کے نزدیک دوسرا غسل واجب ہے نہ ابو یوسف رح کے نزدیک وبقولہ یفتی فی ضیف خاف ریبۃ او استحیی
کما فی المستصفی اور ابو یوسف رح کے قول پر فتوی دیا جاتا ہے اس مہمان کے حق میں کہ ڈرا تہمت اور بدگمانی سے یا شرمایا جیسا کہ مستصفی میں ہے کہ مثلاً مہمان
کو احتلام ہوا اور اسنے سر ذکر کو دابا اور شہوت زائل ہونے کے بعد منی خارج ہوئی یہ حرکت بدگمانی کے ڈر سے کی کہ میزبان کو شبہ نہ پڑے تو بموجب فتوی کے
غسل اسپر واجب نہیں اور مہمان کی قید سے معلوم ہوا کہ اسکے سوا سے میں طرفین کے قول پر فتوی ہے جیسا کہ بحر الرائق میں سراج سے منقول ہے وفی الحقائق
والتاتارخانیہ معزیا للنوازل وبقول ابی یوسف نأخذ لانہ ایسر علی المسلمین قلت ولا سیما فی الشتاء والسفر اور قہستانی اور فتاوی تاتارخانیہ میں
نوازل سے منقول ہے کہ ابو یوسف رح کے قول کو ہم لیتے ہیں اسواسطے کہ وہ مسلمانوں پر آسان تر ہے میں کہتا ہوں خصوصاً موسم سرما اور سفر میں اور علم
ابو یوسف کا قول مطلقاً ماخوذ ہے گذشتہ نمازوں میں اور آئندہ میں اور منصوری شرح مسعودی میں یوں ہے کہ ابو یوسف رح کے قول پر فتوی ہے گذشتہ نمازوں
میں جو بدگمانی کے خوف سے پڑھیں اور طرفین کے قول پر فتوی ہے صلوات مستقبلہ میں کیونکہ انمیں تہمت کا خوف نہیں الحاصل دونوں قول کی تصحیح
واقع ہوئی ہے کذا فی الطحطاوی وفی الخانیۃ خروج منی بعد البول وذکرہ منتشر لزمہ الغسل قال فی البحر محملہ ان وجد الشہوۃ وہو تقیید قولہم بعدم الغسل
بخروجہ بعد البول اور خانیہ میں ہے کہ منی نکلی پیشاب کرنے کے بعد اور حالانکہ اسکا ذکر ایستادہ ہے تو غسل کرنا اسپر لازم ہے اور بحر الرائق میں کہا کہ
یہ مسئلہ اس صورت پر محمول ہے جو ایستادگی کے ساتھ شہوت بھی پائی جاوے اور وہ یعنی ایستادگی شہوت کے ساتھ مقید کرنا ہے فقہا کے
مطلق قول کو کہ پیشاب کے بعد منی کے نکلنے سے غسل لازم نہیں ہم کتب فقہ میں مصرح ہے کہ بول یا نوم یا مشی کثیر کے بعد اگر منی نکلی تو غسل واجب
نہیں تو عدم غسل کا اطلاق مقید بعدم انتشار اور شہوت کے ساتھ ہے جیسا بحر نے کہا اور اسپر دلیل تجنیس کی یہ تعلیل ہے کہ حالت ایستادگی میں خروج

اور انزال سب دونوں پائے گئے بطریق دفق اور شہوت کے کذا فی الطحطاوی و حصلہ الایلاج حشفۃ ہی ما فوق ختان یا مثل او قدرھا من مقطوعہا نا اخترازعن ایلاج البعض ای قبل الکنی یعنی اذا لم ینزل و
اذا لم یظہر لیا فی صورۃ الادمی کما فی البحر اور غسل مفروض ہوتا ہی آدمی کے تمام حشفہ داخل کرنے کے وقت اگر تناسل میں حشفہ نہ ہو تو اسکا اسکا تمام ہی جو ختنہ کرنے کے مقام
سے اوپر ہو جسکو سپاری کہتے ہیں آدمی کا حشفہ کہنا احتراز ہی جن کے حشفہ سے یعنی اگر جن عورت سے جماع کرے اور اسکے سامنے آدمی کی صورت پر ظاہر ہوا ہوا
یا عورت کو انزال نہ ہو چنانچہ بحر الرائق میں ہی تو عورت پر غسل نہیں ہی جب عورت نے کہا کہ میرے ساتھ ایک جن ہی خواب میں آتا ہی بار بار اور مجکو وہ لذت
حاصل ہوتی ہی جو میرے زوج کے جماع سے حاصل ہوتی ہی تو اس پر غسل نہیں بدون انزال کے اور اگر انزال ہوا تو غسل واجب ہی گویا وہ احتلام ہی اور اگر جن آدمی
کی صورت پر ظاہر ہوا تو فقط ادخال حشفہ سے غسل واجب ہوگا انزال ہو یا نہ ہو اسواسطے کہ مدار احکام کا ظاہر پر ہی کذا فی البحر او ایلاج قدرہا من مقطوعہا یا داخل
کرنے بقدر حشفہ کے اس شخص سے جسکا حشفہ کٹا ہو ولو لم یبق منہ قدرہا قال فی الاشباہ لم اعہ و الظاہر انہ یعتبر ادخال بقدر حشفہ کہ ذکر سے باقی نہ رہا اشباہ میں کہا
کہ کوئی حکم اسکے ساتھ متعلق نہ رہا اور میں نے اسکو کسی کتاب میں نہیں دیکھا ہم یعنی جو احکام کہ حشفہ داخل کرنے سے تعلق رکھتے ہیں چنانچہ وجوب غسل اور حلال
ہونا مطلقہ کا اور جماع کی قسم میں حانث ہونا یا نہ ہونا اس صورت میں باقی نہ رہی سید علی مقدسی نے کہا کہ قدر حشفہ کی تقلید کے مفہوم سے یہ نکلتا ہی کہ اسکے ساتھ
کچھ حکم متعلق نہ رہا اور عند السوال اسی کا فتوی دیا جاسے کذا فی الطحطاوی فی احد سبیلی ادمی حی یجامع مثلہ یعنی محترزہ غسل فرض ہوتا ہی حشفہ داخل کرنے سے
ایک راہ میں دو راہوں سے کہ قبل اور دبر ہی اس زندہ آدمی کی کہ ویسے کا جماع ہو سکتا ہی اور قیود ثلثہ میں سے ہر قید کا محترز آگے آویگا یعنی آدمی کی قید سے جانور سے
احتراز ہوا اور زندہ کی قید سے مردہ نکل گیا اور قابل جماع کی قید سے صغیر غیر قابل جماع خارج ہوا ہم اور مجرد غائب ہونے حشفہ بدون انزال کے غسل کے واجب ہونے
پر بہت احادیث دلیل ہیں از انجملہ ابو ہریرہؓ کی حدیث ہی صحیح بخاری اور مسلم میں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب مرد بیٹھا عورت کی چار شاخون میں
اور چھوا ایک ختان یعنی ختنہ گاہ نے دوسرے ختان کو تو البتہ غسل واجب ہوگیا مسلم کی روایت میں اتنا زیادہ ہی اگرچہ اسکو انزال نہ ہوا ہو اور یہ جو مسلم کی حدیث ہی کہ انما
الماء من الماء سو احتلام پر محمول ہی چنانچہ جامع ترمذی میں عبد اللہ بن عباسؓ سے بتصریح مروی ہی کذا فی العینی علیہما ای الفاعل و المفعول لو کانا مکلفین دونوں پر
غسل فرض ہی یعنی فاعل اور مفعول پر بشرطیکہ فاعل اور مفعول دونوں مکلف ہوں یعنی عاقل بالغ مسلمان ہوں ولو احدہما مکلفا فعلیہ فقط اور اگر دونوں میں سے
ایک مکلف ہو یعنی دوسرا صغیر یا مجنون تو صرف مکلف پر غسل واجب ہی دون المراہق لکن یمنع من الصلوۃ حتی یغتسل یعنی غسل فرض نہیں مراہق پر لیکن وہ نماز
پڑھنے سے روکا جائیگا یہانتک کہ نہاوے اسلیے مراہق وہ صغیر ہی کہ ہنوز بالغ نہیں قریب باحتلام ہی ولو ابن عشر تادیبا اور دس برس کے لڑکے کو غسل کرنے کا
امر کیا جاسے ادب سکھانے کو تا طہارت کی اسکو عادت ہو جیسے نماز کا اسکو امر کیا جاتا ہی دس برس کے صغیر نے جماع کیا عورت بالغہ کا تو عورت پر غسل ہی صغیر پر
نہیں لیکن عادت پڑنے کے واسطے اسکو غسل کرنے کا امر ہوگا کذا فی العالمگیریۃ عن المحیط وان وصلیۃ لم ینزل منیا بالاجماع ادخال حشفہ سے مکلف پر غسل فرض ہی
بالاجماع اگرچہ اسنے منی نہیں ٹپکائی ہم عالمگیری میں محیط سے منقول ہی کہ یہی مذہب ہی ہمارے علما کا اور یہی صحیح ہی چنانچہ فتاوی قاضی خان میں ہی یعنی لو فی دبر
غیرہ اما فی دبر نفسہ فرجح فی النہر عدم الوجوب الا بالانزال یعنے دبر میں حشفہ داخل کرنے سے اسوقت غسل فرض ہوتا ہی کہ غیر شخص کی دبر میں داخل کرے اور اگر اپنی
دبر میں حشفہ داخل کیا سو نہر الفائق میں عدم وجوب غسل کو ترجیح دی ہی بدون انزال کے ہم نہر الفائق میں کہا کہ اشتہا کے لائق عدم وجوب ہی مگر بانزال اسواسطے
کہ وہ اولی ہی صغیرہ اور بہیمہ سے تصور لذت میں ولا یرد الخنثی المشکل فانہ لا غسل علیہ بایلاج فی قبل او دبر ولا علی من جامعہ الا بالانزال لان الکلام فی الحشفۃ
وسبیلین محققین اور مصنف پر خنثی مشکل کا اعتراض وارد نہیں ہوتا اسواسطے کہ اسپر غسل واجب نہیں حشفہ داخل کرنے سے قبل یا دبر میں اور نہ اس شخص پر جو خنثی مشکل سے
جماع کرے مگر انزال سے البتہ غسل ہی اسواسطے کہ مصنف کا کلام حشفہ واقعی اور اس قبل اور دبر میں ہی جو بلا شبہہ محقق اور ثابت ہیں ہم یعنی مصنف کے اس قول پر کہ حشفہ داخل
کرنے سے احد السبیلین میں مکلف پر غسل واجب ہوتا ہی خنثی مشکل کے فاعل اور مفعول ہونے سے عدم وجوب غسل کا اعتراض وارد نہوگا اسواسطے کہ خنثی مشکل کا حشفہ اور فرج

مشکل کے الوجود ہے اور مصنف کا کلام متحقق الوجود میں ہے اسکے فاعل ہونے میں غسل اسواسطے واجب نہیں کہ شاید وہ عورت ہو اور اُسکا ذکر عضو زائد ہو تو اسکا داخل کرنا
بمنزلہ انگلی داخل کرنے کے ہوا اور اسی طرح دوسرے خنثی کی فرج میں اگر اُسنے داخل کیا تو غسل دونوں پر نہیں کہ شاید دونوں مرد ہوں اور دونوں فرجیں زائد ہوں
اور خنثی مشکل کے مفعول ہونے میں غسل نہیں کہ شاید وہ مرد ہو اور اُسکی فرج بمنزلہ زخم کے ہو اور فرج کی تقیید سے معلوم ہو گیا کہ خنثی مشکل کی دبر میں اگر ذکر کا
داخل ہوگا تو فاعل اور مفعول دونوں پر غسل واجب ہوگا اور حلبی میں ہے مراد ذکر اور فرج ہے اسواسطے کہ دبر خنثی مشکل کی ثابت الوجود ہے بلا شک تو اگر شارح
یوں کہتا لان الکلام فی حشفۃ وفرج محققین تو بہتر ہوتا کذا فی الطحطاوی وعند رؤیۃ مستیقظ خرج رؤیۃ السکران والمغمی علیہ المذی منیا او مذیا وان
لم یتذکر الاحتلام اور غسل فرض ہے نزدیک دیکھنے سوکر جاگنے والے کے منی کو یا مذی کو بدن پر یا کپڑے پر اگرچہ احتلام ہونا اسکو یاد نہو شارح نے
کہا مستیقظ کی قید سے سونے والے اور غشی والے کی تری کا دیکھنا نکل گیا اگر بعد ہوشیار ہونے کے تری پائی تو غسل واجب نہیں [illegible]
نہیں پر خلاف مستیقظ کے وجہ فرق یہ ہے کہ نیند مظنہ ہے احتلام کا جسکا پانے کے سبب سے تری کا دیکھنا منی پر محمول ہوگا [illegible]
کی گرمی یا غذا کے سبب سے منی پتلی ہوگئی اور نشہ والے اور غشی والے میں یہ سبب اتفاقی نہیں ہے [illegible]
اگا ئی کہ اگر مست بیہوش بعد افاقہ منی دیکھینگے تو بالاتفاق غسل واجب ہوگا معلوم کرنا چاہیے کہ مستیقظ کا مسئلہ بارہ صورتوں کا [illegible]
یقین ہے کہ وہ منی یا مذی یا ودی ہے یا اسکو شک ہے منی اور مذی میں یا منی اور ودی میں یا مذی اور ودی میں یا ان تینوں میں [illegible]
کے ساتھ احتلام یاد ہے یا نہیں تو غسل واجب ہے بالاتفاق جب منی کا یقین ہو احتلام یاد ہو یا نہو یا مذی کا یقین ہو احتلام کے یاد ہونے کے ساتھ [illegible]
منی یا مذی میں یا منی یا ودی میں یا مذی یا ودی میں اور احتلام یاد ہے ان تینوں صورتوں میں بھی غسل واجب ہے اور جبکہ ودی کا یقین ہو تو غسل واجب نہیں
احتلام یاد ہو یا نہو یا شک ہے مذی یا ودی میں اور احتلال میں یقین ہے مذی کا اور احتلام یاد نہیں اور مصنف نے ان صورتوں میں سے پانچ صورتوں کا ذکر
کیا اسلیے کہ ہمیں جزئیات کا بیان کرنا لازم نہیں علی الخصوص نادرۃ الوجود کا کذا فی الطحطاوی مختصرا مذی سفید پتلا پانی ہے جو حالت انتشار میں عورت کی بازی
کے ساتھ نکلتا ہے اور ودی گاڑھا پانی سفید ہے جو پیشاب کے بعد اور غسل جماعی کے بعد خارج ہوتا ہے احتلام لغت میں خواب دیکھنے کو کہتے ہیں اور استعمال میں
خواب جماعی کو بولتے ہیں جسکے ساتھ اکثر انزال منی کا ہوتا ہے الا اذا علم انہ مذی او شک انہ مذی او ودی او کان ذکرہ منتشرا قبیل النوم فلا غسل علیہ اتفاقا اگر
جب مستیقظ کو بالیقین معلوم ہو کہ وہ مذی ہے بشرطیکہ احتلام یاد نہو کذا فی الطحطاوی یا اسکو شک ہو کہ وہ رطوبت مذی یا ودی ہے یا اسکا ذکر استادہ تھا سونے سے
پہلے تو اسپر غسل نہیں باتفاق طرفین اور ابو یوسف رحمہ اللہ کے ہم اسواسطے کہ اگر ذکر منتشر تھا سونے سے پہلے تو جو رطوبت پائی گئی جاگنے کے بعد تو وہ اسی مذی
کے آثار سے ہوگی تو اسپر غسل لازم نہ آویگا لیکن اگر اُسکو منی ہونے کا گمان غالب ہوگا تو غسل لازم آویگا اور اگر سونے کے وقت اسکا ذکر ساکن یعنی استادہ
نہو گا تو اس رطوبت کو منی قرار دینگے اور اسکو غسل کرنا لازم ہوگا شمس الائمہ حلوانی نے کہا یہ مسئلہ اکثر واقع ہوتا ہے اور لوگ اس سے غافل ہیں تو اسکا یاد رکھنا
ضرور ہوا کذا فی الخانیہ کا لو ودی جیسے ودی کے دیکھنے میں غسل نہیں بالاتفاق احتلام یاد ہو یا نہو لیکن کسی نے البحر میں الا اذا نام مضطجعا او تیقن انہ منی او
تذکر حلما فعلیہ الغسل والناس عنہ غافلون لیکن جواہر زواہر حاشیہ اشباہ ونظائر میں یہ ہے کہ انتشار قبل النوم میں غسل نہیں مگر جبکہ وہ شخص کروٹ پر
سویا یا اسکو منی ہونے کا یقین ہوگیا یا اسکو احتلام یاد پڑا اور حالانکہ اسکو منی یا مذی کے ہونے میں شک واقع ہے کذا فی الطحطاوی تو ان تینوں
صورتوں میں اسپر غسل واجب ہے اور لوگ اس مسئلہ سے غافل ہیں لا یفرض ان تذکر ولو مع اللذۃ والانزال ولم یر علی رأس الذکر بللا اجماعا
غسل فرض نہیں بالاتفاق اگر احتلام یاد ہو اگرچہ لذت اور انزال کے ساتھ خواب یاد ہو اور حالانکہ اُسنے سر ذکر پر رطوبت کو نہیں دیکھا ہم اتفاق سے
مراد یہاں شیخین اور محمد رحمہ اللہ کا اتفاق ہے اور خلاف نہیں ہے کسی کا کذا فی الطحطاوی سر ذکر کی قید اتفاقی ہے تو یہی حکم ہے اگر کپڑے وغیرہ پر رطوبت کو

کی یا ودی میں اور احتلام یاد ہو تو دونوں کا حکم [illegible] یاد ہو کہ مذی یا ودی [illegible] ہو نہیں [illegible] میں دو صورتیں اور [illegible] ہیں کی [illegible] یعنی شک ہو تینوں [illegible] صورتوں میں اور احتلام یاد ہو یا نہو یاد ہو تو ہوگی صورتیں میں غسل

قولہ کما علیہ المرأۃ مثل الرجل [illegible] یعنی اس طرح عورت کا حکم مرد کے مانند ہے [illegible] یعنی بدون دیکھنے رطوبت کے احتلام یاد ہونے
[illegible] غسل نہیں جیسے مرد پر غسل نہیں طحطاوی نے کہا یہی مذہب [illegible] اور وہ جو کہ [illegible] روایت ہے عورت کے وجوب غسل کی وہ شاذ
[illegible] شرح میں [illegible] اور اس مسئلہ کی دلیل وہ حدیث ہے جو بخاری اور مسلم میں
[illegible] ام سلیم [illegible] رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئی اور کہا [illegible] احتلام ہو یا رسول اللہ حق تعالی شرم نہیں کرتا
[illegible] اجماع نقل کیا ہے اور اگر
[illegible] غسل کا [illegible] عدم [illegible] اور یہ نہیں کہ عدم
[illegible] اور اگر [illegible] زوجہ اور زوج کے
[illegible] مرد یا عورت کی منی [illegible]
اور [illegible] احتلام یاد ہو [illegible] دونوں [illegible] احتیاطاً کذا فی البحر [illegible] ہر چیز کی
[illegible] عورت کی منی [illegible] اور عورت کی عرض میں تو جسکی علامت [illegible]
[illegible] اور جو اس بستر پر اول کوئی سویا ہوگا اور منی خشک ہوگی تو ظاہر [illegible] سے
غسل [illegible] وجب الغسل والا لا علی الاصح والاحوط الوجوب [illegible]
[illegible] دخل کیا اگر لذت جماع کی پائی تو نہانا واجب ہوا کذا فی الفتح اور اگر
لذت اور گرمی نہیں پائی تو غسل واجب نہیں بنا بر اصح قول کے اور زیادہ تر احتیاط ہے غسل کے واجب ہونے میں دونوں صورتوں میں لذت
حاصل ہو یا نہ ہو [illegible] اضافۃ الحکم الی الشرط ای یجب [illegible] بل بوجوب الصلوۃ او ارادۃ ما لا یحل [illegible]
غسل فرض ہے [illegible] حیض و نفاس [illegible] یعنی انقطاع حیض و نفاس اور جو اس سے پہلے مذکور ہو چکا یعنی خروج منی
اور ادخال حشفہ اور رویت [illegible] یعنی غسل واجب ہے خروج منی اور ادخال حشفہ اور رویت [illegible]
اور انقطاع حیض اور نفاس [illegible] کے سبب سے بلکہ غسل واجب [illegible] واجب ہونے نماز کے [illegible] ارادہ کرنے
فعل [illegible] جیسا کہ مسائل وضو میں گذر گیا [illegible] کتابوں میں خروج منی وغیرہ کو
غسل کا سبب [illegible] کیونکہ امور مذکورہ سبب غسل کے نہیں ہیں بلکہ غسل کی شروط ہیں اور غسل کا
سبب [illegible] یا ارادہ تلاوت قرآن مثلاً [illegible] مذی و ودی غسل فرض نہیں مذی اور ودی کے نکلنے کے وقت
[illegible] غسل لازم ہوتا ہے اس احتمال سے کہ بدن کی یا ہوا کی گرمی سے منی رقیق ہو گئی بل الوضوء منہ ومن البول
[illegible] وضو لازم ہے ودی اور بول دونوں سے [illegible] بعد البول [illegible]
تو اگر [illegible] وضو [illegible] پیشاب کیا [illegible] تو وضو دونوں سے ثابت ہوگا اور وہ شخص حانث
ہوگا اگر کوئی [illegible] ودی سے وضو کے واجب [illegible] اور حالانکہ بول سابق سے تو وضو واجب ہو گیا اسکے پانچ جواب بحر الرائق میں
مذکور ہیں [illegible] ایک جواب یہ ہے کہ جسکو سلس البول کی بیماری ہو تو اسکا وضو ودی سے ٹوٹیگا نہ پیشاب سے اور از انجملہ یہ ہے کہ جسنے وضو کیا
[illegible] ودی نکلی [illegible] پیشاب جاری رہا [illegible] تو اسپر ودی سے وضو واجب ہوگا اور از انجملہ وہ جواب ہے جو شارح نے ذکر کیا کذا فی الطحطاوی مختصراً

ولا بخیا او ادخال اصبع ونحوہ کذکر غیر آدمی وذکر خنثی ومیت وصبی لا یشتہی وما یصنع من نحو خشب فی الدبر او القبل علی المختار اور فرض نہیں
نہانا وقت داخل کرنے انگلی اور اسکے مانند کے جیسا کہ آدمی کے سوا کسی جانور کا ذکر اور خنثی اور میت اور اس صغیر کا ذکر جسکو شہوت نہیں
ہوتی اور جو چیز آلت کے مانند بنائی جاتی ہے لکڑی وغیرہ سے یعنی بدکار عورتیں شہوت رانی کیواسطے بنالیتی ہیں جسکو اہل ہند بیلو کہتے ہیں تو ایسی
اشیا کے قبل یا دبر میں داخل کرنے سے غسل لازم نہیں ہوا بر قول مختار کے کیونکہ ان میں قصور [illegible] ہے اور قبل میں ترجیح مختلف ہے اسواسطے کہ شیخ الاسلام
[illegible] آفندی کے کلام سے نقل کیا ہے کہ ادخال قبل میں وجوب غسل کا مختار ہے جبکہ عورت شہوت رانی کا قصد کرے یعنی بدون انزال کے
بھی غسل واجب ہے اسواسطے کہ عورتوں میں شہوت غالب ہوتی ہے تو سبب کو مقام مسبب کے قائم کیا انتہی فی الطحطاوی ونحوہ ولا عند وطی بہیمۃ او میتۃ
او صغیرۃ غیر مشتہاۃ اور فرض نہیں نہانا زندہ یا مردہ جانور کے جماع سے اور نہ اس چھوٹی کے جماع سے جو شہوت کے لائق نہیں ہے یہ مفہوم ہے
اس قول سابق کا کہ زندہ آدمی قابل شہوت کے ادخال [illegible] سے نہانا فرض ہوتا ہے زندہ آدمی کی قید سے جانور زندہ اور مردہ
نکل گیا اور قابل شہوت کی قید سے صغیرہ غیر مشتہاۃ خارج ہوگئی یاں تفسیر مشتہاۃ بالوطی [illegible] غیر مشتہاۃ یعنی قابل شہوت ہونا اسطرح ہے کہ جماع
کرنے سے درمیان کا پردہ پھٹ کر دونوں راہیں یعنی قبل اور دبر ایک ہوجاویں [illegible] یا انزال وغیرہ کے جماع سے غسل نہیں اگرچہ حشفہ اندر
چھپ جاوے ولا [illegible] الا بالانزال [illegible] الا غسل الذکر قہستانی [illegible] اور اسکے [illegible] سے وضو نہیں ٹوٹتا اسواسطے کہ [illegible]
کوئی چیز لازم نہیں آتی ایسا نقل کیا قہستانی نے [illegible] رطوبۃ الفرج طاہرۃ عندہ [illegible] فرج کی پاکی امام کے
نزدیک [illegible] ہوجاتا ہے جماع صغیرہ غیر مشتہاۃ کے جماع سے آلت کا دھونا [illegible] امام کے قول پر [illegible] فرج داخل میں ہے اسواسطے کہ فرج
خارج کی رطوبت بالاتفاق طاہر ہے اس دلیل سے کہ امام اور صاحبین کے نزدیک اسکا دھونا وضو میں سنت ہے اور اگر نجس ہوتی صاحبین کے
نزدیک تو دھونا فرض ہوتا لانہ ای الغسل بلا انزال لقصور الشہوۃ اشیاء مذکورہ میں بدون انزال کے غسل لازم نہیں ہے کہ ناقص ہونے کی وجہ سے [illegible]
ہوا اشیاء مذکورہ [illegible] عدم وجوب غسل کی یعنی لذت کامل ہوتی ہے مرغوب بالطبع کے جماع سے یا انزال سے جب محل مرغوب نہ ہوا تو بدون انزال کے
کمال لذت نہیں [illegible] اور انزال ہونے کے ساتھ تو غسل کا واجب ہونا انزال ہی پر حوالہ کیا جائیگا یعنی اسوقت میں انزال ہی منظور ہوا اور مقصود
فی الوجوب ہوگا [illegible] [illegible] فی بکر لم تزل بکارتہا [illegible] البکارۃ فانہ
مانع التقاء الختانین الا اذا حبلت لانزالہا [illegible] قبل الغسل [illegible] غسل لازم نہیں جو باکرہ سے جماع کیا اور اسکی بکارت قائم رہی
اسواسطے کہ بکارت مرد اور عورت کے ختنہ گاہوں کے ملنے سے یعنی فرج میں داخل ہونے سے مانع ہے مگر جبکہ باکرہ اس وطی سے حاملہ ہوگئی تو غسل
لازم ہوگا عورت کے انزال ہونے کی وجہ سے یعنی اسواسطے کہ بدون انزال یا بغیرہ کے حمل متحقق نہیں ہوتا اور باکرہ بعد حمل کے ان نمازوں کو
پھر پڑھے جو غسل کرنے سے پہلے پڑھ چکی ایسا کہا ہے طحطاوی نے شارح نے کہا [illegible] وسکون [illegible] عبارت ہی بکارت سے علم اعادہ
نماز کی یہ وجہ ہے کہ حمل کے بعد ظاہر ہوگیا کہ [illegible] بدون طہارت کے نماز پڑھی [illegible] اشتراط الدخول شرطا لوجوب الغسل [illegible]
ولم یوجد قالہ الحلبی اور قول مذکور کے وجوب غسل میں اعتراض ہے اسواسطے کہ عورت کی منی کا نکلنا فرج داخل سے وجوب غسل کی شرط ہے
قول مفتی بہ کے اور وہ یہاں پایا نہیں گیا ایسا کہا حلبی نے [illegible] منی کا [illegible] غسل واجب نہیں اگرچہ حمل رہ گیا ہو الحاصل
باکرہ پر غسل واجب نہیں ہوتا مطلقا اگرچہ وہ حاملہ ہوجاوے اسواسطے کہ [illegible] نماز [illegible] ہوتا ہے کہ جبکہ
منی فرج داخل سے فرج خارج کی طرف [illegible] اور مرد پر تو غسل لازم ہوگا [illegible] انزال کی اگرچہ اسکو [illegible]

مین کہتا ہون اور اظہر فرض مذکور تمام نہو گا اگرچہ کیا رت خروج منی کی مانع ہوا ور حالانکہ بر خلاف اسکے ثابت ہی اسواسطے کہ حیض اسی محل سے خارج ہوتا ہی
وتاہ فی الطحطاوی ویجب ای یفرض علی الاحیاء المسلمین کفایۃ اجماعا ان یغسلوا بالتخفیف المیت المسلم الا الخنثی المشکل فیتیمم اور واجب ہی
یعنی فرض ہی زندہ مسلمانون پر بطور فرض کفایہ اجماع کی دلیل سے یہ کہ نہلاوین مردہ مسلمان کو سواے اس مردہ کے جو خنثی مشکل ہو تو اسکو غسل نہ دیجیے بلکہ
اسکو غسل کے عوض تیمم کرواے ہم شارح نے وجوب کی تفسیر فرض کی تا معلوم ہو کہ یہان وجوب اصطلاحی مراد نہین جیسے اگلے مسئلے مین بھی وجوب سے
فرض مراد ہی مصنف نے اپنی شرح مین فتح القدیر سے نقل کیا کہ یہ فرضیت اجماع سے ثابت ہی اور غسل میت کی صحت مین نیت شرط نہین ہان ذمہ مکلفین
سے اسقاط فرض کا نہو گا بدون نیت کے تو غرق کو بھی تین بار غسل دینا زندون پر لازم ہو گا مگر خانیہ مین زندون پر بھی نیت کو لازم نہین کہا انتہی شارح
نے یغسلوا مین تخفیف کی قید لگائی حالانکہ تخفیف و تشدید دونون متعدی ہین کذا فی القاموس تو مترجم کے ذہن ناقص مین آتا ہی کہ بالتخفیف کا لفظ بعد
لفظ میت کے ہو گا شاید کہ کاتب سے تقدیم واقع ہو گئی اسلیے کہ طحطاوی وغیرہ نے تصریح کی ہی کہ میت بالتخفیف وہ ہی جو مر گیا اور میت بالتشدید وہ ہی جو
زندہ ہی آگے مریگا کما یجب علی من اسلم جنبا او حائضا او نفساء ولو بعد الانقطاع علی الاصح کما فی الشرنبلالیۃ من البرہان وقال ابن الکمال
بقاء الحدث الحکمی جیسے واجب یعنی فرض ہی نہانا اس شخص پر جو مسلمان ہو حالت جنابت یا حیض یا نفاس مین اگرچہ حیض اور نفاس کے موقوف ہو جانے
کے بعد اسلام قبول کیا بنا بر صحیح تر قول کے چنانچہ شرنبلالیہ مین برہان سے منقول ہی اور ابن کمال نے وجوب غسل بعد الانقطاع کی دلیل بیان کی ہی حدث
حکمی کے باقی رہنے سے یعنی جبکہ حدث باقی رہا تو وہ زائل نہو گا بدون غسل کے او بلغ لا بسن بل بانزال او حیض او ولدت ولم تر دما او اصابت کل بدنہ
نجاسۃ او بعضہ و خفی مکانہا یا جوان ہوا آدمی عمر کے حساب سے نہین بلکہ انزال یا حیض کے آنے سے یا کہ عورت جنی اور اسنے خون کو نہ دیکھا یا آدمی کے
تمام بدن پر نجاست لگی یا تھوڑے بدن پر نجاست لگی اور نجاست کا مکان مخفی رہا تو ان پانچون صورتون مین غسل کرنا لازم ہو گا ہم اور اگر بلوغ عمر
کے حساب سے ہو گا تو غسل واجب نہین مستحب ہی چنانچہ عنقریب آتا ہی اور بلوغ کی عمر لڑکا ہو یا لڑکی پندرہ برس مین اسی قول پر فتوی ہی فی الاصح
راجع للجمیع غسل لازم ہی صحیح تر قول مین شارح نے کہا اصح ہونا سب یا پانچون صورتون کی طرف راجع ہی وفی التاتارخانیۃ معزیا للعتابیۃ والمختار وجوبہ علی مجنون افاق
وبلۃ و ہو خالف لما یاتی متنا الا ان یحمل انہ راے بللا اور تاتارخانیہ مین عتابیہ کی طرف منسوب ہی کہ قول مختار وجوب غسل کا ہی اس مجنون پر جو ہوش
مین آگیا مین کہتا ہون یہ قول مخالف ہی اس قول کے جو متن مین آویگا یعنی استحباب غسل کا مگر یہ کہ وجوب غسل کو اسپر محمول کیجیے کہ مجنون نے بعد افاقہ
اپنے بدن یا کپڑے پر منی دیکھی ہو اور استحباب کے قول کو عدم رویت پر محمول کیجیے تو اب خلاف باقی نہ رہا و مثل السکران والمغمی علیہ کذا لک تراجع اور کیا مست
اور صاحب غشی کا حکم اسی طرح مجنون کے مانند ہی ہوشیار ہونے کے بعد کتابون مین اسکا حکم دیکھنا چاہیے یعنی ہمنے اسکا حکم نہین دیکھا تو تلاش کرنا چاہیے
ثم فی الرابع مین مذکور ہی کہ مست جب ہوش مین آیا اور اسنے مذی کو دیکھا تو اسپر بالاتفاق غسل نہین تو اگر مذی نہ دیکھیگا تو بطریق اولی اسپر غسل لازم نہوگا
اور صاحب غشی کو تو خود شارح نے مستحبات مین غرر الاذکار سے نقل کیا ہی کذا فی الطحطاوی والا بان اسلم طاہرا او بلغ بالسن فمندوب اور اگر ویسا
نہین یعنی جنابت یا حیض یا نفاس سے پاک صاف مسلمان ہوا یا عمر کے حساب سے جوان ہوا تو غسل کرنا مستحب ہی فرض نہین و سن لصلوۃ جمعۃ
ولصلوۃ عید ہو الصحیح کما فی غرر الاذکار وغیرہ اور غسل کرنا سنت ہی جمعہ کی نماز کے واسطے اور عید کی نماز کے واسطے یہی قول صحیح ہی چنانچہ غرر الاذکار وغیرہ
مین ہی ہم ابو یوسف رح کے نزدیک جمعہ کا غسل نماز کے واسطے ہی اور حسن بن زیاد کے نزدیک جمعہ کے دن کے واسطے ہی اور ثمرہ اختلاف کا ظاہر ہوتا ہی
اس شخص مین جسنے جمعہ کے دن غسل کیا پھر اسکا وضو ٹوٹا اور اسنے وضو کیا اور جمعہ کی نماز پڑھی تو ابو یوسف رح کے نزدیک سنت نہ ادا ہوئی اور حسن کے نزدیک
ادا ہوئی کذا فی المنح وفی الخانیۃ لو اغتسل بعد صلوۃ الجمعۃ لا یعتبر اجماعا اور خانیہ مین ہی کہ اگر بعد نماز جمعہ کے غسل کیا تو وہ غسل معتبر نہین بالاتفاق ابو یوسف رح

اور حسن کے ہم حسن کے نزدیک باعتبار غسل کی یہ وجہ بحر الرائق میں بیان کی کہ غسل اسواسطے مشروع ہوا تاکہ آدمی کے بدن کا میل دور ہو جس سے اجتماع میں
تکلیف ہوتی ہے اور یہ بات حاصل نہیں نماز جمعہ کے بعد نہانے سے اور حسن کے نزدیک غسل دن کے سبب سے ہے نہ نماز کے سبب سے لیکن یہ شرط ہے کہ غسل
نماز سے پہلے ہو اور بعضوں کے نزدیک بالاتفاق مذکور کی حکایت صحیح نہیں اسواسطے کہ عینی نے تصریح کی ہے کہ غسل کرنے کے بعد نماز جمعہ سے حسن کے نزدیک سنت
ادا ہوگی کذا فی الطحطاوی مختصراً وکفی غسل واحد لعید وجمعۃ اجتماعا اور کفایت کرتا ہے ایک بار غسل کرنا اس عید اور جمعہ کے واسطے جو جنابت کے ساتھ جمع
ہوئے ہیں یعنی جمعہ کے دن عید واقع ہوئی اور ایک شخص کو جنابت بھی ہے تو ایک بار نہانا غسل سنت اور غسل فرض سب کو کفایت کرتا ہے کذا فی المنح عن معراج الدرایۃ
کما لفرضی جنابۃ وحیض جیسے جنابت اور حیض دونوں فرضوں کے واسطے ایک غسل کفایت کرتا ہے اجتماع حیض اور جنابت کی صورت یہ ہے کہ انقطاع حیض کے
بعد جماع یا احتلام واقع ہوا ولاجل احرام اور غسل سنت ہے احرام حج یا عمرہ کے واسطے وفی جبل عرفۃ بعد الزوال اور غسل سنت ہے عرفات کے پہاڑ میں دوپہر
ڈھلنے کے بعد شارح نے پہاڑ کا لفظ زیادہ کرکے اشارہ کیا غسل عرفہ موقف سنت ہے چونکہ داخل عرفات ہوا یا باہر جاوے اگر غسل فقط دن کے
واسطے نہیں بلکہ ظاہر وقوف عرفات کے واسطے ہے کذا فی الطحطاوی وقریب اسکے ... اور غسل کرنا مستحب ہے دیوانہ کے واسطے جو ہوش میں آگیا
ہم غسل تین قسم ہے فرض سنت مستحب فرض غسل پانچ قسم ہے انزال منی سے شہوت سے اور دخول حشفہ سے اور انقطاع حیض سے اور انقطاع نفاس
سے یا کچھ غسل میت اور بدن میں نجاست لگنے سے یا بعض بدن میں اور نجاست کا مکان مخفی ہو اور غسل سنت چار ہیں نماز جمعہ کے واسطے
اور عید کی نماز کے لیے اور احرام کے واسطے اور وقوف عرفات کے لیے اور مستحب غسل کا بیان اب شروع ہوا انھوں سے ولمجنون افاق علیہ کذا فی غرر الاذکار اور
اسی طرح صاحب غشی کا غسل مستحب ہے افاقہ ہونے کے بعد چنانچہ غرر الاذکار میں مذکور ہے ... اور کیا مست کا بھی اسی طرح کا حکم ہے
اسکو کسی کتاب میں نہیں دیکھا ہم شارح سے یہ کلام مکرر واقع ہوا اور اسکی گفتگو بحر الرائق سے مذکور ہوگی وعند حجامۃ اور غسل مستحب ہے پچھنے لگانے کے وقت
یعنی پچھنے لگانے کے بعد وفی لیلۃ براءۃ اور غسل مستحب ہے شب برات میں یعنی شعبان کی پندرہویں رات میں اس رات کی تعظیم کے واسطے اور شب
بیداری کے لیے اسواسطے کہ اسمیں ارزاق اور آجال کی تقسیم ہوتی ہے اور مومن کے واسطے براءۃ من النار اور براءۃ من الذنوب حاصل ہوتی ہے کذا فی
الطحطاوی وعرفۃ اور غسل مستحب ہے شب عرفہ یعنی نویں رات ذی الحجہ میں وقدر ان رآھا اور غسل مستحب ہے شب قدر میں جبکہ اسکو دیکھے یعنی جبکہ اسکو جانتا ہو
بظن غالب اور شرنبلالی کی امداد الفتاح میں ہے کہ غسل مستحب ہے جبکہ شب قدر کو یقیناً دیکھے یا ان احادیث پر عمل کرے جو بیان اوقات شب قدر میں وارد
ہیں کذا فی الطحطاوی ہم اکثر احادیث صحاح میں عشرہ اخیرہ رمضان المبارک کی طاق راتوں میں طلب کرنا شب قدر کا وارد ہے علی الخصوص اکیسویں اور تئیسویں
اور ستائیسویں واللہ اعلم وعند الوقوف بمزدلفۃ غداۃ یوم النحر للوقوف اور غسل مستحب ہے نزدیک ٹھہرنے مزدلفہ کے روز قربانی کی صبح کو وہاں ٹھہرنے
کے واسطے ہم مزدلفہ ایک مکان ہے عرفات اور منیٰ کے درمیان وعند دخول منیٰ یوم النحر لرمی الجمرۃ وکذا البقیۃ الرمی اور غسل مستحب ہے نزدیک داخل
ہونے منیٰ کے قربانی کے دن جمرہ کو پتھریاں مارنے کے واسطے اور اسی طرح باقی سنگساری کے واسطے یعنی یوم النحر کے بعد تین دن جمرات ثلثہ کی سنگساری
جو ہوتی ہے تو ہر روز کا نہانا سنگساری کے واسطے مستحب ہے وعند دخول مکۃ لطواف الزیارۃ اور غسل مستحب ہے نزدیک داخل ہونے مکہ معظمہ کے
طواف الزیارۃ کے واسطے تاکہ فرض ادا ہو اکمل طہارتین کے ساتھ اور اسی طرح ہر بار اس مکان مقدس کے دخول میں بلا اشکال غسل مستحب ہے حرمت مکان
کی تعظیم کے واسطے کذا فی امداد الفتاح ولصلاۃ کسوف وخسوف اور غسل مستحب ہے سورج گہن اور چاند گہن کی نماز کے واسطے ہم کسوف اور خسوف نشانیاں ہیں
بندوں کے ڈرانے کے واسطے تو اقرب حالات تضرع طہارت کاملہ ہے نماز کے واسطے کذا فی امداد الفتاح واستسقاء وفزع وظلمۃ وریح شدید اور واسطے
طلب بارش کے اور خوف اور تاریکی اور سخت آندھی میں غسل کرنا مستحب ہے تاکہ باکمل طہارتین التجا الی اللہ تعالیٰ دفع مصیبت کے واسطے کا غسل ہے

کذا فی البدائع والقول المنیف وغیرہ یجمع الناس ولمن لبس ثوبا جدیدا وغسل میتا اور اسی طرح غسل مستحب ہے مدینہ منورہ کے داخل ہونے میں حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم اور تکریم کے واسطے اور آدمیوں کے مجمع میں جانے کے واسطے غسل مستحب ہے تاکہ لوگوں کو میل اور پسینہ کی بدبو سے تکلیف نہ ہو اور نیا لباس پہننے میں مستحب ہے پرانا یا دھویا ہوا پہننا یا وہ نہلا دے مردہ ظاہر کلام شارح دلالت کرتا ہے کہ مجمع کا غسل مذہب حنفی میں منصوص ہے حالانکہ ایسا نہیں بلکہ صاحب بحر نے اسکو نووی شافعی کا قول بیان کیا ہے اسکے قول میں نہیں دیکھا کذا فی الطحطاوی اور مردہ نہلانے والے شخص کو غسل کرنا مستحب ہے جیسے قتل کا ارادہ کیا جاتا ہے یعنی قتل کیا جانا قصاص یا ظلم سے ہو ہر صورت غسل مستحب ہے تاکہ موت طہارت کے ساتھ ہو اور وہ شہید ہو کر مرے کذا فی الطحطاوی ولتائب من ذنب اور گناہ سے توبہ کرنے والے کو غسل مستحب ہے تاکہ توافق حاصل ہو طہارت ظاہری کو طہارت باطنی کے ساتھ اسواسطے کہ طہارت ظاہری نافع نہیں بدون طہارت باطنی کے اور قادم من سفر اور غسل مستحب ہے سفر سے آنے والے کو ولمستحاضۃ انقطع دمہا اور اس عورت مستحاضہ کو غسل کرنا مستحب ہے جسکا خون بند ہو گیا اگرچہ استحاضہ کے انقطاع کا وقوع ہوا ہو کذا فی الطحطاوی ثمن ماء اغتسالہا و وضوئہا علیہ ای الزوج ولو غنیۃ کما فی الفتح لانہ لابد لہا منہ فصار کالشرب وا جرۃ الحمام علیہ اور زوجہ کے غسل اور وضو کے پانی کی قیمت زوج پر لازم ہے اگرچہ زوجہ مالدار ہو چنانچہ فتح القدیر میں ہے اسواسطے کہ عورت کو غسل اور وضو کا پانی ضروری ہے پینے کے پانی کے برابر تو حمام کی اجرت بھی زوج پر ہے حمام کی اجرت قیاس ہے صاحب بحر کا مذہب کی روایت نہیں اور یہ جو خلاصہ میں تفصیل مذکور ہے کہ محتاج زوجہ کے غسل اور وضو کا پانی زوج پر ہے اور مالدار کا نہیں سو ضعیف قول ہے کذا فی الطحطاوی ولو کان الاغتسال لا عن جنابۃ وحیض بل لازالۃ الشعث والتفث قال شیخنا الظاہر انہ لا یلزمہ اور اگر زوجہ کا نہانا جنابت اور حیض سے نہ ہو بلکہ سر کی گرد آلودگی اور میل کے دور کرنے کے واسطے ہو تو ہمارے استاد خیر الدین رملی نے کہا کہ ظاہر ایسے نہانے کے پانی کی قیمت زوج پر لازم نہیں ہے اسواسطے کہ یہ ضروریات سے نہیں ہے بلکہ از قسم پاکیزگی بدن کے ہے اور اس کلام سے نکلتا ہے کہ سر کا تیل اور مشاطہ کی اجرت واجب نہیں زوج پر کذا فی الطحطاوی ویحرم بالحدث الاکبر دخول مسجد لا مصلی عید وجنازۃ ورباط ومدرسۃ ذکرہ المصنف وغیرہ فی الحیض وقبیل الوتر لکن فی وقف القنیۃ المدرسۃ اذا لم یمنع اہلہا الناس من الصلوۃ فیہا فہی مسجد اور حدث اکبر یعنی جنابت اور حیض اور نفاس سے حرام ہے جانا مسجد کا اور حرام نہیں داخل ہونا عیدگاہ اور جنازہ گاہ کا اور صوفیوں کی خانقاہ اور مدرسہ کا ایسا ذکر کیا مصنف وغیرہ نے حیض میں اور مسائل وتر کے پہلے لیکن قنیہ کی کتاب الوقف میں ہے کہ جب اہل مدرسہ لوگوں کو اسکے اندر نماز پڑھنے سے منع نہ کریں تو وہ مدرسہ مسجد ہے تو مدرسہ مذکورہ میں مسجد کے احکام مرعی ہونگے اور فنا مسجد در حکم مسجد ہے جواز اقتدا میں اگرچہ صفوف متصل نہوں نہ دخول کے حرام ہونے میں کذا فی الطحطاوی عن النہر ولو للعبور خلافا للشافعی الا لضرورۃ حیث لا یمکنہ غیرہ جنب وغیرہ پر دخول مسجد کا حرام ہے اگرچہ دخل گذرانے ہو خلافا للامام الشافعی کہ عبور کرنا مسجد میں جائز ہے ضرورت سے اسطرح پر کہ سوا مسجد کے اور طرف سے نکلنا اسکو ممکن نہیں ہے ضرورت کی یہ صورت ہے کہ اسکے گھر کا دروازہ مسجد میں ہو اور بغیر ضرورت کی قید ملا خسرو نے درر میں لگائی ہے اور خوب قید ہے اگرچہ اطلاق مشائخ کے مخالف ہے صاحب بحر نے کہا ہے یہ قید لگانا بھی لائق ہے کہ دوسری طرف دروازہ نہیں کر سکتا اور اس گھر کے سوا اور مکان کے رہنے پر قادر نہیں کذا فی البحر والذی ینبغی فیہ ان یخرج مسرعا بالتیمم ندبا وان مکث لخوف فوجوبا ولا یصلی ولا یقرأ اور اگر کسی شخص کو مسجد میں احتلام ہوا تو اگر مسجد سے جلد نکلا تو اسکو تیمم کرنا مستحب ہے اور اگر مسجد میں ٹھہرا کسی خوف کے سبب سے بدن کا خوف ہو یا مال کا تو تیمم کر لینا واجب ہے اور اس تیمم سے نماز نہ پڑھے نہ قرآن ہم اس تیمم سے نماز اسواسطے صحیح نہیں کہ مسجد کا ٹھہرنا عبادت مقصودہ نہیں اور اباحت نماز کے واسطے وہ تیمم شرط ہے کہ عبادت مقصودہ کے واسطے کیا ہو کذا فی الطحطاوی و یحرم بہ تلاوۃ قرآن ولو دون آیۃ علی المختار اور حدث اکبر سے حرام ہے تلاوت قرآن کی اگرچہ آیت سے کم پڑھے بنا بر قول مختار کے حرمت کی دلیل وہ حدیث ہے جسکو ترمذی اور ابن ماجہ نے روایت کیا اور منذری نے اسکو حسن اور صحیح کہا قال رسول اللہ

بطور
مسجد میں
سے دوسری طرف
گذرنا [illegible]

صلی اللہ علیہ وسلم لا یقرأ الحائض ولا الجنب شیئا من القرآن یعنے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نہ پڑھے حائض اور نہ جنب کچھ قرآن کو تو یہ اطلاق
آیت اور کم آیت دونوں کو شامل ہو اور یہی قول ہو کرخی کا اور صاحب ہدایہ نے اسکی تصحیح کی ہو اور قاضی خان نے شرح جامع صغیر میں اور ولوالجی
نے اپنے فتاوی میں صحیح کہا ہو اور اسی طرح مصفی اور کافی میں ہو اور صاحب بدائع نے اسکو عامہ مشایخ کی طرف منسوب کیا ہو تصحیح کے ساتھ اس
دلیل سے کہ احادیث میں قلیل اور کثیر کی تفصیل نہیں اور طحاوی کی روایت میں آیت سے کم قرآن کا پڑھنا مباح ہو اور صاحب خلاصہ نے اسکو صحیح
کہا اور فخر الاسلام نے شرح جامع صغیر میں اور زاہدی نے اکثر مشایخ کی طرف نسبت کیا اور صاحب بحر الرائق نے بعد حکایت مذکورہ کے کہا الحاصل کہ کم
از آیت میں تصحیح مختلف ہو لیکن منع تلاوت کا قول راجح ہو اسواسطے کہ احادیث میں تفصیل نہیں اور تفصیل نص کے مقابلہ میں مردود ہو اسواسطے کہ لفظ
شیئا کا جیسا کہ کافی میں ہو نکرہ ہو سیاق نفی میں تو اسنے عموم کا فائدہ دیا اور کم از آیت بھی قرآن ہو تو اسکی بھی قرأت ممنوع ٹھہری پوری آیت
کے مانند کذا فی منح الغفار بقصدہ فلو قصد الدعاء او الثناء او افتتاح امر او التعلیم ولقن کلمۃ کلمۃ حل یعنے الا منع قرآن کا ارادہ کرکے جنب
وغیرہ کو تلاوت کرنا حرام ہو تو اگر آیات قرآنی سے دعا کرنے کا قصد کیا یا ثنا کا یا شروع کرنا کسی کام کا یا تعلیم کا اور ایک ایک کلمہ جدا جدا تعلیم
کیا تو اسطرح حلال ہو صحیح تر قول میں تمام جگہوں میں ہو کہ اگر سورۂ فاتحہ کو پڑھا بارادۂ دعا کے یا اور آیات کو جن میں دعا کے معنی ہیں اور تلاوت کا قصد
نہ کیا تو لا باس ہوا اور اسی کو حلوانی نے مختار کہا ہو اور صاحب غایۃ البیان نے اور ہندوانی نے کہا کہ میں اسکا فتوی نہیں دیتا اگرچہ امام سے
مروی ہو کذا فی الطحطاوی حتی لو قصد بالفاتحۃ الثناء فی الجنازۃ لم یکرہ یعنے یہانتک کہ فاتحہ سے ثنا کا قصد کرے نماز جنازہ میں تو مکروہ نہیں [illegible]
یعنے قرآن کا پڑھنا اگرچہ نماز جنازہ میں جائز نہیں لیکن اگر بجای سبحانک اللہم کے سورۂ فاتحہ بقصد ثنا پڑھیگا تو جائز ہو یہ تفریع ہو بقصدہ الثناء اور
الا اذا قرأ المصلی قاصد الثناء فانہا تجزیہ لانہا فی محلہا فلا یتغیر حکمہا بقصدہ مگر جبکہ نمازگذار اپنی نماز میں سورۂ فاتحہ پڑھے ثنا کی نیت کرکے تو
قرأت اسکو کافی ہو اسواسطے کہ قرأت فاتحہ اپنے مناسب مقام میں ہو تو اسکا حکم نہ بدلیگا اسکے قصد کرنے ثنا سے [illegible]
تقدیر کلام یوں ہو کہ نماز جنازہ میں فاتحہ مکروہ نہیں اسواسطے کہ قصد ثنا سے فاتحہ قرآنیت سے خارج ہوئی مگر اس صورت میں خارج نہیں اور یہ
جواب ہو اس سوال مقدر کا کہ اگر سورۂ فاتحہ کا اخراج قرآنیت سے بقصد ثنا صحیح ہو تو چاہیے فاتحہ پڑھنا ثنا کے قصد سے نماز کامل میں کفایت نکرے
حالانکہ وہ کافی ہو تو شارح نے اسکا جواب دیا کہ نماز کامل میں سورۂ فاتحہ اپنے محل پر ہو تو اب ثنا کا قصد کرنا اسکے حکم کو بدل نہیں سکتا کذا فی الطحطاوی
عن النہر یعنے اور نماز جنازہ میں فاتحہ خوانی بے محل تھی تو وہاں قصد ثنا نے حکم کو بدل دیا ومس مصحف [illegible] ساقطا
من نسخ الشرح وکان سقط لانہ ذکرہ فی الحیض اور حدث اکبر سے حرام ہو چھونا مصحف مجید کا شارح نے کہا کہ مس مصحف کا مسئلہ [illegible]
کرابعد اسکے یہی مسئلہ مذکور ہو اور وہ اور یا قبل اسکا یعنے مس مصحف اور تلاوت قرآن مصنف کی شرح کے نسخوں سے ساقط ہو اور شاید کہ مصنف کا ساقط
کرنا شرح سے اسواسطے ہو کہ اسکو حیض کے مسائل میں مصنف نے ذکر کیا ہو وتحرم به طواف لوجوب الطہارۃ فیہ اور حدث اکبر سے بیت اللہ کا
طواف کرنا حرام ہو بسبب واجب ہونے طہارت کے طواف میں کہ صحیحین میں مروی ہو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ رضی اللہ
عنہا کو حالت حیض میں طواف بیت اللہ سے منع کیا اور باقی افعال حج کی اجازت دی اور صاحب ہدایہ نے دخول مسجد کو علت قرار دیا ہو
طواف کی حرمت کا فتح القدیر میں کہا کہ اس تعلیل پر اقتصار واسطے نہیں بلکہ طواف میں طہارت واجب ہو اگر وہاں مسجد نہ ہوتی تو بھی طواف
جنب پر حرام ہوتا کذا فی المنح وتحرم به ای بالاکبر وبالاصغر مس مصحف ای ما فیہ آیۃ کدرہم وجدار اور حرام ہوتا ہو سبب حدث اکبر و حدث
اصغر سے چھونا مصحف کا مصحف سے یہاں مراد وہ چیز ہو جس میں قرآن شریف کی آیت مرقوم ہو جیسا کہ درہم ہو یا اور دیوار [illegible]

کا چھونا حرام ہے اگرچہ خط فارسی میں لکھا ہو یہی صحیح ہے باتفاق امام اور صاحبین کے چنانچہ نہر میں ہے تفسیر سے اور جس میں موضع کتابت اور غیر موضع کتابت دونوں برابر ہیں اور بعضوں نے کہا غیر مرقوم کا چھونا درست ہے اور محل خلاف مصحف مجید میں اور غیر مصحف میں اگر آیت لکھی ہے تو چھونا حرام نہیں مگر مرقوم کا چھونا کذا فی باب الحیض من البحر وہل مس نحو التوریۃ کذلک ظاہر کلامہم لا اور توریت اور مانند اسکے جیسے انجیل اور زبور کا چھونا بھی مصحف کے مانند حرام ہے یا نہیں فقہا کا ظاہر کلام اسپر دلالت کرتا ہے کہ انکا چھونا حرام نہیں ہم اسی طرح نہر الفائق میں مذکور ہے اور قہستانی میں وغیرہ سے منقول ہے کہ توریت وغیرہ میں جہاں تحریف اور تبدیل واقع نہیں ہوئی اسکا چھونا بدون طہارت کے مکروہ ہے کذا فی الطحطاوی الا بغلافہ المتجافی غیر مشرز یا ولو مشرزا بہ یفتی وحل لکانہ غلافہ کے ساتھ کہ مصحف سے جدا ہو نہیں مس مصحف حرام نہیں یا درم کی تھیلی کے ساتھ اس درم کا چھونا جسپر آیت لکھی حرام نہیں یا اسی کا فتوی ہے ہم غلاف بدا لکانہ چنانچہ مصحف کا جزدان اور غلاف الصق اور چپکا چنانچہ مصحف کی چولی تو جزدان کے ساتھ چھونا جائز ہے اور چولی کے ساتھ جائز نہیں اسپر فتوی ہے سراج میں اور کافی میں چولی کے ساتھ بھی چھونے کو صحیح کہا ہے تو یہاں دونوں قولوں کی تصحیح واقع ہوئی اور آستین کے ساتھ چھونے میں اختلاف ہے تو بموجب کافی کے جائز ہے اور بموجب سراج کے جائز نہیں ہدایہ میں اسی کو صحیح کہا ہے اور خلاصہ میں ہے کہ اسی پر اکثر مشائخ ہیں اور کراہت سے مراد کراہت تحریمی ہے کذا فی الطحطاوی عن النہر وحل قلبہ بعود اور پلٹنا مصحف کے ورق کا لکڑی سے حلال ہے واختلفوا فی مسہ بغیر اعضاء الطہارۃ وبما غسل منہا وفی القراءۃ بعد المضمضۃ والمنع اصح اور علماء نے اختلاف کیا مصحف کے چھونے میں غیر اعضاء طہارت سے اور انمیں سے جسکو دھو لیا اور جنب کے قرآن پڑھنے میں کلی کرنے کے بعد اور جائز نہونا صحیح تر قول ہے ہم اعضاء طہارت سے اعضاء وضو مراد ہیں اسواسطے کہ حدث اکبر میں تمام اعضاء طہارت کے ہیں ولا یکرہ النظر الیہ ای القرآن لجنب وحائض ونفساء لان الجنابۃ لا تحل العین اور قرآن کا دیکھنا جنب اور حیض اور نفاس والی عورت کو مکروہ نہیں اسواسطے کہ ناپاکی آنکھ میں نہیں گھس جاتی کما لا تکرہ ادعیۃ ای تحریما جیسے دعاؤں کا پڑھنا بے طہارت مکروہ نہیں یعنی مکروہ بکراہت تحریمی نہیں والا فالوضوء لمطلق الذکر مندوب وترکہ خلاف الاولی وہو مرجع کراہۃ التنزیہ اور اگر تحریمی کراہت مراد نہ لیجیے تو صحیح نہیں اسواسطے کہ مطلق ذکر کے واسطے دعا ہو یا غیر دعا وضو مستحب کا ترک کرنا خلاف اولی ہے اور خلاف اولی کا مال کار یہی کراہت تنزیہی کا ہے اور بعضوں کے نزدیک کراہت تنزیہی تو سنت مؤکدہ کے مقابلہ میں ہے اور خلاف اولی میں تو اصلا کراہت نہیں کذا فی الطحطاوی ولا یکرہ مس صبی لمصحف ولوح اور مکروہ نہیں چھونا لڑکے بے وضو کا مصحف اور اس تختی کو جسپر قرآن لکھا ہے ولا بأس بدفعہ الیہ وطلبہ منہ للضرورۃ اذ الحفظ فی الصغر کالنقش فی الحجر اور کچھ ڈر نہیں بالغ باوضو کو مصحف کے دینے میں بے وضو لڑکے کو اور مصحف کے منگانے میں اس سے چنانچہ بحر الرائق میں ہے کہ مصحف کا دینا لینا جائز ہوا بسبب ضرورت کے اسواسطے کہ یاد کرنا لڑکپن میں جیسے نقش پتھر میں ہم چونکہ لڑکوں سے وضو کروانا ہر وقت مشقت ہے انپر اور بالغ ہونے تک تاخیر کرنے میں حفظ قرآن کی تقلیل ہے تو اس ضرورت سے انکو مس مصحف اور اسکا دینا لینا جائز ہوا ولا تکرہ کتابۃ قرآن والصحیفۃ او اللوح علی الارض عند الثانی خلافا لمحمد وینبغی ان یقال ان وضع علی الصحیفۃ ما یحول بینہا وبین یدہ یؤخذ بقول الثانی والا فبقول الثالث قالہ الحلبی اور مکروہ نہیں بے وضو کو لکھنا قرآن کا اسطرح کہ کاغذ یا تختی جسپر لکھتا ہے زمین پر ہو ابو یوسف رح کے نزدیک برخلاف قول محمد رح کے اور یوں کہنا مناسب ہے کہ اگر کاغذ پر وہ چیز رکھی جائے جو درمیان کاغذ اور ہاتھ کے حائل ہو تو ابو یوسف رح کا قول لیا جائے اور اگر یہ نہیں ہے تو محمد رح کا قول لیا جائے ایسا کہا ہے حلبی نے ہم اور دوسری وجہ توفیق یہ ہے کہ ابو یوسف رح کا قول کراہت تحریمی کی نفی پر محمول ہے اور محمد رح کا قول تنزیہی پر بدلیل قول محمد رح احب الی ان لا یکتب یعنی میرے نزدیک پسندیدہ تر عدم کتابت ہے کذا فی الطحطاوی ویکرہ لہ قراءۃ توریۃ وانجیل وزبور لان الکل کلام اللہ وما بدل

تفسیر میں اور جنب وغیرہ کو مکروہ ہے پڑھنا توریت اور انجیل اور زبور کا اسواسطے کہ یہ سب اللہ تعالیٰ کا کلام ہے اور جن الفاظ میں تبدیل اور تحریف
واقع ہوئی ہے یہود و نصاریٰ سے وہ معلوم نہیں بالخصوص ہم فتح القدیر میں فتاویٰ ظہیریہ سے اسی قول پر فتویٰ منقول ہے کذا فی النہر وذکر العینی فی
شرح الکنز [illegible] اور شرنبلالی نے شرح مجمع میں حرمت قرأت پر یقین کیا ہے وفیہ ما فی النہر بالمبدل اور نہر الفائق میں حرمت قرأت کو خاص کیا اسکے ساتھ جس میں
تبدیل اور تحریف نہیں ہوئی لا قراۃ قنوت یعنی مکروہ نہیں جنب وغیرہ کو پڑھنا قنوت کا اسی پر فتویٰ ہے کذا فی النہر اور مراد کراہت منفی سے کراہت تحریمی ہے
تنزیہی ولا اکلہ وشربہ بعد غسل ید وفم اور مکروہ نہیں جنب وغیرہ کو کھانا اور پینا ہاتھ اور منہ دھو ڈالنے کے بعد ولا معاودۃ اہلہ قبل اغتسالہ الا
اذا احتلم [illegible] اور مکروہ نہیں جنب کو پھر صحبت کرنا اپنی اہلیہ کا نہانے سے پہلے مگر جبکہ جنابت احتلام کے ہونے سے ہوئی ہو تو [illegible] نہانے کے
اپنی اہلیہ سے صحبت نکرے ہم یہ روایت فتح القدیر میں بیہقی سے منقول ہے قال الحلبی ظاہر الاحادیث انما تفید الندب لا نفی الجواز المفاد من کلامہ
حلبی نے کہا کہ ظاہر احادیث تو دلالت نہیں کرتا مگر استحباب پر ترک جماع پر قبل غسل کے نہ عدم جواز جماع پر جو حاصل ہوتا ہے فتح القدیر کے کلام سے ولا [illegible]
[illegible] کہا کہ مطرزی شارح کا [illegible] نہیں اسواسطے کہ تفسیر کا [illegible] پہلے مذکور نہیں کیا [illegible] الا الکتب الشرعیۃ فانہ رخص [illegible] بالید الا التفسیر
کذا فی الدرر عن مجمع الفتاوی [illegible] اور تفسیر مصحف کے مانند ہے نہ شرعی کتابیں اسواسطے کہ بدون طہارت کے شرعی کتابوں میں ہاتھ لگانے کی رخصت دیگئی ہے
مگر تفسیر میں ہاتھ لگانے کی جیسا کہ درر میں مجمع الفتاوی سے منقول ہے شرعی کتابوں سے مراد جیسا کہ حدیث اور فقہ کی کتابیں ہیں وفی السراج ان المستحب
انہ لا یاخذ الکتب الشرعیۃ بالکم ایضا تعظیما اور سراج میں کہا کہ مستحب یہ ہے کہ شرعی کتابوں کو آستین سے بھی نہ پکڑے تعظیم کی وجہ سے ہم یہ قول منافی
نہیں ہے قول سابق کے اسواسطے کہ استحباب [illegible] وجوب کے مخالف نہیں لکن فی الاشباہ من قاعدۃ اذا اجتمع الحلال والحرام رجح الحرام وقد جوز اصحابنا
مس الکتب التفسیر للمحدث ولم یفصلوا بین کون الاکثر تفسیرا او قرآنا ولو قیل بہ اعتبارا للغالب لکان حسنا قلت لکنہ یخالف ما مر فتدبر لیکن اشباہ میں [illegible]
اس قاعدہ کے کہ جب حلال اور حرام یکجا ہو تو حرام ہی غالب ہو جاتا ہے اور البتہ ہمارے عالموں نے تفسیر کی کتابوں کا چھونا محدث کے واسطے
جائز رکھا اور تفصیل نہیں کی تفسیر کے زیادہ ہونے میں یا قرآن میں یعنی یہ نہیں کہا کہ اگر تفسیر کی عبارت زیادہ ہو قرآن سے تو جائز ہے اور اگر قرآن
کے الفاظ زیادہ ہوں تفسیر سے تو جائز نہیں اور اگر اس تفصیل کے قائل ہو جیسے غالب چیز کا اعتبار کرکے تو البتہ خوب بات ہے میں کہتا ہوں کہ اشباہ کا
قول مخالف ہے متن کے جو گذر گیا تو اس مطلب میں تامل کر ہم خلاصہ یہ ہے کہ اہل مذہب کی دو عبارتیں مطلق ہیں منع اور جواز میں اور ظاہر اشباہ کا
اسپر دلالت کرتا ہے کہ جواز مس تفسیر سب علما کا قول ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ ماتن نے جو دوسرے کے قول پر اعتماد کیا ہے قابل اعتماد کے نہیں بسبب مخالفت
اجماع کے اور علامہ نوح نے جوہرہ اور سراج سے نقل کیا کہ کتب تفسیر میں موضع قرآن کا چھونا جائز نہیں اور اسکے سوائے کا چھونا درست ہے برخلاف
مصحف کے کہ اسکا بالکل چھونا بے طہارت درست نہیں اور فتح القدیر میں ہے کہ مکروہ ہے چھونا کتب تفسیر اور فقہ اور سنن کا اسواسطے کہ یہ کتابیں آیات
قرآنی سے خالی نہیں اور منیۃ المصلی میں ہے کہ مکروہ ہے یعنی محدث وغیرہ کو چھونا تفسیر اور فقہ کی کتابوں کا بھی انتہی تو ان روایات سے معلوم ہوا کہ
عالموں کا کلام تفسیر میں کراہت کی وجہ سے ہے نہ منع اور حرمت کے سبب سے تو صاحب درر کا یہ کلام الا التفسیر اسپر محمول ہے کہ تفسیر کا چھونا قرآن کا سا
بلا کراہ [illegible] ہے اور یہ مطلب نہیں کہ انکا چھونا حرام ہے جیسا کہ ماتن نے سمجھا ہے اسواسطے کہ اسمیں حرمت کی تصریح نہیں [illegible] میں کہتا ہوں سب عبارتوں سے
بہتر وہ عبارت ہے جو کہ جوہرہ اور سراج میں ہے اسواسطے کہ وہی قواعد فقہی سے موافق تر ہے کذا فی الطحطاوی ملخصا فروع [illegible] مسائل لکھے شارح نے کہ مصحف
اذا صار بحال لا یقرأ فیہ یدفن کالمسلم مصحف جبکہ ایسا بوسیدہ ہو جاوے یا پھٹ جاوے پارہ پارہ ہو کہ اسمیں پڑھا نہ جاوے تو دفن کیا جاوے مسلمان میت
کی طرح یعنی بطور لحد یا شق کے ویمنع الکافر من مسہ اور کافر کو منع کیا جاوے مصحف کے چھونے سے وجوزہ محمد اذا اغتسل اور کافر نہا لے تو اسکا چھونا [illegible]

بن حسن نے جائز کہا ہی جبکہ کافر نے غسل کیا ہو ظاہر یہ قول معتبر نہیں کہ شیخین کے مخالف ہی کذا فی الطحطاوی ولا باس بتعلیم القرآن والفقہ عسے
ان یہتدی اور معضا لقہ نہیں کافر کو قرآن اور فقہ کے سکہانے مین شاید کہ راہ راست پر آجاے یعنے مسلمان ہو معلوم ہوا کہ تعلیم قرآن کافر کو
بتوقع ہدایت جائز ہی تو اس زمانہ مین جو بعضے نام کے مسلمان نصاری کو قرآن پڑھاتے ہین نوکری کی طمع سے سو جائز نہین بلکہ بالیقین حرام ہی
اسواسطے کہ نصاری مسلمانون کے الزام دینے کے واسطے سیکھتے ہین اور قرآن مجید کے رد کرنے مین اپنے گمان فاسد مین کتابین تصنیف کرتے ہین
حق تعالےٰ اہل اسلام کو عبرت دے کہ مزید طمع اور حرص سے ایسی بے غیرتی اور بے دینی اختیار نکرین ویکرہ وضع المصحف تحت راسہ الا للحفظ
والمقلمۃ علی الکتاب الا للکتابۃ اور مکروہ ہی مصحف کا رکھنا اپنے سر کے نیچے مگر حفاظت کی نیت سے درست ہی اور قلمدان کا رکھنا کتاب پر مکروہ ہی
مگر لکھنے کے واسطے جائز ہی یعنے کتابت کی حالت مین ویوضع النحو ثم فوقہ التعبیر ثم الکلام ثم الفقہ ثم الاخبار والمواعظ ثم التفسیر اور صندوق وغیرہ
مین اول رکھی جاوین علم نحو کی کتابین پھر اُنکے اوپر علم تعبیر کی کتابین پھر اُنکے اوپر علم کلام یعنے عقائد کی کتابین پھر اُنکے اوپر فقہ کی کتابین پھر
احادیث اور پند کی کتابین پھر تفسیر کی کتابین ہم لغت کی کتابین نحو کے مانند ہین چنانچہ قنیہ مین ہی اور مصحف کا ذکر نہین کیا اسواسطے کہ وہ
فوق الکل ہی تکرہ اذابۃ درہم علیہ آیۃ الا اذا کسرہ مکروہ ہی پگھلانا اور گلانا اُس درم کا جسپر آیت قرآنی کا سکہ ہی مگر جبکہ درم توڑا جاے تواب
درست ہی درم توڑنے سے حروف متفرق ہوگئے تواب گلانے مین اہانت نہین اور اگر آیت سے کمتر ہی تو بدون توڑنے کے بھی گلانا درست ہی
کذا فی الطحطاوی رقیۃ فی غلاف متجاف لم یکرہ دخول الخلاء بہ والاحتراز افضل جو تعویذ جداگانہ غلاف مین ہو یعنے تعویذ پر مڑھا نہو تو اُسکا لیجانا
پاخانہ مین مکروہ تحریمی نہین اور پرہیز کرنا یعنی باہر رکھجانا بہتر ہی علامہ عزیزی کی شرح جامع صغیر مین ہی کہ عالمون کا اجماع ہی اسپر کہ تعویذ
اور افسون تین شرطون کے ساتھ جائز ہی ایک یہ کہ تعویذ اور افسون کلام اللہ اور اُسکے صفات سے ہو اور دوسری یہ کہ عربی زبان مین ہو
یا اُس زبان مین جسکے معنی معلوم ہون تیسری یہ کہ یہ اعتقاد ہو کہ افسون بالذات متاثر نہین بلکہ بتقدیر الٰہی اثر کرتا ہی اور قرطبی نے کہا کہ رقیہ
یعنے افسون تین قسم ہی ایک قسم وہ جسکا مطلب اور معنی معلوم نہین تو اُس سے پرہیز کرنا واجب ہی کہ مبادا اُسمین شرک ہو دوسری قسم یہ ہی
کہ بکلام الٰہی اور بصفات ربانی ہو تو جائز ہی پھر اگر احادیث مین منقول ہی تو وہ مستحب ہی تیسری قسم یہ کہ اسمار ربانی کے سوا فرشتہ یا ولی یا جلیل القدر
مخلوقات چنانچہ عرش کے نام سے ہو تو اس سے پرہیز واجب نہین اور نہ اسکا شرع مین حکم ہی تو اسکا ترک کرنا بہتر ہی مگر یہ کہ متضمن تعظیم ہو چنانچہ
حلف بغیر اللہ تو اسسے پرہیز کرنا لائق ہی کذا فی الطحطاوی ملخصاً یجوز رمی برایۃ القلم الجدید ولا ترمی برایۃ القلم المستعمل لاحترامہ کحشیش المسجد
وکناستہ ولا تلقی فی موضع یخل بالتعظیم اور جائز ہی نئے قلم کا تراشا پھینکنا اور نہ پھینکا جاے مستعمل قلم کا تراشا اُسکی حرمت اور تعظیم کی وجہ سے
جیسے مسجد کی گھاس اور کوڑہ اور نہ ڈالا جاے ایسے مقام مین کہ مخل ہو اُسکی تعظیم کا ہم لکھنے والے قلم کی تراشے کی تعظیم اس جہت سے کہ قلم
سے اسمار ربانی اور انبیا اور ملائکہ علیہم السلام کے اسمار مبارک لکھے جاتے ہین علاوہ یہ ہی کہ حروف کو بذات خود احترام ہی اور قلم جدید کے تراشے
مین یہ بات نہین کذا فی الطحطاوی ولا یجوز لف شئ فی کاغذ فیہ فقہ وفی کتب الطب یجوز ولو فیہ اسم اللہ تعالی والرسول فیجوز محوہ لیلف فیہ
شئ اور جائز نہین لپیٹنا کسی چیز کا اس کاغذ مین جسمین فقہ کے مسائل لکھے ہون اور طب کی کتابون مین لپیٹنا جائز ہی اور اگر اُسمین اللہ تعالےٰ
اور رسول کریم کا نام ہو تو اُسکا مٹانا کسی چیز کے لپیٹنے کے واسطے جائز ہو ومحو بعض الکتابۃ بالریق یجوز اور بعضے لکھے حرفون کا مٹانا لعاب دہن
سے جائز ہی ہم بعض کی قید سے اللہ تعالی کا نام پاک اور قرآن خارج ہوگیا چنانچہ اسکی تصریح مذکور ہوتی ہی وقد ورد النہی فی محو اسم
اللہ بالبزاق اور البتہ نہی وارد ہی اللہ تعالےٰ کے نام مٹانے مین تھوک سے وعنہ علیہ الصلوۃ والسلام القرآن احب الی اللہ تعالےٰ

تکیہ کے نیچے مصحف وغیرہ رکھنا

تعویذ کا گلانا درست ہی

مسجد کا کوڑا اور قلم کا تراشا بے تعظیم جگہ مین ڈالنا درست نہین ہی

من السموات والارض ومن فيهن اور رسول عليه الصلوة والسلام سے مروی ہے کہ قرآن محبوب تر ہے اللہ تعالی کے نزدیک آسمانون اور زمین سے اور اُن اشخاص سے جو اُنکے درمیان مین ہین ہم شاید کہ اس حدیث سے اسکا اشارہ کیا کہ قرآن بھی اللہ تعالی کے نام کے ساتھ ملحق ہے مٹانے کی نہی مین کذا فی الطحطاوی یجوز قربان المرأة في بيت فيه مصحف مستور عورت سے قربت کرنا اُس کوٹھری مین جائز ہے جسمین مصحف در پردہ ہے بساط او غیرہ کتب علیہ الملک لله یکرہ لبسطه واستعماله لا تعليقه للزينة فرش یا سواے اُسکے تکیہ وغیرہ ہے جسپر الملک لله لکھا ہے اُسکا بچھانا اور اُسکا استعمال کرنا مکروہ ہے اور لٹکانا اُسکا آرائش کے واسطے مکروہ نہین وینبغی ان لا یکرہ کلام الناس مطلقا وقیل یکرہ مجرد الحروف والاول اوسع وتمامه في البحر وكراهة القنية اور لائق یہ ہے کہ مکروہ نہووے آدمیون کا کلام لکھا ہوا ہر طرح کے استعمال مین اور بعضون نے کہا کہ فقط حروف کا ابتذال مکروہ ہے اور قول اول مین زیادہ تر وسعت ہے اور اُسکا پورا بیان بحر الرائق اور قنیہ کی کتاب الکراہۃ مین ہے قلت وظاهره انتفاء الكراهة بمجرد تعظيمه وحفظه علق اولا زين به اولا اور ظاہر کلام بحر الرائق ہوتا ہے کراہت کا صرف اُسکی تعظیم اور حفاظت کرنے سے جسپر الملک لله لکھا ہے خواہ اُسکو لٹکاوے یا نہین اُس سے آرایش کیجیے یا نہین وهل ما يكتب على المراوح وجدر الجوامع كذلك يحرر اور جو کہ پنکھون اور جامع مسجد کی دیوارون پر لکھا جاتا ہے وہ بھی فرش کی نقش کے مانند ہے یا نہین جواب اسکا لکھا جاویگا ہم باب الوتر والنوافل سے پہلے شارح نے فروع مین لکھا ہے کہ مسجد کی دیوارون پر لکھنا لائق نہین اور نہایہ مین ہے کہ قرآن کا لکھنا محراب اور دیوارون پر خوب نہین سقوط کتابت اور پانون پڑنے کے خوف سے کذا فی الطحطاوی قبیل الوتر

باب المياه

یہ باب ہے پانیون کے مسائل مین ہم اب اُسکا بیان شروع کیا جس سے طہارت حاصل ہوتی ہے اصطلاح مین باب عبارت ہے اُن مسائل فقہ سے جسکے احکام ماقبل اور مابعد سے جدا گانہ ہین اور وہ مترجم بکتاب اور فصل نہین کذا فی المنح جمع ماء بالمد وتقصر اصله موه قلبت الواو الفا والهاء همزة میاہ جمع ہے ماء کی ساتھ مد کے یعنے جسمین الف کے بعد ہمزہ ہے اور گاہے اُسکو بے ہمزہ بھی بولتے ہین اصل ماء کی موہ ہے واو کو الف سے بدلا اور ہاء ہوز کو ہمزہ سے وهو جسم لطيف سيال به حياة كل نام اور پانی جسم لطیف ہے یعنی غالبا بصارت کا حاجب نہین اور بہنے والا ہے جس سے ہر بڑھتی چیز کی زندگی ہے یعنی حیوان اور نبات کی يرفع الحدث مطلقا بماء مطلق وهو ما يتبادر عند الاطلاق مطلق حدث یعنے حدث اکبر اور اصغر دور کیا جاتا ہے مطلق پانی سے اور مطلق پانی وہ ہے جو شتابی ذہن مین آجاے جبکہ پانی کا لفظ بولا جاے بدون اضافت کے ہم منح الغفار مین ہے کہ مطلق پانی وہ ہے جو باقی ہے اپنے پیدایشی اوصاف پر اور اُسمین نجاست نہین ملی اور نہ کوئی اور چیز اُسپر غالب ہوگئی انتہی اسکا اور شارح کی تعریف کا ایک ہی مطلب ہے كماء سماء واودية وعيون وآبار وبحار وثلج مذاب بحيث يتقاطر وبرد وجمد وندا مطلق پانی جیسے آسمان کا پانی اور رودون کا اور چشمون کا اور کنوؤن کا اور دریاؤن کا پانی اور پگھلا برف ٹپکتا اور اولے اور یخ یعنے پالا اور اُوس ہم آسمان کے پانی ہین اگرچہ اضافت ہے مگر یہ اضافت تشریفی ہے برخلاف مقید پانی کے اسواسطے کہ اُسمین قید لازم ہے یعنی بدون قید وہ نہین بولا جاتا چنانچہ ماء الورد یعنے گلاب کا پانی کذا فی البحر اور اسی طرح تربوز کا پانی اودیہ جمع ہے وادی کی اور وادی لغت مین اُس کشادگی کا نام ہے جو پہاڑون اور ٹیلون کے درمیان ہو اور یہان مراد جنگل کا پانی ہے جو بارش کے پانی سے سائل ہوکر جمع ہوجاے جیسے ندی اور نالہ اور جھیل کا پانی فارسی مین اُسکو رود کہتے ہین هذه التقسيم باعتبار ما يشاهد والا فالكل من السماء لقوله تعالى الم تر ان الله انزل من السماء ماء الآية والنكرة ولو مثبتة في مقام الامتنان تعم اور یہ تقسیم پانیون کی ظاہر نظر کے اعتبار کرنے سے ہے اور اگر ظاہر نظر کا اعتبار نکیجیے تو سب پانی حقیقت مین آسمان سے اترے ہین حق تعالے کے اس قول کی دلیل سے کہ تو نے کیا نہین دیکھا کہ اللہ نے آسمان سے پانی اتارا الی آخر الآیۃ اور نکرہ اگرچہ مثبت ہو احسان جتانے کے مقام مین عام ہوجاتا ہے ہم اسم نکرہ اُسکو کہتے ہین جو مین

چیز کے واسطے موضوع نہو جیسا کہ مرد اور عورت اور پانی سو عرب کا قاعدہ یہ ہے کہ نکرہ نفی کے بعد عام ہوتا ہے یعنے اپنے سب افراد کو شامل ہو جاتا ہے
لیکن اثبات مین نکرہ ہر جگہ عام نہین ہوتا بلکہ مقام امتنان مین عام ہوتا ہے سو اس آیت شریف مین کہ احسان جتانے کا مقام ہے لفظ ماء کا کہ نکرہ
مثبت ہے سب پانیون کے اقسام کو شامل ہو گیا کیونکہ اگر عموم پر دلالت نکرے تو مطلب فوت ہوتا ہے و بزمزم بلا کراہۃ وعن احمد یکرہ اور چاہ زمزم
کے پانی سے حدث اکبر اور اصغر دور کیا جاتا ہے بدون کراہت کے اور امام احمد بن حنبل سے کراہت منقول ہے ہم ہر چند زمزم کنوؤن مین داخل تھا
لیکن ماتن نے اُسکو بالخصوص ذکر کیا اُسکی شرافت کی وجہ سے اور اختلاف کے سبب سے وبماء قصد تشمیسہ بلا کراہۃ اور اُس پانی سے طہارت
درست ہے جو قصداً دھوپ مین رکھا گیا بدون کراہت کے وکرہہ الشافعیۃ طبیۃ اور دھوپ کے گرم پانی کی کراہت شافعیون کے نزدیک
طب کی راہ سے ہے اسواسطے کہ مورث برص ہے وکرہ احمد المسخن بالنجاسۃ اور مکروہ سمجھا ہے احمد بن حنبل نے اُس پانی کو جو نجاست سے گرم کیا گیا
و بماء ینعقد بہ ملح لا بماء حاصل بذوبان ملح لبقاء الاول علی طبیعتہ الاصلیۃ وانقلاب الثانی الی طبیعۃ الملحیۃ اور حدث دور ہوتا ہے اُس
پانی سے کہ جمتا ہے اُس سے نمک یعنی اُسمین جمکر نمک ہو جانے کی استعداد ہے سو اس پانی سے بخلاف نمک گھل کر پانی ہو جاتا ہے بسبب باقی رہنے پہلے پانی
کے اپنی اصلی پیدائشی طبیعت پر اور بسبب بدل جانے دوسرے پانی کے نمک بنجانے کی طبیعت کی طرف ہم تو نمک پگھلنے کے بعد وہ پانی ایسا ہو گیا
جیسے سونے اور چاندی محلول کا پانی نمک کا پانی گرمی مین جمتا ہے اور سردی مین پگھلتا ہے برخلاف اور پانی کے ولا بعصیر نبات ای معتصر من شجر
او ثمر لانہ مقید اور نہ روئیدگی کے پانی سے یعنے جو پانی کہ درخت اور پھل سے نچوڑا گیا جیسا کہ کیلے کے درخت سے اور تربوز سے اسواسطے کہ وہ مقید پانی ہے
یعنے ازالہ حدث کے واسطے مطلق پانی شرط ہے نہ مقید اور اگر مطلق پانی نہو اور کیلے یا تربوز کا پانی ہو تو اُس سے جائز نہین تیمم کرنا چاہیے کذا فی البحر
بخلاف ما یقطر من الکرم او الفواکہ بنفسہ فانہ یرفع الحدث وقیل لا وہو الاظہر کما فی الشرنبلالیۃ عن البرہان برخلاف اُس پانی کے جو انگور کے درخت یا
پھلون سے خود بخود ٹپکتا ہے بہار کے موسم مین اسواسطے کہ وہ دور کرتا ہے حدث کو اور بعضون نے کہا کہ وہ رافع حدث نہین اور یہی عدم جواز کا قول ظاہر تر ہے
چنانچہ شرنبلالیہ مین برہان سے منقول ہے ہم جو پانی کہ درخت اور پھل سے لوگون نے نچوڑا اور ٹپکایا وہ بالاتفاق رافع حدث نہین اور جو کہ درخت یا
پھل سے خود بخود ٹپکا اُسمین اختلاف ہے ماتن نے باتباع صاحب ہدایہ جواز رفع حدث کو اختیار کیا طحطاوی نے بحر الرائق سے نقل کیا عدم جواز بہت
کتابون مین صحیح ہے اور قاضی خان اور صاحب محیط اور کافی نے اسی قول پر اقتصار کیا ہے اور شرح منیہ مین ہے کہ عدم جواز اشبہ ہے تو یہی قول اولیٰ ٹھہرا
کمال امتزاج کی وجہ سے واعتمدہ القہستانی فقال والاعتصار یعم الحقیقی والحکمی کماء الکرم وکذا ماء الدابوغۃ والبطیخ بلا استخراج وکذا نبیذ التمر اور عدم
جواز پر اعتماد کیا ہے قہستانی شارح نقایہ نے سو یون کہا کہ اعتصار یعنی نچوڑنا شامل ہے اعتصار حقیقی کو جیسا کہ کوٹ کر یا داب کر پانی نکالنا اور اعتصار
حکمی جیسے انگور کے درخت کا پانی کہ خود بخود ٹپکتا ہے اور انگور کے پانی کے مانند ہے دابوغہ اور خربزے کا پانی جو خود بخود نکلا بدون نکالنے کے اور اسیطرح ہے شربت
خرما کا ہم حلبی محشی نے کہا کہ مین نے تفسیر دابوغہ اپنے پاس کے کتب لغت مین نہین پائی طحطاوی نے کہا کہ ایک شخص ساکن بلدۂ خلیل علیہ الصلوٰۃ والسلام
نے مجھسے کہا کہ وہان کے لوگ زمین سے جڑین نکالتے ہین اور پانی مین رکھتے ہین وہ پانی سرخ ہو جاتا ہے اس سے کھال کی دباغت کرتے ہین اُسکو دابوغہ بولتے
ہین انتہی مین کہتا ہون مخزن الادویہ کی فرہنگ مین دربوقہ کو بطیخ ہندی یعنی تربوز لکھا ہے ظاہرا یہی مناسب مقام ہے شاید کہ دابوغہ معرب ہو دربوقہ کا
واللہ اعلم ولا بماء مغلوب بشیء طاہر اور طہارت جائز نہین اُس پانی سے جو مغلوب ہو گیا پاک چیز کے ملجانے سے ہم مغلوب ہو گیا یعنی اپنی طبیعت اور
اصل خلقت سے خارج ہو گیا جیسا کہ شربت اور سرکہ اور گلاب اور باقلا کا مطبوخ پانی اور شوربا اسواسطے کہ ان چیزون سے پانی کا نام زائل ہو گیا مغلوب کی
قید اسواسطے لگائی کہ اگر پانی مغلوب نہو بلکہ غالب ہو تو طہارت جائز ہے جیسا کہ آگے آویگا دریافت کر کہ اس مقام مین کتب فقہ کی عبارتین مختلف ہین تو قاعدہ کلیہ جاننا چاہیے

پس اسے حقیقت حال معلوم ہو وہ قاعدہ یہ ہو کہ مطہر یعنی پاک کرنے والا مطلق کا زوال اطلاق یا کمال امتزاج سے ہو یا غلبہ ممتزج سے الخ منح الغفار شرح المصنف چنانچہ
شامی اس قاعدہ کو بیان کرتا ہے علامہ عینی نے شرح ہدایہ میں کہا کہ پانی مطلق کی طبیعت اصلی یہ ہے کہ سیراب کرے اور پیاس کو مارے اور بعضوں نے کہا
قوت انفوذ اسکی طبیعت ہے اور بعضوں نے کہا ہے رنگ ہے ونا الغلبۃ اما بکمال الامتزاج بتشرب نبات غالب ہونا ناپاک چیز کا پانی پر دو طرح پر ہے یا نہایت
اختلاط کے سبب سے ہے کہ حاصل ہوا ہے درخت اور گھاس کے جوش سے ہم نہایت اختلاط کی دو صورتیں ہیں ایک یہ کہ اشجار اور نباتات نے واسطے
اپنے حصول و تغذیہ کے زمین سے پانی پینے تراوت کو پیا اس طرح کہ اب وہ پانی نکل نہیں سکتا بدون نکالنے کے او بطبخ بالا اذا لم یقصد بہ التنظیف یا کمال اختلاط
حاصل ہوتا ہے پانی کے پکانے میں اس چیز کے ساتھ جس کی بخشش سے صاف کرنا اور میل چھڑانا منظور نہو ہم چیزیں پانی ڈال کر پکانا دو قسم ہے ایک یہ کہ میل
صاف کرنے کے واسطے ہو جیسا کہ اشنان اور صابون اور بیر کی پتیاں اور خطمی کہ غسل میت کے واسطے پکاتے ہیں ایسا پکانا طہارت کا مانع نہیں مگر جبکہ
رقت اور سیلان اسکا باقی نہ رہے تو اب اس پانی سے وضو اور غسل جائز نہیں دوسری قسم پکانے کی یہ کہ میل صاف کرنے کے واسطے نہیں چنانچہ
شوربا یہ اختلاط مانع طہارت ہے اگرچہ وہ سائل اور رقیق ہو یہ دوسری صورت ہے کمال اختلاط کی واما بغلبۃ المخالط فلو جامدا فبثخانۃ ما لم یزل الاسم
کنبیذ التمر یا مغلوب ہونا پانی کا کسی چیز ملجانے والی کے سبب سے ہو اور اگر وہ چیز ملجانے والی بستہ اور گاڑھی ہو تو اسکا غالب ہونا پانی پر پانی کے
گاڑھے ہو جانے سے ہے تا وقتیکہ پانی کا نام زائل نہو گیا ہو جیسا کہ شربت خرما کا ہم یہ دوسری طرح ہے پاک چیز کے غالب ہونے کی پانی پر نبیذ تمر یعنی شربت
خرما یہ ہے کہ خرما پانی میں تر کرتے ہیں پانی میٹھا ہو جاتا ہے اسکو خرما کا شربت کہتے ہیں پانی نہیں بولتے تو گاڑھا ہونے سے پہلے پانی مغلوب ہو گیا نام کے
جاتے رہنے سے تو اب غلبہ گاڑھے ہونے پر موقوف نہ رہا اس سے وضو کرنا جائز نہیں بنا بر ہیں ہے کہ عدم جواز وضو شربت خرما سے امام اعظم کا پچھلا قول ہے
ولو مائعا فلو مباینا لا وصافہ فبتغیر اکثرہا اور اگر ملجانے والی چیز پانی میں سائل اور پتلی ہے تو اگر پانی کے سب اوصاف کی مخالف ہے تو غلبہ اسکا ثابت ہوتا ہے
پانی کے اکثر اوصاف کے بدل جانے سے ہم پانی کے مخالط یعنی ملجانے والی چیز دو قسم ہے بستہ اور سائل بستہ کا بیان ہو گیا اب سائل کا بیان شروع
ہوا سائل کی تین صورتیں ہیں یا وہ سائل پانی کی سب صفات سے مخالف ہے یا بعض سے یا سب صفات کے موافق اور مماثل ہے پانی کی تین صفتیں
ہیں ایک رنگ دوسرے مزہ تیسرے بو سو سرکہ پانی کی تینوں صفت کے مخالف ہے تو اگر سرکہ پانی میں ملا اور اسکی دو صفت میں تغیر ہوا یعنی رنگ اور مزہ میں یا
مزہ اور بو میں یا رنگ اور بو میں تو غلبہ اسکا پانی پر ثابت ہو گیا او موافقا کلبن فباحدہا یا سائل چیز پانی کی بعض صفت سے موافق ہے اور بعضے سے مخالف ہے
جیسے کہ دودھ کہ بو نہ رکھنے میں پانی کے موافق ہے اور مزے اور رنگ میں مخالف ہے تو غلبہ اسکا پانی پر ایک مخالف صفت کے متغیر ہو جانے سے ہے تو اگر دودھ کا رنگ
یا مزہ پانی پر غالب ہو گیا تو وضو جائز نہیں ورنہ جائز ہے اور اسی طرح تربوز کا پانی مزے میں پانی کے مخالف ہے تو اسمیں غلبہ مزے کی وجہ سے معتبر ہوگا طحطاوی نے
کہا اگر شارح او مساویا فبالبعض الاوصاف کہتا تو بہتر ہوتا اور بعضے نسخہ میں فباحدہما بالصیغۃ تثنیہ ہے تو ضمیر کا مرجع مذکور نہیں او مماثلا کمستعمل فبالاجزاء فان المطلق اکثر من
النصف جاز التطہیر بالکل والا لا یا سائل پاک چیز پانی کے برابر اور مانند ہے سب تینوں صفات میں جیسا کہ مستعمل پانی تو غلبہ اسکا پانی پر اجزا کے حساب سے ہے تو اگر
مطلق پانی وزن میں نصف سے زیادہ ہے تو طہارت کرنا اس تمام مخلوط پانی سے جائز ہے اور اگر مطلق پانی وزن میں کم ہے مستعمل پانی سے یا برابر تو جائز نہیں ہم آب مستعمل کی
طہارت بنا بر قول مفتی بہ معتبر کے ہے اور یہی حکم ہے عرق گاؤزبان اور عرق گلاب کا جسکی بو باقی نہ رہی ہو اور اگر آب مستعمل مطلق پانی کے برابر ہو نہ زیادہ نہ کم تو ظاہر الروایۃ
میں مذکور نہیں بدائع میں ہے کہ فقہا نے کہا ہے کہ اسکا حکم مغلوب پانی کے برابر ہے احتیاط کی راہ سے کذا فی الطحطاوی عن البحر وفی النہر الملتقی والملتقی اور یہی جو حکم
کہ مذکور ہوا آب مستعمل میں وہ عام ہے اس پانی مستعمل کو جوڑا لا گیا مطلق مطہر پانی میں اور اسکے ساتھ ملگیا اور اس مطلق مطہر پانی کو جسمیں کوئی شخص بیٹھا یا اسنے
غوطہ مارا کذا فی الطحطاوی عن البحر یعنی ان دونوں صورتوں میں اگر آب مطلق نصف سے زائد ہے تو طہارت جائز ہے ورنہ جائز نہیں ففی الفساقی یجوز التوضی مالم

مساوی مستعمل جیسے ملاقی ہو تب بھی البحر والنہر والمنح تو وضو کرنا صغیر حوضون مین جائز ہی جبتک مستعمل کا برابر ہونا آب طہور کے ساتھ معلوم نہو یہ قاعدہ کم
بنا بر اُس تحقیق کے جو بحر الرائق اور نہر الفائق اور منح الغفار مین مذکور ہی ہم یہ تفریع ہی اس قول متقدم پر کہ وضو جائز ہی اگر مطلق پانی اکثر ہو والا جائز نہین
بحر الرائق مین کہا اور اسپر دلیل وہ ہی جو شیخ سراج الدین قاری ہدایہ نے اپنے فتاوی مین جسکو انکے شاگرد صاحب فتح القدیر نے جمع کیا ہی کہ کسی نے
اُنسے سوال کیا فسقیہ صغیرہ سے جسمین لوگ وضو کرتے ہین اور اُسمین مستعمل پانی گرتا ہی اور ہر روز اُسمین نیا پانی نازل ہوتا ہی اُسمین وضو کرنا جائز ہی یا
نہین تو جواب دیا کہ جب اُس حوض مین سوا اُسے پانی مذکور کے اور کوئی چیز واقع نہین ہوئی تو کچھ ضرر نہین انتہی یعنی اگر اسمین نجاست پڑ گئی تو وہ ناپاک
ہو جائیگا صغیر ہونے کے سبب سے کذا فی الطحطاوی قلت لکن الشرنبلالی فی شرح الوہبانیۃ فرق بینہما فراجعہ متاملا لیکن شرنبلالی نے وہبانیہ کی شرح
مین ملقی اور ملاقی مین تفرقہ کیا ہی تو اُسکی طرف رجوع کر غور و تامل کے ساتھ ہم خلاصہ کلام شرح وہبانیہ یہ ہی کہ قلیل مستعمل کے ملنے سے کثیر مطلق مستعمل نہین
ہو جاتا اور بدن کی ملاقات سے تمام پانی حکما مستعمل ہو جاتا ہی انتہی لیکن اس توہم کو صاحب بحر نے ذکر کیا اور اُسکی طرف التفات نہین کیا سو یون کہا کہ
جب مجھکو یہ معلوم ہوا تو ظاہر ہو گیا اُس شخص کے قول کا ضعیف ہونا جو ہمارے زمانہ مین کہتا ہی کہ آب مستعمل جب ڈالا جاوے آب مطلق مین اور حالانکہ مطلق
غالب ہی تو وضو سارے پانی سے جائز ہی اور جبکہ وضو کیا فسقیہ یعنی صغیر حوض مین تو سب مستعمل ہو گیا اسلیے کہ دونون مسئلون مین کچھ فرق نہین اور یون فرق
کرنا کہ وضو مین استعمال سارے پانی مین شائع ہو جاتا ہی بر خلاف ڈالنے کے مدفوع ہی اسطرح پر کہ شیوع اور اختلاط دونون صورتون مین برابر ہی تو من جہۃ
الحکم دونون صورتون مین کچھ فرق نہین معلوم ہوتا الحاصل فساقی صغار یعنی چھوٹے حوضون سے وضو کرنا جائز ہی جبتک اسکا گمان غالب نہو کہ آب مستعمل
اکثر یا مساوی ہی اور وقوع نجاست کا گمان غالب نہو انتہی از بسکہ ملقی اور ملاقی مین کچھ فرق ظاہر نہین اسی واسطے شارح نے اسکی طرف بلفظ تامل اشارہ
کردیا کذا فی الطحطاوی ویجوز رفع الحدث بما ذکر فان مات فیہ ای الماء ولو قلیلا غیر دموی کزنبور وعقرب وبق ای بعوض وقیل بق الخشب اور جائز ہی
دور کرنا حدث کا مطلق پانی کے اُن اقسام سے جنکا بیان گذر گیا اگرچہ وہ پانی قلیل ہو گو کہ اسمین مرگیا ہو وہ جانور جسمین خون سائل نہین جیسا کہ بھڑ اور بچھو
اور بق یعنی مچھر اور بعضون نے کہا بق سے مراد لکڑی کا کیڑا ہی وفی المجتبی الاصح فی علق مص الدم انہ یفسد ومنہ یعلم حکم بق وقراد وحلم اور مجتبی مین صحیح تر حکم اس
جونک کا جسنے خون کو چوسا اور قلیل پانی مین مرگئی یہ ہی کہ وہ پانی فاسد ہوتا ہی یعنے ناپاک ہو جاتا ہی اور اسی ترجیح سے معلوم ہوتا ہی حکم مچھر اور چھوٹی چیچڑی اور
بڑی چیچڑی کا یعنی اگر مچھر اور چیچڑی خون پی کر قلیل پانی مین مرجاوے تو پانی ناپاک ہوگا جیسے خون کی چوسی ہوئی جونک اسکے مرنے سے ناپاک ہوتا ہی قول اصح مین
اسلیے کہ جونک اور مچھر مین خون ذاتی نہین مستعار ہی کذا فی النہر وفی الوہبانیۃ دود القز وماءہ وبزرہ وخرءہ طاہر کدودۃ متولدۃ من نجاسۃ اور وہبانیہ مین ہی کہ
ریشم کا کیڑا اور اُسکا چوسیدہ پانی اور اُسکے انڈے اور بچال پاک ہی جیسے نجاست کا پیدا ہوا کیڑا پاک ہی ہم پانی سے وہ پانی مراد ہی جسمین ریشم کے کیڑے اوٹائے
جاتے ہین ریشم کے نکالنے کے واسطے کذا فی الحلبی ومائی مولد ولو کلب الماء وخنزیرہ کسمک وسرطان وضفدع اور اگرچہ آب مطلق قلیل مین وہ جانور
مرگیا ہو جسکی پیدائش کا مکان پانی ہی جیسا کہ مچھلی اور کیکڑا اور مینڈک اگرچہ پانی کا کتا اور سور ہو ہم مصنف نے صاحب ہدایہ کی پیروی کر کے دو مسئلہ بیان
ٹھہرائے ایک اُس جانور کا جسمین خون سائل نہین دوسرے وہ جانور جو پانی مین پیدا ہوتا ہی اور کنز کی طرح یون نہ کہا کہ موت ما لا دم الخ اسواسطے کہ کنز یعنی عبارت کنز
نکلتا ہی اُس جانور کا جو پانی مین پیدا ہوتا ہی اور وہین رہتا ہی اور اُسمین خون سائل ہی اسواسطے کہ ظاہر الروایۃ مین اُسکی موت مین پانی نجس نہین ہوتا لہذا مصنف
نے دونون صورتون کو جمع کر دیا بحر الرائق مین کہا کہ پانی کے سگے مین مشایخ کا اختلاف ہی بلا ترجیح چنانچہ معراج الدرایۃ مین ہی لیکن خلاصہ مین ہی کہ پانی کا کتا
اور پانی کا سور جب پانی مین مرجاوین تو اسپر فقہا کا اجماع ہی کہ پانی فاسد نہین ہو جاتا تو شاید کہ قول ضعیف کا اعتبار نہین کیا کذا فی الطحطاوی الا تری الہ دم
سائل وہو بالاستقراء لہذا صاحبہ فیفسد فی الاصح کحیۃ بریۃ ان لہا دم الا اذا کبر جنگلی مینڈک مین خون سائل ہوتا ہی اور جنگلی وہ ہی جسکی انگلیون کے درمیان مین

مطلب شامی نے سانپ سے نقل کیا کہ بق مچھر اور کھٹمل کو کہتے ہین اور بعض نے ... ١٢

پیدا وہ نہین ہوتا ہو اسکے مانند تو اُسکی موت سے پانی فاسد یعنی نجس ہوجاتا ہو صحیح تر قول مین جیسے خشکی کے سانپ کی موت سے پانی نجس ہوجاتا ہو اگر اُسمین
خون سائل ہو اور اگر خون نہو یا خون سائل نہو تو ناپاک نہین ہوتا وکذا الحکم لو ماتت خارجہ والقی فیہ فی الاصح فلو تفتت فیہ نحو ضفدع جاز الوضوء بہ
لا شربہ لحرمۃ لحمہ اور اسی طرح کا حکم ہو یعنے پانی ناپاک نہین ہوتا اگر مر گیا وہ جانور جو مذکور ہوا پانی سے باہر اور پانی مین ڈالا گیا صحیح تر قول مین تو اگر پانی مین
مینڈک کے مانند جانور ریزہ ریزہ ہوگیا تو وضو اُس سے جائز ہو پینا اُسکا جائز نہین اُسکے گوشت کے حرام ہونے سے ہم مینڈک کے مانند وہ جانور ہو جو ناپاک نہین
مگر اُسکا کھانا حرام ہو ویُنجّس الماء القلیل بموت مائی معاش بری مولد فی الاصح کبط واوز اور ناپاک ہوتا ہو تھوڑا پانی صحیح تر قول مین اُس جانور کے مرنے سے جو پانی
مین رہتا ہو خشکی مین پیدا ہوتا ہو چنانچہ بط اور چینی بط ہم پانی کی چڑیون مین تصحیح مشکل ہو لیکن شرح جامع صغیر قاضی خان کی تصحیح موجہ تر ہو لہذا ماتن نے اسی پر
اعتماد کیا کذا فی النہر وحکم سائر المائعات کالماء فی الاصح اور پانی کے سوا باقی سائل اور روان چیزون کا حکم پانی کے مانند ہو صحیح تر قول مین یعنی وقوع نجاست سے
قلیل فاسد ہوتا ہو نہ کثیر حتے لو وقع بول فی عصیر عشر فی عشر لم یفسد یہانتک کہ اگر آدمی کا پیشاب پڑا اُس حوض مین جسمین وہ در دہ رس ہو کسی چیز کا تو وہ فاسد یعنی
ناپاک نہوگا جیسے اتنا پانی ناپاک نہین ہوتا ولو سال دم رجلہ مع العصیر لا ینجس خلافا لمحمد ذکرہ القہستانی وغیرہ اور اگر پاؤن کا خون بہا رس کے ساتھ یعنی جاری
رس کے ساتھ کذا فی الطحطاوی تو وہ ناپاک نہوگا برخلاف محمد رحمہ کے ایسا ذکر کیا ہو قہستانی وغیرہ نے ہم انگور وغیرہ کا پاؤن سے دابکر رس نچوڑتے ہین تو اگر
پاؤن کا خون جاری رس کے ساتھ بہیگا ناپاک نہوگا جیسے آب رواں کے ساتھ خون کا بہنا ناپاک نہین کرتا ویُنجّس بتغیر احد اوصافہ من لون او طعم او ریح
ینجس الکثیر اور ایک وصف کے بدلنے سے پانی کے تین اوصاف مین سے کہ رنگ اور مزا اور بو ہو ناپاک ہوجاتا ہو بہت پانی اور اسی طرح رس ہم شارح نے
کثیر کا لفظ ذکر کرکے اشارہ کیا کہ ینجس کا لفظ فعل مضارع ہے اور کثیر اُسکا فاعل ہو سو یہ بات ٹھیک نہین بلکہ حق یہ ہو کہ قولہ وینجس متعلق ہو بہت پانی پر تو وہ
متعلق ہو ینجس بموت مائی کا جسکو شارح مضارع سمجھتا ہو وہ جار مجرور ہو یعنی باء حرف جارہ ہو نہ باء سببیہ اور یہ جار مجرور متعلق ہو تغیر کا تو مطلب یہ ہو کہ ناپاک
ہوجاتا ہو پانی ایک وصف کے متغیر ہونے سے بسبب واقع ہونے نجاست کے اور شارح کے بیان مین یہ خلل ہو کہ فاعل کا حذف کرنا بدون قرینہ
جائز نہین اور یہ بھی معلوم نہین ہوتا کہ پانی کا تغیر کس چیز سے ہوا پاک چیز سے یا ناپاک سے کذا فی الطحطاوی مختصرا ولو جاریا اجماعا ایک وصف کا بدلنا
نجاست سے پانی کو نجس کرتا ہو اگرچہ جاری اور بہتا ہوا پانی ہو بالاتفاق ہم علما کا اسپر اجماع اور اتفاق ہو کہ جب پانی کا ایک وصف بھی نجاست سے
بدل گیا اس سے طہارت جائز نہین خواہ پانی قلیل ہو یا کثیر جاری ہو یا غیر جاری اسی طرح منقول ہو ہم حنفیوں کی کتابون مین اور امام نووی شافعی
نے بھی شرح مہذب مین اسی طرح نقل کیا ہو اور اگر نجاست سے تغیر نہین ہوا تو اتفاق ہو عامہ علما کا اسپر کہ قلیل ناپاک ہوجاتا ہو نہ کثیر لیکن حد قلیل اور
کثیر مین اختلاف ہو چنانچہ آگے معلوم ہوگا کذا فی البحر والنہر اما القلیل فینجس وان لم یتغیر خلافا لمالک اور قلیل پانی تو ناپاک ہوجاتا ہو نجاست کے
واقع ہونے سے اگرچہ پانی کا رنگ یا مزہ یا بو نہ بدلے برخلاف امام مالک کے مذہب کے ہم امام مالک کا یہ مذہب ہو کہ وقوع نجاست سے قلیل
پانی مین نجس نہین ہوتا جب تک کہ رنگ یا مزہ یا بو اُسکی متغیر نہو لیکن اسپر اعتراض وارد ہوتا ہو کہ جو پانی متغیر نہو وہ کثیر ہو امام مالک کے نزدیک
نہ قلیل کذا فی البحر لو تغیر بطول مکث ناپاک نہین ہوتا پانی اگر اسکا مزہ وغیرہ بدل گیا زیادہ ٹھہرنے سے فلو علم نتنہ بنجاسۃ لم یجز تو اگر اُسکی
گندگی معلوم ہوئی نجاست کے سبب سے تو طہارت جائز نہین ولو شک فالاصل الطہارۃ اور اگر گندگی مین شک پڑے معلوم نہین کہ زیادہ ٹھہرنے کے
سبب سے ہو یا نجاست کے سبب سے تو اصل طہارت ہو تو اصل ہی کا اعتبار کرنا چاہیے لوگون سے اسکی تحقیق واجب نہین ضرور نہین کذا فی المنح والتوضؤ
من الحوض افضل من النہر رغما للمعتزلۃ اور وضو کرنا حوض سے بہتر ہو نہر سے معتزلہ کے ذلیل کرنے کو ہم معتزلہ ایک فرقہ ہو اسلام مین اہل سنت کے مخالف انکے
اصول اور فروع حنفی ہین مگر اس مسئلہ مین مخالف ہین یعنے اُنکے نزدیک حوض کبیر وقوع نجاست سے نجس ہوتا ہو اگرچہ نجاست قلیل ہو بحر الرائق

فتح القدیر سے نقل کیا کہ اُنکے مخالف اس صورت میں ہی جبکہ معتزلہ موجود ہوں اور جہاں وہ لوگ نہیں تو وہاں وضو کرنا نہر سے بہتر ہی حوض سے وکذا
یجوز بماءٍ خالطہ طاہرٌ جامدٌ مطلقاً کأشنان وزعفران اور اسی طرح طہارت جائز ہی اس پانی سے جسکے ساتھ مخلوط ہو گئی پاک چیز بستہ غیر سائل ہر طرح
کی جیسا کہ اشنان اور زعفران ہم طاہر غیر سائل کا ملنا ہر طرح مانع طہارت نہیں خواہ وہ چیز زمین کی جنس سے ہو جیسا کہ مٹی اور چونہ یا بقصد تنظیف تخلیط ہوئی
جیسا کہ اشنان اور صابون یا کوئی اور چیز ہی جیسا کہ زعفران امام کے نزدیک کذا فی المنح لکن فی البحر عن القنیۃ ان امکن الصبغ بہ لم یجز کنبیذ تمر لیکن بحر الرائق میں
قنیہ سے منقول ہی کہ اگر زعفران کے پانی سے رنگنا کپڑے وغیرہ کا ممکن ہو تو طہارت اُس سے جائز نہیں جیسے شربت خرما سے جائز نہیں وَ فاکہۃ وَ وَرَق شجر
وان غیّر کل اوصافہ فی الاصح اور جیسے پھل اور درخت کے پتوں کے پانی میں مل جانے سے طہارت جائز ہی اگرچہ پتی سے پانی کے تمام اوصاف بدل گئے ہوں
صحیح تر قول میں ہم نہایۃ میں ہی کہ استاد دن سے منقول ہی کہ وہ وضو کیا کرتے تھے اُن حوضوں سے جنمیں درختوں کی پتی واقع ہوتی تھی باوجود متغیر ہو جانے
تمام اوصاف کے اور کوئی کسی کو منع نہیں کرتا تھا اور مقابل اصح کے محمد بن ابراہیم میدانی کا قول ہی کہ اگر اُس پانی کی رنگت ہتھیلی میں اُٹھانے سے معلوم ہو
تو اُس سے وضو درست نہیں اُسکا پینا درست ہی ان لم یقطع رقتہ ای واسمہ کما مر لیشترط بکہ اُس پانی کا پتلا پن اور نام اسکا باقی رہا جیسا کہ گزر گیا آب مطلوب
کے بیان میں ہم اور جبکہ پانی کا نام زائل ہو جیسا کہ زعفران کا پانی اُس صورت میں کہ کپڑے وغیرہ رنگتا ہو تو اس سے وضو جائز نہیں کیونکہ عربی زبان میں اُسکا نام
صبغ ہو گیا جیسا کہ نبیذ تمر کذا فی الطحطاوی ویجوز بجارٍ وقعت فیہ نجاسۃ اور طہارت جائز ہی اُس بہتے پانی سے جسمیں نجاست پڑی ہم خواہ نجاست نظر
آتی ہو پانی میں یا نظر نہ آتی ہو آب جاری میں سے ناپاک نہیں ہوتا خود محل وقوع نجاست سے وضو درست ہی ابو یوسف رح کے نزدیک اور یہی مختار ہی
مشایخ بخارا کا نصاب میں کہا کہ اسی قول پر فتوی ہی کذا فی الطحطاوی والجاری ہو ما یعدّ جاریاً عرفاً اور جاری پانی وہ ہی جسکو روان اور بہتا عرف میں
شمار کرتے ہیں وقیل ما یذہب بتبنۃ والاول اظہر والثانی اشہر اور بعضوں نے کہا جاری پانی وہ ہی جو تنکے کو بہا لیجاے اور پہلا قول ظاہر تر ہی اور دوسرا قول
مشہور تر ہی کذا فی البحر وان لم یکن جریانہ بمدد فی الاصح آب روان ناپاک نہیں ہوتا اگرچہ اُسکا بہنا اوپر کے پانی کے مدد سے نہو صحیح تر قول میں یعنی
اگرچہ مبدا اور منشا اسکا چشمہ یا جھیل یا مینھ نہو هم عدم اشتراط مدد کی تصحیح صاحب سراج اور صاحب تجنیس نے کی ہی اور مقابل اسکے فتح القدیر کا قول ہی
کہ جاری ہونے میں پانی کی مدد ضرور ہی جیسا کہ چشمہ اور کنواں یہی قول مختار ہی تو یہاں دونوں قولوں کی تصحیح واقع ہی کذا فی الطحطاوی فلو سدّ النہر
من فوق فتوضأ رجلٌ بما یجری بلا مدد جاز لانہ جارٍ تو اگر نہر بند کی گئی اوپر سے اسطرح کہ بند سے مطلقاً پانی نہیں رہتا ہی پھر کسی مرد نے وضو کیا اُس پانی سے
جو بہتا ہی بدون مدد کے تو جائز ہی اسواسطے کہ وہ جاری پانی ہی وکذا لو حفر نہراً من حوض صغیر او صبّ رفیقہ الماء فی طرف میزاب وتوضأ فیہ وعند طرفہ الاٰخر
اناء فجمع الماء جاز توضیہ بہ ثانیاً وثالثاً وثمّ وتمامہ فی البحر اور اسی طرح اگر نہر کھودی چھوٹے حوض سے اور اُسمیں پانی بہا حوض کا یا ایک شخص کے رفیق نے
پانی ڈالا پرنالے کے ایک کنارے پر اور اُس شخص نے وضو کیا نہر یا پرنالے کے روان پانی میں اور پرنالے کے دوسری طرف کوئی برتن ہی جسمیں وہ
روان پانی جمع ہوتا جاتا ہی تو دوسری بار اُسی پانی سے وضو کرنا جائز ہی اور پھر تیسری بار اسی طرح اور پھر چوتھی بار اسی طرح پانی بہا کر وضو جائز ہی اور
اسکا پورا بیان بحر الرائق میں ہی ہم یعنے حوض صغیر سے پانی بہایا نہر میں اور بہنے کی حالت میں وضو کیا پھر وہ پانی جمع ہوا ایک مکان میں سو دوسرے
آدمی نے اُس مکان سے نہر کھودی اور اُسمیں پانی بہایا اور وضو کیا جاری ہونے کی حالت میں پھر وہ پانی جمع ہو گیا اور مکان میں پھر اور آدمی نے
اسی طرح کیا تو سب شخصوں کا وضو درست ہی اسواسطے کہ ہر ایک نے پانی بہنے کی حالت میں وضو کیا اور جاری پانی نجس نہیں ہوتا جب تک متغیر
نہو جاوے جیسا کہ بحر الرائق میں ہی اور جو پانی کہ جمع ہوا وہ طاہر اور طہور ہی یعنے پاک کرنے والا ہی اسواسطے کہ اُسکا استعمال جاری ہونے کی حالت میں ہوا ہی
اور جاری پانی مستعمل نہیں ہوتا استعمال کرنے سے اسی طرح منقول ہی شیخ زاہد ابو الحسن رستغفنی سے علامہ نوح نے کہا کہ یہ فرع مبنی ہی آب مستعمل

کے نجس ہونے پر اور فتوی ہو آب مستعمل کے طاہر ہونے پر کذا فی الطحطاوی وان لم یر ای یعلم اثرہا فلو فیہ جیفۃ او بال فیہ رجل فتوضأ آخر من اسفلہ
جاز ما لم یر فی اسفلہ اثرہ آب جاری وقوع نجاست سے نجس نہیں ہوتا جبتک نجاست کا اثر نہ معلوم ہو تو اگر آب جاری میں مردار جانور پڑا ہو یا اسمیں
کسی مرد نے پیشاب کیا سو دوسرے مرد نے اُسکی جانب نشیب میں وضو کیا تو جائز ہی جبتک کہ جانب نشیب میں اُسکا اثر معلوم نہو ہم شارح نے مردار اور
پیشاب کی مثال دیکر اشارہ کیا کہ نجاست مرئی اور غیر مرئی میں کچھ فرق نہیں وہو ای الطعم او اللون او الریح اور وہ یعنی نجاست کا اثر یا مزہ ہی یا رنگ یا بو ظاہرہ

ان ثم الجیفۃ وغیرہا وہو ما رجحہ الکمال وقال تلمیذہ قاسم انہ المختار وقواہ فی النہر واقرہ المصنف وفی القہستانی عن المضمرات عن النصاب وعلیہ الفتوی
اور ظاہر کلام مصنف کا مردار اُسکے غیر دونون کو شامل ہی یعنی آب جاری میں بدون ظہور اثر کے نجاست نہیں ہوتی خواہ مردار ہو یا غیر اُسکے اور اسی قول
کی ترجیح دی ہی محقق کمال نے اور اُنکے شاگرد قاسم نے کہا کہ یہی قول مختار ہی اور اسی کو قوی کہا ہی نہر الفائق میں اور اسی کو ثابت رکھا ہی مصنف نے اپنی شرح
منح الغفار میں اور قہستانی میں مضمرات سے اور اسمین نصاب سے منقول ہی کہ اسی قول پر فتوی ہی وقیل ان جریٰ علیہا نصفہ فاکثر لم یجز وہو احوط اور قول
دوسرا یہ ہی کہ اگر پانی جاری ہو مردار کے نصف بدن پر یا زیادہ پر تو اس سے طہارت جائز نہیں اور یہ قول زیادہ تر احتیاط کا ہی اور اکثر فتاوون میں یہی
مذکور ہی والحقوا بالجاری حوض الحمام لو الماء نازلا والغرف متدارک اور فقہا نے آب جاری کے ساتھ ملا یا ہی حمام کے حوض کو بشرطیکہ اوپر سے پانی نازل ہو اور حوض سے پانی کا لینا پے در پے ہو اسطرح پر کرنا بین الغرفتین سطح پانی کا ساکن نہو گیا ہو تو اگر ناپاک برتن یا ناپاک
ہاتھ اس حوض میں ڈالا جاویگا تو وہ ناپاک نہو گا بدون ظہور اثر کے کذا فی البحر کحوض صغیر یدخلہ الماء من جانب ویخرج من آخر یجوز التوضی من کل الجوانب
مطلقا یعنی اُس چھوٹے حوض کے مانند جسمین پانی داخل ہوتا ہی ایک طرف سے اور خارج ہوتا ہی دوسری طرف سے تو وضو کرنا جائز ہی اُسکی ہر طرف سے
اسی کا فتوی ہی ہم ہر طرح یعنے وہ حوض چار در چار ہو یا کم یا زیادہ اس سے اور قول ضعیف یہ ہی کہ اگر چار در چار سے زیادہ ہی تو وقوع نجاست سے ناپاک
ہو گا کذا فی البحر پھر معلوم کرنا چاہیے کہ حوض مذکور کا مسئلہ مبنی ہی آب مستعمل کی نجاست پر اور مبنی ہی قول پر چونکہ آب مستعمل پاک ہی تو وضو مطلقا درست ہی
کیونکہ مستعمل مغلوب ہی اور مطہر غالب وکعین ہی تخمس فی خمس ینبع الماء منہ بہ یفتی قہستانی معزیا للتتمۃ اور مانند اُس چشمے کے کہ وہ پانچ در پانچ ہو اسمین سے پانی
جوش مارکے نکلتا ہو اُسکے ہر طرف سے وضو جائز ہی اسی کا فتوی دیا گیا ہی چنانچہ قہستانی نے اسکو تتمہ کی طرف منسوب کیا ہی ہم پانچ کی قید اسواسطے لگائی کہ
یہی تو محل نزاع ہی اور اگر پانچ ہاتھ سے حوض یا چشمہ کم ہو تو بالاتفاق وضو جائز ہی وجہ اختلاف یہ ہی کہ چھوٹے حوض یا چشمہ میں آب مستعمل جلد نکلتا ہی اور
اور بڑے حوض میں گوشون میں ٹھہر جاتا ہی اور یہ مسئلہ بھی آب مستعمل کی نجاست پر متفرع ہی اور فتوی اسکے برخلاف ہی وکذا یجوز براکد کثیر کذلک ای
وقع فیہ نجس لم یر اثرہ ولو فی موضع وقوع المرئیۃ بہ یفتی بحر اور اسی طرح وضو جائز ہی اس بستہ ٹھہرے کثیر پانی سے جو اسی طرح کا ہی یعنی جسمین ایسی نجاست پڑی
جسکا کچھ اثر نمودار نہیں اگرچہ نجاست مرئیہ کے مکان وقوع میں وضو کیا اسی قول کا فتوی ہی بحر الرائق میں ہم اور بعضون نے یہ اختیار کیا کہ اٹکل کرے سو اگر
اٹکل میں یہ آوے کہ نجاست خالص نہیں ہوئی تو وضو کرے یعنے موقع نجاست میں ورنہ وضو نہ کرے ابن امیر حاج نے کہا ہی صحیح تر ہی اور کرخی وغیرہ نے
تجنیس کی ترجیح دی ہی بدائع میں کہا کہ یہی ظاہر الروایۃ ہی اور مطلب اُسکا یہ ہی کہ موضع نجاست کو چار در چار چھوڑ کر وضو کرے اور مشائخ بخارا اور ماوراء النہر
نے کہا کہ غیر مرئی نجاست میں موضع وقوع نجاست سے وضو کرے وہو الاصح تو معلوم ہوا کہ سب اقوال کی تصحیح واقع ہوئی ہی مگر فتوی اُسی پر ہی جو شارح
نے ذکر کیا یعنی اگر نجاست مرئی کا اثر معلوم نہو تو موضع وقوع سے وضو جائز ہی فتح القدیر میں ہی کہ اسی قول کی ترجیح اولی ہی اور ایسا ہی نہر الفائق میں
کذا فی الطحطاوی والمعتبر فی مقدار الراکد اکبر رای المبتلی بہ فان غلب علی ظنہ عدم خلوص ای وصول النجاسۃ الی الجانب الآخر جاز والا لا ہذا
ظاہر الروایۃ عن الامام والیہ رجع محمد وہو الاصح کما فی الغایۃ وغیرہا وحقق فی البحر انہ المذہب وبہ یعمل اور اُس آب بستہ غیر جاری کی مقدار میں جو ناپاک

اور اگر پانی کو دیکھا
دوسرے کی جگہ وضو
کر لیا اس جگہ نجاست
گر گئی تو ناپاک ہو گا
کذا فی الشامی

نہین ہو جاتا بلا ظہور اثر نجاست کے تجویز غالب معتبر ہی مثلی ہو کی یعنے اس شخص کی جسکو طہارت کے واسطے پانی کی حاجت پڑی تو اگر اسکے گمان مین عدم خلوص
یعنے نہ پہونچنا نجاست کا دوسری طرف غالب ٹھہر گیا تو وہ آب کثیر ہی اس آب بستہ سے وضو اور غسل جائز ہی اگر یہ گمان غالب نہین ہوتا تو وہ قلیل پانی ہو طہارت
اُس سے جائز نہین یہی ظاہر الروایۃ ہی امام اعظم سے اور اسی قول کی طرف محمد رح نے جنسے دہ در دہ کا قول منقول ہی رجوع کیا ہی اور یہی قول صحیح تر ہی چنانچہ
غایۃ البیان وغیرہ مین ہی اور بحر الرائق مین ثابت کیا ہی کہ یہی قوی مذہب ہی اور اُسی پر عمل کرنا چاہیے ھم بحر الرائق مین دلیل روایات سے اسکو مذہب ثابت
کیا ہی پھر یون کہا ہی کہ یہ جو ہمارے اکثر بلکہ تمام علما متاخرین نے دہ در دہ کو آب کثیر قرار دیا ہی وہ ہمارے اصحاب کا مذہب نہین اور محمد رح نے اگرچہ اسکی
تقدیر کی ہو مگر اس سے رجوع کیا ہی اور اگر رجوع بھی ثابت نہو تا تو یہ تقدیر لازم نہین مگر انکے حق مین اسواسطے کہ جبکہ ہر حاجتمند کے استکثار کا اعتبار ہوا
تو ایک شخص کا کثیر سمجھنا دوسرے پر لازم نہین بلکہ یہ امر مختلف ہی جو جسکے دل مین پڑے اُسپر وہ عمل کرے اور یہ امر اُن امور سے نہین ہی جسمین عامی پر مجتہد
کی تقلید واجب ہو چنانچہ فتح القدیر مین ہی کذا فی الطحطاوی مصنف نے اپنی شرح مین کہا چونکہ حد آب کثیر مین ظن غالب ظاہر الروایۃ تھا اور اسکی تصحیح اکثر کتب
معتمدہ مین واقع تھی لہذا ہمنے اس متن مین اسی پر اعتماد کیا اور متاخرین نے جو دہ در دہ کو اختیار کیا وہ ظاہر الروایۃ نہین اور نہ ہمارے علما سے متقدمین کا
مذہب ہی اگرچہ صاحب کنز نے اسپر یقین کیا ہی اور صاحب ہدایہ نے اُسپر فتوی ٹھہرایا ہی تو جو مذہب مین صحیح قول ہی اسی پر عمل کرنا متعین ہی انتہی وان التقدیر
بعشر فی عشر لا یرجع الی اصل یعتمد علیہ ورد ما اجاب بہ صدر الشریعۃ اور بحر الرائق مین یہ ثابت کیا ہی کہ آب کثیر مین اندازہ ٹھہرانا دہ در دہ کا اصل معتمد علیہ
کی طرف راجع نہین ہوتا اور جو ثبوت اصل کا جواب دیا ہی صدر الشریعۃ نے شرح وقایہ مین اسکو رد کیا ھم صدر الشریعۃ نے دہ در دہ کی یہ حدیث اصل ٹھہرائی کہ جو
کنوان کھودے تو اسکا حق کنوئین کے گرداگرد ۴۰ گز ہی تو اُسکے گرد چارون طرف سے ۱۰ گز ہوئے تو اگر دوسرا شخص دس گز کے اندر بیرِ بالوعہ یعنی نجاست ڈالنے کا
کھتا کھودیگا تو رد کیا جائیگا اسواسطے کہ پہلے کنوئین کی طرف نجاست سرایت کریگی اور اگر دس گز کے بعد کھودیگا تو رد کیا نجائیگا تو معلوم ہوا کہ شرع نے ذہ در ذہ کو
عدم سرایت مین اعتبار کیا ہی صاحب بحر نے اسکو تین وجہ سے رد کیا ہی از انجملہ ایک وجہ یہ ہی کہ حریم چاہ کا دس گز ہونا بعض کا قول ہی اور صحیح قول تو یہ ہی کہ اسکا حریم ہر طرف
سے ۴۰ گز ہی دوسری وجہ یہ ہی کہ زمین بمراتب سخت ہی پانی سے تو پانی کو زمین پر قیاس کرنا عدم سرایت مین صحیح نہین کذا فی الطحطاوی مختصراً علامہ عینی نے شرح
ہدایہ مین فرمایا کہ حدیث بیر بضاعہ دہ در دہ کی سند ہو سکتی ہی بیان اُسکا یہ ہی کہ محمد بن حسن سے جب آب کثیر کا سوال ہوا تو کہا کہ اگر میری مسجد کے برابر ہو تو وہ کثیر ہی جب
اسکو ناپا تو مسجد اندر سے ہشت در ہشت تھی اور باہر سے دہ در دہ تھی اور قول ضعیف یہ ہی کہ دوازدہ در دوازدہ تھی اور بیر بضاعہ کی مساحت ہشت در ہشت تھی اور دلیل
اُسپر ابو داؤد سجستانی صاحب سنن کا قول ہی کہ مین نے بیر بضاعہ کو ناپا اپنی چادر سے تو عرض اسکا چھ گز تھا اور مین نے وہان پوچھا کہ زمان سابق سے اسمین کچھ تغیر
ہوا ہی جواب دیا کہ نہین پھر جب اسکا عرض چھ گز کا ہوا تو طول اسکا زیادہ ہوگا اسواسطے کہ اکثر طول زیادہ ہوتا ہی عرض سے اور اگر وہ کنوان مدور ہوتا تو کہتے کہ اسکا
دور چھ گز کا تھا تو جبکہ طول کی زیادت عرض کے ساتھ ملائی جاوے تو مقدار اُسکی ہشت در ہشت یا زیادہ ٹھہریگی تو محمد رح نے اس تقدیر کو لیا لیکن باب عبادات مین
احتیاط لازم ہی لہذا انکی مسجد اصلی کے خارج کو یعنی دہ در دہ کو اعتبار کیا انتہی لکن فی النہر وانت خبیر بان اعتبار العشر اضبط ولا سیما فی حق من لا رای لہ من العوام فلذا افتی
المتاخرون الاعلام لیکن نہر الفائق مین ہی کہ ای مخاطب تو جانتا ہی کہ مقرر اعتبار کرنا دہ در دہ کا ضبط اور بند و بست کی بات ہی خصوصاً عوام لوگون کے حق مین جنکو ظن غالب
اور تجویز حاصل نہین تو اسی واسطے علمائے کبار متاخرین نے دہ در دہ کا فتوی دیا ھم قوت دلیل صاحب بحر الرائق کے کلام مین ہی اور جبکہ تو صاحب بحر اور صاحب نہر دونون
کے کلام پر بخوبی آگاہ ہو تو تجھکو اسکا یقین حاصل ہو جاوے اور جو کہ صاحب نہر نے مذکور کیا اسکو صاحب بحر نے بھی ذکر کیا اور اُسکو قابل التفات کے نجانا کذا فی الطحطاوی
اتی فی المربع باربعین وفی المدور بستۃ وثلثین وفی المثلث من کل جانب خمسۃ عشر ربعا وخمسا بذراع الکرباس یعنی متاخرین کا فتوی ہی حوض مربع مین ۴۰ گز پر اور
حوض مدور مین ۳۶ گز پر اور حوض مثلث مین ہر طرف سے پندرہ گز اور چوتھائی اور پانچوان حصہ گز پر تینون صورتون مین کپڑے ناپنے کا گز مراد ہی ھم یعنی حوض مین

یعنی ان مین دہ در دہ کی تقدیر کسی اصل سے ماخوذ نہین ۱۲

جو آب جاری کے مانند نجاست کے پڑنے سے بدون ظہور اثر کے ناپاک نہیں ہو سکتا اُسکی مقدار بموجب فتوای متاخرین کے اگر وہ مربع ہو تو دہ دردہ ہے یعنی ہر طرف
سے دس گز اور پانی کے چارون طرف سے ۴۰ گز اور سطح پانی کا طول اور عرض مین سو گز اور حوض مدور مین ۳۶ گز کی ترجیح مذکور ہے ظہیریہ مین اور تجنیس ظہیریہ مین ۴۸
گز محیط مین کہا کہ ۴۸ گز اعتبار مین زیادہ تر احتیاط ہے کما فی النہر اور اگر حوض مثلث ہو یعنے جسکے تینون کونے معتدل ہین تو ہر طرف سے پندرہ گز اور چہارم گز اور شارح
نے جو خمس گز زیادہ کیا ہے اُسکی کچھ حاجت نہین اسلیے کہ اسقدر سے مساحت پانی کی سو گز ہو جاتی ہے و تمامہ فی الطحطاوی نہر الفائق مین ہے کہ معتبر ذراع کرباس ہے یا ذراع
مساحت یا ہر زمان اور مکان کا گز جس سے پیمائش کرتے ہین تینون قولون کی ترجیح واقع ہوئی اور پچھلا قول اشبہ ہے انتہی ہدایہ اور تجنیس مین ذراع کرباس کو
اختیار کیا ہے علامہ عینی نے کہا مساحت کا گز سات مشت یعنی سات مٹھی کا اور ہر مٹھی پر ایک کھڑی انگلی اور ذراع کرباس یعنی کپڑے ناپنے کا گز فقط سات مٹھی کا ہے
اور ہر مٹھی پر انگلی قائم نہین اور دوسرا قول یہ ہے کہ ۲۴ انگلی کا گز لا اله الا الله محمد رسول الله کے حروف کے شمار کے موافق ولو له طول لا عرض لکنه یبلغ عشرا
فی عشر جاز تیسیرا اور اگر حوض یا خندق کا طول ہو اور بہت عرض نہین لیکن اگر اُسکو کسر کے حساب سے کھینچیں تو دہ دردہ یعنی سو گز تک پہونچتا ہو تو وضو کرنا اُس سے
جائز ہے خلق اللہ کی آسانی کے واسطے کذا فی النہر ولو اعلاہ عشرا و اسفلہ اقل جاز حتی یبلغ الاقل اور اگر ایک حوض اوپر سے دہ دردہ ہو اور نیچے سے کم دہ دردہ
سے تو وضو اُس سے باوجود وقوع نجاست جائز ہے تاوقتیکہ پانی کم ہو کر نہ پہونچے یعنے جب کم ہو کر پانی وہان پہونچ جائیگا تو وقوع نجاست سے ناپاک ہوگا وضو
جائز نہوگا ولو بعکسه فوقع فیه نجس لم یجز حتی یبلغ العشر اور جو اسکے بالعکس ہو یعنے حوض اوپر سے تنگ ہو دہ دردہ سے کم اور نیچے سے کشادہ دہ دردہ یا دہ دردہ سے
ہو اُسمین نجاست پڑی تو وضو جائز نہین جب تک کہ اوپر کا پانی فنا ہو کر دہ دردہ کو پہونچے یعنے جب وہان پہونچیگا تو اب وضو کرنا اُس سے جائز ہوگا کذا فی النہر
عن السراج الہندی ولو جمد ماؤہ فثقب ان الماء منفصلا عن الجمد جاز لانه کالمسقف وان متصلا لا لانه کالقصعة اور اگر حوض کبیر کا پانی برف کی سردی سے
جمکر تختہ کے مانند ہو گیا پھر اُسمین سوراخ کیا گیا اگر پانی جدا ہے آب بستہ سے تو وضو جائز ہے اسواسطے کہ وہ پانی اسکے اندر ہے جیسے چھت ہو یعنی اگرچہ سوراخ دہ دردہ
سے کم ہو اور اگر پانی حوض کا آب بستہ سے ملا ہوا ہے تو وضو اُس سوراخ سے جائز نہین اسلئے کہ وہ طاس اور طغاری کے مانند ہے یعنے وہ پانی قلیل ہے
جیسے طاس کا پانی کہ وقوع نجاست سے ناپاک ہوگا کذا فی الطحطاوی فتاوی قاضی خان مین ہے کہ وضو اُس سے جائز نہین مگر اسوقت جائز ہے جبکہ نقب
دہ دردہ ہو حتی لو ولغ فیه کلب تنجس یہانتک کہ اگر کتے نے اُسمین پانی پیا یعنی اس نقب سے جس سے حوض کا پانی متصل ہے پانی پیا تو وہ ناپاک ہوگا
لا لو وقع فیه فمات لتسفله ناپاک نہوگا وہ حوض اگر کتا اُسمین گر پڑا اور مر گیا اسکے تہ نشین ہونے کی وجہ سے یعنی اسفل مین تو پانی کثیر ہے کتے کی تہ نشینی کی وجہ
سے ناپاک نہوگا مگر جبکہ اوصاف ثلثہ سے کوئی وصف متغیر ہو کذا فی الطحطاوی ثم المختار طہارۃ المتنجس بجریانه پھر معلوم کرنا چاہیے کہ مختار اور پسندیدہ مذہب
مین پاک ہو جانا ہے ناپاک پانی کا اُسکے جاری ہونے کے ساتھ ہی ہم یعنے اگر ناپاک حوض یا تالاب مین پاک پانی داخل ہوا اور حوض یا تالاب جاری ہوا تو
بمجرد جاری ہونے کے وہ پاک ہو گیا اور قول ضعیف یہ کہ جب سب پانی ناپاک حوض کا نکلیگا تب پاک ہوگا اور بعضون نے کہا جبکہ سہ چند پانی نکلیگا تب
پاک ہوگا اور یہ مطلب شارح کا نہین کہ بدون داخل ہونے پاک پانی کے اگر نالی بنا کر اُسکو جاری کیجیے تو وہ پاک ہے بحر الرائق مین کہا طہارت کا حکم اُسوقت
ہوگا جبکہ نکلنا پانی کا پاک پانی کے داخل ہونے کے وقت ہو کذا فی الطحطاوی وکذا البئر وحوض الحمام ہذا اور یہی حکم ہے کنوئین اور حمام کے حوض کا یاد رکھو
یعنے اگر کنوان نجاست کے گرنے سے ناپاک ہوا اور جاری ہوا پاک ہو گیا اُسکے جاری ہونے کی دو صورتین ہین ایک یہ کہ پاک پانی اوپر سے داخل ہوا اور کنوا
لبالب ہو کر جاری ہو گیا دوسری صورت یہ ہے کہ چشمہ چاہ نے جوش مارا اور اندر سے بطریق کاریز کے بہا و فی القہستانی والمختار ذراع الکرباس وہو ست قبضات فقط
فیکون ثمانیا فی ثمان بذراع زماننا ثمان قبضات فی ثمان اصلح علی القول المفتی به بالعشر ای ولو حکما لیعم ما طوله بلا عرض فی الاصح وکذا کثیر مقدار عشر فی
الاصح اور قہستانی مین ہے اور مختار اور پسندیدہ مذہب مین کپڑے ناپنے کا گز ہے اور وہ فقط سات مٹھی کا ہے تو دہ دردہ کا حوض ہشت در ہشت کا ہوتا ہے

ہمارے زمانہ کے گز سے جو آٹھ مٹھی اور تین انگلیوں کا ہے یہ قول ہے بنا بر فتوی متاخرین کے دہ دردہ کے کثیر ہونے میں یعنی اگرچہ دہ دردہ حقیقۃً نہو بلکہ حکماً ہو یہ اسواسطے
ہے کہا تا کہ دہ دردہ شامل ہوجاوے اُس حوض طویل کو جسمین طول ہے بدون عرض کے صحیح تر قول میں اور اسی طرح شامل رہے اُس کنوئین کو جسکا عمق یعنی گہراو دس گز
کا ہے صحیح تر قول میں ہم طول بلا عرض میں اختلاف ہے ایک قول ہے کہ اگر اُسکا پانی بقدر دہ دردہ کے ہے تو وہ وقوع نجاست سے ناپاک نہین ہوتا چنانچہ سابق میں گذرا
اور عیون مذاہب اور محیط اور اختیار وغیرہا میں اسکی تصحیح کی ہے اور دوسرا قول یہ ہے کہ وہ نجس ہوجاتا ہے قاضی خان نے اسکو عامہ مشایخ کی طرف نسبت کیا ہے اور فتح القدیر
میں اسی کو اختیار کیا ہے اور قاسم نے اسکو صحیح کہا ہے تو دونوں قول صحیح ہیں کذا فی الطحطاوی وینبغی ان یعتبر القدر العشر لم یتنجس کما فی المنیۃ اور اسوقت میں یعنی جبکہ
عمق کا اعتبار ہوا تو اگر اُسکا پانی دہ دردہ کے برابر ہے تو نجاست کے پڑنے سے وہ کنواں ناپاک نہوگا چنانچہ منیۃ المصلی میں ہے مگر یہ قول ضعیف ہے چنانچہ شارح منیہ
اسپر آگاہ کر چکا وحینئذ فعمق خمس اصابع تقریباً ثمانیۃ الاف و ثلث مائۃ واثنا عشر منا من الماء الصافی ولیتہ یکون کل ضلع منہ طولاً و عرضاً و عمقاً ذراعان وثلثۃ
ارباع ذراع ونصف اصبع تقریباً کل ذراع ربع وعشرون اصبعاً انتہی اور اسوقت میں یعنے جبکہ عمیق کنواں حوض کبیر کے مانند ہوا تو پانچ انگلیوں کا عمق
دہ دردہ کے حوض میں ۸۳۱۲ سیر صاف پانی کا ہے اور گنجائش کرتا ہے اسقدر پانی کو وہ حوض جسکی ہر جانب طول اور عرض اور عمق میں دو گز اور تین گز
اور آدھی انگلی ہے تخمیناً ہر گز ۲۴ انگلی کا اب تمام ہوگیا کلام قہستانی کا قلت وفیہ کلام اذ المعتبر عدم اعتبار العمق وحدہ فلیتدبر میں کہتا ہوں اور قہستانی کے
اس کلام میں کلام ہے یعنی مسلم نہین اسواسطے کہ فقط عمق کا اعتبار کرنا بدون طول اور عرض کے معتمد قول نہین تو اے مخاطب ہوشیار رہیو ہم بحر الرائق میں
فتح القدیر سے منقول ہے کہ عمیق تنگ جوانب کو آب کثیر قرار دینا موجہ نہین اسواسطے کہ مدار کثرت اسپر ہے کہ دوسری جانب کو نجاست نہ پہونچے اور تقارب
جوانب میں بلاشک وصول غالب ہے اور پانی کا استعمال تو اوپر کی سطح سے ہوتا ہے نہ عمق سے کذا فی الطحطاوی ملخصاً فائدہ بڑا تالاب ہے کہ ایام گرما میں
خشک ہوجاتا ہے اور چوپائے اسمین لید کرتے ہین پھر اسمین پانی آیا اور بھر گیا تو نظر کرنا چاہیے اگر نجاست ہو پانی کے داخل ہونے کے مکان میں تو سب
پانی نجس ہے اور اگر وہ پانی بستہ ہوگیا وہ بھی ناپاک ہوگا اسواسطے کہ جو پانی اس راہ سے آیا وہ ناپاک ہوگیا تو اب وہ ناپاک نہوگا اور اگر نجاست موضع دخول آب
میں نہین پھر وہ پاک پانی جمع ہوا پاک مکان میں جو دہ دردہ ہے پھر وہان سے بڑھا موضع نجاست تک تو سب پانی پاک ہے اور جو برف اس سے جمے وہ بھی طاہر
ہے جبتک کہ اسمین نجاست کا اثر ظاہر نہو اور اسی طرح جس تالاب کا پانی کم ہو کر چار در چار ہوگیا اور اسمین نجاست پڑی پھر نیا پانی آیا اگر نیا پانی دہ دردہ ہوگیا
نجس پانی کے ملنے سے پہلے تو سب پانی پاک ہے کذا فی الخانیۃ یعنی فتاوی قاضی خان ولا یجوز بماء زال طبعہ وہو السیلان والارواء والانبات کسبب
طبخ کمرق وماء باقلاء الا بما قصد بہ التنظیف کالاشنان والصابون فیجوز ان بقی رقتہ اور جائز نہین طہارت وضوء اور غسل کی اُس پانی سے جسکی طبیعت یعنی اسکی پیدائشی
صفت کہ بہنا اور پیاس کا کھونا اور نباتات کا اوگانا ہے زائل ہوگیا پکانے کے سبب سے چنانچہ شوربا اور آب باقلا مطبوخ مگر وہ پانی جو پکا یا گیا اُس چیز کے ساتھ
جس سے میل کا صاف کرنا مقصود ہے چنانچہ اشنان اور صابون تو اُس سے طہارت جائز ہے اگر اُسکی رقت باقی ہے یعنی گاڑھا نہوا ہو چنانچہ سابق مذکور ہوگیا او
بماء استعمل لاجل قربۃ ای ثواب ولو مع رفع حدث یا جائز نہین طہارت اُس پانی سے جسکو استعمال کیا قربت یعنی ثواب حاصل کرنے کو اگرچہ ہو قربت رفع حدث
کے ساتھ معلوم کرنا چاہیے کہ مستعمل پانی میں کلام واقع ہوتا ہے چار مقام میں اول استعمال کے سبب سے سو مصنف نے اسکو بیان کیا بقولہ لقربۃ اور رفع حدث
مقام ثانی ثبوت استعمال کے وقت میں سو مصنف نے اُسکا اشارہ کیا بقولہ اذا انفصل مقام ثالث مستعمل کی صفت میں سو اُسکو بیان کیا بقولہ طاہر مقام رابع
مستعمل کے حکم میں سو اُسکو ذکر کیا بقولہ غیر مطہر قربت کے واسطے وضو کرنے سے باتفاق شیخین رحمہما اللہ و محمد رحمہ اللہ کے استعمال ثابت ہے خواہ فقط قربت ہو یا قربت رفع
حدث کے ساتھ ہو کذا فی الطحطاوی فقط قربت بلا ازالہ حدث کی یہ صورت ہے کہ غیر محدث یعنی باوضو آدمی دوسرا وضو نیت کے ساتھ کرے یا طاہر غسل کرے
اور فقط ازالہ حدث بلا قربت کی یہ صورت ہے کہ محدث یعنے بیوضو آدمی وضو کرے بدون نیت کے تو یہاں ازالہ حدث تو ہوا مگر قربت یعنی ثواب نہین اسواسطے کہ بدون نیت

کہ ثواب نہیں ہوتا محمد کے نزدیک سبب استعمال کا فقط قربت ہی اور امام اعظم اور ابو یوسف کے نزدیک قربت بھی سبب ہی اور ازالہ حدث بھی بلکہ اسقاط فرض بھی و من ممیز او حائض لعادۃ عبادۃ یا ہو استعمال پانی کا نابالغ صاحب تمیز یا حائض سے عبادت کی عادت باقی رہنے کے واسطے یعنی نابالغ جو وضو کرے ثواب کی نیت سے یا حیض والی عورت وضو کرے چنانچہ اسکو مستحب ہی کہ نماز کے وقت وضو کرکے جائے نماز پر بیٹھ کر تسبیح اور تہلیل کرے تاکہ نماز کی عادت نہ چھوٹے وہ پانی بھی مستعمل ہی تقرب کے سبب سے مستعمل سے بھی وضو جائز نہیں او غسل میت یا ہو استعمال پانی کا میت کے نہلانے سے یعنی میت طاہر ہی اگر اسکے بدن پر نجاست نہو وہ ہو الاصح اور دوسرا قول یہ ہی کہ نجس ہی بنجاست خبث تو اسکا غسالہ نجس ہوگا اور اس قول کی بھی تصحیح واقع ہی اور محمد نے جو غسالۃ المیت کو مطلقا نجس کہا ہی تو اس وجہ سے کہ غالبا نجاست سے خالی نہیں ہوتا کذا فی البحر او ید لاکل او منہ بنیۃ السنۃ یا استعمال ہو ہاتھ کے دھونے سے کھانے کے واسطے یا کھانے سے فراغت کرکے ادائے سنت کے قصد سے ہم حدیث میں وارد ہی کہ کھانے کی برکت ہی پہلے اور بعد کھانے کے ہاتھ دھونا تو اگر اس نیت سے ہاتھ دھوئے ثواب حاصل ہوا پانی مستعمل ہو گیا اور اگر یہ نیت نہیں چنانچہ میل صاف کرنے کے واسطے دھونے سے پانی مستعمل نہوگا کیونکہ نہ ازالہ حدث ہی نہ اقامت قربت کذا فی الطحطاوی اولا جل رفع حدث ولو مع قربۃ کوضوء محدث ولو للتبرد یا مستعمل ہو پانی ازالہ حدث کے سبب سے اگرچہ ازالہ حدث قربت کے ساتھ مجتمع ہو چنانچہ بے وضو شخص کا وضو کرنا اگرچہ ٹھنڈ سر دھونے کے واسطے وضو کیا ہو جبکہ بے وضو نے وضو کیا قربت کی نیت سے تو یہاں دو سبب استعمال کے جمع ہو گئے یعنے ازالہ حدث بھی اور قربت بھی اور اگر فقط گرمی کے رفع کرنے کو وضو کیا تو فقط ازالہ حدث ثابت ہوا نہ قربت بہر صورت پانی مستعمل ٹھہرا فاو توضأ متوضئ لتبرد او تعلیم او لطین بیدہ لم یصر مستعملا اتفاقا اور اگر با وضو شخص نے وضو کیا سر دھونے کو یا تعلیم وضو کے واسطے یا مٹی دھونے کے واسطے اپنے ہاتھ سے تو وہ پانی بالاتفاق شیخین اور محمد کے مستعمل نہوگا ہم یہ تفریع ہی اس تقیید پر کہ استعمال ثابت ہوتا ہی قربت سے یا ازالہ حدث سے اور ان صورتوں میں کوئی سبب استعمال کا نہیں قربت تو اسواسطے نہیں کہ نیت نہیں کیونکہ ثواب بدون نیت کے نہیں ہوتا اور ازالہ حدث بھی نہیں اسواسطے کہ وہ شخص با وضو ہی اگر کوئی کہے کہ تعلیم مقصود میں بلاشبہہ ثواب ہی پھر کیا وجہ ہی کہ تعلیم قربت نہو اسکا جواب یہ ہی کہ قربت تو فقط تعلیم میں ہی نہ پانی کے استعمال میں ولہذا اگر تعلیم قولی کرے تو اس تعلیم فعلی کی کچھ حاجت نہیں رہی کزیادۃ علی الثلاث بلا نیۃ قربۃ چنانچہ پانی مستعمل نہیں ہوتا تین بار دھونے پر زیادہ کرنے سے بدون قصد کرنے ثواب کے یعنی بلا ارادہ وضو تین بار سے زیادہ دھونے سے مستعمل نہیں ہوتا و لغسل نحو فخذ او ثوب طاہر او دابۃ تؤکل اور جیسے پانی مستعمل نہیں ہوتا مثل ران کے یا پاک کپڑے یا حلال چوپائے کے دھونے سے ہم مثل ران سے مراد اعضاء غیر وضو ہیں یعنی اگر غیر جنب اپنی ران دھووے تو وہ پانی مستعمل نہوگا بنا بر قول اصح کے کما فی البحر اسواسطے کہ اسمیں نہ قربت ہی نہ رفع حدث نہ اسقاط فرض اور کپڑے کے مانند پاک برتن ہی او لاجل اسقاط فرض یا مستعمل ہو پانی اسقاط فرض کے سبب سے ہم خلاصہ کلام بحر الرائق میں یہ ہی کہ پانی مستعمل ہو جاتا ہی تین چیزوں میں سے ایک سبب سے یا ازالہ حدث سے خواہ اسکے ساتھ تقرب ہو یا نہو یا اقامت قربت سے خواہ اسکے ساتھ ازالہ حدث ہو یا نہو یا اسقاط فرض کے سبب سے یہ دلیل قول فقہا کہ جو اپنے ہاتھ کہنیوں تک یا ایک پاؤں تغاری میں ڈالے تو پانی مستعمل ہوگا اور اس صورت میں نہ ازالہ حدث ہوا اور نہ قربت کی نیت پائی گئی فقط فرض ثابت ہو گیا عضو مغسول سے صاحب نہر نے کہا کہ اسقاط فرض کو زیادہ کرنا یعنے برخلاف اور کتابوں کے اسقاط فرض کو استعمال کا سبب ثالث قرار دینا اس تقدیر میں تمام ہوگا جبکہ اسقاط میں ثواب نہو ورنہ قربت ثابت ہوگی انتہی اسکا جواب یہ ہی کہ فرض ساقط ہو جاتا ہی مکلف کے فعل سے اگرچہ نیت نہو اور جبکہ نیت نہیں تو ثواب نہیں تو ثواب اسقاط فرض کیونکر قربت ہوگا کذا فی الطحطاوی ہو الاصل فی الاستعمال الکمال یہی یعنے فرض کا ساقط کرنا اصل سبب ہی پانی کے مستعمل ہونے کا چنانچہ اسپر آگاہ کر دیا ہی کمال الدین محقق نے ہم یعنے رفع حدث میں حقیقۃ اور قربت میں حکما اسقاط فرض موجود ہی اسواسطے کہ قربت بمنزلہ اسقاط کے ہی دوسری بار کذا فی الطحطاوی بان یغسل بعض اعضائہ او یدخل یدہ او رجلہ فی جب لغیر اغتراف و نحوہ کرفع کوزہ فانہ یصیر مستعملا لسقوط الفرض اتفاقا اسقاط فرض کا اسطرح ہی کہ دھووے محدث اپنے بعض

اعضا کو یا اپنا ہاتھ پانون ڈالے مٹکے مین بغیر پانی لینے کے اور مانند اسکے چنانچہ کوزہ نکالنے کو جو مٹکے مین گر گیا ہو تو البتہ اس صورت مین پانی مستعمل ہوجائیگا فرض کے ساتھ ساقط ہوجانے کی وجہ سے بالاتفاق یعنے اگر وضو یا غسل مین اس عضو کو نہ دھوویگا تو کافی ہی ہم یہ صورت حدث اصغر اور اکبر دونون کو شامل ہی لیکن محیط مین ابو یوسف سے مشہور روایت یہ ہی کہ پورا عضو پانی مین ڈالنا مستعمل ہوجانے مین مشروط ہی اور ایک دو انگلی کے ڈالنے سے مستعمل نہوگا اور خال کف سے مستعمل ہوگا چنانچہ عالمگیری مین ہی بغیر پانی لینے کے یہ صورت ہی کہ مٹی یا خمیر ہاتھ مین بھرا تھا اسکے دھونے کے واسطے ہاتھ مٹکے مین ڈالا تو معلوم ہوا کہ اگر پانی لینے کے قصد سے ہاتھ مٹکے مین ڈالیگا تو پانی مستعمل نہوگا ضرورت کے سبب سے اور اسی طرح سے ہاتھ ڈالنا کوزہ نکالنے کو یا کنوے مین اترنا ڈول نکالنے کو اس سے بھی پانی مستعمل نہین ہوتا اور اتفاق سے یہان مراد ان فقہا کا اتفاق ہی جو تجزی حدث کے قائل اور جو کہ قائل نہین کذا فی الطحطاوی وہی وان لم یزل حدث عضوہ او جنابتہ مالم یتم لعدم تجزیہما زوالا وثبوتا علی المعتمد اگرچہ شخص مذکور کے عضو کا حدث یا اسکی جنابت زائل نہوگی جبتک کہ اسقاط فرض کا پورا نہوگا بسبب نہ متجزی ہونے حدث اور جنابت کے زائل ہونے اور ثابت ہونے کی راہ سے قول معتمد پر ہم یعنی زوال حدث وجنابت کا اور انکا ثابت ہونا متجزی یعنے پارہ پارہ نہین تو جبکہ دونون زائل ہونگے تو بالکل زائل ہونگے اور جبکہ ثابت ہونگے تو بالکل ثابت ہونگے تو سقوط فرض کا مثلاً ہاتھ سے اسکا مقتضی ہی کہ ہاتھ کا دھونا دوسری بار باقی اعضا کے ساتھ واجب نہو اور حدث کا زائل ہونا باقی اعضا کے دھونے پر موقوف ہی ایسا ہی بحر الرائق مین شیخ قاسم نے حواشی مجمع مین کہا ہی کہ حدث کا اطلاق دو معنون پر ہوتا ہی اول بمعنی المنعیۃ شرعیہ یعنی شرعاً ممنوع ہونا اس فعل کا جو حلال نہین بدون طہارت کے اور یہ تجزی نہین بالاتفاق امام اور صاحبین کے اور ثانی بمعنی نجاست حکمیہ اور یہ متجزی ہی ثبوت اور ارتفاع مین بلا خلاف اور پانی کا مستعمل ہوجانا نجاست حکمیہ کے ازالے سے ہی قاسم نے کہا کہ یہ تحقیق یاد رکھنے کے لائق ہی کذا فی الطحطاوی وینبغی ان یزاد او سنۃ لیعم المضمضۃ والاستنشاق فتامل اور چاہیے کہ زیادہ کیا جاوے لفظ او سنۃ کا بعد اسقاط فرض کے تاکہ مضمضہ اور استنشاق کو بھی شامل ہو تو اسمین تامل کرو یعنے یون کہنا چاہیے اولا سقاط فرض او سنۃ تو مطلب یہ ٹھہریگا کہ یا مستعمل ہونا پانی کا فرض یا سنت کے اسقاط سے تو اب کلی اور ناک کا پانی بھی مستعمل ٹھہریگا حلبی محشی نے کہا سنت کے زیادہ کرنے کی کچھ حاجت نہین کہ وہ تو قربت مین داخل ہی اسواسطے کہ سنت ادا نہین ہوتی بدون نیت کے پھر جب سنت مین نیت ہوئی تو قربت ٹھہری انتہی یعنے وجہ ہی تامل کی جسکی طرف شارح نے اشارہ کیا اذا انفصل عن عضوہ وان لم یستقر فی شئ علی المذہب ان سب صورتون مین پانی مستعمل ہوجاتا ہی اسوقت جب کہ جدا ہوا عضو سے اگرچہ کسی چیز مین نہین ٹھہرا بنا بر مذہب درست کے وقیل اذا استقر ورجح للحرج اور قول ضعیف یہ ہی کہ جب عضو سے جدا ہو کر کسی مکان مین یعنی زمین یا کف یا کپڑے مین ٹھہر جاوے اور حرکت سے باز رہے تب مستعمل ہوگا اور اس قول کی ترجیح دیگئی ہی حرج کے سبب سے ہم یعنے اگر بمجرد انفصال کے عضو سے استعمال ثابت ہی تو اسمین مشقت ہی اسلیے کہ کپڑے پر گرنے سے نجس ہوگا نجاست مستعمل کے قول پر اور ثمرہ اختلاف ظاہر ہوتا ہی اس صورت مین کہ جب پانی عضو سے جدا ہوا اور ہنوز کہین زمین مین نہین ٹھہرا بلکہ وہ ہوا مین ہی پھر وہ گرا کسی آدمی کے عضو پر اور اسپر بہا بدون اسکے کہ اسنے اپنی ہتھیلی مین لیا ہو تو اول قول پر اسکا وضو صحیح نہین اور قول ثانی پر صحیح ہی کذا فی الطحطاوی عن البحر ورد بان ما یصیب مندیل متوضی وثیابہ عفو اتفاقا وان کثر اور وہ ترجیح مردود ہی اسطرح سے کہ جو مستعمل پانی وضو کرنے والے کے رومال اور کپڑون کو لگ جاتا ہی وہ معاف ہی باتفاق شیخین اور محمد رح کے اگرچہ مقدار درم سے زیادہ ہو یعنے جب معاف ہوا تو حرج ثابت نہوا امام محمد کے نزدیک مستعمل پانی پاک ہی تو انکے قول پر معاف کہنا مناسب نہین اور شیخین کے نزدیک اگرچہ بعضی روایت مین نجس ہی مگر یہان ضرورت کی وجہ سے نجاست ساقط الاعتبار ہی وہو طاہر ولو من جنب علی الظاہر اور مستعمل پانی پاک ہی اگرچہ وہ جنابت والے کا ہو ظاہر مذہب پر ہم مشائخ عراق نے کہا کہ مستعمل پانی بالاتفاق طاہر ہی اور دوسرا قول یہ ہی کہ طہارت محمد رح کا قول ہی اور امام رح سے بھی مروی ہی اور تیسرا قول یہ ہی کہ وہ نجس مغلظ ہی اسکو حسن نے روایت کیا اور چوتھا قول یہ ہی کہ نجس مخفف ہی اور اسکو ابو یوسف رح نے امام سے روایت کیا اور اسی پر انکا عمل ہی لیکن علما نے طہارت

کی روایت کو صحیح کہا ہے یہانتک کہ مجتبیٰ مین ہے کہ مقرر امام اور صاحبین سے صحیح روایات یہی ہین کہ وہ طاہر غیر طہور ہے مگر حسن کی روایت فخر الاسلام نے کہا کہ
طاہر ہونا مختار ہے ہمارے نزدیک اور یہی مذکور ہے محمد رحمہ کی تمام کتابون مین جو مروی ہین ہمارے علما سے اور اسی کو محققین ماوراء النہر نے اختیار کیا ہے اور محیط
مین ہے کہ یہی قول مشہور ہے امام سے اور اکثر کتابون مین طاہر ہونے پر فتوی مذکور ہے بلا تفصیل بین المحدث والجنب کذا فی الطحطاوی عینی نے کہا یہی قول ہے
احمد بن حنبل کا اور مذہب شافعی مین یہی قول صحیح ہے اور روایت ہے امام مالک سے نووی شافعی نے کہا یہی قول طہارت کا جمہور سلف اور خلف کا قول ہے
لکن یکرہ شربہ والعجن بہ تنزیہا للاستقذار وعلی روایۃ نجاستہ تحریما لیکن مستعمل پانی کو پینا اور اس سے گوندھنا مکروہ تنزیہی ہے گھنانے کی وجہ سے اور اسکی نجاست
کی روایت پر مکروہ تحریمی ہے وحکمہ انہ لیس بطہور لحدث بل لخبث علی الراجح المعتمد اور مستعمل پانی کا حکم یعنی اثر مترتب یہ ہے کہ وہ حدث اصغر اور اکبر کا پاک کرنیوالا
نہین یعنی وضو اور غسل کے لائق نہین بلکہ بنا بر قول راجح معتمد کے نجاست حقیقی کا پاک کرنے والا ہے جیسا مجتبیٰ اور شرح ارشاد مین ہے کہ ازالہ نجاست کا مستعمل
پانی سے جائز ہے بنا بر روایات ظاہرہ کے کذا فی البحر وفرع اختلف فی محدث انغمس فی بئر لدلو او لتبرد مستنجیا بالماء ولا نجس علیہ ولم ینو ولم یتدلک والاصح
انہ طاہر والماء مستعمل لاشتراط الانفصال للاستعمال اختلاف واقع ہوا اس محدث کے حکم مین جسنے غوطہ مارا کنوے مین ڈول نکالنے کو یا ٹھنڈک حاصل کرنے
کو غوطہ مارا پانی سے استنجا کر کے اور اسکے بدن پر نجاست نہین اور نہ ارادہ وضو یا غسل کی نیت کی اور نہ بدن کو ملا اور صحیح تر قول یہ ہے کہ وہ شخص پاک ہے اور
کنوئین کا پانی مستعمل ہے اسواسطے کہ مستعمل ہونے کے واسطے جدا ہونا پانی کا معتبر ہے یعنی جب شخص کنوے سے نکلا تو انفصال پایا گیا اور حدث حدث اکبر کو بھی
شامل ہے خواہ جنابت سے ہو خواہ حیض یا نفاس سے یعنی جبکہ عورت بعد انقطاع حیض یا نفاس کے کنوئین مین گئے اور اگر قبل انقطاع جاوے گی بشرطیکہ
اسکے اعضا پر نجاست نہو تو عورت اور پانی دونون طاہر کے مانند ہین اسواسطے کہ وہ خارج نہین ہوئی حیض اور نفاس سے تو پانی مستعمل نہو گا جیسا کہ خانیہ
اور خلاصہ مین ہے اور کنوے سے وہ مراد ہے جو دہ در دہ سے کم ہے ڈول نکالنے اور سرد ہونے کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر غوطہ ماریگا نہانے کے قصد سے تو پانی
بالاتفاق مستعمل ہو گا اسواسطے کہ ازالہ حدث اور نیت قربت کی پائی گئی اور اگر ڈھیلون سے استنجا کیا ہو گا تو پانی بالاتفاق ناپاک ہو گا اور اسی طرح
اگر اسکے بدن پر نجاست ہو گی یا ازالہ حدث کی نیت کریگا اور عدم دلک کی قید محیط اور خلاصہ مین مذکور ہے بحر الرائق مین کہا اسواسطے کہ ملنا نیت اغتسال
کے قائم مقام ہے تو ملنے سے پانی بالاتفاق مستعمل ٹھہریگا اور اصح کے مقابل غیر اصح ایک یہ کہ مرد اور پانی دونون ناپاک ہین اور یہ امام سے روایت ہے اور
دوسرا قول یہ کہ مرد کا حدث بحال سابق قائم ہے اور پانی طاہر اور مطہر ہے یہ روایت ہے ابو یوسف سے اور یہ جو شارح نے کہا کہ پانی مستعمل ہے سو بعض کا قول
اسواسطے کہ ڈول نکالنے کی ضرورت سے اصلا استعمال نہین چنانچہ محدث اگر پانی ہاتھ سے لے تو پانی مستعمل نہو گا بلا خلاف کذا فی الطحطاوی ملخصاً
والمراد ان ما اتصل باعضائہ وانفصل عنہا مستعمل لا کل الماء علی ما مر اور مراد یہ ہے کہ جو پانی کہ منغمس کے اعضا سے ملا اور پھر جدا ہوا اعضا سے وہ مستعمل ہے نہ تمام
پانی کنوے کا مستعمل ہے بنا بر اس قول کے جو گذر گیا ہم اپنی ایسی صورت مین اجزا کا اعتبار ہے یعنی جو پانی کہ ساقط ہوا اعضا سے وہ مغلوب اور نہایت کم ہے کنوئین کے
باقی پانی سے وکل اہاب ومثلہ المثانۃ والکرش قال القہستانی فالاولی وما دبغ ولو بشمس وہو یحتملہا طہر فیصلی بہ ویتوضأ منہ اور جو کچا چمڑا دباغت کیا جا
لیئنے پکایا جاے اگرچہ دھوپ مین ڈالا اور وہ دباغت کے لائق ہو تو وہ پکانے سے پاک ہو گا تو آدمی پوستین پہنکر نماز پڑھے اور چمڑے کی ڈولچی وغیرہ بناکر اس
سے وضو کرے شارح نے کہا کہ اور چمڑے کے مانند دباغت قبول کرنے مین پھکنا اور اوجھڑی ہے قہستانی نے کہا تو بجاے کل اہاب ودبغ کے وما دبغ کہنا بہتر تھا یعنی جس چیز
کی دباغت ہو وہ پاک ہو گی تا کہ چمڑے اور پھکنے اور اوجھڑی سب کو شامل ہو جم چمڑے کی دباغت سے تین مطالب متعلق ہین اسکا پاک ہونا یہ متعلق بہ کتاب الطہارۃ ہے
اور اسمین نماز کا جائز ہونا یہ متعلق کتاب الصلوۃ سے ہے اور اس سے وضو کا جائز ہونا یہ متعلق ہے پانی سے لہذا مصنف نے پانی کی بحث مین اسکو ذکر کیا دباغت
دو قسم ہے حقیقی اور حکمی حقیقی وہ جو پھٹکری یا ببول کے پتہ وغیرہ سے ہو وہ پانی پہونچنے سے ناپاک نہین ہوتی بالاتفاق روایات اور حکمی دباغت وہ ہے جو

ونعوبستہ خشک ہو اُسمین پانی پہونچنے سے دو روایتین ہین ایک روایت یہ ہی کہ وہ ناپاک ہوجاویگی دوسری روایت یہ ہی کہ ناپاک نہوگی وما لا تحملہا فسلا
وعلیہ الفتویٰ اور جو چمڑا وغیرہ دباغت پذیر نہین وہ پاک نہوگا اور اسی قول پر فتوےٰ ہی فلا یطہر جلد حیۃ صغیرۃ ذکرہ الزیلعی اما قمیصہا فطاہر تو پاک نہوگی دباغت
سے چھوٹے سانپ کی کھال ایسا ذکر کیا ہی زیلعی نے لیکن سانپ کی کیچلی تو پاک ہی وفارۃ اور پاک نہین ہوتی چوہے کی کھال یعنی عدم احتمال دباغت سے
کما انہ لا یطہر بذکاۃ لتقییدہا بما یحتملہا جیسے کہ سانپ اور چوہے کی کھال پاک نہین ہوتی ذبح کرنے سے اسواسطے کہ دباغت اور ذبح مین احتمال اور لیاقت
کی قید ہی یعنے دباغت سے پاک ہوجاتی ہی وہ کھال جو دباغت کی لیاقت رکھتی ہی اور ذبح کرنے سے اُس جانور کی کھال طاہر ہوجاتی ہی جو ذبح کرنے کے
لائق ہی خلا جلد خنزیر فلا یطہر وقدم لان المقام للاہانۃ ہر چمڑا دباغت سے پاک ہوتا ہی سور کی کھال کے سوا سو وہ پکانے سے پاک نہین ہوتی اور سور
کو پہلے ذکر کیا آدمی سے اسواسطے کہ یہ ذلت اور خواری کا مقام ہی یعنے نجاست کا تو یہان ذلیل اور خوار چیز کو بیان کرنا مقتضائے بلاغت ہی وآدمی فلا یطہر
للکرامۃ اور آدمی کے سوا تو آدمی کی کھال کو دباغت نہین دیجاتی اُسکی تعظیم اور توقیر کے سبب سے ہم بعضون کے نزدیک سور اور آدمی کی کھال پاک نہین
ہوتی اسواسطے کہ پرت پرت ہونے سے دباغت پذیر نہین اور بعضون نے کہا کہ آدمی کی کھال پاک ہوجاتی ہی دباغت سے لیکن اُسکا استعمال جائز نہین اور یہی
منقول ہی مذہب مین شارح کا کلام قول ثانی پر مبنی ہی ولو دبغ طہر وان حرم استعمالہ حتی لو طحن عظمہ فی دقیق لم یوکل فی الاصح احتراما اور اگر آدمی کی کھال دباغت
کیجاوے تو پاک ہوگی اگرچہ اُسکا استعمال کرنا حرام ہی یہانتک کہ اگر آدمی کی ہڈی پیسی گئی آٹے مین تو اُس آٹے کو نہ کھاوے صحیح تر قول مین اسکی تعظیم کی
وجہ سے وافاد کلامہ طہارۃ جلد کلب وفیل وہو المعتمد اور مصنف کے کلام نے فائدہ دیا کتا اور ہاتھی کی کھال کے پاک ہونے کا یعنے دباغت سے اور یہی قول
معتمد ہی ہم جبکہ سب کھالون کی طہارت سے سور اور آدمی کو استثنا کر لیا تو معلوم ہوگیا کہ انکے سوا سب چمڑے دباغت سے پاک ہوجاتے ہین وما ای اہاب
طہر بہ بدباغ طہر بذکاۃ علے المذہب لا یطہر لحمہ وعلی قول الاکثر ان کان غیر ماکول ہذا اصح ما یفتے بہ وان قال فی الفیض الفتوی علے طہارتہ اور جو
کھال کہ پاک ہوتی ہی دباغت کرنے سے وہ پاک ہوجاتی ہی جانور کے ذبح کرنے سے مذہب صحیح پر پاک نہین ہوتا اُسکا گوشت اکثر علما کے نزدیک اگر
وہ جانور جسکو ذبح کیا غیر ماکول اللحم ہی اقوال مفتے بہ مین یہی قول عدم طہارت کا صحیح تر قول ہی اگرچہ مفیض مین کہا ہی کہ گوشت کی طہارت پر فتوے ہی ہم
سراج الدرایہ مین کہا کہ عدم طہارت کا قول محققین کا قول ہی افعل التفضیل کے صیغہ سے طہارت کی قول کی بھی تصحیح معلوم ہوتی ہی مگر عدم طہارت
زیادہ تر صحیح ہی کذا فی الطحطاوی وہل یشترط لطہارۃ جلدہ کون الذکوۃ شرعیۃ بان تکون من الاہل فی المحل بالتسمیۃ قیل نعم وقیل لا والاول
اظہر لان ذبح المجوسی وتارک التسمیۃ عمدًا کلا ذبح وان صحح الثانی صححہ الزاہدی فی القنیۃ والمجتبی واقرہ فی البحر سوال اور کیا شرط ہی اُسکے کھال
کے پاک ہونے مین بطور حکم شرع کے ذبح کرنا اسطرح کہ ذبح کرنا صادر ہو اہل سے یعنے مسلم عاقل یا کتابی سے ذبح کرنے کے مقام مین بسم اللہ
کے ساتھ جواب ایک قول یہ ہی کہ ہان ذبح شرعی شرط ہی اور دوسرا قول ہی کہ شرط نہین اور پہلا قول ظاہر تر ہی اسواسطے کہ ذبح کرنا مجوسی کا اور اس
مسلمان اور کتابی کا جسنے بسم اللہ کہنا عمدًا ترک کیا عدم ذبح کے مانند ہی اگرچہ قول ثانی کی زاہدی نے قنیہ اور مجتبی مین تصحیح کی ہی اور بحر الرائق مین
اس تصحیح کو ثابت رکھا ہی ہم اشتراط ذبح شرعی اکثر کتب معتبرہ مذہب مین مسطور ہی کذا فی المنح زاہدی امام مشہور ہی قنیہ اور مجتبے کا مصنف ہی قنیہ
فتاوی اور مجتبی شرح ہی قدوری کے زاہدی عقائد مین معتزلی مذہب ہی اور فروع مین حنفی ہی فرع مسئلہ ملحقہ شارح کا ما یخرج من دار الحرب کسنجاب
ان علم دبغہ بطاہر فطاہر او بنجس فنجس وان شک فغسلہ افضل جو چمڑا کفار کے ملک سے نکلتا ہی اور دار الاسلام مین آتا ہی چنانچہ سنجاب اگر اُسکی
دباغت پاک چیز سے معلوم ہوجاوے تو وہ چمڑا پاک ہی یعنے اُسکو پہن کر نماز درست ہی اور اگر اُسکی دباغت ناپاک چیز سے مثلاً مردار کی چربی سے معلوم
ہو تو وہ ناپاک ہی اور اگر شک واقع ہو یعنے معلوم نہ ہو کہ پاک چیز سے دباغت ہوئی یا ناپاک سے تو اسکا دھونا بہتر ہی یعنے واجب نہین وشعر المیتۃ

غیر الخنزیر علی المذہب اور بال مردار جانور کے پاک ہیں سوائے سور کے مذہب درست پر ہم بال وغیرہ کی طہارت پانی کی بحث میں اسواسطے بیان کی تاکہ
معلوم ہو کہ انکے پانی میں واقع ہونے سے پانی ناپاک نہیں ہوجاتا ہے جب مردہ جانور کے بال وغیرہ پاک ٹھہرے تو زندہ کے بطریق اولی پاک ہیں
اور خوک کے تو بال اور ہڈی اور تمام اجزا اسکے ناپاک ہیں ابو یوسف رح کے نزدیک اگر قلیل پانی میں واقع ہوں ناپاک ہوگا کذا فی الطحطاوی
وعظمہا وعصبہا علی المشہور اور مردار کی ہڈی اور پٹھا پاک ہے مذہب کے مشہور قول پر ہم عصب یعنی پٹھے میں دو روایتیں ہیں سراج وہاج میں کہا کہ اسکی
نجاست صحیح ہے مگر صاحب فتح القدیر بدائع کا تابع ہوا ہے اسکی طہارت میں اور یہی قول مشہور ہے اور وقایہ اور درر میں اسی پر یقین کیا ہے کذا فی المنح
وحافرہا وقرنہا خالیۃ عن الدسومۃ اور مردار کا سم اور سینگ خالی چکنائی سے پاک ہے ہم یعنے بال اور ہڈی اور پٹھا اور سم اور سینگ اسوقت پاک ہیں
جبکہ ان پر چکنائی نہ لگی ہو اور اگر چکنائی ہوگی تو ناپاک ہیں یہ ناپاکی ذاتی نہیں بلکہ چکنائی کے لگنے سے ہے وکذا کل مالا تحلہ الحیاۃ حتی الانفحۃ واللبن
علی الراجح اور اسی طرح پاک ہے مردار کی ہر ایک وہ چیز جسمیں زندگی نہیں سمائی یعنے جاندار کے بدن میں وہ چیزیں ہیں جن میں جان نہیں چنانچہ بال اور پر اور چونچ
یہانتک کہ پنیر مایہ یعنے چیتا اور مردار کا دودھ بنا بر قول راجح کے ہم الانفحۃ بکسر الہمزۃ وفتح الفاء او سکون نون دودھ ہے جو شیر خوار بچے کے پیٹ میں ہوتا ہے یعنے پنیر مایہ جسکے
ڈالنے سے دودھ جمتا ہے وہ امام کے نزدیک پاک ہے جبکہ مردار سے نکلے خواہ انفحہ خواہ سائل اور صاحبین کے نزدیک سائل نجس ہے اور جمہ دھونے
سے پاک ہوجاتا ہے اور اگر ذبح جانور سے خارج ہوا تو بالاتفاق پاک ہے کذا فی الطحطاوی وشعر الانسان غیر المنتوف اور انسان کا بال جو اکھاڑا نہیں
پاک ہے یعنے اکھاڑے بال ناپاک ہیں اور اسکی بیع کا جائز نہونا تعظیم کے سبب سے ہے نہ نجاست کی وجہ سے وعظمہ وسنہ مطلقا علی المذہب اور آدمی کی
ہڈی اور دانت مطلقا پاک ہیں مذہب درست پر ہم مطلقا خواہ اپنا دانت ہو یا غیر کا واختلف فی اذنہ ففی البدائع نجسۃ وفی الخانیۃ لا اور اختلاف ہے آدمی کے
کان میں سو بدائع میں ہے کہ وہ ناپاک ہے اور خانیہ میں ہے کہ ناپاک نہیں وفی الاشباہ المنفصل من الحی کمیتۃ الا فی حق صاحبہ فطاہر وان کثر اور اشباہ
میں ہے کہ جو چیز کہ زندہ شخص سے جدا ہوگئی وہ مردار کے مانند ہے مگر اسی شخص کے حق میں جسکا وہ جز ہے پاک ہے اگرچہ قدر درہم سے زیادہ ہو ہم منفصل سے
مراد وہ عضو ہے جسمیں جان ہے تو ناخن اور بال منفصل ہونے سے پاک نہ ٹھہرینگے اور یہ جو کہا کہ منفصل اسی کے حق میں پاک ہے یعنے بالخصوص نماز میں
اسکا حمل درست ہے نہ پانی وغیرہ میں اسواسطے کہ پانی فاسد ہوگا اسکے بقدر ناخن کے پڑنے سے کذا فی الطحطاوی عن ابی السعود ویفسد الماء بوقوع قدر الظفر
من جلدہ لا بالظفر اور ناپاک ہوجاتا ہے قلیل پانی بقدر ناخن کے آدمی کی کھال کے گرنے سے نہ ناخن کے گرنے سے ہم یعنی آدمی کی کھال یا اسکا چھلکا
پانی میں گرا اور زیادہ شمار میں آیا پانی ناپاک ہوگا اسواسطے کہ کھال اور چھلکا آدمی کے منجملہ گوشت کے ہے اور ناخن کے گرنے سے ناپاک نہوگا اسواسطے
کہ ناخن عصب یعنے پٹھا ہے کذا فی البحر ودم سمک طاہر اور خون مچھلی کا پاک ہے ہم اسواسطے کہ مچھلی کا خون حقیقت میں خون نہیں ہے اسواسطے کہ جب وہ
خشک ہوتا ہے تو سفید ہوجاتا ہے کذا فی المنح واعلم انہ لیس الکلب بنجس العین عند الامام وعلیہ الفتوی وان رجح بعضہم النجاسۃ کما بسطہ ابن الشحنۃ اور
اسکو جان رکھو کہ کتا نجس العین نہیں یعنی اسکی نجاست ذاتی نہیں خوک کے مانند امام اعظم کے نزدیک اور اسی قول پر فتوی ہے اگرچہ بعضے علما نے چنانچہ
زاہدی اور فقیہ ابو اللیث نے نجس العین ہونے کو ترجیح دی ہے چنانچہ ابن شحنہ شارح وہبانیہ نے اسکو مشرح بیان کیا ہے ہم کتے سے حفاظت اور شکار کرانا
شرعا درست ہے اگر وہ نجس العین ہوتا تو اس سے نفع حاصل کرنا درست نہوتا خوک کے مانند بحر الرائق میں ہے کہ کتے کی ہڈی اور بال اور عصب اور جو چیز کہ اکول
نہیں وہ پاک ہے اور گوشت اسکا ناپاک ہے فیباع ویوجر ویضمن ویتخذ جلدہ مصلی ودلوا جبکہ کتا نجس العین نہوا تو اسکا بیچنا اور اجارہ دینا اور اسکے تلف
کرنے والے پر تاوان لازم ہونا اور اسکی کھال کا جانماز اور ڈول بنانا جائز ہے ولو اخرج حیا ولم یصب فمہ الماء لا یفسد ماء البئر ولا الثوب بانتفاضہ ولا
بعضہ ما لم یر اور اگر کتا کنوئیں میں سے زندہ نکالا گیا اور اسکا منہ پانی میں نہ لگا تو کنوئیں کا پانی ناپاک نہوگا اور نہ کپڑا اتنا ناپاک ہوگا بھیگے کتے کی

چھیلیون سے اور نہ اسکے کاٹنے سے بیشک اسکی رال کا لگنا بدن پہ معلوم نہو یعنے اگر کتا نمازی مین کتا منہ ڈالیگا یا کاٹنے مین اسکی رال بدن پر لگیگی
تو پانی اور بدن ناپاک ہوگا اسواسطے کہ رال پیدا ہوتی ہے گوشت سے اور گوشت اسکا ناپاک ہے ولا صلوۃ حاملہ ولو کبیرا اور نہ فاسد ہوگی نماز اسکی جو نماز
پڑھنے مین کتے کو لیے رہا اگرچہ بڑا کتا ہو یعنے اسواسطے کہ ظاہر اسکا ناپاک نہین اور باطن کی نجاست نماز کی مانع نہین شارح نے بقولہ ولو کبیرا اشارہ
کیا کہ جو بعضی روایت مین کلب صغیر کی قید ہے سو اتفاقی قید ہے نہ احترازی وشرط الحلوانی شد فمہ اور شمس الائمہ حلوانی نے کتے کا منہ بند کرلینا شرط کیا
یعنے حامل سگ کی نماز اس شرط سے فاسد نہین کہ اسکا منہ بند ہو تاکہ اسکا لعاب مصلی کے بدن پر اور کپڑے کو نہ لگے اسواسطے کہ ظاہر بدن ہر جانور کا
پاک ہے نجس نہین ہوتا بدون موت کے اور اسکے باطن کی نجاست اپنے معدن مین قائم ہے تو اسکا حکم ظاہر نہین ہوتا جیسے باطن مصلی کی نجاست کا
کذا فی البحر ولا خلاف فی نجاسۃ لحمہ وطہارۃ شعرہ اور امام اور صاحبین کا اختلاف نہین کتے کے گوشت کے ناپاک ہونے مین اور اسکے بال کے پاک
ہونے مین ہم بعضون نے وہم کیا کہ جب کتا نجس العین نہوا تو اسکا پس خوردہ کیونکر ناپاک ہوگا حالانکہ وہ بالاتفاق حرام ہے اسکا جواب یہ ہے کہ طہارت
عین اسکی مستلزم نہین کہ اسکا ہر چیز پاک ہو پس خوردہ اسکا اسوجہ سے ناپاک ہے کہ اسکے ساتھ لعاب اسکا مختلط ہے اور لعاب پیدا ہوتا ہے گوشت سے اور گوشت
ناپاک ہے ودم مسفوح کے اختلاط سے والمسک طاہر حلال فیؤکل بکل حال اور مشک پاک حلال ہے ماکول ہے ہر حالت مین یعنے خواہ غذا مین خواہ دوا مین
خواہ ضرورت ہو یا نہو طاہر کے بعد حلال کا لفظ اسواسطے زیادہ کیا کہ طہارت کو حلت اکل لازم نہین اسواسطے کہ مٹی پاک ہے مگر اسکا کھانا حلال نہین
وکذا نافجتہ طاہرۃ مطلقا علی الاصح فتح وکذا الزباد اشباہ لاستحالتہ الی الطیبۃ اور اسی طرح مشک کا نافہ پاک ہے مطلقا یعنے خواہ پانی کے لگنے سے فاسد
ہو یا نہو بنا بر قول اصح کے کذا فی الفتح اور اسی طرح زباد پاک ہے کذا فی الاشباہ بسبب خوشبو ہوجانے کے ہر ایک مشک اور زباد کے ہم یعنے ہر چند مشک اصل مین
خون تھا اور زباد غیر ماکول کا پسینہ ہے لیکن اب منحیل بخوشبو ہوگیا حقیقت اسکی بدل گئی دونون پاک ہین اور غیر اصح زیلعی کا قول ہے کہ اگر نافہ مشک پانی
لگنے سے فاسد نہو تو پاک ہے اور یہ اختلاف مردار جانور کے نافہ مین ہے اور زندہ غزال کا نافہ بالاتفاق پاک ہے زباد بزاء معجمہ و باء موحدہ بر وزن سحاب
خوشبودار چیز ہے یعنے ایک قسم کی بلی کا پسینہ اور میل ہے کہ اسکے دم کے نیچے مخرج کے پاس مجتمع ہوجاتا ہے اسکو پکڑ کے کھرچ لیتے ہین قاموس مین
زباد کی تفسیر جانور کی اسنے غلط کہا کذا فی الطحطاوی وبول ماکول اللحم نجس نجاسۃ مخففۃ وطہرہ محمد اور ماکول اللحم یعنے جس جانور کا گوشت کھانا حلال
ہے جیسا کہ بکری اور اونٹ اسکا پیشاب نجس ہے بہ نجاست خفیفہ اور محمد بن حسن نے اسکو پاک کہا ہے ولا یشرب بولہ اصلا لا للتداوی ولا لغیرہ عند ابی حنیفۃ
اور ماکول اللحم کا پیشاب نہ پیا جاوے ہرگز نہ دوا کے واسطے اور نہ سوا دوا کے امام ابوحنیفہ رح کے نزدیک ہم اور محمد رح کے نزدیک مطلقا جائز ہے اور
ابو یوسف رح کے نزدیک دوا کے واسطے جائز ہے فرع مسئلہ ملحقہ شارح کا اختلف فی التداوی بالمحرم وظاہر المذہب المنع کما فی رضاع البحر لکن نقل المصنف
ثمہ وہنا عن الحاوی وقیل یرخص اذا علم فیہ الشفاء ولم یعلم دواء آخر کما رخص الخمر للعطشان وعلیہ الفتوی حرام چیز سے دوا کرنے مین علما کا اختلاف
ہے اور ظاہر مذہب یہ ہے کہ درست نہین ہے جیسا کہ بحر الرائق کی کتاب الرضاع مین ہے لیکن مصنف نے اپنی شرح مین وہان یعنے کتاب الرضاع مین
اور یہان حاوی قدسی سے نقل کیا ہے یہ مسئلہ اسطرح اور بعضون نے کہا کہ حرام سے دوا کرنے کی رخصت دیجاتی ہے جبکہ معلوم ہو کہ حرام مین شفا ہے اور کوئی
دوسری دوا معلوم نہو جیسے نہایت پیاسے کو شراب پینے کی رخصت دیگئی ہے اور اسی قول پر فتوی ہے ہم خانیہ مین ہے قال علیہ الصلوۃ والسلام ان
اللہ تعالی لم یجعل شفاءکم فیما حرم علیکم یعنے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حق تعالے نے تمہارے واسطے شفا نہین ٹھہرائی اس چیز مین جو تم پر
حرام کی یہ حضرت نے ان چیزون کے حق مین فرمایا جنمین شفا نہین ہے اور جنمین شفا ہے اسکے دوا کرنے کا کچھ مضائقہ نہین کیا تو نہین جانتا کہ پیاسے کو
شراب کا پینا حلال ہے ضرورت کے سبب سے انتہی اور اسی قول کو اختیار کیا ہے صاحب ہدایہ نے تجنیس مین اسواسطے کہ حرمت ساقط ہے شفا حاصل ہونے کے وقت

اور حاوی قدسی مین ہی کہ جب خون آدمی کے ناک سے روان ہوا اور بند نہو یہانتک کہ اسکے مرجانے کا خوف ہوا اور تجربہ اور امتحان سے یہ بات معلوم ہو
کہ فاتحۃ الکتاب یا سورۂ اخلاص اس خون سے اسکے ماتھے پر لکھنے سے خون بند ہوگا تو ایک قول مین رخصت نہین ہی اور دوسرے قول مین رخصت ہی
جیسے شرب خمر کی رخصت ہی پیاسے کو اور مردار کھانے کی نہایت گرسنگی مین اور یہی فتوی ہی کذا فی منح المصنف مختصراً **فصل فی البیر** یہ فصل ہی کنوئین کے مسائل
مین اذا وقعت نجاسۃ لیست بحیوان ولو مخففۃ او قطرۃ بول او دم او ذنب فارۃ لم تشمع فان شمع ففیہ ما فی الفارۃ جب گری وہ نجاست جو جاندار نہین
اگرچہ نجاست مخففہ ہو یا ایک قطرہ پیشاب یا خون کا یا چوہے کی ایسی دم کٹی کہ محل قطع موم سے بند نہین ہوا اگر محل قطع موم سے بند ہوگا تو اسکے گرنے
اتنے ڈول نکالے جاوینگے جتنے چوہے کے گرنے سے نکالے جاتے ہین یعنی ۲۰ ڈول ہم عدم حیوانیت کی قید اسواسطے لگائی کہ جاندار کے احکام آگے مذکور
ہونگے اور نجاست مخففہ کو اسواسطے ذکر کیا کہ پانی مین نجاست مغلظہ اور مخففہ یکسان ہی کچھ فرق نہین فی بئر دون القدر الکثیر فلو فی نجاست مذکورہ
گری اس کنوئین مین جو کم ہی مقدار کثیر سے بنا بر کلام گزشتہ ہم سابق مین مذکور ہوچکا کہ آب کثیر مین مبتلا بہ کا ظن غالب معتبر ہوا اور متاخرین کے فتوی پر دہ در دہ
کثیر ہی تو اگر کنوان دہ در دہ ہوگا تو نجاست مذکورہ کے گرنے سے ناپاک نہوگا تا وقتیکہ اسکا رنگ یا مزہ یا بو تغیر نہو ولا اعتبار بالعمق علی المعتمد اور کچھ اعتبار
نہین کنوئین کے عمق کا بنا بر قول معتمد کے یعنے کثرت مین طول اور عرض کا اعتبار ہی نہ عمق کا تو عمق اگرچہ دس گز کا ہو وقوع نجاست سے ناپاک ہوگا
کذا فی البحر او ماتت فیہا او خارجہا و القیت فیہا ولو فارۃ یابسۃ علی المعتمد الا الشہید النظیف و المسلم المغسول اما الکافر فینجسہا مطلقا کسقط یا مرگئے کوئین مین یا
مرا کنوئین سے باہر اور ڈالا گیا اسمین اگرچہ چوہا مردہ خشک ہو یا ہو معتمد قول پر مگر وہ شہید کہ پاک صاف ہو خون وغیرہ سے اور وہ مردہ مسلمان جو نہلایا گیا کہ یہ
دونون کے کنوئین مین گرنے سے پانی ناپاک نہین ہوتا ہی لیکن کافر مردہ تو کنوئین کو ناپاک کرتا ہی ہر طرح یعنے غسول ہو یا نہو [illegible] جیسے اسقاط حمل [illegible]
ناپاک کر دیتا ہی حیوان دموی غیر مائی لما مر جاندار روان خون والا جو کہ آبی نہین بدلیل گزشتہ ہم مذکور ہوچکا کہ غیر دموی کی موت سے پانی نجس نہین ہوتا اگرچہ
پھول یا پھٹ گیا ہو اور پانی کا جانور اگرچہ خون والا ہو اسکے مرنے سے پانی ناپاک نہین ہوتا کذا فی المطلب وای وانتفخ او تمعط او تفسخ ولو تفسخ ما لا نفس لہا سائلۃ
ذکرہ الوالی جانور دموی مرکے پھول گیا یا اسکے بال جھڑ گئے یا پارہ پارہ ہو گیا اگرچہ کنوئین کے باہر پھٹ گیا پھر اسمین گرا ایسا ذکر کیا ہی علامہ ولی [illegible]
ینزح کل مائہا الذی کان فیہا وقت الوقوع ذکرہ ابن الکمال نکالا جاوے کنوئین کا وہ سب پانی جو اسمین تھا نجاست اور جانور مذکور کے گرنے کے وقت
ایسا ذکر کیا ہی ابن کمال نے یعنی تو اگر پانی نکالنے سے پہلے کچھ پانی زیادہ ہوگا تو اسقدر کا نکالنا لازم نہوگا بعد اخراجہ الا اذا تعذر کخشبۃ او خرقۃ متنجسۃ فینزح
الماء الی حد لا یملأ نصف الدلو یطہر الکل تبعا پانی نکالا جاوے نجاست اور جانور کے نکال ڈالنے کے بعد مگر جبکہ اسکا نکالنا نہوسکے جیسے لکڑی کا ٹکڑا یا ناپاک
کپڑا کہ غائب ہو گیا تو اسقدر پانی نکالینگے کہ آدھا ڈول نہ بھرے یہ سب چیزین پاک ہوجاوینگی کنوئین پاک ہونے کے ساتھ یعنے ڈول اور رسی اور
گھرنی اور کنوئین کے گرد پیش اور پانی نکالنے والے کا ہاتھ اسواسطے کہ ان چیزون کی نجاست کنوئین کے ناپاک ہوجانے کے سبب سے تھی تو اسکے پاک
ہوجانے سے یہ بھی پاک ہونگی جیسے شراب کا مٹکا پاک ہوجاتا ہی جبکہ شراب سرکہ ہوجاوے اور استنجا کرنے والے کا ہاتھ طاہر ہوجاتا ہی محل کی طہارت سے کذا
فی البحر ولو نزح بعضہ ثم زاد فی الغد نزح قدر الباقی فی الصحیح خلاصۃ اور جو تھوڑا پانی آج نکالا گیا پھر اگلے دن زیادہ ہو گیا تو اسی قدر نکالا جاوے جتنا باقی رہا تھا
قول صحیح مین کذا فی الخلاصۃ ہم یعنی اسواسطے کہ علی الاتصال پانی نکالنا شرط نہین تو دوسرے دن سارا پانی نکالنا ضرور نہین قید بالموت لانہ لو خرج حیا و لیس
بنجس العین ولا بہ حدث او خبث لم ینزح شئی الا ان یدخل فمہ الماء فیعتبر بسورہ فان نجسا نزح الکل والا لا ہو الصحیح مصنف نے کنوئین کے پانی نکالنے مین
موت حیوان کی قید لگائی اسواسطے کہ اگر جاندار زندہ نکالا گیا اور حالانکہ وہ نجس العین نہین مانند سور کے اور اسپر نجاست حکمی یا نجاست حقیقی ہی
تو کچھ پانی نکالا نجاویگا مگر اسوقت جبکہ اسکا منہ پانی مین داخل ہو تو اسوقت اسکے جھوٹے کا اعتبار ہوگا سو اگر اس حیوان کا جھوٹا ناپاک ہی تو سارا پانی

نکالا جاویگا اور اگر ایک ہی پایا کہ وہ بیاسا ہے تو پھر بھی نکالنا واجب ہے یہی قول صحیح ہے اور مجمل [illegible] کے ساقط ہونے سے تمام پانی نجس ہوگا خواہ وہ
[illegible] نکالا پانی میں [illegible] اور [illegible] سے نجاست علمی کی وجہ بیان کیا تو شاید کہ یہ قول اس شخص کی نجاست پر متفرع ہے کذا فی الطحطاوی [illegible]
[illegible] کل اہل الطہور [illegible] ان مستحب ہے بیس ڈول نکالنا [illegible] پانی [illegible] کے واسطے [illegible] اور بعضوں نے فرض [illegible]
کے واسطے سارا پانی کا نکالنا مستحب ہے [illegible] یہی ہے [illegible] فی الطہارۃ [illegible] وجاجۃ مخلاۃ کا دمی [illegible]
تاتارخانیہ میں [illegible] زیادہ [illegible] ڈول نکالنا [illegible] اور [illegible] اور اگر کوئی [illegible] سے وضو اور بے غسل آدمی کے کنوئیں میں گرنے
اور زندہ [illegible] ڈول کا نکالنا مستحب ہے [illegible] فی الطہارۃ [illegible] من ہرۃ ولا الہرۃ من کلب ولا الشاۃ من سبع فان کان نزح کلہ مطلقا کما فی
الجوہر و [illegible] سارا پانی نہ نکالنا [illegible] زندہ نکلے اور وہ مجمل العینی بہ اس صورت میں ہے جبکہ چوہا بچا گا بھی بلی سے اور نہ بلی کتے سے اور
[illegible] بکری [illegible] سے اگر ہر ایک بھاگ کر کنوئیں میں گرا ہو تو سارا پانی نکالا جاویگا مطلقاً یعنی پانی میں اسکا منہ داخل ہوا ہو یا نہ داخل ہوا ہو چنانچہ جوہرہ
میں ہے [illegible] جانور گر کے خوف سے پیشاب کر دیتا ہے یہ وجہ ہے تمام پانی نکالنے کی لکن فی النہر عن المجتبیٰ الفتوی علی خلافہ لان فی بولہا شکا لیکن نہر الفائق
میں مجتبیٰ سے منقول ہے کہ فتوے اسکے خلاف پر ہے یعنے پانی نکالنا واجب نہیں اسواسطے کہ پیشاب کے وجود میں شک ہے یعنے اور شک سے کوئی چیز ثابت
نہیں ہوتی فان تعذر نزح کلہا لکونہا معینا فبقدر ما فیہا وقت ابتداء النزح قالہ الحلبی پھر اگر متعذر ہو تمام پانی کا نکالنا بسبب ہونے کنوئیں کے چشمہ دار
تو اسقدر پانی نکالا جاوے جتنا اسمیں تھا ابتداء اخراج کے وقت ایسا کہا ہے حلبی نے ہم یعنے زائد کا نکالنا لازم نہیں اور شارح نے ابن کمال سے پہلے قت
وقوع کا اعتبار کرنا نقل کیا ہے یوخذ فی ذلک بقول رجلین عدلین لہما بصارۃ بالماء بہ یفتی وقیل یفتی بمائتین الی ثلثمائۃ وہذا ایسر وذاک احوط عمل
کرنا چاہیے اسمیں یعنے پانی کی مقدار میں ان متقی دو مردوں کے قول پر جنکو پانی کی خوب الکل ہو اسی قول پر فتوے ہے یعنے جب انکے اندازے کے موافق
پانی نکل چکا کنواں پاک ہوگیا اور دوسرا ضعیف قول یہ ہے کہ چشمہ دار کنوئیں میں دوسو ڈول کا تین سو ڈول تک فتوے ہے اور دوسرا قول آسان تر ہے
اور وہ پہلا قول بہت احتیاط والا ہے ہم دوسرا قول محمد رح سے مروی ہے اور جبکہ انھوں نے دیکھا کہ بغداد کے کنوئیں ... ۳۰۰ ڈول سے زیادہ نہ تھے تب یہ
فتوی دیا لیکن یہ قول ضعیف ہے اسلیے کہ نجاست کے سبب سے حکم شرع یہ ہے کہ سارا پانی نکالا جاوے تو عدد مخصوص پر اقتصار کرنا ظاہر ہو جانے میں بلا دلیل
سمعی کیونکر مقبول ہو بلکہ ابن عباس اور ابن زبیر سے مخالف اسکے منقول ہے کذا فی الطحطاوی عن البحر فاذا اخرج الحیوان غیر منتفخ ولا متفسخ ولا متمعط
فان کان کادمی وکذا سقط سخلۃ وجدی واوز کبیر نزح کلہ پھر جبکہ کنوئیں سے مردہ جانور نکالا گیا حالانکہ وہ پھولا نہیں اور نہ پھٹا اور نہ اسکے
بال جھڑے ہیں تو اگر جانور آدمی کے برابر ہے جسمیت میں اور اسکے مانند ہے ساقط حمل اور بکری اور بھیڑ کا بچہ اور بڑی بط تو تمام پانی نکالا جاوے
وان کان کحمامۃ وہرۃ نزح اربعون من الدلاء وجوبا الی ستین ندبا اور اگر جانور کبوتر اور بلی کے مانند ہو تو ۴۰ ڈول نکالے جائیں وجوب کی راہ سے
ساٹھ ڈول تک نکالنا ہے استحباب کی راہ سے وان کعصفورۃ وفارۃ فعشرون الی ثلثین کما مر اور اگر جانور ہے گنجشک اور چوہے کے مانند تو ۲۰ ڈول نکالے
جائیں ۳۰ ڈول تک جسطرح مذکور ہو چکا یعنے ۲۰ کا نکالنا واجب ہے اور ۳۰ کا مستحب وہذا التعمیم المعین وغیرہا بخلاف نحو صہریج وحب حیث یہراق الماء
کلہ لتخصیص الآبار بالآثار بحر و نہر اور یہ حکم شماری ڈول نکالنے کا شامل ہے چشمہ دار کنوئیں اور غیر چشمہ دار کو برخلاف حوض اور مٹھور کے اسواسطے کہ اسکا تمام
پانی بہا دیا جاویگا اگر اسمیں جانور گر کے مرجاوے اسواسطے کہ کنووں کا ناپاک ہونا پھر انکا چند ڈول کھینچ لینے سے پاک ہو جانا بالخصوص ثابت ہوا ہے
صحابہ کرام کے اقوال اور افعال سے کذا فی البحر والنہر یعنے کنووں کا حکم برخلاف قیاس آثار سے ثابت ہے تو حوض اور مٹھور کو غیر چشمہ دار کنوئیں کے ساتھ
ملحق نہیں کر سکتے قال المصنف فی حواشیہ علی الکنز ونحوہ فی القنیۃ مصنف نے کنز الدقائق کے حواشی میں کہا اور بحر الرائق اور نہر الفائق کے مانند ہے قنیہ

مین ونقل عن القنیۃ ان حکم الرکیۃ کالبئر اور مصنف نے نقل کیا قنیہ سے کہ رکیہ کا حکم کنوئین کے مانند ہے اور رکیہ بروزن عطیہ کنوئین کو کہتے ہین تو شاید نہین
ہوسکتی مگر یہ کہ رکیہ سے مراد حفرہ یعنے گڑھا ہو چنانچہ قاموس مین رکی بمعنی حفر مذکور ہے کذا فی الطحطاوی ظاہر رکیہ سے مراد چاہ کثیر العمق ہے جسکو اہل ہند چوہا
بولتے ہین واللہ اعلم وعن الفوائد ان الحب المطمور اکثرہ فی الارض کالبئر وعلیہ فالصہریج والزیر الکبیر یخرج منہ کالبئر فاغتنم ہذا التحریر انتہی اور مصنف نے
فوائد سے نقل کیا کہ جو مٹکہ مطمور پانی کی آدھی سے زیادہ زمین مین گڑی ہو وہ کنوئین کے مانند ہے اور بنا بر قول فوائد کے تو حوض مجمع الماء اور بہت بڑی
مٹورے کنوئین کے مانند قدر واجب ڈول نکالنا چاہیے سو اے مخاطب غنیمت جان اس تحریر کو بیان تمام ہوا کلام مصنف کا جو کنز کے حواشی مین ہے
بدلو وسط وہو دلو تلک البئر یعنی چالیس ڈول نکالے جاوین متوسط ڈول سے اور متوسط یعنی میانہ ڈول سے وہ ڈول مراد ہے جو اس کنوئین کا ڈول ہو
یعنے جس ڈول سے اسکا پانی بھرا جاتا ہے فان لم یکن فما یسع صاعا پھر اگر اس کنوئین کا کوئی ڈول مقرر نہو تو اس ڈول کا اعتبار ہے جسمین ایک صاع پانی سماے
ہم صاع آٹھ رطل ہے اور لکھنؤ کے سیر سے تخمیناً تین سیر صاع ہوتا ہے وغیرہ تخمینًا ہے اور اسکے سوا یعنے جو ڈول کہ صاع سے کم زیادہ ہو اسکا حساب کر لیا جائے
صاع والے ڈول سے یعنے اگر بہت بڑا ڈول ۲۰- یا ۴۰- ڈول کے برابر ہو تو ایک ہی ڈول کا نکالنا کفایت کرتا ہے اسلیے کہ ظاہر ہے
کہ قدر واجب کا اخراج حاصل ہو گیا اور اگر نہایت چھوٹا ڈول ہو تو قدر واجب سے زیادہ حساب کے موافق نکالنا چاہیے وکفی ملأ اکثر الدلو اور
کفایت کرتا ہے ڈول کے شمار مین بھرنا آدھے سے زیادہ ڈول کا یعنے اسواسطے کہ للاکثر حکم الکل ونزح ما وجد ان قل اور کفایت کرتا ہے نکالنا اسقدر
پانی کا جو کنوئین مین موجود ہے اگرچہ ڈولون کے شمار سے کم ہو یعنے ۲۰ ڈول مثلاً نکالنا واجب ہوا اور کنوئین مین فقط ۱۰- ڈول پانی تھا تو اسی قدر کے
نکالنے سے پاک ہو گیا نہر الفائق مین کہا کہ اگر بعد اسکے پانی زیادہ ہو گیا تو کچھ نکالنا واجب نہین وجریان بعضہ اور کفایت کرتا ہے کنوئین کے تھوڑے پانی
کا بہنا مگر کنوئین کے جاری ہونے کی دو صورتین ہین ایک یہ کہ اسمین دو چشمے ہین ایک سے پانی نکلتا ہے اور دوسرے سے بہتا ہے اور دوسری صورت یہ کہ
اسمین سوراخ کیا بطور سرنگ کے اور اسکا پانی بہا اگرچہ قلیل ہی جاری ہوا وہ پاک ہو جاویگا اسلیئے کہ طہارت کا سبب یعنے جاری ہونا پایا گیا جیسے ناپاک
حوض جاری ہو جانے سے پاک ہو جاتا ہے وغور ان قدر الواجب اور کفایت کرتا ہے طہارت مین کنوئین کے اسقدر پانی کا زمین کے اندر جا جانا جسقدر کا نکالنا
واجب تھا ہم اگر اسفل خشک ہو گیا تو پھر پانی کے آنے سے ناپاک نہوگا اور اگر خشک نہین ہوا تو صحیح تر یہ ہے کہ پانی آنے سے پھر ناپاک ہو جاویگا کذا فی الطحطاوی
عن البحر عن السراج وما بین حمامۃ وفارۃ فی الجثۃ کفارۃ فی الحکم اور جو جانور کہ جثے مین کبوتر اور چوہے کے درمیان کا ہے وہ چوہے کے مانند ہے حکم مین یعنے
اسمین ۲۰ ڈول کا نکالنا واجب ہے کما انہ ما بین دجاجۃ وشاۃ کدجاجۃ فالحق بطریق الدلالۃ بالاصغر چنانچہ وہ جانور کہ مرغی اور بکری کے درمیان کا ہے وہ
مرغی کے برابر ہے حکم مین تو جو جانور کہ چھوٹے اور بڑے کے مابین ہے اسکو چھوٹے جانور کے ساتھ ملا دیا بطریق دلالت النص کے ہم دلالت النص اسکو کہتے ہین
کہ صریحاً مذکور نہین مگر بطریق اولی اسکو سمجھ لیتے ہین یعنی جب مرغی مین ۴۰ ڈول واجب ہووے تو جو جانور مرغی سے بڑا ہے اسمین بطریق اولی ۴۰- واجب ہونگے
اسواسطے کہ اسکو بڑے جانور کے مانند کرنا دلیل سے ثابت نہین کما ادخل الاقل فی الاکثر کفارۃ مع ہرۃ جیسے اقل داخل کیا گیا اکثر مین جیسے چوہا بلی کے ساتھ
ہم سراج وہاج مین ہے کہ اگر بلی نے چوہا پکڑا اور دونون کنوئین مین گر پڑے تو اگر دونون زندہ نکلے تو کچھ نکالنا واجب نہین یا دونون مردہ نکلے تو ۴۰-
ڈول نکالنا واجب ہے یا فقط چوہا مردہ نکلا تو ۲۰- ڈول واجب ہین اور اگر چوہا زخمی ہے یا اسنے پیشاب کر دیا تو تمام پانی کا نکالنا واجب ہے کذا فی الطحطاوی
عن النہر ونحو الہرتین کشاۃ اتفاقاً اور دو بلیون کے مانند بکری کے برابر ہے حکم مین بالاتفاق یعنے تمام پانی نکالنا چاہیے ونحو الفارتین کفارۃ اور دو چوہون
کے مانند ایک چوہے کے مانند ہے حکم مین یعنے ۲۰- ڈول نکالنا چاہیے والثلاث الی الخمس کہرۃ اور تین چوہے پانچ چوہے تک بلی کے مانند ہین ۴۰- ڈول
نکالنے مین والست کشاۃ علی الظاہر اور چھ چوہے بکری کے مانند ہین تمام پانی نکالنے مین بنا بر ظاہر الروایۃ کے چنانچہ مبسوط مین ہے اور اسکو محمد رح نے

لیا ہو کذا فی البحر ویحکم بنجاستہا مغلظۃ من وقت الوقوع ان علم اور کنوئین کی نجاست مغلظہ کا حکم کیا جاتا ہو جانور کے گرنے کے وقت سے اگر وقت معلوم
ہو والا فمذ یوم ولیلۃ ان لم ینتفخ اور اگر جانور کے گرنے کا وقت معلوم نہو تو ایک رات اور ایک دن پہلے سے ناپاکی کا حکم ہوگا بشرطیکہ پھول نہ گیا ہو یعنی اور پھٹا
اور نہ بال جھڑا ہو کذا فی الطحطاوی وہذا فی حق الوضوء والغسل وما عجن بہ فیطعم للکلاب وقیل یباع من شافعی اور یہ حکم یعنے کنوئین کا ناپاک ہونا ایک رات
اور دن سے وضو اور غسل کے حق مین ہو اور اس آٹے کے حق مین جو گوندھا گیا اس پانی سے تو وہ کھلایا جاوے کتون کو اور بعضون نے کہا کہ شافعی مذہب
کے ہاتھ بیچا جاوے یعنے اسواسطے کہ شافعی کے مذہب مین یہ پانی ناپاک نہین اما فی حق غیرہ کغسل ثوب فیحکم بنجاستہ فی الحال اور وضو اور غسل کے ماسوا کے
حق مین جیسا کہ کپڑا دھونے کے حق مین تو پانی کی نجاست کا حکم کیا جاویگا فی الحال یعنے یہان ایک رات دن کا اعتبار نہوگا الحاصل وضو اور غسل مین حکم نجاست
کا بطریق استناد کے ہو اور انکے ماسوا مین بطریق اقتصار کے وہذا ای الطہر من حدث او غسل من خبث والا لم یلزمہم شیء اجماعا جوہرہ اور یہ حکم یعنے وضو اور غسل
مین ناپاک ہونا بطریق استناد اور کپڑے مین بطریق اقتصار کے اسوقت ہو کہ وضو اور غسل کیا ہو حدث اصغر اور اکبر سے یا کوئی چیز دھوئی ہو نجاست حقیقی کے
دور کرنے کو اور اگر ایسا نہو یعنے وضو یا غسل کیا بدون حدث کے یا کپڑا دھویا بدون نجاست کے تو کوئی چیز لازم نہین باتفاق امام اور صاحبین کے
کذا فی الجوہرۃ یعنی نماز کا اعادہ اور دھونا کپڑے کا لازم نہین اسواسطے کہ مقتضی صحت نماز کا پایا گیا یعنے طہارت سابقہ اور مانع مین شک ہو اسواسطے کہ پانی
کی طہارت اور نجاست مشکوک ہو اور نماز شک سے باطل نہین ہوتی برخلاف پہلی صورت کے اسواسطے کہ اسمین تو مانع بالیقین ثابت ہو یعنی حدث اصغر یا
اکبر اور کپڑے کی نجاست اور مزیل مین شک ہو کذا فی الطحطاوی ومذ ثلثۃ ایام بلیالیہا ان انتفخ او تفسخ استحسانا اور تین رات دن سے نجاست کا حکم
کیا جاوے اگر جانور پھولا یا پھٹا ہو استحسان کی رو سے ہم استحسان عبارت ہو احسن امر کے طلب کرنے سے اور بعضون نے کہا عبارت ہو قیاس کے ترک کرنے
اور اس امر کے لینے سے جو لوگون کو آسان تر ہو اور بعضون نے کہا عبارت ہو احکام مین آسانی طلب کرنے سے اور خلاصہ ان عبارتون کا یہ ہو کہ استحسان
سختی کا چھوڑنا ہو اور آسانی کا لینا قال اللہ تعالے (یرید اللہ بکم الیسر ولا یرید بکم العسر) کذا فی الطحطاوی اور بعضون نے کہا کہ استحسان اس قیاس
کو کہتے ہین جسکی وجہ مخفی ہو لیکن قیاس جلی سے قوی تر ہو نہر الفائق مین ہو وجہ استحسان یہ ہو کہ پانی مین حیوان دموی کا واقع ہونا اسکی موت کا سبب
ظاہر ہو تو اسی پر موت کا حوالہ ہوگا نہ موہوم سبب پر اور بلاشک وجود پر زمانہ وقوع کا سابق ہو تو انتفاخ مین تین دن کی تقدیر ہوئی اور اسکے غیر
مین ایک دن رات کی بنا بر اکثر عادت کے وقالا من وقت العلم فلا یلزمہم شیء قبلہ قیل وبہ یفتی اور صاحبین نے کہا کہ پانی کی نجاست کا حکم ہوگا حیوان
کے معلوم ہونے کے وقت سے تو لوگون کو معلوم ہونے سے پہلے کوئی چیز لازم نہوگی بعضون نے اسی قول کو مفتی بہ کہا ہو ہم صاحبین کا قول ہی
قیاس ہو اسواسطے کہ یقین یعنے طہارت کا متیقن ہونا زمانہ گذشتہ مین زائل نہین ہوتا شک سے یعنی نجاست سے اسواسطے کہ احتمال ہو کہ حیوان کنوئین سے
باہر مرا ہو پھر اسکو سخت ہوا نے یا کسی نادان نے یا چڑیا نے کنوئین مین ڈالدیا ہو نہر الفائق مین ہو کہ غایۃ البیان مین کہا کہ امام کا قول احوط ہو اور صاحبین کا
قول لوگون کو آسان تر ہو فتاوی عتابی مین ہو کہ صاحبین کا قول مختار ہو اور شیخ قاسم نے اسکو رد کیا ہو کیونکہ اکثر کتب کے مخالف ہو اسواسطے کہ امام کی دلیل
کی اکثر کتب مین ترجیح واقع ہو اور وہ احوط بھی ہو انتہی طحطاوی نے کہا شارح کو یون کہنا بہتر تھا قیل وہو المختار اسواسطے کہ اختیار کو افتا لازم نہین فرع
مسئلہ ملحقہ شارح کا وجد فی ثوبہ منیا او بولا او دما اعاد من آخر احتلام وبول ورعاف اپنے کپڑے مین منی یا پیشاب یا خون کو پایا تو نماز کا اعادہ کرے پچھلے
احتلام یا پیشاب یا نکسیر پھوٹنے سے ہم نوادر ابن رستم مین امام سے منقول ہو کہ خون مین نماز کا اعادہ نہین اور اسی کو محیط مین اختیار کیا ہو کذا فی النہر
ظاہر عدم اعادہ کی وجہ یہ ہو کہ غیر شخص کا خون شاید لگ گیا ہو ولو وجد فی جبتہ فارۃ میتۃ فان لا ثقب فیہا اعاد مذ وضع القطن والا فثلثۃ
ایام ان منتفخۃ او متفسخۃ والا فیوم ولیلۃ اور اگر اپنے جبہ مین مردہ چوہا پایا تو اگر جبہ مین سوراخ نہو تو نماز کا اعادہ کرے روئی بھرنے کے

وقت سے اور اگر بیہ مین سوراخ ہو تو تین دن کی نماز پھیرے اگرچہ پھولا یا خشک ہوا اور اگرچہ پھولا یا خشک نہو تو ایک دن کی نماز پھیرے ہم روئی بھرنے کے وقت سے اسوقت اعادہ ہوگا جبکہ ہمیشہ اسکو پہنے رہا ہو کذا فی الطحطاوی ولا نزح فی بول فارۃ فی الاصح فیض اور کنوئین سے پانی نکالنا لازم نہین چوہے کے پیشاب مین صحیح تر قول مین کذا فی الفیض ولا بخرء حمامۃ وعصفور وکذا سباع طیر فی الاصح لتعذر صونہا عنہ اور پانی نکالنا لازم نہین کبوتر اور گنجشک کی بیٹ پڑنے سے کنوئین مین اور اسی طرح کا حکم ہی پرندہ درندہ کی بیخال کا صحیح تر قول مین اسواسطے کہ حفاظت کنوئون کی اُنسے نہین ہوسکتی ولا بتقاطر بول کرؤس ابر وغبار نجس للعفو عنہا اور نہ اُس پیشاب کے ٹپکنے سے جسکی چھینٹین نہایت صغیر ہین چنانچہ سر سوزن اور نہ ناپاک غبار کے پڑنے سے اسواسطے کہ یہ دونون معاف ہین ولا بقرتی ابل وغنم اور نہ اونٹ اور بھیڑ بکری کی دو مینگنیون کے پڑنے سے کنوئین کا پانی کا نکالنا لازم ہی کما لو وقعتا فی محلب وقت حلب فرمیتا فوراً قبل تفتت وتلون جسطرح معاف ہی اگر دو مینگنیان پڑگئین دودھ کے برتن مین دوہنے کے وقت پھر پھینکی گئین اور دودھ کے رنگین ہونے سے پہلے نکال کر پھینکی گئین ہم یہ معافی ہی ضرورت کے سبب سے اسواسطے کہ دوہنے کے وقت مینگنی کرنے کی عادت ہی تو سوا اس وقت کے عفو نہین کذا فی النہر والتعبیر بالبعرتین اتفاقی لان ما فوق ذلک کذلک ذکرہ فی الفیض وغیرہ اور دو مینگنیون کا ذکر کرنا اتفاقی ہی نہ احترازی اسواسطے کہ دو مینگنیون سے زیادہ کا بھی یہی حکم ہی عفو کا کذا فی الفیض وغیرہ ولذا قال قیل القلیل المعفو عنہ ما یستقلہ الناظر والکثیر بعکسہ وعلیہ الاعتماد کما فی الہدایۃ وغیرہا لان ابا حنیفۃ لا یقدر شیئا بالرأی اور اسی واسطے یعنی اسلیے کہ دو سے زیادہ مینگنیان بھی عفو ہین بعض نے بیان کیا کہا گیا ہی کہ تھوڑی مینگنی وہ ہین جنکو دیکھنے والا تھوڑی سمجھے اور کثیر اسکے بالعکس ہی یعنی جنکو ناظر بہت سمجھے اور اسی قول پر اعتماد ہی چنانچہ ہدایہ وغیرہ مین مذکور ہی اسواسطے کہ امام ابوحنیفہ رح کسی چیز کا اندازہ اپنی تجویز سے نہین ٹھہرایا کرتے ہم معراج الدرایۃ مین کہا کہ یہی قول مختار ہی کذا فی الطحطاوی اور غیر معتمد اور غیر مختار تین قول ہین ایک یہ ہی کہ جو ہر ڈول مین مینگنی آوے تو کثیر ہی والا قلیل دوسرے یہ کہ اگر چوتھائی پانی پر مینگنیان ہون تو کثیر ہی والا قلیل الخ تیسرے یہ کہ تہائی پانی پر ہو تو کثیر ہی والا قلیل فرع مسئلہ لحقہ شارح کا البعد بین البیر والبالوعۃ بقدر مالا یظہر للنجس اثر پانی کے کنوئین اور نجاست کے کنوئین اور گڑھے مین اسقدر دور ہونا معتبر ہی کہ نجاست کا اثر پانی کے کنوئین مین ظاہر نہو ہم جب پانی کا اثر یعنی رنگ اور بو اور مزہ ظاہر نہو تو کنوان پاک ہی اگرچہ دونون مین ایک گز کا فرق ہو اور اگر نجاست کا اثر ظاہر ہو تو ناپاک ہی اگرچہ دونون مین دس گز کا فرق ہو کذا فی الطحطاوی ویعتبر سورہ بسؤر اسم فاعل من اسآر ای ابقی لاختلاطہ بلعابہ اور جھوٹے کی طہارت اور نجاست مین جھوٹھا کرنے والے جاندار کا اعتبار کیا جاتا ہی اسلیے کہ جھوٹھی چیز مین اس جاندار کا لعاب ملجاتا ہی شارح نے کہا کہ مسئر اسم فاعل کا صیغہ مشتق ہی اسآر فعل ماضی سے جو بمعنی ابقی ہی ہم جب مصنف نے پانی کے فساد اور عدم فساد کے بیان سے نسبت واقع ہونے حیوانات کے فراغت پائی تو اب اسکا بیان شروع کیا جو حیوانات سے پیدا ہوتا ہی یعنی انکا جھوٹھا اور پسینہ سور بہمز العین یعنی جھوٹھا اسکو کہتے ہین جو پینے والے سے برتن یا حوض مین پانی باقی رہے پھر بقیہ طعام وغیرہ کو بھی سور بولتے ہین بطریق استعارہ کے اور چونکہ لعاب متولد ہوتا ہی جاندار کے گوشت سے تو اسی کو معتبر رکھا طہارت اور نجاست اور کراہت اور شک مین کذا فی الطحطاوی فسؤر آدمی مطلقاً ولو جنبا او کافرا او امرأۃ تو جھوٹھا آدمی کا مطلقاً اگرچہ وہ جنب یا کافر یا عورت ہو پاک ہی ہم کافر کی نجاست اعتقادی ہی نہ حسی اسواسطے کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے کافرون کو مسجد مین شب باش ہونے دیا کذا فی البحر نعم یکرہ سؤرہا للرجل کعکسہ للاستلذاذ واستعمال ریق الغیر وہو لا یجوز مجتبی ہان مکروہ ہی جھوٹھا عورت کا مرد کو اور مرد کا جھوٹھا عورت کو یعنی اجنبی مرد اور عورت کے حق مین لذت گیری کے سبب سے اور غیر کی رال کا استعمال کرنا جائز نہین کذا فی المجتبی ہم یعنی یہ کراہت استلذاذ کی وجہ سے ہی نہ نجاست کے سبب سے طحطاوی نے کہا اس سے نکلتا ہی کہ اگر حلاق امرد ہو اور محلوق اسکے سر مین اسکے ہاتھ لگانے سے لذت پاوے تو مکروہ ہی تو حمامی امرد کی مشت مال بطریق اولی مکروہ ہوگی اور اسی طرح ہاتھ پانون کا دبوانا امرد سے وماکول لحم ومنہ

الفرس فی الاصح ومثلہ ما لادم لہ اور اس جانور کا جھوٹھا پاک ہی جسکا گوشت کھانا حلال ہی اور اُسی قسم سے گھوڑا صحیح تر قول مین اور اسی کے مانند ہی وہ
جانور جسمین دم مسفوح نہین ہی گھوڑے کے گوشت کی کراہت امام کے نزدیک احترام کی وجہ سے ہی کہ جہاد کا آلہ ہی نہ نجاست کی وجہ سے تو اسکا جھوٹھا مکروہ
نہین طاہر الفم قید الکل طاہر طہور بلا کراہۃ طاہر الفم سب کی قید ہی لیعنے آدمی اور ماکول اللحم اور گھوڑا اور جسمین خون سائل نہین جبکہ اُنکے منھ پاک
ہون نجاست سے تو انکا جھوٹھا بذات خود پاک ہی اور غیر کا پاک کرنے والا ہی احداث اور اخباث سے بلا کراہت مطلقاً لیعنے مکروہ تنزیہی بھی نہین ہی
وسور خنزیر وکلب وسباع بہائم ومنہ الہرۃ البریۃ وشارب خمر فور شربہا اور جھوٹھا سور اور کتے اور چوپایہ درندون کا ناپاک ہی اور درندون
کا ناپاک ہی اور درندون مین جنگلی بلی داخل ہی اور شراب پینے والے کا جھوٹھا شراب پینے کے وقت فوراً ناپاک ہی ہم چوپایہ درندے چنانچہ شیر اور چیتا
اور بھیڑیا شراب خوار مین فوراً کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر شراب پی کر اسنا توقف کیا کہ رال سے منھ اُسکا دھو گیا پھر اُسنے پانی پیا تو اب اُسکا جھوٹھا ناپاک
نہین ولو شاربہ طویلا لا یستوعبہ اللسان فنجس ولو بعد زمان اور اگر شراب خوار کی مونچھ اسقدر دراز ہی کہ اُسپر زبان نہین پہونچتی تو اُسکا جھوٹھا ہر صورت
ناپاک ہی اگرچہ بعد مدت کے اُسنے پانی پیا ہو وہرۃ فور اکل فارۃ نجس مغلظ اور بلی کا جھوٹھا چوہے کھانے کے وقت فوراً نجس مغلظہ ہی اور
اگر بلی نے چوہا کھانے کے بعد زبان سے اپنے منھ کو چاٹا یہانتک کہ اُسکا پاک ہوجانا مظنون ہوا تو اب اُسکا جھوٹھا پاک ہی کذا فی الطحطاوی وسور ہرۃ
ودجاجۃ مخلاۃ وابل وبقر جلالۃ فالاحسن ترک دجاجۃ لیعم الابل والبقر قہستانی وسباع طیر لم یعلم ربہا طہارۃ منقارہا وسواکن البیوت طاہر
للضرورۃ مکروہ تنزیہا فی الاصح ان وجد غیرہ والا لم یکرہ اصلاً کاکلہ لفقیر اور جھوٹھا مرغی کوچہ گرد کا اور اونٹ اور گاے بیل نجاست خور کا اور
ان درندون پرند کا جنکے پالنے والے کو اُنکی چونچ کی طہارت معلوم نہین اور جھوٹھا گھرون کے رہنے والے جانورون کا پاک ہی ضرورت کی وجہ
سے مکروہ تنزیہی ہی صحیح تر قول مین اگر سوا اُسکے اور پانی ملے اور اگر اُنکے جھوٹھے پانی کے سوا اور پانی نہ ملے تو اب مکروہ تنزیہی بھی نہین اصلاً جیسے
اُنکے طعام کا کھانا محتاج کو مکروہ نہین قہستانی نے کہا تو بہتر یہ تھا کہ مصنف مرغی کا لفظ نہ کہتا تو کوچہ گرد کا لفظ اونٹ اور گاے اور بیل کو شامل ہوجاتا
لیعنے اسواسطے کہ کوچہ گرد سے مراد نجاست خور ہی تو اُسمین مرغی اور اونٹ اور بیل سب داخل رہتے ہین ہم سباع طیر سے مراد چنانچہ باز اور شکرہ اور شاہین ہی
چونکہ انکا گوشت حرام ہی تو قیاس یہ تھا کہ انکا جھوٹھا بھی نجس ہوتا وجہ استحسان یہ ہی کہ یہ پرند چونچ سے پانی پیتے ہین اور وہ خشک ہڈی ہی پاک لیکن غالب
مردار خور ہین تو کوچہ گرد مرغی کے مانند ہوسے تو کراہت کا شبہ پیدا ہوا پھر اگر یہ شکاری جانور محبوس ہون اور اُنکے پالنے والے کو اُنکی چونچ کی طہارت معلوم
ہو تو اُنکے جھوٹھے پانی سے وضو کرنا مکروہ نہین یہ روایت ہی ابو یوسف رح سے اسکو پسند کیا ہی متاخرین نے اور اسپر فتوی دیا ہی ضرورت مذکورہ کا بیان یہ ہی کہ قیاس
چاہتا تھا کہ انکا جھوٹھا نجس ہو انکے گوشت کے نجس ہونے سے لیکن نجاست اُنکی ساقط ہوگئی طواف کی علت سے جو حدیث مین بلی کے حق مین وارد ہی اور
کراہت ثابت ہی نجاست کے توہم سے کذا فی الطحطاوی مختصراً وسور حمار اہلی ولو ذکراً فی الاصح وبغل امہ حمارۃ اور جھوٹھا پالو گدھے کا اگرچہ نر ہو صحیح تر قول مین
اور اس خچر کا جسکی مان گدھی ہو مشکوک ہی ہم مقابل اصح بعضون کا قول ہی کہ نر گدھے کا جھوٹھا نجس ہی اسواسطے کہ نر گدھا مادہ کا پیشاب سونگھتا ہی اصح کی وجہ یہ ہی
کہ سونگھنا امر موہوم غالب الوجود نہین تو اسکا اعتبار نہین فلو فرساً او بقرۃ فطاہر کمتولد من حمار وحشی وبقرۃ ولا عبرۃ لغلبۃ الشبہ لتصریح بحل اکل ذئب ولدتہ
شاۃ اعتباراً للام وجواز الاکل یستلزم طہارۃ السؤر کما لا یخفی تو اگر خچر کی مان گھوڑی یا گاے ہو تو اُسکا جھوٹھا پاک ہی جیسے اس جانور کا جھوٹھا پاک ہی
جو پیدا ہوا گور خر اور گاے سے اور غلبہ مشابہت کا کچھ اعتبار نہین بسبب تصریح کرنے فقہا کے اس بھیڑیے کے حلال ہونے مین جسکو بھیڑ یا بکری نے جنا
مان کے اعتبار کرنے کی وجہ سے اور کھانا حلال ہونا مستلزم ہی جھوٹے کی طہارت کو چنانچہ یہ امر پوشیدہ نہین ہم یہ روہی ملا مسکین شارح کنز پر کہ اُسنے مشابہت
کا اعتبار کیا ہی وما نقلہ المصنف عن الاشباہ من تصحیح عدم الحل قال شیخنا غریب اور جو مصنف نے اپنی شرح مین اشباہ سے عدم حلت کی تصحیح نقل کی ہی ہمارے

استاد خیر الدین رملی نے کہا کہ وہ روایت نادرہ مشہور کے مخالف ہی یعنی معتمد نہیں ہم ٹھیک بات یہ ہی کہ مصنف نے فوائد تاجیہ سے نہ اشباہ سے یون نقل کیا ہی
کہ جس حیوان کا اصل الابوین ماکول ہوا اور دوسرا غیر ماکول تو وہ حلال نہیں اصح قول میں عدم اعتماد اس قول کی وجہ یہ ہی کہ ان کا اعتبار کرنا محققین میں مشہور
قول ہی کذا فی الطحطاوی مشکوک سے نہ اوسکی طہارت میں شک ہو فی طہارتہ حتی لو وقع فی ماء قلیل اعتبر بالاجزاء کدھے اور خچر کے جھوٹھے کے مطہر ہونے میں شک ہو اور اسکے
پاک ہونے میں شک نہیں یہانتک کہ اگر اسکا جھوٹھا پانی قلیل پانی میں پڑجاوے تو اجزا کا اعتبار ہوگا یعنے اگر نصف سے کم ہی تو وضو اس سے جائز ہی چنانچہ
آب مستعمل میں اجزا کا اعتبار ہی ہم دلیل شک یہ ہی کہ ثبوت ضرورت میں تردد ہی اسواسطے کہ گدھا مکانات میں باندھا جاتا ہی تو ظروف سے پانی پیتا ہی اور
ضرورت کو اسقاط نجاست میں اثر ہی چنانچہ بلی اور چوہے میں مگر گدھے کی ضرورت بلی اور چوہے سے کمتر ہی کیونکہ وہ دونون ہر جگہ گھر میں آمد و رفت رکھتے ہین
برخلاف گدھے کے اور اگر مطلق ضرورت ثابت نہوتی چنانچہ کلب اور سباع تو نجاست کا حکم ہوتا بلا اشکال تو جبکہ ضرورت ایک وجہ سے ثابت ہوئی اور دوسری
وجہ سے ثابت نہوئی تو طہارت اور نجاست دونون ساقط ہوگئین تعارض کی وجہ سے کذا فی البحر وہل یطہر النجس قولان اور گدھے کا جھوٹھا پانی ناپاک
چیز کو پاک کرتا ہی یا نہیں اسمین دو قول ہین ایک قول یہ کہ ہان پاک کردیتا ہی اور دوسرا قول یہ کہ پاک نہین کرتا فیتوضا بہ او یغتسل ویتیمم اے یجمع
بینہما احتیاطا فی صلوۃ واحدۃ لا فی حالۃ واحدۃ ان فقد ماء مطلقا جب گدھے اور خچر کا جھوٹھا مشکوک ہوا تو اس سے وضو کرے یا نہاوے اور تیمم بھی کرے
یعنے دونون کو احتیاط کی راہ سے جمع کرے ایک نماز میں نہ ایک حالت میں بشرطیکہ آب مطلق غیر مشکوک کو نہ پاوے ہم نماز واحد میں جمع بین الوضوء والتیمم
احتیاطا ہو نہ ادائے واحد میں تو اگر گدھے کے جھوٹھے پانی سے وضو کیا اور نماز پڑھی پھر وضو ٹوٹا اور اسنے تیمم کیا اور وہی نماز پھر پڑھی تو جائز ہی یہی قول صحیح ہی
اگرچہ ادائے واحد میں جمع نکیا کذا فی الطحطاوی وصح تقدیم ایہما شاء فی الاصح اور وضو اور تیمم میں جسکو چاہے مقدم کرے صحیح تر قول میں و اذا تیمم وصلی ثم اراق لزمہ
اعادۃ التیمم والصلوۃ لاحتمال طہوریتہ اور اگر تیمم کیا اور نماز پڑھی پھر گدھے کا جھوٹھا پانی گرادیا تو اسپر تیمم کرنا اور وہی نماز کا پڑھنا لازم ہوگا اس پانی کے مطہر
ہونے کے احتمال سے یعنی تیمم کا اعتبار اسوقت ہی جبکہ پانی مطہر نہو لہذا یہان گرانے سے بعد نماز اور تیمم کا اعادہ لازم ہوا کیونکہ اسکا مطہر ہونا محتمل ہی
و یقدم التیمم علے نبیذ التمر علے المذہب المصحح المفتی بہ لان المجتہد اذا رجع عن قول لا یجوز الاخذ اور تیمم کو مقدم کرنا چاہیے شربت خرما کی طہارت پر یعنے فقط تیمم
متعین ہی وضو اس سے جائز نہین بنا بر قول صحیح ٹھہرائے گئے مفتی بہ مذہب پر اسواسطے کہ مجتہد نے جبکہ رجوع کیا ایک قول سے تو اسپر عمل کرنا مقلد کو جائز نہین
ہم نبیذ خرما اس سے عبارت ہی کہ خرمے پانی میں ڈالے جائین اور وہ پانی میٹھا اور سائل باقی رہے تو امام کا اول قول یہ تھا کہ نبیذ سے وضو متعین ہی یعنے تیمم کرنا
نچاہیے اور ابو یوسف نے کہا کہ فقط تیمم کرنا چاہیے اور محمد کے نزدیک جمع بین الوضوء والتیمم ہی اور نبیذ خرما جبکہ گاڑھا اور نشہ آور ہوجاوے تو بالاتفاق وضو جائز نہین
شرح مجمع اور بحر الرائق میں ہی کہ امام کے نزدیک تیمم متعین ہی اسی قول کی طرف امام نے رجوع کیا ہی کہ تیمم کرے اس سے وضو نکرے یہی مذہب مصحح مختار ہی کذا فی المنح
الغضا و حکم العرق کسؤر اور پسینہ جھوٹھے کے مانند ہی حکم میں ہم اسواسطے کہ جھوٹھا مخلوط ہوتا ہی لعاب سے اور لعاب اور پسینہ دونون پیدا ہوتے ہین گوشت
سے تو ہر حیوان کا پسینہ اسکے جھوٹھے کے ساتھ معتبر ہی طہارت اور نجاست اور کراہیت میں کذا فی المنح فعرق الحمار اذا وقع فی الماء صار مشکوکا علی المذہب کما
فی المستصفی تو گدھے کا پسینہ جبکہ پانی میں ٹپکا تو پانی مشکوک ہوگیا صحیح مذہب پر چنانچہ مستصفی میں مذکور ہی و فی المحیط عرق الجلالۃ عفو فی الثوب والبدن اور
محیط میں ہی کہ اونٹ وغیرہ ماکول اللحم نجاست خور کا پسینہ معاف ہی کپڑے اور بدن میں یعنے ہر چند نجس ہی مگر عفو ہی اور ظاہر تقیید اسپر دال ہی کہ پانی میں معاف
نہین و فی الخانیۃ انہ طاہر علے الظاہر اور فتاوی قاضی خان میں ہی کہ اسکا پسینہ پاک ہی ظاہر مذہب پر یعنی نجس معفو نہین اور ظاہر اسکے پڑنے سے پانی بھی پاک رہیگا واللہ اعلم

باب التیمم

یہ باب ہی تیمم کے احکام میں ثلث بہ تاسیا بالکتاب مصنف نے تیمم کو بعد وضو اور غسل کے تیسرے درجے میں ذکر کیا قرآن مجید کی پیروی سے ہم قرآن مجید میں

تیمم دو مقام میں مذکور ہی سورۂ نسا اور سورۂ مائدہ میں سو حق تعالے نے پہلے وضو کو بیان کیا پھر تیمم کو سو مصنف نے بھی قرآن مجید کی اقتدا کی وہو من خصائص هذه الامة بلا ارتياب اور تیمم اس محمدی امت کی مخصوصات سے ہی بلا شبہ یعنے اگلی امتون کو اسکا حکم نہ تھا حق تعالے نے مزید رحمت سے ہم خاکسارون کے حق مین خاک کو مطہر قرار دیا والحمد لله على ذلك وهو لغة القصد وشرعا قصد صعيد شرط القصد لانه النية مطهر تیمم لغت عرب مین بمعنی مطلق قصد کے ہی اور شرع کی اصطلاح مین تیمم قصد کرنا ہی پاک کرنے والی مٹی کا مصنف نے قصد کو شرط کیا اسواسطے کہ قصد عبارت ہی نیت سے اور نیت تیمم مین فرض ہی هم تعریف تیمم کی مقبول نہین اسلیے کہ قصد تیمم مین شرط ہی نہ رکن فتح القدیر مین تعریف تیمم کی یون مذکور ہی کہ تیمم نام ہی چہرہ اور دونون ہاتھون کے مسح کرنے کا پاک مٹی پر مار کے بشرط نیت کذا فی النهر بحر الرائق مین کہا کہ یہی تعریف حق ہی اور قصد شرط ہی کیونکہ قصد کو نیت کہتے ہین خرج الارض المتنجسة اذا جفت فانها كالماء المستعمل مطہر کی قید سے ناپاک مٹی جبکہ وہ خشک ہو جاوے تیمم کی تعریف سے خارج ہو گئی اسواسطے کہ وہ تو مستعمل پانی کے مانند پاک ہی مگر پاک کرنے والی نہین ہی کہ تیمم اسپر درست ہو لیکن نماز اسپر درست ہی والاستعمال حقيقة او حكما ليعم التيمم بالحجر الاملس اور استعمال اسکا خواہ حقیقة ہو خواہ حکما تاکہ صاف پتھر پر تیمم کرنے کو شامل رہے هم یہ جواب ہی سوال مقدر کا تقریر اسکی یہ ہی کہ صاف چکنے پتھر پر تیمم جائز ہی اور حالانکہ اسمین استعمال نہین جواب دیا کہ اسپر دونون ہاتھ کے رکھنے سے استعمال حکمی پایا گیا بصفة مخصوصة قصد کرنا مطہر مٹی کا اور اسکا استعمال ایک خاص طور پر هم طور خاص سے تیمم کی کیفیت مراد ہی وہ یہ ہی کہ دونون ہاتھ مٹی پر مارے پھر انکو جھاڑے پھر اپنے چہرے کو ملے اسطرح پر کہ کچھ باقی نہ رہے پھر دونون ہاتھ مٹی پر مارے پھر انکو جھاڑے پھر اُنسے دونون ہاتھ کہنیون تک ملے کذا فی المنح هذا يفيد ان الضربتين ركن وهو الاصح الاحوط یہ یعنی طور خاص سے اسکا فائدہ دیا کہ دو بار مٹی پر ہاتھ کا مارنا تیمم کا رکن ہی اور یہی قول صحیح تر اور زیادہ تر احتیاط والا ہی هم بعضون نے ضربتین کو شرط کہا ہی اور صحیح یہ ہی کہ رکن ہی اسواسطے کہ حدیث مین وارد ہی التيمم ضربتان تو ضربتین تیمم کی ماہیت مین داخل ہین ولهذا ابو شجاع نے کہا کہ اگر بعد ضرب حدث کیا قبل مسح کے تو اعادہ کرے اور اس مٹی سے مسح کرنا جائز نہین اور اسی قول کو خلاصہ مین صحیح کہا ہی اور یہی مختار ہی شمس الائمہ کا اگرچہ اسبیجابی کا قول اسکے مخالف ہی کذا فی المنح لاجل اقامة القربة خرج التيمم للتعليم فانه لا يصلي به تیمم کرنا بصفت خاص چاہیے عبادت کے ادا کرنے کے واسطے اس کہنے سے تعلیم قرآن کا تیمم خارج ہو گیا اسلیے کہ اس تیمم سے نماز جائز نہین هم اسواسطے کہ جواز نماز کے حق مین شرط ہی اس عبادت مقصودہ کی نیت کرنا کہ وہ بدون طہارت کے صحیح نہین اور تعلیم تو بدون طہارت کے بھی صحیح ہی کذا فی الطحطاوی وركنه شيئان الضربتان والاستيعاب اور تیمم کی رکن دو چیزین ہین ضربتین یعنے دو بار مٹی پر ہاتھ مارنا اور تمام اعضاء تیمم پر ہاتھ پھیرنا وشرطه ستة النية والمسح ولو بثلث اصابع فاكثر والصعيد وكونه مطهرا وفقد الماء اور تیمم کی چھ شرطین ہین ایک نیت ۲۔ مسح ۳۔ تین یا زیادہ انگلیون سے مسح کرنا ۔ ۴۔ مٹی ۵۔ مٹی کا مطہر ہونا ۶۔ پانی کا نہ پانا هم فقدان آب عام ہی حقیقی ہو جیسا کہ اسوقت پانی کا اصلا نہونا یا فقدان حکمی ہو جیسا کہ بیماری سے پانی کا استعمال نہ کرسکنا وسننه ثمانية الضرب بباطن كفيه واقبالهما وادبارهما ونفضهما وتفريج اصابعه وتسمية وترتيب وولاء اور تیمم کی سنتین آٹھ ہین اوّل باطن کفین یعنے دونون ہتھیلیون کو اندر کی طرف سے مٹی پر مارنا ۲ ہتھیلیون کو مٹی پر رکھ کر آگے کھینچنا ۳۔ انکو مٹی پر رکھے ہوئے پیچھے ہٹانا کذا فی النهر الفائق ۴۔ انکو جھاڑنا ۵۔ مٹی پر رکھنے کے وقت انگلیون کو کشادہ رکھنا تاکہ غبار اُنکے مابین مین آ جاوے ۶۔ بسم الله کہنا بطور وضو کے ۷۔ ترتیب یعنے اول منہ کو مسح کرنا پھر داہنے ہاتھ پھر بائین ہاتھ کو ۸۔ پے در پے بلا توقف مسح کرنا اسطرح کہ اگر پانی کا استعمال ہوتا تو عضو متقدم خشک نہوتا کذا فی الطحطاوی وزاد ابن وهبان في الشروط الاسلام فزدت فصمت سنة الثانية في بيت اخره فيه شطر بيته الاول فقلت ۵ والاسلام شرط عذر وضربتا ونيته ۵ ومسح وتعميم صعيد مطهر ۵ وسنته سمي ولطن ونرجن ۵ ولنفض وترتيب والى اقبل هد بر ۵ اور ابن وهبان نے وہبانیہ منظومہ مین تیمم کی شروط مین اسلام کو زیادہ کیا سو مین نے بھی اسکو زیادہ کیا اور تیمم کی آٹھ سنتون کو دوسری بیت مین ملا دیا اور اسکی بیت کے نصف اول کو بدل ڈالا سو مین نے یون کہا ہی اور اسلام شرط ہی تیمم کے وقت

اور عذر شرط ہے تیمم کی یعنی پانی کا نہونا یا بیماری اور ضرب بکفین اور نیت اور مسح کرنا اور سارے اعضاء تیمم پر ہاتھ پھیرنا اور مٹی کا ہونا اور اسکا مطہر ہونا شرط ہے
اور سنتین تیمم کی یہ ہین کہ اول تیمم کرنے واسطے بسم اللہ کہے اور باطن کفین سے ضرب کرے اور انگلیون کو کشادہ رکھے اور ہتھیلیون کو جھاڑے اور ترتیب کے ساتھ تیمم کرے
اور پے در پے بلا توقف تیمم کرے اور مٹی پر ہاتھ رکھکر آگے کھینچے اور پیچھے ہٹانا اور منجملہ شرط تیمم کے جنسے اہل تصانیف نے غفلت کی انقطاع حیض اور نفاس ہے اور
زائل کرنا مانع مسح کا جیسا کہ موم اور چربی کا اعضاء تیمم پر ہونا کذا فی الطحطاوی من عجز مبتدأ خبرہ تیمم عن استعمال الماء المطلق الکافی لطہارتہ لصلوٰۃ تفوت
الی خلف لبعدہ ولو مقیما فی المصر میلا جو شخص کہ عاجز ہو آب مطلق کے استعمال سے جو کافی ہو اسکی طہارت کو اس نماز کے واسطے جو فوت ہوتی ہے اپنا خلیفہ
چھوڑکر اسکا عاجز ہونا پانی سے بعید ہونے سے ہے ایک میل اگرچہ وہ شخص شہر کا مقیم ہو شارح نے کہا من عجز مبتدا ہے اور تیمم اسکی خبر ہے جو آگے آویگا چند سطر کے بعد
ہم آب مطلق اور کافی کی قید اسواسطے لگائی کہ آب مقید اور غیر کافی بمنزلہ معدوم کے ہے اگر اتنا پانی ہے کہ فقط وضو یا فقط ازالہ نجاست کو جو کپڑے مین نماز کی مانع ہو
کفایت کرتا ہے تو اس سے کپڑا دھووے اور وضو کے عوض تیمم کرے سب کے نزدیک اور اگر وضو کرکے نجس کپڑے سے نماز پڑھیگا تو نماز ادا ہوگی مگر گنہگار ہوگا چنانچہ
بحر الرائق مین ہے خانیہ سے اور جو نماز کہ خلیفہ چھوڑکر فوت ہوتی ہے وہ پنجگانہ نماز ہے جسکا خلیفہ قضا ہے اور نماز جمعہ ہے جسکا خلیفہ ظہر ہے اور جس نماز کا خلیفہ کوئی نہین وہ
نماز جنازہ اور عیدین ہے تو نماز جنازہ اور عیدین کے واسطے تیمم کرنا درست ہے اگرچہ پانی موجود ہو شارح نے مقیم شہر کو اسواسطے شامل کیا کہ تیمم کی شرط عدم آب ہے
پھر جہان یہ شرط متحقق ہو وہین تیمم جائز ہے سفر ہو یا اقامت چنانچہ یہ مسئلہ اسرار مین صحیح ہے خانیہ مین ہے کہ قلیل سفر اور کثیر تیمم مین برابر ہے و ہو ... فی
الطحطاوی اربعۃ آلاف ذراع و ہو اربع و عشرون اصبعا و ہی ست شعیرات ظہر لبطن و ہی ست شعرات بغل میل چار ہزار گز ہے اور گز ۲۴ انگل کا ہے اور
انگل چھ جو کی ہے اسطرح کہ ایک جو کی پیٹھ دوسرے جو کے پیٹ سے ملی ہو اور جو چھ بالون کا ہے اور ... او لمرض یشتد او یمتد بغلبۃ ظن او قول حاذق مسلم ولو بتحرک
یا عاجز ہو پانی کے استعمال سے اس بیماری کے سبب سے جو سخت ہوتی ہے یا دراز ہو جاتی ہے بظن غالب یا طبیب کامل مسلمان کے کہنے سے اگرچہ شدت
مرض اور امتداد حاصل ہوتا ہو حرکت کرنے سے ہم یعنی جب بیمار کو ظن غالب ہو کہ اگر مین وضو یا غسل کرونگا تو بیماری تیز ہوگی یا طول کھینچیگی یا طبیب حاذق
مسلم یہی بتاوے تو تیمم کرنا جائز ہے اسی طرح اگر بیمار کے پاس پانی نہین ہے اور اسکے پانون مین سخت پھوڑا یا پھروا ہے اور وہ یہ ظن غالب رکھتا ہو کہ مین اٹھکر
پانی لاونگا تو بیماری دراز ہوگی تو اب بھی تیمم اسکو جائز ہے او لم یجد من یوضئہ یا بیمار نے نپایا اسکو جو اسکو وضو کرادے اور وہ خود وضو کرنے کی طاقت نہین
رکھتا فان وجدہ ولو باجر المثل ولہ ذلک لا یتیمم فی ظاہر المذہب کما فی البحر پھر اگر بیمار وضو کرانے والے کو پاوے اگرچہ دستور کے موافق مزدوری دیکر
ملتا ہو اور اسکو مزدوری دینے کی طاقت ہے تو ایسا بیمار تیمم نکرے ظاہر مذہب مین چنانچہ بحر الرائق مین ہے وفیہ لا یجب علی احد الزوجین توضئ صاحبہ و تعہدہ
وفی مملوکہ یجب اور بحر الرائق مین ہے کہ زوجین مین سے ایک پر وضو کروانا دوسرے کا یا خبرگیری اسکی واجب نہین اور لونڈی غلام مین واجب ہے یعنی
مالک مملوک کی خبرگیری کرے اور مملوک مالک کی او برد یہلک الجنب او یمرضہ ولو فی المصر اذا لم یکن لہ اجرۃ حمام ولا ما یدفیہ یا عاجز ہو اس سردی سے
جو جنابت والے کو ہلاک کرتی ہے یا بیمار کرتی ہے اگرچہ جنب شہر مین ہو جبکہ اسکے پاس حمام مین نہانے کی مزدوری نہو اور نہ وہ چیز جو غسل کرنے والے
کو گرم کردے یعنی پانی گرم کرنے کا سامان نہو اور نہ مکان محفوظ اور نہ ایسا لباس ہم شارح نے جنب کی قید اسواسطے لگائی کہ سردی کے خوف سے
وضو کو چھوڑکر تیمم کرنا جائز نہین صحیح قول مین مصفی مین اسپر اجماع نقل کیا ہے اسواسطے کہ یہ تو فقط وہم ہے کیونکہ وضو مین ہلاکی یا تندرستی کی
بیماری نہین ہوتی عادت مین کذا فی البحر وما قیل انہ فی زماننا یتحیل بالعدۃ فیما لم یاذن بہ الشرع اور وہ قول جو کسی نے کہا کہ جو جنب ہلاکی سے ڈرے
وہ ہمارے زمانے مین حمام کے نہانے کے واسطے حیلہ کرے مزدوری دینے کا وعدہ کرے سو یہ بات اس قسم سے ہے جسکی شرع شریف نے اجازت نہین
دی یعنی جو مفلس ہو وہ معذور ہے تیمم کرے اس حیلہ گری کی کچھ حاجت نہین نعم لو کان لہ مال غائب یلزمہ الشراء نسیئۃ والا لا ہان اگر اس شخص کا

مال اسوقت موجود نہو تو اسکو لازم نہیں خرید کرنا وہ وہ پر اس چیز کا جو سردی کو دفع کرے اور اگر مطلق مال نہو تو خریدنا لازم نہیں وہ وہ مذہب ہی تیمم کرے لے وخوف
عدو کحیۃ او نار علی نفسہ ولو من فاسق او حبس غریم او مالہ ولو امانۃ یا عاجز ہو پانی کے استعمال سے دشمن کے خوف سے اپنی جان پر خواہ دشمن آدمی ہو یا غیر
آدمی جیسا کہ سانپ یا آگ کا ہونا پانی کے پاس اگرچہ ہو خوف عورت کو مرد فاسق سے کہ پانی کے پاس ہی یا خوف ہو قرضخواہ کے گرفتار کر لینے سے یا خوف
ہو اپنے مال پر اگرچہ اسکے پاس کا مال بطریق امانت کے ہو ہم اگر مدیون مفلس ہو تو خوف حبس کا البتہ عذر ہوا اور اگر مقدور والا ہو تو عذر نہیں اسواسطے کہ وہ
ظالم ہو اسکے قرض میں دیر لگانے سے ثم ان نشأ الخوف بسبب وعید عبد اعاد الصلوۃ والا لا لانہ سماوی پھر اگر خوف ہوا ہو بندہ کے ڈرانے سے تو
متیمم بعد زوال کے نماز کو پھر پڑھے اور اگر بندہ کی طرف سے نہیں ہو تو اعادہ نہ کرے اسواسطے کہ وہ خوف آسمانی ہو یعنی خدا کی طرف سے ہو کذا فی البحر بحثا ہم خلاف
اور خانیہ میں ہو کہ اگر اسیر مسلم کو کافر نے وضو اور نماز سے منع کیا تو تیمم کرے اور اشارہ سے نماز پڑھے پھر نماز کا اعادہ کرے جب چھوٹے اور اسی طرح جبکہ مالک نے
کہا اپنے غلام سے کہ جب تو وضو کریگا تو تجھکو قید کرونگا یا قتل کرونگا تو وہ تیمم سے نماز پڑھے پھر اعادہ کرے جیسی کے مانند اسواسطے کہ تیمم کی طہارت منع وجوب
اعادہ میں ظاہر نہیں کذا فی الطحطاوی او عطش ولو لکلبہ او رفیق القافلۃ حالا او مالا یا عاجز ہو بالفعل یا بالقوہ کی تشنگی کے خوف سے اگرچہ اپنے کتے یا
رفیق قافلہ کی تشنگی کا خوف ہو ہم جس پانی کی دفع عطش کے واسطے حاجت ہو وہ بمنزلہ معدوم کے ہو خواہ اپنی پیاس ہو یا اپنے جانور کی یا اہل قافلہ کی فی الحال
ہو یا آیندہ تو ان صورتوں میں باوجود پانی کے تیمم جائز ہو وکذا العجین او ازالۃ نجس کما سیجیئ اور تشنگی کے مانند ہو آٹا گوندھنا یا بدن اور کپڑے سے نجاست کا
دور کرنا چنانچہ اسکا بیان عنقریب آویگا وقید ابن الکمال عطش دوابہ بتعذر حفظ الغسالۃ لعدم الاناء اور ابن کمال نے چوپایوں کی تشنگی کے خوف کو مقید
کیا ہو تعذر حفظ غسالہ کے ساتھ برتن کے نہونے سے یعنی وضو اور غسل کا غسالہ برتن کے ہونے سے رہسکتا ہو تو تیمم جائز نہیں اسواسطے کہ انکی دفع تشنگی غسالہ
مذکورہ سے ممکن ہو اور اگر برتن نہو تو جانور کے واسطے پانی رکھے اور آپ تیمم کرے وفی السراج للمضطر اخذہ قہرا وقتالہ اور سراج میں ہو کہ مضطر کو یعنی جو شخص کہ
پیاس کے مارے مرتا ہو تو اسکو دوسرے شخص کا پانی زبردستی لینا اور اگر وہ نہ دے تو اس سے لڑنا جائز ہو بشرطیکہ پانی کا مالک بوجہ تشنگی پانی کی طرف حاجتمند نہو
والا وہی مقدم ہو غیر سے کذا فی البحر فان قتل رب الماء فہدر پھر اگر لڑائی میں پانی کا مالک مارا گیا تو اسکا خون رایگان ہو یعنی نہ اسمیں قصاص ہو نہ خون بہا
نہ کفارہ کذا فی البحر وان المضطر ضمن بقود او دیۃ اور اگر مضطر مارا گیا تو پانی کا مالک ضامن ہوگا قصاص یا دیت کا یعنی اگر قتل عمد ہو تو قصاص ہو اور اگر
شبہ عمد یا خطا یا جاری مجرای خطا ہو تو عاقلہ پر دیت ہو اور قاتل پر کفارہ کذا فی البحر او لعدم آلۃ طاہرۃ یستخرج بہا الماء یا عاجز ہو پانی کے استعمال سے
بسبب نہونے اس پاک سامان کے جس سے پانی نکالا جاوے ہم یعنی جب کنوئیں میں پانی ہو اور رسی اور ڈول نہو تو عاجزی ثابت ہوئی کنوئیں کا وجود اور
عدم برابر ہو اور اگر ڈول ناپاک ہوا تو بھی اسکا وجود اور عدم برابر ہی تیمم جائز ہو لم یکن ثالثا تیمم جائز نہیں اگرچہ تھوڑا تھوڑا پانی نکل سکتا ہو ہم اور اسی کے مانند
رومال اور کپڑا ہو یعنی اگر کپڑا لٹکا کر کچھ پانی نکلنا ممکن ہو تو اسکو نچوڑ کر وضو کرنا لازم ہو اگرچہ پورا وضو چند مرتبہ لٹکانے سے متصور ہو ایسی صورت میں تیمم
جائز نہیں وان نقص بادلائہ او شقہ نصفین قدر قیمۃ الماء تیمم جائز نہیں اگرچہ کپڑا وغیرہ کنوئیں میں لٹکانے یا اسکے دو ٹکڑے کرنے سے بقدر قیمت پانی کے
ناقص اور خراب ہو جاوے ہم صورت اسکی یہ ہو کہ مثلاً کچے رنگ کی پگڑی ہو کہ پانی میں ڈالنے سے بدرنگ ہو کر کم قیمت ہو جاتی ہو یا دوپٹہ وغیرہ ہو کہ نصفا نصف
پھاڑنے سے پانی تک پہونچتا ہو تو اگر پگڑی یا دوپٹہ کا نقصان اسقدر ہو جسقدر سے پانی خرید ہو سکتا ہو تو تیمم جائز نہیں پانی نکال کر طہارت کرے اور اگر پانی کی قیمت
سے زیادہ تر نقصان لازم آتا ہو تو تیمم جائز ہو طحطاوی نے کہا کہ یہ مسئلہ ہمارے مذہب میں منصوص نہیں ہو بلکہ شافعی مذہب میں مذکور ہو توشیح میں کہا ہو کہ یہ سب
ہمارے مذہب کے قواعد کے موافق ہو کما لو تجد من ینزل الیہا باجر چنانچہ اگر پاوے اس شخص کو جو کنوئیں میں اترے اور پانی لاوے مزدوری کے بدلے
یعنی اگر اجرت مثل سے تو اجرت دینا لازم ہو اور تیمم جائز نہیں اور اگر زیادہ مانگے دستور سے تو تیمم بلا اعادہ جائز ہو کذا فی البحر تیمم لبعدہ

الاعذار کلہا عاجز ہو تو تیمم کرے ان سب عذروں سے یعنے میل بھر کا پانی دور ہونا یا بیماری یا سردی یا خوف دشمن یا خوف تشنگی یا عدم آلہ آب کشی ہر وجہ علت مستقلہ ہے جواز تیمم کی جیسے کہ تیمم لبعد الماء ثم مرض مرضا یبیح التیمم لم یتطہر بذلک التیمم لان اختلاف اسباب الرخصۃ یمنع الاحتساب بالرخصۃ الاولی فتصیر الاولی کان لم یکن جامع الفصولین فلیحفظ تو اگر ایک شخص نے تیمم کیا پانی کے نہونے سے پھر اسکو ایسی بیماری ہو گئی جسکے سبب سے تیمم کرنا اسکو مباح ہو گیا تو اس تیمم سے نماز نہ پڑھے اسواسطے کہ رخصت کے اسباب کا متغیر ہونا اور بدلنا پہلے رخصت کی شمار کرنے اور کفایت کرنے کو مانع ہوتا ہے اور پہلی رخصت (اجازت شرعی ۱۲) اسطرح ہو جاتی ہے گویا کہ وہ موجود ہی نہ تھی ایسا مذکور ہے جامع الفصولین میں تو اسکو یاد رکھنا چاہیے قلم رخصت سے مراد یہاں تیمم ہے اور اسباب سے مراد بُعد اور مرض اور خوف عدو اور عطش اور فقدان آلہ ہے جامع الفصولین سے مراد وہ کتاب ہے جو فصول عمادی اور فصول استروشنی کی جامع ہے مستوعبا وجہہ حتے لو ترک شعرۃ او وترۃ منخر لم یجز تیمم کرے اپنے چہرے کو پورا مسح کر کے یہانتک کہ اگر ایک بال کو یا اپنے نتھنے کے کنارے کو یا حجاب بین المنخرین کو مسح کرنے سے چھوڑیگا تو تیمم جائز نہوگا کذا فی الطحطاوی و یدیہ فینزع الخاتم والسوار او یحرک بمرفقیہ مع مرفقیہ الاقطع اور پورا مسح کرے اپنے دونوں ہاتھوں کا تو انگوٹھی اور کنگن کو نکال ڈالے مسح کے وقت تاکہ مسح سے وہ مقام باقی نہ رہے یا اسکو حرکت دے یعنے اپنے مقام سے ہٹا دے اسی کا فتوی ہے اپنی وضو کی طرح یہاں فقط تحریک کافی نہیں بدون مسح کرنے انگشت کے ہاتھوں کا مسح کرے دو کہنیوں کے ساتھ تو جسکا ہاتھ کٹا ہو اور کچھ کہنی باقی ہو تو اسکا بھی مسح کرے بضربتین ولو من غیرہ تیمم کرے دو بار مٹی پر ہاتھ مار کے اگر چہ ضربتین تیمم کی غیر سے صادر ہوں یعنے اگر کوئی دوسرے کو تیمم کرادے اسکو بھی ضربتین کافی ہیں اسطرح کہ ایک بار سے اسکے چہرے کو مسح کرے اور دوسری بار ایک ہاتھ سے ایک ہاتھ کو مسح کرے اور دوسری بار دوسرے ہاتھ کو حاکم اور طبرانی اور دارقطنی نے جابر سے روایت کی کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (التیمم ضربتان ضربۃ للوجہ وضربۃ للذراعین الی المرفقین یعنی اہل حدیث اسکی حدیث کو ضعیف کہتے ہیں لیکن حاکم نے اسکی تصحیح کی ہے اور دارقطنی نے کہا کہ اسکے راوی سب ثقات ہیں معلوم کرنا چاہیے کہ تیمم میں احادیث مختلف اور متعارض ہیں بعضی حدیث میں ضربتین ہے اور بعضی میں ضربۃ واحدۃ اور بعضی میں مطلق ضرب اور بعضی میں کفین اور بعضی میں یدین الی المرفقین اور بعضی میں یدین مطلق آور لینا احادیث ضربتین اور مرفقین کو جیسا کہ امام اعظم کا مذہب ہے اقرب ہے احتیاط اور عمل ہے احادیث طرفین پر (ایکبار اقرار / تا کہنیاں ۱۲) اسواسطے کہ ضربتین میں ضربۃ بھی داخل ہے اور مسح ذراعین تا مرفقین میں مسح تا کفین داخل ہے دون العکس کذا فی شرح سفر السعادۃ للدہلوی و ما یقوم مقامہا کما فی الخلاصۃ وغیرہا لو حرک راسہ

او ادخلہ فی موضع الغبار بنیۃ التیمم جاز والشرط وجود الفعل منہ یا تیمم کرے اس فعل سے جو قائم مقام ہے ضربتین کے یہ تیمم جسنے اسواسطے کہ خلاصہ وغیرہ میں ہے کہ اگر تیمم کرنے والے نے اپنے سر کو ہلایا یعنے سر کو چہرے کے ساتھ گرد و غبار کے اندر کھڑے ہوئے ہلایا یا اپنا سر غبار کے مقام میں داخل کر دیا تیمم کی نیت سے تو جائز ہے اور جواز شرط کی شرط وجود فعل کا ہے تیمم کرنے والے سے خواہ وہ فعل مسح ہو یا ضرب یا غیر ضرب کذا فی البحر تو اس تقریر سے معلوم ہوا کہ ضرب تیمم کا رکن نہیں معلوم کرنا چاہیے کہ اکثر کتابوں میں ذکر ضرب کا واقع ہے اور اصل یعنے مبسوط میں وضع مذکور ہے نہ ضرب تو ابن شجاع نے کہا کہ ضرب رکن ہے تو اگر بعد ضرب کے حدث واقع ہوا یا بعد ضرب کے نیت کی تو کافی نہیں اور اسبیجابی نے کہا کہ ضرب رکن نہیں تو اگر بعد ضرب کے حدث واقع ہوا یا بعد اسکے نیت کی تو کافی ہے فتح القدیر میں ہے کہ بنظر دلیل کے ضرب کا اعتبار نہیں اسواسطے کہ قرآن مجید میں فقط مسح مامور ہے اور جو حدیث میں آیا ہے کہ التیمم ضربتان تو یا اعم من المسحتین مراد ہے یا بنظر غالب عادت کے ہے تو شارح نے اس مقام میں فتح القدیر کی تحقیق کو اختیار کیا کذا فی الطحطاوی و لو جنبا او حائضا طہرت لعادتہا او نفسا تیمم کرے اگر چہ تیمم کرنے والا جنب ہو یا وہ حائض جو پاک ہو گئی اپنی عادت کے موافق یا زچا ہو تو جنب کو تیمم جائز ہے عمار یاسر کی حدیث کی دلیل سے جو صحاح ستہ میں مروی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے انکو تیمم کرنے کا حکم کیا حالانکہ وہ جنب تھے اور حائض اور زچا کو بھی بہ سبب اسمیں جواز تیمم میں کذا فی النہر بطاہر من جنس الارض وان لم یکن علیہ نقع ای غبار تیمم کرے اس پاک کرنے والی چیز سے جو زمین کی جنس سے ہو اگر چہ اسپر گرد

ایکبار کا دونوں ہاتھوں کے پہلے کہنیوں تک ۱۲

اور غبار نہو ہم زمین کی جنس سے مراد وہ چیز ہی جو آگ سے پگھلے اور نہ راکھ ہو جاوے جیسے پتھر اور گچ اور چونا اور سرمہ اور گیرو اور ہرتال اور گندھک اور یاقوت اور زبرجد اور فیروزہ اور عقیق اور ریتا اور پختہ اینٹ اور پہاڑ کے نمک مین یعنی سیندھا لون مین دو روایتین ہین مگر جواز تیمم پر فتوی ہی جیسا کہ تجنیس مین ہی تو درخت اور شیشہ جو ریت اور ریگ سے بنتا ہی جنس ارض سے خارج ہو گیا الحاصل جو منطبع اور مترمد نہو وہ جنس ارض سے ہی اسپر تیمم کرنا جائز ہی ورنہ جائز نہین کذا فی الطحطاوی فان لم یدخل بین اصابعہ لم یحتج الی الضربۃ الثالثۃ للتخلیل تو اگر غبار داخل نہوا انگلیون کے اندر تو تیسری بار ہاتھ مارنے کے خلال کرنے کے واسطے حاجت نہین بلکہ خلال کرے بدون ضرب کے اور یہ مراد نہین کہ اصلا خلال نکرے اسلیے کہ استیعاب مسح پوری حقیقت ہی تیمم کی جیسا کہ تنبیہ اور اسکی شرح مین ہی اور یہی ظاہر الروایۃ ہی اور عالمگیری مین ہی کہ اگر غبار انگلیون مین داخل نہو تو تخلیل اصابع واجب یعنی فرض ہی اور صحیح یہ ہی کہ کف کا مسح کرنا ضرور نہین بلکہ ضرب کف کافی ہی کذا فی الطحطاوی وعن محمد یحتاج الیہا اور محمد سے روایت ہی کہ اگر غبار داخل نہو تو تیسری ضرب کی حاجت ہی لو تیمم غیرہ یضرب ثلثا للوجہ والیمنی والیسری قہستانی ان اگر دوسرے کو تیمم کراوے تو تین بار ہاتھ زمین پر مارے ایک چہرے کے واسطے اور دوسری بار داہنے کے واسطے اور تیسری بار بائین ہاتھ کے لیے ایسا کہا ہی قہستانی شارح نقایہ نے وبہ مطلقا ای عجز عن التراب اولا لانہ تراب رقیق اور غبار سے ہر طرح تیمم جائز ہی مٹی ملے یا نہ ملے اسواسطے کہ غبار تو باریک مٹی ہی فلا یجوز بلؤلؤ ولو مسحوقا لتولدہ من حیوان البحر لا بمرجان الا ان القنیۃ لشبہہ بالنبات لکونہ اشجارا نابتۃ فی قعر البحر علی ما حررہ المصنف جب تیمم کے واسطے جنس زمین کا ہونا شرط ہوا تو تیمم جائز نہین موتی سے اگرچہ وہ پیسا ہوا ہو اسواسطے کہ اسکی پیدائش ہی سمندر کے جانور سے اور مونگے سے بھی تیمم جائز نہین کہ وہ روئیدگی کے مشابہ ہی اسواسطے کہ مونگا ان درختون مین ہی جو سمندر کی تہ مین جمتے ہین ایسی تحریر اور تنقیح کی مصنف نے اپنی شرح مین ہم یہ رد ہی صاحب بحر پر اسواسطے کہ انہنے فتح القدیر سے عدم جواز تیمم کا مونگے سے نقل کیا پھر اسکے سہو پر حکم کیا اسواسطے کہ نہایۃ البیان اور توشیح اور عنایہ اور محیط اور معراج الدرایۃ اور تبیین مین جواز ثابت ہی مصنف نے اپنی شرح مین کہا ظاہر یہ ہو نہین اسواسطے کہ عدم جواز کی وجہ یہ ہی کہ مونگا منعقد ہوتا ہی پانی سے موتی کے مانند بدلیل شہادت اہل تجربہ اور جو جواز کے قائل ہین وہ اسکو اجزاء ارض سے سمجھے ہین کذا فی الطحطاوی مختصرا ولا بمنطبع کفضۃ وزجاج اور تیمم جائز نہین اس چیز سے جو آگ سے گداختہ ہو یعنی پگھل جاے جیسے چاندی اور کانچ ومترمد بالاحتراق اور نہ راکھ ہو جانیوالی چیز سے جو آگ سے جلکر راکھ ہو جاے جیسا کہ درخت الا رماد الحجر فیجوز کحجر مدقوق او مغسول او حائط مطین او مجصص او اوان من طین غیر مدہونۃ وطین غیر مغلوب بماء مگر پتھر کی راکھ سے تو تیمم جائز ہی جیسے جائز ہی کٹے پتھر یا دھوئے صاف پتھر سے یعنی اگرچہ اسپر غبار نہو اور جائز ہی کہگل کی ہوئی یا گچ لگائی ہوئی دیوار سے اور مٹی کے برتنون سے جو روغنی نہین اور گیلی مٹی سے جو پانی سے مغلوب نہین ہم تو ظروف چینی سے تیمم جائز نہین اسواسطے کہ اسپر کانچ کا روغن ہوتا ہی ہان اگر جنس ارض سے انپر روغن ہو جیسا کہ گیرو کا تو جائز ہی جیسا کہ بحر الرائق سے مستفاد ہوتا ہی اور گیلی مٹی جسکو گارا اور ریختہ بولتے ہین اگر اسمین پانی غالب ہی مٹی پر یا برابر ہی تو اس سے تیمم جائز نہین جیسا کہ متن مین مذکور ہی کہ غالب چیز کا حکم ہی لکن لا ینبغی التیمم بہ قبل خوف فوت وقت لئلا یصیر مثلۃ بلا ضرورۃ لیکن گیلی مٹی سے تیمم کرنا فوت ہو جانے کے ڈر سے پہلے نہ چاہیے تاکہ بدشکل نہو جاے بھبوت ملکر بدون ضرورت کے ہم یعنی گیلی مٹی سے تیمم خلاف اولی ہی اور اگر کریگا تو جائز ہی دلوالجیہ مین ہی کہ اگر مسافر گارے کی جگہ مین ہو اور صعید یعنی خشک مٹی نپاوے تو اپنا کپڑا جھاڑ کر تیمم کرے اگر اسپر غبار ہو اور اگر غبار نہو تو اپنے کپڑے مین گیلی مٹی لگاوے جب وہ خشک ہو تو تیمم کرے کذا فی النہر ومعادن فی محالہا فیجوز بتراب علیہا جیسے جائز ہی تیمم کانی چیزون سے جو اپنے اصلی مکانون مین ہین یعنی جب تک انکو خاک سے جدا نہین کیا جیسا کہ خاک آمیختہ سونا اور چاندی اور لوہا کھان کا تو تیمم انپر جائز ہی بسبب اس مٹی کے جو اسپر لپٹی ہی کذا فی النہر وقیدہ الاسبیجابی بان یستبین اثر التراب بمد یدہ علیہ وان لم یستبین لم یجز اور معدن مین جواز تیمم کے واسطے اسبیجابی نے یہ قید لگائی کہ مٹی کا اثر ظاہر ہو اسپر دونون ہاتھ پھیلا کر اور اگر مٹی کا اثر ظاہر نہو تو معادن سے تیمم کرنا جائز نہین وکذا کل ما لا یجوز التیمم علیہ لنفسہ وجرخۃ فلیحفظ اور مثل

معادن کے ہر ایک وہ چیز ہی جسپر تیمم جائز نہیں مانند گیہون اور بانات کے تو اسکو یاد رکھنا چاہیے کہ یہ خوب بات ہی کذا فی النہر ھم فتاوی عالمگیری مین
محیط سے منقول ہی کہ غبار سے تیمم کرنے کی یہ صورت ہی کہ اپنے دونون ہاتھ مارے کپڑے یا نمد یا تکیہ پر یا مانند اسکے اعیان طاہرہ مین جنپر غبار ہی پھر جبکہ
غبار اُسکے ہاتھون پر پڑے تو تیمم کرے یا اپنا کپڑا جھاڑے تاکہ غبار نکلے پھر اپنا ہاتھ اٹھاوے غبار مین ہوا کے اندر سو جبکہ غبار ہاتھون پر پڑے تو تیمم کرے
والحکم للغالب لو اختلط تراب بغیرہ کذہب وفضۃ ولو مسبوکین اور حکم ہی غالب چیز کا یعنے غالب چیز کا اعتبار ہی اگر مٹی ملی ہو دوسری
چیز سے جسپر تیمم جائز نہیں چنانچہ سونا اور چاندی اگرچہ دونون گداختہ ہون اور مٹی سے صاف ہو گئے ہون ھم شارح اس تعمیم مین شرح مصنف کا تابع
ہوا اور مصنف نے اسکو بحر الرائق عن المحیط نقل کیا لیکن مین نے جو بحر الرائق کو دیکھا تو اسمین محیط سے یہ تفصیل مذکور ہی کہ اگر تیمم کیا سونے یا چاندی سے
اگر وہ مسبوک یعنے گداختہ ہون تو جائز نہیں اور اگر گداختہ نہین اور مخلوط ہین مٹی سے اور غلبہ مٹی کو ہی تو جائز ہی اور یہ اسمین مذکور نہیں کہ جب گداختہ
ہون اور مٹی کے ساتھ ہون اور زیادتی یہ ہی کہ تیمم جائز ہی سونے اور چاندی اور لوہے اور تانبے سے اور مانند انکے جبتک کہ وہ زمین پر ہین اور
اُنسے کوئی چیز نہیں بنائی گئی اور بعد گداختگی تیمم جائز نہیں کذا فی الطحطاوی وارض محترقۃ فلو الغلبۃ لتراب جاز والا لا خانیہ اور جلی مٹی اگر جلے
ہی تو اگر مٹی غالب ہی اسکے سے تو تیمم جائز ہی اور اگر غالب نہیں یعنے مغلوب یا برابر ہی تو تیمم جائز نہیں کذا فی الخانیہ ھم یعنے زمین پر کا جھاڑ لوہا وغیرہ گیا
اور اسکی مٹی سے مل گیا تو غالب کا اعتبار ہی اور اگر مٹی جلی بدون اختلاط کسی چیز کے یہانتک کہ سیاہ ہو گئی تو اس سے تیمم جائز ہی اسواسطے کہ احتراق
مٹی کا رنگ بدل گیا نہ اُسکی ذات کذا فی الطحطاوی ومنہ علم حکم المساوی اور خانیہ کی تقیید بغلبۃ تراب سے معلوم ہو گیا برابر کا حکم یعنے اگر مٹی برابر ہی
دوسری چیز سے تو تیمم جائز نہیں اسواسطے کہ مٹی غالب نہیں وجاز قبل الوقت ولاکثر من فرض وجاز لغیرہ کالنفل لانہ بدل مطلق عندنا لا ضروری
اور تیمم جائز ہی نماز کے وقت سے پہلے اور ایک تیمم چند فرضون کے واسطے اور تیمم جائز ہی غیر فرض کے لیے چنانچہ نفل کے واسطے اسواسطے کہ تیمم مطلق بدل ہی
وضو اور غسل کا ہمارے نزدیک نہ ضروری بدل ھم یعنے جبکہ پانی نہو تو تیمم بدل مطلق ہی اور اس سے حدث مرتفع ہو جاتا ہی باوجود آب اور یہ نہیں کہ وہ نماز
کو مباح کردیتا ہی باوجود قائم ہونے حدث کے اور شافعی کے نزدیک تیمم بدل ضروری ہی اور مبیح نماز ہی حالانکہ حدث حقیقۃً موجود ہی تو انکے نزدیک قبل وقت
کے جائز نہیں اور اس ایک فرض سے زیادہ نماز جائز نہیں اور ہمارے نزدیک فرض اور نفل جو چاہے پڑھے کذا فی المنح وجاز لخوف فوت صلوۃ جنازۃ ای
کل تکبیراتہا ولو جنبا او حائضا اور تیمم جائز ہی نماز جنازہ کی فوت ہو جانے کے خوف سے یعنے تمام تکبیرون کے فوت ہونے کے ڈر سے اگرچہ تیمم کرنے والا
جنب یا حائض ہو ھم اور اگر فوت ہونے کا خوف نہو اسطرح پر کہ ایک ہی شخص نماز جنازہ کا ولی ہو اور جبکہ وضو کرنے جائیگا تو اُسکا انتظار ہوگا تو اُسکو
تیمم جائز نہیں اور اگر معلوم کرے کہ وضو کرنے مین بعض تکبیرات مین شریک ہوگا تو بھی اُسکو تیمم جائز نہیں اسواسطے کہ باقی ادا کرنا تنہا اسکو ممکن ہی کذا فی
البحر عن البدائع ولو جئ باخری ان امکنہ التوضی بینہما ثم زال تمکنہ اعاد التیمم والالا بہ یفتی اور جو ایک جنازہ کی نماز کے بعد دوسرا جنازہ لوگ لائے تو اگر
اس تیمم کو مابین ان دونون کے وضو کرنا ممکن ہوا پانی ملنے اور فرصت پانے سے پھر یہ قدرت زائل ہو گئی تو پھر تیمم کرے دوسرے جنازہ کے واسطے
بالاتفاق اور جو مابین مین وضو پر قدرت نہوئی تو تیمم کا اعادہ نہیں شیخین کے نزدیک اسی قول اخیر پر فتوی ہی کذا فی البحر عن المصفی وفوت عید
بفراغ امام او زوال شمس اور جائز ہی تیمم نماز عید کی فوت ہو جانے کے ڈر سے بسبب فراغت کرنے امام کے یا ڈھلنے آفتاب کے ھم یہ حکم ہی کل نماز عید کے فوت
ہونے کا اور اگر مقتدی وضو کرکے شریک ہو بعض نماز مین تو تیمم جائز نہیں کذا فی الطحطاوی عن البحر ولو کان یبنی بنا بعد شروعہ متوضیا وسبق حدثہ
اگرچہ خائف فوت نماز جنازہ یا عید تیمم کرکے بنا کرتا ہو بعد شروع کرنے نماز کے وضو سے اور غالب ہونے حدث کے یعنے وضو کرکے نماز جنازہ یا
عید شروع کی پھر وضو ٹوٹ گیا اور خوف ہی کہ اگر وضو پھر کریگا تو نماز فوت ہو جاویگی تو امام کے نزدیک تیمم کرکے بنا کرنا جائز ہی خلافا للصاحبین کذا

فی البحر بلا فرق بین کونہ اماما اولا فی الاصح بدون فرق کے درمیان ہونے اس پانی کے امام یا غیر امام صحیح تر قول مین یعنے جب فوت نماز عید یا جنازہ
کا خوف ہو تو امام اور غیر امام دونون کو تیمم جائز ہی لان المناط خوف الفوت لاالی بدل اسواسطے کہ جواز تیمم کا مدار اس صورت مین خوف ہی فوت ہونے
کا بلا عوض یعنے جو نماز فوت ہوتی ہو اور اسکا بدلا نہو سکتا ہو قضا کرنے سے تو اسکے فوت ہو جانے کے ڈر سے تیمم جائز ہی فجاز لکسوف وسنن رواتب
ولو سنۃ فجر خاف فوتہا وحدہا جب جواز تیمم کا خوف فوت پر مدار ہوا تو تیمم جائز ہی سورج گہن اور اسی طرح چاند گہن کی نماز کے واسطے اور موکدہ سُنتون
کے واسطے اگرچہ ہو فجر کی سنت کہ ڈرا ہو فقط اسکے فوت ہونے سے بدون فرض کے ہم یہ بحث ہی حلبی شارح منیۃ المصلی کی کذا فی الطحطاوی یعنی اگر خوف ہو
کہ پانی کے پاس جانے تک سورج گہن ہو چکیگا یا ظہر اور مغرب کا فرض ادا کر چکا اور وضو ٹوٹ گیا اور پانی تک جانے مین وقت فوت ہوتا ہی تو تیمم
کرکے سنتین پڑھ لے اور فقط سنت فجر کی فوت ہونے کے بدون فرض کی صورت یہ ہی کہ پانی میل بھر سے کم ہی خادم پانی لینے گیا ہی لیکن اسکے آنے تک
فقط وضو کرنے اور فرض پڑھنے کا وقت باقی رہیگا تو تیمم کرکے فجر کی سنتین پڑھے پھر جب پانی آوے تو وضو کرکے فرض ادا کرے طحطاوی نے کہا فقط فوت سنت
فجر کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر سنت کا فرض کے ساتھ فوت ہونے کا خوف ہو تو تیمم نہ کرے اسواسطے کہ سنت کو فرض کے ساتھ قضا کر لیگا ولنوم وسلام
وردہ وان لم تجز بہ الصلوٰۃ بہ اور جائز ہی تیمم سونے اور سلام کرنے اور سلام کے جواب دینے کے واسطے یعنے باوجود پانی کے ہونے کے اگرچہ اس تیمم سے نماز پڑھنا
جائز نہین ہم اس تیمم سے نماز اسواسطے جائز نہین کہ نماز کے تیمم کے واسطے فقدان آب حقیقۃً یا حکماً ضروری ہی اور یہ کہ اس عبادت مقصودہ کی نیت کرے جو حلال
نہین بدون طہارت کے قال فی البحر وکذا الکل بالاشتراط لہ الطہارۃ لما فی المبتغی او جاز لدخول مسجد مع وجود الماء وللنوم فیہ واقرہ المصنف بحر الرائق
مین کہا اور اسی طرح تیمم جائز ہی یعنے باوجود پانی کے ہر ایک اس عمل کے واسطے جسکے لیے طہارت شرط نہین بدلیل اس قول کے جو مبتغی مین یون ہی اور جائز ہی
تیمم مسجد مین جانے کے واسطے باوجود پانی ہونے کے اور مسجد مین سونے کے واسطے اور مصنف نے اپنی شرح مین اسکو ثابت رکھا ہی یعنے اسپر رد نہین کیا
لکن فی النہر الظاہر ان مراد المبتغی للجنب فسقط الدلیل لیکن نہر الفائق مین ہی کہ ظاہر یہ ہی کہ مبتغی کی مراد جنب ہی تو بحر الرائق کی دلیل ساقط ہو گئی ہم
یعنے جب مبتغی کے کلام سے جنب مراد ہوا تو صاحب بحر کا کلیہ ثابت نہ رہا کیونکہ جنب کو طہارت شرط ہی لیکن حلبی محشی نے کہا کہ کلام مبتغی سے ارادہ کرنا
جنب کا مسلم نہین اسواسطے کہ دو حال سے خالی نہین کہ پانی مسجد کے باہر ہو یا اندر اگر باہر ہی تو وہ باطل ہی کیونکہ جنب کا داخل ہونا مسجد مین باوجود ہونے
پانی کے خارج مین بہ اتفاق ہمارے علما کے جائز نہین اور اگر مسجد کے اندر ہی اور یہی احتمال صحیح ہی مگر یہ احتمال مبتغی کی عبارت سے بعید ہی بدلیل
قولہ والنوم فیہ کذا فی الطحطاوی وقلت وفی المنیۃ وشرحہا تیمم لدخول مسجد ومس مصحف مع وجود الماء لیس بشئ بل ہو عدم لانہ لیس بعبادۃ یخاف
فوتہا مین کہتا ہون اور منیۃ المصلی اور اسکی شرح مین ہی کہ شخص کا تیمم کرنا مسجد کے داخل ہونے اور مصحف کے چھونے کے واسطے باوجود پانی کے
کوئی چیز نہین بلکہ وہ معدوم یعنے کرنا نہ کرنے کے برابر ہی اسواسطے کہ دخول مسجد اور مصحف کا مس وہ عبادت نہین ہی جسکے فوت ہو جانے کا ڈر ہو ہم
یہ تائید ہی صاحب نہر کی اور اگر دخول مسجد کو جنب پر محمول کیجیے تو کلام مبتغی کے مخالف نہین ہی لکن فی القہستانی عن المختار جوازہ مع الماء لسجدۃ
التلاوۃ لیکن قہستانی مین مختار سے منقول ہی کہ پسندیدہ قول جواز تیمم کا ہی پانی ہونے کے ساتھ سجدہ تلاوت کے واسطے ہم یہ استدراک ہی منیۃ المصلی
کی دلیل پر کہ جس عبادت کے فوت ہونے کا کچھ خوف نہو اسکے واسطے تیمم جائز نہین یعنے سجدۂ تلاوت مین طہارت شرط ہی اور اسکے فوت ہونے کا
خوف نہین باوجود اسکے تیمم جائز ٹھہرا حلبی نے کہا کہ یہ نقل ضعیف مصادم ہی قاعدہ کے کیونکہ سجدۂ تلاوت مین طہارت مشروط ہی اور فوت ہوتی ہی مزاحم ۱۲
نمایندا اپنا چھوڑ کر لکن سیجی تقییدہ بالسفر لا الحضر لیکن عنقریب فروع مین آویگا مقید کرنا جواز تیمم کا سجدۂ تلاوت کے واسطے سفر کے ساتھ یعنے یہ
سفر مین درست ہی نہ حضر مین ہم اس مسئلہ کی گفتگو فروع مین مذکور ہو گی ثم رایت فی الشرعۃ وشرحہا ما یؤید کلام البحر پھر علامہ ابو بکر بخاری

کی شرح عمدۃ الاسلام اور اسکی شروح مین مین نے وہ دیکھا جو بحر الرائق کے کلام کی تائید کرتا ہو کہ جسمین طہارت مشروط نہین اسمین تیمم جائز ہی باوجود پانی کے قال و
ظاہر الروایۃ جوازہ لشیٔ مع وجود الماء وان لم تجز الصلوٰۃ بہ صاحب بحر نے کہا کہ ظاہر الروایۃ جائز ہونا تیمم کا ہی تو جس چیز کے واسطے باوجود ہونے پانی
کے اگرچہ اُس تیمم سے نماز جائز نہین ھم اکثر نسخون مین ظاہر الروایۃ ہی اور ایک نسخہ معتمدہ مصر مین ظاہر البزازیہ ہی قلت بل المشہور عن الکتب خلافہ کما ھو من الضابطۃ
یجوز لکل مالا تشترط الطہارۃ لہ ولو مع وجود الماء مین کہتا ہون بلکہ درمختار مین جو اکثر کتب کے واسطے تیمم مذکور ہی جائز نا ہوا اسواسطے کہ یہ قاعدہ گذر گیا کہ تیمم جائز ہی ہر ایک
اس عمل کے واسطے جسمین طہارت مشروط نہین اگرچہ پانی موجود ہو واما ما اشترط لہ فیشترط فقد الماء کتیمم لمس مصحف فلا یجوز لواجد الماء اما للقراءۃ فان محدثا فکالاول
او جنبا فکالثانی اور جس فعل کے واسطے طہارت شرط ہی سو وہان تو پانی کا نہونا تیمم کے واسطے مشروط ہی جیسا مصحف کے چھونے کے واسطے تیمم کرنا سو وہ
جائز نہین پانی کے پانے والے کو اور اگر قرآن پڑھنے کے واسطے ہو سو اگر بے وضو ہو تو وہ اول کے مانند ہی یعنی باوجود پانی کے اسکو تیمم جائز ہی اگر وہ شخص
جنب ہو تو ثانی کے مانند ہی یعنی پانی کے حکم ہوتے اسکو تیمم درست نہین وقالوا لو تیمم لدخول مسجد او لقراءۃ ولو من مصحف او مسہ او کتابتہ او تعلیمہ او لزیارۃ
قبور او عیادۃ مریض او دفن میت او اذان او اقامۃ او اسلام او سلام او ردہ لم تجز الصلوٰۃ بہ عند العامۃ بخلاف صلوٰۃ جنازۃ او سجدۃ تلاوۃ فتاوی
شیخنا خیر الدین رملی اور فقہا نے کہا ہی کہ اگر تیمم کیا دخول مسجد کے واسطے یا قرآن پڑھنے کے واسطے اگرچہ مصحف دیکھ کر پڑھے یا مصحف کے چھونے کو یا اسکے لکھنے کو
یا اسکی تعلیم کو یا زیارت قبور کے لیے یا بیمار پرسی کے واسطے یا مردہ دفن کرنے کو یا اذان یا اقامت کے واسطے یا مسلمان ہونے کو یا اسلام کرنے کو یا سلام کے
جواب دینے کو تو ایسے تیمم سے نماز پڑھنا جائز نہین اکثر علما کے نزدیک برخلاف نماز جنازہ یا سجدہ تلاوت کے یعنے اگر نماز جنازہ یا سجدہ تلاوت کے واسطے
تیمم کیا تو اس تیمم سے نماز پڑھنا جائز ہی بشرطیکہ پانی موجود نہو یہ ہمارے استاد خیر الدین رملی کے فتاوے مین مذکور ہی قلت وظاہرہ انہ یجوز لہ فعل ذلک
فتامل مین کہتا ہون فتاوی مذکورہ کا ظاہر کلام یہ ہی کہ اسکو ایسا کرنا جائز ہی یعنے تیمم کرنا سجدہ تلاوت کے واسطے درست ہی سو اسے مخالف ... حلبی نے
کہا کہ یعنے تامل کیا سو اسکو صحیح پایا طحطاوی نے کہا مین کہتا ہون کہ اگر شارح کی یہ مراد ہو کہ سجدہ تلاوت کے واسطے تیمم باوجود پانی کے جائز ہی تو یہ
بالاتفاق جائز نہین اور اگر یہ مراد ہو کہ پانی نہونے کے وقت جائز ہی تو اسکا جواز بالاتفاق ہی تو شارح کے اس کلام کی حاجت نہین انتہی کلامہ لا لفوت
جمعۃ و وقت ولو وترا لفواتہا الی بدل تیمم نہ کرے نماز جمعہ اور نماز وقتی کے فوت ہونے سے اگرچہ وتر کا وقت ہو بسبب فوت ہونے ان نمازون کے بدلا
بدلا چھوڑ کر یعنے جمعہ کا بدلا ظہر اور پنجگانہ نماز اور وتر کا بدل قضا ہی برخلاف جنازہ اور عید کے اسواسطے کہ انکی قضا نہین وقیل یتیمم لفوت الوقت اور قول
ضعیف یہ ہی کہ تیمم کرے وقت کے فوت ہوجانے کے ڈر سے ھم قنیہ مین کہا کہ یہ روایت ہی ہمارے مشائخ سے اور اسپر چند فروع کو متفرع کیا انہ جملہ یہ ہی
کہ اگر چھت پر عورات کو اور کوٹھری کے اندر پانی ہی اور اندھیرے مین اسکے اندر جانے سے ڈرتا ہی تو تیمم کرے اگر فوت وقت کا خوف ہو کذا فی البحر
قال الحلبی فالاحوط ان یتیمم ویصلی ثم یعید حلبی شارح منیۃ المصلی نے کہا تو ایسی صورت مین احوط یہ ہی کہ تیمم کرے اور نماز پڑھے پھر وضو کرکے اس
نماز کا اعادہ کرے یعنے قضا پڑھے و یجب ای یفترض طلبہ ولو برسولہ قدر غلوۃ ثلثمائۃ ذراع من کل جانب ذکرہ الحلبی اور واجب ہی یعنی فرض ہی
تلاش کرنا پانی کا اگرچہ اپنا آدمی بھیج کر تلاش کرے بقدر ایک تیر کے جانے کے یعنے ۳۰۰ گز ہر جانب سے ایسا ذکر کیا ہی حلبی نے ھم تیر پرتاب
۳۰۰ گز ہین ۴۰۰ گز تک کذا فی المنح شرنبلالیہ مین برہان سے منقول ہی کہ جسطرف پانی کا گمان ہو فقط اسی طرف اسقدر تلاش کرنا چاہیے
نہ ہر جانب سے تو شارح کا مطلب یہ ہی کہ ہر جانب سے جدھر گمان ہو ادھر تلاش کرنا چاہیے کذا فی الطحطاوی وفی البدائع الاصح طلبہ
قدر ما لا یضر بنفسہ ورفقتہ بالانتظار اور بدائع مین ہی کہ صحیح تر قول یہ ہی کہ پانی کا تلاش کرنا اسقدر ہو کہ ضرر نہ پہونچے تلاش مین اسکی ذات کو اور اسکے
سفر کے ساتھیون کو انتظار کرنے سے یعنے اگر ایک کو بھی انہین سے ضرر ہو تو عدم طلب مباح ہی ان ظن ظنا قویا قربہ دون میل بامارۃ او اخبار عدل

تلاش فرض ہی اگر گمان قوی ہو پانی کے پاس ہونے کا ایک میل سے کم کسی علامت سے یا ایک متقی آدمی کے خبر دینے سے ظن مین اور ظن غالب مین
یہ فرق ہی کہ اگر احد الطرفین قوی اور راجح ہو دوسرے سے اور دل نہ جمے راجح پر اور نہ چھوڑے دوسرے کو تو اُسکا نام ظن وگمان ہی اور جبکہ احد الطرفین
دل مین جم جاوے اور دوسری جانب کو چھوڑ دے اُسکا نام اکبر ظن اور غالب الراے ہی میل کی قید اسواسطے لگائی کہ میل اور مافوق میل بعید ہی اُسکی
طلب واجب نہین قرب پانی کی علامت یہ ہی کہ سبزہ نظر آوے اور چڑیان گھومتی ہون کذا فی الطحطاوی والّا یغلب علٰی ظنہ قربہ لا یجب بل یندب
ان رجا والّا لا اور اگر پانی کے نزدیک ہونے کا اُسکو ظن غالب نہو یعنے شک ہو یا غیر قوی ظن ہو تو تلاش واجب نہین بلکہ مستحب ہی اگر امید ہو نزدیکی
کی اور اگر امید نہو تو تلاش مستحب بھی نہین ولو صلّی بتیمم ثم من سالہ ثم اخبرہ بالماء اعاد والّا لا اور اگر نماز پڑھی تیمم سے بدون پوچھنے کے اور حالانکہ وہان
وہ شخص تھا جس سے پوچھتا پھر نماز کے بعد اُس شخص نے پانی کے نزدیک ہونے کی خبر دی تو نماز کو پھر پڑھے ورنہ اعادہ نہ کرے کذا فی الزیلعی ھم
بحر الرائق مین سراج سے منقول ہی کہ تیمم کیا بدون طلب کے اور طلب واجب تھی اور نماز پڑھی پھر تلاش کی سو پانی نہ پایا تو اعادہ واجب ہی طرفین کے
نزدیک مطلقاً خواہ بعد اسکے پانی کی کوئی خبر دے یا نہ دے خلافاً لابی یوسف کذا فی الطحطاوی وشرط لہ اے للتیمم فی حق جواز الصلوٰۃ بہٖ نیۃ عبادۃ اور شرط
ہی تیمم کے واسطے نماز جائز ہونے کے حق مین عبادت کی نیت کرنا جواز نماز کی قید اسواسطے لگائی کہ نماز کے سواسے چنانچہ سلام یا جواب سلام کے واسطے
فقط تیمم کی نیت کفایت کرتی ہی اور عبادت کی نیت مانند طہارت یا استباحت نماز یا رفع حدث یا رفع جنابت کی نیت ہی کذا فی البحر ولو صلوٰۃ جنازۃ او
سجدۃ تلاوۃ لا شکر فی الاصح اگرچہ عبادت نماز جنازہ ہو یا سجدۂ تلاوت کا نہ سجدہ شکر کا امام کے صحیح تر قول مین یعنے اگر نماز جنازہ یا سجدۂ تلاوت کی نیت
سے تیمم کیا تو اس تیمم سے مطلق نماز جائز ہی اور اگر سجدۂ شکر کے واسطے تیمم کیا تو اس سے نماز پڑھنا درست نہین کیونکہ وہ عبادت نہین امام کے نزدیک
حلبی نے کہا کہ صاحبین کے نزدیک سجدۂ شکر مستحب ہی اور اسی پر فتوی ہی چنانچہ سجدۂ تلاوت کے باب مین مذکور ہوگا تو جب عبادت ہوا تو اُس تیمم
سے نماز صحیح ہوگی مقصودۃ تیمم کے واسطے اُس عبادت کی نیت مشروط ہی جو مقصود بالذات ہو یعنے دوسری عبادت کا وسیلہ نہو خرج دخول مسجد ومس
مصحف عبادت مقصودہ کی قید سے مسجد کا داخل ہونا اور مصحف کا چھونا نکل گیا یعنے دخول مسجد اور مس مصحف خود عبادت مقصودہ نہین بلکہ نماز اور قرآن
پڑھنے کے وسیلے ہین اگر کوئی کہے کہ دخول مسجد قطع نظر نماز کے اعتکاف کے واسطے ہوتا ہی اُسکا جواب یہ ہی کہ عبادت تو اعتکاف ہی اور دخول مسجد اُسکا تابع ہی
تو عبادت مقصودہ نہ ٹھہرا اور قرأت کی نیت سے تیمم کرنے مین تفصیل حق ہی چنانچہ بدائع مین ہی کہ اگر جنب نے قرأت کے واسطے تیمم کیا تو اُسکو اور نماز پڑھنا
جائز ہین کذا فی الطحطاوی لا تصح ای لا تحل لعیم قرارۃ القرآن للجنب بدون طہارۃ تیمم کے واسطے وہ عبادت مقصودہ مشروط ہی جو صحیح نہین یعنے
حلال نہین بدون طہارت کے لا تصح کی تفسیر لا تحل اسواسطے کی تاکہ عبادت مقصودہ جنب کی قرآن خوانی کو بھی شامل ہو جاوے ھم زیلعی اور سراج وتاج وغیرہا
مین مطلق مذکور ہی کہ صحیح تر یہ ہی کہ قرآن خوانی کے تیمم سے نماز پڑھنا درست نہین لیکن بدائع اور غایۃ البیان اور مجتبی مین کہا کہ اطلاق صحیح نہین تفصیل
حق یہ ہی یعنے اگر جنب قرآن خوانی کے واسطے تیمم کرے تو اور نمازین پڑھنا درست ہین چنانچہ بحر الرائق مین ہی کہ شرط یہ ہی کہ منوی عبادت مقصودہ
ہو یا عبادت مقصودہ کا جز ہو اور وہ حلال نہو بدون طہارت کے تو قرآن خوانی عبادت مقصودہ یعنے نماز کا جز ہی لیکن اگر قرآن خوان جنب ہو
تو شرط اخیر یعنے عدم حلتہ فعل الا بالطہارۃ پائی گئی تو تیمم کی شرط پوری ہوگئی تو نماز اس سے درست ہوئی اور اگر قرآن خوان جنب نہین بلکہ بیوضو ہی
تو شرط اخیر نہ پائی گئی تو اس تیمم سے نماز جائز نہوئی کذا فی المنح شارح نے لا تصح کی تفسیر لا تحل کی تاکہ اشارہ ہو اس تفصیل تحقیقی کی طرف خرج السلام
وردہ شرط اخیر سے سلام کرنے اور سلام کے جواب دینے کا تیمم خارج ہوگیا یعنے سلام اور جواب اگرچہ عبادت مقصودہ ہین لیکن بدون طہارت
کے بھی صحیح ہین تو انکے تیمم سے نماز پڑھنا جائز نہین فلغا تیمم کافر لا وضوءہ لانہ لیکس باہل للنیۃ فما یفتقر الیہا لا یصح منہ جب تیمم مین نیت مخصوص

شرط ہوئی تو کافر کا تیمم کرنا لغو یعنی باطل ہی نہ وضو کرنا اُسکا اسلیے کہ کافر نیت کرنے کی اہلیت نہین رکھتا تو جو عمل کہ اپنی صحت مین نیت کی طرف
حاجت رکھتا ہی وہ کافر سے صحیح نہوگا ہم اسواسطے کہ نیت سے فعل ثواب آخرت کا سبب مراد ہوتا ہی اور کافر سے حالت کفر مین ایسا فعل واقع نہین
ہوتا و لہذا کافر کا وضو صحیح ہی کیونکہ اُسمین نیت کی حاجت نہین تو کافر بعد اسلام کے وضو رسابق سے نماز پڑھ سکتا ہی نہ تیمم سابق سے وصح تیمم جنب بنیۃ
الوضوء بہ یفتی اور صحیح ہی جنب کا تیمم کرنا وضو کی نیت سے اسی قول کا فتوی ہی یعنی وضو کی نیت سے جنابت سے بھی پاک ہوجاتا ہی وندب لراجیہ
رجاء قویا آخر الوقت المستحب اور جسکو پانی ملنے کی امید قوی ہو تو اُسکو وقت مستحب کے آخر وقت مین نماز پڑھنا مندوب اور مستحب ہی کذا فی المنح
عن الوافی ولو لم یوخر وتیمم وصلی جاز لو کان بینہ وبین الماء میل والا لا اور اگر تاخیر نہ کی اور تیمم کیا اور نماز پڑھ لی تو جائز ہی اگر ہو درمیان اُس شخص کے
اور پانی کے میل بھر کی مسافت اور اگر اسقدر سے مسافت کم ہو تو نماز جائز نہین صلی من لیس فی العمران بالتیمم ونسی الماء فی رحلہ وہو مما ینسی
عادۃ لا اعادۃ علیہ نماز پڑھی اُس شخص نے جو آبادی مین نہین اور بھول گیا اس پانی کو جو اونٹ کے کجاوے مین ہی اور کجاوہ اُس قسم سے ہی کہ اُسکی
چیز کے بھول جانے کی عادت ہی تو اُسپر نماز کا اعادہ نہین ہم آبادی مین نہونا عام ہی خواہ وہ مسافر ہو یا مقیم اور اگر آبادی مین ہو اور اسطرح نماز پڑھے
تو اعادہ واجب ہی اور جسنے مسافر کی قید لگائی ہی تو بنظر غالب عادت کے کذا فی المنح اور نسیان وغیرہ باقی قیود کے احترازات کو شارح مذکور کریگا ولو ظن
فناء الماء اعاد اتفاقا اور اگر پانی چک جانے کا گمان کیا اور تیمم سے نماز پڑھی تو پانی دیکھکر نماز کا اعادہ کرے بالاتفاق کما لو نسیہ فی عنقہ او ظہرہ او فی
مقدمہ راکبا او موخرہ سائقا او نسی ثوبہ وصلی عریانا او فی ثوب نجس او مع نجس ومعہ ما یزیلہ او توضأ بماء نجس او صلی محدثا ثم ذکر اعاد اجماعا
چنانچہ اگر اس پانی کو بھولا جو اونٹ کی گردن یا اُسکی پیٹھ یا اُسکے سامنے تھا سواری کی حالت مین یا اونٹ کے پیچھے جبکہ وہ اُسکا ہانکنے والا تھا
یا شخص اپنا کپڑا بھولا اور برہنہ نماز پڑھی یا ناپاک کپڑے مین یا نجاست کے ساتھ نماز پڑھی اور حالانکہ اُسکے پاس وہ چیز ہی جس سے ازالہ نجاست
ہوسکتا تھا یا وضو کیا نجس پانی سے یا بے وضو نماز پڑھی پھر اُسکو پانی یا کپڑا یا نجاست یا بے وضو ہونا یاد پڑا تو نماز کو پھر پڑھے بالاتفاق ہم لیکن صورتِ ثانیہ
مین حکایت اجماع مین کلام ہی کہ بحر الرائق اور منح الغفار کی مراجعت سے معلوم ہوتا ہی ویطلبہ حتما علی الظاہر من رفیقہ ممن ہو معہ فان منعہ
ولو دلالۃ بان استہلکہ تیمم لتحقق عجزہ اور بنا بر ظاہر الروایۃ کے واجب ہی کہ پانی مانگے اپنے رفیق سے جو اُسکے ساتھ ہی پھر اگر وہ پانی نہ دے اگرچہ نہ دینا
دلالت حال کی راہ سے ہو اسطرح کہ کچھ پانی کو تلف کرے اور باقی طہارت کو کافی نہ رہے تو تیمم کرے بسبب ثابت ہوجانے اُسکو عاجزی کے ہم رفیق کی
قید باعتبار عادت کے ہی اسلیے کہ جو نماز کے وقت موجود ہو اُس سے مانگنا چاہیے رفیق ہو یا غیر رفیق فان لم یعطہ الا بثمن مثلہ او بغبن یسیر ولہ ذلک فاضل
عن حاجتہ لا یتیمم اور اگر وہ شخص پانی نہ دے مگر بعوض اُس ثمن کے جو اسقدر پانی کا معمول ہی یا تھوڑے سے غبن کے ساتھ اور اُسکے پاس وہ ثمن موجود ہی
اُسکی حاجت سے زیادہ تو تیمم نکرے بلکہ پانی خرید کرکے وضو کے ساتھ نماز پڑھے ہم غبن یسیر وہ ہی جو دوچند قیمت سے کم ہو یہ معلوم ہوتا ہی غبن فاحش کی
تعریف سے جو عنقریب مذکور ہوگی ولو اعطاہ باکثر یعنی بغبن فاحش وہو ضعف قیمتہ فی ذلک المکان او لیس لہ ثمن ذلک تیمم اور اگر پانی کا مالک پانی دے
اکثر ثمن سے یعنی غبن فاحش کے ساتھ اور غبن فاحش دوچند ہی پانی کی قیمت کا اس مکان مین یا اُس شخص کے پاس اسقدر ثمن نہین ہی تو تیمم کرے ہم غبن فاحش
سے خرید کرنا اسواسطے واجب نہوا کہ حرمت مال مسلم اُسکے جان کی حرمت کے مانند ہی اور جان مین ضرر مسقط ہی اسی طرح مال مین کذا فی البحر والا للعطش فیجب علی
القادر شراؤہ باضعاف قیمتہ احیاء لنفسہ اور پیاس کے واسطے تو واجب ہی خرید کرنا مقدور والے پر اضعاف بیشمار کے بدلے اپنی جان کے زندہ رکھنے کی وجہ سے
یعنے اسلیے کہ حفظ جان کا مقدم ہی مال کے حفظ پر وانما یعتبر المثل فی ستۃ عشر موضعا مذکورۃ فی الاشباہ اور ثمن مثل معتبر نہین مگر ۱۹ سکالون مین جمع کیا
مین مذکور ہین ہم مواضع مذکورہ کی تفصیل یہان ضرور نہ تھی لہذا بخوف تطویل اُنکو مذکور نہ کیا وقبل طلبہ الماء لا یتیمم علی الظاہر ای ظاہر الروایۃ عن صحبنا

لانہ مبذول عادۃ کما فی البحر عن المبسوط اور پانی مانگنے سے پہلے تیمم نکرے بنابر ظاہر الروایۃ کے ہمارے اصحاب یعنی ابوحنیفہ اور ابو یوسف اور محمد رحمہم اللہ سے
اسواسطے کہ پانی مین بخل نہین ہوتا دہ دینے اور خرچ کرنے کی چیز ہی عادت مین چنانچہ بحر الرائق مین مبسوط سے منقول ہی ھم اور جو چیز محتاج الیہ ہو اور اُسکے دینے مین
بخل کی عادت نہو تو اُسکے مانگنے مین کچھ ذلت اور خواری نہین اسواسطے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے بعض حوائج کو غیرون سے سوال کیا ہی کذا فی
الطحطاوی عن البحر وعلیہ فیجب طلب الدلو والرشا۔ اور بنابر اُسکے چونکہ پانی کا طلب کرنا واجب ہی مبذول ہونے کے سبب سے تو ڈول اور رسی کا مانگنا
واجب ہی یعنی اسمین بھی بخل کی عادت نہین وکذا الانتظار او قال حتی یستقی وان خرج الوقت اور اسی طرح انتظار کرنا واجب ہی اگر طالب سے کہا ڈول اور رسی کے
مالک نے ٹھہر جا یہانتک کہ پانی بھر لون اگرچہ انتظار مین نماز کا وقت نکلجاے ھم اور دوسرا قول یہ ہی کہ انتظار کرنا واجب نہین مستحب ہی کذا فی الطحطاوی ولو کان
فی الصلوۃ ان ظن الاعطاء قطع والالا اور اگر متیمم نماز مین کسی دوسرے شخص کے پاس پانی دیکھے اگر اُسکو پانی دینے کا گمان ہو تو نماز کو قطع کرے اور اگر دینے کا
گمان نہو تو نماز نہ توڑے نہر الفائق مین ہی کہ تیمم کرنے والا نماز مین ہو اور اسکو دینے کا گمان غالب ہو تو قطع کرے اور طلب کرے پھر اگر وہ ندے تو تیمم اُسکا باقی ہی پھر اگر اُسنے
بلا سوال نماز تمام کی پھر سوال کیا تو اگر اُسنے پانی دیا تو نماز پھر پڑھے ورنہ نماز تمام ہوگئی کذا فی الطحطاوی لکن فی القہستانی عن المحیط ان ظن اعطاء الماء اداء الاوجب
الطلب والالا لیکن قہستانی مین محیط سے منقول ہی کہ اگر پانی یا ڈول اور رسی دینے کا گمان ہو تو طلب کرنا واجب ہی ورنہ واجب نہین ھم یہ روایت مخالف ہی
ظاہر الروایۃ مین جو متن مین مذکور ہوچکی اور محیط کے مانند وافی مین بھی تفصیل مذکور ہی کذا فی الطحطاوی والمحصور فاقد الماء والتراب الطہورین بان حبس سے
مکان نجس ولا یمکنہ اخراج مطہر وکذا العاجز عنہما لمرض یؤخرہا عندہ اور بندیوان نپانے والا پانی اور مٹی پاک کرنے والون کا اسطرح پر کہ وہ شخص بند کیا گیا ناپاک
مکان مین اور اُسکو ممکن نہین پاک مٹی کا نکالنا زمین یا دیوار کھود کر اور اسی طرح بندیوان کے مانند وہ شخص ہی جو پانی اور مٹی مطہر سے عاجز ہی بیماری کے سبب سے
نماز کو تاخیر کرے امام کے نزدیک ھم تاخیر کرے یعنی اُسپر نماز حرام ہی ایسا نقل کیا ہی نووی شافعی نے امام کا مذہب کذا فی المنح اور اگر پاک کرنے والی مٹی کے نکالنے
پر قادر ہو تو مٹی نکال کے نماز پڑھے باتفاق امام اور صاحبین کے چنانچہ خلاصہ مین ہی وقالا یتشبہ بالمصلین وجوبا فیرکع ویسجد ان وجد مکانا یابسا والا یومی
قائما ثم یعید کالصوم اور صاحبین نے کہا کہ فاقد الطہورین نمازیون کے مشابہ بنجاے وجوبا تو رکوع اور سجدہ کرے اگر خشک مکان پاوے اور اگر خشک مکان
نملے تو نماز کا اشارہ کرے کھڑے ہوکر پھر جب پانی یا مٹی پاوے تو نماز کا اعادہ کرے صوم کے مانند ھم یعنے اگر مسافر موضع اقامت مین داخل ہوا کھانے کے بعد
رمضان شریف مین یا اسوقت پہونچا کہ نیت صوم کا وقت باقی نرہا تو باقی دن مین اسپر امساک واجب ہی روزہ دارون کے مشابہ بنکر پھر اس روزہ کا اعادہ واجب ہی
کذا فی الطحطاوی بہ یفتی والیہ صح رجوعہ ای الامام کما فی الفیض اور اسی صاحبین کے قول پر فتوی ہی اور اسی قول کی طرف امام کا رجوع کرنا صحیح ہی چنانچہ
فیض مین ہی وفیہ ایضا مقطوع الیدین والرجلین اذا کان بوجہہ جراحۃ یصلی بغیر طہارۃ ولا تیمم ولا یعید علی الاصح اور یہ مسئلہ بھی فیض مین ہی کہ
جسکے دونون ہاتھ اور دونون پانون کٹے ہوے ہین جبکہ اُسکے چہرے پر زخم ہو تو بدون طہارت کے نماز پڑھے اور تیمم نکرے اور نماز کا اعادہ نکرے صحیح تر قول پر ھم
اور اگر چہرہ صحیح اور سالم ہو تو مٹی پر مل لے اور جسکے ہاتھ شل یعنے خشک ہوگئے وہ اپنا چہرہ اور ہاتھ مٹی سے مل لے اور نماز کو نہ چھوڑے اور اقطع یعنی جسکے دونون ہاتھ
کٹے ہون وہ باقی کا مسح کرے اگر غسل مفروض کا کچھ محل باقی ہو والا لا کذا فی الطحطاوی وبہذا ظہر ان تعمد الصلوۃ بلا طہر غیر مکفر فلیحفظ وقدمر ویجی فی صلوۃ
المریض اور مسئلہ سابقہ سے ظاہر ہوگیا کہ قصدا نماز پڑھنا بدون طہارت کے نماز پڑھنے والے کو کافر نہین کردیتا تو اُسکو یاد رکھنا چاہیے اور البتہ یہ مسئلہ مذکور ہوگیا
اول کتاب الطہارۃ مین اور آگے بھی آویگا صلوۃ المریض کے باب مین فروع مسائل ملحقہ شارح کی صلی المحبوس بالتیمم ان فی المصر اعاد والالا محبوس نے
تیمم کے ساتھ نماز پڑھی اگر وہ قیدی شہر مین ہی تو خلاص ہونے کے بعد نماز کو پھیرے اور اگر شہر مین نہین ہی تو نپھیرے ھم یعنے مقیم محبوس پر اعادہ ہی نہ مسافر پر
اسواسطے کہ سفر کا عذر عجز حقیقی کے ساتھ ملگیا اور سفر مین غالب بے آبی ہی تو عدم متحقق ہوگیا ہر وجہ سے اور مقیم کو اعادہ ہو اسواسطے ہوا کہ مجبس متحقق

ہوا عباد کے فعل سے اور فعل عباد موثر نہیں حق اللہ کے اسقاط مین کذا فی العالمگیریۃ بل تیمم السجدۃ التلاوۃ ان فی السفر تیمم والا لا سوال سجدۂ تلاوت کے
واسطے تیمم کرے یا نکرے جواب اگر وہ شخص سفر مین ہی تو ان تیمم کرے اور اگر سفر مین نہین تو نکرے ہم اگر یہ صورت پانی موجود ہونے مین مفروض ہی تو حق یہ ہی
کہ مطلقاً درست نہین نہ سفر مین نہ اقامت مین اور اگر پانی موجود نہین تو مطلقاً درست ہی کذا فی الحلبی الماء المسبل فی الفلاۃ لا یمنع التیمم مالم یکن کثیراً
فیعلم انہ للوضوء ایضاً جو پانی کہ بطریق سبیل کے رکھا ہی جنگل مین وہ تیمم کرنے کا مانع نہین جبتک کہ بہت نہو یعنے اگر بکثرت ہوگا تو معلوم ہوگا قرینہ سے
کہ وہ وضو کے واسطے بھی ہی ہم پینے کے واسطے جو پانی راہون مین وقف ہوتا ہی تو وہ تیمم کا مانع نہین اسواسطے کہ وضو کا پانی شرعاً معدوم ہی
اور کثیر پانی سے اسوقت وضو درست ہوگا جبکہ فقط شرب کا یقین نہو اور جبکہ یقین ہو کہ فقط پینے کے واسطے ہی تو وضو حرام ہی اسواسطے کہ وقف کی شرط
شارع کے نص کے مانند ہی کذا فی الطحطاوی ولیشرب بالوضوء اور وہ پانی جو وضو کے واسطے وقف اور سبیل ہی اُسکا پینا درست ہی اجتباء ولی بیلح من جالفص
و محدث و میت جنابت والا مقدم اور لائق تر ہی مباح پانی کے استعمال کرنے مین حائض اور بے وضو اور غسل میت سے یعنی اسواسطے کہ جنابت اشد ہی تو اُسکا
ازالہ اہم ہی ولا حدہم فہو اولی اور اگر وہ پانی اُنمین سے کسی ایک شخص کا مملوک ہی تو وہ شخص مقدم ہی کیونکہ وہ مالک ہی ولو مشترکا ینبغی صرفہ للمیت اور اگر وہ پانی انمین مشترک ہی تو اُسکا صرف کرنا غسل میت کے واسطے لائق ہی جاز تیمم جماعۃ من محل واحد تیمم کرنا جماعت کا ایک مکان سے جائز ہی یعنے اسواسطے کہ مٹی مستعمل نہین ہوتی
یہانتک کہ اگر تیمم کرنے والون کے ہاتھون کی مٹی ایک جگہ جمع ہو تو اُسپر بھی تیمم درست ہی کذا فی الطحطاوی حیلۃ جواز تیمم من معہ ماء زمزم ولا یخاف العطش ان یخلطہ
بما یغلبہ او یہبہ علی وجہ یمنع الرجوع تدبیر جائز ہونے تیمم کی اُس شخص کو جسکے ساتھ زمزم کا پانی ہی اور اُسکو پیاس کا کھٹکا نہین ہی یہ کہ زمزم کے ساتھ اُس چیز کو ملاوے
جو اُس سے غالب ہوجاوے یا برابر چنانچہ گلاب وغیرہ کو مخلوط کر دے یا اُسکو ہبہ کردے اسطرح پر کہ رجوع مانع ہو یرجع فی الہبہ کے ہم عدم خوف تشنگی کی اسواسطے قید لگائی
کہ تشنگی کے خوف سے تیمم جائز ہی بدون مخلوط کرنے کے اسواسطے کہ وہ پانی حاجت اصلی مین مشغول ہی اور ظاہر ایسا مذکورہ کا حیلہ خوب نہین کہ اسمین اپنا کچھ
فائدہ نہ رہا واللہ اعلم و ناقضہ ناقض الاصل ولو غسلاً اور تیمم کا توڑنے والا وہ ہی جو تیمم کی اصل کا ناقض ہی یعنے تیمم جسکا خلیفہ اور بدل ہی اگرچہ وہ اصل غسل ہو
یعنی جو چیز کہ وضو کی ناقض ہی وہ اس تیمم کی ناقض ہی جو خلیفہ ہی وضو کا اور جو چیز غسل کی ناقض ہی وہ اُس تیمم کی بھی ناقض ہی جو بدلا ہی غسل کا مصنف نے اپنی شرح مین کہا کہ
کنز اور وقایہ مین یون کہا ہی کہ تیمم کا ناقض وہ ہی جو وضو کا ناقض ہی اور شرح نقایہ مین کہا کہ ناقضہ ناقض الاصل وضوء کان او غسلاً اور یہی کہنا بہتر ہی اسواسطے کہ جو
ناقض ہی غسل کا وہ ناقض ہی وضو کا لیکن ہر ناقض وضو کا غسل کا ناقض نہین کیونکہ حدث ناقض وضو ہی پر وہ غسل کا ناقض نہین تو یہ کلیہ ٹھہرا کہ ناقض وضو کا ہر تیمم کا ناقض ہی
انتہی فلو تیمم للجنابۃ ثم احدث صار محدثاً لا جنباً تو اگر جنابت کے واسطے تیمم کیا پھر حدث اصغر واقع ہوا تو وہ محدث ہوگیا نہ جنب یعنی اُسکا وضو ٹوٹا نہ غسل ہم درمیانت
کہ متن مذکور تین صورت مین شامل ہی ایک تو یہ کہ اگر تیمم حدث اصغر سے ہی تو اُسکا ناقض وہ ہی جو اُسکی اصل یعنے وضو کا ناقض ہی دوسری صورت یہ کہ اگر تیمم جنابت سے
ہی تو اُسکا ناقض وہ ہی جو غسل کا ناقض ہی تیسری صورت یہ ہی کہ حدث اصغر اور حدث اکبر یعنے جنابت کے واسطے ساتھی تیمم کیا پھر حدث اصغر واقع ہوا تو یہان
تیمم ٹوٹا ایک اصل کے اعتبار سے یعنے باعتبار حدث اصغر کے نہ باعتبار جنابت کے تو شارح کا متفرع کرنا صحیح ٹھہرا تو حلبی کا اعتراض جو شارح پر تھا کہ اُسنے اسکو تفریع
پر تفریع کی دفع ہوگیا کذا فی الطحطاوی بتصرف فیتوضاء و ینزع خفیہ جبکہ وہ محدث ہوگیا نہ جنب تو اب وہ وضو کرے اگر پانی بقدر وضو کے پاوے اور اپنے
دونون موزے اُتار کے پانون دھووے ہم یعنے جو موزے کہ جنابت سے پہلے طہارت کاملہ پر پہنے تھے اُنکو اُتارے چنانچہ زیلعی مین ہی موزہ اسواسطے
اُتارے کہ موزہ جنابت کا مانع نہین چنانچہ باب المسح علی الخفین مین مذکور ہوگا کذا فی الحلبی ثم یمسح علیہ مالم یمر بالماء پھر وضو کے بعد ہر موزے پر
مسح کرتا رہے جب تک اسقدر پانی پر نگذرے جو غسل کے واسطے کفایت کرتا ہی کیونکہ اگر اسقدر پانی پر گذر ہوگا تو جنابت کا بھی تیمم ٹوٹ جاویگا پھر
تجاوز کے بعد جنابت کے واسطے دوسرا تیمم کرے کہ پہلا ٹوٹ گیا پانی کے دیکھنے سے پھر اسکے بعد اگر حدث اصغر واقع ہوا اور پانی بقدر وضو کے پاوے

تو موزوں پر مسح نکرے بلکہ اُنکو اتارے اور پاؤن کو دھووے کیونکہ جنابت پاؤن مین سرایت کرگئی پھر موزے پہنے اور مسح کرتا رہے بعد حدث کے کذا
فی الطحطاوی قہستانی فی عبارۃ صدر الشریعۃ بمعنی بعد کما فی اِنّ مع العسر یسرا فافہم توضیح کا لفظ صدر الشریعۃ کی عبارت مین بمعنی بعد کے ہی جسطرح اِنّ
مع العسر یسرا مین مع بمعنی بعد ہی یعنی دشواری کے بعد آسانی ہی سو اُسکو سمجھ لے ای مخاطب ہم شرح وقایہ مین اول باب تیمم مین صدر الشریعۃ کی عبارت
اسطرح ہی (اما اذا کان مع الجنابۃ حدث یوجب الوضوء یجب علیہ الوضوء) یعنے جبکہ مع الجنابۃ حدث موجب وضو ہو تو اُسپر وضو واجب ہی تو اُسکا مطلب یہ ہی
کہ جب جنابت کے تیمم کے بعد حدث پایا جاوے تب وضو واجب ہی اسواسطے کہ جنابت کے ساتھ وضو کرنے کی حاجت نہین چنانچہ قہستانی مین یون مصرح ہی
کہ اگر جنب کے پاس اتنا پانی ہو کہ اُسکے کچھ اعضا یا وضو کو کفایت کرتا ہو تو وہ تیمم کرے اور اسپر واجب نہین پانی کا صرف کرنا اعضا یا وضو کی طرف
مگر جبکہ جنابت کا تیمم کیا پھر حدث واقع ہوا وضو کا موجب تو اب اسوقت اُسپر وضو کرنا واجب ہی کیونکہ وہ پانی بقدر کفایت پر قادر ہوا کذا فی الطحطاوی اور
اسی طرح حسن چلپی محشی شرح وقایہ نے عبارت مذکورہ کے وضو کو بعد تیمم جنابت کے محمول کیا ہی (و) ناقضہ (قدرۃ علی ماء) ولو اباحۃ فی الصلوۃ اور ناقض تیمم ہی
قادر ہونا پانی پر اگرچہ قدرت بطریق اباحت کے ہو نماز مین ہم یعنے اگر ایک شخص نے پانی کے نہونے سے تیمم کرکے نماز شروع کی اور عین نماز مین کسی شخص نے
اُسپر پانی مباح کردیا تو قدرت حاصل ہوئی نماز چھوڑ کر وضو کرے اور نماز پڑھے مصنف نے شرح مین کہا کہ رویت سے قدرت کو تعبیر کرنا بہتر ہی اسواسطے کہ
مریض پانی کو دیکھتا ہی اور پھر بھی تیمم کرتا ہی اور بعد زوال مرض تیمم باطل ہوگا بسبب قدرت کے اگرچہ پانی نظر نہ آوے (کافٍ لطہرہٖ ولو مرۃ) قدرت بقدر
پانی کی ناقض ہی جو کافی ہو اسکی طہارت کو یعنے وضو یا غسل کو اگرچہ ایک ایک بار اعضا کا دھونا ممکن ہو (فَضَلَ عن حاجتہ) کعطش وعجن وغسل نجس
مانع ولمعۃ جنابۃ لان المشغول بالحاجۃ وغیر الکافی کالمعدوم قدرت اُس پانی کی ناقض ہی جو اُسکی حاجت سے زائد ہی چنانچہ تشنگی سے اور آٹا گوندھنے
اور نجاست مانع نماز کے دھونے سے اور اُس عضو کے دھونے سے کہ غسل جنابت سے خشک رہا تھا اسواسطے کہ جو پانی کہ حاجت کے ساتھ مشغول ہی اور
وضو یا غسل کو کفایت نہین کرتا ہی وہ نہونے کے برابر ہی (لا ردۃ) نہ ارتداد یعنے تیمم کا ناقض نہین مرتد ہو جانا یعنے اگر مسلمان نے تیمم کیا پھر معاذاللہ وہ مرتد ہوگیا
پھر توبہ کی تو وہ تیمم باقی ہی نماز اُس سے جائز ہی (وکذا) ینقضہ (کل ما یمنع وجودہ التیمم اذا وجد بعدہ) لان ما جاز بعذر بطل بزوالہ اور اسی طرح توڑتی ہی
تیمم کو ہر ایک وہ چیز جسکا ہونا تیمم کا مانع ہی جبکہ وہ چیز تیمم کے بعد پائی جاوے اسواسطے کہ جو چیز جائز ہوئی کسی عذر کے ہونے سے باطل ہوجاتی ہی اُسکے زائل
ہوجانے سے فلو تیمم لمرض یبطل ببرئہ او لبرد یبطل بزوالہ تو اگر تیمم کیا بیماری کے سبب سے تو تیمم باطل ہوجاتا ہی بیماری کے جاتے رہنے سے یا تیمم کیا تھا
سردی کے سبب سے تو باطل ہوتا ہی سردی کے زوال سے (و) الحاصل ان کل ما منع وجودہ التیمم نقض وجودہ التیمم اور خلاصہ اسکا یہ ہی کہ جس چیز کا وجود
مانع ہی تیمم کا اُسکا موجود ہونا تیمم کا ناقض ہی ہم طحطاوی نے کہا شارح کا یہ کلام بعینہ متن کا کلام ہی تو اسکا کچھ فائدہ حاصل نہوا اور توضیح اسکی یون ہی
کہ تیمم جائز نہین ابتدا مین پانی کے ہوتے اور بعد اسکے اگر پانی میل سے کم ہی سو اگر وہ تیمم تھا پھر پانی حاضر ہوا یا تیمم چلا یہانتک کہ میل سے کم ہوگیا تو تیمم ٹوٹ گیا
اور اگر مریض نے تیمم کیا مرض کے سبب سے پانی کے ہوتے پھر پانی حاضر ہوا تو تیمم نہین ٹوٹتا انتہی (وما لا یمنع وجودہ فی الابتداء فلا ینقض وجودہ بعد ذلک
التیمم) اور جس چیز کا وجود تیمم کا مانع نہین ابتداء مین تو اُسکا موجود ہونا بعد اُسکے تیمم کو نہین توڑتا ہی ہم چنانچہ مریض مذکور کی مثال سے یہ امر واضح ہوتا ہی (و) لو
قال (کذا زوال ما اباحہ ای التیمم لکان اظہر واخصر) اور اگر مصنف یون کہتا اور اسی طرح ناقض تیمم کا ہی زائل ہونا اُس چیز کا جسنے تیمم کو مباح کردیا تو
ظاہر تر اور مختصر تر ہوتا مصنف کی عبارت سابقہ سے کما لا یخفی ظہورہ واختصارہ وعلیہ فلو تیمم لبعد میل فسار فانتقص انتقض فلیحفظ اور بنا بر قاعدہ مذکورہ
کے اگر تیمم کیا ایک میل پانی کے دور ہونے سے پھر متیمم پانی کی طرف چلا سو میل سے کم ہوگیا تو وضو ٹوٹ گیا اسکو یاد رکھنا چاہیے ہم تیمم اسواسطے ٹوٹ گیا
کہ تیمم کی اباحت ہوئی تھی بقدر میل کے دور ہونے سے پھر جب میل پورا نہ تھا تیمم ٹوٹ گیا اور جب متیمم کے یہ وجہ ہی نقض تیمم کی کہ اقل میل کا وجود تیمم کا مانع ہی

پھر جبکہ اقل میل پایا گیا اسکے چلنے سے تو تیمم ٹوٹ گیا ونقضہ ناعس متیمم عن حدث ونائم غیر متمکن متیمم عن جنابۃ علی ماء کاف لسقوط نقیضۃ اور گذرنا اس اونگھنے والے کا جسنے تیمم کیا حدث سے یا گذرنا نائم غیر متمکن کا جو تیمم ہو جنابت سے پانی پر کہ طہارت کو کافی ہو جاگتے شخص کے مانند ہو تو تیمم ٹوٹ جائیگا اس گذرنے سے والقیاس تیممہ وہو الروایۃ المصححۃ عنہ المختارۃ للفتوی اور صاحبین نے نائم اور ناعس مذکور کے تیمم کو باقی کہا ہو اور یہی روایت صحیح ٹھہرائی گئی ہو امام سے پسندیدہ ہو فتوی دینے کے واسطے ہم تو اب یہ مسئلہ اختلافی نہ رہا اتفاقی ہو گیا کما لو تیمم وبقربہ ماء لا یعلم بہ کما فی البحر وغیرہ واقرہ المصنف جیسے تیمم صحیح اور قائم ہو اگر ایک شخص نے تیمم کیا اور اسکے نزدیک پانی ہو اور وہ اسکو نہیں جانتا ہو ایسا مذکور ہو بحر الرائق وغیرہ میں اور اسکو مصنف نے اپنی شرح مین ثابت رکھا ہو تیمم لو کان اکثرہ او اکثر اعضاء الوضوء عددا وفی الغسل مساحۃ مجروحا او بہ جدری اعتبارا للاکثر تیمم کرے جو اکثر یعنے آدھے سے زیادہ وضو کے اعضا شمار کی راہ سے اور غسل مین پیمایش کی راہ سے زخمی ہون یا بدن مین چیچک نکلی ہو تیمم کا حکم ہوا اکثر کے اعتبار کرنے سے اسواسطے کہ للاکثر حکم الکل ہم تو اگر سر اور چہرہ اور دونون ہاتھون مین زخم ہو اور پانوٗن مین زخم نہو تو تیمم کرے خواہ اعضا زخمی اکثر مجروح ہون یا صحیح اور یہی قول مختار ہو کذا فی البحر اور غسل مین پیمایش کا اعتبار کرنا ہم صاحب بحر کی بحث ہو اور صاحب نہر نے بھی اسکو مسلم کہا ہو کذا فی الطحطاوی وبعکسہ یغسل الصحیح ویمسح الجریح اور اسکے عکس مین یعنے اکثر اعضا صحیح ہون اور اقل مجروح تو دھووے صحیح کو اور مسح کرے مجروح کو ہم یعنے محل جراحت پر مسح کرے اور اگر تاب نہو تو کپڑے پر مسح کرے حلبی شارح منیہ کے کلام سے نکلتا ہو کہ کپڑا باندھنا واجب ہو کذا فی الطحطاوی وکذا ان استویا غسل الصحیح من اعضاء الوضوء ولا روایۃ فی الغسل اور اسی طرح اگر اعضاء صحیح اور برابر ہون تو اعضاء صحیح وضو کو دھووے اور مجروح کو مسح کرے اور غسل مین درصورت مساوات کوئی روایت نہین ہم اور اسمین مشائخ کا اختلاف ہو اور دھونا اور مسح کرنا احوط قول ہو چنانچہ متن مین ہو کذا فی الحلبی ومسح الباقی منہا وہو الاصح لانہ احوط فکان اولی درصورت مساوات صحیح کو دھووے اور باقی اعضاء مجروحہ کو مسح کرے اور یہی قول صحیح تر ہو اسواسطے کہ اسمین زیادہ تر احتیاط ہو تو یہی قول بہتر ٹھہرا وصحح فی الفیض وغیرہ التیمم اور فیض وغیرہ مین تیمم کرنے کو درصورت مساوات کے صحیح کہا ہو کما تیمم لو الجرح بیدیہ وان وجد من یوضیہ خلافا لہما جیسے تیمم کرے اگر اسکے دونون ہاتھون مین زخم ہو اگرچہ پاوے اس شخص کو جو اسکو وضو کرا دے برخلاف صاحبین ہم امام کے نزدیک غیر شخص سے اعانت مستحب ہو اور صاحبین کے نزدیک فرض ہو منیہ کی شرح ابن امیر حاج مین مذکور ہو کہ جبکہ یہ حال ہو کہ صحیح عضو کے دھونے سے مجروح عضو کو پانی پہونچتا ہو تو تیمم کرے کذا فی الطحطاوی ولا یجمع بینہما ای تیمم وغسل اور جمع نکیا جاوے دونون مین یعنے تیمم اور دھونے مین ہم یہان غسل بالضم مراد نہین بلکہ بالفتح مراد ہو تاکہ غسل اور وضو دونون کو شامل رہے تیمم اور وضو مین یا تیمم اور غسل مین اسواسطے جمع کرنا جائز نہین کہ بدل اور مبدل مین جمع کرنا شرع سے ثابت نہین کما لا یجمع بین حیض وحبل او استحاضۃ او نفاس چنانچہ اجتماع نہین درمیان حیض اور حمل یا حیض اور استحاضہ یا حیض اور نفاس کے ولا بین نفاس واستحاضۃ وحبل اور نہ درمیان نفاس اور استحاضہ یا نفاس اور حمل کے ولا زکوۃ وعشر او خراج او فطرۃ اور نہ اجتماع ہو زکوۃ اور عشر مین یا زکوۃ اور خراج مین یا زکوۃ اور فطرہ مین ہم اجتماع زکوۃ اور عشر یا خراج کی صورت یہ ہو کہ عشر خارج کا یا خراج زمین کا ادا کیا اور غلہ باقیہ مین تجارت کی نیت کی اور ایک سال اسپر گذر گیا تو اسمین زکوۃ نہین اور حلبی محشی نے اسکی یہ صورت مذکور کی ہو کہ زمین کا خراج ادا کیا پھر اسمین تجارت کی نیت کی اور سال اسپر گذر گیا تو اسمین زکوۃ نہین اور اجتماع زکوۃ اور فطرہ کی یہ صورت ہو کہ ایک شخص کی تجارت کے غلام ہین انپر سال گذرا تو انکے مولی پر زکوۃ ہو اور فطرہ نہین ہو کذا فی الطحطاوی ولا عشر مع خراج اور عشر نہین خراج کے ساتھ اسواسطے کہ زمین یا عشری ہو یا خراجی عشری پر خراج نہین اور خراجی پر عشر نہین ولا فدیۃ وصوم اور اجتماع نہین فدیہ اور صوم مین اسواسطے کہ جسپر روزہ رکھنا لازم ہو اسپر فدیہ دینا نہین اور جسکو فدیہ دینا چاہیے جیسا شیخ فانی اسپر روزہ نہین ہم طحطاوی نے کہا

یہان ہوگا تب سے کفارہ ساقط ہوگیا تو بحر الرائق کے موافق عبارت اصلح مناسب تھی ولا بین القصاص والکفارۃ یعنے اجتماع نہین درمیان قصاص اور کفارہ کے
اسواسطے کہ قصاص ہوتا ہی قتل عمد مین اور اسمین کفارہ نہین اور کفارہ ہوتا ہی شبہ عمد اور خطا اور اسکے جاری مجرا مین اور اسمین قصاص نہین انتہی ما فی الطحطاوی
اور بعضے نسخون مین یون عبارت ہی او قصاص اور دیۃ یعنے جمع نہین درمیان قصاص اور دیت کے واللہ اعلم ولا ضمان و قطع اوا اجر اور اجتماع نہین تاوان
اور قطع مین یا تاوان اور اجرت مین یعنے جب سارق کا ہاتھ کاٹا گیا تو اُسپر مال مسروقہ کا تاوان نہین اور جس مزدور پر مال کے تلف کرنے سے تاوان ہی اُسکے
واسطے مزدوری نہین اور جسکی مزدوری لازم ہی اُسپر تاوان نہین ولا جلد مع رجم او نفی اور نہ دُرہ مارنا سنگساری اور تغریب کے ساتھ یعنے اخراج از وطن ہم اسواسطے
کہ زنا کی حد دُرے ہین اور بیاہے کی حد سنگساری اور دُرہ مارنا تغریب کے ساتھ جمع نہین ہوتا مگر بتجویز حاکم لیکن دُرہ مارنا قید کرنے کے ساتھ جمع ہوسکتا ہی
کذا فی الطحطاوی ولا مہر و متعۃ او حد او ضمان بافضا ئہا او موتہا من جماعۃ اور اجتماع نہین مہر اور متعہ مین یا مہر مین اور حد مین اور عورت کی ضمان
افضا یا اسکی موت مین زوج کے جماع سے ہم مہر اور متعہ مین اسواسطے اجتماع نہین کہ مطلقہ قبل از دخول کا اگر مہر مسمی ہی تو نصف مہر واجب ہی اور اگر مہر
مسمی نہین تو متعہ واجب ہی یہان متعہ سے کرتی اور اوڑھنی اور چادر مراد ہی اور مہر اور حد مین عدم اجتماع کی وجہ یہ ہی کہ اگر وطی صحیح یا شبہہ سے ہی تو مہر واجب
ہی اور حد نہین اور اگر وطی زنا کی ہی تو حد ہی اور مہر نہین اور افضا کی حقیقت یہ ہی کہ زوج کے جماع سے عورت کے بول اور براز کی دونون راہین پھٹکر
ایک ہوگئین تو یہان زوج پر ضمان ہی نہ مہر اور اسی طرح اگر اُسکے جماع سے زوجہ مرگئی تو تاوان ہی نہ مہر ولا مہر مثل و تسمیۃ اور اجتماع نہین مہر مثل اور مہر
معین مین اسواسطے کہ اگر مہر جائز کا تعین ہوگیا تو وہی واجب ہی اور اگر مہر کا ذکر نہوا یا غیر جائز کو معین کیا چنانچہ شراب یا سور تو مہر مثل واجب ہوگا ولا وصیۃ
و میراث اور اجتماع نہین وصیت اور میراث مین یعنے وارث کے واسطے وصیت کرنا صحیح نہین الا باجازت باقی ورثہ کذا فی الطحطاوی وغیرہا مما یجئی
فی محلہ ان شاء اللہ تعالی اور ان اشیاء مذکورہ کے سوا اور چیزین عدم الاجتماع مین جنکا ذکر آگے آویگا اپنے موقع پر اگر حق تعالے نے چاہا من بہ وجع رأس
لا یستطیع مسحہ محدثا ولا غسلہ جنبا ففی الفیض عن غریب الروایۃ یتیمم وافتی قاری الہدایۃ انہ یسقط عنہ فرض مسحہ جسکے سر مین ایسا درد ہی کہ اُسکے ساتھ مسح نہین
کرسکتا بے وضو ہونے مین اور نہ اُسکو دھو سکتا ہی نہانے کی حاجت مین تو فیض مین ظاہر الروایۃ کے خلاف غریب الروایۃ سے مذکور ہی کہ وہ شخص تیمم کرے
یعنے وضو اور غسل کے عوض اور قاری ہدایہ نے اسکا فتوے دیا ہی کہ اس شخص سے مسح سر کی فرضیت وضو مین ساقط ہی ولو علیہ جبیرۃ ففی مسحہا قولان
اور اگر سر پر کھیاچون کی پٹی ہی تو اُسکے مسح مین دو قول ہین مسح کرنا اور نکرنا ہم اور وجوب مسح کا قول اظہر ہی کذا فی الطحطاوی وکذا یسقط غسلہ فیمسحہ ولو
علی الجبیرۃ ان لم یضرہ والا سقط اصلا وجعل عادما لذلک العضو حکما کما فی المعدوم حقیقۃ اور اسی طرح غسل مین دھونا سر کا ساقط ہوتا ہی تو سر کو مسح کرے
اگرچہ پٹی پر مسح ہو بشرطیکہ مسح اُسکو ضرر نکرتا ہو اور اگر ضرر کرتا ہو تو دھونا اور مسح کرنا دونون بالکل ساقط ہین اور یہ شخص حکم شرع مین بدون اس عضو
کے ٹھہرایا گیا گویا اسکے سر ہی نہین جسطرح سے فی الحقیقۃ معدوم العضو سے دھونا اور مسح کرنا ساقط ہوتا ہی

باب المسح علی الخفین

یہ باب ہی دونون موزون پر مسح کرنے کا اخرہ لثبوتہ بالسنۃ مصنف نے موزون پر مسح کرنا تیمم کے بعد ذکر کیا بسبب ثابت ہونے مسح کے حدیث سے اور تیمم ثابت ہی
قرآن مجید سے وہو لغۃ امرار الید علی الشئ اور مسح لغت عرب مین ہاتھ کا پھیرنا ہی کسی چیز پر خواہ وہ چیز موزہ ہو یا عضو یا دیوار و شرعا اصابۃ البلۃ لخف مخصوص فی
زمن مخصوص اور شرع کی اصطلاح مین مسح عبارت ہی تراوت کے پہونچانے سے خاص موزے کو زمانہ خاص مین ہم خاص موزہ جسمین شروط آئندہ
موجود ہون اور زمانہ خاص سے مراد ایک دن اور ایک رات ہی مقیم کے واسطے اور تین رات اور دو دن مسافر کو والخف شرعا الساتر للکعبین
فاکثر من جلد ونحوہ اور شرع مین موزہ اُسکا نام ہی جو ڈھک لے دونون ٹخنون کو پھر زیادہ تر کو بنا ہو چمڑے اور اسکے مانند اور چیز سے شرط مسحہ

ثلثة امور الاول كونه ساتر محل فرض الغسل القدم مع الكعب او يكون النقصان اقل من الخرق المانع مسح موزے کی تین چیزین مشروط ہین پہلے شرط ہونا موزے
کا ڈھکنے والا اُس مقام کو جسکا دھونا وضو مین فرض ہی یا قدم کا ٹخنے کے ساتھ یا ہو کمی اُسکی کمتر اُس سوراخ سے جو مانع ہی مسح کا یعنے اگر پاؤن کی چھوٹی تین انگلیون
سے موزہ کمتر پھٹا ہو تو مسح جائز ہی اتنا نقصان مانع مسح کا نہین فيجوز على الزربول لو مشدودا الا ان يظهر قدر ثلثة اصابع تو جائز ہی مسح زربول پر اگر وہ
تاگے یا گھنڈی سے بندھا ہو مگر یہ کہ بقدر تین انگلیون کے پاؤن کھلا ہو تو اب مسح جائز نہین ہم زربول مصر کی زبان مین وہ جراب ہی چمڑے کی جو اٹے پر
قائم ہی اور وہ دونون ٹخنون کی طرف مکشوف ہی دوختہ نہین جسطرح اس ملک مین ایسے چمڑے کے موزے ٹخنون سے نیچے دوختہ نہین ہوتے اور گھنڈیون سے
انکو کس لیتے ہین وجوزه مشائخ سمرقند ستره باللفافة اور سمرقند کے عالمون نے ڈھکنا زربول مشقوق کا کپڑے سے جائز کہا ہی یعنے اگر موضع مشقوق کو
کپڑے سے باندھ لے تو مسح کرنے کو کافی ہی ہم یہ قول ضعیف ہی اور معتمد اہل بخارا کا قول ہی کہ جائز نہین مگر جبکہ ثخین یعنے گف اور سخت چیز سے ہو جسمین پانی سرایت
نکرے اسکو ہی سے چنانچہ بانات وغیرہ کذا فی الطحطاوی عن الحلبی والثاني كونه مشغولا بالرجل ليمنع سراية الحدث اور دوسری شرط مشغول ہونا موزے کا پاؤن
کے ساتھ یعنے تمام موزے مین پاؤن بھرا ہو موزہ خالی نہ رہا ہو تا کہ سرایت کرنے حدث کو مانع رہے فلو واسعا فمسح على الزائد ولم تقدم قدمه اليه لم يجز تو اگر
موزہ کشادہ اور لمبا ہو پھر اُسنے مسح کیا زائد پر حالانکہ اس زائد کی طرف پاؤن نہین پہونچا تو مسح جائز نہوا الخ فتاوی عالمگیری مین سراج سے منقول ہی کہ
معتبر نہین مسح کرنا اُس موضع کا جو خالی ہی قدم سے تو اگر اُسنے پاؤن کو خالی مقام مین کر دیا اور مسح کیا تو جائز ہی اور اگر وہان سے پاؤن ہٹا دے تو مسح کو
اعادہ کرے انتہی اور حلبی نے اپنے اُستاد سے نقل کیا کہ اعادہ مسح کا ضرور نہین کذا فی الطحطاوی مختصرا ولا يضر رؤية رجله من اعلاه اور ضرر نہین
کرتا نظر پڑنا اپنے پاؤن کا اوپر سے یعنے اگر ایسا موزہ کشادہ ہو کہ اوپر سے نظر آتا ہو تو کچھ مضائقہ نہین والثالث كونه مما يمكن متابعة المشي المعتاد فيه فرسخا فاكثر
اور تیسری شرط ہونا موزے کا ہی اُس چیز سے کہ ممکن ہو پیادہ پا چلنا اُسمین عادت کے موافق تین کوس پھر زیادہ اسقدر ہی ہم فرسخ کی قید حاشیہ بحر مین ہی
اور محیط مین امکان سفر مذکور ہی فلم يجز من زجاج وخشب او حديد تو جائز نہین مسح اس موزے پر جو بنا ہی کانچ یا لکڑی یا لوہے سے یعنے اسواسطے کہ
اُسکو پہن کر آدمی بے تکلف عادت کے موافق چل نہین سکتا وهو جائز فالغسل افضل الا لتهمة فهو افضل اور وہ یعنے موزے کا مسح جائز ہی نہ فرض اور نہ واجب
تو پاؤن کا دھونا افضل ہی مسح کرنے سے مگر رفض اور خروج کی تہمت کے وجہ سے تو مسح کرنا ہی افضل ہی ہم روافض اور خوارج کے نزدیک مسح موزے
کا جائز نہین بل ينبغي وجوبه على من ليس معه الا ما يكفيه او خاف فوت وقت او وقوف عرفة بحر بلکہ مسح کا واجب ہونا چاہیے اس شخص پر جسکے پاس پانی نہین مگر اتنا
کہ مسح کو کفایت کرتا ہی یا ڈر وقت کے فوت ہونے سے اگر پاؤن دھووے یا ڈر وقوف عرفات کے فوت ہونے سے کذا فی البحر ہم یہ تجویز ہی صاحب بحر کی کتب شافعیہ
کے موافق اسواسطے کہ قواعد حنفیہ کے مخالف نہین وفي القهستاني انه رخصة مسقطة للعزيمة ولهذا الوجه البارقي خفيه بنية الفضل ينبغي ان يصير اثما اور قہستانی کی
شرح نقایہ مین ہی کہ البتہ مسح رخصت ہی عزیمت کی ساقط کرنے والی اور اسی واسطے کہ اگر پانی ڈالے اپنے موزون مین دھونے کی نیت سے تو چاہیے کہ گنہگار
ہو ہم رخصت (اجازت ١٢) وہ ہی جو عذرات عباد پر مبنی ہو اور عزیمت عبارت ہی حکم اصلی سے جسکی بنا عذرات عباد پر نہین ہو الاصح في التعريف تو مسح ایسی رخصت ہی کہ مشروع
عزیمت کی مسقط ہی یعنے اسکے ساتھ عزیمت کا مشروع ہونا باقی نہ رہا برخلاف رخصت ترفیہ (آرام و بیاہ ١٢) کے کہ اُسکے ساتھ عزیمت کی مشروعیت باقی رہتی ہی چنانچہ روزہ کھانا
سفر مین کذا فی البحر لسنة مشهورة مسح موزے کا جائز ہی سنت مشہورہ سے یعنے احادیث مشہورہ سے ہم حدیث مشہورہ وہ ہی جسکے راوی دو سے زیادہ ہون ہر
طبقہ مین طبقات رواۃ سے اور تواتر کی حد کو نہ پہونچین امام اعظم رح نے فرمایا مین مسح کا قائل نہوا یہان تک کہ مسح کا ثبوت مجھپر دن کے مانند روشن ہو گیا
یعنے کثرت احادیث سے کذا فی الطحطاوی فمنكره مبتدع تو منکر مسح کا بدعتی ہی ہم امام اعظم رح سے مذہب اہل سنت سے سوال ہوا فرمایا کہ تفضيل الشيخين
وحب الختنين واعتقاد المسح على الخفين وعلى راي الثاني كافر اور ابو یوسف رح کے نزدیک منکر کافر ہی ہم اسواسطے کہ اُنکے نزدیک حدیث مشہور حدیث متواتر کے

تفضیل دینی ابو بکر صدیق اور عمر فاروق رضی اللہ عنہما کو اور محبت رکھنی حضرت عثمان غنی اور علی مرتضی رضی اللہ عنہما سے اور اعتقاد کرنا موزون پر مسح کا جائز ١٢

حکم میں ہو کذا فی الطحطاوی عن القہستانی وفی التحفۃ ثبوتہ بالاجماع بل بالتواتر رواتہ اکثر من ثمانین منہم العشرۃ القہستانی اور تحفہ میں ہو کہ ثبوت مسح کا اجماع
سے بلکہ تواتر سے ہو راوی اسکے صحابیوں سے زیادہ ہیں اسی سے ان جملہ عشرہ مبشرہ ہیں کذا فی القہستانی اور علامہ عینی نے شرح ہدایہ میں مذکور کیا کہ
معانی الآثار کی شرح میں ۷۲ صحابیوں کی روایت احادیث کی مذکور کی ہو تخرجہن وقیل بالکتاب ورد بانہ غیر مغیا بالکعبین اجماعا فالجر للجوار اور قول
یہ ہو کہ ثبوت مسح موزے کا قرآن مجید سے ہو اور یہ قول رد کیا گیا ہو اسطرح کہ مسح موزے کی غایت دونوں ٹخنے نہیں بالاجماع تو ارجلکم کا زیر قرب مجرور کے وجہ سے
ہو ہم ارجلکم کے لام میں دو قراتیں نصب اور جر کی ہیں بعضوں نے کہا چونکہ دونوں قراءت میں تعارض واقع ہوا تو جر کی قراءت کو موزہ پہنے پر محمول کیا
اور نصب کی قراءت کو بغیر موزہ پاؤں میں تو اس قول کا رد یوں ہو کہ اگر جر کی قراءت سے مسح موزے کا مراد ہوتا تو کعبین مسح کی غایت ٹھہرتی یعنی ٹخنوں تک
مسح کرنا واجب ہوتا اسواسطے کہ ارجلکم کے بعد الی الکعبین مذکور ہو حالانکہ بالاتفاق یہ ثابت نہیں اور ارجلکم کے جر کا جواب یہ ہو کہ وہ عضو مغسول پر عطف ہو
تو نصب لازم تھا چونکہ وہ مجرور کے پاس پڑا یعنی برؤسکم کے پاس تو اسکو بھی مجرور کر دیا جیسا کہ عرب کا یہ قول مشہور ہو جحر ضب خرب لمحدث ظاہرہ عدم جوازہ
لمجدد الوضوء الا ان یقال لما حصل لہ القربۃ بذلک صار کانہ محدث فمسح جائز ہو بے وضو شخص کو مفہوم ظاہر اس کلام کا عدم جواز مسح کا ہو تازہ وضو کرنے والے
کے حق میں مگر اسکا یوں جواب دیا جاتا ہے کہ ہر گاہ تازہ وضو کرنے والے کو ثواب حاصل ہوا اس وضو پر وضو کرنے سے تو وہ بے وضو کے مانند ہو گیا لا لجنب
وحائض جائز نہیں مسح کرنا موزے کا جنب اور حائض کو یعنی جسپر غسل واجب ہو جنابت یا حیض یا نفاس سے اسکو مسح جائز نہیں اسواسطے کہ اسکو تمام بدن
کا دھونا لازم ہو اور مسح میں یہ بات حاصل نہیں نسائی اور ابن ماجہ اور ترمذی میں صفوان بن عسال سے روایت ہو کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم ہمکو حکم
کرتے تھے جبکہ ہم سفر میں ہوتے تھے کہ ہم اپنے موزے نہ اتاریں تین دن اور تین رات مگر جنابت سے ولیکن بول اور غائط اور نوم سے کذا فی ہدایۃ العینی الطحطاوی
نے بحر الرائق سے نقل کیا کہ حائض کا مسئلہ ابو یوسف رحمہ کے قول پر مبنی ہو اسواسطے کہ اقل حیض انکے نزدیک دو دن اور اکثر ثالث کا ہو تو سفر میں اسکی تصویر
ہو سکتی ہو برخلاف طرفین کے انتہی مختصراً والمنفی لا یلزم تصویرہ اور جسکی نفی ہو گئی اسکی تصویر لازم نہیں یعنی حکم ممنوع کے وجود کی صورت بیان کرنا ضرور نہیں
کیونکہ اسکی طرف کچھ حاجت نہیں اور عدم لزوم تصویر اسکے امکان کا منافی نہیں کذا فی الطحطاوی چونکہ جنابت کی حالت میں وضو کرنا ضرور نہیں تا کہ مسح موزے
کا جائز ہو لہذا اسکے فرض صورت میں تردد تھا شارح نے اسکا دفع دخل کر دیا کہ حکم ممنوع کا وجود بیان کرنا لازم نہیں وفیہ ان النفی الشرعی یفتقر الی اثبات
عقلی اور دفع دخل مذکور میں یہ خلل ہو کہ شرعی نفی وجود عقلی یعنی تصور عقلی کی محتاج ہو ہم یہ بحث ہو قہستانی کی نفی میں شرعی کی قید اسواسطے لگائی تا کہ
نفی عقلی سے احتراز ہو جیسا کہ شریک باری کہ اسکی نفی میں اثبات عقلی کی حاجت نہیں اور اثبات عقلی سے تصور بوجہ مراد ہو مگر اسمیں یہ خلل ہو کہ
اسمیں بھی تصور ذہنی کی تصریح واقع ہو تا کہ نفی کرنا حاصل ہو سکے کیونکہ نفی شے کی فرع ہو اسکے تصور کی تو شرعی کی قید لگانا بہتر نہیں اور مسح جنب کی صورت
کفایہ میں یوں مذکور ہو کہ وضو کیا اور مجلد جرابیں پہنا پھر جنب ہو گیا تو اسکو جائز نہیں کہ جرابوں کو باندھ کر تمام بدن کو دھووے لیٹ کر اور جرابوں پر
مسح کرے کذا فی الطحطاوی اور ہدایۃ العینی میں اسکی تصویر منتقی سے یوں مذکور ہو کہ ایک مرد نے وضو کیا اور موزہ پہنا پھر جنب ہوا پھر اتنا پانی پایا کہ وضو کو کفایت
کرتا ہو نہ غسل کو تو وہ شخص وضو کرے اور پاؤں دھووے اور مسح نکرے اور جنابت کے واسطے تیمم کرے انتہی ما فی العینی ثم ظاہرہ جواز مسح مغتسل جمعۃ ونحوہ یعنی
ظاہر کلام ماتن جائز ہونا مسح کا ہو جمعہ کے اور اسکے مانند کے نہانے والے کو ماتن نے جنب کے مسح کی نفی کی تو اس کلام سے مفہوم ہوا کہ جمعہ یا عید کے نہانے والے کو
مسح کرنا جائز ہو کیونکہ یہ غسل واجب نہیں ولیس کذلک کما فی المبسوط اور حالانکہ ایسا نہیں بنا بر اس مضمون کے جو مبسوط میں ہو ولا یبعد ان یجعل فی حکمہ اور مغتسل
جمعہ وغیرہ کو جنب کے حکم میں ٹھہرانا کچھ بعید نہیں فالاحسن المتوضی لا المغتسل تو بہتر عبارت المتوضی لا المغتسل ہو یعنی بجائے لمحدث لا لجنب کے لمتوضی لا لمغتسل کہنا
بہتر ہو یعنی مسح موزے کا وضو کرنے والے کو جائز ہو نہ نہانے والے کو ہم طحطاوی نے کہا یہ بحث اور جنیت قہستانی کی ہو والانسان یخلط خطا باصلاح ۱۴

سلہ یعنی [illegible]

یدہ مفرجۃ قلیلا ویبدء من قبل اصابع رجلہ متوجہا الی اصل الساق مسح کرے یعنی ہاتھ کی انگلیوں سے خط بنا وے تھوڑا سا انگلیوں کو کھول کر پیدا من قبل اصابع رجلہ متوجہا الی اصل الساق مسح
شروع کرے پاؤن کی انگلیوں کی طرف سے پنڈلی کی جڑ کی طرف رخ کرتا ہوا اور کیفیت مسح کی قاضی خان کی شرح جامع صغیر مین اسطرح ہی کہ داہنے ہاتھ
کی انگلیان رکھے داہنے موزے کے سرے پر اور بائین ہاتھ کی انگلیان بائین موزے کے سرے پر انگلیون کی طرف سے پھر جبکہ انگلیان وہان ٹھہرین تو انکو کھینچے
پنڈلی کی جڑ تک دونون ٹخنون کے اوپر اسواسطے ٹخنون کا تہمنا فرض ہی اور انکا مسح کرنا سنت ہی اور اگر انگلیون کے ساتھ ہتھیلی بھی رکھے تو بہتر ہی اسی طرح
مروی ہی محمد بن حسن سے اور مسح فرض ہی ہاتھ کی تین انگلیون کے برابر صحیح قول پر اور یہ فرض کلی ہی اور تین انگلیون کے برابر ہر قدم پر فرض ہی اور ہاتھ کے
اندر سے مسح کرنا مستحب ہی اور اگر بعض مسح پر پانی لگیا سے تو کافی ہی اور اسی طرح اگر کاس سے پہلے اگرچہ کہ اس شبنم سے تر ہو یہی قول معتمد ہی کذا فی الطحطاوی ومحلہ
علے ظاہر خفیہ من رؤس اصابعہ الی معقد الشراک اور مسح کرنے کا مقام دونون موزون کا ظاہر ہی انگلیون کے سرون سے معقد شراک تک یعنے جہان
تسمہ بندھا رہتا ہی کوچیلی مین مطابق ہی سلکا معقد شراک سے وسط قدم مراد ہی اور یہ قول قاضی خان کے قول مذکور کے مخالف ہی ظاہر موزے کی قید سے معلوم
ہوا کہ اگر باطن یا جوانب یا ایڑی یا پنڈلی پر مسح کیا تو جائز نہوگا جیسا کہ نہیں ہی انتہی یا فی الطحطاوی مستحب الجمع بین ظاہر و باطن ظاہر اور مسح دونون کا
جمع کرنا درمیان ظاہر موزہ کے اور باطن کے جو تلا ہی یا باطن سے موزے کا تلوہ مراد ہی وہ داخل موزے کا اندر یا باطن کو مرحوم ابن ہمام نے ذکر کیا ہم شارح اس مقام
مین صاحب نہر کا تابع ہوا ہی اور بحرالرائق مین محیط سے منقول ہی کہ مسح باطن موزے کا ظاہر کے ساتھ مسنون نہین ہی اور محیط کے سوا اور کتابون مین بھی
کی نفی ہی اور اعلی اور اسفل موزے کے مسح کی حدیث کو ابو داؤد اور ترمذی نے ضعیف کہا ہی انتہی یا فی الطحطاوی علامہ عینی نے شرح ہدایہ مین اسی حدیث
کا جواب مشہور جا ذکر کیا ہی اور صاحب بدائع سے نقل کیا ہی کہ جہاں تک ہو سکے یہ بین الظاہر والباطن مستحب ہی انتہی لیکن ہمارے جمہور اصحاب نے
علی مرتضیٰ کی اس حدیث سے استدلال کیا ہی کہ اگر دین رائے سے ہوتا تو البتہ اسفل موزے کا مسح کرنا بہ نسبت ظاہر کے مقدم تھا حالانکہ مین نے رسول خدا
صلے اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ مسح کرتے تھے موزون کے ظاہر پر اسکو ابو داؤد اور احمد اور ترمذی نے روایت کیا اور کہا ہی کہ یہ حدیث حسن صحیح ہی اور یہ جو صاحب
ہدایہ نے کہا ہی کہ باطن موزے پر مسح جائز نہین اگر یہ مراد ہی کہ باطن پر اقتصار جائز نہین تو مسلم ہی اور اگر یہ مراد ہی کہ باطن کو ظاہر کے ساتھ مسح کرنا جائز نہین تو مسلم
نہین کما ذکرنا انتہی ما فی العینی مختصرا متن شارح فرید التوضیح فلیرجع الیہ او جرموق ولو فوق خف او لفافۃ یا جائز ہی مسح ظاہر جرموقین پر اگرچہ ہون موزہ کے
اوپر یا پاؤن کے لپٹے کپڑے پر جرموق بضم جیم چمڑا ہی جسکو موزے پر پہنتے ہین کیچڑ وغیرہ کی حفاظت کے واسطے اور نہر الفائق مین ہی کہ موق اور جرموق
فارسی ہی معرب اسکو موزے پر پہنتے ہین اسکی ساق موزے سے کمتر ہوتی ہی کذا فی الطحطاوی منح الغفار مین ہی کہ جرموق جو موزے پر پہنا جاتا ہی اسکی حفاظت
کے واسطے سو اگر جرموق چمڑے اور اسکے مانند کا ہی تو اسپر مسح جائز ہی خواہ اسکو تنہا پہنا ہو یا موزے پر اور اگر جرموق کپڑے کا ہی تو اگر تنہا اسکو پہنا ہی تو مسح
اسپر جائز نہین اور اسی طرح اگر اسکو موزے پر پہنا تو بھی جائز نہین ہان مگر جبکہ تراوت اندر کے موزے پر پہونچے تو جائز ہی انتہی مختصرا ولا اعتبار
بما فی فتاوی الشافی لانہ رجل مجہول لا یقلد فیما خالف المنقول اور کچھ اعتبار نہین اس قول کا جو فتاوی شافی مین ہی اسواسطے کہ شافی مرد
مجہول غیر مشہور ہی تو اسکی پیروی نکیجاوے اس مسئلے مین جو منقولات مذہب کے مخالف ہی ہم فتاوی شافی مین ہی کہ جو کرباس کا مجرد تحت الخف
پہنا جاتا ہی وہ موزے پر مسح کرنے کا مانع ہی کیونکہ وہ فاصل یعنے پاؤن کو اسنے موزے سے جدا کر دیا ہی انتہی لیکن اسکے مخالف کافی مین یون ہی کہ اگر
موزے پارہ کی کے سبب سے مسح کے لائق نہون تو جرموق پر بالاتفاق مسح جائز ہی انتہی تو جبکہ خف غیر صالح فاصل نہ ٹھہرا تو کرباس بطریق
اولے فاصل نہوگا جیسا کہ شرح مجمع مین ہی اور مانند اسکے غایۃ البیان مین صاحب بحر نے کہا یہی حق ہی کذا فی المنح مختصرا او جورب
ولو من غزل او شعر الثخینین بحیث یمشی فرسخا و یثبت علے الساق بنفسہ ولا یری ما تحتہ ولا یشف الماء الا ان ینفذ الی الخف قدر الغرض یا مسح کرے

جرابون پر اگرچہ وہ ہون سوت سے یا بال سے اسطرح کی گاڑھی جرابون پر مسح جائز ہی کہ انکو پہن کے تین کوس آدمی چلے اور وہ پنڈلی پر آپہی سے ٹھہری
رہین بدون باندھنے کے اور اُسکے اندر کی چیز نظر نہ آوے اور پانی اُنمین نہ چھنے مگر اُسوقت مسح جائز ہو کہ پانی نفوذ کرکے اُسکے نیچے کے موزے تک پہونچتا
بقدر فرض کے ہم ہرچند شفوف لغت مین بمعنی رقت ثوب ہی لیکن یہان مراد پانی کا نفوذ ہی بدلیل استثنا ادر تاکہ تکرار لازم نہ آوے کذا فی الطحطاوی ینحدر
ولو نزع جرموقیہ اعاد مسح خفیہ اور اگر اُتارے دونون جرموق موزون پر سے تو مسح کرے دوسری بار اپنے موزون پر ولو نزع احدہما مسح الخف والجرموق
الباقی اور اگر ایک جرموق اُتارے تو مسح کرے موزے کو اور باقی جرموق کو یعنے اسواسطے کہ ایک کے نکالنے سے دونون کا مسح جاتا رہا ولو ادخل یدہ
تحتہما ومسح خفیہ لم یجز اور اگر اپنا ہاتھ دونون جرموق کے اندر داخل کیا اور اندر کے موزون کو مسح کیا تو جائز نہین یعنے اسواسطے کہ حدث کا محل جرموق
خارج ہی نہ خف داخل والمنعلین بسکون نون ما جعل علی اسفلہ جلدۃ اور منعل جرابون پر مسح جائز ہی منعل بسکون نون وہ جراب ہی جسکے نیچے چمڑا لگایا گیا
یعنے اُسکے تلوے پر فقط چمڑا ہو نہ ٹخنون پر والمجلدین اور چمڑا منڈھی جرابون پر مسح جائز ہی نہر الفائق مین ہی جراب مجلد وہ ہی جسکے اوپر اور نیچے
چمڑا منڈھا ہو فرضاً مسح کرنا ہی ایک بار یعنے دو تین بار مسح کرنا خلاف مسنون ہی کذا فی المنح ولو امرأۃ او خنثی مسح جائز ہی اگرچہ ہو مسح کرنیوالی عورت یا خنثی
ملبوسین علی طہر مسح جائز ہی اس حالت مین کہ موزے یا جرموق یا جرابین پہنی گئی ہین طہارت پر فلو احدث ومسح بخفیہ او لم یمسح فلبس جرموقیہ
لا یمسح علیہ تو اگر لابس خف کا وضو ٹوٹا اور اُسنے اپنے موزون پر مسح کیا یا نہ کیا پھر اُسنے جرموق کو پہنا تو جرموق پر مسح نہ کرے یعنے اسواسطے کہ
جرموق کو اُسنے طہارت پر نہین پہنا بلکہ موزون پر مسح کرنا متعین ہوگا کیونکہ انکو طہارت پر پہنا ہی کذا فی الطحطاوی تام خرج الناقص حقیقۃ
کلمعۃ او معنی کتیمم ومعذور موزے ملبوس ہون طہر تام یعنے پوری طہارت پر تام کی قید سے ناقص حقیقی یا ناقص معنوی طہارت خارج ہو گئی ناقص
حقیقی چنانچہ اعضاء وضو مین سے قدرے خشک رہگیا اور ناقص معنوی چنانچہ تیمم کرنیوالے اور معذور کی طہارت ہم صورت تیمم کی یہ ہی کہ پانی کے
نہونے سے تیمم کیا اور موزہ پہنا تو اُسکو اب مسح کرنا پانی ملنے کے وقت جائز نہین اور اگر وضو کیا اور موزہ پہنا پھر وضو ٹوٹا اور پانی نہ پانے سے تیمم کیا پھر بعد
اُسکے پانی پایا تو اُسکو مدت کے اندر مسح کرنا درست ہی کذا فی الطحطاوی فانہ یمسح فی الوقت فقط اسواسطے کہ معذور تو فقط وقت مین مسح کرتا ہی یعنے
معذور نے عذر کے موجود ہونے سے مثلاً ظہر کو وضو کیا اور موزہ پہنا پھر وضو کسی اور سبب سے ٹوٹا جب تک ظہر کا وقت باقی ہی مسح جائز ہی بعد ظہر کے عصر کے
وقت مسح جائز نہین الا بعد تجدید وضو کامل الا اذا توضا ولبس علی الانقطاع فکالصحیح مگر جبکہ معذور نے وضو کیا اور موزہ پہنا انقطاع عذر پر تو وہ صحیح
سالم کے مانند ہی جواز یعنے اگر وضو اور موزہ پہننے کے وقت عذر منقطع ہی تو تا بقاء مدت مسح اُسکو تندرست کے مانند جائز ہی عند الحدث طہر تام چاہیے
وضو ٹوٹنے کے وقت یعنے مسح کے واسطے موزہ پہننے کے وقت طہارت کا کامل ہونا ضرور نہین بلکہ حدث کے وقت ضرور ہی فلو تخفف المحدث ثم خاض الماء
فابتل قدماہ ثم تمم وضوءہ ثم احدث جاز ان یمسح تو اگر بے وضو شخص نے موزہ پہنا پھر وہ پانی کے اندر گھس گیا سو دونون پاؤن اُسکے تر ہوگئے پھر اُسنے باقی
اعضاء وضو کو پورا کیا پھر اُسکا وضو ٹوٹا تو اُسکو مسح کرنا جائز ہی یعنی اسواسطے کہ حدث کے وقت طہارت شرط ہی اگرچہ موزہ پہننے کے وقت نہو ہم اسیطرح اگر اُسنے دونون
پاؤن کو دھویا پھر موزون کو پہنا پھر وضو کو پورا کیا یا کہ وضو کیا اور پاؤن نہ دھوئے پھر ایک پاؤن دھویا اور موزہ پہنا پھر دوسرا پاؤن دھویا اور دوسرا
موزہ پہنا ان صورتون مین بھی مسح جائز ہی بدلیل مذکور یوماً ولیلۃ للمقیم وثلثۃ ایام ولیالیہا للمسافر مسح کرنا جائز ہی مقیم کو ایک رات دن اور مسافر کو
تین رات دن فی ابتداء المدۃ من وقت الحدث اور اس مدت کی ابتدا وضو کے ٹوٹنے سے ہی یعنے ایک رات دن یا تین رات دن کا شروع وضو کے
ٹوٹنے سے ہی نہ موزے کے پہننے سے اور نہ وضو کرنے سے فیمسح المقیم ستا جب یہ معلوم ہوا تو مقیم گاہے مسح کرتا ہی چھ نماز مین ہم صورت اُسکی یہ ہی
کہ مثلاً ظہر کی تاخیر کی آخر وقت تک باوضو موزہ پہنے ہوئے پھر وضو ٹوٹا اور مسح کرکے آخر وقت مین نماز ظہر کی پڑھی پھر ظہر کی نماز دوسرے دن

پڑھی اول وقت میں کذا فی القہستانی وقد لا یتمکن الا من اربع اور کبھی آدمی قادر نہیں ہوتا مگر چار نماز سے کمن توضأ ومسح خفیہ قبل الفجر فلما طلع صلی فلما
تشہد احدث چنانچہ ایک شخص نے وضو کیا اور موزہ پہنا صبح ہونے سے پہلے پھر بعد طلوع فجر کے نماز پڑھی پھر جب التحیات پڑھ چکا وضو ٹوٹ گیا ہم اس
شخص کو اگلی فجر کی نماز پڑھنا مسح کے ساتھ ممکن نہیں ہے اسواسطے کہ حدث واقع ہوا اسکے آخر نماز میں کذا فی القہستانی یعنی ظہر عصر مغرب عشا چار نماز کیواسطے
یہ شخص مسح کریگا اور دوسرے دن کی فجر کے واسطے اگر مسح کرے تو نماز سے خارج ہوگا درمختار کے ساتھ اور یہ مفسد نماز ہے لا یجوز مسح عمامۃ و
قلنسوۃ وبرقع وقفازین لعدم الحرج جائز نہیں مسح کرنا پگڑی اور ٹوپی اور برقع اور دستانوں پر بسبب اتارنے میں مشقت اور تکلیف کے ہم اور
دوسری وجہ عدم جواز کی یہ ہے کہ مسح موزے کا ثابت ہوا حدیث سے برخلاف قیاس تو اور چیز کا قیاس موزے پر نہیں ہو سکتا والفرض مقدار ثلث
اصابع الید اصغرہا طولا وعرضا من کل رجل لا من الخف اور مسح کا فرض ہر ایک پاؤں پر ہاتھ کی چھوٹی انگلیوں کے برابر ہے طول اور عرض میں ہر
پاؤں سے نہ ہر موزے سے ہم کہتے فرض مسح اسی قدر ہے خواہ ابتدا مسح کی پاؤں کی انگلیوں سے ہو خواہ پنڈلی سے خواہ دہنے یا بائیں سے اور دونوں
مسح پہلے مذکور ہو چکا کہ انگلیوں سے ہو پنڈلی تک ہر پاؤں کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر ایک پاؤں پر بقدر چار انگلی کے مسح کیا اور دوسری پر بقدر
دو انگلی کے تو فرض ادا نہوگا اور اسی طرح اگر موزہ زیادہ ہو پاؤں سے اور اسپر وہاں مسح کیا جو پاؤں کے محاذی نہیں تو بھی فرض ادا نہوگا فلو
فیہ مد الاصبع جیب فرض بقدر تین انگلی کے مسح ہوا تو فقیہوں نے مسح میں ایک انگلی کا کھینچنا منع کیا ہے اگر ایک انگلی کو ایک بار رکھ کر بقدر تین
انگلی کے مسح کیا تو جائز نہیں اور اگر ایک انگلی سے تین بار مسح کیا اور ہر بار نیا پانی لیا اور جدید جگہ پر تمام پر مسح کیا تو جائز ہوگا کذا فی الکافی
وجاز فی الصحیح لو بالماء سوا اگر انگلیوں کے سروں پر مسح کیا اور انگلیوں کی جڑوں کو موزے سے جدا رکھا تو مسح جائز نہ ہوا اسواسطے کہ مستعمل پانی سے
مسح ہوا الا ان یبتل من الخف عند الوضع قدر الفرض قالہ المصنف مگر یہ کہ انگلیوں کے رکھنے کے وقت بقدر فرض کے موزہ تر ہو گیا تو مسح اسوقت
جائز ہے ایسا کہا ہے مصنف نے اپنی شرح میں ہم اسواسطے کہ فرض حاصل ہو گیا بدون مستعمل پانی کے کذا فی الطحطاوی ثم قال وفی الذخیرۃ ان کان الماء
متقاطرا جاز والا لا پھر مصنف نے شرح میں کہا اور ذخیرہ میں ہے کہ اگر انگلیوں کے سروں سے پانی ٹپکتا ہو تو مسح جائز ہے اسواسطے کہ فرض حاصل ہوا
غیر مستعمل پانی سے اور اگر ٹپکتا نہیں تو مسح جائز نہیں ولو قطع قدمہ ان بقی من ظہرہ قدر الفرض مسح والا غسل کمن قطع من کعبہ اور اگر ایک آدمی کا
پاؤں کاٹا گیا تو اگر پشت قدم بقدر فرض کے یعنی بقدر تین انگشت کے باقی ہو تو موزہ پر مسح کرے اور اگر بقدر فرض باقی نہیں تو دونوں پاؤں کو
دھووے مانند اس شخص کے جس کا پاؤں ٹخنوں سے کاٹا گیا یعنی ٹخنوں کے نیچے سے سو اسکو بھی مسح کرنا جائز نہیں کیونکہ مسح کا محل باقی نہیں رہا مگر
غسل کا محل باقی ہے ولو لہ رجل واحدۃ مسحہا اور اگر ایک آدمی کے ایک ہی پاؤں ہے پیدائشی یا ایک پاؤں ٹخنے سے اوپر کاٹا گیا تو اسی ایک پاؤں
کو یعنی اسکے موزے کو مسح کرے وجاز مسح خف مغصوب خلافا للحنابلۃ اور جائز ہے مسح کرنا چھینے موزے پر برخلاف حنبلی مذہبوں کے ہم ہر چند
غصب کرنا گناہ کبیرہ ہے لیکن ماسح کی نماز ادا ہوگی کما جاز غسل رجل مغصوبۃ اجماعا جسطرح جائز ہے دھونا مغصوب پاؤں کا بالاتفاق ہم اطلاق غصب کا
اسپر مسامحہ ہے اور اسکی صورت یہ ہے کہ کسی شخص کا پاؤں بسبب سرقہ یا قصاص کے مستحق قطع ہوا پھر وہ بھاگ گیا اور وضو کرکے اپنے پاؤں دھویا کذا فی
الطحطاوی والخرق الکبیر بموحدۃ او مثلثۃ وہو قدر ثلث اصابع القدم الاصاغر بکمالہا ولو مقطوعہا یعتبر باصابع مماثلہ اور موزے کا بڑا یا بہت
سوراخ یعنی قدم کی چھوٹی پوری تین انگلیوں کی برابر مانع ہے مسح کرنے کا اور جس شخص کی سب انگلیاں کٹی ہیں تو اسکے مماثل دوسرے شخص کی انگلیوں کا
اعتبار کیا جاویگا شارح نے کہا لفظ کبیر کا باء موحدہ یا ثاء مثلثہ دونوں سے ہو سکتا ہے طحطاوی نے شرح منیۃ المصلی سے نقل کیا کہ باء موحدہ کی روایت صحیح ہے
اگرچہ ثاء مثلثہ بھی بتاویل متصور ہے الا ان یکون فوقہ خف آخر او جرموق فیمسح علیہ مگر یہ کہ پہٹے موزے پر دوسرا درست موزہ یا جرموق تو اسپر مسح کرے

اسواسطے کہ اعلیٰ کا اعتبار ہی نہ اسفل کا و ذالک الخرق علی غیر اصابعہ و عقبہ و سیری یا تجدہ اور یہ یعنی اصابع میں چھوٹی کا اعتبار کرنا اسوقت ہی کہ سوراخ اور ... یدگی اسکی انگلیوں اور ایڑی پر نہو اور سوراخ کے نیچے پاؤن نظر آتا ہو فاما علیہا اعتبر الثلث ولو کبارا اور اگر دریدگی انگلیوں پر ہو تو عدم جواز مسح میں تین انگلیوں کا اعتبار ہوگا اگرچہ بڑی انگلیاں ہوں یعنے تو اس صورت میں چھوٹی کا اعتبار نہیں تو اگر ابہام اور کلمہ شہادت کی انگلی منکشف ہو جاسے اور وہ بقدر تین چھوٹی انگلیوں کے ہو تو مسح اسپر جائز ہی اور اگر ان دونوں کے بیچ کی انگلی بھی کھلجاسے تو مسح جائز نہوگا علی الاصح کذا فی الطحطاوی عن ... الفتاوی ولو علیہ اعتبر بدو اکثرہ اور اگر دریدگی ایڑی پر ہو تو اکثر ایڑی کا کھل جانا معتبر ہی یعنے آدھی ایڑی سے اگر زیادہ کھلتی ہو تو مسح جائز نہیں ہم قاضی خان نے شرح جامع صغیر میں اسی قول پر اقتصار کیا ہی اور ظاہر متنوں میں ہر مقام میں تین انگلیوں کا اعتبار ہی اور اسی قول کو کمال الدین صاحب فتح القدیر اور سرخسی نے پسند کیا ہی کذا فی الطحطاوی ولو لم یر القدر المانع عند المشی لصلابتہ لم یمنع وان کثر اور اگر نظر نہ پڑے قدر اسقدر جو مسح کا مانع ہی پیادہ پا چلنے کے وقت موزے کی سختی کے سبب سے تو مسح کا مانع نہیں اگرچہ بہت پھٹا ہو ہم حلبی نے کہا کہ زمین سے پاؤں اٹھانے کے وقت اگر نظر نہ آوے تو مسح کا مانع نہیں کما لو انشقت الظہارۃ دون البطانۃ چنانچہ اگر موزے کا ابرہ پھٹ گیا نہ استر تو مسح کا مانع نہیں خواہ استر چمڑے کا ہو یا کپڑے کا سیا ہوا موزے میں کذا فی الطحطاوی وتجمع الخروق فی خف واحد لا فیہما اور متفرق سوراخ جمع کیے جاتے ہیں ایک موزے میں نہ دونوں موزوں میں یعنے اگر ایک موزے میں کئی جگہ تھوڑا تھوڑا پھٹا ہی تو اسکو جمع کرکے دیکھینگے اگر بقدر تین انگشت کم کے ہو تو مسح جائز نہیں والا جائز ہی اور اگر ایک موزے میں بقدر دو انگشت کے پھٹا ہی اور دوسرے موزے میں بقدر ایک انگشت کے تو دونوں پر مسح جائز ہی بشرط ان یقع فرضہ علی الخف لنفسہ لا علی ما ظہر من خرق یسیر مسح جائز ہی دونوں موزوں پر اس شرط سے کہ فرض مسح کا واقع ہو نفس موزے پر نہ اس مقام پر جو تھوڑا پھٹا ہی و اقل خرق یجمع لیمنع المسح الحالی والاستقبالی لا ینقض الماضوی قہستانی اور کمتر سوراخ جو جمع کیا جاتا ہی واسطے منع کرنے مسح حالی اور استقبالی کے جسطرح گذشتہ مسح کو توڑتا ہی کذا فی القہستانی ہم مسح حالی وہ جسکے فی الحال کرنے کا ارادہ ہی اور استقبالی مسح وہ ہی جو آئندہ ہوگا اور مسح ماضی کی یہ صورت ہی کہ درست موزے پر مسح کیا پھر وہ اسقدر پھٹ گیا کہ مانع ہوا مسح کا تو مسح سابق ٹوٹ گیا کذا فی الطحطاوی قلت ومرادہ بالنقض التیمم ...ع ونزع کنجاستہ وانکشاف ستر الانعقادہ کما بینہ فی حفظ میں کہتا ہوں اور یہ مذکور ہو چکا باب تیمم میں کہ جو چیز تیمم کی ناقض ہی چنانچہ پانی کا موجود ہونا اور اسکے استعمال پر قادر ہونا وہ ابتدا تیمم کا مانع ہی اور دور کرنے والا ہی تیمم موجود کا مانند نجاست اور انکشاف عورت کے کہ وہ ابتدا صلوٰۃ کی مانع ہی اور صلوٰۃ موجودہ کی رافع ہی یہانتک کہ انعقاد صلوٰۃ یعنے تحریمہ کا مانع ہی چنانچہ آگے آویگا تو اسکو یاد رکھنا چاہیے ہم خلاصہ یہ ہی کہ جسطرح ناقض تیمم اور نجاست اور انکشاف عورت مانع اور رافع ہی اسی طرح خرق موزہ بھی مانع اور رافع ہو ما تدخل فیہ المسئلۃ لا نا ... الحاقا لہ بمواضع الخرق کمتر سوراخ جو منع مسح کے واسطے جمع کیا جاتا ہی وہ ہی جس میں ٹانکے وغیرہ کے بیچ کا سوا داخل ہوا نہ وہ سوراخ جو اس سے کمتر ہو لوجہ الحاق بمواضع دوخت یعنے جیسے دوخت موزے کے سوراخ بالاتفاق عفو ہیں لائق شمار کے نہیں اسی طرح یہ سوراخ بھی لائق شمار کے نہیں بخلاف نجاستہ متفرقۃ وانکشاف عورۃ وطیب محرم واعلام ثوب من حریر فانہا تجمع مطلقاً بخلاف متفرق نجاست اور انکشاف عورت کے اور خوشبوے محرم کے اور کپڑے پر ریشم کی بوٹیاں اسواسطے کہ یہ سب جمع کیے جاتے ہیں مطلقاً یعنے ایک مقام میں ہوں یا چند مقامات میں ہم نجاست متفرقہ موزوں میں ہو یا کپڑے یا بدن یا مکان میں یا مجموع میں اور انکشاف متفرق چنانچہ عورت کی کچھ شرمگاہ اور اسکی پیٹھ اور کچھ ران میں تو یہ جمع کیا جاویگا نجاست کے مانند اور نماز کا مانع ہوگا اور محرم کی خوشبو کی متفرق اکثر اعضا میں جمع ہوگی اگر بقدر ایک عضو کے پہونچیگی تو جانور کا ذبح کرنا لازم ہوگا اور ریشمی بوٹیاں بھی جمع کیجاوینگی اگر چار انگشت سے زیادہ ہونگی تو مرد کو اسکا پہننا جائز نہوگا یہی قول معتمد ہی کذا فی الطحطاوی واختلف فی جمع خرق اذنی الضحیۃ

وبیٔنی ترجیح التحجیح احتیاطا اور قربانی کے دونون کانون کے سوراخون کے جمع کرنے مین اختلاف واقع ہی یعنے ایک قول یہ ہی کہ جمع کرینگے سو اگر ایک کان کی تہائی سے زیادہ ہونگے تو قربانی جائز نہین اور دوسرا قول یہ ہی کہ جمع نکرینگے اگر ایک کان کے سوراخون مین موزے کے مانند اور جمع کرنے کو ترجیح دینا لائق ہی جو احتیاط کی راہ سے باب عبادت مین کذا فی البحر وناقضہ ناقض الوضوء لانہ بعضہ اور مسح کا توڑنیوالا وہ ہی جو وضو کا توڑنیوالا ہی اسواسطے کہ مسح بعض ہی وضو کا پس جو کل کا ناقض ہی وہ بعض کا بھی ناقض ہوگا ونزع خف ولو واحدا اور مسح کا ناقض ہی موزہ اتارنا اگرچہ ایک ہی موزہ اتارا ہو ومضی المدۃ وان لم یمسح اور مدت کا گذر جانا مسح کا ناقض ہی اگرچہ اُس نے مدت مین مسح نکیا ہو ان لم یخش بغلبۃ الظن ذہاب رجلہ من برد وہ گذرنا مدت کا ناقض ہی بشرطیکہ اُسکو بظن غالب خوف نہو اپنے پاؤن کے جاتے رہنے کا سردی سے یہ شرط ہوئی ضرورت کے سبب سے ہم ظاہر اس کلام کا اسپر دلالت کرتا ہی کہ مسح نہین ٹوٹتا ہی مدت کے گذرنے سے خوف مذکور کے وقت پر اسمین خلل ہی کہ سردی کے خوف کو سرایت حدث کے منع مین کچھ اثر نہین غایۃ الامر یہ ہی کہ موزہ نہ اتارے لیکن مسح نکرے بلکہ تیمم کرے کذا فی ابی السعود مگر اسمین یہ خلل ہی کہ فقہا نے وضو کا تیمم منع کیا ہی سردی کے خوف مین لہذا فتح القدیر مین ہی کہ لائق یہ ہی کہ فتوی دیا جاوے مسح کے ٹوٹنے کا مدت گذرنے سے اور دوسرے مسح کے استیعاب کا پٹی کے مانند شارح نے اسی کی طرف اشارہ کیا ہی اور یہی قول اعتماد کے لائق ہی کذا فی الطحطاوی فیصیر کالجبیرۃ فیستوعبہ بالمسح ولا یتوقت اور خوف مذکور مین موزہ ہوجاویگا پٹی کے مانند تو سارے موزے کو پورا مسح کرے اور اس مسح کی مدت نہین جیسے پٹی کے مسح کی مدت نہین یعنی جبتک خوف باقی ہی مسح کرتا رہے ہم پورا مسح کرنا افضل ہی اور اگر اکثر موزے کا مسح کریگا تو صحیح ہی اور یہ جو صاحب نہر نے معراج سے وجوب استیعاب کا بیان کیا ہی ابو السعود نے اُسکو رد کیا ہی اسطرح کہ عبارت معراج کی افضلیت کا احتمال رکھتی ہی کذا فی الطحطاوی ولذا قالوا لو تمت المدۃ وہو فی صلوتہ ولا ماء مضی فی الاصح اور اسی واسطے یعنی ضرورت مین مدت کے گذر جانے سے مسح نہین ٹوٹتا فقہا نے کہا ہی کہ اگر مسح کی مدت تمام ہوگئی اور مسح کرنے والا نماز مین ہی اور پانی موجود نہین تو نماز پڑھتا رہے صحیح تر قول مین اسواسطے کہ موزہ اتارنے مین کچھ فائدہ نہین کیونکہ پانی نہین جو پاؤن کو دھووے وقیل تفسد وتیمم وہو الاشبہ اور بعضون نے کہا کہ شخص مذکور کی نماز فاسد ہوجاتی ہی اور وہ تیمم کرے اور یہی قول مناسب تر ہی روایت کی راہ سے اور راجح تر ہی فہم کی راہ سے ہم وجہ اُسکی یہ ہی کہ مدت کے گذر جانے سے حدث نے پاؤن مین سرایت کی اسواسطے کہ پانی کا نہونا مانع سرایت کا نہین تو تیمم کرے اور نماز پڑھے جسطرح وہ شخص کہ اسکے اعضاء وضو مین کچھ شک باقی رہا اور پانی نہین ہی جو اُسکو دھووے تو اُسکو تیمم کرنا چاہیے کذا فی الطحطاوی وبعدہما ای النزع والمضی غسل المتوضی رجلیہ لا غیر لحلول الحدث السابق قدمیہ اور موزہ اتارنے اور مدت کے گذر جانے کے بعد باوضو شخص دھووے اپنے دونون پاؤن کو فقط اور اعضاء وضو کو نہین بسبب سرایت کرنے اگلے حدث کے اُسکے دونون پاؤن کو یعنی حدث سابق کے بعد باقی اعضاء دھوئے گئے فقط قدم باقی رہے تو اُسپر کچھ واجب نہین قدم دھونے کے سوا کذا فی البحر الا لمانع کبرد فیتیمم حینئذ مگر کسی مانع کے ہونے سے قدمون کو نہ دھووے چنانچہ نہایت سردی سے تو اب تیمم کرے ہم حلبی محشی نے کہا کہ اسوقت مین تیمم صحیح نہین اسواسطے کہ ضرر کے خوف سے مسح کرنا چاہیے موزے پر پٹی کے مانند اور تیمم تو اُسوقت ہی جبکہ ضرر کا خوف نہ ہو اور پانی نہو کذا فی الطحطاوی وخروج اکثر قدمہ من الخف الشرعی وکذا اخراجہ نزع فی الاصح اعتبارا للاکثر اور نکلنا اور نکالنا آدھے قدم سے زیادہ شرعی موزے سے نکال ڈالنا ہی موزے کا صحیح تر قول مین اکثر کے اعتبار کرنے سے یعنے اسواسطے کہ للاکثر حکم الکل ہم قدم عبارت ہی ٹخنون سے تا سر اصابع اور شرعی موزہ ہوتا ہی ٹخنے سے سر اصابع تک ولا عبرۃ بخروج عقبہ ودخولہ اور کچھ اعتبار نہین ایڑی کے خروج اور دخول کا یعنے اگر بلا قصد موزے کی کشادگی سے خروج اور دخول عقب کا ہو تو معتبر نہین کما روی عن ابی حفص لزوال عقبہ مقیدہ بما اذا کان بنیۃ نزع الخف اور یہ جو فقہ مین ایڑی کے نکل جانے سے مسح کا ٹوٹ جانا مروی ہی تو سو مقید ہی اُس صورت کے ساتھ جبکہ اُسکا نکلنا ہو موزہ اتارنے کی نیت سے اما اذا لم یکن ای زوالہ عن قبلہ بنیتہ بل لسعۃ او غیرہا فلا ینتقض

بالاجماع لما یلیہ من البرجندی معزیا للنہایۃ وکذا القہستانی لکن باختصار حتی زعم بعضہم انہ خرق الاجماع فتنبہ لیکن جبکہ ایڑی کا نکلجانا اپنے محل سے قصد سے نہو یا کہ موزے کی کشادگی یا اسکے سوا اور وجہ سے ہو تو مسح نہیں ٹوٹتا ہے باتفاق روایات چنانچہ برجندی سے معلوم ہوتا ہے یہ قول نہایہ کی طرف منسوب ہوتا ہے اور اسی طرح قہستانی شارح نقایہ نے بیان کیا اگر اختصار عبارت کے ساتھ یہانتک کہ بعضے لوگوں نے گمان کیا ہے کہ قہستانی نے اجماع کو پھاڑا یعنے مخالف اجماع کے بیان کیا سو خبردار ہو کہ اسکا قول اجماع کے مخالف نہیں ہے وینتقض ایضاً بغسل اکثر الرجل فیہ لو دخل الماء خفیہ صحح غیر واحد اور ٹوٹ جاتا ہے اکثر پاؤں کے دھوجانے سے یعنے مسح ٹوٹتا ہے اگر اُسنے اپنے موزوں میں پانی کو داخل کیا اور اس قول کو بہت فقیہوں نے صحیح کیا ہے ہم چلپی نے کہا اور اسی طرح کا حکم ہے اگر پانی خود موزے میں داخل ہوگیا وقیل لا ینتقض وان بلغ الماء الرکبۃ وہو الاظہر کما فی البحر عن السراج لان استتار القدم بالخف یمنع سرایۃ الحدث الی الرجل فلا یقع ہذا غسلاً معتبراً فلا یوجب بطلان المسح نہر فیغسلہما ثانیاً بعد المدۃ او النزع کما اور بعضوں نے کہا کہ موزے میں پانی کے داخل ہونے سے مسح نہیں ٹوٹتا ہے اگرچہ پانی زانو تک پہونچا ہو اور یہی قول ظاہر تر ہے چنانچہ بحر الرائق میں سراج سے منقول ہے اسواسطے کہ چھپنا قدم کا موزے سے منع کرتا ہے حدث کے پہونچنے کو پاؤں تک تو اسطرح کا دھوجانا معتبر دھونا نہ ٹھہریگا تو بطلان مسح کا موجب نہوگا چنانچہ نہر الفائق میں ہے تو دونوں قدموں کو مدت اور اُتارنے کے بعد دوسری بار دھوئیگا چنانچہ مذکور ہوچکا وبقی من نواقضہ الخرق وخروج الوقت للمعذور اور مسح کے نواقض میں سے باقی رہا موزے کا پھٹنا اور معذور کے حق میں نماز کے وقت کا نکلجانا ومسح مقیم بعد حدثہ فسافر قبل تمام یوم ولیلۃ فلو بعدہ نزع مسح ثلثاً مقیم نے مسح کیا وضو ٹوٹنے کے بعد پھر اُسنے سفر کیا ایک رات اور دن کے تمام ہو جانے سے پہلے تو وہ تین رات اور دن مسح کرے تو اگر مدت کے تمام ہوجانے کے بعد سفر کرے تو موزہ اُتارے ہم تین دن مسح کرے یعنے مسح کی مدت کو پورا کرے اسطرح پر کہ مجموع تین دن ہوجاوین اور یہ مراد نہیں کہ سفر سے تین دن تک مسح کرتا رہے کذا فی الطحطاوی ولو اقام مسافر بعد مضی مدۃ مقیم نزع والا اتمہا لانہ صار مقیما اور اگر مسافر مقیم ہوگیا مدت مقیم یعنے ایک رات دن کے بعد تو موزہ اُتارے اور پاؤں دھووے اور اگر ایک رات دن نہیں گذرا تو مقیم کی مدت کو پورا کرے اسواسطے کہ مسافر اب مقیم ہوگیا والحکم مسح جبیرۃ ہی عیدان یجبر بہا الکسر وخرقۃ قرحۃ وموضع فصد وکی ونحو ذلک کعصابۃ جراحۃ ولو برأسہ کغسل لما تحتہا اور مسح جبیرہ کا حکم اور زخم کے پھائے کا حکم فصد اور داغ کے مکان کا اور مانند اُسکے چنانچہ زخم کی پٹی اگرچہ زخم سر میں ہوا سکے ماتحت کے دھونے کے مانند ہے یعنے بدل نہیں ہیں شارح نے کہا جبیرہ وہ لکڑیاں ہیں جنسے ٹوٹی ہڈی باندھی جاتی ہے فیکون فرضاً یعنے عملیا لثبوتہ بظنی وہذا قولہما والیہ رجع الامام وخلاصۃ وعلیہ الفتوی شرح مجمع جبکہ مسح جبیرہ وغیرہ کا ماتحت کے دھونے کے مانند ہوا تو مسح کرنا فرض ہوگا یعنی فرض عملی نہ فرض اعتقادی بسبب ثابت ہونے مسح کے دلیل ظنی سے اور یہ یعنے مسح مذکور کو فرض کہنا صاحبین کا قول ہے اور اسی کی طرف امام نے آخر کو رجوع کیا چنانچہ خلاصہ میں ہے اور اسی فرض پر فتوی ہے چنانچہ مجمع کی شرح میں ہے ہم جواز مسح جبیرہ کی دلیل یہ ہے کہ علی مرتضی رض کے ہاتھ کی ہڈی جنگ احد یا خیبر میں ٹوٹ گئی تھی سو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے انکو مسح کی جبائر کا امر فرمایا اگرچہ یہ حدیث ضعیف ہے لیکن تعدد طرق سے قوی ہوگئی ہے امام اول مسح جبیرہ کو واجب کہتے تھے پھر فرض ہونے کی قائل ہوئی قدمنا ان لفظ الفتوی آکد فی التصحیح من المختار والاصح والصحیح اور ہمنے دیباچہ کتاب میں پہلے ذکر کر دیا ہے کہ فتوے کا لفظ تصحیح میں بہ نسبت مختار اور اصح اور صحیح کے الفاظ سے مضبوط ہے یعنے ہر چند بعضوں نے وجوب مسح کی تصحیح کی ہے لیکن فرضیت میں فتوے کا لفظ واقع ہوا ہے تو فرضیت موکد تر ٹھہری ثم انہ یخالف مسح الخف من وجوہ ذکر منہا ثلثۃ عشر پھر معلوم کرنا چاہیے کہ مسح جبیرہ کا مخالف ہے مسح موزے کی کئی وجہوں سے اُنہیں سے مصنف نے تیرہ وجہوں کو یہاں ذکر کیا ہے فقال فلا یتوقت لانہ کالغسل حتی یوم الاصحاء سو مصنف نے کہا تو مسح کا وقت یعنے مدت معین نہیں اسواسطے کہ وہ دھونے کے مانند ہے تا اینکہ مسح کرنے والا تندرستوں کی

اما مت کرتا ہو یعنے اسواسطے کہ وہ صاحب عذر نہین کذا فی الطحطاوی ولو بدلہا باخری او سقطت العلیا لم یجب اعادۃ المسح بل یندب اور اگر ایک
جبیرہ کو بدل کر دوسرے جبیرہ کو باندھا یا اوپر کی جبیرہ ساقط ہو گئی تو دوسری بار مسح کرنا واجب نہین ہی بلکہ مستحب ہی ویجمع مسح جبیرۃ رجل معہ
ای مع غسل اخری اور جمع کیا جاتا ہی ایک پانون کی پٹی کا مسح دوسرے پانون کے دھونے کے ساتھ یعنے اگر مسح جبیرہ کا صحیح ہوتا تھا تو غسل
کے ساتھ جمع ہونا چاہیے ایک قدم کا دھونا اور دوسرے قدم کے موزے پر مسح کرنا جائز نہین کذا فی الدرر لا مسح خف معہ یا جمع نہین کیا جاتا جبیرہ کے
موزے کا مسح دوسرے قدم کی جبیرہ کے مسح کے ساتھ یعنے اگر دونون قدم پر جبیرہ ہی سوا اسنے ایک قدم کے جبیرہ پر مسح کیا اور دوسرے قدم کے موزے
پر مسح کیا تو جائز نہین طحطاوی نے کہا اسواسطے کہ اصل اور بدل مین جمع کرنا لازم آیا بل خفیہ بلکہ دونون موزون کا مسح جمع کیا جاتا ہی ہم صورت
اسکی یہ ہی کہ اگر ایک پانون پر جبیرہ ہی سو اسکا مسح کیا اور دوسرے پانون کو دھویا پھر دونون قدم پر موزے پہنے پھر وضو ٹوٹا تو دونون پر مسح کرنا جائز
ہی اسواسطے کہ جمع متقدم یہان نہین ہی یعنے اصل اور بدل مین یہان اجتماع نہین کذا فی الطحطاوی ویجوز ای یصح مسحہا ولو شدت بلا وضوء
وغسل دفعا للحرج اور جائز ہی یعنے مسح جبیرہ کا صحیح ہی اگرچہ جبیرہ بدون وضو اور دھونے کے باندھی گئی ہو دفع مشقت کے واسطے ویترک المسح
کالغسل ان ضر والا لا یترک اور ترک کیا جاتا ہی جبیرہ کا مسح جیسے دھونا وہان کا متروک ہی اگر ضرر کرتا ہو اور اگر ضرر نہو تو ترک نکیا جاوے ہم
ضرر سے مراد وہ ضرر ہی جو اعتبار کے لائق ہو نہ مطلق ضرر اسواسطے کہ عمل اوسنے ضرر سے خالی نہین اور یہ ترک کو مباح نہین کرتا کذا فی الطحطاوی
وہو ای مسحہا مشروط بالعجز عن مسح نفس الموضع اور وہ یعنی جبیرہ کا مسح کرنا مشروط ہی ساتھ عاجز ہونے کے مسح کرنے نفس موضع سے
یعنے عضو کو جب مسح نکر سکے تب جبیرہ کا مسح صحیح ہی ہم عاجزی کی صورت یہ ہی کہ موضع جبیرہ کو پانی ضرر کرتا ہو یا پٹی بندھی ہو جسکو کھولنا ضرر کرتا ہو کذا
فی الدرر فان قدر علیہ فلا مسح علیہا سو اگر عضو کے مسح پر قادر ہو تو پٹی پر مسح کرنا صحیح نہین ہم محیط مین ہی کہ اسکو یاد رکھنا چاہیے کہ لوگ اس شرط
سے غافل ہین کذا فی الدرر والحاصل لزوم غسل المحل ولو بماء حار فان ضر مسحہ فان ضر مسحہا فان ضر سقط اصلا حاصل کلام یہ ہی کہ دھونا محل کسورہ کا لازم
ہی اگرچہ گرم پانی سے ہو یعنے اگر سرد پانی سے دھونا ضرر کرتا ہو تو گرم پانی سے دھونا چاہیے اور گرم پانی سے دھونا وہان کا ضرر کرتا ہو تو عضو کو مسح
کرے اور اگر نفس عضو کا مسح ضرر کرتا ہو تو اسکی پٹی پر مسح کرے اور اگر پٹی پر مسح کرنا بھی ضرر کرتا ہو تو بالکل ساقط ہو گیا یعنی نہ دھونا لازم رہا نہ مسح کرنا ویمسح
نحو مفتصد وجریح علی کل عصابۃ مع فرجتہا فی الاصح ان ضرہ الماء او حلہا اور مسح کرے فصد لینے والا اور زخمی اور جو کہ انکی مانند ہی ساری پٹی پر اسکے
مکان کے ساتھ جو پٹی کی گرہ کے دونون طرف کشادہ ہی صحیح تر قول مین اگر اسکو پانی ضرر کرتا ہو یا پٹی کا کھولنا مضر ہو ہم مصنف اشباہ مسح مین صاحب کنز کا تابع
ہوا اور قول اصح جسپر فتوی ہی یہ ہی کہ اکثر عصابہ کا مسح کافی ہی اور گرہ کے پاس کشادگی کا مسح کرنا کافی ہی ذخیرہ مین کہا کہ یہی قول اصح ہی یعنے خلاصہ مین جو دونون
کے دھونے کو فرض کہا ہی سو اصح نہین کذا فی الطحطاوی ومنہ ان لا یمکنہ ربطہا بنفسہ ولا یجد من یربطہا اور منجملہ ضرر کے یہ ہی کہ اس شخص کو خود پٹی کا باندھنا
ممکن نہین اور نہ اس شخص کو پاتا ہی جو پٹی کو باندھ دے انکسر ظفرہ فجعل علیہ دواء او وضعہ علی شقوق رجلہ اجری الماء علیہ ان قدر والا مسحہ
والا ترکہ ایک شخص کا ناخن ٹوٹا سو اسنے اسپر دوا رکھی یا پانون کی بوائی پر دوا لگائی تو وضو مین اسپر پانی کو بہا دے اگر بہا سکے اور اگر قادر نہو تو اسکو
مسح کرے اور اگر یہ بھی نہ ہو سکے تو چھوڑ دے یعنے تو دھونا اور مسح کرنا دونون ساقط ہو گیا عذر سے والمسح یبطلہ سقوطہا عن برء والا لا اور مسح کو باطل
کرتا ہی گر پڑنا پٹی کا زخم کے چنگے ہو جانے سے اور اگر بدون صحت کے پٹی ساقط ہو گئی تو مسح باطل نہین ہوتا برخلاف مسح موزے کے فان سقطت فی الصلوۃ
استانفہا پھر اگر پٹی صحت کے بعد نماز مین ساقط ہو گئی تو نماز کو پھر شروع کرے وکذا الحکم لو سقط الدواء او برء موضعہا ولم یسقط مجتبی اور اسی طرح حکم
ہی اگر دوا ساقط ہو گئی یا پٹی کا مکان اچھا ہو گیا اور ہنوز پٹی نہین گری کذا فی المجتبی ہم یعنی اگر وہ صحت کے بعد نماز مین ساقط ہوئی یا پٹی کا محل اچھا ہو گیا تو نماز کو پھر

شروع کرے ونبغی تقییدہ بما اذا لم یضرہ النہا فان ضرہ فلا بحر اور حکم مذکور کو مقید کرنا چاہیے اس صورت کے ساتھ جبکہ پٹی کا اتارنا ضرر نکرے تو اگر مضر ہو تو مسح باطل نہین کذا فی البحر یعنے پٹی کے ساقط ہونے سے بعد صحت کے اسوقت مسح باطل ہوتا ہی جبکہ پٹی کا کھول ڈالنا ضرر نکرتا ہو اور اگر مضر ہو اسطرح کہ پٹی نہایت چپکی ہو گوشت سے اور اُسکے جدا کرنے مین تازگی زخم کا احتمال ہو تو اس صورت مین مسح باطل نہوگا والرجل والمرأۃ والمحدث والجنب فی المسح علیہا وعلی توابعہا سواء اتفاقا اور مرد اور عورت اور محدث اور جنب جبیرہ کے مسح مین اور اسکے توابع مین برابر ہین بالاتفاق ہم توابع جبیرہ بیان اور فصد کی پٹی اور داغ کا موضع اور وہ تندرست مقام جو ضرورت کے سبب سے پٹی کے نیچے آگیا ہو ولا یشترط فی مسحہا استیعاب وتکرار فی الاصح فیکفی مسح اکثرہا مرۃ بہ یفتی اور پٹی کے مسح مین پوری پٹی پر مسح کرنا اور مسح کو مکرر کرنا شرط نہین صحیح تر قول مین تو پٹی کا ایکبار آدھے سے زیادہ مسح کرنا کفایت کرتا ہی اسی قول پر فتوی ہی ھم یہ قول مخالف ہی قول سابق کے کہ وہان پوری پٹی کا مسح مذکور ہی اور اگر اسی قول اخیر پر اقتصار ہوتا تو بہتر تھا اسواسطے کہ فتوی اسی قول پر ہی کذا فی الطحطاوی وکذا لا یشترط فیہا نیتہ اتفاقا بخلاف الخف فی قول اور اسی طرح پٹی کے مسح مین نیت شرط نہین برخلاف مسح موزہ کے کہ اسمین ایک قول مین نیت شرط ہی اور اصح قول یہ ہی کہ موزے کے مسح مین نیت شرط نہین ومافی نسخ المتن رجع عنہ المصنف فی شرحہ اور جو عبارت کہ متن کے نسخون مین ہی مصنف نے اسکو ترک کیا ہی اپنی شرح مین ہم لینے شرح منح الغفار مین ومسح نحو مفتصد وجریح سے آخر تک ساقط ہی طحطاوی نے کہا تو اسکا ذکر نکرنا بہتر تھا تاکہ تناقض کا مصنف پر اعتراض لگتا

باب الحیض

یہ باب ہی حیض کے احکام اور مسائل مین عنون بہ لکثرتہ واصالتہ والا فہی ثلثہ حیض ونفاس واستحاضۃ مصنف نے حیض کو عنوان قرار دیا اس باب کا حیض کی کثرت اور اصالت کے سبب سے ورنہ عورت کے خون تو تین قسم کے ہین حیض اور نفاس اور استحاضہ یعنی ہرچند اس باب مین حیض اور نفاس اور استحاضہ تینون خونون کے احکام مذکور ہین مگر مصنف نے اس باب کو فقط باب الحیض کرکے آغاز کیا تو اسکی وجہ یہی ہی کہ حیض کثیر الوقوع اور اصل ہی برخلاف نفاس کے کہ ہمیشہ نہین ہوتا بچہ پیدا ہونے کے بعد ہوتا ہی اور استحاضہ بھی بیمار عورت کو ہوتا ہی نہ ہر عورت کو ہو لغۃ السیلان وشرعا علی القول بانہ من الاحداث مانعیۃ شرعیۃ بسبب الدم المذکور وہ یعنی حیض لغت عرب مین روانگی اور بہنے کو کہتے ہین اور اصطلاح شرع مین بنا براس قول کے کہ حیض حدث ہی منجملہ حدث اور احداث کے شرعی روکنا ہی خون مذکور کے سبب سے یعنے جن عبادات مین طہارت شرط ہی جیسا نماز اور مس مصحف اور دخول مسجد انمین شارع نے حیض کو مانع طہارت ٹھہرا دیا ہی اگرچہ مانعیت حسیہ نہو وعلی القول بانہ من الانجاس دم من رحم اور بنا براس قول کے کہ حیض ناپاک چیز ہی منجملہ اور نجاسات کے تو وہ خون ہی کہ عورت کے رحم یعنے بچہ دان سے جاری ہوتا ہی خرج الاستحاضۃ رحم کی قید سے استحاضہ حیض کی تعریف سے نکلگیا اسواسطے کہ استحاضہ رحم کا خون نہین بلکہ رگ کے پھٹ جانے سے نکلتا ہی اور اسی طرح نکسیر اور زخمون کا خون اور جو کہ مقعد سے خارج ہو وہ زخم کی قید سے خارج ہوگیا ومنہ ماتراہ صغیرۃ دون تسع وآیسۃ ومشکل اور منجملہ استحاضہ ہی وہ خون ہی جسکو نو برس سے کم عمر کی چھوٹی لڑکی دیکھتی ہی اور وہ بڑھی عورت جسکو حیض کی امید نرہی اور جو خون کہ خنثی مشکل دیکھے قول مختار یہ ہی کہ ٥٥ برس کی عورت آئسہ ہی کذا فی الاکثر المعتبرات لا لولادۃ خرج النفاس نہ ولادت کے سبب سے اس قید سے نفاس خارج ہوگیا حیض کی تعریف سے اسواسطے کہ نفاس خارج ہوتا ہی رحم سے ولادت کے سبب سے برخلاف حیض کے وسببہ ابتداء ابتلاء اللہ لحوا لاکل الشجرۃ اور حیض کے ہونے کا پہلا سبب خدا کا مبتلا کرنا تھا حوا علیہا السلام کو درخت منہی عنہ کے کھا لینے سے وہ درخت گیہون تھا یا انجیر یا انگور ورکنہ بروز الدم من الرحم اور حیض کا رکن خون کا باہر نکل آنا ہی رحم سے یعنی فرج داخل کے کنارے سے برابر ہوجانا یہی قول معتمد ہی اور محمدؒ کے نزدیک احساس رکن ہی حیض کا اور ثمرۃ اختلاف اس صورت مین ظاہر ہوتا ہی کہ عورت نے وضو کیا پھر گدی رکھی پھر نزول خون کا احساس ہوا قبل غروب کے پھر گدی جدا کی اسکے بعد تو محمدؒ کے نزدیک روزہ ٹوٹا برخلاف شیخین کے یعنے جبکہ خون کنارہ فرج کے

محاذی نہو اور اگر محاذی ہو گا تو بالاتفاق حیض یا نفاس ثابت ہو گا کذا فی الطحطاوی عن النہر و شرطہ تقدم نصاب الطہر ولو حکما اور حیض کی شرط مقدم ہونا
نصاب طہر یعنی اقل مدت طہر کا کہ پندرہ دن ہین اگرچہ طہر حکمی ہو ہم طہر حکمی کی دو صورتین ہین ایک تو عورت مستحاضہ کہ بعد ایام حیض کے وہ طاہر ہو حکما
اگر خون بہا کرے دوسری وہ عورت جسکو اول بار حیض نہ ہو ہوا تو یہان بھی نصاب طہر کا مقدم ہونا حکما ہی و عدم نقصہ عن اقلہ اور شرط حیض کی کم نہونا ہی کمتر مدت
مدت حیض سے یعنی تین دن سے واو انہ بعد التسع اور حیض کا زمانہ نو برس کے بعد ہی و وقتہ ثبوتہ بالبروز فیہ تترک الصلوۃ ولو ابتداء فی الاصح لان الاصل الصحۃ والحیض
دم صحۃ یعنی اور حیض کے ثابت ہونے کا وقت اسکے خارج ہونے سے ہی اسوقت مین عورت نماز کو چھوڑ دے اگرچہ اسکو پہلے پہل حیض آیا ہو صحیح تر قول مین
اسواسطے کہ صحیح سالم ہونا اصل ہی اور حیض صحت کا خون ہی کذا فی الشمنی ہم غیر اصح یہ قول ہی کہ جسنے اول بار خون دیکھا وہ تین دن کے بعد نماز چھوڑے
کہ شاید وہ خون استحاضہ کا ہو نہ حیض اور اصح قول اکثر مشائخ بخارا کا ہی کہ جب اسنے حالت بلوغ مین خون دیکھا تو بمجرد دیکھنے کے نماز ترک کرے اسواسطے
کہ صحت جسم اصلی ہی اور مرض مقتضی استحاضہ عارضی ہی تو بمقتضاء اصالت اس خون کو حیض قرار دینا چاہیے نہ استحاضہ واقلہ ثلثۃ ایام بلیالیہا الثلث
اور کمتر مدت حیض کی تین دن ہین تین راتون کے ساتھ خواہ انھین دنون کی راتین ہون یا نہون فالاضافۃ لبیان العدد المقدر بالساعات الفلکیۃ
لا للاختصاص تو اضافت اور نسبت لیالی کی ایام ضمیر کی طرف اس زمانہ کے شمار کے واسطے ہی جسکا اندازہ ساعات فلکیہ یعنی نجومی گھڑیون سے کیا گیا نہ
خصوصیت کے بیان کے واسطے یعنے یہ مراد نہین کہ انھین ایام مخصوصہ کی تین راتین ہون ہم ساعت دو قسم ہی ساعت فلکی اور ساعت زمانی ساعت فلکی
پندرہ درجہ کی ہوتی ہی اسکو ساعت معتدلہ بھی کہتے ہین ایک رات اور دن کی ۲۴ گھڑیان ہوتی ہین تو اقل مدت حیض کی ۷۲ گھڑیان ہوئین اور ساعت
زمانی رات یا دن کے بارھوین حصے کا نام ہی اسکو ساعت معوجہ بھی کہتے ہین تو ساعت فلکی کی قید سے ساعت زمانی سے احتراز ہوا اور اسی طرح ساعت لغوی
اور ساعت شرعی سے کہ عبارت ہی زمانہ کے ہر ایک جز سے اگرچہ وہ قلیل ہو تو اگر عورت کو اول بار خون آیا جبکہ نصف قرص آفتاب کا طالع تھا اور چوتھے دن منقطع
ہوا جبکہ چہارم قرص طالع تھا تو وہ استحاضہ ہی حیض نہین کیونکہ اقل مدت اسکی باقی نہین گئی اور اگر نصف قرص کے طالع ہونے کے بعد خون منقطع ہوا تو البتہ
حیض ثابت ہو گا کذا فی الطحطاوی عن القہستانی بتصرف فلا یلزم کونہا لیالی تلک الایام جبکہ اضافت مذکورہ بیان عدد کے واسطے ٹھہری نہ اختصاص کے واسطے تو
راتون کو انھین دنون کی راتین ہونا لازم نہین ہم رات مقدم ہوتی ہی دن پر تو اگر جمعہ کے دن سے حیض شروع ہوا تو یہ لازم نہین کہ جمعہ کی رات مین بھی ہو بلکہ
مطلقا تین راتین لازم ہین جس طرح یہ لازم نہین کہ تین دن پورے ہون آفتاب کے طلوع سے بلکہ مقدار تین دن کے زمانہ گذرنا چاہیے وکذا قولہ واکثرہ
عشرۃ بعشر لیالی کذا رواہ الدارقطنی وغیرہ اور اسی طرح مصنف کا یہ قول ہی کہ اکثر مدت حیض کی دس دن ہین دس راتون کے ساتھ مطلقا خواہ انھین
دنون کی راتین ہون یا نہون ایسا روایت کیا ہی اقل اور اکثر مدت کو دارقطنی وغیرہ نے ہم یہ حدیث طرق متعددہ سے مروی ہی تو مرتبہ حسن کو پہونچکر لائق احتجاج
کے ہو گئی کذا فی النہر والناقص عن اقلہ والزائد علی اکثرہ او اکثر النفاس او علی العادۃ وجاوز اکثرہما وما تراہ صغیرۃ دون تسع علی المعتمد والسن سے
ظاہر المذہب وحامل ولو قبل خروج اکثر الولد استحاضۃ اور جو خون کہ حیض کی اقل مدت یعنی تین رات اور تین سے کم ہی اور جو کہ اکثر مدت حیض سے
یا اکثر مدت نفاس سے زائد ہی یا زائد ہی حیض اور نفاس کی عادت سے جو مقرر تھی اور بڑھ گیا اکثر مدت حیض اور نفاس سے اور جو خون کہ نو برس سے کم عمر کی
لڑکی دیکھے بنا بر قول معتمد کے اور جو خون کہ وہ بڈھی عورت دیکھے جسکو حیض سے ناامیدی ہو گئی بنا بر ظاہر مذہب کے اور جو خون کہ حاملہ عورت دیکھے اگرچہ
وہ اکثر ولد کے نکلنے سے پہلے ہو یہ سب استحاضہ ہی ہم اقل اور اکثر مدت سے ناقص اور زائد ہونا استحاضہ ہی اگرچہ کمی اور زیادتی نہایت کم ہو تو اگر عورت کو پانچ دن کی
عادت ہو اور اسکا خون جاری ہوا پہلی تاریخ جبکہ نصف قرص آفتاب کا طالع ہوا اور گیارھوین تاریخ منقطع ہوا جبکہ دو ثلث قرص طالع ہوا تھا تو پانچ دن سے
زیادہ ہی وہ استحاضہ ہی اسواسطے کہ دس دن سے بقدر سدس کے زائد ہو گیا کذا فی الطحطاوی عن القہستانی واقل الطہر بین الحیضتین او النفاس والحیض

خمسۃ عشر یوما ولیالیہا اجماعا اور کمتر مدت طہر کی یعنے پاک رہنے کی دو حیض کے درمیان یا نفاس اور حیض کے درمیان پندرہ دن اور انکی راتین باتفاق صحابہ کرام رضی اللہ عنہم هو نفاس اور حیض کے درمیان کا طہر اس صورت مین پندرہ دن ہوتا ہی جبکہ نفاس کی اکثر مدت پوری ہو گئی ہو کذا فی الطحطاوی ولا حد لاکثرہ وان استغرق العمر اور حد مقرر نہین اکثر مدت طہر کی اگرچہ تمام عمر کو احاطہ کر جاے هم استغراق طہر کی تین صورتین ہین پہلی صورت یہ ہی کہ عورت بالغہ ہو جاے عمر کی وجہ سے اور تمام عمر اسکو خون نہ آوے تو وہ روزہ رکھا کرے اور نماز پڑھا کرے اور ہمیشہ شوہر سے قربت کیا کرے اور اسکی عدت مہینون سے منقضی ہو گی دوسری یہ کہ بلوغ کے نزدیک یا بعد اسکے تین دن سے کم خون کو دیکھے پھر ہمیشہ کو خون منقطع ہو جاے اسکا حکم پہلی صورت کا سا حکم ہی تیسری یہ کہ ایسا خون دیکھے جو حیض ہو سکتا ہی پھر دائمی انقطاع ہو جاے اسکا حکم بھی پہلی صورت کے مانند ہی مگر یہ کہ اسکی عدت منقضی نہو گی مگر حیض سے اگر حیض طاری ہو قبل از سن ایاس اور اگر طاری نہو تو مہینون سے اسکی عدت منقضی ہو گی ابتدا سن ایاس سے چنانچہ باب العدۃ مین مذکور ہو گا الا عند الاحتیاج الی نصب عادۃ لہا اذا استمر بہا الدم اکثر طہر کی حد نہین مگر عورت کی عادت مقرر کرنے کی ہنگام کے وقت جبکہ اسکا خون برابر بلا انقطاع جاری ہو جاے یعنے سیلان دائمی مین البتہ اکثر طہر کے محدود کرنے کی حاجت ہو گی فیحد لاجل العدۃ بشہرین بہ یفتی تو طلاق کی عدت کیواسطے طہر کی اکثر مدت دو مہینے ٹھہرائے جاینگے یہی قول مفتی بہ ہی هم نہایہ مین کہا کہ حاکم شہید کے اس قول پر اسواسطے فتوی ہوا کہ یہ آسان تر ہی اور یہ دو مہینون کی حد معتادہ کے لئے اور متحیرہ کے حق مین ہی نہ مبتداۃ مین یعنی جس عورت کو جوان ہوتے ابتدا جوانی سے برابر خون جاری ہو گیا اسواسطے کہ مبتداۃ کا حیض ہر مہینے سے دس دن ہین ابتدا اور دیت سے خواہ عشرہ اولی ہو یا عشرہ ثانیہ ہو یا ثالثہ اور باقی ایام طہر کے ہین سو اگر مبتداۃ کو اسکے زوج نے طلاق دی آخر طہر مین تو اسکی عدت اکثر دن مین منقضی ہو گی تین حیض تیس دن کے اور دو طہر ایک طہر ۲۰ دن کا اور دوسرا انیس دن کا اور اگر اول طہر مین طلاق دی تو عدت آخر ہو گی ۸۸ یا ۸۹ دن مین تین حیض تو تیس دن کی اور تین طہر ایک طہر ۲۰ دن کا اور دو طہر انیس انیس دن کے یا ایک طہر انیس دن کا اور دو طہر بیس بیس دن کے اور اگر طلاق دی اول حیض مین عدت منقضی ہو گی ۹۹ یا ۹۹ دن مین چار حیض چالیس دن کے اور تین طہر بطور سابق کے کذا فی الطحطاوی وعم کلامہ المبتداۃ والمعتادۃ ومن نسیت عادتہا اور مصنف کا کلام نصب عادت مین شامل ہی مبتداۃ اور معتادہ یعنی وہ عورت کہ اپنی عادت نہین بھولی اور اس عورت کو جو اپنے حیض کی عادت بھول گئی هم یہ کلام فی نفسہ صحیح ہی اگرچہ اکثر طہر کی حد مختلف ہی اسواسطے کہ معتادہ اور ناسیہ کی اکثر طہر کی حد دو مہینے ہین اور مبتداۃ کے ۲۰ دن ہین حالت استحاضہ مین طحطاوی نے کہا مصنف کا یہ کلام الا عند نصب عادۃ لہا اذا استمر بہا الدم مبتداۃ کے ۲۰ دن پر بھی صادق آتا ہی وتسمی المحیرۃ والمضللۃ اور جو کہ حیض کی عادت بھول گئی اسکو متحیرہ اور مضللہ کہتے ہین هم محیرہ اور مضللہ بصیغہ مفعول اور فاعل دونون جائز ہین یعنے وہ عورت اپنے حیض اور طہر مین حیران اور گمراہ ہو یا یہ کہ اُسنے فقہا کو حیران کر رکھا ہی اور اسکو ناسیہ اور ضالہ بھولنے والا ۱۲ اور متحیرہ بھی بولتے ہین هم اضلالہا اما لعددہ او بمکان او بہما کما بسط فی البحر والحاوی اور اُسکا گم کرنا اور بھول جانا یا تو شمار ایام حیض کا بھولنا ہی کہ کس دن حیض آتا تھا یا مکان کا بھولنا ہی یعنے شمار ایام کا تو یاد ہی مگر تاریخ یاد نہین کہ عشرہ اولی مین ہوتا تھا یا ثانیہ یا ثالثہ مین یا دونون کا بھولنا ہی یعنے نہ شمار یاد ہی نہ تاریخ چنانچہ بحر الرائق اور حاوی مین مشرح مذکور ہی وحاصلہ انہا تتحری اور حاصل اس بیان مشرح کا یہ ہی کہ بھولنے والی اُلکل دوڑاوے اور خوب سوچے یعنی ظن غالب پر عمل کرے یعنی جن دنون کو طہر گمان کرے تو وہ پاک ہی ہر وقت وضو کر کے نماز پڑھا کرے اور جن دنون کو حیض سمجھے اُنہین نماز روزہ ترک کرے خلاصہ کلام یہ ہی کہ جب اُسکو حیض کا یقین ہو وقت مخصوص مین تو عبادت ترک کرے اور اگر یقین نہو تو گمان غالب پر عمل کرے اور اگر کسی طرح دل نہ ٹھہرے اور تردد واقع ہو اُسکا حکم شارح بیان کرتا ہی ومتی ترددت بین حیض ودخول فیہ وطہر توضأ لکل صلوۃ اور جبکہ عورت مذکورہ کو تردد واقع ہو حیض مین اور حیض کے آنے مین اور طاہر ہونے مین تو ہر نماز کیواسطے وضو کرے یعنی جسدن یہ تردد ہو کہ شاید یہ دن حیض کا ہی یا حیض شروع ہوا یا شاید پاکی کا دن ہی تو ہر نماز مین وضو کیا کرے یہی قول صحیح ہی اور واجبات اور سنن موکدہ ادا کرے اور قرآن بقدر فرض اور واجب کے پڑھے اور مسجد مین نجاوے اور قرآن کا مس نکرے وتمامہ فی الطحطاوی

وان بینهما والدخول فیہ فتغتسل لکل صلوٰۃ اور اگر تردد ہو حیض اور طہر مین اور طہر کے داخل ہونے یعنے حیض سے خارج ہونے مین تو ہر نماز کے واسطے غسل کرے اسواسطے
کہ شاید حیض سے خارج ہوئی اور طہر مین داخل ہوئی ویترک غیر مؤکدۃ ودخول مسجد اجماعًا اور چھوڑ دے نماز غیر مؤکدہ کو اور مسجد کے جانے کو اور جماع کو یعنے زوج کو اپنے اوپر
قادر ہونے دے کہ شاید حیض مین جماع واقع ہو ھم حلبی محشی نے کہا کہ یہ دوسری صورت سے متعلق ہے وتصوم رمضان ثم تقضی عشرین یوما ان علمت بدایتہ لیلا او سارے
رمضان مین روزہ رکھے پھر ۲۰ دن قضا کرے اگر جانتی ہو شروع ہونا حیض کا اس بیماری سے پہلی رات کو ھم اسواسطے کہ اگر حیض رات سے شروع ہوا تو رات ختم ہو گا
تو اُسکا روزہ رمضان مین سوا دس دن کے فاسد ہوا اور دس دن قضا کے فاسد ہوئے کذا فی الحلبی قضا کے دن فاسد ہوئے حیض کے احتمال سے
تو ۲۰ دن کے قضا کرنے مین دس روزے بالیقین طہر مین واقع ہونگے والا فاثنین وعشرین ورنہ بائیس دن قضا کرے یعنے اگر ابتداء حیض دن سے جانتی ہو
تو ۲۲ دن قضا کرے اسواسطے کہ اگر حیض دن سے شروع ہوا تو دن مین ختم ہو گا گیارھوین دن تو گیارہ روزے اُسکے فاسد ہوگئے اور اُسی قدر قضا مین
کذا فی الحلبی تو ۲۲ دن کی قضا مین گیارہ روزے بالیقین طہر مین واقع ہونگے وتطوف لرکن ثم تعید بعد عشرۃ اور طواف کرے فرض جسکو طواف الزیارۃ کہتے
ہین پھر اُسکا اعادہ کرے دس دن کے بعد یعنے اسواسطے کہ طواف الزیارۃ مین طہارۃ واجب ہے اور شاید کہ وہ طواف حیض مین واقع ہوا ہو وللصدر ولا تعید
اور طواف الصدر کرے یعنے کعبہ سے رخصت ہونے کا طواف اور اسکو اعادہ نکرے اسواسطے کہ حائض پر طواف الصدر ساقط ہے وتعتد لطلاق بسبعۃ اشہر
علی المفتی بہ اور عدت کرے طلاق کی وجہ سے سات مہینے مفتے بہ قول پر یعنے مضللہ اور اسی طرح معتادہ اشہرۃ الدم لیقول حاکم شہید سات مہینے کی عدت کرے
کذا فی الحلبی اسلیے کہ تین حیض کے تیس دن اور چھ مہینے کے تین طہر چنانچہ سابق مین گذرا کہ اکثر طہر اُسکا دو مہینے کا ہے وماتراہ من لون ککدرۃ وتربیۃ
فی مدتہ المعتادۃ اور حیض کی مدت معتادہ مین جو رنگ کہ دیکھے چنانچہ تیرگی اور خاکستری وہ حیض ہے ھم جبکہ تیرہ اور خاکستر خون حیض ٹھہرا تو سرخ اور
سیاہ اور زرد اور سبز بطریق اولی حیض ہوگا سوی بیاض خالص قیل ہو شئی یشبہ الخیط الابیض سفیدی خالص کے سوا کہ وہ حیض نہین ہے بعضون
نے کہا کہ بیاض خالص ایک چیز ہے سفید دھاگے کی مانند یعنی بعد اختتام حیض کے وہ گدی پر ظاہر ہوتی ہے لیکن تحقیق یہ ہے کہ بیاض خالص سے انقطاع حیض
مراد ہے کذا فی نہر الفائق ولو المرئی طہرًا متخللا بین الدمین فیہا حیض اگرچہ مدت کے اندر دو خونون کے درمیان طہر معلوم ہو وہ بھی حیض ہے یعنے حیض کے دس دن
کی مدت مین اول خون نظر آیا اور آخر مین بھی نمود ہوا اور مابین مین خشکی معلوم ہوئی تو یہ طہر متخلل بین الدمین بھی حیض مین داخل ہے لان العبرۃ لاولہ واخرہ
وعلیہ المتون فلیحفظ طہر متخلل اسواسطے حیض ٹھہرا کہ اسکے اول اور آخر کا اعتبار ہے اور اسی قول پر متون فقہ کا اتفاق ہے تو اسکو یاد رکھنا چاہیے ھم یعنے جیسے
وجوب زکوٰۃ مین ابتدا اور انتہاء سال مین نصاب کا ہونا کافی ہے اگرچہ سال کے اندر پوری نصاب باقی نہ رہی ہو اسی طرح حیض مین مدت کے اول اور آخر کا
اعتبار ہے درمیان کی خشکی ساقط الاعتبار ہے شارح نے اس قول سے صاحب بحر کے اس کلام کے رد ہونے پر اشارہ کیا اگرچہ اس روایت کو اصحاب متون نے اختیار
کیا ہو لیکن اصحاب شروح نے اسکی تصحیح نہین کی اسواسطے کہ نصاب پر قیاس صحیح نہین کیونکہ یہان خون اثناء مدت مین منقطع ہے اور زکوٰۃ مین بقاء جزء نصاب اثناء سال
مین مشروط ہے صاحب نہر الفائق نے اسکو یون رد کیا ہے کہ یہ قیاس نہین ہے نصاب پر بلکہ اُسکا نظیر بیان کیا ہے ثم ذکر احکامہ بقولہ یمنع صلوٰۃ مطلقًا ولو سجدۃ
شکر پھر مصنف نے احکام حیض کے بیان کیے اپنے اس قول سے کہ حیض منع کرتا ہے نماز کو مطلقًا یعنے خواہ رکوع سجود والی نماز ہو خواہ جنازہ کی اگرچہ سجدہ شکر
کا ہو وصومًا وجماعًا اور حیض مانع ہے روزہ اور جماع کو وتقضیہ لزومًا دونہا للحرج اور عورت روزہ کو قضا کرے بطور وجوب نہ نماز کو بسبب حرج اور مشقت
کے ھم نماز ہر سال ہر روز فرض ہے اور روزہ سال بھر مین ایک مہینا تو قضاء صوم مین حرج نہین اور نماز کی قضا مین دقت ہے ولو شرعت تطوعًا فیہما
فحاضت قضتہما خلافا لما زعمہ صدر الشریعۃ بحر اور اگر عورت نے نفل نماز روزہ شروع کیا پھر وہ حائض ہوگئی تو نماز روزہ دونون قضا کرے برخلاف
اُس قول کے جو صدر الشریعۃ نے گمان کیا ہے کذا فی البحر یعنے شارح وقایہ نے کہا ہے کہ روزہ قضا کرے نہ نماز وفی الفیض لو نامت طاہرۃ وقامت

حائضہ سے حکم بحیضہا از قامت او فیض میں ہو کہ اگر عورت سوئی پاک اور اٹھی حیض کی حالت میں تو اسکے ثبوت حیض کا حکم ہوگا جب سے کہ وہ اٹھی ہے یہ حکم
نظر باحتیاط ہے تو اگر عشا کے وقت بدون نماز پڑھے سو گئی اور صبح کو اٹھی تو عشا کو قضا کرے اسواسطے کہ اضافت حوادث کی اقرب اوقات کی طرف ہوتی ہے
و بعکسہ نہ از قامت احتیاطاً اسکے بالعکس میں یعنی سوئی حائض اور اٹھی طاہر تو اسکی طہارت کا حکم ہوگا سونے کے وقت سے احتیاط کی راہ سے ہم بعضوں نے
کہا قول احتیاطاً عکس کی علت ہے میں کہتا ہوں کہ وہ دونوں صورتوں کی معاً علت ہے چنانچہ عنقریب مذکور ہو گیا اور اسپر دلیل بحر الرائق کا کلام ہے کہ اگر عورت نے
گدی رکھی رات کو اور فجر کو پاک اٹھی تو عشا کی نماز قضا کرے پھر اگر وہ طاہر تھی سوتے وقت اور حیض دیکھی صبح کو تو بھی عشا کو قضا کرے اگر نماز نہ پڑھی ہو گدی رکھنے سے
پہلے اسکو پاک قرار دینے کی وجہ سے پہلی صورت میں گدی رکھنے کے وقت سے اور حائض قرار دینے کی علت سے دوسری صورت میں گدی کے جدا کرنے کے وقت
سے نظر باحتیاط دونوں صورتوں میں کذا فی الطحطاوی ویمنع حل دخول مسجد اور منع کرتا ہے حیض دخول مسجد کے حلال ہونے کو ہم اس سے معلوم ہوا
کہ جسکے بدن پر نجاست لگی ہو وہ مسجد میں جاسکے مسجد کی قید سے عیدگاہ خارج ہے اور اسی طرح خانقاہ اور مدرسہ اور جسکے پیٹ میں پیچ گھومتی وہ اسکے خارج
کرنے کو باہر مسجد کے نکل جاسکے یہی قول اصح ہے اور اگر مسجد میں کسی کو احتلام ہو وہ تیمم کرکے باہر نکلے اگر خوف نہ ہو دشمن یا جانور کا اور اگر خوف ہو تو تیمم کرکے وہیں
ٹھہر رہے اگر مسجد سے جلد نکلے تو تیمم کرنا جائز ہے اور اگر خوف سے وہیں ٹھہرے تو واجب ہے کذا فی الطحطاوی مختصراً و حل الطواف ولو بعد دخولہا المسجد و شروعہا
فیہ اور حیض حلت طواف کا مانع ہے اگرچہ حیض بعد داخل ہونے مسجد الحرام کے اور طواف میں شروع کرنے کے بعد عارض ہوا ہو وقربان ما تحت الازار
یعنی ما بین سرۃ و رکبۃ ولو بلا شہوۃ اور منع کرتا ہے حیض تہبند کے نیچے کی نزدیکی سے یعنی اس بدن کی قربت سے جو ناف اور گھٹنے کے درمیان ہے اگرچہ قربت
بدون شہوت کے ہو یعنی جماع کرنا اور ران وہاں لگانا اور بدون شہوۃ کے ہاتھ لگانا سب حرام ہے ہم یہ حرمت استمتاع ما تحت الازار کی درصورت عدم حیلولت
کے ہے اور اگر بدون جماع کے استمتاع ما تحت الازار ہو حیلولت کے ساتھ یعنی کپڑا درمیان میں حائل ہو تو جائز ہے اگرچہ خون سے آلودگی ہو اور حائض کا کھانا
پکانا اور اسکے آٹے اور پانی چھوئے کو استعمال کرنا مکروہ نہیں اور حائض کے بچھونے سے علیحدہ رہنا لائق نہیں کہ یہ یہودیوں کا فعل ہے کذا فی الطحطاوی عن البحر
وحل ما عداہ مطلقاً اور قربت مذکورہ کے سوا ہر فعل حلال ہے مطلقاً ہم ماسوائے قربت مذکورہ نظر ما تحت الازار اور استمتاع بقیہ بدن پر صادق ہے خواہ نظر
کرنا اور استمتاع شہوت کے ساتھ ہو یا بدون شہوت اور یہی مطلب ہے اطلاق کا کذا فی الحلبی وہل یحل النظر ومباشرتہا لہ فیہ تردد اور کیا نظر کرنا عورت کی
ما تحت الازار کو اور بدن سے بدن لگانا عورت کا مرد کو حلال ہے یا نہیں جواب اسکا یہ ہے کہ اسمیں تردد ہے ہم شارح کو یہ تردد پیدا ہوا ہے صاحب بحر کے تردد
ہونے سے لیکن تحقیق یہ ہے کہ نظر کے حلال ہونے میں کچھ تردد نہیں اسکی تحریم پر کوئی معتمد دلیل نہیں وہ داخل ہے اس قول کے تحت میں وحل ما عداہ مطلقاً کذا
فی الطحطاوی وقراءۃ قرآن بقصدہ اور حیض منع کرتا ہے قرآن پڑھنے کو قرآن کی نیت سے ہم حائض کو قرآن پڑھنا ممنوع ہے خواہ پوری آیت ہو یا کم
یہی قول ہے کرخی کا اور اکثر کتب میں اسی کی تصحیح ہے کذا فی البحر لیکن اگر قرآن پڑھا بہ قصد ثنا یا افتتاح امر یا بالقصد دعا تو اصح روایت میں ممنوع نہیں اور
بسم اللہ پڑھنا بالاتفاق ممنوع نہیں اور اذکار کا پڑھنا مباح ہے مطلقاً اور ذکر کے واسطے حائض کو وضو کرنا مستحب ہے اور ترک اسکا خلاف اولیٰ ہے کذا
فی الطحطاوی ملخصاً ومسہ ولو مکتوباً بالفارسیۃ فی الاصح اور حیض منع کرتا ہے قرآن کے چھونے کو اگرچہ قرآن فارسی خط میں لکھا ہو صحیح تر قول میں ہم
مس قرآن جنب اور حائض کو جائز نہیں خواہ لوح پر لکھا ہو خواہ درہم یا دیوار پر مصحف کا مس کسی طرح جائز نہیں نہ حرف کا نہ حاشیہ کا یہی قول معتمد ہے برخلاف
غیر مصحف کے اسمیں مکتوب کا مس جائز نہیں اور غیر مکتوب کا مس جائز ہے کذا فی البحر الا انہا اضاف المنفصل کما مر مگر قرآن کا چھونا جدے غلاف سے جائز ہے
چنانچہ گذرا یعنی بزدان کے ساتھ چھونا درست ہے چولی کے ساتھ درست نہیں ہم قرآن کے مانند توریت اور انجیل اور زبور میں جنمیں تبدیل اور تحریف واقع
نہیں ہوئی فقہا نے کہا ہے کہ تفسیر اور فقہ اور احادیث کی کتابوں کا چھونا حائض کو مکروہ ہے کیونکہ آیات قرآنی سے خالی نہیں اس تعلیل سے معلوم ہوتا ہے

۵۷
منع حاصل
کرنا بعد
بچہ ۱۲

اگرچہ شروع نحو کا بھی یہی حال ہے کذا فی النہر وکذا یمنع حملہ کلوح وورق فیہ آیۃ اور حیض اسی طرح منع کرتا ہے قرآن کے اٹھانے کو جیسے اس تختے اور
ورق کا اٹھانا ممنوع ہے جسمین آیت قرآنی مکتوب ہو اور اگر آیت سے کم مکتوب ہو تو اسکا چھونا مکروہ نہین کذا فی الطحطاوی عن القہستانی وَلَا بَاسَ
لحائض وجنب بقراءۃ ادعیۃ ومسہا وحملہا وذکر اللہ تعالیٰ وتسبیح وزیارۃ قبور ودخول مصلی عید اور کچھ مضائقہ نہین حائض اور جنب کو دعا کے
پڑھنے اور چھونے اور اٹھانے مین اور اللہ تعالیٰ کے ذکر مین اور سبحان اللہ کہنے اور قبرون کی زیارت اور عیدگاہ کے داخل ہونے مین ہم لاباس کے
لفظ مین اشارہ ہے کہ جنب اور حائض کو ان چیزون مین وضو کر لینا مستحب ہے واکل وشرب بعد مضمضۃ وغسل ید اور کھانے پینے مین کلی کرنے اور ہاتھ
دھونے کے بعد ہم تو کلی اور ہاتھ دھونے کے بعد کھانا پینا اصلا مکروہ نہین حائض کو تو لفظ لاباس کا خلاف اولے پر جو مرجع ہے کراہت تنزیہی کا دلالت
کرتا بدلیل قول شارح واما قبلہما فیکرہ کذا فی الطحطاوی واما قبلہما فیکرہ لجنب لا حائض مالم تخاطب بغسل ذکرہ الحلبی اور کلی اور ہاتھ دھونے سے پہلے تو کھانا
پینا جنب کو مکروہ ہے نہ حائض کو جبتک کہ حائض کو نہانے کا حکم نہو یعنے طاہر ہونے کے بعد ایسا ذکر کیا ہے حلبی نے
کا منھ دھونا کلی سے ساقط ہوجاتا ہے تو پانی مستعمل ہوگا اور مستعمل پانی پینا مکروہ ہے ہر چند یہ تعلیل عام مین جاری نہین بخلاف حائض کہ اسکا حدث مرتفع
نہین ہوتا قبل از انقطاع حیض وَلَا یُکرہ نظر لمصحف قرآن مکرم عند الجمہور تیسیر وصحح فے الہدایۃ الکراہۃ وہو احوط اور مکروہ نظر کرنا نہین یعنے دیکھنا قرآن کا تحریر
سے اکثر عالمون کے نزدیک آسانی کے واسطے اور ہدایہ مین اسکے مکروہ ہونے کو صحیح کہا اور اسمین زیادہ تر احتیاط ہے ہم آشیر ہے مراد وہ لکھا ہوا قرآن
کے بدون سے متصل ہو ویحل وطیہا اذا انقطع حیضہا لاکثرہ بلاغسل وجوبا بل ندبا اور حلال ہے عورت سے جماع کرنا جبکہ اسکا حیض منقطع ہو گیا
حیض کی اکثر مدت کے بعد بدون غسل واجب کے بلکہ قبل جماع کے نہانا مستحب ہے یعنے جبکہ دس راتدن کے بعد حیض بند ہوا تو بدون نہانے کے اس
عورت کا جماع درست ہے اور قبل جماع کے غسل کرنا واجب نہین ہے بلکہ مستحب ہے تو جماع بلا غسل مکروہ تنزیہی ہے وان انقطع لدون اقلہ تتوضأ وتصلی فی آخر الوقت
اور اگر منقطع ہو اخون حیض کی اقل مدت سے کمتر مین یعنے تین راتدن سے کم مدت مین بند ہوا تو عورت وضو کرے اور نماز پڑھے نماز کے آخر وقت مین ہم یہان
غسل نہ ثابت ہوا کیونکہ یہ خون حیض کا نہین ہے طحطاوی نے کہا شارح نے اس صورت مین جماع کا حکم بیان نہین کیا لیکن اسکا حلال ہونا اگلے مسئلے
سے ظاہر ہوتا ہے یعنے جبکہ عادت سے کم اقل مدت کے بعد منقطع ہونے سے حلت نہین تو یہان بطریق اولے حلت نہوگی وان لاقلہ فان لدون عادتہا لم یحل اہ
اگر حیض منقطع ہوا اپنی اقل مدت کے بعد پھر اگر عادت سے کم مدت مین بند ہو گیا تو جماع حلال نہین اگرچہ وہ غسل کر چکی ہو کذا فی البحر وتغتسل وتصلی وتصوم احتیاطا اور
عورت مذکورہ غسل کرے اور نماز پڑھے اور روزہ رکھے احتیاط کی راہ سے ہم تاخیر کرنا غسل کا آخر وقت تک مستحب ہے جبکہ پوری عادت کے بعد حیض منقطع ہوا ہو اور اگر
عادت سے کم منقطع ہوا ہو تو تاخیر واجب ہے کذا فی النہر وان لعادتہا فان کتابیۃ حل فے الحال اور اگر اقل مدت کے بعد عورت کی عادت پر حیض منقطع ہوا تو اگر
وہ عورت اہل کتاب سے ہے تو اسکا جماع کرنا فی الحال حلال ہو گیا یعنی اسواسطے کہ اسپر غسل کرنا واجب نہین کیونکہ کفار احکام شرعیہ کے مخاطب نہین کذا فی البحر
وَالَّا لَا یحل حتی تغتسل او تتیمم بشرطہ اور اگر عورت مذکورہ مسلمان ہے تو جماع حلال نہین یہانتک کہ غسل کرے یا تیمم کرے بدلے غسل کے تیمم کی شرط کے موافق یعنے
اگر آب مطلق کافی کے استعمال سے عاجز ہے تب اسکو تیمم درست ہوگا نہر الفائق مین ہے کہ تیمم کے بعد بدون نماز پڑھے جماع اسکا حلال نہین ہاں جماع بنا بر قول اصح
کے او یمضی علیہا زمن یسع الغسل ولبس الثیاب والتحریمۃ یعنے من آخر وقت الصلوۃ لتعلیلہم بوجوبہا فے ذمتہا حتے لو طہرت فی وقت العید لابد ان یمضے
وقت الظہر کما فی السراج یا انقطاع حیض کے بعد اسقدر زمانہ گذر جائے جو گنجایش رکھتا ہو نہانے اور کپڑے پہننے اور تحریمہ باندھنے کی یعنے نماز کے
آخر وقت سے اسقدر زمانہ چاہیے بسبب وجہ بیان کرنے فقہا کے واجب ہونے نماز کے عورت کے ذمہ پر یعنے وجوب نماز کا ثابت نہین بدون خروج وقت
کے تو اگر عورت طاہر ہوئی عید کے وقت تو ضرور ہے کہ ظہر کا وقت گذر جائے چنانچہ سراج وہاج مین مذکور ہے ہم مراد یہ ہے کہ ایسے وقت مین پاک ہو

کہ خروج وقت تک اسقدر باقی ہو کہ نہانا اور کپڑے پہننا اور تحریمہ باندھنا ہو سکتا ہو اور یہ مراد نہیں کہ نماز کے اول وقت میں پاک ہو اور اسقدر زمانہ گذر جاتا
جیسا کہ بعضے غلط سمجھے ہیں ہر چند مصنف کی عبارت عام ہے لیکن مراد یہی ہے جو مذکور ہو گیا اور جماع کو اسواسطے مخصوص کرکے ذکر کیا تا معلوم ہو کہ حیض اور نفاس
کی طہارت وقت مذکور کے گذر جانے سے جماع کے حق میں ہے نہ قرآن پڑھنے کے حق میں کذا فی الطحطاوی عن الحموی عن البرجندی درر میں ہے کہ اگر حیض
بند ہوا دس دن کے بعد تو وہ پاک ہو گئی اور غسل واجب ہوا اور اگر تین دن سے کم میں خون بند ہوا یا تین دن سے زیادہ عادت سے کم یا عادت کے موافق
بند ہوا اور پھر جاری ہوا دس دن کی مدت میں تو اسکی طہارت کا حکم باطل ہو گیا خواہ وہ مبتدأہ ہو خواہ معتادہ انتہی وہل تعتبر التحریمۃ فی الصوم الاصح لا
اور کیا صوم میں بھی تحریمہ معتبر ہے یا نہیں جواب یہ ہے کہ صحیح تر قول میں معتبر نہیں یعنے اگر قبل فجر کے طاہر ہوئی تو وجوب صوم کے واسطے اسقدر زمانہ شرط ہے کہ اسمیں
نہانا اور کپڑے پہننا ممکن ہو تو نماز اور صوم میں کچھ فرق نہیں سوائے تحریمہ کے تو نماز میں تحریمہ معتبر ہے اور صوم میں معتبر نہیں وہی من الطہر مطلقاً
اور وہ یعنے تحریمہ طہر اور پاکی میں داخل ہے نہ حیض میں ہر صورت سے خواہ انقطاع اکثر مدت سے ہوا ہو خواہ اقل سے کذا فی الحلبی وکذا الغسل لو لاکثرہ والا فمن
الحیض فیقضی مطلقاً ان بقی قدر الغسل والتحریمۃ ولو لعشرۃ فقدر التحریمۃ فقط لئلا تزید ایامہ علی عشر فلیحفظ اور اسی طرح غسل بھی طہر میں داخل ہے اگر
حیض منقطع ہوا ہو اکثر مدت پر اور اگر ایسا نہیں تو وہ حیض میں داخل ہے تو عورت نماز قضا کرے مطلقاً اگر زمانہ بقدر غسل اور تحریمہ کے باقی ہو تاکہ حیض
کے ایام دس سے زیادہ نہو جاویں سو اسکو یاد رکھنا چاہیے یعنے اگر اکثر مدت میں انقطاع ہوا ہو تو غسل کا زمانہ حیض میں شمار نہوگا ورنہ ایام حیض کے دس
سے زیادہ ٹھہر جاوینگے اور یہ شرع سے ثابت نہیں ووطیہا یکفر مستحلہ کما جزم بہ غیر واحد اور جماع کرنا حیض سے کافر ٹھہراتا ہے اسکے حلال سمجھنے والے کو چنانچہ اس
تکفیر پر ایک نے نہیں بہت فقہا نے یقین کیا ہے ازانجملہ صاحب مبسوط اور صاحب اختیار اور صاحب فتح القدیر ہے کذا فی الطحطاوی وکذا مستحل وطی الدبر عند
الجمہور مجتبی اور اسی طرح وطی دبر کا حلال سمجھنے والا کافر ہے اکثر علما کے نزدیک کذا فی المجتبی ھم حلال عورت کی دبر مراد ہے اور غلام وغیرہ کی دبر میں ظاہرا
تکفیر کا خلاف جاری ہے نہیں کذا فی الطحطاوی وقیل لا یکفر فی المسئلتین وہو الصحیح خلاصۃ وعلیہ المعول لانہ حرام لغیرہ ولما یجی فی المرتد انہ لا یفتی
بتکفیر مسلم کان فی کفرہ خلاف ولو روایۃ ضعیفۃ اور بعضوں نے کہا کہ حلال سمجھنے والے کو کافر کہنا نچاہیے دونوں مسئلوں میں اور یہی قول صحیح ہے
کذا فی الخلاصۃ اور اسی قول پر اعتماد ہے اسواسطے کہ وہ اپنے غیر کے سبب سے حرام ہے یعنی حیض اور براز کی نجاست کے وجہ سے اور اسلیے کہ باب المرتدین
آویگا کہ فتوی نہیں دیا جاتا اس مسلمان کی تکفیر کا جسکے کفر میں عالموں کا خلاف واقع ہے اگرچہ ضعیف ہی روایت ہو ہم حرام لغیرہ کے مستحل کی تکفیر پر فتوے
نہیں بلکہ حرام لعینہ کے مستحل پر فتوی ہے جبکہ اسکی حرمت دلیل قطعی سے ثابت ہو سو اگر حرام لغیرہ دلیل قطعی سے ثابت ہے یا حرام لعینہ اخبار احاد سے تو اسکی حلت
کا معتقد کافر نہیں کذا فی الطحطاوی عن البحر ثم ہو کبیرۃ لو عامدا مختارا عالما بالحرمۃ پھر معلوم کرنا چاہیے کہ جماع کرنا حیض میں گناہ کبیرہ ہے اگر دانستہ ہو اپنے
اختیار سے حرمت کو جان بوجھکر لا جاہلا ومکرہا وناسیا گناہ کبیرہ نہیں اگر اسکی حرمت کو نہ جانتا ہو یا بے اختیار ہو کسی کے جبر کرنے سے یا حیض کو بھول کر جماع
کیا ہو فتلزمہ التوبۃ جب گناہ کبیرہ ہوا تو اسکے فاعل کو توبہ اور استغفار لازم ہے ویندب تصدقہ بدینار او نصفہ اور مستحب ہے اسکو صدقہ دینا ایک دینار یا
نصف دینار کا اور دینار ساڑھے چار ماشہ سونے کا ہوتا ہے اصحاب سنن کی ابن عباسؓ سے ایک روایت یوں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جسے
نے حائض سے جماع کیا اول خون میں اور حالانکہ خون سرخ ہے تو ایک دینار صدقہ کرے اور اگر انقطاع خون میں جماع کیا اور حالانکہ خون زرد ہے تو نصف دینار
خیرات کرے کذا فی تیسیر جامع الاصول ومصرفہ کزکوۃ اور مصرف اس دینار اور نصف دینار کا زکوۃ کی مانند ہے وہل علی المرأۃ تصدق قال فی الضیاء الظاہر لا
اور کیا عورت پر بھی خیرات کرنا مستحب ہے ضیاء میں کہا کہ ظاہرا عورت پر یہ حکم نہیں ہے ودم استحاضۃ کرعاف دائم وقتا کاملا اور استحاضہ کے خون کا
حکم نکسیر دائمی کے مانند ہے کہ نماز کے پورے وقت میں جاری ہے ہم خون استحاضہ چھ قسم ہے ایک وہ ہے جو اقل حیض سے کم ہو ۲- یہ کہ اکثر حیض سے زیادہ ہو

۱۳- یہ کہ حیض بتداء سے زیادہ ہوا اور اُسکا حیض دس روز کا ہر مہینہ مین ۱۴- یہ کہ نفاس بتداۃ سے زیادہ ہوا اور اسکا نفاس ۴۰ دن کا ہو ۱۵- یہ کہ حیض
اور نفاس کی عادت سے زیادہ ہوا ور دونون کی کثر مدت سے تجاوز کر جاوے ۱۶- حاملہ کا خون کذا فی الحموی اور آئسہ اور صغیرہ اور مریضۃ الرحم کا خون اسی قسم کا ہے
کذا ذکرہ ابو السعود اور خون استحاضہ کی علامت یہ ہے کہ اسمین بو نہین ہوتی اور حیض کے خون مین بدبو ہوتی ہے کذا فی الطحطاوی عن البحر لا یمنع صوماً و
صلوٰۃ ولو نفلا وجماعاً لحدیث توضئی وصلی وان قطر الدم علی الحصیر خون استحاضہ مانع نہین صوم اور صلوٰۃ کا اگرچہ نفل کی نماز ہو اور جماع کا مانع نہین
بدلیل اس حدیث کے کہ فاطمہ بنت ابی حبیش سے فرمایا کہ وضو کیا کر اور نماز پڑھا کر اگرچہ خون چٹائی پر ٹپکے ہم حکم نماز کا حدیث کی عبارۃ النص سے ثابت ہے اور
صوم اور جماع کا دلالۃ النص سے کذا فی المنح والنفاس لغۃ ولادۃ المرأۃ فشرعاً دم فلو لم تره ہل تکون نفساء المعتمد نعم تخرج من الرحم اور نفاس لغت
عرب مین عورت کا جننا ہے اور اصطلاح شرع مین نفاس وہ خون ہے جو رحم سے نکلے لڑکا پیدا ہونے کے بعد پھر اگر عورت ولادت کے بعد خون نہ دیکھے کیا وہ نفسا
یعنے زچا ٹھہر یگی یا نہین جواب یہ ہے کہ ہان معتمد قول یہی ہے کہ وہ زچا ہے ہم تو اسپر غسل واجب ہے احتیاط کی راہ سے اسواسطے کہ ولادت قلیل خون سے خالی نہین
کذا فی البحر فلو ولدته من سرتها ان سال الدم من الرحم فنفساء والا فذات جرح وان ثبت له احکام الولد پھر اگر عورت لڑکا جنی اپنی ناف سے مثلاً کہ ناف
مین زخم تھا وہ پھٹ گیا اور بچہ نکل آیا تو اگر خون بچہ دان سے جاری ہوا تو وہ زچا ہے اور اگر خون وہان سے جاری نہین ہوا تو وہ عورت زچا نہو گی زخم والی
ٹھہر یگی اگرچہ اس مولود کو احکام ولد کے ثابت ہونگے ہم احکام مولود کے یہ ہین کہ اُسکی مان کی عدت منقضی ہو گی اور وہ ام ولد ٹھہر یگی اور اُسکی طلاق اگر ولادت پر
معلق ہو گی تو اُسکے پیدا ہونے سے واقع ہو گی کذا فی الطحطاوی عن الظہیریۃ ونحسب ولید او اکثرہ ولو متقطعاً عضواً عضواً والنفاس ثابت ہوتا ہے اور لڑکا پیدا
ہونے یا اکثر یعنے نصف سے زیادہ نکلنے کے بعد اگرچہ تمام یا اکثر ٹکڑے ٹکڑے ہو کر نکلا ہو لا اقلہ فلو قدرت ان تتیمم ولو بالایماء لصلٰوۃ والا تو خرفا و زرا اليمين
الّا اور نفاس ثابت نہین کمتر مولود کے نکلنے سے یعنے اگر نصف بدن سے کم خارج ہوا تو وہ عورت زچا نہین تو اب وہ اس حالت مین وضو کرے اگر وہ
قادر ہو یا تیمم کرے اور اشارہ سے نماز پڑھے اور نماز کو تاخیر نکرے تو اب کون عذر باقی ہے تاخیر یا ترک نماز کا جنکے لیے قادر شخص کو یعنے جب ایسی سخت حالت
مین عورت کو تاخیر نماز کا حکم نہین تو تندرست توانا مرد کو کہان عذر باقی رہا ہم عورت مذکورہ کو یون نماز پڑھنا چاہیے کہ اپنے نیچے ٹھیکرے رکھے یا گڑھا کھودے
اور بیٹھکر نماز پڑھے تاکہ لڑکے کو تکلیف نہو کذا فی الطحطاوی وحکمہ کالحیض فی کل شئی الا فی سبعۃ ذکرتها فی الخزائن وشرحی للملتقی اور نفاس کا حکم حیض کے
مانند ہے ہر چیز مین مگر سات چیز ون مین جنکو مین نے خزائن الاسرار اور ملتقی الابحر کی اپنی شرح مین ذکر کیا ہے ہم وہ سات چیزین یہ ہین بلوغ اور استبرا اور
عدت اور یہ کہ اقل نفاس کی کچھ حد نہین اور اکثر نفاس ۴۰ دن کا ہوتا ہے اور نفاس صوم کفارہ کے تتابع کا قاطع ہے اور نفاس سے طلاق سنت اور طلاق
بدعت مین فصل واقع نہین ہوتا کذا فی الحلبی منہا انہ لا حد لاقلہ منجملہ اُن سات چیزون کے ایک چیز یہ ہے کہ اقل نفاس کی کچھ حد مقرر نہین الا اذا احتیج الیہ
لعدۃ کقولہ اذا ولدت فانت طالق فقالت مضت عدتی فقدرہ الامام بخمسۃ وعشرین لیوماً مع ثلث حیض والثانی باحد عشر والثالث بساعۃ اقل نفاس
کی حد نہین مگر جبکہ عدت کے واسطے اُسکی طرف حاجت پڑے چنانچہ مرد کے اس قول مین کہ اُسنے اپنی عورت سے کہا کہ جب تو جنے تو تجھکو طلاق ہے سو اس
عورت نے کہا کہ میری عدت طلاق کی گذر گئی تو امام اعظمؒ نے اقل مدت نفاس کی اس صورت مین ۲۵- دن کی ٹھہرائی ہے تین حیضون کے ساتھ اور
ابو یوسف رحنے گیارہ دن کی اور محمد رحنے ایک ساعت کی مدت ٹھہرائی ہے ہم یہان امامؒ کے قول پر فتویٰ ہے کذا فی النہر تو اگر عورت نے ولادت سے ۸۵ دن
کے بعد کہا کہ میری عدت گذر گئی تو امام رح کے نزدیک اُسکی تصدیق ہو گی کیونکہ ۲۵ دن نفاس کے اور ۱۵ دن کا طہر نفاس اور حیض کے مابین مین اور
تین حیضون کے پندرہ دن ہر حیض پانچ دن کا اور مابین تین حیضون کے دو طہر ۳۰ دن کے اور ابو یوسف رح کے نزدیک اول مدت تصدیق کی
۶۵ دن ہین گیارہ دن نفاس کے اور پندرہ دن طہر کے اور تین حیض ۹ دن کے اور اُنکے مابین دو طہر ۳۰ دن کے اور محمد رح کے نزدیک ۵۴ دن مدت

تصدیق کی ۴۰ دن اور ایک ساعت نفاس کی اور ۱۵ دن طہر کے اور تین حیض ۹ دن کے اور پانچ طہر کے ۷۵ دن کذا فی الطحطاوی والاکثرہ اربعون
یوماً کذا رواہ الترمذی وغیرہ والاول اکثرہ اربعۃ امثال اکثر الحیض اور اکثر مدت نفاس کی ۴۰ دن ہین اسی طرح ترمذی وغیرہ محدثین نے روایت کی ہے
اور اسواسطے کہ اکثر نفاس اکثر حیض کا چہارچند ہے جب اکثر حیض دس دن کا ہے تو اسکا چوگنا ۴۰ دن ہوئے چہارچند ہونے کی یہ وجہ ہے کہ چار مہینے کے بعد بچے
مین جان پڑتی ہے تو اسوقت سے حیض کا خون اسکی غذا ہوتا ہے اور پہلے جو چار مہینے خون بند رہا وہ نفاس ہوکر نکلتا ہے واللہ اعلم والزائد علے اکثرہ
استحاضۃ لو مبتداۃ اور جو خون کہ زیادہ ہو اکثر نفاس یعنے ۴۰ دن سے وہ استحاضہ ہے اگر وہ عورت مبتداۃ ہے یعنے پہلے پہل جنی ہے اسکی عادت مقرر نہین ہوئی
اما المعتادۃ فترد لعادتہا اور عادت والی زچا تو اپنی عادت کی طرف پھیری جاویگی یعنی اگر اسکی عادت ۳۰ دن کے نفاس کی ہے اور خون ۵۰ دن جاری رہا
تو ۳۰ دن نفاس کے ہین اور باقی استحاضہ ہے وکذا الحائض اور اسی طرح حائضہ کا حکم ہے یعنے اگر مبتداۃ ہین دس دن سے زیادہ خون جاری ہوا تو
زائد استحاضہ ہے اور عادت والی تو اپنی عادت کی طرف پھیری جاویگی کذا فی الطحطاوی فان انقطع علی الاکثر فیہما او قبلہ فالکل نفاس وکذا حیض ان
ولیہ طہر تام پھر اگر خون بند ہوگیا نفاس اور حیض کی اکثر مدت پر یا پہلے اسکے تو سارا خون نفاس مین نفاس ہے اور حیض مین تمام حیض ہے اگر ہر ایک
نفاس اور حیض کے بعد پورے طہر یعنے پندرہ دن کا اتصال ہوا والا فعادتہا اور اگر ایسا نہین ہے یعنے اگر اس خون کے بعد ۱۵ دن کا طہر نہوا تو عادت
کے موافق نفاس اور حیض ہے اور عادت سے زیادہ استحاضہ ہے حیض کی صورت یہ ہے کہ عورت کی عادت تھی ہر مہینہ مین مثلاً پانچ دن کی سو اسکو
چھ دن خون آیا تو چھٹا دن حیض کا ہے پھر اگر اسکے بعد ۱۴ دن طاہر رہی پھر خون آیا تو اپنی عادت کی طرف پھیری جاویگی اور زائد استحاضہ ہوگا اور اگر
۱۵ دن طہر رہا تو اب چھ دن کی اسکی عادت ٹھہر گئی اور نفاس کی صورت یہ ہے کہ اسکی عادت تھی ہر نفاس مین ۳۰ دن کی پھر اسکو ایکبار ۴۱ دن خون آیا پھر
۱۴ دن طہر ہوا پھر خون آیا تو اپنی عادت کی طرف پھیری جاویگی اور یوم زائدہ ۱۵ دن کے طہر مین شمار ہوگا کذا فی الطحطاوی وہی تثبت وتنتقل بمرۃ بہ یفتی
وتمامہ فیما علقناہ علی الملتقے اور عادت ثابت ہوتی ہے اور بدل جاتی ہے ایکبار سے اسی قول پر فتوے ہے اور اسکا پورا بیان ملتقی الابحر کی ہماری شرح مین ہے ہم
مثلاً مبتداۃ کو چار دن خون آیا یہ اسکی عادت ٹھہری پھر جبکہ پانچ دن مثلاً خون آیا تو اب یہی عادت ٹھہری پہلی عادت بدل گئی دوبار ایک طرح پر آنا اثبات اور
انتقال عادت مین ابو یوسف کے نزدیک شرط نہین اسی قول پر فتوی ہے اور طرفین کے نزدیک عادت ثابت نہین ہوتی بدون دوبار کے والنفاس
لام توأمین من الاول ہما ولدان بینہما دون نصف حول اور دو جوڑوان بچون کی مان کا نفاس پہلے بچے کے پیدا ہونے سے ثابت ہوتا ہے توأمین وہ دو
بچے ہین جنکے مابین مین آدھے برس سے کم زمانہ ہے یعنے اسواسطے کہ ولد اول سے انفتاح رحم ظاہر ہوا تو اسکے بعد کا خون نفاس ٹھہریگا وکذا الثلاثۃ ولو بین
الاول والثالث اکثر منہ فی الاصح اور اسی طرح کا حکم تین بچون کا ہے اگرچہ مابین ولد اول اور ولد ثالث کے نصف سال سے زیادہ زمانہ ہوگیا ہو صحیح تر
قول مین یعنی اول اور ثانی مین اور ثانی اور ثالث مین نصف سال سے کم ہو تو اول اور ثالث کے زیادہ ہونے کا اصح قول مین کچھ اعتبار نہین مصنف نے
اپنی شرح مین بحر الرائق سے نقل کیا کہ جو خون کہ ولد ثانی کے بعد آیا اگر ۴۰ دن سے پہلے ہے تو وہ ولد اول کا نفاس ہے پورے ۴۰ دن تک اور ۴۰ دن کے بعد
استحاضہ ہے تو عورت غسل کرے اور نماز پڑھے بمجرد وضع ثانی کے وہو الصحیح انتہی وانقضاء العدۃ من الاخیر وفاقاً لتعلقہ بالفراغ اور عدت کا منقضی ہونا
پچھلے بچے سے ہے بالاتفاق بسبب تعلق ہونے انقضا اور اختتام کے رحم کے خالی ہوجانے سے وسقط مثلث السین ای مسقوط ظہر بعض خلقہ کید او رجل
او اصبع او ظفر او شعر ولا یستبین خلقہ الا بعد مائۃ وعشرین یوماً ولد حکماً اور سقط یعنے جو پیٹ سے ایسا بچہ ناتمام گر پڑا جسکی بعض خلقت ظاہر ہوگئی چنانچہ ہاتھ یا پاؤن
یا انگلی یا ناخن یا بال تو وہ بچہ ہی حکم شرع مین شارح نے کہا کہ سقط کے سین مین تینون حرکات زبر زیر پیش لغت مین جائز ہین اور وہ بمعنی مسقوط کے ہے
اور ظہور اعضا نہین ہوتا مگر ایک سو بیس دن کے بعد ہم بحر الرائق مین ہے کہ سقط کی تعبیر ساقط کے ساتھ حق ہے لفظاً ومعنی اسواسطے کہ سقط لازم ہے

اسکا مفعول نہین آتا اور مقصود تو سقوط ولد ہی خواہ آپ گر جاسے یا اسکو کوئی گرا دے فتصیر المرأۃ بہ نفساء والامۃ ام ولد ویحنث بہ فی تعلیقہ وتنقضی بہ العدۃ
جبکہ ساقط ولد ٹھہرا تو عورت اسکے سبب سے نفاس والی اور لونڈی ام ولد ہو جاویگی اور مرد اسکے سبب سے اپنے تعلیق مین قسم توڑنے والا ٹھہریگا اور اس سے
عدت منقضی ہو جاویگی ہم لونڈی اسوقت ام ولد ٹھہرگی جبکہ اسکا مولی دعوے کرے کہ یہ میرے نطفہ سے ہی اور تعلیق کی یہ صورت ہی کہ طلاق یا عتاق وغیرہا کو
عورت کی ولادت پر معلق کیا تو طلاق اور عتاق واقع ہوگی ساقط کے پیدا ہونے سے اور حاملہ کی عدت آخر ہوگی خواہ وہ بی بی ہو یا لونڈی یا اسکا شوہر مرگیا ہو
لذا فی الطحطاوی فان لم یظہر لہ شیٔ فلیس بشیٔ پھر اگر حمل ساقط مین کچھ اعضاء سے ظاہر نہو تو وہ کوئی چیز نہین یعنے نفاس وغیرہ کا حکم اس سے متعلق نہین والمرئی
حیض ان دام ثلثا وتقدمہ طہر تام اور جو خون کہ اسکے بعد دیکھا جاسے وہ حیض ہی اگر جاری رہا تین دن اور اسکے پہلے پورا طہر گذرا یعنے پندرہ دن کا والا استحاضۃ
اور اگر ایسا نہین یعنے تین دن جاری نرہا اور پورا طہر مقدم ہوا یا تین دن جاری رہا اور پورا طہر مقدم نہین ہوا تو وہ خون استحاضہ ہی ولو لم یدر حالہ ولا عدد
ایام حملہا ودام الدم تدع الصلوۃ ایام حیضہا بیقین ثم تغتسل ثم تصلی کمعذور اور اگر حمل ساقط کا حال معلوم نہو کہ اسکی بعض خلقت ظاہر ہوئی یا نہین مثلا
اندھیرے مین گرا اور پھینک دیا گیا اور نہ حمل کے دنون کا شمار دریافت رہا اور خون ہمیشہ جاری ہوگیا تو نماز کو چھوڑے اپنے حیض کے یقینی دنون مین پھر نہاوے
پھر نماز پڑھا کرے معذور کے مانند ولا یحد ایاس بمدۃ بل ہو ان تبلغ من السن ما لا تحیض مثلہا فیہ فاذا بلغتہ وانقطع دمہا حکم بایاسہا ویحد دو خمسین
نا امیدی حیض کی بڑی کی وجہ سے کسی مدت معین کے ساتھ بلکہ ایاس یعنے نا امیدی یہ ہی کہ عورت اتنی عمر کو پہونچے کہ ویسی عورت کو اتنی عمر مین حیض نہ آتا ہو
پھر عورت جبکہ اس عمر کو پہونچی اور خون اسکا بند ہوگیا تو اسکے ایاس کا حکم ہوگا ہم حلبی محشی نے کہا کہ یہ امام سے روایت ہی اور حکم ایاس کا فائدہ یہ ہی کہ اسکی
عدت مہینون سے ٹھہرگی اگر اثنا عدت مین خون نمود نہوا فما راتہ بعد الانقطاع حیض فیبطل الاعتداد بالاشہر وتفسد الانکحۃ پھر جو خون کہ دیکھا اسنے انقطاع کے
بعد وہ حیض ہی تو باطل ہوگا عدت کا شمار مہینون سے اور نکاح فاسد ہوجاوینگے ہم طلاق کی عدت تین حیض سے منقضی ہوتی ہی اور ایاس مین تین مہینون
سے پھر جب بعد انقطاع کے حیض آیا تو مہینون کی عدت باطل ہوگئی اب حیض سے عدت کرنا چاہیے اور نکاح اسواسطے فاسد ہوا کہ عدت کے اندر نکاح واقع ہوا
وہ جائز نہین وقیل یحد بخمسین سنۃ وعلیہ المعول والفتوی فی زماننا مجتبی وغیرہ تیسیرا اور بعضون نے کہا کہ ایاس کی مدت ۵۰ برس کے ساتھ محدود ہی
اور اسی قول پر اعتماد ہی اور اسی پر فتوے ہی ہمارے زمانہ مین چنانچہ مجتبے وغیرہ مین ہی آسانی کے واسطے وحدہ فی العدۃ بخمس وخمسین قال فی الفیض
علیہ الاعتماد اور مصنف نے باب العدۃ مین ۵۵ برس کی حد ایاس بیان کی ہی فیض مین کہا اور اسی قول پر اعتماد ہی وما راتہ بعدہا ای بعد المدۃ المذکورۃ
فلیس بحیض فی ظاہر المذہب الا اذا کان دما خالصا فحیض حتی یبطل بہ الاعتداد بالاشہر لکن قبل تمامہا لا بعدہ حتی لا تفسد الانکحۃ وہو المختار للفتوی
جوہرہ وغیرہا وتحققہ فی العدۃ اور جو خون کہ عورت دیکھیگی مدت مذکورہ کے بعد یعنے ۵۰ یا ۵۵ برس کے بعد وہ حیض نہین ہی ظاہر مذہب مین مگر جبکہ
خون خالص ہو تو وہ حیض ہی تو باطل ہوجاویگا خون خالص کے نکلنے سے عدت کا شمار کرنا مہینون سے لیکن قبل تمام ہونے عدت کے بطلان ہی نہ بعد
تمام ہونے کے تو نکاح فاسد نہونگے بعد عدت کے خون خالص کے نکلنے سے اور یہی قول فتوی کے واسطے مختار ہی چنانچہ جوہرہ نیرہ وغیرہ مین ہی اور ہم
آگے اسکی تحقیق مذکور کرینگے باب العدۃ مین وصاحب عذر من بہ سلسل بول لا یمکنہ امساکہ او استطلاق بطن وانفلات ریح او استحاضۃ او
بعینہ رمد او عمش او غرب وکذا کل ما یخرج بوجع ولو من اذن وثدی وسرۃ اور صاحب عذر یعنے معذور وہ شخص ہی جسکو سلسل البول کی بیماری ہو یعنے جسکا
پیشاب ہر وقت جاری ہی اسطرح کہ اسکو روک نہین سکتا یا کہ اسکا پیٹ چلتا ہی یعنے دست آتے ہین یا ریح نہین تھمتی یا استحاضہ ہی یا اسکی آنکھ مین
جوش ہی یعنے درد کے ساتھ یا آنکھ چوندھی ہی کیچڑ بہتا ہی یا گوشہ چشم مین ناسور ہی اور اسی طرح جو پیپ یا پانی بدن سے نکلے درد کے ساتھ اگرچہ کان
اور پستان اور ناف سے نکلے وہ معذور ہی ہم جوش چشم اور ناسور وغیرہ مین آنسو اور پانی کا نکلنا درد کے ساتھ شرط ہی عذر کی ان استوعب عذرہ

تصدیق کی ہی ۴۰ دن اور ایک ساعت نفاس کی اور ۱۵ دن طہر کے اور تین حیض ۹ دن کے اور باقی طہر کے ۶۰ دن کذا فی الطحطاوی والاکثر اربعون
یوماً کذا رواہ الترمذی وغیرہ ولان اکثرہ اربعۃ امثال اکثر الحیض اور اکثر مدت نفاس کی ۴۰ دن ہیں اسی طرح ترمذی وغیرہ محدثین نے روایت کی ہی
اور اسواسطے کہ اکثر نفاس اکثر حیض کا چہار چند ہی ہم اکثر حیض دس دن کا ہی تو اسکا چوگنا ۴۰ دن ہوئے چہار چند ہونے کی یہ وجہ ہی کہ چار مہینے کے بعد بچے
میں جان پڑتی ہی تو اسوقت سے حیض کا خون اسکی غذا ہوتا ہی اور پہلے جو چار مہینے خون بند رہا وہ نفاس ہوکر نکلتا ہی واللہ اعلم والزائد علی اکثرہ
استحاضۃ لو مبتداۃ اور جو خون کہ زیادہ ہو اکثر نفاس یعنے ۴۰ دن سے وہ استحاضہ ہی اگر وہ عورت مبتداۃ ہی یعنے پہلے پہل جنی ہی اسکی عادت مقرر نہیں ہوئی
اما المعتادۃ فترد لعادتہا اور عادت والی زچہ تو اپنی عادت کی طرف پھیری جاویگی یعنی اگر اسکی عادت ۳۰ دن کے نفاس کی ہی اور خون ۵۰ دن جاری رہا
تو ۳۰ دن نفاس کے ہیں اور باقی استحاضہ ہی وکذا الحائض اور اسی طرح حائضہ کا حکم ہی یعنے اگر مبتداۃ میں دس دن سے زیادہ خون جاری ہو تو
زائد استحاضہ ہی اور عادت والی تو اپنی عادت کی طرف پھیری جاویگی کذا فی الطحطاوی فان انقطع علی اکثرہما او قبلہ فالکل نفاس وکذا حیض ان
ولیہ طہر تام پھر اگر خون بند ہوگیا نفاس اور حیض کی اکثر مدت پر یا پہلے اسکے تو سارا خون نفاس میں نفاس ہی اور حیض میں تمام حیض ہی اگر ہر ایک
نفاس اور حیض کے بعد پورا طہر یعنے پندرہ دن کا اتصال ہوا والا فعادتہا اور اگر ایسا نہیں ہی یعنے اگر اس خون کے بعد ۱۵ دن کا طہر نہوا تو عادت
کے موافق نفاس اور حیض ہی اور عادت سے زیادہ استحاضہ ہی حیض کی صورت یہ ہی کہ عورت کی عادت تھی ہر مہینہ میں مثلاً پانچ دن کی سو اسکو
چھ دن خون آیا تو چھٹا دن حیض کا ہی پھر اگر اسکے بعد ۱۴ دن طاہر رہی پھر خون آیا تو اپنی عادت کی طرف پھیری جاویگی اور زائد استحاضہ ہوگا اور اگر
۱۵ دن طہر رہا تو اب چھ دن کی اسکی عادت ٹھہر گئی اور نفاس کی صورت یہ ہی کہ اسکی عادت تھی ہر نفاس میں ۳۰ دن کی پھر اسکو ایکبار ۳۵ دن خون آیا پھر
۱۴ دن طہر ہوا پھر خون آیا تو اپنی عادت کی طرف پھیری جاویگی اور یوم زائد ۱۵ دن کے طہر میں شمار ہوگا کذا فی الطحطاوی وہی تثبت وتنتقل بمرۃ بہ یفتی
وتمامہ فیما علقناہ علی الملتقی اور عادت ثابت ہوتی ہی اور بدل جاتی ہی ایکبار سے اسی قول پر فتوے ہی اور اسکا پورا بیان ملتقی الابحر کی ہماری شرح میں ہی ہم
مثلاً مبتداۃ کو چار دن خون آیا یہ اسکی عادت ٹھہری پھر بعد اسکے پانچ دن مثلاً خون آیا تو اب یہی عادت ٹھہری پہلی عادت بدل گئی دوبار ایک طرح پر آنا اثبات اور
انتقال عادت میں ابو یوسف کے نزدیک شرط نہیں اسی قول پر فتوی ہی اور طرفین کے نزدیک عادت ثابت نہیں ہوتی بدون دوبارہ کے والنفاس
لام توأمین من الاول ہما ولدان بینہما دون نصف حول اور دو جوڑواں بچوں کی ماں کا نفاس پہلے بچے کے پیدا ہونے سے ثابت ہوتا ہی توأمین وہ دو
بچے ہیں جنکے مابین میں آدھے برس سے کم زمانہ ہی یعنے اسواسطے کہ ولد اول سے انفتاح رحم ظاہر ہوا تو اسکے بعد کا خون نفاس ٹھہریگا وکذا الثلثۃ ولو بین
الاول والثالث اکثر منہ فی الاصح اور اسی طرح کا حکم تین بچوں کا ہی اگرچہ مابین ولد اول اور ولد ثالث کے نصف سال سے زیادہ زمانہ ہوگیا ہو صحیح تر
قول میں یعنی اول اور ثانی میں اور ثانی اور ثالث میں نصف سال سے کم ہو تو اول اور ثالث کے زیادہ ہونے کا صحیح قول میں کچھ اعتبار نہیں مصنف نے
اپنی شرح میں بحر الرائق سے نقل کیا کہ جو خون کہ ولد ثانی کے بعد آیا اگر ۴۰ دن سے پہلے ہی تو وہ ولد اول کا نفاس ہی پورے ۴۰ دن تک اور ۴۰ دن کے بعد
استحاضہ ہی تو عورت غسل کرے اور نماز پڑھے بمجرد وضع ثانی کے وہو الصحیح انتہی وانقضاء العدۃ من الاخیر وفاقاً لتعلقہ بالفراغ اور مدت کا منقضی ہونا
پچھلے بچے سے ہی بالاتفاق بسبب متعلق ہونے انقضا اور اختتام کے رحم کے خالی ہو جانے سے وسقط مثلث السین ای مسقوط ظہر بعض خلقہ کید او رجل
او اصبع او ظفر او شعر ولا یستبین خلقہ الا بعد مائۃ وعشرین یوما ولد حکما اور سقط یعنے جو پیٹ سے ایسا بچہ ناتمام گر پڑا جسکی بعض خلقت ظاہر ہوگئی چنانچہ ہاتھ یا پاؤں
یا انگلی یا ناخن یا بال تو وہ بچہ ہی حکم شرع میں شارح نے کہا کہ سقط کے سین میں تینوں حرکات زبر زیر پیش لغت میں جائز ہیں اور وہ بمعنی مسقوط کے ہی
اور ظہور اعضا نہیں ہوتا مگر ایک سو بیس دن کے بعد ہم بحر الرائق میں ہی کہ سقط کی تعبیر ساقط کے ساتھ حق ہی لفظاً و معنیً اسواسطے کہ سقط لازم ہی

اسکا مفعول نہیں آتا اور مقدمہ و تو سقوط ولد ہی خواہ آپ گر جاوے یا اسکو کوئی گراوے فتصیر المرأة بہ نفساء والامة ام ولد و یحنث بہ فی تعلیقہ و تنقضی بہ العدة جبکہ ساقط ولد ظاہر الخلقت ہو تو عورت اسکے سبب سے نفاس والی اور لونڈی ام ولد ہو جاویگی اور مرد اسکے سبب سے اپنے تعلیق میں قسم توڑنے والا ٹھہریگا اور اس سے عدت منقضی ہو جاویگی ہم لونڈی اسوقت ام ولد ٹھہریگی جبکہ اسکا مولیٰ دعویٰ کرے کہ یہ میرے نطفہ سے ہی اور تعلیق کی یہ صورت ہی کہ طلاق یا عتاق وغیرہ کو عورت کی ولادت پر معلق کیا تو طلاق اور عتاق واقع ہوگی ساقط کے پیدا ہونے سے اور حاملہ کی عدت آخر ہوگی خواہ وہ بی بی ہو یا لونڈی یا اسکا شوہر مرگیا ہو فان لم یظہر لہ شئی فلیس بشئی پھر اگر حمل ساقط میں کچھ اعضا سے ظاہر نہو تو وہ کوئی چیز نہیں یعنی نفاس وغیرہ کا حکم اس سے متعلق نہیں والمرئی حیض ان دام ثلثا و تقدمہ طہر تام اور جو خون کہ اسکے بعد دیکھا جاوے وہ حیض ہی اگر جاری رہا تین دن اور اسکے پہلے پورا طہر گذرا یعنی پندرہ دن کا والا استحاضۃ اور اگر ایسا نہیں یعنی تین دن جاری نہ رہا اور پورا طہر مقدم ہوا یا تین دن جاری رہا اور پورا طہر مقدم نہیں ہوا تو وہ خون استحاضہ ہی ولو لم یدر حالہ ولا عدد ایام حملہا ودام الدم تدع الصلوٰة ایام حیضہا بیقین ثم تغتسل ثم تصلی کمعذور اور اگر حمل ساقط کا حال معلوم نہو کہ اسکے بعض اعضا ظاہر ہوئے یا نہیں اور خون اندر پیٹ میں گرا اور پھینک دیا گیا اور نہ حمل کے دنوں کا شمار دریافت رہا اور خون ہمیشہ جاری ہوگیا تو نماز کو چھوڑ دے اپنے حیض کے یقینی دنوں تک پھر غسل کرے پھر نماز پڑھا کرے معذور کے مانند والایاس سنہ ای ایاس یبدء کل مولود ان تبلغ من السن ما لا تحیض مثلہا فیہ فاذا بلغتہ والانقطاع دمہا حکم بایاسہا اور ناامیدی حیض کی پیری کی وجہ سے کسی مدت معین کے ساتھ مقید نہیں بلکہ ایاس یعنی ناامیدی یہ ہی کہ عورت اتنی عمر کو پہونچ جاوے کہ ویسی عورت کو اتنی عمر میں حیض نہ آتا ہو پھر عورت جبکہ اس عمر کو پہونچی اور خون اسکا بند ہوگیا تو اسکے ایاس کا حکم ہوگا امام صاحب سے یہی منقول ہی اور امام سے روایت ہی اور حکم ایاس کا فائدہ یہ ہی کہ اسکی عدت مہینوں سے ٹھہریگی اگر آئسہ عدت میں خون نمودار ہوا فما رأتہ بعد الانقطاع حیض فیبطل الاعتداد بالاشہر وتفسد الانکحۃ پھر خون کو دیکھا اسنے انقطاع کے بعد وہ حیض ہی تو باطل ہوگا عدت کا شمار مہینوں سے اور نکاح فاسد ہو جاویگا ہم طلاق کی عدت تین حیض سے منقضی ہوتی ہی اور ایاس میں تین مہینے سے پھر جب بعد انقطاع کے حیض آیا تو مہینوں کی عدت باطل ہوگئی اب حیض سے عدت کرنا چاہیے اور نکاح اسواسطے فاسد ہی اگر عدت کے اندر نکاح واقع ہوا وہ جائز نہیں وقیل یحد بخمسین سنۃ وعلیہ المعول والفتوی فی زماننا مجتبیٰ وغیرہ تیسیرا اور بعضوں نے کہا کہ ایاس کی مدت ۵۵ برس کے ساتھ محدود ہی اور اسی قول پر اعتماد ہی اور اسی پر فتوے ہی ہمارے زمانہ میں چنانچہ مجتبیٰ وغیرہ میں ہی آسانی کے واسطے وحدہ فی العدة بخمس وخمسین قال فی الفیض و علیہ الاعتماد اور مصنف نے باب العدة میں ۵۵ برس کی حد ایاس بیان کی فیض میں کہا اور اسی قول پر اعتماد ہی وما رأتہ بعدہا ای بعد المدة المذکورة فلیس بحیض فی ظاہر المذہب الا اذا کان دما خالصا فحیض حتی یبطل بہ الاعتداد بالاشہر لکن قبل تمامہا لا بعدہ حتی لا تفسد الانکحۃ وہو المختار للفتوی جوہرہ وغیرہا وتحققہ فی العدة اور جو خون کہ عورت دیکھیگی مدت مذکورہ کے بعد یعنی ۵۵ یا ۵۰ برس کے بعد وہ حیض نہیں ہی ظاہر مذہب میں مگر جبکہ خون خالص ہو تو وہ حیض ہی تو باطل ہو جاویگا خون خالص کے نکلنے سے عدت کا شمار کرنا مہینوں سے لیکن قبل تمام ہونے عدت کے باطل ہی نہ بعد تمام ہونے کے تو نکاح فاسد نہونگے بعد عدت کے خون خالص کے نکلنے سے اور یہی قول فتویٰ کے واسطے مختار ہی چنانچہ جوہرہ نیرہ وغیرہ میں ہی اور ہم آگے اسکی تحقیق مذکور کرینگے باب العدة میں وصاحب عذر من بہ سلسل بول لا یمکنہ امساکہ او استطلاق بطن وانفلات ریح او استحاضۃ او بعینہ رمد او عمش او غرب وکذا کل ما یخرج بوجع ولو من اذن وثدی وسرة اور صاحب عذر یعنی معذور وہ شخص ہی جسکو سلسل البول کی بیماری ہو یعنی جسکا پیشاب ہر وقت جاری ہو اسطرح کہ اسکو روک نہیں سکتا یا کہ اسکا پیٹ چلتا ہو یعنی دست آتے ہیں یا ریح نہیں تھمتی یا استحاضہ ہو یا اسکی آنکھ میں جوش ہو یعنی درد کے ساتھ یا آنکھ چوندھی ہو کیچڑ بہتا ہو یا گوشہ چشم میں ناسور ہو اور اسی طرح جو پیپ یا پانی بدن سے نکلے درد کے ساتھ اگرچہ کان اور پستان اور ناف سے نکلے وہ معذور ہی ہم جوش چشم اور ناسور وغیرہ میں آنسو اور پانی کا نکلنا درد کے ساتھ شرط ہی عذر کی ان [illegible]

تمام وقت صلوٰۃ مفروضۃ بان لایجد فی جمیع وقتہا زمنا یتوضأ ویصلی فیہ خالیا عن الحدث بشرطیکہ گھیرے عذر اسکا نماز فرض کے تمام وقت کو
اسطرح پر کہ نماز کے سارے وقت میں ایسا زمانہ پایا نجاسے جسمیں وضو کرے اور نماز پڑھے حدث سے خالی ہوکر ولو حکما لان الانقطاع الیسیر ملحق بالعدم
اگرچہ یہ استیعاب اور احاطہ عذر کا حکمی ہو نہ حقیقی اسواسطے کہ تھوڑا سا منقطع ہوجانا عذر کا عدم انقطاع کے ساتھ ملحق ہے جسم استیعاب حکمی کی یہ صورت ہے کہ اسقدر
انقطاع قلیل ہو کہ اسمین وضو اور نماز اس سے خالی ہوکر نہو سکے کذا فی الطحطاوی وہذا شرط العذر فی حق الابتداء اور یہ یعنے استیعاب عذر کا نماز کے
تمام وقت میں شرط ہے عذر کے شروع ہونے کے حق میں یعنے ثبوت عذر اولا اسی طرح ہوتا ہے وفی حق البقاء کفی وجودہ فی جزء من الوقت ولو مرۃ اور عذر
باقی رہنے کے حق میں عذر کا پایا جانا وقت نماز کے کسی جز میں کفایت کرتا ہے اگرچہ ایک ہی بار ہو یعنے ایک بار کا وجود کافی ہے نہ استیعاب وفی حق الزوال یشترط
استیعاب الانقطاع تمام الوقت حقیقۃ لانہ الانقطاع الکامل اور عذر جاتے رہنے کے حق میں استیعاب انقطاع عذر کا تمام وقت میں حقیقۃً شرط ہے
اسواسطے کہ انقطاع کامل یہی ہے جو انقطاع حقیقی کہ تمام وقت میں اصلا عذر کا اثر معلوم نہو پھر اگر انقطاع کامل کے بعد دوسرے وقت میں موجود ہوا
تو وہ پھر صاحب عذر ٹھہریگا اور نہیں تو نہیں کذا فی الطحطاوی وحکمہ الوضوء لا غسل ثوبہ ونحوہ لکل فرض اور حکم معذور کا وضو کرنا ہے ہر نماز فرض کے
وقت نہ دھونا کپڑے کا اور مانند اُسکے یعنے بدن اور مکان کا اور وضو سے مراد طہارت ہے خواہ وضو سے ہو خواہ تیمم سے اور فتوی اسپر ہے کہ اگر یہ حالت ہے کہ جو کپڑا
دھویا جاے تو نماز کے فراغت ہونے سے پہلے وہ ناپاک ہوجاے تو اب کپڑا دھونا لازم نہیں اور اسی طرح بدن اور مکان کا کذا فی الطحطاوی اللام للوقت کما فی
دلوک الشمس حرف لام کا لکل فرض میں وقت کیواسطے ہے جیسا کہ قرآن مجید میں لدلوک الشمس کا لام وقت کے واسطے ہے یعنے نماز کو قائم کر سورج کے ڈھلنے کے وقت
چونکہ لکل فرض سے وضو کرنا ہر نماز فرض کے لیئے نکلتا تھا اگرچہ ایک وقت میں چند فرض ہوں لہذا شارح نے جواب دیا کہ حرف لام کا یہاں وقت کے واسطے
ہے ثم یصلی بہ فیہ فرضا ونفلا فدخل الواجب بالاولی پھر نماز پڑھے اس وضو سے وقت کے اندر فرض اور نفل تو واجب نماز بطریق اولی داخل ہے یعنے جبکہ نفل
باوجود یکہ ضرور نہیں جائز ہے تو واجب بطریق اولی جائز ہے فان خرج الوقت بطل ای ظہر حدثہ السابق حتی لو توضأ علی الانقطاع ودام الی خروجہ لم یبطل
بالخروج مالم یطرأ حدث اخر او یسیل پھر جبکہ وقت گیا تو وضو باطل ہوگیا یعنے اگلا حدث ظاہر ہوگیا یعنے ظہور حدث سابق بطلان کا سبب ہے خروج وقت سبب
نہیں تو اگر معذور نے وضو کیا عذر کے منقطع ہوجانے کے وقت پھر وہ انقطاع دائم بنا رہا وقت نماز کے نکل جانے تک تو وضو باطل نہوگا وقت کے خارج
ہونے سے جب تک کہ دوسرا حدث اس وضو پر طاری نہو یا عذر سابق جاری نہو جسم اس صورت میں خروج وقت سے اسواسطے وضو باطل نہوا کہ سیلان کے
وقت وضو نہیں کیا اور نہ سیلان اسکے بعد پایا گیا کہ مسئلہ مسح خفہ یہ مسئلہ مانند مسئلہ مسح کرنے موزہ معذور کے ہے یعنے اگر عذر کے وقت وضو کر کے موزہ پہنا
تو وقت کے اندر مسح کرنا جائز ہے اور خروج وقت سے بدون نزع خف مسح روا نہیں اور اگر انقطاع عذر میں وضو کیا اور موزہ پہنا تو غیر معذور کے مانند
ایک رات دن مقیم کو اور تین رات دن مسافر کو مسح جائز ہے وافاد انہ لو توضأ بعد الطلوع ولو لعید او ضحی لم یبطل الا بخروج وقت الظہر اور وقت
کے قید نے اسکا فائدہ دیا کہ اگر بعد طلوع کے وضو کیا اگرچہ عید یا چاشت یا عید اضحی کا وضو ہو تو وضو باطل نہ ہوگا مگر ظہر کے وقت کے خارج ہوجانے
سے یعنے یہ جو مصنف نے کہا کہ خروج وقت مبطل ہے سو وقت سے مراد نماز پنجگانہ کا وقت ہے اور طلوع کے بعد تا نصف النہار کوئی نماز فرض
کا وقت نہیں تو بدون خروج وقت ظہر بطلان وضو ثابت نہ ہوگا وان سال علی ثوبہ فوق درہم جاز لہ ان لا یغسلہ ان کان لو غسلہ
تنجس قبل الفراغ منہا ای الصلوۃ والا یتنجس قبل فراغہ فلا یجوز ترک غسلہ ہو المختار للفتوی اور اگر معذور کے کپڑے پر درم سے زیادہ نجاست
روان ہوئی تو اسکو اسکا نہ دھونا جائز ہے جو اس طرح ہو کہ اگر اسکو دھووے تو کپڑا نجس ہوجاے نماز کے فراغت ہونے سے پہلے اور اگر
ناپاک نہ ہو فارغ ہونے سے پہلے تو دھونا ترک کرنا جائز نہیں یہی قول پسندیدہ ہے فتوی دینے کے واسطے وکذا مریض لا یبسط ثوبا الا

الا جس فور الے ترک اور اسی طرح وہ مریض ہو کہ نہین بچھاتا ہو کپڑے کو اگر فوراً ناپاک ہو جاتا ہو تو اُسکو ترک فرش جائز ہو ہم صورت اُسکی یہ ہو کہ زمین پر
پاک مکان نہین پاتا ہو نماز کے واسطے اور اگر اپنا پاک کپڑا بچھاتا ہو تو اُسکے زخمون کی نجاست الفے سے قبل از نماز ناپاک ہو جاتا ہو تو اب اُسکو ترک
بستر ثوب جائز ہو فوراً اس سے مراد ظاہراً قبل اتمام نماز ہو کذا فی الطحطاوی والمعذور انما تبقی طہارتہ فی الوقت بشرطین اذا توضا لعذرہ ولم یطرا
علیہ حدث آخر اور معذور کی طہارت باقی نہین رہتی وقت مین مگر دو شرطون سے ایک یہ کہ جب وضو کیا اپنے عذر کے سبب سے اور دوسرے یہ کہ نہ
اور حدث طاری نہوا ہو اما اذا توضا لحدث آخر وعذرہ منقطع ثم سال او توضا لعذرہ ثم طرا علیہ حدث آخر بان سال احد منخریہ او جرحیہ او قرحتیہ ولو من
جدری ثم سال الآخر فلا تبقی طہارتہ لیکن جبکہ وضو کیا معذور نے کسی اور حدث کے سبب سے اور اُسکا عذر سابق بند ہو پھر اُسکا عذر روان ہوا یا وضو
کیا اپنے عذر معلوم کے سبب سے پھر اُس وضو پر کوئی اور حدث طاری ہوا اسطرح پر کہ اُسکا ایک نتھنا یا ایک زخم یا ایک قرحہ جاری ہوا اگرچہ وہ چیچک کا ہو
پھر دوسرا نتھنا یا دوسرا زخم یا دوسرا قرحہ جاری ہو گیا تو طہارت اُسکی باقی نرہی ہم پہلی صورت مین انتقاض وضو کا عذر سے اسواسطے ہوا کہ وضو عذر کی وجہ سے
نہوا تھا بلکہ اور وجہ سے واقع ہوا تھا چنانچہ ظاہر ہوا اور اُسکی شرح مین ہو اور اگر دونون نتھنے یا دونون زخم ساتھ ہی جاری ہوئے پھر ایک بند ہو گیا تو اُسکا
وضو باقی ہو جبتک کہ وضو نماز کا باقی ہو کذا فی البحر فروع مسائل الخ شارح کے یجب رد عذرہ او تقلیلہ بقدر قدرتہ ولو بصلاتہ مومیا و برد یعنی لانہ اولٰی
روکنا اپنے عذر کا یا اُسکا کم کر دینا بقدر اپنی طاقت کے اگرچہ اشارہ کر کے نماز پڑھنے سے عذر موقوف ہو سکے یعنی اگر عذر سے سکتا ہو تو اُسکو جاتا رہے
نہین تو کم کر دے بحر الرائق مین ہو کہ جب معذور قادر ہو رد سیلان پر پٹی باندھنے یا روئی اندر کرنے سے یا اگر بیٹھکر پڑھے تو سیلان بند ہو تو رد کرنا واجب
اُسپر فرض ہو تو بیٹھکر اشارہ سے نماز پڑھے اگر سیلان سے سیلان ہوتا ہو اسواسطے کہ ترک سجدہ آسان تر ہو حدث کے ساتھ نماز پڑھنے سے وبردہ لا
یبقٰی صاحب عذر اور عذر کے روک دینے سے وہ شخص معذور باقی نرہیگا یعنی تندرست کا حکم پیدا کریگا بخلاف الحائض بخلاف حیض والی عورت
یعنی اگر حائض حیض کا سیلان روک دے کسی تدبیر سے تو وہ حائض ہی باقی رہیگی اور مستحاضہ مین اختلاف ہو بعضون نے کہا کہ وہ معذور کے مانند ہی
اور بعضون نے کہا کہ حائض کے مانند طحطاوی نے کہا کہ استحاضہ عذرات مین داخل ہو تو قول ثانی ضعیف ہو ولا یصلی من بالقلات خلف من بہ السلس لان
لانہ معہ حدث ونجس اور نماز نہ پڑھے وہ شخص جسکی پیپ جاری ہو پیچھے اُس شخص کے جسکا پیشاب نہین تھمتا اسواسطے کہ امام مین دو عذر ہین ایک حدث
اور دوسرا نجاست یعنی مقتدی مین ایک ہی عذر ہو حدث کا نہ نجاست کا

باب الانجاس

یہ باب ہی نجاستون اور ناپاکیون کے احکام مین ہم جبکہ نجاست حکمیہ کے بیان سے فراغت ہوئی تو نجاست حقیقیہ اور اسکے پاک کرنے کا بیان شروع ہوا اور
حکمیہ کو اسواسطے مقدم کیا کہ وہ قوی تر ہو کیونکہ نجاست حکمیہ قلیل بھی نماز کی مانع ہو بالاتفاق اور اُسکا وجوب ازالہ کسی عذر سے ساقط نہین بخلاف نجاست
حقیقیہ کے جمع نجس بفتحتین وہو لغۃ یعم الحقیقی والحکمی وعرفا یختص بالاول انجاس جمع ہی نجس کی بفتح نون وجیم اور وہ لغت عرب مین شامل ہو ناپاک حقیقی
اور حکمی کو اور عرف مین اول یعنے حقیقی کو خاص ہو ہم نجس بفتح جیم مخصوص نجاست ذاتیہ ہو اور نجس بکسر جیم ذاتیہ اور عرضیہ دونون مین مستعمل ہوتا ہو تو
وہ عام ہی مطلقاً تو گوہ اور پیشاب کو نجس بالفتح اور بالکسر دونون کہینگے اور جس کپڑے مین نجاست لگ گئی اُسکو نجس بفتح جیم نہ کہینگے بلکہ اُسکو نجس
بکسر جیم بولینگے اور خبث کا لفظ نجاست حقیقی کے ساتھ اور حدث نجاست حکمی کے ساتھ مخصوص ہو اور ازالہ نجاست حقیقی کا بدن اور کپڑے اور مکان سے فرض ہو اگر
بمقدار مانع صلوۃ ہو اور اُسکا ازالہ بلا ارتکاب امر اشد ممکن ہو تو اگر ازالہ بلا کشف عورت ممکن نہو تو نجاست کے ساتھ نماز پڑھے کیونکہ کشف عورت شدید تر ہو
تو اگر کشف عورت لوگون مین کریگا تو فاسق ہوگا اسواسطے کہ جو شخص دو امر قبیح مین مبتلا ہو وہ آسان تر کو اختیار کرے کذا فی الطحطاوی مختصراً یجوز رفع

نجاست حقیقیہ عن محلہا ولو اناء او ماکولا علم محلہا او لا بماء ولو مستعملا بہ یفتی جائز ہے دور کرنا نجاست حقیقی کا اسکے مقام سے یعنی جہاں وہ لگی ہے اگرچہ محل نجاست برتن یا کھانے کی چیز ہو چنانچہ روٹی یا ککڑی خواہ محل اسکا معلوم ہو یا نہو پانی سے دھو کر اگرچہ مستعمل پانی ہو اسی کا فتوی دیا گیا ہے ہم طحطاوی میں خلاصہ سے منقول ہے کہ کپڑے کا ایک کنارہ نجس ہو گیا سو یاد نرہا کہ کونسا ہے سو اسنے کوئی کنارہ دھو ڈالا بدون اٹکل کے تو کپڑا پاک ہو گیا یہی قول مختار ہے و بکل مائع طاہر قالع للنجاسۃ ینعصر بالعصر کخل وماء ورد حتی الریق فتطہر اصبع وثدی تنجس بلحس ثلثا اور جائز ہے رفع نجاست ہر ایک بہنے والی پاک نجاست کو اکھاڑنے والی چیز سے کہ نچوڑا جاوے نچوڑنے سے چنانچہ سرکہ اور گلاب یہانتک کہ منہ کی رال بھی تو جو انگلی اور پستان کہ ناپاک ہوئی پاک ہو جاتی ہے تین بار کے چاٹنے سے ہم گلاب اور سرکہ کے مانند آب باقلا اور آب زعفران اور اشجار اور اثمار اور تربوز کا پانی بھی نجاست کو دور کرتا ہے اور پستان نجس ہو جاتی ہے شیرخوار کی قے سے پھر اسکے تین بار چاٹنے اور ازالہ اثر سے پاک ہو جاتی ہے بخلاف نحو لبن کزیت لانہ غیر قالع برخلاف مثل دودھ کے چنانچہ تیل اسواسطے کہ وہ نجاست کو نہیں دور کرتا یعنی اپنی چکنائی کے سبب سے وقیل ان اللبن وبول مایوکل مزیل [illegible] خلاف المختار اور بعضوں نے کہا ہے کہ دودھ اور حلال جانور کا پیشاب نجاست کا دور کرنیوالا ہے سو قول مختار کے مخالف ہے ہم یہ قول غیر مختار ابو یوسف رح کا قول ہے و یطہر خف ونحوہ کنعل تنجس بذی جرم ہو کل ما یری بعد الجفاف ولو من غیرہا کخمر وبول اصابہ تراب بہ یفتی بدلک یزول بہ اثرہا اور موزہ اور اسکے مانند چنانچہ جوتا جو ناپاک ہو گیا جسم والی نجاست سے پاک ہو جاتا ہے ایسے رگڑنے سے کہ اثر اسکا اس سے دور ہو جاوے جسم دار وہ نجاست ہے جو نظر آوے خشکی کے بعد اگرچہ اور چیز سے ملکر خشک ہونے کے بعد نظر پڑے چنانچہ شراب اور پیشاب جسکو مٹی لگ گئی اسیکا فتوی دیا جاتا ہے ہم موزہ کی قید اسواسطے لگائی کہ بدن اور کپڑا رگڑنے سے پاک نہیں ہوتا مگر منی کے رگڑ دینے سے کپڑا پاک ہو جاتا ہے شراب اور پیشاب اگرچہ بعد خشکی کے نظر نہیں آتا مگر مٹی سے ملکر جرم دار ٹھہریگا تو وہ بھی رگڑنے سے پاک ہو جاویگا اثر سے مراد اوصاف ثلثہ ہیں یعنے رنگ اور مزا اور بو تو اگر کوئی بھی باقی رہیگا تو پاک نہوگا رگڑنا خواہ زمین پر ہو خواہ ناخن اور لکڑی اور پتھر سے کذا فی الطحطاوی والا یجرم ایسا کبول فیغسل اور اگر نجاست کا جرم نہو تو موزہ اور مانند اسکے دھویا جاوے یعنے تین بار خشک کرنے کے ساتھ ایسا ہی بحر الرائق میں لیکن حلبی میں قہستانی سے منقول ہے کہ قول مختار یہ ہے کہ تین بار اسپر پانی ڈالے اور چھوڑ دے یہانتک کہ ٹپکنا بند ہو جاوے ویطہر صیقل لا مسام لہ کمراۃ وظفر وعظم وزجاج وانیۃ مدہونۃ وخراطی وصفائح فضۃ غیر منقوشۃ بمسح یزول بہ اثرہا مطلقا بہ یفتی اور پاک ہوتا ہے صیقل دار یعنے گھونٹ والا جسمیں مسام نہیں چنانچہ آئینہ اور ناخن اور ہڈی اور شیشہ اور روغنی برتن چنانچہ رکابی اور پیالہ چینی اور خرادی سخت لکڑی چکنی اور بے نقش چاندی کے پتر پونچھنے سے اسطرح کہ اثر نجاست کا باقی نرہے خواہ نجاست تر ہو یا خشک اسی کا فتوی دیا جاتا ہے ہم پونچھنا صیقلی چیز کا قول معتمد میں مطہر ہے خواہ مٹی سے پونچھے خواہ کپڑے اور صوف سے خواہ نجاست تر ہو یا خشک کذا فی الطحطاوی وتطہر ارض بخلاف نحو بساط بیبسہا ای جفافہا ولو بریح اور پاک ہو جاتی ہے زمین اسکے خشک ہو جانے سے اگرچہ حرارت ہوا سے خشکی حاصل ہو برخلاف فرش اور اسکے مانند کے کہ وہ پاک نہیں ہوتا بدون پانی جاری کرنے کے ہم اگر زمین تر ہو تو بدون دھونے کے پاک نہوگی پھر اگر ایسی نرم زمین ہو کہ پانی کو سوکتی ہو تو اتنا پانی اسپر ڈالے کہ اسکے پاک ہو جانے کا ظن غالب حاصل ہو اور اگر سخت ہو اور ڈھالو ہو تو اسکے اسفل میں گڑھا کھود دے اور زمین پر پانی ڈالے جب گڑھے میں پانی جمع ہو تو اسکو مٹی سے توپ دے اور اگر سخت زمین برابر ہے تو اسکا دھونا ممکن نہیں بلکہ اسکو کھود کر نیچے کی مٹی اوپر اور اوپر کی نیچے کر دے اور گچ کی زمین ہو تو اسپر پانی ڈالے پھر اسکو رگڑے اور کپڑے یا صوف سے پانی اسکا خشک کرلے تین بار اسطرح کرے اور اگر بہت سا پانی اسپر ڈالے کہ نجاست کا بالکل اثر باقی نرہے پھر اسکو چھوڑے کہ خشک ہو جاوے تو پاک ہو جاویگی کذا فی الطحطاوی عن السراج والخلاصۃ والمحیط وذہاب اثرہا کلون وریح لاجل صلوۃ علیہا لا للتیمم بہا اور نجاست کا اثر جانا زمین پر نماز پڑھنے کے واسطے ہے کہ اس سے تیمم کرنے کے لیے ہم نجاست کا اثر چنانچہ رنگ اور بو اور اسی طرح مزہ لان المشروط لہا الطہارۃ وللتیمم الطہوریۃ اسواسطے کہ نماز کے لیے

زمین کا پاک ہونا شرط ہے نہ مطہر ہونا اور تیمم کے واسطے مطہر ہونا شرط ہے نہ فقط پاک ہونا و حکم آجر و نحوہ کلبن مفروش و خص بالخاء المعجمۃ فی السطح و شجر و کلأ قائم
نے بعض کہا کہ لک اسی کا رض ... اور حکم پکی اینٹ مفروش اور اسکے مانند کا چنانچہ پکی اینٹ فرش کی اور بانس اور نرکل یا لکڑی کی ٹٹی کا حکم
اور اس درخت اور گھاس کا جو زمین پر جما ہوا ہے اسی طرح کا ہے یعنے زمین کے مانند ہے کہ پاک ہو جاتی ہیں یہ سب چیزیں نجاست کے خشک ہو جانے سے
شارح نے کہا کہ خص بخاء معجمہ چھت کی اوٹ ہے ہم خص بضم خاء معجمہ و صاد مہملہ گھر ہے بانس یا نرکل کا اور یہاں مراد وہ ستر ہے یعنے اوٹ ہے جو چھتوں پر
ہوتی ہے یعنے ٹٹیان کھڑی کر کے کذا فی الطحطاوی عن البحر وکذا کل ما کان ثابتا فیہا لاتصالہ بہا حکمہا باتصالہ بہا اور اسی طرح خشک ہونے سے طاہر
ہو جاتی ہے وہ چیز جو زمین پر ثابت اور قائم ہے چنانچہ دلیرا ہوا سبب کہ اسکے متصل ہونے سے زمین کے ساتھ اسپر زمین کا حکم جاری کیا فالمنفصل
ینفصل لا غیر الا حجرا خشنا کرحی فکارض تو جو چیز کہ زمین سے جدا ہے چنانچہ پتھر مفروش یا اینٹ یا منبر چوبی تو وہ دھونے سے پاک ہوتی ہے نہ اسکے غیر سے
مگر کھردرا پتھر چنانچہ چکی وہ زمین کے مانند خشک ہونے سے پاک ہوتی ہے ہم بحر الرائق میں کہ چکنا پتھر تو بدون دھونے کے پاک نہیں ہوتا و
یطہر منی ای محلہ یابس بفرک ولا یضر بقاء اثرہ ان طہر راس حشفۃ کان کان مستنجیا بماء اور خشک منی کا مکان پاک ہو جاتا ہے ملنے سے
اور اسکے اثر کا باقی رہنا کچھ ضرر نہیں کرتا بشرطیکہ سر ذکر پاک ہو اسطرح پر کہ پانی سے استنجا کیا ہو ہم اسی صورت میں کافی ہے چنانچہ اس ذکر طاہر ہو جاتا ہے
کہ پیشاب کیا اور مخرج سے متجاوز نہوا یا متجاوز کیا اور پانی سے استنجا کیا کذا فی الطحطاوی وسط القہستانی اور جو فرع فانزل لم یطہر الا بغسل لملاقاتہ
بالنجس اسنے اس رطوبۃ الفرج فیکون متفرعا علے قولہما بنجاستہا اما عندہ فہی طاہرۃ کسائر رطوبات البدن جوہرہ اور مجتبی میں ہے کہ ذکر فرج میں داخل
ہوا پھر خارج کیا پھر انزال ہوا تو یہ خشک منی طاہر نہوگی بدون دھونے کے بسبب پھر جانے ذکر کے نجاست سے انتہی کلام المجتبی یعنے ناپاک ہوئی فرج
کی رطوبت سے تو یہ مجتبی کا قول متفرع ہے صاحبین کے قول پر کہ اسکی رطوبت ناپاک ہے لیکن امام اعظم رحمہ کے نزدیک تو وہ پاک ہے جیسے بدن کی باقی
رطوبات چنانچہ تھوک اور رینٹ اور پسینا پاک ہیں والا فمن یابسہ ولا راسہا طاہر افضل کما لو انجاسات ولو تاجیلا علے المشہور اور اگر منی خشک
نہو یا سر حشفہ پاک نہو تو دھوئی جاوے جیسے باقی ناپاک چیزیں دھوئی جاتی ہیں خشک ہون یا تر اگرچہ تازہ خون ہو بموجب قول مشہور کے مشہور
مجتبی کا یہ قول ہے کہ اگر تازہ خون کپڑے میں لگا اور خشک ہو گیا پھر اسکو چھیلا ملا تو کپڑا پاک ہو گیا جیسے منی سے پاک ہوتا ہے کذا فی الطحطاوی بلا فرق بین منیہ و منیہا
فرض یہ و منیہا ولا بین منی آدمی وغیرہ کما بحثہ الباقانی بدون فرق کے درمیان منی مرد کے اگرچہ وہ بیماری سے پتلی ہو گئی ہو اور درمیان منی عورت
کے اور بدون فرق کے درمیان منی آدمی کے اور غیر آدمی کے چنانچہ باقانی نے اسکو بحث کی راہ سے بیان کیا ہے نہ روایت کی راہ سے الخ اور
اسی طرح قہستانی میں بحث کی راہ سے آدمی اور غیر آدمی کی منی کو برابر کہا ہے اور فیض میں اسکو صریح بیان کیا ہے حلبی نے کہا کہ آدمی کی منی میں
خلاف قیاس رخصت وارد ہے تو اسپر غیر آدمی کا قیاس نہیں کذا فی الطحطاوی ولا بین ثوب ولو جدیدا او مبطنا فی الاصح و بدن علی الظاہر
من المذہب اور بدون فرق کے درمیان کپڑے کے اگرچہ کپڑا نیا یا دوہرا ہو صحیح تر قول میں اور درمیان بدن کے بنا بر ظاہر مذہب کے حکم
یعنے درصورت طہارت مخرج خشک منی ملنے اور تر منی دھونے سے پاک ہوتی ہے خواہ مرد کی منی ہو یا عورت کی خواہ کپڑے پر ہو یا بدن پر ثم
ہل یعود نجسا ببللہ بعد فرکہ المعتمد لا پھر دریافت کرنا چاہیے کہ کپڑا وغیرہ خشک منی کے ملنے کے بعد تر ہونے سے پھر ناپاک ہوتا ہے یا نہیں جواب
وہ ناپاک نہیں ہوتا معتمد قول میں وکذا کل ما حکم بطہارتہ بغیر مائع اور اسی طرح جس چیز کی طہارت کا حکم ہو گیا بدون سائل چیز کے وہ تر
ہونے سے پھر ناپاک نہیں ہو جاتی ہے جو مطہر غیر سائل چنانچہ پونچھنا اور خشک ہونا اور جلنا وغیر ذلک بحر الرائق میں ہے انتہی ملخصا اور اختیار
طہارت کے ہر مسئلہ میں مختلف ہے مگر طہارت کا اعتبار ہر صورت میں اولے ہے جیسا کہ اصحاب متون نے اسکی تصریح کی ہے ہر مسئلہ میں وفی ...

سبعۃ انجز ثم المطہرات الی نیف وثلثین وعبرت نظم ابن وہبان فقلت اور البحر مین سے پہونچایا ہی خزانۃ الاسرار مین مطہرات کو کئی اوپر تیس تک اور
بدل ڈالا ہی مین نے ابن وہبان کی نظم کو سو مین نے یون کہا ہے وغسل ومسح والجفاف مطہر ﴿ ونحت وقلب العین والحفر یذکر ﴿ اور دھونا
اور پونچھنا اور خشک کرنا پاک کرنے والا ہی اور چھیلنا اور ذات کا بدل جانا اور کھودنا مذکور ہی مطہرات مین ہم دھونا جیسے مثلاً کپڑے مین اور
پونچھنا صیقل دار مین اور خشکی زمین مین اور چھیلنا لکڑی مین اور ذات کا بدل جانا گدھے اور سور کے نمک ہوجانے مین اور کھودنا زمین مین طاہر
کرتا ہی ودبغ وتخلیل ذکوۃ تخلل ﴿ وفرک ودلک والدخول التغور ﴿ اور دباغت کرنا چمڑے کا اور سرکہ بنانا شراب کا نمک وغیرہ ڈال کر اور
ذبح کرنا جانور کا اور شراب کا خود بخود سرکہ بنجانا اور خشک منی کا مل ڈالنا اور موزے کا رگڑنا اور حوض نجس مین پاک پانی کا اسقدر داخل ہونا کہ وہ کچھ
روان ہوجاوے اور کنوئین کے پانی ناپاک کا زمین کے اندر گھسنا اور دھنس جانا طاہر کرتا ہی تقسیر فی البعض ندف ونزحها ﴿ ونار وغلی
غسل بعض قفوہ ﴿ تصرف کرنا بعض مین اور روئی کا دھننا اور کنوئین کے پانی کا نکال ڈالنا اور ناپاک چیز کا آگ مین جلجانا اور اُبالنا اور بعض کا
دھونا اور بستہ چیز مین نجاست نکال کر گرا دینا ہم تصرف بعض کا اسطرح مطہر ہی کہ اناج جب بھوسے سے جدا ہوتا ہی بیلون کے روندنے سے
تو انکے پیشاب اور گوبر سے ناپاک ہوجاتا ہی تو جب اسمین کچھ خرچ کیا تو سب پاک ہوگیا خرچ کرنا عام ہی خواہ کھانے کے واسطے ہو خواہ بیچ خواہ
خواہ خیرات کے واسطے فتاوے عالمگیریہ مین ہی کہ اگر نصف سے کم روئی ناپاک ہوئی تو دھننے سے پاک ہوجاویگی اور قہستانی مین ہی کہ تیل اور اسکے
مانند جیسا کہ گھی یا شہد ناپاک ہوا پھر اسمین پانچواں حصہ پانی ڈالکر ابالا کہ پانی جلگیا تو وہ پاک ہوا اور کپڑا ناپاک ہوا معلوم نہین کہ ناپاکی کہان ہی تو ایک
طرف کے دھونے سے پاک ہوجاتا ہی اور گھی یا شہد یا راب گاڑھی ہی اور اسمین چوہا گرکے مرگیا تو چوہے کو اور اسکے گرد پیش کے گھی کو نکال ڈالے کہ گردھا
نجاست تو باقی چیز پاک ہوگئی ویطہر زیت تنجس بجعلہ صابونا بہ یفتی للبلوے کتنور رش بماء نجس لاباس بالخبز فیہ اور پاک ہوجاتا ہی ناپاک تیل اسکو صابون
بنا ڈالنے سے اسی قول پر فتوے ہی [illegible] جیسے وہ تنور جو ناپاک پانی سے چھڑکا گیا اسمین روٹی پکانے کا کچھ ڈر نہین
کطین تنجس فجعل منہ کوز بعد جعلہ فی النار یطہر ان لم یظہر فیہ اثر النجس بعد الطبخ ذکرہ الحلبی جیسا کہ وہ مٹی کہ ناپاک ہوگئی سو اسکا کوزہ بنایا گیا
آگ مین ڈالنے کے بعد پاک ہوجاتا ہی اگر اسمین نجاست کا اثر پکانے کے بعد ظاہر نہین ہوا ایسا ذکر کیا ہی حلبی نے ہم حلبی شارح ہی منیۃ المصلی کا
اور دوسرا حلبی ابراہیم ہی درمختار کا محشی وعفا الشارع عن قدر درہم وان کرہ تحریما فیجب غسلہ اور صاحب شرع نے نجاست بقدر درہم کے معاف
کر دی ہی اگرچہ اسکے ساتھ نماز پڑھنا مکروہ تحریمی ہی تو بقدر درم کے نجاست کا دھونا واجب ہی ہم عفو سے مراد یہ ہی کہ قدر درم کی نجاست کے ساتھ نماز
صحیح ہی بدون اسکے دھونے کے اور یہ مراد نہین کہ وہ مکروہ بھی نہین کیونکہ اسکی کراہت ثابت ہی اور اگر نماز شروع کرچکا تو اسکے دھونے کے واسطے نماز کا توڑنا
جائز ہی کذا فی الطحطاوی وما دونہ تنزیہا فیسن اور مکروہ تنزیہی ہی درم سے کم نجاست تو اسکا دھونا مسنون ہی نہ واجب اور فرض ہم یہی قول معتمد ہی پھر اگر
درم سے کم نجاست کے ساتھ نماز شروع کرچکا تو تامل کرے اگر وقت مین وسعت ہو تو دھونا افضل ہی پھر نماز پڑھنا اور اگر جماعت فوت ہوتی ہو تو اگر پانی
ملسکتا ہو اور دوسری جماعت پاسکتا ہو دوسرے مقام مین تو بھی دھونا افضل ہی ورنہ نماز قطع نکرے وفوقہ مبطل فیفرض اور درم سے زیادہ نجاست نماز کو
باطل کرتی ہی تو اسکا دھونا فرض ہی والعبرۃ لوقت الصلوۃ لا الاصابۃ علی الاکثر نہر اور اعتبار نجاست کی مقدار مین نماز پڑھنے کے وقت کا ہی نہ نجاست
لگ جانے کے وقت کا اکثر علما کے نزدیک جیسا کہ نہر الفائق مین ہی وہو مثقال وزنہ عشرون قیراطا فی نجس کثیف لہ جرم وعرض مقعر الکف وہو داخل مفاصل
الاصابع فی رقیق من مغلظۃ کعذرۃ آدمی اور وہ یعنے درم بوزن ایک مثقال کے ہی یعنے ۲۰ قیراط کی گاڑھی نجاست جرم دار مین اور بقدر چوڑائی قعر
کف دست کے ہی پتلی نجاست مین اور قعر کف دست اندر ہی انگلیون کے جوڑون کا غلیظ نجاست سے جیسے آدمی کا گوہ ہم نجاست غلیظہ ایک درم

معاف ہو بعضوں نے درہم کے وزن کا اعتبار کیا مطلقاً اور بعضوں نے مساحت کا ہندوانی نے دونوں قولوں مین توفیق دی اسطرح کہ اگر نجاست گاڑھی ہو
تو درہم کے وزن کا اعتبار ہے اور اگر پتلی ہو تو مساحت درہم کا اعتبار ہے بدائع مین کہا یہی قول مشائخ ماوراء النہر کے نزدیک مختار ہے اور زاہدی اور زیلعی
نے اسی کو صحیح کہا ہے امام اعظم کے نزدیک نجاست غلیظہ جسمین دو نص متعارض نہوں صاحبین نے کہا اور اسکے ساتھ مجتہدین معاصرین اور انکے سابقین
کا اسمین اختلاف نہو اور نجاست خفیفہ امام کے نزدیک یہ ہے جسمین دو نص متعارض ہوں صاحبین نے کہا اور اسکے ساتھ مجتہدین کا اختلاف بھی ہو اور غلیظہ کی
تعریف مین اشارہ اسطرف ہے کہ اسکے اجتناب مین بلوی یعنی حرج واقع نہو کذا فی الطحطاوی مختصراً وکذا کل ما خرج منہ موجباً لوضوء او غسل مغلظا اور اسیطرح جو چیز
کہ آدمی کے بدن سے نکلے وضو یا غسل کی موجب ہو کر وہ نجاست غلیظہ ہے جیسا کہ پیشاب اور منی اور مذی اور ودی اور پیپ اور قے منہ بھر کے اور خون حیض
کا یہ سب نجس نجاست غلیظہ ہین لیکن اس کلیہ پر یہ اعتراض وارد ہوتا ہے کہ باوجودیکہ ناقض وضو ہے پاک ہے وبول غیر ماکول ولو من صغیر لم یطعم الا
بول الخفاش وخرؤہ فطاہر اور جیسا کہ جانور غیر ماکول کا پیشاب آدمی ہو یا غیر آدمی اگرچہ شیرخوار بچے کا پیشاب ہو مگر چمگادڑ کا پیشاب اور اسکی بیٹ پاک ہے
وکذا بول الفارة لتعذر التحرز عنہ وعلیہ الفتوی کما فی التاتارخانیہ اور اسیطرح چوہے کا پیشاب پاک ہے یعنی معاف ہے بسبب نہو سکنے بچاؤ کے اس سے اور
اسی پر فتوی ہے جیسا کہ تاتارخانیہ مین ہے حلبی نے کہا یہ معافی کپڑوں اور طعام مین ہے نہ پانی مین انتہی اور فتاوی قاضیخان مین چوہے کی نجاست کو
ظاہر الروایۃ کہا ہے لیکن ظاہر الروایۃ پر فتوی سے مقدم ہے کذا فی الطحطاوی وفی [illegible] ان خرء [illegible] بالطہارة [illegible] کتاب مین آویگا کہ چوہے کی
مینگنی ناپاک نہیں کرتی جبتک اسکا اثر ظاہر نہو یعنی رنگ یا بو یا مزہ روٹی کے اندر چوہے کی مینگنی نکلی اگر وہ سخت ہو تو اسکو نکال پھینکے اور روٹی کو کھالے کہ وہ
پاک ہے کذا فی البحر وفی الاشباہ بول السنور فی غیر اوانی الماء عفو وعلیہ الفتوی اور اشباہ مین ہے کہ بلی کا پیشاب پانی کے برتنوں کے سوا معاف ہے اور اسی پر
فتوی ہے ودم مسفوح من سائر الحیوانات الا دم شہید ما دام علیہ وما بقی فی لحم مہزول وعروق وکبد وطحال وقلب وما لم یسل ودم سمک وقمل وبرغوث و
بق اور نجاست غلیظہ ہے خون رواں تمام حیوانات کا مگر شہید کا خون پاک ہے جبتک اسکے جسم پر رہے اور جو خون کہ دبلے گوشت اور رگوں اور کلیجی اور تلی اور
دل مین باقی رہا یعنی ذبح کے بعد اور جو خون کہ جاری نہیں اور مچھلی اور جوں اور پسو اور مچھر کا خون کہ یہ سب پاک ہین ہم جو خون کہ کلیجی وغیرہ مین باقی
رہتا ہے وہ جاری نہیں تو وہ دم مسفوح کی قید سے خارج ہو گیا تو استثنا کی کچھ حاجت نہیں زاد فی السراج وکتان وہی کما فی القاموس [illegible]
اور سراج وہاج مین ہے اور خون کتان بروزن رمان کا جیسا کہ قاموس مین ہے چھوٹا سا کیڑا ہے سرخ رنگ بسیار گزندہ شاید کہ کتان مذکور کھٹمل ہو وبعد علم
فالمستثنی اثنا عشر تو حیوانات سے بارہ خون مذکور مستثنی ہین کہ وہ ناپاک نہیں وخمر وفی باقی الاشربۃ روایات التغلیظ والتخفیف والطہارة رجح فی البحر
الاول وفی النہر الاوسط اور جیسے خمر یعنی شراب انگوری کہ وہ نجس مغلظ ہے اور باقی مسکر شرابوں مین تغلیظ اور تخفیف اور طہارت کی روایات مختلف ہین
بحر الرائق مین اول یعنی تغلیظ کی روایت کی ترجیح ہے اور نہر الفائق مین درمیان یعنی تخفیف کی ترجیح ہے ہم صاحب نہر نے فیہ کے اس مسئلہ سے
استدلال کیا ہے کہ اگر نماز پڑھے اور اسکے کپڑے مین شراب مسکر سے کثیر فاحش نہیں تو قول اصح مین وہ کافی ہے حلبی نے کہا یہ نص ہے تخفیف نجاست مین تو صاحب
نہر ہی کا قول ہے اسواسطے کہ فرع منصوص کی طرف رجوع ہے اور صاحب بحر کی ترجیح تو فقط بحث کی راہ سے ہے وخرء کل طیر لا یذرق فی الہواء کبط اہلی ودجاج اور نجاست
غلیظہ جیسے بیٹ ہر ایک اس پرندہ کی جو ہوا مین نہیں اڑتا جیسا کہ خانگی بط اور مرغی واما ما یذرق فیہ فان ماکولا فطاہر والا فمخفف لیکن جو پرندہ کہ ہوا مین
اڑا کرتا ہو تو اگر وہ حلال ہے جیسے کبوتر اور گنجشک تو اسکی بیٹ پاک ہے اور اگر حرام ہے تو اسکی بیٹ ناپاک نجاست خفیفہ ہے جیسا کہ باز اور شکرا اور چیل لیکن انکی
بیٹ سے کنواں ناپاک نہیں ہوتا عموم بلوی کی جہت سے یعنی اس سے بچنا مشکل ہے کذا فی الطحطاوی وروث وخثی اور نجاست غلیظہ جیسے لید اور گوبر
ہم بحر الرائق مین ہے کہ فضلہ فرس اور حمار کو عرب روث یعنی لید کہتے ہین اور گائے بیل بھینس کو خثی یعنی گوبر کہتے ہین اور فضلہ اونٹ کو بعر یعنی مینگنی اور فضلہ

انسان کو نقصان نہیں کرتی یعنی گوہ وہ بولتے ہیں اور افادہ ہوا کہ نجاست خفیفہ کل حیوان غیر الطیور مصنف نے لیا اور گوبر کے لفظ سے ہر حیوان کے فضلے کی نجاست کو جتا دیا سوائے
چرندوں کے ہم بہتر ہے کہ کہا کہ شارح نے کہا کہ غلیظہ نجاست پر آگاہ کر دیا اور جتا دیا افادہ یہ ہے کہ غلیظہ نجاست حلال جانور کے فضلے میں ثابت ہوئی تو حرام جانور میں بھی ثابت
ہوگی بالطریق اولیٰ کذا فی الطحطاوی وقالا مخففۃ اور صاحبین نے کہا کہ لید اور گوبر نجس نجاست خفیفہ ہیں ہم صاحب بحر نے کافی سے نقل کیا ہے کہتے اور درندہ
جانوروں کے گوہ کی نجاست غلیظہ ہونے میں امام اور صاحبین کا اتفاق ہے تو اختلاف نہیں گر لید اور گوبر میں کذا فی الطحطاوی وفی الشرنبلالیۃ قولہما اظہر و شرنبلالیہ میں ہے کہ
صاحبین کا قول ظاہر تر ہے اسواسطے کہ اماکن کا اختلاف ہے نجاست اور طہارت میں تو یہ اختلاف خفت کا مورث ہے اور عموم بلوے کے سبب سے بھی کہ راہیں اس سے
بھری ہیں و طہارت فضلہ غیر ماکول اللحم کے پیشاب کے کہ زمین اُسکو سوکھ جاتی ہے کذا فی الزیلعی وطہرہا محمد آخرا للبلوی و بہ قال مالک اور محمد بن حسن نے لید
کو بخیال آخر حال میں پاک کہا عموم بلوی اور ضرورت کی وجہ سے اور یہی قول ہے امام مالک کا ہم جبکہ امام محمد ہمراہ خلیفہ کے ساتھ رے میں داخل ہوئے اور تکلیف اور
مشقت لوگوں کی دیکھی کہ راہیں اور سرائیں اس سے بھری ہیں تو مجبور ہو کر تخفیف کا پہلا قول ترک کر کے طہارت کے قائل ہوئے ولو اصابہ من نجاسۃ غلیظۃ ونجاسۃ
خفیفۃ جعلت الخفیفۃ تبعا للغلیظۃ احتیاطا کما فی الظہیریۃ اور اگر بدن یا کپڑے کو نجاست غلیظہ اور نجاست خفیفہ لگ گئی تو خفیفہ تابع غلیظہ کے ٹھہرائی جاویگی
احتیاط کی راہ سے چنانچہ ظہیریہ میں ہے یعنی خفیفہ اس صورت میں بمنزلہ غلیظہ کے ہوگی تو اگر دونوں ملکر قدر درم سے زائد ہوں تو نماز جائز نہوگی ثم متی اطلقوا
النجاسۃ فظاہرہ المغلظۃ پھر جاننا چاہیے کہ جب فقہا نجاست کو مطلق بلا قید بولیں تو ظاہر اطلاق کا غلیظہ نجاست پر دلالت کرتا ہے وعفی دون ربع جمیع بدن
وثوب ولو کبیرا ہو المختار ذکرہ الحلبی ورجحہ فی النہر علی التقدیر بربع المصاب کالذیل والکم وان قال فی الحقائق وعلیہ الفتوی اور نجاست خفیفہ معاف ہے تمام بدن اور
کپڑے کی چوتھائی سے کم اگرچہ کپڑا بڑا ہو جیسا کہ جامہ اور پگڑی ایسا ذکر کیا ہے حلبی نے اور اس قول کو نہر الفائق میں ترجیح کہا ہے اس چیز کی چوتھائی تقدیر پر جسکو نجاست
لگ گئی ہے جیسا کہ دامن اور آستین اگرچہ حقائق میں کہا ہے وعلیہ الفتوی یعنی بدن یا کپڑے کے جس ٹکڑے کو نجاست لگی اُسی کی چوتھائی سے کم ہونے کی معافی پر فتویٰ
ہے حقائق میں نہ تمام بدن اور جمیع ثوب کی چوتھائی پر فتاوی عالمگیری میں ہے کہ اسی قول کو صاحب تحفہ اور محیط اور بدائع اور مجتبی اور سراج وہاج نے صحیح کہا ہے
حلبی محشی در المختار نے کہا کہ فتویٰ کا لفظ مقدم ہے مختار اور راجح کے لفظ پر من نجاسۃ مخففۃ کبول ماکول ومنہ الفرس وطہرہ محمد کم از چہارم کی معافی ہے نجاست خفیفہ
سے جیسے جانور ماکول اللحم کا پیشاب اور اسی قسم سے ہے گھوڑے کا پیشاب اور ماکول اللحم کے پیشاب کو محمد نے پاک کہا ہے ہم شیخین کے نزدیک گھوڑے کے پیشاب کی نجاست
خفیفہ ہے اور امام نے اُسکے گوشت کو مکروہ جو کہا ہے تو اسواسطے کہ وہ جہاد کا سامان ہے نہ اسواسطے کہ اُسکا گوشت ناپاک ہے وخرء طیر من السباع او غیرہا غیر ماکول اور
چنانچہ بیٹ غیر ماکول اللحم چڑیوں کی خفیف نجس ہے خواہ وہ چڑیاں درندہ ہوں مثل باز جرہ یا درندہ نہوں وقیل طاہر وصحح اور بعضوں نے اسکو پاک کہا ہے
اور اُسکی تصحیح بھی بعضوں نے کی ہے ثم الخفۃ انما تظہر فی غیر الماء فلیحفظ پھر جاننا چاہیے کہ نجاست کی خفت میں پانی کے غیر میں ظاہر ہوتی ہے تو اسکو یاد رکھنا چاہیے
یعنے نجاست خفیفہ کے پڑنے سے پانی ناپاک ہو جاتا ہے حلبی نے کہا مگر طیر غیر ماکول کی بیٹ سے کنواں نجس نہیں ہوتا تو یہ مستثنیٰ ہے چنانچہ سابق مذکور ہو چکا
وعفی دم سمک ولعاب بغل وحمار والمذہب طہارتہا اور معاف ہے خون مچھلی کا اور رال خچر اور گدھے کی اور صحیح مذہب انکے طاہر ہونے کا ہے وبول انتضح
کرؤس الابر اور معاف ہے پیشاب چھینٹیں ہو کر لگا سوئیوں کے سر کے مانند یعنی ہر چھینٹ سوئی کے نوک کے برابر ہو اگرچہ سیکڑوں ہوں وکذا جانبہا الآخر اور
اسی طرح ہر سوزن کے مانند سوئی کی دوسری طرف خواہ ہر سوئی کا ناکا ہوتا ہے وان کثر باصابۃ الماء للضرورۃ اگرچہ پیشاب کی چھینٹیں بہت ہو جاویں پانی
لگجانے سے یہ معافی ہے ضرورت کے سبب سے یعنی اس سے بچنا دشوار ہے لکن لو وقع فی ماء قلیل نجسہ فی الاصح لان طہارۃ الماء اکد جوہرہ لیکن اگر پیشاب کی
چھینٹ تھوڑے پانی میں پڑیگی تو اسکو ناپاک کریگی صحیح تر قول میں اسواسطے کہ پانی کی طہارت میں زیادہ تر تاکید ہے کذا فی الجوہرۃ ہم پانی اس صورت سے
نجس ہوگا جب چھینٹ کا اثر پانی پر ظاہر ہو اور طرح کر گرنے کے وقت پانی میں فرجہ ہو جائے یا پانی اچھلے ورنہ اُسکا کچھ اعتبار نہیں چنانچہ قہستانی نے تمرتاشی سے

نقل کیا باوجود اسکے اگر کنوئین مین پیشاب کی چھینٹ گر گئی تو ناپاک نہوگا کذا فی المجتبی وفی القنیۃ لو انتضح و انبسط ونذا وعلی قدر الدرہم ... پر ان کیون کا ابن النجس اذا انبسط اور قنیہ مین ہی کہ اگر پیشاب کی چھینٹین باہم اکٹھین اور پھیل گئین اور درہم سے قدر درہم سے زائد ہوگئین تو چاہیے کہ ناپاک شیل ہے کے مانند مانع نماز ہون جبکہ وہ پھیل پھیل جاسے علم ہواس ... مین تو جب ... کے ... ہو گیا ... ہیں ہو کر انی ... کذا فی الطحطاوی عن الحلبی وطین شارع و بخار نجس ... کلاب ... الا انا ... شارع عام یعنی ... راستہ کی اور ناپاک چیز کی بھاپ اور گوبر کا بخار اور کتون کے مقام اور ... وضو یا غسل کے پانی کی ... مین یعنی ضرورت کی وجہ سے علم صحیح قول یہ ہی کہ اگر ... بنجاست ... نہو تو ... ناپاک نہین ہی مگر ... جو نجس ... غالبا میت کا بدن نجاست سے خالی نہین ہوتا اگر پانی ... کیا ... نجاست ... لیکن اکثر علما کے نزدیک وہ ناپاک نہین ہوتا اور نجاست کا دھوان اگر ... مین لگا یا بدن مین ... اختلاف ... کہ وہ ناپاک نہین کذا فی الطحطاوی عن البحر وماء بالمد ورد ای جری ... یعنی ... والحیوان ... الاثر ... پانی کہ وارد ہوا یعنی جاری ہوا ناپاک پر وہ ناپاک ہو ... پانی یا ... نجاست ... اگر ... پانی نجاست ... گذر گیا تو وہ ناپاک نہین چنانچہ مردار جانور نہر مین پڑا ہی یا نجاست ... اور پانی بہتا ... تو ... پانی نجاست کا ملاقی ہوگا تو ناپاک نہو گا لیکن ... باب المیاہ مین ... ذکر کیا ہی کہ اثر نجاست کا اعتبار ہی ... پانی نجاست ... اور یہان حکم بھی عام ہو تو بہتر ہی تاکہ شارح ورود کی تفسیر جریان ... کو ... پانی کا گذرنا نجاست ... کہ ساری زمین ناپاک ہو ... کے پاس نجاست پڑی ہو بحر الرائق مین ہی کہ آب باران جبکہ نجاسات پر گذرا تو ناپاک نہین ہوتا جبتک کہ نجاست پاک زمین سے زیادہ ... کے پاس ہو کذا فی الطحطاوی کعکسہ ای اذا ورد ... النجاسۃ علی الماء ... المار اجماعا لکن لا یحکم بنجاسۃ ... الا فی ... الماء ... مقصود ... عکس مین ناپاک ہوتا ہی یعنی جبکہ نجاست پانی پر پڑے تو پانی ناپاک ہوجاتا ہی باجماع حنفی و شافعی لیکن اسکے نجاست کا حکم نہین کیا جاتا جبکہ ناپاک چیز اسکو ... نجاست سے جدا نہین ہوا ... اور لکھنا چاہیے ہم بحر الرائق مین ہی کہ قیاس اسکا مقتضی ہی کہ باقی ناپاک پانی ہوجاسے نجاست کی اول ملاقات ہو لیکن یہ قیاس ضرورت کے سبب سے ساقط الاعتبار ہی خواہ نجس کپڑا ... مین ہو اور پانی اسپر ڈالا جاسے یا پانی ... مین ہو اور ناپاک کپڑا اسمین ڈالا جاسے ہم حنفیون کے نزدیک تو وہ اپنے محل مین طاہر ہی اور نجس ہی جبکہ وہان سے جدا ہوا اور ناپاک کپڑے دھونے مین بہتر یہ ہی کہ کپڑے ... مین رکھے بدون پانی کے پھر پانی اسپر ڈالے نہ یون کہ پانی ... مین اول رکھے پھر ناپاک کپڑا اسمین ڈالے تاکہ امام شافعی کے مخالف نہو اسلئے کہ انکے نزدیک پانی مین ناپاک کپڑا ڈالنے سے ناپاک ہوجاتا ہی انتہی مختصرا لا یکون نجسا رماد قذر والا لزم نجاسۃ الخبز فی سائر الامصار ناپاک نہین ہوتی نجاست کی راکھ چنانچہ گوبر اور لید اور گندگی آدمی کی ورنہ لازم آوے ناپاک ہونا روٹی کا اکثر شہرون مین یعنی جہان لکڑی میسر نہین پکایا جاتا کہ ... ہی ولا ملح کان حمارا او خنزیرا اور نہ وہ نمک ناپاک ہی جو اول گدھا یا سور تھا جو نمکسار مین پڑ کر نمک بنگیا ولا قذر وقع فی بئر فصار حماۃ لانقلاب العین یعنی اور نہ وہ گندگی ناپاک ہی جو کنوئین مین گری پھر کالی مٹی ہو کر کیچڑ بنگئی بسبب بدلجانے اسکی ذات کے اسی کا فتوی دیا جاتا ہی ... انقلاب ذات تینون مسئلون کی دلیل ہی یعنی گندگی کی راکھ کا اور گدھے اور سور کے نمک کا اور گندگی کی کیچڑ کا ناپاک نہونا اسواسطے ہی کہ انکی حقیقت بدلگئی اور چیز بنگئی وغسل طرف ثوب او بدن اصابت نجاسۃ محلا ... طہر ... اور اگر کپڑے یا بدن کا دھونا ... مکان پر نجاست لگ گئی اور وہ مکان بھول گیا ہو اس کپڑے کا پاک کرنیوالا ہی اگرچہ بدون ظن غالب کے دھویا ہو یہی قول مختار ہی ...

... (margin)

اور آنچہ پانی کے قول کا بدلے میں ساتھ کپڑے کے دھونے کو واجب کہا ہے اور آنچہ پانی سے شکل کرکے دھونا شرط کیا ہے کذا فی الطحطاوی ثم لو ظہر انہا فی
طرف آخر فلا یعید بنے المحل الثانی دفی الظہیریۃ المختار انہ لا یعید الا الصلوۃ التی ہو فیہا پھر اگر دھونے کے بعد ظاہر ہوا کہ نجاست دوسری طرف ہے جدھر نہیں
دھویا تو دھونے کا اعادہ کرے یا نکرے خلاصہ میں ہے کہ ان دھوے اور ظہیریہ میں قول مختار یہ ہے کہ اعادہ نکرے مگر اس نماز کا جسمین اسنے نجاست کو
دیکھا ہم بغفلت ہے شارح سے صاحب نہر الفائق کے اتباع سے اسواسطے کہ ظہیریہ کا یہ مسئلہ مغائر ہے مسئلہ خلاصہ کے چنانچہ بحر الرائق کی عبارت اسمین صریح ہے
ظہیریہ میں یون ہے کہ نماز پڑھنے والے نے اپنے کپڑے پر نجاست دیکھی اور معلوم نہیں کب سے لگی ہے تو امام کی روایات مختلف سے قول مختار یہ ہے کہ اعادہ نکرے
مگر اس نماز کا جسمین وہ مشغول ہے کذا فی الحلبی کما لو بال حمر علی حنطۃ تدوسہا فقسم او غسل بعضہ او ذہب بہبۃ او اکل
او بیع کما مر چنانچہ اگر گدھون نے پیشاب کیا مثلاً اس گیہون پر جسکو وہ ماندتے ہین یعنے روند کر بھوسے سے جدا کرتے ہین پھر گیہون بانٹے گئے یا تھوڑے
سے دھوے گئے یا کچھ جاتے رہے بخشش یا کھانے یا بیع کی وجہ سے چنانچہ ابیات سابقہ مین اسکا بیان گذرا مصنف نے گدھون کو خاص کرکے
اسواسطے بیان کیا کہ انکے پیشاب کی نجاست بالاتفاق ہے حیث یطہر الباقی وکذا الذاہب لاحتمال وقوع النجس فی کل طرف کمسئلۃ الثوب اسواسطے
کہ باقی گیہون پاک ہوجاتے ہین اور اسی طرح وہ گیہون بھی پاک ہوجاتے ہین جو صرف ہوگئے بسبب احتمال واقع ہونے ناپاکی کے ہر طرف مین یعنے
ہوسکتا ہے کہ جسقدر گیہون جو صرف کے باقی رہے ناپاک گیہون انھین مین ہون تو اس صورت مین جدا ہوے پاک ٹھہرینگے اور یہ بھی ممکن ہے کہ ناپاک
گیہون انھین جاتے رہنے والون مین ہون جو صرف ہوگئے ہین تو اس صورت مین باقی پاک ٹھہرینگے جیسے کپڑے کا مسئلہ کہ ایک طرف کے دھونے سے پاک ٹھہر انجاست
دھو جانے کے احتمال سے وکذا یطہر محل نجاسۃ اما عینہا فلا تقبل الطہارۃ مرئیۃ بعد جفاف کدم بقلعہا ای بزوال عینہا واثرہا ولو بمرۃ او بما فوق الثلاث فی الاصح
اور اسی طرح خشکی کے بعد نمودار نجاست جیسے خون پاک ہوجاتی ہے اسکے اکھاڑنے اور بالکل دور کر ڈالنے سے یعنی عین نجاست اور اسکے اثر کے زائل ہوجانے سے
اگرچہ زوال ایکبار کے ازالے سے ہو یا تین بار سے زیادہ صحیح تر قول میں مصنف نے طہارت کے محل کو اسواسطے ذکر کیا کہ عین نجاست تو طہارت کو قبول نہین کرتی
ہم غایۃ البیان میں کہا نمودار نجاست سے مراد وہ نجاست ہے جو خشک ہوجانے سے نظر آوے چنانچہ خون اور گوہ اور جو خشکی کے بعد نظر نہ آوے وہ نمودار
نہین اصح یہی ہے کہ ایکبار کے دھونے سے بھی بشرط ازالہ کلی طہارت حاصل ہوتی ہے خواہ گرم پانی سے ہو خواہ آب کثیر بستہ سے خواہ آب ریختہ سے خواہ تغاری مین
تین بار سے زیادہ دھونا اسوقت ہے جبکہ اقل کافی نہوا اور غیر صحیح یہ قول ہے کہ بعد زوال عین دو بار دھونا واجب ہے یا تین بار یا ایکبار اسیطرح کذا فی الطحطاوی
لم یقل بغسلہا لیعم نحو دلک وفرک اور مصنف نے قلع نجاست کہا نہ اسکے دھونے کو تاکہ رگڑنے اور ملنے وغیرہ کو بھی شامل رہے یعنے تطہیر فقط دھونے پر منحصر
نہین بلکہ رگڑنے سے چنانچہ موزے میں اور ملنے سے چنانچہ منی میں بھی طہارت حاصل ہوتی ہے ولا یضر بقاء اثر کلون وریح لازم فلا یکلف فی ازالتہ الی
ماء حار او صابون ونحوہ اور طہارت میں ضرر نہین کرتا باقی رہنا نجاست کے اثر لازم کا یعنے جسکا زوال دشوار ہے اثر نجاست چنانچہ رنگ اور بو تو
مکلف نہین اثر لازم کے دور کرنے مین گرم پانی یا صابون اور اسکے مانند اور چیز کی طرف ہم مانند اسکے وہ برتن ہے جسمین شراب تھی خواہ برتن نیا ہو یا پرانا
تو بو کا باقی رہنا مضر طہارت نہین یعنے دھونے کے بعد کذا فی الطحطاوی عن البحر عن الفتح بل یطہر ما صبغ او خضب بنجس بغسلہ ثلثا بلکہ پاک ہوجاتا ہے وہ
جو رنگا گیا یا خضاب کیا گیا ناپاک چیز سے چنانچہ مہندی اور کسم ناپاک سے اسکے تین بار دھو ڈالنے سے ہم نجس سے مراد یہان متنجس ہے نہ نجس العین بدلیل مسئلۃ الیۃ
مردار تو اگر رنگ یا خضاب کیا گیا نجس العین سے چنانچہ خون سے تو اسکی عین اور جرم اور بو کا ازالہ واجب ہے رنگ کا باقی رہنا مضر نہین والاولی غسلہ الی ان یصفو
الماء اور بہتر ہے اسکا دھونا یہانتک کہ دھونے کا پانی صاف بیرنگ نکلے ولا یضر اثر دہن الا دہن ودک میتۃ لانہ عین النجاسۃ حتی لا یدبغ بہ جلد
بل یستصبح بہ فی غیر مسجد اور ضرر نہین کرتا ظاہر ہونے مین ناپاک تیل کی چکنائی کا رہنا مگر مردار جانور کی چربی کی چکنائی مضر طہارت ہے کیونکہ عین

(کے بعد کا رہنا مضر نہین)

نجاست ہی رہا تا کہ اس سے چھوٹ کو باعث تکلیف نہ سمجھے بلکہ ضروری ہے کہ ہوا اور نکہا اسکا چراغ میں جلانا چاہیے ویطہر محل غیرہا ای غیر مرئیۃ بغلبۃ ظن غاسل
لو مکلفا والا فمستعمل طہارۃ محلہا بلا عدد بہ یفتی اور جو نجاست نمودار نہیں اس کا محل پاک ہوتا ہے دھونے والے کے گمان غالب سے اسکے محل کے پاک
ہو جانے کو بلا تعیین عدد اسی کا فتوی ہے یعنی جبکہ غاسل کو طہارت محل کا ظن غالب حاصل ہوا تو محل نجاست پاک ہے بشرطیکہ دھونے والا مکلف یعنی
عاقل بالغ مسلم ہو اور جو وہ مکلف نہیں یعنی صغیر یا مجنون ہو تو اسکے استعمال کرانیوالے کے ظن غالب کا اعتبار ہے دھونے کی حالت میں جبکہ طہارت محل کا
گمان غالب حاصل ہو اگرچہ ایک ہی بار دھونے سے یہ بات حاصل ہو تو کفایت کرتا ہے چنانچہ کرخی نے اسکی تصحیح کی ہے اور زاہدی نے اسکو اختیار کیا ہے کذا
فی الطحطاوی وقدر ذلک لموسوس بغسل وعصر ثلاثا او سبعا فیما ینعصر مبالغا بحیث لا یقطر اور یہ دھونا وسواس والے کے حق میں اندازہ کیا گیا ہے
دھونے اور نچوڑنے کے تین بار یا سات بار اس چیز میں جو نچوڑ سکتی ہے بمبالغہ یعنی نچوڑنے میں مبالغہ کرے کہ پھر قطرہ نہ ٹپکے اور وسوسی کو ظن غالب کثرت
اوہام سے حاصل نہیں لہذا اسکے حق میں یہ اندازہ شرع میں مقرر ہوا عراقی کا قول ظن غالب کا اعتبار اور فقہا بخارا کا تین بار دھونے کا اعتبار
سراج نے دونوں قولوں میں توفیق دی کہ اگر شخص وسواسی نہیں تو ظن غالب معتبر ہے اور اگر وسواسی ہے تو تین بار کا دھونا کافی ہے سات بار کا دھونا واجب
نہیں مستحب ہے تا خلاف شافعی کا نہ ہو اور اشتراط علی العموم نہیں کہ بعض چیزوں میں تین بار ہی دھونا ہے ... قول ہو کہ برتن
مٹی کے اور لکڑی کے اور لوہے وغیرہ کے اور انکی تطہیر چار طرح ہے جلانا اور چھیلنا اور پونچھنا اور دھونا اگر برتن مٹی کا نیا ہو اور نجاست اسکے اجزا
میں گھس گئی تو جلایا جاوے اور اگر پرانا ہو تو دھویا جاوے اور اگر لکڑی کا برتن ہو تو چھیل ڈالا جاوے اور اگر پرانا ہو تو دھویا جاوے اور اگر لوہے یا پیتل
یا کانچ کا ہو اور چکنا ہے تو پونچھ ڈالا جاوے اور اگر چکنا نہیں کھردرا ہو تو دھویا جاوے اور جو چیزیں نچوڑی نہیں جاتیں اگر ان میں نجاست لگی تو تین بار دھویا جاوے
اسلیے کہ نچوڑنا متعذر ہے تو پے در پے دھونا قائم مقام نچوڑنے کے ہے کذا فی الطحطاوی ولو کان لو عصرہ غیرہ طہر بالنسبۃ الیہ دون ذلک الغیر ولو کان ... یعنی
کہ اگر دھونے والے کے سوا غیر شخص اسکو نچوڑے تو وہ پاک ہو گیا دھونے والے کی نسبت نہ غیر شخص کی نسبت اسلیے کہ ہر شخص
مخاطب ہے بقدر اپنی طاقت کے تو دوسرے کی قدرت سے یہ شخص قادر نہ ٹھہریگا ولو لم یبالغ لرقتہ ہل یطہر الاظہر نعم للضرورۃ اور اگر نچوڑنے میں مبالغہ نہ کیا
کپڑے کے باریک ہونے کی وجہ سے تو پاک ہوگا یا نہیں ظاہر تر جواب یہ ہے کہ ہاں پاک ہوگا ضرورت کے سبب سے مگر فتاوی قاضیخان میں عدم طہارت
کو پسند کیا ہے وقدر بتثلیث جفاف ای انقطاع تقاطر فی غیرہ ای غیر منعصر مما یتشرب النجاسۃ والا فبقلعہا کما مر اور ٹھہرایا گیا ہے دھونے میں تین بار کا خشک
ہو جانا یعنی تقاطر کا بند ہونا اسکے غیر میں یعنی جو چیز نچوڑ نہیں سکتی اس قسم سے کہ نجاست کو جذب کرتی ہے اور اگر جذب نہیں کرتی تو ازالہ نجاست سے پاک ہو جاتی ہے
یعنی اسمیں خشک کرنا شرط نہیں کذا فی الطحطاوی وہذا کلہ اذا غسل فی اجانۃ اما لو غسل فی غدیر او صب علیہ ماء کثیر او جری علیہ الماء طہر مطلقا
بلا شرط عصر وتجفیف وتکرار غمس ہو المختار اور یہ سب یعنی تین بار دھونا اور نچوڑنا نچوڑنے والی چیزوں میں اور دھونا تین بار خشکی کے ساتھ اسکے غیر میں ہوتا
ہے جبکہ دھویا جاوے طاش اور طغاری میں لیکن اگر حوض اور تالاب میں دھویا جاوے یا اسپر پانی بہت سا ڈالا جاوے یا اسپر پانی جاری ہو تو وہ پاک
ہو جاتا ہے مطلقا بلا شرط نچوڑنے اور سکھانے اور چند بار غوطہ دینے کے یہی قول مختار اور پسندیدہ ہے ہم فرش ناپاک پر جب پانی جاری ہوا اسقدر کہ زوال نجاست
کا گمان آیا تو وہ پاک ہو گیا کیونکہ پانی کا جاری کرنا قائم مقام نچوڑنے کے ہے کذا فی الطحطاوی عن الحدادی ویطہر لبن وعسل ودبس ودہن یغلی ثلاثا
اور پاک ہوتا ہے دودھ اور شہد اور شیرہ خرما اور تیل تین بار کے جوش دینے سے ہم ان چیزوں کے پاک کرنے کا یہ طریقہ ہے کہ مثلا شہد کا نجس حصہ پانی
اسمیں ڈالکر جوش دے کہ پانی جل جاوے اسیطرح تین بار کرے کذا فی الطحطاوی عن المجرد القہستانی ولحم طبخ بخمر یغلی ویبرد ثلاثا اور جو گوشت کہ پکایا گیا
شراب میں وہ پاک ہوتا ہے تین بار جوش دینے اور سرد کرنے سے اور سرد کرنے سے مراد خشک کرنا ہے یہ قول ابو یوسف کا اور امام کا قول مفتی بہ عدم طہارت ہے کذا فی الطحطاوی

عن الحجر وکذا دجاجة ملقاة حالة غلی الماء للنتف قبل شقها فتح اور اسی طرح پاک ہوتی ہے تین بار دھونے اور خشک کرنے سے وہ مرغی جو پانی کے جوش مین ڈالی گئی
پر اکھاڑنے کے واسطے پیٹ پھاڑنے سے پہلے کذا فی الفتح ہم یہ مرغی امام کے قول پر کبھی پاک نہوگی ابو یوسف کے نزدیک پاک ہے چنانچہ فتح القدیر مین ہے تو بہتر ہے
کہ پہلے گرم پانی مین ڈالنے سے اُسکے پیٹ کی آلائش نکال ڈالے اور محل ذبح مین جو خون کہ جما ہو دھو ڈالے کذا فی الطحطاوی وفی التجنیس حنطة طبخت فی خمر
لا تطهر ابدا به یفتی اور تجنیس مین ہے کہ جو گیہون کہ پکایا گیا شراب مین وہ کبھی پاک نہین ہوتا اسی کا فتوی ہے ہم یہ امام کا قول ہے اور ابو یوسف کے نزدیک کئی بار
جوش دینے اور خشک کرنے سے پاک ہوتا ہے ولو انتفخت من بول نقعت وجففت ثلثا اور جو گیہون پیشاب مین پھولا وہ پانی مین تین بار خشک کیا جاے
اور بھگویا جاوے ولو خبز عجن بخمر صب فیه خل حتی یذهب اثرها فیطهر اور جو گوندا گیا آٹا شراب مین اور روٹی پکی تو اُسمین سرکہ ڈالا جاے یہانتک کہ
شراب کا اثر جاتا رہے تو پاک ہوجاے ہم یہ روٹی دھونے سے پاک نہین ہوتی بدون سرکہ کے اسطرح کہ ٹکڑے ٹکڑے کرکے اُسمین ڈالی جاے فروع
چھری بجھائی گئی ناپاک پانی مین وہ تین بار پاک چیز مین بجھائی جاے گوشت کے شوربے مین نجاست گری جوش کی حالت مین وہ تین بار ابالا جاے
تو پاک ہے اور اگر جوش کی حالت مین نہین گری تو تین بار گوشت دھویا جاے کذا فی الطحطاوی فصل یہ فصل ہے استنجا کے احکام مین ہم ایک
نسخہ مین فصل ہے تنوین کے ساتھ اور دوسرے نسخہ مین فصل فی الاستنجا ہے الاستنجا ازالة نجس عن سبیل فلا یسن من ریح وحصاة ونوم وفصد استنجا
دور کرنا ہے نجاست کا نجاست کی راہ سے یعنی قُبل اور دُبر سے تو استنجا کرنا مسنون نہین ریح اور پتھر اور نیند سے اور فصد کے خون سے ہم اسواسطے کہ ریح اور پتھری
اور نیند نجاست نہین اور خون فصد کا قبل اور دبر سے نہین جو اسکا ازالہ مسنون ہو وهو سنة موکدة مطلقا اور استنجا سنت موکدہ ہے ہر حال مین یعنی خواہ استنجا
حسب عادت ہو یا نہو تر ہو یا خشک خواہ استنجا پانی سے ہو یا ڈھیلون سے خواہ یہ وضو کرے یا جنب یا حائض ونفساء وما قیل من افتراضه لنحو حیض ومجاوزة مخرج فتسامح
اور وہ جو کسی نے استنجا کا فرض ہونا کہا ہے مانند حیض اور مخرج سے بڑھجانے مین سو قول تحقیقی نہین ہم حیض کے مانند چنانچہ جنابت اور نفاس واسکا نام استنجا رکھنا
مستنجی وشی مستنجی به کما وحجر ونجس خارج من احد السبیلین وکذا لو اصابه من خارج وان قام من موضعه علی المعتمد ومخرج دبر او قبل اور ارکان استنجا
چار ہین ایک تو شخص استنجا کرنے والا دوسرے وہ چیز جس سے استنجا کیا جاتا ہے چنانچہ پانی اور پتھر تیسرے نجاست نکلنے والی بول یا براز کی راہ سے اور اسیطرح مسنون ہے
استنجا اگر احد السبیلین کو باہر سے نجاست لگجاے اگر وہ شخص قضاے حاجت کے مکان سے اُٹھ کھڑا ہو قول معتمد پر چوتھا رکن ہے نجاست نکلنے کا مقام دُبر یا قبل
بنحو حجر منق طاهرة قالعة لا قیمة لها کمدر منق استنجا سنت ہے پتھر ایسی چیز سے اُس قسم سے کہ وہ چیز پاک نجاست کی دور کرنے والی ہے جسکی کچھ قیمت نہین چنانچہ
صاف کرنے والا ڈھیلا ہم ڈھیلے کے مانند خاک اور لکڑی اور کپڑا اور روئی اور پرانی کھال ہے اور دیوار اور زمین سے رگڑنا لیکن خانہ غیر مملوک بدون اذنه استنجا
جائز نہین بہتر طریقہ استنجا کا یہ ہے کہ بدن کو نہایت ڈھیلا کرکے بیٹھے مگر جبکہ روزہ دار ہو اور استنجا پانی سے کرتا ہو اور مناسب ہے کہ بعد استنجا کے اٹھنے سے پہلے
سے موضع استنجا کو پونچھ ڈالے اور کپڑون کو آب مستعمل سے بچاوے اور قبل از استنجا اور بعد از استنجا دونون ہاتھون کو دھووے کذا فی الطحطاوی لانه هو المقصود
فیختار الابلغ والاسلم عن التلویث اسواسطے کہ یہی پاک صاف کرنا استنجا کرنے سے مقصود ہے تو استنجا کرنے کو وہ چیز اختیار کرے جو بہت پاک صاف کرنے والی اور
نہایت سلامت رکھنے والی ہو آلودہ کرنے سے ولا یتقید باقبال وادبار شتاء وصیفا اور استنجا مقید نہین اقبال اور ادبار کے ساتھ جاڑے اور گرمی مین ہم اقبال
یہ کہ پیچھے کی طرف سے آگے ڈھیلا لاوے اور ادبار یہ کہ آگے سے پیچھے لیجاوے یعنی استنجا سے مقصود ازالہ نجاست ہے پس مسنون نہین کہ ہر دو جاڑون مین پہلا
ڈھیلا پیچھے سے آگے لاوے اور دوسرا آگے سے پیچھے اور تیسرا اول کے مانند اور گرمی مین اسکے بالعکس کرے اور عورت ہر موسم مین اول اقبال کرے
یہ اقبال اور ادبار کا قول قاضیخان کا ہے اور زیلعی اور تمرتاشی نے اسکو اختیار کیا ہے ولیس العدد ثلثا بمسنون فیه بل مستحب اور تین ڈھیلون کا شمار استنجا
مین مسنون نہین بلکہ مستحب ہے ہم استنجا کرنے سے مقصود پاک صاف کرنا ہے خواہ ایک ڈھیلے سے ہو یا تین یا پانچ یا زیادہ سے اور تین ڈھیلون کا ذکر

جو بعض احادیث میں ہے بنا بر غالب عادت کے ہے یعنی غالباً استنجا سے پاکی حاصل ہوتی ہے و بغسل بالماء الی ان یقع فی قلبہ انہ طہر ما لم یکن موسوسا فیقدر
بثلث کما مر اور پانی سے دھونا یہانتک کہ استنجا کرنیوالے کے دل میں یہ گمان حاصل ہو کہ موضع استنجا کا پاک صاف ہو گیا یہ جب ہے کہ جو شخص
وسواسی نہیں تو وسواسی کے حق میں تین بار کا دھونا مقرر ہے جیسا کہ نجاست غیر مرئیہ میں گذرا بعدہ ای الحجر بلا کشف عورۃ عند احد پانی سے دھونا ڈھیلوں
کے بعد بدون شرمگاہ کھولنے کے کسی کے رو برو یعنی اس شخص کے رو برو جس سے جماع مستنجی کو حرام ہے عمدہ مرتبہ ہے کہ ڈھیلوں کے بعد پانی سے دھونا
پھر اسکے بعد فقط پانی پر اکتفا کرنا پھر اسکے بعد فقط ڈھیلوں پر کفایت کرنا کذا فی الطحطاوی اما معہ فیترکہ کما مر اور کشف عورت کے ساتھ تو دھونے کو ترک کرے
چنانچہ غسل کی سنتوں سے پہلے مذکور ہو چکا فلو کشف لہ صار فاسقا تو اگر دھونے کے واسطے اپنے بدن کھولا تو گنہگار ہو جاویگا مع تحقیق الاکلی میں کہا ہے کہ جس صورت
میں ڈھیلوں پر کفایت کرے پانی سے استنجا نکرے نہیں تو گنہگار ہوگا اور عوام نمازی اکثر ایسا کرتے ہیں لا لو کشف لاغتسال او تغوط کما بحثہ ابن الشحنۃ گنہگار
نہوگا اگر غسل واجب یا پاخانے کے واسطے شرمگاہ کھولی چنانچہ ابن شحنہ شارح وہبانیہ نے اسکو بحث کی راہ سے ذکر کیا ہے کہ اسے بیان کیا ہے مطلقا
یعنی سراج ڈھیلوں کے بعد پانی سے دھونا سنت ہے ہر زمانے میں اسی کا فتوی ہے کذا فی السراج ہم کہتے ہیں ہمارے زمانے کا دستور یہ ہے کہ اس کے زمانے میں
یکسان سنت ہے اور قول صحیح یہ ہے کہ ہمارے زمانے میں سنت ہے صحابہ کرام کے وقت میں مستحب تھا اور ادب تھا اور ہمارے زمانے میں سنت ہے اگر مخرج سے نجس
مانع اور واجب یعنی فرض ہے محل استنجا کا دھونا اگر مخرج سے تجاوز کرگئی ہو وہ نجاست جو نماز کی مانع ہے یعنی اگر قدر درہم سے زائد ہو اگر مخرج عام ہو قبل ہو یا دبر
القدر المانع لصلوۃ فیما وراء موضع الاستنجاء لان ما علی المخرج ساقط شرعا وان کثر ولہذا لا تکرہ الصلوۃ معہ اور مانع نماز کی مقدار نجاست کا اعتبار
موضع استنجا میں معتبر ہے اسواسطے کہ جو نجاست کہ مخرج پر ہو وہ شرعا ساقط الاعتبار ہے اگرچہ وہاں بکثرت ہو یعنی درہم سے زیادہ ہو ولہذا اس نجاست کے ساتھ
نماز پڑھنا مکروہ نہیں ہم قدر درہم سے زیادہ نجاست کا ہونا مخرج پر اسواسطے ممکن ہے کہ ایک شخص کی مقعد بڑی ہو اور عدم کراہت سے مراد کراہت تحریمی
نہیں تو ترک استنجا مکروہ تنزیہی ہے کیونکہ استنجا سنت ہے کذا فی الطحطاوی وکرہ تحریما بعظم وطعام وروث یابس کعذرۃ یابسۃ وحجر استنجی بہ الا بحرف
آخر اور مکروہ تحریمی ہے استنجا کرنا ہڈی اور کھانے کی چیز اور خشک لید سے جیسے مکروہ ہے آدمی کے خشک گوہ سے اور اس ڈھیلے سے جس سے ایکبار استنجا کیا گیا
مگر اسکی دوسری نوک سے کہ آلودہ نجاست سے نہیں استنجا کرنا مکروہ نہیں وآجر وخزف وزجاج وشیء محترم کخرقۃ دیباج ویمین ولا عذر بیسراہ
اور مکروہ تحریمی ہے پکی اینٹ اور ٹھیکری اور کانچ اور حرمت والی چیز جیسے ریشمی کپڑے سے اور داہنے ہاتھ سے اس حالت میں کہ اسکے بائیں ہاتھ میں کچھ عذر نہیں
ہم اینٹ وغیرہ سے استنجا کرنے میں جراحت موضع کا ضرر ہے اور محترم چیز سے اسکی تضییع ہوتی ہے اور داہنے ہاتھ سے استنجا اور مس ذکر حدیث میں منع ہے تو چاہیئے کہ
پیشاب کے بعد ذکر کو بائیں ہاتھ سے پکڑے اور دیوار یا زمین سے رگڑے اور اگر نہو سکے تو داہنے ہاتھ میں ڈھیلا لے اور اسکو حرکت نہ دے بلکہ ذکر کو اسپر رگڑے
بائیں ہاتھ سے کذا فی البحر فلو شلت ولم یجد ماء جاریا ولا صابا ترک الماء پھر اگر بایاں ہاتھ لنجا ہو اور وہ شخص جاری پانی نپاوے اور نہ اس شخص کو جو اسپر پانی
ڈالے تو پانی سے استنجا کرنا ترک کرے ہم اور اگر جاری پانی ہو یا پانی کا ڈالنے والا جس سے شرعا پردہ نہیں تو داہنے ہاتھ سے استنجا کرلے ولو شلتا سقط اصلا
کمریض ومریضۃ لم یجدا من یحل جماعہ اور اگر دونوں ہاتھ لنجے ہوں تو استنجا بالکل ساقط ہو گیا یعنی ڈھیلوں سے بھی اور پانی سے بھی اس بیمار مرد اور عورت
کے مانند جنھوں نے اس شخص کو نپایا جسکا جماع کرنا حلال ہے کہ انسے بھی استنجا مطلقا ساقط ہے یعنی اگر بیمار مرد کو زوجہ یا حلال لونڈی اور بیمار عورت کو زوج
میسر ہو تو انسے استنجا کروالے وفحم وعلف حیوان وحق غیر وکل منتفع بہ اور مکروہ تحریمی ہے استنجا کرنا کوئلہ سے اور جانور کے چارہ سے اور غیر شخص کے حق سے
چنانچہ غیر کی دیوار بدون کرایہ اور جو چیز قابل انتفاع ہو اس سے چنانچہ کاغذ اور پتّا اور نرکل اور بانس اور روئی اور کپڑا ان سب سے استنجا مکروہ ہے کذا فی
الطحطاوی عن البحر فلو فعل اجزاہ مع الکراہۃ لحصول الانقاء پھر اگر ہڈی وغیرہ سے استنجا کیا تو کفایت کرتا ہے کراہت تحریمی کے ساتھ بسبب حاصل ہو جانے

استنجا کی کہ هم قہستانی مین نظم سے منقول ہی یون کرنا چاہیے کہ تین ڈھیلون سے استنجا کرے پھر اگر زیادہ سے تو تجربہ کرے پھر اگر اسکو بھی زیادہ سے تو منتہی پھر پانی
سے ان تین چیزون کے سوا استنجا نکرے کیونکہ جب حدیث کے مورد فقیری ہی اور کیفیت استنجا کرنے کی یون ہی کہ انگشت وسطی کو تھوڑا سا اونچا کرے اور اسکا موضع دھوے
پھر بنصر کو اونچا کرے اور دھوے پھر خنصر کو پھر سبابہ کو اونچا کرکے دھوے یہانتک کہ اطمینان حاصل ہو اصح قول مین اور بعضون نے کہا یہانتک دھووے کہ وہان سے
چکنائی دور ہو اگر کم رہا ہو چاہیے اور عورت اول بنصر اور وسطی کو اونچا کرکے دھووے پھر مرد کی طرح دھووے اور موسم سرما مین زیادہ تر مبالغہ کرے اگر ٹھنڈا پانی ہو
اور اگر گرم پانی ہو تو موسم گرما کے مانند مبالغہ کی حاجت نہین لیکن آب سرد کا ثواب زیادہ تر ہی آب گرم سے کذا فی الطحطاوی و فیہ نظر لما مر انہ سنۃ لا غیر فینبغی ان
لا یکون ثوابا الا بالنہی عنہ اور مصنف کے اس قول مین کہ ہڈی وغیرہ سے استنجا کرنا کافی ہی خلل ہی اسواسطے کہ مذکور ہوچکا کہ استنجا سنت ہی نہ کچھ اور قولا کافی یہی کہ نہ
آدمی قائم کرنے والا سنت کا ممنوع چیز سے هم صاحب نہر الفائق نے اسکا یون جواب دیا کہ مسنون تو ازالہ ہی نجاست کا اور ڈھیلا وغیرہ مقصود بالذات نہین بلکہ
اس جہت سے کہ وہ مزیل ہی غایۃ الامر یہ ہی کہ اس شی مخصوص سے ازالہ ممنوع ہی اس سے نفی ازالہ نہین ہوتی چنانچہ غصب کے مکان مین سنت پڑھنے سے سنت ادا
ہوگی لیکن ارتکاب نہی عنہ لازم آویگا کما کرہ تحریما استقبال قبلۃ و استدبارہا لاجل بول او غائط جیسے مکروہ تحریمی ہی قبلہ کا سامنا اور اسکو پیٹھ دینا پیشاب کر
یا ہگنے کے واسطے هم قبلہ کسی جہت مین ہو اسکا استقبال اور استدبار ممنوع ہی اور یہ جو حدیث مین وارد ہی کہ مشرق مغرب کی طرف بول براز کے واسطے بیٹھا کرو تو اسکے
حق مین ہی جنکا قبلہ مشرق اور مغرب کی طرف نہین چنانچہ اہل مدینہ کا قبلہ جنوب کی طرف ہی فلو للاستنجاء لم یکرہ پھر اگر استنجا کرنے کے وقت استقبال یا استدبار
قبلہ ہو تو مکروہ نہین یعنی مکروہ تحریمی نہین یعنی کراہت تنزیہی ثابت ہی کیونکہ ترک ادب ہی کذا فی الطحطاوی و لو فی بنیان لاطلاق النہی اور استقبال اور استدبار
قبلہ مکروہ ہی اگرچہ عمارت کے اندر ہو جیسے میدان مین مکروہ ہی بسبب مطلق ہونے نہی کے یعنی حدیث شریف مین عمارت اور میدان کی قید نہین تو ہر مقام مین
کراہت ثابت ہو فان جلس مستقبلا لہا غافلا ثم ذکرہ انحرف ندبا لحدیث الطبری من جلس یبول قبالۃ القبلۃ فذکرہا فانحرف عنہا اجلالا لہا لم یقم من مجلسہ حتی
یغفر لہ ۔ اگر قبلہ کے سامنے بیٹھا غفلت سے پھر اسکو یاد آیا تو پھر جاوے اسکی طرف سے استحباب کی راہ سے بدلیل حدیث طبرانی کہ جو بیٹھا پیشاب کرنے کو قبلہ کے سامنے
پھر اسکو یاد پڑا سو پھر گیا اسکی طرف سے قبلہ کی تعظیم اور تکریم کی وجہ سے تو کھڑا نہو گا اپنی نشست گاہ سے یہانتک کہ بخشا جاویگا ان امکنہ و الا فلا بأس
اگر ممکن ہو قبلہ کی طرف سے پھرنا اور اگر ممکن نہو تو کچھ ڈر نہین عدم انحراف سے و کذا یکرہ ہذہ تحریما و التنزیہیۃ للمرأۃ امساک صغیر لبول او غائط
نحو القبلۃ اور اسی طرح عورت کو مکروہ ہی تھامنا صغیر کا پیشاب یا ہگنے کے واسطے قبلہ کی طرف شارح نے کہا کہ یہ کراہت کے اقسام شامل ہین کراہت تحریمی
اور تنزیہی دونون کو و کذا مد رجلہ الیہا اور اسی طرح پانون پھیلانا قبلہ کی طرف مکروہ ہی هم طحطاوی نے کہا کہ یہ کراہت تنزیہی ہی و استقبال شمس و قمر
لہما ای لاجل بول او غائط اور مکروہ ہی سامنا سورج اور چاند کا پیشاب یا ہگنے کے واسطے و بول و غائط فی ماء و لو جاریا فی الاصح و فی البحر انہا
فی الراکد تحریمیۃ و فی الجاری تنزیہیۃ اور مکروہ ہی بول اور براز پانی مین اگرچہ جاری پانی ہو صحیح تر قول مین اور بحر الرائق مین ہی کہ آب بستہ مین کراہت تحریمی
ہی اور آب روان مین کراہت تنزیہی هم طحطاوی نے کہا مگر عذر سے مکروہ نہین چنانچہ کشتی اور جہاز سے اترنا ممکن نہو و علی طرف نہر او بئر او حوض
او عین او تحت شجرۃ مثمرۃ او فی زرع او فی ظل ینتفع بالجلوس فیہ اور مکروہ ہی بول یا براز نہر یا کنوئین یا حوض یا چشمہ کے کنارے پر یا پھلے درخت
کے نیچے یا کھیت مین یا اس سایہ مین جس سے لوگ فائدہ پاتے ہین اسمین بیٹھکر هم یہ سب کراہت تحریمی ہی کیونکہ اسکی نہی احادیث مین وارد ہی کذا فی الطحطاوی
انتفاع جلوس کی قید سے معلوم ہوا کہ جو سایہ آبادی سے دور ہو اسکے نیچے بول اور براز مکروہ نہین و بجنب مسجد و مصلی عید و فی مقابر و بین دواب
و فی طریق الناس اور مکروہ ہی مسجد اور عیدگاہ کے آس پاس اور قبرستان مین اور چوپایون کے درمیان اور لوگون کی راہ مین هم قبرستان مین وجہ
کراہت یہ ہی کہ میت کو تکلیف ہوتی ہی جس سے زندہ کو تکلیف ہوتی ہی اور ظاہر یہ کہ کراہت تحریمی ہی اسواسطے کہ فقہا نے تصریح کی ہی کہ جو قبرستان مین جدید راہ حادث

ہوائی ہوا میں چلنا حرام ہے تو بول و براز بطریق اولیٰ ممنوع ہوگا کذا فی الطحطاوی و فی مہب ریح و جحر فارۃ او حیۃ او نملۃ و ثقب اور ہوا چلنے کے مکان
میں اور چوہے یا سانپ یا چیونٹی کے بل میں اور ہر سوراخ میں نہ اور یعنی و فی موضع یمر علیہ احد او یقعد علیہ و بجنب طریق او قافلۃ او خیمۃ و فی اسفل الارض الی
اعلاہا یعنی میں اتنا زیادہ کہا ہے اور مکروہ ہے اس مکان میں جہاں کوئی گذرتا ہو یا وہاں بیٹھتا ہو اور راہ یا قافلہ یا خیمہ کے برابر اور پست زمین پر بیٹھکر بلند زمین
کی طرف پیشاب کرنا مکروہ ہے بیشک عود نجاست کی وجہ سے والتکلم علیہا اور مکروہ ہے بولنا بول و براز کرتے ہم اسواسطے کہ حق تعالی اسپر ناخوش ہوتا ہے اور بول و براز
کرتے خدا کا ذکر نکرے اور چھینک پر الحمد للہ نکہے اور چھینکنے والے کو دعا نکرے اور سلام کا جواب نہ دے اور نہ اذان کا جواب دے اور بلا ضرورت شرمگاہ اور
بول و براز کو نہ دیکھے اور نہ وہاں تھوکے نہ ناک کو جھاڑے اور نہ کھکارے اور چپ رہے اور بہت نہ بیٹھے اور اپنے بدن سے عبث فعل نکرے اور آسمان کی طرف نظر اٹھا
اور وہاں بہت نہ بیٹھے کہ بواسیر پیدا ہوتی ہے اور درد جگر حادث ہوتا ہے چنانچہ لقمان علیہ السلام سے مروی ہے اور مستحب ہے کہ نمازی کپڑوں کو وہاں نہ لیجاوے اگر
مقدور ہو نہیں تو خوب حفاظت کرے نجاست کے لگنے سے اور آپ بائیں قدم سے اور سر ڈھانپے اور داخل ہونے سے پہلے کہے (اللہم انی اعوذ بک من الخبث
والخبائث واعوذ بک من الرجس النجس الخبیث المخبث الشیطان الرجیم) اور مکروہ ہے وہاں وہ انگوٹھی لیجانا جسپر خدا کا نام یا قرآن لکھا ہو اور وہاں داخل ہوتے بایاں
پاؤں اول بڑھاوے اور کھڑے ہوکر شرمگاہ کو نہ کھولے اور دونوں پاؤں کو کشادہ کرکے بیٹھے اور بائیں پاؤں پر جھکا رہے اور جب فراغت پاوے تو کہے (الحمد للہ
الذی رفع عنی الاذی وعافانی) کذا فی الطحطاوی وان یبول قائما او مضطجعا او متجردا من ثوبہ بلا عذر اور مکروہ ہے پیشاب کرنا کھڑے ہوکر یا لیٹکر یا کپڑوں
سے برہنہ ہوکر بدون عذر کے ہم بلا عذر کی قید سب سے متعلق ہے اسواسطے کہ عذر سے کھڑے ہوکر پیشاب کرنا جائز ہے اسواسطے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے
کھڑے پیشاب کیا بیٹھنے کے درد کی وجہ سے کذا فی البحر او یبول فی موضع یتوضأ ہو او یغتسل فیہ لحدیث لا یبولن احدکم فی مستحمہ ثم یتوضأ فیہ فان عامۃ الوسواس منہ یا مکروہ
ہے پیشاب کرنا اس مکان میں جہاں وہ شخص وضو کرتا ہے یا اس میں غسل کرتا ہے اس حدیث کی دلیل سے کہ ہرگز پیشاب نکرے کوئی شخص تم لوگوں میں سے اپنے غسلخانہ
میں اسواسطے کہ اکثر وسواس اسی سے پیدا ہوتا ہے فروع مسائل متفرقہ شارح کے یجب الاستبراء بمشی او تنحنح او نوم علی شقہ الایسر واجب ہے یعنی فرض ہے استبراء یعنی
پیشاب کے بعد خوب پاکیزگی اور صفائی حاصل کرنا پیادہ پا چل کر اور کھکار کر اور بائیں پہلو پر لیٹ کر ہم حدیث میں وارد ہے کہ خوب پاکیزگی حاصل کرو پیشاب سے
کہ اکثر عذاب قبر اسی سے یعنی عدم پاکیزگی سے ہوتا ہے ہم استبراء عبارت ہے ازالہ خارج سے تا اینکہ منقطع ہو جاوے کذا فی الطحطاوی ویختلف بطباع الناس او
استبرا مختلف ہوتا ہے لوگوں کے اختلاف طبائع کے سبب سے یعنی کسی کو جلد پاکیزگی حاصل ہوتی ہے کسی کو دیر سے کسی کو چلنے سے کسی کو کھکارنے وغیرہ سے و مع
طہارۃ المغسول تطہر الید و مغسول کی طہارت کے ساتھ ہاتھ بھی پاک ہو جاتا ہے یعنی جب دھونے کا محل پاک ہوا ہاتھ بھی اسکے ساتھ پاک ہوگیا اسکے علیحدہ
دھونے کی حاجت نہیں خواہ محل دھونے کا استنجا ہو یا سوا اسکے و شرط ازالۃ الرائحۃ عنہا و عن المخرج الا اذا عجز والناس عنہا غافلون اور طہارت میں شرط
ہے دور کرنا بدبو کا ہاتھ سے اور مخرج نجاست سے مگر جبکہ عاجز ہو آدمی بو کے دفع کرنے سے یعنی ہر چند دھوتا ہے بدبو دفع نہیں ہوتی تو اب معاف ہے اور لوگ
اس شرط سے غافل اور بیخبر ہیں ہم ہاتھ سے بدبو کا دفع ہونا سونگھنے سے معلوم ہوتا ہے اور مخرج سے معلوم ہونا ظن غالب کے حاصل ہونے سے کذا فی الطحطاوی
استنجی المتوضی ان علی وجہ السنۃ بان ارخی انتقض والا لا یا وضو شخص نے استنجا کیا اگر استنجا مسنون وجہ سے کیا اسطرح کہ مخرج کو ڈھیلا کرکے استنجا کیا تو وضو
ٹوٹ گیا اور اگر بطریق سنت کے استنجا نکیا تو وضو نہ ٹوٹا ہم او مشی علی نجاسۃ ان ظہر عینہا تنجس والا لا یا چلا نجاست پر اگر نجاست کی ذات ظاہر ہوئی
بدن یا کپڑے یا پاؤں یا موزہ یا جوتی پر تو ناپاک ہوا اور نہ ناپاک نہوا ہم نور الایضاح میں لفظ عین کے عوض میں اثر کا لفظ وارد ہے اور یہی بہتر ہے
کہ بو وغیرہ کو بھی شامل ہو کذا فی الطحطاوی ولو وقعت فی نہر فاصاب ثوبہ ان ظہر اثرہا تنجس والا لا اور اگر نجاست گری نہر میں پھر آدمی کے کپڑے
پر وہ پانی پڑا اگر نجاست کا اثر یعنی رنگ یا بو ظاہر ہوا تو کپڑا ناپاک ہوا اور اگر ایسا نہیں تو ناپاک نہیں [illegible]

تنجس والا لا پاک کپڑا لپیٹا گیا اس ناپاک کپڑے میں جو تر ہو گیا ہے پانی سے اگر پاک کپڑا اس قدر تر ہو کہ جو اسکو نچوڑیے تو ٹپکے تو وہ ناپاک ہو گیا اور اگر ایسا نہیں تو
ناپاک نہیں اگرچہ نم ہو گیا ہو ولو لف فی مبتل بنحو بول ان ظہر نداوتہ او اثرہ تنجس والا لا اور اگر پاک کپڑا لپیٹا گیا اس ناپاک کپڑے میں جو تر ہو گیا ہے
پیشاب کے مانند نجس پانیوں سے تو اگر اسکی تراوت یا اثر اس کا ظاہر ہوا تو پاک کپڑا ناپاک ہو گیا اور اگر تراوت یا اثر ظاہر نہیں تو ناپاک نہیں فارۃ وجدت
فی خمر فرمیت فخلل ان منتفخۃ تنجس والا لا چوہا نکلا شراب میں سے پھینکا گیا پھر وہ شراب سرکہ بن گئی اگر چوہا پھٹا ہوا تھا تو سرکہ ناپاک ہے اور اگر ایسا نہیں تو پاک
نہیں لانہم تسبخ اجزاء چوہے کے شراب میں ملنے سے شراب کے منقلب ہو جانے سے چوہے کے اجزاء بعینہ منقلب بطہارت نہیں ہو سکتے وقع خمر فی خل
ان قطرۃ لم یحل الا بعد ساعۃ وان کوزا حل فی الحال شراب آبگری سرکہ میں اگر ایک قطرہ گرا تو سرکہ کھانا حلال نہیں مگر ایک ساعت کے بعد اور اگر شراب
کوزہ بھر ہو تو وہ سرکہ فی الحال حلال ہے ہم دیکھا سکی یہ ہے کہ ایک قطرہ میں ... بعض سے انقلاب عین پر استدلال کیجئے تو کچھ توقف کرنا چاہئے اور
اگر کوزہ بھر شراب سرکہ میں گری اور اسکا مزہ اور بو باقی نہ رہا تو صاف معلوم ہو گیا کہ وہ منقلب بسرکہ ہو گئی کذا فی الحلبی فارۃ وجدت فی قمقمۃ ولم یدر بل
ماتت فیہا ام فی جرۃ ام فی بئر یحمل علی الحقیقۃ مردہ چوہا پایا گیا لوٹے میں اور معلوم نہیں کہ وہ لوٹے میں مرا یا گھڑے میں یا کنوئیں میں تو اسکا مرنا لوٹے میں
محمول ہوگا یعنی اسواسطے کہ حادث کی اضافت اسکی اقرب اوقات کی طرف ہوتی ہے کذا فی الحلبی ثلث قرب من سمن و عسل و دبس اخذ من کل حصۃ و
خلط فوجد فیہ فارۃ تضعہا فی الشمس فان خرج منہا الدہن فسمن والا فان بقی بحال الجمد فالعسل او سلطا فالدبس تین مشکیں ہیں گھی اور شہد اور شیرہ خرما
کی ہر ایک سے حصہ لیا گیا اور باہم مخلوط کیا گیا سو اسمیں مردہ چوہا نکلا تو اس مخلوط کو آفتاب میں رکھ پھر اگر اس چوہے سے چکنائی نکلے تو
گھی ناپاک ہے اور اگر چکنائی نہیں نکلی تو اگر بحال آب بستہ جما ہوا باقی رہا تو شہد ناپاک ہے یا پھیل کر پانی چپ چپا تار رہا تو شیرۂ خرما ناپاک ہے یعنی اسلیے کہ دھوپ میں
گھی پگھل جاتا ہے اور شہد جما رہتا ہے اور شیرۂ خرما نرم ہو جاتا ہے ولعل بخبر الحرمۃ فی الذبیحۃ و بخبر الحل فی الماء والطعام عمل کیا جائے حرمت کی خبر پر ذبیحہ میں
اور حلت کی خبر پر پانی اور کھانے میں ہم یعنی ذبیحہ اور پانی اور طعام کی حرمت اور حلت میں دو خبریں متعارض مسموع ہوں یعنی ایک متقی کہتا ہے
کہ یہ حلال ہے دوسرا کہتا ہے کہ حرام ہے تو ذبیحہ میں اسکو حرام سمجھنا چاہیے اسواسطے کہ ذبیحہ میں اصل حرمت ہے کیونکہ ذبح حیوان کی تعذیب ہے اور پانی اور
طعام میں اصل حلت ہے تو دونوں خبروں کو ساقط الاعتبار کرکے اصل پر عمل کرنا چاہیے تحری فی ثیاب اقلہا طاہر تحری کرے یعنی سوچے اور اٹکل
دوڑاوے پاک کے دریافت کرنے میں ان کپڑوں میں جو آدھے سے کم پاک ہیں اور اکثر ناپاک ہیں ہم جب سوچنے سے ایک کپڑا پاک ٹھہرا تو اسی میں
نماز پڑھے اگرچہ نقض تحری جائز نہیں مگر قبلہ میں ہاں اگر اسمیں نجاست ظاہر ہے تو دوسرا کپڑا سوچ کر اختیار کرے کذا فی الطحطاوی وفی اوان اکثرہا
طاہر لا اقلہا بل یتحکم بالاغلب الا لضرورۃ شرب اور سوچ کرے پانی کے ان برتنوں میں جنمیں اکثر یعنی آدھے سے زیادہ پاک ہیں نہ ان برتنوں میں
جو آدھے سے کم پاک ہیں بلکہ غالب پر حکم کرنا چاہئے یعنی سب کو ناپاک جانیے مگر پینے کی ضرورت سے اقل میں بھی سوچ پر عمل کرے یحرم اکل لحم انتن
لاسمن ولبن حرام ہے کھانا اس گوشت کا جو سڑ گیا نہ گھی اور دودھ ایسی سڑی چیز کا ہم طحطاوی نے کہا اسواسطے کہ سڑا گھی ضرر نہیں کرتا یعنی بخلاف
سڑے گوشت کے تغیر کے بعد اور دیکھا صاحب یوکل لحم بغیر غسلہ و فی خشیہ لا جو نکلے سوکھی منگنی یا لید میں تو دھونے کے بعد کھائے جاویں اور اگر گوبر میں
نکلے تو نکھائے جاویں مرارۃ کل حیوان کبولہ وجرتہ کزبلہ پتا ہر جانور کا اسکے پیشاب کے مانند ہے اور جگالی ہر جانور کی اسکے سرگین کے مانند ہے یعنی جو بول
ماکول اللحم کی طہارت کا قائل ہے وہ اسکے پتے کو بھی طاہر کہتا ہے وحکم العصیر حکم الماء بجل اور گھاس کے رس کا حکم پانی کے مانند ہے یعنی جیسے نجاست حقیقی پانی
سے دور ہوتی ہے ویسی ہی رس سے اور جیسا آب کثیر وقوع نجاست سے ناپاک نہیں ہوتا ویسا ہی وہ بھی اگر دہ در دہ ہو تو ناپاک نہوگا رطوبۃ الفرج طاہرۃ خلافا لہما
عورت کی شرمگاہ کی رطوبت پاک ہے امام کے نزدیک ناپاک ہے صاحبین کے نزدیک العبرۃ للطاہر من تراب او ماء اختلطا بہ یفتی اعتبار پاک کا ہے مٹی یا پانی سے

کہ باہم مخلوط ہو گئی اسی کا فتویٰ ہے یعنی پانی اور مٹی سے جو گارا بنا اگر ان میں سے ایک بھی پاک ہے تو گارا پاک ہے بقول ضعیف ہے بحر الرائق میں ہے کہ جب گارا بنا ناپاک پانی یا ناپاک مٹی سے تو صحیح قول یہ ہے کہ گارا ناپاک ہے دونوں میں کوئی ناپاک ہو یہی قول مختار ہے قاضیخان اور فقیہ ابو اللیث کا اور خلاصہ میں جو طہارت کی ہے تو جیہ کی ہے کہ ترکیب سے وہ دوسری چیز بن گئی وہ ظاہر الفہم نہیں اس واسطے کہ اس سے لازم آتا ہے کہ جن کا ان کا پانی یا گئی نجس ہو وہ پاک ہوں کیونکہ ترکیب سے اور شی ہو گئی وعلی ہذا سب مرکبات جبکہ انکے بعض مفردات ناپاک ہوں حالانکہ یہ ظاہر الفساد ہے کذا فی الحلبی مشی فی حمام ونحوہ لا ینجس مالم یعلم انہ غسالۃ نجس پیادہ پا چلا حمام اور اسکے مانند اور مکان میں جیسے غسل خانہ میں تو ناپاک نہ ہوگا جبتک یہ معلوم نہو جاے کہ جو پانی پاؤں میں لگا وہ نجاست کا دھوون ہے مراد یہ ہے کہ برہنہ پاؤں چلا تو بدون پاؤں دھوے نماز جائز ہے اور احتیاط یہ ہے کہ نماز کا اعادہ کرے کذا فی البحر لا یفنی اخذ الماء من النہر لانہ یصیر الماء راکدا پانی لینا اس نالی سے جسکا پانی حوض میں گرتا ہے نجاست ہے اس واسطے کہ حوض کا پانی بستہ غیر جاری ہو جائیگا مثلا یہ کہ اندر میں نجاست ہو تو پانی لینے سے حوض میں نجاست واقع ہوگی یا مستعمل اسمیں گریگا تو ناپاک ہوگا آب مستعمل کی نجاست کے قول پر طحطاوی نے کہا یہ قول ظاہر علی سبیل الاولویۃ ہے یا آب مستعمل کی نجاست پر مبنی ہے التکبیر الی الحمام لیس من المروۃ لان فیہ اظہار مقابہ الا انہ علم ان الحمام خالی رواج حمام میں غسل کے واسطے جانا مروت کے افعال سے نہیں ہے یعنی ہے شرمی ہے اس واسطے کہ اسمیں معایب کا ظاہر ہو کر مقام کا بہ بکا ہے یعنی جلدی جانے لوگوں کے اشنے حمام میں جانا صبح کے وقت ظاہر کرنا ہے رات کے جماع کا اور یہ ہے شرمی ہے طحطاوی نے کہا بہتر یوں تھا کہ شارح کہتا مقابہ کا یہ مثال کہتا اور وہ مقابہ کا ہے یعنی جماع ثیاب الفسقۃ واہل الذمۃ طاہرۃ فاسقوں اور ذمیوں کے کپڑے پاک ہیں جبتک انکے مستعمل کپڑوں میں نماز درست ہے تاوقتیکہ نجاست کا یقین نہو اور تجنیس میں ہے کہ ذمیوں کے پاجاموں میں نماز مکروہ ہے حلبی نے کہا شاید یہ وجہ ہے کہ وہ پیشاب سے نہیں بچتے بحلاف قمیص البول لیرلیقہ اہل فارس کا ویبا یعنی ریشمی کپڑا ناپاک ہے اسمیں پیشاب ڈالنے کی وجہ سے جو چمک کے واسطے اہل فارس ہیں کا پیشاب ڈالنا بالیقین معلوم ہے لہذا اسکو ناپاک کہا اسی طرح جب انگریزی کپڑے میں نجاست کا پڑنا بالیقین معلوم ہو اسکو ترک کرنا چاہیے اور فقط احتمال سے ترک کرنا ضرور نہیں اس واسطے کہ کپڑوں میں اصل حلت ہے رای فی ثوب غیرہ نجسا ان غلب علی ظنہ انہ لو اخبرہ ازالہا وجب والا لا فالامر بالمعروف علی ہذا ایک شخص نے دوسرے کے کپڑے میں نجاست دیکھی کہ وہ نماز کی مانع ہے یعنی درہم سے زیادہ ہے اگر اسکو اسکا ظن غالب حاصل ہو کہ اگر اسکو خبر کریگا تو وہ نجاست کو دور کریگا تو خبر دینا واجب ہے یعنی فرض ہے اور اگر اسکا ظن غالب نہو تو بتانا فرض نہیں تو امر بالمعروف کا فرض ہونا بھی اسی تفصیل پر ہے یعنی اگر ظن غالب ہو اسکا کہ وہ شخص عمل کریگا تو امر بالمعروف فرض ہے ورنہ فرض نہیں اور یہ بھی امر بالمعروف میں شرط ہے کہ اپنی ذات پر ضرر کا خوف نہو ورنہ وہ شخص مختار ہے چاہے کہے چاہے نکرے اور نہی عن المنکر میں یہ بھی ہے کہ خود مرتکب نہوتا ہو اس فعل کا جو منہی عنہ سے عظیم ہے اور وجوب فاسق پر بھی ثابت ہے اگرچہ اسکا امر اور نہی فائدہ بخش نہیں کذا فی الطحطاوی حمل السجادۃ فی زماننا اولی احتیاطا المادر واول بالسئل عنہ فی القبر الطہارۃ وفی الموقف الصلوٰۃ جانماز کا لیے پھرنا ہمارے زمانے میں بہتر ہے احتیاط کی راہ سے اس واسطے کہ حدیث شریف میں وارد ہے کہ قبر میں پہلے طہارت کا سوال ہوگا اور قیامت میں نماز کی اول پرسش ہوگی ہم شارح رحمۃ اللہ علیہ کے حسن بیان کو غور کرنا چاہیے کہ اختتام کتاب الطہارۃ اور آغاز کتاب الصلوٰۃ میں اس حدیث کو لایا غفر اللہ لہ ولنا بجاہ صاحب ہذا الحدیث صلی اللہ علیہ وسلم

کتاب الصلوٰۃ

یہ کتاب ہے نماز کے احکام اور مسائل کے بیان میں شروع فی المقصود بعد بیان الوسیلۃ یہ شروع ہے اصل مقصد میں کہ نماز ہے بعد بیان کرنے وسیلہ کے کہ طہارت ہے ولم یخل عنہا شریعۃ مرسل نماز سے خالی نہیں رہی کسی رسول کی شریعت یعنی یہ عبادت دائمی قدیمی ہے کبھی منسوخ نہیں ہوئی ولما صارت قربۃ بواسطۃ الکعبۃ کانت دون الایمان لانہ بل من فروعہ اور جبکہ شریعت محمدی میں نماز عبادت ٹھہری بواسطہ کعبہ معظمہ کے تو کمتر ہوئی ایمان سے نہ ایمان

اجزاے بلکہ وہ ایمان کے فروع سے ہو تم اسی ہی چونکہ ایمان بلا واسطہ عبادت ہو اور نماز بواسطہ استقبال قبلہ عبادت ہو بلاواسطہ عبادت نہیں لہذا نماز ایمان میں داخل
نہیں بلکہ اسکی شاخ ہو باعتبار فعل کے اور باعتبار اسکے علم کے یعنی اسکے فرض ہونے کی راہ سے تو وہ ایمان میں داخل ہو اسواسطے کہ ایمان عبارت ہو جمیع ارشادات قطعیہ
نبویہ کی تصدیق سے کذا فی الطحطاوی وہی لغۃ الدعا فنقلت شرعا الی الافعال المعلومۃ وہو الظاہر لوجودہا بدون الدعاء فی الامی والاخرس اور نماز لغت عرب میں بمعنی
دعا ہو پھر شرع میں منقول ہوئے افعال معلومہ یعنی رکوع اور سجود وغیرہ کی طرف اور یہی منقول ہونا ظاہر الفہم ہو بسبب موجود ہونے نماز کے بدون دعا کے جاہل اور گونگے
کی نماز میں ہم شارح نے اشارہ کیا کہ صلوۃ منقول شرعی ہو منقول شرعی وہ ہو جسمیں معنی لغوی باقی نہو اور جمہور کا مذہب یہ ہو کہ صلوۃ دعا میں حقیقت ہو افعال مخصوصہ
کو صلوۃ اسواسطے کہا کہ انمیں دعا بھی داخل ہو کذا فی الطحطاوی ہی فرض عین علی کل مکلف بالاجماع نماز پنجگانہ فرض عین ہو ہر مسلمان عاقل بالغ پر
باجماع اہل اسلام ہم اجماع نماز پنجگانہ اسی امت کو مخصوص ہو کسی امت کو یہ اجماع حاصل نہوا اور عشا کی نماز بھی اسی امت کو خاص ہو کسی نے نہیں پڑھی اور اذان
اور اقامت اور شروع نماز میں اللہ اکبر کہنا اور آمین اور رکوع کرنا بھی امت محمدی کو مخصوص ہو چنانچہ ایک جماعت مفسرین نے اسکو ذکر کیا ہو اور نماز میں اللہم ربنا
ولک الحمد کہنا اور نماز میں گفتگو کا حرام ہونا بھی اسی امت کو خاص ہو چنانچہ جلال الدین سیوطی نے انموذج میں بیان کیا ہو اور بعضوں نے کہا کہ عشا کی نماز اول
حضرت موسی علیہ السلام نے پڑھی جبکہ مدین سے نکلے اور راہ بھول گئے تھے کذا فی الطحطاوی عینی شرح ہدایہ میں ہو کہ فجر کی نماز حضرت آدم علیہ السلام نے پڑھی
جبکہ بہشت سے نکلے اور اندھیرا ہو کر صبح ہوئی اور ظہر کی نماز حضرت ابراہیم علیہ السلام نے پڑھی جبکہ انکو ذبح فرزند کا حکم ہوا زوال آفتاب کے بعد اور عصر کی
نماز حضرت یونس علیہ السلام نے پڑھی جبکہ انکو مچھلی کے پیٹ سے نجات حاصل ہوئی اور مغرب کی نماز حضرت عیسی علیہ السلام نے اور عشا کی نماز حضرت موسی
علیہ السلام نے پڑھی ان حضرات نے شکرانہ نماز نفل پڑھی اور ہمپر فرض ہوئی انتہی مختصرا اور فرضیت اجماعی نماز کی سند یہ آیت ہو قرآن مجید کی کہ (اقیموا الصلوۃ) یعنے
اے مسلمانوں قائم کرو نماز کو وغیر ذلک من الآیات والاحادیث المشہورۃ فرضت فی الاسراء لیلۃ السبت سابع عشر رمضان قبل الہجرۃ لسنۃ ونصف وکانت قبلہ
صلوتین قبل طلوع الشمس وقبل غروبہا نماز فرض ہوئی معراج میں شب شنبہ رمضان شریف کی سترھویں تاریخ ڈیڑھ برس ہجرت سے پہلے اور معراج سے پہلے
دو نمازیں تھیں ایک تو آفتاب کے نکلنے سے پہلے اور دوسری اسکے ڈوبنے سے پہلے کذا فی الشمنی ہم یہ جو شارح نے معراج کا ہونا رمضان شریف میں ذکر کیا سو
ایک قول ہو اور دوسرا قول یہ ہو کہ معراج رجب میں ہوئی تھی اور یہی لوگوں میں مشہور ہو اور امام نووی نے سیر روضہ میں اسی کو ذکر کیا ہو وان وجب ضربا ابن
عشر علیہا بید لا بخشبۃ لحدیث مروا اولادکم بالصلوۃ وہم ابناء سبع واضربوہم وہم ابناء عشر نماز فرض ہو عاقل بالغ مسلمان پر اگرچہ واجب ہو دس برس والے لڑکے کو
ترک نماز پر مارنا ہاتھ سے نہ لکڑی سے اس حدیث کی دلیل سے کہ اپنی اولاد کو نماز کا حکم کرو جس حال میں کہ وہ سات برس کے ہوں اور انکو مارو جبکہ وہ دس برس
کے ہوں ہم ہر چند حدیث میں مطلق ضرب مذکور ہو لیکن چونکہ لکڑی کی مار مکلف کی جنایت میں وارد ہو اور صغیر محل جنایت نہیں لہذا اسکی ضرب ہاتھ پر محمول
ہوئی نہ لکڑی پر اور صغیر کی ضرب باوجود عدم فرضیت نماز کے اسواسطے مشروع ہوئی تاکہ اسکو نماز کی اسی عمر سے عادت پڑجاے طحطاوی نے کہا کہ صغیر کو تین بار
ضرب متوسط تسلیم مارنا چاہیے قلت والصوم کالصلوۃ علی الصحیح کما فی صوم القہستانی معزیا للزاہدی وفی حظر الاختیار انہ یومر بالصوم والصلوۃ وینہی عن
شرب الخمر لیالف الخیر ویترک الشر میں کہتا ہوں اور روزہ نماز کے مانند ہو حکم کرنے اور مارنے میں بنا بر صحیح قول کے چنانچہ قہستانی کی کتاب الصوم میں
زاہدی سے منقول ہو اور اختیار شرح مختار کی کتاب الحظر میں ہو کہ صغیر کو امر کرنا چاہیے روزہ اور نماز کا اور روکنا چاہیے شراب پینے سے تاکہ اسکو
نیکی کی عادت پڑے اور بدی کو چھوڑے ہم مراد یہ ہو کہ صغیر کو تمام مامورات کا امر کرنا اور جمیع منہیات سے روکنا چاہیے تو صوم اور صلوۃ اور شراب کی
کچھ خصوصیت نہیں ویکفر جاحدہا لثبوتہا بدلیل قطعی اور نماز کا انکار کرنے والا کافر ہو جاتا ہو بسبب ثابت ہونے نماز کے دلیل قطعی سے یعنے قرآن واحادیث
اور اجماع کی یقینی دلیل سے نماز ثابت ہو جسمیں کچھ احتمال نہیں ہو منح الغفار میں ہو کہ منکر نماز کا حکم مرتد کا حکم ہو وتارکہا عمدا مجانۃ ای تکاسلا

فاسق یحبس حتی یصلی لانہ یحبس لحق العبد فحق الحق احق وقیل یضرب حتی یسیل منہ الدم وعند الشافعی یقتل بصلوٰۃ واحدۃ حدا وقیل کفرا اور نماز کا
قصداً چھوڑنے والا سستی اور کاہلی کی راہ سے گنہگار ہے قید کیا جاوے یہاں تک کہ نماز پڑھے اسواسطے کہ مکلف محبوس ہوتا ہے حق آدمی کے سبب سے
تو خدا کے حق میں حبس کرنا زیادہ تر سزاوار ہے اور بعض نے یعنی امام محبوبی نے کہا کہ تارک الصلوٰۃ مارا جاوے یہاں تک کہ اسکا خون جاری ہو اور امام شافعی رح
کے نزدیک تارک الصلوٰۃ قتل کیا جاتا ہے ایک نماز کے چھوڑنے سے یہ قتل ہے حد کی راہ سے اور دوسرا قول یہ ہے کہ قتل ہے کفر کی راہ سے ہم اسی طرح رمضان کا
تارک الصوم واجب الحبس ہے اور شافعی کے مانند مالک اور احمد کے نزدیک بھی مفتی تارک الصلوٰۃ متکاسل لازم القتل ہے لیکن کسی کے نزدیک وہ کافر نہیں
سوا امام احمد کے کذا فی الطحطاوی ویحکم باسلام فاعلها بشروط اربعۃ ان یصلی فی الوقت مع جماعۃ مؤتمّا متمّا اور حکم کیا جاتا ہے نماز پڑھنے والے کے
مسلمان ہونے کا چار شرطوں کے ساتھ یہ کہ نماز پڑھے بیچ وقت کے جماعت کے ساتھ امام کے پیچھے نماز کو پورا کرے کیونکہ اس طرح نماز پڑھنا امت محمدی کا
میں مخصوص ہے لہذا اسکے فاعل پر اسلام کا حکم ہوا وقت کی قید اسواسطے لگائی کہ وہ دلیل ہے فرضیت نماز کی اعتقاد کے برخلاف قضا کرنے کے کہ اس میں
احتمال ہے بلا اعتقاد فرضیت وقت قضا کا اور چونکہ جماعت مقتدی اور امام دونوں کو شامل تھی لہذا [illegible] قید لگائی [illegible] اسواسطے اقتدا
اتباع سبیل مومنین پر دلالت کرتا ہے برخلاف امام ہونے کے کہ اس میں [illegible] کا بھی احتمال ہے تو جماعت ثابت نہ ہوگی [illegible]
کہ اسکو فاسد نہ کرے کذا فی الطحطاوی وکذا لو اذن فی الوقت او سجد للتلاوۃ او زکی السائمۃ وصار مسلما اور اسی طرح اگر [illegible] میں اذان دی یا
قرآن کا سجدہ کیا یا چرنے والے جانوروں کی زکوٰۃ ادا کی تو وہ مسلمان ٹھہریگا ہم اسواسطے کہ یہ امور خصوصیات اہل اسلام سے ہیں لا لو صلی فی غیر الوقت
او منفردا او اماما او افسدہا او فعل بقیۃ العبادات لانہا لا تختص بشرعنا مسلمان نہ ٹھہریگا اگر ایک شخص نے غیر وقت میں نماز پڑھی یا تنہا یا امام ہوکر
نماز پڑھی یا نماز کو فاسد کر ڈالا یا ان مذکورات کے سوا باقی عبادات ادا کئے اسواسطے کہ امور مذکورہ ہماری شریعت محمدی کے ساتھ مخصوص نہیں ہیں
باقی عبادات چنانچہ زکوٰۃ اموال غیر سوائم اور روزہ اور حج غیر کامل اور صدقات امت محمدی میں مخصوص نہیں ہیں کہ حج بیت کا اہتمام کرنا اور قربانی بھی
پہلی امت کی خصوصیات سے ہے تو انکو بھی مستثنیٰ کرنا چاہیئے کذا فی البحر ونظمها صاحب النہر فقال سہ وکافر فی الوقت صلی باقتدا متمّا صلوٰۃ
لا مفسدا او اذن ایضا معلنا او زکی سوائم کان سجد تزکی مسلم لا بالصلوٰۃ منفردا والا الزکوٰۃ والصیام والحج زد [illegible] اور یہ خصوصیات زکوٰۃ
اسلام کو صاحب نہر الفائق نے نظم میں یوں کہا ہے اور کافر نے بیچ وقت میں نماز پڑھی امام کے پیچھے اپنی نماز کو پورا کرکے نہ فاسد کرکے یا اذان
بھی پکار کر کہی یا چرنے والے جانوروں کی زکوٰۃ ادا کی مانند سجدہ تلاوت کرنے کے پاک ہوکر تو وہ کافر ان افعال سے مسلمان ٹھہریگا نہ تنہا نماز پڑھنے
سے اور نہ اور اموال کی زکوٰۃ دینے سے اور نہ روزہ رکھنے سے اور نہ حج غیر کامل کرنے سے وہی عبادۃ بدنیۃ محضۃ فلا نیابۃ فیها اصلا لا بالنفس
کما صحت فی الحج ولا بالمال کما صحت فی الصوم بالفدیۃ للفانی لانہا انما تجوز باذن الشارع ولم یوجد اور وہ یعنی نماز صرف بدن کی عبادت ہے تو اسمیں نیابت
نہیں کسی طرح یعنی نہ جان کی نیابت جیسے حج میں صحیح ہے نہ مال کی نیابت جیسے کہ روزے میں درست ہے فدیہ دے کر شیخ فانی کو اسواسطے کہ نیابت یا فدیہ
تو فقط شارع کے اذن سے جائز ہوتا ہے سو وہ اذن نماز میں پایا نہیں گیا مع نماز محض عبادت بدنی ہے یعنے مرکب نہیں مال اور بدن سے جیسے کہ حج مرکب
ہے اور حج نفل میں دوسرے شخص کو نائب کرنا ہر طرح درست ہے اور حج فرض میں بشرط عجز دائمی صحیح ہے اور صوم کے فدیہ میں بھی عجز دائمی تا موت
شرط ہے مع الفقہاء میں ہے کہ نماز میں نیابت اسواسطے بھی درست نہیں کہ نماز میں شریعت کا مقصود ابتلا اور مشقت ہے سو وہ عبادات بدنیہ میں جان پر اور نفس
کی محنت کشی میں افعال مخصوصہ کے کرنے سے حاصل ہے اور نائب کے کرنے سے نفس کے نفس پر مشقت متحقق نہیں ہوتی تو نیابت مطلقا جائز نہیں مجمع
میں ہے قدرت میں انتہی یہاں تک ترادف العم تم الخطاب بحکم الوقت نماز کا سبب پایا ہونا ہے احسانات ربانی کا پھر حکم قرآنی پھر وقت نماز کا نام [illegible]

مفضی الی الحکمۃ ہے یا دن تاخیر کے کذا فی البحر تو نماز کا سبب حقیقی اوقات پنجگانہ میں تواتر نعمات ہی پھر حکم قرآن مجید کا چنانچہ (اقیموا الصلوٰۃ وان الصلوٰۃ کانت علی المؤمنین کتابا موقوتا) پھر سبب ظاہری وقت ہی اسواسطے کہ وجوب متجدد ہوتا ہی اوقات کے تجدد سے یہی علامت ہی سبب ہونے کی کذا فی الطحطاوی ای الجزء الاول منہا ان اتصل بہ الاداء والا فما ای جزء من الوقت یتصل بہ الاداء والا یتصل الاداء بجزء فالسبب ہو الجزء الاخیر وقت سبب ہی یعنی اسکا پہلا جزء سبب ہی اگر اسکے ساتھ ادا سے نماز متصل ہو اور اگر جزء اول میں نماز نہ پڑھے تو وقت کے جس جزء سے ادا سے نماز کا اتصال ہوگا وہی سبب ٹھہریگا اور اگر وقت کے کسی جزء سے ادا متصل نہوئی تو وقت کا پچھلا جزء سبب ہوگا ہم خلاصہ مقام یہ ہی کہ وجوب نماز میں وسعت ہی تو جزء اول اور ثانی اور ثالث کی تاخیر سے نمازی گنہگار نہوگا حلبی نے کہا مختصر بیان یہ ہی کہ نماز کا سبب وقت کا وہ جزء ہی جس سے ادا متصل ہو والا جملہ وقت سبب ہی کذا فی الطحطاوی ولو ناقصا حتی تجب علی مجنون ومغمی علیہ افاقا وحائض ونفساء طہرتا وصبی بلغ ومرتد اسلم وان صلیا فی اول الوقت وقت کا پچھلا جزء سبب ہی اگرچہ ناقص ہو چنانچہ عصر میں ہوتا ہے کا زرد ہوجانا تو واجب ہوگی نماز مجنون اور غشی والے پر کہ وہ دونوں ہوش میں آ گئے پچھلے جزء میں اور حیض والی اور نفاس والی عورت پر کہ وہ دونوں پاک ہوگئیں اور صغیر پر کہ وہ بالغ ہوگیا اور مرتد پر کہ جزء اخیر میں مسلمان ہوا اگرچہ صغیر اور مرتد نے اول وقت میں نماز پڑھی ہو ہم جزء اخیر سے مراد وہ جزء ہی جو تکبیر تحریمہ کی گنجایش رکھتا ہو نہ وہ آن اور لحظہ جس میں اللہ اکبر کہنا نہو سکے تو اگر بعد افاقہ اور طہارت اور بلوغ اور اسلام کے بقدر تحریمہ وقت باقی ہی تو اسوقت کی نماز انپر واجب ہوگی اور نہیں تو نہیں اور کافر اصلی کا حکم مرتد کا حکم ہی اور نماز مرتد کی صورت یہ ہی کہ وہ مسلمان تھا اول وقت ظہر میں مثلا اسنے فرض نماز ادا کی پھر وہ معاذ اللہ مرتد ہو گیا پھر ظہر کے آخر وقت میں اسلام لایا تو وہ ظہر کی نماز کا اعادہ کرے کیونکہ پہلی نماز ارتداد سے باطل ہوگئی کذا فی الطحطاوی مختصرا

وبعد خروجہ یضاف السبب الی جملتہ لیثبت الواجب بصفۃ الکمال وانہ الاصل حتی یلزمہم القضاء فی کامل ہوا صحیح اور بعد نکل جانے وقت کے مضاف ہوگی سبب جمیع وقت کی طرف تاکہ واجب ثابت ہو کمال کی صفت پر اور حالانکہ ثبوت وجوب علی صفۃ الکمال ہی اصل ہی تو مجنون وغیرہ کو قضا کرنا لازم ہوگا کامل وقت میں نہ ناقص میں یہی قول صحیح ہی ہم تو اگر آج کی عصر فوت ہوئی اور کل یاد پڑی آخر وقت عصر میں غروب سے پہلے تو اسوقت قضا نکرے اسواسطے کہ وہ ناقص وقت ہی

ووقت صلوۃ الفجر قدمہ لانہ لا خلاف فی طرفیہ نماز فجر کا وقت شارح نے کہا مصنف نے فجر کے وقت کو مقدم کیا اسواسطے کہ اسکے دونوں طرفوں میں یعنی اسکے اول اور آخر میں خلاف نہیں اتفاق ہی امت کا برخلاف ظہر وغیرہ کے ہم اور یہ جو بعضوں نے اول فجر میں اختلاف کیا ہی کہ اول صبح ہی یا انتشار اسکا اور آخر وقت تد رہے آفتاب کی کرن کے طلوع تک ہی یا تیر انداز کو تیر گرنے کے مقام کے نظر آنے تک سو بسبب ضعیف ہونے اس قول کے لائق اعتماد کے نہیں کذا فی الطحطاوی واول من صلاہ آدم واول الخمس وجوبا اور اسواسطے فجر کو مقدم کیا کہ اول اسکو آدم علیہ السلام نے ادا کیا اور وہ پنجگانہ نماز کے پہلے ہی واجب ہونے کی راہ سے یعنی پنجگانہ نماز شب معراج میں فرض ہوئی تو اس رات کے بعد پہلے نماز فجر کی ٹھہری انس بن مالک سے روایت ہی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر شب معراج میں ۵۰ نمازیں فرض ہوئیں پھر کم ہوئیں یہانتک کہ پانچ ٹھہر گئیں پھر ندا ہوئی یا محمد ہمارے نزدیک بات نہیں بدلتی تمکو پانچ وقت کی نماز میں ۵۰ وقت کا ثواب ملیگا اس حدیث کو نسائی اور احمد اور ترمذی نے روایت کیا ہی کذا فی العینی شرح الہدایۃ وقدم محمد الظہر لانہ اولہا ظہورا وبیانا اور امام محمد بن حسن شیبانی نے جامع صغیر میں ظہر کو اول مذکور کیا ہی اسواسطے کہ وہ نماز پنجگانہ کے پہلے ہی باعتبار ظاہر ہونے اور بیان کرنے جبرئیل علیہ السلام کے ہم یہ قول مبنی ہی اسپر کہ جبرئیل علیہ السلام کی امامت اول ظہر کے وقت ہوئی تھی سب معراج کے بعد اور صبح کی امامت دوسرے دن ہوئی تھی امین وعدہ ائمتین میں مشہور یہی ہی

ہی کہ ابتدا امامت ظہر سے ہوئی کذا فی الطحطاوی ولا یخفی توقف وجوب الاداء علی العلم بالکیفیۃ فلذا لم یقض نبینا صلی اللہ علیہ وسلم الفجر صبیحۃ لیلۃ الاسراء اور پوشیدہ نہیں ہی موقوف ہونا وجوب ادا کا کیفیت نماز کی دانست پر تو اسیواسطے ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فجر کی نماز کی قضا نہ کی شب معراج کی صبح کو ہم یہ جواب ہی سوال مقدر کا حاصل سوال یہ ہی کہ جب فجر کی نماز پنجگانہ نماز کے اول ٹھہری تو نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے کیونکر ترک کی شب معراج کی صبح کو باوجودیکہ وہ واجب

ہو گئی تھی رات کو خلاصہ جواب یہ ہی کہ طریقہ ادا نماز کا معلوم نہ تھا اور بدون اُسکے ادا کرنا واجب نہیں اور یہ سوال وارد ہوتا ہی مشہور روایت پر نہ غیر مشہور پر
اگر کوئی کہے کہ وجوب کیونکر ثابت ہوگا بدون وجوب ادا کے ہم جواب دینگے کہ اسمیں کچھ استبعاد نہیں اسواسطے کہ جو شخص دار الحرب میں اسلام لایا اور
شرائع کو اُسنے مجملاً معلوم کیا تو اُسپر وجوب ثابت ہوگا اور ادا کرنا بالفعل کیفیت واجب نہوگا کذا فی الحلبی ای ثم ہل کان قبل البعثۃ متعبداً بشرع
احد المختار عندنا لا بل کان یعمل بما ظہر لہ من الکشف الصادق من شریعۃ ابراہیم وغیرہ پھر اسکو دریافت کرنا چاہیے کہ ہمارے حضرت نبوت سے پہلے
کسی نبی کی شریعت پر عبادت کرتے تھے یا نہیں جواب پسندیدہ ہمارے علماء کے نزدیک یہ ہی کہ کسی شریعت خاص پر عمل نکرتے تھے بلکہ اسپر عمل کرتے تھے جو کشف صادق
سے آپ کو ظاہر ہوتا تھا حضرت ابراہیم علیہ السلام وغیرہ کی شریعت سے وہ صحیح کو پہونچا اور صحیح یہ ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا عبادت کرنا
غار میں جبکا حرا نام ہی کذا فی البحر ابن اسحٰق وغیرہ نے ذکر کیا کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام ہر سال ایک مہینہ حرا میں تشریف لیجاتے تھے عبادت
کرنے کو بعضوں نے کہا عبادت آپکی ذکر تھی اور بعضوں نے کہا فکر تھی واللہ اعلم کذا فی الطحطاوی ہو اول طلوع الفجر الثانی و ہو
البیاض المنتشر المستطیر لا المستطیل نماز فجر کا وقت ہی ابتدا طلوع کرنے فجر ثانی سے اور وہ پھیلی ہوئی سفیدی ہی جو پھیلی کنارہ آسمان میں عرض میں اور
چوڑی نہ لمبی ہی فجر دو قسم ہی اول اور ثانی فجر اول طویل ہوتی ہی جسکو حدیث میں فرمایا بھیڑیئے کی دم وہ سفیدی ہی مستطیل پھر سیاہی وہاں ہو جاتی ہی
لہذا اُسکو صبح کاذب کہتے ہیں اُسوقت تک عشا کی نماز کا وقت ہی اور صائم کو کھانا درست ہی صبح کی نماز اسوقت جائز نہیں اور فجر ثانی افق میں
معترض اور منتشر یعنی داہنے اور بائیں پھیلی اور چوڑی ہوتی ہی دمبدم اُسکی روشنی زیادہ ہوتی جاتی ہی اسکو صبح صادق کہتے ہیں اور یہی وقت ہی
ابتدا نماز فجر کا اُسوقت صائم کو کھانا درست نہیں الی قبیل طلوع ذکاء بالضم غیر منصرف اسم الشمس نماز فجر کا وقت شروع فجر ثانی سے آفتاب کے
نکلنے تک تھوڑا سا پہلے شارح نے کہا ذکا بضم ذال معجمہ غیر منصرف آفتاب کا نام ہی ہم چونکہ حدیث امامت جبرئیل مواقیت نماز میں اصل ہی
اور مشہور لہذا اُسکا ذکر کرنا عینی شرح ہدایہ سے مناسب مقام ہی اور موجب برکت معلوم کرنا چاہیے کہ اس حدیث کو بہت صحابیوں نے روایت
کیا ہی ازانجملہ ابن عباسؓ اور عبد اللہ بن مسعودؓ اور ابوہریرہؓ اور عمرو بن حزم اور ابوسعید خدری اور انس بن مالک اور ابن عمر اور بریدہ اور ابو موسیٰ
اشعری اور براء بن عازب اور جابر ہیں رضی اللہ عنہم سوا ابن عباس کی حدیث کو ابو داؤد اور ترمذی نے روایت کیا اُنھوں نے کہ رسول خدا صلی اللہ
علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری امامت کی جبرئیل علیہ السلام نے بیت اللہ کے نزدیک دوبار تو ظہر ادا کی پہلی بار جس وقت کہ سایہ اصلی مثل شراک یعنی تسمہ نعلین کے
مانند تھا پھر عصر پڑھی جبکہ سایہ ہر چیز کا اُسکے برابر تھا پھر مغرب پڑھی جبکہ آفتاب ڈوبا اور روزہ کھولنے کا وقت آیا پھر عشا پڑھی جبکہ شفق ڈوبا
پھر فجر کی نماز پڑھی جبکہ فجر چمکی اور صائم پر کھانا حرام ہوا اور دوسری بار ظہر پڑھی جبکہ سایہ ہر چیز کا اُسی چیز کے برابر ہو گیا کل کے عصر کے وقت
پھر عصر پڑھی جبکہ سایہ ہر شی کا اُسکے دو چند تھا پھر مغرب پڑھی پہلے دن کے وقت پر پھر عشا پڑھی جبکہ تہائی رات گئی پھر صبح پڑھی جبکہ زمین روشن
ہو گئی پھر جبرئیل علیہ السلام میری طرف ملتفت ہوئے اور کہا اے محمدؐ یہ وقت ہی تجھسے پہلے انبیا کا اور وقت ہی مابین ان دونوں وقتوں کے ترمذی
نے کہا یہ حدیث حسن ہی اور اسکو ابن حبان نے اپنی صحیح میں اور حاکم نے اپنی مستدرک میں اور ابن خزیمہ نے اپنی صحیح میں روایت کیا ہی کذا فی البنایۃ
شرح الہدایۃ للعینی و وقت الظہر من زوالہ ای میل ذکاء عن کبد السماء الی بلوغ الظل مثلیہ اور ظہر کا وقت آفتاب کے زوال سے یعنی آفتاب
کے ڈھلنے سے وسط آسمان سے ہر شی کے سایہ کے دو چند ہونے تک سواے فیٔ زوال کے اول وقت میں خلاف نہیں آخر وقت میں اختلاف ہی امام اعظم کے
نزدیک مثلین تک ہی یعنی دونا سایہ ہونے تک ظہر کی روایت ہیں بدائع میں کہا کہ یہی قول صحیح اور ظاہر الروایۃ ہی اور محیط میں ہی کہ امام ہی کا قول صحیح
ہی اور محبوبی نے اسی کو مختار کہا اور نسفی نے اسی پر اعتماد کیا اور صدر الشریعہ نے اسی کو ترجیح دی اور غیاثیہ میں کہا وہو المختار اور شرح مجمع میں کہا کہ

اختیار کیا متون نے اسی کو پس حکم کیا اور تصحیح کی اسی پر اسی طرح ہے کذا فی الطحطاوی عن الحموی بعد مثلہ ہو قولہما و زفر والائمۃ الثلاثۃ قال الامام الطحاوی وبہ ناخذ
فی غرر الاذکار ہو الماخوذ بہ و فی البرہان وہو الاظہر لبیان جبرئیل وہو نص فی الباب و فی الفیض وعلیہ عمل الناس الیوم وبہ یفتی اور امام سے
ایک مثل کی روایت ہے یعنی حسن نے امام سے روایت کی کہ جب سایہ ہر چیز کا برابر اس چیز کے ہو گیا ظہر کا وقت آخر ہو گیا اور یہی صاحبین کا قول ہے
اور زفر اور تینوں اماموں کا یعنی امام شافعی اور امام مالک اور امام احمد کا امام طحاوی نے کہا اور اسی قول کو ہم لیتے ہیں اور غرر الاذکار میں ہے کہ یہی قول
لیا گیا ہے یعنی اسی پر عمل ہے اور برہان میں ہے کہ یہی قول ظاہر تر ہے کہ جبرئیل علیہ السلام کے بیان کر دینے سے اور قول جبرئیل باب مواقیت میں نص
صریح ہے اور فیض میں ہے کہ اسی پر لوگوں کا آج عمل ہے اور اسی کا فتوی ہے ہم بحر الرائق میں ہے کہ طحاوی کا قول اسپر دلالت نہیں کرتا کہ یہی مذہب صحیح ہو
تصحیحات متقدمہ کے مذکور ہونے کے بعد اور سراج وہاج میں ہے کہ شیخ الاسلام نے کہا کہ احتیاط اسی میں ہے کہ ظہر کی نماز ایک مثل تک تاخیر نہ کرے اور عصر کی نماز
نہ پڑھے جب تک دو مثلین تک سایہ نہ پہنچے تاکہ دونوں نمازیں اپنے وقتوں پر بالاتفاق ادا ہوں کذا فی الطحطاوی سوی فیء یکون للاشیاء قبیل الزوال
سوا اس سایہ کے جو سب چیزوں کا ہوتا ہے زوال آفتاب سے پہلے یعنی ٹھیک دوپہر میں آفتاب ڈھلنے سے پہلے جو ہر چیز کا سایہ باقی رہتا ہے
وہ ظہر اور عصر کے وقت سے خارج ہے یعنی مثل اور مثلین کے حساب میں داخل نہیں اسی سایہ کو فئے بر وزن شیء اور سایہ اصلی کہتے ہیں طحطاوی نے کہا فی الزوال
کو واسطے استثنا کیا کہ کاہے سایہ اصلی برابر ہوتا ہے ہر چیز کے بعضے مواضع میں ایام سرما میں اور کاہے دونا ہوتا ہے تو اگر مثل کو اعتبار کیجئے فی الزوال کے
پاس سے تو ظہر کا وقت نہ صاحبین کے نزدیک پایا جاوے نہ امام کے نزدیک یہ حال ہے وہاں کے لوگوں کا جنکے سروں پر آفتاب سامنے نہیں آتا لیکن
جن لوگوں کے سروں کے اوپر آفتاب آجاتا ہے وہاں مثل کا اعتبار فی الزوال کے پاس سے ہوتا ہے یعنی اسواسطے کہ وہاں سایہ اصلی معدوم ہوتا ہے و یختلف
باختلاف الزمان والمکان اور فی الزوال اور سایہ اصلی مختلف ہوتا ہے زمان اور مکان کے اختلاف سے موسم جاڑے میں سایہ اصلی بڑا ہوتا ہے اور گرما میں چھوٹا
اور جو بلاد کہ معدل النہار اور خط استوا کے قریب ہیں وہاں سایہ چھوٹا ہے اور جو بعید ہیں وہاں بڑا ہے اور جن بلاد کا عرض بلد مثل مکے کے مانند ہے وہاں سایہ اصلی
ایک دن بالکل معدوم ہوتا ہے یعنی جبکہ آفتاب نقطۂ سرطان میں داخل ہو اور سال بھر میں یہی دن بہت بڑا ہوتا ہے اور جن بلاد کا عرض بلد میل کلی
سے کم ہوتا ہے وہاں کا سایہ اصلی سال میں دو بار بالکل نابود ہو جاتا ہے چنانچہ مکہ معظمہ اور مدینہ طیبہ کذا فی الحلبی ولو لم یجد ما یغرز اعتبر بقامتہ وہی ستۃ اقدام
ونصف بقدمہ من طرف ابہامہ اور اگر نمازی سایہ شناسی کے واسطے وہ چیز نہ پاوے جسکو زمین پر گاڑ کر سایہ دریافت کرے تو اپنے قد کا اعتبار کرے
اور قد ہر آدمی کا ساڑھے چھ قدم کا ہوتا ہے اسی شخص کے قدم سے انگوٹھے کی طرف سے یہ کلام محذوف پر مرتب ہے اور معلوم ہوتا ہے بحر الرائق وغیرہ
کی عبارت سے اسمیں یوں ہے کہ زوال کی شناخت میں چند روایات ہیں انمیں صحیح تر یہ ہے یعنی ابو شجاع کی روایت کہ سیدھی لکڑی برابر زمین میں چاہئے
کسی وقت گاڑے اور سایہ کے سرے پر نشان کرے پھر اگر سایہ کم ہو جاتا ہو نشان مذکور سے تو آفتاب نہیں ڈھلا پھر اگر سایہ ٹھہر گیا زیادت اور نقصان
سے تو یہ وقت ہے ٹھیک دوپہر کا اور جسقدر سایہ اس وقت باقی رہا وہ فی الزوال اور سایہ اصلی ہے اور جبکہ سایہ فی الزوال کے خط سے بڑھا اور لمبا ہوا تو
معلوم ہوا کہ آفتاب ڈھل گیا چنانچہ ظہیریہ میں ہے اور مجتبی میں ہے کہ اگر کوئی لکڑی گاڑنے کو نہ ملے فی الزوال اور امثال کی شناخت کو تو اپنے قد سے
قیاس کرے ساڑھے چھ قدم طحاوی نے کہا جمہور مشائخ سات قدم کہتے ہیں اور جمع بین القولین یوں ہو سکتا ہے کہ آدمی کا قد سات قدم ساق کی سمت سے
ہوتا ہے اور ساڑھے چھ قدم انگوٹھے کی طرف سے انتہی اور مشہور سے وہ قول جو اسکے بعد ہے زیادہ تر آسان ہے وہ یہ ہے کہ آدمی قبلہ کے سامنے کھڑا ہو پھر جبکہ
آفتاب ابرو پر راست پڑا تو ڈھل گیا کذا فی الحلبی و قہستانی یعنی یوں ہے کہ جب آفتاب بائیں طرف سے ڈھلا تو بھی زوال کا وقت ہے انتہی ہم ہیں اور یسار کا
اختلاف باعتبار اختلاف بلاد کے ہوتا ہے کما فی حاشیۃ العینی عن السراج الوہاج و وقت العصر منہ الی قبیل الغروب اور عصر کا وقت سایہ مثلین ہونے سے آفتاب کے ڈوبنے

کذا فی الطحطاوی مگر یہ پہلا قول معتمد ہے اور یہ قول ضعیف ہے کہ آفتاب پہلے ڈوب گئے تک ہے فان غربت ثم عادت ہل یعود الوقت الظاہر نعم سو اگر
آفتاب ڈوب کر پھر نکل آیا تو عصر کا وقت دوسری بار عود کریگا یا نہیں جواب ظاہر ہے کہ اس وقت پھر آویگا ہم پہنچے شرح صاحب نہر کی بدلیل حدیث
ردشمس یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم علی مرتضیٰ کی گود میں سو گئے جب آپ جاگے تو معلوم ہوا کہ علی مرتضیٰ نے عصر کی نماز نہیں پڑھی تو فرمایا کہ
الٰہی علی تیری اور تیرے رسول کی طاعت میں تھا تو آفتاب کو پھیر دے سو آفتاب پھر نکل آیا یہاں تک کہ انہوں نے عصر کی نماز پڑھ لی اور یہ واقعہ
خیبر میں ہوا تھا اس حدیث کو طحاوی اور قاضی عیاض نے صحیح کہا ہے اور چند محدثین نے اسکو روایت کیا ہے اور طبرانی نے سند حسن سے اسکو روایت
کیا ہے اور جنہوں نے اسکو موضوع کہا ہے جیسے ابن جوزی انہوں نے خطا کی اور ہمارے قواعد بھی اسکے مخالف نہیں کذا فی الطحطاوی وہی الوسطیٰ للآثار
اور یہی عصر کی نماز وسطیٰ ہے بنا بر مذہب صحیح کے کہ حق تعالیٰ نے قرآن مجید میں فرمایا (حافظوا علی الصلوات والصلوٰۃ الوسطیٰ) یعنی محافظت کرو نمازوں پر اور نماز وسطیٰ
پر یعنی درمیان کی افضل نماز پر سو نماز وسطیٰ کی تعیین میں بیس قول ہیں جو ہمارے حاشیہ کی شرح میں مذکور ہیں از انجملہ ایک قول یہ ہے جو شامی نے ذکر کیا
واللہ اعلم و وقت المغرب منہ الی غروب الشفق وہو الحمرۃ عندہما وبہ قالت الثلاثۃ والیہ رجع الامام کما فی شرح المجمع وغیرہ فکان ہو المذہب
اور مغرب کا وقت آفتاب کے غروب ہونے سے شفق کے ڈوبنے تک اور شفق سے وہ سرخی مراد ہے جو غروب آفتاب کے بعد مغرب کی طرف ہوتی ہے صاحبین کے
نزدیک اور یہی کہا ہے تینوں اماموں نے اور اسی قول کی طرف امام اعظم نے رجوع کیا ہے چنانچہ مجمع وغیرہ کی شرحوں میں مذکور ہے تو یہی صاحبین کا قول مذہب ہوگا
اور امام اعظم کے نزدیک وہ سفیدی ہے جو سرخی کے بعد افق میں ہوتی ہے اور یہی قول ہے صدیق اکبر اور معاذ اور عائشہ کا اور ایک روایت ہے ابن
عباس اور ابو ہریرہ سے اور یہی مذہب عمر بن عبد العزیز اور اوزاعی اور مزنی اور ابن منذر اور خطابی کا اور یہی مختار مبرد اور ثعلب اہل لغت کا ہے اور دلیل
حدیث ہے کہ جبرئیل علیہ السلام نے نزول کیا اور فرمایا کہ نماز عشا کا وقت وہ ہے جبکہ افق سیاہ ہو جاوے ابن حبان نے اسکو اپنی صحیح میں روایت کیا ہے اور ابو داؤد
اور نسائی اور احمد نے نعمان بن بشیر سے روایت کی کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم عشا کی نماز اس وقت پڑھتے تھے جبکہ تیسری تاریخ کا چاند ساقط ہوتا تھا
کذا فی العینی اور محقق نے فتح القدیر میں امام کے قول کو ترجیح دی ہے اور کہا کہ شفق کو حمرت کہنا نہ امام کی روایت سے ثابت ہے نہ درایت سے اول تو اسوجہ سے
کہ امام کی ظاہر الروایت کے مخالف ہے اور ثانی تو بدلیل حدیث ابن فضیل کے کہ آخر وقت مغرب کا یہاں تک ہے کہ افق غائب ہو جاوے اور غائب ہوتا افق یعنی کنارہ
آسمان کا اس سفیدی کے ساقط ہونے سے ہوتا ہے جو سرخی کے بعد ہوتی ہے اور محقق کے شاگرد شیخ قاسم نے تصحیح قدوری میں کہا تو ثابت ہوا کہ امام ہی کا
قول صحیح تر ہے انتہی تو اس سے ظاہر ہوا کہ فتوی اور عمل نہیں مگر امام اعظم رح کے قول پر اور اسکو چھوڑ کر صاحبین کے قول کو یا کسی اور کے قول کو لینا نہ چاہیے
الا بضرورت ضعف دلیل یا تعامل کے اگرچہ مشائخ نے صاحبین کے قول پر فتوی دیا ہو چنانچہ اسی مسئلہ میں اور سراج میں ہے کہ صاحبین کا قول اوسع ہے اور
امام کا قول احوط کما فی البحر اور یہ جو درر میں ہے کہ یہاں صاحبین کے قول پر فتوی ہے نوح افندی نے اسکو یوں رد کیا ہے کہ اس پر اعتماد جائز نہیں اور امام کے قول پر
صاحبین کے قول کو ترجیح دینا درست نہیں مگر بوجہ ضعف دلیل کے یا بالضرورت یا بسبب تعامل یا اختلاف زمان کے حالانکہ ان چاروں امور سے کوئی متحقق
نہیں تو امام ہی کے قول پر عمل کرنا علی الخصوص جبکہ احتیاط بھی امام ہی کے مذہب پر ہو چنانچہ اس مسئلہ میں لازم ٹھہرا انتہی وقید بان التعامل علی خلافہ اگر
کوئی کہے کہ جب امام ایک جانب ہوں اور صاحبین دوسری جانب تو مفتی مختار ہے جس پر چاہے عمل کرے اسکے دو جواب ہیں ایک یہ کہ یہ حکم مفتی مجتہد پر محمول ہے اور جو مجتہد
نہیں تو اصح یہ ہے کہ امام ہی کے قول پر فتوی دے چنانچہ سراجیہ میں مصرح ہے اور دوسرا جواب یہ ہے کہ وہ بعض مشائخ کا قول ہے اور بعضوں کے نزدیک تو امام کے
قول کے ہوتے صاحبین کے قول پر عمل نہ چاہیے از انجملہ صاحب ہدایہ ہیں انہوں نے تجنیس میں کہا کہ میرے نزدیک واجب یہ ہے کہ امام کے قول پر ہر حال میں فتوی دیا جاوے
کذا فی الطحطاوی ملخصا و وقت العشاء والوتر منہ الی الصبح اور نماز عشا اور وتر کا وقت غروب شفق سے صبح تک ہے ولکن لا یصح ان یقدم علیہا الوتر الا ناسیا

وجوب الترتیب لانہما فرضان عند الامام ولیکن صحیح نہین عشا پر وتر کا مقدم کرنا مگر یہ بلکہ بسبب واجب ہونے ترتیب کے ہو واسطے کہ عشا اور وتر دونون
فرض ہین امام کے نزدیک ہم لیکن عشا فرض قطعی ہی اور وتر فرض عملی ہی اور صاحبین اور ائمہ ثلثہ کے نزدیک وتر سنت ہی والدلائل فی المبسوطات وفاقد
وقتہما کبلغار فان فیہا یطلع الفجر قبل غروب الشفق فی اربعینیۃ الشتاء اور نہ پانے والا عشا اور وتر کے وقت کا جیسے بلغار کے ساکن اسواسطے کہ بلغار
مین فجر طلوع کرتی ہی شفق کے غروب ہونے سے پہلے چلہ سرما مین ہم قاموس مین ہی کہ بلغار ایک شہر ہی ملک صقالبہ کا نہایت جانب شمال کے شدید البرد
اور یہ جو شارح نے چلہ سرما کو ذکر کیا سہو ہے اور ٹھیک یہ ہی کہ اقصر لیالی سال مین وہان عشا کا وقت نہین ہوتا چنانچہ بحر الرائق اور امداد الفتاح مین مذکور ہی
یعنی اول صیف مین جبکہ آفتاب حلول کرتا ہی راس سرطان مین تو اسوقت آفتاب زمین پر ۲۳ گھنٹے ٹھہرتا ہی اور ایک ساعت یعنی گھنٹہ بھر غروب
ہوتا ہی اور اس بلد کے حساب پر چنانچہ علم ہیئت مین اسکی تفصیل مذکور ہی کذا فی الطحطاوی عن الحلبی مکلف بہما فیقدر لہما نہ پانے والا عشا اور وتر کا مکلف
ان دونون کا یعنی اسپر عشا اور وتر کا قضا فرض ہی تو اندازہ کرے ان دونون نمازون کے واسطے یعنی جسقدر مدت کے بعد غروب ہونے سے پیچھے عشا اور وتر
ہوتی تھی اسیقدر مدت کے بعد دونون کو پڑھے یا بلاد قریبہ پر قیاس کرے ولا ینوی القضاء لفقد وقت الاداء بہ افتی البرہان الکبیر اور عشا اور وتر کے قضا کی
نیت نکرے وقت اداء کے نہونے کے سبب سے اسی کا فتوی دیا ہی برہان الدین کبیر نے ہم قضا کی نیت اسواسطے نکرے کہ قضا اسکو کہتے ہین جسکا وقت ہو اور فوت
ہوجاوے اور یہان وقت ہی نہین تو قضا بھی نہین واختارہ الکمال وتبعہ ابن الشحنۃ فی الغازہ وصححہ فزعم المصنف انہ المذہب اور فرضیت عشا اور وتر کو اختیار
کیا ہی کمال الدین صاحب فتح القدیر نے اور ابن شحنہ شارح وہبانیہ نے اسکی پیروی کی ہی اپنے الغاز (چیستان ۱۲) مین سو اسکی تصحیح کی ہی تو مصنف اس متن نے اسی
قول کو مذہب صحیح گمان کیا یعنی ولہذا اسکو متن مین داخل کیا برخلاف کنز کے اور کنز کے قول کی تضعیف کی چنانچہ اسکو اسکے بعد بصیغہ تمریض ذکر کریگا ہم شارح
نے اپنی تضعیف قول مصنف پر اشارہ کیا اور شرنبلالی نے امداد الفتاح مین اسکے ضعیف ہونے کی تصریح کی ہی کذا فی الطحطاوی وقیل لا یکلف بہما لعدم سببہما
اور بعضون نے کہا کہ عشا اور وتر کے وقت کا نپانے والا مکلف ان دونون نمازون کا نہین انکے سبب کے نہونے کی وجہ سے یعنی وجوب نماز کا سبب وقت ہی
اور انتفاء سبب مستلزم انتفاء مسبب ہی وبہ جزم فی الکنز والدرر والملتقی اور اسی عدم وجوب کا یقین کیا ہی متون ثلثہ یعنی کنز الدقائق اور درر اور ملتقی الابحر مین د
بہ افتی البقالی ووافقہ الحلوانی والمرغینانی اور اسیکا فتوی دیا علامہ بقالی نے اور انکی موافقت کی بعد مخالفت کے حلوانی اور مرغینانی نے ہم مجتبی مین ہی
کہ برہان الائمہ کے وقت مین استفتا وارد ہوا کہ ہم لوگ اپنے شہر مین عشا کا وقت نہین پاتے تو ہمپر عشا کی نماز واجب ہی یا نہین تو جواب یہ لکھا کہ تمپر واجب
نہین اور اسیکا ظہیر الدین مرغینانی نے فتوی دیا اور اسی کا استفتا بلغار سے وارد ہوا شمس الائمہ حلوانی پر تو قضا کرنے عشا کا فتوی دیا پھر خوارزم مین شیخ
بقالی سے بھی استفتا ہوا تو انھون نے عدم وجوب کا فتوی دیا سو انکا جواب حلوانی کو پہونچا تو ایک شخص کو بھیجا انکے پاس خوارزم مین کہ مجمع مین اسنے سوال
کرے کہ کیا کہتے ہو اس شخص کے حق مین جو پانچ فرضون مین سے ایک فرض کا انکار کرتا ہی وہ کافر ہی یا نہین تو شیخ بقالی مطلب سوال کا سمجھ گئے تو جواب دیا کہ
تم کیا کہتے ہو اس شخص کی نسبت جسکے دونون ہاتھ کہنیون سمیت یا دونون پانون ٹخنون سمیت کاٹے گئے اسکے وضو مین کتنے فرض ہین سائل نے جواب
دیا کہ تین فرض ہین بسبب نہونے محل چوتھے فرض کے بقالی نے کہا کہ اسی طرح پانچوین نماز بھی فرض نہین اسکے وقت کے نہونے سے پھر جبکہ یہ جواب حلوانی
کو پہونچا تو پسند کیا اور اس مسئلہ مین انکے موافق ہوگئے کذا فی الفتح ورجحہ الشرنبلالی والحلبی واوسعا المقال ومنعا ما ذکرہ الکمال اور عدم وجوب عشا کی
ترجیح دی شرنبلالی اور ابراہیم حلبی شارح منیہ نے اور اسمین بہت گفتگو کی ہی اور نہین مانا اس قول کو جو کمال الدین محقق نے فتح القدیر مین ذکر کیا ہی ہم خلاصہ
کلام محقق یہ ہی کہ قیاس عدم وجوب عشا سقوط غسل یدین مقطوعین پر قیاس مع الفارق ہی کیونکہ عدم محل فرض مین اور عدم سبب جعلی مین جو وجوب
خفی نفس الامری کی علامت ہو فرق صریح ہی علاوہ اسکے اخبار متواترہ شب معراج سے فرضیت صلوات خمسہ جمیع آفاق پر بلا تفصیل شریعت عام ہی

اور اسی طرح حدیث صحیح مسلم دلیل ہو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دجال کا ذکر کیا صحابہ نے کہا کہ وہ زمین مین کتنا ٹھہریگا فرمایا ۴۰ دن ایک دن سال
کے برابر اور ایک دن مہینے کے برابر اور ایک دن ہفتے کے برابر اور باقی دن تمہارے دنون کے مانند صحابہ نے کہا یا رسول اللہ سو جو دن کہ سال کے برابر ہو
اسمین ہمکو ایک دن کی نماز کفایت کریگی فرمایا نہین اسکے واسطے اندازہ کر لیا کرنا انتہی تو اسدن مین ۴۰۰ سے زیادہ عصر کی نماز واجب ہوئی مثل یا مثلین
کے سایہ ہو جانے سے پہلے انتہی کلام الکمال خلاصہ جواب جلی یہ ہو کہ جیسے صلوات خمسہ ٹھہر چکی ہین اسی طرح وجوب کے واسطے اسباب اور شروط ٹھہر گئے ہین
کہ بدون اُنکے وجوب نہین پایا جاتا ہو تو اگر صلوات خمسہ کا حکم عام اسباب اور شروط کے ساتھ مراد ہو تو مسلم ہو اور ہمکو مفید نہین اور اگر ہر فرد مکلف کا عموم مطلقاً
مراد ہو تو باطل ہو اسلیے کہ حائض اگر بعد طلوع آفتاب کے طاہر ہو مثلاً تو اُسپر اسدن فقط چار نمازین واجب ہین نہ پانچ اور حدیث دجال کی مخالف قیاس ہو
تو اُسپر غیر کو قیاس نہین کر سکتے وتمامہ فی الطحطاوی وغیرہ من المبسوطات قلت ولا یساعدہ حدیث الدجال لانہ وان وجب اکثر من ثلثمائۃ ظہر مثلاً قبل
الزوال لیس کمسئلتنا لان المفقود فیہ العلامۃ لا الزمان واما فیہا فقد فقد الامران مین کہتا ہون اور کمال الدین کو یہ حدیث نہین کرتی دجال کی حدیث
اسواسطے کہ اگرچہ وہان تین سو ظہر سے مثلاً زیادہ تر واجب ہونگے زوال آفتاب سے پہلے پر یہ اس مسئلہ کے مانند وہ دن نہین اسواسطے
کہ ایام دجال مین فقط علامت اوقات مفقود ہو نہ زمانہ مفقود نہین اور بلغار کی عشا اور وتر مین علامت اوقات اور زمانہ دونون مفقود ہین یعنی نہ علامت عشا
کی موجود ہو اور نہ اسقدر زمانہ ممتد ہو کہ مغرب اور عشا و صبح کے اوقات کے برابر ہو بلکہ بین غروب اور طلوع آفتاب کے فقط [illegible] مغرب اور صبح کے
زمانہ ہوتا ہو ہم شارح کا یہ کلام مسلم نہین اسواسطے کہ ایام دجال سال بھر کا ہو تو جیسے یہ [illegible] ساعت یعنی ۲۴ گھنٹے مین پانچ نمازین ادا ہونگی اور بلغار کا دن کیا
اپنی رات کے ساتھ ۲۴ گھنٹے کا ہو تو اسمین بھی پانچ نمازین واجب ہونگی تو زمانہ پایا گیا اور بعضے ایام دجال کے ہو گیا مین کہتا ہون الحاصل وجوب اور عدم
وجوب عشا مین دونون قولون کی تصحیح ثابت ہو مگر وہ کہ دلیل تقدیر کی مرجح ہو [illegible] بلغار کے رہنے والے نے خبر دی کہ چار ایام گرما مین شفق سرخ کے غائب
ہونے سے پہلے فجر طلوع کرتی ہو اور وہان کے لوگ صوم مین رات کی مدت مین ایکبار یا دوبار کھاتے ہین قبل ظاہر ہونے فجر کے اور وہان سے کبھی [illegible]
رہنے والے شخص نے مجھسے حکایت کی کہ وہان مطلق اندھیرا نہین ہوتا اور بعض بلاد مین ہمیشہ اندھیرا رہتا ہو وہان روشنی نہین مگر چراغ کی فسبحان العلیم بحقائق
الاحوال کذا فی الطحطاوی والمستحب للرجل الابتداء فی الفجر باسفار والختم بہ ہو المختار بحیث یرتل اربعین آیۃ ثم یعیدہ بطہارۃ لو فسد اور مرد کو مستحب ہو شروع
کرنا نماز فجر کا روشنی مین اور ختم کرنا روشنی مین یہی قول مختار ہو اسطرح پر کہ ۴۰ آیت کو ادا سے حروف کے ساتھ ٹھہر ٹھہر کے دونون رکعتون مین پڑھے پھر نماز کو اعادہ کرسکے طہارت
کے ساتھ اگر فساد نماز کا ظاہر ہو اور فساد کی صورت یہ ہو کہ بدون طہارت کے سہو سے نماز پڑھ لے یا نماز مین کوئی فساد واقع ہوا قیل یؤخر جدا لان الفساد موہوم اور قول
ضعیف یہ ہو کہ فجر کی نماز کو بہت تاخیر کرے اسواسطے کہ فاسد ہو جانا نماز کا امر موہوم ہو یہ بحر الرائق مین ہو لیکن اسقدر تاخیر نکرے کہ طلوع آفتاب مین شک واقع
ہو الا لحاج بمزدلفۃ فالتغلیس افضل کمرأۃ مطلقاً مگر حاجی کو مزدلفہ مین روز روشن مین نماز پڑھنا مستحب نہین تو وہان اندھیرے مین نماز افضل ہو جیسے
عورت کو مطلقاً خواہ حج مین یا غیر حج مین اندھیرے مین نماز بہتر ہو اسواسطے کہ بنا حال نسوان پردہ داری مین ہو سو وہ اندھیرے مین حاصل ہو وفی غیر
الفجر الافضل لہا انتظار فراغ الجماعۃ اور فجر کے سوا اور نمازون مین عورت کو فراغت جماعت کا انتظار کرنا افضل ہو یعنی جب مردون کی جماعت ہو چکے تب
عورت مسجد مین نماز پڑھے وتاخیر ظہر الصیف بحیث یمشی فی الظل مطلقاً کذا فی المجمع وغیرہ ای بلا اشتراط شدۃ حر وحرارۃ بلد وقصد جماعۃ اور مستحب ہو دیر
کرنا گرمی کی ظہر کا اسطرح کہ دیوارون کے سایہ مین چلکے مسجد جانے کے وقت مطلقاً ایسا ہی مجمع وغیرہ مین مطلقاً کی تفسیر یہ ہو کہ تاخیر مذکور مین شرط نہین
شدت موسم گرما کی اور نہ گرمی شہر کی اور نہ قصد جماعت کا اور صیف کی قید مین اشارہ ہو کہ ربیع اور خریف کے موسم مین تعجیل ظہر کی مستحب ہو اور تاخیر کی
حد یہ ہو کہ قبل از مثل نماز ہو اسواسطے کہ خزانہ مین یہ ہو کہ وقت مکروہ وہ ہو جو اختلاف کی حد مین داخل ہو اور جبکہ سایہ ہر شئے کا اسکے برابر ہو تو اختلاف مین

داخل ہوا اور یہ قول شارح کے کلام سے بہتر ہے اسواسطے کہ مد کی دیواروں کا سایہ انکی بلندی کے سبب سے جلد حاصل ہوتا ہے کذا فی الطحطاوی عن الحلبی و تا
خیر الجمعۃ وغیرہا من اشتراط ذلک منظور فیہ اور یہ کہ جمعہ وغیرہ میں بھی شرط ہونا تاخیر کے واسطے امور مذکورہ کا یعنی شدت حرارت وغیرہ کا جو مسلم نہیں شمس خلاف ہے
وجمعہ کظہر اصلاً و استحباباً فی الزمانین لانہا خلفہ اور جمعہ ظہر کے مانند ہے اصل اور استحباب کی راہ سے دونوں موسم گرمی اور جاڑے میں اسواسطے کہ
جمعہ خلیفہ ہے ظہر کا م یعنی اصل وقت جو ظہر کا ہے وہی جمعہ کا ہے اور جیسے صیف میں ظہر کی تاخیر مستحب ہے اور تعجیل اور ایام میں ویسا ہی جمعہ میں ہے اور اشباہ میں ہے
کہ جمعہ کو سرد وقت میں پڑھنا مسنون نہیں ہے شاید اس مسئلہ میں دو روایتیں ہیں اور جو یہ کہا کہ جمعہ خلیفہ ہے ظہر کا سو احد القولین ہے اور دوسرا قول مشہور یہ ہے کہ جمعہ
فرض مستقل ہے ظہر سے زیادہ تر موکد ہے کذا فی الطحطاوی و تاخیر عصر صیفاً و شتاءً توسعۃ للنوافل اور مستحب ہے تاخیر کرنا عصر کا گرمی اور جاڑے میں نوافل کی گنجائش
کے واسطے م ابو داود میں حدیث ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم عصر کو تاخیر کرتے تھے جبتک کہ آفتاب سفید اور صاف رہتا تھا کذا فی البحر مالم یتغیر ذکاء
بان لا تحار العین فیہا فی الاصح تاخیر عصر کی مستحب ہے جبتک کہ آفتاب متغیر نہو اصطلاح یہ کہ آنکھ قرص آفتاب میں حیران نہو صحیح تر قول میں م مراد یہ ہے کہ آفتاب
کی روشنی کی چمک جاتی رہے تو بصارت کو اسمیں حیرت حاصل نہو اور تغیر روشنی کا اعتبار نہیں اسلیے کہ وہ تو زوال کے بعد حاصل ہوتا ہے اور قول ضعیف یہ ہے
کہ شعاع دیواروں پر بدل جاوے اور بعضوں نے کہا قرص آفتاب متغیر ہو جاوے کذا فی الطحطاوی عن السراج و تاخیر عشاء الی ثلث اللیل قیدہ فی الخانیۃ وغیرہا
بالشتاء اما الصیف فیندب تعجیلہا اور مستحب ہے دیر کر کے پڑھنا عشا کا تہائی رات تک خانیہ وغیرہا میں اس تاخیر کو مقید کیا ہے جاڑے دن کے ساتھ اور گرمیوں میں تو
جلد پڑھنا عشا کا مستحب ہے یعنی اس خوف سے کہ عشا کا وقت خارج نہو جاوے غلبہ خواب سے کیونکہ رات بہت کم ہوتی ہے فان اخرہا الی ما زاد علی
النصف کرہ لتقلیل الجماعۃ اما الیہ فمباح پھر اگر عشا کی تاخیر کی یہانتک کہ آدھی رات سے زیادہ ہوگئی تو یہ تاخیر مکروہ ہے تقلیل جماعت کی وجہ سے اور آدھی رات
تک تو تاخیر مباح ہے م نصف شب سے زیادہ تر تاخیر مکروہ تحریمی ہے کذا فی الطحطاوی عن المنح والبحر تتمہ عشا کی تاخیر اسواسطے مستحب ہے تا قصہ خوانی مکروہ قطع ہو
اور نماز اعمال نماز پر ختم ہو جیسے شروع ہوا تھا صبح کی نماز سے تاکہ درمیان کی خطائیں مٹ جاویں حقتعالی نے فرمایا (ان الحسنات یذہبن السیئات) نیکیاں
برائیوں کو دفع کرتی ہیں اور عشا سے پہلے سونا مکروہ ہے فوت جماعت کے خوف سے اور بعد نماز کے بے حاجت گفتگو مکروہ ہے ورنہ مکروہ نہیں چنانچہ قرآن
پڑھنا اور ذکر کرنا اور حکایات صالحین اور مذاکرہ فقہ اور گفتگو کرنا مہمان اور اپنی جورو سے اور مکروہ ہے کلام بعد فجر ہونے کے پھر جب نماز پڑھ چکے تو مکروہ نہیں
کذا فی الطحطاوی و اخر العصر الی اصفرار ذکاء اور عصر کی تاخیر کی آفتاب کے زرد ہو جانے تک تو مکروہ ہے فلو شرع فیہ قبل التغیر فمدہ الیہ لا یکرہ پھر اگر عصر
شروع کی آفتاب کے متغیر ہونے سے پہلے پھر نماز کو بڑھایا زردی آفتاب تک تو مکروہ نہیں و اخر المغرب الی اشتباک النجوم ای کثرتہا کرہ ای التاخیر لا الفعل
لانہ مامور بہ اور اگر مغرب کی تاخیر کی تاروں کے جھمک جانے تک یعنی انکی کثرت نمود ہونے تک تو یہ تاخیر کرنا مکروہ ہے نہ نماز پڑھنا اسوقت کا اسواسطے
کہ نماز خوانی کا تو حکم ہے وہ کیونکر مکروہ ہو سکے تحریماً الا بعذر کسفر و کونہ علی اکل تاخیر عشا زائد از نصف شب اور تاخیر عصر تا زردی آفتاب اور تاخیر مغرب
تا ظہور نجوم مکروہ تحریمی ہے مگر سفر اور کھانا کھانے کے عذر سے تاخیر مکروہ نہیں م کراہت تحریمی تینوں مسئلوں سے متعلق ہے کذا فی الطحطاوی لہذا ترجمہ
میں اسکی تصریح کر دی و تاخیر الوتر الی آخر اللیل لواثق بالانتباہ اور تاخیر کرنا وتر کا آخر شب تک مستحب ہے اسکو جو اسوقت کے جاگنے پر بھروسا رکھتا ہے
والا فقبل النوم اور اگر جاگنے پر اعتماد نہو تو سونے سے پہلے وتر کا پڑھنا افضل ہے فان افاق فانہ الافضل پھر اگر اول وقت وتر پڑھ کر سونے کے بعد
جاگا تو امر مستحب فوت ہوگیا م ظاہراً غیر واثق کے جاگنے سے استحباب فوت نہیں ہوتا بدلیل قول قاضیخان کہ جسکو وثوق نہو تو اسکو مطلقاً تعجیل افضل ہے
کذا فی الطحطاوی و المستحب تعجیل ظہر شتاءً اور مستحب ہے جلد پڑھنا ظہر کی نماز کا جاڑے میں م شتاء وہ زمانہ ہے جسمیں سردی شدید ہو اور صیف وہ ہے جسمیں
گرمی سخت ہو اور بعضوں نے کہا کہ شتاء وہ ہے جسمیں دو چیزوں کی حاجت ہو تاپنے کی اور روئی بھرے کپڑے کی اور صیف وہ ہے جسمیں دونوں چیزوں کی حاجت نہو اور ربیع اور خریف

وہ ہے جسمین ایک چیز کی حاجت ہو نہ دونوں چیزوں کی کذا فی الطحطاوی عن الخلاصۃ یلحق بہ الربیع و بالصیف الخریف موسم سرما کے ساتھ بہار ملحق ہے اور
موسم گرما کے ساتھ خریف ملحق ہے ہم پر بحث ہے صاحب بحر کی اور منقول مذہب کے مخالف ہے اسواسطے کہ شرنبلالی نے مجمع الروایات سے نقل کیا کہ بہار اور خریف
مین تعجیل ظہر کی مستحب ہے حالانکہ نقل کے ہوتے بحث کا کچھ اعتبار نہین کذا فی الطحطاوی و تعجیل عصر و عشاء یوم غیم اور مستحب ہے تعجیل عصر اور عشا کی ابر کے
دن مین یعنی اسواسطے کہ تاخیر عصر مین احتمال ہے کہ وہ وقت کے آجانے کا اور عشا کی تاخیر مین تقلیل جماعت کا احتمال ہے پانی برسنے اور کیچڑ کے خوف سے
و تعجیل مغرب مطلقا اور جلد پڑھنا مغرب کا ہر موسم شتا اور صیف مین مستحب ہے اور اطلاق سے یہ مراد نہین کہ ابر ہو یا نہو تعجیل مغرب کی مستحب ہے اسواسطے کہ ابر
کے دن تاخیر مغرب کی مصرح ہے و تاخیرہ قدر رکعتین یکرہ تنزیہا اور مغرب کی تاخیر کرنا بقدر دو رکعت کے مکروہ تنزیہی ہے و تاخیر غیرہا فیہ اور عصر اور عشا کے سوا
اور نمازوں مین ابر کے دن تاخیر کرنا مستحب ہے یعنی فجر اور ظہر اور مغرب مین تاخیر ابر کے دن مین افضل ہے اسواسطے کہ فجر اور ظہر کے وقت مین کراہت نہین
تو تاخیر مضر نہین اور مغرب کی تعجیل مین یہ خوف ہے کہ قبل از غروب مبادا واقع ہو وہذا فی دیارہم شتا لقلۃ رعایۃ اوقاتہا یہ حکم تعجیل عصر اور عشا کا اور تاخیر
انکے سوا کا ابر کے دن ان ملکون مین ہے جنمین جاڑا بکثرت ہوتا ہے اور رعایت اوقات نماز ابر کے سبب سے کم ہوتی ہے جیسا کہ بخارا وغیرہ اور ہمارے
ملک مین الا فی دیارنا فیراعی الحکم الاول اور ہمارے ملک مین یعنی مصر اور شام مین تو پہلا حکم مرعی ہے یعنی تاخیر عصر کی مطلقا اور عشا کی ثلث لیل اور تعجیل ظہر
سرما اور ابراد ظہر صیف الی آخر ما تقدم یہ بحث ہے عینی کی اور صاحب نہر نے اسکو پسند کیا ہے کذا فی الطحطاوی و حکم الاذان کالصلوۃ تعجیلا و تاخیرا اور اذان کا حکم
نماز کے مانند ہے تعجیل اور تاخیر مین تفصیل سابق کے موافق و کرہ تحریما و کل ما لا یجوز مکروہ صلوۃ مطلقا ولو قضاء او واجبۃ او نفلا او علی جنازۃ و سجدۃ تلاوۃ و سہو
لا شکر فیہ مع شروق اور طلوع آفتاب کے ساتھ مکروہ تحریمی ہے مطلق نماز اگرچہ قضا ہو یا واجب یا نفل یا جنازہ پر کی نماز اور سجدہ تلاوت اور سجدہ سہو کا شامی
نے کہا شکر کا سجدہ اسوقت مکروہ نہین کذا فی القنیہ اور جو چیز جائز نہین وہ مکروہ ہے ہم پر جواب ہے سوال مقدر کا وہ یہ ہے کہ مصنف نے مکروہ مین مطلق نماز کو
جو غیر منعقد کو بھی شامل ہے ذکر کیا اور غیر منعقد باطل ہے نہ مکروہ خلاصہ جواب یہ ہے کہ مصنف نے کراہت لغوی کا ارادہ کیا اور شارح غیر جائز کو مکروہ کہتا ہے خواہ غیر جائز
حرام ہو یا باطل یا مکروہ باصطلاح فقہ پھر معلوم کرنا چاہیے کہ اصل مین مذکور ہے کہ جبتک آفتاب بقدر نیزہ بلند نہو تو وہ حکم طلوع ہے اور امام فضلی کا یہ قول مختار ہے
کہ جبتک آدمی آفتاب کے دیکھنے پر قدرت رکھتا ہے وہ طلوع میں داخل ہے اسمین نماز حلال نہین پھر جب عاجز ہوا اسکے نظر کرنے سے تو نماز حلال ہو گئی یہی تفسیر تغیر کی
مناسب ہے جیسا کہ سابق مین گذر گیا کذا فی الطحطاوی الا العوام فلا یمنعون من فعلہا لانہم یترکونہا والاداء الجائز عند البعض اولی من الترک اصلا کما فی
القنیہ وغیرہا مگر عوام لوگ روکے نجاوین اسوقت کی نماز سے اسواسطے کہ وہ نماز چھوڑ دینگے اور جو ادا کہ بعضون کے نزدیک جائز ہے وہ بالکل چھوڑ دینے سے
اولی ہے جیسا کہ قنیہ وغیرہا مین ہے ہم بعض سے یہان امام شافعی رح مراد ہین کذا فی الطحطاوی و استواء الا النفل یوم الجمعۃ علی قول الثانی المصحح المعتمد
کذا فی الاشباہ و نقل الحلبی عن الحاوی ان علیہ الفتوی اور نماز مطلق مکروہ تحریمی ہے آفتاب کے متوسط ہونے کے وقت آسمان مین یعنی ٹھیک دوپہر کو
مگر روز جمعہ کے نفل مکروہ نہین ابو یوسف رح کے قول مصحح معتمد پر جیسا کہ اشباہ مین ہے اور حلبی شارح منیہ نے حاوی سے نقل کیا کہ ابو یوسف رح کے قول پر
فتوی ہے و غروب الا عصر یومہ فلا یکرہ فعلہ لادائہ کما وجب بخلاف الفجر والاحادیث تعارضت فتساقطت کما بسطہ صدر الشریعۃ اور نماز مکروہ تحریمی
ہے آفتاب کے غروب ہونے کے ساتھ مگر روز غروب کی عصر تو اسکا پڑھنا اسوقت مکروہ نہین بسبب اسکے ادا ہو جانے کے جسطرح کہ وہ ناقص واجب
ہوئی تھی برخلاف فجر کے اور احادیث اسمین متعارض ہین تو ساقط الاداء ہو گئی جیسا کہ شرح وقایہ مین صدر الشریعۃ نے اسکو شرح بیان کیا ہے ہم اسی
دن کی عصر جائز ہے یعنے کل کی عصر غروب کے وقت جائز نہین وجوب ناقص کی وجہ یہ ہے کہ وجوب عصر کا سبب آخر وقت ہے یعنے تغیر آفتاب کا
وقت اور وہ ناقص ہے یعنے عبادت کفار کا وقت ہے برخلاف فجر کے کہ اسکا تمام وقت کامل ہے تو وجوب بھی کامل ہے تو طلوع ہونے سے وہ باطل

ہو جاویگی وقت اواسکے ناقص ہونے سے تعارض احادیث کا یہ بیان ہی کہ جماعۂ محدثین نے حدیث مرفوع ابوہریرہؓ سے روایت کی کہ جس شخص نے عصر کی ایک
رکعت قبل غروب کے پالی اُسنے پوری نماز پائی اور جسنے ایک رکعت صبح کی پائی قبل طلوع آفتاب کے تو اُسنے پوری صبح کی نماز پائی چونکہ اس حدیث میں اور
اُس حدیث میں جسمیں اوقات ثلثہ میں نماز ممنوع ہی تعارض واقع ہوا تو ہمنے قیاس کی طرف رجوع کیا دفع تعارض کے واسطے چنانچہ تعارض کا یہی حکم ہی
تو ہمنے اس حدیث کے حکم کو ترجیح دی عصر کی نماز میں کذا فی الطحطاوی عن البحر و ینعقد نفل بشروع فیہا بکراہۃ التحریم کراہت تحریمی کے ساتھ منعقد ہوتی ہی
نفل اوقات ثلثہ میں شروع کرنے سے یعنے تو اُسکا قطع کرنا اور اُسکو کامل وقت میں قضا کرنا واجب ہی ہم جسکا نماز نام ہی اگرچہ مجازاً اُسکو نماز بولتے ہیں وہ تین
قسم ہی فرض و واجب و نفل اول قسم عملی ہی اور قطعی تو فرض عملی وتر ہی اور فرض قطعی کفایہ ہی اور عین سو فرض کفایہ نماز جنازہ ہی اور فرض عین نماز پنجگانہ اور
جمعہ اور سجدہ صلبیہ ہی اور قسم ثانی یا واجب لعینہ ہی یعنے جو خدا کے واجب کردینے سے ہو یا واجب لغیرہ ہی یعنے جو بندہ نے اپنے اوپر اپنے فعل سے واجب کرلیا
ہو سو واجب لعینہ وتر اور نماز عیدین اور سجدۂ تلاوت ہی اور واجب لغیرہ سجدۂ سہو اور دو رکعتین طواف کی اور اُس نفل کی قضا جسکو اُسنے فاسد کردیا اور
نذر کی نماز اور قسم ثالث یعنی نفل یا سنت مؤکدہ ہی یا غیر مؤکدہ اور اسکو دریافت کرکہ اوقات مکروہہ دو نوع ہیں نوع اول طلوع اور استوا اور غروب ہی
اور نوع ثانی ما بین فجر اور آفتاب کے اور ما بین نماز عصر کے آفتاب کے زرد ہونے تک تو اوقات کے نوع اول میں جمیع اقسام مذکورۂ نماز کی منعقد نہیں ہوتی
مگر نفل اور نذر مقید باوقات مذکورہ اور قضا اُس نفل کی جسکو انھیں اوقات میں فاسد کیا اور نماز اُس جنازہ کی جو انھیں وقتوں میں آیا اور سجدۂ تلاوت
اُس آیت کا جو انھیں میں پڑھی گئی اور عصر اُسی دن کی منعقد ہوتی ہیں یہ چھ نمازیں کراہت کے ساتھ تو انکو قطع کرنا اور کامل وقت میں قضا کرنا واجب ہی
مگر اُسی دن کی عصر کو قطع کرنا جائز نہیں اور نوع ثانی میں تمام اقسام مذکورہ نماز کی منعقد ہو جاتی ہیں سواے نفل اور واجب لغیرہ کے کہ اُسکا انعقاد کراہت
کے ساتھ ہوتا ہی تو اُسکا قطع اور قضا کامل وقت میں واجب ہی کذا فی الحلبی لا ینعقد الفرض وما ہو ملحق بہ کواجب لعینہ کوتر و سجدۃ تلاوۃ و صلوۃ
جنازۃ تلیت الآیۃ فے کامل وحضرت الجنازۃ قبل لوجوبہ کاملا فلا یتادے ناقصا اوقات ثلثہ میں منعقد نہیں ہوتا ہی فرض اور جو فرض کے ساتھ
ملحق ہی چنانچہ واجب لعینہ مانند وتر کے اور سجدہ اُس آیت کا جو کامل وقت میں پڑھی گئی اور نماز اُس جنازہ کی جو حاضر ہوا ان وقتوں سے پہلے
بسبب اُنکے واجب ہونے کے کامل ہوکر تو ادا انکا ناقص ہوکر فلو وجبتا فیہما لم یکرہ فعلہما اے تحریما اور اگر سجدۂ تلاوت اور نماز جنازہ انھیں اوقات میں
واجب ہوئی تو انکا فعل مکروہ نہیں یعنے مکروہ بکراہت تحریمی نہیں ہم تحریمی کی قید سے معلوم ہوا کہ کراہت تنزیہی ثابت ہی وفی التحفۃ الافضل ان لا تؤخر الجنازۃ
اور تحفہ میں ہی کہ بہتر یہ ہی کہ اوقات ثلثہ میں جنازہ کی نماز کی تاخیر نکرے ہم صاحب بحر اور نہر نے بھی اسی قول کو ثابت رکھا ہی کذا فی الطحطاوی و
صح مع الکراہۃ تطوع بدأ بہ فیہما و نذر اداہ فیہما و قد نذرہ فیہما و قضاء تطوع بدأ بہ فیہما فافسدہ لوجوبہ ناقصا اور صحیح ہی کراہت کے ساتھ
وہ نفل جسکو شروع کیا انھیں اوقات میں اور وہ نذر کی نماز جسکو ادا کیا انھیں وقتوں میں اور حالانکہ نذر بھی انھیں میں کی اور اُس فعل کی قضا
جسکو انھیں اوقات میں شروع کیا پھر اُسکو فاسد کردیا بوجہ صحت نقصان وجوب ہم ثم ظاہر الروایۃ وجوب القطع والقضاء فی کامل کما فی البحر
معلوم کر کہ ظاہر الروایۃ وجوب قطع اور وجوب قضا ہی کامل وقت میں چنانچہ بحر الرائق میں ہی وفیہ عن البغیۃ الصلوۃ فیہا علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم
افضل من قراءۃ القرآن وکانہ لانہا من ارکان الصلوۃ فالاولی ترک ما کان رکنا لہا اور بحر الرائق میں بغیہ سے منقول ہی کہ اوقات مذکورہ میں نبی صلی اللہ
علیہ وسلم پر درود پڑھنا افضل ہی قرآن کے پڑھنے سے اور شاید کہ وہ اسواسطے ہی کہ قرآن خوانی نماز کے ارکان سے ہی تو جو نماز کا رکن ہی اُسکا ترک
اولی ہی ہم بغیہ بالضم وبالکسر یعنی مطلوب ہی اور یہاں کتاب کا نام ہی جو قنیہ کا مختصر ہی کذا فی الحلبی عن البحر وکرہ نفل قصدا ولو تحیۃ مسجد وکل ما کان
واجبا لا لعینہ بل لغیرہ وہو ما یتوقف وجوبہ علی فعلہ کمنذور ورکعتی طواف وسجدتی سہو والذی شرع فیہ فی وقت مستحب او مکروہ ثم افسدہ ثم

و لو سنة الفجر بعد صلوة الفجر و صلوة العصر اور بعد فجر اور عصر کی نماز کے قصداً نفل مکروہ ہی اگرچہ تحیۃ المسجد ہو اور جو نماز کہ واجب لعینہ نہیں بلکہ واجب
لغیرہ ہی واجب لغیرہ وہ ہی جسکا وجوب بندہ کے فعل پر موقوف ہو چنانچہ نذر کی نماز اور طواف کی دو رکعتیں اور دو سجدہ سہو کے اور جس نماز کو
شروع کیا مستحب یا مکروہ وقت میں پھر اسکو فاسد کر دیا اگرچہ فجر کی سنت ہو حکم پر رد ہی اس قول کا کہ جب فجر کی اقامت ہو اور فوت ہونے فرض کا
خوف ہو تو سنت کو شروع کرکے قطع کرے پھر اسکو قضا کرے طلوع سے پہلے وجہ رد یہ ہی کہ جس نفل کو فاسد کیا اسکی قضا اسوقت میں مکروہ ہی علاوہ
یہ ہی کہ قطع کے واسطے شروع کرنا شرعاً قبیح ہی نفل میں قصد کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر تہجد کی نماز پڑھتا ہو اور ایک رکعت کے بعد فجر طالع ہو تو افضل
یہ ہی کہ دوسری پڑھ لے کیونکہ نفل بعد فجر کے بدون قصد کے واقع ہوئے اور یہ نماز سنت فجر کے قائم مقام نہیں ہو سکتی صحیح تر قول میں کذا فی
الطحطاوی و لو المجموعة بعرفة نفل وغیرہ عصر کے بعد مکروہ ہی اگرچہ عصر ظہر کے ساتھ ملائی گئی ہو عرفات میں کذا فی النہر عن المعراج و القنیة لا یکرہ قضاء
فائتة و لو وترا و لا سجدة تلاوة و صلوة جنازة مکروہ نہیں قضا فوت ہو گئی نماز کی اگرچہ فائتہ وتر ہو اور نہ سجدہ تلاوت کا اور نہ نماز جنازہ کی
نماز فجر اور عصر کے وکذا الحکم من کراہة نفل و واجب لغیرہ لا فرض و واجب لعینہ بعد طلوع فجر سوی سنتہ لشغل الوقت بہ تقدیرا اور یہی حکم ہی کہ مکروہ
ہونے نفل اور واجب لغیرہ کا نہ فرض اور واجب لعینہ کا بعد طلوع ہونے فجر کے سوائے سنت فجر کے سبب مشغول ہونے اسوقت اپنے فجر کی نماز کے
ساتھ تقدیراً یعنی شارع نے اسوقت میں نوافل اور واجب کی گنجائش نہیں رکھی سوائے سنت فجر کے کراہت نفل کی دلیل صحیح مسلم کی وہ حدیث ہی جو
ام المومنین حفصہ سے مروی ہی کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم جب فجر طلوع کرتی تھی نہیں پڑھتے تھے مگر ہلکی دو رکعتیں اس حدیث سے معلوم ہوا کہ آنحضرت
سنت سے زیادہ نہیں پڑھتے تھے باوجود شوق کثرت نوافل اور یہی مذہب ہی کہ سنت فجر میں تخفیف قرأت چاہیے بدلیل قول ابن عمر کہ میں نے آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم کو سنا کہ دونوں رکعتوں میں (قل یا ایھا الکافرون) اور (قل ھو اللہ احد) پڑھتے تھے کذا فی العینی حتی لو نوی تطوعا کان سنة الفجر یعنی
یہانتک کہ اگر بعد طلوع فجر کے کسی نفل کی نیت کی تو وہ سنت فجر کی ہو جاویگی بدون تعیین کرنے کے یہ مبنی ہی اس قول راجح پر کہ تعیین نیت شرط
نہیں سنت اور مستحب میں بلکہ اسکو مطلق نیت نماز کی کافی ہی کذا فی الطحطاوی و قبل صلوة مغرب لکراہة تاخیرہ الا یسیرا اور مکروہ ہی نفل اور واجب
لغیرہ نماز مغرب سے پہلے بسبب مکروہ ہونے تاخیر مغرب کے مگر تھوڑی تاخیر مکروہ نہیں ہم قضا فائتہ اور نماز جنازہ اور سجدہ تلاوت اسوقت بلا کراہت جائز
ہی اور پہلے مغرب کی نماز پڑھے پھر جنازہ کی نماز پھر سنت مغرب کی اور شاید کہ یہ افضلیت کا بیان ہی اور شرح منیہ میں ہی کہ فتوی اسپر ہی کہ جمعہ کی سنت کے بعد
نماز جنازہ کی پڑھے تو بموجب اسکے مغرب کی سنت سے بھی تاخیر جنازہ چاہیے اسواسطے کہ یہ مؤکد تر ہی کذا فی الطحطاوی عن البحر و عند خروج امام من الحجرة
او قیامه للصعود ان لم یکن له حجرة لخطبة ای خطبة کانت یعنی اثنا عشر الی تمام صلوة اور مکروہ ہی نفل اور واجب لغیرہ وقت نکلنے امام کے حجرہ سے کوئی خطبہ پڑھنے کے
واسطے یا امام کے کھڑے ہونے کے وقت منبر پر چڑھنے کے لیے اگر امام کا حجرہ نہو آخر نماز امام تک اور آگے باب العیدین میں آویگا کہ خطبے دس ہیں یعنی خطبہ
جمعہ اور خطبہ عید الفطر اور خطبہ عید الاضحی اور تین خطبے حج کے اور خطبہ ختم قرآن اور خطبہ نکاح اور خطبہ استسقا اور خطبہ کسوف بخلاف فائتة فانها لا تکرہ بر خلاف
نماز فائتہ کہ اسکی قضا وقت خطبہ مکروہ نہیں وقیدہ المصنف فی الجمعة بلازم الترتیب و الا فیکرہ و بہ یحصل التوفیق بین کلامی النہایة و الصدر اور
مصنف نے فائتہ میں باب الجمعہ میں لازم الترتیب کی قید لگائی اور اگر وہ نماز فائتہ لازم الترتیب نہیں تو اسکی قضا خطبہ کے وقت مکروہ ہی اور
اس قید سے موافقت حاصل ہوتی ہی نہایہ اور صدر الشریعہ کے دونوں کلام میں ہم صاحب نہایہ کہتا ہی کہ وقت خطبہ فائتہ مکروہ نہیں اور شرح
وقایہ میں صدر الشریعہ کا یہ قول ہی کہ مکروہ ہی تو صاحب نہایہ کا قول لازم الترتیب پر محمول ہی اور صدر الشریعہ کا کلام غیر لازم الترتیب پر وکذا
یکرہ تطوع عند اقامة صلوة مکتوبة ای اقامة امام مذہبہ لحدیث اذا اقیمت الصلوة فلا صلوة الا المکتوبة اور اسی طرح نفل مکروہ ہی

نماز فرض کی اقامت کے وقت بدلیل اس حدیث کے کہ جب اقامت ہو نماز کی تو سوا اُسے فرض کے کوئی نماز نہیں شارح نے کہا اقامت سے مراد اپنے
ہم مذہب امام کی اقامت ہے مفہوم کلام شارح یہ ہے کہ مخالف مذہب کے اقامت میں نفل مکروہ نہیں خواہ معلوم ہو کہ امام مقتدی کے مذہب کی رعایت
کرتا ہے یا معلوم نہو اور بحر الرائق میں اولیٰ یہ ہے کہ جب مراعات معلوم ہو تو اقتدا مکروہ نہیں اور یہ مستلزم کراہت نفل ہے کذا فی الطحطاوی الا سنۃ فجر ان لم
یخف فوت الجماعۃ ولو بادراک تشہدہا فان خاف ترکہا اصلاً اقامت فرض میں نفل مکروہ ہے مگر سنت فجر کی مکروہ نہیں اگر جماعت کے فوت ہوجانے کا
خوف نہو اگرچہ حصول اُسکے التحیات کے پاجانے سے ہو پھر اگر ڈرے فوت جماعت سے تو سنتوں کو ترک کرے اصل سے یعنی انکو قضا بھی نکرے قبل طلوع
کے اور نہ بعد طلوع کے بلکہ اُسی دن قبل از زوال قضا کرے اور یہ جو شارح نے ادراک تشہد کو ذکر کیا سو مصنف اور شرنبلالی اور صاحب بحر کے کلام پر اعتبار
کیا ہے لیکن صاحب نہر الفائق نے اسکی تضعیف کی اور ظاہر مذہب کو اختیار کیا یعنی بعد اقامت کے سنت فجر نہ پڑھے جبکہ یہ جانے کہ ایک رکعت جماعت کے
ساتھ پاویگا کذا فی الطحطاوی وما ذکر من الحیل مردود اور جو حیلے کہ قضاء سنت فجر کے واسطے ذکر کیے ہیں سو مردود ہیں مقبول نہیں ہیں از انجملہ یہ حیلہ ہے کہ سنت
کو شروع کرے پھر قطع کرے تو اب سنت واجب ہوگئی تو اُسکو قضا کرے قبل طلوع آفتاب کے یا سنت میں شروع کرے پھر فرض میں شروع کرے بدون قطع
کے پھر اُسکو قضا کرے قبل طلوع کے وجہ رد یہ ہے کہ شروع کسی امر کا کرنا قطع کے واسطے شرعاً قبیح ہے اور دونوں حیلوں میں قطع ہے دوسری وجہ یہ ہے کہ اس میں
واجب لغیرہ کو فجر کے وقت میں ادا کیا اور حالانکہ وہ مکروہ ہے چنانچہ مذکور ہوچکا وکذا یکرہ غیر المکتوبۃ عند ضیق الوقت اور اسی طرح مکروہ ہے نفل وغیرہ سوا
وقتی فرض کے وقت کی تنگی کے وقت ہم مکتوبہ سے فرض وقتی مراد ہے تو نفل اور سنت اور واجب اور فائتہ سب مکروہ ٹھہرے اور ضیق وقت سے وقت مستحب مراد ہے
کیونکہ ترتیب ساقط ہوجاتی ہے وقت مستحب کی تنگی سے تو اگر شارح یوں کہتا وکذا یکرہ غیر الوقتیۃ عند ضیق الوقت المستحب تو بہتر ہوتا کذا فی الحلبی یعنے غیر
وقتیہ مکروہ ہے وقت مستحب کے تنگ ہونے کے وقت وقبل صلوٰۃ العیدین مطلقاً اور مکروہ ہے نفل عیدین کی نماز سے پہلے ہر طرح یعنی مسجد میں
بھی اور گھر میں بھی وبعدہا بمسجد لا ببیت فی الاصح اور بعد نماز عیدین کے مسجد میں نفل مکروہ ہے نہ گھر میں صحیح تر قول میں ہم یہ رد ہے اُس قول کا کہ گھر
میں نفل مکروہ نہیں نہ قبل عید کے نہ بعد عید کے اور اس قول کا کہ عید کے بعد نفل مکروہ نہیں نہ گھر میں نہ مسجد میں کذا فی الحلبی وبین صلوتی الجمع
بعرفۃ ومزدلفۃ اور مکروہ ہے نفل مابین دو نمازوں کے جو ملائی جاتی ہیں عرفہ اور مزدلفہ میں ہم یعنے عرفات میں ظہر کے وقت ظہر اور عصر ملاکر پڑھتے ہیں اور
مزدلفہ میں مغرب اور عشا پڑھتے ہیں عشا کے وقت سوان دو دو نمازوں کے درمیان نفل پڑھنا مکروہ ہے وکذا بعدہما لکما مر اور اسی طرح نفل مکروہ ہے عرفات
کی دو نمازوں کے بعد چنانچہ مذکور ہوچکا عند قولہ ولو بجمع عرفۃ ہم ضمیر تثنیہ کی عرفات کی دو نمازوں کی طرف راجع ہے فقط نہ مزدلفہ کی نمازوں کی طرف بھی اگرچہ
کلام شارح اُسکا بھی موہم ہے اسواسطے کہ مزدلفہ کی نمازوں کے بعد نفل مکروہ نہیں کذا فی الحلبی وعند مدافعۃ الاخبثین او احدہما او الریح اور مکروہ ہے
نماز بول اور براز یا فقط بول یا فقط براز یا ریح کے دبانے کے وقت ووقت حضور طعام تاقت نفسہ الیہ اور نماز مکروہ ہے اُس کھانے کے حاضر ہونے
کے وقت جسکی طرف آدمی کا دل مشتاق ہے ہم بطریق مفہوم معلوم ہوتا ہے کہ اگر طعام کی طرف طبیعت حریص نہو تو نماز مکروہ نہیں کذا فی الطحطاوی
وکذا کل ما یشغل بالہ عن افعالہا ویخل بخشوعہا کائنا ما کان اور طعام کے مانند ہر ایک وہ چیز ہے جو نمازی آدمی کے دل کو نماز کے افعال سے باز رکھے
اور نماز کے خشوع وخضوع میں خلل ڈالے کوئی چیز ہو یعنے ایسی چیز کے ہونے کے وقت جو حضور دل کی مانع ہے نماز مکروہ ہے اور حضور دل اہل دل کے
نزدیک فرض ہے حدیث میں وارد ہے کہ انسان کو نماز سے فائدہ نہیں مگر بقدر حضور دل تو گاہے نماز کا دسواں حصہ اُسکو ملتا ہے یا کم یا زیادہ کذا فی الطحطاوی
فہذہ نیف وثلاثون وقتاً تو یہ چند اوپر تیس وقت ہیں جنمیں نماز مکروہ ہے یعنے طلوع آفتاب اور استوا اور غروب اور بعد نماز فجر اور بعد نماز عصر اور قبل
نماز فجر اور قبل نماز مغرب کے اور دسوں خطبوں کے وقت اور اقامت فرض کے وقت اور ضیق وقت میں اور عید الفطر کی نماز سے پہلے اور اُسکے بعد

سجود میں اور عید اضحیٰ کی نماز سے پہلے اور اسکے بعد سجدہ میں اور مابین جمع تقدیم کے عرفات میں اور مابین جمع تاخیر کے مزدلفہ میں اور مدافعت بول کے وقت
اور مدافعت براز کے وقت اور دونون کی مدافعت کے وقت اور مدافعت ریح کے وقت اور اس طعام کے حضور کے وقت جسکی طرف طبیعت مشتاق ہو اور اس
چیز کے حضور کے وقت جو مانع حضور قلب ہو اور عشا پڑھنا آدھی رات کے بعد اور تاخیر مغرب کی تارون کے چھٹنے تک اور اگر سفر کی نمازون کے ادا کا اوقات
مستحبہ کے مقابل کا اعتبار کیجیے چنانچہ مقابل اسفار کا صبح میں اور مقابل ابراد کا ظہر صیف میں تو بہ زیادہ ہو جاوینگے فف [illegible] طلوع اور استوا
غروب کی کراہت ان اوقات کے نقصان کے سبب سے ہے بلکہ عبادت کفار کے وقت میں اور اسکے سوا اور اوقات میں وجہ کراہت نقصان وقت نہین
بلکہ اور وجوہ ہیں کذا فی الطحطاوی وکذا تکرہ فی اماکن کفوق کعبۃ وفی طریق ومزبلۃ ومجزرۃ ومقبرۃ ومغتسل وحمام وبطن واد ومعاطن ابل وغنم وبقر
اور اسی طرح اوقات مذکورہ کے مانند نماز مکروہ ہے چند مکانون میں چنانچہ کعبہ کے اوپر اور راہ میں اور کوڑیون کا ڈھیر اور جانور ذبح ہونے کی جگہ اور قبرستان میں
اور غسل خانہ میں اور حمام میں اور نالے کے اندر اور اونٹ اور بکری اور گائے بیل کے تھان پر جہان پانی پی کر اسکے پاس بیٹھتے ہین
زاد فی الکافی ومرابط دواب واصطبل وطاحون وکنیف وسطوحہا ومسیل واد وارض مغصوبۃ او للغیر لو مزروعۃ او مکروبۃ وصحراء بلا سترۃ لمار کافی میں اتنا
زیادہ کیا اور نماز مکروہ ہے چوپاؤن کے بندھنے کے مقامون میں اور گھوڑون کے اصطبل میں اور آٹے کی چکی کے پاس اور [illegible]
پاخانہ میں اور انکی چھتون پر اور نالہ بہنے کے مقام میں اور چھینی ہوئی زمین میں یا بیگانی زمین میں بشرطیکہ بوئی یا جوتی ہو اور جنگل میں بدون سترہ [illegible]
جبکہ چلنے والا کوئی [illegible] کوئی چیز اوٹ نہو وکرہ النوم قبل العشاء اور مکروہ ہے سونا نماز عشا سے پہلے [illegible]
نہو کذا فی البحر والکلام المباح بعدہا اور مکروہ ہے مباح کلام کرنا عشا کے بعد اور مباح کلام سے مراد وہ کلام ہے جسکی حاجت نہو اور حاجت والے کلام
سے کراہت لازم نہین آتی چنانچہ قرآن پڑھنا اور ذکر کرنا اور حکایات صالحین اور مذاکرہ فقہ اور حدیث کا اور گفتگو کرنا مہمان کے ساتھ کذا فی البحر
وبعد طلوع الفجر الی اداء الفجر لا بأس بہ لحاجۃ وقیل یکرہ الی طلوع الشمس وقیل الی ارتفاعہا فیض اور مکروہ ہے بات چیت کرنا بعد طلوع صبح کے
فجر کے نماز فجر کے ادا کرنے تک پھر نماز کے بعد کچھ ڈر نہین چلنے پھرنے میں اپنی حاجت کے لیے اور بعضون نے کہا طلوع فجر سے تا طلوع آفتاب مکروہ
ہے یعنی وہی کلام جسکی طرف متکلم کی حاجت نہو اور بعضون نے کہا آفتاب کے بلند ہونے تک کلام مکروہ ہے کذا فی الفیض [illegible] اور سنت فجر کے بعد
کلام کرنے سے سنت باطل نہین ہو جاتی بقول معتمد لیکن ثواب کم ہو جاتا ہے چنانچہ آگے معلوم ہوگا ولا جمع بین فرضین فی وقت بعذر
سفر ومطر خلافا للشافعی اور جمع کرنا دو فرض نمازون کا ایک فرض کے وقت میں جائز نہین سفر اور بارش کے عذر سے برخلاف امام شافعی
کے کہ انکے نزدیک سفر اور مطر کے ضرورت سے جمع کرنا درست ہے ہم بخاری اور مسلم میں ابن مسعود سے مروی ہے کہ اسکی قسم جسکے سوا کوئی معبود برحق نہین
کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی نماز کبھی نہین پڑھی مگر اسکے وقت میں لیکن دو نمازون کو جمع کیا ظہر اور عصر کو عرفات میں اور مغرب اور عشا کو
مزدلفہ میں کذا فی النہر وما رواہ محمول علی الجمع فعلا لا وقتا اور جو کہ امام شافعی نے جمع بین الصلوتین کی احادیث کی روایت کی ہے وہ جمع فعلی پر
محمول ہے نہ جمع وقتی پر ہم جمع فعلی کی صورت یہ ہے کہ پہلی نماز مثلاً ظہر کی تاخیر کی اور دوسری نماز مثلاً عصر کی تعجیل کی تو حقیقت میں جمع حقیقی نہین بلکہ
صوری اور ظاہری ہے اور جو صریح خروج وقت کی روایت ہے وہ قرب خروج پر محمول ہے چنانچہ قولہ تعالیٰ (فاذا بلغن اجلہن فامسکوہن) آیۃ
قاربن بلوغ الاجل چنانچہ زیلعی میں ہے اور اس حمل سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر مغرب کو سفر میں آخر وقت تک تاخیر کرے تو اس میں کراہت نہین کذا
فی الطحطاوی فان جمع فسد لو قدم الفرض علی وقتہ پھر اگر دو فرضون کو جمع کیا ایک وقت میں تو وہ فرض فاسد ہے جسکو اسکے وقت سے مقدم
کیا یعنی اگر ظہر کے وقت عصر پڑھی تو عصر کی نماز فاسد ہو گئی وحرم لو عکس ای اخرہ عنہ وان صح بطریق القضاء اور حرام ہے تاخیر اگر اسکے برعکس کیا

یعنے فرض کی تاخیر کی وقت سے جیسا کہ مغرب عشا کے ساتھ ملا کر پڑھے اگرچہ تاخیر سے فرض صحیح ہو بطریق قضا کے الا لحاج لعرفۃ ومزدلفۃ کما یجی مگر حاجی کو جمع کرنا ظہر اور عصر کا عرفات میں اور مغرب اور عشا کا مزدلفہ میں ثابت ہے جیسا کہ کتاب الحج میں آویگا ولا باس بالتقلید عند الضرورۃ او کچھ مضائقہ نہیں اپنے امام کے سوا دوسرے امام کی تقلید کرنے میں ضرورت کے وقت یعنے اگر امام شافعی کی سفر کی ضرورت سے جمع بین الصلوتین میں مثلا تقلید کرے تو جائز ہے علے الخصوص سفر حجاز میں کہ وہاں اہل قافلہ نہیں ٹھہرتے اور تنہا رہنے میں جان و مال کا خوف ہے الطحطاوی نے کہا کہ ظاہرا ضرورت کی قید سے معلوم ہوتا ہے کہ بدون ضرورت کے تقلید غیر امام جائز نہیں اور یہ ایک قول ہے مذہب میں اور دوسرا قول مختار یہ ہے کہ تقلید دوسرے امام کی جائز ہے اگرچہ بدون ضرورت کے ہو گو کہ بعد وقوع اور نزول کے ہو جیسا کہ خطبہ اس کتاب میں ہم ذکر کر چکے ہیں اور البتہ مسئلہ تقلید میں چند رسائل جداگانہ تصنیف ہوئے ہیں دونوں قولوں پر انتہی ما فی الطحطاوی لکن بشرط ان یلتزم جمیع ما یوجبہ ذلک الامام لما قدمنا ان الحکم الملفق باطل بالاجماع لیکن دوسرے امام کی تقلید میں شرط ہے کہ لازم پکڑ لے سب اُن احکام کو جو اس عمل کے واسطے اُس امام نے واجب ٹھہرایا ہے اسواسطے کہ ہم آگے ذکر کر چکے ہیں کہ جو حکم دو مذہب سے مخلوط ہے وہ بالاجماع باطل ہے ہم جمع بین الصلوتین میں امام شافعی رحمہ کے احکام یہ ہیں کہ اگر جمع تقدیم ہو تو انمیں شرط ہے پہلے نماز کی تقدیم اور جمع کی نیت کر لینا پہلی نماز کے فارغ ہونے سے پہلے اور دونوں نمازوں میں اسقدر جدائی نکرے جسکو عرف میں جدائی جانتے ہوں اور جمع تاخیر میں انکے سواے کوئی شرط نہیں کہ نیت کرے جمع بین الصلوتین پہلی نماز کے وقت خارج ہونے سے پہلے اور جمع تقدیم افضل ہے مسافر کو منزل پر اور جمع تاخیر بہتر ہے چلنے کی حالت میں اور مسافر اکثر مبتلا ہوتا ہے ایسے فعل کا خصوصا حاجی اور تقلید میں کچھ ڈر نہیں کذا فی النہر الفائق

باب الاذان

یہ باب ہے اذان کے بیان میں اسم اذان بروزن زمان مصدر ہے اور بعضوں نے کہا اسم مصدر ہے اسلیے کہ ماضی اُسکی اذن بالتشدید ہے اور مصدر تاذین آتا ہے ہو لغۃ الاعلام اذان لغت میں بمعنی اعلام ہے یعنے آگاہ و خبردار کرنا و شرعا اعلام مخصوص لم یقل بدخول الوقت لیعم الفائتۃ وبین یدی الخطیب علے وجہ مخصوص بالفاظ کذلک ای مخصوصۃ اور شریعت میں اذان ایک مخصوص خبردار کرنا ہے یعنے نماز کے لیے بطریق مخصوص چند الفاظ معینہ مرتبہ سے مصنف نے اذان کو اعلام مخصوص بدخول وقت نکہا تاکہ اذان کی تعریف قضا کی اذان اور خطیب کے سامنے کی اذان کو بھی شامل رہے یعنی قضا کی اذان میں وقت نہیں ہوتا اور خطیب والی اذان میں اگرچہ وقت ہے مگر اُسکی آگاہی تو اذان سے پہلی ہو چکی ہے ہم جن لوگوں نے دخول وقت کی قید لگائی ہے تو انھوں نے اصل مشروعیت اذان کا لحاظ کیا ہے اور اس صورت میں اذان فائتہ اور خطیب کے سامنے کی بھی داخل ہیگی اور الفاظ مخصوصہ کی قید سے یہ اشارہ ہوا کہ فارسی میں اذان درست نہیں گو لوگ جان لیں کہ اذان ہوتی ہے کذا فی الشامی ناقلا عن السراج سببہ ابتداء اذان جبرئیل لیلۃ الاسراء واقامتہ حین امامتہ علیہ السلام ثم رویا عبد اللہ بن زید اذان الملک النازل من السماء فی السنۃ الاولی من الہجرۃ شروع میں اذان کا سبب جبرئیل علیہ السلام کی اذان ہے اور اقامت اُنکی شب معراج میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے امام ہونے کے وقت یعنی جب بیت المقدس میں آپ امام ہوے تھے حضرات انبیا علیہم السلام کے دو رکعت نفل میں پھر اسکے بعد خواب میں دیکھنا عبد اللہ بن زید انصاری کا اول سال ہجری میں اس فرشتے کی اذان جو آسمان سے اُترتا تھا ہم یہاں یہ اعتراض ہوتا ہے کہ غیر انبیا کے خواب پر بنا احکام شرعی نہیں ہوتی پھر عبد اللہ وغیرہ کے خواب سے اذان کیسے مشروع ہوئی تو اُسکا جواب یہ ہے کہ ثبوت اذان کا فقط عبد اللہ وغیرہ کے خواب سے نہیں ہوا بلکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے ہوا بعد وحی کے اسواسطے کہ عبد الرزاق اور ابو داود نے مراسیل میں روایت کی کہ عمرؓ نے جب اذان خواب میں دیکھی اور حضرتؐ کو خبر دینے کو آئے تو معلوم ہوا کہ وحی میں اسکا حکم ہو چکا اور بلالؓ کی اذان کان میں پہنچی پس رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم

فرمایا کہ اذان میں وحی نے مجھ سے سبقت کر گئی ابن حجر مکی نے شرح بخاری میں ذکر کیا ہی کہ کچھ حدیثیں اس بات پر دال ہیں کہ اذان مکہ معظمہ میں قبل ہجرت مشروع
ہوئی چنانچہ طبرانی اور دارقطنی اور بزار نے اس مضمون کی حدیثیں روایت کی ہیں مگر حق یہ ہی کہ ان احادیث میں سے کوئی صحیح نہیں نہ صحیح یہ ہی کہ شروع اذان
کا مدینہ پاک میں ہوا جیسا کہ مسلم میں مذکور ہی کذا فی الشامی وہل ہو جبرئیل قیل وقیل سوال اذان کا فرشتہ جبرئیل تھے یا کوئی اور جواب بعضون نے کہا جبرئیل
تھے اور بعضون نے کہا غیر جبرئیل علیہ السلام سببیۃ لبقائہ دخول الوقت اور اذان کا سبب باقی رہنے کی راہ سے نماز کے وقت کا داخل ہونا ہی ہم شامی نے کہا
کہ بقائہ میں جو ضمیر ہے جس کا مضاف الیہ پھیر دیا گیا ہی یعنے سبب اسکے باقی رہنے کا اس سے یہ مراد ہی کہ جس سبب سے کہ حادث ہونے سے اذان لازم نہ آئے پس سبب
دخول وقت ہی وہو سنۃ للرجال فی مکان عال موکدۃ ہی کالواجب فی لحوق الاثم للفرائض الخمس اور اذان مردون کے واسطے اونچے مکان میں سنت
موکدہ ہی فرائض پنجگانہ کے لیے سنت موکدہ واجب کے مانند ہی گنہگار ہونے میں اسکے چھوڑ دینے سے ہم محمد نے کہا کہ اگر اہل شہر ترک اذان پر اتفاق کرین
تو انکا قتال حلال ہی اور ابو یوسف نے کہا کہ وہ لوگ ادب دیے اور قید کیے جاوینگے کہ لائق یہی ہی اور وہ سنت کفایہ ہی کہ اپنے شہر میں ایک شخص کی اذان کفایت کرتی ہی
کذا فی الطحطاوی فی وقتہا ولو قضاء لانہ سنۃ للصلوۃ حتی یبرد بہا الوقت اور اذان سنت ہی فرائض کے وقت میں اگرچہ فرض قضا ہوا ہو اسلیے کہ اذان نماز کی
سنت ہی نہ وقت کی یہانتک کہ گرمیون کے ظہر کی ٹھنڈے وقت اذان دیجاتی ہی یعنے تقدیم و تاخیر میں اذان نماز کی تابع ہی کذا فی الطحطاوی لا لغیرہا
کعید اذان مسنون نہین سوائے فرض نمازون کے لیے مانند عید کے کہ عید کے مانند نماز جنازہ اور نماز کسوف اور نماز استسقا اور تراویح اور سنتون کی
اور وتر ہر چند امام اعظم کے نزدیک واجب ہی مگر چونکہ وقت عشا میں ادا کیا جاتا ہی تو عشا ہی کی اذان پر اکتفا کیا گیا کذا فی الشامی فیعاد اذان وقع بعضہ
قبلہ کالاقامۃ خلافا للثانی فی الفجر تو دوسری بار اذان کہی جاے اگر بعضے کلمات اذان کے فرض کے وقت سے پہلے واقع ہوے ہیں اقامت کے مانند
برخلاف ابو یوسف رح کے فجر میں یعنے انکے نزدیک آدھی رات کے بعد فجر کی اذان درست ہی ہم اقامت اگر قبل وقت ہی تو اسکا اعادہ بالاتفاق ہی اور اگر
امام حاضر ہوا اقامت کے بعد ساعت بھر پیچھے اور اسنے فجر کی سنت پڑھی تو اقامت کو دوسری بار کہنا واجب نہیں تو پھر یہ معلوم ہوگیا کہ اگر اقامت کے بعد
فی الفور نماز نہ پڑھے تو اقامت باطل نہیں ہوتی کذا فی الطحطاوی عن المنح بتربیع تکبیر فی ابتدائہ وعن الثانی تثنیتہ اذان سنت ہی چار بار تکبیر یعنی اللہ اکبر
کہنے کے ساتھ شروع اذان میں اور ابو یوسف سے ایک روایت میں دو بار تکبیر ہم پہلے اذان میں چار بار اللہ اکبر کہے اسطرح کہ ایک آواز میں دو بار اور دوسری
آواز میں بھی دو بار اللہ اکبر کہے یعنی چار آوازون سے چارون تکبیر کو علیحدہ علیحدہ نکہے کذا فی الطحطاوی ویفتح راء اکبر والعوام یضمونہا اکبر کی رے کو
زبر کے ساتھ کہے اور عوام لوگ اسکو پیش دیتے ہیں کذا فی رد المحتار ہم مضمرات میں ہی کہ موذن کو اختیار ہی چاہے اللہ اکبر کی رے کو ضمہ یعنی پیش دے چاہے جزم
اور اگر آتش زدگی میں اللہ اکبر چند بار بکر رکہے تو اسم ذات مرفوع ہی ہر بار اور اکبر کا لفظ پچھلی بار کے سوا چاہے پیش کے ساتھ کہے چاہے جزم کے ساتھ
کذا فی الطحطاوی عن ابی السعود ولکن فی الطلبۃ معنی قولہ علیہ السلام الاذان جزم ای مقطوع المد فلا یقول آللہ اکبر لانہ استفہام وانہ لحن شرعی لیکن طلبہ میں ہی
کہ نبی علیہ الصلوۃ والسلام کے قول الاذان جزم کا یہ مطلب ہی کہ اذان مقطوع المد ہی یعنے اللہ کے لفظ میں الف کو کھینچنا نہیں تو اسکے الف کو بڑھا کر
بولے کہ وہ پوچھنا ہی کہ کیا اللہ بڑا ہی اور یون کہنا شرعا غلط ہی ہم جبکہ یہ شرعا غلط ہوا تو اسطرح اذان مکروہ ہی اگر استفہام کا ارادہ کریگا تو کافر ہوگا کذا فی
الطحطاوی اور شامی میں ہی کہ سیوطی سے اس حدیث کا حال پوچھا گیا تو کہا کہ یہ حدیث ثابت نہیں بلکہ ابراہیم نخعی کا قول ہی او مقطوع حرکۃ الآخر للوقف
فلا یقف بالرفع فانہ لحن لغوی فتاوی الصیرفیہ من الباب السادس والثلثین یا حدیث مذکور کا یہ مطلب کہ آخر کی حرکت مقطوع ہی تو وقف نکرے پیش کی
کہ وہ لغت عرب میں غلط ہی چنانچہ فتاوی صیرفیہ کے چھتیسوین باب میں ہی یعنے اذان میں جتنے جملے ہیں سبکا آخر حرف پر وقف کرے حرکت نہ دے لیکن
پھر اللہ اکبر جو اذان میں ہیں انمین سے اول اور تیسرے اور پانچوین میں اکبر کی رے کو چاہے ساکن ادا کرے چاہے فتحہ کے ساتھ آگے ملادے اور اگر

بیشی سے لا وبجماع خلاف سنت ہو گا کذا فی الطحطاوی والشامی ملخصا ولا ترجیع فانہ مکروہ ملتقی اور اذان میں ترجیع نہیں اسلیے کہ ترجیع مکروہ ہے کذا فی الملتقی اور ترجیع یہ ہے کہ شہادتین یعنی اشہد ان لا الہ الا اللہ اشہد ان لا الہ الا اللہ اشہد ان محمدا رسول اللہ اشہد ان محمدا رسول اللہ کو پہلے آہستہ کہے پھر چاروں کلمات کو زور سے کہے یہ شافعی مذہب میں سنت ہے اور ہمارے نزدیک مکروہ تنزیہی ہے کذا فی الحلبی اور ابی محذورہ کی اذان میں جو ترجیع حدیث میں ذکر ہے وہ اس بات پر محمول ہے کہ بطریق تعلیم کے تھی کیونکہ صحیح روایات متفق ہیں اسپر کہ بلال اذان میں ترجیع نکرتے تھے اسکے سوا طبرانی میں ابی محذورہ کی اذان میں بلا ترجیع نہیں تو عدم ترجیع ہی ثابت ہوا اور وجہ کراہت یہ ہے کہ اذان اعلام کے لیے مشروع ہے اور آہستہ کہنے سے اعلام نہیں ہوتا کذا فی الشامی ولا لحن فیہ ای تغنی بغیر کلماتہ فانہ لا یحل فعلہ وسماعہ کالتغنی بالقرآن اور اذان میں لحن یعنی وہ راگنی جو اذان کے کلمات متغیر کرے اسکا کرنا اور سننا حلال نہیں جیسے قرآن کے بیچ کا فعل اور سماع حلال نہیں اور لحن یہ ہے کہ حروف کے ادا میں اور انکی حرکات اور سکنات میں کمی بیشی واقع ہو جیسا کہ گانے میں ایسا ہوتا ہے اور خطا اعراب کو بھی لحن بولتے ہیں وبلا تغییر حسن اور خوش آوازی بغیر متغیر کرنے کلمات اور حرکات اور سکنات کے خوب ہے اذان اور قرآن میں علم تغنی بلا تغییر خوب ہے اسواسطے کہ تحسین صوت مطلوب ہے اور تحسین صوت کو تغییر لازم نہیں کذا فی البحر وقیل لا باس بہ فی الحیعلتین اور قول ضعیف یہ ہے کہ کچھ ڈر نہیں حی علی الصلوۃ اور حی علی الفلاح کی لحن میں علم قائل اس قول کا حلوانی ہے اور وجہ یہ بیان کی ہے کہ یہ دونوں کلمات ذکر نہیں اور لفظ لا باس بہ سے اشارہ ہے طرف کہ اولی یہ ہے کہ ان میں بھی لحن نکرے کذا فی الشامی ویترسل فیہ بسکتہ بین کل کلمتین ویکرہ ترکہ وتندب اعادتہ اور موذن اذان کو ٹھہر ٹھہر کے اندک سکوت کرکے دو دو کلمے کے درمیان میں اور ترسل یعنی سکتہ کا ترک کرنا مکروہ ہے اور اسکے ترک سے اذان کو پھر کہنا مستحب ہے کذا فی الطحطاوی عن الظہیریہ ویلتفت فیہ وکذا فیہا مطلقا وقیل ان المحل متسعا یمینا وشمالا فقط لئلا یستدبر القبلۃ بالصلوۃ والفلاح اور اذان میں منہ پھیرے داہنے اور بائیں حی علی الصلوۃ اور حی علی الفلاح کہنے کے وقت اور اسی طرح اقامت میں التفات کرے ہر حال میں یعنی جگہ میں وسعت ہو یا نہو اور بعضوں نے کہا کہ اگر جماعت کا مکان کشادہ ہو تو التفات کرے التفات فقط داہنے اور بائیں ہے تاکہ پشت واقع نہ ہو قبلہ کیطرف ولو وحدہ او لمولود لانہ سنۃ الاذان مطلقا التفات ترک نکرے اگرچہ موذن تنہا ہو یا بچہ ہونے کے وقت اذان کہتا ہو اسواسطے کہ التفات اذان کی سنت ہے ہر طرح ویستدیر فی المنارۃ لو متسعۃ ویخرج رأسہ منہا اور موذن گردش کرے اذان کے منارے میں اگر وہ کشادہ ہو اور اپنا سر اسکے طاقچے سے نکالے لوگوں کے خبردار کرنے کو علم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت منارہ اذان کے لیے نہ تھا حضرت بلال رض مسجد کی چھت پر اذان کہا کرتے تھے بعد کو امیر معاویہ رض کے حکم سے منارہ بنایا گیا ویقول ندبا بعد فلاح اذان الفجر الصلوۃ خیر من النوم مرتین لانہ وقت نوم اور آپ بطریق استحباب کے دو بار کہے اذان فجر کی حی علی الفلاح کے بعد الصلوۃ خیر من النوم یعنی نماز بہتر ہے نیند سے اسواسطے کہ یہ نیند کا وقت ہے ویجعل ندبا اصبعیہ فی صماخ اذنیہ فاذانہ بدونہ حسن وبہ احسن اور بطریق استحباب کے کرے اپنی دونوں انگلیاں اپنے دونوں کانوں کے سوراخ میں کہ اذان بغیر انگلی رکھنے کے خوب ہے اور انگلی رکھکر بہت خوب ہے علم کان میں انگلی رکھنے کا فائدہ یہ ہے کہ اس فعل سے آواز بلند ہوتی ہے جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت بلال کو فرمایا کہ دونوں کانوں میں انگلیاں کر لو کہ اس سے تمہاری آواز زیادہ بلند ہوگی اور دوسرا فائدہ یہ ہے کہ بہرا اور دور کا آدمی آواز نہیں سنتا اس فعل کو دیکھکر آگاہ ہو جاتا ہے کہ اذان ہو رہی ہے والاقامۃ کالاذان فیما مر اور اقامت جسکو عوام تکبیر بولتے ہیں اذان کے مانند ہے احکام مذکورہ میں علم اذان کے احکام جو متن میں گذر گیے دس ہیں یعنی مسنون ہونا فرائض کے واسطے اور اعادہ اسکا اگر وقت سے پہلے ہوئی اور شروع کرنا چار تکبیر سے اور ترجیع نکرنا اور لحن نکرنا اور ٹھہر ٹھہر کے کہنا اور التفات اور گردش اور فجر میں الصلوۃ خیر من النوم کا زیادہ کرنا اور کانوں میں انگلیاں رکھنا لیکن مصنف نے تین احکام کو ان احکام عشرہ سے نکال ڈالا تو ٹھہر ٹھہر کہنے کے بدلے جلد جلد کہنا اور الصلوۃ خیر من النوم کے عوض قد قامت الصلوۃ کہنا اور کان میں انگلی نرکھنا مذکور کیا تو سات حکم مشترک باقی رہے حلبی نے کہا تو مصنف کو گردش کا نفی کرنا بھی لازم تھا لکن ہی ای الاقامۃ وکذا الامامۃ افضل منہ فتح لیکن اقامت اور ایسا ہی امامت افضل ہے اذان سے کذا فی الفتح ولا یضع المقیم اصبعیہ فی اذنیہ لانہا اخفض اور اقامت

کہنے والا اپنی دونون انگلیان کانون مین نہ رکھے اسواسطے کہ اقامت کی آواز پست تر ہوتی ہے اذان کی آواز سے ویحدر بضم الدال ای یسرع فیہا و تقا
کہنے مین جلدی کرے یعنی مین الکلمتین سکتہ نکرے شامی نے کہا کہ یحدر بضم دال یعنی یسرع یعنی سرعت کرے فلو ترسل لم یعد ای فی الاصح تو اگر اقامت ٹھہر ٹھہر کے
اذان کے مانند تو اسکا اعادہ نکرے صحیح تر قول مین ہم لیکن اگر اذان کو جلد جلد تکبیر کیطرح کہیگا تو اسکا دوبارہ کہنا مستحب ہے کیونکہ اذان مین تکرار مشروع ہے چنانچہ جمعہ
کے روز اذان تکبیر مین تکرار شریعت مین ثابت نہین ویزید بعد فلاحہا قد قامت الصلوۃ مرتین اور اقامت کے حی علی الفلاح کے بعد دوبارہ کہے قد قامت الصلوۃ (نماز قائم ہوئی)
وعند الثلثہ ہی فرادی اور امام شافعی اور امام مالک اور امام احمد تینون کے نزدیک اقامت ایک ایک کلمہ ہے ویستقبل غیر الراکب القبلۃ بہما اور سوار کے سوا اور
شخص اذان اور اقامت مین قبلہ رخ ہوجاوے ہم جماعت کے واسطے سوار ہو کر اذان کہے سفر کی حالت مین سوار کو اپنے واسطے اذان اور اقامت درست ہے اور
استقبال قبلہ شرط نہین ویکرہ ترکہ تنزیہا اور ترک استقبال قبلہ مکروہ تنزیہی ہے ہم صاحب محیط نے استقبال قبلہ کو حسن کہا ہے صاحب بحر نے اس سے نکالا کہ اسکا
ترک مکروہ تنزیہی ہے کذا فی الطحطاوی ولو قدم فیہا مؤخرا اعاد ما قدم فقط اور اگر اذان اور اقامت مین مؤخر لفظ کو مقدم کیا تو فقط مقدم لفظ کو پھر کہے یعنی اسی
لفظ کا اسی کے محل مین اعادہ کرے مثلاً حی علی الفلاح کو حی علی الصلوۃ سے پہلے کہدیا تو اعادہ صرف انہین دونون کلمون کا ترتیب وار کرے تمام اذان
کا اعادہ ضرور نہین ولا یتکلم فیہما اصلا ولو رد سلام اور اذان اور اقامت مین اصلا کلام نکرے اگرچہ وہ کلام جواب سلام کا ہو سلام کا جواب بھی نہ دے
اپنے دل مین اور نہ اذان اور اقامت کے بعد یہی قول صحیح ہے اور کہنا رنا بھی کلام مین داخل ہے اگر تحسین صوت کے واسطے جائز ہے کذا فی البحر فان تکلم استانفہ
اگر اذان اور اقامت مین بولا تو پھر سرے سے شروع کرے ویثوب بین الاذان والاقامۃ فی الکل للکل بما تعارفوہ اور موذن اذان اور اقامت کے بیچ مین بلاوے سب
نمازیون کو بدون تخصیص امیر وغیرہ کے سب نمازون مین جسطرح کہ انکے بلانے کی عادت ہے ہم تثویب یعنی اعلام بعد الاذان کا طریقہ یہ ہے کہ بعد اذان کے بقدر بیس آیت
پڑھنے کے ٹھہر جاوے پھر بلاوے اسطرح کہ الصلوۃ الصلوۃ یا کہے کہ چلو نماز تیار ہے یا جسطرح کا رواج ہو پھر اسکے بعد بقدر بیس آیت کے توقف کرے پھر اقامت کہے کذا
فی البحر مگر مغرب مین تثویب نہین چنانچہ نقایہ کی شرح مین مصرح ہے اور ماتن کے اگلے کلام سے بھی نکلتا ہے ویجلس بینہما بقدر ما یحضر الملازمون مراعیا لوقت
الندب اور موذن بیٹھ جاوے اذان اور اقامت مین بقدر آنے ہمیشہ آنے والون کے وقت مستحب کی رعایت کرکے ہم جیسے صبح مین اسفار کا اور ظہر مین ابراد
کا ملاحظہ موذن کو لازم ہے الا فی المغرب فیسکت قائما قدر ثلث آیات قصار مگر مغرب مین تثویب اور جلوس نچاہیے تو موذن چپکا کھڑا رہے چھوٹی تین
آیتون کی مقدار ویکرہ الوصل اجماعا اور بلا توقف ملادینا اذان اور اقامت کا بالاتفاق مکروہ ہے ہم بدلیل اس حدیث کے کہ تو اپنی اذان اور اقامت مین
توقف کر اسقدر کہ کھانے والا اپنے کھانے سے فراغت حاصل کرے فائدہ ۵ فائدہ ملحقہ شارح کا التسلیم بعد الاذان حدث فی ربیع الآخر سنۃ سبعمائۃ
واحدی وثمانین فی عشاء لیلۃ الاثنین ثم یوم الجمعۃ ثم بعد عشر سنین احدث فی الکل الا المغرب ثم فیہا مرتین وہو بدعۃ حسنۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و
سلم پر سلام کہنا نیا پیدا ہوا ربیع الآخر ۷۸۱ سال ہجری مین دوشنبہ کی رات عشا کی نماز مین پھر جمعہ کے دن پھر دس برس کے بعد پیدا ہوا سب نمازون
مین سوائے مغرب کے پھر مغرب مین بھی دو بار سلام کہنا رائج ہو گیا اور یہ امر بدعت حسنہ ہے ہم یہ فائدہ شارح نے جلال الدین سیوطی شافعی کے
حسن المحاضرہ سے نقل کیا اور سخاوی کے قول بدیع مین ہے کہ اسکی ابتدا احدوثہ سلطان صلاح الدین بن المظفر بن ایوب کے حکم سے ہوئی ۷۹۱ سنہ ہجری
مین طحطاوی نے کہا کہ مغرب کا سلام ہمارے وقت مین رائج نہین اور نہ سیوطی کی اس عبارت مین ہے جو نہر الفائق مین منقول ہے انتہی بدعت حسنہ وہ ہے
جو قواعد شریعت کے مخالف نہو وسن ان یؤذن ویقیم لفائتۃ رافعا صوتہ لو بجماعۃ او صحراء لا ببیتہ منفردا اور مسنون ہے اذان دینا اور اقامت کہنا قضا
کی نماز کے واسطے آواز بلند کرکے اگر جماعت سے قضا کرتا ہو یا جنگل مین نہ اپنے گھر مین اکیلے اگر گھر مین بھی جماعت کے ساتھ قضا کرے تو بلند آواز سے اذان
کہے وکذا یسنان لاولی الفوائت لا الفاسدۃ اور اسیطرح اذان اور اقامت مسنون ہے چند قضا نمازون مین سے پہلی نماز کے واسطے نہ ناقص نماز کے واسطے یعنی

جسکا اعادہ کیا وقت میں و یخیر فیہ للباقی لو فی مجلس وفعلہ اولی ویقیم للکل اور آدمی اذان اور اقامت میں مختار ہے قضا کی باقی نمازوں کے واسطے اگر ایک
مجلس میں ہو اور اگرچہ مجالس میں قضاؤں کو ادا کرے تو ہر مجلس میں اذان و اقامت کہے کذا فی الشامی اور باقی میں اذان کہنا بہتر ہے اور اقامت کہے
سب نمازوں قضا میں اسواسطے کہ جنگ خندق میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے چار نمازوں کی قضا میں اذان اور اقامت کا حکم کیا کذا فی الطحطاوی
ولا یسنان لذلک فیما تصلیہ النساء اداء وقضاء ولو جماعۃ کجماعۃ صبیان وعبید اور یہ یعنی اذان اور اقامت مسنون نہیں اس نماز میں جسکو عورتیں
پڑھتی ہوں ادا اور قضا اگرچہ جماعت سے پڑھتی ہوں جیسے لڑکے اور غلاموں کی جماعت میں اذان اور اقامت مسنون نہیں امام اگر شارح بجائے ولو جماعۃ کے
ولو منفردۃ کہتا تو بہتر تھا اسلیے کہ عورتوں کی جماعت مشروع نہیں رہی کذا فی الشامی ولا یسنان ایضا لظہر یوم الجمعۃ فی مصر اور یہی اذان اور اقامت سنت
نہیں جمعہ کے دن ظہر کی نماز کیواسطے شہر میں ہم اسواسطے کہ اسمیں شبہہ پڑتا ہے مخالفت جمعہ کا اور شہر کی قید سے معلوم ہوا کہ گاؤں میں اذان جمعہ کے روز مکروہ
نہیں ولا فیما یقضی من الفوائت فی مسجد لان فیہ تشویشا وتغلیطا اور نہیں مسنون اذان اور اقامت اس نماز میں فوائت سے جسکو قضا کرتے ہوں مسجد
میں اسواسطے کہ اسمیں لوگوں کی پریشان خاطری اور غلط اندازی ہے یعنی دوسرے وقت کی اذان سمجھینگے ویکرہ قضاؤہا فیہ لان التاخیر معصیۃ فلا یظہرہا بزازیۃ
اور نماز فائتہ کا قضا کرنا مسجد میں مکروہ ہے اسواسطے کہ وقت سے نماز کا تاخیر کرنا گناہ ہے تو گناہ کو ظاہر نکرے کذا فی البزازیۃ ہم ہو وجہ جماعت میں ظاہر ہے کہ منفرد میں
اسلیے کہ منفرد اذان آہستہ کہتا ہے مگر تعلیل مسئلہ سے معلوم ہوتا ہے کہ قضا کو جتا کر ادا کرنا مکروہ ہے خواہ جماعت میں ہو خواہ اکیلے ویجوز بلا کراہۃ اذان صبی مراہق
وعبد اور بلا کراہت جائز ہے اذان صغیر مراہق یعنی عاقل اور غلام کی ہم کراہت سے مراد کراہت تحریمی ہے ورنہ کراہت تنزیہی تو ثابت ہے جیسا کہ بحر الرائق میں خلاصہ
سے منقول ہے کہ سوا انکے اور شخص اولی ہے تو انکی اذان میں ترک اولی ہوا کذا فی الشامی ولا یحل الا باذن کاجیر خاص اور غلام کو اذان جماعت کی حلال نہیں
مگر مولی کے اذن سے خاص مزدور کے مانند کہ اسکو بھی اذان حلال نہیں بلا اذن مستاجر کیونکہ مراعات اوقات سے نقصان مولی اور مستاجر کا لازم آویگا
اسیوجہ سے مزدور خاص کو نوافل کا پڑھنا درست نہیں واعمی وولد زنا واعرابی اور جائز ہے اذان اندھے اور ولد الزنا اور دیہاتی کی وانما یستحق ثواب
المؤذنین اذا کان عالما بالسنۃ والاوقات ولو غیر محتسب بحر اور اذان کہنے والا مؤذنوں کے ثواب کا مستحق نہیں ہوتا مگر جبکہ وہ اذان کے طریقہ مسنونہ کو
جانتا ہو اور نماز کے اوقات کو بھی جانتا ہو اگرچہ غیر محتسب ہو کذا فی البحر یعنی اگرچہ صرف بہ نیت ثواب نہ کہتا ہو بلکہ اجرت لیکر اذان کہتا ہو طحطاوی نے کہا ولو غیر محتسب
یقین کرنے کے لائق نہیں اسواسطے کہ صاحب بحر نے اسکو بطریق احتمال کے بیان کیا ہے وکرہ اذان جنب واقامتہ واقامۃ محدث لا اذانہ علی المذہب
اور مکروہ ہے اذان نہانے کی حاجت والے کی اور اسکی اقامت اور بے وضو آدمی کی اقامت نہ اذان محدث کی مذہب درست پر ہم مکروہ سے مراد ظاہرا مکروہ تحریمی ہے
اور وجہ کراہت جنب کی اذان کی یہ ہے کہ وہ لوگوں کو نماز کے لیے بلاتا ہے اور خود اسکی اجابت نہیں کرتا کذا فی الشامی واذان امراۃ وخنثی وفاسق ولو عالما
لکنہ اولی بامامۃ واذان من جاہل تقی اور مکروہ ہے اذان عورت اور خنثی اور فاسق کی اگرچہ فاسق عالم ہو لیکن امامت اور اذان میں فاسق عالم اولی ہے جاہل
پرہیزگار سے یعنی جہاں سوائے اس فاسق کے دوسرا عالم نہو کذا فی حاشیۃ الحلبی وسکران ولو بمباح اور اذان مکروہ ہے متوالے کی اگرچہ مباح چیز سے
مست ہو گیا ہو جیسا کہ خراسانی اجوائن سے کمعتوہ وصبی لا یعقل جیسے مدہوش اور صغیر غیر عاقل کی اذان مکروہ ہے وقاعد الا اذا اذن لنفسہ اور بیٹھے ہوئے
کی اذان مکروہ ہے مگر جبکہ وہ اپنے واسطے اذان کہے تو مکروہ نہیں وراکب الا لمسافر اور سوار کی اذان مکروہ ہے مگر مسافر سوار کی اذان مکروہ نہیں ویعاد اذان
جنب ندبا وقیل وجوبا اور پھر کہی جاوے اذان جنب کی استحباب کی راہ سے اور بعضوں نے کہا کہ وجوب کی راہ سے لا اقامۃ لمشروعیۃ تکرارہ فی الجمعۃ دون تکرارہا
دوبارہ نکہی جاوے اقامت جنب کی بسبب مشروع ہونے تکرار اذان کے جمعہ میں اور نہ مشروع ہونے اقامت کی تکرار کے یعنی جمعہ کی اذان مکرر ہونے سے معلوم
ہوا کہ عذر سے تکرار اذان درست ہے وکذا یعاد اذان امراۃ ومجنون ومعتوہ وسکران وصبی لا یعقل لا اقامتہم لما مر اور اسی طرح اعادہ کیا جاوے عورت

[illegible] ۱۲

اور دیوانہ اور مدہوش اور مست اور صغیر غیر عاقل کی اذان کا نہ اُنکی اقامت کا بدلیل گذشتہ یعنے تکرار اذان شرعاً ثابت ہے نہ تکرار اقامت ویجب ہو قد بالہما
لموت موذن وغشیہ وخرسہ وحصرہ ولا ملقن وذہابہ للوضوء لسبق حدث خلاصہ اور واجب ہے شروع سے کہنا اذان اور اقامت کا بسبب مرجانے موذن
کے اذان کہتے ہوئے اور مرجانے مقیم کے اقامت کہنے میں اور بسبب اُسکے غش میں آجانے اور گونگا ہو جانے اور رک جانے اور بند ہو جانے کے اور حالانکہ کوئی
کوئی بتانے والا نہیں اور بسبب اُسکے جانے کے وضو کے واسطے وضو کے ٹوٹ جانے سے کذا فی الخلاصہ ہم موذن اور مقیم کا پانچوں صورتوں میں یہی
حکم ہے شارح نے فقط موذن پر اسواسطے اکتفا کیا کہ اقامت کہنا موذن ہی کا حق ہے شامی میں کہا کہ پچھلی صورت یعنی اثنائے اذان و اقامت میں
بے وضو ہو جانے میں موذن اور مقیم کو چاہیے کہ بعد اذان اور اقامت کے وضو کو جاوے کیونکہ جب ابتدا سے بے وضو پوری اذان کہہ سکتا ہے تو ناقص کو بطریق اولی
تمام کر سکتا ہے لیکن غیر فی السراج بیندب لیکن سراج وہاج میں بلفظ یندب بیان کیا ہے یعنے کہا کہ پانچوں صورتوں میں شروع سے اذان اور اقامت کو کہنا
مستحب اور مندوب ہے واجب نہیں وجزم المصنف بعدم صحۃ اذان مجنون ومعتوہ وصبی لا یعقل اور یقین کیا ہے مصنف نے [illegible] صحیح ہونے اذان مجنون اور
مدہوش اور صغیر غیر عاقل کا قلت وکافر وفاسق لعدم قبول قولہ فی الدیانات میں کہتا ہوں اور کافر اور فاسق کی بھی اذان صحیح نہیں ہے بسبب مقبول
نہونے انکے قول کے دین کے کاموں میں شامی میں کہا کہ اوپر گذر چکا کہ فاسق کی اذان مکروہ ہے اور یہاں شارح نے عدم صحت کو بیان کیا ہے پس [illegible] فاسق کی
کافر کے ساتھ شارح کی طرف سے مناسب نہوئی ولو کرہ ترکہما معا لمسافر ولو منفردا اور مکروہ ہے مسافر کو اذان اور اقامت کا ایکبارگی چھوڑ دینا اگرچہ اکیلا ہو یہاں
چار صورتیں ہیں سو دو صورتیں مکروہ ہیں ایک یہ کہ اذان اور اقامت دونوں کو چھوڑنا دوسرے یہ کہ فقط اقامت کو چھوڑنا اور دو صورتیں مکروہ نہیں ایک یہ کہ
اذان اور اقامت دونوں کہنا دوسری یہ کہ فقط اقامت کہنا مسافر کو اذان اور اقامت میں دو فائدے ہیں ایک تو ثواب دوسرے [illegible] ہونا [illegible] ان لشکر ان
خدا کا جو نظر نہیں آتے وکذا ترکہا لا ترکہ لحضور الرفقۃ اور اسی طرح مسافر کو مکروہ ہے چھوڑنا اقامت کا نہ اذان کا بسبب موجود ہونے [illegible] رفیقوں کے یعنی اذان
تو اعلام کے واسطے مشروع ہے پھر جب سفر کے رفیق ساتھ ہوئے تو اعلام کی چنداں ضرورت نہیں بخلاف مصل ولو بجماعۃ فی بیتہ بمصر او قریۃ لہا مسجد فلا یکرہ
ترکہما اذ اذان الحی یکفیہ بخلاف اُس نمازی کے جو اپنے گھر میں شہر کے اندر نماز پڑھتا ہے اگرچہ جماعت سے نماز ہو یا اُس گانوں میں نماز پڑھتا ہے جس میں مسجد ہے
تو وہاں اذان یا اقامت کا ترک کرنا مکروہ نہیں اسواسطے کہ اذان محلہ اُسکو کفایت کرتی ہے اور اگر گانوں میں مسجد نہو یا ہو مگر اُسمیں اذان و اقامت
نہوتی ہو تو وہاں کا نمازی اذان اور اقامت ترک نکرے بلکہ اسکا حکم مسافر کا سا ہے او مصل فی مسجد بعد صلوۃ جماعۃ فیہ بل یکرہ فعلہما وتکرار الجماعۃ الا فی مسجد
علی طریق فلا باس بذلک جوہرہ یا بخلاف اُس نمازی کے جو مسجد میں نماز پڑھتا ہے اُسمیں جماعت ہو جانے کے بعد بلکہ مسجد مذکور میں اذان اور اقامت کہنا
اور دوسری جماعت کرنا مکروہ ہے مگر راہ کی مسجد میں اسکا کچھ مضائقہ نہیں کذا فی الجوہرۃ یعنی راہ کی مسجد میں اگر جماعت اذان اور اقامت کے ساتھ دوسری ہو
لا باس ہے لفظ [illegible] سے نکلا کہ اسکا نکرنا اولی ہے کذا فی الطحطاوی اقام غیر من اذن بغیبتہ ای المؤذن لا یکرہ مطلقا اقامت کی اور شخص نے سوائے اذان
کہنے والے کے موذن کی غیبت میں تو مطلقا مکروہ نہیں یعنے خواہ موذن خوش ہو یا ناخوش وان بحضورہ کرہ ان لحقہ وحشۃ اور اگر غیر شخص نے اقامت کی
موذن کے سامنے تو مکروہ ہے اگر اُسکو وحشت اور ناخوشی ہو ہم اقامت کہنا موذن کا حق ہے بدلیل حدیث (من اذن فہو یقیم) یعنی جو اذان کہے وہی اقامت
کہے کما کرہ مشیہ فی اقامتہ جیسے مکروہ ہے اقامت کہنے میں چلنا ویجیب وجوبا وقال الحلوانی ندبا والواجب الاجابۃ بالقدم من سمع الاذان ولو جنبا اور
واجب ہے جواب دینا زبان سے اُسکو جسنے اذان کو سنا اگرچہ وہ جنب ہو اور حلوانی نے کہا کہ زبان سے جواب دینا مستحب ہے اور قدم سے اجابت واجب ہے یعنے
اذان سنتے ہی مسجد میں جماعت کے لیے حاضر ہو جانا چاہیے لا حائضا ونفساء وسامع خطبۃ وفی صلوۃ جنازۃ وجماع ومستراح واکل وتعلیم علم وتعلمہ بخلاف
قرآن نہ جواب دے اذان کا اگر سامع ہو حائض اور نفساء اور سامع کسی خطبہ کا اور جواب دے نماز میں اور جنازہ میں اور صحبت کرنے میں اور پاخانہ میں اور کھانے

اور علم سکھلاسے نہ او رعلم کے سکھنے مین برخلاف قرآن ہے کہ یعنی اگر قرآن پڑھتا ہو تو موقوف کرے کہ اذان کا جواب دے یہان یقول بلسانہ کمقالتہ ان سمع المسنون منہ
وھو ما کان عربیا لاتحن فیہ جواب دے اسطرح کہ اپنی زبان سے مؤذن کے کلام کے مانند بشرطیکہ مؤذن سے مسنون اذان سنے مسنون اذان وہ ہے جو بطور عربیا
کے ہو اسمین لحن نہو یعنی تغیر کلمات نہو ھم اذان عربی ہو یعنے مفسر الالفاظ ہو حروف کے حق ادا ہوے ہون سوا ب جو اذان بعض لوگ کہتے ہین وقف اور حرکات
کو بڑھا گھٹا کر وہ حرام ہے اُس اذان کا جواب دینا نچاہیے کذا فی الطحطاوی ملخصا ولو تکرر اجاب الاول اور اگر اذان مکرر ہو تو پہلی اذان کا جواب دے خواہ وہ
مسجد کی اذان ہو یا دوسرے مقام کی کذا فی الحلبی الا فی الحیعلتین فیحوقل جو مؤذن کہے وہی جواب دینے والا کہے مگر حی علی الصلوۃ اور حی علی الفلاح مین کہ لاحول
ولا قوۃ الا باللہ کہے وفی الصلوۃ خیر من النوم فیقول صدقت وبررت اور الصلوۃ خیر من النوم مین یون کہے صدقت وبررت یعنی تو صادق اور نیکو کار ہے
اس کہنے مین کہ نماز نیند سے بہتر ہے ویندب القیام عند سماع الاذان بزازیہ اور مستحب ہے کھڑا ہو جانا اذان کے سننے کے وقت کذا فی البزازیہ ولم یذکر ہل یستمر الی
فراغہ او یجلس اور بزازی نے یہ ذکر نہین کیا کہ کھڑا رہے اذان کی فراغت ہونے تک یا بیٹھ جاے ولو لم یجبہ حتی فرغ لم ارہ وینبغی تدارکہ ان قصر الفصل اور
اگر سامع نے مؤذن کا جواب نہ دیا یہانتک کہ وہ اذان سے فارغ ہوا اسکا حکم مین نے نہین دیکھا کتاب مین اور مناسب ہے کہ اسکا تدارک کرے اگر فصل
تھوڑا ہو یعنے اگر بہت عرصہ گذر گیا ہو ھم یہ بحث صاحب بحر کی ہے اور اس سے یہ نکلتا ہے کہ جواب دینے والا مؤذن سے پیشتر کلمات جواب کے کہے بلکہ ہر کلمے کے
تمام ہونے پر اُسکا جواب کہے کہ حدیث عمر بن ابی امامہ مین اسکی تصریح موجود ہے اور اس سے ظاہر ایہی معلوم ہوتا ہے کہ ساتھ ساتھ جواب دینا بھی کافی نہین کذا
فی الشامی ویدعو عند فراغہ بالوسیلۃ لرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور اذان کی فراغت کے وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے وسیلہ مانگے ھم
دعاء وسیلہ مستحب ہے اسواسطے کہ صحیح مسلم مین عبداللہ بن عمرو بن عاص سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم مؤذن کو سنو تو کہو مثل اُس قول کے
جو وہ کہتا ہے پھر مجھپر درود پڑھو اسواسطے کہ جو مجھپر درود پڑھیگا حق تعالی اُسکے بدلے اُسپر دس بار رحمت کریگا پھر اللہ سے میرے لیے وسیلہ مانگو اسواسطے کہ وسیلہ ایک مرتبہ ہے
بہشت مین کہ وہ لائق نہین مگر ایک بندے کیواسطے خدا کے بندون سے اور مین امید رکھتا ہون کہ وہ بندہ مین ہون سو جو شخص میرے لیے وسیلہ مانگیگا تو میری
شفاعت اُسکے لیے ضرور ہوگی انتہی یعنی اُسکی شفاعت واجب ہوگی اسلئے زیادہ تر بسبب اس مناسبت کے کذا فی الطحطاوی عن المواہب وشرحہا اور دعاء وسیلہ
کا طریقہ صحیح مسلم وغیرہ مین جابر سے یون مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص کہے اذان کو سنکر (اللّٰھم ربّ ھذہ الدّعوۃ التّامّۃ والصّلوۃ القائمۃ اٰت محمّدن الوسیلۃ
والفضیلۃ وابعثہ مقاما محمودن الّذی وعدتہ) تو اسکے واسطے میری شفاعت حلول کریگی یعنے واجب ہوگی کذا فی تیسیر الوصول الی الجامع الاصول اور بیہقی نے وعدتہ کے
بعد انّک لا تخلف المیعاد اس دعا مین زیادہ روایت کیا ہے ابن حجر نے شرح منہاج مین کہا کہ الفضیلۃ کے بعد جو درجۃ الرفیعۃ کہتے ہین اور تمامی پر یا ارحم الراحمین تو
ان دونون کی کچھ اصل نہین اور اسیطرح وعدتہ کے بعد وارزقنا شفاعتہ کی زیادتی کا حال ہے کذا فی الشامی ولو کان فی المسجد حین سمعہ لیس علیہ الاجابۃ
ولو کان خارجہ اجاب بالمشی الیہ بالقدم اور اگر اذان کا سننے والا مسجد مین ہو جبکہ اُسنے اذان سنی تو اُسپر جواب دینا لازم نہین اور اگر مسجد کے باہر ہو تو
جواب دے اُسکی طرف قدم سے چلکر ولو اجاب باللسان لا بہ لا یکون مجیبا وہذا بناء علے الاجابۃ المطلوبۃ بقدمہ لا بلسانہ کما ہو قول الحلوانی اور
اگر اذان کا جواب دیا زبان سے نہ قدم سے چلکر تو وہ شخص مجیب نہوگا اور اس قول کی بنا اسپر ہے کہ اجابت مطلوبہ شرع مین قدم سے ہے نہ زبان سے چنانچہ
یہی قول ہے حلوانی کا فیقطع قراۃ القرآن لو کان یقرا بمنزلہ ویجیب لو اذان مسجدہ کما یاتی ولو بمسجد لا لانہ اجاب بالحضور اور بموجب اسی قول
کے قطع کرے قرآن کا پڑھنا اگر پڑھتا ہو اپنے گھر مین اور جواب دے قدم سے چلکر اگر اُسکی مسجد محلہ کی اذان ہو چنانچہ آگے مذکور ہوگا تاتارخانیہ سے اور اگر
مسجد مین قرآن پڑھتا ہو تو پڑھنا قطع نکرے اسواسطے کہ وہ مجیب ہوگا مسجد کے حاضر ہونے سے وہذا متفرع علی قول الحلوانی والظاہر وجوبہا بلسانہ لظاہر
الامر فی حدیث اذا سمعتم المؤذن فقولوا مثل ما یقول کما بسط فی البحر واقرہ المصنف وقواہ فی النہر ناقلا عن المحیط وغیرہ بانہ علے الاول لا

لا یرد السلام ولا یسلم ولا یقرأ بل یقطعها و یجیب ولا یشتغل بغیر الاجابۃ اور یہ جو اُن پہلے اجابت بالقدم کو ذکر کیا متفرع اور متخرج ہی حلوانی کے قول پر
اور ظاہر قول پر واجب ہوتا ہی اجابت کا زبان سے بدلیل ظاہر امر کے جو اس حدیث میں ہی کہ جب تم موذن کی اذان سنو تو کہو مثل اس قول کے جو موذن
کہتا ہی چنانچہ اسکو شرح بیان کیا ہی بحر الرائق میں اور تاتارخانیہ میں اسکو مصنف نے اپنی شرح میں اور زبان سے جواب دینے کو قوی کہا ہی نہر الفائق میں مجتبیٰ
وغیرہ سے نقل کر کے اسطرح کہا کہ اول قول پر یعنی وجوب اجابت زبانی پر اذان کا سامع سلام کا جواب نہ دے اور نہ کسی کو سلام کرے اور نہ قرآن پڑھے بلکہ قرآن
کو قطع کرے اور اذان کا جواب دے اور مشغول نہو کسی فعل میں بجز اجابت کے قال و ینبغی ان لا یجیب بلسانہ اتفاقا فی الاذان بین یدی الخطیب وان یجیب بقدمہ
اتفاقا فی الاذان الاول یوم الجمعۃ لوجوب السعی بالنص صاحب نہر نے کہا اور یہ چاہیئے کہ زبان سے جواب نہ دے باتفاق قولین خطیب کے سامنے کی اذان
میں جمعہ کے دن اور یہ کہ اجابت بالقدم کرے باتفاق قولین روز جمعہ کی پہلی اذان میں بسبب واجب ہونے سعی کے بنص قرآنی ہم عدم اجابت لسانی
کی وجہ یہ ہی کہ جب خطیب منبر پر بیٹھے تو امام کے نزدیک مطلقا کلام مکروہ ہی لیکن باب الجمعہ میں آویگا کہ صحیح قول یہ ہی کہ امام کے نزدیک کلام مکروہ جب ہی کہ خطبہ
شروع ہونے سے پہلے تو اب کوئی مانع نہ اجابت کا کذا فی الطحطاوی وفی التاترخانیۃ انہ یجیب اذان سوی ہذا اور تاتارخانیہ میں ہی کہ جواب دیوے مگر اپنی
مسجد کی اذان کا قدم یعنی جواب قدم سے بلکہ اپنی مسجد کو مخصوص ہی یہ متفرع ہی حلوانی کے قول پر چنانچہ شامی نے پہلے اشارہ کر دیا ہی کذا فی الطحطاوی
وسئل ظہیر الدین عمن سمعہ فی آن من جہات ماذا یجب علیہ قال اجابۃ اذان مسجدہ بالفعل اور ظہیر الدین سے سوال ہوا کہ جس شخص نے ایک آن میں کئی اذان
سنی کئی طرف سے اسپر کیا واجب ہی کہا کہ اسپر اپنی مسجد کی اذان کی اجابت فعلی یعنی قدم سے چلکر واجب ہی ویجیب الاقامۃ ندبا اجماعا کالاذان ویقول
عند قد قامت الصلاۃ اقامہا اللہ وادامہا اور جواب لسانی دے اقامت کا استحباب کی راہ سے بالاتفاق اذان کے مانند اور کہے قد قامت الصلاۃ کے وقت
اقامہا اللہ وادامہا ہم ان الفاظ کو ابوداؤد نے روایت کیا ہی اسقدر زیادتی کے ساتھ مادامت السموات والارض وجعلنی من صالحی اہلہا یعنی اللہ تعالیٰ نماز کو
قائم و دائم رکھے جبتک آسمان وزمین رہیں اور مجکو نیک بخت باشندوں میں کرے وقیل لا یجیبہا وبہ جزم الشمنی اور بعضوں نے کہا کہ اقامت کا جواب
نکہے اور اسی قول کا یقین کیا ہی شمنی شارح نقایہ نے ہم یہ نفی اجماع سابق کی مخل نہیں کیونکہ یہ نفی نفی وجوب پر محمول ہی اور اتفاق اجماع استحباب پر ہی
فروع مسائل ملحقہ شارح صلی السنۃ بعد الاقامۃ او حضر الامام بعد الاقامۃ لا یعیدہا بزازیۃ مقیم نے سنت نماز پڑھی اقامت کے بعد یا امام آیا اقامت کے بعد تو اقامت
کا اعادہ نکرے کذا فی البزازیۃ وینبغی ان طال الفصل او وجد ما یعد قاطعا کاکل ان تعاد اور لائق یعنی مستحب ہی کہ اگر اقامت اور نماز میں مدت زیادہ ہو جائے
یا پایا جائے وہ عمل جو قاطع اور فاصل گنا جائے درمیان اقامت اور نماز کے جیسا کہ کھانا تو اقامت پھر سے کہی جائے دخل المسجد والموذن یقیم قعد الی قیام الامام
فی مصلاہ ایک شخص مسجد میں داخل ہوا اس حال میں کہ موذن اقامت کہتا ہی تو بیٹھ جائے امام کے کھڑے ہونے تک اپنی جائے نماز پر رئیس المحلۃ لا ینتظر ما لم یضق
الوقت منتظر رئیس محلہ کا انتظار نہ کیا جائے جبتک کہ وہ شریر ہو اور نماز کا وقت فراخ ہی یعنی اگر وقت وسیع اور رئیس شریر ہی تو اسکی انتظار نہ کی جاوے اور اگر وقت
تنگ ہی تو انتظار نچاہیے اگرچہ رئیس بدذات ہو یکرہ لہ ان یوذن فی مسجدین موذن کو مکروہ ہی اذان کہنا دو مسجدوں میں ہم یہ کراہت اسوقت ہی جبکہ موذن
پہلے مسجد میں نماز پڑھ چکا ہو کذا فی البحر ولایۃ الاذان والاقامۃ لبانی المسجد مطلقا اذان اور اقامت کا اختیار مسجد کے بنانے والے کو ہی ہر طرح یعنی خواہ
عادل ہو یا غیر عادل اگرچہ لوگوں کو پسند نہو کذا فی البحر وکذا الامامۃ لو عدلا اور اسیطرح مسجد کے بنانے والے کو امامت کا اختیار ہی اگر عادل ہو یعنی فاسق نہو الافضل
کون الامام ہو الموذن امام ہی کا موذن ہونا بہتر ہی ہم امام ابوحنیفہ بھی کیا کرتے تھے کذا فی الطحطاوی وفی الضیاء انہ علیہ الصلاۃ والسلام اذن فی سفر
بنفسہ فاقام وصلی الظہر وحققناہ فی الخزائن اور ضیاء مقدسی میں ہی کہ رسول علیہ الصلاۃ والسلام نے سفر میں بذات مقدس اذان اور اقامت کہی اور
ظہر کی نماز پڑھی اور البتہ ہم نے اسکو محقق بیان کیا ہی خزائن الاسرار میں ہم سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اذان کہی جبکہ آپ سوار تھے کذا فی الطحطاوی وفی الرحلی

اور آپکا اذان کہنا سفر مین ترمذی کی حدیث مین مروی ہی اور نووی نے اسپر یقین کیا ہی مگر مسند احمد مین اُسی طریق سے جو حدیث کی تخریج کی ہی اُسمین یون ہی کہ بلال کو حکم اذان کا دیا تو معلوم ہوا کہ اذان کہنا آپکا صرف حکم دینا تھا ان عطا وغیرہ تابعین نے ایسا کیا ہی کذا فی الشامی ۔۔

باب شروط الصلوۃ

یہ باب ہی نماز کی شرطون کے بیان مین ہم شرط تین قسم ہی شرط عقلی جیسے سولا زندگی کے واسطے اور شرط شرعی جیسے طہارت نماز کیواسطے اور شرط جعلی جیسے گھر مین جانا زوجہ کا جسکے ساتھ طلاق مشروط ہو کذا فی الحلبی تو یہان شروط شرعیہ مراد ہین نہ عقلیہ و جعلیہ اور شروط شرعیہ سے وہ شروط مقصود ہین جو صحت نماز کی شرطین ہین نہ نماز کے واجب ہونیکی شرطین کیونکہ شرائط وجوب ایک تکلیف ہی یعنے مسلمان ہونا اور عاقل و بالغ ہونا اور ازانجملہ عاجز نہونا نماز سے اور ازانجملہ وقت ہی پھر شرطین تین قسم ہین شرط انعقاد ایک قسم شرط ہی انعقاد نماز کی اسم شرط انعقاد وہ ہی جسکا وجود ضروری ہی ابتداء نماز مین پیشتر سے موجود ہو کر آخر نماز تک موجود رہنا ضروری نہیں جیسے کذا فی الحلبی کنیۃ و تحریمۃ و وقت و خطبۃ جیسے نیت اور تکبیر تحریمہ اور وقت نماز کا اور خطبہ جمعہ کے واسطے تو جبتک امور مذکورہ اول نہونگے نماز کا وجود نہوگا انمین نیت تو آخر نماز تک موجود رہ سکتی ہی اور تحریمہ اور خطبہ ایسا نہین دوسری شرط دوام کطہارۃ و ستر عورۃ و استقبال قبلۃ اور دوسری قسم شرط ہی دوام نماز کی جیسے طہارت اور ستر عورت اور استقبال قبلہ ہم شرط دوام وہ ہی جسکا وجود مشروط ہو اول نماز سے آخر تک وشرط بقاء فلا یشترط فیہ تقدم ولا مقارنۃ بابتدائہ وہو القراءۃ اور تیسری قسم شرط ہی باقی رہنے نماز کی یعنے موجود ہوجانے نماز کے تو اُسمین آگے ہونا اس شرط کا مشروط نہین اور نہ ابتداء نماز سے اُسکا متصل رہنا اور وہ یعنے بقاء نماز کی شرط قرات ہی ہم شرط بقاء نماز وہ ہی جو اثناء نماز مین پائی جاے بطریق استمرار کے اور قرات اسیطرح کی ہی کہ اثناء نماز مین اُسکا وجود ہوتا ہی استمرار کے طور پر اور یہ تینون شرطین ایک دوسری مین متداخل ہین کیونکہ انمین عموم و خصوص مطلق ہی شرط دوام خاص ہی اور شرط انعقاد اور بقا عام مثلاً طہارت جو شرط دوام ہی اگر ابتداء نماز مین اُسکے وجود کا لحاظ کرین تو شرط انعقاد ہوجائیگی اور اگر حالت بقاء مین اسکے وجود کو مشروط سمجھین تو شرط بقا ہوگی اور سولے وقت صبح کے اور وقت نماز کے لیے صرف شرط انعقاد ہی کہ نہ اُسکا دوام شرط ہی اور نہ بقا اور صرف شرط بقا کی مثال قرات ہو کہ اثناء نماز مین حادث ہوکر انتہا تک رہتی ہی گو وجود حکمی ہو جیسے مقتدی کی قرات کہ امام کی قرات گویا اُسی کی قرات ہی کذا فی الشامی بتصرف فانہ رکن فی نفسہ شرط فی غیرہ لوجودہ فی کل الارکان تقدیرا اسواسطے کہ قرات بذات خود تو رکن ہی اور اپنے غیر کے حق مین شرط ہی بسبب پائے جانے قرات کے تمام ارکان مین تقدیرا یعنی اگرچہ سب ارکان مین قرات حقیقی موجود نہین لیکن گویا کہ موجود ہی ہم رکن اُسکو کہتے ہین جو ماہیت مین داخل ہو اور شرط وہ ہی جو ماہیت سے خارج ہو اور یہ دونون ایک دوسرے کے مخالف ہین مگر چونکہ رکن دو طرح کا ہوتا ہی ایک اصلی جو کبھی ساقط نہین ہوتا دوسرا زائد جو کبھی ساقط بھی ہوجاتا ہی جیسے قرات کہ مقتدی سے ساقط ہوجاتی ہی تو اس لحاظ سے ایک حالت مین اُسکو رکن کہا اور دوسری مین شرط سے تعبیر کیا کذا فی الشامی بتصرف ولذا لم یجز استخلاف الامی اور اسواسطے کہ وجود قرات کا سب ارکان مین ضروری ہی اُمی شخص کا خلیفہ کرنا نماز مین اگرچہ تشہد اخیر ہو جائز نہین ثم الشرط لغۃ العلامۃ اللازمۃ پھر معلوم کرنا چاہیے کہ شرط بفتح اول و سکون ثانی لغت مین علامت لازمہ کو کہتے ہین یعنی جو نشانی کہ ایک ہی چیز مین پائی جاے دوسری چیز مین نہو وشرعا ما یتوقف علیہ الشی ولا یدخل فیہ اور اصطلاح شرع مین شرط وہ ہی جسپر کوئی چیز موقوف ہو اور وہ اس چیز مین داخل نہو یعنے اُسکا جزو نہو خارج ہو اس سے ہم کسی چیز کا متعلق اگر اُسکی ماہیت مین داخل ہوتا ہی تو رکن کہلاتا ہی جیسے رکوع نماز کے اندر اور اگر خارج ہو دو حال سے خالی نہین یا چیز مین موثر ہوگا یا نہوگا اگر موثر ہی تو اُسکو علت کہتے ہین جیسے عقد نکاح حلت کے لیے اور اگر موثر نہین تو پھر چیز کیطرف فی الجملہ موصل ہی یا نہین اگر ہی تو اُسکو سبب کہتے ہین جیسے وقت ہی اور اگر موصل نہین تو چیز اُسپر موقوف ہوگی یا نہوگی اگر موقوف ہوگی تو اُسکو شرط کہتے ہین جیسے وضو ہی نماز کے حق مین اور اگر چیز اُسپر موقوف بھی نہین تو اُسکو علامت بولتے ہین تو شارح کی تعریف سے رکن اور علامت نکلگئی مگر سبب اور علت شرط مین داخل رہی اسلیے چاہیے تھا کہ شرط کی تعریف مین اتنا اور زیادہ کہتا کہ ولا موثر فیہ ولا موصل الیہ

فی الجملہ یعنے جو چیز بین موثر ہوا اور نہ اسکی طرف کسیقدر موصل ہو کذا فی الشامی یعنی جسنے کہا اور بعضون نے شرط کی یون تعریف کی ہی کہ شرط وہ ہی جسکے نہونے
سے مشروط کا نہونا لازم ہووے اور شرط کے وجود سے مشروط کا وجود لازم نہو ہی ستۃ طہارۃ بدنہ ای جسدہ لدخول الاطراف فی الجسد دون البدن یعنے
شرطین نماز کی چھ ہین پہلی شرط پاک ہونا ہی نمازی کے بدن کا بدن سے مراد جسد ہی بسبب داخل ہونے ہاتھ پاؤن کے جسد مین نہ بدن مین تو اسکو یاد رکھنا چاہیے
ہم چونکہ لغت عرب کی راہ سے ہاتھ پاؤن بدن مین داخل نہ تھے لہذا شارح نے بدن کی تفسیر جسد کی تاکہ ہاتھ پاؤن کی بھی طہارت ثابت ہو اگرچہ اردو زبان
مین بدن سارے جسم کو کہتے ہین من حدث بنوعیہ طہارت بدن کی شرط ہی دونون قسم کے حدث یعنی حکمی ناپاکی سے ہم دونون قسم سے مراد حدث اصغر اور
حدث اکبر ہین اول مقتضی وضو کا ہی اور دوم موجب غسل کا وقدمہ لانہ اغلظ او بعضہم نے مقدم کیا حدث یعنی نجاست حکمی کو نجاست حقیقی پر اس واسطے کہ وہ ناپاک ہونا ہی
اغلظ ہی اور سخت تر ہی نجاست حقیقی سے ہم یعنی اسواسطے کہ نجاست حکمی تھوڑی بھی معاف نہین ہی برخلاف نجاست حقیقی کے کہ وہ قلیل معاف ہی و خبث مانع
کذلک اور طہارت شرط ہی اسطرح دونون قسم کی نجاست حقیقی سے جو نماز کی مانع ہی ہم دونون قسم کی نجاست حقیقی مغلظہ اور مخففہ ہین مغلظہ زائد از درہم مانع نماز ہی
اور مخففہ زائد از ربع ثوب و ثوبہ و کذا ما یتحرک بحرکتہ دوسری شرط نماز کی پاک ہونا نمازی کے کپڑے کا ہی اور اسی طرح پاک ہونا اس چیز کا جو نمازی کی حرکت سے ہلے
ہم یعنے ایسی چیز جو نمازی کے بدن سے متصل ہو مثلاً ایک چادر کا آنچل اسکے بدن پر ہو اور دوسرے آنچل پر ایسی نجاست ہو جو مانع نماز ہی تو اگر نمازی کی
حرکت سے ناپاک آنچل بھی حرکت کرے تو نماز کا مانع ہی اور نہین تو نہین اور اگر وہ چیز اسکے بدن سے متصل نہین مثلاً چٹائی کا ایک کنارہ ناپاک ہی اور یہ دوسرے
کنارہ پر نماز پڑھتا ہی تو یہ نجاست نماز کی مانع نہین خواہ چٹائی بڑی ہو یا چھوٹی کذا فی الشامی او یعد حاملا کصبی علیہ نجاسۃ ان لم یستمسک بنفسہ منع والا لا
یا نمازی اس چیز کا اٹھانے والا گنا جاوے جیسے وہ لڑکا جسپر نجاست ہو بشرطیکہ وہ آپ نہ تھم سکے بدون تھامنے نمازی کے تو نماز کا مانع ہی اور اگر لڑکا
نمازی کے تھامنے کا محتاج نہو خود اسکو چمٹا ہو تو نمازی اسکا حامل نہ ٹھہریگا تو نماز کا بھی مانع نہوگا ہم اور یہی حکم ناپاک چھت اور چھپر اور خیمہ کا ہی
جبکہ نمازی کا سر کھڑے ہونے سے ان چیزون مین لگتا ہو کذا فی الطحطاوی کجنب وکلب ان شد فمہ فی الاصح جسطرح مانع نماز نہین اگر نمازی پر جنب
آدمی اور کتا ہو اگر اسکا منہ باندھا ہو صحیح تر قول مین ہم اگر شارح یون کہتا کہ کتا بشرطیکہ اس سے لعاب وغیرہ مانع نماز نہ بہے تو بہتر ہوتا کذا فی الشامی بحر الرائق
مین ہی کہ اگر نمازی کے پاس وہ انڈا ہی جو اندر سے خون ہو گیا تو نماز جائز ہی کیونکہ وہ اپنے معدن مین ہی برخلاف اس شیشے کے جسمین پیشاب ہی یعنی وہ
مانع نماز ہی ومکانہ ای موضع قدمیہ او احدہما ان رفع الاخری وموضع سجودہ اتفاقا فی الاصح اور تیسری شرط پاک ہونا مصلی کے مکان کا ہی یعنی اسکے
دونون قدمون کی جگہ کا یا ایک قدم کی جگہ کا اگر نمازی نے دوسرا قدم اٹھا لیا اور سجدہ کی جگہ کا بالاتفاق صحیح تر قول مین ہم موضع قدمین کی طہارت امام
اور صاحبین کے نزدیک شرط ہی بالاتفاق بلا نقل خلاف اور موضع سجود مین خلاف ہی مگر صحیح تر یہی قول ہی کہ امام کے نزدیک اسکی طہارت بھی شرط ہی اگر
نمازی کے کپڑون کی اطراف نجاست پر پڑی اور نماز پڑھی تو کچھ ضرر نہین کذا فی الطحطاوی لا موضع یدیہ ورکبتیہ علی الظاہر الا اذا سجد علی کفہ کما سیجئ
شرط نہین پاک ہونا دونون ہاتھون اور دونون گھٹنون کے مکان کا ظاہر الروایۃ مین مگر جبکہ سجدہ کیا مصلی نے اپنی ہتھیلی پر چنانچہ آگے آویگا یعنی
اسوقت ہاتھ کے مکان کی طہارت شرط ہوگی کیونکہ سجدہ کا مکان ٹھہرا ہم فقیہ ابو اللیث کے نزدیک ہاتھون کے مکان کی عدم طہارت سے نماز فاسد ہوتی ہی
اور اسی کی تصحیح کی ہی عیون مین اور اطلاق متون بھی اسی پر دلالت کرتا ہی اور شیخ الاسلام ابو سعود مفتی روم نے کہا کہ جس عضو کا رکھنا واجب ہی اگرچہ
دونون ہاتھ ہون تو اسکے مکان کی طہارت شرط ہی کذا فی الطحطاوی من الثانی ای الخبث لقولہ تعالی وثیابک فطہر فبدنہ ومکانہ بالاولی
لانہما الزم کپڑے اور مکان کی طہارت شرط ہی ثانی یعنے نجاست حقیقی سے بدلیل قول حقتعالی کے وثیابک فطہر اور اپنے کپڑون کو پاک کر تو جب کپڑے
پاک کرنے لازم ہوے تو مصلی کے بدن اور مکان کا پاک ہونا بطریق اولی لازم ہوا اسواسطے کہ بدن اور مکان بہ نسبت کپڑون کے زیادہ لازم ہین یعنی اتصال

کہ کپڑوں کا جانا رہنا مقصود ہی بر خلاف بدن اور مکان کے هم الطہر ہی کہ آیت کریمہ میں نماز کے ثیاب ملبوس مراد ہیں اور نجاست سے انکا پاک کرنا قول اکثر
جمیع فقہا کا اور رائج تفاسیر کذا فی الطحطاوی والرابع ستر عورتہ ووجوبہ عام ولو فی الخلوۃ علی الصحیح الا لغرض صحیح اور نماز کی چوتھی شرط ڈھکنا اور ڈھانپنا
ہر بالغ کا عورت یعنی شرمگاہ کا اور ستر عورت کا واجب ہونا عام ہی اگرچہ آدمی خالی مکان میں ہو بنا بر قول صحیح کے مگر غرض صحیح سے واسطے شرمگاہ
کھولنا جائز ہی جیسا کہ دفع بول و براز یا ختنہ یا علاج یا استنجا والا هم ستر عورت ہے تو واجب ہی نماز اپنی ذات سے جمہور کے نزدیک یہی قول صحیح ہی
کذا فی الزیلعی لیکن یا ادب نہیں تو تصحیح میں اختلاف واقع ہوا اور ڈھکنا برہنگی کا چاروں طرف سے ہی نہ اسفل سے تو اگر کوئی انسان نیچے سے برہنگی دوسرے
کی دیکھ لے تو نماز فاسد نہ ہوگی کذا فی الطحطاوی وللبس ثوب نجس فی غیر صلوۃ اور مسلمان کو ناپاک کپڑا پہننا جائز ہی اور حال میں ہونے نماز کے وہی للرجل
ما تحت سرتہ الی ما تحت رکبتیہ اور عورت یعنی مرد کی شرمگاہ ناف کے نیچے سے ہی دونوں گھٹنوں کے نیچے تک هم عورت کا لفظ نکلا ہی عورت سے جو
بمعنی نقصان اور عیب کے ہی تو شرمگاہ کو عورت کہا اسواسطے کہ اسکا کھولنا اور ظاہر کرنا عار اور قبیح اور عیب اور بے حیائی ہی کذا فی الطحطاوی اور دو مین عورت
مرد کے مقابل کو کہتے ہیں فارسی میں زن اور ہندی میں لگائی اور جورو بولتے ہیں وشرط احمد ستر احد منکبیہ ایضا اور امام احمد بن حنبل نے ڈھکنا ایک
کندھے کا بھی نماز میں شرط کیا ہی وعن مالک ہی القبل والدبر فقط اور امام مالک سے ایک روایت یہ ہی کہ عورت یعنی شرمگاہ فقط فرج اور مقعد ہی
هم امام اعظم کے مذہب میں شرمگاہ کی جو یہ حد ہی کہ زیر ناف سے زیر زانو تک یہ جوان کے حق میں ہی نہ صغیر کے حق میں کہ اسکا چھونا اور دیکھنا جائز ہی
اور جو نماز میں حکم ہی زانو کا خفیف تر ہی ران سے تو جو شخص اپنا زانو کھولے ہو اسپر انکار نرمی سے کرنا چاہیے اور اگر اصرار کرتا ہو تو اس سے نزاع کرنا لائق نہیں اور
اور جو اپنی ران کھولے ہو اسپر انکار درشتی اور سختی کے ساتھ کرنا چاہیے بدون ضرب کے اگر اصرار کرتا ہو کذا فی الطحطاوی وما هو عورۃ منہ عورۃ من الامۃ
ولو خنثی او مدبرۃ او مکاتبۃ او ام ولد مع ظہرہا وبطنہا اور جسقدر کہ مرد کا بدن شرمگاہ ہی اتنا لونڈی کا بھی شرمگاہ ہی اسکی پیٹھ اور پیٹ کے ساتھ اگرچہ
لونڈی خنثی یا مدبرہ یا مکاتبہ یا ام ولد ہو هم مدبرہ وہ لونڈی ہی جسکو آقا نے کہدیا ہو کہ میرے مرنے کے بعد تو آزاد ہی اور مکاتبہ وہ جسکو یہ کہا ہو کہ اگر تو اتنا
مال دے تو تو آزاد ہی اور ام ولد وہ لونڈی جسکے آقا سے اولاد ہوئی ہو واما جنبہا فتبع لہما اور لونڈی کا پہلو اسکی پیٹھ اور پیٹ کا تابع ہی یعنی جسقدر پہلو
پیٹ سے متصل ہی وہ پیٹ کا تابع ہی اور جسقدر پیٹھ سے ملا ہی وہ پیٹھ کا تابع ہی یعنے اسکے پہلو بھی شرمگاہ ہیں ولو اعتقہا مصلیۃ ان استترت کما قدرت صحت
والا لا مطلقا اولا علی المذہب اور اگر مولی نے لونڈی کو آزاد کیا نماز کی حالت میں اگر اسنے اپنا بدن ڈھک لیا فورا جبکہ وہ قادر ہوئی تو نماز
صحیح ہی اور اگر فورا باوجود قدرت بدن نہ چھپایا تو نماز درست نہوگی مولی کے آزاد کرنے کو اسنے جانا ہو یا نجانا ہو بنا بر مذہب درست کے هم پردہ سازی سے
اسقدر مراد ہی جسقدر حرہ یعنی بی بی کو پردہ چاہیے اور استتار میں یہ شرط ہی کہ بعمل قلیل ہو اور قبل اداے رکن ہو اور اگر استتار سے عاجز ہوگی تو نماز باطل
نہوگی قال ان صلیت صلاۃ صحیحۃ فانت حرۃ قبلہا فصلت بلا قناع ینبغی الغاء القبلیۃ ووقوع العتق کما رجحوہ بالطلاق الدوری مولی نے کہا اپنی لونڈی سے کہ اگر تو
صحیح نماز پڑھیگی تو تو آزاد ہی نماز سے پہلے پس اسنے بدون اوڑھنی کے نماز پڑھی تو قبلیت کا لغو کردینا اور طلاق کا واقع ہونا لائق ہی جیسا کہ فقہا نے قبلیت
کے لغو کرنے کو طلاق دوری میں ترجیح دی ہی هم یہ مسئلہ روایت مذہب نہیں بلکہ صاحب بحر الرائق کی تجویز ہی طلاق دوری پر قیاس کرکے طلاق دوری کی یہ
صورت ہی کہ زوج نے زوجہ سے کہا کہ اگر میں تجکو طلاق دوں تو تجکو تین طلاق ہیں قبل از طلاق پھر اسنے بلا شرط طلاق دی تو شرط پائی گئی تو تین طلاقیں اس طلاق
سے پہلے واقع ہونگی اور انکا واقع ہونا یہ چاہتا ہی کہ پچھلی طلاق واقع نہو کیونکہ تین طلاق کے بعد عورت محل طلاق نہیں رہتی تو جب اسنے قبلیت کو لغو کردیا تو ایسا ہوگیا
کہ گویا اسنے یوں کہا کہ اگر میں تجکو طلاق دوں تو تجکو تین بار طلاق ہی تو ایک طلاق اسکے واقع کرنے سے واقع ہوگی اور دو طلاقیں تعلیق سے واقع ہونگی
اور تیسری طلاق باطل ہو جاویگی بعدم محل کے سبب سے وللحرۃ ولو خنثی جمیع بدنہا حتی شعرہا النازل فی الاصح اور حرہ یعنی بی بی کا تمام بدن شرمگاہ ہی

جسکا چھپانا واجب ہی یہانتک کہ اُسکے لٹکے بال بھی عورت ہین یہی صحیح تر قول ہی اگرچہ حدِ خفی ہو ہم لٹکے بالون کی قید اسواسطے لگائی کہ جو بال سر پر ہین وہ
بالاتفاق عورت ہین خلا الوجہ والکفین فظہر الکف عورۃ علی المذہب والقدمین علی المعتمد یعنی بی بی کا تمام بدن عورت ہی مگر اُسکا چہرہ اور دونون
ہتھیلیان اور دونون قدم عورت نہین قول معتمد پر تو پشت کف دست کا چھپانا واجب ہی مذہب درست پر ہم اور اقوال نامعتمد یہ ہین کہ پشت کف دست نماز
مین عورت نہین اور بعضون نے کہا کہ وہ مطلقاً عورت نہین اور بعضون نے کہا کہ دونون قدم عورت ہین اور کسی نے اسکو صحیح بھی کہا ہی کذا فی الطحطاوی و
وصوتہا علی الراجح اور حرہ کی آواز عورت نہین راجح قول پر ہم اور آواز کا بلند کرنا جو حرام ہی تو بخوف فتنہ حرام ہی اور بعضون نے کہا کہ اُسکی آواز کا بھی چھپانا
کرنا واجب ہی کذا فی الطحطاوی و ذراعیہا علی المرجوح اور حرہ کی دونون کلائیان عورت نہین مرجوح قول پر ہم یہ امام ابو یوسف کا قول ہی اور اختیار
شرح مختار مین اسی کو راجح کہا ہی لیکن مذہب راجح اور قوی یہ ہی کہ کلائیان عورت ہین کذا فی الطحطاوی وتمنع المرأۃ الشابۃ من کشف الوجہ بین رجال
لا لانہ عورۃ بل لخوف الفتنۃ اور جوان عورت منع کیجاوے چہرہ کو کھولنے سے درمیان مردون کے نہ اسوجہ سے کہ چہرہ اُسکا عورت ہی بلکہ بخوف فتنہ منع کا
حکم ہی کمسہ وان امن الشہوۃ لانہ اغلظ ولذا ثبت بہ حرمۃ المصاہرۃ کما یاتی فی باب الحظر جیسے مرد کو عورت کا چہرہ چھونا منع ہی اگرچہ شہوت کا خوف نہ ہو
اسواسطے کہ چھونا سخت تر ہی نظر کرنے سے اور اسیواسطے شہوت کیساتھ چھونے سے حرمت مصاہرت کی ثابت ہوتی ہی جیسا کہ باب الحظر مین آویگا ولا یجوز
النظر الیہ بشہوۃ کوجہ امرد فانہ یحرم النظر الی وجہہا ووجہ الامرد اذا شک فی الشہوۃ اما بدونہا فیباح ولو جمیلا کما اعتمدہ الکمال یعنی جائز نہین نظر کرنا
عورت کے چہرہ کیطرف شہوت سے مانند چہرہ امرد کے یعنی بے ریش لڑکے کے اسواسطے کہ حرام ہی نظر کرنا عورت کے چہرہ کا اور امرد کے چہرہ کا جبکہ شہوت
کا شک اور تردد ہو اور بدون شہوت کے تو نظر کرنا مباح ہی اگرچہ امرد خوبصورت ہو چنانچہ اسی قول پر کمال الدین صاحب فتح القدیر نے اعتماد کیا ہی
قال فحل النظر منوط بعدم خشیۃ الشہوۃ مع عدم العورۃ کہا کمال الدین نے تو حلت نظر وابستہ بعدم خوف شہوت ہی ساتھ اس امر کے کہ وہ محل واجب الاستتار
نہو یعنی جبکہ محل نظر وہ مقام نہو جسکا چھپانا چاہیے اور شہوت کا خوف نہو تو نظر کرنا حلال ہی والا حلال نہین وفی السراج لا عورۃ للصغیر جدا ثم ما دام لم یشتہ فقبل
ودبر ثم تغلظ الی عشر سنین ثم کبالغ اور سراج وہاج مین ہی کہ نہایت صغیر کا بدن عورت نہین یعنی ڈھکنے کے لائق نہین پھر جبتک کہ وہ قابل شہوت کے
نہین تو بول و براز کی راہ چھپانے کے لائق ہی پھر عورت غلیظہ ہوتی ہی دس برس تک یعنی بول و براز کا مقام مع گرد نواح کے قابل چھپانے کے ہوجاتا ہی
پھر دس برس کے بعد جوان کے مانند ہی برہنگی کے چھپانے مین ہم نہایت صغیر سے مراد چار برس کا بچہ ہی لڑکا ہو یا لڑکی کذا فی الطحطاوی عن الحلبی عن تحفۃ
وفی الاشباہ یدخل علی النساء الی خمسۃ عشر سنۃ حسب اور اشباہ مین ہی کہ اندر جاوے لڑکا عورتون مین فقط پندرہ برس کی عمر تک ہم یہ اس صورت مین ہی
کہ اسکا بلوغ بجز عمر کے ثابت نہو اور اگر احتلام وغیرہ سے اسکا بلوغ ثابت ہوا ہو تو پندرہ برس سے پہلے بھی اُسکا عورتون مین جانا منع ہوگا اور جو عضو کہ
عورت ہی بدن مین ملا ہوا اُسکا دیکھنا بدن سے جدا ہونے کے بعد بھی درست نہین کذا فی الطحطاوی شامی نے کہا کہ شارح کو خمس عشرۃ کہنا مناسب تھا
اسلیے کہ لفظ سنۃ مؤنث ہی ویمنع حتی انعقادہا کشف ربع عضو قدر اداء رکن بلا صنعہ من عورۃ غلیظۃ او خفیفۃ علی المعتمد اور منع کرتا ہی نماز کو یہانتک کہ
انعقاد نماز کو کھل جانا چوتھائی عضو کا بقدر ادا کرنے رکن کے بدون فعل مصلی کے عورت غلیظہ یا خفیفہ سے معتمد قول پر ہم کشف ربع عورت مانع انعقاد نماز
اسوقت ہوگا جبکہ تکبیر تحریمہ کی حالت مین ہو اگرچہ اداے رکن سے کم مدت ہوا اور اداے رکن کی مقدار تین بار سبحان اللہ کہنا ہی اور اگر کشف عورت بفعل
مصلی ہوگا تو فی الحال نماز فاسد ہوجاویگی اگرچہ کمتر ہوا اداے رکن کی مقدار سے والغلیظۃ قبل ودبر وما حولہما والخفیفۃ ما عدا ذلک من الرجل والمرأۃ
اور عورت غلیظہ مرد اور عورت مین بول و براز کا محل ہی اور جو مکان کہ اُن دونون کے آس پاس ہی اور عورت خفیفہ وہ ہی جو اُسکے سوا ہی وتجمع بالاجزاء
لو فی عضو واحد اور چند جگہ سے کھلی ہوئی برہنگی جمع کیجاویگی اجزا سے اگر ایک عضو مین ہو ہم اجزا سے مراد کسور حساب ہین مثلاً پانچوان اور چھٹا اور آٹھواں

حصہ تو اگر مثلاً ران ایک جگہ سے آٹھواں حصہ اور دوسری جگہ سے بھی اسیقدر کھلی ہو تو دونوں کو جمع کرینگے تو چہارم حصہ ٹھہریگا اور نماز کا مانع ہوگا اور اگر
جمع کرنے سے اس عضو کا چہارم نہوگا تو مانع نماز کا نہوگا والا فبالقدر اور اگر عورت کشوفہ متفرق ایک عضو مین نہین بلکہ چند اعضا مین ہو تو وہ پیمائش
سے جمع کیا جائیگی فاجزا سے فان بلغ ربع ادناہا کاذن منع سو اگر کھلے اعضا مین سے کمتر عضو کی چہارم کی پیمائش ہو جائیگی چنانچہ کان تو کھلنا
نماز کا مانع ہوگا مثلاً سولھواں حصہ ران کا اور کچھ کان عورت کا کھل گیا تو اسکی نماز جائز نہوگی اسواسطے کہ دونوں کا مجموعہ کان کی چہارم سے زیادہ ہے
اور یہی قول حق ہے برخلاف بحر الرائق کے کہ اسمین مجموع اعضا منکشفہ کے چہارم کو معتبر کہا ہے کذا فی الطحطاوی والشرط سترہا عن غیرہ ولو حکما کمکان
مظلم اور شرط ہے شرمگاہ کا ڈھانکنا دوسرے شخص سے اگر چہ ستر حکمی ہو چنانچہ نمازی ہو اندھیرے مکان مین یعنی اگر چہ وہ مستور ہو باعتبار حس کے یا [illegible] کہ وہ نظر نہین آتا
لیکن وہ حکم شرع مین مستور نہین تو اسپر چھپانا کپڑے وغیرہ سے واجب ہے کذا فی الحلبی لا سترہا عن نفسہ بہ یفتی شرط نہین چھپانا ستر کا اپنی ذات سے
اسیکا فتوی دیا ہے فلو راٰہا من زیقہ لم تفسد وان کرہ پھر اگر نمازی نے شرمگاہ کو دیکھا اپنے گریبان کی راہ سے تو نماز فاسد نہوگی اگر چہ یہ نظر کرنا مکروہ تحریمی ہے
کذا فی الطحطاوی وعادم ساتر لا یصف ما تحتہ اور نہ پانیوالا اس چھپانیوالی چیز کا جو اپنے اندر کی چیز کو ظاہر نکرے یعنی جسمین بدن نظر نہ آوے کہ یہ عادم
مبتدا ہے اسکی خبر آگے آتی ہے یعنی یصلی قاعدا ساتر مین یہ قید اسواسطے لگائی کہ اگر ایسا کپڑا ہے جس سے نیچے کا بدن معلوم ہوتا ہے چنانچہ باریک ململ یا جالی تو
وہ بمنزلہ معدوم کے ہے ولا یضر التصاقہ وتشکلہ اور ضرر نہین کرتا ساتر کے بدن مین چپٹنا اور عضو کی شکل پکڑنا یعنی نماز ایسے کپڑے سے درست ہو جائیگی ولو حریرا او طینا
یبقی الی تمام صلوتہ او ماء کدرا اگر چہ ساتر شرمگاہ کا ریشمی کپڑا یا گیلی مٹی ہو جو پوری نماز تک بدن پر باقی رہے یا گدلا پانی ہو ہم اگر چہ ریشمی کپڑا مرد کو حرام ہے اور اسکے
ساتھ نماز مکروہ لیکن اگر کوئی چیز ساتر نپاوے تو ریشمی سے بدن چھپا کر نماز پڑھے اسکے ہوتے نماز برہنہ جائز نہین لا صافیا ان وجد غیرہ نہ صاف پانی اگر اسکے سوا
کوئی چیز ساتر پاوے یعنے صاف پانی مین بیٹھ کر برہنہ آدمی نماز نہ پڑھے اگر دوسری چیز مل سکتی ہو اور اگر نہ ملی تو اسمین نماز واجب ہے بوجہ تھوڑا کھلنے کے کذا فی الطحطاوی
وہل تکفیہ الظلمۃ فی مجمع الانہر بحثا نعم فی الاضطرار لا الاختیار سوال اور کیا برہنہ شخص کو اندھیرے مین نماز کفایت کرتی ہے مجمع الانہر شرح ملتقی الابحر مین بحث
کرکے یون جواب دیا ہے کہ ہان اضطرار مین کافی ہے نہ اختیار مین ہم اس کلام کا ثمرہ کچھ معلوم نہین ہوتا اسواسطے کہ جب ساتر مفقود ہوا تو ہر حال مین نماز پڑھے
خواہ اندھیرا ہو یا روشنی اور شاید کہ اسمین اشارہ ہے بعضے مشائخ کے اس قول کا کہ برہنہ دن کو بیٹھ کر نماز پڑھے اور رات کو کھڑے نماز پڑھے اسواسطے کہ رات کا اندھیرا اسکی
شرمگاہ کا ساتر ہے کذا فی الطحطاوی یصلی قاعدا کما فی الصلوۃ نہ پانیوالا کسی چیز ساتر کا نماز پڑھے بیٹھ کر جیسے نماز مین بیٹھتے ہین یعنے مرد بائین پانون پر بیٹھے داہنا پانون
کھڑا کرکے اور عورت سرین پر بیٹھے وقیل مادا رجلیہ اور بعضون نے کہا دونون پانون پھیلا کر بیٹھے ہم اور عورت غلیظہ پر ہاتھ رکھ لے اور راجح پہلا قول ہے کہ اسمین
کثرت استتار ہے باوجود خالی ہونے کے قبلہ کیطرف پانون پھیلانے سے جو بہتر نہین کذا فی البحر مومیا برکوع وسجود بیٹھ کے نماز پڑھے رکوع اور سجود کا اشارہ کرکے
تاکہ برہنگی نہ کھلے وہو افضل من صلوتہ قاعدا برکوع وسجود وقائما بایماء او برکوع وسجود لان الستر اہم من اداء الارکان اور وہ یعنے برہنہ شخص کو بیٹھ
رکوع سجود کا اشارہ کرکے نماز پڑھنا افضل ہے اسکی نماز سے بیٹھ کر اور رکوع اور سجود کرکے اور کھڑے ہو کر اشارہ سے یا رکوع سجود کرکے اسواسطے کہ شرمگاہ کا چھپانا
زیادہ تر مقصود ہے ارکان کے ادا کرنے سے ہم اسواسطے کہ ستر عورت مطلقاً فرض ہے نماز اور غیر نماز مین اور ارکان یعنے قیام اور رکوع اور سجود نماز مین فرض ہین
ولو ابیح لہ ثوب ولو باعارۃ ثبتت قدرتہ ہو الاصح اور اگر برہنہ کو مباح کیا جاوے کپڑا اگر چہ اباحت بطور عاریت کے ہو تو اسکا قادر ہونا ساتر پر ثابت ہوگیا
یہی قول صحیح تر ہے یعنی اگر اس صورت مین برہنہ نماز پڑھیگا تو نماز جائز نہوگی ولو وعد بہ ینتظر مالم یخف فوت الوقت ہو الاظہر کراجی ماء وثوب وطہارۃ مکان اور
اگر اباحت یا عاریت کا کوئی شخص اس سے وعدہ کرے تو اسکا انتظار کرے جبتک فوت وقت کا خوف نہو یہی قول ظاہر تر ہے جیسے انتظار کرے پانی اور
کپڑے اور طہارت مکان کا امیدوار ہم یعنی اگر مکان نجس مین مثلاً قید ہو اور توقع قوی وہان سے نکلنے کی ہو تو نماز مین تاخیر کرے جب تک کہ فوت وقت کا خوف ہو

یلزمہ الشراء بثمن مثلہ یعنی اور ایک سوال اور کیا برہنہ شخص کو لازم اور ضرور ہو خرید کرنا کپڑے کا اُسکی برابر قیمت سے جواب الائق یہ ہے کہ خرید نا ضرور ہو جیسے
ہو صاحب بحرالرائق کی مذہب کی روایت نہیں ولو وجد ما یزیل بہ نجاسۃ الخ کلہ نجس لیس باصلی کہ لیلیتہ لم یدلیغ فان الہتہ بو جرابالاتفاق بل فی احد بشر اور الواسلے
اور قسل من ربعہ طاہر ندب صلوتہ فیہ و جاز الاپیار کا مراد یہ ہو پایا برہنہ نے وہ ساتر کہ اُسکا کل نجاست کے لگنے سے ناپاک ہو اصلی ناپاک
نہیں اصلی ناپاک جیسے مردار کی کھال جسکی دباغت نہیں ہوئی تو یہ شخص ستر عورت نکرے اس اصلی ناپاک سے نماز میں بالاتفاق بلکہ خارج
نماز کے اُس سے شرمگاہ چھپا دے ایسا ذکر کیا ہو علامہ شامی نے اور اگر پایا ایسا ساتر پایا جو چوتھائی سے کمتر پاک ہو تو اُسکا اُس مین نماز پڑھنا مستحب ہے اور
جائز ہو برہنہ نماز پڑھنا اشارہ سے چنانچہ نماز کا پڑھنا اشارہ سے کہ ذکر گیا و تم یصلے ... فی الاسرار ... اس ساتر کا
جو تمام ناپاک ہو یا چہارم سے کمتر طاہر ہو پہننا لازم کیا ... مستحب اور ... اس قول کو اچھا ... اور یہی قول ... والوکان ... طاہر ا
صلی فیہ حتما اذ الربع کالکل اور اگر ساتر کا چوتھائی حصہ پاک ہو تو اُسی ساتر میں بالضرور نماز پڑھے اسواسطے کہ چہارم کل کے برابر ہو ... چوتھائی کا حکم کل کا سا ہو
مثلاً مُحرم کو چوتھائی سر کا منڈانا کل کے برابر ہو اور چوتھائی برہنگی کا کھلنا نماز کا مانع ہو کذا فی الشامی و ... الا ... اور یہ حکم مذکور
اُسوقت ہو جبکہ نہ پاوے اُس چیز کو جو نجاست کو دور کرے یا اُسکو کم کرڈالے یعنی اگر مزیل نجاست پاوے تو ازالہ واجب ہو کذا فی البحر ... اقل
نجاست جب تقلیل نجاست کا حکم ہوا تو لازم ہو نماز میں پہننا اپنے دونوں ناپاک کپڑوں میں سے اُس کپڑے کا جسکی نجاست کم ہو وہ ...
ان من ابتلی ببلیتین فان تساویا خیر وان اختلفا اختار الاخف اور قاعدہ کلیہ اس مسئلہ کا یہ ہو کہ جو شخص مبتلا ہو دو بلاؤں میں مثلاً دو ناپاک کپڑوں میں
سو اگر دونوں برابر ہوں منع نماز میں تو اُسکو اختیار ہو چاہے اسکو یا اُسکو اور اگر دونوں مختلف ہوں یعنی ایک بلا کم ہو اور دوسری زیادہ تو وہ
ہلکی کو اختیار کرے جیسے مثلاً زخمی اگر سجدہ کرتا ہو تو زخم سیلان کرتا ہو اور نہیں تو نہیں تو بیٹھ کر اشارہ سے نماز پڑھے اسواسطے کہ ترک سجدہ ہلکا ہو بہ ...
کے ساتھ نماز سے اور ترک سجدہ حالت اختیار میں بھی کرسکتا ہو مثلاً سواری پر نماز نفل اشارہ سے درست ہو تو حالت عذر میں ترک سجدہ کا مضائقہ نہیں کیا
فی البحر ولو وجدت الحرۃ البالغۃ ساتراً یستر بدنہا مع ربع رأسہا یجب سترہا فلو ترکت ستر رأسہا عادت بخلاف المراہقۃ لاعادۃ لما سقط لعذر الرق
فبعذر الصبی اولی اور اگر آزاد جوان عورت نے پایا ایسا ساتر جو ڈھکتا ہو اُسکے بدن کو اُسکے چوتھائی سر کے ساتھ تو بدن اور چہارم سر کا ڈھکنا واجب
ہو یعنی فرض ہو دونوں کا ڈھکنا تو اگر اپنے سر کا ڈھکنا چھوڑیگی تو نماز کا اعادہ کرے برخلاف قریب البلوغ عورت کے یعنی اگر وہ بدون سر ڈھکنے کے نماز
پڑھیگی تو اعادہ نماز کا ضرور نہیں ہو اسواسطے کہ سر کا ڈھکنا جبکہ ساقط ہو گیا لونڈی ہونے کے عذر سے تو لڑکپن کے عذر سے ساقط ہونا اولیٰ ہو شارح کو علت
بیان کرنا اس حدیث سے مناسب تھا کہ کوئی بالغ عورت نماز بدون سر ڈھانکنے کے نہ پڑھے کیونکہ شارح کے قول سے مفہوم ہوتا ہو کہ جن اعضا کا ڈھکنا لونڈی
ہونے کی جہت سے ساقط ہو اُنکا ڈھکنا لڑکپن سے ساقط ہو حالانکہ یہ کلیہ نہیں کذا فی الشامی ولو کان الستر اقل من ربع الرأس لا یجب بل یندب
اور اگر ساتر ڈھکتا ہو کمتر چوتھائی سر سے تو اُسکو ڈھکنا واجب نہیں بلکہ مستحب ہو لکن قولہ ولو وجدت المکلفۃ ما یستر بہ بعض العورۃ وجب استعمالہ
ذکرہ الکمال زاد الحلبی وان قل تقتضی وجوبہ مطلقاً فتأمل لیکن مصنف کا یہ قول اور اگر پاوے مکلف وہ چیز جس سے بعض برہنگی کو چھپا دے تو اُسکا
استعمال واجب ہو ذکر کیا ہو اسکو کمال الدین نے فتح القدیر میں حلبی شارح منیہ نے اتنا زیادہ کیا ہو وان قل یعنی اگرچہ وہ ساتر قلیل ہو چاہتا ہو ساتر کے
استعمال کو مطلقاً خواہ چوتھائی کا ساتر ہو یا کمتر کا سو تامل کرو مخاطب ہم یعنی مصنف کے دونوں قولوں میں تناقض ہو پہلا قول یہ ہو کہ چہارم سے
کمتر کا ڈھکنا واجب نہیں اور دوسرا قول یہ ہو کہ بعض عورت کا ڈھکنا واجب ہو خواہ چہارم ہو یا کمتر جلبی ... والمختار نے کہا کہ اگر کمال الدین کے کلام کو ...
سو المحمول کیجیے اسواسطے کہ سر کا عورت ہونا خفیف تر ہو باقی عورت سے اس دلیل سے کہ صلوۃ مراہقہ سر کھلی کی صحیح ہو تو اب تناقض باقی نہ رہیگا ...

القبل والدبر اولا اور ڈھکے پیشاب کی راہ کو اور پاخانہ کی راہ کو پہلے فان وجد ما یستر احدہما قیل یستر الدبر لانہ افحش فی الرکوع والسجود وقیل
القبل حکاہما فی البحر بلا ترجیح پھر اگر پاوے وہ چیز جو ایک شرمگاہ کو چھپاوے بعضون نے کہا دبر کو چھپاوے اسواسطے کہ اسکا کھلنا رکوع اور سجدہ مین
فاحش تر اور قبیح تر ہے اور بعضون نے کہا قبل کو چھپاوے یعنے اسلیے کہ وہ قبلہ رخ ہے اور کوئی عضو اسکی آڑ نہین جیسے سرین مقعد کا حجاب ہین کذا
فی الشامی نقل کیا ہے دونون قولون کو بحر الرائق مین بدون ترجیح کے وفی النہر الظاہر ان الخلاف فی الاولویۃ والتعلیل یفید انہ لو صلی بالایماء تعین
ستر القبل ثم فخذہ ثم بطن المرأۃ وظہرہا ثم الرکبۃ ثم الباقی علی السواء اور نہر الفائق مین ہے کہ ظاہرا دونون قولون کا خلاف اولی ہونے مین ہے اور تعلیل
یعنی کشف دبر کا قبیح ہونا رکوع اور سجود مین اسکا مفید ہے کہ اگر بدون رکوع اور سجود کے اشارہ سے نماز پڑھے تو قبل کا چھپانا متعین ہوگا پھر اسکے بعد ران کا
پھر عورت کے پیٹ اور پیٹھ کا پھر زانو کا پھر باقی بدن برابر ہے ہم ران وغیرہ کا ذکر حلبی کے کلام سے ہے نہ نہر الفائق سے یعنی اگر زیادہ ہووے کپڑا تو قبل کے
بعد ران کو پھر عورت کے پیٹ اور پیٹھ کو پھر زانو کو چھپاوے کذا فی الطحطاوی واذا لم یجد المکلف المسافر ما یزیل بہ نجاسۃ اویقللہا لبعدہ میلا اولعطش
صلی معہا او عاریا ولا اعادۃ علیہ اور اگر عاقل بالغ مسافر نہ پاوے اس چیز کو جس سے نجاست کو دور کرے یا اسکو کم کرے واسطے سبب دور ہونے مزیل کے
ایک میل یا پیاس کے سبب سے تو نماز پڑھے نجاست کے ساتھ یا برہنہ ہوکر اور اسپر اعادہ نماز کا نہین وینبغی لزومہا لو العجز عن مزیل وساتر بفعل العباد کما مر
فی التیمم اور لزوم اعادہ نماز لائق ہے اگر عاجز ہونا مزیل نجاست اور ساتر سے بندون کے فعل سے ہو چنانچہ تیمم مین گذر گیا ہم یہ بحث ہے صاحب بحر الرائق کی
اور مصنف نے اپنی شرح مین اسکو ثابت رکھا ہے ثم ہذا المسافر لان المقیم یشترط طہارۃ الساتر وان لم یملکہ قہستانی پھر معلوم کرے کہ یہ نماز کا برہنہ جائز ہونا مسافر کے
حق مین ہے اسلیے کہ مقیم کے واسطے طہارت ساتر کی شرط ہے اگرچہ ساتر کا وہ مالک نہو چنانچہ قہستانی مین ہے ہم طحطاوی نے کہا کہ اس حکم کی تخصیص مقیم کے
ساتھ بلا وجہ ہے والخامس النیۃ بالاجماع اور پانچوین شرط نماز کی نیت یعنی پختہ ارادہ ہے بدلیل اجماع واتفاق ہم یعنی اشتراط نیت کی دلیل اجماع ہے نہ یہ آیت
(وَمَا اُمِرُوا اِلَّا لِیَعْبُدُوا اللّٰہَ مُخْلِصِیْنَ) اسواسطے کہ عبادت سے یہان توحید مراد ہے تو یہ اخلاص یعنے خلوص ارادہ و نیت اس آیت سے توحید مین پایا گیا
نہ عبادت مین اور یہ حدیث بھی دلیل نہین ہے کہ اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّیَّاتِ اسواسطے کہ یہین تو نیت کا ثواب مراد ہے اور صحت سے تعرض نہین کذا فی الطحطاوی وہی الارادۃ
المرجحۃ لاحد المتساویین اور نیت ارادہ ہے ترجیح دینے والا ایک چیز کا دو برابر چیزون سے ہم وہ چیزین برابر چنانچہ کرنا اور نکرنا افعال اختیاریہ کا مثلاً نماز پڑھنا اور نہ پڑھنا
دونون برابر ہین کہ بذات خود نہ فعل اسکا لازم اور محال ہے نہ ترک اسکا پھر جبکہ ارادہ متعلق ہوا فعل سے تو نماز واقع ہوئی تو ترجیح فعل کی ترک پر صرف ارادہ سے ہوئی اسی
ارادہ مرجحہ کو نیت کہتے ہین طحطاوی نے کہا کہ نیت مطلق ارادہ کا نام نہین بلکہ عبارت ہے اس ارادہ فعل سے جو فعل کے ساتھ ہوا اور علم مین اس سے پہلے
ای ارادۃ الصلوۃ للہ تعالی علی الخلوص یعنی نماز کا ارادہ خالص اللہ تعالی کیواسطے ہم شارح نے اشارہ کیا کہ الارادۃ کا الف لام عہد کا ہے یعنی نیت ہر ارادہ کا نام نہین
بلکہ یہان ارادہ نماز کا مراد ہے خلوص کے ساتھ یعنی اللہ تعالی کے ساتھ کسی کو شریک نکرے عبادت مین نہ شرک جلی مشرکون کے مانند نہ شرک خفی ریاکارون کے طور
لا مطلق العلم فی الاصح الا تری ان من علم الکفر لا یکفر ولو نواہ یکفر نیت عبارت ہے ارادہ مذکورہ سے نہ مطلق دانست سے صحیح تر قول مین کیا تو نہین دیکھتا کہ جسنے
کفر کو جانا وہ کافر نہین ہوتا اور اگر کفر کی نیت کی تو کافر ہو جاتا ہے ہم غیر اصح عبد الواحد کا یہ قول ہے کہ نیت دانست کا نام ہے حالانکہ دونون کے مفہوم متباین ہین
ارادہ کو علم یعنے دانست لازم ہے اور دانست کو ارادہ لازم نہین کذا فی الطحطاوی والمعتبر فیہا عمل القلب اللازم للارادۃ فلا عبرۃ للذکر باللسان وان
خالف القلب لانہ کلام لا نیۃ اور نیت مین معتبر دل کا عمل ہے جسکو ارادہ لازم ہے تو کچھ اعتبار نہین زبان کے ذکر کا اگرچہ وہ دل کے مخالف ہو اسواسطے
کہ زبانی ذکر کلام ہے نیت نہین ہے ہم جب عمل دل معتبر ہوا نہ عمل زبان تو اگر زبان نے خطا کی تو کچھ ضرر نہین مثلاً دل مین ارادہ ہو ظہر کا اور
زبان سے عصر نکلا تو نیت صحیح ہے اور عدد رکعات مین خطا قلبی بھی مضرت نہین کرتی اسواسطے کہ تعیین عدد شرط نہین تو اسکی خطا بھی مضر نہین

کذا فی الاشباہ (ولا اعتبر عن احضارہ لہموم اصابتہ فیکفیہ اللسان) یعنی مگر جبکہ آدمی عاجز ہو دل کے حاضر کرنے سے افکار اور تشویشات کے لاحق
ہونے سے تو اب اسکو زبان کا عمل بجائے عمل دل کے کفایت کرتا ہے کذا فی المجتبی (وہو ای عمل القلب ان یعلم عند الارادۃ بداہۃ بلا تامل ای صلوٰۃ
یصلی فلو لم یعلم الا بتامل لم یجز) اور وہ یعنی دل کا عمل یہ ہے کہ جانے آدمی نماز کے وقت فوراً بدون غور اور تامل کے کہ کونسی نماز پڑھتا ہے تو اگر بغیر
تامل کرنے سے تو نماز جائز نہیں ہم کہتے ہیں فقط نیت کے وقت شرط ہے تمام نماز میں شرط نہیں یعنی اگر اثناء نماز میں نہ ہوگا تو کچھ حرج نہیں اور
اسمیں کسی کو اختلاف نہیں کذا فی الطحطاوی (والتلفظ عند الارادۃ بہا مستحب) ہو المختار اور ارادہ نماز کے وقت زبان سے نیت کرنا مستحب ہے
یہی قول مختار ہے (وتکون بلفظ الماضی ولو فارسیا لانہ الاغلب فی الانشاءات وتصح بالحال قہستانی) اور ہو وے زبان سے کہنا ماضی کے لفظ کے ساتھ جو زمانہ
گذشتہ پر دلالت کرتا ہے اگرچہ فارسی بولی میں ہو اسواسطے کہ ماضی کا لفظ اکثر مستعمل ہے انشاءات میں یعنی ان الفاظ میں جو ایجاد اشیا میں بولے جاتے
ہیں جیسا کہ معاملات میں اور صحیح ہے نیت کرنا حال کے لفظ کے ساتھ جو زمانہ موجود پر دلالت کرتا ہے کذا فی القہستانی فی شرح النقایہ بلفظ حال سے مضارع کا
مراد ہے جس سے فقط حال مقصود ہو نہ استقبال اسواسطے کہ ارادہ استقبال سے وعدہ ٹھیریگا نہ وقوع اور عربی میں نیت بلفظ ماضی اس طرح ہے کہ
نویت ان اصلی الفجر اور فارسی میں یوں کہ نیت کردم کہ نماز فجر گذاردم اور ہندی میں یوں کہ نماز فجر کی میں نے نیت کی اور بلفظ حال اس طرح
کہ ارید ان اصلی الفجر اور فارسی میں یوں کہ نماز فجر را نیت میکنم اور ہندی میں یوں کہ نماز فجر کی نیت کرتا ہوں (وقیل سنۃ یعنی احبہ
علماؤنا اذ لم ینقل عن المصطفیٰ ولا الصحابۃ ولا التابعین بل قیل بدعۃ) اور بعضوں نے کہا کہ زبان سے نیت کرنا سنت ہے ...
یعنی یہاں سنت سے مراد یہ ہے کہ پسند کیا ہے اسکو یا اسکو طریقہ قرار دیا ہے ہمارے عالموں نے سنت شرعی یہاں مراد نہیں اسلیے کہ زبان سے
نیت کرنا جناب مصطفیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام سے اور اصحاب اور تابعین رضی اللہ عنہم سے منقول نہیں بلکہ بعضے عالموں نے اسکو بدعت
کہا ہے ہم بدعت سے یہاں بدعت حسنہ مراد لیقول معتمد ہے نہ بدعت سیئہ بحر الرائق میں کہا کہ زبان سے نیت کرنا مستحسن ہے اطمینان کے سبب سے
نہ اور وجہ سے یعنی انسان کبھی پریشان خاطر ہوتا ہے اور زبان سے کہنے سے ارادہ دلی کو جمعیت ہو جاتی ہے اسلیے زبان سے کہنا مستحسن ہوا
کذا فی الطحطاوی (وفی المحیط انہ یقول اللہم انی ارید ان اصلی صلوٰۃ کذا فیسرہا لی وتقبلہا منی) وسیجی فی الحج اور محیط میں ہے کہ نماز کا پڑھنے والا
یوں کہے کہ اے اللہ میں ارادہ کرتا ہوں فلانی نماز کے پڑھنے کا سو اسکو میرے لیے آسان کردے اور میری طرف سے اسکو قبول کر اور عنقریب
اسکا بیان کتاب الحج میں آویگا ہم یہ مثال ہے نیت کی بلفظ حال نہر الفائق میں کہا کہ اکثر علماء نے کہا ہے کہ یہ نیت حج کے واسطے مخصوص ہے
اسواسطے کہ حج زمانہ دراز میں پورا ہوتا ہے اور اسمیں مشقتیں بہت ہوتی ہیں برخلاف نماز کے کذا فی الطحطاوی (وجاز تقدیمہا علی التکبیرۃ
ولو قبل الوقت) اور جائز ہے مقدم کرنا نیت کا تکبیر تحریمہ پر اگرچہ تقدم نیت کی نماز کے وقت سے پہلے ہو ہم اور نماز کے مانند جمیع عبادات پر
تقدیم نیت کی جائز ہے صحیح قول میں (وفی البدائع خرج من منزلہ یرید الجماعۃ فلما انتہی الی الامام کبر ولم یحضرہ النیۃ جاز ومفادہ جواز تقدیم
نیۃ الاقتداء ایضاً فلیحفظ) اور بدائع میں ہے کہ ایک شخص نکلا اپنے گھر سے جماعت کی نماز کے قصد سے پھر جب امام تک پہونچا تو اسنے تکبیر تحریمہ
کی اور نیت اقتدا کی اسکو اسوقت حاضر نہوئی تو جائز ہے اور بدائع کے اس کلام سے مستفاد ہوتا ہے کہ نیت اقتدا کی بھی تقدیم جائز ہے تو اسکو
یاد رکھنا چاہیے لیکن قہستانی میں ہے کہ نیت اقتدا کی تقدیم امام کی تحریمہ پر صحیح نہیں (ما لم یوجد بینہما فاصل اجنبی من عمل غیر لائق بصلوٰۃ)
تقدیم نیت کی جائز ہے جبتک کہ نیت اور نماز کے درمیان کوئی عمل قطع کرنے والا نیت کا جو نماز کے مناسب نہیں ہے پایا جائے ہم عمل قاطع نیت
جیسا کہ کھانا اور پینا اور لکڑی خریدنا کذا فی البحر (وہو کل ما یمنع البناء) اور وہ یعنی عمل غیر مناسب نماز وہ عمل ہے جو بنا نماز کا مانع ہو ہم اگر اثناء نماز میں

نمازی کا وضو جاتا رہے تو وہ جیسے چاہے چاہے اور دوسرا وضو کرکے بقیہ نماز پڑھے اس بقیہ کے پڑھنے کو بنا کہتے ہین اس سے معلوم ہوا کہ چلنا اور وضو کرنا قاطع نیت نہو گا کیونکہ یہ دونون کام نماز کے اندر قاطع نیت نہین ہوتے تو نماز کے خارج بطریق اولے قاطع نہونگے وشرط الشافعی قرانها فیندب عندنا اور امام شافعی نے نیت کا متصل کرنا تحریمہ کے ساتھ شرط کیا ہے تو نیت کا ملانا تحریمہ کے ساتھ ہمارے نزدیک مستحب ہوگا ہم اسواسطے کہ محل اختلاف سے بچنا مستحب ہے اگرچہ ہمارے نزدیک قران شرط نہین وَلاعبرة بنية متأخرة عنها علے المذهب وجوزه الكرخي الى الركوع اور اس نیت کا اعتبار نہین جو تحریمہ کے بعد ہو بنا بر صحیح مذہب کے اور کرخی نے رکوع تک تاخیر نیت کو جائز کہا ہے ہم شامی نے کہا کہ رکوع وغیرہ کی تصریح کرخی نے نہین کی بلکہ علمانے انکے مذہب کے بموجب تاخیر کا جواز نکالا ہے کسی نے ثنا تک کسی نے رکوع تک کسی نے قعدہ تک وكفى مطلق نية الصلوٰة وان لم يقل لله تعالى لنفل وسنة راتبة وتراويح على المعتمد اذ تعيينها بوقوعها وقت الشروع اور کفایت کرتی ہے مطلق نیت نماز کی نفل اور سنت مؤکدہ اور تراویح کے واسطے معتمد قول پر اگرچہ اسنے نکہا ہو کہ اللہ تعالی کے واسطے نیت کرتا ہون اسلیے کہ نفل اور سنت اور تراویح کا تعین ہونا ثابت ہوجاتا ہے انکے واقع ہونے سے شروع کرنے کے وقت ہم یعنے یون کہنا یا ارادہ کرنا کہ نیت کرتا ہون نفل کی یا سنت فجر کی مثلاً یا تراویح کی ضرور نہین بلکہ بلا قید نیت کرنا کافی ہے پھر جبکہ فجر کے وقت مطلق نیت سے نماز پڑھیگا تو سنت کا تعین حاصل ہوگا وقوله وان لم يقل لله بیان ہے اطلاق نیت کا والتعيين احوط اور نفل یا سنت کا متعین کرلینا احوط ہے یعنے تعیین مین زیادہ تر احتیاط ہے اسواسطے کہ اطلاق اور تعیین کی تصحیح مین اختلاف ہے کذا فی البحر ولا بد من التعيين عند النية فلو جهل الفرضية لم يجز اور فرض نماز مین متعین کرلینا نیت کے وقت ضرور ہے تو اگر نماز کے فرض ہونے سے ناواقف ہوگا تو نماز اسکی جائز نہوگی ہم ایک شخص پانچ وقت کی فرض نماز پڑھتا ہے لیکن انکا فرض ہونا نہین جانتا ہے تو اسکی نماز جائز نہین اسپر قضا کرنا واجب ہے کیونکہ اسنے فرض معین کی نیت نہین کی کذا فی الطحطاوی ولو علم ولم يميز الفرض من غيره ان نوى الفرض في الكل جاز اور اگر اسنے بعضی نمازون کو فرض اور بعض کو نفل جانا اور جدا نکیا فرض کو غیر فرض سے تو اگر سب نمازون مین فرض کی نیت کی تو جائز ہے یعنے بقدر فرض کے فرض ہوگی اور باقی نفل وكذا لو أم غيره فيما لا سنة قبلها اور اسی طرح نماز جائز ہے اگر غیر ممیز نے غیر شخص کی امامت کی فرض کی نیت سے اس نماز مین جسکے پہلے سنت نہین ہے ہم یعنے جو شخص فرض اور نفل کو ممتاز نہین کرتا وہ غیر کی امامت کرے فرض کی نیت سے مغرب اور عصر اور عشا مین جنکے پہلے سنت مؤکدہ نہین تو مقتدیون اور امام کی نماز صحیح ہے اشباہ مین قنیہ سے منقول ہے کہ نمازی چھ قسم ہین پہلی قسم وہ نمازی ہے جو فرض اور نفل نماز کو جانتا ہے یعنی جانتا ہے کہ فرض وہ ہے جسکے کرنے مین ثواب اور نکرنے مین عذاب ہے اور سنت وہ ہے جسکے کرنے مین ثواب ہے اور نکرنے مین عذاب نہین سو اسنے ظہر یا فجر کی نیت کی تو کافی ہے ۲ وہ نمازی ہے جو فرض اور نفل کو جانتا ہے اور فرض کی نیت سے نماز پڑھتا ہے مگر یہ نہین جانتا کہ فرض کسقدر ہے اور سنت کتنی اسکی بھی نماز درست ہے ۳ وہ نمازی ہے جو فرض کی نیت سے نماز پڑھتا ہے مگر فرض کے معنی نہین جانتا تو اسکی نماز کفایت نہین کرتی ۴ وہ نمازی ہے جو یہ جانتا ہے کہ آدمی جو نماز پڑھتے ہین انمین بعض نماز فرض ہے اور بعض نفل اور امتیاز نہین کرتا فرض اور نفل مین تو اسکی نماز جائز نہین اسواسطے کہ فرض مین نیت کا معین کرنا شرط ہے اور بعضون نے کہا کہ اسنے جو نماز کہ جماعت سے پڑھی اور امام کی نماز کی نیت کی تو درست ہے ۵ وہ نمازی ہے جسنے یہ اعتقاد کیا کہ ہر نماز فرض ہے تو اسکی نماز جائز ہے ۶ وہ نمازی ہے جو یہ نہین جانتا ہے کہ خدا کی نماز بندون پر فرض ہے ولیکن وہ پنجگانہ نماز پڑھتا ہے اسکی نماز جائز نہین ہے انتہی ملخصاً فالفرض انه ظهر او عصر قرنه باليوم والوقت اولا هو الاصح یعنے ضرور ہے نیت کی تعیین فرض کی اسواسطے اسطرح پر کہ وہ نماز ظہر کی ہے یا عصر کی خواہ ظہر یا عصر کے ساتھ دن اور وقت کو ملاوے یا نملاوے یہی قول صحیح تر ہے ہم یعنی یون کہنا یا نیت کرنا کہ اصلی ظهر اليوم یا ظهر الوقت یعنی آج کی ظہر ادا کرتا ہون کچھ ضرور نہین فقط ظہر یا عصر کی نیت کرنا بلا اضافت کافی ہے اصح قول مین

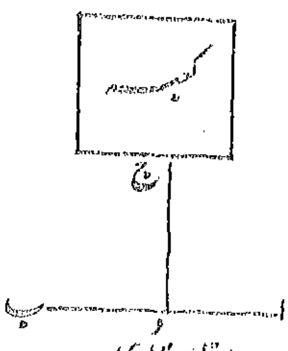
اسواسطے کہ وہ وقت تو اُسی کے واسطے متعین ہو گیا ہے ولو الفرض قضاء نیت فرض کی تعیین کی ضرورت ہے اگرچہ فرض قضا ہو لکنہ یعین ظہر یوم کذا علی المعتمد لیکن قضا کا پڑھنے والا معین کرے فلانے دن کی ظہر یا عصر کو بنا بر قول معتمد کے یعنی قضا میں فقط ظہر یا عصر کا کہنا کفایت نہیں کرتا بلکہ معتمد قول یہ ہے کہ کہے فلانے دن کی ظہر پڑھتا ہوں خواہ کثرت فوائت سے ترتیب ساقط ہو گئی ہو یا نہوئی ہو اور غیر معتمد قول یہ ہے کہ نیت تعیین کی کثرت فوائت سے ساقط ہے کذا فی الطحطاوی والاسہل نیۃ اول ظہر علیہ او آخر ظہر اور تعیین نیت میں وصورت بہت سی قضا نمازوں کے آسان طریقہ یہ ہے کہ کہے کہ میں نیت کرتا ہوں پہلی ظہر کی جو مجھ پر واجب ہے یا پچھلی ظہر کی جو مجھ پر واجب ہے اور آسانی کی وجہ اس نیت میں یہ ہے کہ شاید تاریخ اور دن قضا کے یاد نہوں وفی القہستانی عن المنیۃ لا یشترط ذلک فی الاصح وتحقیقہ فی آخر الکتاب اور قہستانی میں منیۃ المصلی سے منقول ہے کہ قضا میں تعیین کرنا نیت کا شرط نہیں صحیح تر قول میں اور اس مسئلہ کا ذکر آخر کتاب میں یعنی مسائل شتّٰی میں آویگا والواجب وترا ونذرا وسجود تلاوۃ اور ضرور ہے نیت کا معین کرنا واجب نماز کیواسطے اسطرح کہ وہ وتر کی نماز ہے یا نذر کی یا سجدہ ہے تلاوت کا اور وتر کی تعیین ضرور ہے لیکن اُسکو واجب یا سنت کہنا لازم نہیں کیونکہ اسمیں اختلاف ہے اور نذر نماز میں یوں کہے کہ وہ نماز پڑھتا ہوں جو فلانے کیواسطے یا فلانی حاجت کیواسطے میں نے نذر مانی تھی اسواسطے کہ تعیین نذر کی نہیں ہو سکتی بدوں ذکر کرنے اسکے اسباب کے کذا فی الطحطاوی وکذا الشکر بخلاف سہو اور اسی طرح ضرور ہے معین کرنا سجدۂ شکر کی نیت کا بخلاف سجدۂ سہو کے کہ اسمیں تعیین ضرور نہیں ہم سجدۂ شکر اور سجدۂ سہو میں شارح سے سہو واقع ہوا یوں کہنا تھا کہ اسکے بخلاف شکر تعیین اسی طرح ضرور ہے معین کرنا سجدۂ سہو کا نہ سجدۂ شکر کا اسواسطے کہ سجدہ سہو کا واجب ہے اور سجدہ شکر کا نفل ہے حالانکہ نفل میں تعیین نیت ضرور نہیں یہ سمجھا ہے صاحب نہر الفائق کی کہ تعیین نیت سہو میں واجب ہے نہ شکر میں کذا فی الطحطاوی فتدبر او ودون تعیین عدد رکعاتہ لحصولہا ضمنا فلا یضر الخطا فی عددہا اور ضروری نہیں معین کرنا شمار رکعات کا فرض اور واجب میں کیونکہ رکعات تو ضمنا حاصل ہیں یعنی تعیین رکعات تو ضمنا اس طرح سے حاصل ہو چکی اُس میں تو احتمال کمی بیشی کا نہیں تو عدد رکعات میں چوکنا کچھ ضرر نہیں کرتا یعنی جسکی تعیین ضرور نہیں تو اسمیں خطا واقع ہونے سے کچھ ضرر نہیں تو اگر ظہر میں مثلا تین رکعت کی اور فجر میں چار رکعت کی نیت کی تو نماز جائز ہے وینوی المقتدی المتابعۃ اور نیت کرے امام کے پیچھے پڑھنے والا امام کے پیچھے ہونے کی یعنی یوں ارادہ کرے کہ امام کے پیچھے نماز پڑھتا ہوں لم یقل ایضا لانہ لو نوی الاقتداء بالامام او الشروع فی صلوۃ الامام ولم یعین الصلوۃ صح فی الاصح وان لم یعلم بہا لجعلہ نفسہ تبعا لصلوۃ الامام مصنف نے لفظ ایضا نہ کہا یعنی کنز وغیرہ کیطرح یوں نہ کہا کہ علاوہ نیت سابقہ کے مقتدی نیت متابعت کی بھی کرے اسلیے کہ اگر نمازی امام کی اقتدا کی نیت کرے یا امام کی نماز شروع کرنے کی نیت کرے تو نماز کو معین نہ کرے تو صحیح تر قول میں اقتدا درست ہو جائیگا گو مقتدی امام کی نماز کو نجانتا ہو کیونکہ اُسنے تو اپنے آپ کو امام کا تابع کر دیا ہے تو اُسکے لیے نماز کے معین کرنے وغیرہ کی حاجت نہیں ہم شامی نے کہا کہ تبعا لصلوٰۃ الامام کی جگہ اگر شارح تبعا للامام کہتا ہو تو بہتر تھا جیسے زیلعی نے کہا ہے اسلیے مترجم نے دوسرے لفظ کا ترجمہ کیا بخلاف ما لو نوی صلوۃ الامام وان انتظر تکبیرہ فی الاصح لعدم نیۃ الاقتداء بخلاف اُس صورت کے کہ نیت کرے امام کی نماز کی اگرچہ اُسکے اللہ اکبر کہنے کا منتظر رہے صحیح تر قول میں اور یہ صورت حکم سابق سے علاحدہ ہے بسبب نہونے اقتدا کی نیت کے ہم یعنی اس صورت میں اقتدا درست نہوگا کیونکہ نیت اقتدا مفقود ہے اسلیے کہ جب امام کی نیت کی تو اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ اقتدا کی نیت بھی کی ہو اسیطرح جب امام کی تکبیر کا انتظار کیا تو انتظار بھی کبھی اقتدا کے لیے ہوتا ہے اور کبھی عادت کی وجہ سے تو دونوں احتمالوں میں شک کی وجہ سے مقتدی نہوگا کذا فی الشامی الا فی جمعۃ وجنازۃ وعید علی المختار لاختصاصہا بالجماعۃ مگر جمعہ اور جنازہ اور عید کی نماز میں مذہب مختار پر نیت اقتدا ضرور نہیں اسلیے کہ یہ نمازیں جماعت کے ساتھ مخصوص ہیں ہم یعنی تنہا نہیں پڑھی جاتیں تو جسوقت آدمی انکی نیت کریگا تو نیت اقتدا ضمنا ثابت ہوگی ولو نوی فرض الوقت مع بقائہ جاز اور اگر نمازی نے فرض وقت کی نیت کی وقت کے باقی ہوتے ہوئے تو یہ نیت کرنا جائز ہے یعنی اگر نماز میں صرف یہ

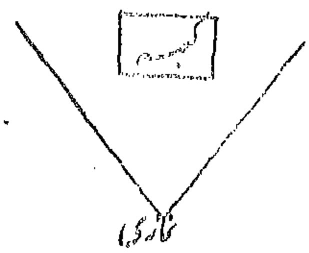
نہیں ہے کہ فرض وقت پڑھتا ہوں تو اس نیت سے نماز درست ہوگی الا فی الجمعۃ فانہا بدل مگر جمعہ کی نماز میں فرض وقت کہنا جائز نہیں اسلیے کہ جمعہ کی نماز عوض ہے اس روز کے ظہر کا یعنی فرض وقت ظہر ہے نہ جمعہ الا ان یکون عندہ فی اعتقادہ انہا فرض الوقت مگر جو ایسا ہو کہ بعض فقہا کی طرح یہ کہ نمازی کے نزدیک یہ اور اعتقاد میں ہو کہ جمعہ فرض وقت ہے ظہر کا بدل نہیں چنانچہ بعض فقہا کی تحقیق یہی ہے تو اس صورت میں جمعہ فرض وقت کی نیت سے درست ہوگا ولو نوی ظہر الوقت فلو مع بقائہ ای الوقت جاز ولو فی الجمعۃ اور اگر وقت ظہر کی نماز کی نیت کی تو اگر وقت کے باقی رہنے کے ساتھ ہوگی تو جائز ہے اگرچہ جمعہ میں ہو فرض سا الخ فی شرح المختار میں ہے کہ اگر نیت ظہر کے وقت کی جمعہ کے سوا میں کریگا تو اگر وقت کے اندر ہوگی تو درست ہے اسلیے شارح نے ظہر بلا الیوم کی تعیین کے ولو فی الجمعۃ کی قید لگائی تا معلوم ہو کہ اس حکم میں جمعہ اور غیر جمعہ برابر ہیں کذا فی الشامی ملتقطا ولو مع عدمہ بان کان قد خرج وہو لا یعلمہ لا یصح فی الاصح اور اگر ظہر الوقت کی نیت وقت کے نہ رہنے کے ساتھ ہو اس طرح کہ وقت نکل چکا ہو اور نمازی اسکے نکلنے کو نہ جانتا ہو تو صحیح تر قول میں درست نہ ہوگی عدم وقت کے نکلنے کو نہ جاننے کی قید اسلیے لگائی کہ اگر وقت کے نکلنے کو جانکر ایسی نیت کریگا تو درست ہوگی کذا فی الشامی ومثلہ فرض الوقت اور ظہر الوقت کی مثل اسی حکم فرض الوقت کا یعنی اگر وقت کے نکلنے پر نیت وقت کے فرض کی کریگا اور وقت کے گذر جانے کو نہ جانتا ہوگا تو یہ بھی اول مسئلہ کی طرح صحیح تر قول میں درست نہ ہوگی اور اشباہ میں جو درستی کا قول منقول ہے وہ اس صحیح کے خلاف ہے وکذا فی الشامی فالاولی نیۃ ظہر الیوم لجوازہ مطلقا وصحۃ القضاء بنیۃ الاداء کعکسہ ہو المختار پس بہتر یہ ہے کہ نیت آج ظہر کی کرے واسطے اسکے جائز ہونے کے ہر طرح سے یعنی اگرچہ عین وقت میں پڑھے یا وقت نکل گیا ہو بسبب درست ہونے قضا کے ادا کی نیت سے مثل اسکے عکس کے یعنی صحیح ہونے ادا کے قضا کی نیت سے یہی قول مختار ہے تم یعنی اگر آج کے ظہر کی نیت ہوگی تو ہر چند وقت گذر بھی گیا ہوگا تب بھی وہ نماز اس روز کے ظہر کی ہوگی اور وقت کے ظہر کی نیت سے وقت نکلنے پر اس وقت کا ظہر نہ ٹھہریگا اور شارح نے جو یہ کہا کہ بسبب درست ہونے قضا بہ نیت ادا اسکا مطلب یہ ہے کہ وقت کے گذرنے پر اگر بہ غلطی یہی ظہر الیوم کی نیت کریگا تو گویا قضا کو بہ نیت ادا پڑھیگا حالانکہ یہ جائز ہے جیسے کوئی قیدی اٹکل سے رمضان جانکے روزے رکھے اور بعد کو معلوم ہو کہ رمضان ہو چکا تھا تو اسکے روزے درست ہونگے مگر اس تعلیل میں یہ خلل ہے کہ یہ اسوقت ٹھیک ہے کہ نمازی ادا کی نیت سے پڑھے اور اگر اسکی نیت کچھ نہ ہو نہ ادا کی نہ قضا کی تو اسوقت یہ تعلیل نہ رہیگی کذا فی الطحطاوی وتمامہ فی الشامی والمصلی الجنازۃ ینوی الصلوۃ للہ تعالی وینوی ایضا الدعاء للمیت اور جنازہ کی نماز پڑھنے والا نیت کرے نماز کی خاص اللہ تعالی کے لیے اور نیز دعا کی نیت کرے مردہ کے لیے لانہ الواجب علیہ اسلیے کہ نیت نماز اور دعا نمازی پر واجب ہے علامہ طحطاوی نے کہا کہ اگر مرجع ضمیر لانہ کا نماز و دعا دونوں کی طرف ہو تو یہ خلل رہیگا کہ دعا جنازہ مسنون ہے نہ واجب اسلیے چاہیے مرجع ضمیر صرف نیت صلوۃ قرار دیا ہے جو ینوی الصلوۃ سے سمجھا جاتا ہے اور شامی نے کہا کہ مرجع ضمیر نیت دعا اس اعتبار سے ہے کہ نماز جنازہ خود دعا ہے کیونکہ اسمیں قرات اور رکوع اور سجدہ اور تشہد نہیں اور اسکا موید وہ قول ہے جو منیۃ میں مذکور ہے کہ نماز جنازہ امام اعظم اور انکے صاحب کے قول میں درحقیقت دعا ہے نہ نماز فیقول اصلی للہ داعیا للمیت تو جنازہ کی نماز پڑھنے والا یوں کہے کہ میں نماز پڑھتا ہوں اللہ تعالی کے لیے دعا مانگنے والا مردہ کیواسطے وان اشتبہ علیہ المیت ذکر ام انثی یقول نویت ان اصلی مع الامام علی من یصلی علیہ الامام اور اگر میت نمازی پر مشتبہ ہو جاوے معلوم نہو کہ مرد ہے یا عورت تو وہ یوں کہے کہ میں نیت کرتا ہوں کہ نماز پڑھوں امام کے ساتھ جس شخص پر کہ امام نماز پڑھتا ہے وافاد فی الاشباہ بحثا انہ لو نوی المیت الذکر فبان انہ انثی او عکسہ لم یجز اور اشباہ میں بحث کرکے یہ افادہ کیا ہے کہ اگر نیت کی مذکر مردہ کی پھر معلوم ہوا کہ وہ عورت ہے یا اسکا عکس کیا مردہ عورت کی نیت کی پھر ظاہر ہوا کہ مرد ہے تو نماز درست نہ ہوگی ہم وجہ عدم جواز کی یہ ہے کہ میت مثل امام کے ہے اسکی تعیین میں چوک جانا ایسا ہے جیسا امام کی تعیین میں چوکنا تو جیسے امام کی تعیین میں چوکنے سے نماز درست نہیں ہوتی ویسے ہی میت کی تعیین میں خطا ہونے سے درست نہ ہوگی مثلا اگر نیت کی کہ زید پر نماز پڑھتا ہوں پھر معلوم ہوا کہ وہ عمرو ہے تو نماز درست نہ ہوگی ہاں اگر اشارہ کرکے کہے کہ اس مردہ پر پڑھتا ہوں جو زید ہے پھر ظاہر ہوا کہ وہ عمرو ہے تو نماز درست ہوگی کیونکہ اشارہ کرنے سے نام میں خطا کرنا لغو ہو جاتا ہے کذا فی الشامی وانہ لا یضر التعیین عدد الموتی الا اذا بان

ثم الکفر لعدم نیة الزائد اور اشباہ میں یہ بھی مذکور ہے مُردوں کے عددوں کا معین کرنا مضر نہیں مگر جس صورت میں کہ ظاہر ہو کہ شمار انکا نمازی کی تعیین سے
زیادہ ہو یعنی بہت پائے جائے نیت زائد از شمار کے یعنی اگر نمازی نے نیت دس جنازوں کی کی اور وہ درحقیقت دس ہیں یا کمتر نماز درست ہوگی اور اگر گیارہ
یا زیادہ ہونگے تو درست نہوگی کیونکہ جسقدر زیادہ ہیں انکی نیت نہیں پائی گئی طحطاوی نے کہا کہ اس صورت میں دس کی جو نیت کی ہے انکی بھی درست
نہوگی کیونکہ دس غیر معین کی نیت کی ہے تو ہر جنازہ زائد ہوسکتا ہے کہ وہ زائد نیت میں داخل نہیں اسی لیے سب کی نماز باطل ہوگی والامام ینوی صلوٰته فقط
اور امام صرف اپنی نماز کی نیت کرے یعنی کسی کے امام ہونے کی نیت نکرے اسلیے کہ وہ خاص اپنے حق میں تنہا پڑھنے والے کی طرح ہے یہاں ایک
وہم ہوتا ہے کہ امام کا حال مثل مقتدی کے ہونا چاہیے یعنی جیسے مقتدی کو نیت اقتدا شرط ہے ویسے ہی امام کو امامت کی نیت شرط ہونی چاہیے اس وہم کو دفع
اور شارح نے آئندہ قول میں دفع کیا ولا یشترط لصحة الاقتداء نیة امامة المقتدی بل لنیل الثواب عند اقتداء احد به قبله کما بحثه فی الاشباہ لو اماما [illegible]
اور مشروط نہیں اقتدا کی درستی کے لیے امام کو مقتدی کی امامت کی نیت کرنی جس صورت میں کہ مردوں کا امام ہو بلکہ ثواب جماعت کا حاصل کرنے
کے لیے امامت مقتدی کی نیت شرط ہے جبکہ کوئی امام کا اقتدا کرے نہ پیشتر اقتدا کے چنانچہ اسکو اشباہ میں بیان کیا ہے [illegible] ضرور
نہیں کہ امام نیت امامت کی کرے بلکہ جماعت کا ثواب حاصل کرنے کو امامت کی نیت چاہیے اور یہ نیت اسوقت ہو جب کوئی امام کا اقتدا کرے [illegible]
بھی ضرور نہیں اگرچہ پہلے سے نیت کرلینی بھی جائز ہو فلا یحنث فی لا یؤم احدا الا بنیة الامامة تو آدمی قسم میں جھوٹا نہوگا اس قسم میں کہ کسی کا امام نہونگا [illegible]
کہ امامت کی نیت نکریگا ہم شارح نے یہ مسئلہ اپنے اس قول پر تفریع کیا کہ صحت اقتدا کے لیے امام کو نیت امامت کی ضروری نہیں [illegible]
نے قسم کھائی کہ میں کسی کی امامت نکرونگا پھر جب وہ نماز کو بدون نیت امامت کے کھڑا ہوا تو لوگ اسکے پیچھے نماز پڑھنے لگے پس اس صورت میں اسکی قسم نہ ٹوٹیگی
اسلیے کہ قسم ٹوٹنے کی شرط یہ تھی کہ امامت کا قصد کرتا اور یہ شرط بدون نیت امامت کے موجود نہیں ہوئی اسلیے قسم نہ ٹوٹی کذا فی الشامی [illegible]
فان اقتدت به المرأة محاذیة لرجل فی غیر صلوٰة جنازة فلا بد لصحة صلوٰتها من نیة امامتها لئلا یلزم الفساد بالمحاذاة بلا التزام اور اگر نمازی عورتوں کا
امام ہو تو اگر کوئی عورت اسکا اقتدا کسی مرد کے برابر کھڑے ہوکر جنازہ کی نماز کے سوا میں کریگی تو اس عورت کی نماز درست ہونے کے لیے اسکی امامت کی
نیت ضرور ہوگی تاکہ عورت کی برابری سے نماز کی خرابی بدون لازم پکڑنے کے لازم نہ آوے سوائے صلوٰة جنازہ کو اسلیے مستثنیٰ کیا کہ اسمیں نیت عورت کی
امامت کی بالاتفاق شرط نہیں اور محاذاة سے وہ برابری مراد ہے جو ان شروط کے ساتھ ہو جو آگے باب الامامت میں مذکور ہونگی اور التزام سے غرض نیت
امامت ہے اور حاصل شارح کی تعلیل کا یہ ہے کہ اگر عورت کا اقتدا بدون نیت کے درست ہو جاوے تو امام پر خراب کرنا مرد کی نماز کا بدون لازم پکڑنے کے لازم آویگا
یعنے اگر بالفرض عورت مرد کے برابر کھڑی ہوگئی اور بدون نیت امامت کے اسکا اقتدا صحیح ہوگیا تو چاہیے کہ امام کی جہت سے اس مرد کی نماز فاسد ہوجاوے
حالانکہ لازم آنا کسی چیز کا امام پر بدون اسکے لازم پکڑنے کے جائز نہیں اسلیے عورت کی اقتدا کے لیے نیت اسکی امامت کی شرط ہوئی وان لم تقتد محاذیة
اختلف فیه فقیل یشترط وقیل لا کجنازة اجماعا وکجمعة وعید علی الاصح خلاصه واشباہ اور اگر عورت نے محاذی مرد کے ہوکر اقتدا نکیا تو اسمیں اختلاف ہے بعض
نے کہا کہ صحت اقتدا کے لیے نیت امامت کی شرط ہے اور بعضوں نے کہا کہ شرط نہیں جیسے جنازہ میں بالاتفاق شرط نہیں اور جیسے جمعہ اور عیدین میں اصح
قول پر شرط نہیں ہم جمعہ اور عیدین میں اصح کی قید اسلیے لگائی کہ جمہور کے نزدیک ان دونوں میں نیت امامت عورت کی شرط ہے کذا فی الطحطاوی وعلیه ان لم تحاذ
احدا تمت صلوٰتها والا لا اور اس قول پر کہ عورت کی اقتدا کے لیے اسکی امامت کی نیت شرط نہیں یہ ہے کہ عورت اگر کسی کی محاذی نہیں بلکہ برابر یا آگے نہ ہوئی
ہوگی تب تو اسکی نماز پوری ہوگی اور آگے بڑھ جائیگی یا برابر ہوگی تو اسکا اقتدا باقی نرہیگا اور نماز تمام نہوگی ونیة استقبال القبلة لیست بشرط مطلقا
علی الراجح اور نیت قبلہ کی اور منہ کرنے کی شرط نہیں ہر حال میں اپنی خواہ نماز کی جہت [illegible]

قول قوی کا یہ قول ضعیف ہے کیونکہ قریب شخص کے لیے کعبہ کا سامنے ہونا فرض ہے بالاتفاق اور دور والے کو یہ امر ممکن نہیں بجز اسکے کہ دل میں نیت کرے
اسلیے دور والے کو نیت قبلہ کی بدون متوجہ کرنے کی شرط کی گئی فما قیل لو نوی بناء الکعبۃ او المقام او محراب مسجدہ لم یجز یتفرع علی المرجوح تو یہ جو کسی نے کہا ہے کہ اگر نمازی
عمارت کعبہ کی نیت کریگا یا مقام ابراہیم کی یا اپنی مسجد کی محراب کی تو درست نہوگی یہ مسئلہ قول ضعیف پر متفرع ہے علم یعنی جو لوگ نیت قبلہ رخ ہونے کی شرط
کہتے ہیں انکے نزدیک اگر کعبہ کے سوا اور طرف متوجہ کرنے کی نیت ہوگی تو درست نہوگی مثلاً نیت کعبہ کی عمارت کی جائز نہوگی اسلیے کہ کعبہ میدان خاص جہاں کا نام
نہ عمارت کا اور مقام ابراہیم وہ پتھر ہے جس پر حضرت ابراہیم علیہ السلام خانہ کعبہ بنانے کے وقت کھڑے ہوتے تھے اور محراب مسجد علامت سمت کعبہ کی ہے غرضکہ
ان صورتوں میں کعبہ کی طرف متوجہ کرنے کی نیت نہیں پائی جاتی اسلیے انکے نزدیک نماز بھی درست نہوگی اور یہ قول ضعیف ہے اور قول قوی کے بموجب
نماز درست ہوگی اسلیے کہ جب نیت کعبہ شرط نہیں تو غیر کعبہ کی نیت سے کچھ نقصان نہوگا کذا فی الشامی بالتقدیر کتعیین الامام فی صحۃ الاقتداء فانہا لیست بشرط
جیسے نیت امام کی تعیین کی اقتدا کی درستی میں کہ وہ بھی شرط نہیں فلو اتم بہ یظنہ زیدا فاذا ہو بکر صح مثلاً اگر امام کا اقتدا کیا اسکو زید سمجھکر پس وہ بکر نکلا تو اقتدا
درست ہوگا اسلیے کہ اسنے امام موجود کے اقتدا کی نیت کی تھی تو اب اگر اسکا نام کچھ اور سمجھ لیا تو کیا نقصان ہے کیونکہ اعتبار نیت کا ہے نہ سمجھنے کا کذا فی الحلبیہ
الا اذا عینہ باسمہ فبان غیرہ مگر اس صورت میں اقتدا درست نہیں کہ امام کو اسکے نام سے معین کیا پھر کوئی غیر نکلا یعنے اقتدا میں امام موجود کی نیت نہ کی
بلکہ اقتدا زید کی نیت کی خواہ اسکا نام زبان سے کہا یا نہ کہا تو اب اگر وہ عمرو ہوگا تو اقتدا درست نہوگا کیونکہ نیت کا اعتبار ہے اور اسنے امام حاضر کے غیر کے اقتدا
کی نیت کی اسلیے صحیح نہوئی الا اذا عرفہ بمکان کالقائم فی المحراب او اشارۃ کہذا الامام الذی ہو زید مگر نام کے ساتھ تعیین میں اسوقت اقتدا درست ہوگا
کہ امام کا پتا درست بتا دے مثلاً یوں کہے کہ زید جو محراب میں کھڑا ہے یا اشارہ سے اسکو بتا دے کہ یہ امام جو زید ہے تو اب اگر کوئی اور امام نکلیگا تو کچھ مضائقہ نہیں
اسلیے کہ اشارہ کردینے سے نام لینے کا اعتبار جاتا رہا کذا فی الشامی الا اذا اشار بصفۃ مختصۃ کہذا الشاب فاذا ہو شیخ فلا یصح ہاں اگر کسی صفت خاص سے
اشارہ کریگا اور وہ صفت امام میں نہ پائی جائیگی تو اقتدا صحیح نہوگا مثلاً یوں کہا کہ اس جوان کے پیچھے اور وہ بوڑھا ہے تو اقتدا صحیح نہیں وبعکسہ یصح لان الشاب
یدعی شیخا لعلمہ اور اسکے عکس میں اقتدا درست ہے یعنی اگر نیت کی کہ اس بوڑھے کے پیچھے اور وہ جوان نکلا تو اقتدا صحیح ہے کیونکہ جوان کو اسکے علم کی جہت سے
بوڑھا کہا کرتے ہیں وفی المجتبی نوی ان لا یصلی الا خلف من ہو علی مذہبہ فاذا ہو غیرہ لم یجز اور مجتبی میں ہے کہ مقتدی نے نیت کی کہ اسکے پیچھے نماز پڑھتا ہوں
جو میرے طریق پر ہے اور پھر وہ اس طریق کا نہ تھا تو اقتدا درست نہوگا ہم وجہ عدم جواز کی یہ ہے کہ جب اسنے اپنے مذہب کے امام کی نیت کی اور امام غیر مذہب کا نکلا
تو گویا اسنے امام معدوم کی اقتدا کی نیت کی کذا فی الشامی عن المنیۃ فائدہ یہ ایک کام کی بات ہے لما کان الاعتبار بالتسمیۃ عندنا لم تختص ثواب الصلوٰۃ فی مسجدہ
علیہ الصلوٰۃ والسلام بما کان فی زمنہ فلیحفظ چونکہ ہم حنفیوں کے نزدیک اعتبار نام لینے کا ہے (یعنے اس صورت میں کہ اشارہ نہو) اسلیے ثواب نماز کا آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد شریف میں مخصوص اس مقدار پر نہوگا جو آپ کے عہد مبارک میں تھی تو اسکو یاد رکھنا چاہیے ہم یعنی یہ جو بخاری اور مسلم نے حضرت
ابوہریرہؓ سے روایت کی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ایک نماز میری اس مسجد میں بہتر ہے ہزار نمازوں سے اسکے سوا دوسری مسجد میں سوا
مسجد حرام کے تو یہ ہزار گنا ہونا نماز کا صرف اسقدر مسجد مخصوص نہیں جو حضرت کے وقت مبارک میں تھی بلکہ مسجد شریف میں جو حضرت عمرؓ اور حضرت عثمانؓ
اور مہدی نے اضافہ کیا ہے اس زیادہ کی ہوئی میں بھی ایک نماز ہزار کے برابر ہوگی اسلیے کہ حدیث میں میری مسجد ارشاد فرمایا ہے اور ظاہر ہے کہ جو مسجد اب موجود ہے
وہ سب مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کہلاتی ہے تو بڑھی ہوئی مقدار میں بھی ثواب ہزار گنا ہوگا اور امام نووی نے اس ثواب کو خاص اسی مقدار کے ساتھ کیا ہے
جو آپ کے عہد مبارک میں تھی وہ یہ فرماتے ہیں کہ حدیث میں سوا نام لینے کے اشارہ بھی ہے کہ فی مسجدی ہذا فرمایا ہے یعنے میری اس مسجد میں جس جگہ تھا
جو اس روز موجود تھی مراد ہے پس بڑھی ہوئی مقدار اسمیں داخل نہوگی اسکے داخل ہونے کو کوئی دلیل چاہیے اور حنفیہ جواب دیتے ہیں کہ یہ اشارہ جگہ کے خاص

کرنے کے لیے نہیں بلکہ اسلیے ہے کہ مسجد مدینہ مطہرہ کے سوا اور بھی مساجد جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کیطرف منسوب ہیں وہ اس فضیلت میں داخل نہیں کذا فی الشامی فتدبر
والسادس استقبال القبلۃ حقیقۃ او حکما کالعاجز اور چھٹی شرط نماز کی کعبہ کیطرف منھ کرنا ہے خواہ حقیقت میں ہو یا حکما ہو جیسے عاجز یعنے وہ شخص کہ مرض یا
دشمن کے ڈر سے یا قبلہ کے نہ معلوم ہونے کی جہت سے قبلہ رخ نہیں ہو سکتا تو جسطرف کہ مریض و خائف اپنا منھ کر سکتے ہیں یا قبلہ کا سمجھنے والا اٹکل سے جسطرف
کو قبلہ ٹھہراتا ہے وہ انکا قبلہ حکمی ہے والشرط حصولہ لا طلبہ اور شرط قبلہ رخ ہونا ہے نہ اسکا طلب کرنا ہے یعنے شرط صرف اسقدر ہے کہ مقابلہ کعبہ کا پایا جاے اس
مقابلہ کا طلب کرنا شرط نہیں یعنی نیت میں اور استقبال میں یعنی طلب نہیں ہاں جس صورت میں کہ حصول قبلہ طلب پر موقوف ہو تو اسوقت طلب شرط
ہوگی کذا فی الشامی عن الحلیۃ وہو شرط زائد للابتلاء یسقط للعجز اور کعبہ کیطرف منھ کا ہونا ایک زائد شرط ہے بندوں کے امتحان کے لیے ساقط ہو جاتی ہے
عاجزی کے سبب سے ہم زائد شرط ہونی عبادت میں مقصود نہیں اور امتحان سے یہ مراد ہے کہ عاقل بالغ شخص جو خدا تعالیٰ پر جہت کو محال جانتا ہے اسکی اصل
پیدائش اسکی مقتضی ہے کہ نماز میں کسی خاص طرف کو منھ نہ کرے اسلیے اللہ تعالیٰ نے مکلف بندوں کو ایسی بات کا حکم کیا جو انکی مقتضائے اصل پیدائش کے خلاف
ہو تاکہ امتحان کرے کہ کہنا مانتے ہیں یا نہیں کذا فی الحلبی حتی لو سجد للکعبۃ نفسہا کفر یہاں تک کہ اگر خود کعبہ کو سجدہ کریگا تو کافر ہو جائیگا مطلب یہ ہے کہ کعبہ کیطرف
منھ کرنا شرط زائد ٹھہرا اور مقصود سجدہ کا اللہ تعالیٰ ہی ہے تو عین کعبہ کو سجدہ کرنا کفر ہوگا کذا فی الشامی فللمکی وکذا المدنی لثبوت قبلتہا بالوحی اصابۃ عینہا
یعم المعاین وغیرہ لکن فی البحر انہ ضعیف والاصح ان من بینہ وبینہا حائل کالغائب واقرہ المصنف قائلا والمراد بقولی فللمکی مکی یعاین الکعبۃ پس مکہ کے
رہنے والے کا قبلہ اور اسیطرح مدینہ کے باشندہ کا کیونکہ مدینہ کا قبلہ وحی سے ثابت ہوا ہے عین کعبہ کی سیدھ ہے یہ قول عام ہے کہ کعبہ کو دیکھنے والے
یعنے سامنے ہو یا نہ ہو اور مدینہ کو نماز میں عین کعبہ کی سیدھ پر نماز پڑھنی چاہیے شامی نے کہا کہ الامام المکی کا یعنی مکے میں رہنے کی سیدھ ایسی ہے جیسے کعبہ کی
بحر الرائق میں ہے کہ یہ قول ضعیف ہے اور صحیح تر قول یہ ہے کہ جس شخص کے اور کعبہ کے درمیان میں آڑ ہو مثل دیوار یا پہاڑ کے تو اسکا حال مثل غائب کے ہے اور مصنف
اسکا قبلہ جہت کعبہ ہے نہ عین کعبہ اور ثابت رکھا ہے اس قول کو مصنف نے یہ کہکر کہ مراد میرے قول فللمکی سے وہ مکہ کا رہنے والا ہے جو کعبہ کو دیکھتا ہو ولغیرہ ای
غیر معاینہا اصابۃ جہتہا اور مکی کے سوا کا قبلہ یعنے اس شخص کا جو کعبہ کو دیکھتا نہو سیدھ ہے کعبہ کی جہت کی بان یبقی شیء من سطح الوجہ مسامتا للکعبۃ او لہوائہا
بان یفرض من تلقاء وجہ مستقبلہا حقیقۃ فی بعض البلاد خط علی زاویۃ قائمۃ الی الافق مارا علی الکعبۃ وخط اخر یقطعہ علی زاویتین قائمتین من یمین المستقبل وشمالہ یعنی
چہرہ کی سطح مقابل کعبہ کے یا ہوائے کعبہ کے باقی رہے اسطرح کہ جو شخص بعض شہروں میں حقیقت میں کعبہ کیطرف کو منھ کیے ہو اسکے چہرہ کی سیدھ سے ایک خط زاویہ
قائمہ پر افق تک کعبہ پر گذرتا ہوا فرض کیا جاے اور ایک دوسرا خط اس خط کو دو زاویہ قائمہ پر اس شخص کے داہنے بائیں قطع کرے تو یہ خط دوسرا جو کعبہ کے
مقابل ہوگا جہت کعبہ کی ہوگی کذا فی الفتح م جہت کے معنوں میں شارح نے اختصار کو کام فرمایا جس سے مراد کا سمجھنا دشوار ہو گیا اسلیے تعریف جہت کی کسی
طرح پر کرنی جس سے مقصود معلوم ہو جاے ضروری ہے معراج میں جہت کی تعریف یہ لکھی ہے کہ جہت کعبہ وہ طرف ہے کہ جب آدمی اسکی طرف منھ کرے تو کعبہ
کا یا اسکی ہوا کا مقابل تحقیقاً ہو جاے یا تقریباً اور مقابلہ تحقیقی سے یہ غرض ہے کہ اگر ایک خط اسکے چہرہ کی سیدھ سے افق پر عمود کھینچا جاے تو وہ کعبہ پر یا اسکی
ہوا پر گذرے اور تقریبی مقابلہ یہ ہے کہ خط مذکور کعبہ یا اسکی ہوا سے منحرف ہو مگر نہ اسقدر کہ اس سے بالکل مقابلہ جاتا رہے بلکہ کسیقدر چہرہ کی سطح کعبہ کے یا اسکی ہوا
کے مقابل باقی رہے اب جہت کے معلوم کرنے کے دو طریق ہیں ایک وہ کہ شارح نے مختصر طور پر ذکر کیا جسکو ہم تشریح سے لکھتے ہیں فرض کرو کہ نقطہ د یہ
ایک نمازی ہے جسکی پیشانی سے اگر عمود افق پر نکالا جاتا ہے تو وہ کعبہ کی دیوار خواہ اسکی ہوا پر نقطہ ج میں ملاقی ہوتا ہے اس خط د ج پر اگر ایک عمود نمازی
کے داہنے بائیں نکالو مثلاً ا ب تو خط ا ب جہت کعبہ کی ہوگی یعنی جو شخص اس خط پر سواے نقطہ د کے کسی جگہ داہنے یا بائیں ہو جائیگا تو وہ تقریباً
مقابل کعبہ کا یا اسکی ہوا کا ہوگا اسلیے کہ تھوڑے فاصلہ میں تو ذرا سا داہنے بائیں سرکنے سے مقابلہ جاتا رہتا ہے اور جب فاصلہ زیادہ ہوتا ہے تو اسی





مناسب سمجھ کرنے سے مقابلہ جاتا رہتا ہی تھوڑا سا داہنے بائین ہونے سے نہین جاتا مثلاً جب لوگون سے بہت دور ہی تمام شہر کے آدمیون کو یکسان معلوم ہوگا یعنی اگر ایک کے سر پر ایک جگہ ہوگا تو تمام شہر کے لوگون کو ہر جگہ سر پر ہی معلوم ہوگا اسیطرح کعبہ کا فاصلہ جب بہت دور ہوتا ہی تو مقابلہ تحقیقی مقام سے ادہر ادہر ٹل جانے سے مقابلہ زائل نہین ہوتا ہی اور یہی وجہ ہی کہ ہندوستان کے اکثر شہرون کی مسجدین ایک سمت کو ہین ۰۰

دوسرا طریق جہت معلوم ہونے کا یہ ہی کہ نمازی کی آنکھون کے بیچ کے نقطہ سے دو خط ایسے کھینچے جائین کہ وہ ایک دوسرے سے ملکر زاویہ قائمہ سے کم بنائین تو اگر کعبہ ان دونون خطون کے درمیان مین واقع ہوگا تو مقابل زائل نہوگا ورنہ زائل ہوگا اسکی صورت یہ ہی کذا استفاد الشافی شرح … ۰۰

قلت فہذا معنی التیامن والتیاسر فی عبارۃ الدرر فتدبر یعنی کہتا ہون کہ یہی معنی ہین دہنے بائین ہٹنے کے درر کی عبارت مین تو اسکو خوب دیکھ بھال لے کہ مطلب دقیق ہی … کا یہ مطلب نہین کہ کعبہ کو دہنی طرف کرلے یا بائین طرف کہ اسصورت مین قطعاً مقابلہ جاتا رہیگا بلکہ مراد یہ ہی کہ خط جہت پر داہنے بائین ہونے سے مقابلہ بنا رہتا ہی جیسا ہم نے اوپر بیان کیا جہت کے طریق اول مین وتعرف بالدلیل اور قبلہ پہچانا جاتا ہی اس علامت سے جو قبلہ کو بتلاتی ہو وهو فی القری والامصار محاریب الصحابۃ والتابعین وفی المفاوز والبحار النجوم کالقطب اور علامت قبلہ شہرون اور گانون مین مسجدین صحابہ و تابعین رضی اللہ عنہم کی ہین اور جنگلون اور سمندرون مین ستارے ہین جیسے قطب … جس جگہ مسجدین قدیم موجود ہون وہان محرابون سے قبلہ کی سمت معلوم ہو سکتی ہی ورنہ قطب وغیرہ ستارون سے مثلاً ہندوستان کے اکثر شہرون مین قطب … رات کو ہر جگہ اسی سمت قبلہ معلوم ہو سکتی ہی والا فمن الاہل العالم بہا ممن لو صاح بہ سمعہ اور نہین تو اس جگہ کے باشندہ قبلہ کے جاننے والے سے پوچھا جاے اور باشندہ ایسا ہو کہ اگر نمازی اسکو زور سے پکارے تو وہ اسکی پکار سن لے … اگر … قطب سے حال … قبلہ نما کے پاس ہو تو سمت قبلہ کو اس جگہ کے باشندہ سے پوچھنا چاہیے اس سے پوچھنے مین شرط یہ ہی کہ ایسا قبلہ کا جاننے والا ہو … کہا کہ اسکے ساتھ یہ بھی چاہیے کہ مقبول الشہادۃ ہو تو اس سے معلوم ہوا کہ ذمی اور جاہل کا کہنا اس باب مین مفید نہین … کہ نمازی کی پکار سنے … والمعتبر فی القبلۃ العرصۃ لا البناء فہی من الارض السابعۃ الی العرش اور قبلہ کے باب مین معتبر کشادگی اور میدان ہی نہ اسکی عمارت تو وہ کشادگی ساتوین زمین سے لیکر عرش تک ہی مطلب اس سے کہا کہ اس سے معلوم ہوا کہ اگر کوئی شخص زمین کے اندر گڑھے کنوین یا اونچے پہاڑون پر نماز پڑھیگا تو اسکی نماز درست ہوگی جیسے کعبہ کی چھت پر نماز جائز ہی پس اگر قبلہ عمارت ہوتی تو نماز صحیح نہوتی وقبلۃ العاجز عنہا لمرض وان وجد موجہا عند الامام او خوف مال وکذا کل من سقط عنہ الارکان جہۃ قدرتہ ولو مضطجعا بایماء لخوف عدو … اور قبلہ اس شخص کا جو کسی مرض کے سبب سے قبلہ رخ ہونے سے عاجز ہو گو کسی قبلہ رخ کردینے والے کو پاوے امام کے نزدیک یا مال کے چوری جانے وغیرہ کے خوف سے قبلہ کی طرف ہونے سے عاجز ہو اسیطرح ہر شخص جس سے ارکان نماز ساقط ہوگئے ہون ہر ایک کا قبلہ اسکی قدرت کی جہت ہی … لیٹ کر پڑہ سکتا ہو … قبلہ رخ ہونا لازم نہین اسلیے کہ خود کعبہ تو مقصود ہی نہین … امتحان … یقین … حاصل ہی اگرچہ دشمن کے دیکھنے سے … نماز لیٹ کر اشارہ سے پڑہے امام کے نزدیک اسلیے کہا کہ صاحبین کے نزدیک اگر دوسرے کی مدد سے قبلہ رخ ہو سکتا ہو اور دوسرا اسکے پاس موجود ہو تو اسکو بہت قدرت کیطرف نماز درست نہوگی اور جس کے ارکان نماز کے ساقط ہو گئے ہون انکی مثال بوڑھا آدمی ہی جو پیری کے ضعف سے قیام و قعود نہین کرسکتا

تو اس سے قبلہ رخ ہونا بھی ساقط ہے اور ایک مثال شارح نے سقوط ارکان کی دشمن سے دیکھ پانے کے خوف سے بیان کی یعنی اگر آدمی کو خوف ہو
کھڑا ہونے یا بیٹھنے سے دشمن دیکھ لیگا تو پھر سے ارکان ساقط ہو جاتے ہیں لیکن اشارے سے نماز درست ہوگی تو ایسے شخص سے استقبال قبلہ بھی ایسی صورتوں میں ساقط ہے کذا فی البحر
والمعیار الی الطاقۃ بحسب الطاقۃ اور اس نماز کا اعادہ نہ کرے اسلیے کہ طاعت موافق طاقت کے ہوتی ہے یعنی یہ عذر آسمانی ہیں کسی مخلوق کی جہت سے نہیں
مرض اور پیری وغیرہ کسی کے کرنے سے نہیں ہوتی یہانتک کہ خوف بھی کسی کے کرنے سے پیدا نہیں ہوتا اسلیے ان عذروں میں نماز کا دوبارہ پڑھنا نہیں کذا فی البحر
و تحری ہو بذل المجہود لنیل المقصود عاجز عن معرفۃ القبلۃ بما مر اور تحری کرے وہ شخص جو عاجز ہو قبلہ معلوم کرنے سے یا دلیلوں سے جنکا بیان پیشتر گزرا یعنی
ستارہ وغیرہ نہ کوئی بتانیوالا شارح نے کہا کہ تحری کے معنی ہیں کوشش کرنا مقصود حاصل کرنے کے لیے اور اوپر تحری سے بیان اٹکل کرنا اور قیاس دوڑانا ہے اگر
قبلہ کا پتا نہ معلوم ہو تو نمازی اٹکل سے کوئی سمت قبلہ ٹھہرا لے فان ظہر خطاؤہ لم یعد لما مر پس اگر نماز کے بعد اٹکل میں خطا ظاہر ہو تو نماز کو دوبارہ نہ پڑھے
سے کہ پیشتر گزری یعنی طاعت بسبب طاقت ہوتی ہے اسنے نماز پڑھنے میں وہ امر کیا تھا جو اسکی طاقت میں تھا وان علم بہ فی صلاتہ او تحول رأیہ ولو فی سجدۃ سہو
استدار اور اگر اپنی خطا کو نماز کے اندر جانا یا اسکی رائے بدل گئی اگرچہ سہو کے سجدوں میں بدلی ہو تو اسی وقت پھر جاوے اسلیے کہ اگر نماز کے اندر
بدل گئی کہ قبلہ اس طرف نہیں دوسری طرف ہے تو دوسری طرف فورا پھر جاوے اگر ایک رکن کے موافق توقف کریگا تو نماز فاسد ہو جائیگی کذا فی الشامی اور بنا کرنے کا
مطلب یہ ہے کہ بقیہ رکعات کو پورا کرے از سر نو نماز نہ پڑھے اپنی رائے کی غلطی سے پہلی کی نماز جاتی نہیں رہی وہ بھی قائم رہی باقی کو اسی پر بنا کرے حتی لو صلی
کل رکعۃ بجہۃ جاز ولو بمکۃ او مسجد بیطلان حتی کہ اگر ہر رکعت کو جداگانہ جہت کو پڑھیگا تو نماز درست ہوگی اگرچہ نمازی مکہ میں ہو یا کسی مسجد تاریک میں
کی یہ ہے کہ ایک شخص کو قبلہ معلوم نہ تھا اسنے ایکطرف اٹکل سے ایک رکعت پڑھی دوسری رکعت میں اسکی اٹکل دوسری طرف ہوگئی تو دوسری رکعت اسطرف
ادا کی اسیطرح نماز کے آخر تک تو یہ نماز جائز ہے اور مکہ میں ہونیکی یہ صورت ہے کہ مکہ میں مقید ہوا اور ایسا شخص پاس نہ تھا جس سے قبلہ دریافت کرے پھر اٹکل
نماز پڑھے اور اسمیں خطا ظاہر ہو کذا فی الشامی ولا یلزمہ قرع ابواب ومس جدران اور لازم نہیں نمازی کو لوگوں کے دروازے کھٹکھٹانا کذا فی
اور دیواروں کو ٹٹولنا کہ محراب قبلہ معلوم ہو جاوے یعنی اندھیری رات میں اگر مسجد میں جاوے اور قبلہ نہ سوجھے تو اٹکل کرے لوگوں کے پاس قبلہ پوچھتا
اور نہ دیواروں کو ٹٹولے صاحب مفتاح نے کہا کہ یہ حکم بعض مسجدوں میں ہو سکتا ہے مگر اکثر میں تو محراب قبلہ اندھیری میں بھی معلوم ہو جاتی ہے تو ایسی مسجدوں میں
اٹکل نکرے کذا فی الشامی ولو اعمی فسواہ رجل بنی ولم یقتد الرجل بہ اور اگر نمازی اندھا ہے اور اسکو کسی شخص نے سیدھا قبلہ کیطرف کر دیا تو وہ اندھا نماز کو پہلی
نماز پر بنا کرے اور سیدھا کرنیوالا شخص اندھے کا اقتدا نکرے اسلیے کہ اسکو معلوم ہو گیا کہ شروع کی نماز اندھے کی قبلہ رخ نہیں تھی ولا متحیر تحول اور نہ اس اٹکل کرنیوالا
کا اقتدا کرے جو ایک طرف کو ترک کر کے نماز کے اندر ہی دوسری طرف پھر گیا ہو شامی نے کہا اسمیں یہ قید ہے کہ مقتدی امام کا پہلا حال جانتا ہو اور اگر پہلا حال اسکو
معلوم نہو تو اقتدا میں کچھ خرابی نہیں ولو ائتم متحر بلا تحر لم یجز ان اخطأ الامام اور اگر کسی تحری کرنے والے کا اقتدا کیا بدون تحری کے تو اگر امام نے تحری میں غلطی
کی ہوگی تو اقتدا درست نہوگا اسلیے کہ اشتباہ کی صورت میں بدون تحری کی نماز جب ہی درست ہوتی ہے کہ ٹھیک قبلہ کیطرف ہو اگر امام کی نماز درست ہے کہ اسنے
تحری کے بعد پڑھی ولو سلم فتحول رأی مسبوق ولاحق استدار المسبوق واستأنف اللاحق اور اگر امام نے سلام پھیرا پھر رائے مسبوق اور لاحق کی بدل گئی یعنی
انکی رائے میں قبلہ اور طرف ٹھہرا تو مسبوق اپنی رائے کی سمت کیطرف پھرے اور نماز پوری کرے اور لاحق نماز از سر نو پڑھے علم مسبوق وہ مقتدی ہے کہ ایک یا
زیادہ رکعت اسکو نہ ملی ہو اسکو پھرنے کا حکم اسلیے ہوا کہ وہ باقی نماز کے پڑھنے میں مثل منفرد کے ہے تو جیسے منفرد کو نماز کے اندر رائے بدل جانے سے پھرنا ہے
ویسے ہی مسبوق کو پھرنا ہوگا اور لاحق وہ ہے جو شروع نماز سے امام کا شریک تھا بیچ میں مثلا وضو کے جانے یا اور کسی عذر سے کچھ نماز امام کے ساتھ نہ ملی آخر
میں پھر شریک ہو گیا تو اسکا حکم یہ ہے کہ نماز از سر نو پڑھے اسلیے کہ باقی نماز میں یہ حکما امام کے پیچھے ہے تو جیسے مقتدی امام کے پیچھے ہوا اور اسکو معلوم ہو کہ قبلہ

طرف نہین دوسری طرف کو پھر تو وہ اپنی نماز کی اصلاح نہین کرسکتا اسلیے کہ اگر دوسری طرف کو منھ پھیرتا ہی تو امام کی مخالفت لازم آتی ہی جو نماز کی مفسد ہی اور اگر
پھیرتا ہی تو جان بوجھکر قبلہ کے سوا اور طرف کو نماز پڑھتا ہی یہ بھی مفسد نماز ہی تو یہی حال لاحق کا بھی ہی جب نماز کی اصلاح کسیطرح نہین ہو سکتی اسلیے از سر نو پڑھے
کذا فی الشامی والخصاء وان لم یقع تحریہ علی شئ صلی الکل جہتہ مرۃ احتیاطا اور جسکی اٹکل کسی طرف کو نہو بلکہ سب طرفین قبلہ ہونے مین اُسکے نزدیک برابر ہون تو وہ
ہر طرف کو ایک ایک نماز پڑھے احتیاط کے کہ جب نمازی قبلہ کے لیے چارون طرف اٹکل دوڑا وے اور کسیطرف نہ جمے تو ہمین تین قول ہین ایک یہ کہ نماز مین تاخیر کرے
یہانتک کہ اخیر وقت آجاوے دوسرے یہ کہ چارون طرف کو ایک ایک نماز پڑھ لے تیسرے یہ کہ اُسکو اختیار ہی چاہے تاخیر کرے چاہے چار نمازین پڑھے
کذا فی الشامی عن البحر اور شرح منیہ مین بھی اُسکو احوط کہا ہی کذا فی الشامی ملخصا
دوسرا قول ہی اسلیے شارح نے اُسکو اختیار کیا اور شرح منیہ مین بھی اُسکو احوط کہا ہی کذا فی الشامی ملخصا
ولو تحول رایہ الی جہۃ الاولیٰ استدار اور جس شخص کی راے پہلی طرف کو پھرجاوے وہ اسی طرف کو پھرجاوے یعنے کسی نے ایک طرف کو تحری کے بعد پڑھی پھر نماز مین
دوسری جانب قبلہ کی معلوم ہوئی اور اُسطرف کو پھر گیا اُسکے بعد پھر اول ہی جانب پر راے آگئی تو اسیطرف کو ہو جاوے اور خلاصہ مین ایک قول یہ ہی کہ
از سر نو پڑھنے لگے کذا فی الشامی اور قہستانی نے اول قول کو مقدم کہا ہی اور طحطاوی اور شامی نے بھی اُسکو اوجہ ذکر کیا ہی ومن تذکر ترک سجدۃ من الاولیٰ استانف
اور جس شخص کو پہلی رکعت کا سجدہ چھوٹ جانا یاد آیا وہ از سر نو نماز پڑھے صورت اُسکی یہ ہی کہ ایک شخص نے تحری کے بعد ایک رکعت ایک جانب کو پڑھی پھر
راے بدلی تو دوسری رکعت دوسری طرف کو پڑھنے لگا اُسوقت یاد آیا کہ پہلی رکعت کا سجدہ نہین کیا تو نماز کو پھر سے پڑھے اسلیے کہ اگر سجدہ مذکور اسی جانب کو کرتا ہی
جدھر دوسری رکعت پڑھتا ہی تو سجدہ قبلہ کیطرف نہوگا اسلیے کہ پہلی رکعت کا قبلہ یہ طرف نتھی اور یہ سجدہ رکعت مذکور کا جزو ہی اور اگر پہلی رکعت کے قبلہ کیطرف کو کرتا ہی تو
جو طرف اب اُسکے نزدیک قبلہ ہی اُس سے پھرنا لازم آتا ہی اسلیے نماز از سر نو پڑھے کذا فی الشامی وان شرع بلا تحر لم یجز وان اصاب لترکہ فرض التحری اور جو شخص
کہ قبلہ معلوم کرنے سے عاجز ہی اگر وہ نماز کو بدون تحری کے شروع کریگا تو شروع درست نہوگا اگرچہ ٹھیک قبلہ کو پڑھتا ہو اسلیے کہ اُسنے فرض تحری کو چھوڑ دیا یعنی
دوسرے طرف احتیاط قبلہ کے تحری فرض تھی اُسکو اُسنے چھوڑ دیا الا اذا علم اصابتہ بعد فراغہ فلا یعید اتفاقا مگر جب اپنے فارغ ہونے کے بعد ٹھیک قبلہ کو
ہونا جانے تو دوبارہ نماز نہ پڑھے بالاتفاق بخلاف مخالف جہۃ تحریہ فانہ یستانف مطلقا بخلاف جہت تحری کے سوا اور طرف پڑھنے والے کے کہ وہ از سر نو
پڑھے ہر حال مین یعنی اگر تحری ایک طرف پر ہوئی اور اُسنے دوسری طرف نماز پڑھی تو نماز کو پھر سے پڑھے ہر حال مین یعنے خواہ نماز مین جانلے کہ ٹھیک قبلہ
کیطرف پڑھی یا خطا کی یا بعد نماز کے جانلے یا کچھ بھی معلوم نہو اور امام اعظم سے مروی ہی کہ اس شخص پر خوف کفر ہی کذا فی الشامی کمصل علی انہ محدث او ثوبہ نجس
او الوقت لم یدخل فبان بخلافہ لم یجز جیسے نماز پڑھنے والا اس گمان سے کہ وہ بے وضو ہی یا اُسکا کپڑا ناپاک ہی یا وقت نہین آیا پھر اسکا خلاف معلوم ہوا
تو اسکی نماز درست نہوگی وہ بھی نماز از سر نو پڑھے وجہ ناجائز ہونے کی یہ ہی کہ اسکے عقیدہ مین نماز فاسد ہو چکی ہی تو اب خلاف ظاہر ہونے سے جائز نہوگی
کذا فی الطحطاوی ولو صلی جماعۃ عند اشتباہ القبلۃ فلم یتبین ان اصابوا جاز بالتحری مع امام وتبین انہم صلوا الی جہات مختلفۃ ومن تیقن
منہم مخالفۃ امامہ فی الجہۃ او تقدمہ علیہ حالۃ الاداء ابدہ فالیقین لم یجز صلوتہ ایک جماعت نے نماز پڑھی قبلہ کے مشتبہ ہونے کے وقت تحری سے
ایک امام کے ساتھ اور ظاہر ہوا کہ انھون نے مختلف سمتون کیطرف نماز پڑھی تو جس شخص کو اُنمین سے یقین ہوا حالت ادا مین یعنی غلبہ ظن ہوا کذا فی الفیض
کہ اسنے امام کے مخالف جانب نماز پڑھی یا امام سے آگے بڑھنے کا یقین ہوا تو اُسکی نماز درست نہوگی اور بعد ادا کے مخالفت کا حال معلوم ہونا اسکو مضر نہین شارح
نے کہا کہ اگر قبلہ مشتبہ نہ تھا تو اگر نمازی ٹھیک طرف کو پڑھیگا تو درست ہوگی یعنی اگر کوئی ایسا شخص موجود تھا جس سے قبلہ پوچھ لینا ممکن تھا مگر بدون پوچھے یا
کے تحری سے نماز پڑھی تو اگر ٹھیک قبلہ کیطرف کو پڑھی ہوگی تو درست ہوگی ورنہ درست نہوگی شامی نے کہا کہ حالۃ الاداء ظرف ہی تیقن مخالفت کا اور تقدم کا
اس سے کچھ علاقہ نہین اسلیے کہ آگے بڑھنے سے تو نماز ہر صورت سے درست نہین خواہ حالت ادا مین آگے بڑھنا معلوم ہو خواہ اداکے بعد لاعتقاد خطاء

امامہ ولترکہ فرض المقام حالت ادا مین امام کی مخالفت معلوم کرنے والے کی نماز اسلیے نہو گی کہ اُسکو اپنے امام کے چوکنے کا اعتقاد ہی یعنے اپنے عقیدہ مین امام کو
خطا پر سمجھتا ہی پھر اُسکا اقتدا کیسے ہوگا اور آگے بڑھنے کو معلوم کرنے والے کی نماز اس وجہ سے نہو گی کہ اُسنے مقام کے فرض کو ترک کیا یعنی اسکو امام کے پیچھے
کھڑا ہونا فرض تھا آگے بڑھنے سے یہ فرض چھوٹ گیا شامی اور طحطاوی نے کہا کہ لاعتقادہ الخ نشر مرتب ہی ومن لم یعلم ذلک فصلوتہ صحیحۃ اور جس
شخص کو حال مخالفت امام اور آگے بڑھنے کا معلوم نہوا تو اُسکی نماز درست ہی کما لو لم یتعین الامام بان رای رجلین یصلیان فائتم بواحد لا بعینہ جیسے امام کو
متعین نکرنے سے نماز درست نہین ہوتی اسطرح کہ دو شخصون کو نماز پڑھتے دیکھا اور ایک غیر معین کا اقتدا کر لیا تو صحیح نہوگا ہم ظاہر عبارت سے ایسا معلوم ہوتا ہی
کہ تشبیہ صحت نماز کی ہو حالانکہ تشبیہ عدم جواز کی ہی تو شارح کو مناسب تھا کہ اُسکو لم تجز صلوتہ کے بعد ذکر کرتا کذا فی الطحطاوی فروع مسائل متعلقہ شارح کے
شامی نے کہا کہ اگر شارح ان مسائل کو فصل نیت کے بیان کرتا یعنی یشترط استقبال قبلہ سے پیشتر ہوتا الخ یعنی نا شرط اطلاقاً نیت ہمارے نزدیک شرط ہی
سب عبادتون میں یعنی کسی عبادت مین نیت رکن نہین بلکہ سب مین شرط ہی البتہ تکبیر تحریمہ مین اختلاف ہی کہ اُسکو بعضون نے رکن بھی کہا ہی مگر معتمد یہی ہی
کہ وہ شرط ہی ولو عقبہا بمشیۃ فلو ما یتعلق باقوال کالطلاق وعتاق فیبطل والا لا اور اگر الفاظ نیت کہکر انشاء اللہ کہا تو اگر نیت کی ہوئی چیزان کامون کی ہوگی
جو زبانی قولون سے متعلق ہین جیسا کہ طلاق اور آزادی تو انشاء اللہ کہنے سے وہ باطل ہو جائینگی اور اگر ایسے نہین ہین جو قول سے متعلق ہون جیسے روزہ
ہی تو انکی نیت کے بعد انشاء اللہ کہنے سے وہ باطل نہونگے لیس لنا من نوی خلاف ما یودی الا علی قول محمد فی الجمعۃ ودہ حیث نام ضعیفون سے کہ نزدیک ہمارے
ایسا کوئی نہین جو نیت کچھ کرے اور ادا کچھ کرے مگر امام محمد کے قول پر جمعہ مین ایسی صورت ممکن ہی اور وہ قول ضعیف ہی تم صورت جمعہ کے مسئلہ کی اسطرح ہی کہ
اُنکے نزدیک جمعہ نہین ہوتا جبتک کہ نمازی کو ایک رکعت نہ ملے تو اگر کسی شخص نے دوسری رکعت کے رکوع کے بعد جمعہ مین امام کا اقتدا کیا تو وہ یہ فرماتے ہین
کہ مقتدی جمعہ کی نیت کرے اور بعد امام کے فارغ ہونے کے ظہر کی نماز پوری کرے پس اس صورت مین نیت تو کچھ اور کی یعنے جمعہ کی اور ادا دوسری چیز کی یعنی نماز
ظہر اس صورت کے سوا دوسری ایسی نہین کہ نیت اور کچھ ہو اور ادا اور کچھ کذا فی الشامی المعتمد ان العبادۃ ذات الافعال تنسحب نیتہا علی کلہا اقول معتمد یہ ہی
کہ عبادت بہت سے فعلون والی کی نیت اُن سب افعال پر پہنچ جاتی ہی یعنے اسکے ہر فعل و رکن کے لیے جدا جدا نیت ضرور نہین ایک نیت شروع مین
کافی ہی جیسے اُس عبادت مین کہ ایک ہی فعل ہو جیسا کہ روزہ کہ بلا خلاف اُسکے اول مین نیت کر لینا کافی ہی ولو افتتح خالصاً ثم خالطہ الریاء اعتبر السابق شروع کیا
عمل کو اخلاص کے ساتھ پھر اس عمل مین ریا کا یعنی نمود کا خلط ہو گیا تو اعتبار سابق کا ہوگا یعنی عمل اخلاص کے ساتھ ہی رہیگا ہم شامی نے کہا کہ اسکی وجہ
شاید یہ ہی کہ نماز قابل قسمت نہین تو ایسا نہین ہو سکتا کہ بعض خالص خدا تعالی کے لیے ہو اور بعض غیر کے لیے ہان اگر بعض کو دکھانے کے لیے بنا سنوار کر
پڑھیگا تو اس بنانے اور سنوارنے کا کچھ ثواب نپاویگا والریاء انہ لو خلا عن الناس لا یصلیہ اور ریا کامل یہ ہی کہ اگر نمازی لوگون سے علیحدہ ہوتا تو نماز نہ پڑھتا
فلو معہم یحسنہا ووحدہ لا فلہ ثواب اصل الصلوۃ پس اگر لوگون کے ساتھ ہو کر نماز کو اچھی طرح پڑھے اور تنہا اچھی طرح نہ ادا کرے تو اُسکو اصل نماز کا ثواب ملیگا
اچھی طرح پڑھنے کا ثواب نہ ملیگا بظاہر یہ حکم فرض اور نفل دونون کو شامل ہی کذا فی الطحطاوی ولا یترک لخوف دخول الریاء لانہ امر موہوم اور نماز یا دوسرے
نیک کام کو نہ چھوڑے ریا کے داخل ہونے کے خوف سے اسلیے کہ ریا کا داخل ہونا ایک وہمی بات ہی تو وہمی بات کے لیے نیک کام کیون چھوڑا جاوے
ولا ریاء فی الفرائض فی حق سقوط الواجب اور نمود نہین ہی فرضون مین واجب کے ساقط ہونے کے باب مین یعنے ریا فرض کو باطل نہین کرتا در فقیہ ابواللیث نے
نوازل مین اپنے بعض اساتذہ کا قول نقل کیا ہی کہ مذہب مستقیم یہ ہی کہ ریا اصل ثواب کو نہین کھوتا بلکہ زیادتی ثواب کو فوت کرتا ہی تو اگر کوئی شخص ریا کے ساتھ
نماز پڑھ لیگا تو اُسکے ذمہ سے واجب ساقط ہو جائیگا بسبب پائے جانے شرائط اور ارکان نماز کے کذا فی الشامی قیل لشخص صل الظہر ولک دینار فصلی بہذہ النیۃ
ینبغی ان تجزیہ ولا یستحق الدینار ایک شخص سے کہا گیا کہ ظہر کی نماز پڑھ لے تجھکو ایک دینار ملیگا سو اُسنے اسی ارادہ سے نماز پڑھی تو چاہیے کہ یہ نماز اسکو کافی ہو

اور وہ مستحق دینار کا نہو تو نماز کا کافی ہونا تو اسوجہ سے ہے کہ فرض میں ریا کو دخل نہیں اور دینار کا استحقاق اسوجہ سے نہ ہوا کہ نماز اسکے ذمہ واجب تھی واجب پر
اجرت کا استحقاق نہیں ہوتا مثلاً باپ اپنے بیٹے کو اپنی خدمت کے لیے نوکر رکھے تو بیٹا کچھ نوکری کا مستحق نہوگا اسلیے کہ باپ کی خدمت اسپر واجب ہے کذا فی الشامی
الصلوٰۃ لارضاء الخصوم لا تفید بل یصلی للہ تعالیٰ فان لم یعف خصمہ اخذ من حسناتہ نماز کا پڑھنا دشمنون کے راضی کرنے کے لیے مفید نہیں بلکہ نماز اللہ تعالیٰ
کیواسطے پڑھے پھر اگر اسکا دشمن اپنا حق معاف نکریگا تو آخرت میں اسکی نیکیون میں سے لیکر حقدار کو حوالہ کیا جائیگا ہم شارح نے اس نماز کے جواز اور عدم جواز کو
ذکر نہ کیا بلکہ یہ کہا کہ مفید نہیں لیکن مختارات النوازل میں کہا کہ ایسی نماز درست نہیں یعنی اگر نماز اس نیت سے پڑھے کہ خدا اسیواسطے پڑھتا ہون تاکہ وہ حقدار ول
کو مجھسے راضی کردے تو درست نہوگی اسلیے کہ بدعت ہے کذا فی الشامی بیاہ انہ یوخذ لدانق ثواب سبعمائۃ صلوٰۃ بالجماعۃ بعض کتب آسمانی میں آیا ہے کہ ایک دانگ
کے لیے ثواب سات سو نماز باجماعت کا لیا جائیگا اور دانگ درم کے چھٹے حصے کو کہتے ہیں اور نماز باجماعت سے غرض فرائض ہیں کہ جماعت انھیں میں
ہوتی ہے یعنی اگر کسی کا حق ایک دانگ دوسرے کے ذمہ ہوگا جو حال کے سکہ کے اعتبار سے پون آنے کے قریب ہوتا ہے تو اسکے عوض آخرت میں سات سو فرض
کا ثواب ظالم سے حقدار کو دلایا جائیگا ولو ادرک القوم فی الصلوٰۃ ولم یدر فرض ام تراویح ینوی الفرض فان ہم فیہ صح والا تقع نفلا اور اگر نمازی نے لوگون کو نماز میں پایا
اور یہ نہجانا کہ نماز فرض پڑھتے ہیں یا تراویح تو یہ شخص فرض کی نیت سے انکا شریک ہو جاوے پھر اگر وہ فرض ہی میں ہونگے تو اسکا فرض بھی درست ہوگا ورنہ نماز
نفل ہو جائیگی یعنی تراویح نہوگی کیونکہ تراویح بعد فرض عشا کے ہوتی ہے کذا فی الشامی ولو نوی فرضین کمکتوبۃ وجنازۃ فللمکتوبۃ اور اگر نمازی نے نیت کی دو فرضون
کی یعنی فرض عین اور فرض کفایہ کی ایک ساتھ نیت کی چنانچہ فرض وقت اور جنازہ کی نیت کی تو یہ نیت صرف فرض وقت کی ہوگی اسلیے کہ فرض وقت قوی ہے
اور حقیقت میں نماز اسی کا نام ہے کہ اسمین رکوع اور سجدہ سب ارکان ہیں بخلاف جنازہ کے ہم قاعدہ کلیہ اس طرح کی نیت کا یہ ہے کہ جب دو
عبادتون کو ایک نیت کے ساتھ جمع کریگا تو اگر ان دونون میں سے ایک قوی ہوگی تو نیت اسی کی ہو جائیگی اور اگر دونون برابر ہونگی تو نیت لغو
ہوگی اور کسی میں شروع کرنیوالا نہوگا کذا فی الطحطاوی ولو مکتوبتین فللوقتیۃ اور اگر دو فرض کی نیت کی یعنے ایک جسکا وقت موجود ہے اور ایک جسکا وقت
ابھی نہیں ہوا مثلاً ظہر کے وقت میں اور عصر کے ساتھ نیت کی تو نیت اسکی ہوگی جسکا وقت ہے اسلیے کہ عصر کی نیت ظہر کے وقت میں درست نہیں اگر نمازی
عرفات میں ہو کیونکہ ظہر کا مقدم کرنا عصر پر واجب ہے بسبب ترتیب کے کذا فی الطحطاوی عن الحلبی ولو فائتتین فللاولی لو من اہل الترتیب اور اگر دو قضا نمازون کی
نیت کی تو اسمین سے پہلی کی نیت ہوگی بشرطیکہ نمازی اہل ترتیب سے ہو ہم اہل ترتیب اسکو کہتے ہیں جسکے ذمہ شروع فرضیت نماز سے پانچ نمازین قضا بلا فصل باقی نہون
تو ایسا شخص اگر دو قضا نمازون کی ایک ساتھ نیت کریگا تو یہ نیت پہلی کی ہوگی اسلیے کہ ترتیب والے کی دوسری نماز نہیں ہوتی جبتک پہلی کو ادا نکرے کذا فی الشامی
والا لغا فلیحفظ اور اگر صاحب ترتیب نہو اور دو قضا نمازون کی ایک ساتھ نیت کرے تو یہ نیت لغو ہوگی کوئی سی نماز صحیح نہوگی تو اسکو یاد کرنا چاہیے ہم وجہ لغو ہونیکی
یہ ہے کہ ایک ساتھ تو دونون کا ادا ممکن نہیں کیونکہ ہر ایک کو ایک فعل علیحدہ چاہیے اور خاص ایک کا ادا ہونا ترجیح بلا مرجح ہے اور صاحب ترتیب نہونے سے اولیت
ترتیب معتبر نہیں رہی کہ اول کی نیت ہو جاتی ہے اسلیے نیت لغو ہوگئی کذا فی الطحطاوی عن الحلبی ولو فائتۃ ووقتیۃ فللفائتۃ لو الوقت متسعا اور اگر ایک قضا نماز
اور ایک وقتی نماز کی نیت اکٹھی کی تو نیت قضا کی ہوگی بشرطیکہ وقت میں گنجائش ہو یعنی بعد قضا پڑھنے کے وقتی کو ادا کر سکے طحطاوی نے کہا کہ وقت
میں گنجائش ہونے کے سوا یہ بھی شرط ہے کہ نمازی صاحب ترتیب ہو اگر صاحب ترتیب نہوگا تو نیت لغو ہو جائیگی اور اگر وقت تنگ ہوگا تو نیت وقتی ہی کیلیے
ہوگی خواہ صاحب ترتیب ہو یا نہو ولو فرضا ونفلا فللفرض اور اگر فرض اور نفل کی ایک ساتھ نیت کریگا تو نیت فرض کی ہوگی بسبب قوی ہونے فرض کے
ولو نافلتین کسنۃ فجر وتحیۃ مسجد فعنہما اور اگر دو نفل نمازون کی نیت کریگا جیسے سنت فجر اور تحیۃ المسجد کی تو نیت دونون کی طرف سے کافی
ہوگی یعنے دونون کا ثواب پاویگا ولو نافلۃ وجنازۃ فنافلۃ اور اگر نفل اور جنازہ کی نیت کریگا تو نفل ہوگی اسلیے کہ نفل حقیقت میں

نماز

نماز جیسے نماز جنازہ و دعا ہے ولا یبطل بنیۃ القطع مالم یکبر بنیۃ مغایرۃ اور نماز باطل نہیں ہوتی قطع کی نیت سے جبتک دوسری نیت سے تکبیر نہ کہے مثلاً کوئی ایسا شخص نے فرض شروع کیا پھر یہ نیت کی کہ فرض کو قطع کرتا ہوں نفل پڑھتا ہوں تو جبتک بہ نیت نفل کے بعد اللہ اکبر نہ کہیگا تب تک اسکا فرض باطل نہوگا اور نیت میں جو غیر ہونے کی قید لگائی اس سے یہ نکلا کہ اگر پہلی نیت کے موافق نیت کریگا مثلاً ظہر کی ایک رکعت پڑھکر پھر اسنے ظہر کی نیت بدون زبان کچھ کہنے کے کر لی تو پہلی رکعت باطل نہوگی کذا فی الطحطاوی ولو نوی فی صلوتہ الصوم صح اور اگر اپنی نماز میں روزہ کی نیت کی تو درست ہے طحطاوی نے کہا کہ بہتر یہ ہے کہ جس فعل میں مشغول ہوا ہے اسکے اندر دوسری چیز میں مصروف نہو

باب صفۃ الصلوۃ

یہ باب ہے نماز کی کیفیت میں شروع فی المشروط بعد بیان الشرط شروع ہو مشروط کے بیان میں بعد شرط کے بیان کے یعنی اول نماز کی شرط کا بیان ہوا اب خود نماز کا بیان شروع ہوتا ہے ای لغۃ مصدر کالوصف فالکیفیۃ المشتملۃ علی فرض وواجب وسنۃ ومندوب صفت لغت میں مصدر ہے جسکے معنی ہیں بیان کرنا اس چیز کا جو موصوف میں ہو اور عرف میں صفت وہ کیفیت ہے جو شامل ہو فرض اور واجب اور سنت اور مستحب کو ہم تعریف مرفی طلاق صفت کی نہیں بلکہ خاص صفت نماز کی ہے اور نیز اس سے مفہوم ہوتا ہے کہ صفت نماز سے مراد صفت اجزاء نماز ہے کہ بعض اجزا فرض ہیں اور بعض واجب اور بعض سنت اور بعض مستحب من فرائضہا التی لا تصح بدونہا التحریمۃ قائما نماز کے ان فرضوں میں سے جنکے بدون نماز درست نہیں ہوتی ایک تکبیر تحریمہ ہے حالت قیام میں تحریمہ سے مراد ذکر خالص ہے جیسے اللہ اکبر تحریم کے معنی ہیں کسی چیز کا حرام کرنا اور چونکہ تحریمہ کے بعد نمازی پر کلام وغیرہ مباح چیزیں حرام ہو جاتی ہیں اسلیے اسکا نام تحریمہ ہوا اور فرائضہا میں یہ قید شارح نے لگائی کہ جنکے بدون نماز درست نہیں ہوتی یہ ظاہر کرنیوالی صفت ہے کیونکہ فرضوں میں ایسا کوئی نہیں جسکے بدون نماز صحیح ہوتی ہو اور تحریمہ حالت قیام میں چاہیے اس سے معلوم ہوا کہ اگر امام کو رکوع میں پایا اور اللہ اکبر کہا تو اگر کھڑے ہونے کے قریب تھا تب تو نماز صحیح ہوگی اور جھکنے کے قریب ہے تو درست نہوگی اور اسکو پہلی شرطوں کے ساتھ اسلیے ذکر کیا کہ تحریمہ نماز کے ساتھ ایسی ملی ہے جیسے دروازہ گھر سے کذا فی الشامی والطحطاوی وہی شرط فی غیر جنازۃ علی القادر بہ یفتی اور تکبیر تحریمہ شرط ہے جنازے کے سوا اور نمازوں میں اور فرض ہے قدرت والے پر یعنی گونگے اور امی پر اس کا کہنا فرض نہیں بلکہ جو کہ سکتا ہے اسپر فرض ہے اسی پر یعنی تحریمہ کی شرط ہونے پر فتوی ہے نہ رکن ہونے پر یہ قول ہے امام محمد رح کا اور جنازے کو اسلیے مستثنا کیا کہ اسمیں یہ تکبیر رکن ہے مثل اور تکبیروں کے کذا فی الشامی فیجوز بناء النفل علی النفل وعلی الفرض وان کرہ جب تحریمہ شرط ہے تو درست ہے ایک نفل کی بنا دوسری پر اور نفل کی بنا فرض پر اگرچہ مکروہ تحریمی ہے ہم یعنی چونکہ تکبیر تحریمہ رکن نہیں تو اگر ایک دوگانہ نفل کے بعد دوسرے کے لیے کھڑا ہو گیا تو دونوں صحیح ہونگے اگر تکبیر تحریمہ رکن ہوتی تو دوسری نفل بسبب فوت ہونے رکن کے جائز نہوتی اور فرض پر بنا نفل اسلیے جائز ہوئی کہ فرض قوی ہے اور قوی پر بنا ضعیف کی ہو سکتی ہے اسکا عکس صحیح نہیں اور وجہ مکروہ ہونے ان دونوں صورتوں کی یہ ہے کہ اول تو سلام میں تاخیر ہوتی ہے دوسرے ابتدا دوسرے نفل کی تحریمہ سے نہیں ہوتی کذا فی الشامی والطحطاوی لا فرض علی فرض او نفل علی الظاہر نہیں جائز ہے بنا فرض کی دوسری فرض پر یا نفل پر بوجہ ظاہر مذہب کے ہم اسمیں یہ بحث ہے کہ جب تکبیر تحریمہ شرط ہے تو چاہیے یوں تھا کہ ہر نماز کی بنا دوسرے پر جائز ہوتی جیسے کسی نماز کی طہارت سے مثلاً دوسری نماز درست ہے اور شرطوں کا حال ہے کہ انمیں خصوصیت خاص نماز کی نہیں پھر تحریمہ ایک فرض کی دوسری کے لیے کافی کیوں نہیں اسکا جواب یہ ہے کہ فرضوں میں معین اور جدا ہونا مطلوب ہے تاکہ عبادت علیحدہ ہو تو اگر ایک کی بنا دوسرے پر ہو تو دونوں مل کر ایک عبادت ہو جائیں جو خلاف مقصود ہے ولاتصالہا بالارکان روعی لہا الشروط اور بسبب متصل ہونے تحریمہ کے ارکان نماز کے ساتھ رعایت کی گئی ہیں اسکے لیے شرطیں یہ جواب ہے ایک سوال مقدر کا اسکی تقریر یہ ہے کہ اگر تکبیر تحریمہ شرط ہے تو اسکے لیے شرطوں کی رعایت کیوں کی گئی ہے شرطیں تو ارکان میں ہوتی ہیں شارح نے جواب دیا کہ تکبیر میں طہارت اور استقبال قبلہ وغیرہ شرطوں کی رعایت اسلیے ہے کہ تکبیر متصل ہے قیام سے جو رکن ہے نماز کا یعنے جو شرطیں رکن میں ہونا ضروری ہیں وہ

بوجہ اتصال تکبیر میں ملحوظ ہوئیں یہ نہیں کہ خود تکبیر کے رکن ہونے کی جہت سے ملحوظ ہوئی ہوں وقد منعہ الزیلعی اور زیلعی نے تکبیر تحریمہ کے لیے شرائط کی مراعات کا انکار کیا ہے یعنی امام شافعی جو اسکے رکن ہونے کی قائل ہیں اور کہتے ہیں کہ جو شرطیں نماز کی ہیں وہی تکبیر کے لیے ہیں انکے جواب میں زیلعی نے کہا ہے کہ یہ کہاں ہے کہ جو شرطیں نماز کے لیے ضرور ہیں وہی تکبیر کے لیے ہوں مثلاً ایک شخص نے نجاست کو اٹھائے تکبیر تحریمہ کی اور تحریمہ سے فارغ ہو کر نجاست ڈال دی یا شرمگاہ کھولے تحریمہ کی اور تحریمہ کے بعد تھوڑی سی حرکت سے شرمگاہ چھپالی تو نماز درست ہوگی حالانکہ نماز میں یہ امور مفسد نماز ہیں تو شرائط نماز کی رعایت تحریمہ میں نہیں ثم رجع الیہ بقولہ ولکن سلم پھر زیلعی نے مراعات شروط کی طرف رجوع کیا اپنے اس قول میں کہ اگر مراعات شروط نماز تحریمہ میں مان لیجائے تو ہم کہینگے کہ یہ مراعات اسلیے نہیں کہ تحریمہ رکن نماز ہے بلکہ اسوجہ سے ہے کہ اداء نماز تحریمہ سے متصل ہے طحطاوی نے کہا کہ شارح نے جو زیلعی کا رجوع قرار دیا اس میں کلام ہے اسلیے کہ یہ قول بسبیل فرض و تنزل ہے نہ بطور یقین اور جزم اور رجوع دوسرا [illegible] التقدیم المبنی علی التسلیم [illegible] ترجیح ہے کہ مراعات شروط کے ترک کو رعایت شرائط کے مان لینے پر ترجیح دینا بہتر ہے یعنی یہی اچھا ہے کہ تحریمہ میں مراعات شروط نماز کا انکار کیا جائے ورنہ جو [illegible] زیلعی نے لکھی ہیں وہ بن نہ سکینگی طحطاوی نے کہا کہ جب شارح نے زیلعی کے قول کو بلفظ رجوع بیان کیا تو اس سے یہ نکلتا تھا کہ شاید یہی قول معتمد ہوگا اسلیے شارح نے اس جملے سے اس وہم کو دور کر دیا لکن بقول الاحتیاط خلافہ مگر ہم کہتے ہیں کہ احتیاط اسکے خلاف ہے ہر چند تلویح سے قول با ترجیح عدم مراعات کی معلوم ہوتی ہے مگر احتیاط کی صورت یہ ہے کہ مراعات شروط کو مان لیا جائے طحطاوی نے کہا کہ ظاہر عبارت بحر الرائق اور نہر الفائق اور منح الغفار سے یہ ہے کہ عدم مراعات پر اعتماد ہو وعبارۃ البرہان وانما اشترط لہا ما اشترط للصلوۃ لا باعتبار کونہا رکنا بل باعتبار اتصالہا بالقیام الذی ہو رکنہا اور عبارت برہان کی یہ ہے کہ تحریمہ کے لیے جو وہ چیز شرط ہوئی جو نماز کے لیے ہے تو وہ باعتبار تحریمہ کے رکن ہونے کی نہیں بلکہ اس لحاظ سے ہے کہ تحریمہ قیام سے متصل ہے جو نماز کا رکن ہے ومنہا القیام بحیث لو مد یدیہ لاینال رکبتیہ اور ایک فرض نماز کا جسکے بدون نماز نہیں ہوتی کھڑا ہونا ہے اسطرح کہ اگر کھڑا ہوا اپنے دونوں ہاتھ پھیلا دے تو اسکے دونوں گھٹنوں کو نہ پہنچیں یعنی اگر نماز میں خوب سیدھا نہ ہوگا کسیقدر جھکا ہوگا تو فرض ادا ہو جائیگا لیکن جب اتنا جھکیگا کہ ہاتھ گھٹنوں کو لگ جائیں تو فرض ادا نہوگا ومفروضہ وواجبہ ومسنونہ ومندوبہ بقدر القراءۃ فیہ اور بقدر قیام کے فرض اور واجب اور مسنون اور مستحب ہونے کی منحصر ہے اسکے اندر قرات کی مقدار پر یعنی قیام مقدار ایک آیت کی فرض ہے اور بقدر سورۂ فاتحہ اور دوسری صورت یا تین چھوٹی آیتوں کے واجب ہے اور وتر میں اتنا قیام جسمیں سورۂ اعلی اور کافرون اور اخلاص پڑھی جائے مسنون ہے اور صبح میں طوال مفصل کے پڑھنے کی قدر مستحب ہے غرضکہ نماز میں جسقدر قرات فرض یا واجب وغیرہ ہے اسیقدر قیام بھی فرض و واجب وغیرہ ہے فلو کبر قائما فرکع ولم یقف صح لان ما اتی بہ من القیام الی ان یبلغ الرکوع یکفیہ قنیہ پس اگر کھڑے ہوکر اللہ اکبر کہا اور رکوع کیا اور اللہ اکبر اور رکوع کے درمیان میں وقفہ نہیں کیا تو قیام صحیح ہوگیا اسلیے کہ جتنا قیام اسنے رکوع میں پہونچنے تک کیا اسی قدر کافی ہے کذا فی القنیہ یعنی رکوع میں جھکنے کے وقت بھی جبتک گھٹنوں تک ہاتھ نہ پہونچینگے قیام ہی میں داخل ہے طحطاوی نے کہا کہ یہ صورت اس شخص کے حق میں ممکن ہے جسپر قرات نہو جیسے امی یا مقتدی جو امام کو رکوع میں پاوے یا کہ وہ ادنے قرات پر اقتصار کرے مثلاً [illegible] فی فرض وملحق بہ کنذر وسنۃ فجر فی الاصح قیام فرض ہے فرض نماز میں اور جو فرض سے ملحق ہے جیسے نماز نذر و سنت فجر صحیح تر قول میں یعنی فجر کی سنتیں بعضوں کے نزدیک واجب ہیں تو انکے وجوب کی رعایت سے جو انکو مسنون کہتے ہیں وہ بھی قیام کو انمیں فرض کہتے ہیں خلاصہ میں ہے کہ فجر کی سنتیں بدون عذر کے بیٹھ کر جائز نہیں بالاجماع چنانچہ یہی روایت ہے حسن کی امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ سے لقادر علیہ وعلی السجود فقیام فرض ہے اس شخص پر جو قادر ہو قیام پر اور سجدہ پر فلو قدر علیہ دون السجود ندب ایماءہ قاعدا پھر اگر صرف قیام پر قادر ہو نہ سجدہ پر تو مستحب ہے اشارہ سے پڑھنا بیٹھ کر اسلیے کہ قیام ذریعہ ہے سجدہ کا جو اصل ہے پر قدرت نہیں

سلہ یعنی اصل عبادت سجدہ ہے اور قیام اسکا وسیلہ ہے اور سجدہ اصل ہے اسی وجہ سے کہ وہ تنہا بدون قیام عبادت ہوسکتا ہے جیسے سجدہ تلاوت اور [illegible]

تو ذریعہ کو بھی ترک کرے طحطاوی نے کہا کہ اس مسئلہ میں اشارہ سے کھڑے ہوکر پڑھنا بھی جائز ہی وکذا من یسیل جرحہ لو سجد اور اسی طرح
اشارہ سے بیٹھ کر پڑھنا مستحب ہی اس شخص کو کہ اگر سجدہ کرے تو اسکا زخم بہنے لگے کیونکہ یہ شخص بھی گویا سجدہ سے عاجز ہی اسلیے کہ سجدہ کرنے سے
وضو ٹوٹتا ہی تو جب سجدہ ساقط ہوا تو قیام بھی ساقط ہوا کذا فی الحلبی وقد یتحتم القعود کمن یسیل جرحہ اذا قام او یسلس بولہ او یبدو ربع عورتہ
او یضعف عن القراۃ اصلا او عن صوم رمضان اور کبھی لازم ہوتا ہی بیٹھ کر پڑھنا مثلا کھڑے ہونے سے کسی شخص کا زخم بہنے لگے یا پیشاب
جاری ہو جاوے یا چوتھائی شرمگاہ کھلجاوے یا قرأت سے بالکل عاجز ہو جاوے یعنے قدر فرض بھی نہ پڑھ سکے یا قیام کی جہت سے رمضان
کے روزہ سے عاجز ہو تو ان صورتون مین بیٹھ کر پڑھے کیونکہ کھڑے ہونے سے یا طہارت جاتی رہیگی یا ستر یا قرأت یا روزہ اور انکا کوئی بدل
نہوگا اور قیام کو ترک کرنے سے بیٹھنا اسکا خلیفہ ہو جائیگا ولو ضعف عن القیام الخروج الی جماعۃ صلی فی بیتہ قائما بہ یفتی خلافا للاشباہ اور اگر جماعت
کے لیے نکلنا نمازی کو قیام سے عاجز کر دے یعنے جماعت مین جانے سے اتنی طاقت نہین رہتی کہ پھر کھڑا ہو کر جماعت کا شریک ہو تو اپنے گھر مین
کھڑا ہو کر نماز پڑھے جماعت مین نجاوے اسی کا فتوے ہی اسلیے کہ قیام فرض ہی اور جماعت سنت ہی لہذا سنت کے لیے فرض کو نہ چھوڑنا چاہیے
بخلاف قول اشباہ کے جو اشباہ مین ہی اسکی تصحیح کی ہی کہ جماعت کے لیے جاوے اور بیٹھ کر شریک ہو ومنہا القراۃ لقادر علیہا کما سیجئ اور ایک
فرض نماز کا قرأت ہی اس شخص کے لیے جو قرأت پر قادر ہو چنانچہ فصل آیندہ مین مذکور ہوگا وہی رکن زائد عند الاکثر اور قرأت رکن زائد ہی اکثر فقہا کے
نزدیک ہر رکن کی دو قسمین ہین ایک اصلی اور ایک زائد رکن اصلی وہ ہی کہ بدون ضرورت اور بدون عوض کے ساقط نہین ہوتا مثل قیام کے
اور زائد وہ ہی کہ بدون موجود ہونے ضرورت کے بھی بعض صورتون مین ساقط ہو جاتا ہی اور اسکا کوئی قائم مقام بھی نہین ہوتا جیسے قرأت لسقوطہا
بالاقتداء بلا خلف بسبب ساقط ہونے اس رکن کے مقتدی ہونے سے بدون نائب کے یعنے مقتدی سے قرأت ساقط ہو جاتی ہی اور اسکا خلیفہ کچھ
نہین ہوتا بخلاف اور ارکان کے کہ اگر وہ ساقط ہوتے ہین تو دوسری چیز انکا عوض ہوتی ہی مثلا جس شخص سے رکوع اور سجدہ ساقط ہوتا ہی تو اشارہ ان
دونون کا قائم مقام ہوتا ہی ہم یہان یہ اعتراض ہی کہ رکن وہ ہی جو داخل ماہیت ہو تو وہ زائد کیسے ہو سکتا ہی اسکا جواب یہ ہی کہ رکن ہونا ایک حالت مین ہی
اور زائد ہونا دوسری حالت مین یعنے جب ایسی حالت ہو کہ قرأت ہونے سے نماز ہوتی ہو اور نہونے سے نہوتی ہو تب تو اسکو رکن کہینگے جیسے تنہا نماز
پڑھنا اور جب ایسی حالت ہو کہ قرأت کے نہونے سے نماز ہو جاتی ہی تو اسوقت اسکو زائد کہینگے کذا فی الطحطاوی والشامی ومنہا الرکوع بحیث لو مد یدیہ
نال رکبتیہ اور ایک فرض نماز کا رکوع ہی یعنے اسطرح جھکنا کہ اگر اپنے دونون ہاتھ پھیلاوے تو دونون زانو کو پکڑ لے اس سے معلوم ہوا کہ صرف سر کا
جھکانا رکوع مین کافی نہین اور یہ صورت کھڑے ہو کر رکوع کرنے کی ہی اور اگر بیٹھ کر رکوع ہو تو پیشانی مقابل زانو کے آجانی چاہیے کذا ذکرہ
ابو السعود ومنہا السجود بجبہتہ وقدمیہ ووضع اصبع واحدۃ منہا شرط اور ایک فرض نماز کا سجدہ کرنا ہی اپنی پیشانی اور دونون قدمون سے اور ایک
انگلی کا لگانا دونون پاؤن سے شرط ہی سجدہ کے درست ہونے کے لیے یعنے اگر دونون پاؤن زمین سے بالکل اٹھے رہینگے تو سجدہ درست نہوگا
وتکرارہ تعبد ثابت بالسنۃ کعدد الرکعات اور مکرر کرنا سجدہ کا متعلق عبادت ہی حدیث سے ثابت ہی مثل رکعتون کے شمار کے ہم یعنے سجدہ کے
دوبارہ کرنے کی کوئی وجہ عقلی نہین صرف متعلق بعبادت ہی اور بعضون نے کہا کہ دوبار سجدہ شیطان کی مخالفت کرنے کے لیے ہوا کہ اسنے ایکبار کیا
ہم دوبار کرتے ہین بحر الرائق مین کہا کہ آیت قرآنی سے سجدہ کا تکرار نہین معلوم ہوتا مگر حدیث اور اجماع سے ثابت ہوا جیسے شمار رکعات کا انہین دونون سے
ثابت ہی ومنہا القعود الاخیر اور ایک فرض نماز کا قعدہ اخیرہ ہی والذی یظہر انہ شرط لانہ شرع للخروج کالتحریمۃ للشروع اور جو بات ظاہر ہی وہ یہ
ہی کہ قعدہ اخیرہ شرط ہی اسلیے کہ وہ مشروع ہوا ہی نماز سے خارج ہونے کو جیسے تکبیر تحریمہ مشروع ہوئی ہی نماز کے شروع کرنے کو یعنے قعدہ اخیرہ مقصود

بالذات نہیں ذریعہ خروج ہی طحطاوی نے کہا کہ یہ علت شرط ہونے کے لیے کافی نہیں کیونکہ قیام بھی ذریعہ سجدہ کا ہی حالانکہ وہ رکن ہی نہ شرط ثم قعدہ
اخیرہ مین اختلاف ہی بعض کے نزدیک رکن اصلی ہی اور بعض کے نزدیک شرط اور بعض کے نزدیک رکن زائد پھر اسمین بھی اختلاف ہی کہ فرض ہی یا واجب مگر ظاہر
یہی ہی کہ فرض ہی اور رکن ہی و صحح فی البدائع انہ رکن زائد ش من حلف لا یصلی بالرفع من السجود اور بدائع مین تصحیح کی ہی اس بات کی کہ قعدہ اخیرہ
رکن زائد ہی اسوجہ سے کہ اگر کوئی قسم کہالے کہ نماز نہ پڑھونگا تو اسکی قسم سجدہ سے سر اٹھانے پر ٹوٹ جاتی ہی اگر قعدہ اخیرہ رکن اصلی ہوتا تو جبتک وہ نہ ہوچکتا قسم
نہ ٹوٹتی وفی السراجیۃ لا یکفر منکرہ اور سراجیہ مین ہی کہ قعدہ اخیرہ کا منکر کافر نہین شامی نے کہا کہ مراد منکر سے اسکی فرضیت کا منکر ہی اسلیے کہ بعض کے نزدیک قعدہ
اخیرہ واجب ہی اور اگر اسکی اصل مشروع ہونے کا منکر ہوگا تو کافر ہوجانا چاہیے کیونکہ اسکا ثبوت حق ہی بالاجماع قدر ادنی قراءۃ التشہد الی عبدہ و رسولہ
بلا شرط موالاۃ و عدم فاصل قعدہ اخیرہ فرض ہی مقدار کم سے کم تشہد پڑھنے کی عبدہ و رسولہ تک بدون شرط پیہم بیٹھنے اور فاصلہ نکرنے کے یعنی قعدہ
اخیرہ اتنی دیر کا صحیح ہوگا جسمین جلد جلد بصحت الفاظ کے ساتھ التحیات پوری عبدہ و رسولہ تک پڑھ سکے اور اسقدر بیٹھنے مین پیہم ہونا اور فاصلہ نکرنا
شرط نہیں لما فی الولوالجیۃ صلی اربعا و جلس لحظۃ فظنہا ثلثا فقام ثم تذکر فجلس ثم تکلم فان کان الجلستین قدر التشہد صحت والا لا موالات کی شرط اسلیے
نہیں کہ ولوالجیہ مین یہ مسئلہ ہی کہ ایک شخص چار رکعتین پڑھ کر ایک لحظہ بیٹھا پھر انکو تین رکعتین سمجھکر اٹھا پھر یاد کر کے بیٹھ گیا پھر بول پڑا تو اگر دونون
بار کا بیٹھنا مقدار التحیات کے ہوگا تو نماز اسکی صحیح ہوگی اور اگر اسقدر نہوگا تو صحیح نہوگی تو دیکھو اس صورت مین بیٹھنا پیہم نہین بیچ مین اٹھنا بھی
موجود ہی و منہا الخروج بصنعہ کفعل المنافی لہا بعد تمامہا وان کرہ تحریما اور ایک فرض نماز کا باہر ہونا نمازی کا ہی اپنے کام سے چنانچہ اسکا کرنا
وہ کام جو مخالف ہی نماز کے بعد پورا ہونے ارکان نماز کے اگرچہ ایسا کام کرنا مکروہ تحریمی ہی ہم مراد خروج سے بذریعہ اپنے فعل کے سلام
پھیرنا ہی کہ لفظ السلام کہنا واجب ہی اور اسکی جگہ دوسرا فعل قصدا مخالف نماز کرنا مثل کہانے اور پینے اور باتین کرنے کے مکروہ تحریمی ہی بسبب ترک کرنے
واجب یعنی لفظ سلام کے اگرچہ نماز فاسد نہین ہوتی اور نماز کی تمامی کی قید اسلیے لگائی کہ اگر ایسا فعل قبل تمامی کے ہوگا مثلا قعدہ سے پیشتر تو وہ بالاتفاق
نماز کا مفسد ہوگا کذا فی الطحطاوی والشامی و الصحیح انہ لیس بفرض اتفاقا قالہ الزیلعی وغیرہ و اقرہ المصنف و فی المجتبی و علیہ المحققون اور صحیح یہ ہی
کہ خروج بصنعہ فرض نہین بالاتفاق امام اور صاحبین کے کہا ہی اسکو زیلعی وغیرہ نے اور ثابت رکھا ہی اسکو مصنف نے اور مجتبی مین ہی کہ اسی پر
ہین محقق لوگ اپنے فعل کے ساتھ نماز سے باہر آنا امام اعظم رح سے صراحۃ نہین ثابت ہی کہ فرض ہی بلکہ احمد بن حسین بردعی نے ان بارہ مسائلون
سے جو مفسدات نماز کے پیشتر مذکور ہین اور جنمین بعد تمامی ارکان نماز کے امام اعظم کے نزدیک نماز باطل ہوتی ہی اور صاحبین کے نزدیک نہین ہوتی یہ
نکالا کہ خروج بصنعہ امام کے نزدیک فرض ہی حالانکہ بردعی کی یہ رائے غلط ہی کیونکہ ان مسائل مین نماز کا باطل ہونا اسوجہ سے نہین کہ خروج بصنعہ نپایا گیا تو
ایک فرض چھوٹ گیا بلکہ اسوجہ سے بطلان ہی کہ نماز کے اندر ایسے عوارض پیش ہوتے ہین جنسے فرض ادا ہوکر اور ہوجاتا ہی چنانچہ معلوم ہوگا کذا فی الشامی و بقی
من الفروض تمییز المفروض اور ماتن نے جو فرض مذکور کیے انہین اتنے فرض اور باقی رہے اول جدا کرنا مفروض کا ہم حلبی نے کہا کہ تمییز مفروض سے
یہ غرض ہی کہ جتنی نمازین اسپر فرض ہین انکو تمیز کرے انسے جو فرض نہیں یہانتک کہ اگر کوئی شخص پانچ نمازون کے فرض ہونے کو سمجھتا ہو مگر انکے
اوقات مین انکو پڑھ لیا کرتا ہو تو یہ پڑھنا اسکو کافی نہوگا اور طحطاوی نے تمیز مفروض کے یہ معنی کہے ہین کہ سجدہ ثانیہ کو پہلے سجدہ سے جدا کرے
لیکن سجدہ اول فرض ہی تو دوسرے کو اس سے جدا کرنا چاہیے اسطرح کہ دونون کے بیچ مین سر اٹھاوے اگر بدون سر اٹھانے کے سجدہ ثانیہ ادا
کریگا تو نماز نہوگی و ترتیب القیام علی الرکوع و الرکوع علی السجود و القعود الاخیر علی ما قبلہ دوسرا فرض جو ماتن نے بیان نہ کیا ترتیب ہی نماز
کے ارکان مین یعنی مقدم کرنا قیام کا رکوع پر اور رکوع کا سجدہ پر اور موخر کرنا قعدہ اخیرہ کا اسکے پیشتر کے ارکان سے حلبی نے کہا کہ اگر شامل

سب کو ایک طرح پر بیان کرتا تو اچھا ہوتا یعنی یوں کہتا کہ تقدیم قیام کی رکوع پر اور رکوع کی سجدہ پر اور سجدہ کی قعدہ اخیرہ پر پس اگر اس ترتیب کے خلاف کریگا تو نماز فاسد ہو جائیگی کذا فی الطحطاوی واتمام الصلوٰۃ تیسرا فرض جو ان کے بیان سے رہ گیا نماز کا پورا کرنا ہی یعنی اسی طرح ادا کرنا کہ اسکا کوئی فرض نہ چھوٹے ہم طحطاوی نے ابو السعود سے نقل کیا کہ شارح کے اس قول پر ہے کہ قعدہ اخیرہ کو یا قبل کے ارکان سے موخر کرنا اسکی حاجت نہیں کہ نماز کے تمام کو جدا فرض کہا جاے کیونکہ اس سے اتمام نماز کا خود لازم آتا ہی والانتقال من رکن الی آخر چوتھا فرض ایک رکن سے دوسرے رکن کی طرف جانا ہی ومتابعۃ لامامہ فی الفروض پانچواں فرض اپنے امام کی پیروی ہی فرضوں کے اندر یعنی ہر رکن میں امام کے ساتھ یا اسکے بعد شریک ہو اس سے پیشتر ادا نکرے ورنہ نماز نہوگی اور فرضوں کی قید اسلیے لگائی کہ اگر واجب اور سنت نمازوں میں متابعت ترک کریگا تو نماز فاسد نہوگی کذا فی الشامی وصحۃ صلوٰۃ امامہ فی رایہ چھٹا فرض یہ ہی کہ اپنے مذہب میں اپنے امام کی نماز کو صحیح جانتا ہو فلاں شافعی مذہب کا امام ہے اپنی ناک و یا عورت کو چھو لیا اور اسکے پیچھے کسی حنفی نے اقتدا کیا تو حنفی کی نماز درست ہوگی کیونکہ اسکے نزدیک یہ دونوں باتیں ناقض وضو نہیں وعدم تقدمہ علیہ ساتواں فرض مقتدی کا آگے نہ بڑھنا امام پر یعنی ایڑیاں امام سے آگے قبلہ کی جانب نہ ہوں وعدم مخالفتہ فی الجہۃ آٹھواں فرض جہت میں امام کے مخالف نہ ہو یعنی اقتدا اور ادا کے وقت یہ جانتا ہو کہ امام کا منہ اور طرف ہی ورنہ نماز نہوگی چنانچہ پہلے گذر چکا وعدم تذکر فائتۃ وعدم محاذاۃ امراۃ بشرطہما نواں فرض نہ یاد ہونا قضا نماز کا ہی اور دسواں فرض نہ برابر ہونا کسی عورت کا ہی بشرط ان دونوں کے یعنی قضا کے نہ یاد ہونے کی فرضیت میں یہ شرط ہی کہ نمازی صاحب ترتیب ہو اور وقت میں گنجایش ہو اور عورت کے برابر ہونے میں وہ شرطیں ہیں جو امامت کے بیان میں مذکور ہونگی وتعدیل الارکان عند الثانی والائمۃ الثلاثۃ گیارہواں فرض ارکان نماز میں تعدیل ہی امام ابو یوسف اور باقی تین اماموں شافعی اور مالک اور احمد کے نزدیک اور تعدیل لغت میں برابر کرنے کو کہتے ہیں اور شرعاً اعضا کا ساکن کرنا رکوع اور سجدہ اور قومہ اور جلسہ میں یعنی ان ارکان کو اطمینان کے ساتھ ادا کرنا چنانچہ اسکا بیان آگے آویگا قال العینی وہو المختار واقرہ المصنف وبسطناہ فی الخزائن عینی نے کہا اور تعدیل ارکان کا فرض ہونا ہی مختار ہی اور اسکو مصنف نے ثابت رکھا ہی اور ہمنے خزائن الاسرار میں مفصل لکھا ہی وشرط فی ادائہا ای ہذہ الفرائض اور شرط ہی ان فرائض یعنی ارکان کے ادا کے لیے اختیار یعنے بیداری ہم شرط بصیغہ مجہول ماضی ہی اسکا نائب فاعل لفظ الاختیار بعد نظم کے مذکور ہی قلت وبالغت بہا وعشرین وقد نظم الشرنبلالی فی شرح للوہبانیۃ التحریمۃ عشرین شرطا ولغیرہا ثلاثۃ عشر فقال میں کہتا ہوں کہ اس شرط اختیار کے ساتھ شرطیں کچھ اوپر بیس یعنے اکیس ہو گئیں اور شرنبلالی نے اپنی شرح وہبانیہ میں تحریمہ کے لیے بیس شرطیں اور اسکے سوا باقی نماز کے لیے تیرہ شرطیں نظم کی ہیں چنانچہ کہا ہی ۵ شروط التحریم حظیت بجمعہا • مہذبۃ حسنا مدی الدہر تزہر • یعنی کچھ شرطیں ہیں تکبیر تحریمہ کی بہرہ ور ہوا ہیں تو انکے اکٹھا کرنے سے حالانکہ وہ شرطیں آراستہ ہیں خوبی سے اور زمانہ بھر چمکتی ہیں ۵ دخول لوقت واعتقاد دخولہ • وستر وطہر والقیام المحرر • وہ شرطیں یہ ہیں داخل ہونا وقت فرض کا اور اعتقاد یا غلبہ ظن وقت کے داخل ہونے کا کیونکہ دخول وقت میں شک کرکے شروع کریگا تو کافی نہوگا اور ستر عورت اور طہارت حدث سے اور بدن اور کپڑے اور مکان کی نجاست سے اور قیام تنقیح کیا ہوا یعنے قدرت والے کے لیے سیدھا کھڑا ہونا کہ ہاتھوں سے گھٹنے نہ پکڑ سکے ۵ ونیۃ اتباع الامام ونطقہ • وتعیین فرض او وجوب فیذکر • اور نیت امام کی متابعت کی مقتدی کے حق میں اور بولنا تکبیر کا یعنی اس طرح کہ اپنے آپ اچھی طرح سن لے اور معین کرنا فرض یا واجب کا نیت میں کہ ظہر ہی یا عصر ادا ہی یا قضا پھر نمازی ذکر کرے یعنی اگلے شعر میں جو ذکر خالص کہا ہے اسکو منہ سے ادا کرے ۵ بجملۃ ذکر خالص عن مرادہ • وبسملۃ عری وان ہو یقدر • اور ایسا جملہ ذکر کا ہو خالص ہو اپنی حاجت سے جیسے اللہ اکبر ہو اس سے معلوم ہوا کہ اگر اللہم اغفرلی کہیگا تو تحریمہ درست نہوگی کیونکہ یہ جملہ خالی حاجت سے نہیں اور خالص ہو وہ جملہ بسم اللہ سے کہ بسم اللہ سے کہنا

تحریمہ صحیح نہیں چنانچہ چنانچہ معلوم ہوا اور وہ جملہ عربی ہو اگر نمازی عربی پر قادر ہو اور اگر عاجز ہوگا تو فارسی جملہ سے بھی تحریمہ صحیح ہو شامی نے کہا کہ آگے آویگا کہ تحریمہ
کرنا نماز کا سوا عربی زبان کے بھی درست ہی بالاتفاق اگرچہ نمازی عربی پر قادر ہو ہان فارسی مین قرأت صحیح نہین ہے ۵ وعن ترک ہاوالبا جلالتہ ؛ وعن
مدہمزۃ بیتہ وباء یا کبر ؛ اور خالی ہو لفظ اللہ اکبر چھوڑنے سے ہا کی یعنی الف دوم لفظ اللہ کے اور خالی ہو چھوڑنے ہا لفظ اللہ سے اور خالی ہو دونون ہمزون کے
مد سے یعنی اللہ کے ہمزہ پر نہ ہو اکبر کے اور خالی ہو اکبر کی ب کے مد سے کہ ان باتون سے معنی بگڑ جاتے ہین ۵ وعن فاصل فعل کلام مباین ؛ وعن
... وشاب بعذر ؛ اور خالی ہو وہ جملہ بیچ مین آنے واسطے فعل نماز کے مخالف سے جیسے اگر نیت کے بعد کپڑے یا بدن سے کھیل کیا پھر تحریمہ کی تو درست نہوگی
... کلام فاصل نماز کے مخالف سے مثلاً نیت کرکے کچھ کلام دنیا وی کیا پھر اللہ اکبر کہا تو درست نہوگا اور خالی ہو اللہ اکبر کے پیشتر کہنے سے یعنی ایسا نہو کہ اول
اللہ اکبر کہے پھر نیت کرے ورنہ نیت صحیح نہوگی اور مثل تیرا ای مخاطب معذور رکھتا ہے یہ جملہ ناظم نے اپنے انکسار سے کہا کہ مخاطب اگر کوئی خلل الفاظ مین دیکھے تو ناظم کا عذر
قبول کرے کہ نظم مین تنگی الفاظ کی مجبوری ہوجاتی ہے ۵ فدونک نہدی سنتہا القبلۃ ؛ ولعلک تحظی بالقبول وتشکر ؛ پس ان باتون کو لے سید ہا بادب والا قبلہ
کیا اوسیا یعنی شرطاں قبلہ رخ ہونا ہی بعذر واسطے کے حق مین تاکہ تو بہرہ پاوے ان اشعار کے قبول کا اور شکر گزار ہو اللہ تعالیٰ کا کہ اُسنے ایسی نعمت دی یا شکر گزار ہو ناظم کا
کہ شرط متفرق کو نظم سے ایک جا کر دیا ہے ۵ فجملتہا العشرون بل زید غیرہا ؛ وناظمہا یرجو الجواد فیغفر ؛ تو مجموعہ ان شرطون کا بیس ہوا بلکہ انکے سوا اور زیادہ بھی
کی گئی ہین مثلاً مطلق نماز کی نیت اور اعتقاد طہارت کا اور تمیز مفروض اور نظم کرنے والا ان شرطون کا توقع رکھتا ہی اللہ تعالیٰ بہت جود کرنے والے سے کہ وہی
اُسکی مغفرت فرمائیگا ہے ۵ وازکی صلوٰۃ مع سلام لمصطفے ؛ ذخیرۃ خلق اللہ للدین ینصر ؛ اور عمدہ درود سلام کے ساتھ مخصوص ہو سرور کائنات حضرت
مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے جو ذریعہ ہین اللہ تعالیٰ کی مخلوق کے اور دین کے مددگار ہین ہے ۵ واختمہا من بعد ذلک لغیرہا ؛ فاتمہ عشر للمصلین تظہر ؛
اور اضافہ کیا ہین نے بعد بیان ان شرطون کے تحریمہ کے سوا اور نماز کے لیے تیرہ شرطون کو جو نمازیون کے لیے ظاہر ہوتی ہین ہے ۵ قیامک فی الفرض مقدار آیتہ
وتقرأ فی ثنتین منہ تخیر ؛ اور وہ شرطین یہ ہین کھڑا ہونا تیرا بقدر ایک آیت کے فرض نماز مین اور جو فرض سے ملحق ہو یعنے واجب اور سنت فجر مین اور فرض کی دو
رکعتون مین تیری قرأت لیکن تجھکو اختیار دیا جاتا ہی کہ چاہے اول کی دو مین پڑھ چاہے پچھلی دو مین ہے ۵ وفی رکعات النفل والوتر فرضہا ؛ ومن کان موتما
فعن تلک یحظر ؛ اور نفل اور وتر کی سب رکعتون مین قرأت فرض ہی اور جو مقتدی ہو وہ اس قرأت سے منع کیا جاتا ہی یعنے اسکے حق مین قرأت مکروہ تحریمی
ہی کیونکہ امام کی قرأت اسکی قرأت ہی بموجب حدیث کے اور نفل کی سب رکعتون مین قرأت اسلیے فرض ہوئی کہ ہر ایک دوگانہ اسکا نماز علیحدہ ہی اور وتر
بھی مشابہ نفلون کے ہی اس اعتبار سے کہ اسکے لیے اذان وتکبیر نہین ہوتی کذا فی الشامی ہے ۵ وشرط سجود فالقرار لجبہتہ ؛ وقرب قعود حد فصل محرر ؛ اور
سجدہ کی شرط پیشانی کا ٹھہر جانا ہی یعنے ایسی طرح کہ اگر نمازی مبالغہ کرے تو اسکا سر نیچے نہو جاوے جیسا رکھا تھا اُسی حالت پر رہے اس سے معلوم ہوا کہ
اگر چاول یا مسور وغیرہ کے ڈھیر پر سجدہ کریگا تو جائز نہوگا ہان اگر غلہ گون مین بھرا ہوگا تو درست ہوگا کیونکہ اس صورت مین قرار ممکن ہی اسیطرح روئی اور
گدیلے پر درست نہوگا لیکن اگر سر رکھنے سے زمین کی سختی محسوس ہوگی تو درست ہوگا اور بیٹھنے کے قریب ہوجانا حد فاصل دونون سجدون کی مقرر ہوئی
ہی یعنے ایک سجدہ کے بعد دوسرے کے لیے اتنا اُٹھے کہ بیٹھنے کے قریب ہو جاوے تب نماز درست ہوگی اس سے معلوم ہوا کہ بعض فقہا نے جو ادنیٰ سر اُٹھانے
کو حد ٹھہرایا ہی وہ قول منقح نہین ہی ہے ۵ وبعد قیام فالرکوع فسجدۃ ؛ وثانیۃ قد صح عنہا التوخر ؛ اور بعد قیام کے فرض رکوع ہی پھر سجدہ اور ساتوان فرض
ترتیب ہی جو ناظم کے قول بعد اور حرف ف سے سمجھی جاتی ہی اور دوسرا سجدہ پہلے سجدہ سے موخر کرنا صحیح ہی یعنے دونون سجدون مین ترتیب فرض
نہین بلکہ واجب ہی اور دوسرے سجدہ کی تاخیر آخر نماز تک صحیح ہی ہے ۵ علی ظہر کف او علی فضل ثوبہ ؛ اذا طہر الارض الجواز مقرر ؛ جبکہ زمین پاک ہو تو اپنی
ہتھیلی پر یا اپنے کپڑے کی زیادتی پر مثلاً آستین یا دامن وغیرہ پر سجدہ کرنیکا جواز ثابت ہی خلاصہ اس شعر کا آٹھوین فرض کا بیان کرنا ہی یعنی آٹھوان فرض

سجدہ کی جگہ کا پاک ہونا ہو گو سجدہ ہتھیلی یا زانو کپڑے پر ہو سے جو وکس فی حال قطرۂ شارک پاسجد تہا عند ازدحام الناس تخیر یسجدہ کرنا تیرا اونچی جگہ مین
اور اُس شخص کی پشت پر جو نماز کے سجدہ مین تیرا شریک ہو وقت اژدہام کے معاف ہو ہم یہ بیان کر چکے ہین فرض کا یعنی سجدہ کا بالشت بھر زمین سے اونچی
جگہ پر ہونا اور اگر بھیڑ کی جہت سے یا اور کسی عذر سے ہو تو معاف ہے اور اسی طرح اگر کثرت آدمیون کی جہت سے نمازی کسی شخص کی پشت پر سجدہ کرے بشرطیکہ وہ شخص بھی
وہی نماز پڑھتا ہو جو نمازی پڑھتا ہے تو یہ بھی معاف ہے کذا فی الشامی سے اور کہ افعال الصلوۃ منقطعۃ و تمیز مفروض علیہ مقرر اور کرنا تیرا نماز کے افعال کو جدا کر
مین اور تمیز مفروض کی تھی مقرر ہے سے و ختم افعال الصلوۃ قعودہ و فی منیہ عنہا الخروج حصر اور ختم کرنا ہی نماز کے افعال کو قعدہ کرنا نمازی کا اور
باہر آنا نماز سے بسبب اپنے فعل کے منع ہو شامی نے کہا کہ فی ہی سبب ہے اور عنہا متعلق خروج ہے اور ضمیر صلوۃ کی طرف ہے الا اختیار اسے الاستیقاظ
اور سے فرائض کے لیے اختیار شرط ہی یعنی ہوش مین ہونا اور جاگنا ہم ایک نسخہ مین اور شرط فی ادائہا الاختیار ہی چونکہ ماتن کے قول مین شرط فی ادائہا گذر چکا ہی
تو شارح کا کہنا فضول ہے لیکن البتہ بسبب اور بڑھانے قول ماتن کے اعادہ اسکا خالی فائدہ سے نہین الا الرکوع او سجود فالا کل الادوں تو اگر رکوع کیا
یا سجدہ کیا بالکل غفلت کی حالت مین تو اُسکو کافی ہوگا بسبب غفلت اور بھول مخالف اختیار کے نہین بلکہ سونا اسکے مخالف ہے چنانچہ ماتن کہتا ہے فان اتی بہا
او باحدہا بان قام او قرأ او رکع او سجد او قعد الاخیر نائما لا یعتد بہا بل یعیدہ ولو القراءۃ او القعدۃ علی الاصح پس اگر ادا کیا سب فرائض کو یا ان مین
سے ایک کو سونے کی حالت مین اسطرح کہ سونے مین قیام کیا یا قرأت کی یا رکوع یا سجدہ یا قعدہ اخیرہ کیا اور جو رکن سونے مین ادا کیا وہ معتبر نہ ہوگا بلکہ
اسکو دوبارہ ادا کرے اگرچہ قرأت یا قعدہ ہو صحیح تر قول کے بموجب ہم قول غیر صحیح قرأت اور قعدہ کے باب مین فقیہ ابو اللیث کا قول ہے کہ ان کے نزدیک یہ دونون
رکن سونے کی حالت مین بھی معتبر ہوتے ہین کذا فی الشامی وان لم یعدہ فسد لصدورہ لا عن اختیار فکان وجودہ کعدمہ والناس عنہا غافلون اور
اگر جس رکن کو سوتے ہوے ادا کیا اسکو نہ دہراویگا تو نماز فاسد ہو جاویگی بسبب سرزد ہونے اس رکن کے بے اختیاری سے تو اسکا وجود اور عدم برابر
ہوگیا اور لوگ اس سے غافل ہین یعنی ایسے ارکان کو دوبارہ نہین پڑھتے جنکو سونے کی حالت مین ادا کیا ہو فلو اتی النائم برکعۃ تامۃ تفسد صلوتہ لانہ زاد
رکعۃ وہی لا تقبل الرفض پھر اگر سونے والے نے ایک رکعت پوری ادا کی تو اسکی نماز فاسد ہو جائیگی اسلیے کہ اُسنے ایک رکعت زیادہ کردی حالانکہ وہ رکعت ترک
کو قبول نہین کرتی یعنی سوتے مین جو رکعت ادا کی وہ غیر معتبر ہوئی اسکے عوض دوسری رکعت ادا کی تو اب پوری نماز مین ایک رکعت بڑھ گئی اور ایسا ہو نہین سکتا
کہ قدر غیر معتبر کو ترک کرکے باقی کو صحیح کہا جاسے جیسے چار رکعتون کی جگہ کوئی پانچ پڑھ دے تو نماز درست نہین ہو سکتی اسی طرح یہ نماز بھی درست نہین والرکوع
والسجود نائما فیہ اجزاءہ لحصول الرفع والوضع بالاختیار اور اگر نمازی نے رکوع کیا یا سجدہ کیا اور رکوع یا سجدہ مین سو گیا تو اُسکو کافی ہوگا واسطے پائے جانے
سر اُٹھانے اور رکھنے کے اختیار کے ساتھ یعنی رکوع کے لیے جھکنا اور سر اٹھانا اور سجدہ کے لیے زمین پر سر رکھنا اور اٹھانا افعال اختیاری ہین انکے بیچ مین سونا
مضر نہین ولہا واجبات لا تفسد بترکہا اور نماز کے کچھ واجب ہین جنکے ترک سے نماز فاسد یعنی باطل نہین ہوتی ہم شارح نے لا تفسد بترکہا قہستانی کے قول کو
رد کیا کہ اُسنے ذکر کیا ہی کہ واجب کے ترک سے نماز فاسد ہوتی ہے مگر باطل نہین ہوتی وجہ رد یہ ہے کہ ائمہ فقہا عبادات مین فاسد اور باطل کو ایک ہی معنی
مین بولتے ہین تو پھر اسکے کیا معنی کہ فاسد ہوتی ہے باطل نہین ہوتی البتہ معاملات مین فاسد اور باطل جدا جدا معنی مین مستعمل ہین فاسد اسکو کہتے ہین جس مین
کوئی وصف مرغوب جاتا رہے اور باطل وہ ہے جسمین سے کوئی رکن مفقود ہو جاوے وتعاد وجوبا فی العمد والسہو ان لم یسجد لہ اور جس نماز مین واجب ترک سہوا ہو
دوبارہ پڑھی جاسے بطور وجوب کے دانستگی مین اور بھول مین بشرطیکہ بھول کا سجدہ نہ کیا ہو یعنی اگر دانستہ واجب ترک کیا ہو یا سہو سے کیا مگر سجدہ سہو نہین کیا
تو دونون صورتون مین اس نماز کا دوبارہ پڑھنا واجب ہے وان لم یعدہا یکون فاسقا آثما اور اگر اس نماز کو نہ دہراویگا تو فاسق اور گنہگار ہوگا اسلیے کہ ترک واجب
مکروہ تحریمی ہے اور مکروہ تحریمی کے ارتکاب سے فاسق اور گنہگار ہوتا ہے وکذا کل صلوۃ ادیت مع کراہۃ التحریم تجب اعادتہا اور اسیطرح جو نماز کراہت تحریمی کے ساتھ

ادا کیا ہے مثلاً اول یا اخر کو بدقت ادا کیا ہو یا جس کپڑے میں اصدر ہو اسکو پہنکر نماز ادا کی تو ایسی نماز کا دہرانا واجب ہے والمختار انہ جابر للاول لان الفرض لا یتکرر اور مختار یہ ہے کہ دوبارہ پڑھنا اس نماز کا پہلی نماز کے نقصان کا پورا کرنے والا ہے اسلیے کہ فرض مکرر نہیں ہوتا ہم قول مختار کا مقابل قول ابی الیسر کا ہے کہ دوبارہ کی نماز کو فرض کہتا ہے نہ اول کو شارح کہتا ہے کہ نماز دوم اول کے نقصان کو زائل کرتی ہے جیسے سجدہ سہو سے نقصان دور ہوتا ہے تو وہ نماز فرض نہیں ہے کیونکہ اگر اسکو فرض قرار دیں تو اول نماز بھی فرض ہی تھی اسلیے کہ اسکے سب ارکان و فرائض ادا ہوے تو کیا وجہ کہ فرض نہو علاوہ اسکے فرض وقت ایسکے سبب سے ذمہ سے ساقط ہو جاتا ہے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ نماز اول فرض ہے تو ایک وقت میں دو فرض جمع ہو جاینگے حالانکہ ایک ہی فرض دوبار ایک وقت میں نہیں ہو سکتا کذا فی الشامی بتصرف اس سے معلوم ہوا کہ اگر امام ترک واجب کی جہت سے نماز کو دہراوے تو اگر کوئی نیا مقتدی دوسری بار میں جماعت کا شریک ہوگا تو اسکی نماز نہو گی کیونکہ جب امام کی نماز دوم فرض نہیں تو اقتدا فرض والیکا اسکے پیچھے درست نہوگا وہی حکم یاد رکہو اور بعض اور نماز کے واجبات بوجہ اس بیان کے جو مصنف نے بیان کیے ہیں جودہ میں لیکن واقع کے اعتبار سے یہ شمار نہیں بلکہ اس سے بہت زائد ہیں قراۃ فاتحۃ الکتاب فیسجد للسہو بترک اکثرہا لا اقلہا اول واجب الحمد کا پڑھنا ہے تو نمازی اسکے اکثر کے چھوڑنے سے سجدہ سہو کرے نہ اسکے کمتر کے چھوڑنے سے جامع قہستانی میں ہے کہ امام اعظم کے نزدیک بالکل الحمد واجب ہے اور صاحبین کے نزدیک الحمد کے نصف سے زائد واجب اسلیے باقی کو بہولنے سے سجدہ سہو واجب نہیں تو شارح کا قول صاحبین کے مذہب پر ہے کذا فی الطحطاوی لکن فی المجتبی یسجد بترک آیۃ منہا وہو اولی لیکن مجتبی میں ہے کہ سجدہ سہو کرے الحمد کی ایک آیت چھوڑنے سے اور یہ بہتر ہے طحطاوی نے کہا کہ وجہ اولویت کی شاید الحمد کی مواظبت ہے اور مواظبت مفید ہے وجوب ہونے کو قلت وعلی ذلک کل آیۃ وحیۃ لکل تکبیرۃ عید وتعدیل رکن واتیان کل میں کہتا ہوں اور مجتبی کے قول پر تو ہر آیت واجب ہے مثل ہر ایک تکبیر کے عید کی چہ تکبیروں اور مثل اطمینان سے ادا کرنے رکن کے اور مثل بجالانے ہر واجب کے ہم طحطاوی نے کہا کہ تعدیل رکن کی برابر ہے تعدیل قومہ اور جلسہ کے کذا فی الحلبی او اتیان کل کے یا یہ معنی ہیں کہ واجبات میں سے ہر ایک واجب کا ادا کرنا واجب ہے یا یہ کہ ہر واجب کو اپنی جگہ پر ادا کرنا واجب ہے و ترک تکریر کل کما یاتی فلیحفظ اور مثل ترک کرنے ہر واجب مکرر کرنے کے چنانچہ آگے آویگا تو اسکو یاد رکہنا چاہیے طحطاوی نے کہا کہ مکرر نکرنا واجب کا واجب ہے مگر الحمد اس سے مستثنی ہے یعنی اگر سورہ کے بعد پھر الحمد کو مکرر پڑھیگا تو سجدہ سہو لازم نہوگا وضم اقصر سورۃ کالکوثر او ما قام مقامہا وہو ثلاث آیات قصار نحو ثم نظر ثم عبس وبسر ثم ادبر واستکبر وکذا لو کانت الایۃ او الآیتان تعدل ثلاثا قصارا ذکرہ الحلبی اور واجب ہے ملانا الحمد کے ساتھ بہت چھوٹی سورۃ کا مثل سورۂ کوثر کے یا جو قائم مقام ہو چھوٹی سورۃ کے اور اسکا قائم مقام تین چھوٹی آیتیں ہیں جیسے یہ تین آیتیں سورہ مدثر کی ثم نظر ثم عبس وبسر ثم ادبر واستکبر اور اسی طرح قائم مقام چھوٹی سورۃ کے ہے اگر ایک آیت یا دو آیتیں تین چھوٹی آیتوں کے برابر ہوں ذکر کیا ہے اسکو حلبی نے ہم چھوٹی تین آیتوں سے کم ملانا مکروہ تحریمی ہے کذا فی الشامی فی الاولیین من الفرض وہل یکرہ فی الاخریین المختار لا ملانا سورہ کا واجب ہے فرض کی دو پہلی رکعتوں میں اور کیا ملانا سورہ کا پچھلی دو رکعتوں میں مکروہ ہے مذہب مختار یہ ہے کہ مکروہ نہیں یعنی مکروہ تحریمی نہیں بلکہ خلاف سنت ہونے کی وجہ سے مکروہ تنزیہی ہے وفی جمیع رکعات النفل لان کل شفع منہ صلوۃ اور ملانا سورہ کا واجب ہے نفل کی سب رکعتوں میں اسلیے کہ ہر ایک دوگانہ اسکا نماز جداگانہ ہے ہم تو اگر نمازی نے چار رکعت کی نیت کی تو اس تحریمہ سے صرف دو رکعت اسپر واجب ہونگی اور جب تیسری کو اٹھیگا تو گویا نئی تحریمہ ہوگی اور اگر ان دوگانوں میں کسی میں فساد ہوگا تو صرف وہی فاسد ہوگا نہ دوسرا وکل الوتر احتیاطا اور ملانا سورہ کا واجب ہے وتر کی ہر رکعت میں براہ احتیاط ہم یعنی جب وتر میں آثار سنت ہونیکے ظاہر ہوئے کہ نہ اسکے لیے اذان کہی جاتی ہے نہ تکبیر کہی جاتی ہے تو احتیاط اسی کی مقتضی ہے کہ قراءت کے باب میں اسپر سنت کا حکم جاری کیا جاوے کذا فی الشامی وتعیین القراءۃ فی الاولیین من الفرض علی المذہب اور واجب ہے معین کرنا قراءت کا فرض کی پہلی دو رکعتوں میں بنا بر مذہب مشہور کے ہم جیسا ہم فرض سے مراد یہاں وہ ہے جو تین رکعتوں یا چار کا ہو اور تعیین اور چیز ہے اور سورہ ملانا دوسری چیز تو یہ قول شارح کا مکرر نہیں اب معلوم کرنا چاہیے کہ فرض قراءت کے باب میں تین قول ہیں اول یہ ہے کہ قراءت کی جگہ خاص پہلی دو رکعتیں ہیں بدائع میں اسکی تصحیح کی ہے دوسرا قول یہ ہے کہ محل

قرأت فرض کی دو رکعتون مین بلا تعیین تو اس صورت مین تعیین پہلی دو رکعتون کی واجب ہے اور یہی مذہب مشہور ہے اور یہی پسندیدہ قول ہے کہ پہلی دو رکعتون کو قرأت کیلیے متعین کرنا افضل ہے نہ واجب اور یہ قول ضعیف ہے وتقدیم الفاتحة علی کل السورة اور واجب ہے مقدم کرنا الحمد کا تمام سورہ پر یعنی اگر وہ سورہ کا حرف بھی الحمد سے پہلے پڑھے تو سجدہ سہو کرے کذا فی الطحطاوی شامی نے کہا کہ حرف سے مراد اتنی دیر پڑھنا ہے جسمین ایک رکن ادا ہو اگر اداے رکن سے کم دیر لگیگی تو سجدہ سہو لازم نہ آویگا وکذا ترک تکریرہا قبل سورة الاولیین اور اسیطرح واجب ہے مکرر نہ پڑھنا الحمد کا پہلی دو رکعتون مین سورہ سے پیشتر تو اگر سورہ سے پیشتر الحمد مکرر پڑھیگا تو سجدہ سہو واجب ہوگا بسبب تاخیر سورہ ملانے کے اور پہلی رکعتون کی اسلیے قید لگائی کہ اگر پچھلی رکعتون مین سورہ سے پیشتر مکرر پڑھیگا تو سجدہ سہو نکرنا پڑیگا کذا فی الطحطاوی ورعایة الترتیب بین القراءة والرکوع وفیما یتکرر اما فیما لا یتکرر ففرض کما مر فی کل رکعة کالسجدة او فی کل الصلوة کعدد رکعاتہا اور واجب ہے لحاظ رکھنا ترتیب کا درمیان قرأت اور رکوع کے اور درمیان ان افعال کے جو ہر رکعت مین مکرر ہوتے ہین جیسے سجدہ ہے اور جو افعال ہر رکعت مین مکرر نہین ہوتے تو انمین ترتیب فرض ہے چنانچہ انکی ترتیب کا بیان گذر چکا یا ترتیب اور واجب ہے ان افعال مین جو کل نماز مین مکرر ہوتے ہین مثل عدد نماز کی رکعتون کے ہم ترتیب رکعات کی صورت مسبوق مین ظاہر ہوتی ہے کہ اگر اسکو ایک رکعت آخری ملی تو اب وہ کھڑا ہو کر اول قرأت والی دو رکعتون کو ادا کریگا پھر بلا قرأت والی کو طحطاوی نے کہا کہ سجدہ کی مثال حتی لو نسی سجدة من الاولی قضاہا ولو بعد السلام قبل الکلام لکنہ یتشہد ثم یسجد للسہو ثم یتشہد یہانتک کہ اگر ایک سجدہ پہلی رکعت کا بھول گیا تو اسکو قضا کرے اگرچہ بعد سلام کے پھیرنے کے قضا ہو لیکن کلام سے پیشتر قضا کرے یعنی اس وقت تک کوئی منافی نماز کا نکیا ہو لیکن اس سجدہ کی قضا کے بعد فقط التحیات پڑھے پھر سجدہ سہو کرے پھر التحیات اور درود اور دعا پڑھکر سلام پھیرے لانہ یبطل بالعود الی الصلبیة والتلاویة اسلیے پڑھے کہ التحیات مع قعدہ باطل ہو جاتی ہے سجدہ صلبی اور سجدہ تلاوت کیطرف عود کرنے سے ہم سجدہ صلبی ہو نماز کے سجدہ کو کہتے ہین جو اسکا جزو ہو اور وجہ باطل ہونے قعدہ کی یہ ہے کہ قعدہ اخیرہ اور ارکان نماز مین ترتیب شرط ہے یعنی جب کل ارکان ہو چکین اس وقت قعدہ اخیرہ ہونا چاہیے تو جب سجدہ صلبی چھوٹ گیا تو قعدہ کے بعد اسکو ادا کیا تو قعدہ مذکور اخیرہ نہوا تو وہ اور اسکا تشہد باطل ٹھہرے اسلیے دوسرا تشہد واجب ہوا اور سجدہ تلاوت سے قعدہ کے باطل ہونے کی وجہ یہ ہے کہ جب سجدہ تلاوت نماز کے اندر واقع ہوا تو اسکو حکم سجدہ صلبی کا دیا گیا کذا فی الشامی اما السہویة فترفع التشہد لا القعدة حتی لو سلم بمجرد رفعہ منہا لم تفسد بخلاف تلک السجدتین لیکن سجدہ سہو التحیات کو باطل کرتا ہے نہ قعدہ کو یہانتک کہ اگر بمجرد سر اٹھانے کے سجدہ سہو سے سلام پھیریگا تو نماز فاسد نہوگی بخلاف ان دو سجدون کے کہ انکے بعد سلام پھیرنے سے نماز فاسد ہو جاویگی بسبب نہ پائے جانے قعدہ اخیرہ کے جو فرض ہے طحطاوی نے کہا کہ بہتر تھا کہ شارح تلک کی جگہ تینک کہتا بصیغہ تثنیہ وتعدیل الارکان اے تسکین الجوارح قدر تسبیحة فی الرکوع والسجود وکذا فی الرفع منہما علی ما اختارہ الکمال اور واجب ہے تعدیل ارکان کی یعنی ساکن کرنا اعضا کا بقدر سبحان اللہ کہنے کے رکوع مین اور سجدہ مین اور اسیطرح واجب ہے تعدیل سر اٹھانے مین رکوع اور سجدہ سے یعنی قومہ اور جلسہ مین بنا بر اس قول کے کہ پسند کیا ہے اسکو کمال الدین محقق نے ہم بحر رائق مین کہا کہ علت تعدیل کی مواظبت ہے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی اسپر تو وہ چارون چیزون یعنے رکوع اور سجدہ اور قومہ اور جلسہ مین یکسان ہے کذا فی الشامی لکن المشہور ان تکمیل الفرض واجب وتکمیل الواجب سنة لیکن مشہور یہ قاعدہ ہے کہ فرض کی تکمیل کرنے والی چیز واجب ہے اور واجب کی تکمیل کرنے والی سنت ہے یعنے چونکہ تعدیل سے تکمیل ہوتی ہے تو رکوع اور سجدہ جو فرض ہین انمین تعدیل واجب ہونی چاہیے اور قومہ اور جلسہ جو واجب ہین انمین تعدیل مسنون ہونی چاہیے ہم یہ شارح کا اعتراض ہے کمال الدین پر حلبی نے اسکا یہ جواب دیا ہے کہ جب دلیل کی اقتضا کے موافق تعدیل واجب ہوئی تو قاعدہ کی مخالفت کچھ مضر نہین کذا فی الشامی وعند الشافعی الاربعة فرض اور امام ابو یوسف رحمہ کے نزدیک چارون فرض ہین یعنے فرض عملی ہین کہ انکے نہونے سے نماز درست نہین رہتی والقعود الاول ولو فی نفل فی الاصح اور واجب ہے اول قعدہ گو نفل مین ہو صحیح تر قول مین

امام محمدؒ نقل ہیں ہر دوگانہ کے بعد قعدہ فرض کہتے ہیں اسوجہ سے کہ ہر دوگانہ نماز علیحدہ ہی تو اسکا قعدہ وہی اخیرہ ہوا اور صحیح تر قول یہی کہ نفلوں میں بھی قعدہ اول واجب ہی کیونکہ جب قعدہ کے تیسری رکعت کو اٹھا تو معلوم ہوگیا کہ وہ قعدہ اخیرہ نہیں اسلیے فرض نہ رہا کذا فی الشامی وکذا ترک الزیادۃ فیہ علی التشہد اور اسی طرح واجب ہی قعدہ اول میں التحیات سے زیادہ نہ پڑھنا شامی نے کہا کہ اگر قعدہ اول میں التحیات تمام کرکے مقدار اللہم صل علی محمد کے کوئی چیز پڑھیگا تو واجب فوت ہوجائیگا والمراد بالاول غیر الاخیر اور مصنف نے قعدہ اول سے وہ مراد لیا جو اخیر نہو علم یہ شارح نے اسلیے کہا کہ اگر آٹھ یا دس یا زائد نفل رکعتوں کو ایک تحریمہ سے پڑھیگا تو سواے قعدہ اخیرہ کے سب پیشتر کے قعدوں کا یہی حکم ہی یعنے واجب ہونگے لکن یرد علیہ لو استخلف مسافر سبقہ الحدث مقیما فان القعود الاول فرض علیہ وقد یجاب بانہ عارض لیکن اول سے غیر اخیرہ مراد لینے پر یہ اعتراض ہوتا ہی کہ اگر کوئی مسافر امام بے وضو ہوکر مقیم کو اپنا خلیفہ کردے تو اس صورت میں اس مقیم پر پہلا قاعدہ امام کی نیابت کی وجہ سے فرض ہی اور اسکا جواب یہ ہی کہ یہ فرضیت عارضی ہی اسیطرح اگر کوئی مسبوق مغرب کی تیسری یا دوسری رکعت میں ملا تو بوجہ متابعت امام کے اسپر وہ قعدہ فرض ہوگا جو اُسکے حق میں اخیر نہیں و التشہدان اے سجدۃ السہو کما بحثہ کمال وکذا فی کل قعدۃ فی الاصح اور دو واجب ہیں دونوں تشہد یعنے دونوں قعدوں میں التحیات کا پڑھنا اور سجدہ کرے سہو کا بعض تشہد چھوڑنے سے یعنے اگرچہ تھوڑا سا کم چھوڑا ہو کذا فی الطحطاوی مثل کل تشہد کے چھوڑنے کے اور اسیطرح واجب ہی تشہد ہر قعدہ میں صحیح تر قول میں هم اور قول ضعیف یہ ہی کہ سواے اخیر قعدہ کے اور میں تشہد سنت ہی اس قول سے شارح نے تعریض کی کہ مصنف اگر تشہد کو بصیغہ تثنیہ نہ کہتا تو اچھا تھا کیونکہ اگر مفرد لاتا تو اسم جنس ہوتا اور ہر تشہد کو شامل ہوتا چنانچہ بحر الرائق میں اسکی طرف اشارہ کیا ہی کذا فی الحلبی اذ قد یتکرر عشرا کمن ادرک الامام فی تشہدی المغرب وعلیہ سہو فسجد معہ وتشہد ثم تذکر سجدۃ تلاوۃ فسجد معہ وتشہد ثم سجد للسہو وتشہد معہ ثم قضی الرکعتین بتشہدین وقع لکذا کذا وجوب تشہد کی قید ہر قعدہ میں اسلیے لگائی کہ بعض اوقات تشہد دس بار مکرر ہوتا ہی مثلاً ایک شخص نے مغرب کی دو تشہدوں میں امام کا اقتدا کیا یعنے پہلے قعدہ میں اسکا شریک ہوا حالانکہ امام پر سہو تھا تو اسنے امام کے ساتھ سجدہ سہو کیا اور تیسرا تشہد پڑھا پھر امام کو سجدہ تلاوت یاد پڑا اور سجدہ کیا تو مقتدی نے بھی اسکے ساتھ سجدہ کرکے تشہد چہارم پڑھا اب چونکہ سجدہ تلاوت سے پیشتر کے قعدے اور تشہد باطل ہوگئے تو امام نے پھر سجدہ سہو کو دوہرایا اور مقتدی نے اسکے ساتھ تشہد پنجم پڑھا پھر مقتدی نے اپنی باقی دو رکعتوں کو دو تشہدوں سے پڑھا تو سات تشہد ہوے اب جو امر امام کو پیش ہوا تھا وہی مقتدی کو پیش آیا یعنے ان دو رکعتوں میں اسکو سہو ہوا تو سجدہ سہو کرکے آٹھواں تشہد پڑھا پھر معلوم ہوا کہ سجدہ تلاوت بھی اسکے ذمہ ہوگیا تھا تو اسکو ادا کرکے نواں تشہد پڑھا اور چونکہ اس سجدہ سے پہلے کے قعدے اور تشہد بیکار ہوگئے اور سجدہ سہو بعد قعدہ اخیرہ کے چاہیے اسلیے سجدہ سہو کرکے دسواں تشہد پڑھا تو یہ سب تشہد واجب ہیں خصوصیت دو تشہد کی نہیں قلت ومثل التلاوۃ تذکر الصلبیۃ فلو فرضنا تذکرہا ایضا لہما زید اربع اخر لہما میں کہتا ہوں اور سجدہ تلاوت کی مثل ہی یاد ہونا سجدہ صلبی کا تو اگر ہم فرض کریں اسکا بھی یاد پڑنا امام ومقتدی دونوں کو تو چار تشہد اور بڑھ جاوینگے اُسی وجہ سے جو گذر چکی کہ صلبی سجدہ کے بعد پھر سجدہ سہو کرنا پڑیگا هم صورت اسکی یہ ہی کہ امام نے صورت مذکورۂ بالا میں پانچویں تشہد کے بعد سجدہ صلبی کو یاد کیا اور اسکو ادا کرکے چھٹا تشہد پڑھا پھر سجدہ سہو کرکے ساتواں تشہد پڑھا تو امام کے سات تشہد ہوے اور چونکہ مقتدی کو اپنی باقی نماز میں بھی اسی طرح سات تشہد پڑھنے پڑے اور سات امام کے ساتھ پڑھ چکا ہی تو اسکے چودہ تشہد ہوے اسلیے شارح نے کہا کہ چار اور بڑھ جاوینگے یعنے پہلے دس تھے اور اس صورت میں چودہ ہونگے ولو فرضنا تعدد التلاوۃ والصلبیۃ لہما ایضا زید ستۃ ایضا اور اگر فرض کریں تعدد سجدہ تلاوت اور سجدہ صلبی کا بھی امام اور مقتدی کے لیے تو چھ تشہد اور بھی بڑھ جاوینگے هم صورت اسکی یہ ہی کہ صورت مفروضہ بالا میں امام کو ساتویں تشہد کے بعد ایک سجدہ صلبی اور یاد پڑا تو اسنے اسکو ادا کرکے آٹھواں تشہد پڑھا پھر قبل سجدہ سہو کے ایک سجدۂ تلاوۃ دوسرا یاد کیا تو اسکو بھی ادا کیا اور نواں تشہد پڑھا اب سب کے بعد سجدہ سہو کیا

اور دسوان تشہد پڑھا تو اس صورت مین جیسے دس تشہد امام کے ہوئے اُسیطرح مقتدی کے ہونگے تو مقتدی کو ۲۰ تشہد ہو جاوینگے حلبی نے کہا کہ اگر اس صورت مین امام دوسرے سجدۂ صلبی کے بعد تشہد پڑھکر سجدہ سہو بھی کرلے اور تشہد نوان پڑھکر پھر دوسرا سجدہ تلاوت کرے اور دسوان تشہد پڑھے پھر سجدہ سہو کرے اور گیارہوان تشہد پڑھے تو کل تشہد مقتدی کے بائیس ہونگے یعنے پہلی کی نسبت کر آٹھ تشہد زیادہ ہونگے۔ شامی نے کہا کہ درمختار کے اکثر نسخون مین ستا کی جگہ ستون ہے یعنے ساٹھ تشہد زیادہ ہو جاینگے ساٹھ کے ہونیکی صورت یہ ہے کہ امام نے ساتوین تشہد کے بعد ایک سجدۂ صلبی یاد کیا اُسکو ادا کرکے ایک تشہد پڑھا پھر سجدہ سہو کرکے دوسرا تشہد پڑھا پھر اور سجدۂ صلبی یاد کرکے اسیطرح دو تشہد پڑھے تو چار تشہد ہوئے اب سجدۂ تلاوت تمام قرآن کے ایک ایک یاد کرتا گیا اور ہر ایک مین مع سجدہ سہو دو دو تشہد پڑھتا گیا تو چونکہ ایک سجدہ تلاوت اول ادا کر چکا تھا باقی رہے تیرہ تو تیرہ سجدون مین اس حساب سے ۲۶ تشہد ہونگے اور چار پہلے ہو چکے تھے تو امام کے کل تشہد ۳۰ ہوئے اور اسیطرح مقتدی کے ۳۰ ہونگے تو مقتدی کے کل ساٹھ تشہد ہو جاینگے اور جب ان ساٹھ پر چودہ وہ بڑھاؤ جو پیشتر ہو چکے تھے شارح کے پہلے قول مین تو کل ۷۴ ہونگے اور اگر چار اور بڑھاؤ جنکو شارح آگے قول مین ذکر کرتا ہے تو کل تشہد ۷۸ ہونگے اور نسخہ مین ۷۸ کا حوالہ شامی نے دیا ہے وہ جا بجا ستائی ہے یہ کہا ہے یہان کہا ہے کہ آٹھ زیادہ ہوئے جیسا اُسکا بیان گذر چکا تو معلوم ہوا کہ جن نسخون مین ستون ہے وہی صحیح ہے ولو فرضنا ادراکہ للامام ساجدا اول سجدتیہا مع مقتضی القواعد انہ یتبعہ فیہا ثم یقضیہا اہ فقط نیرا وہ اگر ہم فرض کرین اقتدا کرنا مقتدی کا امام سے سجدہ کی حالت مین اور مقتدی نے ان دونون سجدون کو امام کے ساتھ نہ ادا کیا تو مقتضا سے قواعد یہ ہے کہ مقتدی انکو ادا کرے تو اس صورت مین چار تشہد اور ہو جاینگے اسکی صورت جیسے طحطاوی نے لکھا صورت اُسکی یہ ہے کہ امام مغرب کی دوسری رکعت کے اول سجدہ مین تھا کہ مقتدی نے اقتدا کیا مگر دونون سجدہ مین شریک نہوا بلکہ تشہد مین شریک ہوا اور شارح کے قواعد سے صرف ایک قاعدہ ہے وہ یہ ہے کہ جس شخص کو ابتداء اقتدا کے نماز مین کچھ فوت ہو جاوے تو وہ فوت ہوئے ارکان کا اعادہ کرے جیسے لاحق کہ وہ بھی جتنی نماز رہجاتی ہے اسکو دوہراتا ہے لیکن شامی نے کہا کہ یہ صورت اسطرح سے کہ طحطاوی نے فرض کی نہین بنتی اسلیے کہ مقتدی پر ہرچند متابعت امام کی دونون سجدون مین واجب تھی مگر اب جو اُسنے وہ سجدہ نکیے اور بعد فراغت امام کے دوسری رکعت کو مع اسکے دونون سجدون کے پڑھ لیا تو اسکی نماز مین کسی طرح کا نقصان نہین رہا چنانچہ تجنیس مین یہ تصریح موجود ہے کہ اگر امام کو سجدہ مین پایا اور اقتدا کرکے سجدہ مین شریک نہوا بلکہ باقی نماز مین شریک رہا اور بعد فراغت امام کے وہ رکعت پڑھ لی تو نماز درست ہے پھر ان دونون سجدون کو مکرر ادا کرنے کے کیا معنی کسی نے یہ ذکر نہین کیا کہ ایسی صورت مین مقتدی اُس رکعت مین تین یا چار سجدے کرے تو بدون نقل فقہا سے معتبر کیسے کہا جاوے کہ ان دونون سجدون کا ادا کرنا علاوہ رکعت کے لازم ہے ہان اگر امام کا اقتدا سجدہ سہو مین کیا اور امام کا شریک اُن مین نہوا تو اپنی نماز پڑھنے کے بعد انکو استحسان کی رو سے ادا کرلے انتہی بتصرف ولم ار من نبہ علی ذلک واللہ اعلم اور مین نے کسی کو نہ دیکھا کہ اس تفصیل پر آگاہ کیا ہو واللہ اعلم اگر کثرت تشہد کے لیے شارح اتنا بکھیڑا نہ کرتا اور صرف اسقدر کہدیتا کہ تشہد زیادہ بھی ہو سکتے ہین چنانچہ کوئی ہزار رکعت نفل ادا کرے ایک سلام سے تو اُسمین پانسو تشہد ہو سکتے ہین تو نہایت آسان اور مبالغہ سے خالی ہوتا ولفظ السلام مرتین فالثانی واجب علی الاصح برہان دون علیکم وتنقضی قدوۃ بالاول قبل علیکم علی المشہور عندنا وعلیہ الشافعیۃ خلافا للتکملۃ اور واجب ہے لفظ السلام دوبار یعنے دوسرا واجب ہے صحیح تر قول مین کذا فی البرہان نہین واجب ہے لفظ علیکم اور ہو چکتا ہے اقتدا پہلے سلام پر پیشتر علیکم سے مذہب مشہور پر ہمارے نزدیک اور اسی پر ہین شافعی مذہب والے بخلاف شارح تکملہ کے کہ اُسنے دوسرے سلام پر اقتدا کا تمام ہونا صحیح کہا ہے ماتن نے جو لفظ السلام کہا اسمین اشارہ ہے کہ اور کوئی لفظ اسکے قائم مقام نہین ہوتا بشرطیکہ نمازی اسکے بولنے پر قادر ہو اور دوسرے سلام کو بعضون نے

مسئلون کہا ہی اسلیے شارح نے صحیح کی قید لگائی کذا فی الشامی فلو اتم بہ بعدہ قبل قولہ علیکم لم یصح و قیل ینقطع التحریمۃ بالاول امر بالثانی جزم فی الجوہرۃ
والبرہان وغیرہما بالاول و صحح شارح التکملۃ الثانی و علیہ فیصح الاقتداء قبلہ المعتمد عند الشافعیۃ انہ لو اقتدی بہ بعد شروعہ فی السلام وقبل علیکم لم یصح
القدوۃ ذکرہ الرملی الشافعی فی باب سجود السہو یس اگر اقتدا کیا امام کا بعد لفظ سلام کے اور پیشتر علیکم کہنے کے تو جائز نہوگا اور نماز کی تحریمہ سلام
اول پر قطع ہوجاتی ہی یا دوسرے پر جوہرہ اور برہان اور ان دونون کے سوا اور کتابون مین تو اول پر یقین کیا ہی یعنے سلام اول پر تحریمہ
تمام ہوجاتی ہی اور شارح تکملہ نے دوسرے کی تصحیح کی ہی کہ دوسرے سلام پر تحریمہ کا انقطاع ہوتا ہی اور اس قول پر اقتدا دوسرے سلام سے پیشتر
درست ہوگا اور شافعی مذہب والون کے نزدیک معتمد یہ ہی کہ اگر اقتدا کیا امام کا بعد شروع کرنے امام کے سلام کو اور پیشتر علیکم کہنے سے تو اقتدا صحیح نہوگا ذکر
کیا ہی اسکا رملی شافعی نے سجدہ سہو کے باب مین ہم شامی نے کہا کہ یہ عبارت فلو اتم سے آخر تک در المختار کے بعض نسخون مین ہی و قراءۃ قنوت الوتر وہو
مطلق الدعاء وکذا تکبیرۃ قنوتہ اور واجب ہی پڑھنا قنوت وتر کا اور قنوت مطلق دعا ہی یعنے ہر ایک دعا سے حاصل ہوتا ہی خصوصیت اللہم انا نستعینک
اسکی نہین کہ اس خاص دعا کا پڑھنا سنت ہی اور اسی طرح واجب ہی قنوت وتر کے لیے اللہ اکبر کہنا ہم بعضون نے اس اللہ اکبر کہنے کو سنت کہا ہی
کذا فی الحلبی اور زیلعی نے کہا ہی کہ اسکے ترک کرنے سے سجدہ سہو واجب ہی کذا فی الشامی و تکبیرۃ رکوع الثالثۃ زیلعی اور واجب ہی اللہ اکبر کہنا تیسری
رکعت وتر کے رکوع کا کذا فی الزیلعی ہم زیلعی مین اس مسئلہ کا وجود نہ اسجگہ ہی نہ سجود سہو کے بیان مین اس سے معلوم ہوا کہ شارح کا بیان صحیح نہین الغ
یہ تکبیر رکوع کی واجب نہین بلکہ سنت ہی و تکبیرات العیدین وکذا احدہا اور واجب ہین تکبیرین دونون عید کی جو چھ بار اللہ اکبر کہنا ہی ہر رکعت مین تین بار
اور اسیطرح واجب ہی انمین سے ایک یعنی ہر تکبیر واجب جدا گانہ ہی یہ نہین کہ چھوون ملکر واجب ہون طحطاوی نے کہا کہ اسیطرح واجب ہین تکبیرین ایام
تشریق کی چنانچہ انکا بیان آگے آویگا و تکبیرۃ رکوع رکعۃ الثانیۃ کلفظ التکبیر فی افتتاحہ اور واجب ہی تکبیر عید کی دوسری رکعت کے رکوع کی جیسے
واجب ہی اللہ اکبر کہنا عید کی نماز کے شروع مین یعنے اگر سوا اللہ اکبر کے اور کسی لفظ سے شروع کریگا تو مکروہ تحریمی ہوگا کذا فی الشامی لکن الاشبہ
وجوبہ فی کل صلوۃ بحر فلیحفظ لیکن مشابہ ترجیح یہ ہی کہ اللہ اکبر کہنا ہر نماز کے شروع مین واجب ہی کذا فی البحر تو اسکو یاد رکھنا چاہیے والجہر للامام
والاسرار للکل فیما یجہر فیہ و یسر اور واجب ہی پکارکر پڑھنا امام کو اُن نمازون مین کہ پکار کر پڑھا جاتا ہی یعنے صبح اور مغرب اور عشا اور جمعہ وغیرہ مین اور
واجب ہی آہستہ پڑھنا سبکو یعنی امام کو بالاتفاق اور تنہا کو صحیح تر قول مین اُن نمازون مین کہ آہستہ پڑھی جاتی ہین چنانچہ ظہر اور عصر اور پچھلی رکعت مغرب کی
وغیرہ وبقی من الواجبات اتیان کل واجب او فرض فی محلہ اور باقی رہے واجبات مین سے واجبات آیندہ یعنی ایک واجب ادا کرنا ہی ہر واجب یا فرض کا
اسکے محل مین فلو اتم القراءۃ فمکث متفکرا سہوا ثم رکع او تذکر السورۃ راکعا فضمہا قائما اعاد الرکوع و سجد للسہو تو اگر نمازی قرات کو تمام کرکے
بھولے سے سوچتا رہگیا پھر رکوع کیا تو سجدہ سہو کرے یا یہ صورت ہوئی کہ سورہ کو ملانا بھول گیا اور رکوع کرنے مین اُسکو یاد ہوا سو اُسنے سورہ
کو کھڑے ہوکر ملایا تو رکوع دوبارہ کرے اور سجدہ سہو کرے ہم پہلی صورت مثال ہی فرض کی تاخیر کی اسکی موقع سے یعنے بعد قرات کے رکوع فوراً
فرض تھا تو اُسنے رکوع کو اُسکے محل سے ٹلادیا اور دوسری مثال ہی واجب کو اسکی جگہ سے ٹالنے کی یعنے ضم سورہ واجب تھا بعد الحمد کے اسمین ایک رکوع
زائد حائل ہوگیا شامی نے کہا کہ شارح کی عبارت مین ضعف ہی و اعاد الرکوع سجد للسہو کہتا تو خوب تھا یعنے اس عبارت سے وہم یہ ہوتا ہی کہ اعادہ رکوع اور سجدہ
سہو دونون مسئلون سے متعلق ہی حالانکہ اعادہ رکوع صرف مسئلہ دوم سے متعلق ہی اور سجدہ سہو دونون سے و ترک تکریر رکوع و تثلیث سجود اور واجب ہی
ترک کرنا رکوع کے تکرار کرنے کو اور سجدہ کے سہ بارہ کرنے کو یعنے اگر ایکبار رکوع کرکے پھر اعادہ اسکا کریگا یا دو سجدون کی جگہ تین کریگا تو سجدہ سہو
لازم ہوگا و ترک قعود قبل ثانیۃ او رابعۃ اور واجب ہی ترک کرنا قعدہ کا دوسری یا چوتھی رکعت سے پہلے تو اگر پہلی رکعت مین قعدہ کریگا

یا چار رکعت والی نماز مین تیسری رکعت پر قعدہ کریگا تو سجدۂ سہو لازم ہوگا و کل زیادۃ تتخلل بین فرضین او واجبین یعنی ترک کرنا ہر زیادتی کا جو دو فرضون
کے بیچ مین پڑے شامی نے کہا کہ دو فرضون کی کچھ قید نہین فرض اور واجب کے بیچ مین بھی زیادتی کا یہی حکم ہے مثلاً قعدہ اول کے تشہد مین زیادتی کی اور تیسری
رکعت کو دیر سے اٹھا تب بھی سجدہ سہو لازم ہوگا اور زیادتی مین چپ رہنا بھی داخل ہے و انصات المقتدی اور واجب ہے چپ رہنا مقتدی کا تو اگر مقتدی امام کے
پیچھے قراءت پڑھیگا تو قراءت مکروہ تحریمی ہوگی مگر اصح قول مین نماز فاسد نہوگی اور اگر بھول کر پڑھیگا تو سجدہ سہو لازم نہوگا کیونکہ مقتدی پر سہو نہین ہوتا
و متابعۃ الامام یعنی فی المجتہد فیہ اور واجب ہے امام کی پیروی اُن افعال مین جنمین اختلاف مجتہدین ہے اور مجتہد فیہ سے یہ مراد ہے کہ جسکی بنا دلیل
معتبر شرعی پر ہے جسکی رو سے مجتہد کو غیر کی مخالفت جائز ہے مثلاً امام نے عید کی تکبیرین تین سے زیادہ کہین جیسے شافعی پانچ کہتے ہین یا دو سجدے
سہو کے سلام سے پیشتر کیے یا وتر مین قنوت بعد رکوع کے پڑھا تو ایسے امور مین پیروی امام کی واجب ہے اسی طرح جن امور مین اتفاق ہے انمین
بطریق اولی واجب ہے لا فی المقطوع بنسخہ نہین واجب ہے متابعت اس فعل مین جسکا منسوخ ہونا قطعی ہے جیسے نماز جنازہ مین امام نے پانچ تکبیرین
کہین تو پانچوین مین اتباع نکرے اسلیے کہ ہر چند آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پانچ اور سات اور نو اور زیادہ تکبیرین مروی ہین مگر آخر فعل آپکا
چار تکبیرین تھین تو یہ فعل پیشتر کے افعال کا ناسخ ہوا کذا فی الشامی عن الامداد و لعدم سنیتہ کقنوت فجر یا القصر ہوا اس فعل کے مسنون ہونے کا تو
اسمین بھی متابعت امام کی واجب نہین جیسے فجر کا قنوت یعنی اُس صورت مین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک قوم پر بددعا ایک مہینہ تک
کی تھی پھر اسکا مسنون ہونا منسوخ ہوگیا تو اسمین بھی متابعت امام کی نکرے طحطاوی نے کہا کہ اس تقریر پر کہ قنوت فجر پہلے سنت تھا اب منسوخ ہوگیا
یہی مثال مقطوع النسخ کی بھی ہوسکتی ہے و انما تفسد بمخالفتہ فی الفروض کما بسطناہ فی الخزائن اور نماز صرف فرض مین امام کی مخالفت کرنے سے فاسد
ہوتی ہے چنانچہ ہمنے اسکو خزائن الاسرار مین مشرح بیان کیا ہے شامی نے کہا کہ فساد نماز واقع مین فرض کے ترک سے ہوتا ہے نہ متابعت کے ترک سے
مگر چونکہ ترک متابعت سے ترک فرض لازم آتا ہے اسلیے نماز کے فساد کو مخالفت کیطرف منسوب کیا اور فرض کی قید سے معلوم ہوا کہ واجب یا سنت
کے ترک سے نماز فاسد نہین ہوتی قلت و بلغت اصولہا نیفا و اربعین مین کہتا ہون کہ اصول واجبات کے کچھ اوپر ۴۰ ہوگئے ہین یعنی چودہ واجب
مصنف نے بیان کیے تھے اور ۲۸ شارح نے زائد کیے تو کل ۴۲ ہوگئے اور انکی تفصیل شامی نے یون بیان کی ہے کہ الحمد کو ماتن نے ایک واجب
کہا شارح نے چھوٹی آیتون کو جدا جدا واجب بیان کیا تو پانچ واجب اسمین بڑھے اسی طرح عیدین کی چھوٹی تکبیرون کو ماتن نے ایک کہا اور
شارح نے ہر ایک کو علیحدہ کہا تو پانچ اسمین زیادہ ہوئے اور تعدیل ارکان کو ایک واجب ماتن نے شمار کیا اور شارح نے رکوع اور سجدہ اور قومہ اور
جلسہ مین چارون جگہ تعدیل کو واجب کہا تو تین واجب اسمین زیادہ ہوئے تو کل تیرہ ہوئے چودھوان نہ مکرر پڑھنا فاتحہ کا پہلے سورہ کے پندرھوان
ترتیب قراءت اور رکوع مین سولھوان ترتیب سجدہ رکعات مین سترھوان بیچ کی التحیات پر زیادتی نکرنی اٹھارھوان تکبیر قنوت انیسوان تکبیر قنوت کے
رکوع کی بیسوان تکبیر رکوع دوم دوگانہ عید کے اکیسوان عید کے دوگانہ کے شروع مین اللہ اکبر کہنا بائیسوان ہر فرض و واجب کو اپنے محل پر
ادا کرنا تئیسوان ترک کرنا تکرار رکوع چوبیسوان ترک کرنا تثلیث سجدہ کا پچیسوان ترک کرنا قعدہ کا دوسری یا چوتھی رکعت سے پیشتر
چھبیسوان ترک کرنا زیادتی کا بیچ مین دو فرضون کے ستائیسوان چپ رہنا مقتدی کا اٹھائیسوان پیروی امام کی اور چونکہ ان واجبات مین
حاجت ضرب اور تفصیل کی نہین اسلیے شارح نے انکو اصول واجبات کہا انتہی و بالبسط الشریف یبلغ الالف کما اخذ تا بیج ۲۹۰ من ضرب خمسۃ قعدۃ
المغرب بتشہدہا و ترک نقص منہ و زیادۃ فیہ او علیہ فی ۸۷ کما مر اور پھیلانے سے تعداد واجبات کی ایک لاکھ سے زیادہ ہوجائیگی اسلیے
کہ ایک واجب یعنی تشہد ۲۹۰ واجب پیدا کرتا ہے یعنی پانچ واجب مفصلہ ذیل کے ضرب کرنے سے ۸ تشہدون مین جنکا بیان اوپر گذرا یعنی جہان شامی

نے کہا ہے کہ تشہد کبھی دس بار کر رہا ہوتا ہے لہٰذا اور وہ پانچ واجب ہیں اول قعدہ دوم اسکی التحیات سوم التحیات کو ناقص نہ پڑھنا چہارم اسکے
کلمات کے اثنا میں زیادتی نہ کرنی پنجم اسکے تمام کرنے پر کچھ زیادہ نہ کرنا تو چونکہ ہر تشہد میں یہ پانچ واجب ہیں ... واجب ضرور ہوتے چاہئیں اسلیے
پانچ کو ۸ میں ضرب کیا ۴۰ ہوئے ہم شامی نے کہا کہ ان واجبات مذکورہ بالا میں سوسے زیادہ سجدہ ہیں اور ہر سجدہ میں تین واجب ہیں تعدیل اور
دونوں ہاتھوں کا زمین پر رکھنا اور دونوں زانو کا رکھنا ان تین کو سو میں ضرب کرنے سے تین سو ہوتے ہیں اور پہلے واجبات میں ملانے سے ۴۰۰ کے
قریب ہو جاتے ہیں واجب اس طرح کو بقیہ ۲۴ واجبات میں ضرب کر دینگے تو وہ ۴ ہزار سے زائد ہونگے اور چونکہ مقتدی کی متابعت کچھ اوپر ۲۰ فرضوں میں اور
کچھ اوپر ۴۰ واجبات میں واجب ہے یعنی کچھ اوپر ۶۰ جگہ واجب ہے تو اسے اگر اوپر کے مجموعہ کو ۶۰ میں ضرب کیا تو ۱۵ لاکھ سے زائد واجب ہو سکتے ہیں حالانکہ ابھی
اور واجب باقی ہیں مثلاً ناک پر سجدہ کرنا اور رکوع میں قراءت نہ پڑھنا اور التحیات اور سلام سے پیشتر کھڑا نہ ہونا وغیرہ لیکن انکی ضرب دینے سے تعداد
اور بھی بڑھ جائیگی اسلیے شارح نے کہا والتتبع ینفی الحصر فتبصر اور تلاش واجبات کی نفی کرتی ہے حصر کو یعنی تلاش سے معلوم ہوتا ہے کہ انحصار ولا کبھی
ہیں تو انکو خوب دیکھ بھال لو ہم شامی نے کہا کہ ان واجبات میں اکثر صورتیں فرضی اور عقلی ہیں کہ کبھی خارج میں نہیں پائی جاتی اور انکی تلاش
سے بجز تضییع اوقات اور کچھ فائدہ نہیں اور اگر ضرورت شارح کے کلام کے بیان کی نہوتی تو بہتر تھا کہ اس سے پہلو تہی کی جاتی انتہی مترجم نے بھی اسلیے
ترجمہ پر کفایت کی اور شامی کی عبارت میں بہت کچھ تصرف کیا تاکہ صرف مطلب عبارت شارح کا ظاہر ہو جاوے جو کوئی تفصیل اس مقام کی چاہے وہ شامی
کو دیکھے فیلغز ای واجب لیستوجب ۴۹۰ واجبا تو چیستان پوچھی جاتی ہے کہ وہ کونسا واجب ہے جو ۴۹۰ واجبوں کا مستوجب ہوتا ہے یعنی جس سے ۴۹۰ واجب
لازم آتے ہیں ہم جواب اس چیستان کا یہی قاعدہ اول ضرب کا ہے مقتدی کے حق میں تفصیل مذکورہ بالا وسننہا اور نماز کی سنتیں یہ ہیں جو آگے مذکور ہوتی ہیں
ترک السنۃ لا یوجب فسادا ولا سہوا بل اساءۃ لو عامدا غیر مستخف ترک کرنا سنت کا نہ تو نماز کے فساد کا موجب ہوتا ہے نہ سجدہ سہو کا بلکہ اساءت یعنی
برا کرنے کا موجب ہے اگر نمازی نے دانستہ ترک کیا ہو اور سنت کو ہلکا نہ سمجھا ہو ہم یعنی اگر ترک سنت نادانستگی میں ہوا تو کچھ برائی نہ ہوگی اور اگر سنت کو
حقیر جانیگا تو کافر ہوگا چنانچہ نہر الفائق میں بزازیہ سے منقول ہے کہ اگر سنت کو حق نجانیگا تو کافر ہوگا اسلیے کہ حق نجاننا حقیر سمجھنا ہے وقالوا الاساءۃ
ادون من الکراہۃ اور فقہا نے کہا ہے کہ اساءت کم ہے بہ نسبت کراہت کے ہم شامی نے کہا کہ مراد کراہت سے تحریمی کراہت ہے یعنی اساءت میں ملامت
بہ نسبت مکروہ تحریمی فعل کے کمتر ہے اور مکروہ تنزیہی سے زیادہ ہے اسلیے کہ تلویح میں ہے کہ سنت موکدہ کا چھوڑنا حرام سے قریب ہے اور نہر الفائق میں ہے کہ حکم
سنت کا یہ ہے کہ اسکے ترک پر ملامت کیجاوے اور کسی قدر گناہ بھی لاحق ہو اور طحطاوی نے کہا کہ اساءت کے معنے ترک اولی ہیں تو وہ اور کراہت تنزیہی ایک
ہوئی ثم ہی علی ما ذکرہ ثلاثۃ وعشرون پھر یہ سنتیں بموجب مصنف کے بیان کے ۲۳ ہیں اور واقع میں زیادہ ہیں چنانچہ شارح بیان کریگا رفع الیدین
للتحریمۃ فی الخلاصۃ ان اعتاد ترکہ اثم سنت ہے اٹھانا دونوں ہاتھوں کا تحریمہ کے لیے یعنی تکبیر سے پیشتر اور بعضوں نے کہا کہ تکبیر کے ساتھ اٹھاوے خلاصہ
میں ہے کہ اگر ہاتھ نہ اٹھانے کا عادی ہوگا تو گناہگار ہوگا اور اگر کبھی ایسا ہو جاوے تو گناہگار نہوگا ونشر الاصابع ای ترکہا بحالہا اور سنت ہے
تکبیر کے وقت پھیلا رکھنا انگلیوں کا یعنی انکو بحال خود چھوڑنا کہ نہ بہت ملی ہوں نہ بہت پھیلی وان لا یطاطی راسہ عند التکبیر فانہ بدعۃ اور سنت ہے
تکبیر کے وقت اپنے سر کو نہ جھکانا کیونکہ سر جھکانا اسوقت بدعت ہے طحطاوی نے کہا کہ ظاہر اتمام قیام میں سر جھکانا ایسا ہی ہے وجہر الامام بالتکبیر بقدر
حاجتہ للاعلام بالدخول والانتقال وکذا بالتسمیع والسلام اور سنت ہے پکار کر کہنا امام کا اللہ اکبر بقدر اسکی حاجت کے خبردار کرنے کے لیے
دخول اور انتقال پر یعنی اسقدر پکار کر کہے کہ مقتدیوں کو نماز میں داخل ہونے اور ایک رکن سے دوسرے کی طرف جانے کی خبر ہو جاوے اور
اسیطرح سنت ہے پکار کر کہنا سمع اللہ لمن حمدہ اور سلام کا ہم طحطاوی نے کہا کہ اگر امام حاجت سے زیادہ پکار کر کہیگا تو مکروہ ہے کا شامی نے کہا

اگر مکبر وہ اس صورت میں ہو کہ حاجت نہ ہو یا ہو تو نہایت درجہ کو ہو مثلاً اسکے پیچھے ایک جماعت ہو اور وہ اتنا بڑا ہو کہ دس صفون میں آواز جاوے تو مکروہ
ہوگا پھر یہ معلوم کرنا چاہیے کہ جب امام شروع میں اللہ اکبر کہے تو اگر اسکی نیت صرف لوگون کو خبردار کرنے کی ہوگی تو اسکی نماز نہوگی اور نہ کسی مقتدی کی
ہوگی بلکہ خبردار کرنے کے ساتھ نیت اپنی نماز کی تحریمہ کی بھی کرے اسیطرح مکبر جو امام کی آواز دوسرے لوگون کو پہونچاتا ہو وہ بھی اگر فقط خبردار کرنے کی نیت سے پکار
کہیگا تو نماز نہ اسکی ہوگی اور نہ اس شخص کی جو اسکی آواز پر اقتدا کریگا بلکہ پکار کر کہنے کے ساتھ تکبیر تحریمہ کا قصد کریگا تو نماز ہوگی اور بے ضرورت حاجت کے مکبر کا
اللہ اکبر پکار کر کہنا مکروہ ہے والامام والمنفرد یسمع نفسہ اور مقتدی اور تنہا پڑھنے والا اللہ اکبر اتنی آواز سے کہے کہ اپنی آپ سن لے والثناء والتعوذ
والتسمیۃ والتامین وکونہن سرا اور مسنون ہے سبحانک اللھم پڑھنا اور اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم کہنا اور بسم اللہ کہنا اور آمین کہنا اور ان سب کا
آہستہ ہونا یعنی آہستہ کہنا سنت علیحدہ ہے اور ہر ایک کا پڑھنا سنت جدا ہے ووضع یمینہ علی یسارہ تحت سرتہ للرجال لقول علی
رضی اللہ عنہ من السنۃ وضعہما تحت السرۃ وتفریق اصابع القدمین فی الاصابع اور مسنون ہے داہنا ہاتھ بائین پر اور ناف کے نیچے رکھنا مردون کو
رکھنا حکم ناف کے نیچے بسبب فرمانے علی مرتضٰی کے کہ سنت ہے رکھنا دونون ہاتھون کا ناف کے نیچے اور دونون پاؤن کی انگلیون کا
پورون میں پیچھے حکمت ہاتھون کے کھلے رکھنے میں ہے کہ ... سے انگلیان ... وتکبیر الرکوع وکذا الرفع منہ بحیث
یستوی قائما والتسبیح فیہ ثلاثا والصاق کعبیہ واخذ رکبتیہ بیدیہ فی الرکوع وتفریج اصابعہ للرجل ... الا
الا فی السجود اور مسنون ہے رکوع کے لیے اللہ اکبر کہنا اور اسی طرح مسنون ہے رکوع سے سر اٹھانا اسطرح پر کہ برابر ہو جاوے اور مسنون ہے رکوع میں
تین بار سبحان ربی العظیم کہنا یعنی تین بار سے کم کہنا مکروہ تنزیہی ہے اور مسنون ہے دونون ٹخنون کا ملانا یعنی اگر ... اور مسنون ہے پکڑنا اپنے دونون گھٹنون
کا اپنے دونون ہاتھون سے رکوع کے اندر اور مسنون ہے پھیلانا اپنی انگلیون کا مرد کو ... کشادہ رکھنا انگلیون کا اگر ... ہے
نہ ملا ہوا رکھنا مگر سجدہ کے اندر وتکبیر السجود وکذا الرفع منہ بحیث یستوی جالسا وکذا تکبیرہ والتسبیح فیہ ثلاثا ووضع یدیہ ورکبتیہ فی السجود
اور مسنون ہے سجدہ کے لیے اللہ اکبر کہنا اور اسی طرح مسنون ہے سجدہ سے اٹھنا اسطرح کہ برابر بیٹھ جاوے اور ایسے ہی مسنون ہے سجدہ ... اللہ اکبر
کہنا اور مسنون ہے سجدہ میں تین بار سبحان ربی الاعلٰی کہنا اور مسنون ہے دونون ہاتھون اور زانوؤن کا رکھنا سجدہ میں ہم اکثر فقہا نے ہاتھون اور زانوؤن
کا زمین پر رکھنا مسنون کہا ہے اور فقیہ ابواللیث نے فرض کہا ہے اور فتوی عدم فرضیت پر ہے اور فتح القدیر میں اسکو واجب کہا ہے اسواسطے کہ مطابق ...
کے ہے اور اسپر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مواظبت فرمائی ہے بحر الرائق میں کہا کہ انشاء اللہ وجوب کا قول سب اقوال سے بہتر اور مناسب ہے ... کے
ہونے کے اصول سے کذا فی الشامی فلا تلزم طہارۃ مکانہما عند نا مجمع پس لازم نہین پاک ہونا ہاتھ اور زانو کی جگہ کا ہم حنفیون کے نزدیک کذا فی ...
یعنی جب ان کا رکھنا سجدہ میں فرض نہین تو اگر ناپاک جگہ پر رکھے جاوینگے تو نماز فاسد نہوگی ہم شامی نے کہا کہ ان دونون عضو کے مکان کی طہارت
کا شرط نہونا روایت ضعیف ہے صحیح یہ ہے کہ اگر انکی جگہ بھی ناپاک ہوگی تو نماز فاسد ہوگی کیونکہ اعضا کا نجاست سے لگنا ایسا ہے جیسے نجاست کا اٹھانا
الا اذا سجد علی کفہ کما مر یعنی مگر جس صورت میں کہ سجدہ اپنی ہتھیلی پر کریگا اسوقت پاک ہونا اسکی جگہ کا شرط ہے جیسا کہ پہلے بیان ہوا وافتراش
رجلہ الیسرٰی فی تشہد الرجل اور مسنون ہے بچھانا اپنے بائین پاؤن کا مرد کے تشہد میں یعنی التحیات پڑھنے میں مرد بائین پاؤن
کو بچھالے والجلسۃ بین السجدتین اور مسنون ہے بیٹھنا دونون سجدون کے درمیان میں طحطاوی نے کہا کہ ماتن نے اول سر اٹھانا
سجدہ سے مسنون کہا تھا شارح نے اسمین یہ قید لگائی کہ اسطرح سر اٹھاوے کہ برابر بیٹھ جاوے تو اس قید سے بیٹھنا مکرر ٹھہرتا ہے لیکن اگر
شارح کی قید کا لحاظ نکرو تو سر اٹھانا جدا سنت ہے اور جلسہ جدا ووضع یدیہ فیہا علی فخذیہ کالتشہد اور مسنون ہے رکھنا اپنے

دونوں ہاتھوں کا جلسہ میں اپنے دونوں زانوؤں پر جیسے التحیات میں ہاتھوں کا رکھنا زانوؤں پر مسنون ہے بسبب توارث کے یعنے اسکا برتنے اسی طرح پہونچا ہے طحطاوی نے کہا کہ ہاتھ ایسی طرح رکھے کہ انگلیوں کی پوریں گھٹنوں کے پاس ہوں وہذا مما اغفلہ اہل المتون والشروح کما فی امداد الفتاح للشرنبلالی اور یہ یعنی جلسہ کا مثل التحیات کے بیٹھنے کے ہونا اس قسم سے ہے کہ متن اور شرح والوں نے اسکا ذکر نہیں کیا چنانچہ شرنبلالی کی امداد الفتاح میں ہے قلت یاتی معزیا للمنیۃ فافہم میں کہتا ہوں اور یہ ذکر منسوب بامنیہ کی طرف آگے آویگا تو اسکو سمجھ لے ہم شاید فافہم سے یہ اشارہ ہے کہ کلام قہستانی سے اس جلسہ کا حال مثل تشہد کے جلسہ کے نکلسکتا ہے اسطرح کہ اگر ان دونوں میں کچھ مخالفت ہوتی تو اسکو بیان کردیتے جیسے جلسہ اخیرہ میں دونوں پاؤں کے ایکطرف نکالنے کو بیان کرتے ہیں تو جب مطلق بیان کیا تو معلوم ہوا کہ یہ جلسہ مثل جلسہ تشہد کے ہے کذا فی الشامی والصلوۃ علی النبی فی القعدۃ الاخیرۃ وفرض الشافعی قول اللہم صل علی محمد اور مسنون ہے درود پڑھنا نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر قعدہ اخیرہ میں اور فرض کہا ہے امام شافعی نے کہنا اللہم صل علی محمد کا یعنے اُنکے نزدیک قعدہ اخیرہ میں درود اسقدر فرض ہے ونسبوہ الی الشذوذ ومخالفۃ الاجماع اور محدثین نے اس قول کو شاذ اور مخالف اجماع کے کہا ہے ہم طحاوی اور ابوبکر رازی اور خطابی اور بغوی اور ابن منذر اور ابن جریر طبری نے اسکو شاذ کہا ہے لیکن بحر الرائق میں منقول ہے کہ بعض صحابہ اور تابعین سے روایت موافق امام شافعی کے پائی جاتی ہے تو اس صورت میں شاذ کہنا بلا وجہ ہے کذا فی الشامی والدعاء بما یستحیل سؤالہ من العباد اور مسنون ہے درود کے بعد اور قبل سلام کے ایسی چیز کی دعا جسکا مانگنا بندوں سے محال ہو جو دعا کہ اس باب میں مسنون ہے اُسکا ذکر فصل آئندہ میں آویگا وبقی بقیۃ تکبیرات الانتقالات سنۃ تکبیرۃ القنوت علی قول اور سنتوں میں سے باقی رہی اور تکبیریں ایک رکن سے دوسرے رکن میں جانے کی یعنے رکن کے بدلنے کے لیے اللہ اکبر کہنا مسنون ہے یہاں تک کہ قنوت کے لیے اللہ اکبر کہنا ایک قول کے بموجب طحطاوی نے کہا کہ اس تکبیر کے مسنون ہونے کا قول ضعیف ہے بلکہ وہ واجب ہے جیسا پہلے بیان ہوا والتسمیع للامام والتحمید لغیرہ اور مسنون ہے سمع اللہ لمن حمدہ کہنا امام کو اور ربنا ولک الحمد کہنا امام کے غیر کو یعنے مقتدی اور تنہا پڑھنے والے کو وتحویل الوجہ یمنۃ ویسرۃ للسلام اور پھیرنا منہ کا داہنے اور بائیں سلام کے وقت ہم اور مسنون ہے سلام میں ابتدا کرنا داہنے سے اور امام کو نیت مردوں اور فرشتوں کی کرنی اور پست کہنا دوسرے سلام کا بہ نسبت اول کے کذا فی الشامی ولہا آداب اور نماز کے کچھ آداب ہیں ترکہ لا یوجب اساءۃ ولا عتابا کترک سنۃ الزوائد لکن فعلہ افضل آداب کا ترک کرنا نہ مکروہ تنزیہی ہونیکا موجب ہے اور عتاب کا باعث جیسے چھوڑنا سنت زوائد کا عتاب اور کراہت کا موجب نہیں لیکن کرنا ادب کا افضل ہے ہم نماز میں ادب اسکو کہتے ہیں جسکو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک یا دو بار کیا ہو اور اُسپر مداومت نفرمائی ہو جیسے رکوع اور سجدہ میں تین بار سے زیادہ تسبیح کہنا اور حلیہ میں کئی تعریفیں ادب کی کر کے آخر کو کہا کہ ظاہر ادب اور مستحب ایک ہی چیز ہیں اور سنت زائدہ اُسکو کہتے ہیں جو مؤکد نہو اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسکو بطور عادت کے کیا ہو جیسے آپ کی سیرت لباس اور نشست و برخاست میں یا نماز چاشت اور اسکا مقابل سنت ہدی ہے یعنی سنت مؤکدہ جیسے اذان اور جماعت ہے کذا فی الشامی نظرہ الی موضع سجودہ حال قیامہ والی ظہر قدمیہ حال رکوعہ والی ارنبۃ انفہ حال سجودہ والی حجرہ حال قعودہ والی منکبیہ الایمن والایسر عند التسلیمۃ الاولی والثانیۃ لتحصیل الخشوع مستحب ہے دیکھنا نمازی کا کھڑے ہونیکے وقت اپنے سجدہ گاہ کیطرف اور رکوع کے وقت اپنے دونوں پاؤں کی پشت کیطرف اور سجدہ کرنے میں اپنی ناک کی نوک کی طرف اور قعدہ کی حالت میں اپنی گود کی طرف اور پہلے سلام پھیرنے کے وقت اپنے داہنے شانے کی طرف اور دوسرے سلام کے وقت اپنے بائیں شانہ کیطرف یہ سب آداب ہیں واسطے حاصل کرنے خشوع اور انکسار کے طحطاوی نے کہا کہ ظاہر اگر ان جگہوں میں کوئی ایسی چیز ہو گی جس سے دل ہٹے تو انکی طرف نہ دیکھنا

مستحب نہیں رہیگا کیونکہ اُس سے انکسار جاتا رہیگا جو مستحب ہے بعد کرے تو ایسا کرے فیہ عند التثاؤب ولو باخذ شفتہ بسنہ فان لم یقدر غطاہ بظہر یدہ الیسریٰ وقیل بالیمنیٰ لو قائماً والا فبیسراہ مجتبیٰ اور مستحب ہے اپنا منہ بند کرنا جمائی لینے کے وقت اگرچہ ہونٹھ کو دانت کے پکڑنے سے بند کیا ہو پھر اگر منہ بند نہو سکے تو اسکو اپنے بائیں ہاتھ کی پیٹھ سے چھپاوے اور بعضوں نے کہا کہ اگر کھڑا ہو تو داہنے کی پیٹھ سے چھپاوے اور نہیں تو بائیں کی پیٹھ سے کذا فی المجتبیٰ ہم وجہ منہ کے بند کرنے کی یہ ہے کہ جمائی لینا نماز میں اور خارج نماز کے مکروہ ہے اور کوفرشتہ ہوتے ہیں ... اپنا ہاتھ اسلئے کہا تاکہ حرکت ایک ہی ہاتھ کی ہو ورنہ بائیں ہاتھ کو داہنے کے نیچے سے نکالنے میں دونوں ہاتھوں کو حرکت ہوگی اور بعضوں نسخوں میں ... ہوگا کیونکہ دونوں ہونٹھ کا دبانا بھی کے دفع کے لیے ثابت ہے وشمار ہو اسلئے ... مفرد ہے کذا فی الشامی او کمہ بأنہ یرکہ چھپاوے اپنی آستین سے لان التغطیۃ بلا ضرورۃ مکروہۃ ہاتھ یا آستین سے منہ اُسوقت چھپاوے کہ جب بلا مدد ہاتھ اور آستین کے منہ بند ہوا اسلیے کہ منہ کا چھپانا بدون ضرورت کے مکروہ ہے اگر ہونٹھ کو دانت سے دبا کر جمائی روک سکتا تھا اگر اسطرح نروکا بلکہ ہاتھ یا آستین سے منہ کو چھپایا تو مکروہ ہوگا کذا فی الخلاصۃ فائدہ جمائی کے دور کرنے کی بہت عمدہ ترکیب یہ ہے کہ دل میں سوچے کہ انبیا علیہم السلام کو جمائی نہیں لی قدوری اور شامی نے ذکر کیا کہ ہمنے اسکا بارہا امتحان کیا تو جمائی دور ہوگئی واخراج کفیہ من کمیہ عند التکبیر للرجل الا لضرورۃ کبرد اور مستحب ہے اپنی دونوں آستینوں میں سے دونوں ہاتھوں کا باہر نکالنا مرد کو اور ... تکبیر تحریمہ کے وقت ... میں مگر کسی ضرورت سے مثل سردی کے باہر نکالنا ہاتھوں کا مستحب نہیں ہے ودفع السعال ما استطاع لانہ بلا عذر مفسد فیجتنبہ اور مستحب ہے دفع کرنا کھانسی کا اپنے مقدور بھر اسلیے کہ کھانسنا بلا عذر مفسد نماز ہے یعنی جبکہ اس سے حروف پیدا ہوں کذا فی الشامی تو اس سے بچنا چاہیے والقیام لامام ومؤتم حین قیل حی علی الفلاح خلافاً لزفر فعندہ حی علی الصلوٰۃ ابن کمال اور مستحب ہے کھڑا ہونا امام اور مقتدی کو جبکہ تکبیر میں حی علی الفلاح کہا جاوے بخلاف قول زفر کے کہ اُنکے نزدیک حی علی الصلوٰۃ کہنے کے وقت کھڑا ہونا مستحب ہے کذا ذکرہ ابن کمال شامی نے کہا کہ یہ نقل قول زفر کی درست نہیں بلکہ حسن بن زیاد اور زفر کا قول یہ ہے کہ قد قامت الصلوٰۃ کہنے کے وقت کھڑا ہو ان کان الامام بقرب المحراب والا فیقوم کل صف ینتہی الیہ الامام علی الاظہر حی علی الفلاح کے وقت کھڑا ہونا اسوقت مستحب ہے کہ امام محراب کے پاس ہو اور اگر محراب سے دور ہو یعنی صفوں کے پیچھے سے اپنی جگہ جاتا ہے تو جس صف میں امام پہونچے وہی کھڑی ہو جاوے ظاہر قول میں وان دخل من قدام قاموا حین یقع بصرہم علیہ اور اگر امام آگے کی جانب سے داخل ہو تو لوگ اسوقت کھڑے ہوں جب اُنکی نظر امام پر پڑے الا اذا قام الامام بنفسہ فی مسجد فلا یقفوا حتی تتم اقامتہ ظہیریۃ جبکہ امام خود مسجد میں تکبیر کہے تو مقتدی کھڑے نہوں یہانتک کہ امام اقامت پوری کرے کذا فی الظہیریہ شامی نے کہا کہ شارح کو فی المسجد الف لام کے ساتھ اور فلا یقفون کہنا مناسب تھا یعنی وان خارجہ قام کل صف ینتہی الیہ بحر اور اگر امام مسجد کے باہر ہو تو جس صف تک پہونچے وہ کھڑی ہو کذا فی البحر شامی نے کہا کہ اس قول کو میں نے بحر الرائق میں نپایا بلکہ نہر الفائق میں مذکور ہے وشروع الامام فی الصلوٰۃ مذ قیل قد قامت الصلوٰۃ ولو اخر حتی اتمہا لا بأس بہ اجماعاً وہو قول الثانی والثلاثۃ وہو اعدل المذاہب کما فی شرح المجمع لمصنفہ وفی القہستانی معزیاً للخلاصۃ انہ الاصح اور مستحب ہے نماز شروع کرنا امام کا جبکہ قد قامت الصلوٰۃ کہا جاوے اور اگر نماز کے شروع کرنے میں تاخیر کی یہانتک کہ موذن نے اقامت تمام کرلی تو اسکا کچھ مضائقہ نہیں بالاتفاق اور وہ یعنی تاخیر کرنا امام ابویوسف اور ائمہ ثلاثہ کا قول ہے اور وہی درست تر مذاہب کا ہے جیسا کہ شرح مجمع میں اُسکے مصنف نے ذکر کیا ہے اور قہستانی میں منسوب بخلاصہ یوں ہے کہ تاخیر کرنا ہی صحیح تر قول ہے اسلیے کہ اس سے نمازیوں پر اشتباہ نرہیگا اور موذن بھی امام کے ساتھ نماز شروع کرسکیگا فرع مسئلہ متعلقہ شارح کا لو لم یعلم ما فی الصلوٰۃ من فرائض وسنن اجزاہ قنیہ اور اگر نمازی نے یہ نہ جانا کہ جو فرض مثلاً ادا کرتا ہے اسمیں فرض کیا افعال ہیں اور سنت کیا تو نماز اسکو کافی ہوگی کذا فی القنیہ

فصل

اس فصل مین نماز کے ادا کرنے کا بیان شروع سے آخر تک اس طریق پر جو سلف سے منقول چلا آیا ہے واذا اراد الشروع فی الصلوٰۃ کبّر لو قادرًا للافتتاح
ای قال وجوبًا اللہ اکبر اور جب نمازی نماز شروع کرنا چاہے تو شروع نماز کے لیے تکبیر کہے اگر کہنے پر قادر ہو یعنے براہ وجوب لفظ اللہ اکبر کہے طحطاوی نے کہا کہ قادر
کی قید سے عاجز نکل گیا اور اللہ اکبر کہنے کے وجوب سے یہ نکلا کہ اگر اللہ کبیر یا اللہ الاکبر یا اللہ الکبیر کہیگا تو واجب ادا نہوگا ولا یصیر شارعًا بالمبتدا او فقط کاللہ
الا بالخبر فقط ہو المختار اور نماز کا شروع کرنے والا نہوگا صرف مبتدا کہنے سے جیسے فقط اللہ کہے اور خبر کچھ نہ کہے اور نہ صرف اکبر کہنے سے شروع کرنے والا
ہوگا یہی قول مختار ہے شامی نے کہا کہ یہی قول امام محمد کا ہے اور یہی ظاہر الروایۃ ہے امام سے تفصیل سے اور وجہ شروع کرنیوالا نہونے کی یہ ہے کہ شروع نماز کی شرط پورا
جملہ ہے تو صرف مبتدا یا خبر کہنے سے شرط نہ پائی جائیگی فلو قال اللہ مع الامام واکبر قبلہ او ادرک الامام راکعًا فقال اللہ قائمًا واکبر راکعًا لم یصح فی الاصح
پس اگر مقتدی نے لفظ اللہ امام کے ساتھ کہا اور لفظ اکبر کو امام کے فارغ ہونے سے پیشتر کہہ لیا یعنے ہنوز امام نے اکبر کو پورا نہین کیا تھا کہ مقتدی کہہ چکا یا مقتدی
نے امام کو رکوع مین پایا تو لفظ اللہ تو کھڑے ہوے کہا اور اکبر رکوع مین تو دونوں صورتوں مین اسکا اقتدا درست نہوگا صحیح تر قول مین ہم پہلی صورت مین اقتدا
اسلیے صحیح نہوا کہ امام بوجہ ناتمام ہونے اللہ اکبر کے ابھی نماز کا شروع کرنے والا نہین ہوا تھا کہ مقتدی نے اسکا اقتدا کر لیا تو خارج نماز کا اقتدا ہوا اور دوسری
صورت مین شرط تحریمہ مفقود ہے یعنے حالت قیام مین پورا جملہ چاہیے تھا وہ نہوا اسلیے اقتدا بھی صحیح نہوا شامی نے کہا کہ جیسے اقتدا صحیح نہین ایسے ہی مقتدی
اپنی نماز کا شروع کرنے والا بھی نہوگا کیونکہ اسنے قصد شریک ہوکر پڑھنے کا کیا تھا یعنے تنہا پڑھنے کی نیت پہلے ہی نہ تھی کما لو فرغ من اللہ قبل الامام
جیسے اقتدا صحیح نہین جبکہ فارغ ہوا مقتدی لفظ اللہ کے کہنے سے پہلے شروع کرنے امام کے یعنے امام نے تکبیر تحریمہ ابھی شروع نہین کی کہ مقتدی
اللہ کہہ چکا تو اقتدا صحیح نہوگا ولو ذکر الاسم بلا صفۃ صح عند الامام خلافًا لمحمد رح اور اگر صرف اسم ذات کو یعنے لفظ اللہ کو ذکر کیا بدون صفت یعنی اکبر کے تو صحیح ہے
امام کے نزدیک برخلاف محمد کے طحطاوی نے کہا کہ یہ مسئلہ مکرر ہو گیا اور باوجود مکرر ہونے کے ضعیف ہے کیونکہ ظاہر الروایۃ پر مبنی نہین کذا ذکرہ الحلبی
اگر پہلی صورت کو یعنے صرف مبتدا کے ذکر کرنے سے شروع کرنیوالا نہونے کو منفرد یا امام کے لیے محمول کرین اور اس صورت کو حالت اقتدا پر تو مکرر نہین ہوتا
بالحذف اذ مد احدی الہمزتین مفسد وتعمدہ کفر وکذا الباء فی الاصح اللہ اکبر وجوبًا کہے ہمزون کے حذف کرنے کے ساتھ یعنے اللہ اور اکبر کے ہمزون کو
بڑھا کر نہ کہے اسلیے کہ کھینچکر پڑھنا ان دو ہمزون مین سے ایک کا مفسد ہے شروع نماز کا اگر نادانستگی مین بڑھا کر پڑھا ہو اور جانکر انکو مد کرنا کفر ہے اور
اسیطرح ب کا بڑھانا لفظ اکبر سے صحیح تر قول مین مفسد ہے ہم مقابل اسکا وہ ہے جو حلبی نے شرح منیہ مین ذکر کیا ہے کہ ب کا بڑھانا مفسد نہین کذا فی الطحطاوی
ویشترط کونہ قائمًا فلو وجد الامام راکعًا فکبّر منحنیًا ان الی القیام اقرب صح ولغت نیۃ تکبیرۃ الرکوع اور شرط ہے اللہ اکبر کہنا کھڑے ہو کر یعنے فرض
نماز مین باوجود قدرت کھڑے ہو کر تحریمہ کرنا چاہیے پس اگر امام کو رکوع مین پایا اور جھکے ہوے اللہ اکبر کہا تو اگر یہ جھکنا قیام سے قریب ہوگا
یعنے اسقدر جھکا ہوگا کہ ہاتھون سے گھٹنون کو نہ پکڑ سکے تو شروع صحیح ہوگا اور تکبیر رکوع کی نیت لغو ہوگی ہم صورت اسکی یہ ہے کہ مقتدی نے جو
اللہ اکبر کہا اس سے رکوع کی نیت کی نہ نماز کے شروع کی تو یہ تکبیر تحریمہ کی ہو جائیگی اور رکوع کی نیت لغو ہوگی اسلیے کہ تکبیر تحریمہ فرض اور شرط ہے اور رکوع
کی تکبیر نفل ہے اور چونکہ یہ نفل فرض کے محل مین واقع ہوئی اسلیے فرض کی طرف پھیری گئی کذا فی الشامی مختصرًا فروع مسائل ملحقہ شارح کے کبر غیر عالم
بتکبیر امامہ ان اکبر رایہ انہ کبر قبلہ لم یجز والا جاز محیط مقتدی نے اللہ اکبر کہا اور یہ نہین جانتا کہ امام اللہ اکبر کہہ چکا ہے یا نہین تو اگر اسکی رائے غالب
یہ ہے کہ مین نے امام سے پہلے اللہ اکبر کہا ہے تب تو اقتدا درست نہوگا ورنہ جائز ہوگا کذا فی المحیط یعنے اگر گمان غالب یہ ہوگا کہ امام کے ساتھ یا
اسکے بعد اللہ اکبر کہا ہے یا کچھ گمان ہی نہو کہ پہلے کہا یا پیچھے تو اقتدا درست ہوگا کذا فی الشامی ولو اراد بتکبیرہ التعجب او متابعۃ المؤذن

لم یفسد شارعا اور اگر نمازی نے اللہ اکبر کہنے سے قصد تعجب کا کیا یا موذن کے جواب دینے کا ارادہ کیا تو شروع کرنیوالا نماز کا نہو گا کیونکہ تعجب کرنا اور
جواب اذان کا دینا اجنبی باتین ہین اور نماز کی مفسد ہین تو پہلے شروع درست نہو گا ویجزم الراء لقولہ صلے اللہ علیہ وسلم الاذان جزم والاقامۃ
جزم والتکبیر جزم منح ومر فی الاذان اور اللہ اکبر کی رے کو جزم کرے بسبب فرمانے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے کہ اذان جزم ہے
اور اقامت جزم ہے اور اللہ اکبر کہنا جزم ہے کذا فی المنح اور یہ حدیث باب الاذان مین گذری کہ اذان جزم ہے یعنی انکے کلمات کے آخر پر کچھ حرکت نہین
حدیث ابراہیم نخعی سے موقوفا اور مرفوعا مروی ہے وانما یصیر شارعا بالنیۃ عند التکبیر لا بہ وحدہ ولا بہا وحدہا بل بہما اور ثابت یون ہے کہ شروع
کرنیوالا نیت سے ہوتا ہے اللہ اکبر کہنے کے وقت نہ صرف اللہ اکبر کہنے سے اور نہ صرف نیت سے بلکہ دونون چیزون سے ہم کہتے ہین کہ نیت بھی
صحت نماز کی شرط ہے اور تحریمہ بھی اور نیت تحریمہ سے پیشتر بھی جائز ہے بشرطیکہ کوئی اجنبی فعل بیچ مین واقع نہو تو اس سے یہ
وہم ہوتا ہے کہ شاید صرف نیت کافی ہے اسلئے ان سے تصریح کر دی کہ نیت تحریمہ کے وقت ہونی چاہیے کذا فی الشامی ولذا یلزم العاجز عن النطق
کاخرس وامی تحریک لسانہ وکذا فی حق القراءۃ ہو الصحیح لتعذر الواجب فلا یلزم غیرہ الا بدلیل فتکفی النیۃ اور یہی قول ہے کہ بولنے سے عاجز ہو جیسے گونگا
اور امی اسکو اللہ اکبر کہنے کے لیے اپنی زبان کا ہلانا ضرور نہین اور اسی طرح قرأت کے حق مین زبان کا ہلانا ضرور نہین یہی صحیح ہے زبان کا ہلانا
لازم نہین بسبب دشوار ہونے واجب کے تو نہین لازم ہو گا واجب کا غیر بدون دلیل کے اسلئے نیت کافی ہو گی [illegible] اللہ اکبر کہنا اور قرأت واجب تو
یہ واجب عاجز سے ادا نہین ہو سکتا تو دوسری چیز یعنی زبان ہلانے کو اسپر لازم کرنا بدون دلیل کے کیسے درست ہو اسلئے عاجز کی نیت ہی نماز مین کافی ہے
لکن ینبغی ان یشترط فیہا القیام وعدم تقدیمہا القیام مقام التحریمۃ ولم ارہ لیکن سزاوار یہ ہے کہ عاجز کی نیت مین قیام شرط ہو اور نماز [illegible]
نیت اس صورت مین قائم مقام تحریمہ کی ہے اور مین نے اسکو دیکھا نہین ہم کہتے ہین چونکہ عاجز کے حق مین نیت کافی ہو تحریمہ کی [illegible]
یہ نکلا کہ نیت قائم مقام تحریمہ کے ہو گئی تو شارح بہ تبعیت مصنف نہر الفائق کے کہتا ہے کہ تحریمہ کی شرطین یعنی قیام اور [illegible] کی نیت مین اعتبار
ہونا چاہیے مگر مین نے اسکی تصریح نہین دیکھی شامی نے کہا کہ عاجز کی نیت کا قائم مقام تحریمہ کے ہونا بدون دلیل کیسے مانا جاوے کیونکہ نیت اور تحریمہ دونو
شرطین علیحدہ ہین تو جب ایک شرط کسی عذر سے ساقط ہو گئی اور دوسری پر اکتفا کی گئی تو اس سے یہ کیسے لازم آیا کہ دوسری شرط ساقط [illegible]
ثم فی الاشباہ فی قاعدۃ التابع تابع فالمفتی بہ لزومہ فی تکبیرۃ وتلبیۃ لا قراءۃ پھر اشباہ مین اس قاعدہ کے بیان مین کہ تابع تابع رہتا ہے یہ ہے کہ فتوے
اسپر ہے کہ زبان ہلانا عاجز پر لازم ہے اللہ اکبر کہنا اور لبیک کہنے مین اور لازم نہین قرأت مین ہم شامی مین محیط سے منقول ہے کہ قرأت فرض قطعی ہے اور
تلبیہ فرض ظنی تو چاہیے کہ تلبیہ مین بطریق اولے لازم نہو ورفع یدیہ قبل التکبیر وقیل معہ ماسا بابہامیہ شحمتی اذنیہ اور اٹھاوے اپنے دونون ہاتھ اللہ اکبر
کہنے سے پہلے اور بعضون نے کہا کہ اللہ اکبر کے ساتھ ہی اٹھاوے لگانے والا دونون انگوٹھون کو دونون کانون کی لو سے ہم [illegible] اللہ اکبر سے پہلے
ہاتھون کا اٹھانا منسوب ہے طرفین کیطرف اور صاحب ہدایہ نے اسکی تصحیح کی ہے اور خلاصہ اور محیط وغیرہ مین ہے کہ جب اللہ اکبر کہنا شروع کرے [illegible]
کا اٹھانا شروع کرے اور جب اسکو تمام کرے اسیوقت اسکو تمام کرے اور تیسرا قول یہ ہے کہ بعد اللہ اکبر کے اٹھاوے اور یہ سب اقوال حدیثون مین مروی
ہین کذا فی الشامی ہو المراد بالمحاذاۃ لانہا لا تتیقن الا بذلک کانون تک ہاتھون کا اٹھانا ہی مراد ہے محاذات سے جو ظاہر الروایۃ اور بعض احادیث
مین وارد ہے اسلیے کہ محاذات بدون اسطرح اٹھانے کے یقینی نہو گی ہم یعنی بعض احادیث مین جو حذو اذنیہ آیا ہے یعنی دونون کانون کے برابر ہاتھ
اٹھاوے اس سے مراد یہی ہے کہ انگوٹھے کانون کی لو کو لگین اور شانون تک اٹھانے مین برابری کانون کی ثابت نہین اور جن حدیثون مین شانون تک
اٹھانا مروی ہے تو وہ اس حالت پر محمول ہے کہ ہاتھ سردی کے سبب کپڑون کے اندر ہون اور ابن ہمام نے دونون حدیثون مین توفیق اسطرح کی ہے کہ [illegible]

سینہ تک مونڈھون کے برابر اٹھاوے اور مرد کانون کی محاذات تک انگوٹھون سے ہو جاتی ہے کذا فی الشامی بتصرف ویستقبل بکفیہ القبلۃ وقیل خدیہ اور اپنی دونون ہتھیلیون
کو قبلہ کی طرف متوجہ کرے اور قول ضعیف یہ ہے کہ ہتھیلیون کا رخ دونون رخسارون کی طرف کرے والمرأۃ ولو امۃ کما فی البحر لکن فی النہر عن السراج
انہا ہنا کالرجل وفی غیرہ کالحرۃ اور عورت اگرچہ لونڈی ہو چنانچہ بحر الرائق مین ہے لیکن نہر الفائق مین سراج سے منقول ہے کہ لونڈی اس مقام مین یعنی
رفع یدین مین مرد کے برابر ہے اور دوسرے افعال مثلا رکوع اور سجدہ مین مثل آزاد بی بی کے ہے ترفع بحیث یکون رؤس اصابعہا حذاء منکبیہا وقیل
کالرجل عورت اپنے ہاتھ اس طرح اٹھاوے کہ انکی انگلیون کے سرے برابر اسکے دونون شانون کے ہو جاوین اور حسن نے امام اعظم سے روایت کی کہ
عورت مثل مرد کے ہاتھ اٹھانے مین مگر اول قول کو ہدایہ مین صحیح کہا ہے وصح شروعہ ایضا مع کراہۃ التحریم بتسبیح وتہلیل وتحمید وسائر کلم التعظیم
الخالصۃ لہ تعالی ولو مشترکۃ کرحیم وکریم فی الاصح ونیز صحیح ہے شروع کرنا نمازی کا نماز کو کراہت تحریمی کے ساتھ سبحان اللہ کہنے اور لا الہ الا اللہ
کہنے اور الحمد للہ کہنے سے اور سب اللہ تعالے کے خالص تعظیم کے کلمات سے اگرچہ مشترک ہون مثل رحیم اور کریم کے صحیح تر قول مین اور تعظیم مین
خالص کی قید اسلیے لگائی کہ جو کلمات شامل ہون دعا اور حاجت پر وہ نکل جاوین شامی نے کہا کہ لہ تعالی متعلق تعظیم سے ہے نہ خالص سے ورنہ
اسکے بعد ولو مشترکۃ نہ بنیگا اور صحیح قول کا مخالف ذخیرہ اور خانیہ مین ہے کہ شروع نماز کو خالص لفظ اللہ اکبر سے مخصوص کیا ہے وخصہ الثانی باکبر وکبیر منکرا او
معرفا زاد فی الخلاصۃ والکبار مخففا ومثقلا اور مخصوص کیا ہے شروع کو امام ابو یوسف نے لفظ اکبر اور کبیر سے خواہ انکو نکرہ بے الف لام کے بولے یا الف
لام کے ساتھ خلاصہ مین کبار کو بھی تخفیف اور تشدید کے ساتھ زیادہ کیا ہے ہم کبار بضم اول وتخفیف موحدہ خواہ تشدید آن بمعنی کبیر ہے یعنی ابو یوسف
کے نزدیک اللہ اکبر یا اللہ الاکبر یا اللہ کبیر یا اللہ الکبیر یا اللہ کبار یا اللہ الکبار کہنے سے شروع نماز صحیح ہو جاویگا اور الفاظ سے صحیح نہوگا شامی نے کہا کہ اس
باب مین صحیح طرفین کا قول ہے چنانچہ نہر الفائق مین ہے کما صح لو شرع بغیر عربیۃ ای لسان کان جیسے کہ صحیح ہے اگر نماز کو شروع کیا عربی کے سوا دوسری
زبان مین کوئی سی زبان ہو وخصہ البردعی بالفارسیۃ لمزیتہا بحدیث لسان اہل الجنۃ العربیۃ والفارسیۃ الدریۃ بتشدید الراء قہستانی اور خاص
کیا ہے دوسری زبان کو احمد بن حسین بردعی نے فارسی کے ساتھ بسبب اسکے فائق ہونے کے اس حدیث سے کہ زبان جنت والون کی عربی ہے اور دری
فارسی اور لفظ دری را مہملہ کی تشدید سے ہے کذا فی القہستانی ثم محشی اس حدیث کی تخریج کے درپے نہین ہوے اور دری منسوب ہے درکیطرف بمعنی دروازہ اور یہ
زبان ان لوگون کی ہے جو بادشاہی دروازون پر رہتے ہین اور فارس نام ایک قلعہ کا ہے جسکی طرف ایک قوم منسوب ہے ان لوگون کی زبان عربی کے
بعد اشرف اور مشہور ہے کذا فی الطحطاوی عن ابی السعود وشرطا عجزہ اور صاحبین نے دوسری زبان مین شروع نماز کے صحیح ہونے کے لیے عاجز ہونا نمازی
کا عربی مین تکبیر کہنے سے شرط کیا ہے وعلی ہذا الخلاف الخطبۃ وجمیع اذکار الصلوۃ اور اسی خلاف پر ہین خطبہ اور سب ذکر نماز کے یعنی امام اعظم رح کے نزدیک
اور زبانون مین خطبہ اور ثنا اور دوسری دعائین درست ہین اور صاحبین کے نزدیک عربی سے عاجز ہونے کی صورت مین درست ہین طحطاوی نے کہا کہ معتمد
امام کا قول ہے واما ما ذکرہ بقولہ او امن او لبی او سلم او سمی عند ذبح او شہد عند حاکم او رد سلاما ولم ار لو شمت عاطسا وقرأ بہا عاجزا فجائز اجماعا
اور جو امور کہ نماز کے ذکر مین داخل نہین اور انکو مصنف نے اپنے قول مین ذکر کیا ہے یعنے خواہ ایمان لایا یا لبیک کہا یا سلام کیا یا ذبح کے
وقت خدا تعالے کا نام لیا یا کسی حاکم کے سامنے گواہی دی یا جواب سلام کا دیا یا قرات پڑھی عربی سے عاجز ہو کر تو یہ سب باتین باتفاق امام اور
صاحبین کے غیر زبان مین جائز ہین شارح نے کہا کہ اگر چھینک کا جواب غیر زبان مین دیا تو اسکا حکم مین نے نہین دیکھا شامی نے
حلبی سے نقل کیا کہ سلام کے جواب اور چھینک کے جواب مین کچھ فرق نہین معلوم ہوتا قید القراءۃ بالعجز لان الاصح رجوعہ الی قولہما
وعلیہ الفتوی مصنف نے قرات مین عربی سے عاجز ہونے کی قید لگائی اسلیے کہ صحیح تر یہ ہے رجوع کرنا امام کا صاحبین کے قول کی طرف اور

اسی پر فتوی ہی تو وجعل العینی الشروع کالقراءۃ لاسلف لہ فیہ ولا سند لہ یقویہ بل جعلہ فی التاتارخانیۃ کالتلبیۃ یجوز اتفاقا فظاہرہ کالمتن رجوعہما
الیہ لا الیہما فافہم وقد اشتبہ علی الکثیرین من القاصرین حتی الشرنبلالی فی کل کتبہ فتنبہ اور عینی نے شروع نماز کی تکبیر کو قرات کے مانند کیا ہی جیسے
غیر زبان مین اسکے صحیح ہونے کے لیے بھی قید عربی سے عاجز ہونے کی لگائی ہی تو اس باب مین عینی کا کوئی سلف ہی جسنے پیشتر ایسا کہا ہوا ور نہ کوئی
سند اسکے دعوے کو قوت دیتی ہی بلکہ شروع کو تاتارخانیہ مین تلبیہ کے مانند ٹھہرایا ہی کہ غیر زبان مین باتفاق جائز ہی پس ظاہر تجویز تاتارخانیہ کا مثل
متن تنویر الابصار کے یہ ہی کہ صاحبین نے امام کے قول کی طرف رجوع کیا ہی نہ یہ کہ امام نے صاحبین کی طرف رجوع کیا ہو تو اسکو یاد کر لے کہ بہت سی
کم توجہ کرنے والون پر یہ امر مشتبہ ہو گیا ہی یہانتک کہ شرنبلالی پر بھی انکی سب کتابون مین مشتبہ ہو گیا ہی سو خبردار ہو جا ہم صاحبین کے نزدیک نماز کے سب
اذکار اور تکبیر تحریمہ دوسری زبان مین اسوقت درست ہوتے ہین کہ نمازی عربی سے عاجز ہو اور امام کے نزدیک سوا قرات کے سب اذکار و تحریمہ وغیرہ
قدرت عربی کے غیر زبان مین جائز ہین تو فقط امام صاحب نے قرات کے باب مین صاحبین کے قول کی طرف رجوع کیا ہوا ہی وجہ سے کہ قرآن ایک خاص
عربی منظوم کا نام ہی جو نقل متواتر ہم تک پہونچا ہی تو فارسی وغیرہ مین وہ منقول خاص باقی نہ رہیگا باقی رہا شروع کا حال تو اسمین امام صاحب کی دلیل
قوی ہی یعنی وہ یہ فرماتے ہین کہ شروع مین مطلوب ذکر اور تعظیم ہی یہ ہر زبان مین حاصل ہو سکتا ہی خصوصیت عربی کی نہین پس اسی سے شروع کو
قرات کے مانند ٹھہرایا اس سے معلوم ہوتا ہی کہ امام نے صاحبین کا قول شروع نماز مین اختیار کیا حالانکہ ایسا نہین کیونکہ تاتارخانیہ مین شروع نماز
کو تلبیہ کے موافق کہا ہی جو بالاتفاق دوسری زبان مین درست ہی اور اس متن مین بھی شروع نماز مین قید عاجزی کی نہین لگائی جیسی قرات مین
لگائی ہی تو تاتارخانیہ کی ظاہر عبارت اور اس متن کی عدم تقیید اس بات کی دلیل ہین کہ صاحبین نے شروع نماز مین امام کا قول اختیار کیا ہی نہ یہ کہ امام
نے صاحبین کا قول لیا ہو جیسا عینی نے سمجھا کذا فی الشامی تتمہ لا یصح الاذان بغیر العربیۃ علی الاصح وان علم انہ اذان ذکرہ الحدادی و اعتبر
الزیلعی التعارف نہین صحیح ہی اگر اذان دی غیر عربی مین صحیح تر قول کے بموجب اگرچہ لوگ یہ جانین کہ وہ اذان ہی ذکر کیا ہی اسکو حدادی نے اور
زیلعی نے تعارف کا اعتبار کیا ہی یعنی اگر اذان فارسی مین ہو اور لوگ جان جاوین کہ اذان ہوتی ہی تو درست ہوگی ورنہ جائز نہوگی کیونکہ اذان سے
مقصود خبر کرنا نماز کا ہی وہ حاصل نہین ہوا فروع مسائل یلحقہ الشارح کہ قرأ بالفارسیۃ او التوریۃ او الانجیل ان قصۃ تفسد وان ذکرا لا قرأت پڑھے
فارسی مین یا قرآن کی جگہ توریت یا انجیل پڑھے اگر کوئی قصہ پڑھا تو نماز فاسد ہو جائیگی اور اگر ذکر پڑھا تو فاسد نہوگی ہم نے ہدایہ مین کہا کہ فارسی
مین قرات سے نماز فاسد نہین بلا خلاف بشرطیکہ جسقدر قرات سے نماز درست ہو جاتی ہے اسقدر عربی مین پڑھ لی ہو اور قاضیخان نے کہا کہ صاحبین
کے نزدیک نماز فاسد ہو جاتی ہی فتح القدیر مین ان دونون قول مین یون توفیق کی کہ اگر فارسی مین قصون کی جگہ یا امر و نہی کی جگہ سے پڑھیگا
تو فاسد ہو جائیگی اور اگر ذکر اور تنزیہ کے مقام کو پڑھیگا اور اسی پر اکتفا کریگا تب بھی فاسد ہوگی کہ نماز قرات سے خالی رہجائیگی اور کسی قدر قرآن
اسکے ساتھ ملالیگا تو فاسد نہوگی کذا فی الشامی والحق بہ فی البحر الشاذ اور بحر الرائق مین فارسی مین قرات پڑھنے کے ساتھ قرآن کی روایت شاذ
کو ملحق کیا ہی یعنی روایت شاذ کا حکم بھی اسی تفصیل سے ہی جیسا فارسی قرات مین مذکور ہو لکن فی النہر الاوجہ انہ لا یفسد ولا یجزی کالتہجی لکن نہر الفائق
مین ہی کہ موجہ تر یہ ہی کہ روایت شاذ نماز کو فاسد نہین کرتی اور نہ قرات واجب سے کافی ہوتی ہی جیسا ہجے کر کے پڑھنا قرآن کا مثلاً یون کہنا
اَ لْ حَ مْ دُ لِ لّٰ ہِ کہ وہ بھی مفسد نہین اور نہ مقدار واجب کو کافی ہو ہم قرآن مجید کی روایات مشہور سات ہین اور ائمہ قرات دس
ہین تو متواتر روایتین دس تک ہو سکتی ہین پس جو روایت کہ ان دسون روایتون سے خالی ہوگی وہ شاذ ہی نہر الفائق مین کہا کہ وجہ اسکے مفسد
نہونے کی یہ ہی کہ روایت شاذ کے قرآن ہونے مین شک ہی تو شک سے نماز فاسد نہین ہوتی بخلاف فارسی کے کہ وہ ہرگز قرآن نہین کیونکہ عرف مین قرآن عربی

زبان ہی کو کہتے ہین و تجوز کتابۃ آیۃ او آیتین بالفارسیۃ لا اکثر اور درست ہو لکہنا ایک آیت یا دو آیتون کا فارسی مین نہ زیادہ کا طحطاوی نے حلبی سے
نقل کیا کہ اسکی وجہ یہ ہو کہ ایک یا دو آیت قلیل ہو اور قلیل معاف ہو نہ کثیر تو بدون ضرورت کے کثیر معاف نہوگا اور ضرورت کی صورت مین زیادہ کے
لکہنے مین بہی کچہ مضائقہ نہین ویکرہ کتب التفسیر تحتہ بہا اور یکرہ وہ ہی لکہنا قرآن کی تفسیر کا قرآن کے نیچے فارسی مین طحطاوی نے کہا کہ اسکی وجہ یہ ہو کہ کہنے
مین حکم ہو قرآن کے خالی رکہنے کا غیر قرآن سے اور فتح القدیر مین کافی سے منقول ہو کہ لکہنا قرآن کا اور تفسیر ہر حرف کی اور ترجمہ اسکے نیچے لکہنا جائز ہو اس سے
معلوم ہوا اگر کراہت سے تنزیہی کراہت مراد ہو اور فارسی کی کچہ قید نہین ہر زبان کا یہی حکم ہو تو مترجم کے نزدیک بہتر طریق یہ ہو کہ قرآن مجید متن مین اور ترجمہ
حاشیہ پر لکہے تاکہ اس کراہت سے بچے ولو شرع بمشوب بحاجتہ کتعوذ وبسملۃ وحوقلۃ و اللہم اغفر لی اور ذکر ہا عند الذبح لم یجز اور اگر نماز کو شروع کیا اُن لفظون سے
جو مخلوط ہین نمازی کی حاجت کے ساتہ تو شروع درست نہوگا جیسے اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم کہنا کہ یہ قائم مقام دعا کے ہو گویا کہ یہ کہا کہ الٰہی مجکو پناہ دے
شیطان سے اور جیسے بسم اللہ الرحمن الرحیم سے شروع کرنا کہ یہ بہی برکت کے واسطے ہو تو گویا یون کہا کہ الٰہی تو مہربانی سے برکت کر اور جیسے لا حول ولا قوۃ
الا باللہ سے شروع کرنا کہ واقع مین یہ بہی دعا ہو تو گویا یون کہیگا کہ الٰہی مجکو اپنی معصیت سے پہیر دے اور اپنی طاعت پر قوت دے کہ سوا تیرے اور کسیکو
یہ طاقت نہین اور جیسے اللہم اغفر لی کہنا کہ صریح دعا ہی مغفرت کی پس اِن سب سے نماز کا شروع جائز نہین یا ذکر کیا اللہم اغفر لی کو ذبح کے وقت تو ذبح
درست نہوگا بخلاف اللہم فقط فانہ یجوز فیہما فی الاصح کیا اللہ بخلاف صرف لفظ اللہم کے کہ شروع اور ذبح دونون مین جائز ہو صحیح تر قول مین مثل
یا اللہ کے کہ وہ بہی شروع اور ذبح مین درست ہو باتفاق شامی اور طحطاوی نے کہا کہ اصح کی قید سے اُن لوگون کا قول نکل گیا جو عدم صحت شروع اور
ذبح کے قائل ہین چنانچہ جوہرہ مین اس قول کی تصحیح کی ہو اور اللہم یعنی یا اللہ ہو ووضع الرجل یمینہ علی یسارہ تحت سرتہ آخذا رسغہا بخنصرہ
وابہامہ ہو المختار اور رکہے مرد یعنے بعد تحریمہ کے اپنا داہنا ہاتہ بائین پہنچے اپنی ناف کے پکڑنے والا بائین ہاتہ کی کلائی کو داہنی چہنگلی اور انگوٹہے
سے یہی مختار ہو یعنے چہنگلی اور انگوٹہے کا حلقہ کرکے بائین ہاتہ کی کلائی کو پکڑے اور باقی تین انگلیان اُسپر پہیلا دے اور بعضون نے کہا کہ خنصر اور
بنصر اور ابہام سے حلقہ کرے دو کو پہونچے پر رکہے مگر مختار اول طور ہو اور وجہ مختار ہونے کی یہ ہو کہ بعض احادیث مین ہاتہ کا رکہنا دوسرے ہاتہ پر مروی ہو
اور بعض مین پکڑنا تو اسطرح رکہنے مین دونون باتین حاصل ہین کذا فی الشامی بتصرف وتضع المرأۃ والخنثی الکف علی الکف تحت ثدیہا اور
رکہے عورت اور خنثی مشکل داہنی ہتہیلی کو بائین ہتہیلی پر اپنی دونون پستان کے نیچے شامی نے کہا کہ نہر کے بعض نسخون مین تحت ہو اور بعضون مین
علی یعنی پستان کے اوپر رکہے مگر بہتر تہا کہ یون کہتا کہ سینہ پر رکہے کہ اکثر فقہا نے سینہ پر رکہنا لکہا ہو نہ پستان پر ہم خنثی اُسکو کہتے ہین جسمین مرد اور عورت
دونون کی علامت ہو پس اگر مرد کی علامت کو قوت ہو گی تو اُسکو حکم مردون کا ہوگا اور اگر عورت کی علامت کو غلبہ ہوگا تو اُسکا حکم عورتون کا سا ہو اور
اگر کسی علامت کو غلبہ اور قوت نہو تو وہ خنثی مشکل ہو کما فرغ من التکبیر بلا ارسال فی الاصح ہاتہ رکہے بمجرد فارغ ہونے کے اللہ اکبر کہنے سے بدون ہاتہ
لٹکانے کے صحیح تر قول مین شامی نے کہا کہ ظاہر الروایت یہی ہو اور اُسکا مقابل نوادر مین امام محمد سے مروی ہو کہ ثنا پڑہنے کے وقت دونون ہاتہون
کو لٹکا رکہے جب سبحانک اللہم الخ سے فارغ ہو جاوے تو ہاتہ باندہ لے ہم کاف کما فرغ کا مبادرت کا کاف کہلاتا ہو وہو سنۃ قیام اور ہاتہون کا باندہنا سنت
ہو قیام کی یعنی شیخین کے نزدیک اور امام محمد کے نزدیک قرارت کی سنت ہو اسلیے ثنا مین اُنکے نزدیک ہاتہون کا لٹکانا اور اُنکو نہ باندہنا اُسوقت تک درست ہو
کہ قرارت شروع کرے ظاہرہ ان القاعد لا یضع ولم ارہ اور ہاتہون کے باندہنے کو سنت قیام ٹہہرانے سے ایسا ظاہر ہوتا ہو کہ بیٹہنے والا اپنے ہاتہ
باندہے اور مین نے اسکو مصرح نہین دیکہا ثم رایت فی مجمع الانہر المراد من القیام ما ہو الاعم لان القاعد یفعل کذلک پہر مین نے مجمع الانہر مین دیکہا
کہ مراد قیام سے وہ ہو جو عام ہو حقیقی اور حکمی سے اسلیے کہ بیٹہنے والا بہی ایسا ہی کرتا ہو یعنے ہاتہ وہ بہی باندہتا ہو تو معلوم ہوا کہ قیام خواہ حقیقی ہو یا

حکمی ہاتھوں کا باندھنا اسکی سنت ہی حکمی قیام جیسے نفل مین بیٹھنا اور فرضون مین عذر کی جہت سے بیٹھنا کہ بیٹھنا قائم مقام قیام کی ہی لہ قرار فیہ ذکر مسنون

فیضع حالۃ الثناء وفی القنوت وتکبیرات الجنازۃ ہاتھوں کا باندھنا اس قیام کی سنت ہی جسمین طول ہو اور اسمین کوئی ذکر مشروع ہو یعنی جسکے پڑھنے کا حکم

ہو خواہ وہ ذکر فرض ہو یا واجب یا سنت اس سے یہ نکلا کہ ہاتھ باندھے ثنا پڑھنے کے وقت اور قنوت کے اندر اور جنازہ کی تکبیروں مین کیونکہ ان قیامون

مین ذکر مشروع پایا جاتا ہی اسیطرح خطبہ پڑھنے کے وقت ہاتھ باندھنے چاہئیں کہ وہ بھی ذکر مشروع سے خالی نہین لا فی قیام بین رکوع وسجود

لعدم القرار ولا بین تکبیرات العیدین لعدم الذکر مالم یطل القیام فیضع سراج نہین ہی ہاتھ باندھنا رکوع اور سجدہ کے درمیان کے قیام مین بسبب زیادہ نہو

قیام کے یعنی اگرچہ قومہ مین ذکر مسنون موجود ہی کہ سمع اللہ لمن حمدہ ربنا ولک الحمد کہا جاتا ہی مگر چونکہ اس قیام مین طول نہین ہوتا ہاتھ باندھنا مسنون نہین اور نہ

مسنون عیدین کی تکبیروں مین ہاتھوں کا باندھنا بسبب نہ ہونے ذکر کے جبتک کہ قیام کو طول نہ دے اور اگر طول دے تو ہاتھ باندھ لے کذا فی السراج طحطاوی نے کہا تو

ظاہر ایسا معلوم ہوتا ہی کہ صلاۃ التسبیح کے قومہ مین ہاتھوں کا باندھنا مسنون ہو اسوجہ سے کہ اسمین طول اور ذکر مسنون دونون ہین ثم قرأ کما کبر سبحانک اللہم تارکا

وجل ثناءک الا فی الجنازۃ مقتصرا علیہ فلا یضم وجہت وجہی الا فی النافلۃ ولا تفسد بقولہ وانا اول المسلمین فی الاصح [illegible] سبحانک اللہم

وبحمدک وتبارک اسمک وتعالی جدک ولا الہ غیرک کا وجل ثناءک [illegible] وجل ثناءک [illegible] نماز جنازہ [illegible]

ہو درحالیکہ اکتفا کرنیوالا ہو اسی ثنا پر [illegible] وجہت وجہی [illegible] نفل [illegible] الا ثنا [illegible] ہی اور نماز فاسد نہین ہوتی

صحیح تر قول مین نمازی کے اس کہنے سے وانا اول المسلمین [illegible] سب مسلمانون کا [illegible] نماز [illegible]

وجہی پوری اسطرح ہی وجہت وجہی للذی فطر السموات والارض حنیفا وما انا من المشرکین ان صلاتی ونسکی ومحیای ومماتی للہ رب العالمین لا شریک لہ وبذلک امرت

وانا اول المسلمین [illegible] نفل نماز مین ثنا کے ساتھ ملا لے اور متاخرین نے [illegible] صحیح قول [illegible]

فاسد ہوجاتی ہی اسلیے کہ انا اول المسلمین اسکی طرف سے جھوٹ ہوتا ہی [illegible] نماز مین [illegible]

جھوٹ سمجھ کر نمازی اپنے حال کی خبر دیتا ہو اور اگر غرض صرف قصد تلاوت ہو تو جھوٹ کیسے ہوگا کذا فی الشامی [illegible] الامام فی القراءۃ سواء کان

مسبوقا او مدرکا وسواء کان الامام یجہر بالقراءۃ اولا فانہ لا یاتی بہ لما فی النہر عن الصغری ادرک الامام فی القیام یثنی مالم یبدأ بالقراءۃ [illegible]

اگر جب امام قرارت پڑھنے لگا ہو تو اسوقت مقتدی ثنا نہ پڑھے خواہ مقتدی نماز [illegible] امام کا [illegible] امام قرأت

پکار کر پڑھتا ہو یا نہین اسلیے کہ نہر الفائق میں صغری سے منقول ہی کہ امام کو مقتدی نے قیام مین پایا تو ثنا پڑھے جبتک کہ امام نے قرات شروع نکی ہو طحطاوی نے

حلبی سے نقل کیا کہ عبارت متن سے معلوم ہوتا کہ جب امام آہستہ پڑھنے کی صورت مین قراءت شروع کردے تب بھی ثنا کا پڑھنا جائز ہو اسلیے شارح نے

متن کی عبارت کو قول صحیح کیطرف پھیر دیا وقیل یثنی [illegible] اور بعضون نے کہا کہ امام کے آہستہ پڑھنے کی صورت مین ثنا پڑھے [illegible]

کی وجہ یہ بیان کی ہی کہ جب مقتدی سے امام کے پیچھے قراءت ساقط ہو گئی جو فرض تھی تو ثنا جو نفل ہی بطریق اولی ساقط ہونی چاہیے [illegible]

ان اکبر رأیہ انہ یدرکہ اتی بہ اور اگر امام کو رکوع یا سجدہ کرتے پایا تو اگر مقتدی کا گمان غالب ہو کہ ثنا پڑھکر امام سے مل جائیگا تو ثنا پڑھے طحطاوی نے شرنبلالی

سے نقل کیا کہ اگر امام کو رکوع مین پایا تو تحریمہ کہکر رکوع کرے اور ثنا کو ترک کرے اور اگر سجدہ مین پاوے تو بعد تحریمہ کے ثنا پڑھے اور سجدہ مین شریک ہو

اور یہی حال قعدہ کا ہی وکما استفتح تعوذ بلفظ اعوذ علی المذہب اور جیسے ہی کہ ثنا شروع کیے ثنا کی پڑھے شیطان سے پناہ مانگے اعوذ کے لفظ

بنا بر مذہب قوی کے یعنی اعوذ پڑھے بدون اس بات کے کہ ثنا مین اور اسمین تاخیر کرے یا کوئی اور چیز پڑھے اور اعوذ باللہ کے [illegible]

اگرچہ ہدایہ مین تعوذ لکھا ہی سر [illegible] الاستفتاح [illegible] کالثنا [illegible] آہستہ شارح نے کہا کہ سراً ثنا پڑھنے کی قید [illegible] دونون کو آہستہ پڑھے

تو یہ لفظ مثل تنازع کے ہوا یعنی جیسے دو فعل ایک اسم مین تنازع کرتے ہین فاعل اور مفعول ہونے مین ویسے لفظا سرا دونون تعوذ اور قراءت کے بعد
دونون کی قید واقع ہوا ہی تو تنازع کے مشابہ ہوا اور خود تنازع اسلیے نہ لکھا کہ تنازع مفعول لہ اور تمیز اور حال مین نہین ہوتا اور سرا یہان حال ہی یا مفعول مطلق فعل
محذوف کا القراءۃ فلو تذکرہ بعد الفاتحۃ ترکہ وقیل اگر الحمد پڑھ کر تعوذ بھول گیا تو اسکو ترک کرے اور قرات کے لیے اس سے یہ نکلا کہ اگر بعد الحمد کے تعوذ کا پڑھنا
یاد پڑا تو اسکو ترک کرے اور اگر الحمد کے پورا کرنے کے پیشتر یاد ہوا تو اعوذ پڑھ لے اور چاہیے یون کہ الحمد کو از سر نو پڑھے ذکر کیا ہی اسکو حلبی نے ہم شامی نے کہا کہ یہ مسئلہ
خلاصہ مین مذکور ہی حلبی نے اسکو بے موقع سمجھ لیا اسلیے ایسا لکھا ہی کیسے ہو سکتا ہی کہ قرات کو جو فرض ہی چھوڑ کر اعوذ پڑھے جو سنت ہی لیکن تحقیق اس باب مین یہ ہی جو
فقیہ ابو جعفر نے نوادر مین بیان کی ہی کہ اگر تکبیر کے بعد قرات شروع کر دی اور ثنا اور تعوذ کو بھول گیا تو انکو ترک کرے اسلیے کہ انکے پڑھنے کا موقع جاتا رہا ولا یتعوذ
التلمیذ اذا قرء علی استاذہ ذخیرہ ای لا یسن فاحفظہ اور اعوذ نہ پڑھے شاگرد جب اپنے استاد کے پاس سبق پڑھے کذا فی الذخیرہ یعنی اعوذ پڑھنا اسکو مسنون نہین
تو اسکو یاد رکھنا چاہیے یعنی چونکہ اعوذ پڑھنا قرات قرآن کے لیے مسنون ہی اسلیے اور عبادت کے پہلے پڑھنا مسنون نہوگا فیاتی بہ المسبوق عند قیامہ
لقضاء ما فاتہ لقراءۃ لا المقتدی لعدمہا پس اعوذ پڑھے مسبوق جس وقت کھڑا ہو اپنی باقی نماز پورا کرنے کو اعوذ پڑھے اسلیے کہ اسکو باقی نماز مین قرات
پڑھنی ہوگی نہ اعوذ پڑھے مقتدی بسبب نہ پڑھنے قرات کے ویؤخر الامام التعوذ عن تکبیرات العید لقراءتہ بعدہا اور امام اعوذ کو عید کی تکبیرون سے پیچھے
پڑھے بوجہ قرات پڑھنے کے بعد تکبیرون کے ہم طرفین کے نزدیک اعوذ قرات کا تابع ہی اور امام ابو یوسف کے نزدیک ثنا کا تابع ہی انکے نزدیک ثنا کے بعد پڑھنا چاہیے
اس صورت مین تکبیرون سے پہلے اعوذ پڑھنا ہوگا اور خلاصہ مین اسکو صحیح کہا ہی مگر قاضی خان اور ہدایہ و کافی وغیرہا کا مختار طرفین کا قول ہی اور شرنبلالیہ مین کہا کہ اسی کو ہم
لیتے ہین کذا فی الشامی و کالتعوذ سمی غیر المؤتم بلفظ البسملۃ لا مطلق الذکر کما فی ذبیحۃ و وضوء سرا فی اول کل رکعۃ ولو جہریۃ اور تعوذ پڑھنے کے غیر مقتدی
یعنے امام اور تنہا پڑھنے والا اللہ کا نام لے بلفظ بسم اللہ الرحمن الرحیم نہ مطلق ذکر جیسے ذبیحہ اور وضو مین مطلق ذکر کافی ہی خصوصیت بسم اللہ کی نہین بسم
کہے ہر رکعت کے شروع مین آہستہ سے اگرچہ رکعت جہری ہو ہم غیر مقتدی کی قید اسلیے لگائی کہ مقتدی قرات نہین پڑھتا اور ہر رکعت کے شروع مین اسلیے
بسم اللہ پڑھے کہ ہر رکعت نماز مستقل کی جگہ ہی اور جہری کی قید منیہ کے قول کے رد کرنے کے لیے ہی کہ بسم اللہ سری نماز مین پڑھے نہ جہری مین حالانکہ یہ قول غلط
ہی کذا فی الطحطاوی لا بین الفاتحۃ والسورۃ مطلقا ولو سریۃ ولا تکرہ اتفاقا نہین مسنون ہی بسم اللہ کہنا الحمد اور سورہ کے درمیان مین مطلق خواہ
پہلی رکعت ہو یا دوسری اگرچہ نماز سری ہو اور نہین مکروہ ہی بسم اللہ کہنا سورہ پر بالاتفاق ہم شامی نے کہا کہ یہ نہ مکروہ ہونگی یہ ہی کہ بعض کے نزدیک بسم اللہ
ہر سورہ کی آیت ہی تو بسم اللہ کہہ لینے سے شبہ خلاف جاتا رہیگا بلکہ ذخیرہ اور مجتبی مین تصریح کی کہ سورہ سے پیشتر اسکا کہہ لینا اچھا ہی و ما صححہ الزاہدی من وجوبہا
ضعفہ فی البحر اور زاہدی نے جو بسم اللہ کے واجب ہونے کی یعنے الحمد کے شروع مین تصحیح کی ہی اسکو بحر الرائق مین ضعیف کہا ہی اسوجہ سے کہ مخالف ظاہر مذہب کا ہی
جو متون اور شروح اور فتاوی مین مذکور ہی اور نہر الفائق مین کہا کہ حق یہ ہی کہ دونون قول مرجح ہین وہی آیۃ واحدۃ من القرآن کلہ انزلت للفصل بین السور
اور بسم اللہ ایک آیت ہی تمام قرآن مین سے اتری ہی سورتون مین جدائی کرنے کو شامی نے کہا کہ تو الحمد کے شروع مین تبرک کے لیے مذکور ہی فما فی النمل بعض آیۃ اجماعا
تو جو سورہ نمل مین بسم اللہ الرحمن الرحیم ہی وہ آیت کا ٹکڑا ہی بالاتفاق یعنے شروع آیت انہ من سلیمان سے ہی اور انتہا واتونی مسلمین پر ولیست من الفاتحۃ
ولا من کل سورۃ فی الاصح اور بسم اللہ الحمد کا جز نہین اور نہ ہر سورہ کا صحیح تر قول مین ہم شارح کو مناسب تھا کہ من الفاتحۃ کے بعد فی الاصح کو ذکر کرتا تاکہ حلوانی کے
قول کا رد ہوتا کہ اسنے لکھا ہی کہ اکثر مشائخ کے نزدیک بسم اللہ فاتحہ کا جز ہی اور ہر سورہ کا جز سوا سورہ توبہ کے تو امام شافعی فرماتے ہین تو انکے خلاف دفع کرنیکو
فی الاصح کہنا فقہا کا دستور نہین فتحرم علی الجنب ولم تجز الصلوۃ بہا احتیاطا پس ہم اللہ پڑھنا حرام ہی جنب کو اور اسیطرح حائض اور نفسا کو اور نہین جائز ہی صرف
بسم اللہ سے نماز احتیاط کی راہ سے ہم شامی نے کہا کہ احتیاطا دونون حکمون کی علت ہی یعنے چونکہ بسم اللہ بہ تواتر لکھے جانے کے قرآن مین اسکا جز معلوم ہوتی ہی ۱۱

اسلیے احتیاطاً اسکا پڑھنا جب کو حرام ہوا اور اسوجہ سے کہ امام مالک اسکو قرآن نہیں کہتے تو قرآن ہونا اسکا مشکوک ٹھہرا اسلیے احتیاطاً آمین ہوئی کہ
اس سے نماز جائز نہوگی کیونکہ فرضیت قرأت یقینی ہے وہ مشکوک چیز کے پڑھنے سے ادا نہوگی ولم یکفر جاحدہ بالشبہۃ اختلاف مالک فیہا اور بسم اللہ کا منکر
کافر نہیں اسوجہ سے کہ اسمیں امام مالک کے اختلاف کا شبہہ ہے یعنی اس شبہہ سے قطعی قرآن نہ رہا کہ اسکا منکر کافر ہوتا وکما سمی قرأ المصلی لو اماما او منفرداً
فاتحہ اور بسم اللہ پڑھتے ہی نمازی اگر امام یا اکیلا ہو تو فاتحہ پڑھے یعنی مقتدی ہو تو نہ پڑھے وقصر ابعدہا وجوبا سورۃ او ثلث آیات ولو کانت الآیۃ او
الایتان تعدل ثلث آیات قصار انتفت کراہۃ التحریم ذکرہ الحلبی ولا ینتفی التنزیہیۃ الا بالمسنون اور پڑھے بعد الحمد کے واجب ہونے کی راہ سے کوئی سورۃ
قرآن کی یا تین آیتیں اور اگر ایک آیت یا دو آیتیں برابر ہوں تین چھوٹی آیتوں کے تو کراہت تحریمی زائل ہو جائیگی ذکر کیا ہے اسکو حلبی نے اور کراہت
تنزیہی دور نہوگی اگر مسنون قرأت سے کم سورۃ کہنے سے اشارہ ہوا اسطرف کہ بعد فرضوں میں افضل ایک ہی سورۃ کا پڑھنا ہے اور اگر دو یا زیادہ پڑھیگا
تب بھی کراہت نہیں اور قرأت مسنون یہ ہے کہ فجر اور ظہر میں طوال مفصل پڑھے اور عصر اور عشا میں اوساط مفصل اور مغرب میں قصار مفصل کی [illegible]
وامّن بروزن [illegible] الامام اور آمین کہے الف کی مد کے ساتھ اور قصر کے ساتھ اور امالہ کے ساتھ ہم آمین بروزن [illegible] قصر کے ساتھ آمین
بروزن فرین ہے اور امالہ کے ساتھ امین بروزن [illegible] ان تینوں طرح سے کہنا جائز ہے [illegible] مع التشدید او حذفہا بل [illegible]
وہذا مما [illegible] اور نماز فاسد نہیں ہوتی مد الف سے تشدید میم کے ساتھ یا حذف یے کے ساتھ بلکہ فاسد ہوتی ہے قصر سے تشدید یا حذف کے ساتھ اور
مد سے دونوں کے ساتھ اور یہ وہ تنقیح ہے کہ اسمیں میں ہی تنہا ہوں اور کسی نے نہیں بیان کی ہم حاصل یہ ہے کہ آمین کی آٹھ صورتیں شارح نے بیان کی
پانچ سے نماز فاسد نہیں ہوتی اور تین سے فاسد ہو جاتی ہے جنسے نہیں ہوتی ان سے تین تو اوپر بیان کر دیں اب انکے وزن کے چوتھی صورت الف
کو مد کے ساتھ اور میم کو مشدد پڑھنا یعنی آمّین بروزن ضالین پانچویں صورت الف کو ممدود پڑھنا اور یے کو دور کر دینا جیسے آمن بروزن [illegible]
پانچوں صورتوں میں نماز فاسد نہوگی اسلیے کہ قرآن میں یہ الفاظ یعنی امین اور آمّین اور آمن موجود ہیں اور امالہ بھی جائز ہے اور تین صورتیں نماز
کی مفسد ہیں اول الف مقصور پڑھنا مع تشدید میم یعنی امّین دوسرے الف کو مقصور پڑھنا مع حذف یے یعنی امن تیسرے الف کو مد پڑھنا تشدید یا
حذف دونوں کے ساتھ یعنی آمّن یہ الفاظ قرآن میں نہیں ہیں اسلیے مفسد ہیں حلبی نے کہا کہ ایک صورت مفسد نماز اور رہگئی یعنی الف کو مقصور پڑھنا مع
تشدید یا اور حذف دونوں کے یعنی امّن تو اگر شارح یوں کہتا او بہ او بقصر معہما تو سب آجاتے الامام سراً کالماموم والمنفرد ولو فی السریۃ اذا سمعہ ولو من مثلہ
فی نحو جمعۃ وعید آمین کہے امام آہستہ مثل مقتدی اور تنہا پڑھنے والے کے اگرچہ مقتدی نماز سری میں ہو بشرطیکہ مقتدی امام کی آمین سنے گو خود جیسے مقتدی
سے یا بواسطہ سننے مثل جمعہ اور عیدین یعنی انبوہ کثیر کی جماعت میں امام کی آمین بلا واسطہ نہ سنے بلکہ دوسرے مقتدی سے سنے ہم امام مالک کے نزدیک
آمین صرف مقتدی کہے نہ امام اور امام شافعی کے نزدیک امام و مقتدی دونوں پکار کر کہیں اسلیے مصنف نے کہا کہ سب آمین آہستہ کہیں اور [illegible] کہا
مقتدی نماز سری میں آمین نہ کہے اگرچہ امام کی آمین سنے کذا فی الشامی وما حدیث اذا امّن الامام فامنوا فمن التعلیق بمعلوم الوجود فلا یتوقف علی سماعہ منہ
بل یحصل بتمام الفاتحۃ بدلیل اذا قال الامام ولا الضالین فقولوا آمین اور یہ جو صحیحین کی حدیث میں آیا ہے کہ جب امام آمین کہے تو آمین کہو کہ جسکا آمین کہنا
فرشتوں کے آمین کہنے سے موافق پڑیگا اسکے پیشتر کے گناہ بخشے جائینگے تو اسمیں مقتدیوں کا آمین کہنا امر معلوم الوجود پر معلق ہوا اسلیے امام سے سننے پر
موقوف نہ رہیگا بلکہ فاتحہ کے تمام ہونے پر حاصل ہوگا دوسری حدیث کی دلیل سے کہ جب امام ولا الضالین کہے تو تم آمین کہو کہ فرشتے آمین کہتے ہیں جسکی آمین
موافق ہوگی فرشتوں کی آمین سے اسکے پیشتر کے گناہ بخشے جائینگے اس حدیث کو عبد الرزاق اور نسائی اور ابن حبان نے روایت کیا ہے ہم یعنی صحیحین کی حدیث
سے بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ مقتدی امام سے سنکر آمین کہیں اور شارح کے بیان سے پایا جاتا ہے کہ دوسرے مقتدی سے سنکر آمین کہیں حالانکہ یہ حدیث کے

مخالف ہے تو شارح اسکا جواب دیتا ہے کہ حدیث میں آمین کہنے کو ایک شرط امام الوجود پر مشروط کیا ہے یعنی جگہ آمین کہنے کی مقرر کر دی ہے بدلیل دوسری حدیث
کہ جب امام ولا الضالین کہے تو آمین کہو اس سے یہ غرض ہے کہ جب امام کا تمام ہونا معلوم کرو تو آمین کہو پس آمین کہنا امام سے سننے پر موقوف نہیں بلکہ الحمد کی تمامی
معلوم کرنے پر ہے خواہ امام سے سنکر تمامی کا علم ہو یا مقتدی سے سنکر کذا فی الطحطاوی ملتقطا ثم کما فرغ یکبر مع الانحطاط للرکوع پھر قرأت سے فارغ ہوتے ہی رکوع
کے لیے اللہ اکبر کہے جھکنے کے ساتھ ہی یعنی مسنون ہے کہ جھکنا اور اللہ اکبر کہنا ایک ساتھ شروع ہوں ولا یکرہ وصل القراءۃ بتکبیرۃ الرکوع اور مکروہ نہیں قرأت کا ملا دینا
رکوع کے اللہ اکبر میں یعنی آخر حرف قرأت کو لام اللہ اکبر میں ملانا مکروہ نہیں مثلا سورہ انشرح کا خاتمہ فارغب ہے تو اگر اسکی ب کو اللہ اکبر میں زیر سے ملا کر پڑھے گا تو کچھ
نہ ہوگا علامہ شامی نے تاتارخانیہ سے اس باب میں تفصیل ذکر کی ہے کہ اگر آخر سورہ میں ثنا ہو مثلا کبرہ تکبیرا تو ایسی صورت میں ملانا بہتر ہے اور جو ایسا نہ ہو تو بہتر یہ ہے
کہ ٹھیر کر اسکو ملانا بہتر نہیں ولو بقی حرف او کلمۃ فاتمہ حالۃ الانحناء لا باس بہ عند البعض بنیۃ المصلی اور اگر قرأت میں سے کوئی حرف یا کلمہ باقی رہا اور اسکو جھکنے
کی حالت میں پورا کیا تو بعض کے نزدیک کچھ مضائقہ نہیں کذا فی منیۃ المصلی شامی نے کہا کہ یہ قول ضعیف ہے اور معتمد یہی ہے کہ سب قرأت کو پوری کرکے رکوع کرے
ویضع یدیہ معتمدا بہما علی رکبتیہ ویفرج اصابعہ للتمکن اور اپنے دونوں ہاتھوں کو دونوں زانو پر سہارا دے کر رکھے اور ہاتھوں کی انگلیوں کو کھلا رکھے تاکہ
یعنی تاکہ گھٹنوں کو اچھی طرح پکڑ سکے طحطاوی نے کہا کہ ہاتھوں کا رکھنا اور گھٹنوں کا پکڑنا اور انگلیوں کا کشادہ رکھنا سنت ہے دلیل ان کی بعض کتابوں میں ہے
ویبسط ظہرہ ویسوی ظہرہ بعجزہ غیر رافع ولا منکس راسہ اور سنتوں میں سے ہے رکوع میں اپنے دونوں گھٹنوں کا ملانا اور دونوں پنڈلیوں کا سیدھا کھڑا کرنا
اور اپنی پشت کا پھیلانا اور پشت کو سرین کے برابر رکھنا بدون سر کے ابھارنے یا نیچے ڈالنے کے یعنی سر کو پیٹھ کے برابر رکھے نہ اونچا نہ نیچا شامی نے کہا
کہ پنڈلیوں کو کمان کی طرح کرنا جیسے اکثر عوام کرتے ہیں مکروہ ہے اور شارح کو مناسب تھا کہ لفظ ایضا کو تسبیح کے پیشتر لاتا تاکہ وضع اور رانوں کے پکڑنے وغیرہ سنتوں
کو شامل ہوتا اور یہ سنتیں مردوں کے حق میں ہیں اور عورتیں رکوع میں تھوڑا جھکیں اور انگلیاں نہ پھیلاویں بلکہ ملی رکھیں اور ہاتھ گھٹنوں پر رکھیں
یعنی پکڑنا انکو مسنون نہیں اور اپنے گھٹنوں کو جھکا لیں اور بازوؤں کو علیحدہ نہ کریں ویسبح فیہ واقلہ ثلثا فلو ترکہ او نقصہ کرہ تنزیہا اور رکوع میں تسبیح کہے اور
کم سے کم تسبیح تین بار ہے پس اگر تسبیح کو ترک کریگا یا کم کریگا تو مکروہ تنزیہی ہوگا مگر امام احمد کے نزدیک ایک بار تسبیح واجب ہے اور چاہیے کہ جو حنفی ہو وہ اس کی طرف مائل ہو اور تسبیح
ضرور کہنی چاہیے تاکہ اختلاف سے بچا رہے وکرہ تحریما اطالۃ رکوع او قراءۃ لادراک الجائی ای ان عرفہ والا فلا باس بہ اور مکروہ تحریمی ہے رکوع یا قرأت
کا دراز کرنا اس غرض سے کہ آنیوالا نماز میں ملجاوے یعنی اگر امام اسکو پہچان کر طول دے تو مکروہ ہوگا ورنہ کچھ مضائقہ نہیں شامی نے کہا کہ اس صورت میں طول اسلئے
ہے کہ دوسرے مقتدیوں پر بار ہو اور لفظ لا باس سے معلوم ہوا کہ طول نہ دینا افضل ہے ولو اراد التقرب الی اللہ تعالی لم یکرہ اتفاقا لکنہ نادر وتسمی مسئلۃ الریاء فیجتنبہ
التحرز عنہا اور اگر امام نے طول قرأت یا رکوع سے صرف اللہ تعالی کا تقرب ارادہ کیا نہ آنیوالے کا ملنا تو مکروہ نہ ہوگا بالاتفاق مگر خاص تقرب الہی کی
نیت ہونی کمیاب ہے اور یہ مسئلہ بھی مسئلہ ریا ہے تو اس سے احتراز چاہیے واعلم ان مما یتفرع علی لزوم المتابعۃ فی الارکان انہ لو رفع الامام راسہ من الرکوع
والسجود قبل ان یتم الماموم التسبیحات الثلاث وجب متابعتہ وکذا عکسہ فیعود ولا یصیر ذلک تکرارا اور جاننا کہ ارکان میں امام کی پیروی لازم
ہونے پر یہ مسئلہ مبنی ہے کہ اگر امام نے اپنا سر رکوع یا سجدہ سے اٹھایا پیشتر اس سے کہ مقتدی تین بار تسبیح پوری کرے تو مقتدی کو امام کی متابعت واجب ہے یعنی
جسقدر تسبیح رہ گئی ہو اسکو ترک کرکے امام کے ساتھ ہی سر اٹھالے اور اسی طرح حکم ہے اسکے عکس کا یعنی اگر مقتدی نے امام کی تسبیحیں پوری ہونے سے پیشتر سر
اٹھالیا مثلا رکوع سے تو متابعت امام کی واجب ہوئی پھر سے رکوع میں چلا جاوے اگر نہ جائیگا تو مکروہ تحریمی کا مرتکب ہوگا اور یہ دوبارہ رکوع نہ ہوگا کیونکہ دوبارہ کا
رکوع پہلے کی تکمیل کے لیے ہے نہ جداگانہ مستقل کذا فی الحلبی بخلاف سلامہ او قیامہ لثالثۃ قبل اتمام المؤتم التشہد فانہ لا یتابعہ بل یتمہ لوجوبہ ولو لم یتم جاز
بخلاف امام کے سلام پھیرنے اور تیسری رکعت کے لیے اٹھنے کے پیشتر مقتدی کی التحیات پوری کرنے کے کہ مقتدی متابعت امام کی نہ کرے بلکہ التحیات کو

تمام کرے کیونکہ واجب ہوئے التحیات سے اور اگر التحیات پوری نہ کریگا اور امام کے ساتھ سلام پھیر دیگا یا تیسری رکعت کے لیے کھڑا ہوگا تو جائز ہوگا اور یہ حکم
اُن جیسے التحیات واجب ہے متابعت بھی واجب ہے تو ایک واجب کو ترک کر کے دوسرے کا کرنا بلا کراہت درست ہوگا کذا فی الطحطاوی مگر حلبی نے کہا کہ نماز درست ہوگی
کراہت تحریمی کے ساتھ کیونکہ التحیات کے پورا کرنے سے متابعت بالکل بجا نہ لگی بلکہ اس میں تاخیر واقع ہوگی اور متابعت کرنے سے التحیات کا بقیہ فوت
ہو جائیگا اور پوری تقریر شامی میں ہے والو سلّم والمؤتم فی ادعیۃ التشہد تابعہ لانہا سنۃ والناس عنہا غافلون اور اگر امام سلام پھیرے اور مقتدی تشہد کی
دعائیں پڑھتا ہو تو امام کی متابعت کرے کیونکہ وہ مسنون ہیں واجب نہیں کہ انکا پورا کرنا ضرور ہو اور لوگ اس امر سے غافل ہیں یعنی دعائیں
پڑھتے چلے جاتے ہیں امام کے ساتھ سلام نہیں پھیرتے سنت کے لیے واجب میں تاخیر کرتے ہیں شامی نے کہا کہ دعاؤں میں درود وغیرہ داخل ہے [illegible]
میں رکوع و سجدہ [illegible] پھر رکوع سے اپنا سر اٹھاوے سمع اللہ لمن حمدہ کہتا ہوا یعنی سر اٹھانے کے ساتھ ہی یہ الفاظ شروع کرے [illegible]
[illegible] الا انقضاء [illegible] اگر [illegible] امام [illegible]
[illegible] فاسد ہوگی [illegible]
[illegible] سجدہ کی [illegible]
[illegible] کذا فی الشامی [illegible] قال الامام [illegible] التحمید [illegible]
حمدہ پر امام [illegible] ربنا ولک الحمد آہستہ سے [illegible] ربنا ولک [illegible]
میں وارد ہوا ہے کہ جب امام سمع اللہ لمن حمدہ کہے تو تم ربنا ولک الحمد کہو [illegible] اللہم ربنا ولک الحمد [illegible]
ربنا ولک الحمد [illegible] حذف کرنا واو کا یعنی اللہم ربنا لک الحمد [illegible] حذف کرنا اللہم کا بدون حذف واو کے یعنی ربنا ولک الحمد شامی نے کہا [illegible]
حدیث [illegible] کہ اللہم اور واو دونوں محذوف ہوں یعنی ربنا لک الحمد اور واو میں اختلاف ہے بعض زائدہ کہتے ہیں [illegible]
[illegible] اور ان دونوں کو جمع کرے اگر تنہا پڑھتا ہو [illegible] سمع اللہ لمن حمدہ [illegible]
[illegible] اور واجب اور فرض اور کھڑا ہو [illegible] پیشتر گذر چکی ہے کہ یہ قیام سنت ہے یا واجب یا فرض [illegible]
واجب ہے [illegible] اختیار کمال الدین صاحب فتح القدیر کا [illegible] اور فرض ہے بقول امام ابو یوسف [illegible] کذا فی الطحطاوی [illegible]
من الارض ثم یدیہ الا لعذر ثم وجہہ مقدما الانف [illegible] للقبلۃ [illegible]
سجدہ کرے اس طرح کہ اپنے دونوں گھٹنے زمین پر اول رکھے کیونکہ زمین سے قریب وہی ہیں پھر اپنے دونوں ہاتھ رکھے مگر کسی عذر سے اگر [illegible] تو
مضائقہ نہیں پھر اپنا منہ یعنی پیشانی رکھے اس طرح کہ پہلے ناک ہی اسی دلیل سے کہ گذری یعنی ناک بہ نسبت پیشانی کے زمین سے قریب ہے [illegible] دونوں
ہتھیلیوں کے بیچ میں ایسے طور پر کہ انگوٹھے کانوں کی لو کے برابر ہو جائیں [illegible] رکعت [illegible] اول [illegible] شروع [illegible]
تحریمہ کے وقت سر دونوں ہتھیلیوں کے بیچ میں تھا آخر میں بھی ویسا ہی ہو جاوے اور دوسری تیسری وغیرہ رکعتوں کو اول پر قیاس کر لیا [illegible]
اور اپنے ہاتھوں کی انگلیوں کو ملی رکھے تاکہ سب قبلہ کی طرف متوجہ رہیں [illegible] اور عکس کرے سجدہ سے اٹھنے میں یعنی سجدہ سے سر اٹھائے پہلے پیشانی
اٹھاوے پھر ناک پھر ہاتھ پھر گھٹنے وسجد بانفہ ای علی ما صلب منہ وجبہتہ [illegible]
کرے اپنی ناک سے یعنی ناک کے اس مقام سے کہ سخت ہے [illegible] بحر الرائق سے نقل کیا کہ اگر ناک کے نرم مقام پر سجدہ میں اکتفا کریگا تو جائز نہ ہوگا [illegible]
اور سجدہ کرے اپنی پیشانی سے پیشانی کی حد طول میں ایک کنپٹی سے دوسری تک اور عرض میں دونوں بھوؤں سے لیکر کھوپڑی تک اور بعضوں نے [illegible]

پیشانی کی پلکنی ہو کہ بھؤون سے اوپر ہے سر کے بال جمنے تک ہی اور یہ حد وضع تر ہی کذا فی الشامی ووضع اکثرہا واجب وقیل فرض کبعضہا وان قل اور رکھنا
اکثر پیشانی کا سجدہ مین واجب ہی اور بعضون نے کہا فرض ہی جیسے بعض پیشانی کا رکھنا فرض ہی اگرچہ قلیل ہو م اسمین اختلاف ہی کہ سجدہ مین اکثر پیشانی کا
رکھنا فرض ہی یا کسیقدر کا اور راجح دوسرا قول ہی مگر اکثر پیشانی کا رکھنا واجب ہی مواظبت کی وجہ سے کذا فی البحر اور معراج مین ہی کہ پیشانی کی سب اطراف کا
رکھنا شرط نہین بالاجماع تو اگر بعض اطراف پر اکتفا کریگا گو قلیل ہو تو سجدہ جائز ہوگا کذا فی الشامی وکرہ اقتصارہ فی السجود علی احدہما ومنعا الاکتفاء
بالانف بلا عذر والیہ صح رجوعہ وعلیہ الفتوی کما حررناہ فی شرح الملتقی اور مکروہ تحریمی ہی اکتفا کرنا سجدہ مین پیشانی اور ناک مین سے ایک پر اور صاحبین نے
منع کیا ہی ناک پر اکتفا کرنیکو بدون عذر کے اور صاحبین کے قول کی طرف صحیح ہوا ہی رجوع کرنا امام کا اور اسی پر فتوی ہی کہ صرف ناک پر سجدہ کرنے سے سجدہ ادا
نہوگا چنانچہ ہمنے شرح ملتقی مین اسکی تنقیح کی ہی وفیہ یفترض وضع اصابع القدم ولو واحدۃ نحو القبلۃ والا لم تجز والناس عنہ غافلون اور شرح ملتقی مین ہی کہ
فرض ہی پانون کی انگلیون کا رکھنا اگرچہ ایک ہی ہو قبلہ کیطرف ورنہ سجدہ درست نہوگا اور لوگ اس سے غافل ہین م شامی نے سراج سے نقل کیا کہ اگر سجدہ
مین دونون پانون زمین سے اٹھ جائینگے تو سجدہ درست نہوگا اور اگر ایک اٹھ جائیگا تو درست ہو جائیگا اور اسی پر فتوی ہی اور برجندی اور قہستانی
مین ہی کہ قبلہ رخ رکھنا پانون کی انگلیون کا سنت ہی اور اس سنت کا ترک مکروہ ہی کما یکرہ تنزیہا بکور عمامتہ الا لعذر وان صح عندنا بشرط کونہ علی
جبہتہ کلہا او بعضہا کما مر جیسے مکروہ تنزیہی ہی سجدہ کرنا اپنی پگڑی کے پیچ پر بدون کسی عذر کے اگرچہ ہمارے نزدیک درست ہی بشرطیکہ پیچ ساری پیشانی
پر ہو یا تھوڑی پر چنانچہ گذر گیا کہ سجدہ بعض پیشانی پر فرض ہی یعنے اگر پیچ ڈھلک کر ماتھے پر آگیا ہوگا تو اسپر سجدہ کرنا مکروہ تنزیہی ہی نہ یہ کہ سر پر پیچ
پر ہو اسلیے کہ اسپر تو سجدہ درست نہین چنانچہ مصنف بیان کرتا ہی اما اذا کان الکور علی راسہ فقط وسجد علیہ مقتصرا ای ولم تصب الارض جبہتہ ولا
انفہ علی القول بہ لا یصح لعدم السجود علی محلہ اور جس صورت مین کہ پیچ صرف نمازی کے سر پر ہو اور سجدہ کرے اسپر اکتفا کرکے یعنے زمین کو نہ اسکی پیشانی
لگے اور نہ ناک اس قول کے بموجب کہ ناک پر اکتفا درست ہی سجدہ درست نہوگا بسبب نہونے سجدہ کے اپنے مقام پر یعنی محل سجدہ ناک اور ماتھا ہی
تو جب یہ دونون یا ایک زمین پر نہ لگے تو سجدہ جائز نہوا ویشترط طہارۃ المکان وان یجد حجم الارض والناس عنہ غافلون اور پیچ پر سجدہ کرنے مین
شرط ہی کہ سجدہ کی جگہ پاک ہو اور یہ کہ پیچ کے نیچے سے زمین کی سختی نمازی کو معلوم ہوتی ہو اور لوگ اس شرط سے غافل ہین م شامی نے کہا کہ
زمین کے حجم معلوم ہونے سے یہ مراد ہی کہ اگر نمازی سجدہ مین زور کرے تو سر زیادہ نیچے کو نہو ولو سجد علی کمہ او فاضل ثوبہ صح لو المکان المبسوط
علیہ ذلک طاہرا والا لا لم یعد سجودہ علی طاہر فیصح اتفاقا اور اگر سجدہ کرے اپنی آستین پر یا بچے ہوئے کپڑے پر تو درست ہوگا بشرطیکہ جس جگہ
آستین یا بچا ہوا کپڑا پھیلا ہی وہ پاک ہو اور اگر وہ جگہ پاک نہوگی تو سجدہ درست نہوگا جبتک کہ دوبارہ پاک جگہ پر سجدہ نکرے اور پاک جگہ پر سجدہ
دوبارہ کرنے سے بالاتفاق درست ہو جائیگا طحطاوی نے کہا کہ شارح مفسدات نماز مین ذکر کریگا کہ ناپاک جگہ مین سجدہ کرنا نماز کا مفسد ہی گو دوبارہ
پاک جگہ پر کرلے تو یہ بیان اسکے مخالف ہی اور یہ جو فرق کیا گیا ہی کہ یہان سجدہ کی جگہ مین آڑ ہی اور وہان بدون حائل کے سجدہ ہی تو یہ وجہ بعید ہی
وکذا حکم کل متصل ولو بعضہ کفہ فی الاصح وفخذہ لو بعذر لا رکبتیہ لکن صحح الحلبی انہا کفخذہ اور اسی طرح حکم ہی ہر چیز کا جو نمازی سے ملی ہو یعنی
اسپر سجدہ صحیح ہی بشرطیکہ اسکے نیچے کی جگہ پاک ہو اگرچہ متصل چیز نمازی کا جز ہو مثل اسکی ہتھیلی صحیح تر قول مین اور اسکی ران اگر کسی
عذر سے ران پر سجدہ کرے مثلاً پشت کے درد کی وجہ سے نہین صحیح ہی سجدہ زانو پر لیکن حلبی نے تصحیح کی ہی کہ گھٹنا بھی مثل ران کے
ہی یعنے عذر سے اسپر سجدہ درست ہی اور بلا عذر دونون پر درست نہین کذا فی الطحطاوی وکرہ بسط ذلک ان لم یکن ثمہ تراب او حصاۃ او
حر او برد فلا باس برفع اور مکروہ ہی بچھانا آستین وغیرہ متصل چیز کا سجدہ کے لیے اگر سجدہ کی جگہ مٹی یا کنکر یا گرمی یا سردی نہو اسلیے کہ یہ فعل تکبر ہی

شامی نے کہا اگر بقصد تکبر بچھایگا تو کراہت تحریمی ہوگا والا یکن ترفعا فالظاہر انہ لا باس بہ فیکرہ تنزیہا وان خاف کان مباحًا اور اگر بچھانا
بقصد تکبر نہو تو اگر مٹی یا کنکر وغیرہ کی ایذا سے نہ ڈرے تو کچھ مضائقہ نہیں اور اس صورت میں بچھانا مکروہ تنزیہی ہوگا اور اگر ایذا سے خوف
کرے تو مباح ہوگا وفی الزیلعی ان رفع التراب عن وجہہ کرہ وعن عمامتہ لا اور زیلعی میں ہے کہ اگر بچھانا واسطے دور کرنے مٹی کے ہو اپنے چہرہ سے
تو مکروہ ہے اسلیے کہ علامت تکبر کی ہے اور اگر اپنے عمامہ سے خاک دور کرنے کو ہو تو مکروہ نہیں کہ مال کی حفاظت ہے وصحح الحلبی عدم کراہۃ بسط الخرقۃ اور
حلبی نے تصحیح کی ہے کہ نہ مکروہ ہونے کپڑا بچھانے کی سجدہ کے لیے ہم یعنی اس دلیل سے کہ حدیث صحیح میں آچکا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے
ایک چھوٹا بوریا خرما کا ساتھ رہتا تھا جسپر آپ سجدہ کرتے تھے اور امام غزالی سے مروی ہے کہ جب وہ مسجد حرام میں آئے تو کپڑے پر سجدہ کیا ایک شخص نے انکو منع
کیا امام نے پوچھا کہ تو کہاں کا ہے اسنے کہا کہ خوارزم کا آپ نے فرمایا کہ کیا تم مجھی سے سیکھتے ہو اور نہیں کہ سکا [illegible]
کہ پڑھتے تو ہیں آپ نے فرمایا کہ اس پر سجدہ جائز بتلاتے ہو اور خرقہ پر نا جائز غرضکہ زمین پر اگنے والی چیز پر سجدہ میں بالاجماع کراہت نہیں ہے نمازی
کے لیے سنت ہے [illegible] اور اگر نماز کے لیے قبا کو بچھا دے تو [illegible] آستینوں کو اپنے پاؤں
کے نیچے کرے اور [illegible] اسلیے کہ یہ فعل تواضع سے زیادہ قریب ہے اور نیز شیطان کا خلاف بھی ہے کہ وہ اکثر دامن کی بنا [illegible]
ذالا کرتا ہے کذا فی الطحطاوی وان سجد للزحام علی ظہر مصل صلوتہ جاز [illegible] اور اگر بھیڑ کے سبب سے
سجدہ کرے پشت پر پڑھنے والے اسکی نماز کے یعنی جس نماز کو وہ خود پڑھ رہا ہے اسی کے پڑھنے والے کی پشت پر سجدہ کرے تو درست ہوگا ضرورت کی وجہ
سے شامی نے کہا کہ پشت کی قید احترازی ہے یا نہیں اسکا حکم میں نے نہیں دیکھا الطحطاوی نے کہا قہستانی سے منقول آگے آتا ہے کہ سجدہ عذر ازدحام کے
باعث رانوں پر درست ہے یعنی تو قید مذکور اتفاقی ہے وان لم یصلہا بل صلی غیرہا او لم یصل اصلا او کان فرجۃ لا اور اگر وہ دوسرا شخص وہی نماز نہ پڑھتا ہو
بلکہ اسکے سوا دوسری پڑھتا ہو یا سرے سے نمازی نہ پڑھتا ہو یا فرجہ ہو یعنی ازدحام بہت ہے مگر نمازی کے سامنے کشادگی سجدہ کے لیے موجود ہے تو ان صورتوں
میں دوسرے شخص کی پشت پر سجدہ صحیح نہوگا وشرط فی الکفایۃ کون رکبتی الساجد علی الارض وشرط فی المجتبی سجود المسجود علیہ علی الارض فالشروط خمسۃ اور شرط
کیا ہے کفایہ میں سجدہ کرنے والے کے دونوں گھٹنوں کا ہونا زمین پر اور مجتبیٰ میں شرط کیا ہے سجدہ کرنا اس شخص کا زمین پر جسپر سجدہ کیا جاے تو کل شرطیں
جواز سجدہ کی پانچ ہوئیں یعنی اول انبوہ کثیر ہونا کہ فرصت سجدہ کے لیے نہو دوئم سجدہ دوسرے نمازی کی پشت پر ہونا سوئم سجدہ کرنے والے اور سجدہ کیے گئے کا
ایک نماز میں شریک ہونا چوتھے سجدہ کرنے والے کے گھٹنوں کا زمین پر ہونا پانچویں مسجود علیہ کا سجدہ زمین پر ہونا لکن نقل القہستانی الجواز ولو الثانی
علی ظہر الثالث وعلی ظہر غیر المصلی بل علی ظہر کل ماکول بل علی غیر الظہر کالفخذین للضرورۃ لیکن قہستانی نے جواز سجدہ کا نقل کیا ہے گو دوسرا شخص تیسرے کی
پشت پر سجدہ کرے اور اگرچہ نماز نہ پڑھنے والے کی پشت پر کرے بلکہ ہر ماکول کی پشت پر سجدہ کا جواز بلکہ پشت کے سوا اور چیز پر مثلا اپنی دونوں رانوں پر
عذر انبوہ کی جہت سے جواز نقل کیا ہے غرضکہ قہستانی کے نزدیک سجدہ اونچی جگہ پر کرنے والے کے لیے صرف کثرت ازدحام شرط ہے اور قہستانی نے جلابی سے
نقل کیا ہے کہ مستحب یہ ہے کہ نماز میں تاخیر کرے یہانتک کہ ازدحام کم ہو مگر یہ اس صورت میں ممکن ہے کہ نماز جماعت نہو ولو کان موضع سجودہ ارفع من موضع
القدمین بمقدار لبنتین منصوبتین جاز سجودہ وان اکثر لا الا لزحمۃ کما مر اور اگر نمازی کے سجدہ کی جگہ قدموں کی جگہ کی نسبت کھڑی دو اینٹوں کی
برابر اونچی ہو تو اسکا سجدہ درست ہوگا اور اگر اس قدر سے سجدہ کی جگہ زیادہ بلند ہوگی تو سجدہ درست نہوگا مگر انبوہ کے باعث سے جیسا کہ مذکور ہوا کہ
انبوہ کی حالت میں پشت پر سجدہ درست ہے حالانکہ پشت دو اینٹوں کی بلندی سے زیادہ اونچی ہوتی ہے والمراد لبنۃ بخارا وہی ربع ذراع عرضہ
ستۃ اصابع فمقدار ارتفاعہما نصف ذراع ثنتا عشرۃ اصبعا ذکرہ الحلبی اور اینٹ سے مراد بخارا کی اینٹ ہے جس کی چوڑائی ایک ہاتھ کی چوتھائی [illegible]

انگشت ہوتی ہے تو مقدار دونوں کی اونچائی کی نصف ہاتھ ہوا یعنی بارہ انگشت ذکر کیا ہے اسکو حلبی نے تو یہ بلندی ایک بالشت کی ہوتی ہے متوسط
ہاتھ سے ویظہر عضدیہ فی غیر زحمۃ ویباعد بطنہ عن فخذیہ لیظہر کل عضو بنفسہ بخلاف الصفوف فان المقصود اتحاد ہم حتی کانہم جسد واحد اور
ظاہر کرے اپنے دونوں بازوں کو بدون ازدحام ہونے کی صورت میں اور دور رکھے اپنے پیٹ کو دونوں زانوؤں سے تاکہ ہر عضو خود بخود ظاہر ہو جائے
بخلاف ایک کو دوسرے پر سہارا نہ دینے کے بخلاف صفوں کے کہ انکا اندرا اپنے بازو چھپا کر رکھے حلبی نے کہا ہے اسلئے کہ مقصود صفوں سے سب لوگوں کا ایک
ہو جانا ہے یہانتک کہ گویا ایک ہی جسم ہیں اور یہ مقصود بازوں کے ملے رہنے سے خوب حاصل ہوتا ہے ویستقبل باطراف اصابع رجلیہ القبلۃ وکرہ
ان لم یفعل ذلک اور متوجہ کرے اپنے پاؤں کی انگلیوں کے سروں کو قبلہ کی طرف اور مکروہ تنزیہی ہے اگر قبلہ رخ نہ کریگا اسلئے کہ قبلہ رخ کرنا سنت ہے
کذا فی الشامی کما یکرہ لو وضع قدما ورفع اخری بلا عذر جیسے مکروہ ہے اگر ایک پاؤں کو رکھا اور دوسرے کو بدون عذر اٹھالیا امام طحطاوی نے کہا کہ
ظاہر یہ ہے کہ کراہت تحریمی ہے اسلئے کہ یہ فعل عبث اور لغو ہے تو اسکا کرنا مکروہ تحریمی ہوگا ویسبح فیہ ثلثا اقلہا اور تسبیح پڑھے یعنی سبحان ربی الاعلی کے
سجدہ میں تین بار جیسا کہ پہلے اوپر گذرا رکوع کے بیان میں کہ اگر بالکل تسبیح کو ترک کریگا یا تین بار سے کم کہیگا تو مکروہ تنزیہی ہوگا والمرأۃ تنخفض فلا تبدی
عضدیہا وتلصق بطنہا بفخذیہا لانہ استر وحررنا فی الخزائن انہا تخالف الرجل فی خمسۃ وعشرین اور عورت سجدہ میں پست ہو یعنی اپنے
بازوؤں کو ظاہر نکرے اور اپنے پیٹ کو اپنی رانوں سے ملا رکھے اسلئے کہ یہ امر اسکے لیے زیادہ پردہ کا ہے اور ہمنے خزائن الاسرار میں لکھا ہے کہ عورت
مرد کے مخالف ہے پچیس باتوں میں ہم شامی میں ان مواضع کو خزائن سے مع اپنی تحقیق کے اسطرح ضبط کیا ہے ۱ عورت تحریمہ میں ہاتھ اٹھاوے
اپنے شانوں کے برابر ۲ ہاتھ آستینوں سے باہر نہ نکالے ۳ داہنے ہاتھ کی ہتھیلی دوسری ہتھیلی پر رکھے ۴ ہاتھ پستان کے نیچے باندھے ۵
رکوع میں تھوڑا جھکے ۶ رکوع میں ہاتھوں پر سہارا نہ دے ۷ رکوع میں ہاتھوں کی انگلیوں کو نہ پھیلاوے بلکہ ملی رکھے ۸ رکوع میں ہاتھ گھٹنوں پر رکھے
انکو پکڑے نہیں ۹ اپنے گھٹنوں کو رکوع میں جھکا لے ۱۰ رکوع میں سمٹی رہے ۱۱ سجدہ میں اپنی بغلیں نہ کھولے یعنی اسمیں بھی سمٹی رہے ۱۲ سجدہ میں
اپنے دونوں ہاتھ بچھاوے ۱۳ التحیات میں دونوں پاؤں داہنی طرف کو نکالکر سرین پر بیٹھے ۱۴ التحیات میں ہاتھوں کی انگلیاں ملی رکھے ۱۵ جب کوئی
امر نماز میں پیش آوے تو تالی بجاوے یعنی مردوں کی طرح سبحان اللہ نہ کہے ۱۶ مردوں کی امامت نہ کرے ۱۷ عورتوں کی جماعت مکروہ ہے ۱۸ عورتوں کی جماعت میں
امام عورت بیچ میں کھڑی ہو نہ آگے بڑھکر ۱۹ مکروہ ہے اسکا حاضر ہونا جماعت میں ۲۰ مردوں کے ساتھ میں عورت پیچھے کھڑی ہو ۲۱ عورت پر جمعہ فرض
نہیں لیکن اگر پڑھ لیگی تو صحیح ہو جائیگا ۲۲ عورت پر عید کی نماز واجب نہیں ۲۳ عورت پر ایام تشریق میں نمازوں کے بعد تکبیر واجب نہیں ۲۴ عورت
کو مستحب نہیں کہ نماز فجر خوب اُجالا ہونے کے بعد پڑھے ۲۵ نماز جہری میں پکار کر نہ پڑھے بلکہ جن لوگوں کے نزدیک عورت کی آواز داخل ستر ہے انکے
نزدیک نماز فاسد ہو جائیگی اور بحر الرائق میں ذکر کیا ہے کہ عورت پاؤں کی انگلیوں کو سجدہ میں کھڑی نہ رکھے طحطاوی نے دو باتیں اور زیادہ
کی ہیں کہ عورت اذان نہ دے نہ مسجد میں اعتکاف کرے اور یہ مخالفت عورتوں کی مردوں سے صرف نماز میں ہے ورنہ عورت بہت سے مسائل
میں مردوں سے علحدہ ہے جنکا بیان اشباہ کے احکامات میں ہے ثم یرفع رأسہ مکبرا ویکفی فیہ مع الکراہۃ ادنی ما یطلق علیہ اسم الرفع
کما صححہ فی المحیط لتعلق الرکنیۃ بالادنی کسائر الارکان پھر نمازی سجدہ سے اپنا سر اٹھاوے اللہ اکبر کہتا ہوا اور کافی ہے سر اٹھانے میں کراہت تحریمی کے
ساتھ تھوڑا سا کم سر اٹھانا جسپر نام اٹھانے کا بولا جاوے چنانچہ اسکی تصحیح کی ہے محیط میں اتنا اٹھانا کافی ہے بسبب متعلق ہونے رکنیت کے ادنی کے
ساتھ مثل تمام ارکان کے یعنی ادنی بھی آخر رکن ہی کہلائیگا تو جن لوگوں کے نزدیک اٹھانا رکن ہے انکے نزدیک بھی سب رکن پائے جائینگے بل لو
سجد علی لوح فنزع فسجد بلا رفع اصلا صح بلکہ اگر سجدہ کیا تختہ پر پھر وہ نکال لی گئی سر کے نیچے سے پھر سجدہ کیا بدون کچھ بھی سر اٹھائے تو صحیح ہے

یعنی کراہت تحریمی کے ساتھ وصحح فی الہدایۃ انہ کان الی القعود اقرب جاز والا لا ورجحہ فی النہر والشرنبلالیۃ اور ہدایہ میں اسکی تصحیح کی ہو کہ سر اُٹھانے میں
اگر نمازی بیٹھنے کے قریب ہو جائیگا تب تو سر اُٹھانا صحیح ہوگا ورنہ درست نہوگا اور شرح الفائق اور شرنبلالیہ میں اسی قول کو ترجیح دی ہو ثم السجدۃ الصلوٰۃ تتم
ثم بالرفع عند محمد وعلیہ الفتوی پھر نماز کا سجدہ پورا ہوتا ہی سر اُٹھانے سے امام محمد کے نزدیک اور اسی پر فتوی ہی اور امام ابو یوسف رح کے نزدیک سجدہ
پورا ہو جاتا ہی فقط سر رکھنے سے تو اگر سجدہ میں کوئی بے وضو ہو جاسے تو بعد وضو کے امام محمد کے نزدیک اس سجدہ کا اعادہ واجب ہی اور امام ابو یوسف رح
کے نزدیک وہ رکن پورا ہو گیا اسکا اعادہ نہیں چاہیے کذا فی الطحطاوی کالتلاوۃ اتفاقا فی المجتبی جیسے سجدہ تلاوت سر اُٹھانے سے پورا ہوتا ہی بالاتفاق امام اور صاحبان
کے کذا فی البحر طحطاوی نے کہا کہ تو فرق تلاش کرنا چاہیے کہ ابو یوسف کے نزدیک سجدہ تلاوت صرف سر رکھنے سے کیون نہین ہوتا اور نماز کا سجدہ کیون ہوتا ہی
ویجلس بین السجدتین مطمئنا لما مر ویضع یدیہ علی فخذیہ کالتشہد منیۃ المصلی اور بیٹھے دونون سجدون کے درمیان اطمینان سے یعنی بقدر ایکبار سبحان اللہ
کہنے کے اس دلیل کے باعث کہ مذکور ہو چکی یعنی یہ جلسہ یا سنت ہی یا واجب یا فرض اور رکھے اپنے دونون ہاتھ دونون رانون پر جیسے التحیات میں رکھتے
ہین کذا فی منیۃ المصلی ولیس بینہما ذکر مسنون وکذا لیس بعد رفعہ من الرکوع دعاء وکذا لا یاتی فی رکوعہ وسجودہ بغیر التسبیح علی المذہب وما ورد
محمول علی النفل اور دونون سجدون کے درمیان کوئی ذکر مسنون نہیں اور اسی طرح رکوع سے سر اُٹھانے کے بعد کوئی دعا مسنون نہیں اور اپنے
اپنے رکوع اور سجدہ میں تسبیح کے سوا اور کچھ نہ کہے بموجب ظاہر مذہب کے اور جو ذکر یا دعائیں کہ ان مواضع میں وارد ہوئی ہیں نفل نماز پر محمول ہین مثلا دونون سجدون
درمیان ابو داؤد کی حدیث میں یہ وارد ہی اللہم اغفر لی وارحمنی وعافنی واہدنی وارزقنی اور رکوع سے سر اُٹھانے کے بعد یہ دعا وارد ہی اللہم ربنا لک الحمد ملاء السموات
وملاء الارض وملاء ما بینہما وملاء ما شئت من شیء بعد اہل الثناء والمجد احق ما قال العبد وکلنا لک عبد لا مانع لما اعطیت ولا معطی لما منعت ولا ینفع ذا الجد منک
الجد روایت کیا ہی اسکو مسلم اور ابو داؤد وغیرہ نے اور عین رکوع کی دعا کو مسلم نے روایت کیا ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب رکوع کرتے تھے تو یہ فرماتے تھے اللہم لک
رکعت وبک آمنت ولک اسلمت خشع لک سمعی وبصری ومخی وعظمی وعصبی اور اسی حدیث میں دعاء سجدہ کو روایت کیا ہی کہ جب آپ سجدہ کرتے تھے تو یہ فرماتے
اللہم لک سجدت وبک آمنت ولک اسلمت سجد وجہی للذی خلقہ وصورہ وشق سمعہ وبصرہ تبارک اللہ احسن الخالقین تو شارح کہتا ہی کہ یہ دعائیں نفل پر محمول ہین
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم انکو نماز تہجد یا دوسری نفلوں میں پڑھا کرتے تھے تو نفل نماز میں یہ دعائیں مستحب ہیں نہ فرض میں شامی نے حلبیہ سے نقل کیا کہ ان دعاؤن
التزام سے کچھ ضرر بھی نہیں گو مشائخ نے اسکی تصریح نہیں کی اسلیے کہ قواعد شرعیہ التزام مذکور کے مخالف نہیں او قراءت اور تسبیح اور تکبیر اور فرضون اور نفلون یکسان
ہی ہین تو یہ دعائیں اگر یکسان ہون تو کیا حرج ہی ویکبر ویسجد ثانیۃ مطمئنا اور جلسہ کے بعد اللہ اکبر کہے اور دوسرا سجدہ اطمینان سے کرے ویکبر للنہوض علی صدور قدمیہ
بلا اعتماد وقعود استراحۃ ولو فعل لا باس بہ اور دوسرے سجدہ کے بعد اللہ اکبر کہے اُٹھنے کے لیے اپنے دونون پاؤن کی چھاتی کے بل بدون زمین پر سہارا دیے
اور آرام کے لیے بیٹھنے کے اور اگر سہارا دیگا تو کچھ مضائقہ نہیں شامی نے کہا کہ لو فعل سے سہارا دینا مراد ہی جیسا کہ بحر الرائق میں ہی مگر شارح کی عبارت سے استراحت کا بیٹھنا
بھی ہو سکتا ہی لیکن اسمین یہ خلل ہی کہ جلسہ استراحت سے تاخیر فرض کی یعنی قیام کی لازم آتی ہی ویکرہ تقدیم احدی رجلیہ عند النہوض اور مکروہ ہی اُٹھنے کے وقت اپنا
ایک پاؤن آگے بڑھانا والرکعۃ الثانیۃ کالاولی فیما مر غیر انہ لا یاتی بثناء ولا تعوذ فیہما اذ لم یشرعا الا مرۃ اور دوسری رکعت مثل اول کے ہی ان باتون میں جو گذر گئین یعنی
ارکان اور واجبات اور سنن میں دونون یکسان ہین بجز اسکے کہ دوسری رکعت میں ثنا اور اعوذ نہ پڑھے اسلیے کہ ثنا اور اعوذ صرف ایکبار شروع ہوئے ہین ولا یسن
موکدا رفع یدیہ الا فی سبع مواطن کما ورد بناء علی ان الصفا والمروۃ واحد نظرا للسعی اور مسنون نہیں تاکید کے ساتھ اُٹھانا اپنے دونون ہاتھون کا مگر سات جگہ
مین چنانچہ حدیث میں وارد ہوا ہی اس بنا پر کہ صفا اور مروہ بلحاظ سعی کے ایک ہین ہم رفع یدین حدیث میں سات جگہ مذکور ہی اور کلام مصنف اور آیندہ میں آٹھ
شمار کیے ہین اسلیے شارح نے دونون مین مطابقت کے لیے کہا کہ صفا اور مروہ کو بلحاظ سعی کے حدیث میں ایک شمار کیا ہی اسلیے سات جگہ ہوئین اور مصنف اور ناظم

نے ہاتھ دو شمار کرکے آٹھ کیا ہے اور سنت یہی ہو کہ دونوں قید واسطے لگائی تاکہ معلوم ہو کہ دعا وغیرہ میں رفع یدین مستحب ہے وسنت مؤکدۃ ثلثۃ فی الصلوۃ تکبیرۃ
الافتتاح وقنوت الوتر وتکبیرات العیدین وخمسۃ فی الحج استلام الحجر والصفا والمروۃ وعرفات والجمرات تین تو نماز میں ہیں یعنی رفع یدین تکبیر تحریمہ کے لیے اور قنوت کے لیے اور عید
کی تکبیروں کے لیے اور پانچ حج میں ہیں یعنی حجر اسود کے بوسہ دینے کے وقت اور صفا پر اور مروہ پر اور عرفات و مزدلفہ پر اور اولی اور وسطی جمروں پر کنکر مارنے
کے وقت وجمعہا علی ہذا الترتیب بالنظم فقس صمعج وبالنظم لابن الفصیح فتح قنوت عید استلم الصفا مع مروۃ عرفات والجمرات - اور جمع کرتا ہوں ان مواضع کو
اس ترتیب سے کہ نظم میں یہ کافقس صمعج یعنی آٹھ حرف اپنا میں سے ہر حرف ہر جگہ کے شروع کا حرف ہے مثلاً فتش فتح کا اور ق قنوت کا آخر تک اور نظم میں ابن
فصیح کا ہوں کہ ابن فصیح کا شعر جامع ہے فتح یعنی شروع نماز اور قنوت اور تکبیر عید اور استلام حجر اسود اور صفا مروہ کے ساتھ اور عرفات اور جمرات والرفع بحذاء اذنیہ
کالتحریمۃ فی الثلاثۃ الاول واما فی الاستلام والرمی عند الجمرتین الاولی والوسطی فانہ یرفع حذاء منکبیہ ویجعل باطنہما نحو الحجر والکعبۃ اور ہاتھوں کا اٹھانا
اول کے تین مقاموں میں یعنی تحریمہ اور قنوت اور عید کی تکبیروں میں اپنے دونوں کانوں کے برابر ہو مثل تحریمہ کے اور حجر اسود کے بوسہ دینے اور اول اور
درمیانی جمروں کے کنکر مارنے میں ہاتھوں کو اپنے دونوں شانوں کے برابر اٹھاوے اور ہاتھوں کے اندر کی طرف یعنی ہتھیلیاں بوسہ میں حجر اسود کی طرف
اور کنکر مارنے میں کعبہ کی طرف کرے شارح نے مثل تحریمہ اسواسطے کہا کہ اسکی کیفیت مشہور ہے گو تین مقاموں میں بھی داخل ہے اور جمرہ اولی اور وسطی کو
اسلیے مخصوص کیا کہ جمرہ اخیرہ کے پاس دعا نہیں اسلیے کہ دعا اسی کنکر مارنے کے بعد ہے جسکے بعد کنکر مارنا ہے کذا فی الطحطاوی واما عند الصفا والمروۃ و
عرفات فیرفعہما کالدعاء والرفع فیہ وفی الاستسقاء مستحب اور صفا اور مروہ پر اور عرفات میں ہاتھوں کو اٹھاوے مانند دعا مانگنے کے اور دعا میں ہاتھوں
کا اٹھانا اور مینہ کی طلب میں ہاتھ اٹھانا مستحب ہے فیبسط یدیہ حذاء صدرہ نحو السماء لانہا قبلۃ الدعاء ویکون بینہما فرجۃ تو اپنے دونوں ہاتھ اپنے سینہ کے
برابر آسمان کی طرف پھیلاوے اسلیے کہ آسمان دعا کا قبلہ ہے یعنی جیسے کعبہ نماز کا قبلہ ہے ویسے ہی آسمان دعا کا قبلہ ہے تو کوئی یہ وہم نہ کرے کہ کیا حق تعالیٰ
دعا مانگتے ہیں وہ اوپر کی جانب ہے کذا فی الطحطاوی اور دونوں ہاتھوں میں دعا کے وقت کسی قدر فرجہ رہے گو تھوڑا ہی ہو والاشارۃ بمسبحۃ لعذر کبرد یکفی
اور انگشت شہادت سے اشارہ کرنا دعا کے وقت کسی عذر مثل سردی کی جہت سے کافی ہے یعنی ایک طریق دعا کا دعاء تضرع میں جو آگے آتا ہے اسمیں خنصر اور
بنصر کا بند کرنا اور بیچ کی انگلی اور انگوٹھے کا حلقہ کرنا اور صرف انگشت شہادت سے اشارہ کرنا کافی ہے اگر سردی وغیرہ کا عذر ہو والمسح بعدہ علی وجہہ سنۃ فی الاصح
شرنبلالیہ اور بعد دعا کے ہاتھوں کا اپنے منھ پر پھیر لینا سنت ہے صحیح تر قول میں کذا فی الشرنبلالیہ وفی الوتر البحر الدعاء اربعۃ دعاء رغبۃ یفعل کما مر ودعاء رہبۃ یجعل ظہر کفیہ
لوجہہ کالمستغیث من الشیء ودعاء تضرع یعقد الخنصر والبنصر ویحلق ویشیر بمسبحتہ ودعاء الخفیۃ ما یفعلہ فی نفسہ اور بحر الرائق کے باب الوتر میں ہے کہ دعا چار طرح کی ہے
اول دعاء رغبت یعنی کسی چیز کی طلب جیسے جنت کی طلب مثلاً تو دعاء رغبت میں کرے جیسا کہ گذرا یعنی ہاتھوں کو آسمان کی طرف پھیلاوے تو دوسری دعا
رہبت یعنی خوف جیسے دوزخ سے بچنے کی دعا میں ہتھیلیوں کی پشت اپنے منھ کی طرف کرے جیسے کسی چیز سے فریاد چاہنے والا کرتا ہے شامی نے کہا کہ بحر الرائق میں ظہر
کفیہ صواب ہے جو شاید شارح کے قلم سے ظہر کا لفظ رہ گیا انتہی اسلیے مترجم نے ترجمہ میں لفظ مذکور کا لحاظ کیا تیسری دعا تضرع ہے کہ اسمیں کسی چیز کی خواہش نہ کسی چیز کا
ڈر ہو بلکہ صرف اظہار اپنی عاجزی اور ذلت کا سامنے خدا تعالیٰ کے ہو جیسے یہ کہنا کہ الٰہی میں تیرا بندہ عاجز و مسکین و ذلیل و حقیر ہوں تو ایسی دعا میں بائیں خنصر اور بنصر کو بند
کرے اور بیچ کی انگلی اور انگوٹھے سے حلقہ کرے اور اپنی انگشت شہادت سے اشارہ کرے چوتھی دعا پوشیدہ ہے جو اپنے دل میں دعا مانگے یعنی اس دعا میں ہاتھ اٹھانا نہیں چاہیے
کہ ہاتھ اٹھانا علامت اعلان کی ہے تو دعا خفیہ نہ رہیگی کذا فی الشامی وبعد فراغہ من سجدتی الرکعۃ الثانیۃ یفترش الرجل رجلہ الیسری فیجعلہا بین الیتیہ ویجلس علیہا
وینصب رجلہ الیمنی ویوجہ اصابعہ فی المنصوبۃ نحو القبلۃ ہو السنۃ فی الفرض والنفل اور بعد اپنے فراغت ہونے کے دوسری رکعت کے دونوں سجدوں سے مرد اپنا بایاں
پاؤں بچھا دے اور اسکو اپنے دونوں سرین کے تلے کرے اور اسپر بیٹھ جاوے اور داہنے پاؤں کو کھڑا کرے اور اپنی انگلیوں کو کھڑے پاؤں میں قبلہ کی طرف کرے یہی سنت ہے فرض و نفل میں

مع حلبی میں قہستانی سے منقول ہے کہ سجدے میں پاؤں کی انگلیوں کو بھی جہاں تک ہو سکے قبلہ رخ رکھے جس قدر ہو سکیں اور نفل میں مسنون ہونیکی قید اسلیے لگائی کہ بعض ضعیف قول یہ ہے کہ جیسے چاہے اسطرح بیٹھے کذا فی الطحطاوی (ویضع یمناہ علی فخذہ الیمنی ویسراہ علی الیسری ویبسط اصابعہ مفرجۃ قلیلا جاعلا اطرافها عند رکبتیه ولا یاخذ الرکبة هو الاصح لتتوجه الی القبلة) اور رکھے اپنا داہنا ہاتھ داہنی ران پر اور بایاں ہاتھ بائیں ران پر اور پھیلا دے اپنی انگلیاں ہاتھوں کی تھوڑی سی فرجہ رکھکر اور کرے انگلیوں کے سرے دونوں گھٹنوں کے پاس اور نہ پکڑے زانو کو یہی صحیح تر ہے اسلیے نہ پکڑے تاکہ انگلیاں سب قبلہ رخ رہیں کیونکہ پکڑنے کی صورت میں زمین کیطرف متوجہ ہو جائینگی اور جب زانو کا پکڑنا بھی جائز ہے مگر افضل نہ پکڑنا ہے کذا فی الشامی عن الحلبۃ (ولا یشیر بسبابته عند الشهادة وعلیه الفتوی کما فی الولوالجیة والتجنیس وعمدة المفتی وعامة الفتاوی لکن المعتمد ما صححه الشراح ولا سیما المتاخرون کالکمال والحلبی والبهنسی والباقانی وشیخ الاسلام الجد وغیرهم انه یشیر لفعله علیه الصلوة والسلام ونسبوه لمحمد والامام بل فی متن درر البحار وشرحه غرر الاذکار المفتی به عندنا انه یشیر باسطا اصابعه کلها) اور اشارہ نکرے اپنی سبابہ انگلی سے اشہد ان لا الہ الا اللہ کہنے کے وقت اور اسی پر فتویٰ ہے چنانچہ ولوالجیہ اور تجنیس اور عمدۃ المفتی اور اکثر فتاووں میں ہے مگر قول معتمد وہ ہے جسکی تصحیح کی ہے شارحین نے خصوصاً متاخرین نے مثل کمال و حلبی اور بہنسی اور باقانی اور شیخ الاسلام جد اور انکے سوا اوروں نے کہ اشارہ کرے سبابہ سے اشارہ کرنا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فعل سے ثابت ہے اور نسبت کیا ہے ان لوگوں نے اس قول کو امام محمد اور امام اعظم کیطرف بلکہ درر بحار کے متن اور اسکی شرح غرر الاذکار میں ہے کہ مفتی بہ ہمارے علماء حنفیوں کے نزدیک یہ ہے کہ اشارہ کرے اپنی سبابہ سے اور انگلیوں کو کھلا رکھکر شامی نے کہا کہ درر بحار اور اسکی شرح سے یہ نہیں پایا جاتا کہ اشارہ کرنے میں انگلیاں سب کھلی ہوں بلکہ غرر الاذکار میں تصریح ہے کہ مفتی بہ اشارہ کرنا ہے سبابہ سے بغیر کے عقد کی صورت پر جیسے امام شافعی اور امام احمد فرماتے ہیں سبابہ کو لا الہ کہنے کے وقت اٹھاوے اور الا اللہ کہنے کے وقت رکھدے اور یہی قول ہے امام اعظم اور محمد کا اور بہت آثار و احادیث اس کیفیت پر دال ہیں انتہی تو شارح کا باسطا اصابعہ شرح سے نقل کرنا غلط ہے خلاصہ یہ کہ اس مقام پر حنفیوں میں دو ہی قول ہیں ایک یہ کہ تمام التحیات میں اشہد ان لا الہ الا اللہ کے پیشتر تک انگلیاں کھلی رکھے اور جب اس کلمے کو کہے تو ترپن کا عقد کرکے اشارہ کرے یعنی حرف لا پر سبابہ اٹھاوے اور الا اللہ پر رکھدے یہ دوسرا قول متاخرین کے نزدیک معتمد و منصوص ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے احادیث صحیحہ میں ثابت ہوا ہے اور ہمارے تینوں اماموں سے اسکا منقول ہونا صحیح ہے اور یہ جو شارح نے لکھا ہے کہ کھلی انگلیاں رکھکر اشارہ کرے اور اس زمانے کے عوام میں یہی مروج ہو رہا ہے تو ہمنے کسی کو نہیں سنا کہ اس قول کا قائل ہو بجز شارح کے بتبعیت شرنبلالی عن البرہان پس سب شارح کا کلام جمہور شارحین کے کلاموں اور پیشواؤں کے مخالف ٹھہرا تو جمہور علماء میں عمل اسی پر کرنا چاہیے یعنی ترپن کا عقد کرکے اشارہ کرے نہ انگلیوں کو کھلی رکھکر (وفی الشرنبلالیة عن البرهان الصحیح انه یشیر بمسبحته وحدها یرفعها عند النفی ویضعها عند الاثبات واحترزنا بالصحیح عما قیل لا یشیر لانه خلاف الدرایة والروایة وبقولنا بالمسبحة عما قیل یعقد عند الاشارة انتهی) اور شرنبلالیہ میں برہان سے منقول ہے کہ صحیح یہ ہے کہ تنہا انگشت شہادت سے اشارہ کرے یعنی دونوں سبابہ سے اشارہ نکرے اور اشارہ کرنے میں انگشت شہادت کو نفی یعنی حرف لا کہنے کے وقت اٹھاوے اور اثبات یعنی الا اللہ کہنے کے وقت رکھدے اور ہمنے جو اس قول میں صحیح کی قید لگائی تو اس سے اس قول غیر صحیح سے احتراز کیا کہ اشارہ نکرے اسکے صحیح ہونے کی یہ وجہ ہے کہ اشارہ نکرنا خلاف ہے عقل اور نقل کے اور تنہا انگشت شہادت کہنے اسلیے کہا کہ اس قول سے احتراز ہو کہ اشارہ کے وقت ترپن کا عقد کرے تمام ہوا قول شرنبلالی کا اور یہ معلوم ہو چکا کہ اشارہ کرنا بدون عقد کے کتب مذہب کے خلاف ہے بلکہ اسی طرح اشارہ کرنیکا کوئی قائل نہیں اور اشارہ کا نہ کرنا خلاف عقل ہے یعنی اسلیے کہ اشارہ کرنے سے نفی اور اثبات جو زبان سے نکلتا ہے اس نفی اور اثبات کے موافق ہو جاتا ہے جو انگلی کے اشارہ سے کیا جاتا ہے اور یہ امر یعنی مطابقت قول اور فعل عقلاً عمدہ ہے اور اشارہ کا نکرنا اسکے خلاف پڑتا ہے اور مخالف نقل ہونا اسطرح ہے کہ امام محمد نے موطا اور کتاب المشیخت میں روایت کیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اشارہ کرتے تھے پھر کہا کہ ہم کرتے ہیں

جو کچھ کیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اور یہی قول ہے امام ابوحنیفہ کا اور کتاب الامالی میں منقول ہے کہ امام ابویوسف بھی اشارہ کرتے تھے جب تینوں امام اشارہ پر
متفق ہو گئے اور احادیث صحیحہ سے اسکا ثبوت قرار واقعی ہو گیا تو اب اگر کوئی جاہل اپنے نفس کی شامت سے کسی روایت ضعیف پر عمل کرکے اشارہ ترک کرے تو وہ
قطعاً تارک سنت ہو گا وفی العینی عن التحفۃ الاصح انہا مستحبۃ وفی المحیط انہا سنۃ اور عینی میں تحفہ سے منقول ہے کہ صحیح تر قول یہ ہے کہ اشارہ کرنا مستحب ہے اور محیط میں ہے کہ
اور وہ سنت ہے علامہ نجم الدین زاہدی نے نقل کیا ہے کہ متفق ہیں ہم وہ تینوں ہمارے تینوں اماموں کی کہ اشارہ کرنا سنت ہے اور اسیطرح معدن شرح کنز میں ہے
والتشہد ابن مسعود وجوباً کما بحثہ فی البحر لکن کلام غیرہ یفید ندبہ وجزم شیخ الاسلام الجد بان الخلاف فی الافضلیۃ ونحوہ فی مجمع الانہر اور پڑھے وہ التحیات
جو مروی ہے ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے بطور وجوب چنانچہ بحث کیا ہے اسکو بحر الرائق میں لیکن کلام اور ونکا سوائے صاحب بحر فائدہ دیتا ہے اس تشہد کے مستحب
ہونیکا اور شیخ الاسلام جد نے یقین کیا ہے کہ خلاف فقط افضل ہونے میں ہے اور ایسی مثل ہے مجمع الانہر میں ہم التحیات کو تشہد اسلئے کہا کہ مشتمل ہے دونوں شہادتوں پر اور جبکہ
ابن مسعود کا تشہد یہ ہے (التحیات للہ والصلوات والطیبات السلام علیک ایہا النبی ورحمۃ اللہ وبرکاتہ السلام علینا وعلی عباد اللہ الصالحین اشہد ان لا الہ الا اللہ واشہد ان
محمداً عبدہ ورسولہ) بحر الرائق کی بحث سے معلوم ہوتا ہے کہ اسی تشہد کا پڑھنا واجب ہے مگر اسکے حواشی میں خیر الدین رملی نے کہا کہ تشہد نماز میں واجب ہے لیکن یہ تشہد
ہے خاص اور نہر الفائق میں ہے کہ اس خاص تشہد کا پڑھنا بہتر ہے جیسے وتروں میں دعا قنوت واجب ہے اور الفاظ اللہم انا نستعینک سنت ہیں اور امام ابوحنیفہ کا
قول ہے کہ اگر التحیات میں کچھ کمی یا زیادتی کریگا تو مکروہ ہو گا اسلئے کہ نماز کے ذکر محصور اور معدود ہیں انسے تجاوز نہ چاہیئے انتہی کذا فی الشامی والطحطاوی (قاصداً
بالفاظ التشہد معانیہا مرادۃ لہ علی وجہ الانشاء کانہ یحیی اللہ تعالی ویسلم علی نبیہ وعلی نفسہ واولیاۂ لا الاخبار عن ذلک ذکرہ فی المجتبی اور قصد کرے تشہد کے
الفاظ سے انکے معنی جو بطور انشا کے نمازی کو مقصود ہوں یعنی انکا ایجاد اسیوقت تصور کرے اسطرح کہ گویا نمازی اللہ تعالی کو تحیت پہونچاتا ہے اور اپنے نبی اور اپنے
نفس اور احباب پر سلام بھیجتا ہے نہ قصد کرے تشہد کے الفاظ سے خبر دینا اور حکایت کرنا اس حال کا ذکر کیا ہے اسکو مجتبی میں ہم یعنی جو قصہ معراج میں واقع ہوا تھا اسکی حکایت
کا قصد نکرے اور وہ قصہ یہ ہے کہ شب معراج میں جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مقام قرب پر فائز ہوئے تو آپکو ثنا کا ارشاد ہوا آپ نے فرمایا (التحیات للہ والصلوات والطیبات)
یعنی جیسے کوئی بادشاہوں کے پاس جاکر اول ثنا کرتا ہے پھر خدمت پھر مال نذر کرتا ہے ویسے ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عبادتیں زبانی اور بدنی اور مالی پیشکش کیں جناب
احدیت سے بطور خلعت شاہی ارشاد ہوا (السلام علیک ایہا النبی ورحمۃ اللہ وبرکاتہ) یعنی یہ ہمارا سلام خاص تمپر ہو اے نبی اور رحمت اور برکتیں اللہ کی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے
جو اس تکریم خاص الخاص کو ملاحظہ فرمایا بمقتضائے جود وکرم یہ چاہا کہ ضعفاء امت بھی اس سے بہرہ ور ہیں عرض کیا (السلام علینا وعلی عباد اللہ الصالحین) یعنی یہ سلام خاص
ہم سب پر اور اللہ کے نیک بندوں پر ہو علینا میں سب گنہگاران امت کو بھی شامل کر دیا کہ کوئی اس سلام خصوصیت التیام سے محروم نرہے چہ غم دیوار امت را
کہ باشد چون تو پشتیبان چہ باک از موج بحر آنرا کہ باشد نوح کشتیبان جب ملائکہ مقربین نے یہ جود وکرم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا دیکھا تو بولے (اشہد ان لا الہ الا اللہ و
اشہد ان محمداً عبدہ ورسولہ) تو غرض مصنف کی یہ ہے کہ التحیات پڑھنے میں اس قصہ کی حکایت مدنظر نکرے بلکہ یہ ارادہ کرے کہ میں خود اللہ تعالی کی حضور میں تحیت پیش کرتا ہوں
اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر اور اپنے اور دوستوں پر سلام بھیجتا ہوں وظاہرہ ان ضمیر علینا للحاضرین لا حکایۃ سلام اللہ تعالی اور ظاہر کلام مصنف کا یہ ہے کہ ضمیر علینا موجود
حاضرون یعنی امام اور مقتدی اور ملائکہ کیطرف ہے نہ نقل سلام اللہ تعالی کی طحطاوی نے کہا کہ صواب یہ ہے کہ شارح نقل سلام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کہتا چنانچہ مترجم نے
جو قصہ مذکور کیا اس سے ظاہر ہے کہ السلام علینا مقولہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا تھا وکان علیہ الصلوۃ والسلام یقول فیہا انی رسول اللہ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
تشہد میں یوں فرمایا کرتے تھے انی رسول اللہ یعنی بجائے ان محمداً عبدہ ورسولہ کے انی رسول اللہ کہتے تھے ہم نقل کیا ہے اسکو رافعی نے شافعی لوگوں سے مگر حافظ ابن حجر نے
انکار کیا ہے کہ اسکی کچھ اصل نہیں بلکہ تشہد کے الفاظ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے متواتر اسیطرح مروی ہیں کہ آپ اشہد ان محمداً عبدہ ورسولہ فرمایا کرتے تھے ہاں اگر تشہد
سے اذان کی شہادتیں مراد ہوں تو یہ قول صحیح ہے اسلئے کہ ثابت ہوا ہے کہ آپ نے سفر میں ایکبار اذان کہی تو ایسا فرمایا اور بخاری میں سلمہ بن الاکوع کی حدیث میں بھی مذکور ہے

۵۷ [illegible]

کہ آپ نے (اشہد ان لا الہ الا اللہ واشہد انی رسول اللہ) فرمایا اگرچہ نماز کے باہر کا ذکر ہے نہ التحیات میں کذا فی الشامی ولا یزید فی الفرض علی التشہد فی القعدۃ الاولی اجماعاً اور زیادہ نہ کرے فرض میں التحیات پر کوئی چیز پہلے قعدہ میں سب کے نزدیک علامہ طحطاوی نے کہا کہ یہ قول حنفیوں اور امام مالک و احمد کا ہے اور امام شافعی تو قعدہ اولی میں درود کو لازم فرماتے ہیں پس شارح کو مناسب تھا کہ اجماعاً کی جگہ بالاتفاق کہتا فان زاد عامداً کرہ فتجب الاعادۃ پس اگر التحیات میں کچھ جانکر زیادہ پڑھا تو تشہد مکروہ ہوگا اور اس کو پھر پڑھنا واجب ہوگا او ساہیاً وجب علیہ سجود السہو اذا قال اللہم صل علی محمد فقط علی المذہب المفتی بہ لا لخصوص الصلوۃ بل لتاخیر القیام یا بھولکر التحیات میں زیادہ پڑھ دیا تو اسپر سجدہ سہو واجب ہوگا جبکہ صرف اللہم صل علی محمد کہا ہو مذہب مفتی بہ پر سجدہ سہو کچھ درود کی خصوصیت سے واجب نہیں ہوا بلکہ قیام کے لیے دیر کرنے سے صرف اللہم صل علی محمد اسلئے کہا کہ بعض نے یوں کہا ہے کہ جب تک علی آل محمد نہ کہیگا سجدہ سہو واجب نہ ہوگا اور اسیکو اختیار کیا ہے امام حلبی نے کہا کہ اکثر اسی پر ہیں اور یہی اصح ہے اور بعضوں نے کہا ہے کہ جب تک ایک رکن ادا کرنے کے بقدر دیر نہ کرے سجدہ سہو واجب نہ ہوگا اور یہی مذہب امام اعظم کا اور تاتارخانیہ میں ہے کہ دعا میں سے قول پر سجدہ سہو واجب نہیں جیسا کہ تمہیں پہنچا کذا فی الشامی ولو فرغ المؤتم قبل امامہ سکت اتفاقاً واما المسبوق فیترسل لیفرغ عند سلام امامہ وقیل یتمم وقیل یکرر کلمۃ الشہادۃ اور اگر مقتدی اپنے امام سے پیشتر التحیات پڑھ چکے تو چپکا رہے بالاتفاق اور مسبوق قعدہ اخیرہ میں التحیات کو ٹھہر ٹھہر کے پڑھے کہ امام کے سلام پھیرنے کے وقت پڑھنے سے فراغت پاوے اور بعضوں نے کہا ہے کہ التحیات کو پورا کرکے دعا پڑھے اور بعضوں نے کہا کہ چپ رہے اور کلمہ شہادت کو مکرر پڑھتا رہے شامی نے کہا کہ ان سب اقوال کی تصحیح ہوئی ہے اور قعدہ اگر آخر کا ہو تو اسمیں مسبوق اور مقتدی برابر ہیں واکتفی المفترض فیما بعد الاولیین بالفاتحۃ فانہا سنۃ علی الظاہر ولو زاد لا باس ہے اور فرض پڑھنے والا اکتفا کرے الحمد پر دونوں پہلی رکعتوں کے بعد کی نماز میں یعنی تیسری و چوتھی میں اسلیئے کہ الحمد کا پڑھنا ان رکعتوں میں سنت ہے ظاہر روایت پر اور اگر الحمد سے زیادہ انمیں پڑھیگا یعنی سورہ ملاویگا تو کچھ ڈر نہیں شامی نے کہا کہ اسکی وجہ یہ ہے کہ پچھلی رکعتوں میں قرأت بدون کسی اندازہ کے مشروع ہے اور الحمد پر اکتفا کرنا سنت ہے واجب نہیں تو اسپر زیادہ ملانا سورہ کا خلاف اولی ہوگا قراءۃ الفاتحۃ وصحح العینی وجوبہا وتسبیح ثلثا وسکوت قدرہا وفی النہایۃ قدر تسبیحۃ فلا یکون مسیئا بالسکوت علی المذہب لثبوت التخییر عن علی وابن مسعود وہو الصارف مختار ہے چاہے الحمد پڑھے اور الحمد کے وجوب کی تصحیح کی ہے عینی نے اور چاہے تین بار سبحان اللہ کہے اور چاہے بقدر تین بار سبحان اللہ کہنے کے چپ رہے اور نہایہ میں چپ رہنا بقدر ایکبار سبحان اللہ کہنے کے ہے اس سے ہر تارک چپ رہنے سے ظاہر روایت کے بموجب برا کرنیوالا نہوگا کیونکہ اختیار دینا حضرت علی اور عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالی عنہما سے ثابت ہے عینی نے وجوب فاتحہ کی تصحیح کی ہے اسکا مقابل ظاہر الروایۃ ہے یعنی اختیار مذکور کہ وہ صحیح ہے وہو الصارف للمواظبۃ عن الوجوب اور یہی تخییر پھیرنے والی ہے مواظبت کو واجب ہونے سے یہ جواب ہے اس سوال کا کہ صحیحین میں ابو قتادہ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ظہر اور عصر کی نماز میں پہلی دو رکعتوں میں تو الحمد اور دو سورتیں پڑھا کرتے تھے اور پچھلی دو میں صرف الحمد تو اس حدیث سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مواظبت الحمد پر پائی جاتی ہے اور مواظبت بدون ترک کے دلیل ہے واجب ہونیکی اس سے معلوم ہوا کہ الحمد پڑھنا پچھلی دونوں میں واجب ہے شارح جواب دیتا ہے کہ حضرت علی اور ابن مسعود سے مروی ہے کہ وہ فرمایا کرتے تھے کہ پچھلی دو رکعتوں میں اختیار ہے چاہے قرآن پڑھے چاہے چپ رہے چاہے سبحان اللہ کہے اور یہ اختیار قیاس سے معلوم ہو نہیں سکتا تو ان حضرتوں سے اسکا مروی ہونا ایسا ہوا جیسا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مرفوعاً ہو پس تخییر مذکور سے صاف ظاہر ہے کہ حدیث مذکور صدر میں جو مواظبت ہے مفید وجوب نہیں اگر مفید وجوب ہوتی تو اختیار نہ دیا جاتا اور اس جواب سے رد ہوا قول عینی کا کذا فی الشامی وافعل فی القعود الثانی الافتراش کالاول وتشہد ایضاً وصلی علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم اور دوسرے قعدہ میں پاؤں بچھاوے مثل اول قعدہ کے اور التحیات بھی پڑھے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھے علامہ طحطاوی نے کہا بہتر یہ تھا کہ شارح افتراش کی قید نہ لگاتا تاکہ سب احکام سابقہ میں دونوں قعدے یکساں ہیں اور کیفیت درود کی شرح منیہ میں اسطرح مذکور ہے کہ امام محمد سے کسی نے پوچھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر درود کس طرح پڑھیں انھوں نے فرمایا کہ یوں کہے اللہم صل علی محمد وعلی آل محمد کما صلیت علی ابراہیم وعلی آل ابراہیم انک حمید مجید وبارک علی محمد وعلی آل محمد کما بارکت علی ابراہیم ...

آل ابراہیم انک حمید مجید) اور یہی طریق درود کا موافق ہے بخاری و مسلم وغیرہ کے کذا فی الشامی وفیہ زیادۃ فی العالمین فذکر انک حمید مجید اور درست ہے زیادہ
کرنا فی العالمین کا یعنے بعد کما بارکت علی ابراہیم وعلی آل ابراہیم کے ایکبار جیسے کہ مالک اور مسلم اور ابوداؤد کی روایتوں میں ہے اور پہلے جملہ میں یعنی کما صلیت کے
بعد یہ لفظ احادیث صحیحہ میں ثابت نہیں ہوا کذا فی الشامی اور درست ہے مکرر کرنا انک حمید مجید کا یعنی ایکبار کما صلیت کے بعد اور ایکبار کما بارکت کے بعد جیسا
اوپر ترجمہ کے دونوں جگہ لکھا ہے وعدم کراہۃ الترحم ولو ابتداء او صحیح یہ نہ کہ وہ مکروہ ہونا ترحم کا اگرچہ ابتداء ہی میں ہو یعنی اگر بدون اللہم صل الخ کے شروع سے اللہم ارحم
محمدا و آل محمد کما رحمت علی ابراہیم الخ کہا تو کیا وہ مکروہ نہ ہوگا صحیح اگر دونوں جملہ درود مذکور کے بعد ہے وارحم محمدا و آل محمد زیادہ کیا تو جائز ہوگا فیض میں کہا کہ اس جملہ کا
ترک کرنا بہتر ہے احتیاطا اور نووی نے اذکار میں کہا کہ اسکا پڑھنا بدعت ہے اسکی وجہ غالبا یہی ہے کہ دعا رحمت کی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے تشہد میں کسی
معتبر طریق سے ثابت نہیں ہوئی کذا فی الشامی مختصرا وندب السیادۃ لان زیادۃ الاخبار بالواقع عین سلوک الادب فہو افضل من ترکہ ذکرہ الرملی الشافعی وغیرہ اور مستحب ہے
سیدنا کہنا یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اسم مبارک اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کے اسم شریف پر اسلیے کہ خبر دینا حقیقت حال کا عین طریق ادب چلنا ہے پس سیدنا کہنا
بہ نسبت اسکے چھوڑنے کے افضل ہے ذکر کیا ہے اسکو رملی شافعی وغیرہ نے ہم طحطاوی نے کہا کہ لفظ زیادت کو حذف کرنا بہتر ہے اسلیے مترجم نے اسکو ترجمہ میں نہیں شامل کیا
اور یہ جو کہا کہ خبر دینا واقع کا ادب کی راہ چلنا ہے اس سے یہ غرض ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سید الاولین والآخرین ہیں تو آپ کے لیے سیدنا پڑھنا امر واقع کے ادا
کے اور مقتضا ادب ہے اس سے معلوم ہوا کہ درود جو اوپر گذرا اسمیں آٹھ جا سیدنا پڑھنا ہے کیونکہ چار جا آپ کا نام مبارک ہے اور چار جگہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا
وما نقل لا تسودونی فی الصلوۃ فکذب وقولہم لا تسیدونی بالیاء لحن ایضا والصواب بالواو اور یہ جو منقول ہے کہ نماز میں مجکو سید نہ کہو تو یہ حدیث جھوٹ ہے اور بعض نے جو
لا تسیدونی یائے تحتانیہ سے نقل کیا ہے وہ جھوٹ ہونے کے سوا غلط بھی ہے اور صحیح واو سے ہے کیونکہ اسکا مصدر واوی ہے وخص ابراہیم لسلامہ علینا او لانہ سمانا المسلمین او لان
المطلوب صلوۃ یتخذہ بہا خلیلا اور مخصوص ہے حضرت ابراہیم علیہ السلام تشبیہ میں بسبب انکے سلام کرنے کے ہم اہل اسلام پر یا اسلیے کہ حضرت ابراہیم نے ہمارا نام مسلمان رکھا
یا اسوجہ سے کہ مطلوب وہ رحمت ہے جس سے خدا تعالی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خلیل کرے ہم یہ جواب ہے سوال مقدر کا تقریر سوال کی یہ ہے کہ صلوۃ و برکت میں تشبیہ حضرت
ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ کیوں دی اور انبیاء کرام صلوات اللہ علیہم کے ساتھ کس وجہ سے نہ دی شارح نے اس سوال کے تین جواب دیے اول یہ کہ آپکے ساتھ تشبیہ کا سبب یہ ہے
کہ آپ نے معراج کی شب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا تھا کہ اپنی امت کو میرا سلام پہونچانا دوئم یہ کہ حضرت ابراہیم نے ہمارا نام مسلمان رکھا چنانچہ خدا تعالی خبر دیتا ہے (ہو
سماکم المسلمین) تو اسکے عوض میں ہماری طرف سے یہ تشبیہ ہوئی سوم یہ کہ مطلوب اس صلوۃ سے یہ ہے کہ اس سے اللہ تعالی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنا خلیل کرے جیسے
ابراہیم علیہ السلام کو خلیل کیا ہے اور بعض لوگوں نے اور جواب بھی دیے ہیں منجملہ انکے ایک یہ ہے کہ تشبیہ آپکے ساتھ اسوجہ سے ہے کہ آپ جد امجد ہیں سرور کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے
اور فضائل میں تشبیہ باپ دادوں کے ساتھ مرغوب ہوتی ہے اور ایک یہ کہ آپ باقی رسولوں سے افضل ہیں اس جہت سے تشبیہ دی گئی اور ایک یہ کہ اہل اسلام کی ملت آپکی
ملت سے ملتی جلتی ہے چنانچہ اللہ تعالی فرماتا ہے (ملۃ ابیکم ابراہیم) اور ایک یہ کہ آنحضرت صلعم کو آپکی اطاعت کا حکم ہوا جیسے ارشاد ہے (ان اتبع ملۃ ابراہیم حنیفا) کذا فی
الشامی وعلی الاخیر فالتشبیہ ظاہر او لرجع لآل محمد او المشبہ بہ قد یکون ادنی مثل نورہ کمشکوۃ اور وجہ اخیر پر یعنی جب صلوۃ سے مطلوب صلوۃ خاصہ ہو تو تشبیہ ظاہر ہے یعنی وجہ
شبہ خلت ہے یا تشبیہ رجوع کرنیوالی ہے آل محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف یا مشبہ بہ کبھی کمتر ہوتا ہے جیسے قرآن مجید میں ہے کہ کہا حق تعالی نے مثال اسکی جیسے قندیل میں چراغ ہم یہ بھی جواب
ہے سوال مشہور کا جسکو علماے قدیم و جدید کرتے ہیں اسکی تقریر یہ ہے کہ قاعدہ اکثریہ ہے کہ مشبہ مشبہ بہ سے وجہ شبہ میں اعلی ہوتا ہے اور یہاں یہ بات نہیں اسلیے کہ جو رحمت و برکت
کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپکی آل کو حاصل ہے وہ حضرت ابراہیم اور انکی آل کی رحمت اور برکت سے اعلی ہے اسلیے کہ حدیث صحیح میں وارد ہے کہ جو کوئی مجھپر ایکبار درود بھیجے
اللہ تعالی اسپر دس بار رحمت بھیجتا ہے اور اسکی دس برائیاں دور کرتا ہے اور دس درجے بلند کرتا ہے اور یہ بات حضرت ابراہیم یا دوسرے پیغمبر کے حق میں وارد نہیں تو شارح نے
اسکا جواب یہ دیا کہ یا تو وجہ شبہ صلوۃ خاصہ ہے جو موجب خلت ہے یا یہ کہ تشبیہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم شریک نہیں مشبہ صرف آل محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہے

مسئلہ [illegible] شعار اسلام ہے
مسئلہ [illegible] باپ ابراہیم کا [illegible] ملت ابراہیم کی اتباع کا حکم ہوا

پایا کہ تشبیہ کبھی کمتر ہوا کرتا ہے جیسے قرآن مجید میں مشابہت نور الٰہی کی چراغ سے واقع ہوئی ہے حالانکہ نور چراغ کو اس نور سے کچھ نسبت نہیں مگر چونکہ نور چراغ
محسوس اور واضح تر ہے اس وجہ سے تشبیہ میں ہوا اسکو مشبہ بہ کر دیا ... [illegible] ... آل ابراہیم علیہ السلام پر رحمت و برکت کا ہونا قرآن مجید میں واضح اور مشہور تھا
اس وجہ سے مشبہ بہ کر دیا گیا کذا فی الشامی ... [illegible] ... شعبان ثانی الہجرۃ مرۃ واحدۃ اتفاقاً کذا فی الجوہرۃ ... [illegible] ... بالاتفاق ...
عمل کرنے کا امر ... [illegible] ... فرضیت درود کی ... [illegible] ... کہ فرضیت
قطعی ... [illegible] ... یا ایہا الذین آمنوا صلوا علیہ وسلموا تسلیما ... [illegible] ...
میں ... [illegible] ... الفرض ... [illegible] ... فرض ... [illegible] ...
کذا فی ... [illegible] ... صلی اللہ علیہ وسلم ... [illegible] ...
... [illegible] ... یا ایہا الذین آمنوا ... [illegible] ... السلام ... [illegible] ...
اصل میں معلوم ہوا کہ ... [illegible] ...
نہیں اور خطاب شرعی کا وجوب ... [illegible] ... طحاوی ... [illegible] ...
کلما ذکر صلی اللہ علیہ وسلم واختارہ الطحاوی ... [illegible] ... الوجوب کلما ذکر ... [illegible] ...
اور ذکر کرنے والے پر ... [illegible] ... آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ... [illegible] ...
... [illegible] ... ایک ہی مجلس میں ... [illegible] ... شامی ... [illegible] ... صلوۃ ... [illegible] ... سلام ... [illegible] ...
... [illegible] ... تصحیح ... [illegible] ... صلوۃ ... [illegible] ...
وجوب ... [illegible] ... طحاوی ... [illegible] ... صلوۃ ... [illegible] ...
... [illegible] ... الذکر ... [illegible] ...
کہ وجوب صلوۃ ... [illegible] ... سبب ... [illegible] ... فرض ... [illegible] ...
ہوگی ... [illegible] ... صلوۃ ... [illegible] ... قضا ... [illegible] ...
ثابت ہوگا ... [illegible] ... صلوۃ ... [illegible] ...
سبب صلوۃ ذکر ... [illegible] ... وجوب صلوۃ ... [illegible] ... کذا فی الشامی ... طحاوی ...
ذکر اللہ تعالیٰ ... [illegible] ... قضا ... [illegible] ...
... [illegible] ... قضا ... [illegible] ... واجب ... [illegible] ...
میں ... [illegible] ... الفتوی ... [illegible] ... صلوۃ ... [illegible] ...
مستحب ... [illegible] ... قول الطحاوی کذا ذکرہ الباقانی ... [illegible] ... صلوۃ ... [illegible] ...
اسکو باقانی ... [illegible] ... طحاوی ... [illegible] ...
سے جیسے وعید ذلیل ہونے اور ... [illegible] ... آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ذکر پر صلوۃ ... [illegible] ...
احادیث میں آئی ہے اس سے معلوم ہوا کہ صلوۃ ہر بار آپکے اسم مبارک کے مذکور ہونے پر واجب ہے ... [illegible] ...

اور البخاری کی یہ ہے (البعید من ذکرت عندہ فلم یصل علیّ) اور شقاوت کی یوں ہے (من ذکرت عندہ فلم یصل علیّ فقد شقی) اور بخل کی حدیث کے یہ الفاظ ہیں (البخیل من ذکرت عندہ فلم یصل علیّ) اور جفا کے الفاظ یوں ہیں اور وہ یہ ہیں (من الجفاء ان اذکر عند الرجل فلم یصل علیّ) کذا فی الطحطاوی عن الحلبی ثم قال فتکون فرضا فی العمر و واجبا کلما ذکر علی الصحیح پھر صاحب بحر نے اس ترجیح کے بعد کہا کہ درود پڑھنا فرض ہے عمر بھر میں اور واجب ہے جتنے بار کہ ذکر نام مبارک کا ہو مذہب صحیح پر الا تاجرا متاعہ ونحوہ ولو حرام ہے وقت کھولنے تاجر کے اپنے اسباب کو اور اس جیسے دوسرے وقتوں میں یعنی مکروہ تحریمی ہے شامی نے کہا کہ یہ صورت یہ ہے کہ تاجر کو اس درود کے پڑھنے سے خریدار کا جتانا یا اپنے اسباب کی ترجیح منظور ہو اور اگر اسکا مقصود صرف درود ہو گا تو مکروہ نہو گا اور یہی ملحق ہے ذکر اللہ تعالیٰ کا جس سے تعظیم مقصود نہو بلکہ دوسرے کو جتانا یا اپنے اسباب کا مروج کرنا منظور ہو تو وہ بھی مکروہ تحریمی ہے کذا فی الطحطاوی وسنۃ فی الصلوٰۃ اور مسنون ہے درود پڑھنا نماز میں یعنی قعدہ اخیرہ کے تشہد کے بعد ومستحب فی کل اوقات الامکان اور درود پڑھنا مستحب ہے سب امکان کے وقتوں میں یعنی جس وقت کہ کوئی مانع شرعی نہو اسیطرح درود پڑھنا مستحب ہے ہم علماء نے اوقات درود کی تصریح اسطرح کی ہے روز جمعہ وشب جمعہ و روز شنبہ روز یکشنبہ وقت صبح وقت شام مسجد میں گھسنے کے وقت مسجد سے نکلنے کے وقت قبر شریف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کے وقت صفا مروہ کے اوپر خطبہ جمعہ وغیرہ کے خطبہ میں بعد جواب اذان کے تکبیر کے وقت دعا مانگنے کے شروع اور درمیان و آخر میں دعاء قنوت کے بعد تلبیہ سے فارغ ہونیکے وقت اجتماع کے وقت جدا ہونیکے وقت وضو کرنیکے وقت کان بولنے کے وقت چیز کے بھول جانیکے وقت وعظ کہنے کے وقت حدیث کے پڑھنے کی ابتدا میں اسکے انتہا کے وقت مسئلہ یا فتوی کے وقت تصنیف کے وقت ہر درس دینے والے کو ہر پڑھنے والے کو ہر منگنی کرنیوالے کو ہر نکاح پڑھنے والے کو ہر نکاح پڑھوانے والے کو سب ضروری کاموں کے پیشتر آنحضرت کا نام لکھنے کے وقت کذا فی شرح دلائل الخیرات للفاسی شامی نے کہا کہ ان مواضع میں سے اکثر کی تصریح کتب حنفیہ میں موجود ہے ومکروہ حرمۃ فی الصلوٰۃ غیر تشہد اخیر اور درود پڑھنا مکروہ ہے نماز میں بجز اخیر تشہد کے کہ اسمیں مسنون ہے شامی نے کہا کہ مستثنیٰ کرنا قنوت وتر کا بھی چاہیے کہ اسکے آخر میں درود مشروع ہے جیسا کہ بحر الرائق میں ہے اور ایسے ہی نماز جنازہ کو مستثنیٰ کرنا چاہیے کہ اسمیں بھی درود مسنون ہے تنبیہ درود پڑھنا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر سات جگہ مکروہ ہے حالت جماع حالت بول و براز ترویج سلیعہ میں لغزش قدم کے وقت تعجب کے وقت ذبح کے وقت چھینکنے کے وقت کذا فی الشرعۃ فلذا استثنی فی النہر من قول الطحاوی ما فی التشہد الاول اور چونکہ سوا تشہد اخیر کے نماز میں درود مکروہ ہے تو اسلیے نہر الفائق میں طحاوی کے قول سے مستثنیٰ کیا ہے اس نام مبارک کو جو تشہد اول میں ہے یعنی بموجب قول طحاوی کے جس جگہ نام مبارک آوے درود واجب ہے مگر قعدہ اول میں باوجود نام پاک آنیکے درود واجب نہیں بلکہ مکروہ تحریمی ہے کذا فی الشامی وضمن صلوٰۃ علیہ لئلا یتسلسل اور مستثنیٰ کیا ہے اس نام کو جو ضمن میں یا درود شریف کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ہو تا کہ تسلسل نہو یعنی درود پڑھنا خالی نام مبارک سے نہیں تو اگر ہر نام پر درود واجب ہو تو سلسلہ درود کا ختم نہو شامی نے کہا کہ اسصورت کا بھی مستثنیٰ کرنا چاہیے کہ نام مبارک قرأت یا خطبہ میں سنے اسلیے کہ سننا قرأت اور خطبہ کا واجب ہے اور اگر خود قرآن پڑھتا ہو اور نام مبارک آوے تو افضل یہ ہے کہ قرأت نہ چھوڑے بعد فراغت قرأت کے اختیار ہے چاہے درود پڑھے چاہے نہ پڑھے بل خصہ فی درر البحار بغیر الذاکر لحدیث من ذکرت عندہ فلیصل علیّ اور درر البحار میں درود کے واجب ہونیکو خاص کیا ہے نام لینے والے کے سوا پر بسبب حدیث من ذکرت عندہ کے تو اسکو یاد رکھنا چاہیے ہم بعض علماء نے طحاوی کے قول پر اعتراض کیا کہ اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نام لینے سے درود واجب ہو تو سلسلہ درود کا تمام نہو گا اسلیے کہ درود خالی نام پاک سے نہیں ہوتا درر البحار میں طحاوی کیطرف سے یہ جواب دیا کہ وجوب اسپر ہے جو نام مبارک کو سنے نہ نام لینے والے پر اسلیے کہ حدیث شریف میں جو وعید وارد ہے وہ نام کو سنکر درود نہ پڑھنے والے پر ہے مثلاً (البخیل من ذکرت عندہ فلم یصل علیّ) یعنی بخیل وہ ہے جسکے سامنے میرا ذکر ہو اور مجھپر درود نہ پڑھے اس حدیث میں من موصولہ سے سننے والا مراد ہے جسکے روبرو نام لیا گیا تو چاہیے کہ نام لینے والا اور کوئی ہو اور یہ وجہ وجوب کی یہی وعیدیں ہیں جو احادیث میں مذکور ہیں تو معلوم ہوا کہ وجوب سننے والے ہی پر ہے وارعاج الاعضاء برفع الصوت جہل وانما ہی دعاء لہ والدعاء یکون بین الجہر والمخافتۃ کذا اختارہ الباجی فی کنز العفاۃ اور اعضا کا ہلانا آواز کی بلندی کے ساتھ جہالت ہے بلکہ درود تو آدمی کے حق میں دعا ہے اور دعا مانگنا درمیان میں جہر اور اسرار کے ہوتا ہے یعنی نہ چیخ کر نہ بہت آہستہ اسیطرح اختیار کیا ہے اسیر باجی نے کنز العفاۃ میں ہم یعنی درود پڑھنے میں چیخنا اور ہاتھ یا نون یا گردن کا ہلانا جہالت ہے فتاوی عالمگیری میں کہا کہ قرآن ۱۲۰

سننے اور وعظ کے وقت میں آواز بلند کرنی مکروہ ہے و تزرا نہا فقد ترد لکلمۃ التوحید مع انہا اعظم منہا وفی فضل حدیث الاصفہانی وغیرہ عن انس قال قال رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم من صلی علی مرۃ واحدۃ فتقبلت منہ محا اللہ عنہ ذنوب ثمانین سنۃ فقید المامول بالقبول اور باجی نے تنقیح کی ہے کہ درود شریف بعض اوقات مقبول نہیں
ہوتا جیسے کلمہ توحید لا الٰہ الا اللہ بدون اخلاص کے مقبول نہیں ہوتا باوجودیکہ کلمہ توحید درود شریف سے بزرگ اور فضل ہے کیونکہ جزو ایمان ہے درود شریف کے مقبول
ہونیکی وجہ یہ حدیث اصفہانی وغیرہ کی ہے انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہ انہوں نے کہا فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جسنے مجھپر ایکبار درود پڑھا اور وہ اس سے مقبول
ہوا اللہ اسکے اسی برس کے گناہ مٹا دیگا اس حدیث میں ثواب مترتب ہونے کو قبول کے ساتھ مقید کیا یعنی اس سے نکلتا ہے کہ کوئی درود نامقبول بھی ہوتا ہے ہم درود پڑھنا بھی
ایک عمل ہے جیسے اور اعمال مقبول اور نامقبول ہوتے ہیں اسیطرح درود شریف کا بھی حال ہے مگر بعض محققین نے فرمایا کہ درود شریف دو تعلق رکھتا ہے ایک ثواب کا ہونا
اپنے والیکے ثواب سے تعلق میں درود کا حکم اور اعمال کا سا ہے کہ جب موانع اور عوارض سے خالی ہوگا تو موجب ثواب ہوگا اور ایک تعلق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ
ہے [illegible] زیادہ [illegible] میں انواع [illegible] درود شریف نامقبول نہیں ہوا کذا فی الطحطاوی [illegible] و دعا بالعربیۃ وحرم بغیرہا [illegible]
اور [illegible] درود کے بعد دعا پڑھے عربی میں اور حرام ہے دعا پڑھنا عربی کے سوا دوسری زبانوں میں اگر [illegible] اور اپنے ماں باپ اور استاد کے لیے
[illegible] دعا اور درود کے [illegible] کہ جو کوئی دربار شاہی میں جاتا ہے تو بادشاہ کے حضور میں سلام کرتا ہے اور شاہ [illegible] الاطلاق [illegible]
[illegible] رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور آپ پر درود پڑھنا مقبول ہے تو اس سے توقع ہے کہ اسکے بعد دعا بھی مقبول ہو اور دوسری زبان میں دعا کی [illegible]
[illegible] دوسری زبانوں [illegible] سے ہیں جو منافی تعظیم ہوں [illegible] کہا کہ جب نماز کا شروع کرنا غیر زبانوں میں جائز ہے تو دعا کیسے حرام ہوگی
الا فی الطحطاوی شامی نے بہ تحقیق کہا کہ غیر زبانوں میں دعا مکروہ ہے نہ حرام وحرم سوال العافیۃ مدی الدہر او خیر الدارین ودفع شر ہما او المستحیلات العادیۃ کنزول المائدۃ
قیل و الشر عیۃ اور حرام ہے مانگنا تندرستی کا عمر کے سب وقتوں میں یعنی سب زمانوں سے یا بہتری دونوں جہان کی اور دور ہونا دونوں جہان کی برائیوں کا یا [illegible]
جو عادۃً محال ہیں جیسے اترنا دسترخوان کا آسمان سے اور بعضوں نے کہا کہ محال چیزیں شرعی بھی مانگنی حرام ہیں جیسے دیکھنا پروردگار کا دنیا میں [illegible]
عافیت کا مانگنا اسلیے حرام ہوا کہ خدا تعالیٰ نے کسی حکمت کے سبب سے آدمی میں امراض کو پیدا کیا ہے جسکا فائدہ اسی کی طرف عائد ہوتا ہے تو دعا سے آدمی اس حکمت کو باطل کرنا چاہتا
اور خیر دارین کی طلب اسلیے حرام ہوئی کہ بدون شر کے آدمی کو حاصل ہونی محال ہے بعض شر اسے ضرور آویگی مثلاً جان کندنی کی سختی ہاں اگر خیر سے یہ ارادہ کریگا کہ جو امر اللہ تعالیٰ
کے نزدیک اسکے حق میں خیر ہو تو مضائقہ نہیں چنانچہ اس قسم کی دعا حدیث میں وارد ہے (اللھم انی اسألک من الخیر کلہ ما علمت منہ وما لم اعلم واعوذ بک من الشر کلہ ما علمت منہ
وما لم اعلم) کذا فی الطحطاوی بتصرف (والحق حرمۃ الدعاء بالمغفرۃ للکافر لا لکل المؤمنین کل ذنوبھم بحر) اور حق یہ ہے کہ دعا مانگنی کافر کی مغفرت کے لیے حرام ہے نہ سب مومنین کی
انکے سب گناہوں کے بخشے جانیکی کذا فی البحر یہ رد ہے امام قرافی وغیرہ کا جو یہ کہتے ہیں کہ کافر کی مغفرت کی دعا کرنے سے کافر ہو جاتا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ تو انکی عدم مغفرت
کی خبر دیتا ہے پھر دعا سے مغفرت سے اللہ تعالیٰ کا اس خبر میں جھوٹا کرنا ہوا اور وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ سب ایمانداروں کے سب گناہوں کی مغفرت کی دعا حرام ہے اسلیے کہ اس میں تو
تکذیب ان صحیح حدیثوں کی لازم آتی ہے جنمیں تصریح ہے کہ کچھ مومنین دوزخ میں اپنے گناہوں کے سبب سے بالضرور عذاب پاوینگے تو شارح اس قول کو رد کرتا ہے کہ دعا سے مغفرت
سے کافر نہیں ہوتا بلکہ گنہگار ہوتا ہے کہ دشمنان خدا اور رسول کے لیے بہتری چاہتا ہے اسلیے دعا مذکور حرام ہے نہ کفر اور مومنین کے کل گناہوں کی مغفرت عقلاً جائز ہے کیونکہ
آیت (ویغفر ما دون ذلک لمن یشاء اور ان اللہ یغفر الذنوب جمیعا) سے تو جائز ہے کہ فرداً شفقت برادران دینی کی جہت سے انکے لیے بھی دعا مانگے جو
جائز الوقوع ہو گو نفس الامر میں واقع نہو کذا یستفاد من الشامی والطحطاوی بالادعیۃ المذکورۃ فی القرآن والسنۃ لا بما یشبہ کلام الناس دعا پڑھے ان دعاؤں
سے جو مذکور ہیں قرآن اور حدیث میں نہ انسے کہ لوگوں کے کلام کے مشابہ ہوں طحطاوی نے کہا کہ قرآنی دعا اگر پڑھے تو نیت قرآن ہونیکی نہ کرے اسلیے کہ قرأت
قرآن سوائے قیام کے دوسرے رکن میں مکروہ ہے ہم دعا مسنون نماز کے آخر میں پڑھنا بہت اچھا ہے مشکوٰۃ میں مذکور ہے کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ

کی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا کہ مجھکو ایسی دعا تعلیم فرمایئے کہ نماز میں اسکو پڑھوں آپ نے یہ دعا تعلیم فرمائی اللّٰھم انی ظلمت نفسی ظلما کثیرا ولا یغفر الذنوب الا انت فاغفر لی مغفرۃ من عندک وارحمنی انک انت الغفور الرحیم تو ہمکو اور انکو چاہیئے کہ خاص اسی دعا کو پڑھا کریں [illegible] ولا بما یشبہ کلام الناس

[illegible] ما یستحیل طلبہ من العباد ... سوال اس احتمال میں [illegible] بغیر الفیہ [illegible] باب میں فقہا کا کلام

[illegible] کا کہیں کچھ ذکر نہیں اور مختار یہ ہے قول ہے کہ یہ ہے کہ جو دعا قرآن یا حدیث میں ہو وہ مفسد نماز نہیں اور جو دعا کہ قرآن یا حدیث میں نہیں

کسی میں نہیں ہو اگر اسکا مانگنا مخلوق سے محال ہو مثلاً اغفر لی یعنی میرے چچا کی مغفرت کر تو مفسد نماز نہو گی اور اگر اسکا مانگنا مخلوق سے محال نہو گا جیسے یوں کہنا

کہ الٰہی مجھکو فلاں عورت سے [illegible] تو مفسد نماز ہو گی بشرطیکہ دعا مذکورہ مقدار التحیات سے پیشتر ہو ولا یتم بہا اگر تشہد قدر [illegible] سوال المغفرۃ مطلقا

ولو لعمی او لعمرو وکذا الرزق ما لم یقیدہ بمال ونحوہ لاستعمالہ فی العباد مجازا اور اگر مقدار التحیات سے پیشتر نہ پڑھے بلکہ اسقدر کے بعد پڑھے تو نماز اس سے پوری ہو جائیگی

لیکن کراہت تحریمی کے ساتھ کذا فی الحلبۃ والا دعا نماز پوری ہو گی جبتک کہ سجدہ نماز یا تلاوت یا دنہ پڑھے تو فاسد نہو گی دعائے مغفرت سے مطلقاً یعنی خواہ وہ دعا فرض

میں ہو یا نفل اگرچہ دعا یوں کرے کہ الٰہی بخشدے میرے چچا یا عمر کو اور اسیطرح فاسد نہو گی نماز طلب رزق سے اگر اسکو مقید بمال وغیرہ سے نکیگا و اسطے

رزق کے بندوں میں بطور مجاز کے ہے سجدہ تلاوت اور سجدہ نماز کے یاد نہ پڑھنے کی قید اسلیے لگائی کہ انکے یاد ہونے سے قاعدہ اخیرہ باطل ہو جاتا ہے تو دعا نماز کے بیچ

میں واقع ہو گی اسلیے مفسد ہو گی اور طلب رزق میں مال کی قید اسلیے لگائی کہ رزق تو خاص خدا تعالیٰ کا کام ہو بندہ صرف اسکا سبب یعنی مال پہونچا سکتا ہی تو اگر

رزق مقید بمال سے نماز فاسد ہو گی مثلاً یوں کہنے سے کہ الٰہی مجھکو مال یا روزی کر اور چونکہ بندے کے اختیار میں سبب رزق کا ہو نہ رزق اسلیے شارح نے بتلا دیا کہ رزق

دینے کا استعمال بندوں کے حق میں مجازا ہوا کرتا ہو نہ حقیقتہ ثم یسلم عن یمینہ ویسارہ حتی یری بیاض خدہ پھر سلام پھیرے منھ پھیر کر داہنے اور بائیں کو بمقدار

کہ سفیدی اسکے رخسار کی پیچھے کے نمازیوں کو دکھائی دے یعنی داہنے رخسار کی داہنی طرف منہ پھیرنے میں اور بائیں کی بائیں طرف کو پھیرنے میں ہم کلام

سلام پھیرنے میں یہ کہنا ہو داہنے اور بائیں السلام علیکم ورحمۃ اللہ تو اگر صرف السلام علیکم یا سلام علیکم کہیگا تو کافی ہو گا مگر تارک سنت ہو گا اور داہنے بائیں کو

منھ پھیرنا بھی سنت ہو کذا فی الحلبۃ ولو عکس سلم عن یمینہ فقط اولا وتلقاء وجہہ سلم عن یسارہ اخری اور اگر الٹا کیا یعنی بائیں طرف اول سلام پھیرا اور داہنی طرف

پیچھے تو سلام پھیرے صرف اپنے داہنی طرف اور اگر سلام پہلا اپنے سامنے کیطرف تو دوسرا سلام بائیں طرف کو پھیرے یعنی سامنے کا سلام قائم مقام داہنی طرف

کے ہو جائیگا ولو نسی الیسار اتی بہ ما لم یستدبر القبلۃ فی الاصح اور اگر بائیں کو سلام پھیرنا بھول گیا تو اسکو ادا کرے جبتک کہ قبلہ کو پشت نہ پھیری ہو صحیح تر قول میں

اور نہ کلام کیا ہو شامی نے کہا کہ بحر الرائق میں ہو کہ سلام کو ادا کرے جبتک کہ مسجد سے نہ نکلا ہو گو قبلہ کو پشت کر لی ہو اسلیے شارح نے اصح کی قید لگا دی کہ بحر الرائق

کا قول ضعیف ہو وینقطع التحریمۃ بتسلیمۃ واحدۃ برہان وقد مر اور منقطع ہو جاتی ہی تحریمہ ایک طرف کے سلام پھیرنے سے کذا فی البرہان اور یہ مسئلہ پیشتر گذر چکا یعنی واجبات

نماز میں بیان ہو چکا ہو کہ اقتدا امام ہو جاتا ہی سلام اول پر بلفظ السلام علیکم کے و فی التاتارخانیۃ ما شرع عنہ فی الصلوۃ فمتی فعلہ احد حکم بالتحلیل یحصل التحلیل بسلام واحد کما

یحصل بالتشہد وتنقید الرکعۃ بسجدۃ واحدۃ کما تنقید بسجدتین اور تاتارخانیہ میں ہو کہ جو چیز نماز میں دو دو مشروع ہوئی ہو تو انمیں سے ایک کے لیے حکم دو کا ہو

اس سے یہ نکلا کہ نماز سے حلال ہونا ایک سلام سے حاصل ہو جاتا ہو جیسے دو سے حاصل ہوتا ہو اور رکعت ایک سجدہ سے مقید ہو جاتی ہو جیسے دو سے ہوتی ہو یعنی اگر قعدہ

اخیرہ کے بعد کو کھڑا ہو گیا اور ایک رکعت زائد پڑھی تو جبھی رکعت کو ایک سجدہ سے مقید کریگا فرض باطل ہو جائینگے الامام ان اتم التشہد کما مر اور مقتدی سلام پھیرے

امام کے ساتھ ہی اگر التحیات پڑھ چکا ہو چنانچہ گذر گیا یعنی التحیات پوری کی ہو تو اسکو پوری کر کے سلام پھیرے اسلیے کہ التحیات بھی واجب ہی اور متابعت امام بھی واجب ہو

حالانکہ دوسری ترجیح اول [illegible] لا یخرج الا بتخریج الامام بل بقعدہ وحدہ عمدہ الانتقال [illegible] اور نہیں نکلتا ہی مقتدی نماز سے امام کے سلام

جا سے [illegible] مقتدی نماز سے باہر ہو جائیگا [illegible] نماز کے تو اسکو [illegible] مقتدی سلام نہ پھیرے [illegible]

کر قعدہ اخیرہ کے بعد امام نے سلام پھیرا یا کلام کیا یا اور کوئی بات کی جس سے نماز پوری ہوگئی فاسد نہ ہوئی تو ایسی صورتین مقتدی نماز سے باہر نہ ہوگا بلکہ اگر سلام
پھیرا واجب ہو اور قعدہ اور قصداً حدث نماز کے مفسد ہین تو چونکہ بعد تمامی ارکان کے پائے گئے اسلیے کچھ ضرر نکرینگے اور سلام کا پھیرنا بھی واجب ہوگا مذا امام پر مقتدی
پر کذا فی الشامی بخلاف ما لو اتمہ قبل امامہ فتکلم فانہ جائز فلو عرض مناف تفسد صلوۃ الامام فقط اور اگر مقتدی نے تشہد کو اپنے امام سے پہلے پورا کر لیا پھر بول پڑا تو نماز درست
ہوگی اور یہ فعل مکروہ ہوگا کیونکہ اتباعت امام کی بدون عذر کے ترک کی اب اگر مقتدی کے کلام کرنیکے بعد کوئی نماز کا منافی امام کو درپیش ہوگا تو صرف امام کی نماز فاسد
ہوجائیگی مقتدی کی نہوگی کیونکہ وہ تو منافی کے پیش ہونے سے پہلے ہی نماز سے علیحدہ ہوگیا ہے کذا تحریمتہ مع الامام وقالا الافضل فیما بعدہ سلام پھیرے مثل تکبیر تحریمہ کے
امام کے ساتھ ہی نہ پیچھے اور صاحبین نے کہا کہ افضل تحریمہ اور سلام مین یہی ہے کہ بعد امام کے ہو قائلا السلام علیکم ورحمۃ اللہ بہ آہستہ سلام پھیرے یہ کہتا ہوا السلام علیکم
ورحمۃ اللہ کہ ان الفاظ کا کہنا سنت ہے وصحح الحدادی کراہۃ علیکم السلام وانہ لا یقول ہنا وبرکاتہ اور حدادی نے تصحیح کی ہے کہ علیکم السلام کہنا مکروہ ہے اور
اور اس بات کی کہ وبرکاتہ بعد رحمۃ اللہ کے نکہے یہان سلام پھیرنے مین بلکہ یہ لفظ التحیات مین ہے وجعلہ النووی بدعۃ ورد وہ الحلبی اور وبرکاتہ کہنے کو نووی نے
بدعت قرار دیا ہے اور حلبی شارح منیہ نے نووی کے قول کو رد کیا ہے کیونکہ سنن ابی داؤد مین بروایت وائل بن حجر باسناد صحیح یہ لفظ وارد ہوا ہے پس بدعت کیسے ہوسکتا
وفی الحاوی انہ حسن اور حاوی قدسی مین ہے کہ یہ لفظ کہنا بہتر ہے وسن جعل الثانی اخفض من الاول فخصہ فی المنیۃ بالامام واقرہ المصنف اور
سنتون مین ہے کہ دوسرے سلام کو بہ نسبت اول کے پست کرنا منیہ مین اس بات کو امام کے لیے خاص کیا ہے یعنی مقتدی اور منفرد دونون [illegible] سلام
اور ثابت رکھا ہے منیہ کے قول کو مصنف نے وینوی الامام بخطابہ السلام علیکم من فی یمینہ [illegible] من معہ فی صلوتہ [illegible] السلام [illegible]
[illegible] الخطاب والحفظۃ فیہما بلا نیۃ عدد کالایمان بالانبیاء اور نیت کرے امام اپنے خطاب السلام علیکم سے ان لوگون کی جو کہ داہنے اور بائین جانب
نماز مین شریک ہیں گو عورتین یا بچے ہون اور سلام تشہد کا النبی السلام علینا عام ہے سب مسلمانون پر بسبب نہ [illegible] خطاب کے اور نیت کرے فرشتون محافظ کی
دونون سلامون مین بدون نیت شمار کے جیسا ایمان لانا انبیاء علیہم السلام پر بدون شمار کے ہم محافظ فرشتون کی تعداد مین اختلاف ہے بعض کہتے ہیں کہ ہر آدمی کے
ساتھ دو ہین یا چار اور بعضون کے نزدیک پانچ اور کسی کے نزدیک دس اور کسی کے ایک سو ساٹھ اور اسکا پورا بیان منیہ کی شرحون مین ہے کذا فی الشامی
وقدم القوم لان المختار ان خواص بنی آدم وہم الانبیاء افضل من کل الملائکۃ وعوام بنی آدم وہم الاتقیاء افضل من عوام الملائکۃ والمراد بالاتقیاء من اتقی الشرک فقط کالفاسق
کما فی البحر عن الروضۃ واقرہ المصنف اور مصنف نے اول قوم کو یعنی آدمیون کو مقدم کیا فرشتون سے اسلیے کہ مختار یہ ہے کہ بنی آدم کے خواص جو انبیاء ہیں وہ سب فرشتون
سے افضل ہیں اور بنی آدم مین کے پرہیزگار عوام فرشتون سے افضل ہیں اور مراد پرہیزگارون سے وہ لوگ ہیں جو صرف شرک سے پرہیز کرتے ہیں جیسے فاسق چنانچہ
بحر مین روضہ سے منقول ہے اور مصنف نے اسکو ثابت رکھا ہے ہم کتاب روضۃ العلماء امام ابی الحسن بخاری کی تالیف ہے اسمین لکھا ہے کہ امت کا اجماع ہے اسپر کہ انبیاء سب
مخلوق سے افضل ہیں اور انمین سے افضل سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور بعد انبیاء کے سب مخلوق سے افضل خواص ملائکہ ہیں جیسے جبرئیل اور اسرافیل اور میکائیل اور
عزرائیل اور حاملین عرش اور روحانی اور رضوان اور مالک علیہم السلام اور صحابہ اور تابعین اور شہدا اور صالحین باقی فرشتون سے افضل ہیں اب اسکے بعد اختلاف
ہے امام صاحب تو فرماتے ہیں کہ سب اہل اسلام باقی فرشتون سے افضل ہیں اور صاحبین کہتے ہیں کہ باقی فرشتے عوام مسلمانون سے افضل ہیں غرضکہ بشر تین قسم ہیں
خواص مثل انبیاء اور اوساط مثل صحابہ وصلحاء اور عوام مثل باقی لوگون کے اور فرشتے دو قسم ہیں خواص جو اوپر مذکور ہوئے اور عوام جو انکے سوا ہیں تو فضیلت بالاتفاق تین
درجہ تک ہے یعنی سب مین افضل خواص بشر ہیں پھر خواص ملائکہ پھر اوساط بشر اور اسکے بعد اختلاف ہے امام کے نزدیک باقی لوگ افضل ہیں عوام ملائکہ سے
اور صاحبین کے نزدیک عوام ملائکہ افضل ہیں کذا فی الشامی بتصرف قلت وفی مجمع الانہر تبعا للقہستانی خواص البشر واوساطہ افضل من خواص الملائکۃ واوساطہم
عند اکثر المشائخ مین کہتا ہون اور مجمع الانہر مین بہ تبعیت قہستانی مذکور ہے کہ خواص بشر افضل ہیں خواص ملائکہ سے اور اوساط بشر افضل ہیں اوساط ملائکہ سے اکثر

مثل ہے کہ نزدیک ہم شامی نے کہا کہ اس عبارت مین لف ونشر مرتب ہی تو اسمین اور روضہ کی عبارت مین کچھ منافات نہین اتنا فرق ہی کہ اسمین اولی نیتہ کا ذکر نہین
کیا اسوجہ سے کہ اسمین اختلاف ہی جیسا کہ اوپر بیان ہوا اور قہستانی نے تحت الحفظة قولان اور کہا محافظ فرشتے بدلتے رہتے ہین یا نہین اسمین دو قول ہین ہم بعض علما فرماتے ہین
کہ بدلتے رہتے ہین کیونکہ حدیث صحیح مین بخاری و مسلم کی وارد ہی کہ تمپر رات کو اور دن کو فرشتے پیاپی آتے ہین اور نماز صبح اور عصر مین جمع ہو جاتے ہین پھر جو تم مین رہے ہوتے
ہین وہ اوپر چڑھ جاتے ہین الحدیث اس حدیث مین قاضی عیاض وغیرہ نے جمہور علما سے نقل کیا ہی کہ مراد ان فرشتون سے محافظ یعنی کرام کاتبین ہین اور دوسرا قول یہ ہی کہ وہ
دونون فرشتے آدمی کی زندگی تک نہین بدلتے اسلیے کہ حضرت انس سے روایت ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالی نے اپنے ایماندار بندہ پر دو فرشتے معین کیے ہین
کہ وہ اسکا عمل لکھا کرتے ہین جب وہ مرجاتا ہی تو وہ جناب الہی مین عرض کرتے ہین کہ فلان شخص مرگیا ہمکو تو اجازت دے کہ ہم آسمان پر چڑھ جاوین اللہ جل شانہ فرماتا ہی کہ میرا آسمان
فرشتون سے پر ہی جو میری تسبیح پڑھتے ہین پھر وہ عرض کرتے ہین کہ تو ہم زمین مین ٹھہرین اللہ تعالی فرماتا ہی کہ میری زمین میرے مخلوق سے پر ہی جو مجھکو پاکی سے یاد
کرتے ہین پھر وہ دونون عرض کرتے ہین کہ اب ہم کہان رہین اللہ تعالی فرماتا ہی کہ میرے بندہ کی قبر پر ٹھہرو اور میری تکبیر و تہلیل اور میرا ذکر کرو اور اسکو میرے بندہ کے لیے
قیامت تک لکھتے رہو کذا فی الشامی ویفارقہ کاتب السیئات عند جماع وخلاء وصلوۃ اور جدا ہو جاتا ہی آدمی سے لکھنے والا برائیون کا وقت صحبت کرنے اور پاخانہ پھرنے اور
نماز پڑھنے کے ہم طحطاوی نے کہا کہ شارح اس عبارت مین بحرالرائق کا تابع ہوا حالانکہ مفارقت جماع اور بیت الخلا مین دونون فرشتے کرتے ہین چنانچہ شیخ جوہرہ مین ہی تو پھر
تخصیص کاتب سیئات کی کیا ہی ہان نماز مین چونکہ کاتب سیئات اپنے لکھنے کی چیز نہین پاتا تو علیحدہ ہونا خاص اسکا گنجائش رکھتا ہی والمختار ان کیفیۃ الکتابۃ والمکتوب فیہ
مما استاثر اللہ بعلمہ اور مختار یہ ہی کہ کیفیت فرشتون کے لکھنے کی اور جس چیز مین وہ لکھتے ہین اسکا حال ان اشیا مین ہی جنکا علم اللہ تعالی کو مخصوص ہی دینعم فی حاشیۃ الاشباہ تکتب
فی رق بلا حرف کثبوتہا فی العقل وہو احد ما قیل فی قولہ تعالی والطور وکتاب مسطور فی رق منشور ہان حاشیہ اشباہ مین ہی کہ کاتب اعمال ورق مین بدون حرفون کے
لکھتے ہین جیسے معلومات عقل مین بدون حرفون کے رہتے ہین اور یہ قول ایک ہی ان اقوال مین سے جو اس آیت کی تفسیر مین کہے گئے ہین (والطور وکتاب مسطور
فی رق منشور) یعنی قسم ہی طور کی اور قسم ہی کتاب لکھی ہوئی کی کشادہ ورق مین یعنی لوح محفوظ کی ہم شامی نے کہا کہ جب قول مختار شارح لکھ چکا تھا تو اسکے مقابل کے لکھنے کی
ضرورت نہ تھی وصحح النیسابوری فی تفسیرہ انہما تکتبان کل شیء حتی انینہ اور نیشاپوری نے اپنی تفسیر مین اس امر کی تصحیح کی ہی کہ وہ دونون فرشتے ہر چیز کو لکھتے ہین یہانتک
کہ آدمی کے آہ کرنے اور کراہنے کو بھی لکھتے ہین شامی نے کہا کہ اس سے یہ نکلتا ہی کہ ضروری چیزون کو مثل سانس لینے اور نبض وغیرہ کی حرکت کو بھی لکھتے ہین قلت وفی
تفسیر الدمیاطی یکتب المباح کاتب السیئات ویمحی یوم القیامۃ مین کہتا ہون اور تفسیر دمیاطی مین ہی کہ مباح چیز کو برائیون کا کاتب لکھتا ہی اور قیامت کے دن مٹا دیگا ہم
اوپر جو بیان کیا تھا کہ دونون کاتب ہر چیز کو لکھتے ہین اب اسکی تفصیل کی خلاصہ یہ کہ اعمال تین قسم ہین ایک وہ جنمین ثواب ہو دوم وہ جنمین عذاب ہو سوم مباح جنمین
نہ ثواب ہو نہ عذاب تو ثواب کے اعمال کو کاتب حسنات کا لکھتا ہی اور باقی کو کاتب سیئات کذا فی الشامی وفی تفسیر الکازرونی المعروف بالاخوین الاصح ان الکافر ایضا تکتب
اعمالہ الا ان کاتب الیمین کالشاہد لکاتب الیسار اور تفسیر کازرونی محشی بیضاوی مین جو اخوین کے نام سے مشہور ہی لکھا ہی کہ صحیح تر قول یہ ہی کہ کافر کے اعمال بد بھی لکھے جاتے ہین
مگر داہنا کاتب مثل گواہ کے رہتا ہی بائین پر ہم یعنی جب کافر کے اعمال بد ہی لکھے جاتے ہین تو ضرورت داہنے فرشتے کی کیا ہی اسلیے شارح نے جواب دیا کہ وہ گویا بائین کا
گواہ ہی طحطاوی نے کہا کہ شارح نے یہ قول نہر الفائق سے نقل کیا ہی اور اسمین کازرونی کی جگہ حازمی بحا مہملہ وزا معجمہ ومیم در آخر ہی اور یہی صحیح ہی وفی البرہان ان ملئکۃ اللیل
غیر ملئکۃ النہار وان ابلیس مع ابن آدم بالنہار وولدہ باللیل اور برہان مین ہی کہ رات کے فرشتے غیر ہین دن کے فرشتون کے بسبب حدیث صحیحین کے جو اوپر گذری اور یہ کہ
ابلیس ہمراہ ابن آدم کے ساتھ رہتا ہی دن کو اور اسکی اولاد ساتھ رہتی ہی رات کو طحطاوی نے کہا کہ ابلیس کی اولاد مین کئی قول ہین بعضون کے نزدیک اسکی جورو ہی [illegible]
اور بعضون کے نزدیک وہ انڈے دیتا ہی اور بعض کہتے ہین کہ اسکی ایک ران مین علامت نر ہے اور دوسری مین علامت مادہ وہ خود اپنی ذات سے صحبت کرتا ہی وفی صحیح مسلم
ما منکم من احد الا وقد وکل اللہ بہ قرینہ من الجن وقرینہ من الملئکۃ قالوا وایاک یا رسول اللہ قال وایای ولکن اللہ اعاننی علیہ فاسلم روی بفتح المیم وضمہا اور صحیح مسلم مین ہی

کہ تم میں سے کوئی ایسا نہیں ہے جس پر خدا تعالیٰ نے مقرر نہ کیا ہو اُسکا ساتھی شیطانوں سے یعنی جو برائی پر دلالت کرتا ہے اور اُسکا ساتھی فرشتوں سے جو خیر پر دلالت کرتا ہے
لوگوں نے عرض کیا اور آپ پر یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ نے فرمایا کہ مجھ پر بھی ہے اور میں مقرر ہے لیکن اللہ تعالیٰ نے مجکو اُسپر غالب کر دیا ہے تو وہ مسلمان ہو گیا ہے
اپنی سوائے خیر کے اور بات مجھسے نہیں کہتا قسطلانی نے کہا کہ اسلم میم کے فتحہ اور ضمہ دونوں سے مروی ہے میم کے زبر سے صیغہ ماضی باب افعال سے اور ضمہ سے متکلم ترجمہ دونوں
ہو گی جسکا ترجمہ اوپر لکھا گیا اور میم کے ضمہ سے صیغہ واحد متکلم مصدر سلامت سے ہو گا تب یہ معنی ہونگے کہ اللہ تعالیٰ نے میری اعانت فرمائی تو میں اُس سے بچا رہتا ہوں
ویزید الامام علی التسلیمۃ الاولی ان کان الامام قبلیا والا ففی الثانیۃ ولو اذا فیہما لو محاذیا اور مقتدی قوم اور فرشتوں کی نیت زیادہ کرے
سلام اپنے امام پر داہنی طرف کے سلام میں اگر امام داہنی طرف ہو ورنہ بائیں طرف کے سلام میں نیت امام کی کرے اور اگر امام اُسکے سامنے ہو تو دونوں سلاموں میں امام
کی نیت کرے وینوی المنفرد الحفظۃ فقط المرتل الاثبتۃ المیزۃ الالب اور منفرد صرف محافظ فرشتوں کی نیت کرے شارح کہتا ہے کہ مصنف نے لفظ فقط سے اشارہ کیا
کہ عام ہو سب منجملہ اور لڑکے کو اسلیے کہ اُنکے ساتھ کاتب اعمال نہیں شامی نے کہا کہ اُسکی صورت میں مراد محافظوں سے فرشتے ہیں جو اعمال لکھتے ہیں کہ
اُسکے حسنات لکھے جاتے ہیں اور اُنکا ثواب اُسکو ملیگا اور ماں باپ کو ثواب تعلیم کا ہو گا کما فی الاتقانی اور اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اُسکے لیے کاتب حسنات ہوتا ہے
یعنی القصار کا الشرعیۃ الخ لاکا دینوی اصحابنا الافقہاء وفیہم نظر اور قسم ہے اپنی جان کی کہ یہ نیت سلام میں ہم اور ہمارے مشائخ کی کسی نے ترک
کی طرح ہو گئی ہے گویا کوئی کچھ نیت ہی نہیں کرتا بجز علما کے اور انہیں بھی کلام ہے یعنی احتمال ہے کہ وہ نیت کرتے ہوں یا نہ ہو یعنی عوام میں شارح کا قول درست ہے اگر
اکثر آدمیوں سے پوچھے کہ تُنے اپنے سلام میں کیا نیت کی تو کوئی جواب شافی نہ دیگا ویکرہ تاخیر السنۃ الا بقدر اللہم انت السلام الخ اور مکروہ ہے فرضوں کے بعد سنتوں کی
تاخیر کرنی مگر بقدر پڑھنے اللہم انت السلام الخ کے اور پوری دعا اس طرح ہے (اللہم انت السلام ومنک السلام تبارکت یاذا الجلال والاکرام) یعنی فرضوں کے بعد اسقدر
دیر کرے جسمیں یہ دعا یا اسکے برابر کوئی اور پڑھے اس سے زیادہ دیر کرنی مکروہ ہے اسوجہ سے کہ مسلم اور ترمذی میں حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم سلام کے بعد اتنا ہی بیٹھتے تھے کہ یہ کلمات فرمائیں شامی نے کہا کہ احادیث میں جو وظائف بعد نمازوں کے آئے ہیں اُن حدیثوں میں یہ ذکر نہیں کہ سنتوں کے پہلے
انکو پڑھنا چاہیے بلکہ اسی پر محمول ہیں کہ بعد سنتوں کے پڑھے جائیں کیونکہ سنتیں فرضوں کی تابع ہیں اُنسے اجنبی نہیں تو جو ذکر سنتوں کے بعد ہو گا وہ فرضوں کے
بعد کہلائیگا وقال الحلوانی لا باس بالفصل بالاوراد واختارہ الکمال قال الحلبی ان ارید بالکراھۃ التنزیھیۃ ارتفع الخلاف اور حلوانی نے کہا کہ کچھ پڑھنا اوراد میں فرضوں اور
سنتوں میں فاصلہ کرنے کا اور پسند کیا ہے اس قول کو کمال الدین محقق نے حلبی نے کہا کہ اگر کراہت سے تنزیہی کراہت مراد لیجاے تو خلاف دور ہو جاتا
یعنی جو لوگ فصل کو مکروہ کہتے ہیں اُنکے قول اور حلوانی کے قول میں اختلاف جاتا رہتا ہے تو دونوں قائلوں کے نزدیک مقدار (اللہم انت السلام الخ)
سے زیادہ بیٹھنا مکروہ تنزیہی ہو گا قلت وفی حفظی حملہ علی القلیلۃ میں کہتا ہوں اور میری یاد میں حلوانی کے قول کا محمول کرنا تھوڑے پر ہے وظائف
پر یعنی حلوانی نے جو فاصلہ اوراد کو لاباس کہا ہے تو اوراد سے مراد تھوڑے وظائف ہیں بقدر اللہم انت السلام الخ کے تو اس تقریر سے بھی
خلاف جاتا رہا ویستحب ان یستغفر ثلثا ویقرأ آیۃ الکرسی والمعوذات ویسبح ویحمد ویکبر ثلثا وثلثین ویہلل تمام المائۃ ویدعو ویختم بسبحان ربک اور مستحب ہے کہ تین بار استغفار
پڑھے اور آیۃ الکرسی اور معوذات یعنی سورۂ ناس اور سورۂ فلق اور سورۂ اخلاص پڑھے اور سبحان اللہ ۳۳ بار اور الحمد للہ ۳۳ بار اور اللہ اکبر ۳۳ بار کہے یہ تینوں کلمے
۹۹ ہوئے تو سو پورا کرنیکو ایکبار لا الہ الا اللہ کہے اور دعا مانگے اور دعا کو سبحان ربک الآیۃ پر تمام کرے ہم کیفیت استغفار کی امداد الفتاح میں یوں ہے (استغفر اللہ العظیم الذی لا
الہ الا ہو الحی القیوم واتوب الیہ) اور سو پورا کرنے کے لیے بعض احادیث میں یوں وارد ہے (لا الہ الا اللہ وحدہ لاشریک لہ لہ الملک ولہ الحمد وہو علی کل شیء قدیر) اور ان
کلمات کو سو بار پڑھنا تسبیح فاطمی کہلاتا ہے وفی الجوہرۃ یکرہ للامام التنفل فی مکانہ لا للمؤتم اور جوہرہ میں ہے کہ مکروہ ہے امام کو نفل پڑھنا اپنی جگہ میں نہ مقتدی کو یعنی
مکروہ تنزیہی ہے چنانچہ خانیہ کی عبارت اسپر دال ہے کذا فی الشامی وقیل یستحب کسر الصفوف اور بعضوں نے کہا کہ مستحب ہے امام کو نفل پڑھنے کے لیے صفوں کا توڑ کر

شامی نے کہا کہ بدائع اور ذخیرہ میں اس قول کو امام محمد سے نقل کیا ہے اور محیط میں تصریح کی ہے کہ صفوں کا چیرنا سنت ہے اور حلیہ میں کہا کہ ان ...
میں پڑھے اگر کسی بالغ کا خوف نہو وفی الخانیۃ یستحب للامام التحول لیمین القبلۃ یعنی یسار المصلی لتنفل او ورد وخیرہ فی المنیۃ ... ہے کہ مستحب ہے امام کو پھرنا قبلہ کے داہنی طرف یعنی
نمازی کے بائیں طرف نفل پڑھنے یا وظیفہ پڑھنے کو وخیرہ فی المنیۃ بین تحویلہ یمینا وشمالا وامامًا وخلفًا وذہابہ لبیتہ واستقبالہ الناس بوجہہ ولو دون عشرۃ ما لم یکن
مصل ولو بعیدًا علی المذہب اور منیہ میں امام کو اختیار دیا ہے چاہے داہنے کو پھرے چاہے بائیں کو چاہے آگے اور پیچھے کو چاہے گھر کو جاوے چاہے لوگوں
کی طرف اپنا منہ کرے اگرچہ جماعت دس سے کم ہو بشرطیکہ امام کے سامنے کوئی نمازی نہو گو دور نماز پڑھتا ہو ظاہر مذہب کے موافق ... اور منیہ میں اختیار دینے کی ...
... جن میں فرضوں کے بعد سنتیں ہوں اور لوگوں کی طرف منہ کرنے کی وہ صورت ہے کہ فرضوں کے بعد سنتیں نہوں اور ...
لوگوں نے یہ کہا ہے کہ دس مردوں کی جماعت ہو تو منہ کرے نہیں تو نکرے ان لوگوں کا قول ... اور یہ کہا کہ امام کے سامنے کوئی نمازی نہو اگرچہ دور
پڑھتا ہو تو یہ ذخیرہ میں مذکور ہے مگر حلیہ میں یوں کہا ہے کہ جب امام کے اور نمازی کے بیچ میں کوئی تیسرا شخص ہو جس کی پشت نمازی کی جانب ہو تو امام کے منہ پھیرنے میں
کچھ کراہت نہیں تیسرا شخص بجائے سترہ کے ہو جائیگا چنانچہ فقہا نے تصریح کی ہے کہ اگر ایک شخص کے منہ کی طرف نماز پڑھتا ہو اور دونوں کے درمیان تیسرا شخص ہو جس کی
پشت نمازی کی طرف ہو تو مکروہ نہوگا اور شاید ظاہر مذہب میں امام محمد نے تیسرے شخص کے حائل ہونے کی ... قید نہیں لگائی کہ اسکا ... معلوم ہی ...

فصل

یہ فصل ہے قرأت کے احکام میں چونکہ اور ارکان کے نسبت قرأت سے زیادہ احکام متعلق تھے اسلیے اسکو جدا کر کے احکام بیان کیا ویجہر الامام وجوبا بحسب الجماعۃ فان
زاد علیہ اساء اور پکار کر پڑھے امام بطور وجوب موافق جماعت کے یعنی جسقدر جماعت ہو اسیقدر آواز بلند کرے پھر اگر جماعت سے زیادہ پکار کر پڑھیگا تو برا کریگا امام وجوب جہر کی
موافقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ہے جہر پر کذا فی الطحطاوی ولو ائتم بہ بعد الفاتحۃ او بعضہا سرًا اعادہا جہرًا بحر لکن فی آخر شرح المنیۃ ائتم بہ بعد الفاتحۃ یجہر بالسورۃ ان قصد الامامۃ
والا فلا یلزمہ الجہر اور اگر اقتدا کیا نمازی کا کسی نے بعد کل فاتحہ یا تھوڑی سی فاتحہ آہستہ پڑھنے کے تو فاتحہ کو جہر سے اعادہ کرے کذا فی البحر لیکن آخر شرح منیہ میں ہے
کہ اقتدا کیا نمازی کا بعد فاتحہ کے تو وہ سورہ کو پکار کر پڑھے اگر امام ہونیکا قصد کرے ورنہ پکار کر پڑھنا اسکو ضرور نہیں ... بحر الرائق میں وجہ اعادہ کرنے کی یہ
لکھی ہے کہ دوسرے کے اقتدا کی سبب سے جہر اسپر واجب ہو گیا اب اگر صرف باقی قرأت کو پکار کر پڑھتا ہے تو ایک ہی رکعت میں آہستہ پڑھنا اور پکار کر پڑھنا جمع ہو جاتا ہے
حالانکہ یہ امر برا ہے اور اگر آہستہ پڑھتا ہے تو جہر کے واجب ہونیکے بعد آہستہ پڑھنا واجب کا ترک ہے اسلیے اعادہ جہر سے ضرور ہوا اور اس قول کو خلاصہ سے نقل کیا اور
خلاصہ میں اصل سے منقول ہے پس قول شرح منیہ کا جو شارح نے لکھا ضعیف ہے اور یہ جو کہا کہ اگر امامت کا قصد کرے یہ بھی ضعیف ہے کیونکہ نیت امامت کا اعتبار جواز ...
کے امام ہونے کے واسطے کسی جانب میں کذا فی الطحطاوی فی الفجر واولی العشائین اداء وقضاء وجمعۃ وعیدین وتراویح ووتر بعدہا ای فی رمضان فقط للتوارث امام جہر کرے
نماز فجر میں اور مغرب اور عشا کی پہلی دو رکعتوں میں ادا پڑھے یا قضا اور جمعہ اور دونوں عید کی نماز میں اور تراویح میں اور تراویح کے بعد کے وتروں میں یعنی صرف رمضان
کے وتروں میں پکار کر پڑھے بسبب توارث کے یعنی سلف سے ایسا ہی منقول چلا آتا ہے قلت فی التقیید ببعدہا نظر لجہرہ فیہ وان لم یصل التراویح علی الصحیح کما فی مجمع الانہر میں کہتا ہوں
کہ مصنف نے جو وتر میں بعد کی قید لگائی تو اسمیں کلام ہے اسلیے کہ امام وتر میں جہر کریگا اگرچہ اسنے تراویح نہ پڑھی ہوں مذہب صحیح پر چنانچہ مجمع الانہر میں ہے یعنی مصنف کے قول
سے ایسا وہم ہوتا ہے کہ جہر اس صورت میں ہے کہ وتر بعد تراویح پڑھنے کے پڑھے حالانکہ قبل تراویح اگر وتر جماعت سے پڑھے تو اسمیں جہر واجب ہے شامی نے شارح کا جواب یہ دیا کہ
تراویح رمضان میں ہوتی ہے اور اسکے بعد کے وتر بھی رمضان میں ہونگے تو بعدہا سے یہ مطلب ہے کہ رمضان کے وتر میں جہر کرے نہ اور وتروں میں لکن فی القہستانی تبعا
للقاعدی لا سہو بالمخافتۃ فی غیر الفرائض کعید ووتر نعم الجہر افضل ہاں قہستانی میں بہ تبعیت قاعدی مذکور ہے کہ سواے فرضوں کے اور جہری نمازوں میں آہستہ پڑھنے سے
سجدہ سہو نہیں ہے مثل عید اور وتر کے ہاں جہر افضل ہے ہم شامی اور طحطاوی نے کہا کہ قہستانی نے ... عبارت کے یہ کہا ہے کہ صحیح یہ ہے کہ عید اور وتر میں بھی جہر کرے یعنی

وجوباً اپنا کثر کتب مروجہ میں ہے ویسر فی غیرہا وکان علیہ السلام یجہر فی الکل ثم ترکہ فی الظہر والعصر لدفع اذی الکفار کافی اور آہستہ پڑھے نمازوں میں اور رکعتوں مذکورہ بالا کے سوا میں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سب نمازوں میں جہر کرتے تھے پھر جہر کو ظہر اور عصر کی نماز میں ترک کیا بسبب ایذا کفار کے کذا فی الکافی پھر آپ شروع میں سب نمازوں میں جہر فرماتے تھے اور مشرک آپکو ایذا دیتے تھے یعنی اللہ جل شانہ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو گالیاں دیتے تھے تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی (ولا تجہر بصلاتک ولا تخافت بہا وابتغ بین ذلک سبیلاً) یعنی نہ کل نمازوں میں جہر کرو نہ کل میں آہستہ پڑھو بلکہ ان دونوں کے درمیان ایک راہ تلاش کرو کہ رات کی نمازوں میں جہر کرو اور دن کی نمازوں میں آہستہ پڑھو اور اسلئے آپ ظہر اور عصر میں آہستہ پڑھا کرتے کیونکہ کفار ان دونوں وقتوں میں ایذا دینے کو مستعد رہتے تھے اور مغرب میں چونکہ کفار کھانا کھانے میں مشغول رہتے اور عشا اور فجر میں سوتے ہوتے اسلئے ان تینوں وقتوں میں آپ پکار کر پڑھا کرتے اور جمعہ اور عیدین آپ نے مدینہ منورہ میں قائم کی جہاں کفار کا زور نہ تھا اسلئے پکار کر پڑھی کذا فی المطلب اور حمیدی نے کہا ہے جو شخص نفل دن کو پڑھے والا الاولی کہ وہ بھی آہستہ پڑھے اور مخیر المنفرد فی الجہر وہو افضل ویکتفی بادناہ ان ادی اور مختار ہے تنہا پڑھنے والا جہر میں اور جہر کرنا اسکے لیے افضل ہے اسلئے کہ نماز با جماعت کی صورت پر ہوجائیگی اور کفایت کرے ادنیٰ جہر پر یعنی زیادہ آواز سے نہ پڑھے یہ اختیار اسی صورت میں ہے کہ منفرد ادا نماز پڑھے وفی السریۃ یخافت حتماً علی المذہب اور نماز سری میں آہستہ پڑھے بطور وجوب کے ظاہر مذہب پر پس اگر پکار کر پڑھیگا تو سجدہ سہو لازم ہوگا کذا فی البحر الرائق منفرد فلو ام جہر نفیۃ بالنفل الذی یصلی حیث تخافت وہ آہستہ اور پکار کر پڑھنے میں اسکا افضل ہونا اسلئے ہے کہ اگر امام ہو جائے تو اول کی جماعت کے سبب تابع ہو واسطے فرض کے یعنی جہر میں نفل فرضوں کی تابع ہو کذا فی البحر ویخافت المنفرد حتماً ای وجوباً ان قضی الجہریۃ فی وقت المخافتۃ کان صلی العشاء بعد طلوع الشمس کذا ذکرہ المصنف بعد الواجبات قلت وہکذا ذکرہ ابن الملک فی شرح المجمع لکن تعقبہ فی البحر بان الاصح التخییر لان الجہر فی الاداء واجب بل اولی اور منفرد وجوب کے اگر قضا پڑھے جہری نماز کو آہستہ پڑھنے کے وقت میں مثلاً عشا کی نماز سورج نکلنے کے بعد پڑھے ایسا ذکر کیا ہے اسکو مصنف نے بعد واجبات کے شارح کہتا ہے میں کہتا ہوں اور اسیطرح ذکر کیا ہے اسکو ابن ملک نے شرح مجمع میں قضا کی بحث کے ذیل میں آہستہ پڑھے صحیح تر قول کے بموجب جیسا کہ بحر اور اور نہ بعض قیدا سلئے لگائی کہ اگر جہری نماز کو جہر کے وقت میں قضا کرے تو مختار ہے چاہے آہستہ پڑھے چاہے پکار کر کذا فی البحر لکن تعقبہ فی البحر واختار التخییر وکون بعض متاخرین اکثر قیدا فقام بقضیہ التخییر لیکن اس قول پر اعتراض کیا ہے بحر نے اور ترجیح دی ہے منفرد کے اختیار دینے کو آہستہ اور پکار کر پڑھنے میں جیسے وہ شخص کہ جسکی بابت کہ جو بہ ادا کرنا ہو اسکو پڑھنے لگے کہ اسکو بھی اختیار ہو چاہے آہستہ پڑھے چاہے پکار کر طحطاوی نے کہا کہ مغرب اور عشا اور فجر کے سوا دن کا بھی یہی حال ہے کہ سبق مثل منفرد کے ہے فقہا کے اقوال میں ادنی الجہر اسماع غیرہ وادنی المخافتۃ اسماع نفسہ ومن بقربہ اور ادنی درجہ جہر کا سنانا غیر کا ہے یعنی جو اسکے قریب ہو کذا فی الشامی اور ادنی درجہ آہستگی کا سنانا ہے اپنے آپ کو اور اپنے قریب کے شخص کو فلو سمع رجل او رجلان فلیس بجہر والجہر ان یسمع الکل خلاصۃ پھر اگر ایک یا دو آدمیوں نے قراءت کو سنا تو جہر نہ ہوگا جہر یہ ہے کہ سب سنیں کذا فی الخلاصۃ قہستانی نے اسپر یہ اعتراض کیا ہے کہ اگر جماعت بہت ہو اور سبکو آواز نہ پہنچے تو چاہیے کہ جہر نہ ہو شامی نے اسکے جواب میں یہ کہا کہ کل سے مراد کل آدمی صف اول کے ہیں اور ظاہر ہو کہ یہ جواب ناتمام ہے کیونکہ صف اول بھی بعض اوقات اتنی طویل ہوتی ہے کہ کل صف میں آواز نہیں پہنچتی تو بہتر یہ ہے کہ کل سے مراد گرد و پیش کے سب آدمی لیے جائیں جو بہت دور نہ ہوں نزدیک ہوں یا یہ کہ کل سے مراد جمع ہو یعنی بہت سے لوگ سنیں نہ صرف ایک یا دو ویجری ذلک المذکور فی کل ما یتعلق بنطق کتسمیۃ علی ذبیحۃ ووجوب سجدۃ تلاوۃ وعتاق وطلاق واستثناء وغیرہا فلو طلق او استثنی او لم یسمع نفسہ لم یصح فی الاصح اور جاری ہے یہ مذکور یعنی ادنی درجہ آہستہ کہنے کا یہ ہے کہ اپنا سنے اور پاس والا سنے ہر کیا جائیگا ان میں جو بولنے سے علاقہ رکھتی ہیں مثلاً بسم اللہ کہنا ذبیحہ پر اور وجوب ہونا سجدۂ تلاوت کا اور آزاد کرنا اور طلاق دینا اور انشاء اللہ کہنا اور سوا اسکے پھر اگر طلاق دی یا انشاء اللہ طلاق دینے یا آزاد کرنے کے بعد کہا اور اپنے آپ نہ سنا تو طلاق اور استثنا درست نہ ہوگا صحیح تر قول میں ہر استثنا کی صورت یہ ہے کہ اپنی زوجہ کو کہا انت طالق انشاء اللہ یعنی تو طلاق ہے اگر خدا چاہے یا غلام کو کہا انت حر انشاء اللہ یعنی تو آزاد ہے اگر خدا چاہے اور انشاء اللہ اسی طرح کہا کہ اپنے آپ نہ سنا تو استثنا صحیح نہ ہوگا

زوجہ مطلقہ ہو جائیگی اور غلام آزاد ہوگا اور اصح کی قید اسلیے لگائی کہ کرخی نے ادنی درجہ کلام کا حروف صحیح کا نکلنا ٹھہرایا ہے گو آپ سنے یا نہیں تو کرخی کے قول کے
بموجب استثنا اور نذر کو صحیح ہوگا کذا فی الشامی وقیل فی نحو البیع یشترط سماع المشتری اور بعضوں نے کہا ہے کہ بیع جیسے تصرفات میں سننا مشتری کا شرط ہے طحطاوی نے کہا
کہ اس قول کی بھی تصحیح ہوئی ہے اور مثل بیع سے مراد وہ معاملات ہیں جن میں مبادلہ ہو یا قبول غیر پر موقوف ہوں ولو ترک السورۃ اولی العشاء مثلاً ولو عمداً قرأہا
وجوباً وقیل ندباً مع الفاتحۃ جہراً فی الاخیرین لان الجمع بین جہر ومخافتۃ فی رکعۃ شنیع اور اگر عشا کی پہلی دو رکعتوں میں مثلاً سورہ کو چھوڑا اگرچہ دانستہ ترک کیا ہو
تو وجوباً ولیقول بعض مستحب ہے کہ سورہ کو مع الحمد کے پچھلی دو رکعتوں میں جہر سے پڑھے اسلیے کہ اگر صرف سورہ کو پکار کر پڑھیگا اور الحمد کو آہستہ تو ایک رکعت میں جہر و
آہستہ پڑھنا جمع ہوگا اور جمع کرنا ان دونوں کا ایک رکعت میں برا ہے ہم شارح نے استحباب کو قبل کر کے بیان کیا تاکہ معلوم ہو کہ اصح قول وجوب ہی ہے کیونکہ وہ بسط کبیر
جامع صغیر میں امام محمد نے اشارہ کیا ہے کذا فی الشامی ولو تذکرہا فی رکوعہ قرأہا واعاد الرکوع اور اگر سورہ کو یاد کیا رکوع کے اندر تو کھڑا ہو کر سورہ کو پڑھے اور رکوع دوبارہ
کرے اسلیے کہ ترتیب درمیان ان ارکان کے جو مکرر نہیں فرض ہے تو اگر دوبارہ رکوع نہ کریگا تو نماز فاسد ہو جائیگی کذا فی الشامی ولو ترک الفاتحۃ فی الاولیین لا یقضیہا
فی الاخیرین لزوم تکرارہا اور اگر پہلی دو رکعتوں میں الحمد کو ترک کیا تو اسکو پچھلی دو میں قضا نکرے بسبب لازم آنے تکرار فاتحہ کے کیونکہ پچھلی رکعتوں میں فاتحہ
دوبارہ ہو جائیگی حالانکہ مکرر نہ پڑھنا فاتحہ کا واجب ہے ولو تذکرہا قبل الرکوع قرأہا واعاد السورۃ اور اگر فاتحہ کو رکوع کے پیشتر یاد کیا تو فاتحہ پڑھ لے اور سورہ کو دوبارہ
پڑھے بطور وجوب اسلیے کہ ترتیب فاتحہ او سورہ میں واجب ہے کذا فی الطحطاوی شامی نے کہا کہ قبل رکوع قید نہیں اسلیے کہ اگر رکوع کے اندر یاد کرے تب بھی اسکو
یہی کرنا چاہیے جو سورہ کے یاد پڑنے میں کیا تھا کیونکہ جب سورہ کو کھڑے ہو کر پڑھنا واجب ہے تو فاتحہ تو سورہ کی نسبت کہ زیادہ موکد ہے وفرض القراءۃ آیۃ علی المذہب
ہی لغۃ العلامۃ وعرفا طائفۃ من القرآن مترجمۃ اقلہا ستۃ احرف ولو تقدیراً کلم یلد اور فرض قرأت کا جسکے پڑھنے سے نماز صحیح ہو جاوے ایک آیت ہی ظاہر مذہب یعنی
بقول امام اعظم اور صاحبین کے نزدیک تین آیتیں چھوٹی یا انکے برابر بڑی آیت فرض ہے کذا فی الطحطاوی آیت لغت میں بمعنی علامت ہے اور عرف فقہا میں ایک
جملہ ہے قرآن سے بیان کرنیوالا یعنی جسکی ابتدا اور انتہا کا اعتبار کیا گیا ہو کذا فی الحلبیۃ عن حاشیۃ الکشاف اس جملہ میں کم سے کم چھ حرف ہوں اگرچہ تقدیراً ہوں مثل لم یلد کے
کہ بالفعل پانچ حرف ہیں مگر چونکہ اصل میں لم یولد تھا اسلیے تقدیراً چھ حرف ہوئے الا اذا کانت کلمۃ فالاصح عدم الصحۃ وان کررہا مرارا مگر جس صورت میں کہ آیت ایک
کلمہ ہو تو صحیح تر نہ درست ہونا نماز کا ہے گو اس آیت کو نمازی چند بار کہے مثلاً ص یا ق یا ن وغیرہ کہ انکا چند بار کہنے سے بھی نماز صحیح نہ ہوگی الا اذا حکم حاکم بجوازہ ذکرہ القہستانی
لیکن اگر کوئی حاکم حکم کر دے تو ایک کلمہ کی آیت سے بھی نماز جائز ہوگی ذکر کیا اسکو قہستانی نے صورت مسئلہ کی یہ ہے کہ ایک شخص نے اپنے غلام سے کہا کہ اگر تو نماز
صحیح پڑھے تو آزاد ہے پھر اسنے نماز پڑھی جسمیں قرأت ایک کلمہ کی آیت پڑھی خواہ اسکو مکرر پڑھا ہو یا نہیں بعد اسکے اس مقدمہ کی نالش ایسے حاکم کے یہاں ہوئی جو ایسی
آیت کی قرأت سے صحت نماز کا قائل ہے تو اسنے اس غلام کی آزادی کا حکم کیا پس اب نماز کی صحت کا حکم آزادی کے ضمن میں ہو جائیگا کذا فی الشامی ولو قرأ آیۃ طویلۃ
فی الرکعتین فالاصح الصحۃ اتفاقا لانہ یزید علی ثلث آیات قصار قالہ الحلبی اور اگر ایک آیت طویل دو رکعتوں میں پڑھی تو اصح صحیح ہونا ہے نماز کا باتفاق امام اور صاحبین
کے اسلیے کہ اسقدر پڑھنا زیادہ ہے تین چھوٹی آیتوں سے کہا ہے اسکو حلبی نے ہم یعنی نصف آیت طویل جس صورت میں تین آیتوں سے زائد ہوگی تو صاحبین کے قول پر
بھی نماز درست ہوگی کذا فی الطحطاوی وحفظہا فرض عین متعین علی کل مکلف اور یاد کرنا ایک آیت کا فرض عین ہے یعنی ہر شخص عاقل بالغ مسلمان پر فرض متعین
ہے وحفظ جمیع القرآن فرض کفایۃ وسنۃ عین افضل من التنفل اور یاد کرنا سب قرآن کا فرض کفایہ ہے یعنی کچھ مسلمانوں کے یاد کرنے سے اوروں کے ذمے یاد کرنا
فرض نرہیگا اور سب قرآن کا یاد کرنا سنت ہے ہر شخص مکلف کے لیے افضل ہے نفل پڑھنے سے ہم شامی نے کہا کہ اسمیں اشارہ ہے کہ سنت بھی کبھی عین ہوتی ہے اور کبھی کفایہ
مثلاً تراویح کا پڑھنا سنت عین ہے اور اسکی جماعت ہر محلہ میں سنت کفایہ ہے تنبیہ قرآن کو بھول جانا حرام نہیں مگر جبکہ ایسا بھول جاوے کہ قرآن سے دیکھکر بھی
نہ پڑھا جاوے کذا فی شرح المنیۃ وتعلم الفقہ افضل منہما اور سیکھنا فقہ کا افضل ہے ان دونوں سے یعنی نفل پڑھنے اور باقی قرآن کے یاد کرنے سے ہم فقہ سے مراد وہ

مسائل دینی ہین جو زائد اُس شخص کی حاجت سے ہون نہ بقدر حاجت کا سیکھنا تو فرض ہے اور باقی قرآن سے یہ غرض ہے کہ جسقدر قرآن کا یاد کرنا فرض یا واجب ہے اسکے سوا باقی کو یاد کرنے سے فقہ کا سیکھنا افضل ہے اور یہین یہ شرط ہے کہ کچھ لوگ سب قرآن کو یاد کرتے ہون اگر کوئی یاد نہ کرتا ہوگا تو اس صورت مین فقہ کا سیکھنا افضل نہوگا وحفظ فاتحۃ الکتاب وسورۃ واجب علی کل مسلم لکن تقدمی شئی من الواجب اور یاد کرنا الحمد کا اور ایک چھوٹی سورہ کا واجب ہے ہر مسلمان پر اور مکروہ تحریمی ہے کم کرنا کسی چیز کا واجب مین سے جیسے مکروہ تنزیہی ہے سنت مین سے کسی چیز کا کم کرنا کذا فی الطحطاوی ویسن فی السفر مطلقا ای حالۃ قرار او فرار کذا اطلق فی الجامع وحجہ فی البحر ردا ما فی الہدایۃ وغیرہا من التفصیل ورده فی النہر وحرر ان ما فی الہدایۃ ہو الحق الفاتحۃ وجوبا وای سورۃ شاء اور مسنون ہے سفر مین ہر حال مین خواہ حالت اطمینان ہو یا جلدی کی پڑھنا الحمد کا بطور وجوب اور جس سورہ کو کہ مسافر چاہے شارح نے کہا کہ سفر کو بطریق مطلق کہا ہے جامع صغیر مین اور اطلاق کو ترجیح دی ہے بحر الرائق مین اور ہدایہ وغیرہ کی تفصیل کو صاحب بحر الرائق نے رد کیا ہے اور صاحب نہر کے قول کو نہر الفائق مین رد کیا اور قول منقح بیان کیا کہ ہدایہ مین تفصیل ہے وہی حق ہے وہم ہدایہ تفصیل ہے کہ اگر مسافر جلدی مین ہو تو الحمد اور جس سورہ کو چاہے پڑھے اور اگر اطمینان سے ہو تو وہ فجر مین مثل سورہ بروج کے پڑھے اور ظہر مثل فجر کے ہے اور عصر اور عشا مین بروج سے چھوٹی سورتین پڑھے اور مغرب مین بہت چھوٹی صاحب بحر نے کہا کہ یہ جو کیا التفصیل کی کچھ اصل نہین جامع صغیر مین اطلاق مثل اجوف کے ذکر ہے علاوہ اسکے مثل سورہ بروج کے مسافر کے لیے معین کرنے کو کوئی دلیل چاہیے حالانکہ کوئی دلیل منقول نہین تو ظاہر ہے کہ حالت قرار و جلدی دونون مین حکم یکسان ہو صاحب النہر الفائق نے کہا کہ مراد صاحب ہدایہ مثل سورہ بروج سے طوال مفصل ہین نہ تعیین کسی حد خاص کی ہین جب مراعاۃ سنت کی مسافر سے ممکن ہو تو کیا وجہ کہ اسکی رعایت نکی جاتی اور وجوبا کی قید جو شارح نے لگائی تو اس وہم کے دفع کے لیے ہے کہ کوئی یہ نسمجھے کہ سفر مین الحمد کا پڑھنا سنت ہے بلکہ مراد یہ ہے کہ بعد الحمد کے قرأت واجب کی جونسی سورہ کو مسافر چاہے اسکا پڑھنا مسنون ہے کذا فی الطحطاوی والشامی وفی الضرورۃ بقدر الحال اور مسنون ہے کہ پڑھے ضرورت مین بقدر گنجائش حال کے مثلا اگر وقت تنگ ہے کہ قرأت مسنون پڑھنے سے نماز قضا ہوتی ہے تو اتنی قرأت پڑھے جسمین نماز کامل ہو جاسے اور یہی حال ہے اگر خوف جان یا مال کا ہو کذا فی الطحطاوی ویسن فی الحضر لامام ومنفرد ذکرہ الحلبی والناس عنہ غافلون طوال المفصل من الحجرات الی البروج فی الفجر والظہر اور مسنون ہے حضر مین یعنی مقام کرنیکی صورت مین امام اور منفرد کو پڑھنا طوال المفصل کا جو سورہ حجرات سے سورہ بروج تک ہین فجر اور ظہر کی نماز مین امام اور منفرد دونون کے لیے مسنون ہونیکو حلبی نے ذکر کیا ہے اور لوگ اس سے غافل ہین یعنی انکو خبر نہین کہ منفرد کے حق مین قرأت مسنون امام کے مثل ہے ہم طوال بکسر طا جمع ہے طویل کی اور مفصل کے معنی تفصیل کیے ہوئے قرآن کے آخر کے ساتوین حصہ کی سورتین مفصل کہلاتی ہین اسوجہ سے کہ انمین بسم اللہ فصل کے لیے بہت جگہ ہے یا اسوجہ سے کہ اسمین منسوخ آیتین بہت کم ہین پھر مفصل کی تین قسمین ہین طوال یعنی لمبی اور اوساط یعنے درمیانی اور قصار یعنی چھوٹی سورہ حجرات سے سورہ بروج تک طوال مفصل ہین اور وہان سے آخر لم یکن تک اوساط مفصل اور وہان سے آخر قرآن تک قصار مفصل ومنہا الی آخر لم یکن اوساط فی العصر والعشاء وباقیہ قصار فی المغرب اور سورہ بروج سے آخر لم یکن تک اوساط مفصل نماز عصر و عشا مین پڑھنا مسنون ہے اور باقی مفصل سورتین یعنی لم یکن سے آخر قرآن تک قصار مفصل مغرب مین پڑھنا مسنون ہے اس طرح کی قرأت کا مسنون ہونا اثر سے ثابت ہے یعنی حضرت عمر نے ابو موسی اشعری کو نامہ لکھا کہ فجر اور ظہر مین طوال مفصل پڑھا کرو اور عصر اور عشا مین اوساط مفصل اور مغرب مین قصار مفصل کذا فی الشامی ای فی کل رکعۃ سورۃ مما ذکر ذکرہ الحلبی یعنی ہر رکعت مین ایک سورہ ان سورتون مین سے کہ مذکور ہوئین پڑھے ذکر کیا ہے اسکو حلبی نے واختار فی البدائع عدم التقدیر وانہ یختلف بالوقت والقوم والامام اور بدائع مین اندازہ کرنیکو پسند کیا ہے اور یہ کہ حال قرأت کا مختلف ہوتا ہے وقت اور قوم اور امام کے باعث سے ہم یعنی صاحب بدائع نے کہا ہے کہ قرأت مین کوئی حد مقرر نہونی چاہیے تو فجر مین کبھی چھوٹی سورہ پڑھے کبھی بڑی اسیطرح اور نمازون مین اور یہ خلاف وقت پر منحصر ہے یعنی اگر وقت مین گنجائش ہے تو زیادہ پڑھے ورنہ کم اور قوم پر منحصر ہے کہ اگر مقتدی طول نہونے پر راضی ہون تو زیادہ پڑھے ورنہ کم اور امام پر منحصر ہے خوش آواز ہو تو لوگون کو زیادہ پڑھنا ناگوار نہین ہوتا ورنہ گھبرا جاتے ہین وفی الحجۃ یقرأ فی الفرض بالترسل حرفا حرفا وفی التراویح بین بین وفی النفل لیلا لہ ان یسرع بعد ان یقرأ کما یفہم اور فتاوی حجت مین ہے کہ فرض نماز مین قرأت ٹھہر ٹھہر کر ہر حرف کو جدا پڑھے اور تراویح مین ٹھہر کر پڑھے نہ جلد بلکہ متوسط طور پر پڑھے

اور رات کی نفلوں میں یعنی تہجد میں نمازی کو جائز ہے کہ جلدی پڑھے لیکن اتنا کہ سمجھ میں آوے شامی نے کہا کہ رات کی قید شاید اسلیے لگائی کہ تہجد والوں کی عادت زیادہ
قرآن پڑھنے کی ہوتی ہے تو جلد پڑھنے سے انکا ورد پورا ہوسکتا ہے مگر جلدی کے یہ معنی کہ مد زیادہ نہ کھینچے نہ یہ کہ سمجھ میں نہ آوے ورنہ حرام ہوگا بسبب ترک کرنے ترتیل کے
ویجوز بالروایات السبع لکن الاولی ان لا یقرء بالغریبۃ عند العوام صیانۃ لدینہم اور جائز ہے پڑھنا قرآن کا ساتوں روایتوں میں لیکن بہتر یہ ہے کہ روایت غریبہ عوام کے سامنے
نہ پڑھے تاکہ حفاظت انکے دین کی ہو کیونکہ ساتوں کی ساتوں صحیح اور فصیح ہیں مگر غریب روایت عوام کے سامنے نہ پڑھنی چاہیے جیسے روایت ابی جعفر اور ابن عامر
اور حمزہ اور کسائی کی کیونکہ جاہل عوام ہنستے ہیں اور پڑھنا قرآن پر ہنسی ہے اسلیے انکے دین کو بچانیکے لیے روایت غریبہ نہ پڑھے وتطال الاولی علی الثانیۃ بقدر الثلث
وقیل النصف ندبا فلو فحش لا بأس بہ فقط اور زیادہ کیجاوے پہلی رکعت صرف فجر کی دوسری رکعت پر بقدر سوم حصہ کے اور بعض نے کہا بقدر نصف کے از راہ استحباب پس اگر پہلی
رکعت میں زیادتی بہت کریگا مثلاً پہلی میں تیس گنی رکعت پڑھی بہ نسبت دوسری کے تو کچھ مضائقہ نہیں یعنی پہلی رکعت میں اتنی قراءت پڑھے کہ اسکی زیادتی دوسری رکعت
کی قراءت سے بقدر سوم حصہ دونوں قراءتوں کے ہو جائے مثلاً پہلی رکعت میں ۴۰ آیتیں پڑھے اور دوسری میں ۲۰ تو دونوں میں ۶۰ آیتیں ہوئیں اور اول میں ۲۰ زائد ہیں جو سوم
اور وہ تہائی ہیں ۶۰ کی اور اگر اول میں ۴۵ پڑھیں اور دوسری میں ۱۵ تو پہلی میں ۳۰ زائد ہوگی بہ نسبت دوسری کے اور وہ نصف ہیں کل قراءت کی اور فقط سے مراد یہ کہ
یہ حکم صرف فجر کی نماز میں ہے نہ دوسری نمازوں میں وقال محمد اولی الکل حتی التراویح قیل وعلیہ الفتوی اور امام محمد نے فرمایا ہے کہ سب نمازوں کی اول رکعت دوسری سے بڑی کرنا
مستحب ہے یہاں تک کہ تراویح کی بھی کہتے ہیں کہ فتوی اسی قول پر ہے طحطاوی نے کہا کہ یہ خلاف جمعہ اور عیدین کے سوا دوسری نمازوں میں ہے اور ان دونوں میں بالاتفاق دونوں
رکعتیں برابر پڑھنی چاہییں اور حلیہ میں امام محمد اور شیخین کی دلیلیں نقل کرکے کہا کہ فتوی شیخین کے قول پر ہونا چاہیے وإطالۃ الثانیۃ علی الاولی یکرہ تنزیہا اجماعا ان بثلاث
آیات ان تقاربت طولاً وقصراً والا اعتبر الحروف والکلمات واعتبر الحلبی فحش الطول لا عدد الآیات اور دوسری رکعت کا زیادہ کرنا اول پر بقدر تین آیتوں کے مکروہ تنزیہی ہے بالاتفاق
اگر آیتیں دونوں رکعتوں کی بڑی اور چھوٹی ہونے میں قریب قریب ہوں اور اگر ایک سی آیتیں نہوں تو اعتبار حروف اور کلمات کا ہوگا یعنی اس صورت میں دوسری رکعت کے کلمات اور
حروف اول سے زیادہ نہوں اور حلبی نے بہت سی زیادتی کا اعتبار کیا ہے نہ شمار آیتوں کا یعنی دوسری رکعت اول سے بہت نہ بڑھنے پاوے واستثنی فی البحر ما وردت بہ السنۃ واستظہر فی
النفل عدم الکراہۃ مطلقاً اور بحر الرائق میں مستثنی کیا ہے ان سورتوں کو جو حدیث میں وارد ہیں یعنی انکے پڑھنے میں کراہت نہیں جیسے جمعہ اور عیدین کی اول رکعت میں سبح اسم اور دوسری
میں ہل اتاک پڑھنا حالانکہ پہلی میں انیس ۱۹ آیتیں ہیں اور دوسری میں چھبیس ۲۶ اور ترجیح دی ہے نفل میں عدم کراہت کی مطلقاً یعنی حدیث میں وارد ہو یا نہو وان بأقل لا یکرہ لانہ
علیہ الصلوۃ والسلام صلی بالمعوذتین اور اگر زیادتی دوسری رکعت کی تین آیتوں سے کم ہو تو مکروہ نہیں اسلیے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھی ہے معوذتین سے یعنی فجر کی اول
رکعت میں سورہ فلق اور دوسری میں سورہ ناس پڑھی حالانکہ دوسری میں چھ آیتیں ہیں اور اول میں پانچ ولا یتعین شیء من القرآن لصلوۃ علی طریق الفرض
بل تعین الفاتحۃ علی وجہ الوجوب اور نہیں متعین ہے قرآن میں سے کچھ کسی نماز کے لیے بطور فرض کے کہ اسکے بدون نماز درست نہو بلکہ متعین ہے فاتحہ ہر نماز میں بطور وجوب ہونے کے
ویکرہ التعیین کالسجدۃ وہل اتی لفجر کل جمعۃ بل یندب قراءتہما احیاناً اور مکروہ ہے معین کرنا کسی سورت کا نماز کے لیے جیسے جمعہ کی فجر میں پہلی رکعت میں الم سجدہ اور دوسری میں سورہ دہر پڑھنا بلکہ
کبھی کبھی ان دونوں کا پڑھنا مستحب ہے طحطاوی اور اسبیجابی نے اسمیں قید لگائی ہے کہ اگر معین سورہ کے پڑھنے کو واجب جانے اور دوسری کو جائز نہ سمجھے تو اسطرح کی تعیین مکروہ ہے اور اگر باتباع
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے معین کو پڑھے اور بعض اوقات دوسری سورتوں کو بھی پڑھے یا سوا معین سورتوں کے دوسری اسکو یاد نہوں یا انکا پڑھنا اسکو سہل پڑتا ہو تو مکروہ نہیں اور ہدایہ میں
وجہ کراہت کی یہ لکھی ہے کہ معین کرنے سے چھوڑنا باقی قرآن کا اور وہم معین سورہ کے افضل ہونے کا لازم آتا ہے کذا فی الشامی مختصراً والمؤتم لا یقرء مطلقاً ولا الفاتحۃ فی السریۃ اتفاقاً
وما نسب لمحمد ضعیف کما بسطہ الکمال اور مقتدی قراءت نہ پڑھے نہ جہری نماز میں نہ سری میں اور نہ الحمد پڑھے سری نماز میں باتفاق امام اور صاحبین کے اور جو قول کہ امام محمد کی طرف منسوب ہے
کہ سری نماز میں مقتدی کو چاہیے کہ الحمد کا پڑھنا مستحب ہے وہ ضعیف ہے چنانچہ اسکو کمال نے شرح بیان کیا ہے کمال الدین نے فتح القدیر میں کہا کہ امام محمد نے اپنی کتاب آثار میں فرمایا ہے کہ امام کے
پیچھے پڑھنا ہمارے نزدیک کچھ نہیں خواہ نماز جہری ہو یا سری فان قرأ کرہ تحریماً وتصح فی الاصح پس اگر مقتدی قراءت پڑھیگا تو مکروہ تحریمی ہوگا اور نماز صحیح ہوگی صحیح تر قول میں وفی درر البحار عن مبسوط

خواہرزادہ انہا تفسد ویکون فاسقا وہو مروی عن عدۃ من الصحابۃ فالمنع احوط اور در مجتبیٰ میں مبسوط خواہرزادہ سے منقول ہے کہ امام کے پیچھے قرأت پڑھنے سے
نماز فاسد ہوتی ہے اور پڑھنے والا فاسق ہوتا ہے اور قرأت کا ممنوع ہونا بہت صحابہ سے مروی ہے پس منع کرنے میں زیادہ احتیاط ہے ہم نے کافی میں کہا کہ مقتدی کو
قرأت سے منع کرنا اسی صحابہ سے ماثور ہے جن میں حضرات علی مرتضیٰ اور عبداللہ بن عباس اور عبداللہ بن عمر اور عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہم اجمعین ہیں اور نماز کا
مقابل ہو صحیح قول کا اگرچہ میں نماز صحیح ہوتی ہے ویستمع اذا جہر وینصت اذا اسر لقول ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ کنا نقرأ خلف الامام فنزل واذا قری القرآن فاستمعوا
وانصتوا بلکہ مقتدی قرأت امام کی سنے جب وہ پکار کر پڑھے اور چپ رہے جب آہستہ پڑھے بسبب قول حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے کہ ہم امام کے پیچھے پڑھا کرتے تھے
پس یہ حکم نازل ہوا کہ جب قرآن پڑھا جاوے تو اسکو سنو اور چپ رہو ہم اس قول سے یہ استدلال کرتے ہیں کہ آیت میں دو باتیں مطلوب ہیں ایک قرآن کا سننا اور دوسرے
کو الانصات تو جہری نماز کے لیے مخصوص ہے مگر سکوت تو کسی نماز میں منع نہیں اسلیے وہ دونوں نمازوں میں مطلقاً واجب ہیگا کذا فی الشامی وان قرأ الامام آیۃ ترغیب او
ترہیب وکذا الامام لا یشتغل بغیر القرآن وما ورد حمل علی النفل منفردا کما مر مقتدی کچھ نہ پڑھے اگرچہ امام آیت ترغیب یعنی جس میں جنت اور ثواب کا بیان آیا ہو یا
ترہیب پڑھے یعنی جس میں ذکر دوزخ اور عذاب کا ہو یعنی نہ سوال ثواب کا کرے نہ عذاب سے پناہ مانگے یہ حکم ایسا ہے جیسے امام بجز قرآن کے آیت ترغیب و
ترہیب کے پڑھنے کے دوسری دعا میں مشغول نہ ہو اور جو کچھ اس باب میں حدیث میں وارد ہوا ہے وہ حالت انفراد میں نفل پڑھنے پر محمول ہے جیسا کہ پہلے
بیان میں گذری یہ مسئلہ خاص شارح نے کہا کہ ان کا قبلہ یہ ہے کہ اخرجہ ابوداؤد میں روایت حذیفہ رضی اللہ عنہ کی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک رات
نماز پڑھی تو جس آیت رحمت پر گذرے وہاں توقف فرما کر اپنے لیے سوال کیا اور جس آیت عذاب پر گذرے وہاں وقف کرکے پناہ مانگی یہ نماز نفل پر محمول ہے کذا فی الشامی
وکذا الخطبۃ فلا یاتی بہا وان صلی الخطیب علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم الا اذا قرأ آیۃ صلوا علیہ فیصلی المستمع سرا فی نفسہ
وینصت بلسانہ عملا بامری صلوا وانصتوا اور اسی طرح حکم ہے خطبہ کا یعنی امام کے خطبہ پڑھنے کے وقت وہ باتیں کہ جن کا سننا مانع ہے اگرچہ لوگوں کا سلام کا جواب
دینا ہی ہو اور اگرچہ خطبہ پڑھنے والا پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھے یعنی اسوقت بھی سکوت کرے مگر جبکہ خطیب یہ آیت پڑھے (صلوا علیہ) تو سننے والا خطبہ کا
پوشیدہ اپنے دل میں درود پڑھے اور زبان سے سکوت کرے تاکہ دونوں امروں پر عمل ہو یعنی ایک حکم صلوا علیہ کا اور دوسرا انصتوا کا تو دل میں درود کہنے سے
دونوں کی تعمیل ہو جائیگی شامی نے کہا کہ جو امر نماز میں حرام ہے وہ خطبہ میں بھی حرام ہے اور خطبہ جمعہ کا ہو یا نکاح کا یا عید کا سب میں سکوت واجب ہے او فطالامالکو
کے نام اور تعریف خطبہ میں مخل نہیں ہے اسپر حسن الخطیب والقریب سیان فی افتراض الانصات اور خطیب سے دور کا شخص اور نزدیک کا برابر ہیں سکوت کرنے کے فرض
ہونے میں ہم شارح نے سکوت کو فرض کہا تبعیت بحر کے اور نہر الفائق میں اسکو واجب کہا ہے اور بدائع نے کہا کہ وجوب ہی اظہر ہے اسلیے کہ ترک سکوت کروہ تحریمی ہے
فروع مسائل یلحقہ شارح کے یجب الاستماع للقرأۃ مطلقا لان العبرۃ لعموم اللفظ واجب ہے سننا قرأت سے کہ قرآن کا ہر حال میں یعنی نماز میں اور خارج نماز سے اسلیے کہ اعتبار
عموم لفظ کا ہے ہم یعنی آیت فاستمعوا اگرچہ نماز کے باب میں نازل ہوئی ہے جیسا کہ پیشتر بیان ہوا لیکن احکام میں اعتبار الفاظ کے عام ہونے کا ہے نہ مطلب سے خاص ہونے کا پس یہ
حکم وجوب استماع کا بعید نہیں ہے اور بعذر کی صورت میں سننا واجب نہیں مثلاً گھر میں لڑکا تلاوت کرتا ہے اور آدمی اپنے کاروبار میں پہلے سے مصروف ہیں تو انپر سننا واجب
نہوگا اسیطرح جو شخص بازار میں تلاوت کرنے لگے تو بازاری اور کاروبار کرنے والوں پر سننا واجب نہوگا کذا فی الشامی بالتقاط لا باس ان یقرأ سورۃ ویعیدہا فی الثانیۃ کچھ
مضائقہ نہیں اس بات کا کہ پڑھے ایک سورت ایک رکعت میں اور پھر دوبارہ وہی پڑھے دوسری میں ہم لا باس کے لفظ سے معلوم ہوا کہ ایسا کرنا ترک اولیٰ ہے کہ تنزیہی ہو
اور اضطرار کی صورت میں بلا کراہت جائز ہے مثلاً پہلی رکعت میں سورۃ ناس ہو سے پڑھ گیا تو دوسری میں پھر اسی کو پڑھے ورنہ الٹا پڑھنا لازم آویگا کذا فی الشامی وان یقرأ
فی الاولیٰ من محل وفی الثانیۃ من آخر ولو من سورۃ ان کان بینہما آیتان فاکثر اور ایسا بھی مضائقہ نہیں کہ پہلی رکعت میں ایک جگہ سے پڑھے اور دوسری میں دوسرے مقام سے
اگرچہ دونوں مقام ایک ہی سورت میں سے ہوں بشرطیکہ دونوں مقاموں میں دو آیتوں یا زیادہ کا فاصلہ ہو تو اگر ایک آیت کا فاصلہ ہوگا تو مکروہ ہوگا دیکرہ

المفصل یا سورۂ قصیرہ اور مکروہ ہے دونوں رکعتوں کی قراءت میں چھوٹے سورہ کا فاصلہ کرنا مثلاً پہلی رکعت میں سورۂ کافرون اور دوسری میں تبت پڑھنا اور سورۂ نصر کا فاصلہ رہا تو مکروہ ہوگا ان اگر بیچ میں بڑے سورہ کا فاصلہ ہوگا تو مکروہ نہیں وان یقرأ منکوسا اور مکروہ ہے یہ کہ قرآن کو الٹا پڑھے مثلاً پہلی رکعت میں سورۂ اخلاص اور دوسری میں تبت پڑھے ھم وجہ کراہت یہ ہے کہ ترتیب سورتوں کے تلاوت کی واجبات میں سے ہے اور لڑکوں کے لیے جو ترتیب بدل کر پڑھاتے ہیں تو تعلیم کی ضرورت کے سبب سے ہے کذا فی الشامی الا اذا ختم فیقرأ من البقرۃ الٹا پڑھنا مکروہ ہے مگر جبکہ قرآن کو ختم کر چکا تو سورۂ بقر میں سے پڑھے اسلیے کہ حدیث میں اسطرح کے ختم کی خوبی وارد ہے وفی القنیۃ قرأ فی الاولی الکافرون وفی الثانیۃ الم تر او تبت ثم ذکر یتم وقیل یقطع ویبدأ اور قنیہ میں ہے کہ اول رکعت میں سورۂ کافرون پڑھے اور دوسری میں سورۂ فیل یعنی خلاف ترتیب یا سورۂ تبت یعنی چھوٹی سورت کا فاصلہ چھوڑ کر شروع کی پھر یاد کیا کہ ترتیب بدل گئی یا چھوٹی سورۃ بیچ کی تو انھیں سورتوں کو تمام کرے اور قول ضعیف یہ ہے کہ انکو چھوڑ دے اور دوسری سورت پڑھے یعنی بے ترتیبی وغیرہ لازم نہ آوے شامی نے کہا کہ اس سے معلوم ہوا کہ اگر سہواً ترتیب بدل جاوے یا چھوٹی سورۃ کا فاصلہ ہو جاوے تو مکروہ نہیں ولا یکرہ فی النفل شیء من ذلک اور نفل میں ان باتوں میں سے کوئی مکروہ نہیں ہے یعنی بے ترتیب پڑھنا اور چھوٹی سورۃ کا فاصلہ چھوڑنا نفل میں درست ہے حلبی نے اسپر اعتراض کیا کہ ترتیب سورہ کی واجبات تلاوت سے ہے تو بے ترتیب نماز کے باہر بھی مکروہ ہے تو نماز کے اندر کیونکر نہ ہوگی طحطاوی نے جواب دیا کہ نفل میں چونکہ گنجایش زیادہ ہے اسلیے اسکی ہر رکعت ایک فعل مستقل ہے تو بے ترتیب پڑھنا ایسا ہوا کہ ایک شخص نے کوئی آیت قرآن کی پڑھی اور چپ ہو گیا تھوڑی دیر کے بعد دوسری آیت اسکے اوپر کی پڑھی تو جیسے اسطرح کا پڑھنا مکروہ نہیں ایسے ہی نماز نفل میں مکروہ نہیں وثلاث تبلغ قدر اقصر سورۃ افضل من آیۃ طویلۃ اور تین آیتیں کہ بقدر چھوٹی سورت کے ہو جاویں بڑی ایک آیت سے افضل ہیں ھم شامی نے کہا کہ فضیلت سے مراد کثرت ثواب ہے اور ثلاث مبتدا ہے بتقدیر مضاف یعنی قراءت ثلاث اور بعض نسخوں میں ثلاث ہے تو اس صورت میں تقدیر الصلوۃ بثلاث ہوگی وفی سورۃ البعض سورۃ العبرۃ للاکثر والیہ مال فی الخزائن اور پوری سورت اور تھوڑی سورت پڑھنے میں اعتبار اکثر کا ہے باعتبار آیات کے یعنی اگر اکثر آیتیں پڑھی ہونگی تو سورۃ کامل شمار ہوگی ورنہ ناقص اور یہ ہے اس ذکر فروع کو خزائن الاسرار میں شرح بیان کیا ہے

باب الامامۃ

یہ باب ہے امامت کے بیان میں ہی صغری وکبری فالکبری استحقاق تصرف عام علی الانام وتحقیقہ فی علم الکلام امامت دو قسم ہے ایک چھوٹی ایک بڑی بڑی امامت مستحق ہونا تصرف عام کا ہے خلق پر اور اسکی تحقیق علم کلام میں مذکور ہے ھم طحطاوی نے کہا کہ اس تعریف میں یہ خلل ہے کہ استحقاق تصرف امامت کا اثر ہے نہ اسکی حقیقت بلکہ حقیقت اسکی وہ ہے جو مقاصد میں مذکور ہے کہ امامت ریاست عامہ ہے لوگوں کے دین دنیا کے مصالح کی حفاظت کے لیے بطور نیابت کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے اور ریاست عام کی قید سے قاضی اور امرا نکل گئے کہ انکی ریاست اہل اسلام پر عام نہیں ہوتی بلکہ خاص مسلمانوں پر ہوتی ہے اور خلق سے مراد مسلمان ہیں اور جو انکے حکم میں ہوں مثل ذمی وغیرہ کے ونصبہ اہم الواجبات اور قائم کرنا امام کا مسلمانوں پر زیادہ ضروری واجبات میں سے ہے اسلیے کہ بہت سے واجبات شرعی امامت پر موقوف ہیں اور یہی وجہ عقائد نسفیہ میں کہا ہے کہ مسلمانوں کے لیے ایک امام ضرور چاہیے کہ انہیں احکام جاری کرے اور اُن کو سزائیں اعمال بد کی دے اور دشمنوں کو انپر سے روکے اور انکے لشکروں کو سامان دے اور انسے صدقات وصول کرے اور گردن کشوں کے سر دبائے اور چوروں اور رہزنوں کو زیر کرے اور جمعہ اور عید قائم کرے اور حقوق کے ثابت کرنے کی گواہیاں سنے اور جن بچوں کے ولی نہیں انکے نکاح کر دے اور مسلمانوں میں غنیمتوں کے مال تقسیم کر دے انتہی فلذا قدم علی دفن صاحب المعجزات صلی اللہ علیہ وسلم اور اسی وجہ سے کہ امام کا مقرر کرنا اہم واجبات سے ہے صحابہ رضی اللہ عنہم نے خلیفہ مقرر کرنے کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دفن پر مقدم کیا ھم یعنی وفات شریف دوشنبہ کے روز ہوئی اور سہ شنبہ کے دن یا بدھ کی رات خواہ دن میں دفن ہوئے کذا فی الحلبی طحطاوی نے کہا کہ یہ سنت ابھی تک باقی ہے کہ کوئی خلیفہ دفن نہیں کیا جاتا جب تک کہ دوسرا اسکی جگہ قائم نہیں ہو چکا ویشترط کونہ مسلما حرا ذکرا عاقلا بالغا قادرا قرشیا اور شرط ہے ہونا امام یعنی خلیفہ کا مسلمان آزاد مذکر صاحب عقل بالغ قدرت والا قریشی کی نسب سے ھم مسلمان اسوجہ سے کہ کافر کو مسلمان پر ولایت نہیں اور آزاد بایں وجہ کہ غلام کو خود اپنے نفس پر ولایت نہیں تو دوسرے پر کیسے ہوگی اور مرد اسلیے کہ عورتوں کو

گھر میں بیٹھنے کا حکم ہے اور عقل کی ناقص ہیں تو انسے واجبات شرعی کی تعمیل نہ ہو سکیگی اور عاقل و بالغ اسلیے کہ مجنون اور لڑکے کو اپنے اوپر ولایت نہیں اور قادر سے یہ غرض کہ احکام کے جاری کرنے اور مصالح اہل اسلام کے قائم کرنے پر قادر ہوتا ہو ورنہ امام کے مقرر کرنے کی غرض فوت ہو جائیگی اور قریشی ہونا اس وجہ سے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ امام قریش میں سے ہیں کذا فی الشامی اور جمہور نے امامت کے لیے شجاعت کو بھی شرط کیا ہے اور بعض نے عالم ہونا امام کا شرط قرار دیا ہے لا ہاشمیا علویا معصوما نہیں شرط ہے امام کا ہاشمی ہونا یا اولاد حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی ہونا یا گناہوں سے معصوم ہونا امام یہ قیدیں شیعوں نے لگائی ہیں کہ امام کو ہاشمی ہونا ضرور ہے اس سے یہ مطلب کہ خلافت حضرت ابوبکر اور حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہم کی باطل ٹھہرے اور علوی کہنے سے یہ غرض کہ خلافت عباسیوں کی باطل ہو اور معصوم اثنا عشری شیعوں اور اسماعیلیوں کا قول ہے جیسا کہ شارح کو مناسب تھا کہ لفظ لا ہاشمیون کی جگہ لا ہاشمی [illegible] لا ہاشمیا ولا علویا ولا معصوما اسلیے کہ یہ تینوں قیدیں شیعوں کے تین فرقوں کے قول جدا جدا ہیں نہ ایک ہی قول ہو ویکرہ تقلید الفاسق اور مکروہ ہے امام بنانا بدکار کا مکروہ کہنے سے اشارہ کیا کہ عادل ہونا امام کا شرط نہیں ویعزل به الا لفتنة اور امام قابل معزول ہونا ہے فسق سے یعنی اگر ابتدا حکومت میں فسق طاری ہو گیا تو اس سے معزول نہ ہو جائیگا لا یہ مستحق عزل ہوگا اگر بغیر فتنہ کے اسکو معزول کیا جا سکے [illegible] امام کے حق میں دعا کرنے کی [illegible] تقلب بالضرورۃ [illegible] عقد امامت دو طرح منعقد ہوتا ہے اول یہ کہ خلیفہ خود اپنی جگہ دوسرے امام کو کر دے جیسے حضرت ابوبکر نے حضرت عمر کو خلیفہ کیا تھا دوسرے یہ کہ [illegible] کسی کے ہاتھ پر بیعت کریں تو اگر یہ دونوں صورتیں نہ ہوں اور کوئی شخص زبردستی والی ہو جائے تو اسکی سلطنت صحیح ہوگی ضرورت کی وجہ سے یعنی تاکہ اہل اسلام [illegible]

ولذا صح وکفی ان لفوض امور التقلید [illegible] والی تابع له والسلطان فی الرسم هو الوالی وفی الحقیقة هو الوالی [illegible] کذا فی الاشباه [illegible] درست ہے سلطنت لڑکے کی ضرورت کی وجہ سے اور چاہیے کہ کاروبار حکومت کے ایک حاکم کے سپرد کیے جاویں جو تابع سلطان کا ہو اور بادشاہ ظاہر میں تو وہ لڑکا ہو اور حقیقت میں وہ والی مذکور کیونکہ اسکی اجازت قضا اور جمعہ میں درست نہیں چنانچہ اشباہ میں ہے اور بزازیہ میں بھی اگر والی مذکور حقیقت میں بادشاہ نہیں تو اسکا حکم دینا قضا اور جمعہ کے لیے درست نہ ہوگا کیونکہ ان دونوں میں ایسے شخص کا اذن صحیح نہیں جسکو ولایت نہ ہو لیکن یوں کہنا چاہیے کہ یہ شخص ایک خاص وقت تک حقیقت میں سلطان ہے یعنی لڑکے کے بالغ ہونے تک اس مدت کی قید سے یہ فائدہ ہوگا کہ جب وہ لڑکا بالغ ہونے کے بعد حاکم مستقل ہوگا تو اس والی کے معزول کرنے کی حاجت نہ ہوگی کذا فی الشامی وفیها لو بلغ السلطان والوالی یحتاج الی التقلید جدیدا اور بزازیہ میں ہے کہ اگر سلطان یا والی بالغ ہو وے تو حاجت پڑیگی نئے سرے سے اسکو حاکم بنانے کی

والصغری ربط صلوٰة المؤتم بالامام بشروط عشرة اور امامت صغریٰ وابستہ ہونا مقتدی کی نماز کا ہے امام کی نماز سے دس شرطوں کے ساتھ جن کو شارح نے جو دس شرطیں بیان کی ہیں سو اقتدا کی ہیں نہ امامت کی البتہ نور الایضاح میں چھ شرطیں امامت کی علیحدہ لکھی ہیں تندرست مردوں کے لیے اول مسلمان ہونا دوم بالغ ہونا سوم عاقل ہونا چہارم مرد ہونا پنجم عذروں سے سلامت ہونا چاہیے نکسیر اور پیشاب کے جاری رہنے اور توتلا ہونے وغیرہ سے ششم موجود ہونا شروط نماز کا مثل طہارت اور ستر عورت وغیرہ مگر چونکہ امامت بغیر اقتدا کے ہو نہیں سکتی اسلیے جو شرطیں شارح نے اقتدا کی لکھی ہیں وہ امامت کی بھی ہو سکتی ہیں بلحاظ موقوف ہونے امامت کے اقتدا پر اسی طرح یہ چھ شرطیں اقتدا کی بھی ہو سکتی ہیں اس سے معلوم ہوا کہ کل شرطیں امامت اور اقتدا کی سولہ ہیں مگر چونکہ دس مقتدی کے ساتھ قائم ہیں اور چھ امام کی تو بہتر ہے کہ دس کو شرطیں اقتدا کی کہا جاوے اور چھ کو امامت کی کذا فی الشامی نیة المؤتم الاقتداء شرط اول نیت اقتدا کی کرنی مقتدی کو و اتحاد مکانهما اور دوسری شرط متحد ہونا امام و مقتدی کے مکان کا تو اگر سوار پیادہ کا اقتدا کریگا یا بالعکس تو جائز نہ ہوگا اور اگر امام و مقتدی کے بیچ میں آڑ ہو تو کچھ حرج نہیں اگر مقتدی پر حال امام مشتبہ نہ ہو [illegible] اور تیسری شرط متحد ہونا دونوں کی نماز کا بحر الرائق میں کہا کہ اس سے یہ غرض ہے کہ اگر مقتدی امام کی نماز کی نیت سے اقتدا کرے تو درست ہو جاوے یا تعبیر اسلیے کی کہ اقتدا متنفل کا فرض پڑھنے والے کے پیچھے اس عبارت میں داخل ہو جاوے اس شرط کو نور الایضاح میں خوب لکھا ہے کہ مقتدی سوا امام کے فرض کے اور کوئی فرض نہ پڑھتا ہو کذا فی الشامی عن الحلبی [illegible]

اور چھٹی شرط یہ ہے کہ صحیح ہونا امام کی نماز کا مقتدی کے گمان مین تو اگر مقتدی کی دانست مین امام کی نماز فاسد ہوگی تو اسکا اقتدا صحیح نہوگا وعدم محاذاۃ امرأۃ اور پانچوین شرط
نہ برابر ہونا عورت کا کیونکہ عورت کا برابر ہونا ان شرطون کے ساتھ جو آگے مذکور ہوگی مفسد نماز ہے وعدم تقدمہ بعقبہ اور چھٹی شرط یہ ہے کہ آگے نہ بڑھنا مقتدی کا اپنے امام سے اپنی
ایڑیون کے تو اگر ایڑیان برابر بھی ہونگی تو اقتدا درست ہوگا اگرچہ پاؤن بڑا ہونے کی جہت سے مقتدی کی انگلیان آگے بڑھی ہوئی ہون وعلمہ بانتقالاتہ اور ساتوین شرط یہ ہے جاننا
مقتدی کا امام کے انتقالات کو خواہ دیکھنے سے یا آواز سننے سے یا دوسرے مقتدیون کو دیکھکر یہ علم حاصل ہو وبحالہ من اقامۃ وسفر اور آٹھوین شرط یہ ہے جاننا مقتدی
کا امام کے حال کو یعنی اسکے مسافر یا مقیم ہونیکو یہ جاننا نماز سے پہلے ہو یا پیچھے تو اگر ایسی صورت ہو کہ امام نے چار رکعت والی نماز مین دو پر سلام پھیر دیا اور لوگون کو معلوم نہ ہو کہ
اسنے بھولکر دو پڑھین یا سفر کی جہت سے تو نماز نہوگی ومشارکتہ فی الارکان اور نوین شرط یہ ہے شریک ہونا مقتدی کا امام کے ساتھ ارکان نماز مین یعنی ہر رکن کو اسکے ساتھ ادا کرنا
تو اگر کسی رکن کو چھوڑ دیگا تو نماز باطل ہوجائیگی ہان اقتدا بھی نہ ہوگا وکونہ مثلہ او دونہ فیہا وفی الشرائط کما بسطہ فی البحر اور دسوین شرط یہ ہے ہونا مقتدی کا امام کے مانند یا اس سے
کمتر ارکان مین اور نماز کی شرطون مین چنانچہ مشرح مذکور ہے بحر الرائق مین ہم ارکان مین برابری ہونے سے یہ غرض کہ انکی ہر آدمی مین برابر ہو مثلاً اگر امام اشارہ سے ارکان
ادا کرتا ہو اور مقتدی بھی اشارہ ہی سے کرتا ہو تو اقتدا درست ہے کیونکہ دونون ارکان کے ادا کرنے مین یکسان ہین اور کمتر کی مثال یہ ہے کہ اشارہ سے نماز پڑھنے والا رکوع اور سجود
کرنیوالے کا اقتدا کرے اور شرائط مین یکسان ہونیکی یہ صورت ہے کہ ننگا آدمی دوسرے ننگے کا اقتدا کرے یا سب شرطون کا جامع شخص کسی اپنے جیسے کا اقتدا کرے اور شرطون مین
کم ہونے کی یہ مثال ہے کہ امام مین سب شرطین ہون اور مقتدی مثلاً ننگا ہو شامی نے کہا کہ دسون شرطین اصل نسخہ بحر الرائق مین نہین ہین بلکہ بعض نسخون کے حاشیہ پر بخط ملحق
پائی جاتی ہین قیل وثبوتہا بارکعوا مع الراکعین کہتے ہین کہ امامت وجماعت کا ثبوت اس آیت سے ہے (ارکعوا مع الراکعین) یعنی رکوع کرو رکوع کرنیوالون کے ساتھ یعنی شریک جماعت
ہو اس صورت مین جماعت سنت مؤکدہ نہ رہیگی بلکہ واجب یا فرض ہوگی اور بعضون نے مثل قاضی بیضاوی کے اسکے معنی یہ کہے ہین کہ خضوع کرو عاجزی کرنیوالون کے ساتھ
تو اس صورت مین ثبوت امامت کا اس آیت سے نہ ہوگا ومن حکمہا نظام الالفۃ وتعلم الجاہل من العالم اور جماعت کی حکمتون مین سے ہے الفت کا منتظم رہنا اور جاہل کا عالم
سے سیکھنا اور جماعت کے مشروع ہونے مین حکمت یہ ہے کہ پانچ وقت محلہ والون اور ہمسایون سے ملاقات ہوگی تو باہم الفت مستحکم ہوگی اور جو شخص افعال نماز کو نہ جانتا ہوگا وہ
دوسرے کو دیکھکر سیکھ لیگا اور ایک حکمت یہ بھی ہے کہ تنہا پڑھنا نفس پر شاق ہوتا ہے جماعت مین ملال نہین گذرتا کذا فی الطحطاوی وہی افضل من الاذان عندنا خلافا للشافعی
قال العینی امامت ہم حنفیون کے نزدیک اذان سے افضل ہے یعنی امامت مین زیادہ ثواب ہے بخلاف امام شافعی کے کہ انکے نزدیک اذان کہنے مین زیادہ ثواب ہے کہا ہے اسکو عینی نے
اور بعض علما دونون کو برابر کہتے ہین کذا فی الحلبی وقول عمر لولا الخلافۃ لاذنت ای مع الامامۃ اذ الجمع افضل اور فرمانا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا کہ اگر خلافت نہوتی تو مین اذان
کہا کرتا اسکے یہ معنی ہین کہ امامت کے ساتھ کیونکہ جمع کرنا امامت اور اذان کا افضل ہے ہم یعنی حضرت عمرؓ کے قول سے فضیلت اذان کی نہین پائی جاتی کیونکہ اسکے معنی یہ
ہوسکتے ہین کہ امامت بھی کرتا اور اذان بھی کہتا کہ دونون باتون کے جمع ہونے مین بلاشبہہ فضیلت ہے خلافت کو مانع اسلیے فرمایا کہ کاروبار خلافت مین مشغول رہکے
انتظار اوقات نماز کا نہین ہوسکتا اسلیے صرف امامت پر اکتفا کیا کذا فی الشامی وقال الفقیہ اخاف ان ترکت الفاتحۃ ان یعاتبنی الشافعی او قرأتہا یعاتبنی ابو حنیفۃ فاخترت الامامۃ
اور بعض علما نے کہا ہے کہ مجکو خوف ہے کہ اگر مین فاتحہ کو حالت اقتدا مین چھوڑون تو امام شافعی مجپر عتاب نہ کرین اور اگر اسکو پڑھون تو امام اعظم غصہ فرمائین اسلیے مین نے امامت
کو اختیار کیا ہم یہ گویا دوسری دلیل ہے امامت کے افضل ہونے کی کہ امامت کی وجہ سے نماز بلا اختلاف درست ہوجاتی ہے والجماعۃ سنۃ مؤکدۃ للرجال قال الزاہدی ارادوا
بالتاکید الوجوب الا فی جمعۃ وعید فشرط اور جماعت مردون کے لیے سنت مؤکدہ ہے زاہدی نے کہا کہ فقہا نے تاکید سے وجوب مراد لیا ہے یعنی جو لوگ سنت مؤکدہ کہتے ہین انکے
قول مین اور جو لوگ واجب کہتے ہین انکے قول مین کچھ فرق نہین دونون کا مآل ایک ہی ہے کیونکہ تاکید سے غرض واجب ہونا ہے مگر جمعہ اور عید مین جماعت شرط ہے انکے
صحیح ہونے کی وفی التراویح سنۃ کفایۃ وفی وتر رمضان مستحبۃ علی قول اور تراویح مین جماعت سنت کفایہ ہے کہ محلہ مین کچھ لوگون کے ادا کرنے سے سب کے ذمہ سے ادا
ہوجاتی ہے اور رمضان کے وترون مین جماعت مستحب ہے ایک قول پر اور دوسرے قول کے موجب نہین بلکہ وترون کو مکان پر ادا کرنا چاہیے کذا فی الشامی وفی وتر غیرہ تطوع

علی سبیل التداعی مکروہ ہے و تحقیقہ اور رمضان کے سوا کے وتروں میں اور نماز نفل میں جماعت مکروہ ہے اور تداعی کے اوپر عنقریب ہم اس کی تحقیق بیان کرینگے ہم تداعی سے
یہ غرض کہ چار یا زیادہ مقتدی ایک امام کے پیچھے نماز پڑھیں کذا فی الطحطاوی و قہستانی میں ہے کہ اگر چار مقتدیوں سے کم ہوں اور مسجد کے کسی گوشہ میں جماعت کر لیں تو مکروہ
نہیں ویکرہ تکرار الجماعۃ باذان واقامۃ فی مسجد محلۃ لا فی مسجد طریق اور مکروہ ہے مکرر کرنا جماعت کا اذان اور اقامت کے ساتھ محلہ کی مسجد میں نہ شارع عام کی مسجد میں یا
ایسی مسجد میں جسکا نہ امام ہے نہ موذن ہم مکروہ سے مراد مکروہ تحریمی ہے اسلیے کافی نے کہا ہے کہ جماعت دوبارہ جائز نہیں اور مجمع میں ہے کہ جماعت کا مباح نہیں اور شرح جامع صغیر
میں ہے کہ بدعت ہے اور مسجد محلہ سے یہ مراد ہے کہ جسکا امام اور جماعت مقرر ہو در میں ہے کہ اگر اہل محلہ بدون اذان و اقامت کے جماعت دوبارہ کریں یا مسجد شارع پر ہو تو دوسری جماعت
جائز ہو گی بالاتفاق جیسے اس مسجد میں جسکا امام اور موذن نہیں ہیں اور آدمی گروہ گروہ آکر نماز پڑھتے ہوں تو افضل یہ ہے کہ ہر گروہ اذان و اقامت جداگانہ سے نماز پڑھیں
کہا کہ دوسری اذان کی قید سے احتراز ہوا اس صورت سے کہ محلہ کی مسجد میں دوبارہ جماعت بدون اذان پڑھی جاوے کہ اس طرح پڑھنا مباح ہے بالاتفاق اور جماعت دوم کے مکروہ
ہونے کی یہ دلیل ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک قوم میں صلح کرانے کو نکلے تھے تو نماز کے وقت مسجد میں تشریف لے گئے جس میں جماعت ہو چکی تھی آپ اپنے مقام پر واپس
تشریف لائے اور گھر والوں کو جمع کر کے نماز پڑھی پس اگر جماعت دوم مسجد میں مستحب ہوتی تو مسجد کی جماعت چھوڑ کر آپ گھر میں نماز نہ پڑھتے علاوہ اسکے جماعت
ثانی کے جائز رکھنے میں جماعت کی کمی تقصیر ہے کیونکہ جب لوگوں کو معلوم ہو گا کہ دیر کر کے جائینگے ہمیں جماعت فوت نہ ہو گی اگر اول نہ ملیگی دوسری ملیگی تو اول جماعت کی
اکٹھے نہ ہونگے تو ان تعامل سے یہ نکلتا ہے کہ مسجد محلہ میں تکرار جماعت کو بدون اذان کے مکروہ ہے اور اسی کا مؤید ظہیریہ میں ہے کہ اگر کچھ لوگ ایک ایسی مسجد میں آئے جس میں جماعت
ہو چکی ہے تو وہ تنہا نماز پڑھیں اور یہی ظاہر الروایۃ ہے اور یہ جو شیخ سندی تلمیذ ابن الہمام نے اپنے رسالہ میں ذکر کیا ہے کہ یہ جو اہل حرمین بعد امام کے پیچھے جماعتیں
ایک ہی وقت میں پڑھتی ہیں یہ بالاتفاق مکروہ ہے اور شریف غزنوی جو شافعی ہیں حج کو گئے تھے تو ان جماعتوں کے باب میں انکار صریح کیا اور بعض مالکیوں نے فتویٰ
دیا ہے کہ تکرار جماعت مسجد محلہ میں چاروں مذہب کے علما کے قول پر ناجائز ہے مگر اس میں مشکل یہ ہے کہ مسجد مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ کے لیے نمازی مقرر نہیں تو انکو مسجد محلہ کیسے
کہہ سکتے ہیں بلکہ انکا حال مثل مسجد شارع عام کے ہے اور پیشتر گذر چکا کہ شارع عام کی مسجد میں تکرار جماعت بالاتفاق مکروہ نہیں اور شرح منیہ میں امام ابو یوسف سے منقول ہے کہ
جب دوسری جماعت پہلی جماعت کی صورت پر نہ ہو تو مکروہ نہ ہو گی ورنہ مکروہ ہو گی اور یہی قول صحیح ہے اور تاتارخانیہ میں الولوالجیہ سے منقول ہے کہ اسی قول کو ہم لیتے ہیں اور بزازیہ
میں ہے کہ محراب سے ہٹکر کھڑے ہونے میں پہلی جماعت کی صورت بدل جاتی ہے کذا فی الشامی مختصرا چونکہ اس زمانہ میں جماعت دوم کے باب میں بہت بحث رہتی ہے اسلیے مترجم
نے تمام باب روایات کو مناسب سمجھا اور مجھکو کراہت و عدم کراہت جماعت دوم میں تردد تھا کہ ایک روز خود بخود صلوۃ خوف کا خیال دل میں گذرا کہ آدھی فوج مقابل دشمن کے
رہتی ہے اور نصف امام کے ساتھ پڑھتی ہے تو اگر مرضی شارع کی دوسری جماعت کے لیے ہوتی تو نصف کو ایک امام کے ساتھ پڑھنے کا اور نصف کو دوسرے امام کے ساتھ پڑھنے کا
حکم ہوتا اتنے تکلف کی اجازت نہ ہوتی اس وجہ سے مجھکو وہ تردد رفع ہو گیا اور یہ معلوم ہوا کہ جماعت دوم کا مکروہ ہونا ہی اچھا ہے واقلہا اثنان واحد مع الامام ولو ممیزا او
ملکا فی مسجد او غیرہ اور کمتر جماعت دو شخص ہیں یعنی ایک مقتدی امام کے ساتھ اگرچہ مقتدی لڑکا تمیز دار ہو یا فرشتہ ہو یا جن ہو نماز مسجد میں ہو یا غیر مسجد میں ہم کمتر جماعت
دو آدمیوں کے ہونے کی وجہ وہ حدیث ہے جسکو سیوطی نے جامع صغیر میں روایت کیا ہے کہ دو اور اس سے زیادہ جماعت ہیں اور بحر الرائق میں وجہ عقلی بیان کی ہے کہ جماعت اجتماع
سے ماخوذ ہے چونکہ دو میں بھی اجتماع ثابت ہے اسلیے جماعت بھی پائی جاویگی اور یہ حکم اور فرضوں میں ہے سوا جمعہ کے کیونکہ جمعہ میں امام کے سوا تین آدمی لائق امام
ہونے کے مقتدی ہونے چاہییں کذا فی الشامی وتصح امامۃ الجنی اشباہ اور صحیح ہے امام ہونا جن کا کذا فی الاشباہ اسلیے کہ جن بھی مکلف ہے اور فرشتہ کی امامت درست نہیں
کیونکہ فرشتہ مکلف نہ ہونے کی جہت سے نفل پڑھیگا اور فرض پڑھنے والے کو اقتدا نفل پڑھنے والے کے پیچھے درست نہیں اور حضرت جبریل علیہ السلام کا امام ہونا اوقات کی
تعلیم کے لیے مخصوص تھا اور یہ بھی احتمال ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس نماز کا اعادہ فرمایا ہو کذا فی الطحطاوی وقیل واجبۃ وعلیہ العامۃ ای عامۃ مشائخنا
وبہ جزم فی التحفۃ وغیرہا قال فی البحر وہو الراجح عند اہل المذہب اور بعضوں نے کہا کہ جماعت واجب ہے اور اسی قول پر ہیں اکثر ہمارے علما اور اسی کا یقین کیا ہے تحفہ

وغیرہا یعنی نہر الرائق میں کہا کہ یہی روایت دوجہ سے قوی ہے اہل مذہب کے نزدیک طحطاوی نے نہر الفائق سے نقل کیا کہ یہی قول سب میں ٹھیک اور قوی تر ہے اور اسی لیے
اجناس میں کہا ہے کہ جو کوئی جماعت کو حقارت کے باعث چھوڑدے تو اسکی گواہی مقبول نہیں اور بعضوں کے نزدیک جماعت فرض کفایہ یا فرض عین ہے قہستانی و تجنیس
ثمرتہ تظہر فی الاثم بترکہا مرۃ علی الرجال العقلاء البالغین الاحرار القادرین علی الصلوۃ بالجماعۃ من غیر حرج پھر جماعت مسنون ہے یا واجب ہے مردون عاقل و بالغ و
آزاد اور جماعت کی نماز پڑھنے پر بدون حرج کے قدرت رکھنے والوں پر شارح نے کہا کہ واجب اور مسنون ہونے کا ثمرہ اس صورت میں ظاہر ہوتا ہے کہ اگر جماعت کو ایکبار چھوڑیگا تو
وجوب کے قول پر گناہگار ہوگا اور مسنون ہونے کے قول پر گناہگار نہ ہوگا اور حرج سے مراد عذر شرعی ہے جو مانع حضور جماعت ہو جیسے مرض یا بہت بوڑھا ہونا وغیرہ ولو فاتتہ
یہ ہے کہ اگر کوئی شخص عذر سے جماعت میں حاضر نہوا اگر اسکی نیت میں یہ تھا کہ عذر نہوتا تو حاضر ہوتا تو اسکو جماعت کا ثواب ملیگا کذا فی الشامی ولو فاتتہ ندب طلبہا فی مسجد آخر
الا المسجد الحرام ونحوہ اور اگر نمازی کو مسجد محلہ میں جماعت نہ ملے تو مستحب ہے کہ جماعت کی تلاش دوسری مسجدوں میں کرے مگر مسجد حرام اور اس جیسی دوسری مسجدوں میں
اگر جماعت نہ ملے تو تلاش جماعت کی مستحب نہیں اسلیے کہ ان مسجدوں میں جماعت کی نماز سے ان مسجدوں میں نماز پڑھنی زیادہ ثواب رکھتی ہے بسبب احادیث میں آیا ہے کہ جو انس
رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آدمی کا گھر میں نماز پڑھنا ایک نماز کا ثواب ہے اور مسجد محلہ میں پڑھنا پچیس نمازوں کا ثواب ہے اور مسجد جامع میں پانسو
کا اور بیت المقدس میں پانچ ہزار کا اور میری اس مسجد مدینہ میں پچاس ہزار کا اور مسجد حرام میں لاکھ کا ثواب ہے کذا فی الحلبی فلا تجب علی مریض ومقعد وزمن ومقطوع ید
ورجل من خلاف او رجل فقط ذکرہ الحدادی ومفلوج وشیخ کبیر عاجز واعمی وان وجد قائدا جماعت واجب ہے بدون حرج کے اس سے یہ نکلا کہ واجب نہیں بیمار
اور اپاہج اور جسکے بیمار پر اور اسپر جسکا ایک ہاتھ اور ایک پانوں مخالف جانب سے کٹا ہو یا فقط ایک پانوں ہی کٹا ہو ذکر کیا ہے اسکو حدادی نے اور واجب نہیں فالج زدہ
اور بہت بوڑھے چلنے پھرنے سے عاجز پر اور واجب نہیں اندھے پر اگرچہ کوئی ہاتھ پکڑ کر لیجانے والا موجود ہو اور یہی حال ہے عاجز کا اگر اسکے پاس سواری موجود ہو تو اسپر بھی جماعت
واجب نہیں کما فی فتح القدیر میں کہا کہ جماعت بالاتفاق ایسے اندھے اور عاجز پر واجب نہیں جسکا پہنچانے والا میسر ہو اور یہ ہے امام کے نزدیک واجب نہیں اور صاحبین کے نزدیک
واجب ہے کذا فی الشامی ولا علی من حال بینہ وبینہا مطر وطین وبرد شدید وظلمۃ کذلک اور نہ واجب ہے جماعت اس شخص پر جسمیں اور جماعت میں مینہ اور کیچڑ
اور شدت کا جاڑا اور سخت اندھیرا حائل ہو یعنی مانع ہو ہم مراد یہ کہ مینہ اور کیچڑ کثرت سے ہو تو جماعت واجب نہ ہوگی اسیطرح جاڑا اگر بہت سخت ہو تو مانع ہوگا اور اندھیرے کا
سخت ہونا اسطرح کہ رستہ نہ سوجھے وریح لیلا لا نہارا وخوف علی مالہ او من غریم او ظالم او مدافعۃ احد الاخبثین اور آندھی رات کے وقت مانع ہے نہ دن میں یا حائل ہو خوف
اپنے مال پر چور وغیرہ سے یا خوف ہو قرضدار سے یا کسی ظالم سے یا مانع ہو دبانا دو پلید چیزوں کا یعنی بول و براز کا اسیطرح ہے بند رکھنا گوز کا کذا فی الشامی وارادۃ سفر وقیامہ
بمریض وحضور طعام تتوقہ نفسہ ذکرہ الحدادی اور مانع حضور جماعت ہے ارادہ سفر کا یعنی خوف قافلہ کے چلے جانے کا بشرط شرکت جماعت کے اور مریض کی خبر لینے یعنی جسکی موت
میں کہ مریض کو اسکے چلے جانے سے ایذا ہو اور سامنے آنا کھانے کا کہ جسکی طرف نمازی کا نفس مشتاق ہو ذکر کیا ہے اسکو حدادی نے وکذا اشتغالہ بالفقہ لا بغیرہ کذا جزم بہ الباقانی تبعا
للبہنسی ای الا اذا واظب تکاسلا فلا یعذر ویعزر ولو باخذ المال یعنی یحبسہ عنہ مدۃ اور اسیطرح مانع وجوب جماعت ہے مشغول ہونا نمازی کا فقہ میں نہ غیر فقہ میں ایسا ہی یقین کیا ہے
اسکا باقانی نے بہ تبعیت بہنسی کے یعنی بجز اس صورت کے کہ اگر فقہ کی مشغولی میں ترک جماعت پر مواظبت کریگا کسل کی راہ سے تو معذور نہ ہوگا اور تعزیر دیا جائیگا اگرچہ ہمراہ مال
کے لینے سے ہو یعنی اسکے مال کو چندروز اس سے روک رکھا جاوے علم فقہ سے مراد مسائل ضروریہ دین کے ہیں اور مشغول ہونا عام ہے کہ سیکھنے سے ہو یا سکھانے سے یا تصنیف کرنے
سے طحطاوی نے کہا کہ مال کے ضبط کرنے کی سزا قول ضعیف ہے چنانچہ باب التعزیر میں مذکور ہوگا ولا تقبل شہادتہ الا بتاویل بدعۃ الامام او عدم مراعاتہ او قبول نکیا جاوے گواہی
جماعت کے ترک کرنیوالے کی مگر بسبب تاویل بدعت امام کے یا نہ رعایت کرنے امام کے ہم یعنی اگر ترک جماعت کا عذر بیان کرے کہ امام بدعتی ہے اسلیے جماعت میں حاضر نہیں ہوتا یا امام
رعایت مذہب مقتدی کی نہیں کرتا ان امور میں جو موجب نماز کے باطل ہونے کے ہیں تو ان عذروں سے گواہی مقبول ہوگی والاحق بالامامۃ تقدیما بل نصبا مجمع الانہر الاعلم
باحکام الصلوۃ فقط صحۃ وفسادا بشرط اجتنابہ للفواحش الظاہرۃ وحفظہ قدر فرض وقیل واجب وقیل سنۃ اور زیادہ مستحق امامت کا آگے بڑھنے میں بلکہ ہمیشہ کو امام مقرر کرنے میں

کذا فی البحر الاعلم ثم وہ شخص ہے جو احکام فقط نماز کی صحت اور فساد کے زیادہ جانتا ہو یعنی اور علموں میں کامل ہو یا نہیں نماز کے احکام زیادہ جانتا ہو بشرطیکہ اتنا بچتا ہو ظاہری
گناہوں سے اور بشرطیکہ یاد کرلے بمقدار فرض قرأت نماز کے اور بعضوں نے بقدر واجب اور بعض نے بقدر سنت یاد کرنے کو کہا ہے ہم طحطاوی نے کہا کہ ظاہری گناہوں سے بچنے کے
ساتھ یہ بھی شرط ہے کہ امام کے دین میں کوئی طعنہ نہ کرتا ہو اور مقدار فرض کا یاد کرنا قول کافی کا ہے اور بمقدار واجب کا یاد کرنا بحر الرائق میں بطور بحث مذکور ہے اور زیلعی نے بقدر سنت کو لکھا ہے اور
یہی اسود اور فتح القدیر میں ہے اور یہی ظاہر ہے اسلئے کہ یہاں امام کے اولیٰ ہونے کا ذکر ہے تو امام کو یاد کرنا سنت کا مناسب ہے ثم الاحسن تلاوۃ وتجویدا للقراءۃ ثم الاورع
سے الاکثر اتقاء للشبہات والتقوی اتقاء المحرمات اگر علم میں برابر ہوں تو زیادہ مستحق امامت کا وہ ہے جو تلاوت اور قرأت کی تجوید میں زیادہ اچھا ہو پھر زیادہ احتیاط والا یعنی شبہوں
سے بہت بچنے والا اور تقوی حرام چیزوں سے بچنا ہے ہم تلاوت اور تجوید سے یہ غرض ہے کہ حروف اور مخارج اور مد اور شد وغیرہ کو خوب جانتا ہو اور قاری کے دوسرے مرتبہ میں اسلئے
رکھا کہ قرأت کی احتیاج صرف ایک رکن میں ہوتی ہے اور علم کی احتیاج سب رکنوں میں ہے پھر شامی نے ورع اور تقوی میں فرق بتایا کہ ورع شبہوں سے بچنے کو کہتے ہیں اور تقوی
حرام چیزوں سے بچنے کو اور شبہ اسکو کہتے ہیں جسکی حلت اور حرمت میں شک ہو ثم الاسن ای الاقدم اسلاما فیقدم شاب علی شیخ اسلم لو حق الامامۃ ویقدم الاکبر ای من اسلم
میں پیشتر ہو اور پیشتر مقدم کیا جائیگا مسلمان ہونے میں پس جو جوان پہلے سے مسلمان ہوا ہو وہ اولیٰ ہے بوڑھے سے جو بعد کو مسلمان ہوا ہو اور علیٰ ہذا القیاس ثم الاحسن خلقا
و بعضہم قال ای الفاً بالناس اللا عشرۃ اور فتح نے کہا ہے کہ مقدم کیا جائیگا وہ شخص جو پیشتر ہو ورع میں یعنی جسکا ورع بہت دنوں کا ہو وہ پہلے مقدم ہے جسکا ورع کم مدت کا ہو اور الاقدامی
میں زاد الفقیر سے منقول ہے کہ ورع کے اور سب خصلتوں کا بیان اسی طرح کا ہے یعنی کہا جائیگا کہ مقدم کیا جائے وہ جسکا علم سب سے پیشتر ہو اور مثل اسکے یعنی جسکا احسان اور قرأت
بہت سے زمانہ سے ہو وہ اس سے مقدم ہے جسکو چند روز سے آیا ہے اور اسوقت میں بھی جبکہ پیشتر طور سے کا ہم کیا جائے تو قرأت کی احتیاج ہوگی ہم اس مسئلہ کا
بیان کیا ہے کہ اگر چند شخص امامت کے سب خصلتوں میں برابر ہوں تو انمیں قرعہ ڈالا جائے شامی نے کہا ہے کہ جب خصائل میں مساوات ہو تو پیشتر ہونے کا لحاظ کیا جائے تو یہ صورت قرعہ ڈالنے کی کم
ہوگی کیونکہ ایسا بہت کم ہوگا کہ چند آدمیوں میں ہر بات ایک بھی ہو اور قرأت ایک ہی مدت سے ہو ثم الاحسن خلقا بالضم الفاً بالناس پھر مستحق امامت وہ ہے جو خوش خلق
زیادہ ہو شامی نے کہا کہ خلق یعنی خلاق پھر لوگوں سے ملنساری کو کہتے ہیں ثم الاحسن وجہا ای اکثرہم تہجدا پھر زیادہ خوبصورت یعنی لوگوں میں زیادہ تہجد گزار ہو اور یہ تفسیر
نقل میں لانے پر ہے اسکی اسلئے کہ کثرت تہجد کو خوبصورتی لازم ہے کیونکہ حدیث میں وارد ہے کہ جو شب کو زیادہ نماز پڑھیگا دن کو اسکا چہرہ حسین ہوگا صاحب بحر الرائق نے کہا
لکھنے کی کچھ حاجت نہیں خوبصورتی ظاہری مراد لینی چاہئے کیونکہ خوبصورتی کا امام ہونا سبب ہے جماعت کی کثرت کا کذا فی الشامی زاد فی الزاد ثم اصبحہم ای اسمحہم وجہا ثم اکثرہم
میں اتنا زیادہ کیا ہے کہ پھر سب میں کا زیادہ صبیح یعنی چہرہ میں زیادہ بشاش مستحق ہے ہم اصبح مشتق ہے صباحت سے صباحت کے معنی یہ ہیں کہ جس سے پیشانی اور
حسن کہدیتے تو یہ بات حسن ظاہری سے علاوہ ہے اگر خوش خلقی میں اور اس میں ظاہر کچھ فرق نہیں معلوم ہوتا ثم اکثرہم حسبا پھر مستحق وہ ہے جو سب میں زیادہ حسب کی رو
سے بعض نسخوں میں حسن اذن کے ساتھ ہے اگر چہ اسکا ذکر پیشتر ہو چکا اسلئے باعتبار اسکے صحیح معلوم ہوتا ہے قاموس میں ہے کہ حسب بزرگی ہے جسکو آدمی اپنے آبا یا مال یا دین
یا کرم وغیرہ کے سبب سے شمار کرے ثم الاشرف نسبا پھر وہ مستحق ہے جو خاندان میں زیادہ شریف ہو مثلاً سید مقدم ہے اور لوگوں پر زاد فی البرہان ثم الاحسن صوتا برہان
میں یہ زیادہ کیا ہے کہ پھر جسکی آواز زیادہ اچھی ہو یعنی اگر صفات گذشتہ میں برابری ہو تو خوش آواز مقدم کیا جائیگا وفی الاشباہ قبیل ثمن المثل ثم الاحسن زوجۃ اور اشباہ
میں تھوڑا سا پہلے ثمن مثل کے بیان کیا ہے کہ پھر مستحق وہ ہے جسکی بی بی زیادہ اچھی ہو اسلئے کہ بی بی کے اچھے ہونے سے اسمیں خصوصیت محبت اور عفت کا زیادہ ہوگا اور یہ
اس صورت میں ہے کہ لوگوں یا ہمسایوں پر اس امر کی شہرت ہو ورنہ یہ مطلب نہیں کہ بقیہ صفات میں برابری کے وقت ہر شخص اپنی بی بی کے اوصاف بیان کرے
کذا فی الشامی ثم الاکثر مالا ثم الاکثر جاہا پھر وہ مستحق ہے جو زیادہ ہو مال میں یعنی مال حلال جسکے پاس زیادہ ہو اور اگر مال حرام ہوگا تو وہ شخص فاسق ہوگا کذا فی الطحطاوی
پھر وہ ہے جو زیادہ ہو جاہ میں یعنی لوگوں کے دلوں میں اسکی جگہ زیادہ ہو ثم الانظف ثوبا پھر وہ جسکے کپڑے زیادہ ستھرے ہوں اسلئے کہ یہ امر بھی موجب کثرت جماعت
ہے ثم الاکبر راسا والاصغر عضوا پھر جسکا سر بڑا ہو اور دوسرے عضو چھوٹے ہیں کیونکہ سر کا بڑا ہونا اور دوسرے عضو کا متناسب ہونا دلیل ہے زیادتی عقل کی مگر اتنی

[illegible]

سر کی موقع سے ہو جو موقع نہ ہو کذا فی الطحطاوی ثم المقیم علی المسافر پھر مقدم کیا جاوے مقیم مسافر پر طحطاوی نے کہا کہ شاید یہ اس صورت میں ہے کہ مقتدی سب مقیم ہوں یا مقیم اور مسافر ملے جلے ہوں اور جس صورت میں کہ سب مسافر ہوں صرف ایک مقیم ہو تو وجہ اولی ہونے مقیم کی ظاہر نہیں اور شامی نے بحر الرائق سے نقل کیا کہ مقیم اور مسافر دونوں برابر ہیں کسی کو اولویت نہیں ثم الحر الاصلی علی المعتق پھر مقدم کیا جاوے آزاد اصلی اس شخص پر جو غلام ہو کر آزاد ہوا ہو یعنی اگر اوصاف میں دو شخص مساوی ہیں مگر ایک اصل سے آزاد ہے اور دوسرا غلام تھا اب آزاد ہو گیا ہے تو اصلی مقدم ہوگا اسلئے کہ غلام کو بسبب خدمت آقا کے اتنی مہلت نہیں ملتی کہ تحصیل علم کرے ثم المتیمم عن حدث علی المتیمم عن جنابۃ پھر مقدم کیا جاوے وہ جسنے حدث سے تیمم کیا ہے اس شخص پر جسنے جنابت سے تیمم کیا ہے اسلئے کہ بے وضو ہونا خفیف ہے بہ نسبت جنابت کے فائدہ ایک کام کی بابت ہے لا یقدم احد فی التزاحم الا بمرجح جب چند شخص کسی امر شرعی یا عادی میں ایک دوسرے سے مزاحم ہوں تو کسی کو بدون مرجح مقدم نکیا جاوے ومنہ السبق الی الدرس والافتاء والدعوی اور اسباب مرجح میں سے ہے پیشتر آنا پڑھنے کے لیے یا فتوی لینے کو یا قاضی کے سامنے دعوی بیان کرنے کو یعنی دو طالب علم ایک استاد سے پڑھتے ہیں تو اول اسکو پڑھاوے جو پیشتر آیا ہو اسیطرح مفتی کے یہاں فتوی پوچھنے والوں میں تقدیم اسکی ہو جو پہلے آوے شامی نے کہا کہ بہتر یہ تھا کہ افتا کی جگہ استفتا ہوتا چنانچہ مترجم نے ترجمہ میں معنی استفتا ہی کے لکھے ہیں فان استووا فی المجیء اقرع بینہم انتہی کلام الاشباہ پھر اگر آنے میں برابر ہوں یعنی سب ایک ساتھ آئے ہوں تو آپس میں قرعہ ڈالا جاوے جسکا نام پہلے نکلے اسکو مقدم کیا جاوے تمام ہوا کلام اشباہ کا وفی الفصل الثانی والثلثین من حظر التاتارخانیۃ وفی طلبۃ العلم یقدم السابق فان اختلفوا وثمہ بینۃ فبہا والا اقرع بینہم کما فی الحرقی والغرقی اذا لم یعرف الاول یجعل کانہم ماتوا معا انتہی اور بتیسویں فصل کتاب الحظر تاتارخانیہ میں مذکور ہے کہ طالب علموں کے سبق میں مقدم کیا جاوے پیشتر آنیوالا یعنی اگر وہ سب ایک کے بعد دیگرے بعد آئے ہوں اور وہاں کچھ دلیل پیشتر آنے کی ہو تو اسی پر عمل ہوگا ورنہ قرعہ ڈال لیا جاویگا جیسے سب کے ایک ساتھ آنے میں قرعہ ڈالا جاتا ہے جیسا کہ ایک ساتھ جلنے والوں اور ڈوبنے والوں میں جب اول نہیں معلوم ہوتا وہ یہ ٹھہرالیا جاتا ہے کہ گویا وہ سب ساتھ ہی مرے ہیں تمام ہوا قول تاتارخانیہ کا مترجم تشبیہ جلنے والوں اور ڈوبنے والوں کی صرف اسمیں ہے کہ بصورت نہ معلوم ہونے ترتیب کے ایسا کیا جاتا ہے کہ سب ایک ساتھ ہیں اور قرعہ ڈالنے میں تشبیہ نہیں اسلیے کہ جلنے اور ڈوبنے والوں میں قرعہ نہیں ہوتا کذا فی الشامی وفی المحاسن القراء لابن وہبان وقیل ان لم یکن للشیخ معلوم جاز ان یقدم من شاء والاکثر انحوا علی تقدیم الاسبق واول من سنہ ابن کثیر اور ابن وہبان کی محاسن القراء میں ہے کہ بعض علما کا قول یہ ہے کہ اگر استاد کو طالب علموں کے آنے کا حال معلوم نہ ہو تو جائز ہے کہ جسکو چاہے مقدم کرے اور بہت سے اکثر مشائخ پیشتر آنیوالے کی تقدیم پر ہیں اور اول جسنے یہ طریقہ مقرر کیا ابن کثیر ہیں ثم سمہودی نے جواہر العقد میں یہ روایت کی ہے کہ ایک انصاری آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں کچھ پوچھنے آیا اور ایک آدمی ثقیف کی قوم کا اسکے بعد آیا آپ نے فرمایا کہ انصاری تجھسے پہلے سوال کر رہا ہے اتنا ٹھہر جا کہ اسکی حاجت روا ہو اس سے معلوم ہوا کہ یہ طریقہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تعلیم فرمایا اور ابن کثیر نے اسمیں متابعت آپ کی اختیار کی کذا فی الشامی فان استووا یقرع بین المستوین او الخیار الی القوم فان اختلفوا اعتبر اکثرہم پس اگر مستحقین امامت برابر ہوں یعنی کسی میں وجہ زیادتی اور ترجیح کی موجود نہو تو برابر صفات والوں میں قرعہ ڈالا جاوے یا مقتدیوں کو اختیار ہے کہ جسکو چاہیں امام بنائیں پھر اگر اختیار میں مقتدی مختلف ہوں کچھ کسیکو چاہیں کچھ دوسرے کو تو اعتبار انکے اکثر کا ہے یعنی جس امام کو بہت مقتدی پسند کریں وہی امامت کرے ولو قدموا غیر الاولی اساءوا بلا اثم اور اگر مقتدی اولی کے سوا دوسرے کو پیش امام کرینگے تو برا کرینگے بدون گناہ کے یعنی ترک سنت کی وجہ سے برا کرینگے اور گناہگار نہ ہونگے واعلم ان صاحب البیت ومثلہ امام المسجد الراتب اولی بالامامۃ من غیرہ مطلقا الا ان یکون معہ سلطان او قاض فیقدم علیہ لعموم ولایتہما وصرح الحدادی بتقدیم الوالی علی الراتب اور جان کہ گھر کا مالک امامت کیواسطے بہتر ہے دوسرے لوگوں سے ہر حال میں یعنی گو دوسرا اس سے عالم اور زیادہ قاری ہو تب بھی مالک مکان افضل ہے اور مالک کے مانند ہے امام معین مسجد کا یعنی وہ بھی اپنے غیر سے بہتر ہے اگرچہ غیر اس سے صفات گذشتہ میں فائق ہو مگر اس صورت میں کہ ہووے مالک یا امام معین کے ساتھ بادشاہ یا قاضی کہ بادشاہ یا قاضی مالک وغیرہ پر مقدم ہوگا بسبب عام ہونے ولایت وتصرف بادشاہ اور قاضی کی تصریح کی ہے حدادی نے والی کے مقدم کرنے کی امام معین پر والمستعیر والمستاجر احق من المالک لما مر اور مکان کا عاریت لینے والا اور کرایہ دار زیادہ حقدار ہیں بہ نسبت مالک کے اسوجہ سے کہ پیشتر گذری ہم شامی نے کہا کہ شارح کو لما مر کہنا مناسب نہ تھا کیونکہ اوپر عموم ولایت کا ذکر ہے حالانکہ مستعیر و

آزاد کی ولایت عام نہیں تو یون کہنا چاہیے تھا لان الولایۃ انما فی ہذہ الحالۃ دون المالک یعنی اس وقت اُن دونون کا تصرف ہی نہ مالک کا ولو ام قوما وہم لہ کارہون
ان الکراہۃ لفساد فیہ او لانہم احق بالامامۃ منہ کرہ لہ ذلک تحریما لحدیث ابی داؤد لا یقبل اللہ صلوٰۃ من تقدم قوما وہم لہ کارہون وان ہو احق لا والکراہۃ علیہم
اور اگر کوئی شخص ایک قوم کا امام ہو اور وہ لوگ اُسکو برا جانتے ہین تو اگر انکی نفرت امام کے اندر کسی خرابی کے سبب سے ہی یا اس سبب سے کہ وہ لوگ بہ نسبت امام مذکور کے زیادہ
مستحق امامت ہین تو اُس شخص کو امام ہونا مکروہ تحریمی ہی بسبب حدیث ابی داؤد کے کہ اللہ تعالی اُس شخص کی نماز نہین قبول کرتا جو ایک قوم کی امامت کرے اور وہ لوگ اُس سے
نفرت رکھتے ہون اور اگر امام مذکور زیادہ حقدار امام ہونے کا ہو تو اُسکے حق مین امام ہونا مکروہ نہین اور مقتدیون کو اُس سے نفرت کرنا مکروہ ہی ویکرہ تنزیہا امامۃ عبد ولو معتقا
قہستانی عن الخلاصۃ ولعلہ لما قدمناہ من تقدم الحر الاصلی اذ الکراہۃ تنزیہیۃ فتنبہ اور مکروہ تنزیہی ہی امام ہونا غلام کا اگرچہ آزاد ہو گیا ہو کذا فی القہستانی عن الخلاصۃ
اور شاید کہ اسکی وجہ وہی ہی جو ہم پیشتر بیان کر چکے ہین یعنی حر اصلی کا مقدم ہونا آزاد شدہ پر اولی ہی کیونکہ کراہت اس مسئلہ مین تنزیہی ہی اور وہ ترک اولی سے ہوا کرتی ہی
پس خبردار ہو جا اور ایک نسخہ مین علی لما قدمناہ کی جگہ والعلۃ ما قدمناہ ہی یعنی وجہ اسکی وہ ہی جو ہم پہلے لکھ چکے ہین و اعرابی ومثلہ ترکمان واکراد وعامی اور
مکروہ ہی امامت بدوی کی اور مثل بدوی کے قوم ترکمان اور کرد اور جاہل آدمی ہین یعنی امامت مکروہ ہی اور علت کراہت غلبہ جہالت ہی اور لوگون کا تنفر
انکی امامت سے و فاسق و اعمی ونحوہ الاعشی نہر اور مکروہ ہی امامت فاسق اور اندھے کی اور مثل اندھے کے وہ شخص ہی جو رات اور دن مین کم سوجھتا ہو کذا فی النہر
اور اندھے کی امامت کی کراہت بوجہ نہ بچنے نجاست کے ہی صاحب نہر الفائق نے بحث کی راہ سے کہا کہ اس امر مین کم سوجھتا آدمی بھی ایسا ہی ہی الا ان یکون ای
غیر الفاسق اعلم القوم فہو اولی مگر جو کوئی سوا فاسق کے مقتدیون سے زیادہ عالم قوم کا ہو تو اُس صورت مین اُسکا امام ہونا اولی ہی ... اشارہ کیا
کہ باوجود عالم ہونے کے بھی اُسکی امامت خالی کراہت سے نہین کیونکہ امامت مین اُسکی تعظیم ہی حالانکہ شرعا مقتدیون پر اُسکی اہانت واجب ہی ... کہا کہ ...
ہی کہ امامت فاسق کی مکروہ تحریمی ہی اور اندھے کی امامت مین جو عالم ہونے سے علت کراہت یعنی نہ بچنا نجاست سے موجود نہین ہی کیونکہ ...
باقی ہی یعنی ابن ام مکتوم اور عتبان با وجودیکہ اندھے تھے مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انکو مدینہ منورہ مین اپنا نائب کیا تھا اور ... اُس زمانہ مین اُن سے زیادہ
لائق موجود نہ تھا کذا فی الطحطاوی والشامی ومبتدع ای صاحب بدعۃ وہی اعتقاد خلاف المعروف عن الرسول لا بمعاندۃ بل بنوع شبہۃ اور مکروہ ہی امامت بدعتی
بدعت والے کی اور بدعت اعتقاد کرنا ہی خلاف اُس بات کے جو مشہور ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے نہ بوجہ عناد و اعتقاد مخالفت کا کرنا قطعا کفر ہی بلکہ اعتقاد ہو کسی قسم
کے شبہہ سے ... نے تعریف بدعت کی یہ کی ہی کہ جو چیز کسی قسم کے شبہہ استحسان سے پیدا ہو مخالف اُس حق کے جسکی تعلیم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کی ہی خواہ وہ حق بات
علم ہو یا عمل یا حال اور اُس چیز کو دین متین اور صراط مستقیم ٹھہرا لیا ہو اس تعریف مین بدعت صرف اعتقاد کا نام نہین جیسا شارح کی تعریف سے مفہوم ہوتا ہی وکل من کان
من قبلتنا لا یکفر بہا حتی الخوارج الذین یستحلون دماءنا واموالنا وسب الصحابۃ لا الرسول صلی اللہ علیہ وسلم وینکرون صفاتہ تعالی وجواز رؤیتہ لکونہ عن تاویل وشبہۃ اور جتنے لوگ
ہمارے قبلہ کی طرف نماز پڑھتے ہین وہ بدعت سے کافر نہین ہوتے یہانتک کہ فرقہ خارجیون کا بھی کافر نہین جو ہماری جان اور مال حلال جانتے ہین اور گالی دینا صحابہ
نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو روا سمجھتے ہین اور اللہ تعالی کی صفات سے اور اُسکی دیدار کے جواز کے منکر ہین یہ لوگ کافر نہین بسبب ہونے اس اعتقاد کے تاویل و شبہہ سے تاویل کے
یہ معنی بنا لینے سے یعنی انکا اعتقاد اس جہت سے بگڑا کہ معنی نص کو اپنے مطلب کے موافق بنا لیا جو معنی سلف صالحین سے مروی تھے اُنکے پابند نہ ہوئے طحطاوی نے کہا
کہ انکار صفات الٰہی مذہب معتزلہ کا ہی نہ خارجیون کا ہان اگر خارجی سے وہ مراد ہو جو طریقہ اہلسنت سے خارج ہو تو شارح کا قول اُنکے انکار صفات الٰہی کا درست ہوگا
بدلیل قبول شہادتہم الا الخطابیۃ خارجی کافر نہین بدلیل مقبول ہونے انکی گواہی کے یعنی اگر کافر ہوتے تو کافر کی گواہی مسلمان پر مقبول نہین انکی بھی نہ ہوتی حالانکہ انکی
گواہی مقبول ہی اس سے معلوم ہوا کہ وہ مسلمان ہین لیکن بدعتی ہین بجز فرقہ خطابیہ کے کہ انکی گواہی مقبول نہین طحطاوی نے کہا کہ وجہ انکی گواہی مقبول نہ ہونیکی
یہ نہین کہ وہ کافر ہین بلکہ یہ وجہ ہی کہ وہ اپنے ساتھ والونکے لیے جھوٹی گواہی دینے کو دین سمجھتے ہین ومنا من کفرہم اور ہم حنفیون مین بعض ایسے ہین جنہون

یعنی بدعتیوں کو کافر کہتے ہیں علامہ شامی نے کہا کہ متن اسکے خلاف ہے چنانچہ بحر الرائق میں خلاصہ سے بعض فروع ایسے ذکر کیے ہیں جن سے بدعتیوں کا کفر پایا جاتا ہے مگر انکے بعد کہا کہ مذہب صحیح یہی ہے کہ اہل قبلہ میں سے کسی کو کافر نہ کہا جاوے وان انکر بعض ما علم من الدین بالضرورۃ کفر بہا کقولہ ان اللہ تعالیٰ جسم کالاجسام وانکارہ صحبۃ الصدیق فلا یصح الاقتداء بہ اصلا فلیحفظ اور اگر بدعتی منکر ہو کسی ایک بات کا جو دین میں ضروری جانی گئی ہو تو وہ اس بدعت سے کافر ہو جاویگا مثلاً اسکا یہ کہنا کہ اللہ تعالیٰ جسم ہے مانند اور جسموں کے اور انکار کرنا صحبت حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا یعنی جسکی خبر قرآن مجید میں ہے اذ یقول لصاحبہ لا تحزن کذا فی الحلبی تو ایسے بدعتی کے پیچھے نماز پڑھنی ہرگز درست نہیں چاہیے یاد رکھنا چاہیے وولد الزنا اور مکروہ ہے امامت ولد الزنا کی کیونکہ لوگوں کو اس سے نفرت ہوتی ہے ہذا ان وجد غیرہم والا فلا کراہۃ بحر بحثا یعنی مکروہ ان لوگوں کی امامت اسوقت ہے کہ انکے سوا دوسرا امام انسے بہتر موجود ہو اور اگر انسے بہتر کوئی اور وہاں نہیں تو کراہت بھی نہیں ایسا ذکر ہے بحر الرائق میں بحث کی راہ سے وفی النہر عن المحیط صلی خلف فاسق او مبتدع نال فضل الجماعۃ اور نہر الفائق میں محیط سے منقول ہے کہ اگر نماز پڑھے پیچھے فاسق یا بدعتی کے تو جماعت کا ثواب پا ویگا علامہ شامی نے کہا کہ اس سے معلوم ہوا کہ تنہا پڑھنے سے ان کے پیچھے پڑھنا بہتر ہے کذا فی الشامی وکذا تکرہ خلف امرد وسفیہ اور اسیطرح مکروہ تحریمی ہے نماز پیچھے بے ریش لڑکے اور پیچھے کم عقل کے علامہ شیخ حموی محشی نے کہا کہ امرد سے مراد خوبصورت ہے کہ محل فتنہ ہوتا ہے اور جب سب میں زیادہ عالم وہی ہے اور خوف شہوت یا لوگوں کی نفرت کا نہ ہو تو نماز بلا کراہت صحیح ہے اور سفیہ اسکو کہتے ہیں جو تصرف مال کو موافق شرع یا عقل کے موافق خوب نکر سکتا ہو ومفلوج وابرص شاع برصہ اور مکروہ ہے نماز پیچھے فالج زدہ اور برص والے کے جسکا برص پھیل گیا ہو اور برص ایک مرض ہے کہ بدن پر اسکے مخالف رنگ کے داغ سفید یا سیاہ ہو جاتے ہیں اور وجہ کراہت یہی ہے متنفر ہو وشارب الخمر واکل الربوا ونمام ومراء ومتصنع اور مکروہ ہے نماز پیچھے شراب خوار اور سود کھانے والے اور چغل خور اور ریاکار اور تکلف والے کے علامہ شامی نے حلبی سے نقل کیا کہ یہ پانچوں فاسق میں آگئے انکو علیحدہ لکھنا اگرچہ بیفائدہ ہے اور فرق ریاکار اور تکلف میں یہ ہے کہ ریاکار وہ ہے جسکا مقصود لوگوں کو نمائش ہو خواہ طاعت کو اچھی طرح ادا کرے یا نہیں اور تکلف وہ ہے کہ بناوٹ اور تکلف سے طاعت کو اچھی طرح ادا کرے تو تکلف خاص ہے بہ نسبت ریاکار کے ومن ام بأجرۃ قہستانی اور مکروہ ہے نماز اسکے پیچھے جو امامت کرے مزدوری لیکر کذا فی القہستانی علامہ شامی نے کہا یہ مسئلہ متقدمین کے مذہب پر مبنی ہے کہ طاعتوں پر اجرت لینا باطل ہے اور مفتی بہ متاخرین کے نزدیک یہ ہے کہ تعلیم قرآن اور اذان اور امامت پر اجرت لینا درست ہے ضرورت کی وجہ سے کیونکہ مفت یہ امور کوئی نہیں کرتا تو اگر انپر اجرت لینے کو ناجائز کہا جاوے تو یہ باتیں بالکل موقوف ہو جائیں زاد ابن ملک ومخالف کشافعی لکن فی وتر البحر ان تیقن المراعاۃ لم یکرہ او عدمہا لم یصح وان شک کرہ ابن ملک نے اتنا زیادہ کہا ہے کہ مکروہ ہے نماز پیچھے مخالف مذہب مثلاً شافعی کے لیکن بحر الرائق کے وتر کی بحث میں یہ تفصیل ہے کہ اگر مقتدی یقین کرے مراعات امام کا یعنی جانے کہ فروض میں جو شرطیں اور رکن مقتدی کے اعتقاد میں ہیں امام انکی رعایت کریگا تو اقتدا مکروہ نہوگا یا عدم مراعات کا یقین کرے تو اقتدا صحیح نہوگا اور اگر شک کریگا مراعات اور عدم مراعات میں تو اس صورت میں اقتدا مکروہ ہوگا علامہ ملا علی قاری نے اپنے رسالہ اہتداء فی الاقتداء میں کہا کہ ہمارے اکثر علما کا مذہب یہ ہے کہ اقتدا حنفی کا مثلاً شافعی کے پیچھے جائز ہے بشرطیکہ امام خلاف کی جگہوں میں احتیاط کرے یعنی فصد اور نکسیر کے بعد مثلاً وضو کرلے اور اگر احتیاط نکرے تو اقتدا درست نہوگا حاصل یہ کہ رعایت کرنیوالے کے پیچھے بلا کراہت درست ہے ورنہ مکروہ ہے شامی نے کہا کہ تفصیل بحر الرائق کی معتمد ہے کہ محققین کا میلان اسی طرف ہے اور قواعد مذہب بھی اسی کے شاہد ہیں ویکرہ تحریما تطویل الصلوۃ علی القوم زائدا علی قدر السنۃ فی قراءۃ واذکار رضی القوم اولا لاطلاق الامر بالتخفیف نہر اور مکروہ تحریمی ہے طول دینا نماز کا قوم پر قراءت اور ذکروں میں مقدار سنت سے زیادتی کرکے قوم راضی ہو یا نہیں ہے پڑھانا مکروہ ہے بسبب مطلق ہونے امر کے واسطے خفیف پڑھنے نماز کے کذا فی النہر صحیحین میں ہے کہ جب کوئی تم میں سے لوگوں کو نماز پڑھاوے تو چاہیے کہ تخفیف کرے کیونکہ لوگوں میں کمزور اور بیمار اور بوڑھے بھی ہیں الحدیث صاحب بحر الرائق نے اس سے یہ نکالا کہ تخفیف کے ساتھ پڑھنا واجب ہے اسلیے شارح نے ترک تخفیف یعنی تطویل کو مکروہ تحریمی کہا وفی الشرنبلالیۃ ظاہر حدیث معاذ انہ لا یزید علی صلوۃ اضعفہم مطلقا ولذا قال الکمال الا لضرورۃ اور شرنبلالیہ میں ہے کہ ظاہر حدیث معاذ رضی اللہ عنہ کا یہ ہے کہ امام نہ زیادہ کرے قراءت کو ضعیف ترین مقتدی کی نماز سے مطلقاً یعنی اگرچہ قراءت مسنون سے کم ہو اور اسی وجہ سے کمال الدین نے فتح القدیر میں کہا ہے کہ قراءت مسنون سے کم نکرے مگر ضرورت کی جہت سے علم مراد حدیث معاذ سے حدیث مسلم کی ہے کہ حضرت معاذ نے سورہ بقرہ عشا کی نماز میں شروع کی تو ایک مقتدی نے سلام پھیرکر تنہا نماز پڑھی اور آنحضرت صلی اللہ

علیہ وسلم کی خدمت مین حاضر ہوکر شکایت حضرت معاذ کی بیان کی تو آپ نے انکو فرمایا کہ تم کیا لوگون کو فتنہ مین ڈالتے ہو جیسا کہ اسکو روایت کیا ہے مسلم وغیرہ نے اور
شامی نے کہا کہ شرنبلالی نے جو اس قسم کی ہے تفسیر کیا کہ قرأت مقتدی کی نماز سے زائد نہ کرے کہ وہ قدر مسنون سے کم ہو جاوے یہ بات اس سے نہین نکلتی بلکہ یہ نکلتا ہے کہ
مقدار مسنون سے زائد نہ پڑھے چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذ کو فرمایا کہ سورہ شمس اور واللیل وغیرہ پڑھا کرین جو کہ اوساط مین ہین باوجودیکہ قوم معاذ کا عذر ثابت تھا
اور یہی مطلب کمال کی عبارت کا ہے کہ مقدار مسنون سے کم نکرے مگر ضرورت کی وجہ سے یہ نہین کہ ضعیفون کی رعایت کرے اگرچہ قدر مسنون سے کم ہو جاوے جیسا کہ شرنبلالی نے سمجھا اور
فرمایا آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے قرأت المعوذتین فی الفجر یعنی صحیح ہوا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فجر کی نماز میں معوذتین پڑھین جبکہ رونا ایک بچہ کا سنا اور نماز فجر میں طوالِ
مفصل کا پڑھنا مسنون ہے مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک بچہ کے رونے کی آواز سنی اور سلام کے بعد لوگون نے عرض کیا کہ آپ نے اختصار فرمایا ارشاد ہوا کہ مین نے ایک بچہ کا رونا سنا تو
ڈرا کہ کہین اسکی مان کو گھبراوے اس سے معلوم ہوا کہ ضرورت کی وجہ سے مقدار مسنون سے کم کرنا امام کو جائز ہے اور یکرہ تحریماً جماعۃ النساء ولو فی التراویح فی غیر صلوٰۃ جنازۃ لانہا لم تشرع
مکررۃ فلو انفردن تفوتہن بفراغ احداہن اور مکروہ تحریمی ہے جماعت صرف عورتون کی اگرچہ نماز تراویح کی جماعت ہو سواے نماز جنازہ کے کہ نماز جنازہ مین انکی جماعت مکروہ
نہین اسلیے کہ نماز جنازہ دوبارہ تو مشروع نہین تو اگر تنہا تنہا نماز پڑھینگی تو ایک عورت کے فارغ ہونے سے باقی عورتون کی نماز فوت ہو جاوے گی کہ دوبارہ پڑھنا نماز جنازہ کا مکروہ ہے
اسلیے انکو جماعت کرنی جنازہ کی نماز مین مکروہ نہو گی ہم نماز جنازہ فرض کفایہ ہے جب ایک دفعہ ادا ہو گئی دوسری بار پڑھنا نفل ہو جاوے گا اور نفل جنازہ مشروع نہین تو باقی عورتین
ثواب سے محروم رہ جاوینگی اسلیے جماعت سے پڑھنے مین یہ ہے کہ فضیلت فرض کی فوت نہو گی اور یہ مسئلہ اس صورت مین ہے کہ جنازہ پر صرف عورتین ہون ولہذا ہمارے علماء نے اسکو
الفرض من الصلوٰۃ الا اذا استخلفہا الامام وخلفہ رجال ونساء فتفسد صلوٰۃ الکل اور اگر نماز جنازہ مین مردون کی امام ہوئی تو نماز دوبارہ نہ پڑھی جاوے اسلیے کہ ادا ہو گئی
عورت کی نماز سے یعنی مردون کی نماز تو سرے سے منعقد نہین ہوئی تھی تو تنہا امام کی نماز ہوئی اسی سے فرض ادا ہو گیا کذا فی البحر مگر اس صورت مین اعادہ نماز کا چاہیے
جبکہ عورت کو امام خلیفہ کرے اور امام کے پیچھے مرد اور عورتین ہون کیونکہ خلیفہ کرنے سے نماز سب کی فاسد ہو جاوے گی شیخ نے فرمایا کہ وجہ اس کے نماز فاسد ہونے کی یہ بیان کی گئی
جب امام نے ایسے شخص کو خلیفہ کیا جو لائق امامت نہین تو خود اسکا مقتدی ٹھہرا اسلیے اسکی نماز فاسد ہوئی اور اسکی نماز کے فاسد ہونے سے سب مقتدیون کی نماز فاسد ہو گئی کذا فی البحر فان فعلن یقف
الامام وسطہن فلو قدمت اثمت الا الخنثی فیتقدمہن پھر اگر عورتین باوجود کراہت کے جماعت کرین تو امام عورت انکے بیچ مین کھڑی ہو تو اگر آگے بڑھ کر کھڑی ہو گی تو گنہگار
ہو گی مگر خنثے کہ وہ عورتون سے آگے بڑھ کر کھڑا ہو بیچ مین لفظ امام مین مذکر و مونث برابر ہے اور بیچ مین کھڑے ہونے سے یہ مراد ہے کہ صف کے برابر ہو تو امام کی
ایڑیان صف کی ایڑیون سے آگے نکلی رہین یا نہ نکلین کہ آگے بڑھنے کی یہ وجہ ہے کہ اگر کسی کو مرد فرض کرین تو عورتون کی برابری سے اسکی نماز فاسد ہو جاوے گی یہی وجہ ہے کہ اسکی نماز
نہو گی کذا فی الطحطاوی کالعراۃ فیتوسطہم الامام وتکرہ جماعتہم تحریما جیسے ننگے آدمی کہ امام انکے بیچ مین کھڑا ہو اور انکی جماعت مکروہ تحریمی ہے کذا فی الفتح مع بیچ مین کھڑے
ہونیکی قید سے افادہ کیا کہ ننگے آدمی اور عورتون کی جماعت مین صرف بیچ مین کھڑے ہونے سے ہی مکروہ ہے نہین کیونکہ ننگون کو بیٹھکر نماز پڑھنا افضل ہے بخلاف عورتون کے
کذا فی البحر و مکروہ جماعت کی غالبا اور دوسرے کی یہ ہے کا ہو دیگرہ حضور ہن الجماعۃ ولو لجمعۃ وعید ووعظ مطلقا ولو عجوزا لیلا علی المذہب المفتی بہ لفساد الزمان
واستثنی الکمال بحثا العجائز والمتفانیۃ اور مکروہ ہے حاضر ہونا عورتون کا جماعت مین اگرچہ حاضر ہونا جمعہ مین اور عیدین مین اور وعظ مین ہو مطلقاً یعنی اگرچہ بڑھی عورت ہو یا
جوان رات کو مجمع مین حاضر ہو یا دن کو مکروہ ہے مذہب مفتی بہ پر بسبب خرابی زمانہ کے اور مستثنیٰ کیا ہے اس حکم سے کمال نے براہ بحث بوڑھی عورتون کو اور آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم کے وقت مین عورتین جماعت مین حاضر ہوتی تھین حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عورتون کو مسجدون مین جانے سے منع فرمایا عورتون نے انکی شکایت حضرت عائشہ
رضی اللہ عنہا سے کی انہون نے جواب دیا کہ اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو وہ حال معلوم ہوتا جو عمر کو معلوم ہوا تو تمکو اجازت مسجد مین جانے کی نہ دیتے اس سے متاخرین نے
فتویٰ دیا کہ عورتون کا نکلنا جماعتون مین مکروہ ہے کذا فی الطحطاوی کما تکرہ امامۃ الرجل لہن فی بیت لیس معہن رجل غیرہ ولا محرم منہ کاختہ او زوجتہ
او امتہ اما اذا کان معہن واحد ممن ذکر او امہن فی المسجد لا یکرہ جیسے مکروہ ہے امام ہونا مرد کا عورتون کو ایسے گھر مین کہ امام کے سوا کوئی مرد عورتون کے پاس نہ

اور نہ کوئی محرم امام کی عورتوں میں ہو مثلاً امام کی بہن یا زوجہ یا لونڈی تو اگر عورتوں کے ساتھ انہیں سے جنکا ذکر ہوا کوئی ہو یا مرد انکی امامت مسجد میں کرے تو مکروہ نہو گا کذا فی البحر یعنی مرد اگر عورتوں کا امام ہو تو خلوت کے مکان میں نہو یہانتک کہ مسجد میں ہو تو دروازہ مسجد کا کھلا ہونا چاہیے اور جماعت گوشہ مسجد میں نہو اور اگر خلوت میں جماعت ہو تو دوسرے مرد یا محرم عورت کا ہونا ضرور ہے کذا فی القہستانی ویقف الواحد ولو صبیا اما الواحدة فتتأخر محاذیا ای مساویا لیمین امامہ علی المذہب اور کھڑا ہو ایک مقتدی اگرچہ لڑکا ہو محاذی یعنی برابر امام کے اسکے داہنی طرف مذہب قوی پر یعنی بخلاف اوس قول کے کہ امام محمد سے منقول ہے کہ مقتدی اتنا پیچھے ہٹکر کھڑا ہو کہ اسکی انگلیاں امام کی ایڑی کے پاس ہوں مثل عورت کے کہا کہ اگر مقتدی صرف ایک عورت ہو تو وہ پیچھے امام کے کھڑی ہو شامی نے کہا کہ امام کو چاہیے کہ مقتدی کو داہنی طرف کھڑا ہونے کے لیے کہدے والعبرة بالرأس بل بالقدم فلو صغیرا فالاصح ما لم یتقدم اکثر قدم المؤتم لا تفسد اعتبار نہیں سر کا یعنی سجدہ کی حالت میں اگر مقتدی کا سر بوجہ دراز قد ہونے کے امام سے آگے نکل جاتا ہو تو اسکا اعتبار نہیں بلکہ قدم کا اعتبار ہے کہ مقتدی کا قدم امام سے آگے نہ نکلے پھر اگر قدم امام کا چھوٹا ہو تو صحیح تر قول یہ ہے کہ جبتک اکثر قدم مقتدی کا آگے نہ بڑھیگا تو نماز فاسد نہو گی یعنی پنجوں کا بڑھنا ضرر نہیں کرتا فلو وقف عن یسارہ کرہ اتفاقا وکذا یکرہ خلفہ علی الاصح لمخالفة السنة پھر ایک مقتدی اسکے بائیں طرف کھڑا ہو تو مکروہ تنزیہی ہے بالاتفاق اور اسیطرح مکروہ تنزیہی ہے کھڑا ہونا امام کے پیچھے صحیح تر قول میں بسبب مخالفت کرنے طریقہ سنت کے والزائد یقف خلفہ فلو توسط اثنین کرہ تنزیہا وتحریما لو اکثر اور ایک سے زائد مقتدی کھڑے ہوں امام کے پیچھے پس اگر امام دو کے بیچ میں کھڑا ہو گا تو مکروہ تنزیہی ہو گا اور اگر دو سے زائد کے بیچ میں کھڑا ہو گا تو مکروہ تحریمی ہو گا شامی نے کہا کہ اس سے مستفاد ہوا کہ صف سے آگے بڑھ کر کھڑا ہونا امام کو واجب ہے چنانچہ ہدایہ اور فتح القدیر سے ظاہر ہوتا ہے ولو قام واحد بجنب الامام وخلفہ صف کرہ اجماعا اور اگر ایک شخص امام کے برابر کھڑا ہوا اور پیچھے امام کے جماعت ہے تو مکروہ ہے بالاتفاق اگر ایک مقتدی امام کے برابر کھڑا ہو پھر دوسرا آیا تو بعضوں نے کہا کہ امام آگے بڑھ جاوے ایک ڈگ میں اور بعضوں نے کہا کہ مقتدی اول پیچھے کو ہٹے اور بعضوں نے کہا کہ دوسرا مقتدی نیت باندھکر پہلے کو ہٹا لے اور بے نیت اگر ہٹا دیگا تب بھی مضائقہ نہیں اور اگر دوسرا مقتدی امام کے بائیں جانب کھڑا ہو جاوے تو امام دونوں کو پیچھے ہٹنے کا اشارہ کردے اور یہ امر بہتر ہے اسلیے کہ امام متبوع ہے نہ تابع اور صف کرنا پیچھے امام کے مقتدیوں کا کام ہے نہ امام کا اس لحاظ سے امام کا اسی جگہ رہنا بہتر ہے اور اسکی مؤید ہے حدیث مسلم کی حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے کہ ایک غزوہ میں ہمراہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے گیا آپ نماز کو کھڑے ہوے میں آپکے بائیں طرف آکر کھڑا ہوا آپنے میرا ہاتھ پکڑ کر داہنی طرف کو گھما لیا اسکے بعد ابن عمر آئے اور آپ کے بائیں جانب کھڑے ہوے آپنے ہم دونوں کے ہاتھ پکڑے اور ہم دونوں کو پیچھے ڈھکیل دیا یہانتک کہ ہمکو اپنے پیچھے کھڑا کیا کذا فی الشامی ولیصف ای یصفہم الامام بان یأمرہم بذلک قال الشمنی وینبغی ان یأمرہم بان یتراصوا ویسدوا الخلل ویسووا مناکبہم اور صف باندھیں یعنی مقتدیوں کی صف کرادے امام اسطرح کہ انکو حکم کرے صف باندھنے کا شمنی نے کہا کہ امام کو چاہیے کہ مقتدیوں کو امر کرے کہ ایک دوسرے سے ملے رہیں اور دو شخصوں کے بیچ میں کی جگہ کو بند کریں اور اپنے شانوں کو برابر رکھیں ویقف وسطا اور امام درمیان میں کھڑا ہو یعنی ایسی طرح کھڑا ہو کہ داہنے اور بائیں دونوں طرف صف مساوی ہو شامی نے مبسوط سے نقل کیا کہ سنت ہے امام کا کھڑا ہونا محراب میں تاکہ دونوں طرفیں برابر ہو جاویں اور اگر امام ایک طرف صف کے کھڑا ہو گا تو مکروہ ہو گا اور جب امام کے دونوں طرف برابر ہوں تو اب جو مقتدی آوے وہ داہنے طرف ملے اور اگر صف کے بیچ میں جگہ چھوٹی ہو تو وہاں کھڑا ہو جاوے اور اگر صف بھر چکی ہو تو دوسرے مقتدی کا انتظار کرے کہ اسکے ساتھ ملکر پیچھے کھڑا ہو اور اگر اس اثنا میں امام رکوع کردے تو کسی مسئلہ جاننے والے کو صف میں سے کھینچ کر اپنے برابر کرلے اور اگر ایسا شخص اسکو نہ ملے تو امام کے پیچھے اسکی سیدھ میں اکیلا کھڑا ہو جاوے ضرورت کے لیے وخیر صفوف الرجال اولہا فی غیر جنازة ثم وثم اور بہتر صفوں مردوں کی سب سے پہلی ہے سواے جنازہ کے پھر دوسری تیسری سے بہتر ہے پھر تیسری چوتھی سے اور علی ہذا القیاس ہے بحر الرائق میں مجتبی سے اولویت صف اول کی یہ لکھی ہے کہ اخبار میں وارد ہے کہ اللہ تعالی جب رحمت جماعت پر نازل فرماتا ہے تو اول امام پر نازل کرتا ہے پھر وہ رحمت امام کے بعد اس شخص پر ہوتی ہے جو صف اول میں امام کی سیدھ پر ہے پھر داہنی طرف والوں پر پھر بائیں طرف والوں پر پھر صف دوم پر اسیطرح اور غیر جنازہ کی قید اسلیے لگائی کہ جنازہ میں سب سے پچھلی صف بہتر ہے اسلیے کہ منظور جنازہ میں زیادہ ہونا صفوں کا ہے تو اگر پہلی بہتر ہو تو آدمیوں کی قلت کی صورت میں کوئی پیچھے کھڑا ہونا پسند نہ کرے کذا فی الشامی ولو صلی علی رفوف المسجد ان وجد فی صحنہ مکانا کرہ کقیامہ فی صف خلف

سدت فیہ فرجۃ اور اگر نماز پڑھے مسجد کی طاق پر تو اگر صحن مسجد مین جگہ تھی تو مکروہ ہوگی جیسے مکروہ ہی کھڑا ہونا نمازی کا صف کے پیچھے کی صف مین جس مین جگہ چھوٹی
ہوئی ہو ہم کہتے ہین طاق عمارت کو کہتے ہین تو اگر کوئی نمازی بلا عذر باوجود صف مین جگہ ہونے کے کسی طاق پر چڑھ کر نماز پڑھیگا تو نماز مکروہ ہوگی اسلیے کہ اس طرح پڑھنے سے
صف کے پورا ہونے مین خلل پڑتا ہے اور اگر کسی عذر سے کھڑا ہوا مثلا وہ شخص کبر ہوا اور طاق پر چڑھنے سے آواز سب صفون مین پہنچیگی تو اس صورت مین مکروہ نہین اور نمازی
نے بعد نیت کے اگر اپنے سامنے کی صف مین جگہ چھوٹی دیکھی اور اپنی جگہ سے چلکر اگلی صف مین کھڑا ہوگیا تو اوسکی نماز فاسد ہوگی پھر فرجہ والی صف کے پیچھے کھڑا ہونا مکروہ
تحریمی ہی یا تنزیہی اسکی تنقیح چاہیے کہ حدیث شریف مین جو وعید آیا ہی کہ جو شخص صف کو قطع کرے اسکو خدا قطع کرے اسکا مؤید ہی کہ مکروہ تحریمی ہی کذا فی الشامی قلت و بالکراہۃ
ایضا صرح الشافعیۃ مین کہتا ہون کہ فرجہ والی صف کے پیچھے کھڑے ہونے کی کراہت کو شافعیون نے بھی صریح کردیا ہی قال السیوطی فی بسط الکف فی اتمام الصفوف و ہذا الفعل
مفوت لفضیلۃ الجماعۃ الذی ہو التضعیف لا لاصل برکۃ الجماعۃ فتضعیفہا غیر برکتہا و برکتہا ہی عود برکۃ الکامل منہم علی الناقص انتہی سیوطی شافعی نے اپنی کتاب بسط الکف فی اتمام الصفوف
مین بیان کیا ہی کہ صف مین جگہ چھوڑنا جماعت کے ثواب کو فوت کرتا ہی ثواب سے مراد کئی گنا ہونا ہی نماز کا اصل برکت جماعت کو فوت نہین کرتا کیونکہ تضعیف یعنی دوسری چیز ہی
برکت کے سوا اور جماعت کی برکت یہ ہی کہ نمازیون مین سے کامل شخص پر کی رحمت ناقص پر بھی آوے انتہی ہم کہتے ہین جو وارد ہی کہ جماعت کی نماز تنہا پڑھنے سے پچیس یا ستائیس گنی
زیادہ ہی فرجہ چھوڑنے سے یہ ثواب نہین ملتا بلکہ اصل برکت جماعت کی ملتی ہی یعنی جو کامل شخصون کے اخلاص کے سبب سے رحمت نازل ہوتی ہی وہ اس حاضرین پر
ہو جاتی ہی کذا فی الطحطاوی شامی نے کہا کہ شافعیون کے نزدیک فضیلت بھی ملتی ہی مگر کراہت کے ساتھ ولو وجد فرجۃ فی الاول لا الثانی لہ خرق الثانی لتقصیرہم اور اگر نمازی
اول صف مین فرجہ پاوے نہ دوسری مین تو اوسکو جائز ہی چیر کر دوسری صف کا بسبب قصور کرنے دوسری صف والون کے کیونکہ جب کوئی شخص نماز مین داخل ہونا چاہے اور
اگلی صفون مین جگہ دیکھے تو پچھلی صف والون کے سامنے گویا انکو چیر کر اوس جگہ مین جاکر کھڑا ہو کیونکہ پچھلی صف والون کا قصور ہی کہ اگلون نے جگہ کو نہ بھرا اسلیے انکو چیر یا انکی نماز
کے آگے گذرنا کچھ مضائقہ نہین کسلیے کہ حدیث مین وارد ہی کہ جب کوئی شخص فرجہ دیکھے تو اسکو خود بند کردے اور اگر نہ بند کرے تو دوسرا شخص اوسکی گردن پر ہوکر چلا جاوے کہ
اسکی کچھ عظمت نہین ہی اخرجہ فی الفردوس عن ابن عباس وفی الحدیث من سد فرجۃ غفر لہ اور حدیث مین ہی کہ جو شخص فرجہ بند کرے اسکی مغفرت ہوگی وفی صحیح ابی داود خیارکم
الینکم مناکب فی الصلوۃ اور صحیح ابو داود مین ہی یعنی حدیث صحیح مین آیا ہی کہ تم مین بہتر وہ ہین جو نماز مین زیادہ نرم شانہ ہون یعنی اگر کوئی صف مین داخل ہونے کے لیے انکے شانہ پر ہاتھ رکھے تو وہ شانہ
کو نرم کردین اور اسکو جگہ دے دین وبہذا یعلم جہل من یستمسک عند دخول داخل بجنبہ فی الصف ویظن انہ ریاء کما بسط فی البحر اور اس حدیث کے مضمون سے معلوم ہوتی ہی جہالت
اوس شخص کی جو رکتا ہے جب کوئی صف مین داخل ہونیوالا اسکے برابر آنا چاہے اور گمان کرتا ہی کہ دوسرے کو جگہ دینی ریاء کی بات ہی جیسا مشرح بیان کیا ہی بحر الرائق مین ہم
بحر الرائق مین فتح القدیر سے نقل کیا ہی کہ ریا کا گمان اسلیے ہی کہ نمازی دوسرے کے لیے حرکت کرتا ہی حالانکہ یہ بات نہین بلکہ دوسرے کو جماعت کی فضیلت ملنے پر مدد دیتا ہی
اور فرجہ کے بند کرنے کے حکم کی تعمیل کرتا ہی لکن نقل المصنف وغیرہ عن القنیۃ وغیرہا ما یخالفہ لیکن مصنف اور دوسرے لوگون نے قنیہ اور اور کتابون سے وہ مضمون نقل کیا ہی جو منافی
نقل بحر الرائق کے ہی ہم یعنی مصنف وغیرہ نے بتبعیت صاحب قنیہ لکھا ہی کہ اگر کسی شخص نے صف کے آدمیون کو ہٹایا اور وہ اسکے لیے جگہ دینے کو ہٹ گیا تو اوسکی نماز فاسد
ہو جائیگی اسلیے کہ اسنے نماز مین خارج شخص کا کہنا مانا طحطاوی نے کہا کہ شارح کو مناسب تھا کہ اسکا نہ ذکر کرنا بہتر تھا اسلیے کہ مخالف حدیث کے ہی یعنی جیسا حدیث سے ثابت ہو گیا
کہ دوسرے کو جگہ دینے کے لیے ہٹنا افضل ہی تو پھر فساد نماز کے کیا معنی ثم نقل تصحیح عدم الفساد فی مسئلۃ من جذب من الصف فتاخر فہل ثم فرق فلیحرر پھر مصنف نے نہ فاسد ہونے
نماز کی تصحیح کی نقل کی اس مسئلہ مین کہ ایک شخص صف مین سے کھینچا گیا اور وہ پیچھے ہٹ آیا تو کیا اس مسئلہ مین اور پہلے مسئلہ مین کچھ فرق ہی اسکی تنقیح چاہیے ہم مسئلہ قنیہ کی یہ صورت ہی
کہ ایک نمازی سے دوسرے نے کہا کہ آگے بڑھ وہ آگے بڑھ گیا یا دوسرے نے صف مین ملنے کے لیے اول کو ہٹایا اور اسنے جگہ دیدی تو بقول صاحب قنیہ نماز فاسد ہوگی کیونکہ غیر نمازی کے
امر کا ماننا پایا گیا اور اگر بدون اسکے امر کے نمازی نے جگہ دی تو اس مسئلہ مین اس مین کچھ فرق نہین طحطاوی نے کہا کہ اگر اس مسئلہ کا تفصیل وار بیان کیا جاے تو خوب ہو یعنی
دونون مسئلون مین اگر ہٹنے والا یہ سمجھے کہ مین اطاعت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی کرتا ہون تو نماز دونون جگہ فاسد نہوگی اور اگر خیال امر شرعی کا نہ کرے صرف نمازی کے کہنے

ہونے والے کی خاطر سے بیٹھا تو نماز فاسد ہوگی الرجال ظاہرہ یعم العبید صف باندھیں امام کے پیچھے مرد شارح نے کہا کہ ظاہر قول مصنف کا یعنی الرجال عام ہے غلاموں کو
کہ مرد آزاد ہوں یا غلام یہ قید اسلیے لگائی تاکہ معلوم ہو کہ حلیہ میں جو لڑکوں کو بالغ غلاموں پر مقدم بیان کیا ہے سو درست نہیں اسلیے کہ حدیث میں وارد ہے کہ مجھ سے قریب
بالغ عاقل رہیں بس اس سے معلوم ہوا کہ بالغ ہونا آزادی پر مقدم ہے ثم الصبیان ظاہرہ تعددہم فلو واحدا دخل فی الصف مردوں کے پیچھے لڑکے صف باندھیں ظاہر کلام سے
مصنف کا ظاہر یہ ہے کہ لڑکے کئی ہوں تو پیچھے صف کریں اور اگر ایک لڑکا ہو تو صف میں داخل کیا جائے ہم حلبی نے کہا کہ یہ حکم پیچھے رہنے کا اسلیے ہے کہ اگر اکیلا ہو تو اگلی صف میں جا
ملتا خنثی اکیلا ہو تو لڑکوں کی صف میں ملجاوے ہاں جو صورت ہیں کہ اسکے ملنے سے برابر والے کی نماز جاتی ہو تو پیچھے رہے جیسے اکیلی عورت مردوں کی صف کے پیچھے
تو وہ پیچھے ہی رہے کیونکہ اگر صف میں کھڑی ہوگی تو اسکے برابر والے مرد کی نماز درست نہوگی کذا فی الشامی ثم الخناثی ثم النساء پھر لڑکوں کے پیچھے صف کریں خنثی پھر
صف کریں عورتیں قالوا الصفوف الممکنۃ اثنا عشر لکن لا یلزم صحۃ کلہا لمحاذاۃ الخناثی بالاعضاء فقہاء نے کہا کہ صفیں جو ہو سکتی ہیں بارہ ہیں لیکن لازم نہیں درست
ہونا ان سب کا بسبب محاذات خنثوں کے ساتھ مضر تربات کہ بارہ صفیں اسطرح ہو سکتی ہیں کہ مقتدی یا مذکر ہوگا یا مونث یا خنثی پھر ہر ایک یا بالغ ہوگا یا نابالغ تو چھ
قسم کے مقتدی ہوئے پھر ان میں سے ہر ایک آزاد ہوگا یا غلام پس بارہ ہوئے انکی تفصیل ترتیب حلیہ میں یوں مذکور ہے کہ اول صف آزاد بالغ کریں دوم آزاد لڑکے سوم غلام بالغ
چہارم غلام لڑکے پنجم آزاد بالغ خنثی ششم آزاد لڑکے خنثی ہفتم غلام بالغ خنثی ہشتم غلام لڑکے خنثی نہم آزاد عورتیں بالغ دہم آزاد عورتیں نابالغ یازدہم لونڈیاں بالغ دوازدہم لونڈیاں
نابالغ شارح کہتا ہے کہ ان سب صفوں کا صحیح ہونا ضرور نہیں کیونکہ خنثی صحت صف کو ضرر کرتے ہیں اسلیے کہ خنثی کا برابر ہونا دوسرے خنثی کے یا اسکے پیچھے کھڑا ہونا صحیح نہیں کیونکہ شاید
اگلا عورت ہو اور پچھلا مرد یا برابر والوں میں سے ایک خنثی مرد ہو اور دوسرا عورت شامی نے امداد الفتاح سے نقل کیا کہ بالغ خنثوں کو ایک صف میں اسطرح کھڑا کریں کہ دو خنثوں کے
بیچ میں کوئی چیز آڑ ہو یا فاصلہ ایک شخص کا چھوڑا دے کیونکہ انکا برابر کھڑا ہونا ایک دوسرے کی نماز کو مضر ہے اور ایک ہی صف میں آزاد اور غلاموں کو جمع کر دیں کہ ایک دوسرے کے پیچھے
ہونے میں بھی ضرر ہے وإذا حاذتہ ولو بعضو واحد وخصہ الزیلعی بالساق والکعب امرأۃ ولو أمۃ مشتہاۃ حالا کبنت تسع مطلقا وثمان وسبع لو ضخمۃ او ماضیا کعجوز اور جبکہ محاذی ہو
کوئی عورت مرد کے اگرچہ مقابلہ ایک ہی عضو سے ہو اور زیلعی نے خاص کیا ہے محاذات کو ساتھ پنڈلی اور ٹخنے کے گو عورت لونڈی ہو طحطاوی نے کہا کہ یہ شارح نے اسلیے کہا تاکہ معلوم
ہو کہ لونڈی کا حکم اس باب میں مختلف نہیں اور شاید ولو امۃ بتشدید میم ہو یعنی اگرچہ عورت مذکورہ مرد محاذی کی ماں یا کوئی اور محرم ہو تو اس محاذات سے مرد کی نماز فاسد ہوگی دو تین
شرطوں کے پائے جانے سے اول شرط عورت کا مشتہاۃ یعنی قابل جماع ہونا ہے خواہ اس وقت ہو جیسے نو برس کی لڑکی مطلق یعنی دبلی ہو یا پتلی اور آٹھ اور سات برس کی لڑکی
بشرطیکہ موٹی تازی ہو خواہ زمانہ ماضی میں مشتہاۃ ہو مثلاً بڑھیا ہو ظاہر کلام شارح اسپر دلالت کرتا ہے کہ محاذات یعنی برابری اور پیچھے عورت کے کسی عضو کی مرد کے کسی عضو کے
ساتھ مفسد نماز ہے حالانکہ ایسا نہیں بلکہ قاضیخان نے تصریح کی ہے کہ عورت کے عضو سے مراد اسکا قدم ہے یعنی عورت کا قدم اگر مرد کے کسی عضو کی سیدھ یا برابری میں ہوگا تو نماز مرد کی
جاتی رہیگی خواہ عورت اور مرد برابر کھڑے ہوں خواہ عورت آگے ہو اور مرد اسکے پیچھے اور یہ جو شارح نے مشتہاۃ ہونے کیلیے برسوں کی تعداد مذکور کی ہے تو طحطاوی نے کہا کہ قول معتمد
نہیں کیونکہ اس زمانہ کی عورتیں ہرگز نو برس تک کی عمر میں قابل صحبت نہیں ہوتی چنانچہ زیلعی وغیرہ نے تصحیح اس امر کی کی ہے کہ مشتہاۃ میں اعتبار عمر کا نہیں جس عمر میں لیاقت جماع
کی ہو جاوے اسیکا اعتبار ہے کذا فی الشامی والطحطاوی ولو تقدیرا ولا حائل بینہما اقلہ قدر ذراع فی غلظ اصبع او فرجۃ تسع رجلا دوسری شرط محاذات کی یہ ہے کہ عورت اور مرد میں
کوئی آڑ نہ ہو کمتر آڑ بلندی میں ایک ہاتھ اور موٹائی میں ایک انگشت ہے یا یہ کہ دونوں میں فاصلہ اتنا نہ چھوٹا ہو کہ ایک آدمی کی گنجائش رکھتا ہو کہ آڑ یا فاصلہ ہونے کی صورت
میں نماز فاسد نہوگی اور یہ صورت میں ہے کہ دونوں برابر ہوں اور اگر عورت آگے ہوگی تو فاصلہ مذکورہ مانع فساد نہوگا البتہ آڑ مانع ہوگی فی صلوۃ وان لم تتحد کنیتہما ظہرا
ومطلقا عصر علی الصحیح سراج فالصحیح نفلا علی المذہب بحر وہی مطلقۃ خرج الجنازۃ تیسری شرط محاذات کی یہ ہے کہ مرد اور عورت کا ہو نماز مطلق یعنے رکوع سجدہ والی میں خواہ
نماز فرض ہو یا واجب یا نفل اگرچہ صورت میں دونوں کی نماز ایک نہو جیسے عورت کا نیت کرنا ظہر کے لیے پیچھے عصر پڑھنے والے کے تو بشرط محاذات دونوں کی نماز فاسد ہوگی صحیح قول کا
کذا فی السراج اسلیے کہ یہ نماز عورت کی نفل ہوگی صحیح یہی مذہب قوی کے بموجب کذا فی البحر اور عنقریب یہ مسئلہ مذکور ہوگا شارح نے کہا کہ مطلق کی قید سے نماز جنازہ نکل گئی

کہا ہے یعنی محاذات مفسد نہیں کیونکہ وہ حقیقت میں پڑھتا ہی نہیں نماز میں حلبی نے کہا کہ علی الصحیح متعلق بمحذوف کے ہے یعنی فسدت صلوتہا کے اور مذہب قوی سے مراد شیخین کا قول ہے کہ جب عورت کا ظہر صحیح نہ ہوا تو وہ نفل ہو گیا کیونکہ وصف باطل ہونے سے اصل باطل نہیں ہوتی تو جب فرضیت باطل ہوئی تو نفل ہونا باقی رہ گیا اور امام محمد کے نزدیک جب تحریمہ کی نماز کا ظہر ہونا باطل ہوا تو اصل نماز باطل ہو گئی کیونکہ وصف کے باطل ہونے سے انکے نزدیک اصل باطل ہو جاتی ہے تو انکے قول کے بموجب مرد کی نماز فاسد نہ ہوگی کیونکہ عورت حقیقتاً نماز نہیں پڑھتی بحر الرائق میں اس قول کو خلاف مذہب کہا ہے کذا فی الشامی [illegible]

[illegible] کاللاحقین بعد فراغ الامام بخلاف المسبوقین والمحاذاۃ فی الطریق [illegible] چوتھی شرط محاذات کی یہ ہے کہ نماز کا مشترک ہونا مرد و عورت [illegible] تحریمہ کی رو سے اور ادا کی رو سے تحریمہ میں مشترک ہونا یہ ہے کہ عورت نے اپنے محاذی مرد کی تحریمہ پر اپنی تحریمہ کی بنا کی ہو یا محاذی کی اس امام کی تحریمہ پر [illegible] نہیں کہ عورت شروع نماز میں [illegible] بالکل اگر مرد اکیلا یا [illegible] عورت اگر [illegible] نماز میں اگر محاذات ہوگی تب [illegible] فاسد ہوگی اور ادا میں شرکت [illegible] جس نماز کو دونوں پڑھتے ہیں اس میں ایک دوسرے کا امام ہو یا دونوں کسی شخص کے مقتدی ہوں [illegible] لاحق [illegible] بعد امام کے فارغ [illegible] اور مرد کی محاذات امام کے سلام پھیرنے کے بعد لاحق ہونے کی صورت میں ہو تو [illegible] مرد کی نماز فاسد ہو جائیگی [illegible] دونوں [illegible] امام کے [illegible] کے امام کے [illegible] مفسد نہیں کیونکہ مسبوق باقی نماز کے پڑھنے میں منفرد ہوتا ہے [illegible] محاذات [illegible] نہیں یعنی اگر مرد اور عورت [illegible] اور راہ میں محاذات ہوئی تو نماز کی فساد [illegible] کی اس مرد نمازی سے جو عورت کی نماز نہیں پڑھتا مثلاً دونوں علیحدہ علیحدہ پڑھتے ہیں یا ایک مقتدی امام کا [illegible] محاذات [illegible] مفسد نماز کی

مفسد کذا فی الفتح طحطاوی نے کہا کہ مراد [illegible] تحریمہ کی [illegible] شرط محاذات کی یہ ہے کہ جہت دونوں کے قبلہ کی ایک ہو تو اگر جہت مختلف ہو جیسے کعبہ کے اندر مثلاً کہ ایک کا منہ [illegible] اور ایک کا دوسری [illegible] اندھیری رات میں دونوں نے نماز قبلہ کی اٹکل کر کے پڑھی اور مختلف سمت کو پڑھی تو اس صورت میں محاذات سے نماز فاسد نہ ہوگی [illegible]

تو مکلفا والا فاسد ہوگی نماز مرد کی اگر وہ عاقل بالغ ہوگا اور نہیں تو فاسد نہ ہوگی یعنی [illegible] شرط فساد نماز کی عاقل اور بالغ ہونا ہے [illegible] تکلیف کی قید سے معلوم ہوا کہ اگر محاذات لڑکے کے ساتھ ہوگی تو اسکی نماز فاسد نہ ہوگی اور مرد کی نماز فاسد ہوگی [illegible] عورت کی نماز فاسد [illegible] امام نہ ہو ورنہ دونوں کی فاسد ہوگی کذا فی الشامی ان نوی الامام وقت شروعہ لا بعدہ امامتہا وان لم تکن حاضرۃ علی الظاہر [illegible] امرأۃ معینۃ [illegible] النساء [illegible] بعینہا والا ینو فسدت صلوتہا [illegible] الاشارۃ [illegible] فرض المقام فتح [illegible] شرط محاذات سے نماز فاسد ہونے کی یہ ہے کہ نماز [illegible] جب امام اپنے شروع کے وقت عورت کی امامت کی نیت کرے نہ نماز شروع کرنے کے بعد یعنی نیت امامت عورت کی اگر بعد نماز شروع کرنیکے کریگا تو [illegible] تو مرد محاذی کی نماز بھی فاسد نہ ہوگی نیت امامت عورت کی امام نے کی ہو اگرچہ عورت اس وقت موجود نہ ہو قول ظاہر پر اور اگر امام نے نیت کی معین عورت کی امامت کی [illegible] کی نیت کی سوائے اس عورت کی تو عمل کریگی اسکی نیت یعنی معین عورت کے سوا دوسری کی محاذات [illegible] جسکا استثنا کیا اسکی محاذات دوسری عورتوں میں مفسد نہ ہوگی اور اگر امام نے اس عورت کی نیت نہ کی ہوگی تو عورت کی نماز فاسد ہوگی جیسے اگر امام نے اسکو اشارہ کیا پیچھے ہٹنے کا اور پیچھے نہ ہٹی تو اس صورت میں بھی اسکی نماز فاسد ہوگی اسلیئے کہ عورت نے فرض مقام کو ترک کیا کذا فی الفتح شامی نے کہا کہ اکثر فقہا [illegible] جمعہ اور عیدین میں عورت کی اقتدا کی صحت کے لیئے نیت امام شرط نہیں [illegible] صحیح ہے جیسا کہ خلاصہ میں ہے اور جنازہ میں تو بالاتفاق شرط نہیں مگر قہستانی میں عدم اشتراط کو عدم محاذات پر منحصر کیا ہے یعنی جمعہ اور عیدین میں اگر عورت نے اقتدا کیا [illegible] کسی مرد کی محاذات نہیں تو اسکا اقتدا صحیح ہوگا گو امام نے اسکی نیت نہ کی ہو اور نہایہ میں ہے کہ عدم اشتراط امام [illegible] کا اول قول ہے تو اس [illegible] کا پچھلا قول ہے اور عمل اور فتویٰ پچھلے قول پر ہوتا ہے [illegible] شرط اسکو ہونا عاقلہ اور فقہا نے شرط کیا ہے [illegible] آٹھویں شرط بیان [illegible]

اگر مجنون عورت کی محاذات ہوگی تو مفسد نماز نہوگی کیونکہ اسکی نماز منعقد ہی نہیں ہوتی شامی نے کہا کہ ماتن کے قول فی صلوٰۃ سے اس شرط کے ذکر کی حاجت نہتی وکونہما
فی مکان واحد اور نوین شرط یہ ہو نا مرد اور عورت کا ایک مکان میں یعنی اگر مرد مثلاً دکان پر ہو اور نیچی دکان میں ہو اور عورت نیچے ہو تو فساد نماز نہوگا نہر الفائق میں کہا کہ یہ شرط
ہر چند محاذات کی لفظ سے معلوم تھی مگر مشائخ نے توضیح کے لیے اسکا ذکر کر دیا فی رکن کامل وسویں شرط یہ ہے کہ محاذات ایک رکن کامل تک ہو اور کم میں نہو شامی نے کہا
کہ خفا نہیں ہے کہ محاذات مفسد ہے کم ہو یا زیادہ یعنی رکن کامل کی شرط کا اعتبار نہیں فالشروط عشرۃ پس محاذات سے مرد کی نماز فاسد ہونے کی شرطیں دس ہیں چنانچہ
شمنی نے انکو شمار کے ساتھ لکھا ہے اور اگر مشترک و متحریمہ اور اشتراک ادا کو دو قرار دو تو گیارہ ہوجاتی ہیں اور پیچھے ہٹنے کے لیے امام کے اشارہ نہ کرنے کو جدا شمار کرو تو بارہ ہوتی ہیں
اب معلوم کرنا چاہیے کہ ایک عورت کی محاذات سے تین مردون کی نماز فاسد ہوسکتی ہے ایک اسکی داہنی طرف ہو ایک بائین طرف والے کے ایک پیچھے کھڑا ہونے
والے کی اس سے زیادہ کی نماز فاسد نہوگی کیونکہ جنکی نماز فاسد ہوئی وہ حائل ہونگے درمیان عورت اور دوسرے نمازیوں کے ومحاذاۃ الامرد الصبیح المشتہی لا یفسدہا علی المذہب
لضعف ما فی جامع المحبوبی ودرر البحار من الفساد لانہ فی المرأۃ غیر معلول بالشہوۃ بل بترک فرض المقام کما حققہ ابن الہمام اور محاذی ہونا بے ریش لڑکے خوبصورت لائق شہوت
کا نماز کو فاسد نہیں کرتا قوی مذہب پر شارح نے کہا کہ ماتن کا یہ کہنا ضعیف بتانا ہے اس قول کا جو جامع محبوبی اور درر البحار میں مذکور ہے یعنی نماز کا فاسد ہونا اور وجہ ضعف کی یہ ہے
کہ نماز کے فاسد ہونے کی علت عورت میں شہوت نہیں تاکہ اسی علت سے امرد کی محاذات کو مفسد ٹھہرایا جاے بلکہ وجہ فساد چھوڑنا فرض مقام کا ہے جیسا کہ اسکو ابن ہمام نے
ثابت کیا ہے یعنی اگر وجہ فساد کی عورت کی محاذات میں شہوت ہوتی تو چاہیے تھا کہ بڑھیا اور ماں بہن اور دوسرے محرم کی محاذات سے فساد نہوتا حالانکہ انسے بھی ہوتا ہے اس سے
معلوم ہوا کہ علت فساد یہی ہے کہ جہاں عورت کو کھڑا کرنا فرض تھا اس جگہ نہ کھڑا کیا فلا یصح اقتداء رجل بامرأۃ وخنثی وصبی مطلقا ولو فی جنازۃ ونفل علی الاصح اور نہیں صحیح ہے
اقتدا مرد کا پیچھے عورت اور خنثی اور لڑکے کے کسی نماز میں اگرچہ نماز جنازہ اور نماز نفل میں ہو صحیح تر قول کے بموجب طحطاوی نے کہا کہ ماتن کی اس عبارت میں خلل ہے اسلیے کہ مراد
رجل سے اگر بالغ ہو تو اس سے معلوم ہوتا ہے کہ نابالغ کا اقتدا پیچھے عورت اور خنثی کے درست ہے اور اگر رجل سے مراد مرد ہے خواہ بالغ ہو یا نابالغ تو اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ اقتدا
نابالغ کا پیچھے نابالغ کے صحیح نہیں حالانکہ یہ دونون باتین غیر واقع ہین تو بہتر یہ تھا کہ عبارت اسطرح ہوتی کہ درست نہیں اقتدا مذکر کا عورت اور خنثی کے پیچھے اور نابالغ کا لڑکے کے
پیچھے کذا فی الحلبی اور علی الاصح راجع ہے طرف مرد بالغ کی اقتدا کرنے کو نفل نماز میں ہدایہ میں کہا کہ تراویح اور سنتوں میں مشائخ بلخ نے لڑکے کے پیچھے اقتدا کو جائز کہا ہے اور مختار یہ ہے کہ کسی
نماز میں لڑکے کے پیچھے اقتدا بالغ کا درست نہیں خواہ تراویح ہو یا عید یا وتر یا کسوف خسوف وغیرہ اسلیے کہ لڑکے کے ذمے کوئی نماز نہیں اسکو حکم نماز کا صرف عادت پڑنے کے لیے
کیا جاتا ہے اور اگر لڑکے کی نماز بالفرض نفل ہو تو اقتدا فرض پڑھنے والے کا نفل پڑھنے والے کے پیچھے لازم آویگا اور یہ بھی درست نہیں اور نفلون میں اسلیے اقتدا جائز نہوا کہ بالغ
کی نفل قوی تر ہے کہ شروع کرنے سے واجب ہوجاتی ہے کذا فی النہر وکذا لا یصح الاقتداء بمجنون مطبق او متقطع فی غیر حالۃ افاقتہ وسکران او معتوہ ذکرہ الحلبی اور اسطرح درست
نہیں اقتدا پیچھے مجنون دائمی یا مجنون منقطع کے سوا حالت افاقہ کے یا پیچھے متوالے کے یا پیچھے بیہوش کے ذکر کیا ہے اسکو حلبی نے مطبق بضم میم وکسر موحدہ وہ جنون جسمین کبھی ہوش
نہوتا ہو اور منقطع وہ کہ کبھی افاقہ ہوتا ہو اور کبھی جنون اور وجہ عدم جواز اقتدا کی یہ ہے کہ مجنون مکلف نہیں اور متوالے اور بیہوش میں ثبوت نیت کا نہیں ولا طاہر بمعذور ہذا ان
قارن الوضوء الحدث او طرأ علیہ بعدہ وصح لو توضأ علی الانقطاع وصلی کذلک اور نہیں صحیح ہے اقتدا طاہر کا پیچھے معذور کے یہ اس صورت میں ہے کہ جب وضو کے ساتھ ہی حدث ہو
یا بعد وضو کرنے کے یعنی نماز سے پیشتر حدث اسپر طاری ہوا ہو اور اقتدا درست ہے بشرطیکہ عذر رکنے پر وضو کیا ہو اور نماز اسیطرح پڑھی ہو یعنی تمام نماز میں عذر نہوا ہو تو اب طاہر کا اقتدا معذور
کے پیچھے درست ہوجایگا امام طحطاوی نے کہا کہ ماتن کو مناسب تھا کہ بجاے طاہر کے صحیح کہتا اسلیے کہ معذور کو طاہر کے مقابل ڈالنے سے معلوم ہوتا ہے کہ معذور طاہر نہیں ہوتا حالانکہ

شرعاً وہ طاہر ہے کاقتداء بمفتصد امن خروج الدم وکاقتداء امرأۃ بمثلہا وصبی بمثلہ ومعذور بمثلہ وذی عذرین بذی عذر لا عکسہ کذی انفلات ریح بذی سلس لان مع الامام حدثا ونجاسۃ
جیسے درست ہے اقتدا صحیح آدمی کا پیچھے فصد کھلوانے والے کے جبکہ خون کے نکلنے سے مامون ہو اور جیسے صحیح ہے اقتدا عورت کا پیچھے اپنی مثل یعنی دوسری عورت کے اور اقتدا لڑکے کا دوسرے لڑکے
کے پیچھے اور اقتدا عذر والے کا اپنی مثل کے پیچھے اور اقتدا دو عذر والے کا ایک عذر والے کے پیچھے نہیں صحیح ہے اسکا عکس یعنی اقتدا کرنا ایک عذر والے کا دو عذر والے کے پیچھے مثلاً اقتدا کرنا

بائی دوسرے کا اس شخص کے پیچھے جسکو سلسل البول ہو درست نہیں اسلیے کہ امام یعنی سلس البول والیکے ساتھ دو عذر ہیں ایک بے وضو ہونا دوسرے نجاست کا ہونا اور مقتدی میں
صرف ایک عذر ہے یعنی بائی سے بے وضو ہونا ہم نہر الفائق میں کہا کہ اقتدا معذور کا اپنے مثل کے پیچھے اسوقت صحیح ہے جبکہ دونوں کا عذر متحد ہو تو اس صورت میں شارح
نے کہا کہ دو عذر والے کا اقتدا ایک عذر والے کے پیچھے صحیح ہے درست نہیں کذا فی الحلبی و فی المجتبی الاقتداء بالمماثل صحیح الا الثلثۃ المتحیرۃ المشکل و الضالۃ و المستحاضۃ ای
لاحتمال الحیض فان انتفی صح اور جو کہ مجتبی میں مذکور ہے کہ اقتدا کرنا پیچھے اپنے مثل کے درست ہے مگر تین شخصوں کا اقتدا اپنے مثل کے پیچھے درست نہیں اول خنثی مشکل کا اقتدا دوسرے
خنثی مشکل کے پیچھے درست نہیں اس احتمال سے کہ شاید مقتدی مرد ہو اور امام عورت دوم اقتدا ضالہ عورت کا اپنے مثل کے پیچھے سوم اقتدا مستحاضہ کا مستحاضہ کے پیچھے
دونوں ناجائز ہیں بسبب احتمال حیض کے یعنی شاید امام کو وہ دن حیض کا ہو پس اگر یہ احتمال دور ہو جاوے اسطرح کہ یقین ہو مستحاضہ کا تو اقتدا درست ہو گا ہم ضالۃ اوس عورت
کو کہتے ہیں جسکو خون دائم ہو گیا ہو اور وہ اپنی عادت حیض کو بھول گئی ہو تو ایسی عورت کے امام ہونے میں یہ ہے کہ شاید یہ روز امام ہو وہ روز حیض کا ہو اگر مستحاضہ میں بعینہ
مثل ہے اسلیے کہ خون آنا مستحاضہ پر احتمال حیض نہیں ہو سکتا ہاں یوں ہو سکتا ہے کہ ایک عورت کی عادت چھ روز کے حیض کی تھی پھر مثلا ایکبار خون ہو گئی تو چھ سے دس تک
کے دنوں میں دونوں احتمال ہو سکتے ہیں یعنی اگر خون دس تک منقطع ہو گا تو یہ دن حیض کا ہو گا اور اگر دس سے بڑھ جائیگا تو استحاضہ کا ہو گا تو ایسی مستحاضہ کی امامت
درست نہ ہو گی شیخ رحمتی محشی نے کہا کہ میں نے مجتبی کی عبارت میں یہ قول پایا کہ اقتدا مستحاضہ کا مستحاضہ کے پیچھے جائز ہے اور ضالہ کا اقتدا ضالہ کے پیچھے جائز نہیں ہے
نسخہ میں کسیطرح کا اشکال نہیں اور فی المجتبی مبتدا ہے اور اسکی خبر قول شارح ای لاحتمال ہے یعنی مجتبی کے قول کی تفسیر اسطرح ہے کذا فی الشامی ولا حافظ آیۃ
من القرآن لغیر حافظ لہا وہو الامی اور نہیں درست ہے اقتدا اس شخص کا جسکو ایک آیت قرآن کی یاد ہو پیچھے اس شخص کے جسکو ایک آیت بھی یاد نہ ہو اور یہی امی کہلاتا ہے ولا امی
باخرس لقدرۃ الامی علی التحریمۃ فصح عکسہ اور نہیں جائز ہے اقتدا امی کا پیچھے گونگے کے بسبب قادر ہونے امی کے تحریمہ پر صحیح ہو گا اسکا عکس یعنی اقتدا گونگے کا پیچھے امی کے
درست ہے شامی نے کہا کہ اس تعلیل سے یہ سمجھا جاتا ہے کہ اگر امی تحریمہ پر قادر نہ ہو تو اسکا اقتدا گونگے کے پیچھے درست ہو گا کیونکہ اب کوئی وجہ ترجیح امی کی گونگے پر باقی نہیں رہی ولا
مستور عورۃ بعار فلو ام العاری عریانا ولابسین فصلوۃ الامام وممائلہ جائزۃ اتفاقا و کذا دوجہ [illegible] اور نہیں صحیح ہے اقتدا [illegible] ہوئے شخص کا پیچھے ننگے کے
تو اگر امام ہوا برہنہ شخص [illegible] اور کپڑے پہنے ہوؤن کا تو امام کی نماز اور اسکی مثل کی یعنی برہنہ مقتدیوں کی جائز ہے بالاتفاق اور اسیطرح درست ہے نماز زخم والے [illegible]
زخمی اور تندرست کے یعنی اگر زخمی امام ہوا ایک زخمی اور تندرست کا تو نماز دونوں زخمیوں کی جائز ہے ہم بالاتفاق کی قید اسلیے لگائی کہ اگر امی امام ہو چند امی اور قاریوں کا تو امام
کے نزدیک سب کی نماز فاسد ہوتی ہے تو ایسا نہ ہو کہ کوئی شخص برہنہ کی امامت کو امی کی امامت پر قیاس کرے سب کی نماز کو فاسد کہے اور وجہ فرق کی دونوں مسئلوں میں
بحر الرائق میں یوں بیان کی ہے کہ امی کو ممکن تھا کہ اپنی نماز قرات کے ساتھ کر لیتا قاری کو امام کر کے کیونکہ امام کی قرات ہے مقتدی کی قرات ہے حدیث کی رو سے تو جب ایسا
نہ کیا تو نماز اسکی فاسد ہوئی اسلیے سب کی نماز فاسد ہو گی اور ستر عورت و طہارت کا یہ حال نہیں کہ امام کا ستر اور طہارت مقتدی کے لیے کافی ہو [illegible]
پہننے والوں کی نماز برہنہ کے پیچھے اور تندرست کی نماز زخمی کے پیچھے نہ ہو گی کذا فی الشامی بتصرف ولا قادر علی رکوع وسجود بعاجز عنہما لبناء القوی علی الضعیف اور نہیں
درست ہے اقتدا رکوع اور سجدہ پر قدرت رکھنے والے کا پیچھے اس شخص کے جو رکوع اور سجدہ سے عاجز ہو یعنی نماز اشارہ سے پڑھتا ہو بسبب بنا ہونے قوی کے ضعیف پر یعنی قادر
رکوع و سجود پر قوی حال ہے اور اشارہ سے پڑھنے والا ضعیف تو قوی کی بنا ضعیف پر نہیں ہو سکتی ولا مفترض بمتنفل وبمفترض فرضا آخر لان اتحاد الصلوتین
شرط عندنا اور نہیں صحیح ہے اقتدا فرض پڑھنے والے کا پیچھے نفل پڑھنے والے کے اور پیچھے دوسرا فرض پڑھنے والے کے اسلیے کہ دونوں نمازوں کا ایک ہونا شرط ہے ہمارے نزدیک
ہم پیشتر اس باب کے شروع میں گذر چکا کہ اتحاد امام و مقتدی کی نماز سے یہ غرض ہے کہ مقتدی امام کی نماز کی نیت سے نماز میں داخل ہو سکے یعنی اگر یہ نیت کرے کہ میں
امام کی نماز پڑھتا ہوں تو اس نیت سے شریک ہو سکے تو اس سے معلوم ہوا کہ امام کی نماز مقتدی کی نماز کو متضمن ہونی چاہیے وصح ان معاذا کان یصلی مع النبی صلی اللہ
علیہ وسلم نفلا وبقومہ فرضا اور صحیح ہوا ہے کہ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نفل پڑھا کرتے تھے اور اپنی قوم کے ساتھ فرض [illegible]

ہم یہ جواب ہو امام شافعی کے استدلال کا یعنی صحیحین میں جو وارد ہے کہ حضرت معاذ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز عشا پڑھتے تھے پھر اپنی قوم میں آ کر انکو عشا پڑھایا
کرتے تھے تو اس سے امام شافعی نے استدلال کیا کہ فرض والیکا اقتدا پیچھے نفل والیکے درست ہے کیونکہ حضرت معاذ فرض اول پڑھ چکے تھے تو اپنی قوم میں جو نماز پڑھتے تھے
وہ نفل ہوتی تھی اور مقتدی انکے پیچھے فرض پڑھتے تھے شارح جواب دیتا ہے کہ ثابت ہوا ہے کہ حضرت معاذ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے نفل پڑھتے تھے اور امام ہو کر فرض
پڑھتے تھے اسلیے کہ جب معاذ کی قوم نے انکی شکایت بحضور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تو آپ نے انکو یہ ارشاد فرمایا کہ اے معاذ یا تو تم میرے ساتھ نماز پڑھو یا اپنی قوم پر تخفیف کرو اور
احتمال ہے یہ نکالا کہ جب وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ فرض نماز پڑھ لیں تو امامت قوم کی نہیں کر سکتے لیکن اگر آپ کے ساتھ نفل پڑھیں تو بالاجماع امامت کر سکتے ہیں تو معلوم
ہوا کہ حضرت معاذ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نفل پڑھا کرتے تھے نہ فرض ولا ناذر بمتنفل ولا بمفترض ولا بناذر لان کلا منھما کمفترض فرضا آخر اور نہیں درست
ہے اقتدا نذر کرنیوالے کا نفل پڑھنے والے کے پیچھے اسلیے کہ نذر واجب ہے تو قوی کی بنا ضعیف پر نہیں ہو سکتی اور نذر کرنیوالیکا اقتدا فرض پڑھنے والے اور دوسرے نذر
کرنے والے کے پیچھے درست ہے اسلیے کہ ہر ایک ان دونوں میں امام اور مقتدی سے ایسا ہے جیسا دوسرا فرض پڑھتا ہو یعنی اتحاد نماز کا جو شرط اقتدا کی ہے ان دونوں مسئلوں میں
نہیں پایا جاتا الا اذا نذر احدھما عین منذور الآخر للاتحاد اقتدا نذر کی نماز پڑھنے والیکا دوسرے نذر کی نماز پڑھنے والے کے پیچھے جائز نہیں مگر اس صورت میں
کہ ایک نے وہی نذر کی ہو جو دوسرے نے کی تو اب اقتدا درست ہوگا بسبب اتحاد کے صورت اسکی یہ ہے کہ زید نے مثلاً کوئی نذر کی اور عمرو نے کہا کہ جو نذر زید نے کی ہے وہی میں
کرتا ہوں تو جب دونوں کی نذر ایک ہوئی تو گویا دونوں نے نماز معین کی نذر کی اسی وجہ سے اتحاد پایا گیا بخلاف اس صورت کے کہ دونوں نے نذر نماز کی جداگانہ کی کیونکہ
دونوں کے ذمے کے واجب علیحدہ ہیں اور کوئی ایک دوسرے سے قوی نہیں کذا فی الشامی ولا ناذر بحالف لان المنذورة اقوی فصح عکسہ بحالف بمتنفل اور نہیں درست ہے
اقتدا نذر کی نماز پڑھنے والیکا پیچھے قسم کی نماز پڑھنے والیکے اسلیے کہ نذر کی نماز قوی تر ہے قسم کی نماز سے تو صحیح ہے اسکا عکس وبحالف بمتنفل یعنی قسم کی نماز والیکا اقتدا نذر کی نماز والیکے
پیچھے درست ہے اور قسم کی نماز والیکے پیچھے اور نفل پڑھنے والیکے پیچھے درست ہے صورت قسم کی یہ ہے کہ ایک شخص نے مثلاً قسم کھائی کہ میں دو رکعت نماز پڑھونگا تو یہ دوگانہ نفل ہوگا
اسلیے قسم کی نماز والیکا اختیار رہتا ہے چاہے دوگانہ پڑھکر قسم سچی کرے خواہ ترک کرے اور کفارہ دے بخلاف نذر کی نماز کے کہ وہ واجب ہوتی ہے اور یہیں جہت نذر والا قسم
والیکے پیچھے نہیں پڑھ سکتا اور قسم والا نذر والے اور قسم والے اور نفل والیکے پیچھے اقتدا کر سکتا ہے حلبی نے کہا کہ شارح کا قول وبحالف عطف ہے بناذر محذوف پر جو کہ سیاق سے حاصل
ہے کذا فی الشامی ومصلیا رکعتی طواف کناذرین اور دو شخص پڑھنے والے دوگانہ طواف کے مثل دو نذر کی نماز پڑھنے والوں کے ہیں یعنی ایک کا اقتدا دوسرے کے پیچھے جائز
نہیں ہے بسبب اختلاف سبب کے یعنی ایک کا طواف دوسرے کے طواف کا غیر ہے اور اگر دوگانہ طواف کو سنت کہیں جیسا بعض فقہا کا قول ہے تو اس قول کے بموجب اقتدا درست
ہوگا کذا فی الشامی ولو اشترکا فی نافلة فافسداھا صح الاقتداء لا ان افسدا منفردین اور اگر دو شخص شریک ہوئے نماز نفل میں پھر دونوں نے اسکو فاسد کر دیا تو اقتدا صحیح ہے مثلاً
دونوں دوگانہ تراویح امام کے پیچھے پڑھتے تھے پھر اس دوگانہ کو فاسد کر دیا تو اب ایک دوسرے کے پیچھے پڑھ سکتے ہیں کیونکہ نماز متحد ہے نہ اس صورت میں جبکہ اسکو فاسد کیا دونوں
نے تنہا کہ اس صورت میں اقتدا جائز نہیں بسبب اختلاف سبب کے ولو صلیا الظہر ونوی کل امامة الآخر صحت لا ان نویا الاقتداء والفرق لا یخفی اور اگر دو شخصوں نے نماز ظہر
پڑھی اور ہر ایک نے دوسرے کی امامت کی نیت کی تو نماز درست ہوگی نہ صحیح ہوگی اگر دونوں نے اقتدا کی نیت کی اور فرق پوشیدہ نہیں ہم فرق یہ ہے کہ امام اپنے حق میں منفرد
ہوتا ہے اور بدون غیر کی اقتدا کے امام نہیں ہوتا تو جب دونوں نے امامت کی نیت کی اور مقتدی کوئی نہوا تو دونوں منفرد ہونگے اور نماز درست ہوئی اور اقتدا کی نیت میں عدم
جواز کی وجہ یہ ہے کہ مقتدی کی نماز بدون نیت اقتدا کے صحیح نہیں ہوتی اور اقتدا ایسے شخص کے پیچھے صحیح نہیں جسنے اپنی نماز غیر کی نماز پر بنی کی ہو اور یہاں دونوں نے اپنی نماز
کو دوسرے کی نماز پر بنی کیا ہے اسلیے اقتدا ایک دوسرے کے پیچھے صحیح نہ ہوا تو نماز بھی درست نہوئی کذا فی الحلبی ولا لاحق ولا مسبوق بمثلھما لاقتران الاقتداء فی موضع
الانفراد مفسد کعکسہ اور نہیں درست ہے اقتدا لاحق اور مسبوق کا پیچھے مثل ان دونوں کے اسوجہ سے کہ ثابت ہو چکا ہے کہ اقتدا کرنا انفراد کی جگہ میں مفسد ہے جیسے کہ اسکا عکس
مفسد ہے یعنی منفرد ہونا اقتدا کی جگہ میں ہم لاحق وہ ہے جسکو امام کے ساتھ شریک ہونے کے بعد کسی عذر سے درمیان کی نماز یا آخر کی فوت ہوگئی ہو تو یہ شخص امام کے فارغ

ہونے کے بعد اس فوت شدہ نماز کے پڑھنے میں حکم مقتدی کا رکھتا ہے یعنی ایسی جانے گا جیسے امام کے پیچھے پڑھتا ہو اور مسبوق وہ ہے جو بعد کسی قدر نماز ہو جانے کے شریک ہو
شروع سے شریک نہ ہو وہ اپنی باقی نماز پڑھنے میں حکم منفرد کا رکھتا ہے تو اب اگر لاحق پیچھے لاحق کے اقتدا کرے تو درست نہ ہوگا اسلیے کہ دونوں مقتدی ہیں اگر ایک امام ہوگا تو وہ
منفرد ہو جائیگا کیونکہ امام کا حال منفرد کا سا ہے اسی طرح مسبوق پیچھے مسبوق کے اقتدا نہیں کر سکتا کیونکہ دونوں منفرد ہیں تو اقتدا حالت انفراد میں کیسے کر سکتے ہیں اور یہی حال ہے
اگر لاحق مسبوق کے پیچھے اقتدا کرے یا مسبوق لاحق کے پیچھے کذا فی الحلبی ولا مسافر بمقیم بعد الوقت فیما یتغیر بالسفر کالظہر لانہ اذا اتمہ بعد الوقت او فیہ فخرج فاقتدی بہ مسافر
اور نہیں صحیح ہے اقتدا مسافر کا پیچھے مقیم کے بعد وقت کے ان نمازوں میں جو سفر کے باعث سے بدلتی ہیں جیسے ظہر اور عصر و عشا اسلیے کہ فرض مسافر کا وقت کے بعد بدل نہیں سکتا ہو جاوے
کہ نماز تحریمہ کی پھر وقت نکل گیا تو اب وقت مسافر نے اقتدا کیا امام مسافر کی نماز وقت کے اندر تمام ہو سکتی ہے خواہ نیت اقامت کیے سے خواہ مقیم کے پیچھے پڑھنے سے اسکی نماز
کی جہت سے مگر جب وقت نکل گیا تو اسکے ذمے دو رکعتیں ثابت ہو گئیں اب اسمیں قابلیت تمام ہونے کی کسی طرح نہ رہی اسلیے بعد وقت کے اقتدا صحیح نہیں ٹھہرا
اور غیر نمازوں کی قید اسلیے لگائی کہ جو نمازیں تغیر نہیں ہوتیں مثلاً فجر اور مغرب تو انمیں اقتدا درست ہے کذا فی المنح بل ان احرم فی الوقت فخرج صح و اتم بخلاف الاحرام بعد الوقت
فانہ یتغیر فرضہ فیکون اقتداء المتنفل بالمفترض فی حق قعدۃ او قراءۃ لو اقتدی بہ فی الشفع الاول او الثانی بلکہ اگر مسافر اقتدا کی تحریمہ وقت کے اندر کرے پھر وقت نکل جائے تو نماز صحیح ہوگی
اور مسافر چار رکعتیں پڑھے اپنے امام کی تبعیت سے لیکن وقت کے بعد اسکا فرض نہیں بدلیگا دو ہی رکعتیں اسکے ذمے ہونگی تو اگر وہ مقیم کا اقتدا پہلے دوگانہ میں کریگا تو قعدہ کے
حق میں یا دوسرے دوگانہ میں کریگا تو قراءت کے حق میں اقتدا نفل پڑھنے والے کا پیچھے فرض والے کے لازم آئیگا اقتدا نفل والے کا پیچھے فرض والے کے صحیح نہیں امام نفل پڑھنے والا ہو
خواہ سنت ہو یا واجب تو قعدہ اولی امام کے ذمے واجب ہے اور مقتدی مسافر پر اخیرہ ہونے کی جہت سے فرض ہے تو اقتدا فرض والے کا واجب والے کے پیچھے ہوگا اور پہلے دوگانہ
میں قراءت امام مقیم کے حق میں مسنون ہے اسمیں اگر مسافر اقتدا کریگا تب بھی صحیح نہ ہوگا کیونکہ قراءت اسکے حق میں فرض ہے تو اقتدا فرض والے کا سنت والے کے پیچھے لازم آئیگا کذا
فی الشامی ولا نازل براکب ولا راکب براکب دابۃ اخری فلو معہ صح اور صحیح نہیں اقتدا سواری سے اترے ہوئے کا پیچھے سوار کے اور نہ اقتدا سوار کا پیچھے دوسرے سوار کے
جو دوسرے جانور پر سوار ہو تو اگر مقتدی امام کے ساتھ ایک جانور پر ہو تو اقتدا درست ہوگا اور وجہ عدم جواز اقتدا کی اتحاد نہیں ہے مکان کا اور شرط اقتدا ہے مکان کا
متحد ہونا اوپر مذکور ہوچکا اس سے معلوم ہوا کہ اگر سوار اترے ہوئے شخص کا اقتدا کریگا تب بھی جائز نہ ہوگا کذا فی الشامی ولا غیر الالثغ بہ ای بالالثغ علی الاصح کما فی البحر عن
المجتبی اور نہیں درست ہے اقتدا غیر توتلے کا توتلے کے پیچھے اصح قول کے بموجب جیسا کہ بحر الرائق میں مجتبی سے منقول ہے والالثغ بوزن افضل اس شخص کو کہتے ہیں جسکی زبان
سے ایک حرف کی جگہ دوسرا نکلے مثلاً ر کی جگہ غین یا لام بولے ہندی میں اسکو توتلا کہتے ہیں اور اصح کی قید اسلیے لگائی کہ خلاصہ اور تاتارخانیہ اور ظہیریہ میں توتلے کی امامت کو
صحیح لکھا ہے کذا فی الشامی وحرر الحلبی وابن الشحنۃ انہ بعد بذل جہدہ دائما حتما کالامی فلا یؤم الا مثلہ ولا تصح صلاتہ اذا امکنہ الاقتداء بمن یحسنہ او ترک جہدہ او وجد قدر الفرض
مما لا لثغ فیہ ہذا ہو الصحیح المختار فی حکم الالثغ اور حلبی اور ابن شحنہ نے تنقیح کی ہے کہ توتلا ہمیشہ کی وجہ یا کوشش کرنیکے بعد امی کے مانند ہے یعنی جیسے توتلے کے سوا دوسرے کی
امامت نکرے ورنہ صحیح ہوگی اسکی نماز جبکہ اسکو اقتدا ایسے شخص کا جو قرآن اچھا پڑھے ممکن ہو یا وہ کوشش کرنا چھوڑ دے یا بقدر فرض قراءت وہ آیتیں نکال لے جنمیں تتلانا نہ ہو
یہی تنقیح صحیح اور مختار ہے توتلے کے حکم میں حاصل تنقیح یہ ہے کہ توتلے کو ہمیشہ واجب ہے کہ تصحیح الفاظ میں کوشش کرے اگر بعد کوشش کے تصحیح الفاظ نہ نکال سکے گا تو نماز اسکی
جائز ہوگی اور اگر کوشش کے بدون پڑھیگا تو نماز فاسد ہوگی چنانچہ مجید وغیرہ میں ہے مگر یہ اس صورت میں ہے کہ بقدر فرض ایسی آیتیں نہ پڑھ سکے جنمیں تتلاوے اور اگر پڑھ سکے گا
تو ہمیشہ کوشش کرنا ضرور نہیں ہے دوسرے صحیح پڑھنے والے کا اقتدا لازم ہے کذا فی الشامی وکذا من لا یقدر علی التلفظ بحرف من الحروف او لا یقدر علی اخراج الفاء الا بتکرار اور اسیطرح
حکم ہے اس شخص کا جو کوئی حرف حروف تہجی سے نہ بول سکے یا ف کو بدون مکرر کرنے کے نہ نکال سکے ہم نے ایسے شخص کو بھی ہمیشہ کوشش کرنا چاہیے ورنہ اسکی نماز صحیح نہ ہوگی
مثلاً بعض لوگوں سے ح اور ع اور ص اور ط نہیں ادا ہوتے تو انکو کوشش کرنا انکی تصحیح میں واجب ہے اور چونکہ الثغ کو مغرب وغیرہ میں خاص کیا ہے اس شخص کے لیے
جو سین اور ر نہ بول سکے اسلیے شارح نے ہر حرف کے نہ بول سکنے کو اس قول میں عام کر دیا اور ف کی تکرار سے بتایا کہ ہکلا بھی اسی مسئلہ میں داخل ہے کذا فی الشامی

واعلم انہ اذا فسد الاقتداء بای وجہ کان لا یصح شروعہ فی صلوۃ نفسہ لانہ قصد المشارکۃ وہی غیر صلوۃ الانفراد علی الصحیح مجتبیٰ وادعی فی البحر انہ المذہب اور جان
کہ جب اقتدا فاسد ہوا کسی طرح پر فاسد ہو یعنی خواہ عورت اور لڑکے کی امامت سے ہو یا دوسری باتوں سے جو اوپر مذکور ہوئیں تو نہیں صحیح ہے شروع کرنا مقتدی کا
خود اپنی نماز میں اگرچہ نفل ہی ہو اسلیے کہ مقتدی نے دوسرے کی شرکت کا قصد کیا تھا اور شرکت میں پڑھنا غیر ہے تنہائی کی نماز کا نہیں صحیح ہے شروع قول صحیح
پر کذا فی المجتبیٰ اور بحر الرائق میں دعوی کیا کہ عدم صحت شروع مذہب ہے امام وجہ عدم صحت شروع یہ ہے کہ جب اس نماز میں جسکا مقتدی نے ارادہ کیا اسکا شروع صحیح نہوا
تو غیر میں کیسے صحیح ہوگا کذا فی الشامی قال المصنف لکن کلام المنلا خسرو یفید ان ہذا قول محمد خاصۃ مصنف نے کہا لیکن ملا خسرو کا کلام اس بات کا مفید ہے کہ عدم صحت
شروع قول ہے خاص امام محمد کا مطلب اس میں یہ مضمون ہے کہ جس جگہ میں اقتدا صحیح نہیں تو کیا مقتدی خود اپنی نماز کا شروع کرنیوالا ہو جاتا ہے یا نہیں امام محمد کے نزدیک نہیں
ہوتا اور شیخین کے نزدیک ہو جاتا ہے کذا فی الشامی قلت وقد ادعی فیما مر بعد تصحیح السراج خلافہ ان المذہب انقلابہا نفلا فتامل میں کہتا ہوں کہ صاحب بحر نے بیان گذشتہ
میں یعنی عورت کے محاذات کے مسئلہ میں دعوی کیا ہے کہ مذہب بدل جاتا ہے نماز کا نفل سے بعد تصحیح سراج کے خلاف عدم صحت کو سو تامل کرے اس تناقض کو ہم صاحب
بحر نے محاذات میں سراج سے نقل کیا تھا کہ اگر مرد عصر پڑھتا ہے اور عورت نے ظہر کی نیت سے اسکا اقتدا کیا اور محاذی ہوئی تو مرد کی نماز باطل ہوگی کیونکہ اقتدا اسکا نہیں
فرض میں صحیح نہوا اگر نفل میں بموجب مذہب کے درست ہوا تو اس سے صاف ظاہر ہے کہ جب اقتدا فرض میں فاسد ہوا تو شروع بالکل فاسد نہوا بلکہ نفل میں اقتدا
باقی رہا اور صحت شروع مذہب ٹھہرا ورنہ نماز مرد کی کیوں فاسد ہوتی اور یہاں دعوی عدم صحت شروع کا کرتا ہے تو دونوں کلاموں میں صریح تناقض ہوا کذا فی الشامی
ویمکن التوفیق بما فی الزیلعی انہ متی فسد لفقد شرط کطاہر بمعذور لم ینعقد اصلا وان لاختلاف الصلاتین ینعقد نفلا غیر مضمون وثمرتہ الانتقاض بالقہقہۃ وقد بینا
یعنی جب کلام صاحب بحر کا نقل مذہب میں مختلف ہوا تو مشابہ تر قواعد فقہیہ سے وہ قول ہے جو زیلعی میں ہے کہ جس صورت میں اقتدا فاسد ہو بسبب نہ پائے جانے
کسی شرط کے چنانچہ اقتدا طاہر کا پیچھے معذور کے تو اس صورت میں نماز اصل سے منعقد نہوگی اور اگر دو نمازوں کے مختلف ہونیکی جہت سے اقتدا فاسد ہوا تو اقتدا مقتدی
کی نفل غیر مضمون منعقد ہوگی یعنی اسکو فاسد کرنے سے قضا اسکے ذمہ لازم نہوگی اور ثمرہ خلاف کا وضو کا ٹوٹنا ہے قہقہہ سے یعنی صحت شروع کے قول پر وضو ٹوٹ جائیگا
کیونکہ قہقہہ ایسی نماز میں پایا جائیگا اور عدم صحت کے قول پر وضو نجائیگا امام زیلعی کی تفصیل سے دونوں قولوں میں توفیق ہوگئی یعنی عدم صحت کی تصحیح اس صورت پر
محمول ہے کہ فساد اقتدا کسی شرط کے معدوم ہونے سے ہو اور صحت کی تصحیح اسپر محمول ہے کہ اقتدا فرضیت میں نہ رہی نفل میں باقی رہی ویمنع من الاقتداء صف من النساء
بلا حائل قدر ذراع او ارتفاعہن قدر قامۃ الرجل مفتاح السعادۃ اور منع کرتی ہے اقتدا سے عورتوں کی صف بدون ایسے حائل کے جو بقدر ایک ہاتھ کے ہو یا بدون
انکے مرتفع ہونے کے آدمی کے قد کے برابر کذا فی مفتاح السعادۃ ہم عورتوں کی صف اگر پوری ہو تو جتنی صفیں مردوں کی انکے پیچھے ہونگی سب کی نماز فاسد ہوگی اور
اگر تین عورتیں ہونگی تو مردوں کی پچھلی صفوں میں سے تین تین محاذیوں کی نماز آخر صف تک فاسد ہوگی اور اگر دو عورتیں ہونگی تو صرف اول صف کے دو مردوں کی
نماز جائیگی جو انکے پیچھے سیدھ میں ہونگے اسیطرح ایک عورت سے بھی پیچھے ایک ہی مرد کی نماز فاسد ہوتی ہے نہ آخر صفوف تک اور قیاس اسکا مقتضی ہے کہ اگر عورتیں تین
یا پوری صف ہوں تب بھی انکے محاذی مردوں کی ایک ہی صف میں نماز فاسد ہو پچھلی صفوں میں فساد نہ پہنچے اسلیے کہ اس ایک صف کے مرد اپنے پیچھے کے مردوں کے
لیے حائل ہو جاتے ہیں جیسے ایک یا دو عورتوں میں ہوتے ہیں مگر اس قیاس کو استحسان کی وجہ سے ترک کیا کیونکہ حضرت عمر رض سے موقوفا اور مرفوعا ثابت ہے کہ جس شخص کے درمیان
اور اسکے امام کے بیچ میں نہر یا رستہ یا عورتوں کی صف ہو تو اسکی نماز نہیں تو معلوم ہوا کہ شارح نے جو حائل اور ارتفاع کا اعتبار کیا ہے یہ ایک یا دو عورتوں کے لیے ہے
صف میں بسبب حدیث مذکور کے حائل کا اعتبار نہیں کذا فی الشامی وطریق تمر فیہ العجلۃ الیحجر بالشور یا رستہ عام نافذ جسمیں گاڑی گذر سکے مانع اقتدا ہے شارح نے کہا کہ
عجلہ تحقیق وہ آلہ ہے جسکو بیل کھینچتے ہیں او نہر تجری فیہ السفن ولو زورقا ولو فی المسجد یا مانع اقتدا ہے نہر جسمیں کشتیاں چل سکیں اگرچہ چھوٹی کشتی یعنی ڈونگی ہو اور اگرچہ
نہر مسجد میں ہو او خلاء ای فضاء فی الصحراء او فی مسجد کبیر جدا کمسجد القدس یسع صفین فاکثر الا اذا اتصلت الصفوف فیصح مطلقا کان قام فی الطریق ثلثۃ

ولذا اثنان بحذاء الثاني لا واحد الثاني قالانہ ذکرا بیتہ صلاتہ صار وجودہ کعدمہ فی حق من خلفہ یا مانع اقتدا ہو خلا یعنی اتنا میدان جنگل میں یا بہت بڑی مسجد میں
مثل مسجد قدس کے کہ اسمیں گنجایش دو صفوں یا زیادہ کی ہو مگر اس صورت میں مانع نہیں جبکہ صفیں ملی ہوئی ہوں تو صحیح ہے اقتدا مطلقاً یعنی اگر بیچ میں نہر یا راہ
نافذ ہو مثلاً راہ میں تین شخص کھڑے ہو جائیں تو صفیں متصل ہو جاینگی اور اسیطرح اگر دو کھڑے ہوں امام ابو یوسف کے نزدیک نہ ایک شخص بالاتفاق اسلیے کہ سبب
ناروا ہونے نماز کے لیے شخص کے اسکا وجود مثل عدم کے ہو گیا ان لوگوں کے حق میں جو اسکے پیچھے ہیں یعنی ایک شخص کے رستہ میں کھڑے ہونے سے صفوں کا اتصال
ثابت نہو گا جیسا دو کا کھڑا ہونا طرفین کے نزدیک اور یہی قول صحیح تر ہے اور نہر میں صورت اتصال یہ ہے کہ پل پر صفیں ہوں یا کشتیاں باندھکر ان پر لوگ کھڑے ہو جاویں
اور صحرا کی قید اسلیے لگائی کہ اگر اوسی مسجد میں جگہ کا چھوٹنا مانع اقتدا نہیں اور اگر صحیح تر قول میں مثل مسجد کے ہے کیونکہ آبادی میں بدون اتصال صفوں کے اقتدا صحیح ہے
اور بڑا مکان مثل جنگل کے ہے اور حد بڑے کی یہ ہے کہ جسکا صحن چالیس ہاتھ یا زیادہ کا ہو اور چھوٹوں میں فیصلہ قدر ہاتھ کیا ہے تو قول اول مختار ہے کذا فی الشامی والحائل لا یمنع
الاقتداء ان لم یشتبہ حال امامہ بسماع او رؤیۃ ولو من باب مشبک یمنع الوصول فی الاصح اور حائل یعنی آڑ کا ہونا درمیان امام و مقتدی کے مانع اقتدا نہیں اگر ظاہر
مقتدی پر حال اسکے امام کا اسکی آواز سننے یا اسکو دیکھنے کے سبب سے مشتبہ نہو اگرچہ دیکھنا اوس کھڑکی دار دروازہ سے ہو جو مانع امام تک پہنچنے کا ہو صحیح تر قول میں
طحطاوی نے ایسے مسجد سے نقل کیا کہ سننا امام کی آواز کا یا مکبر کی آواز کا یکسان ہے اور دیکھنا عام ہے اس سے کہ امام کو دیکھے یا دوسرے مقتدی کو ولم یختلف
المکان حقیقۃ کمسجد وبیت فی الاصح قنیۃ ولا حکما عند اتصال الصفوف اور حائل مانع اقتدا نہیں بشرطیکہ مکان مختلف نہو حقیقۃً جیسے مسجد اور گھر صحیح تر
قول میں کذا فی القنیہ اور نہ حکماً مکان جدا ہو صفوں کے ملنے کے وقت یعنی اگر درمیان میں رستہ یا نہر ہو تو ہر چند دونوں کا رستہ یا نہر کے سبب مکان مختلف ہے
مگر صفوں کے اتصال کی صورت میں حکماً ایک ہی مکان ہے اسلیے مانع اقتدا نہیں ولو اقتدی من سطح دارہ المتصلۃ بالمسجد لم یجز لاختلاف المکان درر وبحر وغیرہ
واقرہ المصنف لکن تعقبہ فی الشرنبلالیۃ ونقل عن البرہان وغیرہ ان الصحیح اعتبار الاشتباہ فقط قلت وفی الاشباہ وزواہر الجواہر ومفتاح السعادۃ انہ الاصح وفی
النصاب والخانیۃ انہ الاصح وفی النہر عن الزاد انہ اختیار جماعۃ من المتاخرین اور اگر اقتدا کیا اپنے اس مکان کی چھت سے جو مسجد کے ساتھ ملا ہوا ہے تو جائز نہوگا بسبب
اختلاف مکان کے کذا فی الدرر والبحر وغیرہما اور ثابت رکھا ہے اسکو مصنف نے مگر اعتراض کیا ہے اس قول پر شرنبلالیہ میں اور برہان وغیرہ سے نقل کیا
کہ صحیح قول اعتبار کرنا صرف مشتبہ ہونے امام کے حال کا ہے نہ اختلاف مکان کا میں کہتا ہوں اور اشباہ اور زواہر الجواہر اور مفتاح السعادۃ اور مجمع الفتاوی اور
نصاب اور فتاوی قاضیخان میں ہے کہ یہی قول صحیح تر ہے اور نہر الفائق میں زاد سے منقول ہے کہ یہی قول اختیار ہے ایک جماعت متاخرین کا اور فتاوی عالمگیری میں
ہے کہ مسجد کا ہمسایہ اگر امام مسجد کے پیچھے اپنے گھر میں اقتدا کرے تو درست ہے بشرطیکہ اسکے اور مسجد کے درمیان شارع عام نہو یا ہو مگر صفوں سے بھر گیا ہو وصح اقتداء
متوضئ لا ماء معہ بمتیمم ولو مع متوضئ بسور حمار مجتبی وبحر اور صحیح ہے اقتدا کرنا وضو والے کا جسکے ساتھ پانی نہیں پیچھے تیمم والے کے اگرچہ ساتھ وضو کرنے والے کے گدھے کے جھوٹے
پانی سے ہو کذا فی المجتبی والبحر مقتدی کے ساتھ پانی نہونے کی قید اسلیے لگائی کہ اگر پانی اسکے ساتھ ہوگا تو امام کو پانی مل سکیگا اس صورت میں اقتدا صحیح نہوگا کیونکہ
تیمم امام کا اسکے عقیدہ میں باطل ہے اور یہ اسوقت ہے کہ امام نے تیمم پانی کے نہ ہونے کی جہت سے کیا ہو اور اگر اور عذر سے کیا ہوگا تو اقتدا درست ہوگا گدھے کے جھوٹے
پانی سے وضو کرنے کے ساتھ تیمم کرنے کے یعنی کہ اول وضو کیا پھر تیمم کیا اور اگر وضو کرکے فرض بھی ادا کر لیا پھر تیمم کیا اور دوبارہ فرض پڑھی تو اقتدا درست نہوگا اسلیے
کہ اداے فرض میں شک ہو گیا کذا فی الطحطاوی وغاسل بماسح ولو علی جبیرۃ اور درست ہے اقتدا دھونے والے کا پیچھے مسح کرنے والے کے اگرچہ مسح شکستہ عضو
کی بندش پر ہو یعنی جو شخص پاؤں کو دھوتا ہو وہ موزہ پر مسح کرنیوالے کا اقتدا کر سکتا ہے اور جو شخص غسل یا وضو میں تمام اعضا کو دھوتا ہے وہ ایسے شخص کا اقتدا
کر سکتا ہے جسکے ایک عضو پر پٹی بندھی ہو وقائم بقاعد یرکع ویسجد لانہ صلی اللہ علیہ وسلم صلی آخر صلاتہ قاعدا وہم قیام وابوبکر یبلغہم تکبیرہ وبہ علم
جواز رفع المؤذنین اصواتہم فی جمعۃ وغیرہا یعنی اصل الرفع اما التعارف فی زماننا فلا یبعد انہ مفسد اذ الصیاح ملحق بالکلام فتح اور درست ہے اقتدا کرنا شخص کا

پیچھے بیٹھنے والے کے جو رکوع اور سجدہ کرتا ہو یعنی اشارہ سے نہ پڑھتا ہو اسلئے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی آخر نماز بیٹھ کر پڑھائی اور مقتدی کھڑے تھے
اور حضرت ابو بکر صدیق لوگوں کو آواز آپ کے اللہ اکبر کی پہونچاتے تھے اور اس تکبیر کے پہونچانے سے معلوم ہوا جائز ہونا موذنوں کی آوازوں کے بلند کرنیکا
جمعہ وغیرہ میں یعنی اُس کا بلند کرنا جائز ہے اور یہ جو ہمارے زمانہ میں موذنوں نے رائج کر لیا ہے سو بعید نہیں کہ مفسد اُنکی نماز کا ہو کیونکہ چیخنا کلام کے ساتھ ملحق ہے
کذا فی فتح القدیر ہم آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے آخر نماز اسطرح پڑھائی کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو آپ نے ارشاد فرمایا کہ لوگوں کو نماز پڑھاویں جب حضرت صدیق
نے شروع کی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ افاقہ مرض سے پایا تو آپ حضرت عباس اور حضرت علی رضی اللہ عنہما کے سہارے سے اٹھکر جماعت میں تشریف لائے اور
حضرت صدیق کے بائیں طرف بیٹھے حضرت صدیق قرات سے رک گئے اور پیچھے کو ہٹے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم آگے بیٹھ گئے اور لوگوں کو بیٹھے ہوئے نماز پڑھائی اور
صدیق اکبر آپ کے اللہ اکبر کی آواز لوگوں کو سناتے تھے اور یہ نماز ظہر کی تھی اور مکبر کا آواز بلند کرنا بالاتفاق درست ہے جبکہ جماعت میں امام کی آواز نہ پہونچتی ہو اور اگر حاجت
کی نہو تو مکبر کا بولنا چاروں مذہب میں مکروہ ہے کذا فی الدرر و حلیۃ و قائم بالمومی ای بلغ حد بہ الرکوع علی المعتمد و کذا بالمحدودب و غیرہ اولی اور درست ہے اقتدا کھڑے ہونیوالیکا
پیچھے کوبڑ نکلے ہوئے کے اگرچہ اسکا کوبڑ رکوع کو پہونچ گیا ہو قول معتمد پر یعنی تخییر ہے کہ قول پر پہونچا ہو یا نہ پہونچا ہو کہ اسی طرح قائم کا اقتدا پیچھے لنگڑے کے درست ہے کیونکہ لنگڑا اور کبڑا
بیٹھے ہوئے شخص سے کم نہیں اور غیر لنگڑے کا بہتر ہے یعنی لنگڑے کے سوا دوسرے کا امام ہونا بہتر ہے شامی نے کہا کہ یہاں خصوصیت لنگڑے کی نہیں بلکہ اندھا اور ولد الزنا اور کبڑے
غیر انکی نسبت کراہت میں اولی ہیں و مومی بمثلہ الا ان یومی الامام مضطجعا والموتم قاعدا و قائما ہو المختار اور صحیح ہے اقتدا اشارہ سے پڑھنے والیکا پیچھے اپنے مثل کے مگر یہ کہ امام لیٹکر
اشارہ کرتا ہو اور مقتدی بیٹھکر یا کھڑا ہو کر اشارہ کرتا ہو کہ اس صورت میں اقتدا صحیح نہیں اسوجہ سے کہ مقتدی امام کی نسبت کر قوی الحال ہے کذا فی البحر یہی قول مختار ہے و متنفل بمفترض
فی غیر التراویح فی الصحیح خانیۃ و کانہ لانہا سنۃ مخصوصۃ فیراعی وضعہا الخاص للخروج عن العہدۃ اور درست ہے اقتدا نفل پڑھنے والیکا پیچھے فرض پڑھنے والیکے سوائے تراویح کے
صحیح قول میں کذا فی الخانیۃ یعنی تراویح میں اقتدا فرض پڑھنے والیکے پیچھے صحیح نہیں ہے بنا بر عدم صحت کی وجہ یہ ہے کہ تراویح سنت مخصوص ہے تو اسکے عہدہ سے باہر آنے کے لیے
اسکی وضع خاص کا لحاظ کیا جائیگا ہم کہتے ہیں یہ اعتراض ہے کہ نفل کی ہر رکعت میں قرات فرض ہے اور فرض کے دوگانہ اخیر میں سنت تو اخیر دوگانہ میں اقتدا فرض والیکا پیچھے سنت
والیکے لازم آویگا حالانکہ یہ درست نہیں اسکا یہ جواب ہے کہ مقتدی اقتدا کی جہت سے امام کا تابع ہے قرات کے باب میں اسی جہت سے قرات اسکے حق میں اُن دونوں رکعتوں میں
سنت ہوگی کذا فی الطحطاوی **فروع** مسائل متفرقہ شارح کے صح اقتداء متنفل بمتنفل صحیح ہے اقتدا نفل پڑھنے والیکا پیچھے نفل پڑھنے والیکے و من یری الوتر واجبا بمن یراہ سنۃ
اور صحیح ہے اقتدا اُس شخص کا جو وتر کو واجب سمجھتا ہے پیچھے اُس شخص کے جو وتر کو سنت سمجھتا ہے یعنی اس شرط سے کہ امام وتر کو ایک سلام سے پڑھے کذا فی الطحطاوی و من اقتدی
فی العصر و ہو مقیم بعد الغروب بمن احرم قبلہ للاتحاد اور درست ہے اقتدا اُس شخص کا کہ وہ مقیم ہے اور عصر کی نماز میں غروب کے بعد ایسے شخص کا اقتدا کرے جسنے نیت عصر کی غروب سے پیشتر
کی ہو بسبب متحد ہونے دونوں کی نماز کے ہم مقیم کی قید اسلیے لگائی کہ اگر مسافر بعد وقت نکلنے کے اقتدا کریگا تو جائز نہوگا چنانچہ پیشتر گذرا طحطاوی نے کہا کہ للاتحاد تینوں
مسئلوں کی علت ہے نفل میں تو اتحاد ظاہر ہے اور وتر میں اسلیے کہ اعتقاد و اختلاف میں ہے نہ فعل و تم ہونے میں اور تیسرے مسئلہ میں دونوں کی نماز عصر ہی اُس دن کی و اذا
ظہر حدث امامہ و کذا کل مفسد فی رای مقتد بطلت فیلزم اعادتہا لتضمنہا صلوۃ المؤتم صحۃ و فسادا اور جبکہ ظاہر ہو جائے مقتدی کو بیوضو ہونا اسکے امام کا تو اسکی نماز باطل ہو گئی یعنی
سرے سے منعقد نہوگی تو لازم ہوگا اُسکا اعادہ کیونکہ نماز امام کی مقتدی کی نماز کو متضمن ہے صحت اور فساد میں شارح نے کہا اور ایسا ہی حکم ہے ظاہر ہونے ہر مفسد کا مقتدی کے اعتقاد
میں ہم یعنی اگر گواہوں سے یا امام کے اقرار سے معلوم ہوا کہ امام نے بیوضو نماز پڑھی یا کوئی اور مفسد نماز اُس سے سرزد ہوا تو مقتدی کو فرض پھر پڑھنی چاہئیں اسلیے کہ امام کی
نماز کے فاسد ہونے سے مقتدی کی نماز بھی فاسد ہو جائیگی اور لفظ باطل اور اعادہ کا ماتن کے کلام میں بے محل ہے اسلیے کہ باطل اصطلاح میں اسکو کہتے ہیں جو منعقد ہو کر فاسد ہو
اور اعادہ اُس مقام پر بولتے ہیں کہ جبر نقصان کے لیے دوبارہ پڑھے اور یہاں یہ صورت متحقق نہیں ہاں اگر یہ کہا جائے کہ مجازاً ایسا کہدیا ہے تو ہو سکتا ہے کذا فی الطحطاوی
کما یلزم الامام اخبار القوم اذا امہم و ہو محدث او جنب او فاقد شرط او رکن ہل علیہم اعادتہا ان عدلا نعم والا ندبت وقیل لا لفسقہ باعترافہ ولو زعم انہ کافر لم یقبل منہ لان الصلوۃ

دلیل الاسلام وجبر علیہ چنانچہ لازم ہے امام کو خبر دینا قوم کو جبکہ وہ امام ہوا ہو انکا حالانکہ وہ بے وضو تھا یا ناپاک یا ننگا یا سوا اسکے کسی شرط کا یا کسی رکن کا ادا کرنا واجب ہے مقتدیوں پر
دوبارہ پڑھنا نماز کا امام کے خبر دینے سے جواب یہ ہے کہ اگر امام سچا ہے تو ان پر واجب ہے اور اگر عادل نہیں تو اعادہ مستحب ہے اور بعضوں نے کہا کہ اعادہ نہیں ہے بسبب فاسق ہونے امام کے
اپنے اقرار سے یعنی اگر وہ اسنے امام نے حالت بے وضو یا ناپاکی وغیرہ میں امامت کی اور پھر لوگوں کو آگاہ کر دیا تو خود اپنی زبان سے فاسق ہو گیا اور دین کے باب میں فاسق کا قول صحیح
نہیں ہے اسلئے اسکے خبر دینے سے اعادہ نماز کا نہیں لازم اگرچہ احتمال ہے کہ امام نے براہ دین اسکا اقرار کیا تو اعادہ کریں کذا فی الشامی اور اگر امام نے نماز پڑھانے کے بعد کہا کہ وہ شخص
کافر ہے تو یہ قول اسکا نہ مانا جائیگا کیونکہ نماز پڑھنا مسلمان ہونے کی دلیل ہے اور امام پر جبر کیا جائیگا مسلمان ہونے کے لیے کیونکہ اس کلام سے وہ مرتد ہو گیا بالقدر الممکن بلسانہ
او کتابہ اور یہ قول علی الاصح لو معینین والا لا بحر عن المعراج وصحح فی مجمع الفتاوی عدمہ مطلقا لکونہ عن خطاء معفو عنہ لکن الشروح مرجحۃ علی الفتاوی امام کے ذمہ
خبر دینا جس طرح کہ ہو سکے یعنی زبان سے کہکر یا خط لکھکر یا قاصد بھیجکر لازم ہے یہ صحیح تر قول ہے کہ خبر جب اگر مقتدی معین ہوں یعنی معلوم ہوں اور اگر معلوم نہ ہوں تو خبر دینا اسپر لازم
نہیں کذا فی البحر عن المعراج حلبی نے کہا کہ اگر تھوڑے سے معلوم ہوں اور تھوڑے سے نامعلوم تو معلوم کو خبر دینا لازم ہے اور تصحیح کی ہے مجمع الفتاوی میں نہ خبر دینے کی مطلقا اسلئے کہ خطاء
نماز کا فاسد ہونا بالاتفاق ہو یا مختلف فیہ بسبب یہ کہ اس فعل امام کے خلاف ... درگذر کی گئی ہے لیکن شرحوں میں ترجیح دیگئی ہے فساد ... خبر دینا
شرح ہدایہ اور بحر الرائق شرح کنز الدقائق میں مذکور ہے تصحیح مجمع الفتاوی کا قول اسکے ساتھ قابل التفات نہیں شامی نے کہا کہ بالقدر الممکن متعلق ہے اور علی الاصح متعلق
یلزم سے واذا اقتدی امی وقاری بامی فسدت صلوٰۃ الکل لقدرۃ الکل علی القراءۃ بالاقتداء بالقاری سواء علم بہ او لا نوی او لا وکذا لو استخلف الامام امیا فی الاخریین
ولو فی التشہد الا بعد قعودہ قدر التشہد لان کل رکعۃ صلوٰۃ فلا تخلو عن القراءۃ ولو تقدیرا اور جب اقتدا کیا ایک امی اور ایک قاری نے پیچھے امی کے تو نماز سب کی
فاسد ہوگی بسبب قادر ہونے امیوں کے قرات پر قاری کے پیچھے پڑھنے سے برابر ہے کہ امام کو علم قاری کا ہو یا نہو اور نیت قاری کی کی ہو یا نکی ہو یہ مذہب قوی ہے
شامی نے زیلعی سے نقل کیا کہ وجہ اسکی یہ ہے کہ فرائض کا حال علم اور جہالت سے بدلتا نہیں تو جب علم شرط نہوا تو نیت بھی بطریق اولی شرط نہ ہوگی انتہی یا خلیفہ کرے امام
کسی امی کو پچھلی دو رکعتوں میں اگرچہ تشہد میں خلیفہ کرے فاسد ہوگی نماز سب کی اسلئے کہ ہر رکعت نماز ہے خالی نہ ہوگی کوئی رکعت قرات سے اگرچہ قرات تقدیری
ہو اور امی میں قرات تقدیری بھی نہیں کیونکہ وہ اہل ہی نہیں تو امام نے ایسے کو خلیفہ کیا جسمیں صلاحیت امامت کی نہیں اسلئے نماز مقتدیوں کی فاسد ہوگی اور امام
کی نماز عمل کثیر کی جہت سے فاسد ہوئی اور مقتدیوں کی نماز امام کی نماز پر مبنی تھی کذا فی البحر شامی نے کہا اور بعد تشہد کے خلیفہ کرنے سے تو نماز درست ہوگی بسبب خارج ہونے
امام کے اپنے فعل سے بخلاف اسکے وصحت لو صلی کل من الامی والقاری وحدہ فی الاصح اور صحیح ہے نماز اگر پڑھی ہر ایک امی اور قاری نے تنہا قول صحیح میں
صحیح قول کا مقابل قول ابو حازم کا ہے کہ نماز امی کی اس صورت میں بھی جائز نہیں بقیاس مسئلہ گذشتہ اور ہدایہ میں قول اول کو صحیح کہا ہے کذا فی الشامی بخلاف حضور
الامی بعد افتتاح القاری اذا لم یقتد بہ وصلی منفردا فانہا تفسد فی الاصح لما مر بخلاف آنے امی کے بعد شروع کرنے قاری کے جبکہ قاری کا اقتدا نکرے اور
تنہا نماز پڑھے کہ نماز امی کی فاسد ہوگی صحیح تر قول میں اس وجہ کے سبب کہ گذر گئی یعنی امی نے باوجود قدرت علی القراءۃ کے قرات کو ترک کیا اگر قاری کے پیچھے پڑھتا تو اسکی
قرات اسکی بھی قرات ہو جاتی واعلم ان المدرک من صلاہا کاملۃ مع الامام واللاحق من فاتتہ الرکعات کلہا او بعضہا لکن بعد اقتدائہ اور جان کہ مدرک وہ مقتدی ہے
جسنے نماز کی پوری رکعتیں امام کے ساتھ پڑھی ہوں اور لاحق وہ مقتدی ہے جسنے کل رکعات یا تھوڑی سی رکعتیں امام کے ساتھ نہ پڑھی ہوں مگر اقتدا کر چکنے کے بعد یہ رکعتیں
فوت ہوئی ہوں بعذر کغفلۃ وزحمۃ وسبق حدث وصلوٰۃ خوف ومقیم ائتم بمسافر فوت ہونا کل یا بعض رکعات کا کسی عذر سے ہو مثلا غفلت سے یا کثرت بھیڑ سے یا وضو جاتے
رہنے سے یا خوف کی نماز سے یا مقیم کا اقتدا کرے مسافر کے پیچھے ہم غفلت کی صورت یہ ہے کہ مقتدی اقتدا کے بعد غافل ہو گیا یہاں تک کہ امام نے سب نماز یا بعض پڑھ لی اور
انبوہ کی صورت یہ ہے کہ مثلا جمعہ میں اقتدا کیا اور لوگوں کی کثرت کے باعث ایک رکعت امام کے ساتھ نہ پڑھ سکا اور بے وضو ہو جانے سے مقتدی اور امام دونوں لاحق ہو سکتے ہیں
امام کے لاحق ہونیکی یہ صورت ہے کہ جب امام وضو کو گیا تو جسکو خلیفہ کر گیا تھا اسنے اس اثناء میں کل یا بعض رکعات پڑھ لیں اور خوف کی نماز اسطرح ہوتی ہے کہ امام فوج کے دو

کرے کہ ایک کو نماز پڑھا دے اور دوسرے کو مقابل دشمن کے کھڑا کرے جب پہلا حصہ نصف نماز امام کے ساتھ پڑھ لے تو وہ دشمن کے سامنے جاوے اور دوسرا امام کے پیچھے آوے
کرے چنانچہ صلوۃ خوف میں بیان ہوگا تو پہلا حصہ لاحق ہوگا جو شارح نے مراد لیا ہے اور دوسرا حصہ مسبوق ہے وہ مراد نہیں او مقیم جو مسافر کے پیچھے پڑھے یعنی چار رکعتوں والی نماز
میں مقیم کہ امام کے فارغ ہونے کے بعد دو رکعتیں اور پڑھنی پڑینگی ان دونوں مقیم کا حکم لاحق کا ہے وکذا بلا عذر بان سبق امامہ فی رکوع وسجود فانہ یقضی رکعۃ اور اسیطرح ہو فوت
ہو نماز کی رکعات کا بلا عذر اسیطرح کہ مقتدی اپنے امام سے پیشتر ایک رکوع اور سجدہ کر لے تو وہ ایک رکعت قضا کریگا اور اس رکعت کے پڑھنے میں لاحق ہوگا وحکمہ کمؤتم فلا یاتی بقراءۃ ولا
سہو ولا یتغیر فرضہ بنیۃ اقامتہ ویبدأ بقضاء ما فاتہ اور حکم لاحق کا مقتدی کی طرح ہے یعنی فوت شدہ رکعت میں قرأت نہ پڑھے اور اگر اسکے پڑھنے میں کچھ سہو ہو جاوے تو سجدہ سہو نہ کرے
اور اسکا فرض نہ بدلیگا اقامت کی نیت سے یعنی اگر مسافر لاحق ہو گیا اور فوت شدہ نماز کو پڑھنے میں نیت اقامت کی کرلے تو دو ہی رکعتیں اسکے ذمہ ہونگی چار نہ ہو جاینگی اور شروع
کرے نماز فوت شدہ کا یعنی لاحق اول وہ رکعت پڑھے جو فوت ہو گئی پھر امام کی متابعت کرے بعکس المسبوق مسبوق کے برعکس یعنی چاروں باتوں مذکورہ بالا میں لاحق مسبوق کے
برعکس ہے تو مسبوق اپنی باقی نماز میں قرأت پڑھیگا اور اگر اسمیں سہو کریگا تو سجدہ سہو کرنا پڑیگا اور نیت اقامت سے اسکا فرض بدل جائیگا دو کی جگہ چار رکعتیں پڑھنی ہونگی اور اول امام
کی متابعت کریگا بعد اسکے فارغ ہونیکے باقی نماز پڑھیگا ثم متابع امامہ ان امکنہ ادراکہ والا تابعہ ثم صلی ما نام فیہ بلا قراءۃ ثم ما سبق بہ بہا ان کان مسبوقا ایضا پھر لاحق بعد ادا کرنے
فوت شدہ نماز کے اپنے امام کی متابعت کرے اگر امام کا پالینا اسکو ممکن ہو ورنہ متابعت امام نکرے پھر اگر لاحق مسبوق بھی ہو تو اول وہ نماز بے قرأت پڑھے جسمیں مثلا سوگیا ہو
اسکے بعد وہ پڑھے قرأت کے ساتھ جسمیں مسبوق ہوا ہو صورت لاحق اور مسبوق ہونیکی یہ ہے کہ ایک شخص مثلا ظہر کی دوسری رکعت میں شریک ہو کر لاحق ہو گیا یعنی تیسری
چوتھی رکعت اسکو نہ ملی تو اب وہ تیسری اور چوتھی کو بلا قرأت پڑھے پھر اول رکعت کو قرأت کے ساتھ پڑھے شامی نے کہا کہ شارح کی عبارت فہم مطلب سے قاصر ہے بہتر یوں تھا
کہ شارح یوں کہتا ویبدأ بقضاء ما فاتہ بلا قراءۃ عکس المسبوق ثم یتابع امامہ ان ادرکہ ثم ما سبق بہ یعنی شروع کرے قضا سے مافات کو بدون قرأت کے برعکس مسبوق کے پھر
متابعت امام کی کرے اور اگر اسکو نماز میں پاوے پھر وہ نماز پڑھے جسمیں مسبوق ہو گیا ہے تاکہ عبارت مختصر اور تفہیم غرض کے لیے واضح تر ہوتی غرضکہ شارح کا قول والا تابعہ الخ
بیموقع ہے اسلیے مترجم نے اسکا ترجمہ اوپر طور پر کیا او بعکس صح واثم لترک الترتیب اور اگر لاحق اسکا عکس کرے یعنی اول وہ رکعت پڑھے جسمیں مسبوق ہوا پھر وہ جسمیں لاحق ہوا تو نماز صحیح
ہوگی اور گناہگار ہوگا بسبب ترک ترتیب رکعات کے جو واجب ہے اور امام زفر کے نزدیک اسکی نماز صحیح نہ ہوگی کیونکہ ترتیب رکعات انکے نزدیک فرض ہے کذا فی الشامی والمسبوق من سبقہ
الامام بہا او ببعضہا اور مسبوق وہ مقتدی ہے جس سے پیشتر امام سب رکعتیں یا بعض رکعتیں پڑھ چکا ہو یعنی مثلا اگر آخیر رکعت کے رکوع کے بعد ملا ہوگا تو سب رکعتوں میں مسبوق ہوگا ورنہ
بعض میں غرضکہ مقتدی چار طرح کے ہوئے اول مدرک دوم لاحق سوم مسبوق چہارم وہ جو لاحق بھی ہو اور مسبوق بھی وہو منفرد حتی یثنی ویتعوذ ویقرأ وان قرأ مع الامام لعدم الاعتداد
بہا لکراہتہا مفتاح السعادۃ اور مسبوق منفرد ہوتا ہے یہانتک کہ وہ سبحانک اللہم الخ اور اعوذ اور قرأت پڑھے اگرچہ امام کے ساتھ اسنے قرأت پڑھی ہو کیونکہ امام کے پیچھے قرأت مکروہ
ہونیکی جہت سے اسکا کچھ شمار نہیں وجود وعدم برابر ہے کذا فی مفتاح السعادۃ فیما یقضیہ ای بعد متابعتہ لامامہ فلو قبلہا فالاظہر الفساد اور مسبوق منفرد ہے اس نماز میں کہ قضا کرے
یعنی وہ نماز جو امام کے ساتھ نہیں ملی اسکے پڑھنے میں منفرد ہے شارح نے کہا کہ فوت شدہ کو ادا کرے بعد متابعت اپنے امام کے یعنی امام کے فارغ ہونیکے بعد پڑھے پس اگر قبل متابعت
یعنے اثنائے متابعت میں پڑھیگا تو ظاہر تر نماز کا فاسد ہونا ہے اسلیے کہ منفرد ہونا اقتدا کے محل میں درست نہیں ویقضی اول صلوتہ فی حق قراءۃ واخرہا فی حق تشہد فمدرک رکعۃ
من غیر فجر یاتی برکعتین بفاتحۃ وسورۃ وتشہد بینہما وبرابعۃ الرباعی بفاتحۃ فقط ولا یقعد قبلہا اور مسبوق قرأت کے باب میں اول اپنی نماز کا اور تشہد کے باب میں اخر اپنی
نماز کا پڑھے یعنی فوت شدہ نماز کو قرأت کے حق میں شروع نماز سمجھے اور تشہد کے حق میں امام کے ساتھ پڑھی ہوئی کو بھی ملالیوے اب شارح اسپر تفریع کرتا ہے کہ پانیوالا ایک
رکعت کا فجر کے سوا دوسری نمازوں میں سے بقیہ نماز اسطرح پڑھے کہ دو رکعتیں اول فاتحہ اور سورہ کے ساتھ ادا کرے اور انکے درمیان میں تشہد کے ساتھ ادا کرے یعنی ایک رکعت
مع الحمد وسورہ پڑھکر بیٹھے کیونکہ تشہد دو رکعتوں کے بعد ہوتا ہے اور اسنے ایک امام کے ساتھ پڑھ لی ہے پھر تیسری رکعت مع الحمد وسورہ پڑھے اور چوتھی رکعت چار
رکعت والی نماز کی صرف الحمد کے ساتھ ادا کرے اور اس سے پیشتر یعنی تیسری کے آخر میں نہ بیٹھے ہم فیض میں مصنفی سے ہے کہ امام اعظم کے نزدیک مسبوق اسطرح پڑھے

کہ پہلی دو رکعتوں میں مع قرات پڑھکر تشہد کریگا اور تیسری کو صرف فاتحہ سے پڑھے اور شامی نے کہا کہ ظاہر اعتماد قول پر ہے یعنی ہم کو جیسا کہ شارح نے بیان کیا ہے
والاولی ان یقال لا یصح الاقتداء بہ وان صح استخلافہ فی حد ذاتہ لا حالۃ الاقتداء فلا استثناء و ما ذکرہ فی الاشباہ مسبوق منفرد ہوگیا چار مسئلوں میں کہ وہ
مثل مقتدی کے ہے اول مسئلہ یہ ہے کہ اقتدا اسکے پیچھے جائز نہیں اور منفرد کے پیچھے درست ہے اگرچہ صحیح ہے خلیفہ کرنا مسبوق کا حالت مسبوق ہونے میں نہ حالت
قضا کے اوقات میں تو استثنا نہیں ہے مگر جیسا کہ اشباہ میں کہا ہے ہم اشباہ میں کہا ہے کہ مسبوق کے پیچھے اقتدا جائز نہیں ہے اس سے خلافت کا مسئلہ مستثنیٰ ہے یعنی اگر امام کو حدث
ہوا اور وہ مسبوق کو خلیفہ کرے تو درست ہے شارح کہتا ہے کہ یہ استثنا نہیں ہے اسلئے کہ خلافت مسبوق کا امام کے سلام سے پیشتر ہے اور عدم جواز اقتدا بعد سلام امام کے ہے جبکہ مسبوق
اپنی نماز پڑھے کذا فی الحلبی ثم المنسی اعلم بہ قیل فیقضی ما لا حد الا ان [illegible] اگر دو مسبوق ہوں ایک ساتھ اگر [illegible] ایک بھول گیا کہ
کتنی رکعتیں باقی ہیں اور اسنے باقی کو ادا کیا دوسرے کو دیکھکر بدون اقتدا کے تو درست ہوگا [illegible] اس مثال کے لکھنے کی ضرورت نہ تھی [illegible]
ہوئی نہیں وفیما یاتی [illegible] التشریق [illegible] اور دوسرا مسئلہ یہ ہے [illegible] تکبیرات تشریق [illegible] بالاتفاق [illegible]
کے بعد جو تکبیر واجب ہے مسبوق کو بھی اسکا کہنا [illegible] منفرد امام [illegible]
الا اولی بخلاف المنفرد [illegible] اور تیسرا مسئلہ یہ ہے کہ اگر مسبوق [illegible] پڑھکر [illegible]
اور پہلی نماز کو توڑ [illegible] بخلاف منفرد کے کہ وہ مستانف نہیں ہوتا [illegible] الی قضاء ما سبق بہ وتلی الامام [illegible]
فعلیہ ان یعود و [illegible] الامام اور چوتھا مسئلہ جسمین مسبوق مقتدی کے مانند ہے یہ ہے کہ اگر مسبوق کھڑا ہوا [illegible]
حالانکہ امام پر دو سجدہ سہو کے ہیں اگرچہ مسبوق کے مقتدی ہونے سے پہلے ہوا ہو تو مسبوق پر واجب ہے کہ لوٹ کر امام کے ساتھ سجدہ سہو میں شریک [illegible]
اور مسبوق کو چاہیے کہ امام کے سلام کے بعد صبر کرے یہانتک کہ سمجھے کہ امام کے ذمہ سہو نہیں یعنی قضا و ادا [illegible]
سلام پھیرے اسوقت اٹھے ولو قام قبل السلام [illegible] قبل قعود الامام قدر التشہد لا وان بعدہ [illegible] اور اگر مسبوق امام کے سلام سے پیشتر کھڑا ہو گیا
معتبر ہوگا اسکا ادا کرنا یعنی قیام و رکوع وغیرہ کرنا اسکا جائز ہے کہ اگر بقدر تشہد امام کے بیٹھنے سے پیشتر کھڑا ہوکر پڑھنے لگیگا تو اسکا ادا کرنا معتبر نہیں [illegible]
کے بقدر تشہد کھڑا ہوا ہوگا تو معتبر ہوگا و کرہ تحریما الا لعذر کخوف حدث و خروج وقت فجر و جمعہ و عید و معذور و تمام مدۃ المسح [illegible] مکروہ تحریمی ہے کھڑا ہو جانا
کا بقدر تشہد بیٹھنے امام کے مگر کسی عذر کی جہت سے کہ وہ تحریمی نہیں جیسے خوف بے وضو ہو جانے کا [illegible] اور خوف [illegible] وقت فجر اور جمعہ
اور عید اور معذور کا یعنی امام کے ساتھ سلام تک ٹھہرے اور پھر اپنی باقی نماز پڑھنے میں آفتاب نکل آویگا یا جمعہ کا وقت اور عید کا نہ رہیگا یا عذر [illegible]
وقت باقی نہ رہیگا اور خوف پورا ہو جانے مدت مسح موزوں کا اور خوف گذرنے کسی کے گذرنے کا آگے سے کہ ان صورتوں میں اگر مسبوق کھڑا ہو جائیگا تو کھڑا ہونا
مکروہ تحریمی نہوگا ہم بدون عذر کھڑا ہونا مکروہ تحریمی اسلیئے ہوا کہ امام کی متابعت سلام میں واجب ہے کھڑا ہو جانے سے وہ چھوٹ جائیگی کذا فی الشامی حلبی نے
کہا کہ خروج اور تمام اور مرور کا عطف حدث پر ہے اور جمعہ اور عید اور معذور کا فجر پر فان فرغ قبل سلام امامہ تابعہ فیہ صحت پھر اگر مسبوق اپنی باقی نماز سے فارغ ہوا
امام کے سلام سے پیشتر پھر سلام میں اسکی متابعت کی تو نماز صحیح ہوگی ہم بعض فقہا نے کہا ہے کہ اس صورت میں نماز فاسد ہوگی کیونکہ مسبوق جب کھڑا ہوگیا تو باقی
کے پڑھنے میں منفرد ہوگیا اب پھر اقتدا کیسے کریگا مگر فتوی اسپر ہے کہ نماز فاسد نہوگی اسلیئے کہ اقتدا کیا ہے بعد فراغت پانے کے ارکان سے تو ایسا ہوا گویا جان بوجھکر
اسوقت میں حدث کیا کذا فی البحر والفتح ولو اتمہ بکان علیہ ان یتابعہ السہو فی آخر صلاتہ استحسانا اور اگر مسبوق سجدہ نکرے اور امام کے ساتھ سجدہ سہو میں [illegible]
تو اسکو چاہیے کہ اپنی نماز کے آخر میں سجدہ سہو کرے براہ استحسان قیدہ بالسہو لان الامام لو تذکر سجدۃ صلبیۃ او تلاوتیۃ [illegible]
کی یعنی اوپر کے قول میں کہ امام پر سہو کے سجدہ ہوں اسلیئے کہ اگر امام کو سجدہ خود نماز کے اندر کا یا سجدہ تلاوت کا یاد آیگا تو [illegible] الامام [illegible]

فرض ہے ورنہ نماز فاسد ہوجائیگی اسلیئے کہ سجدۂ صلبی فرض ہے اور سجدۂ تلاوت کو واجب ہے مگر چونکہ یہ سجدہ قعدہ اخیرہ کو معدوم کردیتا ہے اسلیئے اُسکے بعد کا قعدہ فرض ہے تاکہ
تو متابعت امام کی فرض میں فرض ہے اُسکے ترک کرنے سے نماز فاسد ہوجائیگی کذا فی الحلبی وہذا کلہ قبل تقییدہ ما قام الیہ بسجدۃ اما بعدہ فتفسد فی صلبیۃ مطلقا وکذا تلاوتیۃ
وسہویۃ ان تابع والا لا اور یہ سب یعنی مسبوق کا عود کرنا اور سجدہ سہو اور صلبی اور تلاوت میں امام کی متابعت کرنی اُسوقت تک ہے کہ جس رکعت کو مسبوق کھڑا ہوا ہے اُسکو سجدہ
کے ساتھ مقید نکیا ہو اور سجدہ سے مقید کرنے کے بعد تو صلبی سجدہ میں نماز مطلقاً فاسد ہوگی خواہ متابعت کرے یا نکرے کیونکہ وہ منفرد ہوگیا حالانکہ اُس سے وہ رکن سجدہ اور
قعدہ رہ گیا اور بعد رکعت پورا کرلینے کے متابعت سے عاجز ہے لہذا نماز فاسد ہوگی کذا فی الحلبی و اسیطرح نماز فاسد ہوگی سجدۂ تلاوت اور سجدہ سہو میں اگر مسبوق متابعت کریگا
اسلیئے کہ ایک رکعت کو پورا کرنے سے حالت انفراد کو مستحکم کرچکا اب وہ متروک نہیں ہوسکتی اور متابعت سے اقتدا کرنا لازم آتا ہے کذا فی الشامی اور اگر متابعت نکریگا تو نماز فاسد نہوگی
کیونکہ سجدہ سہو تو واجب ہی ہے اور سجدۂ تلاوت سے جو قعدہ اخیرہ جاتا رہا تو اب وقت گیا کہ مسبوق پہلے منفرد ہوچکا تھا وہ مسبوق پر لازم نہوگا اور یہی وجہ نماز فاسد نہوگی کذا فی الحلبی
ولو سلم ساہیا ان بعد امامہ لزمہ السہو والا لا اور اگر مسبوق نے بھولکر سلام پھیرا تو اگر بعد امام کے پھیرا تب تو سجدۂ سہو لازم ہے کیونکہ وہ اس حالت میں منفرد ہوا اور اگر ایسا نہیں
یعنی امام سے پیشتر پھیرا یا اُسکے ساتھ ہی پھیرا تو سجدۂ سہو لازم نہیں کیونکہ وہ دونوں صورتوں میں مقتدی ہے اور مقتدی کے سہو سے مقتدی پر کچھ لازم نہیں فائدہ
ام لخامسۃ فتابعہ ان بعد القعود تفسد والا لا حتی یقید الخامسۃ بسجدۃ اور اگر مسبوق کا امام پانچوین رکعت کو کھڑا ہوگیا اور مسبوق نے اسکی متابعت کی تو اگر امام بعد قعدہ اخیرہ
کے کھڑا ہوا ہے تو مسبوق کی نماز فاسد ہوگی کیونکہ انفراد کی جگہ میں اقتدا کریگا اور اگر امام نے قعدہ اخیرہ نہیں کیا اور کھڑا ہوگیا تو نماز مسبوق کی فاسد نہوگی اسلیئے کہ امام
کی نماز بھی پوری نہیں ہوئی تو متابعت سے کچھ ضرر نہیں جبتک کہ امام پانچوین رکعت کو سجدہ سے مقید کرے کیونکہ پانچوین رکعت کا سجدہ کرنے سے امام کی نماز
نفل ہوجائیگی اسلیئے مسبوق کی نماز فاسد ہوگی ولو ظن الامام السہو فسجد لہ فتابعہ فبان ان لا سہو فالاشبہ الفساد لاقتدائہ فی موضع الانفراد اور اگر امام نے اپنے ذمہ
سہو کا گمان کرکے سجدہ سہو کے لیئے کیا اور مسبوق نے اُسکی متابعت کی پھر ظاہر ہوا کہ امام پر سہو نہ تھا تو مشابہ تر قواعد فقہ سے فاسد ہونا نماز مسبوق کا ہے اسلیئے کہ اقتدا
کرنی مسبوق کے انفراد کی جگہ میں ہے شامی نے فیض سے نقل کیا کہ عدم فساد پر فتوی ہے اور فقیہ ابواللیث نے عدم فساد کی وجہ بیان کی کہ اس زمانہ میں قاریوں پر جہالت غالب ہے

باب الاستخلاف

یہ باب ہے خلیفہ کرنے کے احکام میں یعنی اگر امام کو اثنائے صلوۃ میں مانع صلوۃ پیش آوے اور دوسرے شخص کو اپنا نائب کردے اُسکے احکام اس باب میں ذکر ہوینگے اولی یہ تھا
کہ باب کا عنوان استخلاف نہیں لاتے کیونکہ مقصود بیان خلیفہ کا ہے نہ طلب کرنا خلیفہ کا اور چونکہ استخلاف اس حدث کے ہونے پر مشروط ہے جو بنا کا مانع ہو اسلیئے شارح نے
عنوان میں بنا ہی کو ذکر کیا اور کہا اعلم ان لجواز البناء ثلثۃ عشر شرطا جان لے کہ بنا کے جائز ہونے کے لیئے تیرہ شرطین ہین کون الحدث سماویا پہلی شرط ہونا حدث کا ہے
آسمانی یعنی حدث میں اور اُسکے سبب میں بندہ کو اختیار نہ ہو اگر حدث اختیاری ہوگا تو بنا درست نہوگی نماز نئے سر سے پڑھنی پڑیگی من بدنہ دوسری شرط ہے ہونا حدث کا نمازی
کے بدن سے یعنی خارج سے نجاست مانع نماز نہ لگے غیر موجب لغسل تیسری شرط یہ ہے کہ وہ حدث موجب غسل کا نہو مثلاً سونے سے انزال نہوگیا ہو ولا نادر وجود
اور چوتھی شرط ہے حدث کا نادر الوجود نہ ہونا اس سے کھلکھلا کر ہنسنا اور بیہوشی نکل گئی ولم یؤد رکنا مع حدث اور پانچوین شرط یہ ہے کہ نمازی نے کوئی رکن حدث کے ساتھ
نہ ادا کیا ہو مثلاً سجدہ میں حدث ہوا اور اپنا سر بقصد ادا اُٹھایا تو نماز از سر نو پڑھے او مشی اور چھٹی شرط یہ ہے کہ کوئی رکن چلنے کے ساتھ نہ ادا کیا ہو مثلاً جب نماز میں سے وضو کرنے گیا
اور ہٹکر آنے میں قرات پڑھتا آیا تو بنا نہ ہوسکیگی ولم یفعل منافیا اور ساتوین شرط یہ ہے کہ کوئی فعل مخالف نماز نہ کیا ہو مثلاً کھانا نہ کھایا ہو یا پانی نہ پیا ہو ورنہ از سر نو نماز پڑھے
او فعلا لہ منہ بد اور آٹھوین شرط یہ ہے کہ کوئی کام ایسا بھی نہ کیا ہو جس سے نمازی کو چارہ ہو مثلاً پانی پاس تھا اور بلا ضرورت دور چلا گیا ولم یتراخ بلا عذر کزحمۃ اور نوین
شرط یہ ہے کہ بدون عذر کے دیر نہ کی ہو عذر جیسے انبوہ کا ہونا تو اگر بدون انبوہ کے بمقدار ادا کرنے رکن کے توقف کریگا مثلاً تو نماز فاسد ہوجائیگی اور بنا جائز نہوگی ولم یظہر
حدثہ السابق کمضی مدۃ مسحہ اور دسوین شرط یہ ہے کہ اس حدث سے پیشتر کا کوئی حدث ظاہر نہوا ہو جیسے گذرجانا مدت نمازی کے موزہ کی مسح کی کہ اس صورت میں بھی نماز فاسد

باب الاستخلاف

ہوجائیگی ولم یتذکر فائتۃ وہو ذو ترتیب اور گیارہویں شرط یہ ہو کہ اُسے کوئی نماز قضا یاد نہ آئی ہو اس صورت میں کہ وہ ترتیب والا ہو کیونکہ ترتیب والے کو قضا کا یاد آنا
مفسد اُسکی حال کی نماز کا ہو ولم یتم المؤتم فی غیر مکانہ اور بارہویں شرط یہ ہو کہ مقتدی نے اپنی جگہ کے سوا میں نماز کو پورا نہ کیا ہو شامی نے کہا کہ مقتدی امام کو بھی شامل ہے
کیونکہ اسوقت وہ بھی اپنے خلیفہ کا مقتدی ہو تو اگر مقتدی ہو یا امام نے وضو کیا اور اُنمیں اور امام میں حائل مانع اقتدا ہو تو دونوں کو چاہیے کہ اُسی جگہ آویں جہاں امام نماز
پڑھتا ہو ورنہ نماز فاسد ہوجائیگی یا وہ منفرد کو اختیار ہو چاہے پہلی جگہ آوے چاہے وضو کی جگہ تمام کرے ہدایہ میں ہو کہ یہی حال ہو مقتدی کا اگر اسیں اور امام میں کوئی آڑ نہ ہو یا
امام نماز سے فارغ ہو چکا ہو ولم یستخلف الامام غیر صالح لہا اور تیرہویں شرط یہ ہو کہ امام نے ایسے شخص کو خلیفہ نہ کیا ہو جو لائق امامت نہ ہو مثلاً عورت کو یا لڑکے کو خلیفہ کیا تو
سب کی نماز فاسد ہوگی حتی لو الامام حدث سماوی لا اختیار للعبد فیہ ولا فی سببہ کسفرجلۃ من شجرۃ او حجر من سطح ... امام کو ... ہوا
کہ نہیں اختیار ہو بندہ کو جسمیں اور نہ اُسکے سبب میں مثلاً ایک بہی درخت سے گری اور اُس سے نمازی کے خون نکلا اور مثل ... نمازی ... قول
شیخ چلپی شامی نے کہا کہ مثال ... اور ... امام ابو یوسف کے نزدیک ... اور نمازی کو ...
نمازی کا اختیار نہ ہوگا اُنکے نزدیک وہ آسمانی ہوگا اور طرفین کے نزدیک جو فعل ایسا ہو کہ کسی بندہ کے اختیار میں ہو وہ آسمانی نہوگا اور ... کیا ...
طرفین کے ... سے ... بنا درست نہیں ... ولو بعد التشہد ... بالسلام ...
باشارۃ او بجر الی المحراب ولو المسبوق امام کو حدث آسمانی ہوا ہو جو مانع بنا کا نہو ... اور ...
ہو یعنی امام نے کسی مقتدی کو اپنا خلیفہ کر لیا اگرچہ بعد تشہد کے حدث ہو ... خلیفہ کرے ... سلام ... امام ...
خلیفہ کرے مقتدی کو اشارہ سے یا محراب کیطرف کھینچنے سے اگرچہ مقتدی مسبوق ہو ...
السجود وعلی فمہ للقراءۃ وعلی جبہتہ ولسانہ للسجود ... سہو اور امام اشارہ کرے خلیفہ کیطرف ایک انگلی سے ایک رکعت باقی ہو ... دو انگلیوں سے
اشارہ کرے دو رکعتیں باقی ہیں اور رکھے اپنا ہاتھ زانو پر رکوع کے چھوٹ جانے کے لیے اور پیشانی پر سجدہ کے ... اور منہ پر قراءت کے ...
پیشانی اور زبان دونوں پر ہاتھ رکھے سجدہ تلاوت کے چھوٹ جانے کے لیے اور ... سینہ پر ہاتھ رکھے سہو کے ... اگر امام ...
مالم یتقدم بحدہ الستر ۃ او موضع السجود علی المعتمد کالمنفرد خلیفہ کرے امام اسوقت تک کہ صفوں سے نہ نکلا ہو ... اگر جنگل میں ہو ... سترہ ... سجدہ
کی جگہ معتمد قول پر مثل منفرد کے ... خلیفہ کر لینے کی ... امام کو جنگل میں اُسوقت تک ہو کہ صفوں سے تجاوز نہ کرے ... یا بائیں یا پیچھے کی جانب میں ...
اور آگے کیطرف میں حد سترہ سے ... اور اگر سترہ نہ ہو تو سجدہ کی جگہ سے تجاوز کرنا ... نماز باطل ... اور خلیفہ کرنا درست ... منفرد کے ... سترہ ... اور اگر
سترہ نہو تو سجدہ کی جگہ یعنی اگر منفرد کو شبہہ ہوا ... اور وہ سترہ سے یا سجدہ کی جگہ سے آگے بڑھ گیا ... بنا کرے گا ...
نماز فاسد ہوگی اور منفرد کے لیے ہر طرف اتنا ہی فاصلہ معتبر ہو جتنا آگے کیطرف کذا فی الحلبی ...
الا اذا ... ولم یتجاوز ... الامام ... فی المسجد ... امام ... مسجد ... سے باہر ... اگر امام ...
نماز پڑھتا ہو اسلیے کہ امام اپنی امامت پر باقی ہو جبتک اس حد سے تجاوز نہ کرے اور جبتک کہ کوئی امام کی جگہ پر ... امامت ...
اشارہ امام کے اگرچہ امام نے ... یعنی امام کی جگہ اگر کوئی شخص ... امامت کی نیت ... اُس کی امامت ...
امام صفوں سے یا مسجد سے نہ نکلا ہو ... مقتدی یا امام ہو جائیگا ... سجدہ نماز کی جگہ ...
نے کہا کہ بہتر یہ تھا کہ شارح ولم یتقدم کی جگہ ... ولم ... تقدم ... ولہذا ... القوم ... مقتدی ...
کہ امام کی جگہ میں امام کسی فوت شدہ نماز کو یاد کریگا یا کلام کریگا تو قوم کی نماز فاسد نہوگی اسلیے کہ امام مقتدی ہوگیا اپنے خلیفہ کا تو قوم کی ... نماز ...

ولو کان الماء فی المسجد لم یحتج الی الاستخلاف اور اگر پانی مسجد کے اندر ہو تو حاجت خلیفہ کرنے کی نہیں کیونکہ خلیفہ کرنا جائز ہے ورنہ امام جب تک مسجد میں ہے اپنی امامت پر قائم
ہے تو ہو سکتا ہے کہ وضو کر کے پھر امام ہو جاوے شامی نے کہا کہ بعض نسخوں میں اتنا مضمون زائد ہے کہ اگر اس صورت میں خلیفہ کر دیگا تو اس کی نماز فاسد ہوگی و [illegible] الافضل خروج
عن الخلاف اور از سر نو پڑھنا امام کا افضل ہے واسطے بچنے کے خلاف سے امام شافعی کے نزدیک استخلاف جائز نہیں اس سے نماز فاسد ہو جاتی ہے اسلئے کہا کہ نماز کو از سر نو
پڑھنا افضل ہے تاکہ ان کے نزدیک نماز ہو جاوے پھر بنا کی یہ صورت ہو کہ کوئی کام نماز کے منافی کر کے پہلی نماز کو قطع کر دے اور وضو کے بعد ابتدا کرے کذا فی الشامی
الاستخلاف ان لم یکن بالشرط بخروجه من المسجد بظن الحدث او جن او احتلم بنوم او انزل بنظر او مس بشهوة او اغمی او قهقه لندرته اور استخلاف میں شرط ہے ... پڑھنا
اگر تشہد پڑھ چکا ہو بسبب جنون کے یا احتلام کے یا حدث کا گمان کر کے مسجد سے باہر نکلنے کے باعث یا امام ہو جانے کے سونے سے یا دیکھنے یا
کے ساتھ چھونے سے یا بسبب بیہوشی کے یا کھلکھلا کر ہنسنے کے کیونکہ اس قسم کے واقعات نادر ہیں اور شرط استخلاف یہ ہے کہ عدم ندرت ہے جیسا کہ مذکور ہوا ... استخلاف
او احصر عن قراءة قدر المفروض لحدیث ابی بکر الصدیق رضی الله تعالی عنه فانه لما احس بالنبی صلی الله علیه وسلم حصر عن القراءة فتاخر فتقدم النبی صلی الله علیه
وسلم واتم الصلوة فلو لم یکن جائزا لما فعله بدائع اور اسی طرح جائز ہے امام کو خلیفہ کرنا جبکہ بند ہو جاوے قدر فرض قرات کے پڑھنے سے بسبب حدیث حضرت ابو بکر
رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے کہ انہوں نے جب پایا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد کو تو قرات سے بند ہو گئے اور پیچھے ہٹ گئے پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آگے
بڑھ کر نماز کو تمام کیا تو اگر یہ امر جائز نہ ہوتا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایسا نہ کرتے کذا فی البدائع قدر فرض کے مقدار کی قید اسلیے لگائی کہ اگر بعد پڑھنے مقدار فرض کے رک گیا تو
خلیفہ کرنا بالاجماع ناجائز ہوگا کذا فی الهدایه وقالا تفسد اور صاحبین نے فرمایا کہ قرات فرض سے رک جانے کے باعث نماز فاسد ہو جائیگی تو از سر نو پڑھے خلیفہ نہ کرے ہم
وجہ فساد یہ ہے کہ یہ عذر نادر الوقوع ہے اور شرط استخلاف یہ ہے کہ نادر نہ ہو کذا فی الشامی وبعکس الخلاف لو حصر ببول او غائط اور اس خلاف کے برعکس ہے اگر امام بباعث پیشاب
یا پاخانہ کے نماز سے رک جاوے یعنی صاحبین کے نزدیک استخلاف جائز ہے اور امام اعظم کے نزدیک ناجائز ہے ولو حصر عن الرکوع والسجود لم یستخلف اتفاقا اور اگر امام عاجز
ہو رکوع اور سجود سے تو کیا خلیفہ کر دے جیسے قرات کے رکنے میں کرتا ہے اس مسئلہ کا حکم میں نے نہیں دیکھا امام شامی نے کہا کہ میں نے شارح کے ہاتھ کا لکھا
خزائن الاسرار کے حاشیہ پر دیکھا کہ ظاہر کلام فقہا سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس مسئلہ میں خلیفہ نہ کرے کیونکہ استخلاف خلاف قیاس ثابت ہوا ہے یعنی بسبب عمل کثیر ہونے کے
تو جہاں وارد ہے اسی جگہ جائز ہوگا نہ دوسری جگہ میں بخجل ای لاجل خجل او خوف ... قرات سے رکنا بسبب خجالت کے ہو یا بسبب خوف کے کہ امام کو پیش آیا ہو لا یستخلف
اجماعا لو نسی القراءة اصلا لانه صار امیا او اصابه عطف علی المنفی بول کثیر ای نجس مانع من غیر سبق حدثه فلو منه فقط بنی خلیفہ نکرے اجماعا اگر بھول جاوے قرات
کو سرے سے اسلئے کہ امام اس صورت میں امی ہو گیا اور قوم کی نماز باطل ہو گئی تو اگر منفرد کو یہ صورت پیش ہوگی تو بھی بنا نہ کر سکیگا کذا فی الشامی یا لگ جاوے امام کو پیشاب بہت
یعنی نجاست مانع نماز کی اس کے حدث سابق کے سوا میں سے تو اگر صرف حدث سابق ہی سے نجاست لگے تو بنا کرے شارح نے کہا کہ او اصابه عطف ہے منفی پر یعنی لو نسی پر
صورت مسئلہ کی یہ ہے کہ امام کو مثلاً نکسیر پھوٹی اور زائد از قدر درہم اس کے کپڑے کو لگ گئی تو اس نجاست سے نماز فاسد نہ ہو گی وضو کے ساتھ کپڑا دھو کر بنا کر سکتا ہے ہاں اگر خارج
سے نجاست مانع لگیگی تو مفسد ہو گی او کشف عورته فی الاستنجاء او المرأة ذراعها للوضوء او المقتدی مطلقا لعدم الضرورة یا کھولے اپنی برہنگی استنجا کرنے میں یا عورت کھولے
اپنا ہاتھ وضو کے لیے تو نماز فاسد ہو گی اور استخلاف اور بنا درست نہ ہو گا البتہ اگر کشف عورت کے لیے مضطر نہ ہو یعنی اگر ناچار کھولنا پڑے یعنی ڈھانپے ہوئے استنجا یا وضو
ممکن نہ ہو تو نماز فاسد نہ ہو گی او قرأ فی حالة الذهاب او الرجوع لاداء رکن مع حدث او مشی یا پڑھے قرات وضو کے لیے جانے کی حالت میں یا واپس آنے کی حالت
میں تو نماز فاسد ہوگی بسبب ادا کرنے نمازی کے رکن نماز کو حدث کے ساتھ جانے کی صورت میں یا چلنے کے ساتھ واپس آنے کی صورت میں حالانکہ شرط بنا یہ تھی کہ ادا
رکن نہ حدث کے ساتھ ہو نہ چلنے کے ساتھ غرضکہ ان صورتوں میں بھی استخلاف و بنا درست نہیں بخلاف تسبیح فی الاصح بخلاف سبحان اللہ کہنے کے صحیح تر قول میں کہ
اس سے نماز فاسد نہ ہو گی امام شامی نے کہا کہ فی الاصح قرات اور تسبیح دونوں سے متعلق ہے اور اصح کا مقابل قرات میں زیلعی کا قول ہے کہ جانے میں قرات پڑھیگا تو فا

ہوگی اور رکوع کے وقت پڑھیگا تو فاسد ہوگی او طلب الماء بالاشارۃ او شراء بالمعاطاۃ للمنافات اور پانی مانگا اشارہ سے یا اسکو خریدا تعاطی سے تو نماز
فاسد ہوگی بسبب مخالفت ہونے ان دونوں باتوں کے نماز سے علم شرنبلالی نے اپنے رسالہ میں یہ اعتراض کیا ہے کہ اگر نمازی سلام کا جواب اشارہ سے دیوے تو کسی کے نزدیک
اسکی نماز فاسد نہیں پھر کیا وجہ کہ پانی کو اشارہ سے مانگنے میں نماز فاسد ہو شیخ رحمتی محشی نے جواب دیا کہ پانی کا مانگنا اور قبول کرنا بمنزلہ عقد بیع کے ہے اسلیے مفسد ہے
بخلاف رد سلام کے اور تعاطی بیع کے یہ معنی کہ دام سامنے بائع کے رکھدیئے اور مبیع کو اٹھالیا زبان سے ایجاب قبول کچھ نہ کرنا تو جب نماز تعاطی سے فاسد ہوگی تو
ایجاب قبول کے ساتھ خریدنے سے بطریق اولی فاسد ہوگی غرضکہ ان دونوں صورتوں میں بھی استخلاف دینا جائز نہیں او جاوز الصفوف فی الصحراء الی آخر الاقتداء صفیں او نسیان او
ترجیح او کونہ ہو آلات لاستقاء نیز البناء علی المختار یا پھر گیا آخر صف کے پانی [illegible] پانی کی طرف مگر قدار دو صفوں کے تھا ذکر کیا یا قریب کے پانی کو [illegible]
سبب سے یا سیڑھی ہونے کی جہت سے یا اسکے کنواں ہونے کی جہت سے دوسرے پانی پر جانا [illegible] مانع نہیں [illegible] پانی [illegible] مکان المانع بناء ہو
مذہب مختار پر یعنی جب قریب کا پانی کنواں ہو تو اسکو ترک کرکے اور دور کے پر جاوے [illegible] کیونکہ کنویں سے پانی کھینچنا مانع بناء ہوتا ہے اور مختار کی قید [illegible] لگائی کہ
بعض نے کہا ہے کہ اگر دوسرا پانی نہ ہو تو کنویں سے پانی کا نکالنا مانع بناء نہیں ہے یہ قول غیر مختار ہے [illegible] والاصح [illegible]
الا اذا [illegible] قدر رکن [illegible] توقف کیا [illegible] رکن کے اگر [illegible] قدر رکن کے ادا کیا [illegible] حدث [illegible] توقف کرنا مانع [illegible]
نہیں [illegible] باعث مثلاً توقف کرنا [illegible] بدون عذر بعد حدث کے [illegible] رکن کے توقف کرنا مانع [illegible] البناء [illegible]
دینی علی ما مضی بلا کراہۃ ویتم صلاتہ ثمہ وہو اولی تقلیلا للمشی [illegible] المفتی [illegible]
لو [illegible] الاقتداء کالمقتدی اذا سبقہ الحدث [illegible] درست ہے یا امام کو [illegible]
[illegible] کے وضو کی جگہ [illegible] اور بنا کرے اس نماز پر جو پڑھ چکا ہے [illegible] اور تمام کرے اپنی نماز [illegible] امام کی [illegible]
کم ہو [illegible] اپنی جگہ پر تاکہ جگہ کل نماز کی ایک ہو [illegible] باقی نماز [illegible]
اور یہ سب یعنی امام کو اختیار کا ہونا اس وقت ہے کہ امام کا خلیفہ اس اثنا میں نماز سے فارغ ہوچکا ہو اور اگر فارغ نہ ہوا ہو تو امام پھر آکر اپنی جگہ پر [illegible]
اسی جگہ یا اسکے قریب جہاں سے اقتدا درست ہو چلا آوے وجوباً بشرطیکہ امام میں اور اسکے خلیفہ میں کوئی آڑ مانع اقتدا ہو [illegible] مقتدی [illegible]
[illegible] ہو تو وضو کرکے اسکو بھی اپنی جگہ چلا جانا واجب ہے بشرطیکہ مانع اقتدا اسمیں اور امام میں ہو [illegible] جگہ سے بھی اقتدا کر سکتا ہے [illegible]
عملاً منافیاً لہا بعد جلوسہ قدر التشہد ولو بعد سبق حدث تمت لتمام فرائضہا الترک او وجب السلام اور جان لو کہ اگر نمازی دانستہ کوئی کام منافی نماز کے
کرلے بعد اپنے بیٹھنے کے مقدار تشہد کے اگرچہ بعد بے وضو ہو جانے کے کرے تو نماز اسکی تمام یعنی درست ہوگی بسبب پورا ہونے فرضوں نماز کے [illegible]
بسبب چھوٹنے واجب سلام کے علم طحطاوی نے کہا کہ تمت کے معنی صحت کے ہیں کیونکہ تمام تو جب ہوتی کہ نقصان ترک واجب کا نہ رہتا ولو وجد المنافی بلا
قبل القعود بطلت اتفاقاً اور اگر عمل مخالف نماز بدون صنعت نمازی کے یعنی بے اختیاری سے بیٹھنے کے پیشتر پایا جائیگا تو باتفاق امام اور صاحبین نماز باطل ہوگی
علم شامی نے کہا کہ منافی سے غرض وہ فعل ہے جو حدث آسمانی مذکور بعد کے سوا ہو کیونکہ ہر چند وہ بھی قیاس کی رو سے مخالف ہے مگر شرع نے اسکا مخالف
نہیں اعتبار کیا ولو بعدہ بطلت فی المسائل الاثنی عشریۃ عند الامام وقالا صحت وصححہ الکمال وفی شرح الملتقی والاظہر قولہما بالصحۃ فی الاثنی عشریۃ اور اگر فعل
مخالف بے اختیار بعد بیٹھنے مقدار تشہد کے پایا جائیگا تو نماز باطل ہوگی مسائل دوازدہ گانہ میں امام کے نزدیک اور صاحبین نے فرمایا کہ درست ہوگی اور صحیح کہا
نے صاحبین کے قول کو اور شرح ملتقی میں ہے کہ ظاہر تر قول صاحبین کا ہے نماز کی صحت کا مسائل دوازدہ گانہ میں اور وجہ باطل ہونے نماز کی امام کے نزدیک یہ ہے کہ نماز سے
باہر آنا باختیار خود امام کے نزدیک فرض ہے بوجہ تخریج بردعی کے تو جبتک باختیار خود نماز سے باہر آنا پایا جائیگا اس وقت تک جو فعل مخالف نماز بے اختیار سرزد ہوگا

دو نمازوں کے اندر ہوگا اسی لیے نماز باطل ہوگی اور صاحبین کے نزدیک خروج بصنعہ فرض نہیں تو قعدہ اخیرہ پر فرائض نماز تمام ہو جاینگے اسلیے نماز صحیح ہوگی اور کرخی
کے قول کے بموجب امام کے نزدیک بھی خروج بصنعہ فرض نہیں تو اس صورت میں وجہ بطلان نماز یہ ہے کہ فرض میں تغیر ہوتا ہے مثلاً تیمم والے نے بعد قعدہ اخیرہ
پانی پر قدرت پائی تو اسکے حق میں پہلے فرض تیمم تھا اب متغیر ہو کر وضو ہو گیا کذا فی الشامی وہی ما ذکرہ بقولہ کما تبطل لو فرع بالفاء کما فی الدرر کان اولی بقدرۃ المتیمم علی الماء
اور وہ بارہ مسئلے ہیں جو مصنف نے قول آئندہ میں مذکور کرتا ہے چنانچہ باطل ہوتی ہے نماز بسبب قادر ہونے تیمم کرنیوالے کے پانی پر یعنی بباعث ملنے پانی کے بانداز استعمال
کر سکنے کے تیمم کرکے نماز پڑھی قعدہ اخیرہ کے تشہد کے بعد پانی ملا یا کہیں نظر آگیا یا اسکے استعمال پر قادر ہو گیا تو امام صاحب کے نزدیک نماز باطل ہوگی اور صاحبین کے نزدیک صحیح شارح
نے کہا کہ اگر مصنف لفظ کما کی جگہ حرف ف کے ساتھ تفریع کرتا جیسا درر میں ہے تو اچھا ہوتا اسلیے کہ کما سے یہ وہم ہوتا ہے کہ اوپر جو بطلان نماز کا مذکور ہے وہ ان مسائل کے سوا میں ہے حالانکہ
وہ انہیں مسائل میں منحصر ہے پہلا مسئلہ یہ بارہ میں کا وہ مسئلہ ہے رویۃ المتوضی الماء خلف المتیمم الا انہا خلافیہ زفر فقط و مناسب اتصالاً و مسئلہ پانی دیکھنے وضو والے مقتدی
کا پیچھے تیمم والے کے اسمیں صرف خلاف زفر کا ہے کہ اُنکے نزدیک نماز فاسد نہیں ہوتی اور ائمہ ثلثہ کے نزدیک اُسکا وصف باطل ہو جاتا ہے یعنی نفل ہو جاتی ہے مگر یہ جواب ہے
زیلعی کے اعتراض کا کہ اعتراض زیلعی کا یہ تھا کہ اول مسئلہ میں جو قدرت تیمم کے خلاف ہے اس سے کچھ فائدہ نہیں اسلیے کہ اگر وضو کرنیوالا تیمم والے کے پیچھے پڑھتا ہو اور وہ پانی
دیکھ لے تب بھی نماز باطل ہوتی ہے کیونکہ اُسکے عندیہ میں امام پانی پر قدرت رکھتا ہے تو تیمم سے امام کی نماز درست نہ ہوگی گو واقع میں امام کی نماز پوری ہے شارح نے جواب دیا
کہ ذکر ان مسائل کا ہے جنمیں اختلاف ہے امام اعظم اور صاحبین کے ہے اور اس مسئلہ میں تینوں میں کچھ اختلاف نہیں سبکے نزدیک فاسد ہو جاتی ہے البتہ خلاف زفر کا ہے
وہ فاسد نہیں کہتے کذا فی الشامی ومضی مدۃ مسحہ ان وجد ماء ولم یخف تلف رجلہ من برد والا یمضی علی الاصح کما مر فی بابہ دوسرا مسئلہ بارہ میں کا گذرنا مدت
کے مسح کا ہے جس صورت میں کہ پانی پاوے اور اپنے پاؤں کے جاتے رہنے کا سردی کے سبب خوف نکرے اور اگر مدت مسح کی پوری ہونے پر پانی نہ پاوے یا پانی ہو مگر
سردی کے مارے دھو نہ سکے تو نماز پڑھی جاوے صحیح تر قول کے بموجب جیسا کہ باب المسح میں گذرا و تعلم امی آیۃ ای تذکرہ او حفظہ بلا صنع ولو کان الامی مقتدیا بقاری
علی ما علیہ الاکثر لکن فی الظہیریۃ صحح الصحۃ قال الفقیہ وبہ ناخذ تیسرا مسئلہ سیکھنا امی کا ہے آیت کو یعنی خود اسکو یاد آگئی یا دوسرے سے سنکر یاد ہو گئی بدون اختیار کے
اگرچہ امی مقتدی ہو قاری کے پیچھے تو مقتدی کی نماز فاسد ہوگی امام کے نزدیک بنا بر اس قول کے جسپر اکثر فقہا ہیں لیکن ظہیریہ میں صحت نماز کی تصحیح کی ہے فقیہ
ابو اللیث نے کہا کہ ہم اسی قول کو لیتے ہیں ہم بحر الرائق میں کہا کہ وجہ صحیح ہونے مقتدی کی نماز کی یہ ہے کہ امام کی قرأت ہی اُسکی قرأت ہے اور اُسکی نماز کا شروع کامل طور پر تھا تو
آخر میں آیت کے سیکھنے سے قوی کی بنا ضعیف پر لازم نہیں آتی اس سے معلوم ہوا کہ اگر نمازی منفرد ہوگا تو مسئلہ مختلف فیہ باقی رہیگا و وجود العاری ساتراً تصح
الصلوۃ فیہ چوتھا مسئلہ پانا برہنہ کا ایسے لباس کو جس سے نماز درست ہو یعنی پاک ہو اور ستر عورت کے لیے کافی ہو مثلاً اصلی نجاست ہو یا [illegible] عتقت الامۃ و کانت فوراً
اور اس مسئلہ کا منشا یہ ہے اگر نماز پڑھی نجاست کے ساتھ پھر بعد تشہد کے اُس چیز کو پایا جو نجاست دور کرے تو اُس صورت میں بھی امام اعظم کے نزدیک نماز باطل ہوگی
یا لونڈی بعد تشہد کے آزاد ہو گئی اور اسنے فوراً سر کو نہ چھپا لیا تب بھی نماز جاتی رہیگی ہم یہ دو مسئلے شارح نے زائد کیے ہیں و نزع الماسح خفہ الواحد بعمل یسیر فلو بکثیر تمت اتفاقاً
پانچواں مسئلہ نکالنا مسح کرنیوالے کا اپنے ایک موزہ کو تھوڑے سے عمل سے مثلاً موزہ ڈھیلا تھا اور فی حرکت سے پاؤں سے نکل گیا تو نماز باطل ہو جائیگی اور اگر
عمل کثیر سے نکالیگا تو نماز پوری ہو جائیگی باتفاق امام اور صاحبین کے کیونکہ عمل کثیر میں نماز سے اپنے اختیار سے باہر آنا پایا جاتا ہے و قدرۃ مؤم علی الارکان چھٹا
مسئلہ قادر ہونا اشارہ سے پڑھنے والے کا رکوع اور سجدہ پر جسکے نماز ہے امام صاحب کے نزدیک و تذکر فائتۃ علیہ او علی امامہ وہو صاحب ترتیب والوقت واسع
ساتواں مسئلہ یاد ہونا قضا نماز کا اپنے ذمہ اگر منفرد یا امام ہو یا اپنے امام کے ذمے اگر مقتدی ہو حالانکہ وہ یعنی جسکے ذمے قضا نماز ہے صاحب ترتیب ہے اور وقت وسیع ہے
یعنی فائتہ اور وقتی دونوں پڑھ سکتا ہے تو اگر وقت تنگ ہوگا تو نماز باتفاق تمام ہو جائیگی ہم قضا نماز کے یاد ہونے سے امام کے نزدیک نماز قطعاً باطل نہیں ہوتی
بلکہ اُسکا فساد موقوف رہتا ہے اگر بعد اُسکے پانچ نمازیں وقتی اور پڑھ لیگا باوجود قضا کے یاد ہونے کے تو یہ نماز بھی جائز ہو جائیگی اور اگر قضا شدہ کو ادا کریگا تو باطل ہو جائیگی

تو یہاں باطل ہے کہ ذیل میں مصنف کا اسکو ذکر کرنا اس اعتماد پر ہے کہ قضا نمازوں کے بیان میں اسکی تفصیل آویگی کذا فی الحلبی وتقدیم القاری امیا مطلقا وقیل
لا افساد لو کان استخلافه بعد التشهد بالاجماع وهو الاصح کما فی الکافی لانه عمل کثیر اٹھوان مسئلہ آگے کرنا قاری کا امی کو مطلقا خواہ تشہد کے پہلے ہو یا پیچھے
اور بعض فقہا نے کہا ہے کہ اگر خلیفہ کرنا امی کو بعد تشہد کے ہوگا تو بالاتفاق نماز فاسد نہوگی اور یہی قول صحیح ہے چنانچہ کافی میں ہے اور وجہ عدم فساد کی یہ ہے کہ استخلاف
عمل کثیر ہے یعنی اس سے نماز پوری ہو جاویگی ہم حلبی نے کہا کہ شارح کو مطلقا کہنا زیبا نہ تھا اسلیے کہ یہ مسائل تو مفروض تشہد کے بعد ہیں علاوہ ازین قبل تشہد استخلاف
امی کا بالاتفاق مفسد ہے فقط امام صاحب کے نزدیک اور یہاں نظم بیان کرنا ان صورتوں کا ہے جنمیں امام اور صاحبین میں اختلاف ہے اور صرف بعد تشہد کہہ دینا اوجہ
اصح اس باب میں عدم فساد ہے تو معلوم ہوا کہ یہ صورت خلافی نہیں کذا فی الطحطاوی والشامی وطلوع الشمس فی الفجر نواں مسئلہ آفتاب کا نکل آنا فجر کی نماز میں بعد
تشہد کے کہ امام کے نزدیک مفسد ہے وزوالها فی العید ودخول وقت من القائته علی قول القضا اور ڈھل جانا آفتاب کا عید کی نماز کے بعد اور قضا پڑھنے والے کو
تین وقتوں میں سے ایک کا آجانا یعنی طلوع خواہ استوا یا غروب کا وقت ہوجانا قضا نماز کے تشہد کے بعد تم یہ صورتیں شارح نے زیادہ کی ہیں دونوں واقعہ
بان بقی فی قعدۃ الی ان صار ظل مثلیه فی الجمعة بخلاف الظهر فانها لا تبطل تیرھواں مسئلہ وقت عصر کا داخل ہونا جمعہ کی نماز میں اس طرح کہ امام قعدہ میں بیٹھا رہا
یہانتک کہ سایہ دومثل ہوگیا تو امام اعظم کے نزدیک نماز فاسد ہوگی بخلاف ظہر کی نماز کے کہ وقت عصر کا آجانے سے وہ باطل نہیں ہوتی فقہا نے کہا ہے اس پر
اعتراض کیا ہے کہ امام کے نزدیک وقت عصر داخل نہیں ہوتا ہے اور صاحبین کے نزدیک ایک مثل پر وقت عصر جمعہ میں داخل ہو نہ سے خلاف کی صورت نہ
بنیگی شارح نے اسکی صورت کو بیان کردیا کہ یوں ہو سکتی ہے کہ امام قعدہ میں بیٹھا رہے کذا فی الطحطاوی وزوال عذر المعذور بان لم یسل الدم وقت صلوۃ کاملة
مسئلہ دور ہونا عذر معذور کا اسطرح کہ دوسرے وقت میں پھر نہ عود کرے جس معذور کا عذر اگر تشہد کے بعد دور ہوگیا تو دیکھنا چاہیے کہ اگر عذر مذکور آئندہ نماز کے وقت کامل
تک موقوف رہا تو امام اعظم کے نزدیک وہ نماز جسکے تشہد کے بعد عذر موقوف ہوگیا فاسد ہوگی اسکی قضا کرے اور اگر عذر مذکور نے دوسرے وقت میں عود کیا تو نماز صحیح ہے
کذا فی البحر وکذا خروج وقته شارح نے یہ مسئلہ زیادہ کیا اور یہی حکم ہے معذور کے وقت نکلنے کا یعنی اگر بعد تشہد وقت نماز جاتا رہیگا تو معذور کی نماز فاسد ہوگی اسلیے کہ وقت
کے نکل جانے سے معذور کی طہارت باطل ہو جاتی ہے وسقوط جبیرۃ عن برء بارھواں مسئلہ گر جانا جبیرہ کا اچھا ہونے کے بعد جبیرہ وہ کھپاچیں ہیں جو ٹوٹے
عضو کو باندھتے ہیں تو اگر نمازی نے وضو کرنے میں مثلا جبیرہ پر مسح کر لیا تھا اور بعد تشہد جبیرہ گر گئی تو مسح جاتا رہیگا اور نماز بھی فاسد ہو جاویگی واعلم انه لا انقلاب
الصلوۃ فی هذه المواضع العشرین نفلا اذا بطلت الا فی ثلث فیما اذا تذکر فائتة او طلعت الشمس او خرج وقت الظهر فی الجمعة کما فی الجوهرۃ زاد
فی الحاوی والمومی اذا قدر علی الارکان وزاد مسئلة المؤتم بمتیمم کما قدمنا والظاهر ان زوالها فی العید ودخول الاوقات المکروهة فی القضا کذلک واضح رہے جاننا چاہیے
کہ نماز ان بیس جگہوں میں جب باطل ہو جاتی ہے تو نفل نہیں ہو جاتی بجز تین صورتوں کے ایک اس صورت میں کہ فوت شدہ نماز یاد کرے دوسرے یا آفتاب فجر کی نماز میں نکل آوے
سوم یا وقت ظہر جمعہ میں جاتا رہے چنانچہ جوہرہ میں ہے حاوی قدسی میں چوتھی صورت زیادہ کی ہے کہ اشارہ سے پڑھنے والا اب قادر ہو رکوع اور سجدہ پر تو اسکی نماز بھی
نفل ہو جاویگی شارح کہتا ہے اور مسئلہ باوضو مقتدی کا پیچھے تیمم والے کے زیادہ کرنا چاہیے یعنی ان نمازوں میں جو نفل ہو جاتی ہیں گو اختلافی نہ ہو کذا فی الطحطاوی چنانچہ
ہمنے پیشتر بیان کیا اور ظاہر یہ ہے کہ آفتاب کا ڈھلنا عید میں اور اوقات مکروہہ کا داخل ہونا قضا میں ایسا ہی ہے اور میں نے اسکو صریح نہیں دیکھا ہم شارح نے بیس جگہ
اسلیے کہا کہ بارہ مسئلے ماتن نے لکھے تھے آٹھ شارح نے زیادہ کیے ہیں اول پانا اس چیز کا جو نجاست کو دور کرے جبکہ نجس کپڑے سے نماز پڑھتا ہو دوم سر ڈھانکنا لونڈی کا
سوم یاد کرنا مقتدی کا امام کی فوت شدہ نماز کو جبکہ امام صاحب ترتیب ہے چہارم آفتاب کا ڈھلنا عید میں پنجم وقت طلوع کا داخل ہونا قضا میں ششم مثل اسکے دوپہر کا آجانا
قضا میں ہفتم وقت غروب کا آجانا قضا میں ہشتم معذور کے وقت کا نکل جانا اور بحر الرائق میں ان سب صورتوں کو بھی بارہ میں داخل کر دیا ہے یعنی اول اور دوم
کو برہنہ کے مسئلے میں اور چہارم اور پنجم اور ششم اور ہفتم کو مسئلہ طلوع میں اور اخیر صورت کو مسح کے گذر جانے میں باقی رہی تیسری صورت اسکو بحر نے ساتویں

مسئلہ میں نقل کیا ہو شامی نے کہا کہ اس قول کرنے میں صریح مخالفت ہو حلبی نے کہا کہ جن لوگوں کو شارح نے دلالۃً کہا ہے انمین صریح دیکھنے کی حاجت نہیں انکا کہنا کافی ہے
جو شارح نے لکھا اسلیے کہ جب اوقات مکروہ ہے مخالف نفل کے کہ وہ ہوتے کہ نہیں یعنی ابتداءً نفل نہیں جائز ہو تو انتہا سے نفل کے مخالف کیسے ہونگے ولو استخلف
الامام مسبوقا او لاحقا او مقیما وھو مسافر صح والمدرک اولی اور اگر خلیفہ کرے امام کسی مسبوق یا لاحق کو یا خلیفہ کرے مقیم کو اور خود مسافر ہو تو درست ہو یعنی بوجہ شرکت
ہونے کے کہ سب امام ہیں اور مدرک کو خلیفہ کرنے کے لیے بہتر ہو اسلیے کہ امام کی نماز کے تمام کرنے پر زیادہ قادر ہے اور حکم مسبوق کا حکم آگے مذکور ہوتا ہو مگر لاحق اور مقیم کا حکم لکھنا
ضروری ہو پس اگر لاحق کو خلیفہ کیا جاوے تو اسکو چاہیے کہ لوگوں کو اشارہ سے منع کر دے کہ میری متابعت نہ کرنا جب تک کہ میں فوت شدہ نماز کو نہ پڑھ چکوں پھر اپنی
فوت شدہ نماز کو پڑھے اسکے بعد جہاں سے امام کی نماز رہی ہو اسکو پڑھے اور مقتدی انکی متابعت کریں فارغ ہونے تک اور اگر مقیم کو خلیفہ کیا اور مسافر نے اور مقتدی
مسافر اور مقیم ملے جلے ہیں تو اسکو چاہیے کہ دو رکعتوں کے بعد کسی مسافر کو خلیفہ کر دے کہ وہ سلام پھیرے پھر مقتدی دو رکعتیں باقی اکیلے اکیلے بدون قرأت
کے پڑھ لیں اور بہتر یہی ہے کہ جب امام مسبوق یا لاحق کو خلیفہ کرے تو وہ قبول نہ کریں اور امام کے حق میں بھی بہتر ہو کہ مدرک کے سوا دوسرے کو خلیفہ نہ کرے کذا فی الفتح
ولو جہل الکمیۃ قعد فی کل رکعۃ احتیاطا اور اگر مسبوق یہ نجانے کہ کتنی رکعتیں امام نے پڑھی ہیں تو ہر رکعت میں بیٹھے براہ احتیاط یعنی اس احتمال سے کہ شاید وہ رکعت
امام کی آخر رکعت ہو یہ مسئلہ شارح نے مجمل بیان کیا اسکی تفصیل یہ ہو کہ اگر مسبوق خلیفہ اور دوسرے مقتدی امام کی نماز کی مقدار نجانتے ہوں مثلاً سب مسبوق ہوں
اور خلیفہ ایک رکعت پڑھکر بیٹھے پھر کھڑا ہو کر اپنی باقی نماز پڑھ لے اور مقتدی اسکا ساتھ اس باقی میں نہ دیں بلکہ اسکے فارغ ہونے تک صبر کریں جب وہ سلام پھیر چکے
اسوقت اپنی اپنی باقی نماز تنہا پڑھ لیں کذا فی النہر الفائق ولو مسبوقا برکعتین فرضنا القعدتین اور اگر خلیفہ مسبوق ہو دو رکعتوں سے تو ہم دو قعدہ اسپر فرض کہینگے یعنی ایک
قعدہ امام کی نیابت کی وجہ سے اور دوسرا خود اسکا قعدہ اخیرہ ولو اشار لہ انہ لم یقرأ فی الاولیین فرضت القراءۃ فی الاربع اور اگر امام نے اشارہ کیا مسبوق کو کہ میں نے
پہلے دوگانہ میں قرأت نہیں پڑھی تو چاروں رکعتوں میں قرأت مسبوق پر فرض ہوگی یعنی دو میں بوجہ نیابت امام کے اور دو میں خود اسکی نماز ہیں ہم اس مسئلہ کی
پہیلیان بوجھی جاتی ہے کہ کونسا نمازی ہے جسپر چاروں رکعتوں میں قرأت فرض ہے فلو اتم المسبوق صلوٰۃ الامام قدم مدرکا للسلام پھر جب مسبوق امام کی نماز
تمام کر چکے تو کسی مدرک کو آگے کر دے تاکہ وہ سلام پھیر دے قولہ لعجزہ عنہ لانہ مسبوق فیہا افاد انہ لا تفسد صلوٰتہ دون القوم المدرکین لتمام ارکانھا وکذا تفسد صلوٰۃ من جاء لہ المنافی
فی خلالھا یعنی بعد تمام کرنے امام کی نماز کے اگرچہ مدرک کو خلیفہ کیا ہو یا نہیں اگر مسبوق وہ حرکت کرے جو مخالف نماز ہو مثلاً ہنسا تو مسبوق کی نماز فاسد ہوگی نہ کہ
مقتدیوں کی کیونکہ پورا ہو جانے ارکان نماز مذکور کے اور اسی طرح فاسد ہوگی نماز اس شخص کی جسکا حال مثل حال مسبوق کے ہو بسبب پائے جانے حرکت مخالف نماز کے درمیان
مسبوقوں کی نماز کے وکذا تفسد صلوٰۃ الامام الاول المحدث ان لم یفرغ فان فرغ بان توضأ ولم یقتد بہ لا تفسد فی الاصح لما مر انہ کموتم اور اسی طرح فاسد فاسد ہوگی نماز امام
اول بے وضو کی اگر وہ نماز سے فارغ نہ ہوا ہو صحیح تر قول میں بسبب اس بیان کے کہ گذرا کہ امام مذکور مثل مقتدی کے ہے جبتک خلیفہ فارغ نہ ہوا ہو ورنہ مثل منفرد کے ہے پس اگر امام
اول فارغ ہو گیا ہو اسطرح کہ وضو کر کے خلیفہ کا شریک ہو گیا ہو اور کوئی رکعت فوت نہوئی ہو تو نماز فاسد نہوگی ہم شامی نے کہا کہ فی الاصح عدم فراغت کی صورت سے متعلق ہے
اور اسکا مقابل روایت ابی حفص کی ہے کہ اسصورت میں بھی امام مذکور کی نماز پوری ہے وتفسد صلوٰۃ مسبوق عند الامام لقہقہۃ امامہ وحدثہ العمد فی ای فی اوانہ قدر
التشہد الا اذا قید رکعتہ بسجدۃ لتاکد انفرادہ اور فاسد ہوتی ہے نماز مسبوق کی امام اعظم کے نزدیک بسبب کہ کھلا کر ہنسنے اور دانستہ حدث کرنے اسکے امام کے بعد بیٹھنے امام کے
بقدر تشہد کے مگر جبکہ مقید کرے مسبوق اپنی رکعت کو سجدہ سے تو اب اسکی نماز فاسد نہوگی اسلیے کہ مستحکم ہو جانے اسکے انفراد کے یعنی اگر مسبوق متابعت امام کی ترک کر کے اپنی نماز
پڑھنے میں مشغول ہوا اور ایک رکعت کا سجدہ کر چکا تو اسوقت اگر امام بعد تشہد کے کوئی حرکت بے وضو ہونیکی دانستہ کریگا تو مسبوق کی نماز فاسد نہوگی کیونکہ مسبوق بسبب
ایک رکعت پڑھ لینے کے منفرد ہو چکا امام کے پیچھے نہیں کہ حرکت امام کی اسکی نماز کے اثنا میں واقع ہو ولو تکلم امامہ او خرج من مسجد لا تفسد اتفاقا لانہما منہیان
للامر بخلاف السلام والقعود ولذا یلزم المدرکین السلام والقہقہۃ بلا سلام اور اگر بعد تشہد کے مسبوق کا امام بول پڑا یا مسجد سے نکل گیا تو مسبوق کی نماز باتفاق

اِمام اور صاحبین کے نزدیک فاسد ہوگی اسلئے کہ بولنا اور مسجد سے باہر ہونا کام کرنے والے ہیں نماز کے مفسد اور انکا مفسد ہونا نفی کی جہت سے مدرکین پر سلام لازم نہیں
اگر امام بول پڑے یا مسجد سے نکل جاوے تو مدرک مقتدیوں پر واجب ہے کہ سلام کہیں اور قہقہہ اور حدث عمد میں بدون سلام اٹھ کھڑے ہوں کیونکہ
یہ دونوں مفسد ہیں ہم نے عنایہ میں کہا منہی اسکو کہتے ہیں جسکو شارح نے تحریمہ کا ختم ہونے والا اعتبار کیا ہو نماز سے فارغ ہونے کے وقت جیسے سلام کہنا اور
خروج بصنعہ ہو اور قہقہہ اور حدث عمد مفسد ہیں کیونکہ انسے شرط نماز کی یعنی طہارت دور ہو جاتی ہے تو نماز امام کی جس جز سے یہ ملینگے اسکو فاسد کر دینگے اور اُسی قدر مسبوق
کی نماز کا جز فاسد ہو جائیگا اب جو وہ اپنی نماز پڑھیگا تو جز فاسد پر بنا ہوگی اور فاسد پر بنا فاسد ہوتی ہے لہذا مسبوق کی نماز فاسد ہوئی کذا فی الشامی بخلاف المدرک
فانہ کالامام اتفاقا بخلاف مدرک کے کہ وہ مثل امام کے ہے بالاتفاق یعنی امام کے قہقہہ اور حدث عمد سے اُسکی نماز فاسد نہیں ہوتی ولو لاحقا ففی فسادہ وصلاتہ
تصحیحان صحح السراج الفساد وفی الظہیریۃ عدمہ وظاہر البحر والنہر ترجیح الاول اور اگر مقتدی لاحق ہو اور امام نے قہقہہ یا حدث عمد کیا تو لاحق کی نماز کے
فاسد ہونے میں دو تصحیحیں ہیں سراج میں فساد کو صحیح کہا ہے اور ظہیریہ میں عدم فساد کو اور ظاہر بحر الرائق اور نہر الفائق کا قول اول یعنی فساد نماز کی تائید کا ہے
بحر الرائق کا اس مقام میں یہ ہے کہ امام کی نماز فاسد ہوگی کیونکہ ایک فصل پر نماز باقی نہیں بخلاف لاحق کے کہ اُس سے افعال باقی ہیں تو ظاہر ہے کہ لاحق کی نماز فاسد ہو جاوے
ولو بالامام الافضل فی ہذا المقام فی رکعۃ او سجدۃ لو صلاتی وعاد بانی الی ان تکمل بالمسجد فی اسرار ادا الاداء فی الرکوع او السجود
فلا یجزی بل لغسد ولم یرد الاداء فروایتان کما فی الکافی وصحح المجتبی وتاخیر سجدۃ الا ان فی سجدتہ فاقتدی الامام فیہ فی رکوع او سجود الامام
کہ اس مقام میں امام کی کچھ خصوصیت نہیں اگر مقتدی یا منفرد ہو اسکا بھی یہی حکم ہے یعنی جو شخص کہ نماز پڑھ رہا ہو اور اس کو رکوع یا سجدہ کیا ہو
جس میں حدث ہوا تو چاہیے کہ اُسکا سر رکوع اور سجدہ سے بارادہ ادا اٹھایا ہو اور جس وقت کہ سر اٹھایا ہو اور ادا کی نیت نہ کی ہو بلکہ اٹھانے سے کہ ادا کرنا
بلا نماز فاسد ہو جائیگی اور پیچھے اور اگر اٹھانے سے ادا کا ارادہ نہیں کیا تو دو روایتیں ہیں چنانچہ کافی میں ہے پہلی ایک یہ کہ جب بنا کرے اور دوسری روایت
کہ جب نماز فاسد ہوگی اور مجتبیٰ میں ہے کہ جب رکوع میں بے وضو ہو تو ٹھہر اور سجدہ کا ہو اپنے سر کو سیدھا اٹھا کر کھڑا ہو ورنہ نماز فاسد ہو جائیگی عمادی
ہوا مصنف نے نقل کیا کہ مجتبیٰ کی مراد یہ ہے کہ خاص اس جگہ سر اونچا نہ کرے یعنی اگر وہاں سے سیدھا ہو جائیگا تو نماز فاسد ہوگی ولو تذکر المصلی رکوع او سجدۃ
ترک سجدۃ صلبیۃ او تلاوۃ فانحط من رکوعہ بلا رفع او رفع من سجودہ فسجدہا عقب التذکر اعادہا ای الرکوع والسجود ندبا لسقوط بالنسیان وسجد للسہو ولو اخرہا الی آخر الصلوٰۃ
قضاہا فقط اور اگر یاد کیا نمازی نے اپنے رکوع یا سجدہ میں کہ ایک سجدہ نماز کا یا تلاوت کا چھوڑ دیا اور رکوع سے بدون سر اٹھانے کے جھک پڑا یا سجدہ سے سر
اٹھایا اور چھوٹے ہوئے سجدہ کو یاد کرنے کے بعد کر لیا تو مستحب ہے کہ اس رکوع کو اور سجدہ کو دوبارہ کرے جس میں چھوٹا ہوا سجدہ یاد کیا بسبب ساقط ہونے وجوب اعادہ کے
بھولنے کے باعث اور سجدہ سہو کرے اور اگر چھوٹے ہوئے سجدہ کو تاخیر کرے آخر نماز تک تو صرف اُسی کو قضا کرے یعنی اُس صورت میں اعادہ رکوع اور سجدہ کا نہ واجب ہے
اور سجدہ سہو اس صورت میں بھی واجب ہوگا بسبب چھوٹنے ترتیب کے دو سجدوں میں حلبی نے کہا اگر سقوط بالنسیان جواب ہے اعتراض کا اسکی تقریر یہ ہے کہ اعادہ رکوع یا سجدہ
کا واجب ہونا چاہیے کیونکہ ترتیب واجب تھی وہ ترک ہوئی شارح نے جواب دیا کہ بھولنے سے واجب ساقط ہو جاتا ہے اور سجدہ سہو سے اُسکا نقصان پورا ہو جاتا ہے
ضمیر سقوط کی وجوب اعادہ کیطرف پھرتی ہے مذکور نہیں ولو ام واحدا فقط فاحدث الامام ای خرج من المسجد والا فہو علی امامتہ کما مر تعین المأموم للامامۃ لو صلح لہا ای
للامامۃ للامام بلا نیۃ لعدم المزاحم والاصح کصبی فسدت صلوٰۃ المقتدی اتفاقا دون الامام علی الاصح لبقاء الامام اماما للمؤتم بلا امام ہذا اذا لم یستخلفہ فان استخلفہ
فصلوٰۃ الامام والمستخلف کلیہما باطلۃ اتفاقا اور ایک شخص صرف ایک مقتدی کا امام ہوا پھر امام بے وضو ہو گیا یعنی بے وضو ہو کر مسجد سے باہر ہوا نہیں تو مقتدی بغیر
نیت کے واسطے امامت کے اگر صلاحیت امام کی امامت کی رکھتا ہوگا بسبب نہ پائے جانے مزاحم کے شارح نے کہا کہ مسجد سے خارج ہونے کی قید اسلئے لگائی کہ اگر امام نکل کر مسجد
سے خارج نہوگا تو اپنی امامت پر قائم رہیگا مقتدی امام نہیں ہو جائیگا اور اگر مقتدی میں صلاحیت امام کی امامت کی نہوگی مثلا لڑکا مقتدی ہو تو اس مقتدی لڑکے

کی نماز فاسد ہوگی بالاتفاق نہ نماز امام کی صحیح تر قول یہ ہے کہ بسبب باقی رہنے امام کے امام اور مقتدی کے بلا امام ہو فاسد ہوتا نماز مقتدی کا اور نہ فاسد ہوتا امام کی
نماز کا اس صورت میں ہے کہ امام نے اسکو خلیفہ کیا ہو اور اگر نابالغ مذکور کو خلیفہ کریگا تو امام اور خلیفہ دونوں کی نماز بالاتفاق باطل ہوگی ہم صحیح کا قول مقابل یہ ہے کہ بعض کے
نزدیک صرف امام کی نماز فاسد ہوگی اور بعض کے نزدیک دونوں کی اور خلیفہ کرنے میں یہ قول ہے کہ تشہد اخیر کے پہلے ہو اور اگر بعد قدر تشہد کے قعدہ کے خلیفہ کریگا تو امام کی نماز
نہ فاسد ہوگی بسبب خارج ہونے امام کے اپنے فعل اختیاری سے کذا فی الشامی ولو ام رجل رجلا فاحدثا وخرجا من المسجد فصلوۃ الامام تامۃ لانہ بقی علی صلوتہ وفسدت
صلوۃ المقتدی لانہ بقی بلا امام اور اگر ایک شخص دوسرے کا امام ہوا اور دونوں بے وضو ہوگئے اور مسجد سے باہر نکلے تو امام کی نماز پوری ہے اور اپنی نماز پر بنا کرے اور مقتدی کی نماز فاسد
ہوگی بسبب اسکے کہ گذری یعنی امام کی امامت قائم ہے اور مقتدی بلا امام رہگیا کذا فی الطحطاوی واخذہ رعاف یمکث الی انقطاعہ ثم یتوضا ویبنی لما مر
واللہ اعلم نمازی کی نکسیر پھوٹی اسکے بند ہونے تک توقف کرے پھر وضو کرکے بنا کرے اسوجہ کے سبب کہ پیشتر ہوئی یعنی توقف کرنا عذر کے لیے بالاتفاق بنا نہیں ہے

باب ما یفسد الصلوۃ وما یکرہ فیہا

یہ باب ہے اُن امور کے بیان میں جو نماز کو فاسد کرتے ہیں اور جو اسکے اندر مکروہ تحریمی یا تنزیہی ہیں عقب العارض الاضطراری بالاختیاری مصنف نے عارض اضطراری
کے بعد اختیاری کو ذکر کیا ہم یعنی حوادث دو قسم ہیں ایک بے اختیار جسکا بیان باب سابق میں گذرا اور دوسرے اختیاری جسکو مصنف اس باب میں ذکر کرتا ہے یفسدہا
التکلم ہو النطق بحرفین او بحرف مفہم کع وق امرا ولو استعطف کلبا او ہرۃ او ساق حمارا لا یفسد لانہ صوت لا ہجاء لہ فاسد کرتا ہے نماز کو کلام کرنا کلام بولنا ہے دو حرف
یا ایسا حرف مطلب سمجھانے والے کا مثلا ع اور ق امر کے صیغے کہ اول کے معنی ہیں حفاظت کر اور دوسرے کے ہیں بچا تو اس سے یہ نکلا کہ ایک حرف بے معنی
کا بولنا کلام میں داخل نہ ہوگا کذا فی الشامی اور اگر کتے یا بلی کو بلانا چاہا یا گدھے کو ہانکا تو نماز فاسد نہ ہوگی اسلیے کہ یہ آوازیں ہیں جنکے ہجے نہیں اور کلام میں حرفوں
کا ہونا چاہیے ہرچند یہ آوازیں مفسد نہیں مگر مکروہ ہیں کذا فی الطحطاوی عمدہ وسہوہ قبل قعودہ قدر التشہد سیان کلام کا قصدا کرنا اور سہو سے کرنا پہلے بیٹھنے
نمازی کے بقدر التشہد کی یکساں ہے ہم قبل قعود کے اسلیے قید لگائی کہ بعد قعود کے کلام عمدا ہو یا سہوا مفسد نہیں وسواء کان ناسیا او نائما او جاہلا او مخطئا
او مکرہا ہو المختار اور برابر ہے کہ کلام صادر ہو نسیان سے یعنی بھول گیا کہ نماز پڑھتا ہے یا سوتے میں کلام کیا یا نجانے کی صورت میں یعنی اسکو معلوم نہ تھا کہ کلام مفسد نماز ہے یا
چوک کر کلام کیا کہ قصد قرات خواہ ذکر کا تھا اسکی جگہ کلام صادر ہوا یا حالت اکراہ میں کلام کیا اسطرح کہ کسی نے زبردستی اس سے کلام کرایا تو ان سب قسموں کے کلام سے نماز فاسد
ہوگی یہی مختار ہے ہم جاننا چاہیے کہ فقہا اور جمہور اصولیوں اور اہل لغت کے نزدیک سہو اور نسیان میں کچھ فرق نہیں مگر حکما یہ فرق بیان کرتے ہیں کہ سہو اسکو کہتے ہیں کہ کوئی چیز
قوت مدرکہ سے جاتی رہے لیکن حافظہ میں باقی رہے اور نسیان یہ ہے کہ مدرکہ اور حافظہ دونوں سے جاتی رہے اسکے معلوم کرنے کو پھر سبب جدید کی احتیاج پڑے اور سہو و
خطا میں یہ فرق ہے کہ سہو والا آگاہ کرتے ہی خبردار ہو جاتا ہے اور خطا والا متنبہ نہیں ہوتا اور اگر ہوتا ہے تو مشقت کے بعد شامی نے کہا کہ ہو المختار صرف سونے کی حالت کے
کلام کیطرف راجع ہے اسلیے کہ اسی میں اختلاف فقہا مذہب مذکور ہے چنانچہ فخر الاسلام نے عدم فساد کو اختیار کیا ہے اور بقیہ صورتوں میں حنفیوں کا خلاف نہیں بلکہ اور
مذہب والوں کا ہے وحدیث رفع عن امتی الخطا محمول علی رفع الاثم اور یہ حدیث کہ اُٹھا لیا گیا میری امت سے چوکنا محمول ہے گناہ کے اٹھا لینے پر ہم حلبی نے کہا کہ یہ حدیث
ان الفاظ سے کسی کتاب حدیث میں نہیں پائی گئی بلکہ ابن ماجہ اور ابن حبان و حاکم نے ان الفاظ سے روایت کی ہے ان اللہ وضع عن امتی الخطا والنسیان وما استکرہوا علیہ یعنی
اللہ تعالی نے اٹھا رکھا میری امت سے چوکنا اور بھولنا اور جس پر وہ زبردستی کیے جائیں غرضکہ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ کلام کرنا بھولنے یا چوکنے یا زبردستی سے مفسد
نماز نہو اسلیے شارح نے کہا کہ اس حدیث کے یہ معنی ہیں کہ بھول اور چوک اور زبردستی سے اخروی حکم مراد ہے یعنی گناہ کا دور ہونا تو فساد نماز جو دنیوی حکم ہے مراد نہ ہوگا ورنہ تعمیم
لازم آویگی کذا فی فتح القدیر وحدیث ذی الیدین منسوخ بحدیث مسلم ان صلوتنا ہذہ لا یصلح فیہا شیء من کلام الناس اور حدیث ذی الیدین کی منسوخ ہے مسلم کی اس حدیث
سے کہ ہماری اس نماز میں آدمیوں کا کوئی کلام مناسب نہیں ہم ذی الیدین کے دونوں ہاتھ یا ایک لنبا تھا اس جہت سے ذی الیدین کہلائے انکا نام عمیر اور لقب خرباق

باب ما یفسد الصلوۃ وما یکرہ فیہا

اور کیفیت الوجود کی انکی حدیث سے مراد وہ حدیث ہی جو صحیحین میں روایت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ مروی ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز مغرب یا عشا کی پڑھی اور دو
رکعتوں پر سلام پھیر کر اٹھے اور مسجد میں یا ایک لکڑی پر تکیہ لگالیا اسکے آخر میں مذکور ہی کہ ذوالیدین نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ نماز کم ہوئی یا آپ بھول گئے آپنے فرمایا
کہ میں بھولا نہ نماز کم ہوئی اسنے عرض کیا کہ کوئی بات تو ہوئی آپنے حاضرین سے دریافت کیا کہ ذوالیدین جسطرح کہتا ہی ایسا ہی ہوا لوگوں نے عرض کیا کہ ہان آپ آگے بڑھے اور
جسقدر نماز رہگئی تھی اسکو پڑھا اور سجدہ سہو کیا تو اس حدیث سے معلوم ہوتا ہی کہ کلام مفسد نماز نہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے باوجود کلام فرمانے کے پہلی ہی نماز پر
بنا کی شارح جواب دیتا ہی کہ یہ حدیث منسوخ ہی اس حدیث سے جو مسلم نے معاویہ بن الحکم سلمی سے روایت کی ہی کہ اس اثنا میں کہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھتا تھا
کہ ایک شخص نے لوگوں میں سے چھینکا میں نے یرحمک اللہ کہا لوگوں نے مجھکو گھورنا شروع کیا میں نے کہا ہائے کیا ہو گیا تمکو کیوں دیکھتے ہو انھوں نے اپنے ہاتھ رانوں پر
مارنے شروع کیے جب میں نے دیکھا کہ مجھکو چپ کراتے ہیں میں خاموش ہو رہا جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھ چکے مجھکو بلایا میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں میں نے آپ سے پہلے کوئی معلم
تعلیم کرنیوالا بہتر نہیں دیکھا قسم ہی خدا کی نہ آپنے مجھکو جھڑکا نہ مارا نہ برا کہا یہ ارشاد فرمایا کہ اس نماز میں کوئی کلام آدمیوں کا مناسب نہیں ہی وہ تو صرف تسبیح و تکبیر ہی
اور قرات قرآن ہی الحدیث الا السلام ساہیا للتحلیل ای للخروج من الصلوٰۃ قبل اتمامہا علی ظن اکمالہا فلا یفسد مگر سلام بھولکر تحلیل کے لیے یعنی نماز سے
باہر آنے کو پیشتر اسکے پورا پڑھنے کے بخیال اسکے کامل ادا کرنے کے کہ یہ سلام مفسد نماز نہیں بخلاف ما اذا سلم علی انسان للتحیۃ او علی ان نماز ترویحۃ مثلا او سلم قائما فی غیر جنازۃ
فانہ یفسدہا مطلقا وان لم یقل علیکم ولو ساہیا فسلام التحیۃ مفسد مطلقا وسلام التحلیل ان عمدا افسد والا لا سلام کسی آدمی پر تحیت کے لیے یا سلام اس خیال سے
کہ نماز تراویح ہی مثلا یا سلام کیا حالت قیام میں سوا جنازہ کی نماز کے تو یہ تینوں سلام مفسد نماز ہیں مطلقا اگرچہ علیکم نہ کہا ہو اور اگرچہ بھولکر سلام کہا ہو پس سلام تحیت
کا مفسد ہی مطلقا خواہ دانستہ ہو یا بھولکر اور سلام اپنے باہر آنے کا مفسد ہی اگر دانستہ ہو فساد نماز سلام تحیت سے اسلیے کہ وہ کلام ہی [illegible]
ہی کہ نمازی نے قطع نماز کی نیت کی اور حالت قیام کا سلام اسلیے مفسد ہی کہ قیام اسکا محل نہیں اور چونکہ جنازہ میں سلام کھڑے ہونے کی حالت میں ہوتا ہی اسلیے اسکا
میں سلام سہوا کرنا معاف ہی جیسے سلام تحلیل قعدہ میں سہوا معاف ہی ورد السلام ولو سہوا بلسانہ لا بیدہ بل یکرہ کما فی البحر [illegible]
اور فاسد کرتا ہی نماز کو جواب دینا سلام کا زبان سے اگرچہ بھولکر ہو نہیں تو فاسد کرتا ہاتھ سے جواب دینا بلکہ یہ مکروہ ہی ہان اگر ہاتھ سے سلام کی نیت [illegible]
نے کہا کہ نماز فاسد ہوتی ہی غالباً اس وجہ سے کہ مصافحہ کرنا عمل کثیر ہو وفی النہر عن صدر الدین الغزی انہ قال اور نہر الفائق میں صدر الدین غزی سے یہ نظم نقل کی ہی کہ جن
ان لوگون کو جمع کیا ہی جنپر سلام کرنا مکروہ ہی صدر الدین نے کہا ہ سلامک مکروہ علی من ستسمع ۔ ومن بعد ما ابدی یسن ویشرع ۔ سلام کرنا انپر جنکا مطلب کروہ ہی اُن
لوگون پر جنکو تو سنیگا اور بعد اس چیز کے کہ ظاہر کرتا ہون میں سنون و مشروع ہی یعنی جنکو میں نے ان ابیات میں ذکر کیا ہی اُنکے سوا اور لوگون پر سلام کرنا مسنون ہی ہ مصل وتال
ذاکر ومحدث خطیب ۔ ومن یصغی الیہم ویسمع ۔ نماز پڑھنے والا اور تلاوت قرآن کرنیوالا اور وعظ یا ذکر الٰہی میں مشغول اور حدیث بیان کرنیوالا اور خطبہ پڑھنے والا اور
جو شخص ان پانچون کیطرف کان لگادے اور سنے ان سب پر سلام کرنا مکروہ ہی ہ مکرر فقہ جالس لقضائہ ۔ ومن بحثوا فی الفقہ دعہم لینفعوا ۔ تکرار کرنیوالا فقہ کا
یاد کرنے یا سمجھنے کے لیے اور قاضی بیٹھنے والا اپنے حکم دینے کے لیے کہ مدعی اور مدعا علیہ انپر سلام نہ کرین کیونکہ سلام تحفہ ملاقات کا ہی اور یہ لوگ ملاقات کو نہیں آتے
کذا فی الشامی اور جو لوگ بحث کرین علم شرعی میں چھوڑ انکو تاکہ فائدہ اٹھاوین یعنی انپر سلام مت کرو ہ موذن ایضا او مقیم مدرس ۔ کذا الاجنبیات الفتیات امنع
اذان دینے والا یا تکبیر کہنے والا اور علم شرعی کا سکھانے والا اسیطرح اجنبی عورتین جوان سلام کے حق میں ممنوع تر ہین اس سے یہ نکلا کہ بوڑھی عورتون کو سلام
کرنا بدون کراہت جائز ہی ہ ولعاب شطرنج وشبہ بخلقہم ۔ ومن ہو مع اہل لہ یتمتع ۔ اور شطرنج کھیلنے والے اور جو لوگ انکی عادت کے مشابہ ہون یعنی جو فسق
اور معصیت میں انکے مثل یا بڑھکر ہون جیسے جواری اور شراب خوار اور غیبت کرنیوالا اور کبوتر اڑانے والا اور گانے والا وغیرہم اور جو شخص کہ اپنی بی بی کے ساتھ لہو و
کنار میں مصروف ہو ہ ودع کافرا ایضا ومکشوف عورۃ ۔ ومن ہو فی حال التغوط اشنع ۔ اور چھوڑ کافر کو بھی یعنی بدون حاجت ابتدا السلام مت کر اور

چھوڑکر کھلے ہوئے شرمگاہ کو اور ایسے شخص کو جو حالت براز یا بول مین ہو کہ اُسپر سلام کرنا اور دون سے زیادہ سخت ہے ۵ ودع اکلا الا اذا کنت جائعا ؛ وتعلم منہ
انہ لیس بمنع ؛ اور چھوڑ کھانیوالے کو مگر جس صورت مین کہ تو بھوکا ہو اور اُسکا حال جانتا ہو کہ وہ کھانے سے منع نکریگا تو ان دو قیدون کے ساتھ اُسپر سلام کر ورنہ نہین
ورنہ مکروہ ہے وقد زدت علیہ المتفقہ علی استاذہ کما فی القنیۃ والمغنی ومطیر الحمام والمحیۃ نقلت سے کذا کمبد استاذ مغنی ظہیرۃ فہذا ختام والزیادۃ تنفع بہ صفا نہر
انا ہو کہ مین نے اسکو ہے ایک شعر اور زیادہ کیا اوّل شاگرد کا سلام استاد پر یعنی جب استاد مشغول پڑھانے مین ہو دوم گانے والا سوم کبوتر اڑانے والا اور یہ تین اکو
ایک شعر پر ما کر قنیہ اور مغنی کے سابق مین لا دیا اور یون کہا کہ یہی حکم ہوا استاد و مغنی اور کبوتر اڑانے والے کا اور یہ خاتمہ ہوا ان لوگون کا جنپر سلام مکروہ ہے اور یہ میرا زیادہ کرنا مفید بہ تحقیق
ان ہی ممنوعات ان لوگون کو بھی پڑھایا ہی تو پڑھا آدمی شعر کا پھر لا الا و لٹکو اور جبڑیا لنہ والا اور جوان زمین قصہ ان لوگون کی تبا ہونیکا پر شارح نے ادرجو لوگون کو لایا انکے
وسعت اور جو لایک کرتا ہو کذا فی البدائع المکبر یہ وصح فی الخیا و بوب بالرد فی بعضہا واجب فی قولہ السلام علیکم بجزم المیم اور مضمار معنوی مین تصریح کی ہے کہ جب یہ نے جواب سلام
کی بعض ان صورتون مین ورنہ واجب ہو نیسے جواب کے سلام علیکم کہنے مین میم سلام کے جزم کے ساتھ ہم شامی نے ظہیریہ سے نقل کیا کہ لفظ سلام یا اسطرح ہے کہ
السلام علیکم یا یون ہے کہ سلام علیکم ان دونون کے سوا اور طرح پر کہنا جیسے عوام کہتے ہین سلام نہوگا اور نہ اُسکا جواب واجب ہے شارح نے خزائن الاسرار مین جلال الدین
سیوطی کی نظم لکھی ہے جنمین وہ لوگ منضبط کیے ہین جنپر جواب سلام واجب نہین چنانچہ کہا کہ سلام کا جواب دینا اُن لوگون پر واجب نہین جو نماز مین مصروف ہو جو کھانے مین یا
پینے مین یا قرات یا دعا یا ذکر یا خطبہ یا لبیک کہنے مین یا قضاء حاجت یا تکبیر یا اذان مین مشغول ہو یا سلام کرنے والا لڑکا یا متوالا یا عورت جوان یا فاسق یا سوتا ہوا یا
اونگھنے والا یا جماع کی حالت مین ہو یا حکم کا خواہان ہو یا حمام مین ہو یا دیوانہ ہو کذا فی الشامی والتنحنح بحرفین بلا عذر اما بہ بان نشاء من طبعہ فلا او بلا غرض صحیح فان نحیین
صوتہ او لیہتدی امامہ او للاعلام انہ فی الصلوٰۃ فلا فساد علی الصحیح اور فاسد کرتا ہے نماز کو کھنکھارنا دو حرفون سے بدون عذر کے یعنی اُح اُح کرنا بلا عذر مفسد نماز ہے اور اگر زیادہ
حرف نکلین تو بطریق اولی مفسد ہے اور بدون حروف کے کھنکھارنا بلا عذر مفسد نہین بلکہ مکروہ ہے کذا فی الشامی اور کھنکھارنا عذر کے ساتھ اسطرح کہ نمازی کی طبیعت
خود بخود بدون تکلف پیدا ہو وہ مفسد نہین یا مفسد نماز ہے کھنکھارنا بدون کسی غرض صحیح کے پس اگر اپنی آواز کی درستی کے لیے کھنکھارے یا اسلیے کہ امام کو اطلاع ہو جائے کہ غلطی
کو چھوڑکر صواب اختیار کرے یا کھنکھارنے سے یہ بتلانا منظور ہو کہ مین نماز مین ہون تو ان صورتون مین نہ فساد ہے نہ کراہت مذہب صحیح پر ہم قیاس اسکا مقتضی ہے کہ کھنکھارنا مفسد ہے
کیونکہ وہ کلام ہے اور کلام مفسد ہے مگر غرض صحیح مین کھنکھارنے کا مفسد نہونا نص کے سبب اختیار کیا گیا یعنی سنن ابن ماجہ مین حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ مین آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین دو بار حاضر ہوا تھا ایکبار دن مین اور ایکبار رات مین تو جسوقت مین آتا اور آپ نماز پڑھتے ہوتے تو میرے لیے کھنکھار دیتے اس سے معلوم
ہوا کہ غرض صحیح کے باعث کھنکھارنا منع نہین کذا فی الشامی والدعاء بما یشبہ کلامنا خلافا للشافعی اور فاسد کرتا ہے نماز کو دعا مانگنا اُن الفاظ سے جو مشابہ ہون ہماری
گفتگو سے برخلاف امام شافعی کے ہم دعا مشابہ لوگون کی گفتگو کے وہ ہے جو نہ قرآن مین ہو نہ حدیث مین اور اُسکا مانگنا بندون سے محال نہو جیسے الٰہی مجکو فلانی سے ذلیل
وغیرہ تو اگر ایسی دعا ہو جو قرآن یا حدیث مین ہو یا اُسکا طلب کرنا بندون سے محال ہو تو اُس سے نماز فاسد نہوگی کذا فی البحر والانین ہو قولہ آہ بالقصر والتأوہ ہو قولہ
آہ بالمد والتأفیف اف او تف والبکاء بصوت یحصل بہ حروف لوجع او مصیبۃ قید للاربعۃ الا لمریض لا یملک نفسہ عن انین وتأوہ لانہ حینئذ کعطاس وسعال
وجشاء وتثاؤب وان حصل حروف للضرورۃ اور فاسد کرتا ہے نماز کو انین یعنی آہ کہنا نمازی کا الف کے قصر سے اور تأوہ یعنی مد الف سے آہ کرنا اور مفسد نماز ہے تأفیف یعنی اف کرنا
یا تف کرنا اور مفسد ہے رونا ایسی آواز سے کہ اُس سے حروف پیدا ہون بسبب درد یا مصیبت کے شارح نے کہا کہ درد یا مصیبت چارون کی قید ہے یعنی انین اور آہ کرنا اور اف کرنا
اور حروف آمیز آواز سے رونا درد یا مصیبت کے باعث مفسد ہے مگر اُس مریض کے لیے مفسد نہین جو اپنے نفس کو آہ کرنے سے نہین روک سکتا اسلیے کہ اسکا آہ کرنا اسوقت ایسا ہے
جیسا چھینکنا اور کھانسنا اور ڈکار لینا اور جمائی لینا اگرچہ حروف پیدا ہون کہ یہ امور مفسد نہین ضرورت کی جہت سے ہم اف اسم فعل ہے بمعنی نہی یعنی تنگ ہوت کراہت اور اسمین چند
لغتین ہین یعنی ضمہ ہمزہ کے ساتھ فا کی تینون حرکتین مخففہ اور مشددہ اور تنوین سے اور بلا تنوین جائز ہین نہر الفائق مین کہا کہ رونا آنسوون سے بلا آواز یا آواز کے

قولہ جن لوگون پر سلام کا جواب واجب نہین ۱۲

انا للہ پڑھنے میں حروف ہوں مفسد نماز نہیں کذا فی الشامی لا لذکر الجنۃ او النار فلو اعجبتہ قراءۃ الامام فجعل یبکی ویقول بلی او نعم او آری لا تفسد سراجیۃ لدلالتہ علی الخشوع
نہیں منع ہے آہ وغیرہ کرنا بسبب ذکر جنت یا دوزخ کے پس اگر اچھی معلوم ہوئی مقتدی کو امام کی قرأت اور رونے لگا کیوں نہیں یا ہاں یا البتہ تو نماز فاسد نہ ہوگی کذا
فی السراجیۃ بسبب دلالت کرنے ان الفاظ کے خشوع پر جو نماز میں مطلوب ہے یعنی ذکر جنت یا دوزخ سے رونا اور آہ کرنا گویا یوں کہنا ہے کہ الٰہی تجھ سے جنت مانگتا ہوں اور مجکو
دوزخ سے بچا اور چونکہ اس طرح کی دعا مفسد نہیں اسلیے آہ وغیرہ کرنا بھی مفسد نہ ہوگا خشوع پر دلالت کرنے سے معلوم ہوا کہ اگر صرف خوش لہجہ ہونے کی جہت سے مزہ لیکر روئیگا
تو نماز فاسد ہو جائیگی اور درد اور مصیبت کے سبب آہ کرنا اظہار درد ہے اور لوگوں کے کلام سے مشابہ ہوا اسلیے مفسد ٹھہرا کذا فی الشامی ولو تشمیت عاطس بیرحمک
اللہ ولو من العاطس لنفسہ لا اور فاسد کرتا ہے نماز کو جواب دینا نمازی کا چھینکنے والے کو یعنی چھینک ہو اور وہ الحمد للہ کہے اور نمازی یرحمک اللہ کہے یعنی خدا تجھ پر رحم کرے اور اگر جواب چھینکنے والا
نمازی سے ہو وہ خود اپنے نفس کے لیے تو مفسد نہیں یہ شامی نے لکھا کذا فی الخیرہ بدل ہے عاطس سے اسلیے کہ تشمیت عاطس میں اضافت ہے فاعل کی طرف مفعول کی اور یہ الفاظ شارح نے صرف
مقابلہ کو ظاہر کیا اور یہ بہتر ہے کہ عبارت سے ساقط کیا جائے کیونکہ تشمیت کا فاعل نمازی ہے اور مفعول عاطس پھر غیرہ کی کیا حاجت ہے اور بعض تشمیت کہ وہ اخبر کرنے کے لیے اور
وجہ فساد کی یہ ہے کہ غیر کو طرف خطاب کی جہت سے بچا لوگوں کے کلام میں داخل ہوگیا اسلیے اگر اپنے نفس کو خطاب کرکے یرحمک اللہ کہا تو اپنا خطاب ہونے کی جہت سے
نہ کلام ہوگا نہ مفسد لیکن الحلبی میں ہے تشمیت اور ایسے الحمد للہ آمین کہنا بعد جواب چھینک کے اپنے لیے آمین کہا تو نماز فاسد ہو جائیگی اور غیرہ کے لیے کہے تو فاسد
نہ ہوگی کم صورت اس مسئلہ کی ظاہر ہے یوں ہے کہ مثلاً حامد اور محمود نماز پڑھتے ہیں اور حامد نے چھینکا سالم نے الحمد للہ کہا حامد نے نماز میں یرحمک اللہ کہا جامد و محمود دونوں نے
کہا آمین تو اس صورت میں نماز حامد کی فاسد ہوگی کہ اسنے خود اپنے حق میں دعا کا جواب دیا اور محمود کی نماز فاسد نہ ہوگی کہ غیر کے لیے آمین کہا کذا فی الطحطاوی و
جواب خبر سوء بالاسترجاع علی المذہب لانہ بقصد الجواب صار کلام الناس اور مفسد نماز ہے جواب بری خبر کا دینا انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھکر جیسے کوئی مرجائے
اسلیے کہ یہ جملہ پڑھنا جواب کے ارادہ سے مثل لوگوں کے کلام کے ہوگیا علی المذہب کی قید سے ظاہر ہے کہ قول کا رد ہوا کہ اسمیں عدم فساد کی تصحیح کی ہے اور یہ
مخالف متون اور شروح کے ہے کذا فی الحلیۃ والبحر وکذا الفساد بکل ما قصد بہ الجواب کان قیل مع اللہ الہ فقال لا الہ الا اللہ او مالک فقال الخیل والبغال والحمیر
او من این جئت فقال وبیر معطلۃ وقصر مشید اور اسی طرح فاسد کرتا ہے نماز کو ہر ایک جملہ جس سے نمازی نے قصد کیا ہو جواب دینے سائل کا اگرچہ وہ جملہ قرآن کا ہو مثلاً اگر
کہا گیا کہ کیا ہے خدا کے ساتھ کوئی معبود تو نمازی نے جواب میں کہا لا الہ الا اللہ یعنی کوئی معبود نہیں سوا خدا تعالیٰ کے یا کسی نے کہا کہ تیرا مال کیا ہے تو نمازی نے کہا کہ گھوڑے
اور خچر اور گدھے یا کسی نے کہا تو کہاں سے آیا تو نمازی نے کہا اور کنوئیں بیکار اور محل گچ کیے ہوئے تو ان سب صورتوں میں نماز فاسد ہو جائیگی کم نماز کا فاسد ہونا استرجاع یا
قرآن کے جملوں سے طرفین کے نزدیک ہے نہ ابو یوسف کے امام ابی یوسف کے نزدیک جو جملہ ثنا ہو یا قرآن کا ہو وہ نیت سے نہیں بدلتا یعنی ثنا یا قرآن ہی رہتا ہے اور
طرفین کے نزدیک بدل جاتا ہے یعنی کلام ہو جاتا ہے اور قصد جواب کی قید کا فائدہ شارح آگے بیان کریگا او الخطاب کقولہ لمن اسمہ یحیی او موسیٰ یا یحیی خذ الکتاب
بقوۃ او وما تلک بیمینک یا موسیٰ مخاطبا لمن اسمہ ذلک او لمن بالباب ومن دخلہ کان آمنا یا قصد کیا جائے اس جملے سے خطاب تب بھی مفسد ہوگا جیسے نمازی کا
کہنا اس شخص سے جسکا نام یحیی ہے یہ آیت (یا یحیی خذ الکتاب بقوۃ) یعنی اے یحیی پکڑ کتاب کو زور سے یا جسکا نام موسیٰ ہے اسکو یہ کہنا (وما تلک بیمینک یا موسیٰ) یعنی اور کیا ہے
تیرے داہنے ہاتھ میں اے موسیٰ یہ آیتیں کہے مخاطب ہو کر ایسے جنکا نام یہ ہے یعنی یحیی یا موسیٰ یا دروازے پر والے شخص سے یہ کہنا کہ جو کوئی اسمیں داخل ہوگا وہ بےخوف
ہوگا کم خطاب کی صورت میں سب کے نزدیک نماز فاسد ہوتی ہے امام ابو یوسف بھی خطاب کی صورت میں قرآن کو لوگوں کے کلام میں داخل کرتے ہیں کیونکہ قرآن کسی
شخص کے خطاب کے لیے موضوع نہیں جیسے نمازی خطاب کرتا ہے کذا فی الشامی فروع مسائل لاحقہ شارح کے سمع اسم اللہ تعالیٰ فقال جل جلالہ او النبی صلی اللہ
وسلم فصلی علیہ او قراءۃ الامام فقال صدق اللہ ورسولہ تفسد ان قصد جوابہ نمازی نے خدا تعالیٰ کا نام سنکر کہا جل جلالہ یعنی بڑی ہے بزرگی اسکی یا نبی صلی اللہ
علیہ وسلم کا نام سنا اور آپ پر درود پڑھا یا امام کی قرأت سنی اور کہا سچ کہا اللہ نے اور اسکے رسول نے تو ان کلمات سے نماز فاسد ہوگی اگر متکلم کے جواب کا قصد

کیا ہو گا م یعنی اگر بقصد تعظیم اور ثنا کے کہیگا تو نماز فاسد نہوگی اور کہنا استاد مقبرا ہو کہ اپنے آپ سے اور اگر ایسی طرح کہا کہ خود بھی نہ سنا تو نماز فاسد نہوگی کذا فی الشامی
والطحاوی ونسمع ذکر الشیطان فلعنہ تفسد وقیل لا اور اگر نمازی نے ذکر شیطان کا سنا اور اسکو لعنت کیا تو نماز فاسد ہوگی اور قول ضعیف یہ ہے کہ فاسد نہوگی ولو حوقل لدفع
الوسوسۃ ان لامور الدنیا تفسد لا لامور الاخرۃ اور اگر نمازی نے لاحول پڑھی وسوسہ کے دور ہونیکے لیے تو اگر امور دنیا کے لیے دفع وسوسہ ہو تو فاسد ہوگی نہ امور آخرت
کے لیے ولو سقط شیئ من السطح فبسمل او دعی لاحد او علیہ فقال آمین تفسد اور اگر چھت پر سے کوئی چیز گری سو نمازی نے کہا بسم اللہ یا کسی کے لیے دعاء خیر یا دعاء بد کی
اور نمازی نے کہا آمین تو نماز فاسد ہوگی ولا تفسد فی الکل عند الثانی والصحیح قولہما علا القصد التکلم اور نہیں فاسد ہوتی ہے نماز کل صورتوں میں امام ابو یوسف کے نزدیک اور صحیح قول
طرفین کا ہی بسبب عمل کے نیکے تکلم کو قصد یعنی چونکہ الفاظ مذکورہ نہ ثنا یا قرآن ہیں یا ثنا اور یہ دونوں بحسب اعراب کی صورتوں میں امام ابو یوسف کے نزدیک قصد تکلم سے متغیر نہیں ہوتے
اسلیے نماز فاسد نہیں ہوتی لیکن شیطان کو لعنت کرنے میں اگر ان الفاظ کو ذکر کیا جو قرآن میں ہیں تب تو شامی کا قول یہ ہے اور اگر دوسرے الفاظ سے لعنت کیا تو وہ جملہ
نہ ثنا ہوگا نہ قرآن تو ظاہر امام ابو یوسف کے نزدیک بھی فاسد ہوگی مگر کوئی محشی اسکے درپے نہیں ہوا حتی لو امتثل امر غیرہ فقیل لہ تقدم فتقدم او دخل فرجۃ الصف احد فوسع لہ
فسدت بل یمکث ساعۃ ثم یتقدم برایہ قہستانی معزیا للزاہدی ومروپانی قنیۃ یہانتک کہ اگر نمازی اپنے غیر کا امر مانیگا مثلا اس سے کسی نے کہا کہ آگے بڑھو اور وہ آگے
بڑھ گیا یا جماعت کے فرجہ میں کوئی گھسا اور نمازی نے اسکو جگہ دی تو اسکی نماز فاسد ہو جائیگی بلکہ ایک ساعت توقف کرے پھر اپنی تجویز سے آگے بڑھے کذا فی القہستانی
منسوب بزاہدی اور یہ مسئلہ باب امامت میں گذر گیا اور آگے آویگا تو خبردار رہنا وقید بقصد الجواب لانہ لو لم یرد جوابہ بل اراد اعلامہ بانہ فی الصلوۃ لا تفسد اتفاقا
ملک وملتقی اور ماتن نے فساد نماز میں ان جملوں سے قید جواب کے قصد کی لگائی اسلیے کہ اگر نمازی جواب متکلم کا ارادہ نہ کریگا بلکہ یہ جتانا چاہیگا کہ میں نماز کے اندر
ہوں تو نماز باتفاق فاسد نہوگی بیان کیا ہے اسکو ابن ملک نے اور مصحح ہے ملتقی میں وفتحہ علی غیر امامہ الا اذا اراد التلاوۃ اور مفسد نماز ہے نمازی کا لقمہ دینا اپنے امام
سوا دوسرے شخص کو یعنی قراءت میں رکنے والے کو بتانا مگر جس صورت میں کہ ارادہ کرے تلاوت کا نہ تعلیم کا تو مفسد نہوگا م یہ صورت شامل ہے مقتدی کے ایک دوسرے کو
بتانے کو یا یہ کہ مقتدی منفرد کو بتاوے یا بالعکس یا یہ کہ نمازی اس شخص کو بتاوے جو نماز نہیں پڑھتا ہے تو ہر صورت بتانیوالے کی نماز فاسد ہوگی کیونکہ بتانا تعلیم ہے بدون
حاجت کے جو نماز کا منافی ہے وکذا الاخذ الا اذا تذکر فتلا قبل تمام الفتح اور اسیطرح مفسد نماز ہے لقمہ کا لینا نمازی کا مگر جبکہ نمازی خود یاد کرکے پڑھے پہلے پورا ہونے لقمہ
دینے کے تو مفسد نہوگا یعنی اگر نمازی کو دوسرا شخص بتاوے تو اگر وہ اسکا بتایا ہوا پڑھیگا تو نماز فاسد ہوگی اور اگر ہنوز بتانیوالا بتانے نہ پایا تھا کہ خود یاد آگیا اور پڑھا تو فاسد نہوگی
بخلاف فتحہ علی امامہ فانہ لا یفسد مطلقا لفاتح واخذ بکل حال الا اذا سمعہ المؤتم من غیر مصل ففتح بہ تفسد صلوۃ الکل بخلاف لقمہ دینے نمازی کے اپنے امام کو کہ وہ مفسد
نماز نہیں مطلقا یعنی نہ لقمہ دینے والے کی نماز کا مفسد ہے نہ لینے والے کی نماز کا ہر حال میں یعنی برابر ہے کہ امام اسقدر پڑھ چکا ہو جس سے نماز درست ہو جاتی ہے یا نہ پڑھ چکا ہو یا ایک
آیت سے دوسری کی طرف چلا گیا ہو یا نہیں لقمہ دینا پہلے ہی بار ہو یا دوسری تیسری بار کسیطرح مفسد نماز نہیں ہاں اگر مقتدی نے کسی نماز نہ پڑھنے والے سے لقمہ کو سنکر
اپنے امام کو بتایا اور امام نے لے لیا تو سب کی نماز فاسد ہوگی م اسلیے کہ جب مقتدی نے خارج آدمی کا بتایا ہوا لیا تو اسکی نماز فاسد ہوگئی اب اگر امام کو بتاویگا اور وہ
لیگا تو امام کی نماز فاسد ہوگی اور اسکے فساد کی جہت سے سب کی نماز باطل ہوگی کذا فی الشامی حلبی نے کہا کہ غیر مصلی سے یہ مراد ہے کہ مقتدی جس نماز کو پڑھتا ہے اسمیں اسکا شریک نہو
خواہ دوسری پڑھتا ہو یا بالکل کوئی نہ پڑھتا ہو وینوی الفتح لا القراءۃ اور لقمہ دینے والا مقتدی نیت بتانے کی کرے نہ قراءت کی کیونکہ قراءت پیچھے امام کے ممنوع ہے لقمہ دینا
ہم مقتدی کے حق میں فورا لقمہ دینا مکروہ ہے بلکہ توقف کرے تاکہ امام دوبارہ پڑھکر خود نکال لے اسیطرح امام کے حق میں مکروہ ہے کہ قراءت میں ناری کی اور الجھے کہ مقتدی
کو بتانا ہی پڑے بلکہ اسکو چاہیے کہ متشابہ کو چھوڑ کر دوسری آیت پڑھنے لگے جسکے ملانے سے معنی نہ بگڑتے ہوں یا دوسری سورۃ شروع کردے یا اگر قراءت بقدر واجب
پڑھ چکا ہو تو رکوع کرے کذا فی الشامی ولو جری علی لسانہ نعم او آری ان کان یعتادہا فی کلامہ تفسد لانہ من کلامہ والا لا لانہ قرآن اور اگر نمازی کی زبان سے
نعم یا آری نکل گیا تو اگر اس کلمہ کا عادی ہو اپنی گفتگو میں یعنی یہی اسکا تکیہ کلام ہو تو نماز فاسد ہوگی اسلیے کہ یہ الفاظ منجملہ اسکے کلام کے متصور ہونگے اور اگر تکیہ کلام نہیں

تو نماز فاسد ہوگی کیونکہ لفظ قرآن ہی شامی نے کہا کہ جو لوگ مراہقت کے قائل ہین کہ قرآن نظم الفاظ و معانی دونون کا نام ہی انکے قول کے بموجب یہ قرآن نہین ہوسکتا واکل وشرب مطلقا ولو سمسمۃ ناسیا الا اذا کان بین اسنانہ اکول دون الحمصۃ کما فی الصوم ہو الصحیح قالہ الباقانی فابتلعہ اور مفسد نماز ہی کھانا نمازی کا اور پینا اسکا مطلقاً یعنی تھوڑا یا بہت دانستہ ہو یا بھولکر اگرچہ ایک تل ہی کھائے بھولکر یا ایک قطرہ پانی کا بھولکر پی جاوے تب بھی مفسد نماز ہے مگر اسصورت مین کہ نمازی کے دانتون کے درمیان کوئی کھانے کی چیز ہو اور اسکو نگل جاوے تو نماز فاسد نہوگی شارح نے کہا کہ دانتون کے اندر چنے سے کم ہو جیسا کہ روزہ مین ہی کہ اگر اسقدر دانتون کے درمیان سے نگل جاویگا تو روزہ نہ جاویگا یہی قول صحیح ہی کہا ہی اسکو باقانی نے شرح ملتقی مین اما المضغ فمفسد کسکر فی فیہ یبتلع ذوبہ اور چبانا تو مفسد ہے جیسے شکر نمازی کے منہ مین ہو اور گھلتی ہو کہ نگلتا ہو شامی نے کہا کہ چبانے سے مراد یہی کہ زیادہ چبانے یعنی تین بار یا اکثر اور اس عبارت سے شارح نے یہ فائدہ ظاہر کیا کہ مفسد نماز یا تو چبانا ہی یا منہ والی چیز کا پیٹ مین پہنچانا یعنی صرف مزہ کسی چیز کا مفسد نماز نہین مثلاً اگر کسی نے شکر کی ڈلی نگل کر نماز کی نیت کی اور اسکی شیرینی منہ مین باقی ہی تو اسکے نگلنے سے نماز فاسد نہوگی والمفسد انتقالہ من صلوۃ الی مغایرتہا ولو من جہۃ کان منفردا فکبر ینوی الاقتداء وعکسہ وہو بقیۃ الغایۃ بخلاف نیۃ الظہر بعد رکعۃ الظہر الا اذا تلفظ بالنیۃ فیصیر مستانفا مطلقا اور فاسد کرتا ہی نماز کو جانا نمازی کا ایک نماز سے اسکی غیر مین اگرچہ غیر ہونا کسی جہت سے ہو یعنی اگر اکیلا نماز پڑھتا ہو پھر اقتدا کی نیت سے تکبیر کہے یا اسکا عکس یعنی مقتدی ہو تکبیر نیت تنہا پڑھنے کی کرے تو از سر نو پڑھنے والا ہو جاویگا یعنی جس نماز کو اول شروع کیا تھا وہ فاسد ہو جاویگی مثلاً ظہر کی نماز پڑھتا تھا ایک رکعت کے بعد پھر اسکی نیت عصر کی کرلی تو ظہر کی نماز فاسد ہو جاویگی بخلاف نیت ظہر کے بعد ایک یا دو رکعت ظہر کے یعنی اگر ایک ہی نماز کی نیت دوبارہ کی تو پہلی نماز فاسد نہوگی مثلاً ظہر کی نماز پڑھتا تھا ایک رکعت کے بعد پھر اسی ظہر کی نیت کی تو اول رکعت باطل نہوگی مگر اس صورت مین کہ نیت کے الفاظ منہ سے کہے تو اس صورت مین از سر نو پڑھنے والا ہو جاویگا مطلقا یعنی خواہ غیر نماز کی نیت کرے یا خواہ اسی کی کرے تلفظ نیت سے پہلی نماز فاسد ہوگی کیونکہ نیت کا تلفظ کلام ہی اور کلام نماز کا مفسد ہی کذا فی الشامی وقراءۃ من مصحف ای ما فیہ قرآن مطلقا لانہ تعلم اور مفسد نماز ہی نمازی کا پڑھنا مصحف کو دیکھکر یعنی جس مین قرآن لکھا ہو خواہ مصحف ہو یا محراب ہو یا آیت دیکھکر پڑھنا مفسد ہی مطلقا خواہ تھوڑا پڑھا ہو یا بہت امام ہو یا منفرد بدون دیکھے پڑھنا اسکو ممکن ہو یا نہین ہر صورت مین مفسد ہی اسلیے کہ یہ پڑھنا تعلیم ہی امام اعظم کے نزدیک دیکھکر پڑھنے مین وجہ فساد کی دو طرح سے ذکر کی ہی اول وجہ وہ یہ ہی کہ اسمین قرآن کا اٹھانا اور اسکو دیکھنا اور ورق لوٹنا پڑتا ہی یہ عمل کثیر ہی اور دوسری وجہ جو کافی نے بیان کی ہی یہ ہی کہ اسطرح پڑھنا تعلیم ہی گویا قرآن سکھاتا جاتا ہی اور نمازی سیکھتا ہی اور تعلم وتعلیم نماز کی مفسد ہی کذا فی الشامی الا اذا کان حافظا لما قراہ وقرا بلا حمل ہان اگر حافظ ہو اسکا جسکو دیکھکر پڑھا اور بدون قرآن اٹھانے کے پڑھا تو اس صورت مین نماز فاسد نہوگی کیونکہ دونون وجہین فساد کی اس صورت مین مفقود ہین وقیل لا تفسد الا بآیۃ واستظہرہ الحلبی اور ایک قول یہ ہے کہ نماز فاسد نہوگی مگر ایک آیت سے اور ظاہر کہا ہی اسکو حلبی نے یعنی اسوجہ سے کہ ایک آیت سے امام کے نزدیک نماز جائز ہوتی ہے وجوزہ الشافعی بلا کراہۃ وہما بہا للتشبہ باہل الکتاب ای ان قصدہ فان التشبہ بہم لا یکرہ فی کل شیء بل فی المذموم وفیما یقصد بہ التشبہ کما فی البحر اور جائز رکھا ہی دیکھکر پڑھنا امام شافعی نے بدون کراہت کے اور صاحبین نے اسکو جائز رکھا ہی کراہت کے ساتھ بسبب مشابہت اہل کتاب کے کہ وہ بھی نماز مین توریت و انجیل دیکھکر پڑھتے ہین یعنی اگر نمازی قصد تشبہ کا کریگا تو کراہت ہوگی کیونکہ مشابہ ہونا اہل کتاب کا ہر چیز مین مکروہ نہین مثلا کھانا اور پینا اور دوسری ضروریات بدنی مسلمانون اور اہل کتاب مین یکسان ہین تو مشابہت مین کچھ حرج نہین بلکہ بری بات مین مشابہت مکروہ ہی اور اس چیز مین مکروہ ہی جس مین قصد مشابہ ہونیکا کیا جاوے چنانچہ بحر الرائق مین ہی ویفسدہا کل عمل کثیر لیس من اعمالہا ولا لاصلاحہا اور فاسد کرتا ہی نماز کو ہر عمل کثیر جو نماز کے اعمال مین سے نہو اور نہ نماز کی اصلاح کے لیے ہو نماز کے اعمال مین سے نہو یعنی اگر مثلا رکوع یا سجدہ زیادہ کر لیا تو یہ مفسد نہوگا اگرچہ عمل کثیر ہی مگر نماز کے اعمال مین سے ہی اسیطرح اصلاح کے لیے عمل کثیر مفسد نہین جیسے بے وضو ہو جانے سے وضو کو جانا کذا فی الشامی وفیہ اقوال خمسۃ اصحہا ما لا یشک بسببہ الناظر من بعید فی فاعلہ انہ لیس فیہا اور عمل کثیر کی تعریف مین پانچ قول ہین انمین سے صحیح تر یہ ہی کہ عمل کثیر وہ ہی کہ جسکے سبب سے دور سے دیکھنے والا اسکے کرنیوالے کی نسبت اس بات مین تردد نکرے کہ وہ نماز کے اندر نہین ہی دور سے دیکھنے والے سے یہ مراد ہی کہ جسکے سامنے نماز شروع نکی ہو حاصل یہ کہ عمل کثیر وہ ہی کہ اسکا کرنیوالا دیکھنے والے کی نظر مین

بدلیل غالب معلوم ہو کہ نماز نہیں پڑھتا یہ ایک قول ہے اور دوسرا قول یہ ہے کہ جو کام عادت دونوں ہاتھوں سے کیا جاتا ہو وہ کثیر ہے اگرچہ نمازی اسکو ایک ہاتھ سے کرے جیسے پگڑی باندھنا
یا جامہ کا باندھنا اور جو ایک ہاتھ سے کیا جاتا ہو وہ قلیل ہے اگرچہ نمازی دونوں ہاتھوں سے کرے جیسے ٹوپی کا پہننا یا اتارنا تیسرا قول یہ ہے کہ تین حرکتیں متصل ہوں تو کثیر ہیں ورنہ قلیل چوتھا قول
یہ ہے کہ کثیر وہ ہے کہ خیال کا مقصود ہو یعنی جسکے لیے جدا مجلس کرتا ہو پانچواں قول یہ ہے کہ عمل کثیر وہ ہے جسکو نمازی خود بہت سمجھے کذا فی الشامی مختصراً اور ان میں سے اظہر
پہلا قول ہے ... دیکھنے والا اگر دیکھے کہ کام کرنے والا نماز میں ہے یا نہیں تو وہ عمل قلیل ہے لیکن مشکل پڑتی ہے مسئلہ چھونے اور بوسہ لینے سے
... قلیل ... کیونکہ ایک ... اور ... شہوت ... یا بغیر شہوت کے اسکا بوسہ لیا تو نماز عورت کی فاسد ہو جاتی ہے
حالانکہ عورت ... میں کوئی فعل ... نہیں ہوا ... جیسا کہ شارح فرع میں ذکر کریگا فلا تفسد برفع یدیہ فی تکبیرات الزوائد علی المذہب
یعنی مذہب میں الفساد ... نہیں فاسد ہوتی ہے نماز نمازی کے اٹھانے سے دونوں ہاتھوں کو رکوع کرنے کے وقت اور ... سر اٹھانے کے وقت مذہب قوی کے بموجب ...
کہ روایت کیا گیا ہے وہ مخالف ہے روایت اور درایت کے ... طحاوی ... تکبیرات زوائد سے مراد رکوع کرنیکا اور ... سر اٹھانیکا وقت ہے اور انکو تکبیرات زوائد کہنا خلاف اصطلاح
فقہا ہے اسلیے کہ فقہا کی اصطلاح میں تکبیرات عیدین کو زوائد کہتے ہیں اور روایت فساد وہ ہے جو کہ مکحول نے حضرت امام سے کی ہے کہ رکوع کے وقت اور ... سر اٹھانے کے وقت
ہاتھوں کا ... مفسد ہے اور ... اسکے شاذ ہونے کی ... یہ ہے کہ عمل کثیر صحیح قول کے بموجب وہ ہے کہ دیکھنے والے کو ... معلوم ہو کہ اسکا کرنے والا نماز میں نہیں ہے ... دونوں ہاتھوں سے کیا جاتا ہے
کذا فی الشامی ولیفسد بالسجود علی النجس وان اعادہ علی طاہر بخلاف یدیہ ورکبتیہ علی الظاہر اور فاسد کرتا ہے نماز کو سجدہ کرنا نمازی کا ناپاک چیز پر اگرچہ اسکو پاک چیز پر دوبارہ ...
بخلاف دونوں ہاتھوں اور گھٹنوں کے کہ اگر انکو نجس پر رکھا ہوگا تو نماز فاسد نہ ہوگی ظاہر روایت پر ... فساد نماز سجدہ کی صورت میں قول طرفین کا ہے اور ابو یوسف کے نزدیک ...
فاسد ہوتا ہے نماز اسلیے اگر طاہر چیز پر پھر کر سجدہ کریگا تو ابو یوسف کے نزدیک نماز صحیح ہو جاویگی اور طرفین کے نزدیک ... صحیح نہیں کیونکہ انکے نزدیک نماز قابل قسمت نہیں ...
ایک جز فاسد ہوا کل فاسد ہوگی اور ہاتھوں اور گھٹنوں کے مسئلہ میں عدم فساد اس ... ہے کہ ... رکھنا نماز میں ... شرط نہیں کذا فی الشامی ولیفسد باداء رکن حقیقۃ اتفاقاً
او تمکنہ بسنتہ وہو قدر ثلث تسبیحات مع کشف عورۃ او نجاسۃ مانعۃ او وقوع لزحمۃ فی صف نساء او امام امام عند الثانی وہو المختار فی الکل الا الاخیر قالہ الحلبی اور فاسد
کرتا ہے نماز کو حقیقت میں ادا کرنا ایک رکن کا بالاتفاق امام ابو یوسف و محمد کے یا قادر ہونا نمازی کا ادا سے رکن پر موافق سنت کے یعنی بقدر تین دفعہ سبحان اللہ کہنے کے توقف کرنا فاسد
کرتا ہے امام ابو یوسف کے نزدیک برہنگی کے کھلے رہنے کے ساتھ یا نجاست نماز کی مانع کے لگ جانے کی صورت میں یا بھیڑ کے باعث عورتوں کی صف میں جا پڑنے یا امام سے آگے ہو جانے
کی صورت میں اور یہی قول مختار ہے ان سب مسئلوں میں کیونکہ زیادہ احتیاط والا ہے بیان کیا ہے اسکو حلبی نے تو حاصل یہ ہے کہ اگر نمازی کی برہنگی بقدر ربع عضو کہ مانع نماز ہے کھل گئی پس اگر حقیقت
میں اسنے کوئی رکن ادا کر لیا تب تو ابو یوسف اور محمد دونوں کے نزدیک نماز فاسد ہوگی اور اگر واقع میں ادا نہیں کیا مگر اتنا عرصہ لگا کہ ادا کر سکتا تھا یعنی تین بار سبحان اللہ کہنے کے موافق
دیر لگی تو ابو یوسف کے نزدیک نماز فاسد ہو جاویگی اس سے معلوم ہوا کہ اگر اس قدر ... کے دیر تک برہنگی کھلی رہی تو نماز کسی کے نزدیک فاسد نہ ہوگی اور یہی حال ہے اگر نجاست بدن پر لگ گئی
یا اتفاقاً نجاست پر کھڑا ہو گیا یا عورتوں کی صف میں کسی طرح سے جا پڑا یا امام سے آگے نکل گیا تو اگر ان صورتوں میں کوئی رکن ادا کریگا تو بالاتفاق نماز فاسد ہوگی اور اگر اتنا ٹھہرا
کہ رکن ادا کر سکتا تھا تو ابو یوسف کے نزدیک فاسد ہوگی طحاوی نے کہا کہ زحمت کی قید اتفاقی ہے ... وصلوٰتہ علی مصلی مضرب نجس البطانۃ بخلاف غیر مضرب ومبسوط علی نجس
ان لم یظہر لون او ریح اور فاسد کرتا ہے نماز کو نماز پڑھنا نمازی کا ایسی جانماز پر جسکا استر ناپاک ہے ... اور بخلاف ... ہو لیکن ناپاک پر اگر رنگ یا بو نجاست
کا ظاہر نہو کہ اس صورت میں نماز فاسد نہو گی ... اگر ناپاک زمین یا فرش وغیرہ پر کوئی پاک کپڑا بچھایا تو اگر کپڑا ایسا باریک ہے کہ اسمیں سے رنگ یا بو نجاست کی معلوم ہوتی ہے تو نماز
درست نہو گی اور اگر گاڑھا ہے تو درست ہو گی شامی نے کہا کہ باریک کپڑا اسجگہ حائل شمار نہو گا جہاں نجاست سجدہ یا قدم کی جگہ ہو گی کیونکہ اس صورت میں سجدہ یا قیام نجاست پر
ہوگا ورنہ مطلق ہوگا ... مفسد نماز نہیں نجاست قریب ہو یا بعید وتحویل صدرہ عن القبلۃ اتفاقاً بغیر عذر اور فاسد کرتا ہے نماز کو پھیر لینا نمازی کا اپنے سینہ کو قبلہ کی جانب
سے بالاتفاق بدون عذر کے شامی نے کہا کہ منہ کا پھیرنا مکروہ ہے نہ مفسد خواہ سارا منہ پھیرے یا تھوڑا فان ظن حدثہ فاستدبر القبلۃ ثم علم عدمہ ان قبل خروجہ من المسجد الفسد

ابحاث قرأت پس اگر نمازی نے اپنا بے وضو ہونا گمان کیا اور قبلہ سے پشت پھیری بسبب عذر کے پھر جانا کہ حدث نہیں ہے تو اگر یہ علم مسجد سے نکلنے کے پیشتر ہو تو نماز فاسد
نہوگی اور اگر بعد نکلنے کے ہوگا تو فاسد ہوگی بسبب مخالفت ہوجانے مکان نماز کے فروع مسائل بحرہ شارح کہتے ہیں مشی مستقبل القبلۃ ہل تفسد ان قدر صف ثم وقف قدر رکن
ثم مشی و وقف کذلک وہکذا لا تفسد وان کثر ما لم یختلف المکان وقیل لا تفسد حالۃ العذر ما لم یستدبر القبلۃ بحر انتہی ذکرہ القہستانی نمازی چلا قبلہ کو منھ کیے تو نماز فاسد ہوگی یا نہیں
جواب اگر بقدر ایک صف کے چلا پھر ٹھہرا بقدر ایک رکن کے پھر چلا اور ٹھہرا اسی طرح یعنی ایک صف اور ایک رکن کی مقدار اور اسی طرح چلا گیا تو فاسد نہوگی اگرچہ بہت دور
چلا اور ٹھہرا ہو جبتک کہ مکان مختلف نہو گا یعنی اگر مسجد میں ہے تو جبتک مسجد سے باہر نہوا ہوگا اور جنگل میں ہے تو جبتک صفوں سے باہر نہوا ہوگا فاسد نہوگی ورنہ
فاسد ہوجائیگی جیسے ایک ہی دفعہ میں دو صفوں کی مقدار چلنے سے فاسد ہوتی ہے کذا فی الشامی اور بعض فقہا نے کہا کہ حالت عذر میں چلنے سے نماز فاسد نہیں ہوتی اگرچہ
بہت چلے اور جگہ مختلف ہوجاوے جبتک کہ قبلہ کی طرف پشت نکرے بحر یہ جو بیان کیا ہے اسکو قہستانی نے ذکر کیا ہے طحطاوی نے کہا کہ قہستانی میں حالت عذر یعنی
بے وضو ہونے کی حالت عذر وہل اشترط فی المفسد الاختیار ظاہرہم لا وقال الحلبی لا اور کیا شرط ہے عمل مفسد میں نمازی کا اختیار ہونا یا نہیں ظاہر کلام فقہا سے یہ ہے کہ شرط نہیں اور حلبی نے کہا
کہ عمل مذکور میں اختیار کا ہونا شرط نہیں ہے طحطاوی نے کہا کہ ظاہر یہ ہے کہ مشروط ہونا [illegible] اسلیے کہ شارح [illegible] کا قول [illegible]
او وضع طیبا او اخرج من مکان الصلوۃ [illegible] لو نزل [illegible] یعنی اگر نمازی کو دوسرے نے گھسیٹا یا اسکو سواری پر سے
کھینچا اور اس وجہ سے وہ چند قدم چلا یا اپنی جگہ سے سواری پر رکھ دیا گیا یا نماز کی جگہ سے نکالا گیا یا نمازی عورت کی پستان میں بچہ نے
یا ایک بار چوسی گئی اور اسکا دودھ اترا یا مرد نے نمازی عورت کو شہوت سے چھوا یا بدن پر شہوت سے اسکا بوسہ لیا تو ان سب صورتوں میں نماز فاسد ہوگی حالانکہ
اختیار کسی میں نہیں پایا جاتا شامی [illegible]
[illegible] والفرق ان فی تقبیلہ ایاہا معنی الجماع نہیں فاسد ہوگی نماز مرد کی اگر عورت نے اسکا بوسہ لیا اور مرد کو اسکی خواہش نہ ہو اور فرق دونوں مسئلوں میں یہ ہے کہ مرد کے بوسہ
لینے میں جماع کے معنی ہیں یعنی اگر عورت نماز پڑھتی تھی اور شوہر نے بوسہ لیا تو عورت کی نماز اسلیے فاسد ہوگی کہ فاعل جماع کا مرد ہوتا ہے تو جب وہ داعی جماع
کوئی عورت کے ساتھ کریگا تو اسکی نماز فاسد ہوجائیگی اور اگر مرد نماز پڑھتا ہو اور عورت نے بوسہ لیا تو عورت فاعل جماع کی نہیں ہے اسلیے اسکی طرف سے داعی کا پایا جانا
داخل جماع نہیں جبتک کہ مرد کو شہوت نہو کذا فی الشامی [illegible] ولو مرۃ لانہ [illegible] او بالحجر [illegible] وعمل کثیر ذکرہ
الحلبی نمازی کے پاس ایک پتھر ہو اسنے اسکو ایک پرند پر پھینکا تو نماز فاسد نہوگی اور اگر کسی انسان پر پھینکا تو فاسد ہوگی جیسے کسیکو مارنا اگرچہ ایک ہی دفعہ
ہو اسلیے کہ مارنا یا پتھر پھینکنا انسان پر یا باہم خصومت ہے یا ادب دینا یا جہل کرنا بہر حال عمل کثیر ہے ذکر کیا ہے اسکو حلبی نے شارح نے [illegible] طحطاوی نے کہا
کہ فیہ میں یوں ہے کہ اگر پتھر زمین سے اٹھا کر پھینکا تو نماز فاسد ہوگی اور اگر اپنے پاس سے پھینکا تو فاسد نہوگی تو اس سے ظاہر ہے کہ پرند اور انسان میں فرق نہیں
معلوم ہوتا اور اگر پاس سے پھینکنے کو عمل کثیر قرار دیجیے تو پرند پر پھینکنے سے بھی نماز فاسد ہوجائیگی انتہی من المفسدات ارتداد بقلبہ باقی رہے مفسدات نماز
آئندہ اول مرتد ہونا نمازی کا اپنے دل میں یعنی نیت یا اعتقاد کفر کرنے سے نماز جاتی رہتی ہے وموت دوسرا مفسد نماز کا مرجانا ہے نمازی کا شامی نے کہا کہ اسکا ثمرہ
اس مسئلہ میں معلوم ہوتا ہے کہ اگر بعد قعدۂ اخیرہ کے امام مرگیا تو نماز مقتدیوں کی باطل ہوگئی نئے سرے سے انکو پڑھنی چاہیئے و جنون واغماء اور مفسد نماز کا جنون
اور بیہوشی اور انکا حکم مفصل صلوۃ مریض کے آخر میں آویگا و کل موجب لوضوء او غسل اور مفسد نماز ہے ہر فعل موجب وضو کا یا غسل کا شامی نے کہا کہ شارح
نے بہ تبعیت صاحب نہر الفائق موجب وضو کو مفسد لکھ دیا حالانکہ ہر موجب وضو مفسد نماز نہیں چنانچہ سبقت حدث اور بنا کے بیان میں مذکور ہوچکا کہ حدث سماوی
سے نماز فاسد نہیں ہوتی پس بہتر تھا کہ شارح یوں کہتا کہ ہر حدث عمد مفسد ہوتا ہے و ترک رکن بلا قضاء اور مفسد نماز ہے چھوڑنا کسی رکن کا بدون ادا کے مثلاً ایک
سجدہ چھوڑ دیا اور سلام پھیرنے تک اسکو ادا نہ کیا تو نماز فاسد ہوجائیگی و شرط بلا عذر اور مفسد نماز ہے چھوڑنا کسی شرط کا بدون عذر کے مثلاً وضو یا ستر عورت

یا استقبال قبلہ یا ابتداً لگایا تو فاسد ہوگی اور جو شرط کہ ساتھ ادا یا اوائل کا ہو تو اُسکا ترک مفسد نہیں ومنہا مسابقۃ المقتدی برکن لم یشارکہ فیہ امامہ کما لو رکع ورفع راسہ قبل الامام ولم یعدہ
معہ او بعدہ وسلم مع الامام اور مفسد نماز یہ ہے کہ سبقت کرنا مقتدی کا کسی رکن کو جس میں اُسکا امام اسکا شریک نہوا ہو مثلاً مقتدی نے رکوع امام سے پیشتر کیا اور امام
کے رکوع سے پیشتر اپنا سر اُٹھا لیا اور پھر اس رکوع کو امام کے ساتھ یا اُسکے بعد دوبارہ نہ کیا اور امام کے ساتھ سلام پھیر دیا تو مقتدی کی نماز نہوگی ہم طحطاوی نے کہا
کہ امام کے ساتھ سلام پھیرنے کی قید کی کچھ حاجت نہیں ومنہا متابعۃ المسبوق الامام فی سجود السہو بعد ما قید الرکعۃ بالسجدۃ اور مفسد نماز یہ ہے پیروی کرنا مسبوق کا
اپنے امام کی سجدہ سہو میں بعد اسکے کہ مسبوق نے اپنی رکعت کو سجدہ سے مقید کر لیا ہو یعنی جب مسبوق نے انفراد کیا تو متابعت واجب نہیں ہم صورت مسئلہ کی یہ ہے کہ مسبوق امام کے سلام
سے پیشتر یا بعد کھڑا ہوا اور ایک رکعت پڑھ چکا یعنی سجدہ کر چکا تھا کہ امام نے سجدہ سہو کیا اور مسبوق اگر اس سجدہ میں امام کا شریک ہوگا
تو اُسکی نماز فاسد ہو جائیگی کیونکہ اُس نے انفراد میں اقتدا کر لیا ہے اور جب تک ایک رکعت کا سجدہ نہیں کیا تھا انفراد متحقق نہیں ہوا اسوقت اگر امام
سجدہ سہو کرے تو مسبوق پر متابعت واجب ہے ومنہا اعادۃ الجلوس الاخیر بعد اداء سجدۃ صلبیۃ او التلاوۃ تذکرہا بعد الجلوس اور مفسد نماز ہے دوبارہ نہ کرنا نمازی کا
قعدۂ اخیرہ کو بعد ادا کرنے سجدہ نماز یا سجدہ تلاوت کے جو یاد آیا ہو بعد قعدہ کے کیونکہ سجدہ صلبی اور سجدہ تلاوت سے قعدہ باطل ہو جاتا ہے تو اگر دوبارہ نہ کریگا
تو ایک رکن نماز کا یعنی قعدۂ اخیرہ چھوٹ جاویگا اور نماز فاسد ہو جائیگی طحطاوی نے کہا کہ یہ صورت ترک رکن میں داخل ہے اسکو جدا لکھنا ضرور نہ تھا ومنہا عدم اعادۃ
رکن اداہ نائما اور مفسد نماز ہے دوبارہ نہ کرنا نمازی کا اُس رکن کو جسکو سونے کی حالت میں ادا کیا ہو طحطاوی نے کہا کہ یہ صورت ترک شرط میں داخل ہے یعنی نمازی
کا ادا کرنا حالت اختیار میں شرط نماز ہے اور سونے کی حالت میں یہ شرط چھوٹ جاتی ہے ولیکن مترجم کے نزدیک ترک شرط میں بلاعذر کی قید تھی وہ یہاں متحقق نہیں
اسلیے یہ صورت جدا ہے ومنہا قہقہۃ الامام المسبوق بعد الجلوس الاخیر اور مفسد نماز ہے ہنسنا مسبوق کے امام کا بعد قعدۂ اخیرہ کے یعنی اگر امام قدر تشہد کے قعدۂ
اخیرہ میں زور سے ہنس پڑیگا تو اُسکی نماز اور مدرکوں کی نماز پوری ہو جائیگی مگر مسبوق کی نماز فاسد ہو جائیگی کیونکہ یہ فعل امام کا اُسکی نماز کے درمیان میں واقع ہوگا
چنانچہ اسکی تفصیل پہلے باب میں گذر گئی ومنہا مد الہمزۃ فی التکبیر کما مر اور ایک مفسد نماز کا ہمزہ کا کھینچنا ہے اللہ اکبر کہنے میں چنانچہ پیشتر گذرا ہم یعنی اللہ اکبر
رکوع وسجدہ کے لیے یہ ہمزہ اگر کھینچیگا تو نماز فاسد ہو جائیگی اور تکبیر تحریمہ میں تو سرے سے نماز کا شروع ہی صحیح نہیں فساد تو شروع کے بعد ہوا کرتا ہے کذا فی الشامی
ومنہا القراءۃ بالالحان ان غیر المعنی والا لا الا فی حرف مد ولین اذا فحش والا لا بزازیہ اور ایک مفسد نماز ہے قراءت کا پڑھنا الحان سے یعنی زیر و زبر پیش کو نغموں کی
رعایت سے بڑھا کر پڑھنا کذا فی فتح القدیر الحان سے پڑھنا مفسد ہے اگر معنی کو بدل دے مثلاً رب العالمین کو رآب العالمین پڑھے اور اگر معنی نہ بدلیں تو مفسد نہیں
مگر حروف مد ولین میں اگر حد سے زیادہ الحان کریگا تو باوجود معنی نہ بدلنے کے نماز فاسد ہو جائیگی اور اگر حد سے زیادہ نہوگا تو نماز فاسد نہوگی کذا فی البزازیہ ہم واضح رہے
کہ تین حروف علت کے حروف کہلاتے ہیں اُنکے پہلے کی حرکت اگر اُنکے موافق ہوتی ہے یعنی واو کے پہلے پیش اور الف کے پہلے زبر اور ی کے پہلے زیر ہو تو اُنکو حروف
مد کہتے ہیں اور اگر ناموافق حرکت ہو یعنی واو کے پیشتر یا ی کے پہلے زبر ہو مثلاً تو حرف لین کہلاتے ہیں تو حرف لین صرف دو ہیں کیونکہ الف سے پہلے سوائے زبر
کے اور کچھ نہیں ہوتا غرضکہ حروف علت میں اشباع زائد از حد مفسد نماز ہے ومنہا زلۃ القاری اور ایک نماز کا مفسد قاری کی لغزش یعنی غلط پڑھنا ہے ہم جاننا چاہیے
کہ قراءت میں غلطی سے نماز فاسد ہونے کے چند قاعدے ہیں کہ اگر انکو جان لیا جاوے تو حکم ہر غلطی کا معلوم ہو سکتا ہے کہ اُس سے نماز فاسد ہوئی یا نہیں تو ان قواعد
کے منضبط کرنے کے لیے ہم کہتے ہیں کہ غلطی یا تو اعراب میں ہوگی یعنی زیر زبر پیش سکون میں اور اسی میں داخل ہے مشدد کو تخفیف سے پڑھنا اور اسکا عکس اور مد والے کو
قصر سے پڑھنا اور اسکا عکس یا غلطی حروف میں ہوگی یعنی ایک حرف کی جگہ دوسرے کو ادا کرنا یا کسی حرف کا زیادہ کرنا یا کم کرنا یا مقدم موخر کرنا یا غلطی کلمات
میں ہوگی کہ ایک کلمہ کی جگہ دوسرے کو پڑھنا یا زیادہ کم کرنا یا مقدم موخر کرنا یا غلطی جملوں میں ہو اسیطرح یا غلطی وقف میں ہو کہ وصل کی جگہ وقف کیا جاے
اور وقف کی جگہ وصل ایسے متقدمین کے نزدیک قاعدہ یہ ہے کہ جس غلطی سے معنی ایسے بگڑ جائیں کہ اُنکا اعتقاد کرنا کفر ہوتا ہو تو اُس غلطی سے نماز فاسد ہو جائیگی

خواہ کسی قسم کی غلطی ہو اور اگر غلطی سے معنی ایسے نہیں بگڑے جنکا اعتقاد کفر ہو لیکن بہت کی تبدیل معنون میں آجاتی ہے جیسے [illegible] کی جگہ [illegible]
پڑھنا یا بالکل مہمل لفظ ہوجاتا ہے جیسے تنزیل پڑھنا تنزیل کی جگہ تو ان صورتوں میں بھی نماز فاسد ہوجاتی ہے اور اگر غلطی سے معنون میں بہت تبدیل نہیں ہوتی
اگر مطلب سے دور پڑجاتے ہیں تو ان صورت میں دیکھنا چاہیے کہ ویسا لفظ قرآن میں ہے یا نہیں اگر نہیں ہے تب بھی نماز فاسد ہوگی اور اگر قرآن میں وہ لفظ ہے
تو طرفین کے نزدیک نماز فاسد ہوگی اور یہی قول احوط ہے اور ابو یوسف کے نزدیک فاسد نہ ہوگی اور اگر غلطی سے معنی نہ بگڑیں اور ویسا لفظ قرآن میں نہ ہو تو
طرفین کے نزدیک فاسد نہ ہوگی جیسے قوامین کی جگہ قیامین پڑھنا کہ دونوں کے معنی ایک ہیں حالانکہ قیامین قرآن میں نہیں اور ابو یوسف کے نزدیک نماز
فاسد ہوجائیگی یہ قاعدہ متقدمین کے ہیں اور ابن مقاتل اور ابن سلام اور اسمٰعیل زاہد اور ابو بکر بلخی اور ہندوانی اور ابو الفضل وغیرہ متاخرین کا یہ اتفاق ہے کہ اعراب
میں غلطی کرنی کسی طرح کی ہو نماز کی مفسد نہیں ہے اور اگرچہ اسکا اعتقاد کفر ہو کیونکہ اکثر آدمی اعراب کی تمیز نہیں کر سکتے اور اگر غلطی حرفوں کی تبدیل میں ہو تو اگر دو
حرفون میں فرق باسانی معلوم ہوسکتا ہو مثلاً ص کی جگہ ط پڑھنا تو متاخرین کا اتفاق ہے کہ نماز کا مفسد ہے اور اگر فرق مشکل سے معلوم ہوتا ہو جیسے ص کی
جگہ س پڑھنا تو اکثر کے نزدیک نماز فاسد نہیں ہوتی لیکن متاخرین کے قواعد [illegible] متقدمین کا قول [illegible] میں زیادہ احتیاط
ہے کیونکہ انکے قواعد بھی درست ہیں اور اکثر فرعی فتاووں میں انہیں کے قول پر عمل ہے پس اذا فی الشامی [illegible] اور زیادہ
حرف فاکثر نحو الصراط الذین اور وصل حرف بکلمة نحو ایاک نعبد اور وقف و ابتداء لم تفسد [illegible]
زبر پڑھنا یا تخفیف سے پڑھنے میں مشدد کے جیسے [illegible] کی جگہ [illegible] پڑھنا [illegible]
زیادہ کے پڑھا دینے کی جیسے الصراط الذین بجائے صراط الذین کے [illegible]
ایاک نعبد میں ایاک جدا پڑھکر ٹھہرنا اور کسی کو نعبد میں وصل کرنا یا غلطی سے وقف کرنا اور ابتدا کرنی [illegible]
صورتوں میں نماز فاسد نہ ہوگی اگرچہ معنی بدل جائیں اسی کا فتوی دیا جاتا ہے کذا فی البزازیہ [illegible]
مسائل میں عدم فساد پر فتوی بزازیہ میں منقول ہے حالانکہ ایسا نہیں بلکہ بزازیہ میں صرف اعراب کی غلطی میں اگرچہ معنی بگڑ جائیں [illegible]
ہے اور باقی صورتوں میں وہ صورت بگڑ جانے معنی کے تو اکثر مشائخ کے نزدیک فساد مذکور ہے جیسا کہ متقدمین کا قول ہے اور احتیاط اسی میں ہے [illegible]
وایاک نعبد فیہ کیفسد مگر تشدید رب العالمین کی ب اور ایاک نعبد کی ی کا اسکے ترک سے نماز فاسد ہوجاتی ہے [illegible]
او بدلہ باخر نحو من ثمرہ اذا اثمر واستحصد تعالی جد ربنا الفرجۃ بدل [illegible] او اتی بلفظ بدل اخر [illegible] اور اگر زیادہ یا ایک کلمہ کو
مثلاً من ثمرہ اذا اثمر میں کلمہ واستحصد زیادہ کردیا یا ناقص کیا کلمہ کو اسکی مثال شارح نے نہیں لکھی شامی نے لکھا ہے [illegible]
دوسری سے بدلکر یا کم کیا ایک حرف کو جیسے تعالیٰ جد ربنا بدون ی کے آخر میں یا مقدم کیا حرف کو دوسرے سے جیسے [illegible] میں [illegible]
کسی حرف کو دوسرے سے جیسے ایاب جگہ اواب کے تو نماز فاسد نہ ہوگی جبتک کہ معنی نہ بدلیں ہم شارح کے کلام میں [illegible]
ہر مثال کو اسکے موقع پر ترجمہ کردیا اور واضح ہو کہ تغیر معنی کی صورت میں نماز طرفین کے نزدیک فاسد ہوتی ہے اور ابو یوسف کے نزدیک اس صورت میں
کہ لفظ متغیر قرآن میں نہ ہو فاسد ہوگی ورنہ فاسد نہ ہوگی الا ما یشق تمییزہ کالضاد والظاء فاکثرھم لم یفسدھا [illegible]
معنی کے نماز فاسد ہوتی ہے مگر ایسے حروف کے مبادلے سے جنمیں تمیز دشوار ہے مثلاً ض اور ظ [illegible]
سے منقول ہے کہ اگر ایسی تبدیل دانستہ کریگا تو نماز فاسد ہوگی اور اگر بے اختیار زبان سے نکلا یا تمیز حروف کی نہیں [illegible] تو فاسد نہ ہوگی [illegible]
قول سب اقوال سے درست تر ہے اور یہی مختار ہے و کذا لو کرر کلمۃ وصحح الباقانی الفساد ان غیر المعنی نحو رب العالمین [illegible]

لفی جنات و نعیم فی اطلاقات عدا و ریسی طرح فاسد نہیں ہوتی نماز اگر کسی کلمہ کو اور تصحیف کی ہو اتفاقی نے فساد نماز کی اگر معنی بدل جائیں جیسے رب العالمین
بسبب اضافت جیسے فاسد ہوتی ہے نماز اگر بدل دے ایک کلمہ کو دوسرے سے اور معنی بگڑ جائیں جیسے ان الفجار لفی جنات پڑھنا الّا نعیم کی جگہ اور یہ ہوا
بیان اسکا ظاہری کتابوں میں ہے علامہ شامی نے کہا کہ ظاہر کلام ظہیریہ سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ تکرار پڑھنا ایک کلمہ کا اس صورت میں مفسد ہے کہ پڑھنے والا مضاف
و مضاف الیہ کو جانتا ہو اور اگر تکرار تام و یا قصد اضافت کیا ہو بلکہ تصحیح مخارج کے لیے کلمہ کو دوبارہ کہا ہو یا زبان سے بے ساختہ نکل گیا ہو تو چاہیے کہ نماز فاسد
نہ ہو اور مفسدات نماز سے وہ صورتیں بھی ہیں جو اس باب سے پیشتر بیان ہو چکی ہیں مثلاً عورت کا محاذی ہونا اور خلیفہ بنانا ایسے کو بنانا جو قابل امامت نہ ہو اور امام
کا مسجد سے باہر چلا جانا بدون خلیفہ کرنے کے اور حدث کے بعد نمازی کا ایک رکن کی مقدار ٹھہرنا یا حالت حدث اور رفتار میں ایک رکن کو ادا کرنا یا
اثنائے نماز میں کسی فعل مخالف نماز کا صادر ہونا وغیرہ تو غالباً شارح نے انکو اسلیے یہاں ذکر نہیں کیا کہ پیشتر بیان ہو چکا ہے ولا یفسد نظرہ الی
مکتوب وفہمہ ولو مستفہما وان کرہ اور نہیں فاسد کرتا نماز کو دیکھنا نمازی کا لکھی چیز کو اور سمجھ جانا اسکا اگرچہ دانستہ سمجھا ہو مگر چند دانستہ سمجھنا مکروہ ہے یہ
کہ لکھے کو سمجھنا نماز کے افعال میں سے نہیں اس سے یہ نکلا کہ اگر اتفاقاً نظر لکھے پر پڑ گئی اور سمجھ میں بدون قصد کے آ گیا تو مکروہ بھی نہیں کذا فی الطحطاوی
ومرور مار فی الصحراء او فی مسجد کبیر بموضع سجودہ فی الاصح اور نہیں فاسد کرتا نماز کو گذرنا کسی گذرنے والے کا جنگل میں یا بڑی مسجد میں نمازی کے سجدہ
کی جگہ میں گو صحیح تر قول میں ہے یعنی نمازی کے قدموں سے سجدہ کی جگہ تک میں سے کسی کا گذر جانا مفسد نماز نہیں اور اسکا مقابل قول تمرتاشی کا ہے کہ قدموں
سے ایک ایسی جگہ تک گذرنا مفسد نہیں جہانتک نمازی کی نظر پڑے جبکہ وہ سجدہ کے مقام کو تاکتا ہو غرضکہ فساد نماز تو دونوں صورتوں میں نہیں لیکن
گذرنے والے پر گناہ کا ہونا اصح قول میں قدموں سے لیکر سجدہ تک کی جگہ میں گذرنے سے ہوگا اور تمرتاشی کے قول پر اس جگہ میں بھی گذرنے سے
ہوگا جہاں نمازی کی نظر پڑے سجدہ گاہ کو تاکنے کی حالت میں کذا فی الشامی او مرورہ بین یدیہ الی حائط القبلۃ فی بیت و مسجد صغیر فانہ کبقعۃ واحدۃ
مطلقاً ولو امراۃ او کلباً یا مفسد نماز نہیں گذرنا گذرنے والے کے سامنے نمازی کے اسکے قدموں سے لیکر دیوار قبلہ تک گھر میں اور چھوٹی مسجد میں کہ گھر
اور چھوٹی مسجد مثل ایک مکان کے ہیں یعنی مقدار دو صفوں کے فاصلہ ہونا ان دونوں میں مانع اقتدا نہیں جیسے جنگل اور بڑی مسجد میں مانع ہوتا ہے
مفسد نماز نہیں گذرنا کسی کا مطلق خواہ وہ عورت ہو یا کتا ہو شامی نے کہا کہ اس میں رد ہے ظاہریہ کے قول پر جو کہتے ہیں کہ گذرنا عورت یا کتے یا گدھے کا
مفسد ہے اور اشارہ ہے اس امر کی طرف کہ اس باب میں جو کچھ مروی ہے وہ منسوخ ہے چنانچہ حلیہ میں اسکو ثابت کیا ہے او مرورہ اسفل من الدکان
امام المصلی لو کان یصلی علیہا ای الدکان بشرط محاذاۃ بعض اعضاءہ وکذا سطح وسریر وکل مرتفع دون قامۃ المار وقیل دون السترۃ
کما فی غرر الاذکار یا مفسد نماز نہیں گذرنا گذرنے والے کا مکان کے نیچے نمازی کے سامنے کو جبکہ وہ دوکان پر نماز پڑھتا ہو بشرط برابر آ جانے بعض
اعضا گذرنے والے کے بعض اعضاء نمازی کو اور یہی حکم فساد کا ہے چھت اور تخت اور ہر اونچی چیز کا جسکی بلندی گذرنے والے کے قد سے کم ہو اور
قول ضعیف یہ ہے کہ مقدار ستر یعنی ایک ہاتھ سے کم ہو جیسا کہ غرر الاذکار میں ہے صاحب بحر الرائق میں اس قول ضعیف کو غلط کہا ہے اس وجہ سے کہ اگر مقدار سترہ
کا اعتبار ہوتا تو سوار کا نکلنا نمازی کے سامنے کو مکروہ نہ ہوتا کہ وہ تو غالباً ہاتھ سے اونچا ہی ہوتا ہے کذا فی الشامی وان اثم المار لحدیث البزار لو یعلم المار
ماذا علیہ من الوزر لوقف اربعین خریفا فی ذلک المرور بلا حائل ولو ستارۃ ترتفع اذا سجد وتعود اذا قام اگرچہ اس گذرنے میں گذرنیوالا گنہگار
ہوتا ہے بسبب حدیث بزار کے کہ اگر گذرنے والا جانے کہ اسپر کیا گناہ ہے تو ٹھہر رہے چالیس برس اور گناہ اسوقت ہے کہ گذرنا بدون آڑ کے ہو
اگرچہ آڑ ایسا سترہ ہو کہ سجدہ کرنے کے وقت دور ہو جاتا ہو اور قیام کے وقت پھر سترہ ہو جاتا ہو حلیہ میں کہا کہ اس مسئلہ میں چار صورتیں
ہیں اول یہ کہ گذرنیوالے کو گنجائش ہو کہ نمازی کے سامنے کو نہ گذرے اور نمازی نے رستہ روکا نہیں تو اس صورت میں اگر گذرے گا تو

گناہ خاص گذرنے والے پر ہوگا دوسرا یہ کہ اور طرف کو رستہ نہیں اور نمازی نے رستہ روک لیا ہو تو اس صورت میں گناہ نمازی کو ہوگا سوم یہ کہ نمازی نے رستہ روکا ہو مگر گذرنے والا اور طرف کو بھی نکل سکتا ہو تو اب گذرنے سے دونوں گنہگار ہونگے چہارم یہ کہ نمازی نے رستہ نہیں روکا اور گذرنے والے کو اور طرف راہ نہیں تو اس میں کسی پر گناہ نہیں اور صورت سترہ کی یہ ہے کہ مثلاً ایک انگشت کے برابر موٹی رسی یا اور کوئی چیز چھت میں لٹکتی ہو جب نمازی سجدہ کرتا ہے تو وہ سر کی حرکت سے اسکی گردن یا کمر پر ہو جاتی ہے اور جب کھڑا ہوتا ہے پھر بدستور ہو جاتی ہے تو اس طرح کی آڑ سے بھی گذرنے والے پر کچھ گناہ نہیں اور اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اعتبار سترہ کا قیام کی حالت میں ہے کذا فی الشامی والطحطاوی ولو کان فرجۃ فللداخل ان یمر علی رقبۃ من لم یسدہا لانہ اسقط حرمۃ نفسہ قنیہ اور اگر صف میں کوئی جگہ خالی ہو تو نماز میں آنیوالے کو جائز ہے کہ جس شخص نے اس جگہ کو بند نہیں کیا اسکی گردن کو پھلانگ کر چلا جاوے کیونکہ اسنے اپنی حرمت آپ کھودی تو خبردار ہو جاوے انکے سامنے سے گذرنا گناہ نہیں ہم شامی نے کہا کہ اگر ایک شخص نمازی کے سامنے گذرنا چاہتا ہے اور اسکے ساتھ کوئی چیز قابل سترہ کے ہو تو [illegible] نمازی کے سامنے رکھدے اور [illegible] پھر اسکو اٹھا لے اور اگر دو شخص ہوں تو ایک نمازی کے سامنے کھڑا ہو جاوے دوسرا اسکی آڑ سے نکل جاوے پھر دوسرا کھڑا ہو جاوے پہلا شخص اسکی آڑ سے گذر جاوے [illegible] ان دونوں کا [illegible] معلوم ہوا کہ ایک شخص سامنے نمازی کے کھڑا ہو جانا یا [illegible] سامنے سے چیز کا اٹھا لینا یہ گناہ کا نہیں ویغرز ندبا بدائع الامام ولو المنفرد فی الصحراء ونحوہا سترۃ بقدر ذراع طولا وغلظ اصبع لتبدو للناظر بقربہ دون ثلثۃ اذرع علی حذاء احد حاجبیہ لا بین عینیہ والایمن افضل اور گاڑے امام بطور استحباب کذا فی البدائع اور اسی طرح تنہا پڑھنے والا جنگل میں اور مثل جنگل میں [illegible] ایک سترہ مقدار ایک ہاتھ کی لمبائی میں اور ایک انگلی کی موٹائی میں تاکہ دیکھنے والے کو [illegible] تین ہاتھ کے فاصلے کے اندر مقابل ایک ابرو کے نہ دونوں آنکھوں کے بیچ کے سامنے اور داہنی ابرو کے مقابل کھڑا کرنا بہتر ہے [illegible] طحطاوی نے کہا کہ شارح کو چاہیے تھا کہ دون ثلثۃ اذرع کی جگہ قدر ثلثۃ اذرع کہتا کیونکہ حلبی میں ہے کہ سنت یہ ہے کہ فاصلہ درمیان نمازی اور سترہ کے تین ہاتھ سے زیادہ نہ ہو اور ایک ہاتھ کا طول اور انگلی کی موٹائی بیان اقل مقدار کا ہے کہ اس سے کم نہو اور بحر الرائق میں کہا کہ مذہب قوی کے موجب موٹائی کا کچھ اعتبار نہیں ولا یکفی الوضع ولا الخط وقیل یکفی فیخط طولا وقیل کالمحراب اور کفایت نہیں کرتا رکھدینا سترہ کا یعنی زمین پر لٹا دینا مثل لاٹھی وغیرہ کا اور نہ کافی ہے خط کھینچنا اور بعض فقہا نے کہا کہ اگر سترہ پاس نہو تو خط کھینچنا کافی ہے تو خط کھینچے نمازی طول میں یعنی سیدھا اور بعض نے کہا کہ مثل محراب کے یعنی بشکل کمان کھینچے فتح القدیر میں [illegible] سترہ کے خط کھینچنے پر یقین کیا ہے اور کہا ہے کہ اتباع سنت بہر حال بہتر ہے علاوہ اسکے خط کچھ نہ کچھ نظر آتا ہے تو کافی ہوگا اور یہ قول امام محمد سے مروی ہے اس سے یہ نکلتا ہے کہ اگر کتاب یا کپڑا اپنے سامنے رکھ لیگا تب بھی سترہ ہو جاویگا ویدفعہ ہو رخصۃ فترکہ افضل بدائع قال الباقانی فلو ضربہ فمات لا شیء علیہ عند الشافعی رضی اللہ عنہ خلافا لنا علی ما یفہم من کتبنا بتسبیح او جہر بقراءۃ او اشارۃ ولا یزاد علیہا عندنا تتارخانیۃ لا بہما فانہ یکرہ اور ہٹا دے نمازی گذرنے والے کو یعنی جبکہ سترہ نہو یا سترہ ہو لیکن وہ سترہ کے اندر کو گذرتا ہو تو ہٹا دے سبحان اللہ کہنے یا پکار کر پڑھنے سے اگرچہ نماز سری ہو یا اشارہ سے ہاتھ یا آنکھ یا سر کے شارح نے کہا کہ ہٹانا رخصت ہے عزیمت نہیں پس ترک دفع بہتر ہے اسلیے کہ دفع کرنا نماز کے اعمال سے نہیں کذا فی البدائع باقانی نے کہا کہ اگر نمازی نے گذرنیوالے کو مارا اور وہ مر گیا تو اسپر کچھ نہیں نہ دیت نہ قصاص امام شافعی رح کے نزدیک بخلاف ہمارے مذہب کے جیسا کہ سمجھا جاتا ہے ہماری کتابوں سے یعنی رخصت فقط اشارہ ہے نہ جنگ و محاربہ اور نہ زیادہ کیا جاوے ان باتوں پر ہمارے نزدیک یعنی پکڑ لینا یا مارنا ہمارے نزدیک سنت نہیں کذا فی التتارخانیہ نہ دفع کرے سبحان اللہ کہنے اور اشارہ دونوں سے کہ دونوں باتوں کا جمع کرنا مکروہ ہے اسلیے کہ مقصود ایک سے حاصل ہے اور جو حدیث میں آیا ہے کہ گذرنیوالے سے جنگ کرے کہ وہ شیطان ہے تو یہ منسوخ ہے چنانچہ زیلعی نے سرخسی سے نقل کیا ہے کہ یہ حکم ابتداے اسلام میں تھا جب نماز کے اندر کلام کرنا مباح تھا [illegible]

اجازت نہیں کذا فی الشامی مختصراً والمراۃ تصفق لا بطن بطن بل بطن اور صورت گزرنیوالے کو ہٹانے کے لیے تالی بجانے کی ہمارے علماء کے قول کے موافق یہ ہے کہ
تالی بجانے کی بحر الرائق میں یون منقول ہے کہ پشت داہنے ہاتھ کے انگلیوں کی بائیں ہاتھ کے اندر طرف یعنی ہتھیلی میں مارے شامی اور طحطاوی نے کہا
کہ اس طرح تالی بجانے کی کوئی وجہ نہیں معلوم ہوتی دونوں ہاتھ بے جگہ سے کل جاتے ہیں اس سے تو یہی بہتر ہے کہ بائیں ہاتھ کو اپنی جگہ پر چھوڑ دے اور داہنے
ہاتھ کی انگلیوں کے اندر کی طرف کو بائیں کی پشت پر مارے کہ نہیں عمل تھوڑا ہی والحاصل اذا ثبت التصفیق ... قد ترکا لسنۃ الاشارۃ اور اگر ہٹانے کے لیے
تالی بجائی یا تسبیح کہی جہاں اسکو ضرورت نہ تھی تو نماز فاسد نہ ہوگی لیکن دونوں نے طریق مسنون کو ترک کیا کذا فی ردالمحتار وکفی سترۃ الامام للکل اور
کافی ہے سترہ امام کا کل مقتدیوں کے لیے یعنی اگر امام کے سامنے سترہ ہوگا تو کوئی مقتدیوں کی صف کے سامنے کوئی گذرنیگا تو اسپر گناہ نہ ہوگا ولو عدم
المرور والطریق جاز ترکہا وفعلہا اولیٰ اور اگر گذرنا اور راستہ نہ ہو یعنی ایسی جگہ نماز پڑھے جہاں کوئی گذرتا نہو اور نہ راستہ کی طرف نہ ہو تو ترک کرنا
سترہ کا جائز ہے اور کاٹنا کرنا سترہ کا ایسی جگہ بھی بہتر ہے اور راستہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنا سترہ کے ساتھ اور
بدون سترہ کے دونوں طرح مکروہ ہے کیونکہ راستہ چلنے کے لیے بنا ہے تو اسمین ایسی چیز نہ چاہیے جو اسکے مناسب نہو کذا فی البحر وکرہ لحم التنزیہ التی مرجعہا
خلاف الاولیٰ فالفارق الدلیل فان نہیا ظنی الثبوت ولا صارف فتحریمیۃ والا فتنزیہیۃ اور مکروہ ہے لٹکانا کپڑے کا شارح کہتا ہے کہ کراہت شامل ہے
تنزیہی کو جسکا آل ترک اولیٰ ہو پس فرق کرنیوالی چیز کراہت تحریمی اور تنزیہی میں دلیل ہے یعنی اگر دلیل کراہت وہ ممانعت شرعی ہے جسکا ثبوت ظنی ہے اور
کوئی پھیرنے والا تحریم سے استحباب یا کسی طرف نہو تب تو کراہت تحریمی ہے ورنہ کراہت تنزیہی ہے بحر الرائق میں کہا کہ مکروہ دو قسم ہے ایک مکروہ تحریمی جو واجب کے
رتبہ میں ہے یعنی جسطرح ثبوت واجب کا دلیل ظنی سے ہوتا ہے اسی طرح ثبوت مکروہ تحریمی کا دلیل ظنی سے ہوتا ہے دوم مکروہ تنزیہی جو ایسا نہو تو جب فقہا
کی عبارت میں لفظ مکروہ پایا جاوے تو اسکی دلیل کو دیکھنا چاہیے اگر دلیل مذکور نہی ظنی ہو تو تحریمی ہے ورنہ تنزیہی شامی نے کہا کہ بدون دلیل کے بھی
اسکا حال معلوم ہو سکتا ہے اسطرح کہ اگر وہ مکروہ ترک واجب کو متضمن ہو تو تحریمی ہوگا اور اگر ترک سنت کو متضمن ہو تو تنزیہی ہوگا سدل تحریماً للنہی ثوبہ
ای ارسالہ بلا لبس معتاد وکذا القباء بکم الیٰ وراء ذکرہ الحلبی مکروہ تحریمی ہے لٹکانا نمازی کا اپنے کپڑے کو بسبب ممانعت کے یعنی چھوڑ دینا کپڑے کا بدون
پہننے معمولی کے اور اسی میں داخل ہے قبا کا پہننا ایسی طرح کہ آستین پشت کی جانب ہو یعنی اسکی کشادہ بغلوں میں سے ہاتھ نکال کر آستین کو پیچھے
ڈالنا بھی سدل میں داخل اور مکروہ ہے ذکر کیا ہے اسکو حلبی نے ثم طحطاوی نے کہا کہ شارح کو مناسب تھا کہ تحریماً للنہی کو بعد ثوبہ کے لکھتا تاکہ لفظ سدل جو مفعا
ہے اور ثوبہ جو مضاف الیہ ہے ان دونوں میں فاصلہ نہ پڑتا اور سدل کی صورت کرخی نے یہ بیان کی ہے کہ مثلاً چادر یا دوسرا کپڑا سر خواہ شانہ پر رکھکر اسکے
کنارے چھوڑ دے تو کرتہ کے دامنوں کا لٹکنا اور عمامہ کے شملہ کا لٹکنا اسمین داخل نہیں کذا فی الشامی کشدہ و مندیل پر رسالہ میں کتفیہ فلو من احدہما لم یکرہ
کحالۃ عذر وخارج صلوٰۃ فی الاصح مثل دوپٹہ اور رومال کے کہ اسکو اپنے دونوں مونڈھوں سے لٹکا دے تو مکروہ ہوگا پس اگر ایک مونڈھے سے لٹکا
لیگا تو مکروہ نہوگا جیسے عذر کی حالت میں اور نماز سے باہر صحیح تر قول میں سدل مکروہ نہیں ہم شافعیہ شیخین مجہد دال مشدد ایک کپڑا ہے جسکو مونڈھوں پر
ڈالتے ہیں اور خارج نماز سدل مکروہ تحریمی نہیں بشرطیکہ تکبر کے لیے نہو کذا فی الشامی عن النہر وفی البحر اذا لم یدخل یدہ فی کم الفرجی المختار انہ لا یکرہ
وہل یرسل الکم لم یسلک خلاف والاحوط الثانی قہستانی اور خلاصہ میں ہے کہ جب نمازی اپنا ہاتھ فرجیہ کی آستین میں نہ ڈالے تو مختار یہ ہے کہ مکروہ نہیں
اور کیا اس صورت میں آستین کو لٹکا رہنے دے یا پکڑ لے اسمین اختلاف ہے زیادہ احتیاط کی بات آستین کا پکڑ لینا ہے کذا فی القہستانی ثم شامی
نے کہا کہ خلاصہ میں عدم کراہت کو مختار کہا ہے اسپر کسی نے سوائے بزازی کے اسکی موافقت نہیں کی بلکہ صحیح وہ قول ہے جو قاضی خان اور جو فقہا
کہتے ہیں کہ فرجیہ کو بدون آستین میں ہاتھ ڈالنے کے پہننا مکروہ ہے کیونکہ سدل اس صورت میں بھی موجود ہے وکرہ کفہ ای رفعہ ولو لتراب کمشمر کم او ذیل

والاعتجار وہ اتی ہے [illegible] النہی الا ان یحتاج والاباس بہ خارج صلوٰۃ اور مکروہ تحریمی ہے کپڑے کا اوپر اٹھانا اگرچہ مٹی میں گھرنے کے سبب [illegible] مکروہ
ہو داخل ہونا نماز میں [illegible] یا دامن چڑھا لے اور مکروہ تحریمی ہے کھولنا نمازی کا اپنے کپڑے سے اور بدن سے بسبب مخالفت کے اگر حاجت کے لیے مکروہ نہیں [illegible]
بدن کو خارش کے سبب سے کھجلایا [illegible] دیتا تھا [illegible] والاثر قلیل ہے اور مکروہ ہے [illegible] کا کپڑے اور بدن سے
نماز کے باہر شامی نے کہا [illegible] چڑھائی نماز شروع کرنے میں [illegible] داخل ہو کر [illegible] کام کے [illegible] چڑھائی تھی یا حاجت کے لیے چڑھائی تھی
[illegible] کے [illegible] نمازی کی شرکت باعث ہو گیا [illegible] افضل ہے [illegible] قلیل سے [illegible] نماز کے اندر [illegible]
[illegible] حدیث [illegible] روایت کیا [illegible] سے [illegible] مکروہ کپڑا نماز کے اندر
[illegible] کرنا [illegible] کرتی اور [illegible] وضو [illegible] مکروہ تحریمی
[illegible] نمازی کا [illegible] کپڑوں میں [illegible] کپڑے [illegible] مکروہ [illegible]
[illegible]

یا یہ خارج نماز کا ہے اور مکروہ تحریمی ہے انگلیاں چٹکانا اور ایک ہاتھ کی انگلیوں کو دوسرے کی انگلیوں میں ڈالنا اگرچہ نمازی منتظر نماز کا یا جانے والا نماز کیطرف تشبیک کی وجہ سے یہ باعث نہی کے اور مکروہ نہیں نماز کے باہر بسبب کسی حاجت کے ہم ابن ماجہ نے مرفوعا روایت کیا کہ اپنی انگلیاں مت چٹکا جبکہ تو نماز پڑھتا ہو اور حلبی نے حدیث نقل کی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا اس سے کہ آدمی اپنی انگلیاں چٹکائے جس وقت کہ مسجد میں نماز کا منتظر بیٹھا ہو اور ایک روایت میں ہے کہ جس وقت کہ نماز کے لیے جاتا ہو اور احمد اور ابو داؤد وغیرہ نے تشبیک کی ممانعت کی حدیث نقل کی ہے اور خارج نماز سے یہ مراد ہے کہ نماز کو جاتا ہو اور مسجد میں اسکا منتظر ہو اور حاجت یہ ہے کہ جوڑوں کا آرام دینا ہو مثلاً اس سے معلوم ہوا کہ بدون حاجت کھیل کے طور پر انگلیوں کا چٹکانا یا ایک پنجہ کا دوسرے میں ڈالنا مکروہ تنزیہی ہے کذا فی الشامی والتخصر ووضع الید علی الخاصرۃ للنہی ویکرہ خارجہا تنزیہا اور مکروہ تحریمی ہے تخصر یعنی ہاتھ کا کوکھ پر رکھنا بسبب نہی کے اور باہر نماز کے مکروہ تنزیہی ہے ہم صحیحین وغیرہما میں مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز میں کوکھ پر ہاتھ رکھنے سے ممانعت فرمائی اور خارج نماز کی کراہت بحث ہے صاحب بحر کی کذا فی الشامی والطحطاوی والالتفات بوجہہ کلہ او ببعضہ للنہی اور مکروہ تحریمی ہے سارا چہرہ یا تھوڑا پھیر کر نماز میں دیکھنا بسبب نہی کے ہم ترمذی نے انس سے روایت کیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بچ نماز میں التفات سے کیونکہ التفات نماز میں موجب ہلاکی ہے کذا فی الشامی وببصرہ یکرہ تنزیہا وبصدرہ تفسد کما مر اور بدون منہ پھیرنے کے آنکھ سے ادھر ادھر دیکھنا مکروہ تنزیہی ہے اور سینہ کو پھیر کر دیکھنا بدون عذر کے مفسد نماز ہے چنانچہ مفسدات نماز میں بیان ہوا وقیل قائلہ قاضی خان الفساد تحویلہ والمعتمد لا اور قاضی خان نے کہا ہے کہ نماز فاسد ہوتی ہے منہ کے پھیرنے سے اور معتمد یہ ہے کہ فاسد نہیں ہوتی بلکہ مکروہ تحریمی ہے واقعاؤہ کاقعاء الکلب للنہی اور مکروہ تحریمی ہے نمازی کا بیٹھنا مثل کتے کے بسبب نہی کے ہم اقعا کی تفسیر طحطاوی نے بیان کی ہے کہ دونوں سرین پر بیٹھے اور رانوں کو کھڑا کرکے دونوں گھٹنے چھاتی سے لگا لے اور دونوں ہاتھ زمین پر رکھے اور چونکہ یہ نشست کتے کی نشست کے مشابہ ہے اسلیے یہی صحیح تر ہے اور حدیث میں اسکی نشست کی ممانعت ہے اور کرخی نے یہ تفسیر کی ہے کہ دونوں پاؤں کو کھڑا کرکے انکی ایڑیوں پر بیٹھے اور دونوں ہاتھ زمین پر رکھے زیلعی نے کہا کہ یہ نشست مکروہ تحریمی نہیں بلکہ چونکہ مخالف نشست مسنون کی ہے اسلیے مکروہ تنزیہی ہے کذا فی الطحطاوی وافتراش الرجل ذراعیہ للنہی اور مکروہ تحریمی ہے بچھانا مرد کا اپنے دونوں ہاتھوں کو واسطے نہی کے یعنی حدیث مسلم میں ممانعت وارد ہے وصلوتہ الی وجہ انسان کراہۃ استقبالہ فالاستقبال لو من المصلی فالکراہۃ علیہ والا فعلی المستقبل ولو بعیدا ولا حائل اور مکروہ تحریمی ہے نماز پڑھنا نمازی کا کسی آدمی کے منہ کی طرف جیسے مکروہ ہے منہ کرنا نمازی کی طرف پس اگر منہ کرنا نمازی کی طرف سے ہوگا تو کراہت اسپر ہوگی ورنہ دوسرے شخص پر جو نمازی کی طرف کو منہ کریگا اگرچہ منہ کرنے والا دور ہو اور نمازی اور اس میں کوئی آڑ نہو ہم طحطاوی نے کہا کہ استقبالہ کی ضمیر نمازی کی طرف ہے اور استقبال ضمیر مفعول کی طرف مضاف ہے اور آڑ نہ ہونے کی قید اسلیے لگائی کہ آڑ کی صورت میں کراہت نہیں رہتی مثلاً نمازی کا منہ دوسرے کے منہ کی طرف ہے مگر دونوں کے بیچ میں ایک اور شخص ہے جسکی پشت نمازی کی طرف ہے تو مکروہ نہ ہوگا ورد السلام بیدہ او برأسہ کما مر اور مکروہ تنزیہی ہے جواب سلام کا دینا اپنے ہاتھ سے یا اپنے سر سے جیسا ابتیر مفسدات میں گذرا فرع مسئلہ لطیفہ شارح کا لا باس بتکلم المصلی واجابتہ برأسہ کما لو طلب منہ شئی او اری درہما وقیل اجید فاوما برأسہ او لا او قیل کم صلیتم فاشار بیدہ انہم صلوا رکعتین کچھ مضائقہ نہیں نمازی کے بولنے یا جواب دینے میں اپنے سر سے جیسے کسی نے نمازی سے کوئی چیز مانگی یا روپیہ دکھلایا اور پوچھا کہ کھرا ہے پس نمازی نے اشارہ سے ہاں یا نہیں کہا یا نمازی سے پوچھا گیا کہ تم نے کتنی رکعتیں پڑھی ہیں اور اسنے ہاتھ سے اشارہ کر دیا کہ ہم نے دو رکعتیں پڑھی ہیں ہم لفظ لا باس سے اشارہ ہوا کہ بہتر یہ ہے کہ سر یا ہاتھ سے اشارہ نہ کرے کذا فی الطحطاوی الا ان قیل لہ تقدم فتقدم او دخل احد الصف فوسع لہ فورا فسدت ذکرہ الحلبی وغیرہ خلافا لما مر عن البحر اور اگر نمازی سے کسی نے کہا کہ آگے بڑھ جا پس وہ آگے بڑھا یا کوئی شخص صفوں میں داخل ہوا اور نمازی نے فوراً اسکو جگہ دیدی تو نماز فاسد ہوگئی

ذکر کیا ہے اسکو ظاہر ہے یہ برخلاف اس قول کے ہے جو گذرا بحر الرائق سے ہم بحر الرائق میں کہا کہ اس صورت میں نماز فاسد نہیں ہوتی اور طحطاوی نے کہا یہی قول
عدم فساد کا مشہور ہے اور قول نماز کے فاسد ہونے کا ضعیف ہے چنانچہ پیشتر گذر چکا ہے اسکی تضعیف گذر چکی ہے وکرہ التربع تنزیہا لترک الجلسۃ المسنونۃ
بغیر عذر ولا یکرہ خارجہا لانہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کان جل جلوسہ مع اصحابہ التربع وکذا عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور مکروہ تنزیہی ہے چار زانو بیٹھنا نماز
کے اندر بدون عذر کے بسبب ترک کرنے جلسہ مسنون کے اور مکروہ نہیں پالتی مار کر بیٹھنا نماز سے باہر اسلیئے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نشست
اصحاب کیساتھ اکثر چار زانو ہوتی تھی اور اسی طرح حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی نشست تھی نقل کیا ہے اس حدیث کو شرح منیہ میں ابن امام
نے اور اسمیں رد ہے ان لوگوں کے قول کا جو کہتے ہیں کہ چار زانو بیٹھنا نماز کے باہر مکروہ ہے اس وجہ سے کہ جبار لوگوں کی نشست ہے کذا فی الشامی
والتثاؤب ولو خارجہا ذکرہ مسکین لانہ من الشیطان والانبیاء محفوظون منہ اور مکروہ ہے جمائی لینا اگرچہ نماز کے باہر ہو ذکر کیا ہے اسکو مسکین نے اسلیئے
کہ جمائی لینا شیطان کی طرف سے ہے اور انبیاء علیہم السلام اس سے محفوظ ہیں امام بخاری میں مروی ہے کہ جمائی لینا شیطان کی طرف سے ہے تو جب کوئی
تم میں سے جمائی لے تو چاہیئے کہ اسکو حتی الوسع روکے شامی نے کہا کہ جمائی کی کراہت کو کسی نے بیان نہیں کیا کہ تحریمی ہے یا تنزیہی کہ ظاہر ہے یا معلوم ہوتا
کہ اگر اپنے آپ آوے تو مکروہ تنزیہی ہے اور اگر قصداً جمائی لے تو مکروہ تحریمی ہے کیونکہ وہ شیطان کا فعل ہے اور وہ سبب مکروہ تحریمی ہوتا ہے و تغمیض عینیہ للنہی الا
لکمال الخشوع اور مکروہ تنزیہی ہے کذا فی البحر بند کرنا اپنی آنکھوں کا بسبب نہی کے مگر کمال خشوع کے لیئے بند کرنا مکروہ نہیں اور نہی کی حدیث کو
ابن عدی نے بسند ضعیف روایت کیا ہے اور بدائع میں وجہ کراہت یہ لکھی ہے کہ سجدہ گاہ کو تاکنا سنت ہے اور آنکھوں کے بند کرنے سے یہ
سنت متروک ہو جاتی ہے تو اسلیئے حلیہ اور بحر الرائق میں کراہت کو تنزیہی کہا کذا فی الشامی وقیام الامام فی المحراب لا سجودہ فیہ
وقدماہ خارجہ لان العبرۃ للقدم مطلقاً وان لم یشتبہ حال الامام ان علل بالتشبہ وان بالاشتباہ ولا اشتباہ فلا اشتباہ فی نفی الکراہۃ اور مکروہ ہے
کھڑا ہونا امام کا محراب میں نہ سجدہ کرنا امام کا محراب میں حالانکہ دونوں پاؤں اسکے محراب کے باہر ہوں اسلیئے کہ اعتبار ہر مسئلہ میں اعتبار قدم
کا ہے امام کا کھڑا ہونا محراب میں مطلق مکروہ ہے اگرچہ حال امام کا مقتدیوں پر مشتبہ نہ ہو خواہ محراب مسجد میں بند ہو یا نہ ہو اگر علت کراہت کی اہل کتاب کی
مشابہت کو ٹھہرایا جاوے اور اگر علت کراہت امام کے مشتبہ ہونے کو کہا جاوے اور محراب میں کھڑا ہونے سے کچھ اشتباہ نہ ہوتا ہو تو کراہت نہ ہونے میں کچھ شبہ نہیں
ہم کہتے ہیں کہ امام محمد نے جامع صغیر میں امام کے محراب میں کھڑا ہونے کو مکروہ لکھا ہے اور کچھ تفصیل نہیں کی ہے اسلیئے اس کراہت کے سبب میں مشائخ نے اختلاف
کیا بعض نے تو یہ کہا کہ محراب ایک جدا گانہ حجرہ کی طرح ہے تو اسمیں کھڑا ہونا اہل کتاب کے مشابہ ہوتا ہے کیونکہ وہ بھی اپنے امام کا مکان جدا گانہ بناتے ہیں (
ہدایہ میں اسی پر اکتفا کیا ہے اور مختار امام سرخسی کا بھی یہی ہے اور بعض فقہاء نے کراہت کا سبب یہ بیان کیا کہ امام کا حال دائیں اور بائیں کے مقتدیوں پر مشتبہ
رہیگا اسلیئے مکروہ ہے شارح کہتا ہے کہ اگرچہ کراہت اہل کتاب کی مشابہت ہے تو ہر صورت سے مکروہ ہے مقتدیوں پر اشتباہ ہو یا نہ ہو اور اگر وجہ کراہت اشتباہ حال
امام ہو تو جس صورت میں اشتباہ نہ ہوگا مکروہ بھی نہ ہوگا کذا فی الشامی وانفراد الامام علی الدکان للنہی وقدر الارتفاع بذراع ولا باس بما دونہ وقیل ما یقع
بہ الامتیاز وہو الاوجہ ذکرہ الکمال وغیرہ اور مکروہ ہے کھڑا ہونا امام کا تنہا چبوترہ پر بسبب اس نہی کے جو حدیث دارقطنی میں ہے کہ منع فرمایا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
نے اس سے کہ امام کھڑا ہو اور نیچے پر اور لوگ اسکے پیچھے ویسے ہی رہیں کذا فی الطحطاوی اور اندازہ کی گئی بلندی اس کی ایک ہاتھ کی اور کچھ ڈر نہیں
ایک ہاتھ سے کم بلندی کا اور بعض کا قول مقدار ارتفاع میں یہ ہے کہ جس سے امتیاز ہو جاوے اور یہی قول بہتر ہے ذکر کیا اسکو کمال الدین
وغیرہ نے ہم بدائع میں کہا کہ ظاہر الروایۃ بھی دوسرا قول ہے اور حدیث کے اطلاق کے مناسب ہے [illegible]
جو بیٹھنے کے لیئے بنائی جاوے اور مقتضا حدیث یہ ہے کہ کراہت تحریمی ہو کذا فی الشامی وکرہ عکسہ فی الاصح اور مکروہ ہے اسکا عکس [illegible]

کھڑا ہونا مقتدیوں کا اونچے مکان پر اور صرف امام کا پستی میں ہونا طحطاوی نے کہا کہ غالبا کراہت تنزیہی ہے اسلئے کہ نہی تو خاص پہلی ہی صورت میں وارد ہے اور وجہ کراہت یہ ہے کہ اسمیں امام کی حقارت ہے اور یہی قول ظاہر الروایۃ ہے اور اسکا مقابل قول طحطاوی کا ہے کہ یہ صورت مکروہ نہیں کذا فی الشامی وہذا کلہ عند

عدم العذر کجمعۃ وعید فلو قاموا علی الرفوف والامام علی الارض او فی المحراب لضیق المکان لم یکرہ کما لو کان معہ بعض القوم فی الاصح وبہ جرت العادۃ فی جوامع المسلمین

اور یہ کراہت تب ہے جب نمازیوں میں وقت ہونے عذر کے مثل انبوہ جمعہ اور عید کے دن کے تو اگر بھیڑ اور کثرت کے باعث مقتدی بالاخانوں پر کھڑے ہوں اور امام زمین پر یا محراب میں کھڑا ہو بسبب تنگی جگہہ کے تو مکروہ نہوگا جیسے اس صورت میں مکروہ نہیں کہ امام کے ساتھ مقتدیوں میں سے بعض ہوں صحیح تر قول میں یعنی اگر امام چبوترہ پر ہو اور اسکے ساتھ کچھ مقتدی بھی ہوں تو مکروہ نہوگا اور اسی بات کی عادت ہوگئی ہے جامع مسجدوں اہل اسلام میں یعنی اگر تنگی کے باعث امام کو محراب میں یا بلندی پر کھڑا ہونا ہوتا ہے تو اسکے ساتھ دو ایک مقتدی بھی کھڑے ہوجاتے ہیں ومن العذر ارادۃ التعلیم او التبلیغ کما بسط فی البحر

اور عذر میں سے ہے ارادہ کرنا امام کا تعلیم کو یا مقتدی کا قصد کرنا امام کی آواز پہونچانے کو دوسرے مقتدیوں تک چنانچہ مفصل بیان کیا ہے اسکو بحر الرائق میں ہم یعنی اگر امام تنہا بلندی پر اسلئے کھڑا ہو کہ مقتدی اسکے افعال دیکھ کر سیکھیں یا مقتدی اسلئے کھڑا ہو کہ اللہ اکبر پکار کر کہے تو مکروہ نہوگا اس سے معلوم ہوا کہ بدون عذر کے تنہا کھڑا ہونا ایک مقتدی کا اونچی جگہہ پر مکروہ ہے کذا فی الشامی وقدمنا کراہۃ القیام فی صف خلف صف فیہ فرجۃ للنہی وکذا

القیام منفردا وان لم یجد فرجۃ بل یجذب واحدا من الصف ذکرہ ابن الکمال لکن قالوا فی زماننا ترکہ اولی فلذا قال فی البحر یکرہ وحدہ الا اذا لم یجد فرجۃ

اور ہم پیشتر باب الامامۃ میں لکھ آئے ہیں مکروہ ہونا قیام کا ایک صف میں پیچھے ایسی صف کے جسمیں فرجہ ہو بسبب نہی کے اور اسی طرح مکروہ ہونا قیام کا تنہا اگرچہ صف میں جگہہ نپاوے بلکہ ایک نمازی کو صف میں سے اپنے برابر کھینچ لے ذکر کیا ہے اسکو ابن کمال نے لیکن کہا ہے صاحب قنیہ وغیرہ نے کہ ہمارے زمانے میں نہ کھینچنا بہتر ہے یعنی لوگوں میں جہل زیادہ ہے اکثر لوگ ناواقفی کی جہت سے لڑ پڑتے ہیں اور یہیں وجہ بحر الرائق میں کہا کہ مکروہ ہے تنہا کھڑا ہونا مگر اس صورت میں کہ صف میں جگہہ نپاوے تو تنہا کھڑا ہونا مکروہ نہیں یعنی دوسرے نمازی کے کھینچنے کو صاحب بحر نے ذکر نہیں کیا ولبس

ثوب فیہ تماثیل ذی روح وان یکون فوق راسہ او بین یدیہ او بحذائہ یمنۃ او یسرۃ او محل سجودہ تمثال ولو فی وسادۃ منصوبۃ لا مفروشۃ

اور مکروہ ہے نمازی کو پہننا اس کپڑے کا جسمیں تصویریں جاندار کی ہوں اور مکروہ ہے کہ ہووے نمازی کے سر پر یعنی چھت میں یا سامنے یا برابر داہنے خواہ بائیں یا سجدے کی جگہہ میں کوئی تصویر اگرچہ کھڑے گدے میں ہو جسپر ٹیکتے ہوں نہ کہ بچھے ہوں نہیں مکروہ ہے اگرچہ بچھے ہوئے گدے پر تصویر ہو تمثال صرف جاندار کی صورت کو کہتے ہیں اور تصویر عام ہے جاندار کی ہو یا بیجان کی اور جاندار کی تصویر کا گھر میں رکھنا مکروہ تحریمی ہے کیونکہ حدیث میں وارد ہے کہ فرشتے داخل نہیں ہوتے اس گھر میں جسمیں کتا یا تصویر ہو کذا فی النہر برابر ہے کہ تصویر کپڑے میں ہو یا برتن میں یا دیوار میں واختلف فیما اذا کان

التمثال خلفہ والاظہر الکراہۃ اور اختلاف ہے اس صورت میں کہ تصویر نمازی کے پیچھے ہو اور ظاہر تر کراہت ہے اسلئے کہ جامع صغیر میں امام محمد رح نے انکی کراہت کی تصریح کی ہے اور یہ کتاب انکی آخر تالیف ہے تو غالبا اسمیں ان امور کو لکھا ہوگا جو منقح ہوچکے ہونگے کذا فی الطحطاوی ولا یکرہ لو کانت تحت قدمیہ او محل

جلوسہ لانہا مہانۃ او فی یدہ عبارۃ الشمنی بدنہ لانہا مستورۃ بثیابہ اور مکروہ نہیں اگر تصویر نمازی کے دونوں پاؤں کے نیچے یا بیٹھنے کی جگہہ میں دبی ہو کیونکہ اس صورت میں تصویر ذلیل ہے یا تصویر ہاتھ کے اندر ہو تب بھی مکروہ نہیں کہ وہ نمازی کے کپڑوں میں پوشیدہ ہے شارح نے کہا کہ شمنی کی عبارت میں فی یدہ کی جگہہ فی بدنہ ہے یعنی اسکے بدن میں تصویر کا ہونا مکروہ نہیں ہم یعنی متن کی عبارت میں یہ اشکال ہے کہ اگر ہاتھ میں تصویر ہوگی تو ایک ہاتھ کو دوسرے پر رکھنے کی سنت ادا نہو سکیگی حالانکہ ترک سنت مکروہ ہے پھر عدم کراہت کا قول کیسے درست ہوگا ہاں اگر تصویر ہاتھ میں لٹکی ہو یا گدی ہوئی ہو تو ہو سکتا ہے

کذا فی شرح المنیۃ او علی خاتمہ بنقش غیر مستبین قال فی البحر ومفادہ کراہۃ المستبین لا المستتر بکیس او صرۃ او ثوب آخر واقرہ المصنف او کانت صغیرۃ لا تتبین

تفاصیل اعضائہا للناظر قائما وہی علی الارض ذکرہ الحلبی یا تصویر نمازی کے انگوٹھی پر ہو غیر ظاہر نقش سے تب بھی مکروہ نہوگی بحر الرائق میں کہا کہ اسکا
مشادیہ ہو کہ جس تصویر کا نقش ظاہر ہو وہ مکروہ ہو نہ وہ کہ تھیلی یا پردہ یا دوسرے کپڑے میں چھپی ہو اور ثابت رکھا ہے اسکو مصنف نے یا تصویر اتنی چھوٹی ہو کہ اسکے
اعضا کی تفصیل دیکھنے والیکو نہ سوجھتی ہو جب وہ کھڑا ہو اور تصویر زمین پر ہو یعنی اگر اتنے فاصلے سے اسکے اعضا جدا جدا معلوم نہوتے ہوں تب بھی مکروہ نہوگی ذکر کیا
اسکو حلبی نے او مقطوعۃ الراس او الوجہ او ممحوۃ عضو لا تعیش بدونہ او لغیر ذی روح لا یکرہ لانہا لا تعبد یا تصویر سر کٹی ہو یا چہرہ کٹا ہوا ہو یا اسکا ایسا عضو
مٹادیا ہو جسکے بدون اس صورت کا جاندار زندہ نہ رہے یا تصویر بے جان چیز کی ہو تو مکروہ نہوگی کیونکہ یہ سب مذکورہ چیزیں عبادت نہیں کیجاتیں ہم شامی نے کہا کہ
سر کا کاٹنا عام ہے اس سے کہ اسکو مٹادیا ہو یا بنایا ہی نہو یا بنا کر اسکی دونوں سے کاٹ دیا ہو یا کچھ ڈالا ہو یا سیاہی خواہ سرخی پھیر دی ہو سب صورتوں سے
کراہت نہوگی وخبر جبریل مخصوص بغیر المہانۃ کما بسطہ ابن الکمال اور حدیث جبریل علیہ السلام کی مخصوص ہے اس تصویر کیساتھ جو ذلیل نہو چنانچہ مفصل بیان
کیا ہے اسکو ابن کمال نے یہ جواب ہے ایک سوال مقدر کا اسکی تقریر یہ ہے کہ اگر تصویر کی کراہت اس سبب سے ہو کہ جس جگہ نماز ہوتی ہو وہاں فرشتے بسبب تصویر کے
نہ آتے چنانچہ حدیث جبریل میں جسکو مسلم نے روایت کیا ہے مذکور ہے کہ حضرت جبریل علیہ السلام نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے وعدہ کیا تھا کہ فلاں
ساعت میں حاضر خدمت ہونگا جب وہ ساعت آئی اور جبریل نہ آئے آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالی اپنا وعدہ اور اسکا رسول اپنا وعدہ خلاف نہیں کرتا اور عصا جو آپکے
ہاتھ میں تھا اسکو زمین پر ڈالا پھر دیکھا تو ایک سگ کا بچہ چارپائی کے نیچے تھا آپ نے حضرت عائشہ سے پوچھا کہ یہ کب آگیا انہوں نے عرض کیا کہ مجھکو خبر نہیں
پھر وہ بچہ نکالا گیا اسوقت جبریل تشریف لائے آپ نے فرمایا کہ میں تمہارے وعدہ کا منتظر تھا انہوں نے عرض کیا کہ ہمکو آنے سے مانع وہ بچہ سگ
ہوا جو آپکے گھر میں تھا ہم ایسے گھر میں نہیں جاتے جس میں کتا یا تصویر ہو تب تو تصویر ذلیل ہو یا غیر ذلیل دونوں صورتوں میں کراہت ہونی چاہیے کیونکہ حدیث میں
لفظ صورت عام مذکور ہے اور اگر وجہ کراہت مشابہت عبادت ہو تو بعض صورتوں میں تصویر سامنے یا سر کے اوپر ہو یا پیچھے ہو وقت کراہت ہونی چاہیے نہ دونوں میں یا پیچھے
ہونے میں شارح جواب دیتا ہے کہ کراہت کی وجہ یہی ہے کہ نماز کی جگہ میں فرشتوں کا گذر نہیں ہوتا اور حدیث جبریل میں جو لفظ تصویر عام ہے تو وہ اسی
تصویر سے مخصوص ہے جو ذلیل نہو اسکی خصوصیت دوسری حدیث سے ہے جسکو نسائی اور ابن حبان نے روایت کیا ہے کہ جبریل علیہ السلام نے آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہونے کی اجازت چاہی آپ نے فرمایا کہ اندر آؤ انہوں نے عرض کیا کہ میں اندر کیسے آؤں آپکے گھر میں تو ایک پردہ ہے جسپر
تصویریں ہیں اگر آپکو انکا رکھنا منظور ہو تو انکے سر کاٹ ڈالیے یا انکے گدے اور تکیے بنوا لیجیے انتہی کذا فی الشامی واختلف المحدثون فی امتناع ملائکۃ الرحمۃ بما
علی النقدین فنفاہ عیاض واثبتہ النووی اور اختلاف کیا ہے اہل حدیث نے رحمت کے فرشتوں کے نہ آنے میں بسبب ان تصویروں کے جو روپیہ اشرفی
پر ہوتی ہیں تو قاضی عیاض مالکی نے امتناع کی نفی کی ہے اور نووی شافعی نے اسکو ثابت رکھا ہے ہم شامی نے کہا کہ قول قاضی عیاض کے موافق علمائے حنفی
نے بھی تصریح کی ہے چنانچہ فتح القدیر میں کہا کہ چھوٹی تصویر کا رکھنا گھر میں مکروہ نہیں یعنی جو تصویر اتنی چھوٹی ہو کہ اس سے نماز مکروہ نہوتی ہو تو اسکا رکھنا
گھر میں مکروہ نہیں اور جو نماز میں کراہت پیدا کرتی ہو اسکا رکھنا بھی مکروہ ہے فائدہ یہ حکم تصویر کے رکھنے کا ہے لیکن بنانا تصویر جاندار کا چھوٹی ہو یا بڑی ہر طرح
سے حرام ہے کہ اسمیں مشابہت اللہ تعالی کی پیدا کرنے سے ہے چنانچہ نووی نے شرح مسلم میں اسپر اجماع نقل کیا ہے وکرہ تحریما عد الآی والسور والتسبیح بالید
فی الصلوۃ مطلقا ولو نفلا اما خارجہا فلا یکرہ کعدہ بقلبہ او بغمزہ انامله وعلیہ یحمل ما جاء من صلوۃ التسبیح اور مکروہ تحریمی ہے شمار کرنا آیتوں اور سورتوں
اور سبحان اللہ کہنے کا ہاتھ سے یعنی انگلیوں پر یا تسبیح ہاتھ میں لیکر کذا فی البحر مطلق نماز میں اگرچہ نفل نماز ہو اور مکروہ نہیں ہے شمار کرنا باہر نماز
سے جیسے مکروہ نہیں شمار کرنا نمازی کا اپنے دل میں یا پوروں کے دبانے سے اور اسی پر محمول ہے صلوۃ التسبیح جو حدیث میں مذکور ہے یعنی اسمیں
بھی شمار دل سے کرے یا ایک ایک پور کو دباتا جاوے فرع سئل ... شارح کالا بأس باتخاذ المسبحۃ لغیر ریاء کما بسط فی البحر ... مفسدا فقط ... نہیں

تسبیح کھنے کا بدون رہا کے جیسا کہ شرح بیان کیا ہی بحر الرائق میں اور سبحہ بکسر میم صیغہ آلہ کا ہی اور بحر الرائق اور حلیہ مین سبحہ بضم سین ہی جسکو اصطلاح عوام میں تسبیح کہتے ہیں یعنی کچھ دانے ایک ڈورے میں پروئے ہوئے اور دلیل جواز تسبیح رکھنے کی وہ حدیث ہی جو ابو داؤد اور ترمذی اور نسائی وغیرہ نے سعد بن ابی وقاص سے روایت کی ہی کہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک عورت کے پاس گیا جسکے سامنے کچھ گٹھلیاں یا کنکریاں تھیں جنپر وہ وظیفہ پڑھتی تھی آپ نے ارشاد فرمایا کہ میں تجھکو اس سے آسان یا زیادہ فضل بتائے دیتا ہوں اسطرح پڑھ (سبحان اللہ عدد ما خلق فی السماء سبحان اللہ عدد ما خلق فی الارض وسبحان اللہ عدد ما بین ذلک وسبحان اللہ عدد ما ہو خالق والحمد للہ مثل ذلک واللہ اکبر مثل ذلک ولا الہ الا اللہ مثل ذلک ولا حول ولا قوۃ الا باللہ مثل ذلک) تو اس حدیث میں انکے کنکریوں یا گٹھلیوں پر شمار کرنے سے منع نفرمایا بلکہ طریق آسان اور افضل ارشاد کر دیا اگر کسی چیز پر شمار کرنا مکروہ ہوتا تو بیان فرما دیتے اور تسبیح میں اس حدیث کے مضمون سے اتنی ہی زیادتی ہوتی ہی کہ گٹھلی وغیرہ کو ایک دھاگے میں پرو لیتے ہیں اسطرح کی زیادتی منع میں کچھ اثر نہیں کرتی علاوہ ازین تسبیح کا رکھنا صوفیہ اخیار سے منقول ہی ہاں اگر نمود اور شہرت کے لیے رکھے تو البتہ مکروہ ہی کذا فی الشامی لا یکرہ قتل حیۃ او عقرب ان خاف الاذی اذ الامر للاباحۃ لانہ منفعۃ لنا فالاولی ترکہا حیۃ بیضاء لخوف الاذی مکروہ نہیں نمازی کو مار ڈالنا سانپ یا بچھو کا اگر نمازی ایذا سے ڈرے کیونکہ امر قتل کے مباح کرنے کے لیے اسلیے کہ ہمارے فائدہ کیواسطے ہی تو بہتر ہی چھوڑ دینا سفید سانپ کا ایذا کے ڈر سے صحیحین میں ہی کہ نماز کے اندر دو سیاہ چیزون کو قتل کرو یعنی سانپ اور بچھو کو تو یہان اعتراض ہوتا تھا کہ جب حکم انکے مارنے کا ہی تو چاہیے تھا کہ انکا مارنا مستحب ہوتا اور یا تن نے صرف عدم کراہت پر اکتفا کیا شارح اسکا جواب دیتا ہی کہ یہ امر حدیث میں اباحت کے لیے ہی کہ اسمین ہمارا ہی نفع ہی اور سفید سانپ کو نہ مارنے کی وجہ یہ ہی کہ حدیث میں اسکو جن فرمایا ہی تو جنات کے اسیب سے محفوظ رہنے کے لیے اسکا نہ مارنا اولی ہوا اگرچہ اسکے مارنے میں ہمارا ضرر ہو اور نہایہ میں ہی کہ بدون خوف ایذا کے مارنا سانپ اور بچھو کا نماز کے اندر مکروہ ہی کذا فی الشامی مطلقا ولو بعمل کثیر علی الاظہر ولکن صحح الحلبی الفساد سانپ اور بچھو کا مار ڈالنا نماز میں مطلق مکروہ نہیں اگرچہ عمل کثیر سے مارے اور یہ قول ظاہر ہی لیکن حلبی نے تصحیح نماز فاسد ہونے کی کی ہی بصورت عمل کثیر کے ولا یکرہ صلوٰۃ الی ظہر قاعد او قائم ولو یتحدث الا اذا خیف الغلط بحدیثہ اور مکروہ نہیں نماز پڑھنا بیٹھے ہوئے شخص یا کھڑے ہوئے کی پشت کیطرف اگرچہ وہ باتین کرتا ہو مگر جس صورت میں کہ خوف بہک جانے کا ہو اسکی باتون سے تو البتہ مکروہ ہی ولا الی مصحف او سیف مطلقا او شمع او سراج او نار توقد لان المجوس انما تعبد الجمر لا النار الموقدۃ قنیہ اور مکروہ نہیں نماز قرآن کیطرف یا تلوار کیطرف کو مطلق یعنی لٹکی ہوئی ہو یا رکھی ہوئی ہو یا نماز پڑھنا موم کی بتی کیطرف یا چراغ کیطرف یا آگ کیطرف جو روشن ہو اسلیے کہ آتش پرست عبادت چنگاری کی کرتے ہیں نہ جلتی آگ کی کذا فی القنیہ مع طحطاوی نے کہا کہ یہ جلتی بتی اور چراغ اور آگ تینون کی علت ہی اور آگ سے مراد وہ ہی جسمین صرف شعلہ ہو اور بندش آگ نہو تا اگر کوئلہ یا چنگاری بھی ہو گی تو خالی کراہت سے نہین کذا فی العنایہ او علی بساط فیہ تماثیل ان لم یسجد علیہا لما مر یا مکروہ نہیں نماز اس فرش پر جسمین تصویرین ہون بشرطیکہ تصویرون پر سجدہ نکرے مکروہ نہین بسبب اس وجہ کے کہ پیشتر گذری یعنی فرش پر تصویر کا ہونا اسکی ذلت کا باعث ہی فروع مسائل ملحقہ شارح کے یکرہ اشتمال الصماء والاعتجار والتلثم والتنخم اشتمال صما یعنی چادر کو بدن میں سر سے پاؤن تک اسی طرح لپیٹنا کہ کہیں سے ہاتھ باہر نہ نکلے اور مکروہ ہی اعتجار یعنی ڈوپٹہ یا پگڑی کو سر سے باندھنا اسطرح کہ بیچ میں سے سر کھلا رہے اور وجہ کراہت ان دونون امر کی یہ ہی کہ حدیث میں انسے نہی وارد ہی اسلیے کراہت تحریمی معلوم ہوتی ہی کذا فی الشامی اور مکروہ ہی ڈھاٹا باندھنا اسطرح کہ ناک اور منہ ڈھک جائے کیونکہ آتش پرست آگ کی عبادت کیوقت ایسا ہی کرتے ہیں اور مکروہ ہی زور کی سانس کے ساتھ بلغم نکالنا تنخم تا سے فوقانیہ والون دونون سے مجمہ ہی اور بعض نسخون میں تختم ہی یعنی انگوٹھی کا پہننا نماز میں عمل قلیل کے ساتھ مکروہ ہی طحطاوی نے ابو السعود سے نقل کیا کہ ڈھاٹے کا باندھنا مکروہ تحریمی ہی اور خرخر کرکے بلغم نکالنے کا حکم مثل کھنکھارنے کے ہی جسکی تفصیل گذر چکی کذا فی الشامی وکل عمل قلیل بلا عذر کتعرض القملۃ قبل الاذی اور مکروہ تنزیہی ہر عمل قلیل بدون عذر کے مثلاً جون کا مار ڈالنا پہلے کاٹنے کے اور ترک کل سنۃ ومستحب او

مکروہ تنزیہی ہے چھوڑنا ہے سنت اور مستحب کا شامی نے کہا کہ اگر سنت زیادہ موکد ہو گی تو عجب نہیں کہ اسکا ترک مکروہ تحریمی ہو و حمل الطفل و ما ورد نسخ بحدیث
ان فی الصلوٰۃ لشغلا اور مکروہ ہے بدون حاجت اٹھا لینا بچہ کا نماز میں اور جو قصہ کہ حدیث میں وارد ہے وہ منسوخ ہے اس حدیث سے کہ ان فی الصلوٰۃ لشغلا
یعنے نماز میں ایک شغل ہے جو اور باتوں کا مانع ہے مترجم یہ جواب ہے سوال مقدر کا کہ بچہ کا اٹھانا مکروہ کیسے ہو سکتا ہے یہ امر تو صحیحین میں بروایت ابو قتادہ ثابت ہے کہ
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نماز میں اپنی نواسی بی بی امامہ کو اٹھا لیتے تھے جب سجدہ کرتے تھے تو انکو اتار دیتے تھے اور کھڑا ہونے کے وقت پھر اٹھا لیتے تھے اس سوال کا
جواب ایک تو یہ ہے جو شارح نے دیا کہ یہ حکم منسوخ ہے مگر یہ جواب کام کا نہیں اسلیے کہ حدیث (ان فی الصلوٰۃ لشغلا) ہجرت سے پیشتر کی ہے اور قصہ بی بی امامہ کا ہجرت کے
بعد ہے تو وہ حدیث اسکی ناسخ کیسے ہو سکتی ہے اور ایک جواب بدائع میں مذکور ہے کہ یہ فعل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اسلیے تھا کہ آپکو اسکی ضرورت تھی کیونکہ ایسا شخص
کوئی نہ تھا جو بی بی امامہ کی حفاظت کرتا تو اگر اب بھی کوئی شخص اسیطرح کی ضرورت میں مبتلا ہو تو اسکو بچہ کا اٹھانا مکروہ نہیں البتہ بدون حاجت مکروہ ہوگا
کذا فی الشامی و یباح قطعہا لنحو قتل حیۃ وند دابۃ و فور قدر و ضیاع ما قیمتہ درہم لہ او لغیرہ اور مباح ہے نماز کا توڑ دینا اگرچہ نماز فرض ہو ان چیزوں کے واسطے مثلاً
سانپ کا مارنا اور سواری کا بھاگ جانا اور ہانڈی کا ابلنا اور ضائع ہونا ایسی چیز کا جسکی قیمت ایک درم یعنی پانچ آنہ ہوں خواہ وہ چیز نمازی کی ہو یا کسی دوسرے
کی ہو اسی طرح اگر خوف ہو کہ بھیڑیا کوئی بکری اٹھا لیجائیگا تو جائز ہے کہ نماز توڑ کر بھیڑیے کو دفع کرے کذا فی نور الایضاح ویستحب لمدافعۃ الاخبثین و للخروج من الخلاف ان
لم یخف فوت وقت و جماعۃ اور مستحب ہے نماز کا توڑ دینا پاخانہ اور پیشاب کے دبانے کے وقت اور خلاف سے نکلنے کے واسطے اگر خوف نہ ہو وقت کے جانے کا یا جماعت کے
نکلنے کا مترجم شامی نے کہا کہ بول و براز کے دبانے کے ساتھ نماز پڑھنی مکروہ تحریمی ہے تو اسکے توڑنے کو واجب کہنا چاہیے تھا نہ مستحب اگرچہ جماعت فوت ہو جائے اور خلاف
سے نکلنے کی یہ صورت ہے کہ نماز پڑھنے میں کسی عورت اجنبی سے مثلاً ہاتھ لگ گیا تو مستحب ہے کہ نماز کو توڑ دے کیونکہ اس صورت میں امام شافعی کے نزدیک نماز نہ ہوگی ویجب
لاغاثۃ ملہوف و غریق و حریق اور واجب ہے نماز توڑ دینا واسطے فریادرسی فریادخواہ اور ڈوبتے اور جلتے آدمی کے مترجم طحطاوی نے کہا کہ ظاہر یہ ہے کہ ایسے امور کے
لیے نماز کا توڑنا فرض ہو اور مثل اسکے ہے اندھے کو کنوئیں میں گرتے دیکھنا لا النداء احد ابویہ بلا استغاثۃ الا فی النفل فان علم انہ یصلی لا باس بان لا یجیبہ و ان لم یعلم
اجابہ نہیں جائز ہے نماز فرض کا توڑنا واسطے پکارنے ماں یا باپ کے بدون فریادخواہی کے مگر نفل نماز میں اگر ماں یا باپ پکارے تو جواب دینا واجب
ہے گو فریادخواہی کے واسطے نہ پکارا ہو کذا فی الشامی پھر اگر ماں یا باپ کو معلوم ہو کہ وہ نماز پڑھتا ہے تو کچھ مضائقہ نہیں جواب نہ دینے کا اور اگر معلوم نہ ہو تو جواب دے
مترجم ماں باپ سے مراد اصول ہیں گو اوپر کے ہوں یعنی دادا یا نانا یا نانی یا دادی ہو سب کا یہی حکم ہے یہانتک بیان نماز کے اندر کے مکروہات کا تھا اب مصنف ان
مکروہات کا بیان کرتا ہے جو نماز کے باہر ہوں مگر نماز کے توابع میں سے ہوں ویکرہ تحریما استقبال القبلۃ بالفرج ولو فی الخلاء وبالتبیت استدبارہا وکذا استدبارہا
فی الاصح اور مکروہ تحریمی ہے بول و براز کے وقت شرمگاہ کا منہ کرنا قبلہ کو اگرچہ پاخانہ کے اندر ہو اور اسیطرح مکروہ تحریمی ہے پشت پھیرنا قبلہ کیطرف کو صحیح
قول میں شارح نے کہا کہ لفظ خلا الف ممدودہ کے ساتھ پاخانہ کے مکان کو کہتے ہیں مترجم وجہ کراہت کی یہ ہے کہ صحاح ستہ میں مروی ہے کہ جب تم پاخانہ پھرو تو قبلہ
کیطرف منہ نہ کرو نہ پشت بلکہ اسکو داہنی طرف کر لو یا بائیں اور یہ حکم مرد و عورت دونوں کو یکسان ہے اور کراہت بول و براز کے وقت ہے پانی سے استنجا کرنے
کے وقت کراہت تحریمی نہیں اور استقبال فرج کی قید سے یہ نکلا کہ اگر سینہ قبلہ کی جانب ہو اور شرمگاہ کو جانب قبلہ سے پھیر کر پیشاب کریگا تو مکروہ نہوگا
کذا فی الشامی کما کرہ للبالغ امساک صبی لیبول نحو القبلۃ جیسے مکروہ تحریمی ہے بالغ شخص کو پیشاب کرانا بچہ کا قبلہ کی طرف کو اسلیے کہ بالغ کو بچہ کے ساتھ
ایسا فعل کرنا حرام ہے جو بچہ پر بالغ ہونے کے بعد حرام ہو مثلاً حریر یا زیور پہنانا لڑکے کو حرام ہے کذا فی الشامی وکما کرہ مد رجلیہ فی نوم او غیرہ
الیہا ای عمدا لانہ اساءۃ ادب قالہ منلا باکیر اور جیسے مکروہ ہے دونوں پاؤں کا پھیلانا سونے میں یا سوا سونے کی حالت کے قبلہ کی طرف
یعنے پاؤں پھیلانا دانستہ مکروہ ہے اسلیے کہ یہ بے ادبی ہے کہا ہے اسکو ملا باکیر نے مترجم طحطاوی نے کہا کہ عمدا کے یہ معنی کہ بدون عذر اور سہو کے پھیلاوے

تو اگر عذر سے پاؤں پھیلا دیگا تو مکروہ نہوگا اور دونوں پاؤں کے مانند ہی حکم ایک پاؤں کے پھیلانے کا اور بالغ اور لڑکا اس حکم میں برابر ہیں
شامی نے کہا کہ وجہ کراہت کی بے ادبی قرار دینے سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ کراہت تنزیہی ہو مگر آگے آویگا کہ قبلہ کیطرف پاؤں پھیلانے سے آدمی کی گواہی
مقبول نہیں ہوتی اس سے معلوم ہوتا ہے کہ کراہت تحریمی ہے اولی مصحف او شیٔ من الکتب الشرعیۃ الا ان یکون علی موضع مرتفع عن المحاذاۃ
فلا یکرہ قالہ الکمال یا مکروہ ہے پاؤں پھیلانا قرآن مجید کے یا کسی کتاب شرعی کیطرف یعنی تفسیر وحدیث وفقہ اور انکے اصول کی کتاب کیطرف مگر کتاب
مصحف کسی اونچی جگہ پر ہو پاؤں کی سیدھ سے تو پاؤں پھیلانا مکروہ نہوگا کہا ہے اسکو کمال الدین محقق نے شامی نے کہا کہ ظاہر ہے اگر کتاب پست دور
رکھی ہو تب بھی کراہت نہوگی کما کرہ غلق باب المسجد الا لخوف علی متاعہ اور جیسے مکروہ ہے قفل لگانا مسجد کے دروازہ کو مگر اپنے اسباب کے ڈر سے اگر قفل
لگاوے تو مکروہ نہیں اسی پر فتوی ہے ہم شامی نے کہا کہ غلق کی جگہ اغلاق کہنا چاہیے تھا کیونکہ قاموس میں ہے کہ غلق باب لغت خراب ہے اغلاق باب فصیح ہے اور وجہ
کراہت یہ ہے کہ دروازہ بند کرنے سے نمازیوں کو نماز سے روکنا پایا جائیگا حالانکہ اللہ تعالی فرماتا ہے (ومن اظلم ممن منع مساجد اللہ ان یذکر فیہا اسمہ) اور خوف
متاع کی صورت میں بھی اوقات نماز میں بند کرنا مکروہ ہوگا کذا فی البحر وکرہ تحریما الوطی فوقہ والبول والتغوط لانہ مسجد الی عنان السماء واتخاذہ طریقا بغیر عذر
وصح فی القنیۃ بفسقہ باعتیادہ اور مکروہ تحریمی ہے صحبت کرنا مسجد کی چھت پر اور بول وبراز کرنا اسلیے کہ وہ مسجد ہے تحت الثری سے لیکر آسمان کی سطح تک اور
مکروہ ہے ٹھہرا لینا مسجد کو رستہ بدون عذر کے اور قنیہ میں تصریح کی ہے آدمی کے فاسق ہو جانیکی مسجد کو رستہ بنا لینے کی عادت کرنے سے یعنی اگر عادت ۵۱
کریگا کہ رستہ مسجد ہی میں ہو کر چلے تو فاسق ہو جائیگا وادخال نجاسۃ فیہ وعلیہ فلا یجوز الاستصباح بدہن نجس فیہ ولا تطیینہ بنجس ولا البول والفصد
ولو فی اناء مکروہ ہے اندر لیجانا نجاست کا مسجد میں اور اس بنا پر متفرع ہوا کہ جائز نہیں چراغ جلانا ناپاک تیل سے مسجد کے اندر اور نہ استرکاری کرنا مسجد کا ناپاک
گارے سے اور نہ پیشاب کرنا اور فصد کھلوانا اگرچہ برتن کے اندر پیشاب اور خون لیا جاوے ہم فتاوے عالمگیری میں ہے کہ جس آدمی کے بدن پر نجاست
لگی ہو وہ مسجد کے اندر نجاوے اور جس گارے میں ناپاک پانی پڑا ہو اُس سے مسجد کا لیسنا مکروہ ہے ویحرم ادخال صبیان ومجانین حیث غلب تنجیسہم والا فیکرہ اور
حرام ہے داخل کرنا لڑکوں اور مجنونوں کا مسجد میں جبکہ گمان غالب ہو کہ مسجد کو ناپاک کر دینگے اور اگر ایسا نہو تو اندر لیجانا انکا مکروہ ہے ہم شامی نے کہا کہ مراد حرام ہونے
سے مکروہ تحریمی ہے اور وجہ اندر نہ لیجانے لڑکوں اور دیوانوں کی یہ ہے کہ حدیث مرفوع میں آچکا ہے کہ اپنے مساجد کو لڑکوں اور دیوانوں اور بیع اور شرا اور شور وغل اور
شمشیر کشی اور اقامت حدود سے علیحدہ رکھو اور جمعوں میں انکو خوشبو سُلگا کر معطر کرو کذا فی البحر اس سے معلوم ہوا کہ در صورت گمان نجس نہونے کے لڑکوں کا لیجانا
مکروہ تنزیہی ہے وینبغی لداخلہ تعاہد نعلہ وخفہ وصلوتہ فیہما افضل اور مسجد میں جانے والے کو چاہیے دیکھ بھال لینا اپنے جوتے اور موزہ کو کہ آلودہ نجاست نہوں
اور نماز پڑھنا نمازی کا جوتوں اور موزوں کو پہن کر بشرطیکہ طاہر ہوں افضل ہے ہم وجہ افضلیت یہ ہے کہ طبرانی نے حدیث روایت کی ہے کہ نماز پڑھو جوتوں
کو پہن کر اور یہود کے مشابہت مت کرو شامی نے کہا کہ عمدۃ المفتی میں ہے کہ جوتا پہن کر مسجد میں جانا اس زمانے کے عرف میں داخل بے ادبی ہے اور خوف
مسجد کی فرش کے آلودگی کا بھی ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں یہ خوف نہ تھا کیونکہ مسجد شریف میں اُسوقت کنکریں بچھی ہوئی تھیں لا یکرہ
ما ذکر فوق بیت جعل فیہ مسجد بل ولا فیہ لانہ لیس بمسجد شرعا مکروہ نہیں اشیاء مذکورہ یعنی جماع اور بول اور براز اُس گھر کی چھت پر جسمیں نماز پڑھنے کی جگہ
بنائی گئی ہے بلکہ خود اُس جگہ میں یہ چیزیں مکروہ نہیں اسلیے کہ وہ مسجد شرعی نہیں ہم یعنی مسجد شرعی وقف اور اذن عام سے ہوتی ہے اور گھر میں ایک جگہ
لیپ پوت کر نماز کے لیے کر لینے سے مسجد نہیں ہو جاتی واما المتخذ لصلوۃ جنازۃ او عید فہو مسجد فی حق جواز الاقتداء وان انفصل الصفوف رفقا
بالناس لا فی حق غیرہ بہ یفتی نہایۃ اور وہ مکان جو نماز جنازہ یا عید کے لیے مقرر کیا جاوے سو وہ مسجد ہے اقتدا کے درست ہونے کے حق میں اگرچہ
صفوں میں انفصال ہو جواز اقتدا میں اُسکو مسجد اسلیے قرار دیا گیا کہ لوگوں پر آسانی ہو مکان مذکور مسجد نہیں ہے جواز اقتدا کے سوا دوسری چیزوں کے

۵۱ اور کون زیادہ ظالم ہے اُس سے کہ منع کرے مسجدوں ... سے ... اسکا نام ... جانے سے

حق مین کذا فی الشامی مع بحر الرائق مین کہا کہ ظاہر اس سے یہ معلوم ہوتا ہی کہ جب عیدگاہ اور نماز جنازہ کا مکان مسجد نہین تو اُسمین بول و براز و جماع جائز
ہو حالانکہ رملی نے اسلیے نہین سنوایا تو لائق یہہ ہی کہ یہ امور درست نہون اگرچہ ہم اُسکو مسجد نہ کہین اور مقابل قول مفتی بہ کا وہ قول ہی جسکی تصحیح محیط مین کی
ہی کہ مکان نماز جنازہ کے لیے کسی بات مین حکم مسجد نہین اور جسکی تصحیح تاج الشریعہ نے کی ہی کہ عیدگاہ ہر بات مین حکم مسجد کا رکھتی ہی کذا فی الشامی
فحل دخول الجنب والحائض کفناء ورباط ومدرسۃ ومساجد حیاض واسواق لا الشارع پس حلال ہی داخل ہونا عیدگاہ اور مکان جنازہ مین جنب
اور حائضہ کو جیسے حلال ہی انکو داخل ہونا مسجد کے فنا مین اور خانقاہ اور مدرسہ مین اور حوضون کی مسجدون اور بازارون کی مسجدون مین نہ شارع عام
کے مساجد مین ہم فنا مسجد وہ مکان ہی جسکے اور مسجد کے بیچ مین راستہ نہو اور حوض کی مسجد سے وہ چبوترہ مراد ہی جو حوض کے پاس بنا دیتے ہین تاکہ جو کوئی
وضو کرے اُسپر تحیۃ الوضو پڑھے اور نماز پڑھ لے اور بازار کی مسجد سے وہ چبوترہ مراد ہی جو غیر نافذ بازار مین نماز کے لیے بنا لیتے ہین جیسے سوداگرون کی سرا
مین ہوا کرتے ہین غرضکہ ان مکانون کو حکم مسجد کا نہین اور شارع عام کی مسجد مین چونکہ جماعت اسمین نہین وہ در حکم مسجد مین مگر انمین اعتکاف
کیا جاسکے کذا فی الشامی ولا باس بنقشہ خلا محرابہ فانہ یکرہ لانہ یلہی المصلی ویکرہ التکلف بدقائق النقوش ونحوہا خصوصا فی جدار القبلۃ قالہ
فی خط المجتبی وقیل یکرہ فی المحراب دون السقف والمؤخر انتہی وظاہرہ ان المراد بالمحراب جدار القبلۃ فلیحفظ اور کچھ مضائقہ نہین مسجد کے نقش کرنیکا
سوا محراب کے کہ محراب کا نقش کرنا مکروہ ہی اسلیے کہ نمازی کو لہو مین ڈالتا ہی یعنی خشوع کو خلل ہوا اور مکروہ ہی تکلف کرنا باریک نقش و نگار اور
مثل سے خصوصا قبلہ کی دیوار مین کہا ہی اُسکو حلبی نے اور مجتبی کے باب حظر مین ہی کہ بعض فقہا نے کہا کہ نقش و نگار محراب مین مکروہ ہی نہ چھت اور پچھلی دیوار
مین تمام ہوا قول مجتبی کا اور ظاہر اس قول کا یہ ہی کہ محراب سے مراد قبلہ کی دیوار ہی تو اُسکو یاد کر لینا چاہیے ہم کہتے ہین کہ پچھلی دیوار اور چھت کو کراہت سے مستثنی کرنے
اور نیز علت کراہت کو عدم خشوع قرار دینے سے معلوم ہوتا ہی کہ محراب سے غرض مصلی کے سامنے کی دیوار ہی اسلیے کہ خشوع کا جاتا رہنا سوا امام کے [illegible]
صف اول کے مقتدیون کو بھی برا ہی کیونکہ خشوع سے کسی نے مستثنی ہی اور علت کراہت قرار دینے سے معلوم ہوا کہ یہان غرض کراہت تنزیہی ہی کذا فی
الشامی بجص وماء ذہب لو بمالہ الحلال لا من مال الوقف فانہ حرام وضمن متولیہ لو فعل النقش او البیاض الا اذا خیف طمع الظلمۃ فلا باس بہ کافی والا
اذا کان لاحکام البناء او الواقف فعل مثلہ لقولہم یعمر الوقف کما کان وتمامہ فی البحر مضائقہ نہین نقش کرنا مسجد کا چونہ اور سونے کے پانی سے اگر نقش کرنیوالا
اپنے مال حلال سے کرے نہ مال وقف سے اسلیے کہ مال وقف سے نقش کرنا حرام ہی اور ضامن ہوگا مسجد کا متولی اگر نقش و نگار یا سفیدی مال وقف سے
کریگا مگر جبکہ خوف ہو لالچ ظالمون کا یعنی مال وقف بہت سا جمع ہوا اور ڈر ہے کہ ظالم چھین لینگے تو اُسوقت نقش کرنیکا مضائقہ نہین کذا فی الکافی اور اگر
اُس صورت مین ضمان نہ دیگا کہ نقش وغیرہ عمارت کی مضبوطی کے لیے ہون یا خود وقف کرنیوالے نے اسطرح کے نقش بنوا لیے ہون تو اسصورت مین بھی ضمان
نہ دیگا بسبب قول فقہا کے کہ وقف کی تعمیر ویسی کیجاوے جیسے پہلے تھی اور اسکا پورا بیان بحر الرائق مین ہی ہم مال حلال کی قید اسلیے لگائی کہ مال حرام سے
مسجد کا نقش و نگار مکروہ تحریمی ہی اور مسجد سے غرض اندرون مسجد ہی اس سے معلوم ہوا کہ خارج مسجد کی زینت کرنی مکروہ ہی کذا فی الشامی عن النہر فروع مسائل
ملحقہ شارح کے مساجد کے احکام مین افضل المساجد مکۃ ثم المدینۃ ثم القدس ثم قبا ثم الاقدم ثم الاعظم ثم الاقرب سب مسجدون مین افضل مسجد مکہ معظمہ کی ہی
کیونکہ اُسمین کعبہ ہی جسکی شان مین اللہ تعالی فرماتا ہی (اول بیت وضع للناس) پھر مدینہ منورہ ہی جسکی شان مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایک
نماز میری اس مسجد مین برابر ہی ہزار نمازون کے اسکے سوا دوسری مسجد مین بجز مسجد حرام کے پھر مسجد مقدس یعنی بیت المقدس ہی کہ تصریح ثواب کے زیادتی
کی اُسکے اندر حدیث مین موجود ہی پھر مسجد قبا بضم قاف والف مقصورہ یا ممدودہ ہی جسکی شان مین آیا (لمسجد اسس علی التقوی من اول یوم) الآیہ یہ ان چارون
مسجدون کے بعد افضل وہ مسجد ہی جو قدیم تر ہو پھر وہ ہی جو زیادہ بڑی ہو پھر وہ جو قریب تر ہو ہم یہ ترتیب حلیہ مین اجناس سے نقل کی ہی اور بحر الرائق

احکام مساجد

مین بعد بیت المقدس کے جامع مسجدون کو اور اُنکے بعد محلہ کی مسجدون کو اور اُنکے بعد شارع عام کی مسجدون کو لکھا ہو اور شارع عام کی مسجدون سے وہ مسجدین
مراد ہین جنکا امام اور موذن معین نہین اور جامع مسجدون سے یہ غرض ہی کہ جنمین وسعت زیادہ اور جماعت بہت ہوتی ہو اور اُنمین سے افضل وہ ہی
جو زیادہ قدیم ہو جیسے مسجد قبا ہی پھر وہ جسمین جماعت زیادہ ہوتی ہو پھر وہ جو قریب تر ہو کذا فی الشامی و مسجد استاذہ لدرسہ او سماع الاخبار افضل اتفاقا اور مسجد
اپنے استاد کی اس سے پڑھنے کے لیے یا حدیث سننے کیواسطے افضل ہی یعنی قدیم تر اور اعظم اور اقرب سے بالاتفاق اسلیے کہ اسمین دو ثواب ہین ایک
جماعت دوسرے تحصیل علم و مسجد حیہ افضل من الجامع اور مسجد نمازی کے محلہ کی افضل ہی مسجد جامع سے ہم شامی نے لکھا کہ مسجد جامع سے مراد یہ ہی کہ جسکی
جماعت بہ نسبت محلہ کی مسجد کے زیادہ ہوتی ہو بلکہ شامی نے یہ کہا ہی کہ اگر محلہ کی مسجد مین کوئی موذن نہو تو نمازی کو اسمین جاکر اذان کہے اور نماز پڑھے اگرچہ تنہا ہو
اسلیے کہ محلہ کی مسجد کا اُسکے ذمہ حق ہی اور اگر محلہ مین دو مسجدین ہون تو جو بہت پرانی ہو اُسمین جاے اگر فاصلہ برابر ہو ورنہ قریب کی مسجد مین جاے و تعمیم
الثواب ماالحق بمسجد المدینۃ ملحق به فی الفضیلۃ لم تحری الاول اولی و هو مائۃ ذراع ذکرہ ملا علی فی شرح لباب المناسک اور صحیح یہ ہی کہ مسجد مدینہ منورہ جسقدر
لاحق کی گئی ہی وہ ثواب مین اصل مسجد کے ساتھ ملحق ہی یعنی مقدار لاحق مین بھی ایک نماز کا ثواب ہزار کی برابر ہی ہان اول مسجد کی اٹکل کرنی بہتر ہی اور
اصل مسجد سو ہاتھ کا طول اور اتنا ہی عرض ہی ذکر کیا ہی اسکو ملا علی قاری نے لباب المناسک کی شرح مین ہم اندازہ مین اصل مسجد کی شناخت کیلیے
سلطان روم مرحوم نے ستونون پر لکھوا دیا ہی تاکہ ہر شخص سہولت سے تمیز کرلے کہ مسجد مبارک اسقدر تھی اور اس مسئلہ کا ذکر شروط صلوۃ مین قبلہ کی بحث
سے پیشتر گذر چکا وہان دیکھنا چاہیے ویحرم فیہ السوال ویکرہ الاعطاء مطلقا وقیل ان تخطی اور حرام ہی مسجد مین سوال کرنا اور مکروہ ہی سائل کو مسجد مین
دینا ہر حال مین اور بعض نے کہا کہ اگر سائل گردنون پر لوگون کی پھلانگے تو مکروہ ہی ورنہ مکروہ نہین ہم شارح نے باب الحظر والاباحۃ مین اسی پچھلے قول پر اکتفا
کیا ہی چنانچہ کہا کہ مکروہ ہی سائل مسجد کو دینا اگر جسوقت کہ وہ لوگون کی گردنین نہ پھلانگے قول مختار ہین اسلیے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنی انگوٹھی نماز کے
اندر دی اللہ تعالی نے اُنکی تعریف کی اس آیت مین (ویؤتون الزکوۃ وہم راکعون) یعنی دیتے ہین خیرات اسوقت مین کہ وہ رکوع کرتے ہون کذا فی الحمادی
وانشاد ضالۃ او شعر الا ما فیہ ذکر اور مکروہ ہی کھوئی چیز کا تلاش کرنا مسجد مین اور مکروہ ہی مسجد مین شعر پڑھنا مگر جن اشعار مین ذکر ہو اُنکا پڑھنا مکروہ نہین
ہم گم ہوئی چیز کا مسجد مین تلاش کرنا اسلیے مکروہ ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم کسیکو دیکھو کہ مسجد مین گم ہوئی چیز کو ڈھونڈھتا ہی تو کہو
خدا تعالی اُسکو تجھپر واپس نکرے یعنی خدا کرے کہ تجھکو وہ چیز نملے اور ابو اللیث سمرقندی نے شعر مین یہ تفصیل کی کہ اگر اشعار مین وعظ اور خدا تعالی کی نعمتون
اور حکمتون کا ذکر اور متقیون کی صفت کا بیان ہو تو اُنکا پڑھنا بہتر ہی اور اگر انمین ذکر زمانون اور امتون کا ہو تو مباح ہی اور اگر کسی مسلمان کی ہجو یا بیہودگی
کی باتین ہون تو حرام ہی اور اگر خط و خال کا وصف ہو تو پڑھنا مکروہ ہی اور ابو داؤد اور ترمذی کی حدیث مسجد مین شعر خوانی کی ممانعت کی برے اشعار پر
محمول ہی کذا فی الشامی و رفع صوت بذکر الا للمتفقہۃ اور مکروہ ہی مسجد مین بلند کرنا آواز کا ذکر سے مگر فقہ سیکھنے سکھانے والونکو آواز کا بلند کرنا مکروہ نہین ہم ذکر
جہری مین قید اس بات کی ہونی چاہیے کہ جسمین خوف ریا یا نمازیون کی ایذا کا ہو اور اگر اس سے خالی ہو تو بعض علما کے نزدیک ذکر جہری ہی افضل ہی اسلیے کہ اُسکا
فائدہ سننے والون کو بھی ہوتا ہی اور خود ذکر کرنیوالا بیدار دل رہتا ہی اور نشاط زیادہ پاتا ہی اور اکثر علما ذکر خفی کو ترجیح دیتے ہین اسوجہ سے کہ حدیث مین وارد ہی
خیر الذکر الخفی یعنی بہتر ذکر آہستہ ذکر کرنا ہی کذا فی الطحطاوی والشامی بتصرف والوضوء الا فیما اعد لذلک اور مکروہ ہی مسجد کے اندر وضو کرنا اسلیے کہ اُسکے پانی سے
گھن آتی ہی کہ اکثر تھوک اور رینٹ سے خالی نہین ہوتا کذا فی الشامی مگر وضو کرنا اُس مقام مین جو وضو کے لیے بنایا گیا ہو مکروہ نہین طحطاوی نے کہا کہ یہی
حکم ہی بدون جنابت کے نہانے کا ہی وغرس الاشجار الا لنفع کتقلیل نز تکون المسجد اور مکروہ ہی مسجد مین درختون کا لگانا مگر کسی نفع کے لیے مکروہ نہین
جیسے کم کرنا رطوبت کا اور وہ درخت یعنی اُنکی لکڑی اور پھل مسجد کا ہوگا ہم نز بفتح نون و تشدید زا و بمعنی زمین کی رطوبت کو کہتے ہین

خلاصہ یہ ہے کہ اگر جب مسجد کے ستون بباعث رطوبت کے نہ ٹھہرتے ہوں تو اس رطوبت کے کم کرنے کو درختوں کے لگانے کا مضائقہ نہیں اور بدون کسی نفع کے لگانا ناجائز ہے اور فتاوی عالمگیری میں ہے کہ اگر لوگوں کو درخت کے سایہ سے آرام ہوتا ہو اور اسکے سبب مسجد تنگ نہ ہو اور نہ جماعت میں خلل پڑے تو کچھ مضائقہ نہیں اور اگر کوئی خاص اپنے نفع کے لیے لگا دے کہ اسکے پھل اور لکڑی آپ لیا کرے یا صفوں میں خلل ہوتا ہو یا درختوں کے باعث کفار کے معابد سے مشابہت ہوتی ہو تو مکروہ ہے واکل ونوم الا لمعتکف وغریب اور مکروہ ہے مسجد کے اندر کھانا اور سونا مگر اعتکاف والے اور مسافر کو مکروہ نہیں ودخول اکل نحو ثوم ویمنع منہ وکذا کل موذ ولو بلسانہ اور مکروہ ہے مسجد میں آنا کھانے والے لہسن جیسی چیز کا یعنی کچا پیاز اور مولی وغیرہ جنمیں بدبو آتی ہے اور منع کیا جاوے ایسا شخص مسجد میں گھسنے سے اور اسیطرح ہر شخص ایذا دینے والا اگرچہ زبان ہی سے ایذا دے مسجد سے منع کیا جاوے کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص اس درخت بدبو میں سے کھاوے وہ ہماری مسجد کے پاس نہ پھٹکے اسلیے کہ جس چیز سے انسانوں کو ایذا ہوتی ہے اس سے فرشتوں کو ایذا ہوتی ہے اور ایذا دینے والا جیسے مراد گندہ دہن اور گندہ بغل یا زخم یا پسینے سے اسکے کپڑے کی بدبو سے تکلیف ہوتی ہو اور زبانی ایذا سے غرض غیبت اور چغلی وغیرہ ہے کذا فی الطحطاوی و کل عقد الا لمعتکف بشرطہ اور مکروہ ہے مسجد میں ہر معاملہ یعنی معاوضہ مثل بیع وشرا کے کذا فی الشامی مگر اعتکاف والے کو بیع وشرا درست ہے بشرطیکہ اسکی شرط کے ہم شرط یہ ہے کہ اس چیز کی حاجت اسکو یا اسکے عیال کو ہو اور ایک یہ کہ متاع کو مسجد میں نہ منگاوے کذا فی الطحطاوی والکلام المباح وقیدہ فی الظہیریۃ بان یجلس لاجلہ لکن فی النہر الاطلاق اوجہ اور مکروہ ہے مسجد میں کلام مباح کرنا اور ظہیریہ میں قید لگائی ہے کہ کلام ہی کے واسطے مسجد میں بیٹھے یعنی اگر مسجد میں عبادت کے لیے بیٹھا اور اسکے بعد کلام دنیا کا کیا تو مکروہ نہ ہوگا لیکن نہر الفائق میں ہے کہ کراہت کو مطلق رکھنا بہتر ہے یعنی کلام کے لیے بیٹھا ہو یا عبادت کے لیے دونوں صورتوں میں کلام مباح مکروہ ہے ہم شامی نے کہا کہ صاحب نہر کی بحث مخالف منقول ہے اور اسمیں حرج بھی بہت ہے وتخصیص مکان لنفسہ ولیس لہ ازعاج غیرہ منہ ولو مدرسا واذا ضاق فللمصلی ازعاج القاعد ولو مشتغلا بقراءۃ او درس بل ولاہل المحلۃ منع من لیس منہم عن الصلاۃ فیہ اور مکروہ ہے خاص کرنا کسی جگہ کا اپنے لیے اور نہیں جائز ہے اسکو ہٹا دینا غیر شخص کا اس جگہ سے اگرچہ غیر مدرس ہی ہو اور اگر جگہ تنگ ہو تو نمازی کو جائز ہے ہٹا دینا بیٹھنے والے کا گو بیٹھنے والا قراءت یا درس میں مشغول ہو بلکہ تنگی کی صورت میں اہل محلہ کو اختیار ہے کہ جو شخص اس محلہ والوں سے نہ ہو اسکو مسجد میں نماز سے منع کریں ہم شامی نے کہا کہ اگر کسی کے بیٹھنے سے صف میں خلل پڑتا ہو تو اسکا اٹھا دینا بھی نمازیوں کو جائز ہے ولہم نصب متول وجعل المسجدین واحدا وعکسہ لصلوۃ لا لدرس او ذکر اور جائز ہے محلہ والوں کو مقرر کرنا متولی کا مسجد کے کاموں کے لیے اگرچہ قاضی مقرر نہ کرے اور جائز ہے دو مسجدوں کا ایک کر لینا اور ایک مسجد کا دو کر لینا نماز کے لیے نہ درس اور ذکر کے لیے کیونکہ مسجدیں درس اور ذکر کے لیے نہیں بنائی گئیں اگرچہ درس اور ذکر انمیں جائز ہے کذا فی القنیۃ فی مسجد عظۃ وقرآن فاستماع العظۃ اولی مسجد میں وعظ اور تلاوت قرآن ہو تو سننا وعظ کا بہتر ہے ہم شامی نے کہا کہ یہ حکم عوام کے لیے ہے جو لوگ آیات قرآنی کے معانی اور نکات اور احکام شرعی سمجھ سکتے ہوں انکے حق میں قرآن کا سننا بہتر ہے بلکہ یہ ضروری ہے ولا بأس بالکتابۃ علی جدرانہ اور مضائقہ نہیں لکھنا قرآن اور اشیاء قابل التعظیم کا مسجد کی دیواروں پر لیکن اچھا نہیں اسلیے کہ گر کر پامال نہ ہوں کذا فی البحر اور مثل اسکے ہے فرشوں پر کچھ لکھ کر دروازوں پر چپکانا کذا فی الطحطاوی ولا بأس برمی عش خفاش وحمام لتنقیتہ اور کچھ مضائقہ نہیں چمگادڑ اور کبوتر کے گھونسلے کا پھینک دینا واسطے مسجد کی صفائی کے ہم طحطاوی نے کہا کہ لتنقیتہ جواب سوال ہے اسکی تقریر یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ رہنے دو پرندوں کو انکے گھروں میں تو دور کرنا گھونسلا کا مخالف ہے اس امر کے شارح نے جواب دیا کہ یہ دور کرنا صفائی کے لیے ہے جو شرعا مطلوب ہے اس سے معلوم ہوا کہ حدیث کا حکم غیر مسجد کے لیے مخصوص ہے

باب الوتر والنوافل

یہ باب ہے وتر اور نوافل کے بیان میں ہم وتر بفتحہ اور کسرہ واو لغت میں طاق عدد کو کہتے ہیں اور اصطلاح شرع میں تین رکعتوں کا نام ہے جنکا

آتا ہی اور نفل کے معنی لغت میں زیادتی کے ہیں اور شرعاً نفل اُس عبادت کو کہتے ہیں جسکے کرنے سے ثواب ہو اور نکرنے سے عذاب نہو کل سنۃ نافلۃ ولا عکس ہر سنت نفل ہی اور اسکا اُلٹا نہیں یعنی ہر نفل سنت نہیں ہوتی یہ جملہ شارح نے اسلیے بیان کیا کہ اس باب میں ذکر سنتوں کا بھی ہی حالانکہ عنوان میں صرف وتر اور نوافل مذکور ہیں متنوں کی تصریح نہیں کی تو تصریح نکرنے کا عذر کر دیا کہ سنتیں نفل ہوتی ہیں ہو فرض عملا و واجب اعتقادا و سنۃ ثبوتا لہذا وفقوا بین الروایات وتر فرض ہی عمل کے لحاظ سے اور واجب ہی اعتقاد کے اعتبار سے اور سنت ہی ثبوت کی راہ سے اسطرح سے توفیق کی ہی فقہا نے روایتوں میں فم عملا فرض اسکے یہ معنی کہ عمل میں اُسکا حال فرائض کا سا ہوتا ہی کہ چھوڑنے سے گنہگار ہوتا اور اُسکے قضا اور ترتیب کا واجب ہونا جیسے فرضوں میں ہی ویسے ہی وتر میں ہی او اعتقادا واجب ہونے کے یہ معنی کہ اُسکے واجب ہونے کا اعتقاد ہی ضرور ہی اور ثبوتا سنت ہونے سے یہ غرض کہ ثبوت اُسکا حدیث سے ہی نہ قرآن سے چنانچہ مسئلہ اسی وتر کی کا اور وتر قبل ان نصح جو العینی وتر پہلے اس سے کہ صحیح کر دا ادر وجوب کے پیچھے ہوتا ہی تو اس حدیث سے وجوب وتر کا ثابت ہوا اور توفیق بین الروایات سے یہ مراد کہ امام اعظم سے وتر کے باب میں تین روایتیں مروی ہیں ایک فرض ہونیکی دوسری واجب ہونیکی تیسری سنت ہونیکی تو انکی تطبیق اسطرح ہوئی کہ فرض عمل کی راہ سے ہی اور واجب اعتقاد کی راہ سے اور سنت ثبوت کی راہ سے کذا فی الشامی ملتقطا وعلیہ فلا یکفر بضم فسکون ای لاینسب الی الکفر جاحدہ اور اس توفیق پر یہ متفرع ہوا کہ کافر نکہا جائیگا منکر وتر کا شارح نے کہا کہ لا یکفر بضم تحتانی اور سکون کاف ہی یعنی منسوب بکفر نہیں ہوتا ہم ضمیر علیہ کی محشیون نے توفیق کی طرف پھیری ہی اور باقانی نے شرح ملتقی الابحر میں فلا یکفر کو تفریع وتر کے فرض عملی ہونیکی قرار دیا ہی وتذکرہ فی الفجر مفسد لہ کعکسہ بشرطہ خلافا لہما ولکنہ یقضی ولا یصح قاعدا ولا راکبا اتفاقا اور دوسری تفریع وتر کے فرض عملی ہونے پر یہ ہی کہ فجر کے فرضوں میں اُسکا یاد آنا صاحب ترتیب کی فجر کا مفسد ہی مثل اُسکے عکس کے یعنی اگر وتر میں یاد ہوگا کہ کوئی نماز ذمہ پر ہی تو وتر فاسد ہونگے بموجب شرط فساد کے یعنی جبکہ وقت تنگ نہو اور نماز میں چھ نہو گئی ہوں کہ ان صورتوں میں ترتیب ساقط ہو جاتی ہی اور نماز فاسد نہیں ہوتی بخلاف صاحبین کے کہ اُنکے نزدیک وتروں کے یاد ہونے سے فجر کی نماز فاسد نہیں ہوتی کیونکہ وتر اُنکے نزدیک سنت ہیں لیکن وتر قضا کیے جاتے ہیں اور بیٹھ کر اور سوار ہو کر درست نہیں ہوتے بالاتفاق یعنی جیسے سنتوں کی قضا نہیں اور بیٹھ کر اور سواری پر جائز ہیں مگر صاحبین کے نزدیک وتر باوجود سنت ہونے کے ان باتوں میں سنت سے علیحدہ ہیں وہو ثلث رکعات بتسلیمۃ کالمغرب حتی لو نسی القعود الاول عاد ینبغی الفساد کما مجتبی وتر تین رکعتیں ہیں ایک سلام سے مثل نماز مغرب کے یہانتک کہ اگر بیچ کے قعدہ کو بھول کر کھڑا ہو گیا تو پھر نہ بیٹھے اور اگر پھر بیٹھ جائیگا تو چاہیے کہ نماز فاسد ہو جاوے چنانچہ آگے آویگا مثل مغرب سے یہ معلوم ہوا کہ بیچ کا قاعدہ واجب ہی تو سہو میں درود نہ پڑھے اور نماز کے فاسد ہونے کی یہ وجہ ہی کہ قیام فرض کو چھوڑ کر واجب کے لیے بیٹھنا نہیں چاہیے اور نماز نفل میں چونکہ ہر دوگانہ علیحدہ نماز ہی اسلیے اگر کھڑا بھی ہو جاوے تب بھی بیٹھ جاوے کذا فی الطحطاوی ولکنہ یقرأ فی کل رکعۃ منہ فاتحۃ الکتاب وسورۃ احتیاطا وتر مثل مغرب کے ہیں لیکن نمازی اسکی ہر رکعت میں الحمد اور ایک سورہ یا تین آیتیں احتیاطا پڑھے اور وجہ احتیاط کی یہ ہی کہ صاحبین وتر کے سنت ہونیکے قائل ہیں تو اس لحاظ سے احتیاط اسکی متقضی ہی کہ سب رکعتوں میں قرات پڑھی جاوے والسنۃ السور الثلاث زیادۃ المعوذتین لم یختر ہا الجمہور اور مسنون تین سورتیں ہیں یعنی اول میں سورۂ اعلیٰ اور دوسری میں سورۂ کافرون اور تیسری میں اخلاص اور زیادتی معوذتین کو جمہور فقہا نے پسند نہیں کیا یعنی تیسری رکعت میں بعد سورۂ اخلاص کے سورۂ فلق اور ناس پڑھنا اختیار نہیں کیا وقبل رکوع ثالثۃ رافعا یدیہ کما مر ثم یعتمد وقیل کالداعی وقنت فیہ اور اللہ اکبر کہے پہلے تیسری رکعت کے رکوع کرنیکے اپنے دونوں ہاتھوں کو اُٹھا کر جیسا کہ گذرا یعنی تکبیر تحریمہ کیطرح کانوں تک ہاتھ اُٹھاوے پھر ہاتھ باندھ لے اور بعض نے کہا کہ کھلا رکھے دعا مانگنے والے کیطرح یعنی چھاتی تک اُٹھاوے اور ہتھیلیاں آسمان کیطرف رکھے یہ قول امام ابو یوسف کا ہی اور ضعیف ہی اور دعا کرے آمین ہم شامی نے کہا کہ ضمیر فیہ کی وتر کیطرف ہی یا ما قبل رکوع کے وبین الدعاء المشہور ویصلی علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم بہ یفتی اور مسنون ہی دعا مشہور اور درود پڑھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر اسی پر فتوی ہی اور دعاء قنوت مشہور یہ ہی (اللھم انا نستعینک ونستغفرک ونؤمن بک ونتوکل علیک ونثنی علیک الخیر ونشکرک ولا نکفرک ونخلع

یا اللہ ہم تجھسے مدد مانگتے ہیں اور تجھسے بخشش چاہتے ہیں اور تجھپر ایمان لاتے ہیں اور تجھپر بھروسا کرتے ہیں اور بھلی تعریف

کرتے ہیں تیری اور شکر کرتے ہیں تیرا اور ناشکری نہیں کرتے تیری اور دور کرتے ہیں اور چھوڑتے ہیں اس شخص کو جو

ونترک من یفجرک اللہم ایاک نعبد ولک نصلی ونسجد والیک نسعی ونحفد نرجو رحمتک ونخشی عذابک ان عذابک الجد بالکفار ملحق) اور حضرت امام حسن بن علی
مرتضی سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قنوت کے لیے مجھکو یہ دعا سکھائی (اللہم اہدنی فیمن ہدیت وعافنی فیمن عافیت وتولنی فیمن تولیت وبارک لی
فیما اعطیت وقنی شر ما قضیت انک تقضی ولا یقضی علیک وانہ لا یذل من والیت ولا یعز من عادیت تبارکت ربنا وتعالیت نستغفرک ونتوب الیک) طحطاوی اور
شارح منیہ نے کہا کہ بہتر ہے ان دونوں دعاؤں کو قنوت میں ملا لیا کرے اور صیغہ درود کا بعد دعاء قنوت کے بحر الرائق میں کہا کہ مثل التحیات کے درود بھی
اور نووی اور حلبی نے ذکر کیا کہ مستحب یہ ہے کہ یوں کہے (وصلی اللہ علی سیدنا محمد النبی وآلہ وسلم) اور نسائی کی روایت میں ان الفاظ سے وارد ہے (وصلی اللہ علی النبی)
بہرحال درود پڑھنا بہتر ہے کیونکہ طبرانی میں حضرت علی مرتضی سے مروی ہے کہ ہر دعا رکی رہتی ہے جبتک کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر درود نہ پڑھا جاوے شامی
نے کہا کہ جو شخص دعاء قنوت پڑھنا نجانتا ہو تو وہ اسکی جگہ یہ آیت پڑھے (ربنا اتنا فی الدنیا حسنۃ وفی الآخرۃ حسنۃ وقنا عذاب النار) یا تین بار (اللہم اغفرلی) کہے
یا تین بار (یا رب) کہے وضبط الجد بالکسر بمعنی الحق وملحق بمعنی لاحق ونحفد بدال مہملہ بمعنی نسرع فان قرا بذال معجمۃ فسدت صلاتہ لانہ کلمۃ مہملۃ او صحیح ہوا کہ یہ ابوداؤد
کی حدیث مرسل میں وارد ہے الجد بکسر جیم وتشدید دال بمعنی حق کے ہے بعد لفظ عذاب کے دو جگہ اور ملحق بمعنی لاحق ہے یعنی ملنے والا اور نحفد بفتح نون اور کسرہ فا اور
ضمہ دال مہملہ کے معنی ہیں ہم جلدی کرتے ہیں اگر نمازی اس کلمہ کو ذال معجمہ سے پڑھیگا تو نماز فاسد ہو جائیگی کذا فی النہایۃ فساد نماز اسلیے ہے کہ یہ کلمہ
بیمعنی ہے مگر طحطاوی نے کہا کہ یہ کلمہ بیمعنی نہیں اسلیے کہ لغت کی صحاح میں حدیث میں مذکور ہے یعنی بمعنی خدمت لیا گیا ہے جلدی چلنے والوں باز دوڑنے سے
مخافتا علی الاصح مطلقا ولو اماما لحدیث خیر الدعاء الخفی دعاء قنوت آہستہ پڑھے اصح تر قول کے بموجب مطلقا اگرچہ امام ہو بوجہ اس حدیث کے کہ بہتر دعا
آہستہ ہے ہم اس علت کے بیان کرنے سے معلوم ہوا کہ آہستہ پڑھنا واجب نہیں اور مطلقا سے یہ غرض ہے کہ امام ہو یا مقتدی یا اکیلا ادا پڑھتا ہو یا قضا
رمضان کے وتر ہوں یا غیر رمضان کے سب صورتوں میں آہستہ پڑھے کذا فی الشامی ویصح الاقتداء فیہ وفی غیرہ اولی ان لم یتحقق منہ المفسد فی اعتقادہ فی
الاصح کما بسطہ فی البحر بشافعی مثلا لم یفصلہ بسلام لا ان فصلہ علی الاصح فیہما للاتحاد وان اختلف الاعتقاد اور درست ہے وتر میں اقتدا حنفی کا پیچھے شافعی
کے مثلا جو وتر کو سلام سے جدا نکرے یعنی دو رکعت پر سلام نہ پھیرے تو وتر کے غیر میں اقتدا بطریق اولی درست ہے بشرطیکہ امام سے کوئی ایسا امر متحقق نہ ہو جو
کہ مفسد ہو مقتدی کے اعتقاد میں صحیح تر قول میں جیسا کہ شرح بیان کیا ہے اسکو بحر الرائق میں نہیں درست ہے اقتدا اگر جدا کیا امام نے وتر کو دوگانہ کے بعد سلام کے
صحیح تر قول کے بموجب دونوں میں یعنی اقتدا میں اور فاصلہ سلام نہ ہونے میں اقتدا درست ہے بسبب اتحاد نیت کے اگرچہ اعتقاد امام اور مقتدی کا مختلف
ہے امام سنت ہونے کا معتقد ہے اور مقتدی واجب ہونے کا مگر نیت دونوں کی وتر ہی پڑھنے کی ہے ہم غیر وتر میں بطریق اولویت کی یہ ہے کہ نفل اور فرض میں نیت دونوں کی
ایک ہوگی بخلاف وتر کے کہ امام سنت کی نیت کریگا اور مقتدی وتر کی تو جب اختلاف کے ساتھ اقتدا درست ہوا تو اتحاد میں بطریق اولی درست ہونا چاہیے اور
مثل شافعی سے یہ غرض ہے کہ جو وتر کے مسنون ہونے کا معتقد ہو اور قول اصح کا مقابل اقتدا میں یہ ہے کہ اقتدا درست نہیں اسلیے کہ نفل والے کے پیچھے اقتدا واجب
پڑھنے والے کا درست نہیں اور سلام سے فاصلہ کرنے میں قول اصح کا مقابل یہ ہے کہ باوجود فاصلہ کے اقتدا جائز ہے کذا فی الشامی ولذا ینوی الوتر لا الوتر الواجب
کما فی العیدین للاختلاف اور اسی وجہ سے یعنی بوجہ اختلاف کے مقتدی نیت وتر کی کرے نہ نیت وتر واجب کی جیسے عیدین میں بسبب اختلاف وجوب اور
مسنون ہونیکے نیت واجب کی نکرے ہم یعنی نیت واجب کی اگر نکریگا تو امام اور مقتدی کی نیت متحد ہو جائیگی ویاتی الماموم بقنوت الوتر ولو بشافعی یقنت
بعد الرکوع لانہ مجتہد فیہ لا الفجر لانہ منسوخ بل یقف ساکتا علی الاظہر مسئلہ یہ ہے اور مقتدی دعاء قنوت پڑھے اگرچہ پیچھے شافعی کے مقتدی ہو جو رکوع کے
بعد دعا پڑھتا ہے اسلیے کہ مقام قنوت پڑھنے کا مختلف فیہ ہے اور مختلف فیہ مسئلہ میں متابعت امام غیر حنفی کی درست ہے نہ قنوت پڑھے نماز فجر میں اسلیے کہ فجر میں قنوت
کا پڑھنا منسوخ ہے اور منسوخ چیز میں اقتدا درست نہیں بلکہ چپکا کھڑا رہے ظاہر تر قول کے بموجب ہاتھوں کے لٹکائے ہوئے ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فجر کی

نمازوں میں عرب کے چند قبیلوں پر جنہوں نے ستر یا اسی قاریوں کو مار ڈالا تھا رکوع کے بعد دعاء بد فرماتے تھے جب آپ نے ان پر فتح پائی تو دعا کو ترک فرمایا اس
سے معلوم ہوا کہ یہ منسوخ ہوگئی کذا فی الامداد طحطاوی نے کہا کہ مصیبت کے وقت میں اب بھی فجر کی نماز میں اگر کوئی دعا پڑھے تو کچھ مضائقہ نہیں ولو نسی ای
القنوت ثم تذکرہ فی الرکوع لا یقنت فیہ لفوات محلہ ولا یعود الی القیام فی الاصح لان فیہ رفض الفرض للواجب اور اگر نمازی قنوت کو بھول گیا پھر رکوع
میں اسکو یاد کیا تو رکوع میں اسکو نہ پڑھے بسبب جاتے رہنے اسکے محل کے یعنی اسکا پڑھنا محض قیام میں تھا وہ جاتا رہا اور نہ رجوع کرے قیام کی طرف صحیح تر روایت
میں یعنی رکوع کو چھوڑ کر قنوت پڑھنے کے لیے پھر نہ کھڑا ہو اسلیے کہ اسمیں قنوت واجب کے لیے فرض رکوع کو چھوڑنا ہے اور دوسری روایت امام سے یہ ہے کہ پھر قیام
کر کے قنوت پڑھے اور دوبارہ رکوع کرے مگر صحیح تر پہلی روایت ہے فان عاد الیہ وقنت ولم یعد الرکوع لم تفسد صلوتہ لکون رکوعہ بعد قراءۃ تامۃ وسجد
للسہو قنت اولا لزوال الرکوع عن محلہ پس اگر نمازی نے قیام کی طرف عود کیا اور قنوت پڑھ کر دوبارہ رکوع نہ کیا تو اسکی نماز فاسد نہوگی بسبب ہونے اسکے رکوع سابق کے پوری قرأت
کے بعد اور سجدہ کرے سہو کا قنوت پڑھا ہو یا نہ پڑھا ہو بسبب ٹل جانے قنوت کے اپنی جگہ سے اس مسئلہ کی چار صورتیں ہو سکتی ہیں ایک یہ کہ رکوع میں قنوت پڑھا دوسری یہ کہ
رکوع سے سر اٹھا کر پڑھا اور رکوع پھر سے کیا تیسری یہ کہ سر اٹھا کر پڑھا اور رکوع دوبارہ نکیا چوتھی یہ کہ بالکل قنوت نہ پڑھا نہ رکوع میں نہ اس سے کھڑا ہو کر تو چاروں صورتوں میں
سجدہ سہو واجب ہے کہ قنوت اپنی جگہ پر نہ رہا کذا فی الحلبی رکع الامام قبل فراغ المقتدی من القنوت قطعہ وتابعہ ولو لم یقرأ منہ شیئا ترکہ ان خاف فوت الرکوع معہ بخلاف التشہد
لان المخالفۃ فیما ہو من الارکان او الشرائط مفسدۃ لا فی غیرہا اور امام نے رکوع کیا پیشتر مقتدی کے فارغ ہونے قنوت سے تو مقتدی باقی قنوت کو ترک کرے اور امام کی
پیروی کرے اور اگر مقتدی نے قنوت میں سے کچھ نہ پڑھا ہو تو قنوت کو ترک کرے اگر ڈرے کہ امام کے ساتھ رکوع نملیگا بخلاف تشہد کے یعنی اگر تشہد کچھ باقی رہ گیا ہو تو اسکو پورا کر کے
امام کی متابعت کرے یہ قنوت کو ترک کرے اسلیے کہ امام کی مخالفت ان امور میں کہ ارکان ہیں یا شرائط نماز کی مفسد ہے نہ غیر ارکان و شرائط میں مخالفت کرنی کذا فی الدرر
ہم شامی نے کہا کہ یہ تعلیل رکیک ہے کیونکہ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ متابعت مذکورہ فرض ہے حالانکہ متابعت بدون تاخیر ان فرائض و واجبات میں واجب ہے جہاں کوئی
دوسرا واجب پیش نہو تو وجہ فرق تشہد اور قنوت میں یہ کہنی چاہیے کہ قنوت کا پڑھنا سنت ہے اور رکوع میں امام کی متابعت واجب تو جب ادا سے سنت میں خوف ترک
واجب کا ہو تو سنت کو ترک کرنا چاہیے اور تشہد کا پورا کرنا واجب ہے اور امام کی متابعت بھی واجب تو ایک واجب کے لیے دوسرے کو چھوڑنا ضرور نہیں قنت فی اولی الوتر او
ثانیتہ سہوا لم یقنت فی ثالثۃ اما لو شک انہ فی ثانیتہ او ثالثۃ کررہ مع القعود فی الاصح والفرق ان الساہی قنت علی انہ موضع القنوت فلا یتکرر بخلاف الشاک ورجح الحلبی
تکرارہ لہما نمازی نے وتر کی پہلی رکعت یا دوسری میں بھولکر قنوت پڑھ لیا تو وہ تیسری رکعت میں قنوت نہ پڑھے اور اگر اسنے شک کیا کہ وہ وتر کی دوسری رکعت پڑھتا ہے یا تیسری
میں ہے تو قنوت کو مکرر کرے بیٹھنے کے ساتھ صحیح تر قول میں یعنی قنوت پڑھ کر قعدہ کرے پھر کھڑا ہو کر ایک رکعت اور پڑھے اور اسمیں قنوت پڑھے کیونکہ دونوں رکعتوں کا احتمال
ہے کہ تیسری ہو اور فرق یہ ہے کہ بھولنے والے نے قنوت پڑھا اس خیال سے کہ مقام قنوت کا وہی ہے اسلیے اب قنوت مکرر نہوگا بخلاف شک کرنیوالے کے اور حلبی نے ترجیح دی ہے
مکرر قنوت پڑھنے کی دونوں یعنی بھولنے اور شک کرنیوالے کو ہم شامی نے کہا کہ حلیہ اور بحر الرائق میں بھی موافق حلبی کے قول کے ہے واما المسبوق فیقنت مع امامہ فقط ویصیر
مدرکا بادراک رکوع الثالثۃ اور مسبوق صرف قنوت پڑھے اپنے امام کے ساتھ کیونکہ اسکی آخر نماز وہی ہے اور جب ایکبار امام کے ساتھ پڑھ چکا تو دوبارہ پڑھنا مشروع
نہیں اور ہو جاویگا پانیوالا قنوت کا تیسری رکعت وتر کی رکوع پانے سے یعنی جب مسبوق نے تیسری رکعت کا رکوع پایا تو کل رکعت اسکو ملگئی اب باقی دو رکعتوں میں
اگر قنوت پڑھیگا تو بے جگہ ٹھہریگا اسلیے کہ اسکی جگہ تیسری رکعت ہے جو ہو چکی کذا فی الطحطاوی ولا یقنت لغیرہ الا لنازلۃ فیقنت الامام فی الجہریۃ وقیل فی الکل
اور قنوت نہ پڑھے وتر کے سوا دوسری نماز میں مگر کسی مصیبت کے وقت کہ امام قنوت پڑھے جہری نمازوں میں اور بعض فقہا کا قول یہ ہے کہ سب نمازوں میں پڑھے جہری ہوں
یا سری ہم نماز جہری میں قنوت پڑھنا بحر الرائق میں شرح نقایہ سے مذکور ہے مگر اشباہ میں غایہ سے منقول ہے کہ مصیبت کے وقت امام نماز فجر میں قنوت پڑھے اور عبارت شارح
سے بھی بظاہر یہی معلوم ہوتا ہے کہ حنفیوں کے نزدیک قنوت مصیبت کا خاص فجر کی نماز میں ہے نہ اور کسی نماز جہری یا سری میں بلکہ سری نمازوں میں تو بجز امام شافعی کے اور کوئی

نہیں

قائل قنوت پڑھنے کا نہیں اور بحر الرائق میں اسکو محدثین کا مذہب لکھا ہی تو شارح کو مناسب تھا کہ اسپر آگاہ کر دیتا تاکہ سمجھے نہ ہو جائے کہ قنوت کو کوئی روایت مذہب نہ سمجھے پھر قنوت کا موقع نماز فجر میں دوسری رکعت کے رکوع کے بعد ہی چنانچہ شرنبلالی نے اسکی تصریح کی ہی کذا فی الشامی مختصر فائدہ یہ ایک کام کی بات ہی جسمیں تبع فیہا الامام قنوت وقعود اول وتکبیر عید وسجدة تلاوة وسہو واربعة لا تتبع فیہا زیادة تکبیر عید وجنازة ورکن وقیام لخامسة پانچ باتین ہین جنمین امام کی متابعت کیجاے یعنی اگر امام انکو کرے تو مقتدی بھی کرے اور اگر نہ کرے تو وہ بھی نہ کرے کذا فی الحلبی اول قنوت پڑھنا دوم قعدہ اولی سوم تکبیر عید چہارم سجدہ تلاوت پنجم سجدہ سہو کہ اگر امام ان چیزون کو کرے تو مقتدی بھی کرے اور اگر سہواً اس سے رہجائین تو مقتدی بھی چھوڑ دے اور امام کی متابعت کرے اور چار چیزین ایسی ہین کہ انمین متابعت امام کی نکیجاے یعنی اگر امام انکو کرے تو مقتدی نکرے اول زیادہ کرنا تکبیر عید کا مثلاً امام اگر چوتھی بار تکبیر کہے تو مقتدی اُسکا ساتھ نہ دے دوم زیادہ کرنا تکبیر جنازہ کا کہ اگر امام پانچ تکبیرین زیادہ کہے تو مقتدی متابعت نکرے سوم زیادہ کرنا کسی رکن کا مثلاً دوبار رکوع کرنا یا تین بار سجدہ کرنا چہارم کھڑا ہوجانا امام کا پانچوین رکعت کے لیے ہم شامی نے کہا کہ چوتھی رکن کے زیادہ کرنے مین جو اصل ہی تو اسکے بیان کرنیکی ضرورت نہ تھی وثمانیة تفعل مطلقاً الرفع لتحریمة والثناء وتکبیر انتقال وتسمیع وتسبیح وتشہد وسلام وتکبیر تشریق اور آٹھ باتین ہین کہ مطلق کیجاتی ہین یعنی امام انکو کرے یا نکرے مقتدی انکو کرے اول ہاتھون کا اٹھانا تکبیر تحریمہ کے لیے دوم دعا ثنا یعنی سبحانک اللہم سوم تکبیر انتقال یعنی ایک رکن سے دوسرے مین جانیکو اللہ اکبر کہنا چہارم سمع اللہ لمن حمدہ کہنا اگرچہ امام نکہے تو مقتدی ربنا لک الحمد کہے پنجم تسبیح رکوع اور سجدہ کی ششم تشہد یعنی التحیات اور صورت یہ ہین کہ امام بیٹھ جاوے لیکن اگر قعدہ اولی مین امام تشہد نہ پڑھے تو مقتدی کو اسکی متابعت چاہیے چنانچہ پہلے گذرا ہفتم سلام پھیرنا یعنی اگر امام بول اٹھے یا مسجد سے نکلجاوے تو مقتدی سلام پھیرلین کذا فی الطحطاوی ہشتم تکبیر تشریق وسن مؤکداً اربع قبل الظہر واربع قبل الجمعة واربع بعدہا بتسلیمة فلو بتسلیمتین لم تنب عن السنة ولذا لو نذرہا لا یخرج عنہ بتسلیمتین وبعکسہ یخرج اور سنت مؤکدہ ہین چار رکعتین پہلے ظہر کے اور چار پہلے جمعہ کے اور چار بعد جمعہ کے ایک سلام سے اور اگر دو سلام سے پڑھیگا تو سنت کے قائم مقام نہونگی اور اسیلیے اگر چار رکعتون کی نذر ایک سلام سے کریگا تو نذر سے باہر نہوگا دو سلامون کے ساتھ پڑھنے سے اور اسکے عکس مین یعنی نذر کی دو سلامون سے پڑھنے کی اور ایک سلام سے چارون کو پڑھا تو نذر سے باہر ہوجائیگا ورکعتان قبل الصبح وبعد الظہر والمغرب والعشاء اور سنت مؤکدہ ہین دو رکعتین صبح کے پیشتر اور دو ظہر کے بعد اور دو مغرب کے بعد اور دو عشاء کے بعد شرعت البعدیة لجبر النقصان والقبلیة لقطع طمع الشیطان مشروع ہوئی ہین بعد کی سنتین اسواسطے پورا کرنے نقصان کے یعنی فرائض مین کسی عذر مثلاً النسیان وغیرہ سے اگر کمی ہوئی ہوگی تو آخرت مین بعد کی سنتین اُسکی کمی کو پورا کردینگی اور مشروع ہوئی ہین پہلے کی سنتین واسطے قطع کرنے شیطان کی طمع کے یعنی جب آدمی سنتون کو پڑھیگا تو شیطان کہیگا کہ جو چیز اُسپر فرض نہ تھی اُسکو اسنے ترک نہ کیا تو فرض کو کیسے ترک کریگا اور ان سنتون کی مؤکد ہونیکی یہ وجہ ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم انپر مواظبت فرماتے تھے چنانچہ مسلم مین حضرت عائشہ رضہ سے مروی ہی کہ آپ ظہر کے پیشتر چار رکعتین اور بعد ظہر دو رکعتین اور بعد مغرب دو اور بعد عشاء دو اور قبل فجر کے دو پڑھا کرتے تھے اور بحر الرائق مین ہی کہ سنت مؤکدہ مثل واجب کے ہی کہ اسکے ترک کرنے سے گناہ ہوتا ہی اور تارک مستحق ملامت ٹھہرتا ہی بشرطیکہ بلا عذر ترک کرے کذا فی الشامی وتستحب اربع قبل العصر وقبل العشاء وبعدہ بتسلیمة وان شاء رکعتین وکذا بعد الظہر لحدیث الترمذی من حافظ علی اربع قبل الظہر واربع بعدہا حرمہ اللہ علی النار اور مستحب ہین چار رکعتین پہلے عصر اور چار پہلے عشاء کے اور چار بعد عشاء کے ایک سلام سے اور اگر چاہے تو دو رکعتین پڑھے اور اسیطرح ظہر کے بعد چاہے چار ایک سلام سے پڑھے چاہے دو رکعتین پڑھے بسبب حدیث ترمذی کے کہ جو کوئی محافظت کرے چار رکعتون پر ظہر سے پہلے اور چار پر بعد نماز ظہر کے تو اللہ تعالی اُسکو آگ پر حرام کردیتا ہی یعنی اُسکو دوزخ مین نہ ڈالیگا وست بعد المغرب لیکتب من الاوابین بتسلیمة او ثنتین او ثلاث والاول ادوم واشق اور مستحب ہین چھ رکعتین مغرب کے بعد تاکہ نمازی اوابین مین لکھا جاوے یعنی رجوع کرنیوالون مین اللہ تعالی کیطرف چھ رکعتین ایک سلام سے خواہ دو سے یا تین سے اور اول صورت یعنی ایک سلام سے پڑھنا زیادہ دیرپا اور بہت مشکل کا ہوتا ہی وجہ اسکے مشکل ہونیکی یہ ہی کہ نفس کو ایک ہی تحریمہ پر بہت دیر تک روکنا پڑتا ہی شامی نے خیر الدین رملی سے نقل کیا کہ افضل یہ ہی کہ ہر شفعہ پر سلام پھیرتا جاوے وہل تحسب المؤکدة من المستحب ویؤدی الکل بتسلیمة واحدة اختار الکمال نعم وحمل

شمار کیجاویگی سنت موکدہ ہی سے اور ادا کیجاویگی دونوں ایک سلام سے کمال نے پسند کیا ہی کہ ہاں ہم کمال الدین نے فتح القدیر میں ذکر کیا ہی کہ چار رکعتیں جو بعد ظہر یا عشا
کے مستحب ہیں انمیں اختلاف ہی کہ وہ چاروں جدا گانہ مستحب ہیں سوا دو رکعت سنت موکدہ کے یا انکے ساتھ شمار کیجاتی ہیں پھر اگر یہ سنت موکدہ کے ساتھ شمار ہوتی ہیں
تو انکے ساتھ ایک ہی سلام میں ادا ہو جاتی ہیں یا نہیں تو اکثر علما نے یہ کہا ہی کہ ایک سلام سے دونوں ادا ہونگی اور خود کمال الدین نے یہ اختیار کیا ہی کہ جب نمازی چار رکعتیں
ایک سلام خواہ دو سے پڑھیگا تو وہ سنت موکدہ اور مستحب دونوں سے کافی ہونگی کذا فی الشامی وحرر اباحۃ رکعتین خفیفتین قبل المغرب واقرہ فی البحر والمصنف اور کمال الدین نے
ثابت کیا ہی صحیح کے ساتھ ثابت کیا ہی مباح ہونا دو ہلکی ہی رکعتوں کا مغرب سے پیشتر اور ثابت رکھا ہی اسکو بحر الرائق میں اور مصنف نے بھی حاصل تقریر کمال کا یہ ہی کہ قبل مغرب
کے دو رکعتیں نہ مستحب ہیں نہ مکروہ بلکہ اختصار کے ساتھ اگر پڑھی جائیں تو مباح ہیں کذا فی الشامی ملتقطا والسنن آکدہا سنۃ الفجر اتفاقا ثم الاربع قبل الظہر فی الاصح لحدیث من
ترکہا لم تنلہ شفاعتی ثم الکل سواء اور سنتوں میں موکد زیادہ فجر کی سنتیں ہیں بالاتفاق پھر چار ظہر کے پہلے کی صحیح تر قول میں بسبب اس حدیث کے کہ جو کوئی ظہر کی سنتوں
کو چھوڑیگا نہیں پہنچیگی اسکو میری شفاعت پھر سب سنتیں برابر ہیں ہم فجر کی سنتیں زیادہ موکد اسلیے ہوئیں کہ صحیحین میں حضرت عائشہ رض سے مروی ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
کسی نفل نماز کی اتنی خبرگیری نفرماتے جتنی فجر کی دو رکعتوں کی فرماتے کذا فی الشامی طحطاوی نے کہا کہ عدم شفاعت سے مراد غالبا شفاعت خاص ہی یعنی بلندی درجات
کے لیے ہوگی ورنہ شفاعت عظمی تو سبکے لیے عام ہوگی وقیل بوجوبہا فلا تجوز صلوتہا قاعدا ولا راکبا اتفاقا بلا عذر علی الاصح اور بعض فقہا نے سنت فجر کو واجب بتایا ہی تو کہا ہی
تو نہیں جائز ہی پڑھنا اسکا بیٹھکر اور سواری کی حالت میں بالاتفاق بدون عذر کے صحیح تر قول کے بموجب ہم واجب ہونیکی صورتیں بیٹھکر اور سواری پر ناجائز ہونا
ظاہر ہی اور سنت موکدہ کہنے کی صورتیں اسلیے ناجائز ہی کہ یہ سنتیں ہم پلہ واجب ہیں کذا فی الطحطاوی والبحر زاد فی العالم صار مرجعا فی الفتاوی بخلاف باقی السنن
فلہ ترکہا لحاجۃ الناس الیہ فتواہ اور نہیں جائز ہی چھوڑنا فجر کی سنتوں کا اس عالم کو جسکے پاس سب لوگ فتوی پوچھنے آتے ہوں بخلاف باقی سنتوں کے کہ اسکو انکا ترک
کرنا درست ہی بسبب حاجت لوگوں کے انکے فتوی کیطرف ہم شامی نے کہا کہ اسکے معنی یہ ہیں کہ فتوی دینے کی حالت میں لوگوں کے ہجوم کے باعث اور سنتوں کو ترک کرے
اور بعد فراغت پانیکے پڑھ لے جیسے جماعت کے فوت ہونیکے خوف سے ترک درست ہی ویخشی الکفر علی منکرہا اور خوف کفر ہی سنت فجر کے منکر پر یعنی جو اسکی مشروعیت
کا منکر ہو اور جو کسی شبہہ یا تاویل کے ورنہ قطعا کافر ہوگا کہ جس چیز پر اجماع ہو اسکا منکر ہونا کفر ہی کذا فی الشامی ولتقضی اذا فاتت معہ بخلاف الباقی اور سنت فجر قضا پڑھی جائے
جبکہ فوت ہوگئی ہوں فرض کے ساتھ بخلاف باقی سنتوں کے کہ انکی قضا نہیں ہم شامی نے کہا کہ وقت قضا ان سنتوں کا زوال سے پیشتر ہی تو بعد زوال قضا نہ پڑھی جائیں اگرچہ فرض
کے ساتھ ہوں اور اگر تنہا فوت ہوئی ہوں تو طلوع آفتاب سے پیشتر انکی قضا نچاہیے ولو صلی رکعتین تطوعا مع ظن ان الفجر لم یطلع فاذا ہو طالع او صلی اربعا فوقع رکعتان
بعد طلوعہ لا تجزیہ عن رکعتیہا علی الاصح تجنیس لان السنۃ ما واظب علیہ الرسول صلی اللہ علیہ وسلم بتحریمۃ مبتداۃ اور اگر نمازی دو رکعتیں نفل اس گمان سے کہ فجر نہیں
طلوع ہوئی پھر دیکھا تو صبح ہوگئی یا نماز پڑھی چار رکعتیں اور دو رکعتیں بعد آفتاب نکلنے کے ہوئیں تو اسکو دو رکعتوں سے فجر کی سنتوں کی کافی نہونگی قول اصح پر کذا
فی التجنیس اسلیے کہ سنت وہ ہی جسپر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جدا تحریمہ سے مواظبت فرمائی ہی ہم حوالہ تجنیس کا صرف متعلق دوسرے مسئلے سے ہی اور مسئلہ اول خلاصہ
میں مذکور ہی اور علت شارح نے دوسرے مسئلہ کی بیان کی ہی اور تجنیس میں پہلے مسئلہ میں سنت فجر سے کافی ہونا لکھا ہی اور نہر الفائق میں اسکو وجہہ بیان کیا ہی کذا
فی الشامی وتکرہ الزیادۃ علی اربع فی نفل النہار وعلی ثمان لیلا بتسلیمۃ لانہ لم یرد والافضل فیہما رباع بتسلیمۃ وقالا فی اللیل المثنی افضل قیل وبہ یفتی
اور مکروہ ہی زیادہ پڑھنا چار رکعتوں سے ایک سلام میں دن کی نفلوں کو اور آٹھ سے زیادہ رات کی نفلوں کو اسلیے کہ اسقدر سے زیادہ حدیث میں وارد نہیں اور
افضل رات دن دونوں میں چار چار رکعتوں کا پڑھنا ہی ایک سلام سے اور صاحبین نے فرمایا کہ دو دو کا پڑھنا افضل ہی کہتے ہیں کہ فتوی صاحبین کے ہی قول پر ہی
اس فتوی کو معراج میں عیون کیطرف منسوب کیا ہی اور نہر الفائق میں علامہ قاسم کے قول سے امام کے قول کو ترجیح دی ہی کذا فی الشامی مختصرا ولا یصلی علی النبی
صلی اللہ علیہ وسلم فی القعدۃ الاولی فی الاربع قبل الظہر والجمعۃ وبعدہا ولو صلی ناسیا فعلیہ السہو وقیل لا شمنی اور درود نہ پڑھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر

قعدۂ اولیٰ میں ظہر اور جمعہ کی پہلی چار سنتوں میں اور جمعہ کے بعد کی چار میں اور اگر بھولے سے درود پڑھ لیا تو اسپر سجدۂ سہو ہے اور قول ضعیف یہ ہے کہ سجدہ نہیں
کذا فی الشمنی مترجم شامی نے کہا کہ جمعہ کے بعد چار رکعتوں میں درود پڑھنے سے سجدہ سہو کا لازم آنا مسلم نہیں ہے کیونکہ انکا حکم اور سنتوں کا سا نہیں اسلیے انکو دو سلاموں
سے پڑھنا درست ہے ولا یستفتح اذا قام الی الثالثۃ منہا لانہا لتاکدہا اشبہت الفریضۃ اور تیسری رکعت کے لیے ان سنتوں مذکورہ سے کھڑا ہو تو دعاے استفتاح یعنی سبحانک
اللھم الخ نہ پڑھے اسلیے کہ یہ سنتیں بلحاظ تاکید کے فرض کے مشابہ ہوگئی ہیں وفی البواقی من ذوات الاربع یصلی علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم ویستفتح ویتعوذ ولو نذرا لان کل
شفع صلوٰۃ وقیل لا یاتی فی الکل وصححہ فی القنیۃ اور باقی نوافل چار رکعت والیوں میں درود پڑھے قعدہ اولیٰ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر اور تیسری رکعت میں دعا
استفتاح اور اعوذ پڑھے اگرچہ وہ نماز نذر ہو اسلیے کہ ہر دوگانہ نوافل کا نماز جداگانہ ہے اور بعض فقہا کہتے ہیں کہ سب میں نہ پڑھے دعا اور درود اور قنیہ میں اسی قول کو
صحیح کہا مترجم نماز نذر کو اسواسطے شامل کیا کہ اسکا وجوب عارضی ہے اور حقیقت وہ بھی نفل ہے کذا فی الحلبی وکثرۃ الرکوع والسجود احب من طول القیام
کذا فی المجتبیٰ ورجحہ فی البحر لکن نظر فیہ فی النہر یعنی رکوع اور سجدہ بہت کرنا زیادہ اچھا ہے بہ نسبت بہت قیام کرنے کے کذا فی المجتبیٰ
اور ترجیح دیا ہے اسکو بحر الرائق میں مگر اعتراض کیا ہے اس میں نہر الفائق کے مؤلف نے کئی وجہوں سے وجہ اول یہ ہے کہ قیام ہر رکعت میں فرض ہے اسلیے کہ اسکا طول
اس باعث سے ہے کہ اسمیں قراءت ہے اور قراءت اگرچہ تمام قرآن کو پہنچ جاے سب فرض ہوگی بخلاف رکوع اور سجدہ کی تسبیحوں کے
کہ قراءت کے مکرر ہونے کو فضیلت میں کچھ تاثیر نہیں تیسری وجہ یہ ہے کہ موضوع مسئلہ کا نماز نفل ہے اور اسکی سب رکعتوں میں قراءت واجب ہے کذا فی الشامی ونقل
عن المعراج ان ہذا قول محمد وان مذہب الامام افضلیۃ القیام وصححہ فی البدائع قلت وہذا ... مترجم شامی نے معراج سے
نقل کیا کہ کثرت رکوع و سجود کا افضل ہونا قول ہے امام محمد کا اور مذہب امام کا افضل ہونا قیام کا ہے اور تصحیح کی ہے اسکی بدائع میں ...
دیکھا ہے ... اپنے نسخہ میں ... امام محمد کا ... حلبی نے کہا ...
قیام الاخرس افضل کالقاری ... اور کہا ... کا زیادہ قیام کرنا افضل ہے مثل قاری کے اسکا حکم ... نہیں ...
قاری ہے تو اسکا قیام بلاشبہہ افضل ہے وسن تحیۃ المسجد برکعتین اداء الفرض او غیرہ وکذا دخولہ بنیۃ فرض او اقتداء ینوب عنہا بلا نیۃ اور مسنون ہے تحیۃ المسجد
یعنی تحفہ رب مسجد کے لیے ادا دو رکعتیں پڑھنا نماز فرض کا یا غیر فرض کا اور اسیطرح داخل ہونا نمازی کا مسجد میں فرض کی نیت سے یا اقتدا کی نیت سے قائم
مقام ہو جاتا ہے تحیۃ المسجد کے ... قابل صاحب خانہ ہوتا ہے نہ مکان تو معلوم ہوا کہ تحیۃ المسجد ...
ہے کذا فی الحلیہ وتکفیہ لکل یوم مرۃ ولا تسقط بالجلوس عندنا بحر اور کافی ہے آدمی کو ہر روز کے لیے ایکبار تحیۃ المسجد پڑھنا یعنی جسکو کسی عذر سے مسجد میں چند بار جانے کو
تحیۃ المسجد ایکبار اول مرتبہ میں یا اور کسی مرتبہ میں پڑھ دے اور ساقط نہیں ہوتا تحیۃ المسجد مسجد میں بیٹھنے سے ہمارے نزدیک کذا فی البحر اور یہ جو حدیث میں آیا ہے کہ جب
تم سے کوئی مسجد میں آوے تو نہ بیٹھے یہانتک کہ دو رکعتیں پڑھے تو یہ بیان افضل کا ہے کیونکہ ابن حبان کی حدیث میں وارد ہے کہ آپنے ابوذر کو فرمایا کہ تحیۃ المسجد دو رکعتیں ہیں
سو اٹھو اور انکو پڑھ لے کذا فی الشامی قلت وفی الضیاء عن القوت من لم یتمکن منہا لحدث او غیرہ یقول ندبا کلما دخلہ التسبیح الاربع اربعا ...
قوت القلوب سے منقول ہے کہ جو شخص قادر نہ ہو تحیۃ المسجد پر بسبب بے وضو ہونے یا کسی اور عذر کے وہ کلمہ تسبیح طور پر چار بار پڑھے ان کے الفاظ چار بار یعنی (سبحان اللہ والحمد للہ
ولا الہ الا اللہ واللہ اکبر) کو چار بار کہنا مستحب ہے اگر کسی وجہ سے تحیۃ المسجد نہ پڑھ سکے ولو تکلم بین السنۃ والفرض لا یسقطہا ولکن ینقص ثوابہا وقیل تسقط
وکذا کل عمل ینافی التحریمۃ علی الاصح قنیہ اور اگر کلام کیا درمیان سنت اور فرض کے خواہ سنتیں فرض سے پہلے کی ہیں یا پیچھے کی تو اولیٰ یہ ہے کہ ساقط نہیں کرتا
سنت کو مگر سنتوں کا ثواب کم کر دیتا ہے اور بعض فقہا نے کہا کہ سنتیں ساقط ہو جاتی ہیں یعنی انکو پھر سے پڑھے اگر پہلے کی سنتیں ہوں کذا فی البحر اور اسیطرح ہر عمل جو
تحریمہ کے مخالف ہو صحیح تر قول کے بموجب ساقط نہیں کرتا سنتوں کو بلکہ ثواب کم کر دیتا ہے کذا فی القنیہ وفی الخلاصۃ لو تشاغل ببیع او شراء او اکل اعادہا وبلقمۃ او شربۃ لا

اور خلاصہ مین ہی کہ اگر مشغول ہوا بیع یا شرا یا کہانے مین تو سنتون کو پھر سے پڑھے اور اگر مشغول ہوا ایک لقمہ یا ایک گھونٹ مین تو سنتین باطل نہونگی و
لوجیٔ ابطلہا ام ان خاف ذہاب حلاوتہ او بعضہا تناولہ ثم سنن الا اذا خاف فوت الوقت اور اگر کہانا لایا گیا تو اگر نمازی خوف کرے دور ہونے اسکے مزہ کا
یا تہوڑی لذت جاتی رہنے کا تو اسکو کہالے پھر سنتین پڑھے مگر جبکہ ڈرے وقت کے جاتے رہنے سے تو اول سنتین پڑھے پھر کہانا کہاوے ہم یعنی عمل مختار
عذر کی جہت سے سنتون کو ساقط نہین کرتا چنانچہ کہانے کا بیمزہ ہوجانا بھی عذر ہی تو انکے لیے سنتون کو تاخیر کرسکتا ہی ولو آخرہا لآخر الوقت لا تکون سنۃ
وقیل تکون اور اگر سنتون کو موخر کیا آخر وقت تک تو وہ سنتین نہونگی اور ایک قول ہی کہ سنتین ہوجائینگی ہم شامی نے کہا کہ قول آخری ہی صحیح تر ہی اسلیے کہ پہلا قول بنی ہی اس پر کہ عمل مختار
کرنے سے سنتین ساقط ہوجاتی ہین اور اصح یہی ہی کہ ساقط نہین ہوتین فرع مسائل المختار شارح کے الاسفار بسنۃ الفجر افضل وقیل لا خوب چاندنی مین پڑھنا سنت فجر کا افضل ہی
اور ایک قول یہ ہی کہ خوب روشنی مین پڑھنا افضل نہین بلکہ اول وقت پڑھنا افضل ہم شامی نے کہا کہ موید قول ثانی کا بحر الرائق کا قول ہی خلاصہ سے منقول ہی کہ فجر کی سنتین
تین امر مین مخصوص ہین اول سورۂ کافرون اور اخلاص کا پڑھنا دوم انکو اول وقت مین پڑھنا سوم اپنے گھر پر یا مسجد کے دروازہ پر پڑھنا اور حدیث سے بھی ایسا ہی معلوم ہوتا ہی
چنانچہ حضرت عائشہؓ سے مروی ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا دستور تھا کہ جب آپکو فجر معلوم ہوتی تھی تو اٹھکر دو رکعتین ہلکی سی پڑھتے پھر داہنی کروٹ پر لیٹ رہتے یہانتک کہ موذن
تکبیر کیلیے آپکی خدمت مین آتا اسوقت آپ باہر نکلتے رواہ الشیخان نذر السنن وانی بالمنذور فہو السنۃ وقیل لا اگر نذر کیا سنتون کو پھر ادا کیا نذر کی نماز کو تو وہ سنت ہی ہوگی اور بعض فقہا
نے کہا کہ سنت نہوگی ہم نہر الفائق مین کہا کہ نذر کے سبب سے اسکا سنت ہونا جاتا نہ رہیگا جیسے کوئی مثلاً ظہر کی سنتون کی نیت کرکے توڑ دے پھر انکو دوبارہ پڑھے تو وہ سنت ہی
ہینگی گو توڑنے سے وجوب کا وصف زائد ہوجائیگا اسیطرح یہان وجوب نذر کے سبب سے ہوا ہی اصلی وجوب نہین کہ سنت نہین اراد النوافل ینذر ہا ثم یصلیہا وقیل لا ارادہ کیا نوافل
کا تو انکو نذر کرلے پھر پڑھ لے اور ایک قول یہ ہی کہ نذر نکرے ہم نفل کی قید سے معلوم ہوا کہ سنتون کو نذر نکرے اور وجہ نذر کرنیکی یہ ہی کہ نفل جب نذر کی نماز ہوجائینگی تو انکے پڑھنے
سے واجب کا ثواب ملیگا اور قول راجح یہ ہی کہ نذر نکرے اسلیے کہ نذر کے سبب سے عبادت مین ثقل اور نفس پر شاق ہونا پایا گیا علاوہ اسکے مسلم کی حدیث مین نذر سے نہی وارد ہی کذا
فی الشامی مختصر ا ترک السنن ان راہا حقا اثم والا کفر ترک کیا سنتون کو کہ اگر انکو حق سمجھتا ہی تب تو ترک سے گنہگار ہوگا ورنہ کافر ہوجائیگا یعنی حقارت کی وجہ سے والافضل
فی النفل غیر التراویح المنزل الا لخوف شغل عنہا والاصح افضلیۃ ما کان اخشع واخلص اور نماز نفل مین سوا تراویح کے بہتر ہی مکان پر پڑھنا مگر بوجہ مشغول ہوجانے کے اسنے وہ
صحیح تر قول افضل ہونا اس صورت کا جسمین خشوع اور خلاص زیادہ ہو ہم وجہ مکان پر بہتر ہونیکی یہ ہی کہ صحیحین مین مروی ہی کہ بہتر نماز آدمی کی اسکے گھر مین ہی سوا فرض نماز کے
تو اسکی رعایت پر ضرور ہی یان جسوقت خوف ہو کہ گھر پر اور کامون مین لگ جائیگا اور سنتین یا نفل چھوٹ جائینگی تو اس صورت مین بہتر ہی کہ مسجد مین پڑھے اور اصح یہ ہی
کہ خشوع و اخلاص اگر مسجد مین زیادہ ہوتا ہو تو وہان پڑھے ورنہ گھر پر پڑھے اور تراویح کو اسلیے مستثنیٰ کیا کہ وہ جماعت سے پڑھی جاتی ہین اور جماعت مسجد مین ہوتی ہی اسیطرح تحیۃ المسجد
اور نماز سورج گہن کی اور نوافل اعتکاف والیکی اس حکم سے مستثنیٰ ہین کذا فی الشامی وندب رکعتان بعد الوضوء یعنی قبل الجفاف کما فی الشرنبلالیۃ عن المواہب اور مستحب
ہین دو رکعتین بعد وضو کے یعنی قبل اعضا کے خشک ہونے کے چنانچہ شرنبلالیہ مین ہی مواہب سے ہم اور مثل وضو کے غسل کے بعد بھی دوگانہ مستحب ہی کذا فی الطحطاوی اور
تحیۃ الوضوء مین بھی سورۂ کافرون اور اخلاص مستحب ہی کذا فی الشامی وندب اربع فصاعدا فی الضحی علی الصحیح من بعد الطلوع الی الزوال ووقتہا المختار بعد ربع النہار اور مستحب
ہین چار رکعتین اور چار سے زیادہ چاشت مین قول صحیح پر طلوع کے بعد سے زوال تک اور اسکا وقت مختار یعنے افضل پہر دن چڑھے کے بعد ہی وفی المنیۃ اقلہا رکعتان واکثرہا
اثنا عشر واوسطہا ثمان وہو افضلہا کما فی الذخائر الاشرفیۃ لثبوتہ بفعلہ وقولہ علیہ الصلوٰۃ والسلام واما اکثرہا فبقولہ فقط اور منیہ مین ہی کہ کمتر نماز چاشت دو رکعتین ہین چنانچہ
بخاری مین ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوہریرہ کو ان دو رکعتون کی وصیت کی کذا فی الشامی اور زیادہ رکعتین چاشت کی بارہ ہین چنانچہ ترمذی و نسائی
مین بسند ضعیف مروی ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو کوئی بارہ رکعتین پڑھیگا اسکے لیے اللہ تعالیٰ جنت مین سونے کا محل تیار کریگا کذا فی الشامی اور اوسط
رکعتین چاشت کی آٹھ ہین اور وہی افضل ہین جیسا کہ ابن الشحنہ کے ذخائر اشرفیہ مین ہی بسبب ثابت ہونے آٹھ رکعتون کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قول اور فعل

دونوں سے اور اکثر رکعتوں یعنی بارہ کا ثبوت تو صرف آپکے قول سے ہے فقط اپنے چودہ دونوں سے ثابت ہو وہ اولی ہے بہ نسبت اُسکے جو ایک سے ثابت ہو کذا فی الحلبۃ و
ہذا لو صلی الاکثر بسلام واحد اما لو فصل فکل ما زاد افضل کما افادہ ابن حجر فی شرح البخاری اور یہ آٹھ رکعتوں کا افضل ہونا اس صورت میں ہے کہ بارہ رکعتوں کو ایک سلام
سے پڑھیگا اور اگر جدا جدا پڑھیگا تو جتنی زیادہ پڑھیگا وہی افضل ہونگی چنانچہ ابن حجر مکی نے بخاری کی شرح میں افادہ کیا ہے ہم ابن حجر نے کہا ہے کہ اکثر اور افضل میں فرق اسی صورت
میں ہوگا کہ اکثر ایک سلام سے پڑھے اور اگر جدا جدا پڑھیگا تو آٹھ رکعتیں مستحب ٹھہرینگی اور باقی نفلیں جدا جدا ہونگی تو ظاہر ہے کہ مستحب ہے لیکن صرف مستحب سے افضل ہوگا
طحطاوی نے کہا کہ ابن حجر کا کلام ہمارے مذہب کے موافق نہیں کیونکہ چار رکعتوں سے زیادہ دن کی نفلوں کو ایک سلام سے پڑھنا مکروہ ہے و من المندوبات رکعتا السفر
والقدوم منہ اور مستحبات سے ہیں دو رکعتیں سفر کرنیکی اور سفر سے آنیکی جیسا طبرانی نے روایت کیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کسی نے اپنے گھر والوں میں دو رکعتوں
سے بہتر نائب نہیں چھوڑا جبکہ وہ سفر کا ارادہ کرے وقت اپنے گھر والوں میں پڑھتا ہے اور مسلم میں کعب بن مالک سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا دستور تھا کہ
سفر سے دن ہی میں چاشت کے وقت تشریف لاتے تھے شہر میں اور آتے ہی مسجد میں قدم رنجہ فرماتے اور دو رکعتیں پڑھ کر اس میں بیٹھ جاتے کذا فی الشامی وصلوٰۃ
اللیل واقلہا علی ما فی الجوہرۃ ثمان ولیجعلہ اثلاثا فالاوسط افضل ولو انصافا فالاخیر افضل اور مستحب ہے نماز تہجد اور اسکی کمتر رکعتیں جیسا جوہرہ میں ہے آٹھ ہیں
اور اگر رات کے تین حصہ کرے تو بیچ کا حصہ تہجد کے لئے افضل ہے اور اگر آدھی رات دو کرے تو اخیر کی آدھی شب افضل ہے تم جاننا چاہئے کہ نماز تہجد دن کی نفل
سے افضل ہے اور اسکی فضیلت شریعت میں بہت کچھ وارد ہے چنانچہ مسلم میں مروی ہے کہ افضل نماز بعد فرض کے نماز تہجد ہے پھر اس میں اختلاف ہے کہ نماز مذکور مستحب ہے
یا سنت کیونکہ قولی دلیلوں سے تو مستحب معلوم ہوتی ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جو مداومت فرمائی اسکی رو سے سنت معلوم ہوتی ہے شامی نے بڑی
گفتگو کے بعد کہا کہ تہجد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں فرض تھا اور ہمارے حق میں سنت معلوم ہوتا ہے اور اسی پر ہم ہیں اور حلیہ میں کہا کہ تہجد
اسکی رکعتوں کی تعداد میں اختلاف ہے نسائی اور ابن ماجہ کی حدیث میں مروی ہے کہ جو کوئی رات سے جاگے اور اپنی گھر والی کو جگا دے پھر دونوں دو رکعتیں پڑھیں
تو وہ دونوں اللہ کے بہت ذکر کرنیوالوں میں لکھے جائینگے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اقل تہجد دو رکعتیں ہیں اور ابوداؤد کی حدیث میں معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی
اللہ علیہ وسلم کا اقل تہجد چار رکعتیں تھیں اور حاوی قدسی میں ہے کہ اقل تہجد دو رکعتیں ہیں اور زیادہ آٹھ رکعتیں ہیں شامی نے کہا کہ اس صورت میں یوں کہنا چاہئے کہ کمتر
تعداد تہجد کی دو رکعتیں ہیں اور اوسط چار ہیں اور اکثر آٹھ ہیں پھر اگر نمازی یہ چاہے کہ ایک تہائی شب کی جاگے اور دو تہائی سووے تو چاہئے کہ بیچ کی تہائی میں
جاگے اور اگر نصف شب جاگے تو آخر نصف میں جاگے اور بہتر ہے کہ رات کے چھ حصہ کرکے پہلے تین حصہ میں سووے اور چوتھے اور پانچویں میں جاگے اور
چھٹے میں سووے کیونکہ صحیحین میں مروی ہے کہ اللہ تعالیٰ کو سب نمازوں سے محبوب حضرت داؤد کی نماز ہے کہ وہ آدھی رات سوتے پھر تہائی رات جاگتے پھر چھٹا حصہ
سوتے کذا فی الحلیہ واحیاء لیلتی العیدین والنصف من شعبان والعشر الاخیر من رمضان والاول من ذی الحجۃ ویکون بکل عبادۃ تعم اللیل او اکثرہ اور مستحب ہے جاگنا عید فطر اور عید قربان
کی دونوں راتوں کا اور مستحب ہے جاگنا پندرھویں شب ماہ شعبان کا اور مستحب ہے جاگنا دس راتوں اخیر رمضان المبارک کا اور دس راتوں پہلی ماہ ذی الحجہ کا اور جاگنے سے مراد
میں عبادت کہ عام ہو تمام رات کو یا اکثر شب کو ہم یعنی جاگنا وہ معتبر ہے جس میں تمام شب یا اکثر شب عبادت ہو عام ہے کہ نماز نفل پڑھے یا تلاوت قرآن کرے یا ذکر و تسبیح یا درود
کا ورد کرے یا حدیث پڑھے یا سنے اور حضرت ابن عباس سے مروی ہے کہ جو کوئی نماز عشا پڑھے اور اسکی نیت یہ ہو کہ صبح کی نماز جماعت سے پڑھیگا تو اسکو شب بیداری کا ثواب
ملیگا کذا فی الشامی ومنہا رکعتا الاستخارۃ اور مستحبات سے ہیں دو رکعتیں استخارہ کی ہم یعنی جب کوئی امر مہم پیش آوے اور اسکے کرنے اور نکرنے میں تردد ہو تو چاہئے کہ دو
رکعتیں نفل پڑھے اور پھر دعاء استخارہ پڑھے (اللہم انی استخیرک الخ) چنانچہ دعا مذکور کتاب الحج کے حاشیہ پر چھپ گئی ہے اور مستحب ہے اس دعا کے اول و آخر میں حمد و صلوٰۃ کا پڑھنا
اور بہتر یہ ہے کہ اول رکعت میں سورہ کافرون پڑھے اور دوسری میں اخلاص اور ایک بزرگ سے منقول ہے کہ پہلی رکعت میں یہ آیۃ پڑھے (وربک یخلق ما یشاء ویختار ... یعلنون) تک اور دوسری
میں (وما کان لمؤمن ولا مؤمنۃ) آخر آیت تک اور چاہئے کہ سات بار ایسا کرے پھر بعد اسکے جو بات اسکے دل میں آوے اسی پر کاربند ہو کہ خیر اسی میں ہے اور شرح شرعۃ

کہ دعاء استخارہ کے بعد باطہارت قبلہ رخ سو رہے پس اگر خواب میں سفیدی یا سبزی دیکھے تو اس کام کو کرے کہ اچھا ہے اور اگر سیاہی یا سرخی دیکھے تو ترک کرے کہ برا ہے کذا فی الشامی

و اربع صلوٰۃ التسبیح بثلثمائۃ تسبیحۃ و فضلہا عظیم اور مستحب ہیں چار رکعتیں صلوٰۃ التسبیح کی تین سو تسبیح کے ساتھ اور ثواب اسکا بہت ہے صلوٰۃ التسبیح کے پڑھنے کے دو طریقے ہیں ثابت ہیں اول جو ترمذی میں بروایت عبداللہ بن مبارک مروی ہے کہ قبل الحمد کے پندرہ بار سبحان اللہ والحمد للہ ولا الٰہ الا اللہ واللہ اکبر کہے اور بعد سورہ ملانے کے دس بار پھر رکوع میں دس بار پھر قومہ میں دس بار پھر سجدہ میں دس بار پھر جلسہ میں دس بار پھر دوسرے سجدہ میں دس بار اسی طرح چاروں رکعتوں میں پڑھے پس پڑھے کل تین سو دفعہ ہوجاینگی اور حضرت ابن عباس سے اس طرح مروی ہے کہ الحمد و سورہ کے بعد پندرہ بار رکوع میں دس بار قومہ میں دس بار سجدہ اول و جلسہ اور سجدہ دوم میں دس دس بار بعد سجدہ دوم کے دس بار بیٹھکر دوسری رکعت کو اٹھے پس دونوں طریقوں میں فرق یہ ہے کہ اول میں صرف قیام میں پچیس بار ہوتا ہے پندرہ بار قرأت سے پیشتر اور دس بار قرأت کے اور دوسرے میں قیام میں پندرہ بار بعد قرأت کے ہوا اور دس بار بعد سجدہ دوم کے اور چونکہ [illegible] دوسرے [illegible] اول کی روایت کو اختیار کیا ہے کیونکہ اسمیں حاجت دوسرے سجدہ کے بعد جلسہ [illegible] نہیں [illegible] اسکی باتیں قابل سننے کے ہیں اول یہ کہ حضرت ابن عباس سے سوال ہوا [illegible] آپ کو سورتیں [illegible] اول میں الھاکم التکاثر دوسری میں سورہ عصر تیسری میں کافرون چوتھی میں اخلاص دوم یہ کہ اس نماز کا وقت کوئی نہیں سوا ان اوقات کے جو مکروہ ہیں [illegible] فتاوی عالمگیری میں ظہر سے نقل کیا ہے کہ ظہر سے پیشتر پڑھے سوم اس نماز میں اگر سہو ہوجاوے تو سجدہ سہو کے بعد تسبیح کا پڑھنا ضرور نہیں ہاں اگر کسی جگہ خود تسبیح کو بھول جاوے تو دوسرے رکن میں اسکو پڑھ لے مثلا رکوع میں بھول جاوے تو قومہ میں نہ پڑھے کیونکہ قومہ چھوٹا رکن ہے بلکہ سجدہ اول میں پڑھ لے تاکہ شمار ہر رکعت میں پورا ہوجاوے چہارم یہ کہ رکوع اور سجدہ میں اول سبحان ربی العظیم اور سبحان ربی الاعلیٰ کہے اسکے بعد اسکی تسبیح پڑھے پنجم یہ کہ شمار تسبیحات کا انگلیوں پر نہ کرے بلکہ دل میں گنتا جاوے یا انگلی کی پوروں کو دباتا جاوے ششم اس نماز کی التحیات کے بعد قبل سلام کے یہ دعا پڑھے (اللھم انی اسئلک توفیق اھل الھدی واعمال اھل الیقین ومناصحۃ اھل التوبۃ وعزم اھل الصبر وجد اھل الخشیۃ وطلب اھل الرغبۃ وتعبد اھل الورع وعرفان اھل العلم حتی اخافک اللھم انی اسئلک مخافۃ تحجزنی عن معاصیک حتی اعمل بطاعتک عملا استحق بہ رضاک وحتی اناصحک بالتوبۃ خوفا منک وحتی اخلص لک النصیحۃ حبا لک وحتی اتوکل علیک فی الامور حسن ظن بک سبحان خالق النور) ہفتم اسکی تسبیح میں (ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم) بھی ملالینا چاہیے کہ اس سے ثواب بہت ہوتا ہے ہشتم اسکی حدیث میں اگرچہ بعض طرق ضعیف ہیں مگر کثرت طرق سے درجہ حسن کو پہونچ گئی ہے اور بہت صحابہ نے اسکو روایت کیا ہے نہم شارح نے جو کہا کہ اسکا ثواب بہت ہے اسوجہ سے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے چچا حضرت عباس کو فرمایا کہ اگر تم اسکو پڑھو گے تو اللہ تعالیٰ تمہارے گناہ پہلے اور پچھلے اور پرانے اور نئے دانستہ اور نادانستہ چھوٹے اور بڑے پوشیدہ اور ظاہر سب بخش دیگا اور آخر فرمایا کہ اگر تمہارے گناہ کف سمندر کے برابر ہونگے تو اللہ تعالیٰ معاف فرمائیگا کذا فی الشامی

(متن) و اربع صلوٰۃ الحاجۃ و قیل رکعتان و فی الحاوی انہا اثنتا عشرۃ بسلام واحد و بسطناہ فی الخزائن اور مستحب ہیں چار رکعتیں نماز حاجت کی اور ایک قول یہ ہے کہ دو رکعتیں ہیں اور حاوی میں ہے کہ وہ بارہ رکعتیں ہیں ایک سلام سے اور مشرح بیان کیا ہے ہمنے اسکو خزائن الاسرار میں (ش) تجنیس اور ملتقط اور خزانۃ الفتاوے وغیرہ میں نماز حاجت کی چار رکعتیں لکھی ہیں بلکہ تجنیس میں یہ بھی نقل کیا ہے کہ انکو بعد عشا کے پڑھے اور اول رکعت میں بعد الحمد کے آیۃ الکرسی تین بار اور باقی رکعتوں میں الحمد اور اخلاص اور معوذتین ایک ایک بار پڑھے اور اس باب میں ایک حدیث مرفوع نقل کی ہے اور شرح منیہ میں ذکر ہے کہ نماز حاجت کی دو رکعتیں ہیں چنانچہ ترمذی میں عبداللہ بن ابی اوفیٰ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جسکو کوئی حاجت خدا تعالیٰ یا کسی بندہ سے ہو تو چاہیے کہ اچھی طرح وضو کرے پھر دو رکعت نماز پڑھے پھر اللہ تعالیٰ کی ثنا کرے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھے پھر یہ دعا کرے (لا الٰہ الا اللہ الحلیم الکریم سبحان اللہ رب العرش العظیم الحمد للہ رب العالمین اسئلک موجبات رحمتک و عزائم مغفرتک والغنیمۃ من کل بر والسلامۃ من کل اثم لا تدع لنا ذنبا الا غفرتہ ولا ھما الا فرجتہ ولا حاجۃ ھی لک رضا الا قضیتھا یا ارحم الراحمین)

انشاء اللہ حاجت روا ہوگی جیسا لادی نے کہا اگر کوئی کہے کہ نماز استخارہ بھی تو حاجت ہی کے لیے ہے پھر ان میں اور اس میں کیا فرق ہے تو اسکا جواب نہر الفائق میں یہ لکھا ہے کہ
استخارہ حاجت آئندہ کے لیے ہے اور یہ نماز حاجت موجودہ کے لیے شامی نے کہا کہ بار [illegible] کی روایت میں کلام ہے و لتفرض القراءۃ عملا فی رکعتی الفرض مطلقا اما
تعیین الاولیین فواجب علی المشہور اور فرض عملی ہے قراءت فرض کی دو رکعتوں میں کوئی سی ہوں خواہ اول کی یا آخر کی اور معین کرنا دو اول کی رکعتوں کا واجب ہے کہ
مذہب مشہور کے موجب یہ عام فرض عملی ہے یعنی اعتقادی نہیں ہے کہ اسکا منکر کافر ہو بلکہ شبہت سے ثابت ہوا ہے کیونکہ فرض عملی واجب کی اعلیٰ قسم ہے کذا فی النہر اور مشہور کی قید سے
اشارہ کیا کہ دو قول نکلے ایک یہ کہ دو اول رکعتوں میں فرض کیا ہے بعضوں نے مختصر بیان کیا ہے کذا فی الشامی و فی کل النفل للمنفرد ولان کل شفع صلوۃ لکنہ لا یعم الرباعیۃ
المؤکدۃ فتأمل اور فرض عملی ہے قراءت نماز نفل کی ہر رکعت میں [illegible] اسلیے کہ نفل کا ہر شفعہ علیحدہ نماز ہے لیکن یہ تعلیل شامل نہیں چار رکعت والی
مؤکدہ کو [illegible] شامل ہوگی [illegible] پہلا بیان ہو چکا [illegible] قعدہ اول میں [illegible] اور تیسری رکعت میں [illegible]
[illegible] نے پہلے لکھا ہے کہ [illegible] دونوں رکعتوں [illegible] قراءت کا فرض ہونا [illegible]
[illegible] سنت فرض کے [illegible] ولزم نفل
شرع فیہ بتکبیرۃ الاحرام [illegible] قصدا [illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]

فاسد کریگا تب بھی قضا واجب ہوگی کذا فی الشامی ؎ واعلم ان الواجب علی العبد بالتزامہ نوعان ما یجب بالقول وہو النذر بنوعیہ وما یجب بالفعل وہو الشروع فی النوافل ؎ ترجمہ
اور جاننا چاہیے کہ بندہ پر جو چیز اُسکے لازم کرلینے سے واجب ہوجاتی ہے وہ دو قسم ہے ایک وہ کہ قول سے واجب ہو تو وہ نذر ہے اُسکا حکم آگے آویگا اور ایک وہ ہے کہ فعل سے
واجب ہو اور وہ شروع کرنا ہے نفلون مین اور شارح کا قول (آی ان النوافل کو جمع کرنا ہے جو شروع کرنیسے واجب ہوجاتی ہین سوا من النوافل یشمل ما یلزم الشارع الخ) اخذا
لذلک مما قال الشارح ؎ صوم و صلوٰۃ و طواف حجۃ ؎ والربع عمرۃ احرام السابع ؎ نفلون مین سے سات ہین جو شروع کرنیوالیکو لازم ہوجاتی ہین یہ اصل ہے جو کہ
قول سے کہ فرمایا ہے اُسکا شارح نے مقرر کیا باب الصلوٰۃ مین ایک اول نفل روزہ دوسرا نفل نماز تیسرا نفل طواف چوتھا نفل حج پانچوان نفل عمرہ چھٹا اعتکاف کرنا ساتواں نفل عمرہ کا
افل ساتواں احرام نفل حج طواف شروع کرنے سے سات کچھ ہے یہ مسئلہ شروع سے لازم ہونگے اور اعتکاف کی صورت بہت آسان ہوگئی ہے جیسا اُسکی میعاد اقل ایک دن ہو یعنی جن
لوگون کے نزدیک اعتکاف مین روزہ شرط ہے اُنکے نزدیک تمام دن افل مدت ہوگا اور قول راجح یہ ہے کہ اعتکاف مین روزہ شرط نہین تو اقل اعتکاف ایک ساعت کا ہوگا
اس صورت مین قضا لازم نہوگی کیونکہ شروع اعتکاف مین جسقدر دیر لگیگی اسقدر سے اعتکاف ادا ہوجاویگا آی فتح القدیر مین ہے کہ عشرہ رمضان کا اعتکاف شروع
کرنے سے لازم ہوجاتا ہے تو اس مسئلہ کو بھی محمول کرسکتے ہین اور احرام کی صورت یہ ہے کہ بدون تعیین حج یا عمرہ کے احرام شروع کرے تو صحیح ہوگا اور لازم ہوجائیگا
اُسکو اختیار ہے کہ حج یا عمرہ مین سے جسکو چاہے اسکو کرے کذا فی الشامی ؎ وقضی رکعتین لو نوی اربعا غیر موکدۃ علی اختیار الحلبی وغیرہ ونقض فی خلال الشفع
الاول والثانی ای وتشہد للاول والا فیفسد الکل اتفاقا ؎ اور قضا کرے دو رکعتین اگر نیت چار رکعتون غیر موکدہ کی تھی جب اختیار حلبی وغیرہ کے اور توڑ دے نماز کو
اول دوگانہ کے درمیان یا دوسرے کے شارح نے کہا کہ دوسرے مین توڑنے کی یہ شرط ہے کہ دوگانہ اول کا تشہد پڑھ لیا ہو یعنے بمقدار تشہد بیٹھ لیا ہو ورنہ دونون دوگانے فاسد ہوجاینگے
بالاتفاق اسلیے کہ دوگانہ اول اُسوقت صحیح ہوتا کہ اُسکا قاعدہ پایا جاتا کذا فی الشامی حلبی نے کہا کہ یہ حکم غیر موکدہ نفلون کا ہے اور اگر موکدہ سنتون مین سے چار رکعت والی کی نیت
کرکے اول یا دوم دوگانہ کو توڑدیگا تو بالاتفاق چار رکعتین قضا کرے کیونکہ وہ ایک ہی سلام سے شروع ہین اور اُنکے دونون دوگانون کو حکم ایک ہی نماز کا ہے اور درمیان کی
قید اسلیے لگائی کہ آخر قعدہ پر اگر توڑیگا تو کچھ لازم نہوگا والاصل ان کل شفع صلوۃ الا بعارض اقتداء او نذر او ترک قعود اول اور قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ ہر دوگانہ نفل کا نماز علیحدہ ہے مگر
بسبب عارضہ اقتدا یا نذر یا چھوڑنے قعدہ اولی کے ہم یعنی ان تین صورتون مین ہر دوگانہ نہین چارون کا ایک حکم ہے اقتدا کی صورت یہ ہے کہ مثلا ظہر کے پڑھنے والے کے
پیچھے نیت نفل کی کرکے توڑدے تو چار رکعتین قضا کرنی چاہیئین کذا فی الشامی ؎ کما یقضی رکعتین لو ترک القراءۃ فی شفعیہ او ترکہا فی الاول فقط او الثانی او احدی رکعتی الثانی
او احدی رکعتی الاول او الاول واحدی الثانی لا غیر لان الاول لما بطل لم یصح بناء الثانی علیہ فتندفع صور لزوم رکعتین جیسے دو رکعتین قضا کرے اگر قراءت ترک کر
نفل کے دونون دوگانون مین یا قراءت ترک کرے صرف اول کے دوگانہ مین یا دوسرے دوگانہ مین یا دوسرے کی ایک رکعت مین یا پہلے کی ایک رکعت مین یا پہلے دوگانہ مین اور
دوسرے کی ایک رکعت مین نہ اُنکے سوا اور صورتون مین ان صورتون مین قضا رکعتین اسلیے ہے کہ اول دوگانہ جب باطل ہوگیا تو دوسرے دوگانہ کا بنا کرنا اسپر درست نہوا تو یہ تو
صورتین ہین دو رکعتون کے لازم ہونیکی ؎ وقضی اربعا فی ستۃ صور لو ترک القراءۃ فی احدی کل شفع او فی الثانی واحدی الاول وبصورۃ القراءۃ فی الکل تبلغ ستۃ عشر
اور قضا کرے چار رکعتین چھ صورتون مین اگر ترک کرے قراءت کو ہر دوگانہ کی ایک ایک رکعت مین یا دوسرے دوگانہ مین مع ایک رکعت اول کے اور ہر رکعت مین قراءت کی صورت ملانے سے سولہ صورتین
ہوجاتی ہین ہم ان صورتون کا نام مسائل تخانیہ ہے جنمین سے چھ مین قضا دو رکعتون کی لازم آتی ہے اور دو مین قضا چار کی جنانچہ ماتن نے انہین آٹھ کو ذکر کیا ہے مگر چھ صورتین حقیقت مین بوجب تقسیم عقلی
کے نو ہین لیکن دو صورتین چھ کو حاوی ہین اس حساب سے کل صورتین پندرہ ہوئین اس اگر چارون رکعتون مین قراءت پڑھنے کی صورت بھی ملا لیجاوے تو سولہ ہونگی مگر اس صورت اخیر مین قضا
لازم نہین قضا لازم ہونیکی پندرہ ہی صورتین ہین اور مزید توضیح کے لیے ہم اسکا نقشہ لکھتے ہین چار رکعتون کے لیے چار خانے مقرر کرکے قراءت کی جگہ ق اور ترک قراءت کی جگہ صفر دینگے
اور ترتیب وہی رکھتے ہین جو شارح اور ماتن نے اختیار کی ہے اور ایک خانہ کیفیت کا لکھتے ہین کہ قضا دو کی چاہیے یا چار کی
اور اسکی تفصیل مشرح شامی مین ہے جو چاہے اسکو ملاحظہ کرے لکن بقی ما اذا لم یقعد لیکن وہ صورت باقی رہی جسمین نہ بیٹھے قعدہ

	رکعت اول	دوم	سوم	چہارم	کیفیت
۱	۰	۰	۰	۰	دو رکعتین لازم ہونگی
۲	۰	۰	ق	ق	"

نہ کیا ھہ اسکی صورت یہ ہے کہ اول دوگانہ کی دونوں رکعتوں میں قرات نہ پڑھی اور پہلا قعدہ بھی نہ کیا اور دوسرے دوگانہ کو فاسد کر دیا اسکا حکم یہ ہے کہ چار رکعتیں قضا کرے اجماعًا کذا فی النہر او قعد ولم یقم لثالثۃ یا بیٹھا اور تیسری رکعت کے لیے نہ اٹھا ھہ اسکی صورت یہ ہے کہ دوگانہ اول میں قرات ترک کی اور قعدہ اولی کے لیے بیٹھا اور تیسرے کے لیے نہ اٹھا تو اسمیں صرف دو رکعتیں قضا کرے کذا فی النہر او قام ولم یقید بالسجدۃ او قید بالسجدۃ وہذا اصل یا تیسری کے لیے اٹھا اور اسکو سجدہ سے مقید نہ کیا یا مقید کیا سجدہ سے پس نہر میں ہے اور مذکور اصل صورتوں کو مذکور کر دیا پہلے دوگانہ قرات ترک کر کے تیسری رکعت پہلے سجدہ کرنے سے فاسد کر دی یا بعد سجدہ کرنے کے فاسد کی تو اسکا حکم یہ ہے کہ طرفین کے نزدیک دو رکعتیں قضا کرے اور امام ابو یوسف کے نزدیک چار کذا فی البحر خلاصہ مراد وہ صورتیں ہیں جو ظاہر ہیں مختلف ہیں اور انکا حکم مشہور ہے پانچ باتیں ہیں اصل کو ملا کر آٹھ صورتیں لکھی ہیں چالانکہ ان میں سولہ صورتیں ہیں جو مکمل ہیں اور لوفی التشہد کا امام اور جماعت مقتدی کا اگر چہ تشہد میں لقمہ دیا گیا ہو جو نفل امام کے پیچھے یعنی اگر امام چار رکعت والی نفل پڑھتا ہو اور اسکا اقتدا کسی نے کیا تو جن صورتوں میں امام کو چار کی قضا لازم آویگی مقتدی کو بھی چار کی لازم ہوگی گو اسنے اقتدا التشہد میں کیا ہو والاقضاء لو نوی ارابعًا وقعد قدر التشہد ثم نقض لانہ لم یشرع فی الثانی اور نہیں قضا اگر نیت کی چار رکعتوں کی اور بیٹھا مقدار تشہد کے پھر توڑ دیا نماز کو اسلیے کہ اسنے شروع نہیں کیا دوسرے دوگانہ کو اور پہلا تمام ہو چکا او شرع فی فرض ظانا انہ علیہ فذکرادراہ انقلب نفلا غیر مضمون لانہ شرع مسقطا لاملتزما یا قضا نہیں اگر شروع کیا فرض کو اس گمان سے کہ فرض مذکور انکے ذمہ ہے پھر یاد آیا اسکا ادا کرنا تو یہ فرض نفل ہو جائیگا بدون قضا لازم آنے کے در صورت فاسد کرنے کے اسلیے کہ اسنے نماز کو شروع کیا تھا اپنے ذمہ سے فرض ساقط کرنیکو نہ دوسری نماز اپنے ذمہ لینے کو او صلی اربعًا فاکثر ولم یقعد بینہما استحسانًا لانہ لقیاما صحابا صلوٰۃ واحدۃ فتبقی واجبۃ والختم ہی الفریضۃ یا قضا نہیں اگر پڑھیں چار رکعتیں یا زیادہ یعنی چھ یا آٹھ اور بیچ میں نہ بیٹھا قضا نہیں استحسان کی وجہ سے اسلیے کہ نمازی نے کھڑے ہو جانے سے ہر دوگانہ کو جدا نہ کیا بلکہ ایک نماز کر دیا تو قعدۂ اولی واجب رہگیا اور آخر کا قعدہ فرض ٹھہرا ھہ یعنی قیاس کی رو سے شفع اول فاسد ہونا چاہیے کیونکہ ہر دوگانہ نماز جدا ہے تو دوگانہ کے بعد کا قعدہ فرض ہے اور فرض کے ترک سے نماز نہیں ہوتی مگر جب دوگانہ کے بعد پھر کھڑا ہو گیا تو اسنے سب نماز کو ایک کر دیا اسلیے بیچ کا قعدہ استحسانًا فرضوں کے قعدہ کی طرح واجب ہو گیا اور اخیر قعدہ فرض ٹھہرا وفی التوشیح صلے الف رکعۃ ولم یقعد الا فی آخرہا صح خلافًا لمحمد ویسجد للسہو ولا یتنہی ولا یتعوذ فلیحفظ اور توشیح میں ہے کہ نماز پڑھی ہزار رکعتیں اور نہ بیٹھا مگر سب آخر میں تو صحیح ہونگی بخلاف امام محمد کے کہ انکے نزدیک قعدہ ترک کرنے سے شفع باطل ہو جاتا ہے اور سجدہ سہو کرے بسبب ترک واجب یعنی بیچ کے قعدوں کے اور دعاء استفتاح اور اعوذ نہ پڑھے کسی دوگانہ کے شروع میں کیونکہ یہ دونوں ابتدا نماز میں ہوتی ہیں تو اسکو یاد رکھنا چاہیے ھہ ایک نسخہ میں بجائے توشیح کے تسریح بتقدیم شین لکھا ہے اور ایک نسخہ میں توشیح لکھا ہے شامی نے کہا کہ وہ اوسکے ساتھ زیادہ مشہور ہے یہ کتاب شرح ہدایہ کی ہے تالیف سراج ہندی کی ویتنفل مع قدرتہ علی القیام قاعدا لامضطجعًا الا بعذر ابتداء وکذا بناء بعد الشروع بلا کراہۃ فی الاصح کعکسہ بحر وفیہ اجر غیر النبی صلے اللہ علیہ وسلم علے النصف الا بعذر اور نفل پڑھے بیٹھ کر باوجود قدرت اپنی کے قیام پر نہ نفل پڑھے لیٹ کر مگر عذر سے لیٹ کر بھی پڑھے نفل بیٹھ کر پڑھے وقت ابتدا کرنے کے اور اسی طرح وقت بنا کرنے کے بعد شروع کے یعنی شروع کر کے کھڑا ہو کر پھر بیٹھ کر تمام کرے بدون کراہت کے صحیح قول میں مثل اسکے عکس کے یعنی بیٹھ کر دوگانہ نفل کو شروع کرنا اور کھڑا ہو کر تمام کرنا جائز ہے بلا کراہت کذا فی البحر بیٹھ کر نفل پڑھنے میں ثواب اور لوگوں کا سواے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے آدھا ہوتا ہے مگر عذر کی جہت سے آدھا نہیں ہوتا بلکہ پورا ثواب ہوتا ہے ھہ فی الاصح راجع الی بلا کراہۃ

رکعت اولی	دوم	سوم	چہارم	کیفیت قضا
ق	ق	٠	٠	دو رکعتیں لازم ہونگی
ق	ق	ق	٠	″
ق	ق	٠	ق	″
ق	٠	ق	ق	″
٠	ق	ق	ق	″
٠	٠	ق	٠	″
٠	٠	٠	ق	″
ق	٠	ق	٠	چار کی قضا لازم ہوگی
٠	ق	٠	ق	″
ق	٠	٠	ق	″
٠	ق	ق	٠	″
ق	٠	٠	٠	″
٠	ق	٠	٠	″
ق	ق	ق	ق	چاروں صحیح ہونگی

کیطرف اور اسکا مقابل بر راوہ قاید وغیرہ کا قول ہے کیونکہ انہوں نے کراہت پر یقین کیا ہے تاکہ صورت مین بسبب خلاف ہونے کے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اسلیے منع فرمایا
کیا کہ کہیں ثواب قیام و قعود میں یکساں ہو بسبب آپکی شرافت کے کذا فی الشامی ولا یصلی بعد صلوۃ مثلہا ای فی القراءۃ او فی الجماعۃ اور نماز نہ پڑھے بعد فرض نماز کے
ایسی نماز کہ مثل ہو نماز سابق کی قرات میں یا جماعت میں ہم ابن ابی شیبہ نے حضرت عمر سے الفاظ روایت کیے ہیں لا یصلی بعد صلوۃ مثلہا یعنی نہ پڑھی جاوے بعد نماز کے
نماز مثل اسکے اور ظاہر کلام امام محمد کا یہ ہے کہ یہ حدیث مرفوع ہے اور چونکہ ظاہر حدیث کا مراد نہیں ہے کیونکہ صبح کی اور ظہر کی نماز اسیطرح پڑھی جاتی ہے کہ انکے پیشتر ویسی ہی نماز ہے
اسلیے ضرور ہوا کہ اس حدیث کو کسی خاص صورت پر حمل کیا جاوے یعنی مثل ہونا مطلقا مراد نہیں بلکہ قرات یا جماعت میں مثل ہونا مراد ہے تو اگر ظہر کے بعد چار سنتیں اسطرح
پڑھے کہ اول کی دو میں قرات پڑھے اور دوسرے دو کا ذکر خالی مثل فرض کے تو یہ نماز مکروہ ہوگی اسیطرح دوسری بار جماعت سے پڑھنا ایک ہی نماز کا مکروہ ہے کذا فی الشامی
مختصرا ولا تعاد عند توہم الفساد للنہی اور نہ دہرائی جاوے نماز وقت وہمی اور وسوسہ فساد کے بسبب ممانعت کے یعنی اگر ایک بار نماز پڑھ لی پھر وسوسہ کے باعث شبہ ہوگیا کہ نماز
فاسد ہوئی تو اس نماز کا اعادہ کرنا مکروہ ہے ہاں اگر خلل نماز کا ثابت ہو مثلا کوئی واجب چھوٹ گیا تو اس صورت میں اعادہ واجب ہے اور نہی سے مراد وہی حدیث ہے جو اوپر گذری
کذا فی الشامی وما نقل ان الامام قضی صلوۃ عمرہ فان صح نقول کان یصلی المغرب والوتر اربعا بثلاث قعدات اور یہ جو نقل کیا گیا ہے کہ امام اعظم رح نے اپنی عمر کی نماز قضا کی ہے
اگر یہ نقل صحیح ہو تو ہم کہتے ہیں کہ امام صاحب مغرب اور وتر کو چار رکعتیں تین قعدوں سے پڑھا کرتے تھے یہ جواب ہے ایک سوال کا تقریر سوال یہ ہے کہ امام صاحب کا نماز عمر کو قضا کرنا
حدیث مذکور کے مخالف ہے اسلیے کہ ایسا تو نہوا ہوگا کہ امام صاحب نے اپنی سب پیشتر کی نمازوں میں کوئی واجب چھوڑ دیا ہو یا کسی مکروہ کے مرتکب ہوئے ہوں تاکہ اعادہ انکا واجب ہو
بلکہ غالبا انکی قضا بنظر احتیاط و توہم فساد تھی تو یہ قضا حدیث مذکور کے مخالف ٹھہری اور اگر یہ کہیے کہ قضا کی سب رکعتوں میں آپ نے قرات پڑھی تاکہ نفل ہوجاوین تو مغرب
اور وتر کی تین رکعتیں نفل ٹھہرینگی حالانکہ نفل تین رکعت موضوع نہیں تو اسکا جواب شارح نے یہ دیا کہ اول تو نقل عمر کی نماز قضا کرنے کی امام سے صحیح نہیں اور اگر صحیح ہو تو
او مغرب کو آپ چار رکعتیں تین قعدوں سے پڑھتے تھے یعنی تیسری رکعت پر بھی بیٹھکر تشہد پڑھ لیتے تھے تاکہ اول کی نماز اگر صحیح ہو تو یہ نماز نفل ہوجاوے اور قعدہ کا زیادہ
ہوجانا نفل کو باطل نہیں کرتا اور اگر پہلے کی نماز نہوئی ہو تو یہ نماز فرض ہوگی اور ایک رکعت کی زیادتی فرض کو باطل نہیں کرتی شامی نے کہا کہ جواب اول ہی درست ہے
کہ یہ روایت صحیح نہیں ولیقعد فی کل نفل کما فی التشہد علی المختار اور بیٹھے نمازی تمام نفل میں جیسے تشہد میں بیٹھتا ہے قول مختار پر فقیہ ابو اللیث نے کہا کہ اسی پر فتوی ہے
اور بعضوں نے کہا کہ چار زانو بیٹھکر نفل پڑھے اور بعضوں نے کہا کہ گوٹ مار کر اور یہ خلاف فضیلت میں ہے نہ جواز میں یعنی مختار یہ ہے کہ تشہد کی صورت پر بیٹھکر پڑھنا افضل ہے
گو اور طرح پر بیٹھنے سے بھی ادا ہو جاویگی مگر تشہد میں کسی کا اختلاف نہیں سب کے نزدیک نفل میں بھی التحیات کے لیے اسیطرح بیٹھے جیسے فرضوں میں بیٹھتے ہیں کذا
فی الشامی ویتنفل المقیم راکبا خارج المصر محل القصر مومیا فلو سجد اعتبر ایماء لانہا انما شرعت بالایماء الی ای جہۃ توجہت دابتہ ولو ابتداء عندنا وعلی سرجہ
بنجس کثیر عند الاکثر اور نفل پڑھے مقیم حالت سواری میں شہر کے باہر یعنی ایسی جگہ کہ وہاں مسافر کو قصر کرنا ہے اشارہ سے پس اگر وہ کسی چیز یا زین پر سجدہ کرے گا
تو یہ سجدہ کرنا بھی اشارہ میں متصور ہوگا کیونکہ سواری پر نماز صرف اشارہ سے مشروع ہوئی ہے نفل پڑھے جس طرف کو اسکی سواری کا جانور جاتا ہو اگرچہ نفل کے شروع
کرنے کے وقت ہو ہمارے نزدیک اپنی سواری پر نماز پڑھنے میں استقبال قبلہ شرط نہیں نیت کے وقت نہ درمیان میں بخلاف امام شافعی کے کہ انکے نزدیک نیت کے وقت قبلہ رخ
ہونا ضروری ہے کذا فی الشامی یا اگرچہ اسکے زین پر نجاست بہت ہو تب بھی نفل درست ہوگی اکثر کے نزدیک ہم شامی نے کہا کہ یہی ظاہر مذہب ہے اور یہی اصح ہے اور اگر جانور پر کا
نجاست ہو تب بھی یہی حکم ہے بسبب ضرورت کے اور مقیم کی قید سے معلوم ہوا کہ مسافر کو بطریق اولی سواری پر نفل نماز درست ہے ولو سیر بالعمل قلیل لا بأس بہ اور اگر سواری کا
جانور کو تھوڑے سے عمل سے ہانکا تو اسکا مضائقہ نہیں یعنی اس سے نماز فاسد نہ ہوگی ولو افتتح النفل راکبا ثم نزل یبنی وفی عکسہ لا لان الاول ادی اکمل مما وجب بالتحریمۃ
بعکسہ اور اگر شروع کیا نفل کو حالت سواری میں پھر اتر پڑا تو اسی پہلی نماز کو پورا کرے جتنی باقی ہو اور اسکے عکس میں یعنی شروع کیا زمین پر پھر سوار ہو گیا بنا نکرے اسلیے
کہ اول ادا کی گئی زیادہ کامل بہ نسبت نماز واجب کے اور دوسری اسکی عکس ہے یعنی پہلی صورت میں نسبت اسی نماز کے ہوئی جس کے شروع کیا اور سجدہ رکوع کا اشارہ تھا اور جب اتر کر انکو ادا کیا

تو شروع کی نسبت زیادہ کامل طور پر پایا گیا اور دوسری صورت میں تکبیر تحریمہ اس نماز کی ہے جس کا پڑھنا رکوع و سجدہ کے ساتھ واجب ہے تو بدون عذر کے اس واجب کو چھوڑ نہیں سکتا کذا فی البحر ولو افتتحہا خارج المصر ثم دخل المصر اتم علی الدابۃ بایماء وقیل لا بل ینزل وعلیہ الاکثر قالہ الحلبی وقیل یتم ما لم یبلغ منزلہ قہستانی اور اگر نماز نفل کو شہر کے باہر شروع کیا پھر شہر میں داخل ہوا تو سواری ہی پر اشارہ سے پورا کرے اور ایک قول یہ ہے کہ سواری پر تمام نہ کرے بلکہ باقی کو اتر کر تمام کرے اور اسی قول پر ہیں اکثر فقہا کہا یہی اسکو حلبی نے اور قول ضعیف یہ ہے کہ سواری پر تمام کرے جب تک اپنے مکان کو نہ پہونچا ہو اور مکان پر پہونچنے سے اتر کر تمام کرے کذا فی القہستانی ویبنی قائما الی القبلۃ او قاعدا اور بنا کرے قبلہ کی طرف کو کھڑا ہو کر یا بیٹھ کر یعنی جب نفل کو سواری پر شروع کیا پھر اتر پڑا تو اب باقی نماز کو قبلہ رخ کھڑا ہو کر پڑھے یا بیٹھ کر ولو رکب بطل لانہ عمل کثیر بخلاف النزول اور اگر نفل کو زمین پر شروع کیا پھر سوار ہوا تو فاسد ہو جاویگی اسلیے کہ سوار ہونا عمل کثیر ہے بخلاف اترنے کے سواری سے کہ عمل قلیل ہے ممکن ہے اسطرح کہ دونوں پاؤں ایک طرف کو کر کے کھسک پڑے ہم پہلے مسئلہ شامی نے ذکر کر اسلیے بیان کیا کہ پہلے علت فساد یہ لکھی تھی کہ کامل طور پر ادا کرے ضعیف طور پر ادا درست نہوگا اور یہاں علت فساد عمل کثیر کو ٹھیرایا ہو کذا فی الشامی ولو صلی علی دابۃ فی شق محمل وہو یقدر علی النزول بنفسہ لا تجوز الصلوۃ علیہا اذا کانت واقفۃ الا ان تکون عیدان المحمل علی الارض بان رکز تحتہ خشبۃ اور اگر نماز پڑھی اونٹ پر محمل کے ایک طرف میں حالانکہ وہ اپنے آپ سے اتر سکتا ہو تو اسکی نماز اونٹ پر درست نہوگی جبکہ اونٹ ٹھیرا ہوا ہو مگر یہ کہ محمل کی لکڑیاں زمین پر ہوں مثلا محمل کے نیچے لکڑی گاڑدی ہو جس سے محمل زمین پر ٹھیر جاوے اونٹ کی پشت پر نہ رہے ہم یہاں سے نماز فرض اور واجب کا بیان ہے سو معلوم ہو جانا چاہیے کہ فرض و واجب سواری پر بدون ضرورت جائز نہیں اور ضرورتیں یہ ہیں کہ خوف ہو چور کا یا درندہ کا یا اترنے کی صورت میں یار رہ جائیگا وغیرہ ہو جائیگا پیچھے اسکے آتا ہو اور محمل میں نماز کا حال ایسا ہی ہے جیسا خود سواری پر تو ٹھیری ہوئی سواری پر نماز اشارہ سے پڑھے بشرطیکہ ٹھیرانے کے قبلہ کی طرف کو اگر ممکن ہو ورنہ حسب الوسع قبلہ جانب رکھنا چاہیے اور چلتی سواری کو اگر ٹھیرانے پر قادر ہو تو نماز درست نہیں اور اگر خوف وغیرہ عذر لاحق ہے کہ باعث ٹھیرا نہ سکے تو جسطرح پڑھ سکے پڑھ لے اور قدرت کے وقت اس نماز کا اعادہ اسکے ذمہ نہیں جیسے بیمار کے ذمہ اعادہ نہیں کذا فی الشامی والصلوۃ علی العجلۃ ان کان طرف العجلۃ علی الدابۃ وہی تسیر او لا تسیر فہی صلوۃ علی الدابۃ فتجوز فی حالۃ العذر المذکور فی التیمم لا فی غیرہا اور گاڑی پر نماز کا یہ حال ہے کہ اگر گاڑی کا جوا جانور پر ہوا اور گاڑی چلتی ہو یا نہ تو وہ نماز سواری ہی پر ہے یعنی جائز ہوگی حالت عذر میں جس کا ذکر تیمم میں ہوا نہ دوسری حالت میں ہم عجلہ کے معنی لوہے یا لکڑی کی گاڑی کو کہتے ہیں جو کہ اونٹ کیطرح ہوتی ہے کذا فی المغرب اور عذر جس کا ذکر تیمم میں ہوا خوف مال اور نفس یا عورت کو خوف فاسق یا بدکار کا ومن العذر المطر وطین یغیب فیہ الوجہ وذہاب الرفقاء ودابۃ لا ترکب الا بعناء او بمعین ولو محرما لان قدرۃ الغیر لا تعتبر اور عذر میں داخل ہے مینہ کا برسنا اور گارا جس میں منہ غائب ہو جاوے یعنی کیچڑ جاوے اور چلا جانا رفیقوں کا اور جانور کا ایسا ہونا جسپر بدون مددگار کے سوار نہو سکے یا بدون مشقت سوار نہو سکے اگرچہ مددگار محرم ہو اسلیے کہ غیر کی قدرت معتبر نہیں ہم شامی نے کہا کہ اگر کسی شخص کے پاس سواری نہیں اور زمین سب گارا ہو رہی ہو کہ سجدہ نہیں کر سکتا تو وہ شخص کھڑا ہو کر اشارہ سے نماز پڑھے حتی الامکان مع اسکے مثلا فی شق محمل واذا نزل لم یقدر علی رکوبہ وحدہ جاز لہ ایضا کما افادہ فی البحر فلیحفظ یعنی اگر ہو دوسرا مرد اپنی ماں کے ساتھ محمل کے ایک طرف میں اور جب وہ اتر جاوے تو اسکی ماں اکیلی سوار نہیں رہ سکتی تو اس مرد کو بھی نماز پڑھنا محمل میں درست ہے جیسا کہ بیان کیا ہے اسکو بحر الرائق میں تو اسکو یاد رکھنا چاہیے ہم یعنی محمل کے دو سواروں میں سے ایک کا ایسا ہونا کہ تنہا نہ ٹھہر سکے دوسرے کے حق میں عذر ہو وان لم یکن طرف العجلۃ علی الدابۃ جاز لو واقفۃ لتعلیلہم بانہا کالسریر اور اگر گاڑی کا سرا بیل وغیرہ پر نہو تو نماز اسمیں جائز ہے اگر وہ گاڑی کھڑی ہو چلتی نہو بسبب علت بیان کرنے فقہا کے کہ زمین پر کھڑی ہوئی گاڑی مثل تخت کے ہے ہم یہاں ریل کے اندر نماز پڑھنے کا حکم بیان کرنا ضروری ہے کہ اسمیں علما ہند مختلف ہیں بعض کہتے ہیں کہ چلتی ریل میں نماز فرض و واجب درست نہیں اور بعض درست کہتے ہیں جو درست نہیں کہتے انکی تقریر یہ ہے کہ ریل ہر جگہ پر اتنی دیر ٹھیرتی کہ اسمیں آدمی نماز چھوٹی سورتوں سے مسافروں کیطرح پڑھ سکتا ہے اور نماز کے ہر ایک وقت میں اتنی وسعت ہے کہ اسقدر عرصہ میں ریل کسی جگہ ضرور ٹھیرتی ہے تو ریل کے

سوار کو کوئی عذر نہیں کہ ریل پر پڑھے اور بدون عذر کے سواری پر نماز جائز نہیں اور جو درست کہتے ہیں انکی دلیل یہ ہے کہ نمازی کا عذر وقت ادائے نماز اور تکبیر شروع کرنے کے معتبر ہے گو قبل خروج وقت کے اسکا عذر جاتا رہنا متوقع ہو پس جائے کہ ریل پر سے اترنے سے عاجز ہونا عذر صحیح ہے پھر کیا وجہ کہ نماز جائز نہ ہو حالانکہ اگر نمازی تیمم سے اول وقت نماز پڑھ لے اور جانے کہ وقت کے باقی رہتے پانی ملجائیگا تو انکی نماز ہو جائیگی کوئی اسکے عدم جواز کا قائل نہیں کیونکہ جسوقت نماز ادا کی اسوقت پانی پر قادر نہ تھا دونوں طرف کی دلیلیں ہیں جنکو مترجم نے کتب فقہ کی طرف رجوع کیا تو معلوم ہوا کہ قول نماز کے جائز کہنے والوں کا درست ہے چنانچہ شامی نے اسکی ایک نظیر لکھی ہے کہ مسافر قافلہ حجاج میں ہو عذر کے سبب اتر نہیں سکتا اور توقع زوال عذر کی قبل خروج وقت رکھتا ہے کیا اسکو درست ہے کہ مثلا عشا کی نماز اونٹ پر یا محمل میں اول وقت پڑھ لے یا اسوقت تک توقف کرے کہ سب قافلہ عشا کے لیے اترے پس میرے نزدیک ظاہر یہ ہے کہ اول وقت پڑھ لے جیسے تیمم سے اول وقت نماز درست ہے گو توقع ہو کہ وقت کے زوال سے پیشتر پانی ملجائیگا انتہی مختصرا تو معلوم ہوا کہ نماز کے جواز میں کچھ تردد نہیں ہاں اگر وقت کے باقی رہنے تک توقف کرے اور ریل کے ٹھہرنے پر نماز پڑھے تو صورت احتیاط کی ہے چنانچہ حلبیہ کے باب التیمم میں مجتبی سے منقول ہے کہ اولے یہ کہ تیمم سے اول وقت نماز نہ پڑھے اور تاخیر کرے یہانتک کہ جب وقت جاتا دیکھے اسوقت پڑھ لے ہذا کلہ فی الفرض والواجب بانواعہ وسنۃ الفجر بشرط ایقافہا للقبلۃ ان امکنہ والا فبقدر الامکان لئلا یختلف بسیرہا المکان یہ سب یعنی نہ قادر ہونا اترنے پر اور محمل کے نیچے پایہ کا رکھنا یا گاڑی کا جانوروں پر نہ ہونا فرض اور واجب کی اقسام اور فجر کی سنتوں کے لیے ہے بشرط کھڑا کرنے سواری کے قبلہ کی جانب اگر سوار کو ممکن ہو اور اگر جانب قبلہ کھڑا کرنا ممکن نہو تو جتنا ہو سکے کھڑا کرنا ایسے شرط ہوا کہ مکان نماز سواری کے چلنے سے مختلف نہو حاصل یہ ہے کہ مکان کا متحد ہونا اور قبلہ رخ ہونا سوائے نفل کے اور نمازوں میں شرط ہے اگر ممکن ہو تو بدون عذر کے دونوں امر ساقط نہونگے پس اگر قبلہ رخ سواری کو کھڑا کر سکے تو کرے باقی رہا یہ کہ اگر کھڑا کر سکتا ہے قبلہ رخ نہیں کر سکتا تو کھڑا کرنا لازم ہے تاکہ اتحاد مکان سب نمازوں میں حاصل ہو اور اگر قبلہ رخ کر سکتا ہے اور کھڑا نہیں کر سکتا تو حلبیہ میں مذکور ہے کہ قبلہ رخ کرنا لازم ہے اور شارح کے قول بقدر امکان سے بھی ایسا ہی معلوم ہوتا ہے اور واجب کے اقسام سے مراد وتر اور نماز نذر اور اس نماز نفل کی قضا جسکو شروع کر کے توڑ دیا ہو کذا فی الشامی واما فی النفل فیجوز علی المحمل والعجلۃ مطلقا فرادی لا جماعۃ الا علی دابۃ واحدۃ اور نفل کا حال یہ ہے کہ درست ہے نماز نفل محمل پر اور گاڑی پر مطلقا خواہ کھڑی ہو یا چلتی قبلہ رخ ہو یا نہ ہو اترنے پر قادر ہو یا نہو لیکن تنہا پڑھنا نفل کا درست ہے نہ جماعت سے مگر ایک سواری کے جانور پر جماعت سے بھی درست ہے خواہ مقتدی پیچھے بیٹھا ہو یا محمل میں برابر ہو کذا فی الشامی ولو جمع بین نیۃ فرض ونفل او تحیۃ رجح الفرض لقوتہ وابطلہا محمد والائمۃ الثلثۃ اور اگر جمع کیا نمازی نے نیت فرض اور نفل کو اگرچہ نفل تحیۃ المسجد ہو یا تحیۃ الوضو تو ترجیح دیا جائیگا فرض بسبب اسکے قوی ہونے کے اور باطل کیا ہے اس نیت کو امام محمد اور ائمہ ثلثہ یعنی مالک واحمد وشافعی رح نے ہم یعنی فرض ونفل کی نیت ایک ساتھ کرنے سے فرض ہو جائیگا اور نفل کا ثواب نہ ملیگا بخلاف اس صورت کے کہ کئی نفلوں کی ایک ساتھ نیت کرے مثلا تحیۃ المسجد اور تحیۃ الوضو اور نماز چاشت اور کسوف کی نیت ایک ہی دوگانہ میں کرے تو سب کا ثواب ملیگا کذا فی الطحطاوی ولو نذر رکعتین بغیر طہر لزماہ بہ عندہ ای ابی یوسف کما لو نذر بغیر قراءۃ او عریانا او ولذا انصف رکعۃ عند ابی یوسف رح وہو المختار اور اگر نذر کی دو رکعتیں بدون طہارت کے تو لازم ہونگی اسپر طہارت کے ساتھ امام ابی یوسف کے نزدیک چنانچہ اگر نذر کی بغیر قراءت کے یا حالت برہنگی میں تو قراءت اور ستر عورت کے ساتھ لازم ہونگی یا نذر کی ایک رکعت اور اسیطرح آدھی رکعت اگر نذر کی تو دو رکعتیں لازم ہونگی امام ابو یوسف کے نزدیک اور یہی مختار ہے ہم طحطاوی نے کہا کہ ماتن نے ضمیر عندہ کی بموقع بیان کی کیونکہ اصطلاح یہ ٹھہری ہوئی ہے کہ عندہ کی ضمیر امام کی طرف ہو جبکہ کوئی قرینہ نہو وابطلہ الثالث ای محمد اور باطل کیا ہے اس نذر کو امام سوم یعنی امام محمد رح نے تو انکے نزدیک اس نذر سے اسپر کچھ لازم نہوگا کیونکہ نذر معصیت کی ہے اور ابو یوسف کی دلیل یہ ہے کہ نماز کا لازم کرنا اس چیز کا لازم کرنا ہے جسکے بدون نماز صحیح نہیں ہوتی ہے اور چونکہ نذر اسکے حق میں نماز بدون طہارت کے اور امی کے حق میں بدون قراءت کے عبادت ہے تو نذر معصیت نہوئی کذا فی الشامی او نذر عبادۃ فی مکان کذا فاداہا فی اقل

میں شرط فیہ جاز لان المقصود القربۃ خلافا لزفر والثلاثۃ یعنی اگر نذر کی عبادت کی کسی مکان معین میں پھر اسکو ادا کیا ایسے مکان میں جسکا شرف بہ نسبت مکان نذر کے
کم تھا تو ادا سے نذر درست ہوگا اسلیے کہ مقصود قربت ہے اور ہر جگہ کی نماز سے حاصل ہے بخلاف زفر و تینوں اماموں کے ولو نذرت عبادۃ کصوم وصلوۃ فی غد فحاضت
فیہ یلزمہا قضاؤہا لانہ مبنی الایجاب الا الوجوب اور اگر کسی عورت نے کسی عبادت کی مثل نماز اور روزہ کے نذر کی کل کے روز میں پھر اس روز میں وہ حائضہ ہو گئی
تو لازم ہوگی اس عورت کو قضا اس عبادت کی اسلیے کہ حائضہ ہونا ادا عبادت کا مانع ہے نہ وجوب عبادت کا مصنف شامی نے کہا کہ ضمیر لانہ کی حیض کی طرف ہے
جو فعل حاضت سے مفہوم ہوتا ہے ولو نذرتہا یوم حیضہا لا لانہ نذر معصیۃ اور اگر عورت نے عبادت کی نذر اپنے حیض کے دن میں کی یعنی یوں کہا مثلا کہ جسدن
میں حائضہ ہوں اس روز اتنی نفلیں پڑھوں یا روزہ رکھوں تو اسپر قضا لازم نہوگی اسلیے کہ یہ نذر ہے معصیت کی یعنی ایام حیض عبادت نماز و روزہ کا منافی ہے تو یہ نذر
ہی درست نہوئی التراویح سنۃ مؤکدۃ لمواظبۃ الخلفاء الراشدین للرجال والنساء اجماعا تراویح سنت مؤکدہ ہے بسبب مواظبت خلفاء راشدین کے مردوں
اور عورتوں کے حق میں بالاجماع ہم خلفاء راشدین سے اکثر مراد ہیں کیونکہ تراویح کی مداومت عہد مبارک حضرت عمر رضی کے وہ یہاں ہوئی اور انکے بعد سے آج
صحابہ اور علما سب اسپر متفق چلے آئے کسی نے انکار نہیں کیا اور شرح منیہ میں ہے کہ اکثر علما نے اسکے سنت ہونے پر اجماع نقل کیا ہے اور اسکے سنت مؤکدہ ہونے کی
تصحیح ہدایہ وغیرہا میں کی ہے اور اجماع کی قید اسلیے لگائی کہ روافض کا قول قابل اعتبار نہیں جو صرف مردوں کے حق میں سنت بتاتے ہیں یا سرے سے سنت ہی
نہیں کہتے اور سعید بن منصور نے بروایت عروہ روایت کیا کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالی عنہ نے ابی بن کعب کو امام مردوں کا کیا تھا اور تمیم داری عورتوں کو نماز
پڑھایا کرتے تھے کذا فی الشامی ووقتہا بعد صلوۃ العشاء الی الفجر قبل الوتر وبعدہ فی الاصح اور وقت تراویح کا نماز عشا کے بعد سے فجر تک ہے وتر سے پہلے اور وتر
کے بعد صحیح تر قول میں ہم وقت تراویح میں تین قول ہیں اول یہ کہ تمام شب اسکا وقت ہی تو اس صورت میں آفتاب کے غروب سے صبح صادق تک وقت ہوگا دوسرا
قول یہ ہے کہ تراویح کا وقت عشا اور وتر کے درمیان ہے یعنی عشا کے بعد اور وتر سے پیشتر اور تیسرا قول جو ماتن نے ذکر کیا بحر الرائق میں کہا کہ پہلے قول کی تصحیح کسی نے
نہیں کی اور دوسرے کو خلاصہ میں صحیح کہا ہے اور غایۃ البیان میں کہا کہ مشائخ بخارا اور ماتن یہی ہو تو تیسرے قول کو ہدایہ اور خانیہ اور محیط میں صحیح کہا ہے اور کافی
میں اسی کو جمہور کی طرف نسبت کیا ہے کذا فی الشامی فلو فاتہ بعضہا وقام الامام الی الوتر اوتر معہ ثم صلی ما فاتہ پس اگر نمازی کو کچھ تراویح نفلی ہوں اور امام وتر
کے لیے کھڑا ہو جاے تو وہ شخص امام کے ساتھ وتر پڑھ لے پھر وہ تراویح پڑھ لے جو فوت ہو گئی ہو ہم یہ تفریع تیسرے قول پر ہے اور دوسرے قول کے بموجب وتر امام
کے ساتھ پڑھنے سے وقت تراویح کا تمام ہو جائیگا اور دونوں قولوں پر یہ مسئلہ فرع ہے کہ جس شخص نے فرض عشا نہ پڑھے ہوں تو وہ بدون فرض پڑھے جماعت
تراویح میں شریک نہو ویستحب تاخیرہا الی ثلث اللیل او نصفہ ولا تکرہ بعدہ فی الاصح اور مستحب ہے دیر کرنا تراویح کا رات کی ایک تہائی تک یا آدھی رات تک اور
نہیں مکروہ ہے تراویح بعد نصف شب کے صحیح تر قول میں ہم اور قول ضعیف یہ ہے کہ بعد نصف شب کے تراویح مکروہ ہے کیونکہ تراویح تابع عشا کی ہے تو جب اصل عشا مکروہ ہے تو
تابع بھی مکروہ ہونی چاہیے اور وجہ مکروہ نہونے کی یہ ہے کہ تراویح نماز شب ہے اور افضل نماز شب میں یہی ہے کہ آخر شب میں ہو کذا فی الشامی مختصرا ولا تقضی اذا فاتت
اصلا ولا واحدہ فی الاصح فان قضاہا کانت نفلا مستحبا ولیس بتراویح کسنۃ مغرب وعشاء اور تراویح جب فوت ہو جاے تو قضا نہ کی جاے اصلا یعنی نہ جماعت
میں اور نہ تنہا صحیح تر قول میں پس اگر تراویح کو قضا پڑھیگا تو نفلیں مستحب ہو جائینگی اور تراویح نہونگی جیسے مغرب اور عشا کی سنتیں فوت ہو جانے سے قضا نہیں کی جاتیں
ہم طحطاوی نے کہا کہ ولا واحدہ بیان ہے اصلا کا یعنی نہ جماعت میں اور نہ تنہا اور اصح قول کا مقابل یہ ہے کہ دوسری تراویح کے وقت آنے تک تنہا قضا پڑھ سکتا ہے
والجماعۃ سنۃ علی الکفایۃ فی الاصح فلو ترکہا اہل مسجد اثموا الا لو ترک بعضہم اور جماعت تراویح میں سنت کفایہ ہے اصح قول میں اس سے یہ نکلا کہ اگر کسی مسجد والے
جماعت تراویح کو ترک کرینگے تو سب گنہگار ہونگے نہ جبکہ جماعت کو انمیں سے بعض نے چھوڑا ہو ہم جماعت کو سنت کفایہ کہنے سے یہ اشارہ کیا کہ مطلق تراویح
سب کے حق میں جدا گانہ سنت ہے اگر کوئی تراویح کو چھوڑیگا تو گنہگار ہوگا اور سنت کفایہ سے مراد یہ ہے کہ بعض کے کر لینے سے اسکو اوروں سے ساقط ہو جاے وکل یا شیخ

فیہ افضل قالہ الحلبی اور جو نماز ہی جماعت سے شروع ہو گئی اس میں بیٹھنا افضل ہو گا اسکا جلبی نے ذکر کیا ہے اور تراویح وغیرہ کو بیٹھ کر پڑھنا افضل ہی نہیں بلکہ بیٹھ کر پڑھنے کی
عشرون رکعۃ حکمتہ مساواۃ المکمل للمکمل اور تراویح بیس رکعت ہیں حکمت اسکی یہ ہے کہ پورا کرنیوالا پورا کیے ہوئے کے برابر ہے یعنی نوافل فرائض کی تکمیل کے لیے ہوتی ہیں
اور چونکہ شمار فرائض پنجگانہ کا مع وتر کے بیس ہیں اسلیے تراویح بھی بیس رکعتیں ہوئیں تاکہ تکمیل کرنیوالی تراویح اور تکمیل کیے گئے فرائض اور وتر برابر ہوں یہ دلیل عقلی ہوئی اور دلیل
نقلی یہ ہے کہ ابن ابی شیبہ نے حضرت ابن عباس سے بسند ضعیف روایت کیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم رمضان میں بیس رکعتیں اور وتر پڑھتے تھے لعشر تسلیمات
لو فعلہا بتسلیمۃ فان قعد لکل شفع صحت بکراہۃ والا نابت عن شفع واحد یعنی تراویح بیس رکعتیں ہیں دس سلاموں سے تو اگر انکو ایک سلام سے پڑھا اور
ہر دوگانہ پر بیٹھا تب تو کراہت کیساتھ درست ہو جاینگی ورنہ ایک دوگانہ کی قائم مقام ہونگی اسی واسطے ہم نے سلامت سے انکا پڑھنا دس سلاموں سے مروی ہے
اور فقہا نے تصریح کی ہے کہ رات کی نفلیں آٹھ سے زیادہ ایک سلام میں پڑھنا مکروہ ہیں اسلیے بیسوں کو ایک سلام سے پڑھنا مکروہ ہے جلیس نہا بعد کل اربع بقدرہا
وکذا بین الخامسۃ والوتر یعنی ان میں تسبیح وقراۃ وسکوت وصلوٰۃ فرادیٰ ام تکرہ صلوٰۃ رکعتین بعد کل رکعتین بیٹھے اور استحباب کے درمیان ہر چار رکعتوں
کے مقدار چار رکعتوں کے اور اسیطرح درمیان پانچویں ترویحہ اور وتر کے اور لوگ مختار ہیں چاہیں اس وقت میں تسبیح پڑھیں چاہیں قرآن چاہیں خاموش رہیں چاہیں نفلیں تنہا
پڑھیں ہاں مکروہ ہے ہر دوگانہ کے بعد دو رکعتیں پڑھنی اسلیے کہ وقفہ ہر ترویحہ کے بعد مشروع ہے نہ ہر دوگانہ کے بعد قہستانی نے کہا کہ ترویحہ کے بعد تین بار کہے سبحان
ذی الملک والملکوت سبحان ذی العزۃ والعظمۃ والقدرۃ والکبریاء والجبروت سبحان الملک الحی الذی لا یموت سبوح قدوس رب الملائکۃ والروح لا الہ الا اللہ
نستغفر اللہ نسالک الجنۃ ونعوذ بک من النار کذا فی الطحطاوی والختم مرۃ سنۃ ومرتین فضیلۃ وثلاثا افضل ولا یترک الختم لکسل القوم اور تراویح میں پڑھنا تمام قرآن
کا ایکبار سنت ہے اور دوبار فضیلت ہے اور تین بار افضل ہے اور نہ چھوڑا جائے تمام قرآن کا پڑھنا لوگوں کی سستی کی جہت سے ہم قرآن مجید کی آیتیں چھ ہزار چھ سو چھیاسٹھ
ہیں اور شمار تراویح کی رکعتوں کی چھ سو ہیں اگر مہینا تیس دن کا ہو اس حساب سے اگر ہر رکعت میں دس آیتیں پڑھیگا تو مہینہ میں ایک ختم ہو جائیگا کذا فی الطحطاوی لکن
فی الاختیار الافضل فی زماننا قدر مالا یثقل علیہم واقرہ المصنف وغیرہ لیکن اختیار میں ہے کہ افضل ہمارے زمانہ میں اسقدر کا پڑھنا ہے کہ لوگوں پر گراں نہ ہو اور ثابت رکھا ہے اسکو
مصنف وغیرہ نے وفی المجتبی عن الامام لو قرا ثلاثا قصارا او آیۃ طویلۃ فی الفرض فقد احسن ولم یسی فما ظنک فی التراویح اور مجتبی میں ہے امام اعظم سے کہ اگر فرض میں
تین آیتیں چھوٹی یا ایک آیت بڑی پڑھی تو اچھا کیا اور برا نہیں کیا تو کیا گمان ہے تیرا تراویح میں ہم کہتے ہیں جب فرض میں تین آیتیں پڑھنی بہتر ہیں تو تراویح
میں بطریق اولی احسن ہونگی وفی فضائل رمضان للزاہدی افتی ابو الفضل الکرمانی والوبری انہ اذا قرا فی التراویح الفاتحۃ وآیۃ او آیتین لا یکرہ ومن لم یکن
عالما باہل زمانہ فہو جاہل اور زاہدی کی فضائل رمضان میں ہے کہ فتوی دیا ابو الفضل کرمانی اور وبری نے کہ جب تراویح کی ہر رکعت میں الحمد اور ایک آیت
خواہ دو آیتیں پڑھیں تو مکروہ نہوگی اور جو شخص اپنے زمانہ والوں سے واقف نہو وہ جاہل ہے ہم ایک آیت سے مراد بڑی آیت ہے جو تین چھوٹی آیتوں کے
برابر ہو اسی طرح دو آیتیں برابر تین آیتوں کے ہونی چاہییں ورنہ مکروہ تحریمی ہوگا کذا فی الشامی حاصل شارح کی تقریر کا یہ ہوا کہ اگر لوگ اسطرح کے سست اور
اور بد دل ہوں کہ تمام قرآن کے سننے کی تاب نہ رکھتے ہوں تو اس صورت میں اسقدر پر اقتصار کرنا چاہیے تاکہ مسجد جماعت سے خالی نہ رہے ورنہ ایک ختم سے کم نہ کرے کہ
سنت وہی ہے ویاتی الامام والقوم بالثناء فی کل شفع ویزید الامام علی التشہد الا ان یمل القوم فیاتی بالصلوٰۃ ویکتفی باللہم صل علی محمد لانہ الفرض عند الشافعی و
یترک الدعوات اور پڑھے امام اور قوم سبحانک اللہم ہر دوگانہ میں اور امام تشہد پر پڑھا دے درود اور دعا کو مگر یہ کہ قوم تھک جاوے تو صرف درود پڑھے اور اسمیں بھی اللہم صل علی
محمد پر اکتفا کرے اسلیے کہ درود فرض ہے امام شافعی کے نزدیک تو اسکا پڑھنا ضروری ہے اور چھوڑ دے دعاؤں کو ویجتنب المنکرات ہذرمۃ القراءۃ وترک تعوذ وتسمیۃ وطمانینۃ وتسبیح
واستراحۃ اور احتراز کرے غیر مشروع باتوں سے یعنی قرات کے جلد پڑھنے اور اعوذ اور بسم اللہ کے چھوڑ دینے اور اطمینان اور رکوع اور سجدہ کی تسبیح اور ترویحوں کے بعد توقف
کے چھوڑ دینے سے ہم ہذرمہ بروزن زلزلہ یعنی جلد پڑھنے سے کم ہے اور وہ بدل ہی منکرات سے کذا فی الطحطاوی وذکرہ فائدۃ الزیادۃ تاکید اشتغال بالقصر قدر اتمام

سطر ۹ — یعنی پاکی بیان کرتا ہوں ملک و سلطنت والے کی پاکی ہے عزت اور بزرگی اور قدرت اور بڑائی اور ہیبت والے کی پاکی بادشاہ زندہ جو نہیں مرتا پاک

اور مکروہ ہے تراویح کا بیٹھ کر پڑھنا یعنی بغیر عذر کے بسبب زیادتی ثواب کے بیٹھ کر درست نہیں باوجود قادر ہونے کے کھڑا ہونے پر اور نیز اگر کھڑا ہو کر
پڑھنے کی طاقت ہو تو بیٹھ کر پڑھنا مکروہ نہیں اور بیٹھ کر پڑھنا یا امام کا کرنا مکروہ ہے اسلئے کہ خلاف سنت کے فعل ہے جیسا کہ فی الشامی کما یکرہ تاخیر القیام الی رکوع الامام
للتشبہ بالمنافقین یعنی مکروہ ہے یہ کہ انتظار کرے امام کے رکوع کا اسواسطے کہ مشابہت ہے منافقوں سے یعنی مقتدی کا بیٹھا رہنا اور امام کے رکوع کے وقت
نماز کا شروع کرنا مکروہ ہے اسلئے کہ یہ حالت کسلی کی ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے منافقوں کے حال میں (واذا قاموا الی الصلوٰۃ قاموا کسالیٰ) یعنی جب نماز کو کھڑے ہوتے ہیں
تو کھڑے ہوتے ہیں سستی سے ولو ترکوا الجماعۃ فی الفرض لم یصلوا التراویح جماعۃ لانہا تبع اگر لوگوں
نے جماعت فرض ترک کی تو تراویح کو جماعت سے نہ پڑھیں کیونکہ تراویح کی جماعت تابع ہے جماعت فرض کی تو بعض شخص نے فرض تنہا پڑھا ہو وہ تراویح کو
امام کے ساتھ پڑھے ولو لم یصلہا ای التراویح بالامام او صلاہا مع غیرہ له ان یصلی الوتر معہ اور اگر نہ پڑھا تراویح کو امام کے ساتھ یا تراویح کو دوسرے امام
کے ساتھ پڑھا تو جائز ہے کہ وتر کو امام کے ساتھ پڑھے مراد اس سے یہ ہے کہ فرض کو جماعت کے ساتھ پڑھا اور تراویح کو جماعت سے نہیں پڑھا تو وتر
جماعت سے پڑھ سکتا ہے لیکن اگر فرض تنہا پڑھے ہوں تو وتر کو جماعت سے نہ پڑھے کذا فی الشامی بقی لو ترکہا الکل ہل یصلون الوتر بجماعۃ فلیراجع باقی رہا یہ مسئلہ کہ اگر
تراویح کی جماعت سب نے ترک کی ہو تو کیا وتر کو جماعت سے پڑھیں یا نہیں شامی نے کہا کہ ظاہر یہ ہے کہ وتر کو جماعت سے نہ پڑھیں اسلئے کہ وتر
میں جماعت کا مسنون ہونا تراویح کی جماعت کی وجہ سے ہے جب تراویح کی جماعت نہ ہوئی ولا یصلی الوتر ولا التطوع بجماعۃ
خارج رمضان ای یکرہ ذلک علی سبیل التداعی بان یقتدی اربعۃ بواحد کما فی الدرر ولا خلاف فی صحۃ الاقتداء اذ لا مانع نہ پڑھا جاوے وتر اور نفل
جماعت سے رمضان کے سوا اور دنوں میں یعنی جماعت وتر اور نفل کی اور دنوں میں مکروہ ہے بطور تداعی کے کہ چار شخص ایک کے پیچھے پڑھیں جیسا کہ درر
میں ہے اور خلاف نہیں اقتدا کے صحیح ہونے میں کیونکہ کوئی مانع نہیں کذا فی الشامی اور چار مقتدیوں کی قید سے معلوم ہوا کہ اگر ایک شخص یا دو مقتدی ہوں
تو بلا کراہت درست ہے شامی نے کہا کہ تین میں اختلاف ہے وفی الاشباہ عن البزازیۃ یکرہ الاقتداء فی صلوٰۃ رغائب
وبراءۃ وقدر الا اذا قال نذرت کذا رکعۃ بہذا الامام جماعۃ ولا ینبغی ان یتکلف کل ہذا التکلف لامر مکروہ اور اشباہ میں بزازیہ
سے ہے کہ مکروہ ہے اقتدا کرنا صلوٰۃ رغائب میں اور صلوٰۃ براءت اور صلوٰۃ قدر میں مگر جب مقتدی کہے کہ میں نے نذر کی اتنی رکعتوں کی اس امام کے پیچھے جماعت سے
نذر کی تمام ہوا قول اشباہ کا میں کہتا ہوں کہ باقی عبارت بزازیہ کی یہ ہے کہ نہیں چاہیئے یہ کل تکلف ایک امر مکروہ کے لیے رجب کے پہلے جمعہ
کی شب میں نماز نفل صلوٰۃ رغائب کہلاتی ہے یہ نماز بعد چار سو برس کے ایجاد ہوئی اور علما نے اسکی برائی اور اسکے پڑھنے والوں کی حماقت میں کتابیں تالیف کی ہیں
کے شارحوں نے تصریح کی ہے جو کچھ اس باب میں مروی ہے سب باطل اور موضوع ہے اسکی جماعت کے لیے اہل روم حیلہ کرتے ہیں کہ کسی کو نذر کر لیتے ہیں تاکہ جماعت
نفل کی نہ رہے واجب کی ہو جاوے اور صلوٰۃ براءت سے مراد پندرھویں شب شعبان کی نفلیں ہیں اور صلوٰۃ قدر سے ستائیسویں شب رمضان کی نفلیں
ہیں انہیں بھی جماعت مکروہ ہے تو جماعت سے نفل ادا کرنے کے لیے نذر کا تکلف کرنا چاہیئے کذا فی الشامی وفی التاتارخانیۃ لو لم ینو الامامۃ لا کراہۃ علی الامام فلیحفظ اور
تاتارخانیہ میں ہے کہ اگر امام امامت کی نیت نہ کریگا تو اسکے حق میں کراہت نہ ہوگی تو اسکو یاد رکھنا چاہیئے وصلی ای رمضان الوتر وقیامہ اور رمضان میں پڑھا جاتا ہے
وتر اور قیام رمضان جماعت سے قیام رمضان سے مراد تراویح ہے یعنی وتر اور تراویح کو جماعت سے پڑھے وہل الافضل فی الوتر الجماعۃ ام المنزل تصحیحان لکن نقل
شارح الوہبانیۃ ما یقتضی ان المذہب الثانی واقرہ المصنف وغیرہ اور کیا افضل وتر میں جماعت ہے یا گھر پر پڑھنا دونوں قولوں کی تصحیح ہوئی ہے لیکن شارح
وہبانیہ نے وہ عبارت نقل کی ہے جسکا مقتضا یہ ہے کہ گھر پر پڑھنے کا افضل ہونا مذہب ہے اور اسکو ثابت رکھا ہے مصنف وغیرہ نے شامی نے کہا کہ شارح نے
جواد پر قاعدہ لکھا تھا کہ جو نمازیں جماعت سے مشروع ہیں انکو مسجد میں پڑھنا افضل ہے اسکے رد سے معلوم ہوتا ہے کہ قول اول ہی راجح ہے

باب ادراک الفریضۃ

یہ باب بھی حاصل کرنے جماعت فرض کا ہے طحطاوی نے کہا کہ مناسب یہ تھا کہ اس باب کا عنوان مسائل شتی ہوتا اسلئے کہ سوائے کیفیت جماعت میں ملنے کے اور
مسائل بھی اسمیں مذکور ہیں شرع فیہا اداء خرج النافلۃ والمنذورۃ والقضاء فانہ لا یقطعہا ثم اقیمت ای شرع فی الفریضۃ فی مصلاہ لا الاقامۃ المؤذن ولا الشروع
فی مکان وہو فی غیرہ قطعہا لعذر احراز الجماعۃ شروع کیا نمازی نے فرض کو ادا کے طور پر پھر اس فرض کی جماعت شروع ہوگئی اسکی نماز پڑھنے کی جگہ میں تو وہ اپنے
فرض کو توڑدے بسبب عذر حاصل کرنے جماعت کے شارح نے کہا کہ فرض کی قید سے نماز نفل اور نذر کی نماز اور ادا کی قید سے نماز قضا نکلگئی کہ اگر انکو پڑھتا ہو
اور جماعت شروع ہوجاوے تو انکو قطع نکرے اور اقامت سے غرض اسی جگہ میں شروع فرض ہے نہ مؤذن کی اقامت اور نہ شروع ایسے مکان میں کہ نمازی اسکے غیر
میں ہو یعنی مؤذن کی تکبیر سے توڑنا نماز کا درست نہیں بلکہ امام کی تکبیر تحریمہ پر توڑے اسیطرح اگر نمازی گھر میں پڑھتا ہو اور جماعت مسجد میں شروع ہو تب بھی نہ توڑے
طحطاوی نے کہا کہ شرع فی الفریضۃ بصیغہ مجہول ہے اور اقامۃ المؤذن مرفوع ہے عطف ہے شرع کے اصل پر یعنی مراد اقامت سے شروع ہے نہ اقامت مؤذن کما لو ندہ
دابۃ او فار قدرہا او خاف ضیاع درہم من مال او کان فی النفل فجیء بجنازۃ وخاف فوتہا قطعہ لامکان قضائہ جیسا کہ قطع کرے اگر بھاگ جاوے اسکی سواری کا
جانور یا ابلی ہانڈی عورت کی یا خوف کرے تلف ہونے ایک درم کا مال سے یا ہو وے نفل نماز میں اور جنازہ لایا جاوے اور ڈرے فوت ہونے نماز جنازہ کو
تو قطع کرے نفل کو بسبب قضا کر سکنے نفل کے ہم یعنی اگر فرض نماز پڑھنے میں جنازہ کی نماز کے فوت کا خوف ہو تو فرض کو قطع نکرے کہ وہ قوی تر ہے نماز جنازہ سے کذا فی
الطحطاوی ویجب القطع لنحو انجاء غریق او حریق اور واجب یعنی فرض ہے توڑنا نماز کا واسطے بچانے ڈوبتے ہوئے یا جلتے ہوئے اور انکے مثل کے ولو دعاہ احد ابویہ فی الفرض لا
یجیبہ الا ان یستغیث بہ وفی النفل ان علم انہ فی الصلوٰۃ فدعاہ لا یجیبہ والا اجابہ اور اگر پکارے نمازی کو اسکی ماں یا باپ فرض میں تو جواب نہ دے مگر یہ کہ فریاد چاہے اس سے
یعنی فریاد خواہی کے وقت جواب دے اور اسمیں ماں باپ اور غیر برابر ہیں کذا فی الطحطاوی اور نفل نماز میں اگر ماں باپ کو علم ہو کہ بیٹا نماز پڑھتا ہے پھر اسکو پکارا تو جواب
ندے ورنہ جواب دے ہم صاحب بحرالرائق نے کہا کہ نماز کا توڑنا کبھی حرام ہوتا ہے اور کبھی مستحب اور کاہے مباح اور کاہے واجب تو حرام بدون عذر کے توڑدینا ہے اور
مستحب حصول جماعت یا اور کسی وجہ سے کامل کرنے کے لیے اور مباح فوت مال کے خوف سے اور واجب واسطے جان بچانے کے کذا فی الشامی قال الا ان القعود
مشروط للتحلل وہذا قطع لا تحلل ویکتفی بتسلیمۃ واحدۃ ہو الاصح غایۃ ویقتدی بالامام نماز کو قطع کرے کھڑا ہوا اسلئے کہ بیٹھنا شرط ہوا ہے واسطے حلال ہونے کے اور
یہ توڑنا ہے نہ حلال ہونا اور کفایت کرے نماز توڑنے میں ایک سلام پر یہی صحیح تر ہے کذا فی الغایۃ اور اقتدا کرے امام کے ہم یعنی اپنی نماز کو حالت قیام میں ایک سلام
سے توڑ کر امام کا اقتدا کرے وہذا ان لم یقید الرکعۃ الاولی بسجدۃ او قیدہا فی غیر رباعیۃ او فیہا ولکن ضم الیہا رکعۃ اخری وجوبا لئلا یاثم احرازا للنفل والجماعۃ
اور یہ نماز کا توڑنا اور امام کا اقتدا اس صورت میں ہے کہ پہلی رکعت کا سجدہ نکیا ہو یا سجدہ کیا ہو غیر رباعی نماز میں یعنی فجر اور مغرب کی نماز میں یا چار رکعتوں والی میں
سجدہ کیا ہو لیکن اس رکعت میں دوسری رکعت ملاوے بطور وجوب کے پھر اقتدا کرے واسطے حاصل کرنے نفل اور جماعت کے ہم حاصل اس مسئلہ کا یہ ہے کہ جب
ایک شخص نے فرض پڑھنے شروع کیے پھر اسکی جماعت شروع ہوگئی تو اگر ہنوز اول رکعت کا سجدہ نہیں کیا تو نماز کو توڑ کر اقتدا کرے اور اگر رکعت اول کا سجدہ کرچکا ہے
اور نماز فجر یا مغرب پڑھتا ہے تب بھی توڑ کر اقتدا کرے اور اگر ظہر یا عصر یا عشا کی نماز ہے تو ایک رکعت اسمیں اور ملا کر توڑے اور اقتدا کرے تاکہ دو رکعت نفل ہوجاویں اور
جماعت بھی ملے اور اگر نماز فجر و مغرب میں اس رکعت کا سجدہ بھی کرچکا ہے تو اب اسکو پورا کرلے اور اقتدا نکرے کذا فی الشامی وان صلی ثلثا منہا ای الرباعیۃ اتم منفردا
ثم اقتدی بالامام متنفلا ویدرک بذلک فضیلۃ الجماعۃ حاوی الا فی العصر فلا یقتدی لکراہۃ النفل بعدہ اور اگر چار رکعتوں والی نماز سے تین پڑھ چکا ہے تو
انکو اکیلا تمام کرے پھر اقتدا کرے امام کے پیچھے نفل پڑھنے والا اور حاصل کریگا اس اقتدا سے ثواب جماعت کا کذا فی الحاوی مگر عصر میں اقتدا نکرے واسطے مکروہ تحریمی
ہونے نفل کے بعد عصر کے ہم یعنی چار میں سے تیسری کا سجدہ کرچکا ہے تو اکیلا تمام کرے اور جبتک سجدہ نکیا ہو تب تک توڑ کر اقتدا کرے کذا فی الشامی والفتاوی فی نفل

(الا) بقطع مطلقا و يتمها اربعا (ولذا سنة الظهر وسنة الجمعة اذا اقيمت او خطب الامام يتمها اربعا) على القول الراجح لانها صلوة واحدة وليس القطع للاكمال بل للابطال خلافا
لما رجحه الكمال اور شروع کرنیوالا نفل میں قطع کرے کسی حال میں یعنی اول رکعت کا سجدہ کیا ہو یا نکیا ہو اور پورا کرے نفل کو دو رکعتیں اور اسیطرح سنت ظہر کی اور سنت جمعہ جب جماعت
ظہر شروع ہوجاے یا امام خطبہ پڑھنے لگے تو انکو چار رکعتیں پڑھے قول غالب کے موجب اسلیے کہ وہ سنتیں ایک نماز ہیں اور قطع کرنا انکا کامل کرنے کے لیے نہیں ہے
بلکہ باطل کرنے کے لیے بخلاف اس قول کے کہ ترجیح دی ہے اسکو کمال نے ہم قطع کرنا کمال کے لیے نہیں اسکے یہ معنی کہ اگر قطع کریگا اور پھر پڑھیگا تو پہلی ہی طرح پڑھیگا
بخلاف فرض کے کہ قطع کرنے سے کہ اسکو دوبارہ جماعت میں پڑھتا ہے تو اسکا توڑنا کامل کرنے کے لیے ہے اور کمال الدین نے اسکو ترجیح دی ہے کہ سنت کو دو رکعتوں پر قطع
کرے اور ہدایہ میں بظاہر اسی کو اختیار کیا ہے کذا فی الشامی (وكره) تحريما (للنهي) (خروج من لم يصل من مسجد اذن فيه) جرى على الغالب والمراد دخول الوقت اذن فيه او لا
اور مکروہ تحریمی ہے بسبب ممانعت کے نکلنا اس شخص کا جسنے نماز نہیں پڑھی اس مسجد سے جسمیں اذان ہوگئی ہو شارح نے یہ کہا اکثر حال پر ہے یعنی اکثر یہی ہوتا ہے کہ جب
نماز ہوتا ہے تب اذان ہوجاتی ہے اور مراد اذان ہونے سے وقت نماز کا آجانا ہے خواہ مسجد میں اذان ہوئی ہو یا نہوئی اگر کسی شخص کو کسی مسجد میں نماز کا وقت ہوجاوے
تو بدون نماز پڑھے اسمیں سے نکلنا مکروہ تحریمی ہے طحطاوی نے کہا کہ دخول وقت مراد لینا بحث ہے صاحب بحر الرائق کی اور ممانعت کی حدیث میں [illegible]
کہ جسنے مسجد میں اذان کو پایا پھر نکلگیا اور کسی کام کو نہیں نکلا اور پھر آنے کا ارادہ نہیں رکھتا تو وہ منافق ہے (الا لمن ينتظم به امر جماعة اخرى) او كان الخروج لمسجد حيه ولم يصل
فيه او لاستاذه لدرسه او لسماع الوعظ او لحاجة ومن عزمه ان يعود مگر اس شخص کو کہ مکروہ نہیں ہے جس سے دوسری جماعت کا انتظام ہو یعنی وہ دوسری مسجد کا امام یا موذن
ہو یا یہ کہ نکلنا اپنے محلہ کی مسجد کے لیے ہو اور اسمیں نماز نہیں پڑھی ہو یا نکلنا اپنے استاد کی مسجد کے لیے ہو اپنے سبق پڑھنے کے لیے یا نکلنا ہو وعظ کے سننے کے لیے
یا کسی حاجت کے لیے ہو اور اسکا ارادہ ہو کہ پھر آویگا تو مکروہ نہیں کذا فی النهر (و) لا (لمن صلى الظهر والعشاء وحده مرة) فلا يكره خروجه بل تركه للجماعة الا عند الشروع
في الاقامة فيكره لمخالفته الجماعة بلا عذر بل يقتدي متنفلا لما مر اور مکروہ نہیں اس شخص کے لیے جسنے ظہر اور عشا کی نماز تنہا ایک مرتبہ پڑھ لی ہو تو اسکا نکلنا مکروہ نہیں بلکہ چھوڑنا
جماعت کا یعنی یہ فعل مکروہ ہوا کہ نماز کو تنہا پڑھ لیا اور جماعت کا انتظار نکیا مگر وقت شروع ہونے تکبیر کے کہ مکروہ ہے اس شخص کو نکلنا بسبب اسکی مخالفت کرنے کے
جماعت کو بدون عذر کے بلکہ وہ اقتدا کرے نفل پڑھنے والا بسبب اس وجہ کے کہ گزری یعنی نفل اور جماعت دونوں حاصل کرنے کے لیے کذا فی الطحطاوی (و) الا (في)
(الفجر والعصر والمغرب مرة فيخرج مطلقا وان اقيمت) لكراهة النفل بعد الاوليين وفي المغرب احد المحظورين البتيراء او مخالفة الامام بالاتمام اور مگر اس شخص کو مکروہ نہیں جو فجر
اور عصر اور مغرب کی نماز ایکبار پڑھ چکا ہو تو وہ نکلے ہر حال میں اگرچہ تکبیر ہو جاوے بسبب مکروہ ہونے نفل کے بعد فجر اور عصر کی نماز کے یعنی اگر ان دونوں نمازوں کو پڑھ چکا اب امام کے ساتھ
بنیت نفل ہوگا تو نفل کا پڑھنا ان دونوں کے بعد مکروہ تحریمی ہے اور مغرب کی نماز میں اقتدا کی نیت سے دو ممنوع باتوں میں ایک ہوگی یا ایک رکعت نفل کی یا امام کی مخالفت پورا
کرنے سے ہم بتیراء صغیر ہی بتیراء کی اور بتیراء اس ایک رکعت کو کہتے ہیں جسکے ساتھ دوسری نہو یعنی اگر مغرب میں اقتدا بنیت نفل کریگا تو اس سے یہ لازم آویگا کہ تیسری رکعت تنہا
رہجاے اور اگر یہ فرض کیا جاے کہ مقتدی امام کے ساتھ تین رکعتیں پڑھ کر اٹھے چوتھی اور ملالے تو امام کی مخالفت لازم آتی ہے وفي النهر ينبغي ان يجب خروجه لان كراهة مكثه بلا صلاة
اشد اور نہر الفائق میں ہے کہ مناسب یہ ہے کہ جماعت ہونے کے وقت اسکا نکلنا واجب ہو اسلیے کہ ٹھہرنا اسکا مسجد میں بدون نماز کے زیادہ مکروہ ہے بہ نسبت نفل پڑھنے کے ہم
یعنی محیط میں کہا ہے کہ مخالفت جماعت کا گناہ بہت بڑا ہے کذا فی الطحطاوی قلت افاد القهستاني ان كراهة التنفل بالثلاث تنزيهية وفي المضمرات لو اقتدى فيه [illegible] کہتا ہوں
کہ قہستانی نے بیان کیا ہے کہ تین رکعتیں نفل پڑھنے کی کراہت تنزیہی ہے اور مضمرات میں ہے کہ اگر اقتدا کریگا مغرب میں تو پورا کریگا ہم قہستانی نے اپنے قول کی تائید میں مضمرات کا
یہ قول نقل کیا ہے حالانکہ قول قہستانی کا مردود ہے اسلیے کہ صاحب ہدایہ نے تصریح کراہت کی کردی ہے اور غایۃ البیان میں کہا ہے کہ تین رکعتوں نفل کا پڑھنا بدعت ہے اور قاضیخان
نے شرح جامع صغیر میں کہا کہ انکا پڑھنا حرام ہے اور صاحب بحر الرائق نے کہا کہ حدیث میں بتیرا سے ممانعت وارد ہے تو معلوم ہوا کہ انکا پڑھنا مکروہ تحریمی ہے کذا فی الطحطاوی
(واذا خاف فوت) ركعتي (الفجر لاشتغاله بسنتها تركها) لكون الجماعة اكمل اور جب نمازی ڈرے فوت ہونے جماعت دوگانہ فرض فجر کا بسبب اپنے مشغول ہونے کے

اسکی سنتون مین تو سنتون کو ترک کرے اور داخل ہو نیت جماعت کے کامل ترجمہ یعنی جماعت کی نماز کا ثواب منفرد کی نماز سے پچیس یا ستائیس گنا ہے اسکے سوا وعید ترک جماعت کا
زیادہ ہے بہ نسبت وعید ترک سنت فجر کے کذا فی الشامی والایضاح ہے اور اگر کہتے فی ظاہر المذہب وقیل التشہد واعتمدہ المصنف والشرنبلالی تبعا للبحر لکن ضعفہ فی النہر
لا تہ کما یا لجماعۃ اعتبر باب السہو الی وجہ کانادر الاکما الا ان ترک الکل وہ مقدم علی فعل السنۃ اور اگر خوف جماعت کے فوت ہونیکا نہو اسطرح کہ توقع کرے ایک رکعت
ملنے کا خواہ وہ پہلی ہو یا پچھلی ہو اور ایک قول ہے کہ توقع کرے اخیر التشہد کا اور اسی قول ثانی پر اعتماد کیا ہے مصنف اور شرنبلالی نے بہ تبعیت بحر الرائق کے لیکن اس قول
کو ضعیف کہا ہے نہر الفائق مین تو اس صورت مین سنتون کو ترک نکرے بلکہ انکو مسجد کے دروازہ کے باہر پڑھے اگر جگہ پاوے اور اگر جگہ نپاوے تو سنتون کو ترک کرے
اسلیے کہ وہ کا انکار نا سنت کے کرنے پر مقدم ہے یعنی سنتون کا جماعت کے بیچ مین پڑھنا مکروہ ہے اور ادا سنت سنتون تو مقدم ہے کہ فعل مکروہ کو ترک کرے ہم شامی نے کہا کہ
اقتصیر صاحب بحر کی تضعیف ہے فتح القدیر نے یہ کہا ہے کہ اگر جماعت ملنی کی امید ہو تو سنتون کو ترک نکرے اور شارح نے ظہر کی نماز کے اوقات کے بیان مین
اسی پر یقین کیا ہے اور شرح منیہ مین بھی یہی ہے اور دروازہ مسجد کے باہر پڑھنے سے غرض یہ ہے کہ مسجد کے باہر پڑھے اگر جگہ ہو اور اگر باہر جگہ نہو تو اندر مسجد کے کسی ستون کی آڑ مین پڑھے اور
سب سے زیادہ مکروہ یہ ہے کہ فرضون کی صف کے برابر کھڑا ہو کر پڑھے اور اس سے کم کراہت یہ ہے کہ صف کے پیچھے بدون آڑ کے پڑھے اور اگر سنتین امام کے فرض
شروع کرنے سے پہلے شروع کر چکا ہو تو جہان چاہے پڑھے کچھ کراہت نہین ہے ہم یا قبل الشروع فیہا اما بعدہ فلا لقولہم لو تقبلہا والفضیہا وہ دونون در دالمحتار قال مقدم
علی جلیہ الصلوٰۃ پھر جو یہ کہا گیا ہے کہ سنتون کو شروع کرے پھر فرضون کے لیے اللہ اکبر کہے یا اول سنتون کو شروع کرے پھر انکو توڑ دے تو یہ دونون قول رد کیے گئے
ہین اس دلیل سے کہ دفع کرنا خرابی کا مقدم ہے بہتری کے کھینچنے سے ہم فقیہ اسمٰعیل زاہدی سے یہ کہا ہے کہ فجر کی سنتون کو شروع کرے پھر توڑ دے تاکہ انکی قضا واجب
ہو جاوے پھر فرض کے بعد قبل طلوع آفتاب انکو پڑھے کیونکہ وہ اب واجب ہین نہ سنت کہ قبل طلوع انکا پڑھنا مکروہ ہو تو اس قول کو امام سرخسی نے رد کیا ہے کہ یہ گویا
کچھ نذر کی نماز سے پڑھ کر نہین حالانکہ نماز نذر کا ادا بھی بعد فجر کے قبل طلوع ممنوع ہے چنانچہ امام محمد نے تصریح کی ہے علاوہ اسکے عبادت کو بقصد فاسد کرنے کے پڑھنا اور
عمل کا باطل کرنا شرعاً ممنوع ہے تو اس خرابی کا دور کرنا ادا سنت کی مصلحت سے مقدم ہے کذا فی الطحطاوی ولا یقضیہا الا بطریق التبعیۃ لقضاء فرضہا قبل
الزوال لا بعدہ فی الاصح لورود الخبر بقضائہما فی الوقت المہمل بخلاف القیاس فغیرہ علیہ لا یقاس اور فجر کی سنتون کو قضا نپڑھے مگر بہ تبعیت اسکے فرضون کی قضا کے
زوال سے پیشتر نہ اسکے بعد صحیح تر قول مین اسلیے کہ حدیث مین انکا قضا کرنا اصل وقت مین بخلاف قیاس وارد ہوا ہے تو غیر اس وقت کا وقت مذکور پر قیاس نکیا جائیگا ہم وقت مہمل
اسکو کہتے ہین جو کسی فرض کا وقت نہو اور یہ وقت طلوع سے لیکر زوال تک ہے اور فقیہون کے نزدیک اسکے سوا دوسرا وقت مہمل نہین اور یہ حدیث سے مراد وہ لیلۃ التعریس
کی ہے جو مسلم مین مفصل مروی ہے مجملاً یہ ہے کہ آخر شب مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے استراحت فرمائی اور حضرت بلال کو ارشاد کیا کہ پہرہ دینا وہ بھی سو گئے یہانتک کہ صبح کی نماز قضا ہو گئی
تب آپ اس جگہ سے جلد سفر کیا اور آفتاب کے اونچا ہونے کے بعد فجر کی سنتین پڑھ کر فرض جماعت سے پڑھی تو شارح کہتا ہے کہ یہ قضا صرف اسی وقت پڑھی گئی اور وقت کو اسپر
قیاس نکیا جائیگا اور صحیح تر قول کا مقابل یہ ہے کہ بعد زوال کے بھی تبعاً قضا درست ہے اور کافی مین ہے کہ بدون تبعیت فرض اجماعاً قضا نہین بخلاف سنۃ الظہر وکذا الجمعۃ فانہ
ان خاف فوت رکعتہ کبر کما ولیقتدی ثم یاتی بہا علی انہا سنۃ فی وقتہ ای الظہر قبل شفعہ عند محمد وبہ یفتی جوہرۃ واما ما قبل العشاء فمندوب لا یقضی اصلا بخلاف سنت
ظہر اور اسیطرح جمعہ کی سنتون کے کہ اگر نمازی کو خوف ہوا ایک رکعت کے فوت ہونیکا تو سنتون کو ترک کرے امام کا اقتدا کرے پھر انکو پڑھ لے وقت ظہر مین اور وہ سنتین ہونگی
بالاتفاق انکو پڑھے بعد کی دو سنتون سے پیشتر امام محمد کے نزدیک اور اسی کا فتوی ہے کذا فی الجوہرہ اور جو رکعتین کہ عشا سے پیشتر ہین وہ مستحب ہین انکو قضا نپڑھے ہرگز
ولا یکون مصلیا بجماعۃ اتفاقا من ادرک رکعۃ من ذوات الاربع لانہ منفرد ببعضہا لکنہ ادرک فضلہا ولو بادراک التشہد اتفاقا لکن ثوابہ دون المدرک
لفوات التکبیرۃ الاولی واللاحق کالمدرک لکونہ مؤتما حکما اور نہین ہوگا نماز پڑھنے والا جماعت سے بالاتفاق جس شخص نے کہ پائی ایک رکعت چار رکعتون والی نماز
اسلیے کہ وہ شخص منفرد ہے بعض نماز مین لیکن وہ پائیگا ثواب جماعت کا اگرچہ جماعت مین التحیات ہی پاوے بالاتفاق مگر ثواب اس شخص کا مدرک یعنی شروع نماز

[illegible]

تجب المتابعۃ فی السجدتین وان لم تجب فی الرکوع کذا فی السراج الوہاج اور یہ کہ مسئلہ جن مین مقتدی نے رکوع امام کے ساتھ نہ پایا تو واجب ہی امام کی متابعت دونون سجدون مین اگرچہ یہ دونون سجدے اسکی رکعت مین شمار نہونگے یعنی آخر کو پوری رکعت مع دونون سجدون کے پڑھنی پڑیگی اور فاسد نہوگی نماز ان دونون سجدون کے ترک سے ہم بعض نے فرمایا واجب ہی کہ رکوع نہین پایا تو متابعت فوت ہو گئی پھر کہ دوسری رکعت سے شریک ہونگے اسلیے انہون نے آگاہ کر دیا کہ اگر رکوع نہ ملے تو اقتدا صحیح ہو گیا امام کی متابعت سجدون مین واجب ہی کہ انکے ترک کرنے سے نماز فاسد ہو گی فلو لم یدرک الرکعۃ ولم یتابعہ لکنہ اذا سلم الامام قام واتی برکعۃ فصلوتہ تامۃ وقد ترک واجبا کذا فی التجنیس پھر اگر مقتدی نے رکوع نہ پایا اور امام کی متابعت سجدون مین نہ کی اگرچہ امام نے سلام پھیرا تو اسنے اٹھکر ایک رکعت پڑھ لی تو نماز اسکی پوری ہو اور اسنے ترک واجب کیا یعنی شروع اقتدا مین متابعت امام کی سجدون کے اندر واجب تھی اسکا تارک ہوا کذا فی الظہیریۃ عن التجنیس ولو رکع قبل الامام فلحقہ امامہ فیہ صح رکوعہ وکرہ تحریما ان قرا الامام قدر الفرض اور اگر مقتدی نے رکوع کیا امام سے پیشتر پھر امام نے اسکو رکوع مین جا لیا تو مقتدی کا رکوع درست ہوگا اور مکروہ تحریمی ہی پہلے رکوع کرنا اگر امام مقدار فرض پڑھ چکا ہو مکروہ تحریمی اسوجہ سے ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ رکوع اور سجدہ مجھسے پہلے مت کرو اور ایک حدیث مین فرمایا کہ جو شخص امام سے پہلے رکوع کرتا ہی یا اپنا سر اٹھاتا ہی اسکو یہ خوف نہین کہ خدا تعالی اسکا سر گدہے کے سر سے نہ بدل دے اور مقدار فرض سے مراد قرات واجب ہی یعنی امام تین آیتین پڑھ چکا ہو اسوقت مقتدی اُس سے پہلے رکوع کرے کذا فی الطحطاوی والا لا یجزیہ اور اگر امام نے مقتدی کو سجدہ مین نہ پایا یعنی مقتدی نے جب اپنا سر اٹھا لیا تب امام نے رکوع کیا یا مقتدی نے اسوقت رکوع کیا کہ ہنوز امام قرات واجب نہ پڑھ چکا تھا تو یہ رکوع مذکور اسکو کافی نہوگا دوبارہ رکوع کرنا چاہیے ورنہ نماز باطل ہو جائیگی کذا فی الشامی ولو سجد الموتم مرتین والامام فی الاولی لم تجزہ سجدتہ عن الثانیۃ کذا فی الخلاصۃ اور اگر مقتدی نے سجدہ کیا دو بار اور امام پہلے ہی سجدہ مین ہی تو مقتدی کو اسکا سجدہ دوسرے سجدہ سے کافی نہوگا اور پورا بیان اسکا خلاصہ مین ہی یعنی اگر مقتدی نے دو سجدہ کیے اور امام نے ابھی ایک ہی کیا ہی تو مقتدی کا دوسرا سجدہ معتبر نہین اسکو سجدہ دوم کا اعادہ واجب ہی ورنہ نماز فاسد ہو جائیگی کذا فی البحر

باب قضاء الفوائت

یہ باب ہی احکام قضا پڑھنے فوت شدہ نمازون کا لم یقل المتروکات ظنا بالمسلمین خیرا اذ التاخیر بلا عذر کبیرۃ لا تزول بالقضاء بل بالتوبۃ والحج مصنف نے فوائت کہا متروکات نہ کہا واسطے بہتری گمان کرنے کے مسلمانون پر کیونکہ نماز مین بدون عذر تاخیر کرنا گناہ کبیرہ ہی کہ دور نہین ہوتا قضا پڑھنے سے بلکہ دور ہوتا ہی توبہ کرنے سے یا حج کرنے سے ہم یعنی اگر متروکات کہتا تو چھوڑی ہوئی نمازین مراد ہوتین جنکو نمازی نے چھوڑ دیا جان بوجھکر اور چونکہ جان بوجھکر نہ پڑھنا گناہ کبیرہ تھا اسلیے فوائت کہا یعنی جو نمازین مسلمان سے رہ گئین خود اسنے نہین چھوڑین اور حج سے گناہ کبیرہ کا دور ہونا اُس قول کے بموجب ہی کہ حج مقبول سے گناہ کبیرہ دور ہو جاتا ہی چنانچہ کتاب الحج مین آویگا کذا فی الطحطاوی ومن العذر العدو وخوف القابلۃ موت الولد لانہ علیہ الصلوۃ والسلام اخرہا یوم الخندق اور عذر مین سے ہی دشمن کا ہونا اور ڈرنا دائی جنائی کا بچہ کے مرنے سے اسلیے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دشمن کے عذر سے تاخیر نماز کی فرمائی جنگ خندق کے دن ہم یعنی جب یہ خندق کھودی اُس روز چار نمازین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اوقات معینہ پر نہو سکین یہانتک کہ کچھ رات گذری سے آپنے حضرت بلال کو ارشاد فرمایا انہون نے اذان کہی پھر تکبیر کہی آپنے ظہر کی نماز پڑھی پھر تکبیر کہی پھر عصر پڑھی پھر تکبیر کہلوا کر مغرب پڑھی پھر تکبیر کہی عشا پڑھی اس سے معلوم ہوا کہ دشمن کے محاصرہ کرنے سے نماز مین تاخیر درست ہی کذا فی الطحطاوی اب شارح قبل شروع ہونے مسائل باب کے چند اصطلاحین فقہی بیان کرتا ہی ثم الاداء فعل الواجب فی وقتہ وبالتحریمۃ فقط بالوقت یکون اداء عندنا وبرکعۃ عند الشافعی پھر ادا کے یہ معنی ہین کہ واجب کو اسکے وقت مین کرنا اور سبب فقط تحریمہ کہنے کے وقت کے اندر ادا ہوگی ہمارے نزدیک اور ایک رکعت وقت مین ہو جانے سے ادا ہوگی امام شافعی کے نزدیک یعنی یہ ضرور نہین کہ ادا مین سب نماز بالتمام واجب وقت کے اندر ہو بلکہ حنفیون کے نزدیک نماز کی تحریمہ اگر وقت مین ہوگی تو وہ نماز ادا ہی ہوگی اور امام شافعی کے نزدیک ایک رکعت وقت مین ہو جانے سے ادا کہلائیگی والاعادۃ فعل مثلہ فی وقتہ لخلل غیر الفساد لقولہم کل صلوۃ ادیت مع کراہۃ التحریم تعاد ای وجوبا فی الوقت واما بعدہ فندبا اور اعادہ کے یہ معنی ہین کہ مثل واجب کو وقت واجب مین کرنا بسبب کسی خلل کے سوا فساد کے

باب قضاء الفوائت

یہ تعریف اصلیہ کی بعض فقہا کا قول ہے کہ جو نماز ادا کیجاوے کراہت تحریمی کے ساتھ وہ اعادہ کیجاوے یعنی اسکا اعادہ واجب ہے وقت کے اندر اور بعد وقت کے تو اعادہ مستحب ہے
علامہ شامی نے کہا کہ یہ تعلیل شارح کی تعلیل ہے اسلیے کہ اس سے یہ نہیں معلوم ہوتا کہ جو نماز فاسد ہو اسکا اعادہ نکیا جاوے حالانکہ تعریف میں غیر فاسد مذکور ہے اور نہ یہ کہ اعادہ
خاص ہے وقت کے اندر بلکہ یہ تصریح کر دی کہ بعد وقت کے بھی اعادہ ہوتا ہے دوسرے یہ کہ تفصیل اعادہ کے واجب ہونے کی وقت میں اور مستحب ہونے کی بعد
وقت کے صرف یہ دلیل ہے بحر الرائق کی تبعیت سے شارح نے ذکر کی ہے حالانکہ خیر الدین رملی نے علامہ مقدسی سے نقل کیا ہے کہ واجب ہے کہ بحر الرائق کے اس قول کو
اعتماد نکیا جاوے کیونکہ فقہا کا قول ہے جو نماز کراہت تحریمی کے ساتھ ادا کیجاوے اسکا اعادہ لازم ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اعادہ خواہ وقت کے اندر ہو یا بعد دونوں
صورتوں میں واجب ہے اور یہی قول راجح ہے والقضاء فعل الواجب بعد وقتہ واطلاقہ علی غیر الواجب کالتی قبل الظہر مجاز اور قضا کے یہ معنی ہیں کہ واجب کو اسکے وقت
کے بعد کرنا اور غیر واجب پر قضا کا بولنا جیسے ظہر کے پہلے کی سنتوں پر قضا کا کہنا مجاز ہے قضا صرف فرض و واجب کی ہوتی ہے اور سنت پر قضا کا بولنا مجازا
ہے الترتیب بین الفروض الخمسۃ والوتر اداء و قضاء لازم یفوت الجواز بفوتہ للخبر المشہور من نام عن صلوۃ وبہ یثبت الفرض العملی ترتیب درمیان پانچوں
فرض اور وتر کے ادا میں اور قضا میں لازم ہے فوت ہوتا ہے صحیح ہونا فرض و وتر کا ترتیب کے فوت ہونے سے بسبب حدیث مشہور من نام عن صلوۃ کے اور اس حدیث
سے ثابت ہوتا ہے ترتیب کا فرض عملی ہونا ترتیب کو صدر الشریعۃ نے فرض کہا اور صاحب ہدایہ وغیرہ نے واجب اور یہ کہ فرض عملی اعتقادی کو لازم نہیں فرض
عملی ہے اور قطعی نہیں کیونکہ بعض صورتوں میں ساقط نہیں ہوتی اور ترتیب ساقط ہو جاتی ہے ... فوت سے نہیں ہوتی بخلاف ترتیب کے ... صحیح ہے
لازم کہا تاکہ سب الفاظ کو شامل ہو شارح نے ترجمہ کی دلیل اس حدیث کو بتایا کہ جو کوئی نماز سے سو جاوے یا بھول جاوے اور اسکو یاد آوے مگر اس
کہ وہ امام کے ساتھ نماز پڑھتا ہو تو چاہیے کہ اس جماعت کی نماز کو پڑھ لیوے اور اسکے بعد اسکو پڑھے جسکو یاد کیا تھا پھر اسکا اعادہ کرے جسکو امام کے ساتھ پڑھتا تھا اور
فتح القدیر میں کہا کہ دعوی اسکے مشہور ہونے کا نامقبول ہے کیونکہ اسکے مرفوع ہونے میں بھی اختلاف ہے بعض موقوف کہتے ہیں ہاں چاہیے کہ مشہور ہو کذا فی الشامی و
قضاء الفرض والواجب والسنۃ فرض و واجب وسنۃ لف ونشر مرتب اور قضا کرنا فرض اور واجب و سنت کا فرض اور واجب اور سنت ہے شارح نے کہا کہ اس
عبارت میں لف و نشر مرتب ہے یعنی فرض کا قضا کرنا فرض ہے اور واجب نماز فوت شدہ کی قضا واجب ہے اور سنت کا قضا پڑھنا سنت ہے اور واجب سے مراد نذر کی
یا جس نفل کو شروع کر کے توڑ دیا ہو یا وتر امام کے قول پر کذا فی الطحطاوی تصرف وجمیع اوقات العمر وقت للقضاء الا الثلثۃ المنھیۃ کما مر اور سب اوقات عمر کے وقت
ہیں قضا پڑھنے کے لیے بجز تین وقتوں منع کیے ہوئے کے جیسا کہ گذرا یعنی اوقات نماز میں بیان ہوچکا ہے کہ طلوع اور غروب اور دوپہر کے وقت میں نماز مکروہ تحریمی ہے اور
سوا ان تین وقتوں کے اور وقتوں میں قضا نماز صحیح ہے اگرچہ بعد صبح اور عصر کے ہو فلم یجز تفریع علی اللزوم فجر من تذکر انہ لم یوتر لوجوبہ عندہ الا اذا تذکر من اللزوم فلا یلزم الترتیب
اذا ضاق الوقت المستحب حقیقۃ اذ لیس من الحکمۃ تفویت الوقتیۃ لتدارک الفائتۃ پس نہیں جائز ہے فجر اس شخص کی جسکو یاد ہو کہ اسنے وتر نہیں پڑھی بسبب واجب
ہونے وتر کے امام کے نزدیک شارح نے کہا کہ یہ تفریع ہے لزوم ترتیب پر درمیان فرض اور واجب کے مگر جبکہ تنگ ہوجاوے وقت مستحب واقع میں نہ نمازی کے گمان میں
یعنی یہ صورت لزوم ترتیب سے خارج ہے اس میں ترتیب لازم نہوگی کیونکہ حکمت کی بات نہیں ہے وقتی نماز کا فوت کر دینا واسطے تدارک فوت شدہ کے ہم نے جائز ہونے کے یہ معنی
کہ نماز فجر کا فاسد ہونا ملتوی رہیگا چنانچہ آگے آویگا اور وقت کے تنگ ہو جانے سے یہ غرض ہے کہ اگر فوت شدہ نماز کو پڑھتا ہے تو وقت مستحب وقتی کے لیے نہیں رہتا مثلا
میں آفتاب اندر ہو جاتا ہے تو اس صورت میں ترتیب ساقط ہو جاتی ہے کیونکہ وقتی کو فائتہ کر دینا اور فائتہ کو ادا کرنے میں کچھ حکمت نہیں ولو لم یسع الوقت کل الفوائت فالاصح
جواز الوقتیۃ مجتبی اور اگر وقت گنجائش نرکھتا ہو سب فائتہ نمازوں کی تو اصح یہ ہے کہ جائز ہونا وقتیہ کا ہے کذا فی المجتبی صورت اسکی یہ ہے کہ مثلا ایک شخص کے ذمہ نماز عشا
مع وتر ہے اور صبح کا وقت اتنا ہے کہ اسمین وتر اور نماز صبح ہو سکتی ہے تو فقہا نے ارشاد ترجیح دی ہے کہ جب وتر پڑھ لیگا صبح کی نماز درست نہوگی اور مجتبی میں صحیح اسکو
ٹھہرایا ہے کہ صبح کی نماز جائز ہوگی کذا فی الحلبی وفیہ نظر من علیہ العشاء وضیق وقت الفجر فصلاہا وفیہ سعۃ یکررہا الی الطلوع والفرض الاخیر در مجتبی میں ہے

اگر کسی شخص کے ذمہ عشا تھی اسنے گمان کیا وقت فجر کی تنگی کا پس پڑھا فجر کی نماز کو اور وقت میں وسعت ہے تو نماز فجر کی پھر پڑھے طلوع آفتاب تک اور فرض ہے کا سبب پہلا ہوگا معلوم ہوا اسکی
یہ ہے کہ نمازی نے یہ خیال کیا کہ وقت میں اتنی گنجائش نہیں کہ عشا اور فجر دونوں ہو جائیں اسلیے اسنے صرف فجر کی نماز پڑھی پڑھنے کے بعد معلوم ہوا کہ وقت اور باقی ہے اور اسمین بھی
یہی خیال کیا کہ دونوں نمازیں نہونگی تو فجر کی نماز پھر پڑھے اسی طرح جتنی بار گنجائش ہو پھر کو پڑھے تو جو دوگانہ طلوع کے قریب ہوگا وہ فرض ہوگا اور باقی نفلیں ہونگی اور جب یہ خیال ہو کہ
وقت میں گنجائش دونوں نمازوں کی ہے تو اول عشا پڑھے پھر فجر کذا فی الشامی او تسقط الفائتة لانه عذر یا بھول جانا ہے نماز فوت شدہ کو جبکہ ترتیب لازم نہیں اسلیے کہ بھول
عذر ہے یعنی عذر آسمانی ہے کہ اسمین بندہ کو اختیار نہیں اور فائتہ کا وقت یاد پڑنے سے ہوتا ہے جبتک یاد نہ آویگی اسکا وقت نہوگا کذا فی البحر او فاتت ست اعتقادیة لدخولها
فی حد التکرار المفضی للحرج یا فوت ہو جائیں چھ نمازیں فرض اعتقادی تب بھی ترتیب ساقط ہے واسطے داخل ہونے چھ کے اس شمار میں کہ جا پہنچتی ہے تکرار ہونے کو اور پہنچانا
ہے تنگی کی طرف وہم یعنی چھ سے کم نمازوں میں ہوسکتا ہے کہ کوئی نماز مکرر ہو جیسے ایک دن رات کی پانچ نمازیں اور اگر فائتہ نمازیں چھ ہونگی تو بالضرور ایک نماز مکرر ہوگی اور
تکرار کی صورت میں ترتیب کا واجب کرنا موجب حرج تھا اسلیے چھ نمازوں کو کہ جنمیں قلما تکرار ہے ترتیب کے ساقط کرنے کا سبب ٹھہرایا اور اعتقادی کی قید اسلیے لگائی کہ فرض عملی
یعنی وتر نکلجاسے ہر چند ترتیب اسمین اور دوسری نمازوں میں فرض ہے مگر وتر کا شمار فوائت میں جداگانہ نہیں اور شاید اسلیے نہیں کہ اسکا کوئی وقت مستقل نہیں مگر ترتیب کا سقوط
اس سبب سے فائتہ اور وقتی میں یا دو فوت شدہ نمازوں میں ہوتا ہے مگر دو وقتی نمازوں میں ترتیب ساقط نہیں ہوتی مثلا جسکی چھ نمازیں فوت ہوگئی ہیں تو عشا اور وتر کی ترتیب
اسکو لازم ہے کذا فی الشامی بخروج وقت السادسة علی الاصح ولو متفرقة او قدیمة علی المعتمد لانه لما اختلف التصحیح رجح اطلاق المتون بحر چھ نمازوں کے فوت ہونے سے ترتیب
ساقط ہوگی ساتھ نکلنے چھٹی نماز کے وقت کے صحیح تر قول کے بموجب اگرچہ چھ نمازیں متفرق ہوں یا قدیم ہوں مذہب معتمد پر اسلیے کہ جب ترجیح مختلف ہوتی ہے تو متون کے اطلاق کو
ترجیح دیجاتی ہے کذا فی البحر قول اصح کا مقابل یہ ہے کہ وقت چھٹی نماز کے داخل ہونے کا معتبر ہے امام محمد کے نزدیک اور متفرق کی مثال یہ ہے کہ مثلا چھ نمازیں صبح ہی کی فوت ہوگئیں
اور انکے بیچ کی نمازیں بدون یاد آنے فوائت کے پڑھ لیں اور قدیم کی مثال یہ ہے کہ ایک شخص نے مثلا ایک مہینا برابر نماز نہ پڑھی پھر اسنے کوئی نماز قضا نہ کی اب اگر کوئی نماز نئی قضا
ہوگی اور باوجود اسکی یاد کے دوسری نماز پڑھیگا تو دوسری درست ہو جائیگی کیونکہ یہ فائتہ پہلے کی نمازوں فوت شدہ میں ملجائیگی اور بعضوں نے کہا ہے کہ چھ نمازیں حال کی
فوت ہو جانے سے ترتیب ساقط ہوجاتی ہے پہلے فوائت کا اعتبار نہیں اور تجنیس میں اسی پر فتوی لکھا ہے اور مجتبی میں قول اول کو صحیح کہا ہے اور معراج میں اسپر فتوی بیان کیا ہے تو
معلوم ہوا کہ اس مسئلہ میں فتوی اور تصحیح مختلف ہیں مگر چونکہ متون فقہ میں مطلق چھ نمازوں فوت شدہ کا اعتبار ہے خواہ نئی ہوں یا پرانی اسلیے شارح نے کہا کہ ترجیح متون کے اطلاق
کو دینا چاہیے یعنی قول اول ہی معتمد ہے کذا فی البحر او ظن ظنا معتبرا ای یسقط لزوم الترتیب ایضا بالظن المعتبر کمن صلی الظهر ذاکرا لترکه الفجر فسد ظهره فان قضی الفجر ثم صلی
العصر ذاکرا للظهر جاز العصر اذ لا فائتة علیه فی ظنه حال اداء العصر وهو ظن معتبر لانه مجتهد فیه یا گمان کیا گمان معتبر یعنی ساقط ہوتا ہے لزوم ترتیب گمان معتبر سے بھی مثلا کسی
شخص نے ظہر کی نماز پڑھی یاد کرکے کہ میں نے فجر نہیں پڑھی تو اسکی نماز ظہر فاسد ہوگئی پھر جب اسنے فجر کو قضا پڑھ لیا اور اسکے بعد عصر کو پڑھا حالانکہ ظہر اسکو یاد ہے تو اسکی نماز عصر کی درست
ہوگی اسلیے کہ اسکے گمان میں عصر کے ادا کرنے کے وقت اسپر کوئی نماز قضا نہیں اور وہ گمان معتبر ہے اسلیے کہ یہ مسئلہ اختلافی ہے وہم یعنے اگر اپنے گمان میں ترتیب کو واجب نہیں جانتا
اور اسطرح نماز ظہر کو پڑھنے سے جانا کہ ترتیب واجب ہے تو عصر کے فاسد ہونے کا حکم دیا جائیگا کیونکہ آخر امام شافعی ترتیب کو مستحب کہتے ہیں تو اسکا گمان غیر معتبر نہ ٹھہرا اسلیے ترتیب
ساقط ہوگی اور اس مسئلہ کا پورا بیان شامی میں ہے وفی المجتبی من جهل فرضیة الترتیب یلحق بالناسی واختاره جماعة من ائمة بخاری وعلیه یتخرج ما فی القنیة صبی بلغ وقت الفجر
وصلی الظهر مع تذکره جاز ولا یلزم الترتیب بهذا العذر اور مجتبی میں ہے کہ جو شخص جاہل ہو فرض ہونے ترتیب سے وہ لاحق کیا جائیگا بھولنے والے سے یعنے عذر جہالت سے بھی
ترتیب ساقط کردیجاتی ہے اور اختیار کیا ہے اسکو ایک جماعت نے بخارا کے اماموں سے اور اسی قول پر متفرع ہے وہ مسئلہ جو قنیہ میں ہے کہ ایک لڑکا فجر کے وقت بالغ ہوا اور اسنے
ظہر کی نماز پڑھی باوجود فجر کے یاد ہونے کے تو ظہر کی نماز درست ہوگی اور اس عذر سے اسپر ترتیب لازم نہوگی یعنے ترتیب کے فرض ہونے کا علم غالبا اس عمر میں نہیں ہوتا تو جہالت کے
عذر سے اسپر سے ترتیب ساقط ہوگی کذا فی النهر فلم ظن معتبر او جہالت کو جداگانہ سبب ترتیب کے ساقط ہونیکا تصور کرنا بیجا ہے اسلیے کہ جب جہالت بھول میں داخل ہے اور ظن معتبر بھی جہالت

کی قسم ہو تو پہلی بھی نسیان میں داخل ہو اپنا نچہ صاحب بحر الرائق نے انکو نسیان سے ملحق کیا ہی لیس بسبب سقوط ترتیب کے وہی تین سبب ہین جو متن والون نے لکھے ہین یعنی وقت کا تنگ
ہونا اور بھولنا اور فوائت کا چھ یا زیادہ ہونا کذا فی الشامی ولا یعود لزوم الترتیب بعد سقوطہ بکثرتہا ای الفوائت بعود الفوائت الی القلۃ بسبب القضاء لبعضہا علی المعتمد
لان الساقط لا یعود اور عود نہین کرتا لزوم ترتیب کا بعد ساقط ہو جانے کے فوائت کی کثرت کی وجہ سے بسبب ہو جانے فوائت کے قلیل کی طرف بباعث قضا پڑھ لینے
بعض فوائت کے مذہب معتمد پر وجہ عود نہ کرنے کی یہ ہی کہ ساقط چیز دوبارہ نہین آتی ہم صورت اسکی یہ ہی کہ مثلاً ایک شخص کے ذمہ سال بھر کی نمازین قضا ہین تو ظاہر ہی کہ لزوم
ترتیب ان فوائت کی وجہ سے ساقط ہو گیا اب اس شخص نے ان نمازون کو قضا پڑھتے پڑھتے چھ نمازون سے کم کر دیا یہانتک کہ مثلاً ایک ہی فائتہ اسکے ذمہ رہ گیا
تب بھی لزوم ترتیب عود نہ کریگا یعنی اس نماز باقی کو یاد کرکے اگر کوئی نماز پڑھیگا تو یہ نماز وقتی جائز ہو گی اور معتمد کی قید اسلیے لگائی کہ غیر معتمد قول یہ ہی کہ جب فوائت چھ سے کم
ہو جائین تو ترتیب عود کر آتی ہی اور اسی قول کو ہدایہ میں پسند کیا ہی اور کافی میں اسکو رد کیا ہی اور محیط اور معراج اور کافی مین فتوی اول قول پر ہی اور بعض کہ قضا
پڑھنے کی قید اسلیے لگائی کہ اگر کل کی قضا کر لیگا اور ایک نماز ہی اسکے ذمہ رہ گئی تو صاحبین کے نزدیک صاحب ترتیب ہو جائیگا چنانچہ قہستانی نے اسکو نقل کیا ہی کذا
فی الشامی وکذا لا یعود الترتیب بعد سقوطہ بعض المسقطات السابقۃ من النسیان والضیق حتی لو خرج الوقت فی خلال الوقتیۃ لا تفسد ہو الاصح مجتبی اور
اسیطرح عود نہین کرتی ترتیب بعد اسکے ساقط ہونے کے کسی گذشتہ ساقط کرنیوالی چیز سے یعنی بھولنا اور تنگی وقت کے سبب اگر ترتیب ساقط ہو جائیگی
تب بھی عود نہ کریگی یہانتک کہ اگر وقت جاتا رہیگا درمیان وقتی کے تو نماز وقتی فاسد نہو گی اور نماز ادا پڑھنے والا ہوگا یہی صحیح تر ہی کذا فی المجتبی ہم یعنی تنگی وقت کے
باعث ترتیب ساقط ہو کر اگر وقت جاتا رہا تو ترتیب عود نہ کریگی یہانتک کہ اگر وقتی کے پڑھنے کے درمیان وقت جاتا رہیگا تو فاسد نہو گی کیونکہ ترتیب ساقط
ہو گئی اور یہ نماز وقتی ادا ہو گی نہ قضا اسیطرح نسیان سے ساقط ہو کر پھر عود نہ کریگی اور بعض فقہا کے نزدیک جتنی نماز وقت میں ہو گی اسقدر ادا ہو گی اور جتنی وقت سے
خارج ہو گی وہ قضا ہو گی اور ایک قول یہ ہی کہ سب قضا ہو گی مگر صحیح یہ ہی کہ ادا ہو گی کذا فی الطحطاوی مختصر الکن فی النہر والسراج عن الدرایۃ لو سقط للنسیان
والضیق ثم تذکر او اتسع الوقت یعود اتفاقاً ونحوہ فی الاشباہ سقط بیان الساقط لا یعود فلیحرر لیکن نہر الفائق اور سراج مین درایہ سے ہی کہ اگر ترتیب نسیان یا
وقت کی تنگی سے ساقط ہو گئی پھر اسکو نماز فائتہ یاد ہوئی اور وقت مین گنجایش ہی تو ترتیب عود کریگی بالاتفاق اور مثل اسکے ہی اشباہ مین اس قاعدہ کے
بیان مین کہ ساقط چیز عود نہین کرتی تو اسکی تنقیح کرنی چاہیے ہم تنقیح یہ ہی کہ وقت کی تنگی مین خلاف لفظی ہی کیونکہ مجتبی مین عدم عود کی تصریح اس صورت مین ہی
کہ وقت نکل گیا ہو اور درایہ مین عود کی تصریح اس صورت مین ہی کہ وقت مین گنجایش ہو دونون کو جمع کریگی تو دونون قولون مین کچھ منافات نہین اور اسیطرح بھولنے کے
بعد یاد کرنیکی صورت مجتبی مین اسپر محمول ہی کہ نماز پڑھنے کے بعد فائتہ یاد ہوئی ہو اور درایہ مین اسپر محمول ہی کہ نماز وقتی کے فارغ ہونے سے پیشتر یاد ہوئی ہو کذا فی الطحطاوی
وفساد اصل الصلوۃ بترک الترتیب موقوف عند ابی حنیفۃ سواء ظن وجوب الترتیب اولا فان کثرت وصارت الفوائت مع الفائتۃ ستاً ظہر صحتہا بخروج وقت الخامسۃ التی
ہی سادستہ الفوائت لان دخول وقت السادسۃ غیر شرط لانہ لو ترک فجر یوم وادی باقی صلواتہ القلب صحیحۃ بعد طلوع الشمس اور فاسد ہونا وصف نماز
کا بسبب چھوڑنے ترتیب کے ملتوی ہی امام ابو حنیفہ کے نزدیک برابر ہی کہ نمازی نے واجب ہونے ترتیب کا ظن کیا ہو یا نہین پس اگر بہت ہو جائین اور سب
نمازین جنکا فساد موقوف ہی فائتہ کے ساتھ ملکر چھ ہو جائین تو ظاہر ہو گی صحت ان پانچون کی پانچوین نماز کے نکلنے کے وقت پر جو شمار مین چھٹی ہی نمازون سے اسلیے
کہ داخل ہونا چھٹی نماز کے وقت کا شرط نہین کیونکہ اگر ایک شخص نے کسی روز کی فجر نہ پڑھی اور باقی نمازین اس دن کی ادا کین فجر کو یاد کرکے تو یہ نمازین دوسرے دن
آفتاب کے طلوع ہونے پر صحیح ہو جائینگی ہم یعنی اگر دخول وقت چھٹی نماز کا شرط ہوتا تو دوسرے دن کے زوال پر صحیح ہوتین شامی نے کہا کہ شارح نے بہ تبعیت نہر الفائق
فساد اصل کہا حالانکہ امام کے نزدیک اصل نماز فاسد نہین ہوتی بلکہ وصف فاسد ہو جاتا ہی یعنی نماز فرض نہین رہتی نفل ہو جاتی ہی تو بہتر تھا کہ شارح اصل کی جگہ وصف
کہتا چنانچہ مترجم نے ترجمہ وصف کا کیا ہی اور صاحبین کے نزدیک فساد موقوف نہین رہتا بلکہ امام محمد کے نزدیک اصل و وصف دونون قطعاً فاسد ہو جاتے ہین

اور امام ابو یوسف کے نزدیک فقط دوسری نماز فاسد ہو جاتی ہے اور یہ مسئلہ ساقط الترتیب کہلاتا ہے نہیں بلکہ یہ وسط الصلوۃ درست ہی اسلیے کہ پچھلی پانچوں کی فرضیت نہیں ٹوٹی
کذا فی الطحطاوی والاتیان لم تصر ستا الا بظہورہا بل تصیر نفلا و فیہا یقال صلوۃ تصحح خمسا و اخری تفسد خمسا اور اگر فاسد نمازیں بہت ہوں یعنی چھ ہو جائیں تو ان نمازوں
پچھلی کی فرضیت ظاہر ہوگی بلکہ نفلیں ہو جائینگی یعنی اگر نماز متروکہ فجر کو دوسرے فجر کے وقت میں بعد نماز یا قبل نماز طلوع سے پیشتر پڑھیگا تو جو نمازیں موقوف الفساد
تھیں وہ فاسد ہو جائینگی یعنی نفلیں ہو جائینگی اور اگر نماز متروکہ کو طلوع شمس تک نہ پڑھیگا تو سب درست ہو جائینگی اور اسی چھٹی نماز میں یہ بھی کہا جاتا ہے کہ ایک نماز
پانچ نمازوں کو درست کر دیتی ہے اور دوسری نماز پانچ فرض کو فاسد کرتی ہے دوم جواب اس کا یہ ہے کہ وہی نماز فاسد ہے کہ اگر اسکو پانچوں نماز پڑھنے کے بعد انکے وقت نکلنے سے
پیشتر قضا کریگا تو پانچوں نمازیں فاسد ہو جائینگی اور اگر وقت نکلنے کے بعد پڑھیگا تو پانچوں نمازیں صحیح ہو جائینگی اور دوسری نماز اسلیے کہا کہ وقت نکلنے کے بعد
پڑھی گئی ورنہ حقیقت میں ایک ہی ہے اور چونکہ صحت کا مدار وقت کے نکلنے پر ہے تو نماز کو صحیح کہنے میں شارح سے مسامحت ہوئی کذا فی الشامی ولو مات وعلیہ صلوات
فائتۃ واوصی بالکفارۃ یعطی لکل صلوۃ نصف صاع من بر کالفطرۃ اور اگر ایک شخص مرا اور اسکے ذمہ نمازیں فوت شدہ ہیں اور وصیت کی کفارہ دینے کی
دیا جاوے ہر نماز کے لیے آدھا صاع گیہوں مانند صدقہ فطر کے یعنی آدھا صاع گیہوں یا آٹا یا ستو یا ایک صاع جو خواہ چھوارا یا انکی قیمت دیوے اور وصیت کرنی اس
شخص کو لازم ہوگی اگر وہ قادر تھا فوائت کے اوپر اور ادا نہ کی اور صاع کا بیان فطرہ کے ذکر میں کیا جائیگا انشاء اللہ تعالی وکذا حکم الوتر والصوم وانما یعطی من ثلث
مالہ ولو لم یترک مالا یستقرض وارثہ نصف صاع مثلا ویدفعہ لفقیر ثم یدفعہ الفقیر للوارث ثم وثم حتی یتم اور ایسا ہی حکم ہے وتر اور روزہ کا یعنی ہر ایک کے عوض صدقہ فطر
کے مانند دینا چاہیے اور یہ کفارہ میت کے مال کی تہائی سے دیا جاوے اور اگر میت نے کچھ مال نہ چھوڑا ہو یا اتنا تھوڑا کہ سب نمازوں کے کفارہ کو کافی نہ ہو تو میت کا وارث یہ کام
کرے کہ نصف صاع گیہوں مثلا قرض لے اور اسکو فقیر کے حوالہ کرے پھر فقیر وہ گیہوں وارث کو ہبہ کر دے اور وارث پھر فقیر کو دیدے اسیطرح اتنی بار دادوستد ہو کہ کفارہ تمام ہو جاوے
یہ حیلہ اس امر کا ہے جو اس زمانہ میں اسقاط کے نام سے مشہور ہو رہا ہے اور اہل زمانہ اس باب میں یا بالفعل یہ حیلہ استعمال کرتے ہیں کہ عمر بھر کے نماز و روزہ کا حساب کر کے کفارہ کا نقد
دام ٹھہرا لیا یا اناج معلوم کر لیا پھر فقیر کو وہ نقد یا غلہ زبانی دیکر اپنے ذمہ قرض لیا بعد اسکے اس قرض کی عوض ایک قرآن مجید فقیر کے حوالہ کرتے ہیں اور یہ اسقاط وارث کے
ذمہ واجب نہیں تبرع ہے مگر اسطرح کا تبرع خالی تکلف سے نہیں ولو قضاہا ورثتہ بامرہ لم یجز لانہا عبادۃ بدنیۃ بخلاف الحج لانہ یقبل النیابۃ اور اگر نمازوں
فوت شدہ کو میت کے وارثوں نے اسکے حکم سے قضا پڑھا تو انکی طرف سے درست نہوگی اسلیے کہ نماز عبادت بدنی ہے ہر مکلف کو حکم ہے کہ اپنے بدن سے اسکو بجا لاوے
دوسرے کا ادا کرنے سے ادا نہوگی بخلاف حج کے اسلیے کہ وہ نیابت کو قبول کرتا ہے یعنی وارث کے حج کرنے سے فرض میت کے ذمہ سے ساقط ہو جاتا ہے اگر میت نے اسکی وصیت
کی ہو کیونکہ حدیث میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک عورت کو اسکے مردہ باپ کیطرف سے حج کرنیکی اجازت فرمائی تھی کذا فی الطحطاوی ولو ادی للفقیر اقل من
نصف صاع لم یجز ولو اعطاہ الکل جاز اور اگر دیا وارث نے فقیر کو کمتر صاع سے تو جائز نہوگا اور اگر سب غلہ اسیکو دے دیا تو درست ہے ہم یعنی صدقہ فطر سے اس کفارہ
میں اتنا فرق ہے کہ نصف صاع سے کم ایک فقیر کو فطرہ درست ہے اور کفارہ نماز روزہ کا درست نہیں اور کفارہ یمین اور ظہار اور افطار میں عدد شرط ہے ایک کو سب دینا
درست نہیں کذا فی الشامی ولو فدی عن صلوتہ فی مرضہ لا یصح بخلاف الصوم اور اگر فدیہ دیا میت نے اپنی نماز سے اپنے مرض موت میں تو صحیح نہوگا یعنی اسپر واجب ہے کہ
وصیت کر جاوے بخلاف روزہ کے کہ اگر مرض موت میں روزہ کا فدیہ دیوے تو درست ہے لیکن اسکی صحت بعد موت کے ثابت ہوگی کذا فی الطحطاوی ویجوز تاخیر
الفوائت وان وجبت علی الفور لعذر السعی علی العیال وفی الحوائج علی الاصح اور جائز ہے تاخیر کرنا فوت شدہ نمازوں کا اگرچہ واجب اسیوقت ہوتی ہیں بسبب عذر
کمائی کے عیال کے لیے اور سعی کرنے کے اپنی حاجتوں میں صحیح تر قول کے موجب یعنی بہت سے فائتہ جنسے ترتیب ساقط ہو جاتی ہے انکو اگر زن و فرزند کے لیے کمائی
کی وجہ سے یا اور کسی حاجت کے باعث تاخیر کرے تو جائز ہے تو چاہیے کہ اپنے کام سے جسقدر فرصت ملے اسیقدر قضا پڑھے انکو چھوڑنا نچاہیے کذا فی الطحطاوی وسجدۃ التلاوۃ
والنذر المطلق وقضاء رمضان موسع وضیق الحلوانی کذا فی المجتبی اور سجدہ تلاوت یعنی نماز سے خارج تلاوت کا اور نذر مطلق اور رمضان کی قضا وسعت دیگئی ہے یعنی ان

تینوں کو سبب ہونا ہی چاہیے اور اگر بے اور نگ کیا جاوے تو اپنی نمک ادا کرنے کا قول یہی ہے کہ واجب علی الفور ہیں اور نذر میں مطلق کی قید اسلیے لگائی کہ نذر معین کا اسکے وقت میں ادا کرنا واجب ہے کذا فی الشامی ولیقضی تارک الصلوٰۃ جاہلا بحکم الحربی اذا اسلم ثمہ ومکث مدۃ فلا قضاء علیہ لان الخطاب انما یلزم بالعلم او بدلیلہ ولم یوجد اور معذور رکھا جائیگا جاہل شخص وہ حربی کہ مسلمان ہوا دار الحرب میں اور ٹھہرا رہا کچھ مدت تو اسپر قضا نہو گی اسلیے کہ خطاب شریعت کا مرد پر لازم ہوتا ہے علم سے یا دلیل علم سے اور وہ دونوں پائے نہیں گئے ہم دلیل علم سے مراد دار الاسلام میں ہونا ہے کہ دار الاسلام میں اسلام کے فرض ہر کوئی جانتا ہے تو یہاں بیٹھے سے عذر جہالت مسموع نہو گا اور جسقدر نمازیں فوت ہوئی ہوں گی انکو قضا پڑھیگا کذا فی الشامی کما لا یقضی مرتد ما فاتہ زمنہا ولا ما قبلہا الا الحج لانہ بالردۃ یصیر کالکافر الاصلی جیسے وہ قضا پڑھے مرتد ان نمازوں کو کہ فوت ہوئی ہوں زمانہ ردت میں اور نہ انکو کہ ردت سے پیشتر فوت ہوئی ہوں مگر حج کے کہ اسکا اعادہ کرنا پڑیگا کیونکہ وہ مرتد ہونے سے مثل کافر اصلی کے ہو جاتا ہے تو جیسے کافر بوقت الکفر کے وقت کی نمازوں کی قضا نہیں کرتا بعد اسلام شریعت فرض ہوا اسی طرح مرتد کو قضا نہ کرنا چاہیے ولذا یلزمہ باعادۃ فرض ادا ثمہ ارتد عقیبہ وتاب ای اسلم فی الوقت لانہ حبط بالردۃ قال اللہ تعالیٰ ومن یکفر بالایمان فقد حبط عملہ اور اسی لیے یعنی مرتد کے کافر اصلی کی مانند ہونے سے لازم کیا جائیگا مرتد کو دوبارہ پڑھنا فرض کا جسکو مرتد نے ادا کیا پھر اسکے پیچھے مرتد ہو گیا اور تائب ہوا یعنی مسلمان ہوا اسی فرض کے وقت میں کیونکہ فرض مذکور باطل ہو گیا مرتد ہونے کی جہت سے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے اور جو شخص منکر ایمان کا ہو تو اس کا عمل باطل ہو جاتا ہے وخالف الشافعی فیمت وہو کافر قلنا افادۃ تعلیقین احباط العمل والخلود فی النار بالردۃ والموت علیہا اور خلاف کیا ہے امام شافعی نے دلیل فیمت وہو کافر سے ہم کہتے ہیں کہ آیت میں دو شرطیں اور دو جزائیں کا افادہ فرمایا ہے کہ عمل کا باطل ہونا اور دوزخ میں ہمیشہ رہنا دو جزائیں ہیں اول جزا ردت کی اور دوسری ردت پر مرنے کی تو اسکو یاد رکھنا چاہیے امام شافعی نے فرمایا ہے کہ اس شخص پر اعادہ فرض کا لازم نہیں اسلیے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ومن یرتدد منکم عن دینہ فیمت وہو کافر فاولئک حبطت اعمالہم فی الدنیا والآخرۃ واولئک اصحاب النار ہم فیہا خالدون تو اس آیت میں عمل کے باطل ہونے کو معلق کیا ہے ردت پر مرنے سے پس جبکہ وہ شخص اسی وقت مسلمان ہو گیا اور ردت پر نہیں مرا تو اسکا فرض نہیں باطل ہوا ہم جواب دیتے ہیں کہ اس آیت میں دو شرطیں اور دو جزائیں بطریق لف ونشر مرتب کے اول شرط مرتد ہونے کی ہے اسکی جزا عمل کا باطل ہونا ہے اور دوسری شرط کفر پر مرنے کی ہے جسکی جزا دوزخ میں ہمیشہ رہنا ہے کیونکہ پہلی آیت ومن یکفر الآیہ میں عمل کے باطل ہونے کو صرف کفر پر مشروط کیا ہے تو اس میں بھی یہی جاننا چاہیے کذا فی الشامی مختصرا

فروع مسائل ملحقہ شارح کے صبی احتلم بعد صلوٰۃ العشاء واستیقظ بعد الفجر لزمہ قضاؤہا ایک لڑکے کو احتلام ہوا بعد اسکے عشا کی نماز پڑھ لینے کے اور وہ جاگا فجر کے بعد تو اسکو لازم ہے عشا کا قضا پڑھنا کیونکہ جو اسنے پڑھی تھی وہ نفل ہوئی تھی اور اسکا بالغ ہونا بعد اسکے ہوا وقت کے ہوتے اور سونا مانع خطاب شرعی کا نہیں کذا فی الشامی صلی فی مرضہ بالتیمم والایماء ما فاتہ فی صحتہ صح ولا یعید لو صح جو شخص نمازیں پڑھے اپنے مرض میں تیمم اور اشارہ سے وہ نمازیں کہ اسکو فوت ہوئی تھیں اسکی صحت میں تو درست ہوگی اور انکو دوبارہ نہ پڑھے جب تندرست ہو جاوے کثرت الفوائت نوی اول ظہر علیہ او آخرہ وکذا الصوم لو من رمضانین ہو الاصح بہت ہوگئیں فوائت نیت کرے اول ظہر کی اپنے ذمہ یا آخر ظہر کی اور اسی طرح کا حال ہے اگر دو رمضانوں سے ہوں یہی صحیح تر ہے مثال بہت سے فوائت کی یہ ہے کہ مثلاً ہفتہ بھر کی نمازیں قضا پڑھنی ہیں تو تعیین قضا میں ضروری ہے کہ مثلاً کون سے دن کی ظہر پڑھتا ہے اسلیے شارح نے کہا کہ نیت سب سے اول ظہر کی کرے تو سب سے پہلے دن کی نماز ذمہ سے ساقط ہوگی بعد اسکے دوسرے روز کی ظہر اول ہو جائیگی اسی طرح سب ادا ہو جائینگی اور آخر ظہر کی نیت سے بھی یہی فائدہ ہے اور دو رمضانوں کے روزے میں بھی اول رمضان یا آخر رمضان کی نیت سے تعیین ہو جائیگی اور اگر ایک رمضان کے کئی روزے ہوں تو تعیین کی کچھ حاجت نہیں کذا فی الشامی وینبغی ان لا یطلع غیرہ علی قضائہ لان التاخیر معصیۃ فلا یظہرہا واللہ اعلم اور چاہیے کہ اپنی قضا پڑھنے پر دوسرے شخص کو اطلاع نہ کرے یعنی قضا نماز چھپا کر پڑھے کیونکہ نماز کو وقت سے ٹالنا گناہ ہے تو اسکو ظاہر نہ کرے واللہ اعلم شامی نے کہا کہ ظاہر اقضا نماز کا

اعلان کر کے پڑھنا مکروہ تحریمی ہے

باب سجود السہو

سجدۂ سہو

یہ باب ہے سہو کے سجدون کے بیان مین من اضافۃ الحکم الی سببہ سجود سہو کی اضافت از قبیل اضافت حکم کے ہے طرف اُسکے سبب کے ہم اسپر یہ اشکال ہے کہ کیونکر تو وجوب ہو نہ سجدہ کرنا تو اُسکا جواب یہ ہے کہ یہ اضافت بتقدیر مضاف ہے یعنی اصل مین وجوب سجود السہو ہے کذا فی الشامی واولاہ بالفوائت لانہ لاصلاح ما فات او سہو کو فوائت کے متصل اسلیے بیان کیا کہ سجدۂ سہو واسطے درستی اُس امر کے ہے جو نماز مین فوت ہو گیا جیسے قضا پڑھنا نماز کا اُس نماز کی اصلاح ہے جسکا وقت جاتا رہا والنسیان الشاک واحد عند الفقہاء والظن الطرف الراجح والوہم الطرف المرجوح اور سہو اور نسیان اور شک ایک چیز ہین فقہا کے نزدیک اور ظن طرف غالب ہے اور وہم طرف مغلوب کا نام ہے ہم یعنی حکم کے اعتبار سے تینون مین فرق نہین بحر الرائق مین کہا کہ لغت کی راہ سے نسیان اور سہو مین کچھ فرق نہین دونون کے معنی یہ ہین کہ نہ یاد آنا چیز کا حاجت کے وقت اور شک کے معنی یہ ہین کہ کسی چیز کے ہونے یا نہونے مین تردد کرنا بدون ترجیح کسی جانب کے اور اگر کسی جانب کو ان دونو مین ترجیح ہو تو اُسکو ظن کہینگے اور دوسرے کو وہم او جمع الجوامع مین ہے کہ سہو اُسکو کہتے ہین کہ معلوم چیز سے غافل ہو جاوے ایسی ادنی تنبیہ سے اُسپر آگاہ ہو جاوے اور نسیان معلوم بات کے بالکل بھول جانے کو کہتے ہین کذا فی الشامی یجب لہ بعد سلام واحد عن یمینہ فقط لانہ المعہود وبہ یحصل التحلیل وہو الاصح بحر عن المجتبی واجب ہین نمازی پر دو سجدے واسطے سہو کے فقط ایک سلام کے بعد اپنے داہنی طرف سے اسلیے کہ داہنی طرف کو سلام پھیرنا سہو کے لیے پہلے سے چلا آتا ہے اور نماز کا حلال ہونا ایک سلام سے حاصل ہو جاتا ہے اور یہی صحیح تر ہے کذا فی البحر عن المجتبی ہم یجب کا فاعل قول ماتن کا سجدتان مع اپنے معطوف کے ہے اور ایک سلام کے بعد سجدہ سہو کرنا قول اکثر فقہا کا ہے اور شمس الائمہ اور صدر الاسلام نے کہا ہے کہ دونون سلامون کے بعد سجدۂ سہو کرے اور ہدایہ مین اسکی تصحیح کی ہے اور فخر الاسلام نے ایک سلام کو اختیار کیا ہے مگر سامنے کی طرف نہ داہنے کو اسلیے شارح نے ایک سلام داہنے کو پھیرنا اصح کہا کذا فی الشامی مختصر الطحطاوی نے کہا کہ لفظ فقط تاکید ہے وجوب کی اور وجہ وجوب سجدۂ سہو حدیث ثوبان رض کی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص سہو کرے نماز مین اُسکو چاہیے کہ دو سجدے کرے وعلیہ لو اتی بتسلیمتین سقط عنہ السجود اور ایک سلام کے بعد سجدہ سہو کرنے پر یہ متفرع ہوتا ہے کہ اگر دونون سلام پھیر دیگا تو اُسپر سے سجدۂ سہو ساقط ہو جائیگا ہم یعنی سلام اول دو چیزون کے لیے ہے اول حلال ہونا نماز سے دوم تحیت واسطے قوم کے اور دوسرا سلام صرف تحیت کے لیے ہے تو مشابہ کلام کے ہوا اسی وجہ سے اگر دوسرا سلام بھی پھیر دے تو سجدہ سہو نکرے کذا فی الشامی یعنی اس صورت مین تدارک سجدۂ سہو سے نہین ہو سکتا نماز کے اعادہ سے ہوگا ولو سجد قبل السلام جاز وکرہ تنزیہا وعند مالک قبلہ فی النقصان وبعدہ فی الزیادۃ فیعتبر القاف بالقاف والدال بالدال اور اگر سجدۂ سہو کیا سلام سے پہلے تو جائز ہے اور مکروہ تنزیہی ہے اور امام مالک رح کے نزدیک پہلے سلام سے ہے نقصان کی صورت مین اور بعد سلام کے ہے زیادت کی صورت مین تو معتبر ہے اُنکے نزدیک قاف قبلیت کا نقصان کے قاف کے ساتھ اور دال بعد کی زیادتی کی دال کے ساتھ ہم یعنے اگر نماز مین کچھ کمی ہو تو سلام سے پیشتر سجدہ چاہیے اور اگر زیادتی ہو تو بعد سلام کے کہتے ہین کہ ہارون رشید کی مجلس مین امام ابو یوسف رح نے امام مالک سے کہا کہ اگر نماز مین واجب کی کمی اور زیادتی دونون ہوئی ہون تو سجدہ سلام کے بعد کرے یا پہلے امام مالک اسکے جواب مین حیران ہو گئے کذا فی الطحطاوی سجدتان ویجب ایضا تشہد وسلام لان سجود السہو یرفع التشہد دون القعدۃ لقوتہا بخلاف الصلبیۃ فانہا ترفعہما وکذا التلاوتیۃ علی المختار واجب ہین دو سجدے اور نیز واجب ہے التحیات کا پڑھنا اور سلام پھیرنا اسلیے کہ سجدۂ سہو دور کرتا ہے التحیات کے پڑھنے اور سلام کو نہ قعدہ کو بسبب قوی ہونے قعدہ کے یعنے قعدہ اخیرہ فرض ہے اور سجدۂ سہو واجب تو واجب فرض کو نہین اُٹھا سکتا بخلاف سجدۂ نماز کے کہ وہ التحیات اور قعدہ دونون بیکار کر دیتا ہے اور اسیطرح سجدۂ تلاوت ہے قول مختار پر ہم اور ایک قول یہ ہے کہ سجدۂ تلاوت مثل سجدۂ سہو ہے کیونکہ دونون واجب ہین اور وجہ قول مختار کی یہ ہے کہ ہر چند سجدۂ تلاوت واجب ہے مگر چونکہ قراءت کا تابع ہے اور قراءت رکن ہے اسلیے اسکو بھی اُسیکا حکم ہو گیا کذا فی البحر شامی نے کہا کہ اسکے یہ معنی کہ بعد سجدہ کرنے کے حکم قراءت حاصل کرتا ہے اور قبل سجدہ کرنے کے واجب ہی رہتا ہے ویاتی بالصلوۃ علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم والدعاء فی القعود الاخیر فی المختار وقیل فیہما احتیاطا اور پڑھے درود نبی صلی اللہ علیہ

وسلم پڑا اور دونا قعدہ اخیر یعنے سجدہ سہو کے بعد کے قعدہ میں قول مختار ہیں اور قول غیر مختار یہ ہے کہ دونوں قعدوں میں پڑھے احتیاط کی رو سے اذا کان الوقت ... تحتملا
فان طلعت الشمس في الفجر او احمرت في القضاء او وجد ما ينافي القطع البناء بعد السلام سقط عنه فیہ سجدہ سہو کرے جبکہ وقت نماز کی صلاحیت رکھتا ہو تو اگر آفتاب نکل آوے نماز فجر
میں بعد سلام کے یا آفتاب سرخ ہو جاوے بعد سلام کے نماز قضا میں یا پائی جاوے نمازی سے وہ حرکت جو قطع کر دے بنا نماز کو یعنی کوئی عمل منافی نماز کا بعد سلام کے نمازی سے
واقع ہو تو سجدہ سہو اسپر سے ساقط ہو جاویگا کذا فی النہر ہم آفتاب کی سرخی میں قضا نماز کی قید اسلیے لگائی کہ اگر اسی روز کے عصر میں یہ کیفیت واقع ہو تو سجدہ سہو ساقط نہ ہوگا
كذا في الطحطاوي وفي القنية لو بنى النفل على فرض سها فيه لم يسجد اور قنیہ میں ہے کہ اگر بنا کیا نفل کو اس فرض پر جسمیں سہو کیا تو سجدہ سہو نہ کرے یعنی فرض کے بعد سجدہ سہو نہ کرے بلکہ
نفل کے آخر میں کرے كذا في الطحطاوي بترك متعلق بيجب واجب مما مر في صفة الصلوة سهوا فلا سجود في العمد واجب ان دو سببوں کے سبب یعنی کہ چھوڑنے کسی واجب کے ان
واجبوں میں سے کہ صفت صلوة میں گذرے یعنی سجدہ سہو نہیں ہے قصدًا واجب کو چھوڑنے میں بلکہ اعادہ نماز کا لازم ہے شارح نے کہا اگر ماتن کا قول بترک واجب متعلق ہے یجب
قيل الا في اربع ترك القعدة الاولى والصلوة فيها على النبي صلى الله عليه وسلم وفكره عمدا حتى شغل عن ركن وتاخير سجدة الركعة الاولى الى آخر الصلوة فتجب بتركه عمدا واجبا ہیں
سجدہ نہیں ہے مگر چار جگہوں میں کہ قول ضعیف میں اول عمدا چھوڑنا قعدہ اولی کا دوم عمدا درود پڑھنا نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر قعدہ اولی میں سوم عمدا اتنا فکر کرنا نماز میں کہ ایک رکن سے
مشغول کر دے چہارم سجدہ رکعت اولی کو آخر نماز تک تاخیر کرنا كذا في النهر علامہ شامی نے کہا کہ النہر سے اور ان کی اصل نوادر روایت میں ہے نوادر میں ہے کہ تاخیر سجدہ
رکعت اولی اور آخر نماز تک کی قید لگائی اگر دوسری رکعت کا سجدہ ہو یا پہلی رکعت کا سجدہ کو دوسری یا تیسری تک تاخیر ہو تو کیا حکم ہے ان میں بھی حکم یہی ہے كذا في الشامي والطحطاوي
تکرار لان ... شروع اگر چہ ترک واجب کا مرتکب ہو تب بھی سجدہ سہو دو ہی واجب ہونگے اسلیے کہ تکرار سجدہ سہو کا مشروع نہیں ہے البحر الرائق میں کہا کہ اگر نماز کے سب واجب سہوا
چھوٹ جائیں تب بھی اسکو دو ہی سجدے لازم ہونگے كذا في الشامي كركوع متعلق بترك واجب قبل قراءة الواجب لوجوب تقديمها لتقديم الركوع جیسے رکوع کرنا قرات واجب سے
پہلے شارح نے کہا یہ مثال ہے ترک واجب کی اسلیے کہ مقدم کرنا قرات کا واجب ہے ثم انما يتحقق الترك بالسجود فلو تذكره بعد الرفع من الركوع عاد ثم عاد الركوع الا انه في تذكر
الفاتحة فيعيد السورة ايضا پھر نہیں ثابت ہوتا چھوڑنا قرات کا مگر سجدہ کرنے کے بعد پس اگر یاد کرے قرات کو اگرچہ بعد سر اٹھانے کے ہو رکوع سے یعنی قومہ میں تو قرات
کیطرف عود کرے یعنی قرات پڑھے اور رکوع کو دوبارہ کرے مگر الحمد کے یاد کرنے کی صورت میں سورہ کا اعادہ بھی کرے یعنی اگر رکوع میں یا قومہ میں یاد آوے کہ سورہ پڑھی
الحمد نہیں پڑھی تو الحمد پڑھے اور اسکے ساتھ سورہ دوبارہ ملاوے تاکہ الحمد اور سورہ ترتیب وار ہو جائیں اور خلاصہ میں ہے کہ قرات کیطرف عود کرے یا نکرے ہر صورت میں سجدہ
سہو کرے كذا في الطحطاوي وتاخير قيام الى الثالثة بزيادة على التشهد بقدر ركن وقيل بحرف وفي الزيلعي الاصح وجوبه باللهم صل على محمد اور جیسے دیر کرنا اٹھنے میں تیسری
رکعت کے لیے مقدار ایک رکن کی بسبب پڑھا دینے کے التحیات پر اور قول ضعیف یہ ہے کہ پڑھنا ایک حرف کا موجب سجدہ سہو ہے اور زیلعی میں ہے کہ صحیح تر واجب ہونا سجدہ کا
اللهم صل على محمد سے ہے اس مسئلہ کا بیان پہلے ہو چکا ہے کہ جبتک وعلى آل محمد نہ کہیگا سجدہ واجب نہوگا شامی نے کہا کہ سجدہ کے واجب ہونے کے لیے خصوصیت درود شریف کی
نہیں اگر التحیات کے بعد قعدہ اولی میں مقدار ایک رکن کی ساکت رہیگا یا قرآن پڑھیگا تب بھی سجدہ سہو واجب ہوگا اور مناقب میں ہے کہ امام اعظم رحمہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ
وسلم کو خواب میں دیکھا کہ ارشاد فرماتے ہیں کہ تمنے سجدہ سہو مجھپر درود پڑھنے والے پر کیسے واجب کیا آپنے عرض کیا کہ اس جہت سے کہ اسنے بھولے سے آپ پر درود پڑھا آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم نے اس جواب کو پسند فرمایا والجهر فيما يخافت فيه للامام وعكسه لكل مصل في الاصح اور جیسے پکار کر پڑھنا ان نمازوں میں جن میں آہستہ پڑھا جاتا ہے امام کے لیے سبب سجدہ کا
اور اسکے عکس میں یعنی آہستہ پڑھنے میں ان نمازوں کے اندر جنمیں پکار کر پڑھا جاتا ہے سجدہ سہو ہر نمازی کے لیے صحیح تر قول میں ہے طحطاوی نے کہا کہ شارح کا مطلب اسکا یہ ہے
یہ ہے کہ قرات خفیہ کے مقام میں جہر کرنے سے ہر نمازی پر سجدہ ہے اور اسکے عکس میں امام پر کیونکہ جہری نماز میں منفرد پر جہر واجب نہیں تاکہ اسکے ترک سے اسپر سجدہ آوے واللہ اعلم
تقديره بقدر ما تجوز به الصلوة في الفصلين وقيل قائله قاضيخان يجب السهو بهما اي بالجهر والمخافتة مطلقا اي قل او كثر وهو ظاهر الرواية وثمرة الخلاف ...
کرنا جہر و خفا کا ہو اسقدر کہ جائز ہو اس سے نماز دونوں مسئلوں جہر اور اخفا میں کیونکہ کمتر جہر و اخفا سے تو بچنا ممکن نہیں ہے اور ایک قول یہ ہے جسکا قائل قاضیخان ہے کہ واجب ہے

سجدہ سہو جہر اور اخفا دونون سے مطلق یعنی خواہ کم ہو یا زیادہ اور یہی ظاہر الروایۃ ہے اور اسی کا اعتبار کیا ہے حلوانی نے ثم یعنی پھر ابو قتادہ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم ظہر کے پہلے دو رکعتون مین فاتحہ اور دو سورتین پڑھا کرتے تھے اور پچھلی دو مین صرف الحمد پڑھتے تھے اور کبھی ہمکو آیت سنا دیتے تھے اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اخفا کی جگہ
مین کسی قدر کلمات کا جہر کرنا درست ہے اور موجب سہو نہین ہے اسلیے شارح نے قول اول کو اصح کہا کذا فی الشامی تجب علی منفرد متعلق تجب و مقتد بسہو امامہ ان سجد امامہ
لوجوب المتابعۃ لا بسہوہ اصلا سجدہ سہو کرنا واجب ہے منفرد پر اور مقتدی پر واجب ہے اپنے امام کے سہو سے بشرطیکہ امام سجدہ کرے کیونکہ واجب ہو متابعت امام کی
تو اگر امام پر سے سجدہ سہو کسی سبب سے ساقط ہو جاوے تو اس صورت مین مقتدی پر سجدہ نہ ہوگا کذا فی الطحطاوی نہین واجب ہے سجدہ مقتدی پر خود اسکے سہو سے کیونکہ اگر امام
سے پہلے نہ سلام کے بعد کیونکہ سلام سے پہلے اگر سجدہ کریگا تو امام کی مخالفت لازم آویگی اور امام کے سلام کے بعد نماز سے خارج ہو جائیگا کذا فی البحر والمسبوق یسجد مع امامہ
مطلقا سواء کان السہو قبل الاقتداء او بعدہ ثم یقضی ما فاتہ ولو سہا فیہ سجد ثانیا اور مسبوق سجدہ کرے اپنے امام کے ساتھ ہر حال مین یعنی خواہ امام کو سہو مسبوق کی اقتدا سے پہلے
ہوا ہو یا بعد اقتدا کے پھر مسبوق سجدہ سہو کے بعد اپنی باقی نماز پڑھے اور اگر اس باقی مین سہو ہو جاوے تو دوبارہ سجدہ کرے اسلیے کہ خود اسکی نماز کا حکم منفرد کی نماز کا حکم ہے تو گویا دو دو
نماز ہوئی اور اگر امام کے ساتھ سجدہ نکیا اور اپنی نماز کے آخر مین کر لیا تو اسکی باقی نماز مین سہو ہوا ہو یا نہین تو کافی ہوگا کذا فی البحر وکذا اللاحق لکنہ یسجد فی آخر صلاتہ ولو سجد مع
امامہ اعادہ اور اسیطرح لاحق پر سجدہ واجب ہے اپنے امام کے سہو سے مگر وہ سجدہ کرے اپنی نماز کے آخر مین اور اگر سجدہ کیا لاحق نے اپنے امام کے ساتھ تو دوبارہ سجدہ کرے اسلیے کہ اسنے التزام
کیا تھا متابعت امام کا ساری نماز مین اور امام نے اپنی نماز کے آخر مین سجدہ کیا ہے تو وہ بھی ایسا ہی کرے کذا فی الطحطاوی والمقیم خلف المسافر کالمسبوق وقیل کاللاحق اور
مقیم پیچھے مسافر کے مثل مسبوق کے ہے یعنی اسکے ساتھ سجدہ کرے اور ایک قول کرخی کا یہ ہے کہ مقیم مثل لاحق کے ہے یعنی آخر نماز مین سجدہ کرے ھم صورت اسکی یہ ہے کہ مسافر امام ہو
اور اسکو سہو ہوا تو مقتدی مقیم بھی سجدہ مین اسکا ساتھ دے اور کرخی نے کہا کہ وہ سجدہ مین متابعت نکرے بلکہ دو رکعتین باقی پڑھکر آخر مین سجدہ کرے سہا عن القعود الاول
من الفرض ولو عملیا واما النفل فیعود ما لم یقید بالسجدۃ ثم تذکرہ عاد الیہ وتشہد ولا سہو علیہ فی الاصح ما لم یستقم قائما فی ظاہر المذہب وہو الاصح فتح یعنی بھول گیا نمازی قعدہ
اولی فرض کا اور اٹھنے لگا پھر بیٹھنے کو یاد کیا تو عود کرے بیٹھنے کی طرف یعنی وہ جو بیٹھ جاوے اور التحیات پڑھے اور صحیح تر قول مین اسپر سہو نہین بیٹھ جاوے جبتک کہ پورا کھڑا نہین ہوا
ظاہر مذہب مین اور یہی صحیح تر ہے کذا فی الفتح شارح نے کہا کہ فرض عام ہے خواہ اعتقادی ہو جیسے نماز پنجگانہ خواہ فرض عملی ہو جیسے وتر ہے اور اگر نفل ہو تو عود کرے قعدہ کے لیے جبتک
کہ قیام کو سجدہ سے مقید نکیا ہو والا ای وان استقام قائما لا یعود لاشتغالہ بفرض القیام وسجد للسہو لترک الواجب فلو عاد الی القعود وبعد ذلک تفسد صلاتہ لرفض الفرض لما لیس بفرض
وصححہ الزیلعی اور اگر یہ صورت نہو یعنی پورا کھڑا ہو گیا ہو تو اب قعدہ کے لیے عود نکرے کیونکہ اب مشغول ہو جانے کے قیام کے فرض مین اور سجدہ سہو کرے واسطے چھوڑنے واجب
یعنی قعدہ اولی کے پس اگر عود کریگا قعدہ کے واسطے بعد کھڑا ہو جانے کے تو اسکی نماز فاسد ہو جائیگی بسبب چھوڑ دینے فرض کے اس چیز کے لیے جو فرض نہین یعنی قیام کو قعدہ کی خاطر
چھوڑنے کی وجہ سے فاسد ہو جائیگی اور تصحیح کی ہے اس قول کی زیلعی نے وقیل لا تفسد لکنہ یکون مسیئا ویسجد لتاخیر الواجب وہو الاشبہ کما حققہ الکمال وہو الحق بحر اور ایک
قول یہ ہے کہ کھڑا ہو کر بیٹھ جانے سے نماز فاسد نہین ہوتی مگر نمازی برا کرنیوالا ہوتا ہے یعنی گنہگار ہوتا ہے کذا فی الفتح اور سجدہ کرے تاخیر واجب کے لیے یعنی قعدہ واجب مین بیٹھنے
کی تاخیر کرنے سے اور یہ قول مشابہ بحق زیادہ ہے چنانچہ تحقیق کیا ہے اسکو کمال الدین نے اور یہی حق ہے کذا فی البحر ھم کمال الدین محقق نے کہا ہے کہ قعدہ کیطرف رجوع کرنے سے
قیام کی زیادتی لازم آتی ہے جو نماز کی مخل نہین کیونکہ یہ ثابت ہو چکا ہے کہ ایک رکعت سے کم کی زیادتی مفسد نماز نہین باقی رہا یہ کہ بیٹھ جانے سے فرض کو واجب کے لیے چھوڑنا لازم
آتا ہے یہ بات بھی نہین کیونکہ یہ ترک نہین ہے بلکہ تاخیر ہے تو جیسے کسی کو رکوع مین یاد پڑے کہ سورت نہین پڑھی اور وہ کھڑا ہو کر سورہ پڑھے تو نماز فاسد نہین ہوتی ایسا ہی اس صورت
مین بھی فاسد نہین ہوگی کذا فی الشامی ملخصا بتصرف وہذا فی غیر المؤتم اما المؤتم فیعود حتما وان خاف فوت الرکعۃ لان القعود فرض علیہ بحکم المتابعۃ سراج اور یہ تفصیل کہ اگر
سیدھا نہ کھڑا ہوا ہو تو بیٹھ جاوے ورنہ عود نکرے غیر مقتدی کے لیے ہے یعنی امام و منفرد کے لیے اور مقتدی وجوبا بیٹھ جاوے اگر خوف ہو نہ ملنے تیسری رکعت کا امام کے
ساتھ اسلیے کہ بیٹھنا اسپر فرض ہے بسبب متابعت کے کذا فی السراج ھم صورت اسکی یہ ہے کہ امام بعد دو رکعتون کے بیٹھ گیا اور ایک مقتدی بھولکر سیدھا کھڑا ہو گیا امام کے ساتھ نہ بیٹھا

تو مقتدی پر واجب ہوگا کہ پھر کر التحیات پڑھے اگرچہ یہ ڈر ہو کہ التحیات پڑھنے سے تیسری رکعت امام کے ساتھ نہ ملیگی کذا فی الشامی وفی رد المحتار ولو لم تفسد بطلت تحریمۃ [illegible]

کلام و البطلان ہو اجتاد واجبۃ فی الواجب و فرض فی الفرض مرادنا فیھا ما ثبتا و جامعۃ و اجتماعا و خطا ہو لکی مراد کا یعنی قعدہ کی متابعت کو فرض کہنے کا یہ ہے کہ اگر مقتدی عود

نہ کریگا تو نماز باطل ہو جائیگی کذا فی البحر میں کہتا ہوں کہ تفصیل یہ ہے کلام زاد و خطا ہر یہ کہ متابعت واجب ہو واجب نماز میں اور فرض ہو فرض نماز میں کذا فی البحر و [illegible]

کیونکہ میرا ایک رسالہ جامع مسائل تکلم کا دیا ہے کہ دو گروہ طحطاوی نے کہا کہ فرض نماز میں متابعت کے فرض ہونے کے یہ معنی کہ فرض کو ادا کرے اگرچہ بعد ادا کرنے

امام کے ہو نہ امام سے پہلے اور یہ معنی نہیں کہ اسی جگہ میں قعدہ کی رکعت کی [illegible] و ہو ولو سہا عن القعود الاخیر کلہ او بعضہ عاد و یکفی کون کلا الجلستین قدر التشہد مالم

یقیدہا بسجدۃ لان ما دون الرکعۃ محل الرفض و سجد للسہو لتاخیر القعود اور اگر بھول گیا نمازی قعدہ اخیرہ کل یا اکثر سے کہ اوسکو اکثر ادا کیا تا ادنیٰ رکعت کے سجدہ تو

عود کرے جبتک کہ رکعت زائد کو سجدہ کا یا ہو اسلیے کہ رکعت سے کم مقام ترک کا ہے اور سجدہ سہو کرے واسطے دیر بیٹھنے کے شامی نے کہا کہ کافی ہے دونوں جلسوں کا ہونا

مقدار التحیات کے یعنی نمازی قعدہ اخیر میں تھوڑا سا بیٹھکر اٹھکر کھڑا ہو گیا اور تھوڑا سا بیٹھنے کے بعد کلام کیا تو اگر دونوں وقت کا بیٹھنا مقدار التحیات کے

ہو گیا ہو تب تو نماز درست ہوگی ورنہ فاسد ہو جائیگی کذا فی الشامی و ان قیدہا بسجدۃ عامدا او ناسیا تحول فرضہ نفلا برفعہ الجبہۃ عند محمد و بہ یفتیٰ لان تمام الشیٔ باخرہ

اور اگر مقید کیا رکعت زائد کو سجدہ سے جان بوجھکر یا بھولکر ہو جائیگا فرض اوسکا نفل وقت اٹھانے ماتھے کے یعنی امام محمد کے نزدیک اور اوسپر فتویٰ ہے اسلیے کہ تمام ہونا

چیز کا اسکے آخر سے ہوتا ہے یعنی امام ابو یوسف کے نزدیک سر کے زمین پر رکھنے سے سجدہ تمام ہو جاتا ہے اور امام محمد کے نزدیک سر اٹھانے سے تو یہ دلیل امام محمد کی ہوئی

کہ سجدہ پورا جب ہوگا جب اسکا آخر ہو چکے کلام یہاں شارح نے خطا کی کیونکہ ظاہر کلام شارح سے معلوم ہوتا ہے کہ امام محمد اسکے قائل ہیں کہ فرض نفل ہو جاتے ہیں

پانچویں رکعت کے سجدہ کے حالانکہ ایسا نہیں آپکے نزدیک جب فرض نہ ہوتا تو مجرد باطل ہو جاتی ہے [illegible] اختلاف کا جو ہے [illegible]

متعلق ہے کہ سجدہ بدون سر اٹھانے کے کامل نہیں ہوتا تو مطلب یہ ہے کہ فرض اصل سے باطل ہو جاتے ہیں وقت سر اٹھانے کے سجدہ سے امام محمد کے نزدیک اور نفل ہو جاتے [illegible]

شیخین کے نزدیک فاسد قبل الحدث قبل رفعہ توضأ و بنیٰ خلافا لابی یوسف حتیٰ قال زہ صلوٰۃ فسدت [illegible] پس اگر حدث ہوا نمازی کو سجدہ سے پہلے سر اٹھانے کے تو وضو کرے

اور بنا کرے برخلاف ابو یوسف یہانتک کہ انھوں نے فرمایا کہ عجب نماز ہے کہ فاسد ہوگئی اور حدث نے اسکی اصلاح کر دی صورت اسکی یہ ہے کہ ایک شخص قعدہ اخیرہ کو ترک کر کے

پانچویں رکعت کو اٹھا اور اسکے سجدہ میں تھا کہ بیوضو ہو گیا تو چونکہ امام محمد کے نزدیک بطلان فرض کے لیے سجدہ سے سر اٹھانا شرط ہے اسلیے اسکے فرض ہنوز باطل نہیں ہوئے

تو وہ شخص وضو کر کے قعدہ اخیرہ کرے اور سجدہ سہو کر کے سلام پھیرے فرض ادا ہو جائینگے اور ابو یوسف کے نزدیک سجدہ کے لیے زمین پر سر رکھتے ہی فرض نفل ہو گئے تو اب

بنا فرض پر نہیں کر سکتا اور آپکا قول زہ یعنی زہے تعجب و سکون کلمہ فارسی ہے جو کہ تعجب کے واسطے آتا ہے فرمایا کہ اس مسئلہ میں آپکو سامنے امام محمد کا قول نقل کیا گیا اور نماز کو فاسد یا [illegible]

فرمایا کہ حدث سے امام محمد کے نزدیک بھی باطل ہو جاتی اگر نمازی سجدہ سے سر اٹھا لیتا یا اسلیے کہ امام ابو یوسف کے نزدیک وہ نماز فاسد ہو چکی اس اعتبار سے فاسد کہا کذا فی الشامی [illegible]

والعبرۃ للامام حتیٰ لو عاد ولم یعلم بہ القوم حتیٰ سجد والم تفسد صلوٰتہم مالم یتعمدوا السجود وفیہ یلغز ای مصل ترک القعود الاخیر وقیدہ بالسجدۃ ولم یبطل فرضہ اور اعتبار ہے فعل امام کا [illegible]

قبل پانچویں رکعت کے سجدہ کے امام کا یہانتک کہ اگر امام بیٹھ گیا اور مقتدیوں نے اسکا بیٹھنا نہ جانا اور انھوں نے سجدہ کیا تو انکی نماز فاسد نہوگی یعنی انکے فرض نفل نہ ہونگے

جبتک سجدہ دانستگی میں نہ کیا ہوگا اور اسی صورت میں یہ پہیلی بوجھی جاتی ہے کہ کونسا نمازی ہے جس نے قعدہ آخر کا ترک کیا اور پانچویں رکعت کو سجدہ سے مقید بھی کر دیا مگر اسکے فرض

باطل نہوئے علامہ طحطاوی نے کہا کہ یہ اس صورت میں ہے کہ امام رکوع کے بعد بیٹھا ہو کیونکہ اس صورت میں بیٹھنے سے امام کا رکوع جاتا رہیگا تو مقتدیوں کا رکوع بھی اسکی

متابعت کی جہت سے جاتا رہیگا تو فقط مقتدیوں کا سجدہ امام سے زائد رہیگا اور سجدہ کی زیادتی سے نماز فاسد نہیں ہوتی لیکن اگر امام رکوع سے پہلے ہی بیٹھ جائیگا اور

مقتدی رکوع اور سجدہ دونوں کرینگے تو نماز مقتدیوں کی فاسد ہو جائیگی وضم سادسۃ ولو فی العصر و خامسۃ فی المغرب و رابعۃ فی الفجر بہ یفتیٰ لیصیر الزائد نفلا ولا یسجد للسہو

علی الاصح لان النقصان بالفساد لا یجبر اور ملادے چھٹی رکعت اگرچہ عصر اور فجر میں ہو اگرچہ ان میں نفل سبب خاص سے مکروہ ہے اور پورا کرنے کے فقہ [illegible]

سہو کا صحیح تر قول ہے کیونکہ بسبب اسکے کہ نقصان فساد کا یعنی ترک قعدہ ہے جو فساد ہوا اور فرض باطل ہو گئے وہ سجدہ سے پورا نہیں ہوتا ہے اور چوتھی رکعت سے کہ جس کا ارادہ
تو فجر میں پانچویں ہوگی اور یہ جو کہا اگر کراہت و اتمام قصد سے مقصود میں ہیں یہ جواب ہے اس سوال کا کہ عصر کے اور فجر کے بعد نفل مکروہ ہیں تو شیخ نے کیسے کہا کہ اگر چہ عصر اور فجر میں پانچویں
رکعت ملا لے تو جو ہے یہ کہ ملانا رکعت کا ظہر و عشا میں واجب ہونا چاہیے کیونکہ نفل کا شروع کرکے پورا کرنا واجب ہے تو پھر کیسے کہا کہ اگر چاہے تو ملا لے شارح نے دونوں کا جواب دیا
کہ خاص منع کراہت کا اور پورا کرنا اس نفل میں ہے جو قصداً شروع کی ہو اور یہاں نفل بلا قصد شروع ہوئی ہے اور عصر کے اعتراض کا جواب بالفاظ دیگر یوں بھی دیا ہے کہ جب
نمازی کے فرض باطل ہو گئے تو نفل بعد عصر کہاں ہوئی قبل عصر ہوئی جو مکروہ نہیں ہاں اگر عصر کے بعد کوئی قضا نماز پڑھتا ہو اور اس میں یہ صورت پیش آوے تو البتہ کراہت ہے
اور شارح نے مغرب کا ذکر نہ کیا تو حلیہ میں مذکور ہے کہ اسمیں پانچویں کا حصہ ملا دے کیونکہ اول تو نفل بعد مغرب نفلین مکروہ ہیں دوسرے طاق نفلیں مطلقاً مکروہ ہیں کذا فی الحاشیہ
وان قعد فی الرابعۃ مثلاً قدر التشہد ثم قام عاد وسلم ولو سجد لخامسۃ تم اذ الاصح ان القوم ینتظرونہ فان عاد تبعوہ وان سجد للخامسۃ سلموا لانہ تم فرضہ اولم یبق علیہ الا السلام
وضم الیہا سادسۃ ولو فی العصر وخامسۃ فی المغرب ورابعۃ فی الفجر بہ یفتی لتصیر الرکعتان لہ نفلا والضم ہنا آکد اور اگر نمازی بیٹھا چوتھی رکعت میں مثلاً یعنی آخر رکعت میں خواہ وہ
تیسری ہو یا دوسری بقدر التحیات کے پھر کھڑا ہو گیا تو بیٹھ جاوے اور سلام پھیرے کیونکہ بیٹھ کر سلام پھیرنا مسنون ہے اور اگر کھڑا ہوا سلام پھیر دیگا تب بھی صحیح ہے کیونکہ پھر صحیح تر قول
یہ ہے کہ مقتدی امام کا انتظار کریں پس اگر عود کرے وہ بیٹھ گیا تو مقتدی متابعت کریں اور اگر امام سجدہ کرے پانچویں کے لیے یعنی رکعت زائد کے لیے تو مقتدی سلام پھیر دیں
اسلیے کہ اسکا فرض تمام ہو گیا کیونکہ سلام کے سوا اور کچھ اسپر باقی نہیں اور ملا دے اس رکعت میں چھٹی اگر چہ نماز عصر میں ہوا اور پانچویں مغرب میں اور چوتھی فجر میں اسی کا فتوی ہے
اور ایک رکعت اسلیے ملا دے تاکہ دو رکعتیں اسکی نفل ہو جاویں اور ملانا یہاں مؤکد زیادہ ہے یعنی تاکید یہاں بالاتمام فی وقت کراہۃ علی الظہر اور ضمان نہیں اگر توڑ دے
یعنی اگر دوسری رکعت ایک رکعت زائد میں نہ ملا دے ایک ہی رکعت پر نماز قطع کر دے تو اسپر قضا لازم نہ ہوگی کیونکہ اس نفل کو اسنے قصداً شروع نہیں کیا اور کچھ مضائقہ نہیں اسکے
پورا کرنے کا کراہت کے وقت قول سے پھر اپنی رکعت زائد پر دوسری کا ملانا گو عصر و فجر کے بعد ہو مضائقہ نہیں کیونکہ یہ نفل قصداً شروع نہیں ہوئی علاوہ اسکے نہ ملانے سے
یا تو سجدہ سہو چھوٹ جائیگا جو واجب ہے یا اگر سجدہ سہو ایک ہی رکعت پر کریگا تو منفرد طور پر ادا ہوگا اسلیے اس صورت میں ملانے کی زیادہ تاکید ہے چنانچہ بیان ہوا و سجد للسہو
فی الصورتین لنقصان فرضہ بتاخیر السلام فی الاولی وترکہ فی الثانیۃ اور سجدہ سہو کرے دونوں صورتوں میں یعنی رکعت زائد کا سجدہ نہ کیا ہو اور ویسے ہی بیٹھ گیا ہو یا سجدہ کر لیا ہو
اور دوسری رکعت ملائی ہو سجدہ کرے بسبب ناقص ہو جانے اسکے فرض کے کہ سلام کی تاخیر سے پہلی صورت میں اور ترک کرنے سلام کے دوسری صورت میں یعنی دوسری صورت میں
ہر چند سلام نماز کے آخر میں پھیرا اگر چہ ترکِ فرضوں کا سلام خاص نہیں پھیرا اسلیے اسکو سلام مخصوص فوت ہو گیا کذا فی الحلبی والرکعتان لا ینوبان عن السنۃ الراتبۃ بعد الفرض
فی الاصح لان المواظبۃ علیہا انما کانت بتحریمۃ مبتداۃ اور یہ دونوں رکعتیں زائد قائم مقام سنت مؤکدہ فرضوں کے بعد کے نہ ہوں گی صحیح تر قول میں اسلیے کہ مؤکدہ سنتوں پر
جدا تحریمہ سے ثابت ہوئی ہے نہ بلا قصد کے تحریمہ سے اور نہ ضمن میں دوسری نماز کے ولو اقتدی بہ فیہما صلاہما ایضاً اور اگر نمازی اقتدا کرے پیچھے امام کے ان دونوں رکعتوں زائد
میں تو انکو بھی پڑھے یعنی اگر امام چوتھی رکعت پڑھ کر اٹھا اور دو رکعتیں اور پڑھیں تو ان دو میں اگر کوئی اسکا مقتدی ہو تو وہ بھی چھ رکعتیں پڑھے وان افسد قضاہما بہ یفتی نقایہ اور اگر
مقتدی ان دونوں رکعتوں کو فاسد کر دے تو صرف ان دونوں کی قضا کرے اسی پر فتوی ہے کذا فی النقایہ ہم شامی نے کہا کہ یہ پہلی ہی صورت میں ہے یعنی اگر امام قعدہ اخیرہ میں
بیٹھا ہو تو اس صورت میں فاسد کرنے سے چھ رکعتیں قضا کرے ولو ترک القعود الاولی فی النفل سہوا سجد ولم تفسد استحسانا لانہ کما شرع رکعتین شرع اربعا ایضا وقد مر انہ
یعود مالم یقیدہ الثالثۃ بسجدۃ وقیل لا اور اگر چھوڑا قعدہ اولی کو نفل میں سہو سے تو سجدہ کرے اور یہ نماز فاسد نہ ہوگی بوجہ استحسان اسلیے کہ اسنے جیسے دو رکعتیں شروع کی ہیں اسی
وقت چار کو بھی شروع کیا ہے اور ہم پہلے لکھ آئے ہیں کہ نمازی عود کرے قعود اول طرف جبتک کہ تیسری رکعت نفل کو سجدہ سے مقید نہ کیا ہو اور ایک قول یہ ہے کہ سیدھا کھڑا ہو جانے
کے بعد عود نہ کرے اسلیے کہ اب نفلیں مثل فرض کے ہو گئی ہیں ہم یعنی قیاس کے رو سے یہ نفلیں فاسد ہونی چاہئیں کیونکہ ہر دوگانہ نماز علیحدہ ہے تو قعدہ اخیرہ جو فرض ہے اول دوگانہ
میں نہ پایا گیا مگر استحساناً فاسد نہیں ہوتیں واذا صلی رکعتین فرضا او نفلا وسہا فیہما فسجد لہ بعد السلام ثم اراد بناء شفع علیہما لم یبن لہ ذلک البناء ای یکرہ لہ

[illegible]

قطع نماز کی کرے جبتک کہ قبلہ سے نہ پھرے یا جبتک بات نہ کرے کیونکہ قبلہ کی طرف سے پھر جانے اور بات کرنے سے تحریمہ باطل ہو جاویگی اور سجدہ سہو نہ کیا جاویگا شارح نے اسکا کہ نیت قطع نماز کی
اسلیے معتبر نہ ہوئی کہ مشروع چیز کے تغیر کرنیکی نیت باطل ہوتی ہے یعنی شرع نے اسکا کہ سجدہ سہو سے نماز کو پورا کرتا ہے جیسے نیت اسکے قطع کی کرنی لغو ٹھہریگی والذی الیسہو او سجدہ صلبیۃ
او تلاوۃ یلزمہ ذلک مادام فی المسجد اور اگر نمازی سجدہ سہو کو بھول گیا یا سجدہ نماز کو یا سجدہ تلاوت کو لازم ہوگا اسپر یہ سجدہ کرنا جبتک کہ مسجد کے اندر ہو شامی نے کہا کفایہ سے کہ کلام
المقتضی ظاہر ہو تو ہو سکتا ہے کہ اسکے فرمایا کہ یہی اخیر سے ہو یا وہ دونوں یا تینوں ہوں غرض یہ ہو کہ ہر ایک سے یاد آئیں او مسجد کے اندر ہو تو اسپر اسکا کرنا لازم ہے مسلم المصلی الظہر
مثلا علی راس الرکعتین توہما اتمامہا اتمہا اربعا وسجد للسہو لان السلام ساھیا لا یبطل لانہ دعا من وجہ سلام پھیرا ظہر کی پڑھنے والے نے مثلا دو رکعتوں پر نماز کے پورا ہونے کے
وہم سے تو اسکو چاہیے پورا کرے چار اور سجدہ سہو کرے اسلیے کہ سلام پھیرنا بھولے سے نماز کو باطل نہیں کرتا کیونکہ سلام ایک وجہ سے دعا ہے یعنی اس وجہ سے کہ اس سے مومنین کیلیے دعا
امن سلامت کی ہے اور دعا قاطع نماز نہیں بخلاف ما لو سلم علی ظن ان فرض الظہر رکعتان بان ظن انہ مسافر او انہا الجمعۃ او کان قریب عہد بالاسلام فظن ان فرض الظہر
رکعتان او کان فی صلاۃ العشاء فظن انہا التراویح فسلم او سلم ذاکرا ان علیہ رکنا حیث یبطل لانہ سلام عمد بخلاف اس صورت کے کہ سلام پھیرا اس گمان پر کہ ظہر کے فرض دو
ہیں اسطرح کہ خیال کیا کہ میں مسافر ہوں یا یہ نماز جمعہ کی ہے یا نیا مسلمان ہو اور تھوڑا عرصہ ہوا تھا اسکو اسلام لانے کا گمان کیا کہ ظہر کے فرض دو ہی ہیں یا یہ کہ نماز عشا میں مشغول تھا اسکو تراویح گمان
کرکے سلام پھیر دیا یا سلام پھیرا اس حال میں کہ اسکو یاد ہے کہ ابھی ایک رکن باقی ہے تو ان سب صورتوں میں نماز باطل ہو جاتی ہے کیونکہ یہ سلام عمدا ہے سہو سے نہیں ہم فرق
مسئلہ میں اور اس مسئلہ میں یہ ہے کہ وہاں نماز کو پورا گمان کیا تھا اسلیے سلام سہو قرار دیا گیا اور یہاں قطعا دو پڑھنا جانا کہ سلام پھیرا اسلیے عمدا ہوا اور نہ سلام دونوں صورتوں
عمدا ہے سہو نہیں کذا فی الشامی وقیل لا یبطل حتی یتمہ یعنی بعض نے کہا ہے اور ایک قول یہ ہے کہ نماز فاسد نہیں ہوتی جبتک کہ سلام سے کسی آدمی کا خطاب قصد نہ کرے یہ قول دوسرا
صاحب بحر کی اور قول اول پر معتمد کتابوں میں یقین کیا ہے کذا فی الشامی والسہو فی صلاۃ العید والجمعۃ والمکتوبۃ والتطوع سواء والمختار عند المتاخرین عدمہ فی الاولی
لدفع الفتنۃ کما فی جمعۃ البحر واقرہ المصنف وبہ جزم فی الدرر اور سہو نماز عید اور جمعہ اور فرض اور نفل میں برابر ہے یعنی ہر ایک کے لیے سجدہ سہو کرنا چاہیے اور مختار متاخرین
کے نزدیک نہ ہونا سجدہ سہو کا ہے عید اور جمعہ میں واسطے دور کرنے فتنہ کے چنانچہ باب الجمعۃ بحر الرائق میں ہے اور ثابت رکھا ہے اسکو مصنف نے اور اسی پر یقین کیا ہے درر الحکام
میں ہم فتنہ سے مراد لوگوں کا تردد ہے یعنی عید و جمعہ میں چونکہ مجمع بہت ہوتا ہے تو عجب نہیں کہ سجدہ سہو کرنے سے لوگ تشویش میں پڑ جائیں اسلیے متاخرین نے
اختیار کیا ہے کہ نہ کرنا سجدہ کا ایسے مجمعوں میں اولی ہے کذا فی الطحطاوی واذا شک فی صلوتہ من لم یکن ذلک عادۃ لہ وقیل من لم یشک فی صلاۃ
قط بعد بلوغہ وعلیہ اکثر المشائخ بحر عن الخلاصہ کم صلی استانف بعمل مناف وبالسلام قاعدا اولی لانہ المحلل اور جبکہ شک کرے اپنی نماز میں وہ نمازی کہ شک کرنا اسکی
عادت نہ ہو اور بعض فقہا نے کہا ہے کہ جسنے کبھی نماز میں کبھی شک نہ کیا ہو بعد بالغ ہونے کے یعنی یہ شک اول ہی مرتبہ کا ہو اور اسی قول پر ہیں اکثر مشائخ کذا فی البحر
عن الخلاصہ شک اس بات میں کرے کہ نماز کتنی رکعتیں پڑھیں تو دوبارہ نماز سر نو پڑھے اور اس نماز کو قطع کرے کسی عمل مخالف نماز سے اور سلام سے قطع کرنا بیٹھ کر اولی
ہے اسلیے کہ سلام حلال کرنیوالا ہے یعنی نماز کی تحریمہ کے اٹھانے کیلیے ہے وان کثر شکہ عمل بغالب ظنہ ان کان لہ ظن للحرج والا اخذ بالاقل لتیقنہ وقعد
فی کل موضع توہمہ موضع قعودہ ولو واجبا لئلا یصیر تارکا فرض القعود او واجبہ اور اگر بہت ہو شک کرنا نمازی کا یعنی نمازی کی رکعتوں میں اکثر شک ہو جایا کرتا ہو تو عمل کرے
اپنے گمان غالب پر اگر اسکو گمان ہو واسطے دور کرنے تنگی کے اگر یقین حاصل کرنے کا حکم دیا جاوے تو اسمیں حرج ہوگا اسلیے گمان غالب پر عمل کرے اور اگر گمان غالب
اسکو نہ ہو تو تھوڑی رکعتوں کو اختیار کرے بسبب یقینی ہونے کے یعنی مثلا تین اور چار میں اگر شک ہے تو تین یقینی ہیں شبہ چوتھی میں ہوگا اور بیٹھے ہر جگہ میں کہ خیال کرے اس جگہ
کو بیٹھنے کا مقام اگرچہ بیٹھنا واجب ہو اسلیے قعدہ کرے تاکہ تارک قعدہ فرض یا واجب کا نہو مثلا اول رکعت میں شک ہوا کہ یہ دوسری ہے یا اول اور گمان غالب اول
ہونے کا ہے تو اول سمجھے اور اسکے آخر میں قعدہ کرے کیونکہ اسکے وہم کے بموجب یہ دوسری بھی ہو تو محل قعدہ ہے اسیطرح دوسری رکعت کے آخر میں قعدہ کرے کہ وہ باعتبار
ظن غالب کے دوسری ہے اسیطرح اگر غلبہ ظن اول ہونے کا نہو تو اقل پر بنا کرنے میں بھی یہی صورت کرے ہر چند ہر رکعت پر بیٹھنا بدعت ہے مگر ترک واجب یا فرض کی [illegible] ١

نے اختیار کیا کذا فی الشامی واعلم انہ اذا شغلہ ذلک الشک فتفکر قدر اداء رکن ولم یشتغل حالۃ الشک بقراءۃ ولا تسبیح ذکرہ فی الذخیرۃ وجب علیہ سجود السہو فی جمیع صور الشک سواء عمل بالتحری او بنی علی الاقل فتح لتاخیر الرکن اور جان لے کہ جب نمازی کو وہ شک روکے اور بقدر ادا کرنے ایک رکن کے سوچے اور شک کی حالت میں قرات اور تسبیح میں مشغول نہ ہو ذکر کیا اسکو ذخیرہ میں واجب ہوا اسپر سجدہ سہو کرنا سب صورتوں میں شک کی خواہ اسنے عمل بغالب ظن کیا ہو یا کمتر پر بنا کی ہو کذا فی الفتح سجدہ سہو کرے بسبب تاخیر رکن کے ہم کہتے ہیں غالب ظن کی صورت میں اور امر یقینی کے اعتبار کرنے کی صورت میں اگر شک کرنے سے بقدر رکن تاخیر ہوئی ہو تو سجدہ کرے اور اس سے کمتر فکر کرنے میں سجدہ سہو نہیں کذا فی الطحطاوی ولکن فی السراج انہ یسجد للسہو فی الاخذ بالاقل مطلقا وفی غلبۃ الظن ان تفکر قدر رکن لیکن سراج میں ہے کہ وہ سجدہ سہو کرے اقل کے اختیار کرنے میں مطلق خواہ بقدر رکن کی تامل کرے یا کم اور غلبہ ظن میں اگر فکر بقدر رکن کرے تو سجدہ کرے ورنہ نہ کرے فروع مسائل [illegible] نکلے [illegible] اصل [illegible] ایک [illegible] آدمی [illegible] میں [illegible] شک کیا [illegible] سجدہ [illegible] تو اس نماز کو [illegible] اعتبار [illegible] اگر نمازی کو یقین [illegible] ہے [illegible] کے قول پر [illegible] کذا فی الطحطاوی [illegible] الامام [illegible] اگر [illegible] امام [illegible] اگر امام کو یقین [illegible] کا [illegible] نماز [illegible] اگر [illegible] نماز [illegible] شک [illegible] کیا نمازی [illegible] اس [illegible] اور [illegible] پھر [illegible] قول [illegible] کا [illegible] ضرورت سے احتیاطا [illegible] کذا فی الشامی [illegible] شروع کی تکبیر [illegible] نہیں [illegible] شک کیا [illegible] یا نہیں [illegible] نماز [illegible] اس شک کا کچھ اعتبار نہیں کذا فی الطحطاوی [illegible] شک [illegible] کا اعتبار نہیں [illegible] فی ارکان الحج [illegible] الابناء علی الاقل [illegible] الاشباہ فی قاعدۃ الیقین لا یزول بالشک اور اختلاف کیا گیا ہے اس صورت میں کہ شک کیا حج کے ارکان میں اور [illegible] اگر شک کیا [illegible] مثلا [illegible] تو [illegible] اشباہ کو دیکھے اس قاعدہ کے ذکر میں کہ یقین شک سے زائل نہیں ہوتا [illegible] کا مقابل یہ ہے کہ غالب ظن پر عمل کرے کیونکہ [illegible] البحر الرائق [illegible]

باب صلوۃ المریض

یہ باب ہے بیمار کی نماز کے احکام میں من اضافۃ الفعل لفاعلہ او محلہ ومناسبتہ [illegible] سجود التلاوۃ ضرورۃ [illegible] مریض کی طرف [illegible] اضافت فعل کی ہے طرف فاعل کے یا اضافت فعل کی ہے طرف محل کے یعنی مریض یا فاعل نماز کا ہے یا محل نماز کا اور مناسبت اس باب کی سجدہ سہو سے [illegible] عارض سماوی [illegible] اس لحاظ سے سہو اور مرض دونوں یکساں ہیں اسلئے اس باب کو متصل سجدہ سہو کے بیان کیا پھر [illegible] سجدہ تلاوت ضرورت کی وجہ سے [illegible] تھا کہ سجدہ سہو اور تلاوت پاس پاس بیان ہوتے کیونکہ دونوں [illegible] ہوتے ہیں [illegible] مناسبت کی رعایت کے سبب سے [illegible] کذا فی الطحطاوی من تعذر علیہ القیام ای کلہ لمرض حقیقی وحدہ ان یلحقہ بالقیام ضرر [illegible] او حکمی بان [illegible] دوران راسہ او وجد لقیامہ الما شدیدا او کان لو صلی قائما سلس بولہ او تعذر علیہ الصوم [illegible] قاعدا [illegible] المختار کیف شاء علی المذہب لان المرض اسقط عنہ الارکان فالہیئات اولی جس شخص پر کھڑا ہونا دشوار ہو یعنی سب قیام نہ کر سکتا ہو بسبب کسی مرض [illegible] حقیقی کے

اور تعریف اس عذر کی جس سے نماز بیٹھ کر درست ہو یہ ہے کہ نمازی کو قیام سے ضرر پہونچے اسی پر فتویٰ ہے یہ دشواری قیام کی پہلے ضرر سے ہو یا خوف ضرر سے
اندیشہ ہو قیام نہ کر سکنے کا یعنی یہ ہو کہ اگر کھڑے ہونے سے مرض بڑھ جانے کا یا دیر کو اچھا ہونے کا کھڑا ہونے کے باعث یا گھومنا پھرنا یا اپنے
قیام سے بہت سا درد یا ایسا ہو کہ اگر نماز کھڑا ہو کر پڑھیگا تو پیشاب جاری ہو جائیگا یا روزہ رکھنا دشوار ہو جائیگا چنانچہ باب صلوٰۃ اصلاح میں گذر چکا تو وہ
شخص بیٹھ کر نماز پڑھے اگرچہ لکڑی پر یا کسی آدمی پر سہارا دیکر بیٹھے کیونکہ بیٹھنا اسپر لازم ہے قول مختار ہے کہ جب اور بیٹھنے پر قادر ہو تو بیٹھ جاوے لازم ہے اسلیے کہ
مرض سے بعض ارکان کو ساقط کر دیا تو بعض کو بطریق اولیٰ ساقط کر دیگا کسی خاص صورت پر بیٹھنا اسپر ضروری نہیں شارح نے حقیقی اور حکمی کو صفت مرض
کی ٹھہرایا حالانکہ مرض دونوں صورتوں میں حقیقی ہے اور یہ دونوں لفظ صفت عذر کی ہیں جیسا کہ مترجم نے ترجمہ کیا اور ضمیر ھو کی اگر مرض حقیقی کی طرف پھیری جاتی
تو ہو نہیں سکتی کیونکہ مرض کی تعریف تو یہ ہے کہ بدن میں آنے سے اعتدال مزاج کا جاتا رہے اور اگر عذر حقیقی کی طرف پھیریں تو حکمی نہیں ہو سکتی کیونکہ
قیام میں یہ ہی کہ کھڑا ہو تو گر پڑے ہاں جس عذر سے نماز بیٹھ کر مباح ہے اسکی طرف پھیر سکتے ہیں اس سے معلوم ہوا کہ شارح کی عبارت میں تسامح ہے قال الشامی
ذکر کالتشہد قیل و یفتی اور امام زفر نے فرمایا کہ بیٹھے مثل بیٹھنے التحیات کے کہتے ہیں کہ اسی پر فتویٰ ہے تجنیس اور خلاصہ میں یہی فتویٰ مذکور ہے اسلیے کہ
آسان ہے شامی نے کہا کہ یہ علت ناتمام ہے بلکہ آسانی تو اسی میں ہے کہ کوئی ہیئت خاص کا مقید نہو جیسا کہ قول اول ہے اگر التحیات کی وضع آسان یا برابر ہو تو بہتر ہو کہ
التحیات کی طرح بیٹھے ورنہ جونسی وضع اسکو سہل معلوم ہو اسطرح بیٹھے اور تشہد میں التحیات کی وضع ہو جائے رکوع و سجود سے عاجز ہو اور رکوع اور سجدہ اشارہ سے
نہ پڑھے اسلیے کہ جن ارکان کو کامل ادا کر سکتا ہے انکو ناقص کرنا نہیں چاہیے وان قدر علی بعض القیام ولو متکئا علی عصا او حائط قام لزوما
بقدرہ ولو قدر آیۃ او تکبیرۃ علی المذہب لان البعض معتبر بالکل اور اگر قادر ہو نمازی تھوڑے سے قیام پر اگرچہ لاٹھی یا دیوار کے سہارے سے کھڑا ہوسکے تو کھڑا ہو لازم اور
جسقدر کہ قیام پر قادر ہو اگرچہ ایک آیت یا اللہ اکبر کی قدر ہو موجب روایت مذہب کے کیونکہ بعض کا حکم مثل کل کے ہے یعنی جیسے کل قیام پر قادر ہونے سے سارا قیام
لازم ہوا اسیطرح بعض پر قادر ہونے سے بعض لازم ہوگا شامی نے ہندوانی سے نقل کیا کہ جس شخص کو تھوڑے سے قیام پر قدرت ہو تو اسکو حکم کیا جاوے کہ تکبیر
تحریمہ کھڑا ہو کر کہے اور جسقدر قراءت کھڑا ہو کر پڑھ سکے اتنی پڑھے پھر بیٹھ جاوے اگر کھڑا نہ رہ سکے اور یہی مذہب صحیح ہے اسکے خلاف اصحاب سے مروی نہیں اور اگر کوئی
شخص اسطرح نکریگا تو مجھے ڈر ہے کہ اسکی نماز درست نہو اور اگر بے سہارے کے کھڑا ہونے سے عاجز ہو تو سہارے سے کھڑا ہو ورنہ اسکی نماز کافی نہو گی اس سے معلوم ہوا کہ جو لوگ
ذرا سے عذر میں بیٹھ کر نماز پڑھنے لگتے ہیں اور یقیناً بقدر دو چار آیتوں کے کھڑا ہونے سے انکو کچھ ضرر نہیں ہوتا انکی نماز نہیں ہوتی اور ظاہر ہے کہ گھر سے اپنے پاؤں چلکر آتے
ہیں اور فرض نماز میں بیٹھ کر نیت باندھتے ہیں پس اسکا یاد کرنا ضروری ہے کہ لوگ اس سے غافل ہیں وان تعذرا لیس تعذرھما شرطا بل تعذر السجود کاف لا القیام او
ما بالھز قاعدا وھو افضل من الایماء قائما لقربہ من الارض ویجعل سجودہ اخفض من رکوعہ لزوما ولا یرفع الی وجہہ شیئا یسجد علیہ فانہ یکرہ تحریما اور اگر رکوع اور
سجدہ دونوں نہ ہو سکیں تو اشارہ کرے بیٹھ کر اور بیٹھ کر اشارہ سے پڑھنا افضل ہے کھڑے ہو کر اشارہ کرنے سے بسبب قریب ہونے بیٹھے ہونے کے اشارہ کی زمین
یعنی مشابہت سجدہ کی اس صورت میں زیادہ ہے اور کرے اپنے سجدہ کو زیادہ پست بہ نسبت رکوع کے بطور لزوم کے یعنی بدون اسکے سجدہ جائز نہوگا اور نہ اٹھالے
کوئی چیز اپنے چہرہ کیطرف تاکہ اسپر سجدہ کرے کہ یہ فعل مکروہ تحریمی ہے شارح نے کہا کہ رکوع اور سجدہ دونوں کا متعذر ہونا شرط نہیں بلکہ سجدہ کا نہو سکنا اشارہ کے لیے
کافی ہے نہ قیام کا متعذر ہونا او ہمزہ سے ہے یعنی بھمزۃ اللام ہے ہم شامی نے کہا کہ لا القیام عطف ہے ضمیر متصل وان تعذرا پر اور سجدہ کے لیے کوئی چیز اٹھانا یا
رکھنا مکروہ تحریمی ہے لیکن اگر وہ چیز زمین پر رکھی ہو تو مکروہ نہیں اسلیے کہ ثابت ہوا ہے کہ حضرت ام سلمہ نے بیماری کی جہت سے ایک تکیہ پر سجدہ کیا اور آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم نے انکو منع نہیں فرمایا فان فعل بالبناء للمجہول ذکرہ العینی وھو یخفض برأسہ لسجودہ اکثر من رکوعہ صح علی انہ ایماء لا سجود الا ان یجد قوۃ الارض والا
یخفض لا یصح لعدم الایماء پس اگر کوئی چیز اٹھائی جاوے اور نمازی اپنا سر زیادہ پست کرتا ہو بہ نسبت رکوع کے تو سجدہ کرنا درست ہوگا اور یہ اشارہ ہی

متصور ہوگا نہ سجدہ مگر اس صورت میں کہ پاؤں سے زمین کی نمی تو سجدہ ہی ہوگا اور اگر سر کو پست نہ کرتا ہو تو صحیح نہ ہوگا بسبب نہ ہونے اشارہ کے شارح نے کہا نقل صحیح تہیوں الخ
ذکر کیا ہے اسکو یعنی شامی نے علی نے کہا کہ مجہول ہونا کچھ ضرور نہیں بلکہ ماتن کا قول ولا یرفع ظاہر اسکا مقتضی ہے کہ صحیح ہے اور اشارہ ہی متصور ہوگا اسکے یہ معنی کہ
اگر کوئی رکوع سجدہ کر سکتا ہو اور اسکا اشارہ کریگا تو جائز ہوگا اور سر کو پست کرنے کی یہ صورت کہ کوئی چیز اٹھا کر سجدہ کے لیے سر کو لگاے بالکل ترچھا یا جھکا کر رکوع سے کم یا برابر تو
سجدہ جائز ہوگا کذا فی الشامی وان تعذر القعود ولو حکما او ما مستلقیا علی ظہرہ ورجلاہ نحو القبلۃ غیر انہ ینصب رکبتیہ لکراہۃ مد الرجل الی القبلۃ ویرفع راسہ یسیرا لیصیر
وجہہ الیہا او علی جنبہ الایمن او الایسر ووجہہ الیہا والاول افضل علی المعتمد اور اگر دشوار ہو نمازی کو بیٹھنا اگرچہ حکمی تو وہ چت لیٹ کر اشارہ کرے اور دونوں پاؤں
قبلہ کی جانب کرے لیکن گھٹنوں کو کھڑا کرے بسبب مکروہ ہونے پاؤں پھیلانے کے قبلہ کی طرف اور اپنا سر تھوڑا سا اٹھا دے تاکہ اسکا چہرہ قبلہ کی طرف ہو یا لیٹے داہنی
یا بائیں کروٹ پر اور منہ کرے قبلہ کی طرف اور چت لیٹنا افضل ہے قول معتمد کے موجب حکمی بیٹھنے کی مثال یہ ہے کہ کوئی طبیب منع کر دیا ہو کہ ایک یا دو دن لیٹے رہنا اور بیٹھنا
ترک کردینا اور لیٹ کر آنکھ بنانا اسلیے کہ اگر بیٹھنے والے کے لیے ہو جاوے درد اشارہ رکوع اور سجدہ کا لیٹے ہوئے تندرستوں سے بہ نسبت بیٹھنے ہوتا ہے جیسا کہ بعضوں نے اور قول
معتمد کا مقابل یہ ہے کہ کروٹ پر لیٹنا درست نہیں مگر اس صورت میں کہ چت لیٹنا ممکن نہ ہو کذا فی الطحطاوی وان تعذر الایماء براسہ وکثرت الفوائت بان زادت علی یوم
ولیلۃ سقط القضاء عنہ وان کان یفہم مضمون الخطاب علی ظاہر الروایۃ وعلیہ الفتوی کما فی الظہیریۃ لان مجرد العقل لا یکفی لتوجہ الخطاب اور اگر اشارہ سر سے بھی دشوار ہو جاوے کہ
فوائت بہت ہو جائیں اس طرح کہ بڑھ جاویں ایک دن اور رات پر تو ساقط ہو جاتی ہے اس مریض پر سے قضا اگرچہ سمجھتا ہے خطاب ظاہر روایت میں اور قضا کے ساقط
ہونے پر فتوی ہے جیسا کہ ظہیریہ میں ہے اسلیے کہ مجرد عقل کا ہونا خطاب شرعی کے متوجہ ہونے کو کافی نہیں ہے مسئلہ طحطاوی یہ ہے اولی یہ ہے کہ مریض ایک دن رات سے زیادہ
رہا اور اسکو ہوش نہ رہا تو اس صورت میں بالاتفاق حالت مرض کی نماز کی قضا نہیں دوسرے یہ کہ مریض بے ہوشی کے ساتھ دن رات سے کم رہا یا یہ کہ دن رات رہا
مگر عقل قائم رہی تو اس صورت میں نماز قضا پڑھنے اجماعا تیسرے یہ کہ دن رات سے زیادہ مریض رہا اور عقل بھی رہی چوتھے یہ کہ دن رات سے کم رہا اور عقل نہ رہی تو ان
دونوں صورتوں میں محل اختلاف ہے ظاہر الروایۃ میں قضا پڑھنا معلوم ہوتا ہے اور ہدایہ میں اسکی تصحیح کی ہے مگر صاحب ہدایہ نے اپنی کتاب تجنیس میں ترجیح عدم قضا کو دی
اور قاضیخان وغیرہ محققین نے بھی عدم قضا کو ترجیح دی ہے کذا فی الطحطاوی واما لسقوط الارکان سقوط الشرط لکذا عند العجز بالاولی ولا یعید فی ظاہر الروایۃ بدائع
اور بتلانا ارکان کے ساقط ہونے سے عاجزی کے وقت ساقط ہونا شرط کا بطریق اولی اور اعادہ نکرے ان نمازوں کا جو ارکان یا شرط کے ساقط ہونے سے
پڑھے ظاہر الروایت میں کذا فی البدائع ہم یعنی جیسے ارکان عاجزی کے باعث ساقط ہو جاتے ہیں تو شرط بطریق اولی ساقط ہوجائیگا مثلا استقبال قبلہ اور ستر عورت
اور طہارت نجاست حقیقی سے عاجزی کے وقت ساقط ہوجاتی ہیں ہاں وقت ساقط نہیں ہوتا شارح کو مناسب تھا کہ اس مسئلہ کو وان تعذر الایماء سے پیشتر بیان کرتا کیونکہ
ایماء کے متعذر ہونے سے تو نماز ہی ساقط ہوجاتی ہے اور اس سے پیشتر ذکر سقوط ارکان کا تھا تو انہیں کی ذیل میں اس مسئلہ کا ہونا بہتر تھا کذا فی الشامی ولو اشتبہ علی مریض
اعداد الرکعات والسجدات لنعاس یلحقہ لا یلزمہ الاداء ولو اداہا بتلقین غیرہ ینبغی ان یجزیہ کذا فی القنیۃ اور اگر مریض کو یاد نہ رہا ہو رکعتوں اور سجدوں کا شمار بسبب
اونگھ کے کہ اسکو لاحق ہوتی ہے تو اسپر ادا سے نماز لازم نہیں اور اگر ادا کریگا نماز کو دوسرے شخص کے سکھلانے سے تو چاہیے کہ کافی ہو اسکو کذا فی القنیہ ہم اس میں
اعتراض ہے کہ دوسرے کا بتلانا تعلیم و تعلم ہے اور وہ مفسد نماز ہے تو کافی کیسے ہوگا اسکا جواب یہ ہے کہ یہ تعلیم و تعلم نہیں بلکہ یاد دہانی اور خبردار کرنا ہے جیسے کہ
کسی شخص نے بڑے مجمع میں امام کی آواز اللہ اکبر کی دوسرے کو پہنچایا ہے کذا فی الشامی ولم یوم بعینیہ وقلبہ وحاجبہ خلافا لزفر اور اشارہ نکرے اپنی آنکھ
اور دل اور ابرو سے بخلاف امام زفر رحمہ کے کہ انکے نزدیک سر سے اشارہ نکر سکے تو ابرو سے کرے اور اس سے عاجز ہو تو آنکھ سے کرے اور اس سے بھی عاجز ہو تو
دل سے کرے اور ہماری دلیل حدیث عمران اور ابن عمر کی ہے کہ اگر اشارہ سر سے نکر سکے تو اللہ تعالی اسکے عذر کو زیادہ تر قبول فرمانیکا مستحق ہے کذا فی البحر ولو عرض
له مرض فی صلوتہ یتم بما قدر علی المعتمد اور اگر لاحق ہوا نمازی کو مرض اسکی نماز میں تو تمام کرے نماز کو ان افعال سے جنپر قادر ہو قول معتمد کے بموجب یعنی

خواہ بیٹھ کر رکوع اور سجدہ سے یا اشارہ سے خواہ لیٹ کر اسلیے کہ بقیہ نماز ادنی ہی تو ادنی کی بنا اعلی پر درست ہی کذا فی البحر اور امام ابو یوسف فرماتے ہیں کہ از سر نو پڑھے کذا سفے الحلبی ولو صلی قاعدا برکوع وسجود فصح بنی ولو کان یصلی بالایماء فصح لا یبنی الا اذا صح قبل ان یومی بالرکوع والسجود اور اگر نمازی پڑھے بیٹھکر رکوع اور سجدہ سے پھر اچھا ہو گیا یعنے قادر ہو گیا کھڑا ہونے پر تو باقی نماز پہلی پر بنا کرے یعنے کھڑا ہو کر پوری کرے اور اگر اشارہ سے پڑھتا ہوا اور تندرست ہو جاے یعنے رکوع اور سجدہ پر قادر ہوا تو بنا کرے مگر اس صورت مین کہ رکوع اور سجدہ کے لیے اشارہ کرنے سے پیشتر ہی تندرست ہو گیا ہو بنا نہ کرنے کی وجہ یہ ہی کہ رکوع وسجدہ والی نماز کی بنا اشارہ والی پر جائز نہین اقتدا پر قیاس کرنے سے کما لو کان یومی مضطجعا ثم قدر علی القعود ولم یقدر علی الرکوع والسجود فانہ یستانف علی المختار لان حالۃ القعود اقوی فلم یجز بناؤہ علی الضعیف یعنے اگر اشارہ کرتا ہوا لیٹا ہوا پھر قادر ہو جاے بیٹھنے پر اور نہ قادر ہو رکوع اور سجدہ پر کہ وہ نماز از سر نو پڑھے قول مختار کے بموجب کیونکہ بیٹھنے کی حالت قوی تر ہی بہ نسبت لیٹنے کے اسلیے قوی کی بنا ضعیف پر جائز نہ ہی وللمتطوع الاتکاء علی شیء کعصا وجدار مع الاعیاء ای التعب بلا کراہۃ وبدونہ یکرہ ولہ القعود بلا کراہۃ مطلقا ہو الاصح ذکرہ الکمال وغیرہ اور نفل پڑھنے والے کو جائز ہی سہارا دینا کسی چیز پر مثل لاٹھی یا دیوار کے ساتھ تھکنے کے بدون کراہت کے اور بدون تھکنے کے سہارا دینا مکروہ تنزیہی ہی کہ ایکطرح کی بے ادبی ہی اور نفل پڑھنے والے کو جائز ہی بیٹھ جانا بدون کراہت کے ہر حال مین یعنے عذر سے ہو یا بے عذر یہی صحیح تر ہی ذکر کیا ہی اسکو کمال وغیرہ نے اور ہدایہ مین ہی کہ بدون عذر مکروہ ہی اور قول اصح یہ ہی کہ مکروہ نہین کیونکہ جب ابتدا اسکو بیٹھکر پڑھنے کا اختیار تھا تو تمام کرنے کے لیے بیٹھ جانے کا اختیار کیون نہو گا کذا فی الشامی صلی الفرض سفے فلک جار قاعدا بلا عذر صح لغلبۃ العذر واساء وقالا لا یصح الا بعذر وہو الاظہر برہان پڑھا نمازی نے فرضون کو چلتی کشتی مین بیٹھکر بدون عذر کے تو صحیح ہی بسبب اکثر ہونے عذر کے یعنے دوران سر کھڑے ہونے سے اکثر ہوا کرتا ہی کذا فی الطحطاوی اور برا کیا کہ بیٹھکر پڑھا اگر کھڑا ہونا ممکن تھا اور صاحبین نے فرمایا کہ فرض درست نہونگے بدون عذر کے اور یہی ظاہر تر ہی کذا فی البرہان ہم شامی نے حاوی قدسی سے نقل کیا کہ صاحبین کے قول پر فتوی ہی والمربوطۃ سفے الشط کالشط فی الاصح اور بندھی ہوئی کشتی کنارہ مین مثل کنارہ کے ہی صحیح تر قول مین ہم یعنے اسمین فرض بیٹھکر جائز نہین بالاتفاق پھر ظاہر ہدایہ اور نہایہ وغیرہ کا یہ ہی کہ کنارہ پر بندھی کشتی مین فرض کھڑے ہو کر درست ہین خواہ وہ زمین پر ٹھہری ہو یا نہین اور ایضاح مین ہی کہ اگر کشتی زمین پر ٹھہری ہو تب تو فرض درست ہونگے کہ اسکا حکم زمین کا سا ہی اور اگر ٹھہری نہو گی تو اگر نمازی اسپر سے کنارہ پر اتر سکتا ہی تو فرض درست نہونگے نیچے اترکر پڑھے کیونکہ اسوقت مین اسکا حکم سواری کے جانور کا سا ہی اور اگر اترنا ممکن نہو تو کھڑے ہو کر پڑھنا درست ہی کذا فی الطحطاوی والمربوطۃ بلجۃ البحران کان الریح یحرکہا شدیدا فکالسائرۃ والا فکالواقفۃ اور بندھی ہوئی موج دریا مین اگر ہوا اسکو سخت حرکت دیتی ہو تو وہ مثل جاری کے ہی اور اگر ہوا نہ ہلاتی ہو تو مثل کھڑی ہوئی کے ہی یعنے پہلی صورت مین نماز فرض بیٹھکر جائز ہی اور دوسری مین جائز نہین کذا فی الطحطاوی ویلزم استقبال القبلۃ عند الافتتاح وکلما دارت اور لازم ہی قبلہ رخ ہونا تکبیر تحریمہ کے وقت اور جبکہ کشتی گھوم جاوے ہم یعنے اسپر سب کا اتفاق ہی کہ قبلہ رخ رہے اگر کشتی گھومتی جاوے اور اگر قبلہ رخ ہونا ممکن نہو تو نماز مین تاخیر کرے جب تک کہ خوف وقت کے جانے کا نہ ہو اور اگر خوف ہو تو ظاہر ہی کہ قبلہ عاجز شخص کے حق مین وہی ہوتا ہی جس طرف کو وہ قادر ہو کذا فی الشامی ولو ام فوقا فی فلکین مربوطتین صح والا لا اور اگر امام ہوا ایک قوم کا دو کشتیون بندھی ہوئی مین تو صحیح ہی ورنہ صحیح نہین ہم بندھی ہوئی سے یہ غرض ہی کہ پاس پاس ہون فاصلہ سے نہون کیونکہ پاس ہونے مین دونون کا حکم ایک مکان کا سا ہی کذا فی الشامی ومن جن او اغمی علیہ ولو بفزع من سبع او آدمی یوما ولیلۃ قضے الخمس وان زاد وقت صلوۃ سادسۃ لا للحرج ولو افاق فی المدۃ فان لافاقتہ وقت معلوم قضے والا لا اور جو شخص مجنون ہوا یا بیہوش ہوا اگرچہ کسی درندہ یا آدمی کے خوف بیہوش ہوا ہوا ایک دن رات تو وہ پانچ نمازین قضا پڑھے اور اگر بڑھ جاوے بیہوشی پر وقت چھٹے نماز کا تو قضا نہ پڑھے بسبب حرج کے اور اگر دن رات مین اسکو افاقہ ہوتا ہو تو اگر افاقہ کا وقت معین ہو تب تو قضا پڑھے ورنہ قضا نہ پڑھے ہم مثلا دن رات بیہوش رہتا ہی مگر صبح کو ہوش مین آتا ہی تو اول کی بیہوشی بیکار ہو گی اور قضا پڑھنی پڑیگی اور اگر وقت

ہوش کا معین نہین کیا کہ ہوش پہنچ جاتا ہو تو اس ہوش کا اعتبار نہین کذا فی الطحطاوی زال عقلہ ببنج او خمر ادواء لزمہ القضاء وان طالت لانہ بصنع
العباد کالنوم زائل ہوئی عقل نمازی کی بوٹی یا شراب یا کسی دوا سے تو اُسکو قضا پڑھنا بے عقلی کے وقت کی نمازون کا لازم ہو اگرچہ مدت بیہوشی بہت ہو
اسلیے کہ یہ بیہوشی خود بندہ کے کرنے سے ہوئی مثل سو رہنے کے تو جیسا سونے سے قضا ساقط نہین ہوتی اسی طرح یہ کہا کہ بیہوش ہونے سے ساقط
نہوگی ہم بنج بفتح موحدہ نام ایک بوٹی کا ہے جو نیند لاتی ہے سواے بھنگ کے کذا فی الطحطاوی اور بعضون نے کہا کہ اجوائن خراسانی ہے ولو قطعت
یداہ ورجلاہ من المرفق والکعب ولوجہہ جراحۃ صلی بغیر طہارۃ ولا تیمم ولا یعید ہو الاصح وقد قررنا التیمم وقیل لا صلوۃ علیہ وقیل یغسل
غسل موضع القطع اور اگر کٹے ہون دونون ہاتھ نمازی کے کہنی تک اور دونون پانون ٹخنے تک اور اسکے چہرہ مین زخم ہو تو وہ نماز پڑھے بدون
وضو اور تیمم کے اور اُسکا اعادہ نکرے یہی صحیح تر ہے اور ہم پہلے ذکر کر گئے تیمم مین اور بعضون نے کہا کہ اس شخص پر نماز نہین اور بعضون نے کہا کہ اُسپر
لازم ہے دھونا کٹی جگہ کا ہم یہ دونون قول مقابل قول اصح کے ہین اور لزوم غسل اس صورت مین ہے کہ اُسکو وضو کرانے والا موجود ہو کذا فی
الطحطاوی فروع مسائل لکھے شارح نے لو امکن الغریق الصلوۃ بالایماء بلا عمل کثیر لزمہ الاداء والا فالقضاء ہوا ڈوبتا آدمی نماز پڑھنے پر اشارہ سے
بدون عمل کثیر کے تو اُسکو ادا پڑھنا لازم ہے اور اگر بدون عمل کثیر کے نہ پڑھ سکے تو ادا لازم نہین قضا لازم ہے ہم بدون عمل کثیر کے اسطرح کہ کوئی
چیز سہارے کو مل گئی ہو یا تیرنا خوب جانتا ہو کذا فی البحر امرہ الطبیب بالاستلقاء لنزع الماء من عینہ صلی بالایماء لان حرمۃ الاعضاء کحرمۃ النفس حکم کیا
نمازی کو طبیب حاذق مسلمان نے چت لیٹے رہنے کا بسبب پانی نکال ڈالنے کے اسکی آنکھ سے تو وہ نماز اشارہ سے پڑھے اسلیے کہ حرمت اعضاء کی
مثل حرمت نفس کے ہے یعنے جیسے جان کا بچانا فرض ہے ویسے ہی اعضاء کا بچانا فرض ہے ہم نزع بفتح نون وسکون زاء معجمہ وعین مہملہ بمعنی نکالنا
اور بعض نسخون مین بزغ ہے بفتح موحدہ وسکون زاء معجمہ وغین معجمہ بمعنی پچھنے لگانا ہے کذا فی الطحطاوی مریض تحتہ ثیاب نجسۃ وکلما بسط شیئا تنجس
من ساعتہ صلی علی حالہ وکذا لو لم یتنجس الا انہ یلحقہ مشقۃ بتحریکہ ایک بیمار ہے جسکے نیچے نجس کپڑے ہین اور جب کوئی چیز بچھائی جاتی ہے فوراً ناپاک
ہوجاتی ہے تو وہ بیمار اسی حال پر نماز پڑھے اور اسی طرح اگر ناپاک فوراً نہوتے ہون مگر اُنکے دور کرنے سے بیمار کو حرکت کی وجہ سے تکلیف ہوتی ہو
تب بھی نماز اُنھین ناپاک کپڑون مین پڑھے کہ اُسکے حق مین پاک ہین واللہ اعلم

باب سجود التلاوۃ

یہ باب ہے سجدۂ تلاوت کے احکام مین من اضافۃ الحکم الی سببہ سجدہ کی اضافت طرف تلاوت کے اضافت حکم کی ہے طرف اپنے سبب
کے ہم طحطاوی نے کہا کہ حکم تو وجوب سجدہ ہے نہ خود سجدہ تو اگر شارح حکم کی جگہ فعل کہتا تو مناسب تھا یا یہ کہ حکم بمعنی محکوم بہ یعنے فعل کے لیا جائے
تجب بسبب تلاوۃ آیۃ ای اکثرہا مع حرف السجدۃ وہی اربع عشرۃ آیۃ اربع فی النصف الاول وعشر فی النصف الثانی واجب
ہے ایک سجدہ بسبب پڑھنے ایک آیت کے چودہ آیتون سجدہ سے شارح نے کہا ایک آیت سے غرض اکثر آیت ہے لفظ سجدہ کے ساتھ اور
چودہ سجدون مین سے چار قرآن مجید کے نصف اول مین ہین اور دس نصف دوم مین ہم پس اگر آیت سجدہ کو لکھے یا ہجے کرے تو سجدہ واجب
نہوگا اسی طرح ساری آیت مین سے اگر کلمہ سجدہ کا پڑھے یا اکثر آیت پڑھے مگر کلمہ سجدہ کو چھوڑ دے تو سجدہ واجب نہوگا کذا فی الطحطاوی شامی
نے کہا کہ وجوب عام ہے خواہ تلاوت آیت نماز مین ہو یا نماز سے خارج اور یہ بات قابل یاد رکھنے کے ہے کہ سجدہ سورۂ نمل مین رب العرش العظیم
پر آور سورۂ ص مین حسن مآب پر اور حم سجدہ مین لا یسامون پر ہے اور امام شافعی کے نزدیک تعبدون پر ہے مگر چونکہ وائل بن حجر اور ابن عباس
سے لا یسامون پر مروی ہے اسلیے احتیاطاً اسی مین ہے کہ لا یسامون پر سجدہ کیا جاوے کیونکہ سجدہ مین ایک آیت کی تاخیر مضر نماز نہین اور

ایک آیت کی تقدیم سے نماز فاسد ہوتی ہی اور یہی دلیل سورہ ص مین بھی ہی کیونکہ زیلعی نے اس آیت پر سجدہ لکھا ہی منہا اولی الحج اما ثانیتہ
فصلوتیۃ لاقترانہا بالرکوع وص خلافا للشافعی رح واحمد رح ولفظ مالک رح سجود المفصل ان چودہ سجدون مین سے پہلا سجدہ سورہ حج کا ہی
اور دوسرا سجدہ سورہ مذکور کا وہ تلاوت کا نہین بلکہ مراد اس سے نماز کا سجدہ ہی بسبب متصل ہونے اس سجدہ کے رکوع سے اور ایک
سجدہ سورہ ص کا ہی بخلاف امام شافعی اور احمد رح کے کہ انکے نزدیک سورہ ص مین سجدہ نہین اور حج مین دو سجدہ ہین غرضکہ
شمار سجدہ کا انکے نزدیک بھی چودہ ہی اور امام مالک رح نے فرمایا کہ مفصل سورتون مین سجدہ نہین یعنے سورہ نجم اور اذا السماء انشقت اور
اقرا مین انکے نزدیک سجدہ نہین تو انکے نزدیک تعداد گیارہ ہوئی ہم اگر شافعی کے پیچھے حنفی نے نماز پڑہی اور اسنے سورہ حج کے دوسرے
سجدہ پر سجدہ کیا تو متابعت واجب ہی اور خارج نماز اگر سنیگا تو اسپر سجدہ نہین کذا فی الطحطاوی بشرط سماعہا فالسبب التلاوۃ وان لم
یوجد السماع کتلاوۃ الاصم والسماع شرط فی حق غیر التالی ولو بالفارسیۃ اذا اخبر واجب ہی سجدہ تلاوت بشرط سننے آیت سجدہ کے یعنی سبب
سجدہ کے تین ہین اول تلاوت اگرچہ سماع نپایا جاوے جیسے پڑہتا ہی بہرے آدمی کا دوم سننا آیت سجدہ کا یہ شرط ہی پڑہنے والے کے سوا
دوسرے شخص کے حق مین اگرچہ فارسی مین ہو جبکہ خبر دیا جاوے اور اگر اسکو خبر نہو کہ آیت سجدہ ہی تو معذور ہی تیسرے سبب کو ماتن آگے بیان کرتا ہی او
بشرط الائتمام هم طحطاوی نے کہا کہ شارح کو مناسب تھا کہ غیر التالی والمؤتم کہتا کیونکہ مقتدی کو سننا شرط نہین حالانکہ غیر تالی مین وہ بھی داخل ہی
او بشرط الائتمام ای الاقتداء بمن تلاہا فانہ سبب لوجوبہا ایضا وان لم یسمعہا ولم یحضرہا بالمتابعۃ یا سجدہ تلاوت واجب ہی بشرط مقتدی ہونے کے اس
شخص کے پیچھے جو آیت سجدہ کو پڑہے کہ اقتدا کرنا بھی سبب ہی سجدہ کے واجب ہونے کا اگرچہ مقتدی آیت سجدہ کو نہ سنے اور نہ موجود ہو آیت سجدہ
کے پڑہنے کے وقت یعنے گو امام نے اقتدا سے پہلے سجدہ کی آیت پڑہلی ہو تب بھی سجدہ واجب ہی بسبب واجب ہونے متابعت امام کے هم اقتدا
سے واجب ہونے مین یہی شرط ہی کہ امام سجدہ کرے اور اگر امام سجدہ نہ کرے تو مقتدی پر واجب نہین اگرچہ آیت کو سنا ہو کذا فی شرح المنیۃ
شامی نے کہا کہ شارح کو مناسب تھا کہ فانہ سبب کی جگہ فانہ شرط کہتا تاکہ بشرط الاقتداء کے موافق ہوتا ولو تلاہا المؤتم لم یسجد المصلی اصلا لافی
الصلوۃ ولا بعدہا اور اگر پڑہے آیت سجدہ کو مقتدی تو نہ سجدہ کرے نماز پڑہنے والا ہرگز نہ نماز مین نہ بعد نماز کے هم یعنے نہ خود پڑہنے والا سجدہ کرے
اور نہ امام اور نہ دوسرے مقتدی اسکے ساتھ والے بخلاف الخارج لان الحجر ثبت لمعنیین فلا یعدوہم حتے لو دخل معہم سقطت بخلاف خارج
کے کہ وہ سجدہ کرے اسلیئے کہ روکنا یعنے قرات کی ممانعت ثابت ہوئی ہی معین شخصون کے لیے تو انسے تجاوز نہ کریگی یہانتک کہ اگر خارج نماز مین
داخل ہوگا انکے ساتھ تو اسپر بھی سجدہ ساقط ہو جائیگا هم خارج سے مراد وہ شخص ہی کہ بالکل نماز نہ پڑہتا ہو یا وہ کہ دوسری نماز پڑہتا ہو خواہ
اکیلا خواہ مع دوسرے امام ہو کذا فی الحلبی شامی نے کہا کہ حالت مسئلہ کی جو شارح نے بیان کی اسمین امام داخل نہین اسلیئے کہ اسکو ممانعت قرات
کی نہین تو تعلیل وہ خوب ہی جو شرح منیہ مین ہی کہ اگر مقتدی کے پڑہنے سے امام سجدہ کرے تو متبوع تابع ہو جاویگا ولا تجب علی من تلا فی
رکوعہ او سجودہ او تشہدہ لحجرہ فیہا عن القراءۃ اور نہین واجب ہی سجدہ اس شخص پر کہ پڑہے آیت سجدہ کو اپنے رکوع یا سجدہ مین یا التحیات
مین واسطے ممانعت کے ان ارکان مین قرات سے هم اور مرغینانی نے کہا کہ سجدہ واجب ہی اور نماز کے اندر اسکو ادا کرے اور فرق اس مسئلہ
مین اور مقتدی کے مسئلہ مین یہ بیان کیا ہی کہ مقتدی کو امام کی جہت سے قرات کی روک ہی اور امام کا تصرف اسپر جاری ہی اسلیئے اسکے تصرف کا
اعتبار نہین بخلاف اس مسئلہ کے کہ یہان رکوع کرنے والا قرات سے ممنوع ہی مثل جنب کے تو جیسے جنب کے پڑہنے سے سجدہ اسپر واجب ہوتا ہی ویسا ہی
یہان بھی واجب ہونا چاہیئے اور شامی نے دوسرے کو ترجیح دی ہی بشروط الصلوۃ المتقدمۃ خلا التحریمۃ ونیۃ التعیین سجدہ واجب ہی ساتھ

شرطیں نماز کی جو پہلے گذریں یعنے طہارت اور ستر عورت اور قبلہ رخ ہونے کے سوا تحریمہ اور نیت تعیین کے یعنے سجدہ کے لیے جدا تحریمہ
کرنا اور یہ کہ فلان آیت کا سجدہ ہے شرط نہیں مگر یہ نیت کہ یہ سجدہ تلاوت ہے اسکے مشروط ہونے میں کلام نہیں ویفسدہا ما یفسدہا ورکنہا السجود
او بدلہا کرکوع مصل وایماء مریض وراکب اور فاسد کرتی ہے سجدۂ تلاوت کو وہ چیز جو نماز کی مفسد ہے یعنے دانستہ حدث اور قہقہا اور کلام سے
فاسد ہو جاتا ہے اور اسپر اعادہ اسکا واجب ہے شامی نے کہا کہ عورت کی محاذات سے فاسد نہیں ہوتا اور سجدۂ تلاوت کے اندر قہقہہ
سے وضو نہیں جاتا اور رکن اسکا سجدہ کرنا ہے یا بدل سجدہ کا جیسے رکوع کرنا نماز پڑھنے والے کا اور اشارہ بیمار کا اور اشارہ سوار کا علم رکوع
میں نمازی کی قید اسلیے لگائی کہ خارج نماز اگر سجدہ کی جگہ رکوع کریگا تو کافی نہوگا اور بیمار اگرچہ آیت سجدہ حالت صحت میں پڑھے اور بیماری
میں اشارہ سے ادا کرے جائز ہوگا اور سوار پر سجدہ اگر حالت سواری میں شہر کے باہر واجب ہوا ہو تب تو سواری پر اشارہ سے ادا ہو جائیگا
اگر زمین پر پڑھا ہو اور اگر سجدہ واجب زمین پر ہوا ہو تو اسکا ادا کرنا سواری پر کافی نہوگا کذا فی الشامی وہی سجدة بین تکبیرتین
مسنونتین جہرا وبین قیامین مستحبین بلا رفع ید وتشہد وسلام اور سجدہ تلاوت ایک سجدہ ہے درمیان دو تکبیر مسنونوں کے پکار کہے
ایکبار اللہ اکبر جھکنے سر رکھنے کو اور دوسری بار اٹھانے کو اور اکیلا اتنا جہر کرے کہ اپنے آپ سنے اور امام اتنا کہ اوروں کو آواز جاوے اور
درمیان دو مستحب قیام کے یعنے کھڑا ہو کر سجدہ میں جانا اور بعد سجدہ کے کھڑا ہو جانا مستحب ہے بدون ہاتھ اٹھانے کے اللہ اکبر کہنے کے وقت
اور بدون التحیات اور سلام کے وفیہا تسبیح السجود فی الاصح اور سجدۂ تلاوت میں تسبیح سجدہ کی ہے صحیح تر قول میں یعنے سبحان ربی الاعلیٰ
تین بار کہے ہم فتح القدیر میں کہا کہ اگر نماز فرض کے اندر ہو تب یہ حکم ہے اور اگر نفل نماز ہو یا خارج نماز تو چاہے سبحان ربی الاعلیٰ کہے یا وہ دعا
پڑھے جو احادیث میں وارد ہے سجد وجہی للذی خلقہ الخ چنانچہ مینے باب صفۃ الصلوٰۃ میں لکھا ہے علی من کان متعلق تجب اہلا لوجوبہا الصلوٰۃ
لانہا من اجزائہا اداء او قضاء فتجب علی الاصم والسکران والنائم واجب ہے سجدۂ تلاوت اس شخص پر کہ ہووے اہل نماز کے وجوب
ہونے کا ادا کرنے کے اعتبار سے یعنے اسی وقت اہل ہو جیسے بہرا آدمی اگر آیت سجدہ پڑھے یا قضا کے اعتبار سے اہل ہو یعنے اسوقت اہل نہو
دوسرے وقت ہو جیسے جنب اور متوالا اور سونے والا شارح نے کہا کہ علی من متعلق ہے تجب سے اور وجوب سجدہ کے لیے نماز کے
وجوب کی اہلیت اسلیے معتبر ہوئی کہ سجدۂ تلاوت نماز کے اجزا میں سے ہے یعنے جس صورت میں کہ آیت نماز کے اندر پڑھی جاوے تو یہ سجدہ
جزو نماز ہو جاتا ہے ہم متوالے پر سجدہ کے وجوب کے لیے اسکی عقل قائم رکھی گئی تاکہ اسکو تنبیہ ہو اور سونے والا اگر آیت سجدہ پڑھے اور
بعد جاگنے کے اسکو کوئی خبر کرے تو اسپر لزوم سجدہ میں اختلاف ہے اصح یہ ہے کہ سجدہ لازم ہے اور قول صحیح میں لازم نہیں اگر سوتے اور مدہوش
سے سجدہ کی آیت کوئی شخص سنے تو اسکا حکم عنقریب آویگا فلا تجب علی کافر وصبی ومجنون وحائض ونفساء قرؤا او سمعوا لانہم لیسوا
اہلا لہا پس نہیں واجب ہے سجدہ کافر پر اور نابالغ اور دیوانہ اور حیض ونفاس والی عورت پر خواہ وہ آیت سجدہ کو پڑھیں یا سنیں اسلیے
کہ یہ سب نماز کے اہل نہیں نہ اسوقت پر اور نہ اسکے بعد اور ایک نسخہ میں لہا ہے یعنے ادا اور قضا دونوں کے اہل نہیں وتجب بتلاوتہم
یعنے المذکورین خلا المجنون المطبق فلا تجب بتلاوتہ لعدم اہلیتہ اور واجب ہے سجدۂ تلاوت ان سب مذکورین کے پڑھنے سے سوا اس
مجنون کے جسکو افاقہ نہوتا ہو کہ اسکے پڑھنے سے سننے والوں پر سجدہ واجب نہوگا بسبب اہل نہونے مجنون کے ہم طحطاوی نے کہا کہ شارح
کی تعلیل میں لڑکا بھی داخل ہے یعنے اسکے پڑھنے سے سننے والے پر سجدہ واجب ہوتا ہے حالانکہ وہ خود اہل نہیں ہے اور مطبق بکسر باء موحدہ
سے یہاں وہ مجنون مراد ہے جسکو جنون نماز دن یا زیادہ تک جنون رہے وان قصر جنونہ فکان لہ یادہا ادا اقل تلزمہ تلاوتہ کما فی الصحیح والا فلا

بل تلزم من سمعہ علیٰ ما حررہ ملا خسرو لکن جزم الشرنبلالی باختلاف الروایۃ ونقل الوجوب بالسماع من المجنون عن القنیۃ والبحر الصغری والجوہرۃ
قلت وبہ جزم القہستانی اور اگر کم ہوا جنون مجنون کا یعنے ایک دن اور رات ہوا یا اس سے کمتر تو اُسپر سجدہ لازم ہی خواہ وہ خود پڑھے یا
دوسرے سے سنے اور اگر جنون ایک دن رات سے زیادہ ہوجاوے تو سجدہ خود اُسپر لازم نہین بلکہ اُس شخص پر لازم ہی جو اُس سے آیت
سجدہ کو سنے بموجب اُس بیان کے کہ منقح بیان کیا ہی اُسکو ملا خسرو نے لیکن یقین کیا ہی شرنبلالی نے اختلاف روایت پر دربارۂ مجنون کے
اور نقل کیا ہی وجوب سجدہ کو مجنون سے سنکر قنیہ وبحر صغر سے اور جوہرہ سے مین کہتا ہون اور اسی وجوب پر یقین کیا ہی قہستانی نے انتہی شرنبلالی نے کہا
کہ مجنون سے آیت سجدہ سننے پر سجدہ تلاوت کے واجب ہونے مین دو روایتین ہین اور دونون کی تصحیح ہوئی ہی اور جوہرہ مین کہا کہ اصح یہ ہی کہ سجدہ واجب
نہین کذا فی الشامی لا تجب بسماعہ من الصدی والطیر ومن کل تال حرفا ولا بالہجی اشباہ ولا من المؤتم لو کان السامع فی صلوتہ اسے صلوۃ المؤتم الا
الخارج کما مر نہین واجب ہی سجدہ بسبب سننے سجدہ کی صدا یعنے گونج کی آواز سے جو پہاڑون اور جنگلون وغیرہ مین پلٹ کر ویسے ہی سنائی دیتی ہی اور نہین واجب
ہی پرند سے سننے کے سبب یعنے طوطا یا مینا وغیرہ اگر آیت سجدہ پڑھے تو سننے والے پر اصح قول مین سجدہ واجب نہین اور واجب نہین سننے سے
ایک کلمہ پڑھنے والے کے اور نہ ہجے کے ساتھ پڑھنے والے کے سننے سے کذا فی الاشباہ وطحطاوی لا کہا کہ ایک کلمہ کے سننے سے عدم وجوب کا مسئلہ
متن مین آگے مذکور ہی تو شاید شارح نے یہان مکرر اسلیے ذکر کیا تاکہ تنبیہ ہو اس بات پر کہ اس مسئلہ کا اسی جا ذکر کرنا مناسب تھا اور نہین واجب ہی
بسبب سننے کے مقتدی سے اگر سننے والا مقتدی کی نماز مین ہو یعنے وہی نماز پڑھتا ہو خواہ امام ہو یا دوسرا مقتدی اُسکے ساتھ والا بخلاف خارج
کے نماز مقتدی سے کہ اُسپر واجب ہوگا چنانچہ پیشتر گذرا وہی علی التراخی علی المختار ویکرہ تاخیرہا تنزیہا ویکفیہ ان یسجد عدد ما علیہ بلا تعیین و
یکون مؤدیا وتسقط بالحیض والردۃ ان لم تکن صلوتیۃ علی الفور لصیرورتہا جزءا منہا ویأثم بتاخیرہا ویقضیہا ما دام فی حرمۃ الصلوۃ ولو بعد السلام فتح
اور سجدۂ تلاوت واجب ہوتا ہی تراخی کے طور پر مختار قول کے بموجب یعنے امام محمد کے نزدیک تمام عمر اُسکا وقت ہی اور یہی قول مختار ہی اور امام ابو یوسف
کے نزدیک فوراً واجب ہی یعنے تاخیر سے گناہگار ہوگا بشرطیکہ سجدۂ مذکورہ نماز کے اندر کا نہ ہو کہ وہ اتفاقاً واجب ہی فوراً بسبب ہوجانے اُس سجدہ
کے جزء نماز کا اور گناہگار ہوگا سجدۂ تلاوت نماز کی تاخیر سے اور اُسکو قضا بجالاے جب تک کہ نماز کی حرمت مین باقی رہے اگرچہ بعد سلام کے ہو
یعنے جب تک کوئی فعل مخالف نماز کے نہ کیا ہو کذا فی الفتح شارح نے کہا اور مکروہ تنزیہی ہی تاخیر کرنا سجدۂ تلاوت کا جو نماز کے اندر نہو اور کافی ہی
قرآن پڑھنے والے کو کہ جسقدر سجدے اُسپر ہون اُسقدر سجدے بلا تعیین کرے اور ہو دیگا ادا کرنیوالا یعنے تاخیر سے کراہت تنزیہی ہوگی یہ نہوگا کہ قضا
ہوجائین اور ساقط ہوجاتا ہی سجدۂ تلاوت حیض سے اور مرتد ہونے سے یعنے اگر عورت نے سجدہ کی آیت پڑھی اور سجدہ نہ کیا یہانتک کہ حائضہ ہوئی
تو اُسپر سے سجدہ ساقط ہوجائیگا اور اسی طرح مرتد ہونے سے کذا فی التجنیس ثم ہذہ النسبۃ ہی الصواب وقولہم صلوتیۃ خطاء قالہ المصنف لکن فی العنایۃ
انہ خطاء مستعمل وہو عند الفقہاء خیر من صواب نادر یہ نسبت یعنے مصنف کا صلوۃ کہنا درست ہی اور اُسکی جگہ فقہا کا قول صلوتیۃ کہنا غلط ہی کہا ہی اُسکو
مصنف نے مگر عنایہ مین ہی کہ صلوتیۃ کہنا غلط ہی لیکن مروج ہی اور یہ غلط مروج فقہا کے نزدیک بہتر ہی صحیح کم رائج سے کیونکہ اُنکی غرض صرف
احکام کا بتلانا ہی اُن الفاظ مین جو عوام مین مشہور ہون اور وجہ غلطی کی یہ ہی کہ قاعدہ نسبت کا یون ہی کہ تاء تانیث کو حذف کردیتے ہین پھر اگر
الف آخر مین ہو تو اُسکو واو سے بدل کرتے ہین تو اس لحاظ سے صلوتیۃ کہنا بموجب قاعدہ کے درست ہوا بخلاف صلوتیۃ کے کہ اُسمین نہ ت
کو حذف کیا ہی نہ الف کو بدلا کذا فی الطحطاوی مختصرا ومن سمعہا من امام ولو باقتدائہ بہ فائتم بہ قبل ان یسجد الامام لہا سجد معہ فلو ائتم بعدہ
لا یسجد اصلا کذا اطلق فی الکنز تبعا للاصل وان لم یقتد بہ اصلا سجدہا وکذا لو اقتدی بہ فی رکعۃ اخری علی ما اختارہ البزدوی وغیرہ وہو ظاہر الہدایۃ

اور جو شخص نے آیت سجدہ کو امام سے اگرچہ وہ امام اسی مقتدی کی اقتدا سے ہوگیا ہو یعنے اول اکیلا پڑھتا تھا پھر اس شخص نے اسکے پیچھے اقتدا کیا اور اس وجہ سے امام ہوگیا پھر اقتدا کرے امام کے پیچھے پہلے اس سے کہ امام سجدہ تلاوت کرے تو وہ شخص امام کے ساتھ سجدہ کرے اور اگر اسکا اقتدا بعد سجدہ کرنے کے اسی رکعت میں کرے تو سجدہ نہ کرے نہ اندر نماز کے نہ بعد نماز کے ایسا ہی مطلق بیان کیا ہے کنز میں اصل کی تبعیت سے یعنی اقتدا کرنے سے وہ سجدہ نماز کا ہوگیا تو خارج نماز ادا نہیں ہوسکتا اور نماز کے اندر امام کی مخالفت نہیں ہوسکتی اور اگر اقتدا امام کے پیچھے کیا نہ اس رکعت میں نہ دوسری میں تو سجدہ تلاوت کرلے اور اسی طرح اگر اقتدا کرے دوسری رکعت میں تو سجدہ کرے مگر بعد نماز سے فارغ ہونے کے بموجب اس قول کے کہ اختیار کیا ہے اسکو بزدوی وغیرہ نے اور یہی ہے ظاہر ہدایہ کا حاصل یہ کہ جب آیت سجدہ امام سے سنے تو اگر اسکا اقتدا نہ کرے خارج رہے تو سجدہ تلاوت کرے اور اگر اقتدا کرے اسی رکعت میں جس میں امام نے آیت سجدہ پڑھی تو اگر سجدہ امام سے پیشتر اقتدا کیا تو اسکے ساتھ سجدہ کرلے ورنہ اس سے ساقط ہوگا اور اگر دوسری رکعت میں اقتدا کرے تو بعد نماز سے فارغ ہونے کے سجدہ کرے کذا فی الشامی ملتقطاً ولو تلاہا فی الصلوٰۃ سجدہا فیہا لا خارجہا لما مر اور اگر پڑھے آیت سجدہ کو نماز کے اندر تو سجدہ تلاوت نماز کے اندر کرے نہ خارج نماز سے بسبب اس وجہ کے کہ پیشتر بیان ہوئی یعنے نماز کے اندر کا سجدہ تلاوت نماز کا سجدہ ہوجاتا ہے وفی البدائع واذا لم یسجد لم یقض فقد صار آثما اور بدائع میں ہے کہ اگر نماز کے اندر سجدہ تلاوت نہ کریگا تو گنہگار ہوگا پس لازم ہوگی اسکو توبہ اسلئے کہ ترک واجب کیا جسکی قضا ممکن نہیں تو گناہ ثابت ہوگیا اور اسکی خلاصی کی صورت بجز توبہ کے اور کچھ نہیں کذا فی الطحطاوی الا اذا فسدت الصلوٰۃ لغیر الحیض فلو بہ تسقط عنہا السجدۃ ذکرہ فی الخلاصۃ فیسجدہا خارجہا لانہا لما فسدت لم یبق الا مجرد تلاوۃ فلم تکن صلاتیۃ مگر جبکہ فاسد ہوجاوے نماز سوائے حیض سے تو سجدہ تلاوت کرے خارج نماز سے اسلئے کہ جب نماز فاسد ہوگئی تو صرف تلاوت ہی رہگئی اسلئے سجدہ مذکورہ نماز کے اندر کا نہ رہا اسیلئے خارج نماز سجدہ کرنیکا حکم ہوا اور سوا حیض اسلئے کہا کہ اگر حیض سے نماز فاسد ہوگی تو عورت پر سے سجدہ تلاوت ساقط ہوجائیگا ذکر کیا ہے اسکو خلاصہ میں ولو بعد ما سجدہا لم یعدہا ذکرہ فی القنیۃ ویخالفہ ما فی الخانیۃ تلاہا فی نفل فافسدہ قضاہ دون السجدۃ الا ان یحمل علی ما اذا کان بعد سجودہا اور اگر فاسد ہوئی نماز بعد سجدہ کرنے کے تو اعادہ سجدہ کا نہ کرے ذکر کیا ہے اسکو قنیہ میں اور اسکے مخالف ہے وہ جو خانیہ میں ہے کہ آیت سجدہ پڑھی نماز نفل میں پھر نفل کو فاسد کردیا تو نفل کی قضا کرے نہ سجدہ کی یعنے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ فساد نماز کی صورت میں سجدہ خارج نماز نہ کرے اور قنیہ کی عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ کرے مگر یہ کہ محمول کیا جاوے مسئلہ خانیہ کا اس صورت پر کہ فساد نفل کا بعد سجدہ تلاوت ہو تو اس صورت میں ظاہر ہے کہ سجدہ کا اعادہ نہوگا چنانچہ شارح نے قنیہ سے نقل کیا ہے ولو ادی برکوع وسجود غیر رکوع الصلوٰۃ وسجودہا فی الصلوٰۃ وکذا فی خارجہا ینوب عنہا الرکوع فی ظاہر المروی بزازیۃ لہا ای للتلاوۃ اور ادا ہوجاتا ہے سجدہ تلاوت رکوع کرنے سے یا سجدہ کرنے سے واسطے تلاوت کے سوائے رکوع نماز کے اور اسکے سجدہ کے نماز کے اندر اور اسی طرح خارج نماز میں قائم مقام سجدہ کا ہوجاتا ہے رکوع ظاہر قول روایت کیے گئے میں کذا فی البزازیہ ہم صورت مسئلہ کی یہ ہے کہ ایک شخص نے نماز کے اندر آیت سجدہ پڑھی اور اسکے لیے رکوع کیا سوائے نماز کے رکوع کے یا سجدہ کیا سوائے نماز کے سجدہ کے تو سجدہ تلاوت ادا ہوجائیگا اسی طرح خارج نماز میں رکوع یا سجدہ سے ادا ہوگا مگر رکوع میں یہ شرط ہے کہ فوراً ہو بلا تاخیر اور اگر تاخیر کریگا تو پھر سجدہ تلاوت کے واسطے سجدہ خاص چاہیے خواہ نماز کے اندر ہو یا نہو کذا فی الشامی وتؤدی برکوع صلوٰۃ اذا کان الرکوع علی الفور من قراءۃ آیۃ او آیتین وکذا الثلث علی الظاہر کما فی البحر ان نواہ ای کون الرکوع لسجود التلاوۃ علی الراجح اور ادا ہوجاتا ہے سجدہ تلاوت نماز کے رکوع سے جبکہ رکوع ہووے ایک آیت کے پڑھنے سے بیشتر یا دو آیتوں سے اور اسی طرح تین آیتوں سے ظاہر قول کے بموجب

چنانچہ بحر الرائق میں ہے اگر نیت کرے سجدہ کی یعنی نیت کرے رکوع کے ہونیکی سجدہ تلاوت کے لیے قول راجح پر ہم یہی اگر آیت نماز میں پڑھی اور اسکے
بعد تین آیتوں سے زائد نہیں پڑھا اور رکوع کیا اور نیت کی کہ یہ رکوع سجدہ تلاوت کے لیے کرتا ہوں تو سجدہ ادا ہو جائیگا طحطاوی نے کہا کہ
اس رکوع میں نیت نماز کے رکوع کی بھی کرے ورنہ صرف تلاوت کا رکوع ہوگا نہ نماز کا وکذا لک ای علی الفور وان لم ینوہ بالاجماع
ادا ہو جاتا ہے سجدہ تلاوت نماز کے سجدہ سے اسی طرح یعنی فوراً سجدہ کرنے سے اگرچہ نیت نہ کی ہو کہ یہ سجدہ تلاوت کا ہے بالاتفاق ہم آیت سجدہ کے
بعد فوراً سجدہ نماز کرنیکی صورت محشیوں نے نہیں لکھی غالباً اس سے مراد یہ ہے کہ رکوع مختصر کے بعد سجدہ کیا ورنہ ظاہر ہے کہ رکوع مع قومہ کے تین آیتوں
کی مقدار سے کم نہیں پھر فوراً کیسے ہو سکتا ہے ولو تلاہا فی رکعۃ ولم یسجد بالمؤتم لم یجزہ ویسجدہا اذا سلم الامام ویعید القعدۃ ولو ترکہا فسدت صلوتہ کذا فی القنیۃ و
ینبغی حملہ علی الجہریۃ اور اگر نیت کی سجدہ تلاوت کی امام نے اپنے رکوع میں اور نیت کی اسکے مقتدی نے تو مقتدی کو امام کی نیت کافی نہوگی اور سجدہ
کرے مقتدی جبکہ امام سلام پھیرے اور اعادہ کرے قعدہ کو اور اگر قعدہ کو چھوڑ دیگا تو اسکی نماز فاسد ہوگی اسلیے کہ سجدہ تلاوت سے قعدہ اخیرہ باطل ہو جاتا ہے
اگر اعادہ نہ کریگا تو فرض نماز کا رہ جائیگا کذا فی القنیہ اور محمول کرنا چاہیے اس صورت کو نماز جہری پر اسلیے کہ نماز سری میں مقتدی کو کیسے معلوم ہوگا کہ امام
نے آیت سجدہ پڑھی ثم لو رکع وسجد لہا فوراً ناب بلا نیۃ ہاں اگر رکوع کیا اور سجدہ کیا واسطے نماز کے فوراً تو یہ سجدہ کرنا مقتدی کا قائم مقام سجدہ
تلاوت کے ہو جائیگا بدون نیت کے بسبب متابعت امام کے ہم پیچھے امام نے رکوع میں نیت سجدہ تلاوت کی نہ کی بلکہ سجدہ میں کی یا بالکل کی ہی
نہ کی تو اس صورت میں مقتدی پر کچھ نہیں خواہ مقتدی نیت کرے یا نہ کرے کذا فی الطحطاوی ولو سجد لہا فظن القوم انہ رکع فمن رکع رفضہ وسجد
لہا ومن رکع وسجد سجدۃ اجزأتہ عنہا ومن رکع وسجد سجدتین فسدت صلوتہ لانفرادہ برکعۃ تامۃ اور اگر سجدہ تلاوت کیا امام نے اور مقتدیوں نے
خیال کیا کہ امام نے رکوع کیا تو جو شخص رکوع میں ہو وہ رکوع کو ترک کرکے سجدہ تلاوت کرے اور جسنے رکوع کیا اور ایک سجدہ کیا تو اسکو یہ
سجدہ تلاوت کے سجدہ سے کافی ہوگا اور جسنے رکوع کیا اور دو سجدے کیے تو اسکی نماز فاسد ہوگئی اسلیے کہ اسنے ایک رکعت پوری تنہا
پڑھ لی اور زیادتی ایک رکعت کی مفسد نماز ہے ولو سمع المصلی السجدۃ من غیرہ لم یسجد فیہا لانہا غیر صلوتیہ بل یسجد بعدہا لسماعہا من غیر محجور لہ
اگر نماز پڑھنے والے نے آیت سجدہ کو اپنے غیر سے سنا تو نماز کے اندر سجدہ نہ کرے اسلیے کہ وہ تلاوت نماز کے اندر نہیں بلکہ سجدہ کرے بعد نماز کے بسبب
سننے آیت سجدہ کے اس شخص سے جسپر روک نہیں یعنی اگر دوسرے واسطے سنا مثلاً مقتدی سے تو اسکے سننے سے نہ بعد نماز کے سجدہ کرتا نہ نماز کے اندر چنانچہ
پہلے گزرا ولو سجد فیہا لم یجزہ لانہا ناقصۃ للنہی فلا یتادی بہا الکامل واعادہ ای السجود لما مر لا اذا تلاہا المصلی غیر المؤتم ولو بعد سماعہا سراج اور اگر نماز
پڑھنے والے نے غیر سے سنکر نماز کے اندر سجدہ کیا تو یہ سجدہ اسکو کافی نہوگا اسلیے کہ یہ سجدہ اسکا ناقص ہے بسبب نہی کے تو اس ناقص سے کامل ادا نہوگا یعنی
سننے کی حالت میں جس رکن کو ادا کرتا ہے اسکو پورا کرنا اور اسکے بعد دوسرا رکن ادا کرنا اسکو لازم ہے اور اس بات کا مقتضی ہے کہ جو چیز اسپر اس نماز سے
خارج سبب سے واجب ہوئی ہے اسکے ادا کرنے میں مشغول نہو تو نہی ضمناً پائی گئی پس اگر سجدہ جسکا سبب اس نماز سے خارج ہے نماز کے اندر ادا کریگا تو ناقص
ہوگا بسبب نہی ضمنی کے کذا فی الشامی اور اس سجدہ کا اعادہ کرے بسبب اسوجہ کے کہ گذری یعنی بسبب اسکے ناقص ہونے کے مگر جبکہ پڑھا ہو اسکو
نمازی نے سوائے مقتدی کے اگرچہ بعد اسکے سننے کے ہو تو وہ اعادہ سجدہ مذکور کا نہ کرے کذا فی السراج ہم صورت اسکی یہ ہے کہ ایک شخص نماز پڑھتا ہے
اسنے آیت سجدہ پڑھی خواہ پیشتر دوسرے سے سننے کے یا بعد سننے کے پھر اسکے لیے سجدہ نماز کے اندر کیا تو اس صورت میں اس سجدہ کا اعادہ نہ کرے
اور غیر مقتدی کی قید اسلیے لگائی کہ مقتدی کا آیت سجدہ کو پڑھنا معتبر نہیں تو وہ بعد نماز کے سجدہ کرے سنی ہوئی آیت کے لیے کذا فی الشامی ولو سمعہا
اسے الصلوۃ لان زیادۃ ما دون الرکعۃ لا یفسد الا اذا تابع المصلی التالی فتفسد لمتابعتہ غیر الامام ولا یجزیہ عما سمع تجنیس وغیرہ نہ اعادہ کرے نماز کا اسلیے کہ زیادہ ہونا

کم

ایک بار رکعت سے کم کیا مفسد نماز نہین تو صرف ایک سجدہ کی زیادتی مفسد نہوگی ہان اگر پیروی کرے نماز پڑھنے والا تلاوت کرنیوالے کی یعنی جب تلاوت
کرنیوالے نے سجدہ کیا اُسی وقت نمازی نے اُسکے ساتھ کیا تو نماز فاسد ہوجائیگی بسبب متابعت کرنے نمازی کے اُس شخص کی جو اُسکا امام نہین اور
یہ سجدہ نمازی کا اُسکو سُنے ہوئے سجدہ کی طرف سے کافی نہوگا کذا فی التجنیس وغیرہ وان تلاہا فی غیر الصلوۃ فسجد ثم دخل فی الصلوۃ فتلاہا فیہا
سجد اخری ولو لم یسجد اولاً کفتہ واحدۃ لان الصلوتیۃ اقوی من غیرہا فتستتبع غیرہا وان تخللت المجلس اور اگر آیت سجدہ کو نماز سے خارج پڑھکر سجدہ
کرلیا پھر نماز مین داخل ہوا اور اُسی آیت کو نماز مین پڑھا تو دوسرا سجدہ کرے اور اگر اول سجدہ نہ کیا ہو تو یہ نماز کے اندر کا ایک سجدہ اسکو کافی ہی
اسلیے کہ نماز کے اندر کا سجدہ قوی تر ہی تو اسنے غیر کو اپنا تابع کرلیگا اگرچہ مجلس بدلا ہو کہا ہم نے اور یہی ہے کہا کہ شارح اس مسئلہ مین صاحب نہر الفائق کا تابع
ہوا اور بحر الرائق مین مجلس کا ایک ہونا شرط کیا ہی ایک سجدہ کافی ہونے کے لیے تو اگر آیت سجدہ دوسری جگہ مین پڑھی اور نماز مین پھر اُس آیت کو دہرایا
تو اب نماز کے اندر سجدہ تلاوت کرلے پہلے کا سجدہ ساقط نہوگا اسکے لیے دوسرا سجدہ بعد نماز کے کرنا چاہیے ولو لم یسجد فی الصلوۃ سقطتا فی الاصح
واثم کما مر اور اگر سجدہ نہ کیا نماز کے اندر تو دونون سجدے ساقط ہونگے اصح قول مین اور گنہگار ہوگا جیسا کہ گذرا اسی باب مین اور ایک قول یہ ہی
کہ سجدہ خارج نماز کا ساقط نہوگا مگر صحیح یہی ہی کہ دونون ساقط ہین اسلیے کہ خارجی سجدہ تابع ہی داخلی کا کذا فی الایضاح ولو کررہا
و فی مجلس واحد لا المتکرر بل کفتہ واحدۃ وفعلہا بعد الاولی اولی قنیہ وفی البحر التاخیر احوط اور اگر کسی نے پڑھا آیت سجدہ کو دو بار ایک مجلس مین تو ایک سجدہ کر
ہوجائیگا اور ایک مجلس مین مکرر نہوگا بلکہ ایک سجدہ کافی ہی اور کرنا سجدہ کا بعد اول آیت کے بہتر ہی جیسا کہ قنیہ مین ہی اور
بحر الرائق مین ہی کہ تاخیر مین زیادہ احتیاط ہی ہم قاعدہ یہ ہی کہ وجوب سجدہ کا تین باتون مین سے ایک کے باعث مکرر ہوجاتا ہی اول اختلاف تلاوت کا
دوم اختلاف سننے کا سوم اختلاف مجلس کا پہلے دو سے غرض یہ ہے کہ آیتون کا ہر ایک یعنی اگر ایک ہی مجلس مین مختلف آیتین سجدہ کی پڑھیگا یا سنیگا تو
تعداد آیات کے برابر سجدے واجب ہونگے اور اختلاف مجلس دو قسم ہی ایک حقیقی کہ ایک مجلس سے دوسرے مین دو قدم سے زیادہ چلکر جاوے
یہ شرط ہی کہ دونون مکانون کو ایک حکم نہو مثلاً چھوٹی مسجد یا گھر کی مختلف جگہ نہون کہ انکا حکم ایک ہی مکان کا ہی پس اگر ایک ہی آیت سجدہ کو مسجد
یا گھر کے کئی کونون مین پڑھیگا تو سجدہ ایک ہی واجب ہوگا اور ایک قسم اختلاف مجلس کی حکمی ہی وہ یہ ہی کہ دونون دفعہ کے پڑھنے کے درمیان مین
عمل کثیر کیا ہو مثلاً خرید و فروخت یا عقد نکاح یا کھانا کھانا یا تین قدم چلنا وغیرہ کیا ہو تو اس صورت مین بھی سجدہ مکرر ہوجائیگا اور اگر عمل قلیل
کیا ہو مثلاً آیت سجدہ پڑھکر ایک گھونٹ پانی پیا یا ایک لقمہ کھالیا یا ایک دو قدم چلا پھر اُس آیت کو پڑھا تو سجدہ تلاوت ایک ہی کافی ہوگا اور
مستحب نہین دوسرا سجدہ کرنا اُس جگہ جہان ایک کافی ہو کذا فی الشامی والاصل ان مبناہا علی التداخل دفعاً للحرج بشرط اتحاد الآیۃ والمجلس
اور اصل یہ ہی کہ بنا سجدہ کی تداخل پر ہی یعنی ایک سجدہ دوسرے کا تابع ہوجاتا ہی واسطے دور کرنے حرج کے یعنی ہر تلاوت پر سجدہ واجب کرنے مین
سکھانے والون اور سیکھنے والون پر دقت ہوگی بنا تداخل پر اس شرط سے ہی کہ آیت اور مجلس متحد ہو یعنی ایک ہی آیت کو ایک ہی مجلس مین مکرر
پڑھنے سے ایک سجدہ سب کے لیے کافی ہوگا اسیطرح اگر ایک آیت کو خود پڑھا اور اُسی کو اُسی مجلس مین دوسرے سے سنا تب بھی ایک ہی سجدہ
واجب ہوگا وہو تداخل فی السبب بان یجعل الکل کتلاوۃ واحدۃ فتکون الواحدۃ سبباً والباقی تبعاً لہا وہو الیق بالعبادۃ لان ترکہا مع وجود سببہا
شنیع اور وہ یعنی مکرر سجدہ کا نہ کرنا تداخل ہی سبب مین اسطرح کہ کیا جاوے سب دفعہ کا پڑھنا مثل ایک تلاوت کے پس ایکبار کی تلاوت سبب
سجدہ کا ہوگی اور باقی تلاوتین اسکے تابع ہونگی اور سبب مین تداخل کہنا لائق تر ہی عبادت کے لیے اسلیے کہ چھوڑنا عبادت کا باوجود پائے جانے
سبب کے برا ہی ہم حاصل یہ کہ عبادت کے معاملہ مین ہم تداخل حکم مین نہین کرسکتے کیونکہ اُسکے کہنے سے یہ خرابی لازم آتی ہی کہ سبب عبادت موجود ہو

اور عبادت متروک ہو جاتی اور عبادت کی کثرت مطلوب ہے اسلئے بہت سے سجدون کو ایک کر لیا تاکہ یہ خرابی نہو کذا فی الشامی طحطاوی سے کہا کہ ضمیر بعد کی راجع ہے عدم
تکرار کی طرف جو مصنف کے قول لا تتکرر سے سمجھا جاتا ہے لا تداخل فی الحکم بان یجعل کل تلاوۃ سببا لسجدۃ فقد اخلت السجدات فاکتفی بواحدۃ لانہ الیق بالعقوبۃ
لانہا للزجر وہو ینزجر بواحدۃ فیحصل المقصود والکریم یعفو مع قیام سبب العقوبۃ یعنی تداخل حکم مین اسطرح کہ کیا واسطے ہر تلاوت سبب ایک جدا
سجدہ کا پھر جب ایک دوسرے مین آجائین اور اکتفا کیا ایک سجدہ پر اسلیئے کہ حکم مین تداخل ہونا زیادہ لائق ہے سزا کے لیے کیونکہ سزا زجر
کے لیے ہوتی ہے اور آدمی ایک سزا سے زجر پا جاتا ہے اور مقصود حاصل ہو جاتا ہے اور کریم متعال عفو کریگا باوجود قائم ہونے سبب سزا کے ہم لیے
سزاؤن کا معاملہ عبادت سے جدا ہے انکی بنا دفع اور عفو پر ہے تو انکے ترک سے باوجود سبب کے کچھ خرابی نہین اور دنیا مین زجر کا مقصود ایک
سزا سے حاصل ہے اور آخرت مین کریم متعال سے توقع ہے کہ معاف کردے اسلئے انہین تداخل حکم مین مناسب معلوم ہوا مثلا ایک شخص نے شراب پی دو بار
تو ہر چند سبب دو ہین مگر سزا ایک ہی دیجاویگی اور دوسری بار کی سزا اسی مین داخل ہو جائیگی وافاد الفرق بقولہ فتنوب الواحدۃ فی تداخل السبب
عما قبلہا وعما بعدہا ولا تنوب فی تداخل الحکم الا عما قبلہا حتی لو زنی فحد ثم زنی فی المجلس حد ثانیا اور مصنف نے بتا دیا فرق درمیان
تداخل سبب اور تداخل حکم کے اپنے اس قول سے کہ قائم مقام ہوگا ایک سجدۂ تلاوت سبب کے تداخل مین اپنے پیشتر کے اور بعد کے سجدون
کے یعنے اگر کسی شخص نے ایک مجلس مین ایک آیت سجدہ کی مثلا پانچ بار پڑھی اسطرح کہ تین بار پڑھ کر سجدہ تلاوت کر لیا پھر دو بار پڑھی تو ایک ہی سجدہ
جو کیا ہے سبکی طرف سے کافی ہو گیا کیونکہ جب اول تلاوت کو ہمنے سبب قرار دیا تو چار دن اسکے بعد کی اسکی تابع ٹھہرین تو جہان سجدہ کریگا وہ سبب کے لیے
ہوگا اور نہین قائم مقام ہوگا سجدۂ تداخل حکم کی صورت مین مگر اپنے پیشتر کے سجدون سے مثلا پہلی صورت مین اگر پانچون تلاوتون کو جدا جدا سبب قرار دو
اور حکم کو متداخل کہو تو تین بار کی تلاوت کے بعد جو سجدہ کیا وہ ان تینون کا ہو گیا اب جو دو بار پیچھے سجدہ کے آیت کو پڑھا تو سبب جدید پیدا ہوا اسکے لیے
دوسرا سجدہ چاہیے جیسا سزاؤن مین ہوتا ہے کہ اگر زنا کیا پھر حد مارا گیا پھر اسی مجلس مین زنا کیا تو دوبارہ حد مارا جائیگا کیونکہ دوسری حد کا سبب پایا گیا
اور ظاہر ہوا کہ پہلی حد سے زجر حاصل نہین ہوا کذا فی الشامی واسدار الثوب ذاہبا وآئبا وانتقالہ من غصن شجرۃ الی آخر وسبح فی نہر او حوض
تبدیل للمجلس او الآیۃ فتجب سجدۃ اخری بخلاف زوایا مسجد وبیت وسفینۃ سائرۃ وفعل قلیل کاکل لقمتین وقیام ورد سلام وکذا
دابۃ یصلی علیہا لان الصلوۃ تجمع الاماکن ولم تقل تتکرر اور تانا تننا کپڑے کا جاتے اور آتے اور چلا جانا پڑھنے والے کا درخت کی ایک شاخ سے
دوسری پر اور تیرنا اسکا نہر مین یا حوض مین بدلنا ہے مجلس کا یا آیت کا پس واجب ہوگا ایک اور سجدہ یا کئی سجدے یعنے مثلا تانا تننے مین ایک
آیت جاتے مین پڑھے اور وہی لوٹنے کے وقت تو ایسا ہوگا کہ گویا دو مجلسون مین پڑھی اور آیت کا بدلنا ہوگا سننے والے کے حق مین یعنے
مثلا سننے والے نے اسی آیت کو ایک شاخ پر سنا اور اسی کو دوسری پر تو ایسا ہوگا کہ گویا دو آیتون کو سنا بخلاف کونون مسجد اور گھر اور
کشتی چلنے والے اور فعل قلیل کے جیسے دو لقمون کا کھانا بیچ مین دو بار کی تلاوت کے اور کھڑا ہو جانا اور سلام کا جواب دینا کہ اس سے
مجلس نہین بدلتی اور اسی طرح سواری کے چلتے جانور پر اگر نماز پڑھتا ہو تو مجلس دو نہونگی کیونکہ نماز ان مجالس کو ایک کر دیتی ہے اسلیئے کہ اختلاف
مکان کی صورت مین نماز فاسد ہو جاتی ہے تو ضرورت کی وجہ سے سب مکان ایک کیے جاتے ہین اور اگر سواری پر نماز نہ پڑھتا ہو تو سجدہ مکرر
ہو جائیگا کیونکہ سواری کا چلنا منسوب سوار کی طرف ہے تو ایسا ہوگا گویا خود چلتا ہے اور پڑھتا ہے کذا فی الشامی کما یتکرر لو تبدل مجلس سامع دون
تال حتی لو کررہا راکب یصلی وغلام یمشی تتکرر علی الغلام لا الراکب جیسے مکرر ہوتا ہے سجدہ سننے والے پر اگر بدل جاے مجلس سننے والے کی
یہانتک کہ اگر مکرر پڑھا آیت سجدہ کو سواری پر نماز پڑھتے ہوے اور اسکا غلام پیادہ چلتا ہے تو سجدہ مکرر ہوگا غلام پر نہ سوار پر

لا تکرر فیہ علی الاصح وبعد تبدل مجلس التالی دون السامع علی المفتی بہ وفی الیتیمہ ترجیح سببیۃ السماع نہین مکرر ہوتا ہی سجدہ سننے والے پر اُسکے مجلس مین یعنی تلاوت کرنیوالے کی مجلس کے بدلنے اور سننے والے کی مجلس کے نہ بدلنے مین قول مفتی بہ پر مثلاً تلاوت کنندہ پڑھتا جاتا ہی اور سننے والا ایک جگہ بیٹھا ہی تو سننے والے پر بشرط اتحاد آیت کے سجدہ مکرر ہوگا اور یتیمہ مین مکرر ہونا سجدہ کا سامع پر اُسکی مجلس کے بدلنے سے پہلی صورت مین اور مکرر نہونا اُسکی مجلس کے متحد رہنے سے دوسری صورت مین اس بات کا مفید ہی کہ سننے کے سبب ہونے کو ترجیح ہی یعنی اگر تلاوت سبب سجدہ کا ہوتی تو اس صورت مین حکم سننے والے پر برعکس ہوتا تو وہ بھی تلاوت کنندہ کیطرح ہوجاتا اور جب ایسا نہین ہوا تو معلوم ہوا کہ سننا بھی سبب ہی نہ شرط جیسا کہ بعض فقہا نے کہا ہی کذا فی الطحطاوی واما الصلوٰۃ علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فکذلک عند المتقدمین وقال المتاخرون تتکرر اذ لا تداخل فی حقوق العباد اور درود پڑھنا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ایسا ہی ہی متقدمین کے نزدیک اور متاخرین نے کہا ہی کہ مکرر ہوتا ہی اسلیے کہ بندون کے حقوق مین تداخل نہین ہی یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نام لینے پر درود کا حال مثل سجدۂ تلاوت کے ہی کہ جیسے اتحاد مجلس کی صورت مین سجدہ مکرر نہین ہوتا ویسا ہی ایک مجلس مین مکرر نام پاک کے ذکر ہونے سے درود مکرر نہین ہوتا اور متاخرین کے نزدیک مکرر ہوتا ہی اور یہ مسئلہ پہلے گذر چکا ہی کذا فی الشامی واما العطاس فالاصح انہ ان زاد علی الثلاث لا یشمتہ خلاصۃ اور چھینک کا حال یہ ہی کہ اگر تین سے زیادہ ہو تو اُسکا جواب نہ دے کذا فی الخلاصہ مقدم اصح کا مقابل یہ ہی کہ صرف ایکبار یرحمک اللہ کہنا اور ایک قول یہ ہی کہ دس بار کہے اور ایک یہ کہ جتنی بار چھینکے اسیقدر یرحمک اللہ کہے بشرطیکہ چھینکنے والا الحمد للہ کہے کذا فی الشامی وکرہ ترک آیۃ سجدۃ وقراءۃ باقی السورۃ لان فیہ قطع نظم القرآن وتغییر تالیفہ واتباع النظم والتالیف مامور بہ بدائع ومفادہ ان الکراہۃ تحریمیۃ اور مکروہ ہی چھوڑ دینا آیت سجدہ کا اور پڑھنا باقی صورت کا اسلیے کہ اس طرح پڑھنے مین عبارت قرآن مجید کے انتظام کا قطع کرنا اور اُسکی ترکیب کا بگاڑنا ہی اور اُسکی عبارت و ترکیب کے اتباع کا حکم ہی کذا فی البدائع اور اس سے معلوم ہوا کہ صرف آیت سجدہ کا چھوڑ دینا مکروہ تحریمی ہی ہم اتباع نظم کا ارشاد اس آیت مین مذکور ہی (فَاِذَا قَرَاْنَاهُ فَاتَّبِعْ قُرْآنَهُ) یعنی جب ہم اُسکو پڑھین تو پیروی کر اُسکے تالیف کی کذا فی البحر لا یکرہ عکسہ ولکن ندب ضم آیۃ او آیتین الیہا قبلہا او بعدہا لدفع وہم التفضیل اذ الکل من حیث انہ کلام اللہ فی رتبۃ وان کان لبعضہا فضیلۃ باشتمالہ علی صفات اللہ تعالی نہین مکروہ ہی اُسکا عکس یعنی صرف آیت سجدہ کو پڑھنا اور باقی سورۃ کو نہ پڑھنا لیکن مستحب ہی ملانا ایک آیت یا دو آیتون کا اسکے ساتھ خواہ پیشتر ملاوے یا بعد کو واسطے دور کرنے وہم تفضیل کے یعنی تاکہ یہ وہم نہ ہو کہ اس آیت کو فضیلت ہی اور دون پر کیونکہ کل آیتین اس لحاظ سے کہ اللہ تعالیٰ کا کلام ہی ایک درجہ مین ہین اگرچہ بعض آیتون کو فضیلت ہی بسبب اُنکے شامل ہونے کے اللہ تعالیٰ کی صفات پر واستحسن اخفاءہا من سامع غیر متہی للسجود اور مناسب ہی نہ سنانا آیت سجدہ کا اُس سننے والے کو جو سجدہ کے لیے آمادہ نہو یعنی اگر سننے والا بے وضو ہو یا اُسپر سجدہ کرنا شاق ہو تو قاری آیت سجدہ کو آہستہ پڑھے ایسا ہی اُس صورت مین کہ سننے والے کا حال معلوم نہو کذا فی الطحطاوی واختلف التصحیح فی وجوبہا علی المتشاغل بعمل ولم یسمعہا والراجح الوجوب زجراً لہ عن تشاغلہ عن کلام اللہ تعالی فنزل سامعاً لانہ بعرضۃ ان یسمع اور مختلف ہوئی ہی تصحیح سجدہ کے واجب ہونے مین اُس شخص پر کہ کام مین مشغول ہی اور آیت کو نہ سنے اور راجح ہی سجدہ کا واجب ہونا اُسکے زجر کے لیے کلام خدا کو چھوڑکر کام مین مشغول رہنے کے باعث تو قائم مقام سننے والے کے ٹھیرایا گیا کیونکہ وہ سننے کے موقع پر ہی ہم منح الغفار مین ہی کہ اس مسئلہ مین اصح عدم وجوب ہی اسلیے کہ سننا جو شرط ہی وجوب کے ایک قول پر اور سبب ہی دوسرے پر وہ

پایا نہیں گیا کذا فی الطحطاوی ولو سمع آیۃ سجدۃ من قوم من کل واحد منہم حرفا لم یسجد لانہ لم یسمعہا من تال خانیۃ فقد افاد ان اتحاد التالی شرط اور اگر سنا آیت سجدہ کو ایک قوم سے یعنے اُنمین سے ہر ایک شخص سے ایک حرف آیت کا سُنا تو سُننے والا سجدہ نکرے اسلیے کہ اُسنے ایک پڑھنے والے سے اُسکو نہین سنا کذا فی

الخانیہ تو صاحب خانیہ نے بتلا دیا کہ پڑھنے والے کا ایک ہونا شرط ہی مہمۃ لکل مہمۃ یہ ایک مفید بات ہی ہر مہم اور امر ضروری کے لیے فی الکافی قیل من قرأ آی

السجدۃ کلہا فی مجلس و سجد لکل منہا کفاہ اللہ تعالے ما اہمہ وظاہرہ انہ یقرأہا ولاء ثم یسجد ویحتمل ان یسجد لکل بعد قرأتہا وھو غیر مکروہ کافی مین ہی کہتے ہین کہ جو

شخص سب سجدہ کی آیتون کو ایک مجلس مین پڑھے اور ہر ایک کے لیے اُنمین سے سجدہ کرے تو اللہ تعالے اُسکو اُسکے حادثہ سے بچا دیگا اور ظاہر اس قول

کا یہ ہی کہ چودہ آیتون کو پہلے پڑھ لے پھر سجدے کرے اور ہو سکتا ہی کہ سجدہ کرے ہر آیت کے لیے بعد اُسکے پڑھنے کے اور یہ چودہ آیتون کا پڑھنا مکروہ نہین

ہم پہلے گذر چکا ہی کہ آیت سجدہ کے ساتھ ایک دو آیت پہلے یا پیچھے کی ملا لے تو اس سے یہ مفہوم ہوتا ہی کہ صرف آیات سجدہ کا پڑھنا اولی نہو مکروہ تنزیہی

اسلیے شارح نے آگاہ کر دیا کہ مکروہ نہین اور انکا ملا کر پڑھنا ایسا ہوا جیسا چند سورتین ملا کر پڑھ لے متفرق جگہون سے کذا فی الطحطاوی وسجدۃ الشکر

مستحبۃ بہ یفتی لکنہا تکرہ بعد الصلوۃ لان الجہلۃ یعتقدونہا سنۃ او واجبۃ وکل مباح یؤدی الیہ فمکروہ اور سجدہ شکر کا مستحب ہی اسی پر فتوی ہی مگر وہ مکروہ ہی نماز

کے بعد اسلیے کہ جاہل سجدہ کو سنت یا واجب اعتقاد کرنے لگتے ہین اور جو مباح کہ نوبت پہونچاوے اُسکے سنت یا واجب اعتقاد کرنے کی وہ مکروہ ہی ہم سجدہ

شکر کی صورت یہ ہی کہ آدمی کسی نعمت کے بعد اُسکے شکر کے لیے سجدہ کرے تو یہ سجدہ صاحبین کے نزدیک مستحب ہی اور امام صاحب کے نزدیک مکروہ ہی مگر فتوی

صاحبین کے قول پر ہی اور بعضون نے کہا کہ امام صاحب کے نزدیک مشروع نہین اور اشباہ مین ذکر کیا کہ معتمد یہ ہی کہ خلاف اس سجدہ کے مسنون ہونے

مین ہی نہ جائز ہونے مین کذا فی الطحطاوی شامی نے کہا کہ ضمیر لکنہا کی مطلق سجدہ کیطرف ہی نہ سجدہ شکر کیطرف یعنے یہ مسئلہ جدا گانہ ہی کہ نماز کے بعد سجدہ کرنا

مکروہ ہی کیونکہ جاہل اُسکو سنت یا واجب سمجھ لیتے ہین غرضکہ جو سجدہ بدون سبب ہو وہ نہ ثواب ہی نہ مکروہ مگر نماز کے بعد اسلیے مکروہ کہا گیا کہ جاہل اُسکو سنت

یا واجب اعتقاد نہ کرلین طحطاوی نے کہا کہ شارح کو مناسب تھا کہ سجدہ شکر کو بعد تمام ہونے سجدہ تلاوت کے احکام کے بیان کرتا ویکرہ للامام ان یقرأہا فی

مخافتۃ ونحو جمعۃ وعید الا ان یکون بحیث تؤدی بر کوع الصلوۃ و سجودہا اور مکروہ ہی امام کو کہ آیت سجدہ کو آہستہ پڑھے یا جمعہ اور عید جیسے مجمع مین آیت سجدہ کی

پڑھے مگر اسطرح پڑھنا کہ سجدہ ادا ہو جاوے نماز کے رکوع یا سجدہ سے مکروہ نہین ہم امام کو خفیہ پڑھنا اسلیے مکروہ ہی کہ اگر آیت پڑھنے کے بعد سجدہ نکریگا تو

واجب کا تارک ہوگا اور اگر سجدہ کریگا تو مقتدیون کو اشتباہ پڑیگا اور یہی اشتباہ مجمع عظیم مین نہ پڑھنے کا سبب ہی اور اگر سجدہ آخر سورت مین ہو یا آیت سجدہ کے

بعد بقدر تین آیتون کے نہ پڑھے فوراً رکوع کر دے تو اس صورت مین مجمع مین یا خفیہ پڑھنے کا مضائقہ نہین مگر امام کو چاہیے کہ رکوع مین نیت سجدہ تلاوت

کی نہ کرے ورنہ مقتدیون کو بھی کرنی پڑیگی اور جو کوئی نہ کریگا اُسکو سلام کے بعد سجدہ کر کے قعدہ اخیرہ کا اعادہ کرنا پڑیگا کذا فی الحلبی ولو تلا علی المنبر سجد وسجد

السامعون اور اگر آیت سجدہ کو منبر پر پڑھا تو سجدہ کرے اور سننے والے سجدہ کرین ہم خطیب کو اگر منبر پر سجدہ ممکن ہو تو وہین جگہ کرلے ورنہ منبر سے اُتر کر

سجدہ کرے اور سننے والون کی قید اسلیے لگائی کہ جسنے نہ سنا ہو وہ سجدہ نہ کرے حالانکہ نماز مین مقتدی کے لیے سننا شرط نہین کذا فی الخانیۃ

باب صلوۃ المسافر

یہ باب ہی نماز مسافر کے حکم مین من اضافۃ الشیء الی شرطہ او محلہ اضافت صلوۃ کی مسافر کی طرف از قبیل اضافت چیز کے ہی طرف اُسکی شرط کے یا اُسکے

محل کے ہم یعنے مسافر یا شرط ہی نماز مخصوص یعنے قصری نماز کی یا اُسکا محل ہی ابو سعود نے کہا کہ شرط نماز کی سفر ہی نہ مسافر کذا فی الطحطاوی ولا یخفی

ان التلاوۃ عارض ہو عبادۃ والسفر عارض مباح الا لعارض فلذا اخر اور یہ امر مخفی نہین کہ تلاوت ایک پیش آنیوالی چیز ہی جو عبادت ہی مگر کسی

مانع کی جہت سے اور سفر ایک امر عارضی مباح ہی مگر کسی مانع کے سبب سے اسلیے سفر کا حکم پیچھے بیان کیا گیا ہم یعنے اس باب مین اور سجدہ تلاوت

باب صلوۃ المسافر

مناسبت تو یہ ہی کہ دونوں عارضی ہیں اور وجہ تقدیم سجدۂ تلاوت کی یہ ہی کہ تلاوت میں اصل یہ ہی کہ عبادت ہو مگر کبھی جیسے مثلاً نمود اور شہرت کے لیے پڑھنا یا
حالت جنابت میں پڑھنا کہ عبادت نہیں بلکہ معصیت ہی اور سفر اصل میں مباح ہی مگر کسی وجہ سے عبادت بھی ہو سکتا ہی جیسے حج کا سفر یا حرام ہو سکتا ہی جیسے
رہزنی کے لیے سفر کرنا تو جو چیز اصل میں عبادت ہو وہ مقدم ہی اُس چیز سے جو اصل میں مباح ہی اور الا العارض یعنی مقتضای عبادت اور مباح دونوں سے کذا فی الشامی
وسمی به لانه یسفر عن اخلاق الرجال اور سفر اسلیے نام رکھا گیا کہ وہ ظاہر کرتا ہی مردوں کے اخلاق کو ہم یعنی سفر کے لغوی معنی ظاہر کرنے کے ہیں اور چونکہ
سفر اصطلاحی میں آدمی کے اخلاق ظاہر ہو جاتے ہیں اسلیے سفر کہا گیا یا یہ کہ دوسرے زمین کا حال اُس سے ظاہر ہوتا ہی اُس سے معلوم ہوا کہ لفظ مسافر
سافر کے معنی میں ہی مشارکت کے لیے مستعمل نہیں اور ہو سکتا ہی کہ مشارکت بھی ملحوظ ہو کیونکہ سفر اکثر رفاقت ہی کے ساتھ ہوتا ہی اور ایک رفیق کو دوسرے
کی عادتیں ظاہر ہوتی ہیں کذا فی الشامی من خرج من عمارة موضع اقامته من جانب خروجه وان لم یجاوز من الجانب الآخر جو شخص نکلے اپنی اقامت
کی جگہ کے گھروں سے یعنی اپنے نکلنے کی طرف سے آبادی کے باہر ہو جاوے اگرچہ دوسری طرف سے آبادی سے تجاوز نکیا ہو اسطرح کہ کوئی محلہ مثلاً
سیدھ میں پڑتا ہو مقیم جس میں کہ اسکا گھر ہی یعنی وہ دوڑ کے چار کو دن واسطے فرض کو شامی نے کہا کہ عمارت سے غرض گھر ہیں تا کہ مسجد میں ... وہ
بھی شامل رہیں اور آبادی سے باہر ہونے میں مصطفیٰ کا اعتبار ہی جبکہ مسافر نکلے تو اگر کوئی محلہ ایسا ہو کہ پہلے شہر میں ملا ہوا تھا اب جدا ہو گیا
تو جبتک اُس سے باہر نہو جاوے قصر نکرے اور باغ داخل آبادی نہیں اگرچہ اُنمیں بعض اوقات لوگ آکر رہتے ہوں یا گاؤں کی جو پڑیاں ہوں وہ ...
الخانیة ان کان بین الفناء والمصر اقل من غلوة ولیس بینهما مزرعة یشترط مجاوزته والا فلا خانیہ میں ہی کہ اگر فنا اور شہر کے درمیان دو سو گز سے کم فاصلہ ہو
اور دونوں کے درمیان کھیت نہو تو اُسے باہر نکلنا قصر کے لیے شرط ہی ورنہ شرط نہیں ہم فنا اُس میدان کو کہتے ہیں جو شہر کے نفع کے لیے ہو مثلاً گھوڑ دوڑ
پھیرنے اور مردوں کے دفن کرنے اور مٹی ڈالنے وغیرہ کے لیے تو اسطرح کا مکان اگر شہر سے متصل ہو اور بیچ میں کھیت نہو تو قصر کے لیے شرط ہی کہ اُس
بھی تجاوز کر جاوے ورنہ اُس سے تجاوز کرنا شرط نہیں غلوہ بفتح ... ۳۰۰ ہاتھ سے ۴۰۰ ہاتھ تک کے فاصلہ کو کہتے ہیں کذا فی الطحطاوی قاصدا ولو کافرا ومن
طاف الدنیا بلا قصد لم یقصر مسیرة ثلثة ایام ولیالیها من اقصر ایام السنة ولا یشترط سفر کل یوم الی اللیل بل الی الزوال اپنی اقامت کی جگہ سے نکلا قصد
کرنے والا سفر کا اگرچہ حالت کفر میں قصد کیا پھر مسلمان ہو گیا تو اب وہ قصر سے پڑھے اور جو شخص دنیا کے گرد پھرے بدون قصد سفر کے وہ قصر نہ کرے یعنی
اگر مثلاً دو منزل کی نیت کی اور جب دوسری منزل پر پہونچا تو پھر آگے کی نیت کی اسی طرح تمام دنیا میں پھرا تو قصر نہ کرے قصد کرے سفر تین دن کا مع انکی راتوں
کے برس کے سب سے چھوٹے دنوں میں سے اور نہیں شرط ہی سفر تمام دن کا رات تک بلکہ شرط ہی زوال تک ہم شامی نے کہا کہ لیالیہا کا حذف کرنا مناسب ہی
کیونکہ چلنا دن کا مع رات کے معتبر نہیں ہاں اگر او کی جگہ او کرتا تو بہتر ہوتا یعنی نیت سفر تین دن کی ہو یا تین راتوں کی دونوں صورتوں میں قصر کرے
اور سال کے سب سے چھوٹے دنوں سے مراد اُن ملکوں کے دن ہیں جو معتدل ہوں یعنی جہاں دن بہت چھوٹے نہو جاتے ہوں جیسے بلغار میں
چھوٹے سے چھوٹا ایک گھنٹہ کا ہو جاتا ہی تو مصر میں سب سے چھوٹے دنوں میں صبح صادق سے زوال تک پونے سات گھنٹہ ہوتے ہیں تو تین دن کا
سفر سوا بیس گھنٹہ کا ہوا انتہی اور بریلی اور سہارنپور میں صبح صادق سے زوال تک ساڑھے چھ گھنٹہ سے کچھ زائد چھوٹے دنوں میں ہوتے ہیں اور ہر ایک شہر
جیسا عرض بلد ہوگا اسکے موافق بمقدار کم و بیش ہوگی اور زوال تک سفر کی قید اسلیے لگائی کہ مسافر کو کھانا اور آرام اور نماز بھی ضرور ہی تو اگر پورے روز کے چلنے میں یہ
باتیں کریگا تو نصف روز بلا شبہ صرف ہوگا اسلیے زوال تک کا چلنا معتبر ہوا کذا فی الشامی بتصرف ولا اعتبار بالفراسخ علی المذهب اور اعتبار نہیں فرسخوں کا
مذہب کے بموجب ہم فرسخ ۳ میل کا ہوتا ہی اور ایک میل چار ہزار قدم کا تو اس حساب سے فرسخ بارہ ہزار قدم کا ہوا تو جن لوگوں نے مدت سفر کو ۲۱ یا ۱۸ یا ۱۵
فرسنگ کہا ہی اُسکا اعتبار نہیں اسلیے کہ ظاہر الروایت میں اعتبار تین دن کی مسافت کا ہی اور ہدایہ میں اسکو صحیح کہا ہی بالسیر الوسط مع الاستراحات المعتادة

تین دن کا فاصلہ ہو درمیانی چال سے ساتھ آرام وستانے کے یعنی درمیان راہ میں معمولی استراحت کرتا چلے اور درمیانی چال سے مراد پیادہ یا اونٹ کی چال ہے
نہ چھکڑے اور گھوڑے کی کیونکہ چھکڑے کی چال بہت سست ہے اور گھوڑے کی تیز فرسنگ عادت اور معمول کے موافق تین ہی منزلیں مدت سفر کی ہیں کذا فی الشامی
ہدایہ میں کہا کہ منزلوں کا حال لوگوں کو معلوم ہوتا ہے شبہ کی صورت میں انہیں کی طرف رجوع کرنا چاہیے لو اسرع فوصل فی یومین قصر یہانتک کہ اگر جلد
چلا اور دو روز میں پہونچ گیا تو نماز قصر کرے یعنی تین دن کی راہ کو دو روز میں قطع کیا تو قصر کرنا چاہیے ولو لموضع طریقان احدہما مدۃ السفر والآخر اقل قصر
فی الاول لا فی الثانی اور اگر کسی جگہ کے دو راستے ہوں ایک مدت سفر ہو اور دوسرا کم تو نماز قصر کرے اول میں نہ دوسرے میں فیصلی الفرض الرباعی
رکعتین وجوبا لقول ابن عباس رض ان اللہ فرض علی لسان نبیکم صلوۃ المقیم اربعا والمسافر رکعتین ولذا عدل المصنف عن قولہم قصر لان الرکعتین لیستا قصرا
حقیقۃ عندنا بل ہما تمام فرضہ والاکمال لیس رخصۃ فی حقہ بل اساءۃ جو شخص اپنی بستی سے بارادہ تین دن کے سفر کے باہر نکلے وہ چار رکعتوں والے
فرضوں کو دو رکعتیں پڑھے فرض ہونے کی راہ سے بسبب فرمانے حضرت ابن عباس رض کے کہ اللہ تعالی نے فرض کی تمہارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانی
مقیم کی نماز چار رکعتیں اور مسافر کی دو رکعتیں اور اسی لیے مصنف نے عدول کیا فقہا کے قول قصر سے یعنی یہ نہ کہا کہ نماز کو قصر کرے بلکہ یہ کہا کہ دو رکعتیں پڑھے
اسلیے کہ دو رکعتیں واقع میں قصر نہیں ہمارے نزدیک بلکہ دونوں رکعتیں مسافر کا پورا فرض ہے اور پوری نماز پڑھنی مسافر کے حق میں اجازت شرعی نہیں
بلکہ برائی اور مخالفت سنت کی ہے رخصت کے معنی یہ ہیں کہ حکم اصلی کسی وجہ سے بدلکر صورت تخفیف اور آسانی کی پیدا کرے اور یہ بات مسافر کی نماز میں نہیں
کیونکہ اصل میں اسکے لیے دو ہی رکعتیں فرض ہوئی ہیں نہ یہ کہ چار کی دو رہ گئی ہوں بلکہ اول دو ہی رکعتیں سب کے لیے فرض ہوئی تھیں پھر مقیم کے حق
میں چار ہوگئیں جیسا کہ صحیحین میں حضرت عائشہ رض سے مروی ہے کذا فی الشامی بتصرف قلت وفی شروح البخاری ان الصلوات فرضت لیلۃ الاسراء
رکعتین سفرا وحضرا الا المغرب فلما ہاجر علیہ الصلوۃ والسلام واطمأن بالمدینۃ زیدت الا الفجر لطول القراءۃ فیہا والمغرب لانہا وتر النہار فلما استقر فرض الرباعیۃ
خففت فیہا فی السفر عند نزول قولہ تعالی فلیس علیکم جناح ان تقصروا من الصلوۃ وکان قصرہا فی السنۃ الرابعۃ من الہجرۃ وبہذا تجتمع الادلۃ انتہی کلامہم
فاقول میں کہتا ہوں اور بخاری کی شرحوں میں ہے کہ نمازیں شب معراج میں دو رکعتیں سفر اور اقامت کے لیے فرض ہوئیں سوائے مغرب کے پھر جب آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجرت فرمائی اور مدینہ منورہ میں مطمئن ہوئے دو رکعتیں زائد کی گئیں بجز فجر کے نماز کے کہ وہ دو ہی رہیں بسبب بڑی ہونے قراءت کے
نماز فجر میں اور بجز نماز مغرب کے کہ وہ بھی تین ہی رکعتیں رہیں اسلیے کہ وہ وتر ہیں دن کی یعنی دن سے قریب اور اسکے متصل ہیں اسلیے دن کا وتر کہا
پھر جب فرض چار رکعت کے ثابت ہوگئے تو سفر میں انہیں تخفیف کی گئی وقت اترنے اس ارشاد خداوندی کے کہ نہیں ہے تم پر گناہ اس سے کہ قصر کرو تم
نماز کو اور نماز کا قصر سنہ چار ہجری میں ہوا اور اس تقریر شارحین سے مطابق ہو جاتی ہیں دلیلیں تمام ہوا کلام بخاری کے شارحوں کا تو اسکو یاد رکھنا چاہیے
ہم یعنی ہماری دلیل جو قول ابن عباس رض کا ہے کہ مسافر کے لیے دو رکعتیں ہیں یہ بلحاظ اس صورت کے ہے جسپر آخر کو نماز ٹھہری اور امام شافعی جو مسافر
کو پورا پڑھنا جائز بتاتے ہیں وہ اس لحاظ سے کہ بعد ہجرت کے رکعتوں میں زیادتی ہوئی کذا فی الطحطاوی شامی نے کہا کہ یہ دلیل امام شافعی کے مذہب پر
بنی ہے اسلیے کہ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ فرض چار رکعت سفر اور حضر دونوں میں ہوگئے پھر سفر میں تخفیف ہوگئی حالانکہ یہ بات ہمارے مذہب کے خلاف ہے
اور نیز اس حدیث کے خلاف ہے جو حضرت عائشہ رض سے صحیحین میں مروی ہے کہ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ نماز سفر کی ہرگز زیادہ نہیں ہوئی اور آیت ان تقصروا
سے مراد نماز کی صورت کا قصر کرنا اور خوف کے وقت قصر کی طرح ادا کرنا ہے چنانچہ شرح منیہ میں مفصل مذکور ہے انتہی حضرت ابن عباس رض نے فرمایا کہ سب سے
پہلے قصر نماز عصر میں ہوا جبکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوہ انمار میں مقام عسفان پر قصر سے پڑھا کذا فی الطحطاوی ولو کان عاصیا بسفرہ لان
القبح المجاور لا یعدم المشروعیۃ مسافر چار رکعتوں والے فرض کو دو پڑھے اگرچہ اپنے سفر کے سبب سے معصیت کرنیوالا ہو مثلاً سفر اسلیے کرتا ہو کہ رہزنی

کرے تب بھی قصر کرے اسلئے کہ برائی ساتھ ہو جانے والی نہیں ہے عدم کرتی ہے شروع ہونے کو جو مجاور برائی سے یہ غرض کہ جدا ہو سکنے کے قابل ہو مثلاً سفر معصیت میں برائی مجاور ہے اسلئے کہ معصیت بدون سفر کے بھی ممکن ہے تو اس قسم کی برائی قصر کے شروع ہونے کو مسافر کے لیے منع نہیں کرتی ولا یزال علی حکم السفر حتی یدخل موضع مقامہ ان سار مدۃ السفر والا فیتم بمجرد نیۃ العود لعدم استحکام السفر مسافر نماز میں قصر کرتا رہے جب تک کہ داخل ہو اپنی اقامت کی جگہ میں بشرطیکہ مدت سفر کی چل چکا ہو اور اگر مدت سفر نہ گیا ہو تو لوٹنے کی نیت سے پھر کو پھر نے کے پوری نماز پڑھے بسبب نہ مستحکم ہونے سفر کے اس صورت مسئلہ کی یہ ہے کہ ایک شخص بارادہ سفر چار منزل کے اپنے شہر سے نکلا اور دو منزل جاکر پھر نے کی نیت کی تو اس صورت میں اسی وقت سے پوری نماز پڑھے اور اگر تین منزل جاکر پھرے تو اپنے شہر میں آنے تک قصر کرے شامی نے کہا کہ ابتداء قصر کے لیے شہر سے نکلنا شرط ہے لیکن بقاء قصر کے لیے مدت سفر کا پورا ہو جانا ضروری ہے او ینوی ولو فی الصلوٰۃ اذا لم یخرج وقتھا ولم یک لاحقا اقامۃ نصف شھر حقیقۃ او حکما لما فی البزازیۃ وغیرھا لو دخل الحاج الشام وعلم انہ لا یخرج الا مع القافلۃ فی نصف شوال اتم لانہ کناوی الاقامۃ بموضع واحد صالح لھا من مصر او قریۃ او صحراء دارنا وھو من اہل الاخبیۃ یا قصر کیے جا مسافر جب تک کہ نیت اقامت کی کرے پندرہ دن ایک جگہ میں جو لائق اقامت کے ہو جیسے شہر یا گانوں میں یا دارالاسلام کے جنگل میں والا کہ مسافر خیمہ والوں میں سے ہو تو اگر مسافر خیمہ کے باشندوں میں سے نہو اور نیت اقامت کی جنگل میں کرے تو اسکی نیت معتبر نہوگی شامی نے کہا اگر چہ نیت اقامت کی نماز کے اندر کرے بشرطیکہ نماز کا وقت نہ نکلا ہو اور مسافر لاحق نہو پس اس صورت میں فرض بدل کر چار پڑھنے ہونگے اور اگر نماز پڑھنے میں وقت نکل گیا اور اقامت کی نیت کی تو اس نماز کی چار رکعتیں نہ پڑھیگا اسی طرح مسافر اگر مسافر کے پیچھے اقتدا کیا اور لاحق ہو گیا اور نیت اقامت معتبر نہوگی پھر نیت اقامت پندرہ دن کی حقیقت میں ہو یا حکماً دونوں معتبر ہیں حکماً کی مثال بزازیہ وغیرہا میں ہے کہ اگر حاجی شام میں داخل ہوا اور جانا کہ بدون قافلہ کی ہمراہی کے جو پندرھویں شوال کو چلیگا روانہ نہوگا تو وہ پوری نماز پڑھے اسلیے کہ وہ مثل اقامت کی نیت کرنے والے کے ہے اگرچہ حقیقت میں نیت اقامت کی نہیں کی مگر چونکہ عزم روانگی کا قافلہ کے ساتھ کیا اسلیے حکماً اقامت کی نیت ہو گئی کما فی الشامی فیقصر ان نوی الاقامۃ فی اقل منہ ای من نصف شھر او نوی فیہ لکن فی غیر صالح او کنحو جزیرۃ او نوی فیہ لکن بموضعین مستقلین کمکۃ ومنی پس نماز پڑھے دو رکعتیں یعنے قصر کے ساتھ اگر نیت اقامت کی کرے کم پندرہ دن سے یا پندرہ دن کی اقامت کی نیت کرے اگر ایسی جگہ میں جو قابل اقامت نہو جیسے دریا میں یا جزیرہ میں یعنی جس جزیرہ میں آبادی نہو یا اقامت کی نیت کرے قابل اقامت جگہوں کی دو مستقل جگہ میں پندرہ دن رہنے کی نیت کرے جیسے مکہ اور منیٰ میں مثلاً یعنے خواہ وہ دونوں شہر ہوں یا گانوں یا ایک شہر ہو ایک گانوں غرضکہ ان سب صورتوں میں قصر ہوگا فلو دخل الحاج مکۃ ایام العشر لم تصح نیتہ لانہ یخرج الی منی وعرفۃ فصار کنیۃ الاقامۃ فی غیر موضعھا پھر اگر داخل ہوا حاجی مکہ میں دس دنوں میں ذی الحجہ کے تو ان تاریخوں میں نیت اقامت درست نہوگی اسلیے کہ وہ منیٰ اور عرفات کو جائیگا تو ایسا ہوا جیسے نیت اقامت غیر موضع اقامت کے سوا میں کرنا یعنے جب عزم نکلنے کا منیٰ اور عرفات میں ہے تو نیت اقامت بے محل ہوگی وبعد عودہ من منی تصح کما لو نوی مبیتہ باحدھما او کان احدھما تبعا للآخر بحیث تجب الجمعۃ علی ساکنہ للاتحاد حکما اور بعد رجوع کرنے کے منیٰ سے نیت اقامت کی درست ہے جیسے درست ہے نیت اگر نیت کی رات کے رہنے کی دونوں جگہ میں سے ایک میں یعنے مثلاً یہ نیت کی کہ دن کو مکہ میں رہونگا اور رات کو منیٰ میں تو درست ہے اسلیے کہ اقامت میں رات کے رہنے کا اعتبار ہے تو جب منیٰ میں داخل ہوگا مقیم ہو جائیگا یا دونوں جگہ میں سے ایک تابع ہو دوسرے کی اسطرح کہ واجب ہو جمعہ اسکے رہنے والے پر بسبب اتحاد حکمی کے یعنے اگر ایک گانوں شہر کے اسقدر پاس ہو کہ اسمیں اذان جمعہ کی آواز آتی ہو تو دونوں میں اقامت کی نیت کرنی مثلاً یوں نیت کرنی کہ شہر میں دس روز اور گانوں میں پانچ روز رہونگا درست ہے اسلیے کہ دونوں حکم کی راہ سے ایک ہیں اور اگر ہر ایک ...

براتہ کعبد وامراۃ یا نماز قصر پڑھے وہ شخص جو اپنی رائے مین مستقل نہو جیسے غلام اور عورت یعنے اگر کوئی شخص دوسرے کا تابع ہو تو نیت اقامت مین آقا کا اعتبار ہے نہ تابع کا مثلاً غلام یا عورت نے نیت اقامت کی اور آقا یا شوہر نے نہ کی یا انکا حال معلوم نہوا کہ کی یا نہین تو غلام یا عورت قصر سے نماز پڑھے کذا فی الشامی او دخل بلدۃ ولم ینو مدۃ الاقامۃ بل ترقب السفر غداً او بعدہ ولو بقی علی ذلک سنین الا ان یعلم تاخر القافلۃ نصف شہر کما مر یا وہ شخص قصر کیے جاے جو کسی شہر مین داخل ہو کسی کام کو یا انتظار رفقا کے لیے اور مدت اقامت کی نیت نہ کرے بلکہ متوقع سفر کا ہو کل یا پرسون اگرچہ اس توقع پر برسون رہے تب بھی قصر کرتا رہے مگر یہ کہ جانے دیر کر چلنا قافلہ کا پندرہ روز جیسا کہ اوپر مسئلہ مین گذرا مع لیے اگر نیت مین تردد رہا اور یہی جانا کہ کل جاونگا تو ایسی نیت سے اقامت نہوگی جب تک پختہ ارادہ پندرہ دن کی اقامت کا نہ کرے وکذا لا یصلی رکعتین عسکر دخل ارض حرب او حاصر حصنا فیھا بخلاف من دخلھا بامان فانہ یتم او حاصر اہل البغی فی دارنا فی غیر مصر بنیۃ الاقامۃ مدتھا للتردد بین القرار والفرار اور اسی طرح دو رکعتین پڑھے وہ لشکر کہ داخل ہو زمین حرب مین یا محاصرہ کرے کسی قلعہ کا دار الحرب مین بخلاف اس شخص کے کہ دار الحرب مین امن لیکر داخل ہو کہ وہ پوری نماز پڑھے کیونکہ امن کے باعث کوئی اسکا مزاحم نہوگا کہ اسکو تردد ہو یا وہ لشکر قصر کرے جو محاصرہ کرے باغیون کا دار الاسلام مین غیر شہر مین باوجود نیت اقامت کے مدت اقامت تک واسطے تردد کے درمیان ٹھہرنے اور کوچ کے ہم باغی انکو کہتے ہین جو امام کی اطاعت نہ کرین کذا فی النہر شامی نے کہا کہ غیر مصر قید نہین ہے اگر شہر مین محاصرہ کے لیے فروکش ہون تب بھی نیت اقامت درست نہوگی چنانچہ معراج مین مصرح ہے اور علت مسئلہ جو شارح نے ذکر کی وہ بھی اسی کی مقتضی ہے انتہی بخلاف اہل الاخبیۃ کعرب وترکمان فی المفازۃ فانہا تصح فی الاصح وبہ یفتی اذا کان عندھم من الماء والکلاء ما یکفیھم مدتہا لان الاقامۃ اصل بخلاف خیمون کے باشندون کے مثل بدوون اور ترکمانون کے کہ نیت کرین اقامت کی جنگل مین کہ انکی نیت درست ہے صحیح تر قول مین اور اسی پر فتوی ہے بشرطیکہ انکے پاس پانی اور چارہ اتنا ہو کہ مدت اقامت کے لیے کافی ہو اسلیے نیت درست ہے کہ اقامت اصل ہے یعنے ایک چراگاہ سے دوسرے مین جانے کے سبب سے اقامت جاتی نہ رہیگی اور قول اصح کا مقابل قول ضعیف یہ ہے کہ وہ قصر کرین کیونکہ جنگل محل اقامت نہین کذا فی الطحطاوی والا اذا قصدوا موضعا بینہما مدۃ السفر فیقصرون ان نووا سفرا والا لا مگر جب خیمون والے جائین ایسی جگہ کو کہ دونون جگہون مین فاصلہ مدت سفر کا ہو تو اس صورت مین قصر کرین بشرطیکہ سفر کی نیت کرین اور اگر نیت سفر نہ کرین تو قصر بھی نکرین ولو نوی غیرہم الاقامۃ معہم لم یصح فی الاصح اور اگر نیت اقامت کرے غیر خیمہ والون کا انکے ساتھ تو درست نہوگی صحیح تر قول مین والحاصل ان شروط الاتمام ستۃ النیۃ والمدۃ واستقلال الرای وترک السیر واتحاد الموضع وصلاحیتہ قہستانی اور حاصل یہ ہے کہ شرطین پوری نماز پڑھنے کی مسافر کے لیے چھ ہین اول نیت اقامت کی دوم مدت اقامت پندرہ روز کی سوم رائے کا مستقل ہونا یعنے کسی کا تابع نہونا چہارم سیر کا ترک کرنا یعنے اگر جنگل مین ہو اور کسی شہر یا گانون کو دیکھکر اقامت کی نیت کرے تو چلنا موقوف کرنے سے نیت صحیح نہوگی پنجم اقامت کی جگہ کا ایک ہونا ششم جگہ کا لائق اقامت ہونا کذا فی القہستانی فلو اتم مسافر ان قعد فی القعدۃ الاولی تم فرضہ ولکنہ اساء لو عامدا لتاخیر السلام وترک واجب القصر وواجب تکبیرۃ افتتاح النفل وخلط النفل بالفرض وہذا لا یحل کما حررہ القہستانی لبعد ان فسر اساء بائم واستحق النار وما زاد نفل کمصلی الفجر اربعا پس اگر چار رکعتین پڑھین کسی مسافر نے تو اگر وہ قعدہ اولی مین بیٹھا ہے تب تو اسکے فرض پورے ہوجائینگے مگر اسنے برا کیا کہ دو کی جگہ چار پڑھین اور دو رکعتین زائد نفل ہونگی جیسے فجر کی نماز کو کوئی چار پڑھے کہ اس صورت مین بھی دو فرض اور دو نفلین ہونگی شارح نے کہا کہ برائی اس صورت مین ہے کہ دانستہ ایسا کیا ہو کیونکہ چار پڑھنے مین اتنی خرابیان ہوئین اول سلام مین دیر کرنا دوم قصر واجب کو ترک کرنا سوم نفل کی تکبیر تحریمہ واجب کو چھوڑنا چہارم نفل کو فرض مین ملا دینا حالانکہ یہ چارون باتین حلال نہین چنانچہ قہستانی نے اسکو مشرح بیان کیا ہے

اور پہلے یون ذکر کیا ہی کہ معنی اسمار کے یہ ہین کہ وہ شخص گنہگار ہوگا اور مستحق آگ کا ہوا شامی نے کہا تو اس سے معلوم ہوا کہ مسافر کو نماز کا پورا پڑھنا مکروہ تحریمی ہی وان لم

یقعد بطل فرضہ وصار الکل نفلا لترک القعدۃ المفروضۃ الا اذا نوی الاقامۃ قبل ان یقید الثالثۃ بسجدۃ لکنہ یعید القیام والرکوع لوقوعہ نفلا فلا ینوب عن الفرض

ولو نوی فی السجدۃ صار نفلا اور اگر قعدۂ اولی مین مسافر نہ بیٹھا تو اُسکے فرض باطل ہوگئے اور کل رکعتین نفل ہوگئین فرض باطل ہوے بسبب چھوڑنے قعدۂ

فرض کے مگر فرض باطل نہونگے اگر نیت کرے اقامت کی پہلے اس سے کہ تیسری رکعت کا سجدہ کرے لیکن وہ اعادہ کرے قیام اور رکوع تیسری رکعت کا

بسبب واقع ہونے اس قیام و رکوع کے نفل تو وہ قیام و رکوع فرض کا قائم مقام نہوگا اور اگر تیسری رکعت کے سجدہ مین نیت اقامت کریگا تو فرض نفل

ہو جائینگے شامی نے کہا کہ الا اذا نوی استثنا دونون صورتون سے ہی یعنے اگر قعدہ اولی مین بیٹھا یا نہین مگر تیسری رکعت مین قبل سجدہ نیت اقامت کر لی تو فرض

باطل نہونگے اور سجدہ کے اندر نیت کرنے سے نفل ہو جانا مذہب امام ابو یوسف کا ہی اور یہ خاص پچھلی صورتون مین ہی کہ قعدہ اولی مین نہ بیٹھا ہو استثنا

وصح اقتداء المقیم بالمسافر فی الوقت وبعدہ فاذا قام المقیم الی الاتمام لا یقرأ ولا یسجد للسہو فی الاصح لانہ کاللاحق والقعدتان فرض علیہ

وقیل لا قنیۃ اور درست ہی اقتدا مقیم کا پیچھے مسافر کے وقت کے اندر اور بعد وقت کے یعنی مثلاً دونون ایک ہی نماز کو قضا پڑھین تو جب مقیم اپنی نماز کے پورا

کرنے کو کھڑا ہو بعد امام کے سلام پھیرنے کے تو باقی کی دو رکعتون مین قرأت نہ پڑھے بلکہ بمقدار الحمد کے چپ کھڑا ہو کر رکوع و سجدہ کرے اور مقیم سجدہ سہو

بھی نہ کرے صحیح تر قول مین قرأت نہ پڑھے اسلیے کہ مقیم مثل لاحق کے ہی اور دونون قعدے فرض ہین مقیم پر کیونکہ پہلا ایک امام کی متابعت سے اور دوسرا ختم

ہونے کی جہت سے اور بعضون نے کہا کہ پہلا قعدہ اُسپر فرض نہین کذا فی القنیۃ وندب للامام ان یقول اتموا صلوتکم فانی مسافر فان علم الامام بحال الامام شرط الا

حاشیۃ الہدایۃ للسندی الشرط العلم بحال الامام فی الجملۃ لا فی حال الابتداء وفی شرح الارشاد ینبغی ان یخبرہم قبل شروعہ والا فبعد سلامہ وان یقول بعد التسلیمتین فی

الاصح اتموا صلوتکم فانی مسافر لدفع توہم انہ سہا اور مستحب ہی امام مسافر کو یہ کہدینا مقتدیون سے بعد دونون سلام کے صحیح تر قول مین کہ اپنی نماز کو

پورا کرلو کہ مین مسافر ہون یہ قول اس وہم کے دور کرنے کے لیے مستحب ہی کہ کوئی یہ نہ سمجھے کہ امام نے سہو کیا شامی نے کہا کہ یہ قول ماتن کا کہ امام کو مستحب ہی

خبردار کردینا اپنے حال سے مخالف ہی قول خانیہ وغیرہا کے کہ انہین اقتدا کے لیے جاننا امام کے حال کا شرط ہی یعنے قول ماتن سے معلوم ہوتا ہی کہ مقتدیون کو امام

کا حال معلوم نہین کہ مسافر ہی یا مقیم اور خانیہ وغیرہا مین مذکور ہی کہ اقتدا کی شرط ہی معلوم ہونا امام کے حال کا تو دونون مین اختلاف ہوا لیکن سندی کے حاشیہ ہدایہ

مین ہی کہ شرط اقتدا امام کے حال کا معلوم ہونا ہی فی الجملہ خواہ ابتدا مین معلوم ہو خواہ انتہا مین یہ نہین کہ شروع نماز ہی مین معلوم ہو تو اس تقریر سے شارح نے

اختلاف ماتن اور خانیہ کے قولون کا دفع کردیا اور شرح ارشاد مین ہی کہ امام کو چاہیے یعنے مستحب ہی کہ مقتدیون سے قبل اپنے شروع کرنے کے کہدے

کیونکہ ممکن ہی کہ کوئی مقتدی اُسکا حال نجانتا ہو اور اگر شروع نماز سے پیشتر نہ کہے تو بعد سلام کے آگاہ کردے ولو نوی الاقامۃ لا لتحققہا بل لیتم صلوٰۃ المقیمین

لم یصر مقیما اور اگر امام مسافر نیت اقامت کی کرے نہ حقیقت مین اقامت کے لیے بلکہ اس غرض سے کہ مقیم مقتدیون کی نماز پوری ہو جاوے تو ایسی نیت سے

مقیم نہوگا یعنے اس صورت مین اُسکے فرض چار نہونگے وہ فرض اور دو نفلین ہونگی اور اگر مقتدی اُسکے پیچھے اپنی نماز پوری کرینگے تو انکی نماز فاسد ہوگی

کیونکہ نفل پڑھنے والے کے پیچھے فرض پڑھینگے کذا فی الشامی والاقتداء المسافر بالمقیم فیصح فی الوقت ویتم لا بعدہ فیما یتغیر لانہ اقتداء المفترض بالمتنفل فی

حق القعدۃ لو اقتدی فی الاولیین او القراءۃ لو فی الاخریین اور اقتدا کرنا مسافر کا پیچھے مقیم کے درست ہی وقت کے اندر اور مسافر اس صورت مین چار

رکعتین پڑھے یعنے امام کی تبعیت کی جہت سے اُسکے فرض بھی چار ہو جائینگے نہین درست ہی اقتدا مسافر کا پیچھے مقیم کے بعد وقت کے اُن نمازون مین کہ

بدل جاتی ہین یعنے ظہر و عصر و عشا مین اسلیے کہ اگر مسافر اول دو گانہ مین اقتدا مقیم کا کریگا تو فرض پڑھنے والے کا اقتدا ہوگا پیچھے نفل والے یعنے غیر

فرض پڑھنے والے کے قعدہ اولے کے حق مین کہ وہ مقیم کے حق مین واجب ہی اور مسافر کے حق مین فرض اور اگر پچھلے دوگانہ مین اقتدا کریگا

تو قرارت کے حق مین اقتدار مفترض کا متنفل کے پیچھے ہوگا کیونکہ قرارت مقیم کے حق مین سنت ہی پچھلے دوگانہ مین اور مسافر کے حق مین فرض غرضکہ قضا نماز مین اقتدا مسافر کا مقیم کے پیچھے درست نہین چار رکعت والی نمازون مین اور فجر و مغرب کی نمازون مین درست ہی خواہ ادا ہون یا قضا و یاتی المسافر بالسنن ان کان فی حال امن وقرار والا بان کان فی خوف وفرار لا یاتی بہا ہو المختار لانہ ترک لعذر تجنیس قیل الا سنۃ الفجر اور مسافر موکد سنتون کو پڑھے اگر امن اور چین کی حالت مین ہو یعنے حالت فرو کشی اور اطمینان مین اور اگر امن و قرار نہو اسطرح کہ خوف یا جلدی مین ہو تو سنتین نہ پڑھے یہی مختار ہی اسلیے کہ یہ چھوڑنا ہی عذر کے باعث کذا فی التجنیس ایک قول یہ ہی کہ فجر کی سنتین نچھوڑے یعنے اسوجہ سے کہ وہ مثل واجب کے ہین والمعتبر فی تغییر الفرض اخر الوقت وہو قدر ما یسع التحریمۃ فان کان المکلف فی آخرہ مسافرا وجب رکعتان والا فاربع لانہ المعتبر فی السببیۃ عند عدم الاداء قبلہ اور معتبر فرضون کے بدلنے مین آخر وقت ہی یعنے اسقدر کہ گنجایش تحریمہ کی رکھتا ہو تو اگر مسلمان عاقل بالغ آخر وقت مین مسافر ہوگا تو دو رکعتین واجب ہونگی اور اگر اسوقت مین مسافر نہوگا تو چار پڑھنی واجب ہونگی اسلیے کہ آخر وقت ہی معتبر ہی سبب ہونے مین وقت ادا کرنے کے پہلے اسوقت سے ہم یعنے سبب وجوب نماز کا وقت کا آخر حصہ ہوتا ہی اگر اس سے پیشتر ادا نہ کرچکا ہو مثلاً اگر آخر وقت مین لڑکا بالغ ہوا یا کافر مسلمان ہوا یا مجنون ہوش مین آیا یا حائضہ پاک ہوئی تو اسوقت کی نماز انکو لازم ہوگی اسی طرح اقامت و سفر مین آخر وقت کا اعتبار کیا گیا کذا فی الشامی الوطن الاصلی ہو موضع ولادتہ او تاہلہ او توطنہ یبطل بمثلہ اذا لم یبق لہ بالاول اہل فلو بقی لم یبطل بل یتم فیہما لا غیر وطن اصلی باطل ہوجاتا ہی اپنے جیسے وطن اصلی سے جبکہ اول وطن مین آدمی کے گھر والے نہ رہے ہون اور اگر رہے ہون تو باطل نہوگا بلکہ وہ شخص نماز پوری پڑھے دونون مین خواہ نیت اقامت کرے یا نہین نہین باطل ہوتا وطن اصلی دوسرے وطنون سے شارح نے کہا کہ وطن اصلی آدمی کے پیدا ہونے کی جگہہ ہی یا شادی کرنے کا مقام یا وطن بنانے کا مکان ہم وطن کی تین قسمین ہین ایک وطن اصلی جسکی تعریف شارح نے بیان کی اسکو وطن اہلی اور وطن قرار بھی کہتے ہین دوم وطن اقامت یعنے وہ مکان جس مین پندرہ روز یا زیادہ کے ٹھہرنے کی نیت کرے اسکو وطن مستعار اور وطن حادث بولتے ہین تیسرا وطن سکنی جس مین پندرہ روز سے کم رہنے کی نیت ہو تو وطن اصلی مین آدمی مقیم کا حکم رکھتا ہی اگرچہ ایک ہی شب رہے مثلاً اثنا سفر مین وطن اصلی آگیا اور وہان منزل کی تو نماز پوری پڑھے اور اگر دوسرے مقام کو وطن اصلی بنالیگا تب اول وطن اصلی نرہیگا بشرطیکہ گھر والے بھی اول وطن سے اٹھ گئے ہون اور اگر گھر والے ایک جگہہ رہتے ہون اور خود دوسری جگہہ رہنے کا قصد کرلیا ہو تو دونون مقام وطن اصلی متصور ہونگے دونون مین نماز پوری پڑھے ویبطل وطن الاقامۃ بمثلہ وبالوطن الاصلی وبانشاء السفر اور باطل ہوجاتا ہی وطن اقامت مثل جیسے وطن اقامت سے اور وطن اصلی سے اور سفر کر جانے سے ہم یعنے اگر ایک جگہہ مین نیت پندرہ دن یا زیادہ کے رہنے کی ہو تو اگر اسکو چھوڑ کر دوسرے مقام مین نیت کرلیگا تو پہلا مقام وطن نہ رہیگا اسی طرح اگر وطن اصلی کو چلا جاویگا تب بھی وہ وطن نہ رہیگا اور یہی حال وطن اقامت سے سفر کر جانے کا ہی تو اگر ان حالتون مین وطن اقامت پر گذر ہو اور نیت اقامت کی نہ کرے تو نماز قصر سے پڑھے کذا فی الشامی والاصل ان الشیء یبطل بمثلہ وبما فوقہ لا بما دونہ اور قاعدہ یہ ہی کہ چیز اپنے مثل اور اپنے اوپر کی چیز سے باطل ہوتی ہی نہ اپنے سے کمتر سے یعنے سب مین قوی وطن اصلی ہی اس سے وطن اقامت وغیرہ باطل ہوجاتے ہین اور وطن اقامت سے وطن اصلی باطل نہین ہوتا ولم یذکر وطن السکنی وہو ما نوی فیہ اقل من نصف شہر لعدم فائدتہ اور مصنف نے ذکر نکیا وطن سکنی کو یعنے اس مقام کو جسمین نیت پندرہ دن سے کم رہنے کی ہو بسبب اسکے نہ مفید ہونے کے یعنے وطن سکنی مین تغیر نہ مقیم کے لیے ہی نہ مسافر کے لیے اسلیے اسکے ذکر سے کچھ فائدہ نہین و ما صورہ الزیلعی ردہ فی البحر اور زیلعی نے جو صورت مسئلہ کی وطن سکنی کے لیے بنائی ہی اسکو بحر الرائق مین رد کیا ہی ہم زیلعی نے یہ صورت فرض کی ہی

کہ ایک شخص اپنے شہر سے کسی گانون مین بدون ارادہ سفر کے اپنے کام کو گیا اور اُس گانون مین پندرہ دن سے کم رہنے کی نیت کی تو وہ پوری نماز پڑھیگا کیونکہ مقیم ہی پھر فرض کرو کہ وہ گانون سے بدون سفر کے باہر نکلا اور بستی سے باہر ہوگیا ابھی نہ اپنے شہر مین گیا تھا اور نہ کسی جگہ رات کو رہا تھا کہ اُسکو یہ سوجھا کہ سفر کیجیے تو وہ قصر سے نماز پڑھیگا کہ مسافر ہوگیا اور اگر اثنا قا سفر کے بعد اُسی گانون مین گذرے تو وہ اُس گانون مین کہ اُسکا وطن سکنی ہی پوری نماز پڑھے اسلیے کہ اُس سے کوئی ایسا فعل نہین پایا گیا جس سے وطن سکنی باطل ہوجاتا یعنے نہ تو اُسنے دوسری جگہ اقامت کی ہی کہ وہ وطن سکنی ہوتا اور اپنے مثل پہلے وطن سکنی کو باطل کر دیتا اور نہ اپنے گھر گیا ہی کہ وطن اصلی کے سبب سے وطن سکنی باطل ہوتا اور نہ اُس گانون سے سفر کیا ہی بلکہ سفر اُس سے باہر نکلکر کیا ہی تو جب کوئی مبطل وطن سکنی کا نہ پایا گیا اسلیے نماز پوری پڑھی صاحب بحر الرائق نے اسکا جواب یہ دیا ہی کہ جب بعد نیت سفر وہ گانون مین آیا تو ہنوز اُسکا سفر باقی ہی کیونکہ اقامت کی نیت نہین کی حالانکہ سفر سے وطن اقامت باطل ہوجاتا ہی جو وطن سکنی سے قوی ہی تو وطن سکنی کیسے باطل نہوگا پس یہ کہنا کہ وطن سکنی کا کوئی مبطل نہین پایا گیا غلط ہی اسلیے کہ یہان تو اُسکا مبطل سفر موجود ہی اور پورا بیان اس مسئلہ کا شامی مین ہی والمعتبر نیۃ المتبوع لانہ الاصل لا التابع کامرأۃ وفاہا مہرہا المعجل وعبد غیر مکاتب وجندی اذا کان یرتزق من الامیر او بیت المال واجیر واسیر وغریم وتلمیذ مع زوج ومولی وامیر ومستاجر الخ لف ونشر مرتب اور معتبر نیت متبوع کی ہی اسلیے کہ وہ اصل ہی یعنے اقامت اور سفر پر قادر ہی نہین معتبر ہی نیت تابع کی مثلاً زوجہ کی نیت معتبر نہین شوہر کے ساتھ بشرطیکہ شوہر نے اُسکو مہر معجل دیدیا ہو اور اگر نہ دیا ہو تو وہ تابع شوہر کی نہوگی کیونکہ بدون ادا ے مہر معجل شوہر اُسکو سفر مین لیجانے پر قادر نہین اور زوجہ کو اختیار ہی کہ اسوجہ سے شوہر کے پاس نجائے اور مثلاً غلام کی نیت معتبر نہین آقا کے ساتھ بجز مکاتب کے اسلیے کہ مکاتب کو بدون اذن آقا کے سفر کا اختیار ہی اور اُسپر اطاعت آقا کی ضروری نہین اور لشکری کی نیت معتبر نہین امیر کے ساتھ جبکہ لشکری کا کھانا امیر سے ملتا ہو یا بیت المال سے اور اگر اپنے پاس سے کھاتا ہو تو اُسی کی نیت معتبر ہوگی اور مزدور کی نیت معتبر نہین مستاجر کے ساتھ شامی نے کہا کہ یہ اس صورت مین ہی کہ وہ ماہواری یا سالانہ ملتا ہو اور اگر یومیہ پاتا ہو تو شام کے وقت اجرت فسخ کرسکتا ہی اسی لیے اعتبار اُسکی نیت کا ہوگا نہ مستاجر کی اور قیدی کی نیت معتبر نہین قید کرنیوالے کے ساتھ اور قرضدار کی نیت معتبر نہین قرضخواہ کے ساتھ بشرطیکہ قرضدار مفلس نہو اور شاگرد کی نیت معتبر نہین استاد کے ساتھ جبکہ استاد کے ذمہ کھانا ہو شارح نے کہا کہ عبارت ماتن مین لف ونشر مرتب ہی اسی لیے مترجم نے الفاظ نشر کو مناسب جگہ پر ترجمہ کیا شامی نے کہا کہ بیٹا بالغ اگر باپ کی خدمت کرتا جاتا ہو تو اُسکی نیت کا بھی اعتبار نہونا چاہیے قلت فقید المعیۃ ملاحظ فیہ تحقق التبعیۃ مع ملاحظۃ شرط آخر تحقق لذلک ہو الارتزاق فی مسئلۃ الجندی ووفاء المہر فی المرأۃ وعدم کتابۃ العبد مین کہتا ہون کہ قید ساتھ ہونے کی ملحوظ ہی تبعیت کے ثابت ہونے مین مع ایک دوسری شرط کے لحاظ کے جو تبعیت کو ثابت کرتی ہی وہ دوسری شرط لشکری کے مسئلہ مین کھانا ملتا ہی اور عورت کے مسئلہ مین مہر معجل کا دینا اور غلام کا مکاتب نہونا ہم شامی نے کہا کہ تابع جب متبوع کے ساتھ ہو تو اپنے متبوع سے حال اقامت وسفر کا دریافت کرے اگر وہ بتا دے تو اُسکے بموجب کاربند ہو ورنہ جس حال پر ہو اُسی پر عمل کرے یعنے سفر کی صورت مین قصر کرے اور اقامت مین پوری نماز پڑھے وبہ یظہر جواب حادثۃ جزیرۃ قبرس سنۃ ثمانین والف اور اس دوسری شرط کے لحاظ سے ظاہر ہوا جواب حادثہ جزیرہ کریدکا سنہ ایکہزار اسّی مین ہم کریدبکسر کاف فارسی نام ایک جزیرہ کا ہی اور حادثہ یہ تھا کہ ہزیمت اور شکست کے بعد لشکری تتر بتر ہوگئے یعنے نہ امیر کے ساتھ رہے نہ اُسکی طرف سے انکو کھانا ملا تو ہر ایک تابع نہ رہا مستقل ہوگیا قالہ رحمتی طحطاوی نے کہا کہ شاید یہ جواب حادثہ کا شارح کے کتاب کی تالیف کے بعد ملحق کیا ہی کیونکہ تالیف کتاب سے تو سنہ ایکہزار تہتر مین فراغت پائی تھی چنانچہ آخر کتاب مین خود لکھا ہی یا کسی شاگرد نے ملا دیا ہو ولا بد من علم التابع بنیۃ المتبوع فلو نوی المتبوع الاقامۃ ولم یعلم التابع

فهو مسافر حتے لیلزمہ علی الاصح وفی الفیض وبہ یفتی کما فی المحیط وغیرہ وفی الاظہر نفذ اور ضروری ہی جاننا تابع کا متبوع کی نیت کو پس اگر متبوع نے اقامت
کی نیت کرے اور تابع کو معلوم نہو تو تابع مسافر رہیگا جب تک کہ اسکو علم ہو صحیح تر قول کے بموجب اور فیض میں ہو کہ اسی پر فتویٰ ہے جیسا کہ محیط وغیرہ
میں ہو واسطے دور کرنے ضرر کے تابع سے یعنے اسکی بیعلمی میں اگر اسکو دو کی جگہ چار رکعتیں لازم کیجائیں تو اسکا ضرر ہوگا انتہی فی الخلاصة عبد ام مولاہ
نوی مع المولی الاقامة ان اتم صحت صلاتهما والا لا مبنی علی خلاف الاصح پس یہ مسئلہ خلاصہ میں ہو کہ ایک غلام اپنے آقا کا امام ہو اور آقا نے
اقامت کی نیت کرلی تو اگر غلام چار رکعتیں پڑھیگا تب تو دونوں کی نماز صحیح ہوگی اور اگر پوری نہ پڑھیگا تو نماز دونوں کی درست نہوگی غلام کی اسوجہ سے
کہ اسکو چار پڑھنے چاہئیں تھیں دو پڑھیں اور آقا کی اسوجہ سے کہ غلام کی نماز پر اسکی بنا ہو تو یہ مسئلہ اصح قول کے خلاف پر مبنی ہو یعنے جس قول میں
کہ نیت متبوع کا علم تابع کو ضرور نہیں والقضاء یحکی الاداء سفرا وحضرا لانہ بعد ما تقرر لا یتغیر اور قضا نماز مشابہ ادا کے ہو سفر میں
اور اقامت میں اسلیے کہ قضا بعد ثابت ہونے کے متغیر نہیں ہوتی ہو یعنے اگر سفر کی نماز قضا ہوگئی اور اقامت میں اسکو پڑھنا چاہے تو قصر سے
پڑھے اور اقامت کی قضا کو سفر میں پوری پڑھے جیسے کہ اسکو ادا پڑھتا کیونکہ جب وقت کے نکلنے سے نماز ثابت ہوگئی تو جیسے واجب ہوئی تھی
ویسے ہی رہیگی تغیر نہ آویگا ہاں وقت کے اندر بدل سکتی ہو نیت اقامت کرنے سے یا سفر کردینے سے یا مقیم کے پیچھے مسافر کے پڑھنے سے کذا
فی الشامی غیر ان المریض یقضی فائتة الصحة فی مرضہ بما قدر مگر مریض حالت صحت کی قضا کو اپنے مرض میں جیسی ہوسکے ویسی پڑھے یعنے
مریض اگر صحت کی نماز مرض میں بیٹھکر پڑھیگا تو درست ہوگی بباعث عذر کے اور مرض کی قضا کو تندرستی میں اگر بیٹھکر پڑھیگا تو درست
نہوگی کیونکہ عذر جاتا رہا کذا فی الطحطاوی فروع مسائل ملحقہ شارح کے سافر السلطان قصر بادشاہ نے سفر کیا تو قصر سے پڑھے یعنے نیت
سفر کے ساتھ سفر شرعی کرنے سے وہ بھی مسافر ہو جاتا ہو یہ نہیں کہ تمام ملک اسکے لیے بمنزلہ ایک شہر کے ہوں کذا فی الشامی تزوج المسافر
ببلد صار مقیما علی الاوجہ مسافر نے کسی شہر میں شادی کرلی تو وہ مقیم ہوگیا قول موجہ کے بموجب یعنے گو اس شہر کو وطن نہ بناوے نہ نیت
اقامت کرے صرف شادی سے مقیم ہوجائیگا بحر الرائق میں وجہ یہ لکھی ہو کہ حدیث میں آیا ہو کہ جو شخص کسی شہر میں شادی کرلے وہ اسی شہر کا
شمار ہوتا ہو اور بعض فقہا نے کہا کہ اگر پندرہ روز کے اندر چلے جانے کا ارادہ ہوگا تو مسافر نہوگا اور یہ اختلاف مرد مسافر کے باب میں ہو عورت
اگر مسافر ہو تو صرف شادی سے مقیم ہوجائیگی بالاتفاق طہرت الحائض وبقی لمقصدہا یومان تتم فی الصحیح وکذا صبی بلغ بخلاف کافر اسلم پاک
ہوئی حائضہ سفر میں جبکہ منزل مقصود دو دن کی مسافت پر رہی تو وہ نماز پوری پڑھے صحیح قول میں اسی طرح اگر لڑکا دو منزل پہلے بالغ ہوا تو وہ
بھی پوری پڑھے بخلاف کافر کے کہ مسلمان ہو جبکہ منزل مقصود تک تین دن سے کم کی راہ رہی ہو تو وہ نماز قصر سے پڑھے ہم حائضہ اسلیے پوری
پڑھے کہ وقت سفر کے وہ اہل ادا نہ تھی اسلیے حکم سفر کا اسمیں معتبر نہوا اور لڑکا پہلے سے مکلف ہی نہ تھا اور کافر کا عذر اختیاری تھا کہ ہر وقت
مسلمان ہوسکتا تھا اسلیے اسکے حق میں حکم سفر کا ابتدا سے معتبر ہوا اور حائضہ کا عذر آسمانی تھا اسکا دور کرنا اسکے قابو میں نہ تھا کذا فی الشامی
عبد مشترک بین مقیم ومسافر ان تہایا قصر فی نوبة المسافر والا یفرض علیہ القعود الاول ویتم احتیاطا ولا یاتم بمقیم اصلا وہو ملغز ایک غلام مشترک
ہو مقیم اور مسافر میں اگر دونوں نے اسکی خدمت کی باری مقرر کرلی ہو تو وہ قصر سے نماز پڑھے مسافر کی باری میں اور اگر باری نہ ٹھہرائی ہو تو اس غلام
پر قعدہ اولے فرض ہوگا اور پوری نماز پڑھے احتیاط کی راہ سے کیونکہ جب اسکے مالک دو ہیں تو وہ ایک کے لحاظ سے مقیم ہو اور دوسرے کے
اعتبار سے مسافر اور وہ غلام کسی مقیم کے پیچھے اقتدا نہ کرے مطلقا یعنے نہ وقت کے اندر نہ بعد وقت کے نہ اول دوگانہ میں نہ دوسرے میں اور یہ
غلام کا حکم ان مسائل سے ہو جو معما کے طور پر پوچھے جاتے ہیں ہم یعنے اس مسئلہ میں یہ سوال ہوسکتا ہو کہ کون شخص ہو کہ نماز فرض کی چار رکعتیں پڑھے

اور درمیانی قعدہ اُسپر فرض ہوا اور کونسا شخص ہو کہ اسکو اقتدا مقیم کے پیچھے درست نہین اور کونسا شخص ہو کہ نہ مسافر ہو نہ مقیم اور کونسا شخص ہو کہ ایکروز قصری نماز پڑہے اور ایک روز پوری کذا فی الطحطاوی شامی نے کہا کہ حکم اس مسئلہ کا بحث ہی خارج مذہب کی نہ روایت مذہب قال لنسائہ من لم تدر منکن کم رکعۃ فرض یوم ولیلۃ فہی طالق فقالت احدہن عشرون والثانیۃ سبعۃ عشر والثالثۃ خمسۃ عشر والرابعۃ احد عشر لم یطلقن لان الاولی ضمت الوتر والثانیۃ ترکتہ والثالثۃ یوم الجمعۃ والرابعۃ السفر واللہ اعلم ایک شخص نے اپنی چار بیبیون سے کہا کہ جو کوئی تم مین سے یہ نہ جانے کہ ایکدن رات مین کتنی رکعتین فرض ہین تو اسکو طلاق ہی تو انمین سے ایک نے کہا کہ بیس رکعتین دن رات مین فرض ہین اور دوسری نے کہا سترہ اور تیسری نے پندرہ اور چوتھی نے گیارہ تو انکو طلاق نہوگی کیونکہ اول عورت کا جواب درست ہی کہ اسنے وتر کو باعث فرض عملی ہونے کے شامل کر لیا اور دوسری نے وتر کو چھوڑ کر سترہ کہا اور تیسری نے جمعہ کی روز کی رکعتین بتائین اور چوتھی نے مسافر کی رکعتین بتائین اور وتر کو ان دونو نے بھی شامل نہین کیا واللہ اعلم

باب الجمعۃ

یہ باب ہی جمعہ کے احکام مین جمعہ اسلئے نام رکھا گیا کہ یہ دن لوگون کے اجتماع کا ہی اور اکثر کا قول یہ ہی کہ جمعہ مدینہ مین فرض ہوا اگرچہ اسکی آیت مکی ہی اور مناسبت نماز جمعہ کی صلوٰۃ مسافر سے یہ ہو کہ دونون نماز مین آدھی رہجاتی ہین یعنی جمعہ کی نماز ظہر کی نماز سے بنسبت آدھی رہ گئی ہی اور مسافر کی نماز مقیم کی نماز سے کذا فی الطحطاوی مختصر تصلیبتا الجمعۃ والسکوت ہی فرض عین یکفر جاحدہا لثبوتہا بالدلیل القطعی کما حققہ الکمال وہی فرض مستقل آکد من الظہر ولیست بدلا عنہ کما حررہ الباقانی معزیا لسری الدین ابن الشحنۃ ولذا نہی بخصہم اور تینون حرکتون سے جیم اور ساکن میم سے ہی وہ فرض عین ہی کہ اسکا منکر کافر ہی بسبب اُسکے ثابت ہونے کے دلیل قطعی سے یعنی آیۃ ﴿یا ایہا الذین آمنوا اذا نودی للصلوٰۃ من یوم الجمعۃ فاسعوا﴾ سے اور حدیث اور اجماع سے چنانچہ ثابت کیا ہی اسکو کمال الدین محقق نے اور وہ فرض مستقل ہی زیادہ موکد ہی بنسبت ظہر کے اور نہین ہی عوض ظہر کا جیسا تحقیق کی ہی اس امر کی باقانی نے سری الدین ابن شحنہ کیطرف نسبت کرکے کہ جمعہ زیادہ موکد ہی بنسبت ظہر کے یعنی جمعہ مین جو تہدید آئی ہی وہ ظہر مین نہین چنانچہ احمد و حاکم نے ایک حدیث صحیح روایت کی کہ جو کوئی جمعہ کو تین بار بدون ضرورت کے ترک کرے اللہ تعالے اُسکے دل پر مہر کردیتا ہی اور ایک وجہ یہ ہی کہ جمعہ مین جو شرطین ہین وہ ظہر مین نہین اور یہ جو کہا کہ جمعہ ظہر کا عوض نہین یہ مخالف ہی اُس قول کے جو شارح نے باب شروط الصلوٰۃ کے اندر نیت کی بحث مین لکھا ہی کہ جمعہ عوض ہی ظہر کا اور محققین حنفیون کے نزدیک یہ ہی کہ فرض وقت ظہر ہی مگر جمعہ کا حکم ہوا کہ ظہر ساقط ہو جاوے اور اسی وجہ سے اگر کوئی آدمی بغیر عذر ہونے جمعہ کے نماز ظہر پڑہیگا تو ہمارے نزدیک کراہت تحریمی کے ساتھ درست ہوگی اگرچہ اکتفا کرنا ظہر پر حرام ہی اور ظہر کے فرض وقت ہونے کی تصریح فتح القدیر وغیرہ مین مذکور ہی تو باقانی نے شرح ملتقی مین اسکو اختیار کیا تو شارح نے جو یہ تحقیق باقانی سے نقل کی شاید شرح نقایہ مین اُسنے ایسا کہا ہو مگر ہماری تقریر سے معلوم ہو گیا کہ تحقیق مذکور ضعیف ہی کذا فی الشامی و سیف المجرد و قد افتیت مرارا بعدم صلوٰۃ الاربع بعدہا بنیۃ آخر ظہر خوف اعتقاد عدم فرضیۃ الجمعۃ وہو الاحتیاط فی زماننا وامامن لا یخاف علیہ مفسدۃ منہا فالاولی ان تکون فی بیتہ خفیۃ اور بحر الرائق مین ہی کہ مین نے چند بار فتوے دیا نہ پڑہنے چار رکعتون کا جمعہ کے بعد آخر ظہر کی نیت سے بسبب خوف معتقد ہونے کے لوگون کے نہ فرض ہونے جمعہ کو اور یہی احتیاط ہی ہمارے زمانہ مین اور جس شخص کو کہ خوف خرابی عقیدہ کا جمعہ کی بابت سے نہو تو بہتر ہی کہ یہ چار رکعتین اپنے گھر پر پوشیدہ پڑہے طحطاوی نے کہا کہ یہ کلام متعلق ہی کمال الدین کے کلام سے جسنے یہ کہا ہی کہ جمعہ کے باب مین کسی قدر بیان کو اسلئے طول دیا کہ بعض جاہل کہتے ہین کہ امام اعظم کے نزدیک جمعہ فرض نہین صاحب بحر الرائق نے کہا کہ یہ بلا ہمارے زمانہ مین بھی پہیل گئی

یہانتک کہ بعض جاہل جمعہ کے بعد چار رکعتین اس نیت سے پڑھتے ہین کہ جو سب سے پچھلا ظہر میرے ذمہ ہوا ہو اور مین نے اُسکو ابھی نہ پڑھا ہو اُسکو
پڑھتا ہون تو چونکہ اسمین یہ خوف ہی کہ جاہل اسکے معتقد ہو جائین کہ جمعہ فرض نہین اسلیے مین نے اس نماز کے نہ پڑھنے کا فتوی دیا و یشترط لصحتہا
سبعۃ اشیاء اور شرط ہین واسطے صحیح ہونے جمعہ کے سات چیزین ہم نہر الفائق مین بیان کیا کہ جمعہ کے لیے کچھ شرطین واجب ہونے کی ہین یعنے جنسے
جمعہ آدمی پر واجب ہو جاتا ہی اور کچھ شرطین ادا کی ہین اور فرق ادا اور وجوب کی شرطون مین یہ ہی کہ ادا کی شرطون کے نہونے سے ادا صحیح نہین ہوتا
اور وجوب کی شرطین نہونے سے ادا درست ہی پھر صاحب نہر الفائق نے ایک قطعہ عربی کا جامع شرائط وجوب و ادا کا نقل کیا ہی جسکا ترجمہ مترجم نے
فارسی مین کر دیا اور وہ یہ ہی قطعہ شرط وجوب جمعہ عقل و اقامت بلوغ وان بود بہتر بسی است مردی و آزادی بعد از ان ٭ سلطان و وقت و خطبہ
جماعت ہم اذن و شہر ٭ یا دش سپہ ادا کن و مگذار رایگان ٭ اس قطعہ مین چھ شرطین ادا کی مذکور ہین اور شارح نے خطبہ کا پیشتر نماز کے ہونا ایک
شرط جدا قرار دی ہی اسلیے تعداد سات ہوئی الاول المصر و ہو مالا یسع اکبر مساجدہ اہلہ المکلفین بہا و علیہ فتوی اکثر الفقہاء مجتبی لظہور التوانی
فی الاحکام پہلی شرط صحت کی شہر ہی یعنے وہ بستی جسکی سب سے بڑی مسجد مین اُسکے باشندے جنکو جمعہ کے ادا کرنے کا حکم ہی نہ سماوین یعنی عورتون
اور لڑکون اور مسافرون کے سوا اسقدر مسلمان ہون کہ بڑی سی بڑی مسجد مین نہ آسکین اور شہر کی اسی تعریف پر فتوے ہی اکثر فقہا کا کذا فی
المجتبی اس تعریف پر فتوے ہی بسبب ظاہر ہونے سستی کے احکام مین ہم یعنے ظاہر مذہب کی تعریف مین حدود کا قائم کرنا شہر ہونے کی شرط ہی اور چونکہ
حاکم سزاون کے قائم کرنے مین کوتاہی اور سستی کرتے ہین لہذا فتوے اس تعریف مذکورہ بالا پر ہوا کذا فی الطحطاوی و ظاہر المذہب انہ کل
موضع لہ امیر و قاضی یقدر علی اقامۃ الحدود کما حررناہ فیما علقناہ علی الملتقی اور ظاہر مذہب یہ ہی کہ شہر وہ بستی ہی جسمین ایک حاکم اور ایک قاضی
ہو کہ سزاون کے قائم کرنے پر قادر ہو چنانچہ ہمنے اسکو منقح بیان کیا ہی ملتقی الابحر کی شرح مین ہم امیر و قاضی سے مراد یہ ہی کہ اُسی شہر مین رہتے ہون
یہ نہین کہ کبھی دورہ کو چلے آتے ہون اور قاضی اقامت حدود پر قادر ہو اسکے یہ معنی کہ گویا بالفعل قائم نہ کرتا ہو مگر اقامت پر قدرت ہو اور شارح منیہ
نے اسی تعریف کو صحیح کہا ہی کذا فی الشامی و فی القہستانی اذن الحاکم ببناء الجامع فی الرستاق اذن بالجمعۃ اتفاقا علی ما قالہ السرخسی و اذا اتصل
بہ الحکم صار مجمعا علیہ فلیحفظ اور قہستانی مین ہی کہ اذن دینا حاکم کا واسطے بنانے جامع مسجد کے گانون مین اذن ہی جمعہ کے لیے بالاتفاق اوپر اُس
بیان کے کہ کہا ہی اسکو سرخسی نے اور جب ملجاوے اس اذن سے حکم تو ہو جائیگا اذن جمعہ کا بالاجماع تو اسکو یاد رکھنا چاہیے ہم قہستانی مین ذکر ہی
کہ جمعہ پڑھنا قصبات اور بڑے گانوون مین جنمین بازار ہون فرض واقع ہوتا ہی بلا خلاف جبکہ مسجد جامع کے بنانے کا اذن حاکم یا قاضی نے دیا ہو
یا جمعہ کے ادا کرنے کا حکم دیا ہو کیونکہ اداء جمعہ مختلف فیہ ہی قصبات اور بڑے گانون مین تو جب مختلف فیہ پر حکم حاکم ہو گیا وہ مجمع علیہ ہو گیا کذا فی الشامی مختصرا
او فناؤہ بکسر الفاء وہو ماحولہ اتصل بہ او لا کما حررہ ابن الکمال وغیرہ لاجل مصالحہ کدفن الموتی و رکض الخیل والمختار للفتوی تقدیرہ
بفرسخ ذکرہ الولوالجی یا شرط صحت جمعہ کی فناء مصر ہی بکسر فا اور فناء وہ جگہ ہی گرد شہر کے جو اُسکے منافع کے لیے مثل دفن کرنے مردون اور
دوڑانے گھوڑون کے ہو خواہ شہر سے متصل ہو یا نہین چنانچہ منقح بیان کیا ہی اُسکو ابن کمال وغیرہ نے اور مختار فتوی کے لیے اندازہ کرنا اُسکا ہی
ایک فرسنگ یعنی تین میل ذکر کیا ہی اُسکو ولوالجی نے ہم شامی نے کہا کہ بعض محققین نے تو صرف فنا کی تعریف پر اکتفا کر کے مطلق چھوڑ دیا ہی
اُسکی کچھ حد مقرر نہین کی یعنے جس جگہ شہر کی کار آمد باتین ہوتی ہون وہ فنا ہی جیسے گھوڑون کا پھیرنا اور دوڑانا اور مردون کا دفن کرنا
اور فوج کا جمع ہونا اور چاند ماری وغیرہ ہوتی ہو اور بعضون نے اُسکی مسافت بھی مقرر کر دی ہی اور مسافت کے باب مین نو قول ہین
کسی نے کہا کہ شہر کی آواز اُسمین آتی ہو کسی نے کہا اذان سنائی دیتی ہو کسی نے کہا چار سو ہاتھ کا فاصلہ ہو کسی نے میل کا کسی نے دو کا

کسی نے تین کا یعنی فرسنگ کا کسی نے دو فرسنگ کا کسی نے تین کا کہا اور چونکہ ہر شہر کے حوائج کے لیے مسافت مختلف ہوتی ہے اسلیے بہتر یہی ہے کہ صرف تعریف پر اکتفا کیا ہے والثانی السلطان ولو متغلبا او امراۃ فیجوز امرہا باقامتہا لا اقامتہا اور دوسری شرط صحت جمعہ کی بادشاہ ہے اگرچہ متغلب ہو یا عورت پس درست ہے حکم کرنا عورت کا جمعہ کے قائم کرنے کو اور درست نہیں ہے قائم کرنا عورت کا جمعہ کو متغلب اسکو کہتے ہیں جسمیں امامت کی شرطیں نہوں اگرچہ قوم اس سے راضی ہوجاوے یا جسکے پاس فرمان نہو اور اقامت جمعہ سے مراد خطبہ پڑھنا اور نماز پڑھانا ہے تو عورت کے حکم سے دوسرا شخص اگر یہ دونوں باتیں کریگا تو درست ہے اور اگر عورت خود خطبہ پڑھے یا نماز پڑھاوے تو درست نہوگا کیونکہ وہ اقامت کی اہل نہیں شامی نے کہا کہ عورت جو بادشاہ ہوتی ہے تو تغلب ہی سے ہوتی ہے اسلیے کہ امامت کبریٰ میں مرد ہونا شرط ہے تو شارح کو چاہیے تھا کہ او کی جگہ ولو کہتا یعنی اگرچہ متغلب یا عورت ہی ہو او مامورہ باقامتہا ولو عبدا ولی عمل ناحیۃ وان لم یجز انکحتہ واقضیتہ یا وہ شخص ہو جسکو بادشاہ وقت نے جمعہ کی اقامت کی اجازت دی ہو اگرچہ وہ غلام ہو کہ کسی طرف کا عامل مقرر ہوا ہو گو اس غلام کے نکاح کیے ہوئے اور مقدمات کے فیصلے جائز نہونگے کیونکہ یہ دونوں امر اس شخص کی طرف نافذ ہوتے ہیں جسکو ولایت اوپر غیر پر ہو اور غلام کو تو اپنے نفس پر بھی ولایت نہیں غیر پر کیسے ہوگی کذا فی الطحطاوی واختلف فی الخطیب المقرر من جہۃ الامام الاعظم او من جہۃ نائبہ ہل یملک الاستنابۃ فی الخطبۃ فقیل لا مطلقا ای لضرورۃ اولا الا ان یفوض الیہ ذلک وقیل ان لضرورۃ جاز والا لا وقیل نعم یجوز مطلقا بلا ضرورۃ لانہ علی شرف الفوات لتوقفہ علی وقت فکان الامر بہ اذنا بالاستخلاف دلالۃ ولا کذلک القضاء اور اختلاف ہوا ہے کہ اس خطیب میں جو سلطان یا اسکے نائب یعنی بادشاہ اور قاضی القضاۃ کی طرف سے مقرر ہو کہ اسکو خطبہ پڑھنے کے لیے دوسرے شخص کو نائب کرنا درست ہے یا نہیں یعنی بدون اجازت حاکم کے اپنا نائب کر سکتا ہے یا نہیں تو بعض نے کہا کہ درست نہیں مطلقا یعنی ضرورت نائب کرنے کی ہو یا نہو مگر اس صورت میں کہ خطیب مذکور کو یہ امر حاکم کی طرف سے تفویض کردیا گیا ہو تو خلیفہ کرنا درست ہوگا اور بعض نے کہا کہ اگر کسی ضرورت کی وجہ سے ہو یعنی خطیب خود کسی مرض یا ضرورت سے وقت پر خطبہ نہیں پڑھ سکتا تو دوسرے کو نائب کرنا درست ہے اور اگر ضرورت نہیں تو نائب کرنا بھی درست نہیں اور بعض نے کہا کہ ہاں درست ہے مطلقا یعنی اگرچہ بلا ضرورت ہو اسلیے کہ ادا جمعہ ایک وقت مقرر پر موقوف ہونے کے سبب سے فوت ہوجانے کے کنارہ پر ہے تو اجازت ادا جمعہ کی اذن ہے خلیفہ کرلینے کا بطور دلالت کے اور نہیں ہے ایسی قضا میں یعنی جمعہ کے ادا کے لیے ایک وقت معین ہے کہ وہ گذر جاتا تو جمعہ جاتا رہتا ہے اسلیے جب حاکم نے ادا جمعہ کی خطیب کو اجازت دی تو دلالۃ خلیفہ کرنے کی بھی اجازت ہوئی کیونکہ یہ تو حاکم جانتا ہے کہ اقامت جمعہ میں بعض اور حدث بھی خطیب پر آسکتے ہیں تو بدون خلیفہ کرنے کے جمعہ کیسے ادا ہوگا اور قضا کے لیے کوئی وقت خاص نہیں کہ اسکے گذر جانے سے خوف اسکے فوت کا ہو تو حکم دینا قضا کا اجازت خلیفہ کرنے کی نہوگی کذا فی الشامی وہو الظاہر من عباراتہم ففی البدائع کل من ملک الجمعۃ ملک اقامۃ غیرہ اور خطیب کو مطلقا دوسرے کا خلیفہ کردینا ہی ظاہر ہے فقہا کی عبارتوں سے چنانچہ بدائع میں ہے کہ جو شخص مالک ہے جمعہ کا وہ اختیار رکھتا ہے اپنے غیر کے قائم کرنے کا یعنی جو خود اقامت کرسکتا ہے وہ دوسرے کو نائب کرسکتا ہے وفی النجعۃ فی تعداد الجمعۃ لابن جرباش انما یشترط الاذن لاقامتہا عند بناء المسجد ثم لا یشترط بعد ذلک بل الاذن مستصحب لکل خطیب وتمامہ فی البحر اور کتاب نجعہ فی تعداد الجمعہ میں جو تالیف ابن جرباش کی ہے مرقوم ہے کہ اقامت جمعہ کا اذن صرف مسجد کے بنانے کے وقت شرط ہے پھر اسکے بعد شرط نہیں بلکہ اذن ہر خطیب کو بدستور سابق رہتا ہے اور پورا بیان اسکا بحر الرائق میں ہے نجعہ بضم نون وسکون جیم نام کتاب کا ہے اور ابن جرباش بضم جیم و راء مہملہ صاحب بحر الرائق کے اساتذہ میں سے ہے حاصل مسئلہ کا یہ ہے کہ جب بادشاہ اول بار اقامت جمعہ کی اجازت ایک شخص کو دیدے تو اس شخص کو اختیار ہے کہ غیر کو اجازت دیدے اور وہ غیر دوسرے کو اجازت دے اسی طرح اجازت در اجازت چلی جاوے یہ غرض نہیں کہ بادشاہ جب اقامت جمعہ کا

اذن کسی مسجد میں دے تو ہر شخص یا ہر خطیب کو اُس مسجد میں اجازت اقامت جمعہ کی ہو گئی اب ضرورت اجازت کی سلطان سے یا جسکو اُسنے اجازت
دی ہو اُس سے نہیں رہی جیسا کہ ظاہر عبارت شارح سے سمجھا جاتا ہے کذا فی الشامی وما قیدہ الزیلعی لا دلیل علیہ اور زیلعی نے جو قید لگائی ہے کہ خطیب کو
خلیفہ کرنا درست نہیں مگر جبکہ بے وضو ہو جاوے تو اسپر کوئی دلیل نہیں فقہا کی عبارتوں سے تو مطلق خلیفہ کرنے کا جواز معلوم ہوتا ہے دوسرے یہ کہ یہ جواز
خاص نماز میں خلیفہ کرنے کی ہے خطبہ تو بے وضو بھی درست ہے حالانکہ ذکر یہ تھا کہ خطیب خطبہ کے لیے نائب کر سکتا ہے یا نہیں کذا فی الشامی ہم اقامت جمعہ
سے مراد خطبہ اور نماز دونوں ہیں اور اجازت پر صرف خطبہ موقوف ہے نہ نماز تو اقامت جمعہ کے لیے خلیفہ کرنے سے مراد خطبہ کے واسطے خلیفہ کرنا ہے
نہ نماز کے لیے جیسا کہ بعض فقہا کو وہم ہوا ہے کذا فی المنح وما ذکرہ ملا خسرو وغیرہ ردہ ابن الکمال فی رسالۃ خاصۃ بین فیہا ان الجواز بلا شرط ودفعہ فیہا و
ابدع واکثیر من الفوائد اودع اور جس بات کو ملا خسرو وغیرہ نے ذکر کیا ہے اُسکو ابن کمال نے ایک خاص رسالہ میں رد کیا ہے جس میں خلیفہ کرنے کا
جواز بدون شرط اذن سلطانی کے مدلل کیا ہے اور اس رسالہ میں لمبی تقریر نئے ڈھنگ سے بیان کی ہے اور بہت سے فوائد مندرج کیے ہیں ہم ملا خسرو
نے بیان کیا ہے کہ خطیب کو نائب کرنا نہیں پہونچتا جب تک کہ بادشاہ کی طرف سے اُسکو نائب کرنے کا اختیار نہ دیا گیا ہو و فی مجمع الانہر انہ جائز مطلقا
فی زماننا لانہ وقع فی تاریخ خمس واربعین وتسعمائۃ اذن عام وعلیہ الفتوی اور مجمع الانہر میں ہے کہ خلیفہ کرنا جائز ہے مطلقا ہمارے زمانہ میں یعنی
خواہ ضرورت ہو یا نہو اسلیے کہ ۹۴۵ھ میں سلطان کی طرف سے اجازت عام ہو گئی ہے کہ ہر خطیب کو اختیار ہے کہ دوسرے شخص کو اپنا خلیفہ کر دے اور اسی پر
فتوے ہے شامی نے کہا کہ شاید شارح کے زمانہ کے علما کا فتوے مراد ہے تو یہ تصحیح ناتمام ہے کیونکہ اُس زمانہ کے علما اہل تصحیح نہیں بلکہ تصحیح واسطے پیشتر کے لوگ
ہیں و فی السراجیۃ لو صلی احد بغیر اذن الخطیب لا یجوز الا اذا اقتدی بہ من لہ ولایۃ الجمعۃ ولم یؤید ذلک انہ یلزم اداء النفل بجماعۃ واقرہ شیخ الاسلام اور
سراجیہ میں ہے کہ اگر کسی نے نماز پڑھائی بدون اذن خطیب کے تو درست نہو گی مگر جبکہ اقتدا کرے اُسکے پیچھے وہ شخص جسکو اختیار جمعہ کا ہے کیونکہ اقتدا
کرلینے سے دلالۃ اجازت ہو جاویگی اور اگر والی آیا اور اقتدا نہ کیا تو امامت اُس شخص کی ناجائز ہو گی اور تائید کرتا ہے عدم جواز کی یہ امر کہ لازم آتا ہے
نفل کا ادا کرنا جماعت سے اور ثابت رکھا ہے اُسکو شیخ الاسلام نے ہم اپنے جب جمعہ بدون اذن کے ناجائز ہوا تو یہ نماز نفل ہو گی اور نفل جماعت
سے پڑھنی مکروہ تحریمی ہے حلبی نے کہا کہ مکروہ تحریمی جب ہے کہ نیت نفل سے شروع کیا ہو یہاں تو نیت فرض سے شروع کیا ہے تو مکروہ کیسے ہو گی کذا
فی الطحطاوی ومات وال بمصر فجمع خلیفتہ او صاحب الشرط بالتحتین حاکم السیاسۃ او القاضی الماذون لہ فی ذلک جاز لان تفویض
امر العامۃ الیہم اذن بذلک دلالۃ مر گیا حاکم کسی شہر کا یا جمعہ میں کسی فساد کے خوف سے نہ آیا کذا فی البدائع پس جمعہ پڑھوایا اُسکے خلیفہ نے یعنی
ولیعہد نے یا حاکم فوجداری نے یا قاضی نے جسکو اقامت جمعہ کی اجازت ہے تو درست ہے اسلیے کہ سپرد کرنا عوام کے امور کا اُنکو دلالۃ اجازت ہے اقامت
جمعہ کی شارح نے کہا کہ صاحب الشرط بفتح شین معجمہ وراء مہملہ حاکم سیاست ہے یعنی جمع ہے شرطی کی ہم شامی نے کہا کہ جمع بتشدید میم ہے یعنی صیغہ ماضی باب
تفعیل سے فلقاضی القضاۃ بالشام ان یقیمہا وان یولی الخطباء بلا اذن صریح ولا تقریر الباشا سو درست ہے شام کے قاضی القضاۃ کو جمعہ
کا قائم کرنا اور خطیبوں کو اختیار دینا بدون اجازت صریح اور بدون مقرر کرنے باشا کے ہم شامی نے کہا کہ یہ اختیار اُس قاضی القضاۃ کو ہے جسکو
قاضی المشرق والمغرب کہتے ہیں تو قاضی شام اور مصر بدون اجازت اوروں کو اختیار نہیں دے سکتے اگر انکو بھی اذن عام خطیبوں کے تقرر
کا ہو تو مضائقہ نہیں وقالوا یقیمہا امیر البلد ثم الشرطی ثم القاضی ثم من ولاہ قاضی القضاۃ اور فقہا نے ترتیب اقامت جمعہ کی اسطرح بیان
کی ہے کہ جمعہ کو حاکم شہر قائم کرے پھر حاکم سیاست پھر قاضی پھر وہ شخص جسکو قاضی القضاۃ نے مقرر کیا ہو ہم شامی نے کہا کہ حاکم سیاست کا مقدم
کرنا قاضی پر مخالف ہے فقہا کی تصریح کے نماز جنازہ میں کہ قاضی مقدم ہے حاکم سیاست پر ونصب العامۃ الامام غیر معتبر مع وجود من ذکر

اما مع عدمہم فیجوز للضرورۃ اور مقرر کرنا عوام کا خطیب کو اشخاص مذکورین کے ہوتے ہوئے معتبر نہین یعنے بدون اذن قاضی یا سلطان
یا نائب سلطان کے اگر رعیت کسی کو خطیب کریگی تو اُسکا اعتبار نہوگا اور اُنکے نہونے کی صورت مین مقرر کرنا درست ہے بسبب ضرورت کے
ہم معراج الدرایہ مین مبسوط سے منقول ہے کہ اگر حاکم کفار ہون تو مسلمانون کو قائم کرنا جمعہ کا درست ہے اور مسلمانون کی رضامندی سے قاضی بھی قاضی
ہوجائیگا اور اُنکو لازم ہے کہ مسلمان حاکم کے لیے درخواست کرین کذا فی الشامی وجازت الجمعۃ بمنی فی الموسم فقط لوجود الخلیفۃ او امیر الحجاز او العراق
او مکۃ ووجود الاسواق والسکک وکذا کل ابنیۃ نزل بہا الخلیفۃ اور جائز ہے جمعہ منٰی مین صرف ایام حج مین بسبب موجود ہونے سلطان کے یا امیر حجاز
یا امیر عراق یا حاکم مکہ کے اور موجود ہونے بازارون اور کوچون کے اور اسیطرح اُن مقامات مین کہ سلطان فروکش ہو یعنے حج کے دنون مین منٰی حکم
شہر کا رکھتا ہے کہ بازار اور گلیان بھی ہوتی ہین اور سلطان یا حاکم عرب یا عراق کا یا شریف مکہ کا موجود ہوتا ہے اور بدون حاجیون کے اُترنے کے
منٰی گانون کا حکم رکھتا ہے اور سلطان اگر اپنی سلطنت مین دورہ کرے تو اگرچہ مسافر ہو مگر جس شہر مین فروکش ہو اُسکو قائم کرنا جمعہ کا درست ہے کذا فی الطحطاوی
وعدم التعیید بمنی للتخفیف اور عید نہ پڑھنا منٰی مین تخفیف کے لیے ہے یہ جواب ہے اس سوال کا کہ اگر منٰی شہر ہے تو جن لوگون پر نماز عید واجب ہے مثلاً اہل
مکہ تو وہ اُسمین نماز عید کیون نہین پڑھتے حاصل جواب یہ ہے کہ عید کا نہ پڑھنا اسلیے نہین کہ منٰی شہر نہو بلکہ اسلیے ہے کہ حاجی افعال حج کے ادا کرنے مین
مشغول رہتے ہین عید کا پڑھنا اُنپر سے تخفیف کی جہت سے ساقط ہوگیا کذا فی الطحطاوی لا تجوز لامیر الموسم لقصور ولایتہ علی امور الحج فلو اذن لہ
جاز نہین جائز ہے جمعہ امیر موسم کے موجود ہونے کے وقت بسبب مختصر ہونے اُسکی ولایت کے حج کے کامون پر ہان اگر اُسکو اجازت دیجاوے
جمعہ کی تو درست ہے ہم امیر موسم کو امیر الحاج بھی کہتے ہین پہلے یہ دستور تھا کہ سلطان روم حج کے ایام مین ایک شخص کو انتظام معاملات حج کا امیر
کرکے روانہ فرماتا تھا اسی لیے اُسکی ولایت قاصر تھی جمعہ اُسکے باعث سے درست نہ تھا اگر اب یہ دستور ہے کہ حاکم شام کو امیر حج مقرر کیا جاتا ہے اور
چونکہ امیر شام کو ولایت عام ہوتی ہے تو اُسمین اور امیر عراق مین کچھ فرق نہین وہ بھی اقامت جمعہ کرسکتا ہے کذا فی الشامی بخلاف عرفات
لانہا مفازۃ اور نہین جائز ہے جمعہ عرفات مین اسلیے کہ وہ جنگل ہے یعنے اُسمین عمارت نہین صرف میدان ہے وتؤدی فی مصر واحد بمواضع کثیرۃ
مطلقاً علی المذہب وعلیہ الفتوی شرح المجمع للعینی وامامۃ فتح القدیر دفعاً للحرج اور ادا ہوجاتا ہے جمعہ ایک شہر مین بہت سی جگہون مین مطلقاً یعنے
شہر بڑا ہو یا چھوٹا اور اُسکے بیچ مین نہر فاصل ہو یا نہو اور جمعہ دو سے زیادہ مین ہو یا زیادہ مین مذہب صحیح پر اور اسی پر فتوے ہے چنانچہ عینی کی شرح
مجمع اور فتح القدیر کے باب الامامۃ مین مذکور ہے واسطے دور کرنے حرج کے ہم یعنے ایک جگہ پر جمعہ پڑھنے کو لازم کرنے مین بڑی دقت ہے کہ جبکہ لوگ مسجد سے
بہت فاصلہ پر ہونگے اُنکو بہت مسافت طے کرنی ہوگی امام سرخسی نے ذکر کیا ہے کہ مذہب صحیح امام اعظم رح کا یہی ہے کہ ایک شہر مین دو جگہ یا زیادہ جمعہ
درست ہے اور اسی کو ہم لیتے ہین کیونکہ حدیث (لاجمعۃ الا فی مصر) مطلق ہے فقط شہر کو شرط جمعہ فرمایا ہے کذا فی الشامی وعلی المرجوح فالجمعۃ لمن سبق تحریمۃ
وتفسد بالمعیۃ والاشتباہ فیصلی بعدہا آخر ظہر وکل ذلک خلاف المذہب فلا یعول علیہ کما حررہ فی البحر اور قول ضعیف کے موجب یعنے دو جگہ سے زیادہ
مین جمعہ کے ناجائز ہونے کے بموجب جمعہ اُس شخص کا ہوگا جسکی تحریمہ اول ہوگی اور فاسد ہوجائیگا جمعہ تحریمہ کے ایک ساتھ ہونے اور اشتباہ پڑنے
سے تو پڑھے بعد سنتون جمعہ کے چار رکعتین آخر ظہر کی نیت سے اور یہ سب خلاف مذہب قوی کے ہے تو اُسپر اعتماد نہ کیا جاوے چنانچہ منقح بیان کیا ہے اسکو
بحر الرائق مین ہم ہرچند صاحب بحر نے فتوی ان چار رکعتون کے نہ پڑھنے کا دیا ہے اس خوف سے کہ کہین جاہل جمعہ کی عدم فرضیت کے معتقد ہوجائین لیکن
مگر احتیاط ان رکعتون کے پڑھنے مین ہے تاکہ فرض ذمہ سے یقیناً ساقط ہوجاوے اسلیے کہ جمعہ اگرچہ قول قوی کے رو سے چند جگہ جائز ہے لیکن اُسمین
شبہہ قوی ہے اسلیے کہ ناجائز ہونا چند جگہون مین بھی امام اعظم رح سے مروی ہے اور طحاوی اور تمرتاشی اور صاحب مختار نے اسکو اختیار کیا ہے

کیونکہ کسی صحابی یا تابعی سے جمعہ کے چند جا پڑھنے کا جواز ثابت نہین اور شرح منیہ مین عدم جواز کو امام رح سے ظاہر تر روایت بیان کیا ہی اور نہر الفائق مین حادی قدسی سے فتوی اسی قول پر نقل کیا ہی تو معلوم ہوا کہ یہ قول مذہب مین معتمد ہی نہ قول ضعیف اسی جہت سے شرح منیہ مین چار رکعتون کے پڑھنے کو احتیاط کہا ہی کیونکہ خلاف چند جگہ جمعہ کے جائز اور نا جائز ہونے مین قوی ہی اور اگر بالفرض عدم جواز ضعیف ہو تب بھی خلاف سے باہر ہونا بہتر ہوتا ہی جبجائیکہ قول مخالف امام مذہب کا ہو کذا فی الشامی مختصرا و فی المجمع الانہر معزیا للمطلب والاحوط نیۃ آخر ظہر ادرکتہ وقتہ لان وجوبہ علیہ باخر الوقت قنیۃ اور مجمع الانہر مین مطلب کیطرف نسبت یہ ہی کہ زیادہ احتیاط اسمین ہی کہ نیت یون کرے کہ سب سے پچھلا ظہر جسکا مین نے وقت پایا ہو اور ابھی ادا نہ کیا ہو اسلیے کہ وجوب ظہر کا اسپر آخر وقت سے ہی پس آگاہ ہو جا ہم اس تعلیل مین خلل ہی کیونکہ وجوب ظہر اول وقت سے ہی اور اسلیے اس جملہ کو نہر الفائق مین ذکر نہین کیا شارح اسمین بحر الرائق کا تابع ہو گیا ہی کذا فی الطحطاوی اور فائدہ اس نیت کا یہ ہی کہ اگر جمعہ نہوا ہوگا تو پچھلا ظہر جمعہ کے روز کا ہوگا وہ اس نیت سے ادا ہو جائیگا اور اگر جمعہ درست ہوا ہوگا تو سب سے پچھلا ظہر قضا نمازون کا اس سے ادا ہو جائیگا ورنہ نفل ہوگی اور ترتیب شرح منیہ مین اسطرح مذکور ہی کہ اول چار سنتین ظہر کی پڑھے پھر چار رکعتین احتیاطی پڑھے پھر دو سنتین پڑھے اور چاہیے کہ چارون رکعتون مین سورہ ملاوے اگر قضا نماز اسکے ذمہ نہو اور اگر قضا ہو تو پچھلی دو رکعتون مین سورہ نہ ملاوے بعض نسخون قنبہ کی جگہ قنیہ ہی اور یہی صحیح معلوم ہوتا ہی کیونکہ یہ عبارت قنیہ کی ہی کذا فے الشامی و الثالث وقت الظہر فتبطل الجمعۃ بخروجہ مطلقا ولو لاحقا بعذر نوم او زحمۃ علی المذہب لان الوقت شرط الاداء لا شرط الافتتاح اور تیسری شرط اداے وقت ظہر کا ہی پس باطل ہوگا جمعہ وقت کے نکلنے سے مطلقاً یعنی اگرچہ بعد بیٹھنے کے مقدار تشہد کے وقت جاتا رہے تب بھی جمعہ باطل ہو جائیگا گو مقتدی لاحق ہو گیا ہو بسبب عذر سو جانے یا بھیڑ کے مذہب معتمد پر اسلیے کہ وقت شرط ہی ادا کی نہ شرط شروع کرنے کی ہم لوادر مین ہی کہ مقتدی بھیڑ کے سبب سے رکوع سجدہ پر قادر نہوا یہانتک کہ امام نے سلام پھیر دیا پھر وقت عصر کا ہوگیا تو وہ جمعہ کی نماز پوری کر لے اسلیے شارح نے اس قول کو رد کیا کہ مذہب معتمد یہ ہی لاحق خواہ بھیڑ کی جہت سے ہو یا سو جانے سے اگر وقت ظہر کا نہ رہے تو جمعہ پورا نہ کرے کہ باطل ہو گیا بلکہ ظہر قضا پڑھے اسلیے کہ وقت ظہر ادا کی شرط ہی تو سب نماز وقت کے اندر ہونی چاہیے شروع کی شرط نہین کہ صرف وقت مین شروع کرنے سے جائز ہو جاے کذا فی الطحطاوی و الرابع الخطبۃ فیہ فلو خطب قبلہ وصلی فیہ لم تصح اور چوتھی شرط صحت جمعہ کی خطبہ ہی وقت کے اندر پس اگر خطبہ وقت سے پہلے پڑھ لیا اور نماز وقت مین پڑھی تو جمعہ درست نہوگا ہم خطبہ بضم خا مجمہ یعنی مفعول ہی مشتق ہی خطاب سے جسکے معنی دو شخصون مین گفتگو ہونے کے ہین کذا فے الطحطاوی والخامس کونہا قبلہا لان شرط الشئ سابق علیہ بحضرۃ جماعۃ تنعقد الجمعۃ بہم ولو کانوا صما او نیاما فلو خطب وحدہ لم یجز علی الاصح کما فی البحر عن الظہیریۃ لان الامر بالسعی للذکر لیس الا لاستماعۃ والمامور جمع وجزم فی الخلاصۃ بانہ یکفی حضور واحد اور پانچوین شرط صحت جمعہ کی ہونا خطبہ کا ہی پہلے نماز جمعہ سے اسلیے کہ شرط چیز کی اس سے پیشتر ہوا کرتی ہی خطبہ ہووے سامنے ایسے لوگون کے جنسے جمعہ ہو جاوے یعنے مرد بالغ اور عاقل ہون اگرچہ بہرے یا سوتے ہوے ہون سو اگر خطبہ پڑھیگا اکیلا بدون کسی مقتدی کے حاضر ہونیکے تو درست نہوگا صحیح تر قول کے بموجب چنانچہ بحر الرائق مین ہی ظہیریہ سے اسواسطے کہ حکم چلنے کا ذکر کی طرف نہین ہی مگر اس ذکر کے سننے کے لیے اور مامور لفظ جمع ہی اور یقین کیا ہی خلاصہ مین اسپر کہ کافی ہی حاضر ہونا ایک مقتدی کا ہم یعنے آیت (فاسعوا الی ذکر اللہ) مین حکم سعی کا بصیغہ جمع وارد ہی تو ایک کا حاضر ہونا کافی نہوگا اور بہرون اور سوتے ہوؤن کے حاضر ہونے مین ہرچند سننا پایا نہین جاتا مگر بجا آوری سعی کے حکم کی موجود ہی اسلیے خطبہ کا پڑھنا انکے سامنے درست ہوا اور قول خلاصہ کا صحیح نہین اسلیے کہ حضور جماعت شرط ہی پھر ایک کا حاضر ہونا کیسے کافی ہوگا کذا فی الشامی وکفت تحمیدۃ او تہلیلۃ او تسبیحۃ للخطبۃ المفروضۃ مع الکراہۃ وقالا لابد

من ذکر طویل واقلہ قدر التشہد الواجب اور کافی ہی خطبہ فرض کے لیے ایکبار الحمد للہ کہنا یا لا الہ الا اللہ کہنا یا سبحان اللہ کہنا ساتھ کراہت کے امام
صاحب کے نزدیک اور صاحبین نے فرمایا کہ ضرور ہی ذکر طویل کا ہونا اور کمتر مقدار اسکی التحیات واجب ... [illegible] امام صاحب کی دلیل یہ ہی کہ
آیت میں مطلق لفظ ذکر ہی جو شامل ہی تھوڑے اور بہت کو اور وجہ کراہت مخالفت سنت ہی پھر یہ کراہت بعضوں کے نزدیک تحریمی اور قہستانی کی ظاہر
عبارت سے معلوم ہوتا ہی کہ تنزیہی ہی کذا فی الطحطاوی بنیتہا فلو حمد لعطاس او تعجب [illegible] عنہا علی المذہب کما فی التسمیۃ علی الذبیحۃ
لکنہ ذکر فی البدائع انہ ینوب فتامل کفایت کرتا ہی ایکبار الحمد للہ کہنا خطبہ کی نیت سے تو اگر الحمد للہ کہا اپنی چھینک کے لیے یا تعجب کی راہ سے تو یہ کہنا
خطبہ کے قائم مقام نہو گا مذہب قوی پر جیسے نہیں کافی ہی الحمد للہ کہنا ذبح پر [illegible] لیکن [illegible] البدائع میں ذکر کیا ہی کہ الحمد للہ کہنا
چھینکنے والے کا خطبہ کے قائم مقام ہو جاتا ہی سو اس اختلاف کو [illegible] البدائع میں کہا ہی اور اگر چھینک [illegible] ذبح کرنے کے
وقت اور الحمد للہ کہا تو جانور حلال ہو گا صحیح تر قول میں بخلاف خطبہ کے تو اس [illegible] معلوم ہوتا ہی کہ اگر چھینک کے لیے الحمد للہ کہیگا تو خطبہ
کے لیے کافی ہو گا اور یہاں بیان کیا ہی کہ خطبہ کا قائم مقام نہو گا شامی نے کہا [illegible] البدائع میں اس روایت کے
بموجب ہی جو مقابل مذہب قوی ہی یعنی ایک روایت امام سے ہی کہ الحمد للہ کہنا چھینک [illegible] خطبہ کے لیے [illegible] ابی حنیفۃ ان [illegible]
وتکرہ زیادتہما علی قدر سورۃ من طوال المفصل ویجلس بینہما بقدر ثلث آیات علی المذہب [illegible]
اور مسنون ہین دو خطبے ہلکے مع ایک جلسہ کے ان دونوں کے درمیان بمقدار تین آیتوں کے مذہب [illegible] الا [illegible]
کا ترک کرنے والا ہی صحیح تر قول کے بموجب شارح نے کہا کہ دونوں خطبوں کو اتنا لمبا کرنا کہ برابر ایک سورۃ کے طوال مفصل [illegible] مکروہ ہی
بقدر تین آیتوں کے پڑھنے کا ترک کرنا خطیب کو مکروہ ہی یعنی اتنا طول دینا کہ خطبہ طوال مفصل کی برابر ہو جاوے [illegible]
کی مقدار بیٹھے ہم شامی نے کہا کہ بعض خطیب جو دوسرے خطبہ میں درود [illegible] کے وقت اپنا [illegible] اور بائیں [illegible]
شرح منہاج میں لکھا ہی کہ یہ بدعت ہی یعنی اسکو ترک کرنا چاہیے اور آجکل یہ دستور ہو رہا ہی کہ جب خطیب خطبہ اول کو پڑھکر بیٹھتا ہی تو لوگ
ہاتھ اُٹھا کر دعا مانگنے لگتے ہین اسلیے اس مسئلہ کی تحقیق اس جگہ مناسب معلوم ہوتی ہی ابو داؤد میں حضرت ابن عمر سے مروی ہی کہ آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم دو خطبے پڑھا کرتے تھے اسطرح کہ منبر پر چڑھکر بیٹھتے جب تک کہ مؤذن فارغ ہوتا پھر کھڑے ہو کر خطبہ پڑھتے پھر بیٹھتے اور کلام نہ کرتے پھر
کھڑے ہوتے اور خطبہ پڑھتے طحاوی نے کہا کہ اس جلوس میں کوئی دعا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت نہیں ہوئی اور شمس الائمہ سرخسی نے
شرح ہدایہ میں فرمایا کہ خطیب کو درمیان دو خطبوں کے جدائی کے لیے جلسہ اتنا کرنا چاہیے کہ تمام اعضا اسکے قرار پا جائین اور اس جلسہ میں دعا کرنا [illegible]
ہی اور سغناقی نے لکھا ہی کہ ہاتھ اٹھانا دعا کے لیے دو خطبوں کے درمیان میں غیر مشروع ہی اور جامع المضمرات میں ہی کہ ہاتھ اٹھانا دعا کے لیے دو خطبوں
کے بیچ میں حرام ہی اور شیخ عبد الحق نے شرح مشکوۃ میں حدیث مذکورۂ بالا کے ذیل میں لکھا ہی کہ کلام نہ کرتے تھے یعنی دعا مانگتے نہ دعا کے سوا اور کوئی بات
کہتے اور یہ جو حدیث میں آیا ہی کہ جمعہ میں ساعت دعا کے قبول ہونے کی امام کے منبر پر بیٹھنے کے وقت سے نماز کے پورا ہونے تک ہی تو ملا علی قاری نے اس
حدیث کی شرح میں لکھا ہی کہ یہی وقت ہی کہ غیر امام کو کلام اس وقت میں حرام ہی اور دعا سے مراد وہ دعا ہی جو امام سب مسلمانوں کے لیے پڑھتا ہی خطبہ اور نماز کے
اندر پس اس سے یہ نہیں ثابت ہو سکتا کہ امام یا بیٹھنے والے جلسہ کے اندر ہاتھ اٹھا کر دعا مانگین اور اس اور میں [illegible] کی میں [illegible] تمام علماء نے
دہلی و رامپور و بریلی نے یہی لکھا کہ دونوں خطبوں کے بیچ میں ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنا درست نہیں اگر کوئی بدون ہاتھ اٹھائے اور بدون زبان ہلائے دل میں دعا
مانگے تو اسکا مضائقہ نہیں چنانچہ بحر الرائق اور فتح الباری میں مصرح ہی اور عبارۃ میں [illegible] جب [illegible] ان کو خطبہ میں ہاتھ اٹھا کے دعا مانگتے

دیکھا تھا تو بدعا دی تھی چنانچہ ترمذی مین مروی ہی اس سے معلوم ہوا کہ یہ بدعت خلفاء مروانیہ کے زمانہ مین پیدا ہوئی اللہ تعالی اتباع شریعت مطہرہ اور پسندیدہ
دینداروں کو نصیب کرے اور سیدھی اصل پر متون سے محفوظ رکھے اور دین خالص پر قائم کرے آمین ویجہر بالثانیۃ لا کالاولی ویبدأ بالتعوذ سرًا اور
پکار کر پڑھے دوسرے خطبہ کو لیکن نہ مثل اول کے یعنے اول کو زیادہ بلند آواز سے پڑھے اور دوسرے کو اس سے کم اور شروع کرے اول خطبہ کو اعوذ باللہ
من الشیطان الرجیم آہستہ کہکر یعنے اول اعوذ پڑھے پھر حمد وثناے الٰہی پھر شہادتین پھر درود شریف پھر وعظ ونصیحت اور قرآن مجید کی آیت او تجنیس مین
لکھا کہ دوسرا خطبہ مثل اول کے ہی مگر اسمین وعظ کی جگہ مسلمانون کے لیے دعا مانگے بحر الرائق مین لکھا کہ دوسرے خطبہ مین ایک آیت کا پڑھنا مسنون ہی کذا
فی الشامی ویندب ذکر الخلفاء الراشدین والعمین لا الدعاء للسلطان وجوزہ القہستانی اور مستحب ہی ذکر کرنا خلفا راشدین اور آنحضرت صلی اللہ علیہ
وسلم کے دو عم بزرگوار یعنے حضرت حمزہ اور حضرت عباس رضی اللہ عنہم اجمعین کا نہین مستحب ہی دعا مانگنا خطبہ مین بادشاہ کے لیے اور جائز رکھا ہی
اسکو قہستانی نے علامہ شامی نے کہا کہ جائز ہونے سے یہ اشارہ ہی کہ مستحب نہین اور باب الامامۃ مین جو شارح نے لکھا ہی کہ دعا امام کی نیک بختی کے لیے
واجب ہی وہ اس قول کے مخالف نہین کیونکہ یہان خاص خطبہ کا ذکر ہی ویکرہ تحریما وصفہ بما لیس فیہ اور مکروہ تحریمی ہی صفت بیان کرنی بادشاہ کی
ایسے امور سے کہ اسمین نہون مثلاً عادل کہنا جس صورت مین کہ وہ ظالم ہو کیونکہ یہ وصف بیان کرنا خطیب کا جھوٹ ہوگا ویکرہ تکلم فیہا الا لامر بمعروف
لانہ منہا اور مکروہ ہی کلام کرنا خطیب کا خطبہ کے اندر مگر امر بالمعروف کرنے کے لیے کلام مکروہ نہین کیونکہ یہ کلام تو خطبہ ہی سے ہی یعنے اچھی بات کا حکم
کرنا جزو ہی خطبہ کا طحطاوی نے کہا کہ کلام کی کراہت کو مطلق بیان کیا تو ظاہر اکہ وہ تحریمی ہی ومن السنۃ جلوسہ فی مخدعہ عن یمین المنبر ولبس السواد
وترک السلام من خروجہ الی دخولہ فی الصلوۃ وقال الشافعی اذا استوی علی المنبر سلم یجیبہ اور سنت ہی بیٹھنا امام کا اپنے حجرہ مین منبر کے داہنے
طرف اور پہننا سیاہ لباس کا اور نہ سلام کرنا خطبہ کے لیے نکلنے کے وقت سے نماز مین داخل ہونے تک اور امام شافعی رحمہ نے فرمایا کہ جب منبر پر
بیٹھے تو سلام کرے کذا فی المجتبی اسم مخدع بروزن منبر قاموس مین لکھا ہی اور سیوطی بروزن مکتب اور بعضون بیان کیا ہی وہ خلوتخانہ ہی جو مسجد کے
اندر بنا ہو تو جن مسجدون مین ایسا مکان منبر کے داہنے طرف نہو وہان امام داہنی طرف بیٹھے اور قبل خطبہ کے محراب کے اندر خطیب کو نماز پڑھنا مکروہ
ہی کذا فی الشامی وطہارۃ وستر عورۃ قائما اور مسنون ہی دونون خطبون کا پڑھنا طہارت اور ستر عورت کے ساتھ کھڑا ہو کر یعنے یہ تینون باتین
مسنون ہین شرط نہین پس اگر خطبہ بیٹھ کر پڑھیگا یا ہوا وغیرہ سے برہنگی کھلجائیگی یا بیٹھ کر پڑھیگا تو جائز ہوگا کراہت کے ساتھ اور اسکا اعادہ واجب
نہوگا کذا فی الطحطاوی وہل ہی قائمۃ مقام رکعتین الاصح لا ذکرہ الزیلعی بل کشطرہا فی الثواب اور کیا خطبہ قائم مقام دو رکعتون کے ہی صحیح تر یہ ہی
کہ نہین ذکر کیا ہی اسکو زیلعی نے بلکہ ثواب مین نصف نماز جمعہ کے مانند ہی یعنے یہ جو اثر مین وارد ہی کہ خطبہ بمنزلہ نصف صلوۃ ہی اس سے ظاہر ہی معلوم
ہوتا ہی کہ ظہر کی دو رکعتون کے قائم مقام خطبہ ہی جیسے جمعہ کا دوگانہ قائم مقام اسکی دو رکعتون کے ہی تو اس سے یہ نکلتا ہی کہ نماز کی شرطین خطبہ مین
بھی ہونی چاہئین شارح اس اثر کی تاویل بیان کرتا ہی کہ مراد اس سے یہ ہی کہ خطبہ کا ثواب جمعہ کی نماز سے آدھا ہوتا ہی نہ یہ کہ ظہر کی دو رکعتون کے قائم مقام
ہو اور نماز کی شرطین اسمین لازم آوین کذا فی الشامی ولو خطب جنبا ثم اغتسل وصلی جاز اور اگر خطبہ پڑھا حالت جنابت مین پھر نہایا اور نماز پڑھائی
جائز ہی یعنی نہانا فاصل متصور نہوگا کیونکہ نماز کے اعمال مین سے ہی لیکن بہتر ہی اعادہ کرنا خطبہ کا کذا فی البحر ولو فصل باجنبی فان طال بان رجع لبیتہ
فتغدی او جامع واغتسل استقبل خلاصۃ لزوال البطلان الخطبۃ سراج لکن سیجیی انہ لا یشترط اتحاد الامام والخطیب اور اگر خطبہ اور نماز مین فصل
اجنبی کا فاصلہ کیا تو اگر فاصلہ دراز ہوا اس طرح کہ امام اپنے گھر پر چلا آیا اور کھانا کھایا یا صحبت کی اور نہایا تو خطبہ از سر نو پڑھے کذا فی الخلاصۃ یعنے
واجب ہی از سر نو پڑھنا بسبب باطل ہوجانے خطبہ کے کذا فی السراج لیکن آگے آویگا کہ شرط نہین ہی ایک ہونا نماز پڑھانیوالے اور خطبہ پڑھنے والے کا یعنی

صورتوں میں اعادہ ضرور ہوگا مثلاً خطیب خطبہ پڑھکر کسی کو نماز پڑھانے کے لیے نائب کرکے گھر جاوے تو اس صورت میں اعادہ خطبہ کا نہیں کذا فی الشامی

والسادس الجماعۃ واقلہا ثلٰثۃ رجال ولو غیر الثلٰثۃ الذین حضروا الخطبۃ سوی الامام بالنص لانہ لابد من الذاکر وہو الخطیب وثلٰثۃ سواہ بنص فاسعوا الی ذکر اللّٰہ اور چھٹی شرط صحت جمعہ کی جماعت ہے اور کمتر عدد جماعت کا تین مرد ہیں سوائے امام کے نص کے سبب اگرچہ سوا ان تین شخصوں کے ہوں جو خطبہ میں موجود تھے اسلیے کہ آیت فاسعوا الی ذکر اللّٰہ سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک ذاکر ضرور ہو اور وہ خطیب ہے اور تین اسکے سوا ہوں تاکہ صیغہ جمع اُنپر صادق ہو ہم تین مردوں کو مطلق کہنے سے معلوم ہوا کہ اگر غلام یا مسافر یا بیمار یا امّی یا گونگے ہونگے تب بھی جمعہ درست ہوگا اور مرد کی قید سے لڑکے اور عورتیں نکل گئیں وہ کسی حال میں امام ہونے کی لیاقت نہیں رکھتے اور امام ابو یوسف کے نزدیک سوا امام کے دو مرد شرط جماعت کے ہیں کذا فی الطحطاوی

فان نفروا قبل سجودہ وقالا قبل التحریمۃ بطلت پس اگر جماعت کے لوگ چلے جاویں پہلے سجدہ کرنے امام کے تو جمعہ باطل ہو جاویگا یعنی اب ظہر کی نماز از سر نو پڑھے اور صاحبین نے فرمایا کہ اگر تحریمہ سے پیشتر چلے جاویں تو جمعہ باطل ہوگا تو صاحبین کے نزدیک بعد تحریمہ کے اگر جاوینگے تو جمعہ باطل نہوگا امام اسکو پورا کرے وان بقی ثلٰثۃ رجال ولذا اتی بالتاء او نفروا بعد سجودہ او عادوا وادرکوہ راکعا او نفروا بعد الخطبۃ وصلی بالاخرین لا تبطل واتمہا جمعۃ اور اگر جماعت میں تین مرد رہگئے یا بعد سجدہ کرنے امام کے سب چلے گئے یا بعد تحریمہ یا خطبہ کے چلے گئے لیکن پھر چلے آئے اور امام کے ساتھ رکوع میں شامل ہو گئے یا خطبہ کے بعد چلے گئے اور امام نے دوسرے مقتدیوں کے ساتھ نماز پڑھی جو خطبہ میں نہ تھے تو ان صورتوں میں جمعہ باطل نہوگا اور امام اس نماز کو جمعہ ہی پورا کرے شارح نے کہا کہ ثلٰثۃ سے مرد مراد ہیں اسی لیے ماتن نے اس لفظ کو ت کے ساتھ ذکر کیا کہ اعداد تین سے لیکر دس تک مذکر کے لیے ت کے ساتھ آتے ہیں طحطاوی نے کہا کہ یہ کیا ضرور ہے کہ مذکر پورے مرد ہوں لڑکے بھی تو اسی طرح ثلٰثۃ بولے جاتے ہیں اور امام کے سجدہ کے بعد لوگوں کے چلے جانے سے اسلیے جمعہ پڑھے کہ جماعت شرط بقا کی نہیں اور نفروا بعد الخطبۃ کے ذکر کی حاجت نہیں کیونکہ اسکو شارح پہلے کر چکا ہے کہ اگر یہ تین مرد خطبہ سننیوالوں کے سوا ہوں

والسابع الاذن العام من الامام وہو یحصل بفتح ابواب الجامع للواردین کافی فلا یضر غلق باب القلعۃ لعدو او لعادۃ قدیمۃ لان الاذن العام مقرر لاہلہ وغلقہ لمنع العدو لا المصلی نعم لو لم یغلق لکان احسن کما فی مجمع الانہر معزیا لشرح عیون المذاہب قال وہذا اولی مما فی البحر والمنح فلیحفظ اور ساتویں شرط صحت جمعہ کی اذن عام ہے امام کیطرف سے یا اسکے نائب کیطرف سے جو جمعہ کے قائم کرنے کا اختیار رکھتا ہے اور اذن عام حاصل ہوتا ہے مسجد جامع کے دروازوں کے کھلے رکھنے سے واردوں کے لیے یعنی جو لوگ جمعہ پڑھا چاہیں انکی روک نہو کذا فی الکافی اس سے معلوم ہوا کہ صریح اذن مشروط نہیں دروازوں کا کھلا رہنا اور مکلفین جمعہ کا آ سکنا کافی ہے تو نہیں ضرر کرتا بند کرنا دروازہ قلعہ کا دشمن کے سبب سے یا عادت قدیم کی جہت سے اسلیے کہ اذن عام ثابت ہے شہر کے باشندوں کو اور بند کرنا دشمن کی روک کے لیے ہے نہ نمازی کے منع کرنیکو ہاں اگر بند نکیا جاوے یعنی جبکہ خوف دشمن کا نہو تو بہتر ہے چنانچہ مجمع الانہر میں ہے منسوب شرح عیون المذاہب کی طرف صاحب مجمع الانہر نے کہا کہ ضرر نکرنا قفل دروازہ قلعہ کا بہتر اُس قول سے جو بحر الرائق اور منح الغفار میں ہے تو اسکو یاد رکھنا چاہیے اور بحر الرائق میں مذکور ہے کہ جب حاکم قلعہ کے دروازے مقفل کرے اور انہیں اپنے لشکر اور باشندگان قلعہ کے ساتھ جمعہ پڑھے تو جمعہ جائز نہوگا چنانچہ ماتن آگے بیان کرتا ہے

فلو دخل امیر حصنا او قصرہ واغلق بابہ فصلی باصحابہ لم تنعقد ولو فتحہ واذن للناس بالدخول جاز وکرہ پس اگر داخل ہوا کوئی حاکم قلعہ میں یا اپنے محل میں اور بند کردیا دروازہ قلعہ یا محل کا اور نماز پڑھی اپنے ساتھیوں کے ساتھ تو جمعہ منعقد نہوگا کیونکہ اذن بظاہر نماز کے وقت چاہیے اور یہ اس صورت میں حاصل نہوگا اور اگر دروازہ کو کھولدیا اور لوگوں کو اندر آنے کی اجازت دی تو جمعہ درست ہوگا اور مکروہ ہوگا وجہ کراہت کی یہ کہ جامع مسجد کو ترک کیا کذا فی الطحطاوی

فالامام فی دینہ ودنیاہ الی العامۃ محتاج فسبحان من تنزہ عن الاحتیاج پس امام اپنے دین اور دنیا میں عوام کا محتاج ہے تو پاک ہے

وہ ذات جو احتیاج سے پاک ہے اپنی دنیا میں امام کو عوام کی حاجت ہے واسطے حفاظت سلطنت اور کاروبار ملکی اور فوج کشی وغیرہ کے اور دین کے امور
مثل جمعہ اور عیدین کے بدون عوام کے میسر نہیں تو دونوں میں محتاج عوام کا ہوا و شرط لافتراضھا ستۃ تختص بہا اور شرطیں جمعہ کی
فرضیت کے لیے تو شرطیں جو خاص ہیں جمعہ کے لیے دم ان نے شرائط فرضیت کی گیارہ لکھی ہیں مگر چونکہ عقل و بلوغ خاص جمعہ کے لیے نہیں
بلکہ ہر نماز فرض کے واسطے ہیں اسلیے شارح نے نو کو خاص جمعہ کے لیے کہا اقامۃ بمصر و اما المنفصل عنہ فان کان یسمع النداء تجب علیہ عند محمد
وبہ یفتی کذا فی الملتقی وقدمنا عن الولوالجیۃ تقدیرہ بفرسخ ورجح فی البحر اعتبار عودہ لبیتہ بلاکلفۃ شرط اول فرضیت جمعہ کی مقیم ہونا ہے شہر میں
یعنے مسافر پر واجب نہیں نہ اُس پر جو شہر یا متصل شہر کے مقیم نہو اور شہر سے علیحدہ رہنے والا اگر اذان کی آواز سنتا ہو تو جمعہ اُسپر واجب ہے امام محمد کے
نزدیک اور اسی پر فتویٰ ہے ایسا ذکر ہی ملتقی میں اور پہلے ہم نے ولوالجیہ سے نقل کیا ہے کہ گرد شہر کا انداز ایک فرسنگ ہے یعنے تین میل اور ترجیح دی ہے
بحرالرائق میں اعتبار کرنے نماز کے لوٹ آنے کو اپنے گھر بدون مشقت کے ہم پہلے بیان ہو چکا ہے کہ میل و فرسنگ وغیرہ کے فاصلہ کا کچھ اعتبار نہیں بلکہ
گرد شہر وہی ہے جسمیں اُسکے منافع کی چیزیں ہوتی ہوں وصحۃ والحق بالمریض الممرض والشیخ الفانی اور دوسری شرط فرضیت جمعہ کی تندرستی ہے
یعنے بیمار پر جمعہ واجب نہیں اور لاحق کیا گیا ہے بیمار سے بیمار دار یعنے جو بیمار کی خبر گیری کرتا ہو اسطرح کہ اگر مثلاً وہ چلا جائے تو بیمار کی کوئی خبر نہ لے
کذا فی الحلیہ اور شامل کیا گیا ہے بیمار سے شیخ فانی یعنے بہت بوڑھا جو چلنے پھرنے کی طاقت نہ رکھتا ہو وحریۃ والاصح وجوبہا علی مکاتب ومبعض
واجیر ویسقط من الاجر بحسابہ ولو بعیدا والالا اور تیسری شرط وجوب جمعہ کی آزاد ہونا ہے کہ غلام پر جمعہ واجب نہیں اور صحیح تر قول یہ ہے کہ جمعہ واجب ہے
مکاتب پر اور اُس غلام پر جسکا ایک حصہ آزاد ہو گیا اور ریقیہ کے لیے کمائی کرتا ہو اور واجب ہے مزدور پر اور ساقط ہو جائیگی مزدوری اجرت کے حساب
سے اگر مزدور مسجد جامع سے دور ہو اور اگر پاس ہوگا تو مزدوری ساقط نہوگی ہم یعنے مثلاً اتنا دور ہے کہ نماز کو جانے اور آنے میں چوتھائی دن یعنی ایک پہر
لگتا ہے تو اُس روز کی اجرت میں سے چہارم وضع ہو جائیگا اُسکا مطالبہ مالک سے نہیں کر سکتا کذا فی الشامی ولو اذن لہ مولاہ وجبت وقیل تخیر
جوہرہ ورجح فی البحر التخییر اور اگر غلام کو آقا نے نماز کی اجازت دی تو جمعہ واجب ہے اور بعض فقہا نے کہا ہے کہ غلام کو اختیار ہے چاہے جمعہ پڑھے چاہے
ظہر پڑھے اپنے مقام پر اور ترجیح دی ہے بحرالرائق میں اختیار دینے کو تو ذکورۃ محققۃ اور چوتھی شرط جمعہ کے واجب ہونے کی مرد ہونا ہے یقیناً یعنی
عورتوں اور خنثیٰ مشکل پر جمعہ واجب نہیں وبلوغ وعقل ذکرہ الزیلعی وغیرہ ولیسا خاصین اور پانچویں شرط جمعہ کے واجب ہونے کی
بالغ ہونا ہے اور چھٹی شرط عاقل ہونا ہے لڑکے نابالغ اور مجنون پر واجب نہیں ذکر کیا ہے اُسکو زیلعی وغیرہ نے اور یہ دونوں باتیں جمعہ کے لیے خاص
نہیں بلکہ ہر ایک فرض کی فرضیت کے لیے شرط ہیں ووجود بصر فتجب علی الاعور اور ساتویں شرط ہے موجود ہونا بینائی کا اس سے معلوم ہوا کہ جمعہ
واجب ہے کانے پر شامی نے کہا اسیطرح واجب ہے چوندھے پر مگر اندھے پر واجب نہیں اگرچہ اُسکو پہونچانے والا میسر ہو وقدرتہ علی المشی جزم فی
بان سلامۃ احدہما لہ کافیۃ فی الوجوب لکن قال الشمنی وغیرہ لا تجب علی مفلوج الرجل ومقطوعہا اور آٹھویں شرط فرضیت جمعہ کی قادر ہونا نماز کی
کا ہے چلنے پر یقین کیا ہے بحرالرائق میں کہ درست ہونا ایک پاؤں کا نمازی کے لیے کافی ہے واجب ہونے میں لیکن شمنی وغیرہ نے کہا ہے کہ واجب
نہیں اُس شخص پر جسکی ٹانگ فالج زدہ ہو یا کٹی ہو ہم شامی نے ابوسعود سے ان دونوں روایتوں میں تطبیق اسطرح نقل کی ہے کہ مراد بحرالرائق کی
ایک پاؤں کی سلامتی سے یہ ہے کہ لنگڑا پن مانع مسجد کے جانے کا نہو اور غرض شمنی وغیرہ کی یہ ہے کہ مسجد تک نجا سکتا ہو اور شارح کو مناسب تھا کہ بجا
احدہما کے احدہا کہتا اسلیے کہ رجل مؤنث ہے وعدم حبس وعدم خوف وعدم مطر شدید ووحل وثلج ونحوہما اور نویں شرط فرضیت جمعہ کی محبوس
نہونا ہے اور دسویں شرط خوف کا نہونا مثلاً حاکم یا چور دات وغیرہ سے اور گیارھویں شرط نہونا سخت بارش اور کیچڑ اور برف اور اسکی مثل کا علیحدہ

کا جاڑہ یا آندھی ہو [illegible] گیارہ بیان کیے اور [illegible] شرطیں مذکور تھیں یعنی پانچ شرطیں آخر کی ان گیارہ
میں سے صحت کے [illegible] وقد نظمہا [illegible] ہذہ الشروط [illegible] ان اختار العزیمۃ وصلاہا وہو مکلف
بالغ عاقل وقعت فرضا [illegible] الا للمراۃ اور جس شخص میں یہ سب شرطیں وجوب کی نہوں
یا بعض نہوں اگر وہ [illegible] بالغ اور عاقل ہو تو اسکا جمعہ فرض واقع ہوگا ظہر کے عوض میں تاکہ اسکے
حق میں [illegible] البحر الرائق میں [illegible] عذر والوں کے حق میں [illegible] مگر عورت کے لیے ظہر افضل ہے
کہ اسکی نماز گھر [illegible] افضل ہے [illegible] شارع [illegible] عزیمت میں [illegible] مسافر
و مریض وغیرہ [illegible] واسطے [illegible] کی وجہ سے رخصت ہے اور جمعہ کا ادا کرنا [illegible]
سے عزیمت [illegible] ظہر لازم [illegible]
حق میں [illegible] کذا فی [illegible]
الجمعۃ [illegible] اور [illegible] امام [illegible]
اور غلام اور بیمار [illegible] امام شافعی نے [illegible]
اگر کوئی مقتدی نہو تو جمعہ نہوگا [illegible] امام [illegible]
[illegible] کذا فی العنایہ وحرم لمن لا عذر لہ صلاۃ الظہر قبلہا [illegible]
اور حرام ہے اس شخص کو [illegible] ظہر کا پڑھنا جمعہ سے پیشتر [illegible] کذا فی [illegible]
شارح نے کہا کہ پیشتر جمعہ کے ظہر پڑھنا [illegible] حرام [illegible]
بھی حرام ہے [illegible] شامی [illegible] ظہر حرام [illegible]
کا نون میں قبل جمعہ ظہر [illegible] البحر الرائق [illegible]
کراہت ہی ثابت کی ہو فان فعل [illegible] بطل [illegible]
الامام او لم [illegible] فی الاصح [illegible]
انہ لا تبطل سراج [illegible] الفرق بین [illegible]
غیر معذور نے جمعہ سے پیشتر ظہر پڑھ لیا [illegible]
ظہر باطل ہوگا یعنی فرضیت باطل ہوگی [illegible] ظہر [illegible]
اور جمعہ کے لیے سعی نکلی [illegible] ظہر [illegible]
اور غیر معذور کے [illegible] شارح نے کہا [illegible]
سعی کہا اور ماتن نے [illegible] امام کا فارغ ہونا [illegible]
امام نے جمعہ کو [illegible] باطل نہوگا [illegible] ان صورتوں میں [illegible] باطل ہونا ظہر کا [illegible]
[illegible] جمعہ کے پانے کے ساتھ [illegible] باطل نہوگا [illegible] شامی نے کہا کہ امکان جمعہ کے پانے کی قید

شارح نے لگائی ہو صحیح نہین اور سراج کے مسئلہ مین جو اشتباہ نقل کیا ہو اُسمین لا غلط ہو کیونکہ بحر الرائق مین کہا ہو کہ بطلان مطلق رکھنے سے وہ صورت بھی
شامل ہوگئی کہ جمعہ کو پایا ہو دوری فاصلہ کی جہت سے حالانکہ سعی کیوقت امام جمعہ پڑھتا تھا یا شروع ہی نہین کیا تھا اور یہ قول اُنہیں کا ہو اور سراج مین کہا کہ یہی
صحیح ہو اسلیے کہ نمازی جمعہ کیطرف چلا اُسوقت کہ جمعہ اسکو ابھی تک فوت نہین ہوا انتہیٰ اور معنے ورکہ ہر چند حکم سعی کا نہین تو چاہیے تھا کہ اُسکا ظہر باطل نہوتا مگر جب
کہ اپنے اوپر لازم کر لینے سے وہ بھی غیر مذکور کے حکم مین شامل ہوگیا و کرہ تحریما لمعذور ومسجون ومسافر اداء ظہر بجماعۃ فی مصر قبل الجمعۃ وبعدھا
لتقلیل الجماعۃ وصورۃ المعارضۃ اور مکروہ تحریمی ہو معذور اور محبوس اور مسافر کو ادا پڑھنا ظہر کا جماعت سے شہر کے اندر جمعہ سے پہلے اور پیچھے بسبب
کم ہوجانے جماعت کے اور صورت مقابلہ کے فہم اداکی قید سے معلوم ہوا کہ ظہر قضا کی جماعت ان لوگون کو مکروہ نہین اسیطرح گاؤن والون کو جماعت
ظہر مکروہ نہین اور شہر مین وجہ کراہت یہ ہو کہ جمعہ کی جماعت کم ہوجائیگی یعنے معذورون کو پڑھتے دیکھکر اگر کوئی غیر معذور شریک ہوجائیگا تو جماعت جمعہ
کم ہوجائیگی اور دوسری وجہ معارضہ ہو یعنے حکم اقامت جمعہ کا ہو تو دوسری جماعت کی اقامت مقابلہ اور عدول حکمی ہو کذا فی الطحطاوی وافاد ان المساجد
تغلق یوم الجمعۃ الا الجامع اور مصنف نے ظہر کی نماز جماعت سے پڑھنے کو مکروہ تحریمی بتاکر یہ افادہ کیا کہ تمام مسجدین جمعہ کے روز بند کیجائین سوا
جامع مسجد کے یعنے اسلیے کہ مسجدین اجتماع کی جگہ ہین تو اُنکے بند رکھنے سے اجتماع کی نوبت ہی نہ پہونچیگی وکذا اہل مصر فاتتہم الجمعۃ فانہم
یصلون الظہر بغیر اذان ولا اقامۃ ولا جماعۃ اور اسیطرح مکروہ ہو جماعت سے ظہر پڑھنا شہر والون کو جنکو جمعہ نہ ملا ہو بلکہ وہ ظہر پڑھین بدون اذان و
تکبیر اور جماعت کے ویستحب للمریض تاخیرہا الے فراغ الامام وکرہ ان لم یوخر ہو الصحیح اور مستحب ہو بیمار کو دیر کرکے پڑھنا نماز ظہر کا امام کے فارغ ہونے تک
جمعہ سے اور مکروہ تنزیہی ہو اگر تاخیر نہ کرے یہی صحیح ہو ومن ادرکہا فی التشہد او سجود سہو او تشہدہ علی القول بہ فیہا یتمہا جمعۃ خلافا لمحمد رح کما یتم
فی العید اتفاقا کما فی عید الفتح اور جو شخص جمعہ مین ملے التحیات کے اندر یا سجدہ سہو کے اندر یا سجدہ سہو کے تشہد مین وہ تمام کرے جمعہ یعنے
دوگانہ پڑھے شارح نے کہا کہ یہ اُن لوگون کے قول کے بموجب ہی جو سجدہ سہو جمعہ مین کرنے کو کہتے ہین یعنی متاخرین کے نزدیک اولی یہ ہو کہ کثرت اژدہام
جمعہ وغیرہ مین سجدہ سہو نکرے تو اس قول کے بموجب سجدہ سہو یا اسکے تشہد مین نہ ملیگا دوگانہ تمام کرے شیخین کے نزدیک بخلاف امام محمد رح کے کہ اُنکے نزدیک
اگر ایک رکعت سے کم ملے تو جمعہ نہ تمام کرے بلکہ ظہر پورا کرے جیسے تمام کرے دوگانہ عید کا بالاتفاق چنانچہ فتح القدیر کے باب العیدین مین ہو یعنی اگر عید کے تشہد یا سجدہ
سہو مین ملے تو بالاتفاق دو رکعتین پوری کرے لکن فی السراج انہ عند محمد لم یصر مدرکا لہ لیکن سراج مین ہو کہ نمازی امام محمد کے نزدیک عید کا پانے والا نہوگا یعنی
تشہد مین ملنے کی صورت مین عید کی نماز امام محمد کے نزدیک نہوگی بلکہ نفل پوری کرے اور عید کیطرح نہ پڑھے بلکہ بلا زائد تکبیرون کے پورا کرے شامی نے کہا
کہ قول اول صحیح ہو یعنے بالاتفاق عید کا دوگانہ پورا کرے وینوی جمعۃ لا ظہرا بالاتفاق فلو نوی الظہر لم یصح اقتداءہ اور نیت کرے تشہد مین ملنے والا
جمعہ کی نہ ظہر کی بالاتفاق تو اگر ظہر کی نیت کریگا تو اُسکا اقتدا درست نہوگا بالاتفاق ثم الظاہر انہ لا فرق بین المسافر وغیرہ نہر بحثا پھر ظاہر یہ ہو کہ نہین فرق
ہو مسافر اور غیر مسافر مین کذا فی النہر بحثا ہم ظہیریہ مین ذکر کیا ہو کہ اگر مسافر تشہد مین جمعہ کے ملے تو وہ چار رکعتین پڑھے اسلیے شارح نے ذکر کیا کہ
مسافر اور غیر مسافر اسمین برابر ہین شیخین کے نزدیک جمعہ ہی پورا کرین واذا خرج الامام من الحجرۃ ان کان والا فقیامہ للصعود شرح المجمع فلا صلوۃ
ولا کلام الے تمامہا وان کان فیہا ذکر الظلمۃ علی الاصح اور جب امام حجرہ سے نکلے اگر حجرہ ہو ورنہ امام کا کھڑا ہونا منبر پر چڑھنے کے لیے معتبر ہو
کذا فی شرح المجمع تو اُسوقت سے نہ کوئی نماز ہو نہ کلام خطبہ کی تمامی تک اگرچہ خطبہ مین ذکر ظالمون کا ہو صحیح تر قول کے بموجب ہم مقابل قول اصح کا
یہ ہو کہ جب ظالمون کا ذکر خطبہ مین ہو اُسوقت کلام درست ہو اور کان کو مذکر لانا باعتبار مکان کے ہو کذا فی الطحطاوی خلا قضاء فائتۃ
لم یسقط الترتیب بینہا وبین الوقتیۃ فانہا لا تکرہ سراج وغیرہ لضرورۃ صحۃ الجمعۃ والا لا کوئی نماز خطبہ کے وقت جائز نہین

ف اسلیے کہ اجتماعی نماز امام اور مقتدی دونون ... ۱۲

سوا قضا پڑھنے اس فائتہ کے جس میں اور وقتی نماز یعنی جمعہ کے درمیان میں ترتیب ساقط نہ ہوئی ہو کہ اس فائتہ کا پڑھنا مکروہ نہیں کذا فی السراج وغیرہ بلکہ اسکا پڑھنا واجب ہے بسبب ضرورت درست ہونے جمعہ کے یعنی صاحب ترتیب اگر فائتہ نماز نہ پڑھیگا تو اسکا جمعہ صحیح نہوگا پس ایسے وقت اسکے پڑھنے کا مضائقہ نہیں اور اگر ترتیب نہ رہی ہو تو قضا کا پڑھنا بھی نہ چاہیے کہ وقت مکروہ ہے ولو خرج وهو فی السنۃ او بعد قیامہ لثالثۃ النفل یتم فی الاصح ویخفف القراءۃ اور اگر امام خطبہ کے لیے نکلا اور نمازی سنتیں پڑھتا ہے یا نفل کی تیسری رکعت کو کھڑا ہو چکا ہے تب امام نکلا تو وہ شخص سنتیں اور نفل جو کچھ پڑھتا ہے تمام کرے صحیح تر قول میں اور قرأت چھوٹی پڑھے یعنی بقدر واجب پڑھا کرے کذا فی الطحطاوی وکل ما حرم فی الصلوٰۃ حرم فیہا ای فی الخطبۃ خلاصہ وغیرہا فیحرم اکل وشرب وکلام ولو تسبیحا او رد سلام او امرا بمعروف بل یجب علیہ ان یستمع ویسکت بلا فرق بین قریب وبعید فی الاصح محیط اور جو امور کہ حرام ہیں نماز میں وہ حرام ہیں خطبہ کے اندر کذا فی الخلاصہ وغیرہا پس حرام ہے خطبہ کے وقت کھانا اور پینا اور کلام کرنا اگرچہ سبحان اللہ کہنا ہو یا سلام کا جواب دینا یا اچھی بات کا حکم کرنا ہو بلکہ واجب ہے آدمی پر کہ خطبہ سنے اور چپ رہے بدون فرق کے درمیان نزدیک اور دور کے شخصوں کے صحیح تر قول میں کذا فی المحیط اور قول ضعیف یہ ہے کہ خطبہ سے دور ہو تو کلام کا مضائقہ نہیں، شامی نے کہا کہ تسبیح کو اس کے قول پر متفرع کرنے میں کلام ہے اسلیے کہ تسبیح نماز میں حرام نہیں اور امر بالمعروف سے مطلب [illegible] جیسا کہ پہلے بیان ہوا ولا یرد تحذیر من خیف ہلاکہ لانہ یجب لحق آدمی وهو محتاج الیہ والانصات لحق اللہ تعالی ومبناہ علی المسامحۃ اور اعتراض نہیں وارد ہوتا ڈرانا اس شخص کا جسکے ہلاک کا خوف ہے یعنی اگر کسی آدمی کو خطبہ کے وقت کنوئیں کے پاس دیکھے مثلا اور خوف ہو کہ کنوئیں میں گر پڑیگا تو لازم ہے کہ اس شخص کو ہوشیار کر دے کیونکہ ہوشیار کرنا واجب ہے آدمی کے حق کی جہت سے اور آدمی اپنے حق کا محتاج ہے اور سکوت خطبہ کے وقت اللہ تعالیٰ کے حق کے لیے ہے اور بنا اس حق کی درگذر پر ہے یعنی اللہ تعالیٰ غنی ہے اس سے درگذر فرماتا ہے وکان ابو یوسف ینظر فی کتابہ ویصححہ اور امام ابو یوسف رح جب خطبہ سے دور ہوتے تو خطبہ کے وقت اپنی کتاب دیکھا کرتے اور قلم سے اسکو صحیح کیا کرتے شامی نے کہا کہ یہ مبنی ہے قول ضعیف پر کہ اگر دور ہو تو کلام کرنا اور کتاب کا دیکھنا جائز ہے والاصح انہ لا باس بان یشیر برأسہ او یدہ عند رؤیۃ منکر اور صحیح تر یہ ہے کہ کچھ مضائقہ نہیں اپنے سر یا ہاتھ سے اشارہ کرنے کا وقت دیکھنے بری بات کے یعنی زبان سے منع کرنا حرام ہے کذا فی الطحطاوی والصواب انہ یصلی علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم عند سماع اسمہ فی نفسہ اور صواب یہ ہے کہ درود پڑھے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر وقت سننے آپ کے اسم مبارک کے اپنے جی میں یعنی آہستہ درود پڑھے کہ اپنا آپ سنے دوسرے کو آواز نجاوے اور امام ابو یوسف رح سے روایت ہے کہ درود دل میں پڑھے کذا فی الشامی ولا یجب تشمیت عاطس ولا رد سلام اور واجب نہیں جواب دینا چھینکنے والے کا اور نہ جواب دینا سلام کا اسی پر فتوی ہے طحطاوی نے کہا کہ اگر چھینکنے والا الحمد للہ کہے تو آہستہ کہے کہ دوسرا نہ سنے وکذا یجب الاستماع لسائر الخطب کخطبۃ نکاح وختم وعید علی المعتمد اسیطرح واجب ہے سننا سب خطبوں کا مثل خطبہ نکاح اور خطبہ ختم قرآن اور خطبہ عید کے قول معتمد پر وقالا لا باس بالکلام قبل الخطبۃ وبعدہا واذا جلس عند الثانی اور صاحبین نے کہا کہ نہیں مضائقہ کلام کا خطبہ کے پیشتر اور بعد خطبہ کے یعنی جب امام حجرہ سے نکلے تو جبتک خطبہ شروع کرے اسوقت تک کلام کا مضائقہ نہیں اور امام ابو یوسف کے نزدیک جب امام بیٹھے اسوقت بھی کلام کا مضائقہ نہیں والخلاف فی کلام یتعلق بالآخرۃ اما غیرہ فیکرہ اجماعا اور خلاف امام صاحب اور صاحبین کا اس کلام میں ہے کہ آخرت سے متعلق ہو اور غیر کلام آخرت یعنی دنیاوی کلام مکروہ ہے بالاتفاق وعلی ہذا فالترقیۃ المتعارفۃ فی زماننا تکرہ عندہ لا عندہما اور اس خلاف پر ترقیہ جو ہمارے زمانہ میں مروج ہے مکروہ ہوگا امام صاحب کے نزدیک نہ صاحبین کے نزدیک اور ترقیہ اسکو کہتے ہیں کہ منبر امام کے سامنے کھڑا ہو کر اول یہ آیت پڑھتا ہے (ان اللہ وملائکتہ یصلون

علی النبی) آخر تک پھر حدیث صحیحین کی پڑھتا ہے کہ جب تو نے اپنے ساتھی سے جمعہ کے روز کہا کہ خاموش ہو اس وقت کہ امام خطبہ پڑھتا ہے تو تو نے لغو کیا
تو ہر چند یہ پڑھنا کلام آخرت ہے مگر امام صاحب کے نزدیک مکروہ ہے اور صاحبین کے نزدیک جائز کذا فی الشامی مختصرا واما ما یفعلہ المؤذنون حال
الخطبۃ من الترضی ونحوہ فمکروہ اتفاقا وتمامہ فی البحر اور یہ جو رضی اللہ عنہ اور مثل اسکے موذن خطبہ کے وقت کرتے ہیں سو یہ تو مکروہ ہے بالاتفاق اور
اسکا پورا بیان بحر الرائق میں ہے ہم موذنوں کا دستور بعض عرب کے شہروں میں ہے کہ جب امام نام خلفاء و اصحاب کا لیتا ہے تو وہ باآواز بلند رضی اللہ عنہ
کہتے ہیں اور جب سلطان کا نام لیتا ہے تو خلد اللہ ملکہ یا اور کلمہ دعا کو پکار کر کہتے ہیں تو یہ حرکت انکی مکروہ ہے علما دین نے کہا کہ بحر الرائق میں سوا اسکے کہ
جسکو شارح بیان کرتا ہے اور کچھ بیان نہیں والعجب من المرقی ینہی عن الامر بالمعروف بمقتضی حدیثہ ثم یقول انصتوا رحمکم اللہ قلت الا ان یحمل علی
قولہما فتنبہ اور تعجب ہے ترضیہ پڑھنے والے سے کہ منع کرتا ہے امر معروف سے اپنی حدیث کی مقتضا کے اعتبار سے پھر کہتا ہے چپ رہو خدا تعالی تم پر
رحم کرے میں کہتا ہوں مگر یہ کہ اسکا یہ کہنا محمول ہو صاحبین کے قول پر سو آگاہ رہنا ہم یعنی جب مرقی نے حدیث بیان کی تو اسکا مضمون اس بات
کو مقتضی ہے کہ امر بالمعروف سے بھی زبان بند کرنی چاہیے تو پھر آپ ہی اسپر عمل نہ کرنا اور لوگوں کو خاموشی کا امر کرنا تعجب کی بات ہے ہاں اسکا امر صاحبین
کے قول کے موافق درست ہو سکتا ہے کیونکہ وہ قبل خطبہ کے ترضیہ وغیرہ کرتا ہے اور صاحبین کے نزدیک قبل خطبہ امر بالمعروف کا مضائقہ نہیں ووجب
السعی الیہا وترک البیع ولو مع السعی وفی المسجد اعظم وزرا بالاذان الاول فی الاصح وان لم یکن زمن الرسول بل فی زمن عثمان رضی
اور واجب ہے جمعہ کی طرف جھپٹنا اور بیع کو ترک کرنا اگرچہ بیع چلتے چلتے کرتا ہو اذان اول کے ہونے پر صحیح تر قول میں اگرچہ یہ اذان عہد مبارک
میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نہ تھی بلکہ حضرت عثمان رض کے زمانہ میں ہوئی اور مسجد کے اندر یا اسکے دروازہ پر بیع میں مشغول رہنا بڑا گناہ ہے ہم بیع
سے مراد وہ امر ہے جو نماز جمعہ سے باز رکھے تو اگر سوا بیع کے کسی اور کام میں مشغول رہیگا اور سعی نکریگا تو مکروہ تحریمی ہوگا اور سعی کی حالت میں بیع کرنا
اگر خارج سعی نہو تو سراج میں کہا ہے کہ مکروہ نہیں چنانچہ شارح نے بھی آخر باب البیع الفاسد میں لا باس بہ لکھا ہے پھر اسمیں اختلاف ہے کہ اذان اول کونسی
ہے تو بعض فقہا نے کہا کہ اذان اول وہ ہے جو منبر کے سامنے خطبہ سے پہلے ہوتی ہے اسلئے کہ باعتبار مشروع ہونے کے وہی اول ہے کیونکہ آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم کے عہد مبارک اور خلافت حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رض میں بھی ایک اذان ہوتی تھی جب حضرت عثمان رض کے زمانہ میں آدمی بہت ہو گئے
تو آپ نے زوراء پر ایک اذان اور بڑھا دی اور صحیح تر قول یہ ہے کہ اذان اول وہی ہے جو وقت میں اول ہو یعنی جو اذان زوال کے بعد منارہ پر ہوتی ہے
کذا فی الشامی وافاد فی البحر صحۃ اطلاق الحرمۃ علی المکروہ تحریما اور بحر الرائق میں حرمت کا بولنا مکروہ تحریمی پر صحیح بتایا ہے ہم اذان کے وقت بیع کو
صاحب ہدایہ نے حرام کہا ہے حالانکہ وہ مکروہ تحریمی ہے شارح صاحب ہدایہ کی طرف سے عذر بیان کرتا ہے کہ مکروہ تحریمی کو حرام کہنا صحیح ہے چنانچہ بحر الرائق
میں افادہ کیا کذا فی الشامی ویؤذن ثانیا بین یدیہ ای الخطیب افاد بوحدۃ الفعل ان المؤذن اذا کان اکثر من واحد اذنوا واحدا بعد واحد
ولا یجتمعون کما فی الجلالی والقہستانی ذکرہ القہستانی اذا جلس علی المنبر اور موذن اذان دے دوسری بار سامنے خطیب کے جب وہ
منبر پر بیٹھے یعنی خطبہ پڑھنے کے لیے شارح نے کہا کہ ماتن نے فعل یؤذن کو بصیغہ واحد لانے سے افادہ کیا کہ موذن جب ایک سے زیادہ
ہوں تو اذان ایک بعد دوسرے کے کہیں سب ملکر نہ کہیں چنانچہ جلالی اور قہستانی میں ہے ذکر کیا ہے اسکو قہستانی نے ہم علما دین نے کہا کہ یہ
افادہ اس وقت ہے کہ یؤذن کو بصیغہ معروف پڑھیں اور جس صورت میں مجہول پڑھیں تو افادہ مذکور ظاہر نہوگا فاذا اتم اقیمت وکرہ الفصل بامر الدنیا
ذکرہ العینی جب امام خطبہ تمام کرلے تو تکبیر کہی جاوے اور مکروہ ہے فاصلہ کرنا خطبہ اور تکبیر میں کسی امر دنیا کا ذکر کیا ہے اسکو عینی نے ہم یعنی آخر خطبہ
کا متصل ہونا تکبیر کے شروع سے اور امر دنیا کی قید اسلئے لگائی کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فاصلہ مکروہ نہیں [illegible] خطبہ

منبر سے ایک سیڑھی اتر تے ہیں پھر چڑھتے ہیں سو بدعت شنیع ہے کذا فی الشامی طحطاوی نے بحر الرائق سے نقل کیا کہ مسنون ہے منبر کا ہونا قبلہ کی بائیں
طرف اور امام کا سورہ جمعہ اور منافقون پڑھنا اور زاہدی نے ذکر کیا ہے سورہ اعلیٰ اور غاشیہ کا پڑھنا لا ینبغی ان یصلے بالقوم غیر الخطیب لانھا کشئ واحد
مناسب نہیں ہے کہ سوا سے خطبہ پڑھنے والے کے دوسرا شخص لوگوں کو نماز پڑھاوے اسلیئے کہ خطبہ اور نماز دونوں ایک ہی چیز ہیں کیونکہ شرط اور مشروط ہیں
اور مشروط بدون شرط کے پایا نہیں جاتا تو اسلیئے دونوں کا فاعل ایک ہونا مناسب ہے کذا فی الشامی فان فعل بان خطب صبی باذن السلطان وصلی
بالغ جاز ہو المختار پس اگر ایسا کیا جاوے کہ امام جدا ہوا اور خطیب جدا اس طرح کہ خطبہ پڑھے ایک لڑکا نابالغ سلطان کی اجازت سے اور نماز کوئی بالغ پڑھاوے
تو درست ہے یہی مختار ہے مصنف نے لڑکے کی قید اسلیئے لگادی کہ یہ وہم نہو کہ لڑکے کا خطبہ پڑھنا جائز نہیں اور اذن سلطان کی قید خطبہ میں لگائی نہ نماز میں تاکہ معلوم ہو
کہ خطبہ میں اذن شرط ہے نہ نماز میں کذا فی الطحطاوی لا باس بالسفر یوم اذا خرج من عمران المصر قبل خروج وقت الظہر کذا فی الخانیۃ لکن عبارۃ
الظہیریۃ وغیرہا بلفظ دخول بدل خروج نہیں ہے ڈر کچھ سفر کا دن جمعہ کے جبکہ نکل جاوے شہر کی آبادی سے پہلے نکلنے وقت ظہر کے کذا فی الخانیہ مگر
عبارت ظہیریہ اور اسکے سوا اور سری کتابوں کی بلفظ دخول ہے عوض خروج کے یعنی آبادی سے نکل جاوے پیشتر داخل ہونے وقت ظہر کے کم سفر سے مراد
ایسی جگہ جانا جسکی مسافت میں جمعہ واجب نہو کذا فی الشامی وقال فی شرح المنیۃ والصحیح انہ یکرہ السفر بعد الزوال قبل ان یصلیہا ولا یکرہ قبل
الزوال اور شرح منیہ میں کہا ہے کہ صحیح یہ ہے کہ سفر کرنا بعد زوال کے جمعہ پڑھنے سے پہلے مکروہ ہے اور زوال سے پیشتر مکروہ نہیں کیونکہ زوال سے
پیشتر اسپر جمعہ واجب نہیں ہے اس قول کو شارح نے ظہیریہ کی تائید کے لیے بیان کیا اس غرض سے کہ معلوم ہو جاوے کہ خانیہ کا قول ضعیف ہے کذا
فی الطحطاوی القروی اذا دخل المصر یوم ان نوی المکث ثمہ ذلک الیوم لزمہ الجمعۃ وان نوی الخروج من ذلک الیوم قبل وقتہا
او بعدہ لا تلزمہ لکن فی النہر ان نوی الخروج بعدہ لزمتہ والا لا وفی شرح المنیۃ ان نوی المکث اسلا وقتہا لزمتہ وقیل لا گانوں کا رہنے والا
جب شہر میں جمعہ کے روز داخل ہوا اگر شہر میں اُسنے اُس روز نیت ٹھیرنے کی کی تب تو اُسپر جمعہ لازم ہوگا اور اگر اسی روز چلے جانے کی نیت کی جمعہ کے
وقت سے پہلے یا پیچھے تو جمعہ لازم نہوگا لیکن نہر الفائق میں ہے کہ اگر جانے کی نیت بعد جمعہ کے وقت کے کریگا تو اُسپر جمعہ لازم ہوگا اور نہیں تو لازم نہوگا اور
شرح منیہ میں ہے کہ اگر ٹھیرنے کی نیت وقت جمعہ تک کریگا تو جمعہ لازم ہوگا اور ایک قول یہ ہے کہ لازم نہوگا علامہ شامی نے کہا کہ قروی بفتح قاف وسکون رائے منسوب
ہے قریہ کیطرف کما لا تلزم لو قدم مسافر یوم ما علی عزم ان لا یخرج یومہا ولم ینو الاقامۃ نصف شہر جیسے جمعہ لازم نہیں اگر کوئی مسافر آیا جمعہ کے
دن شہر میں اس ارادہ سے کہ اُس روز روانہ نہوگا اور پندرہ دن ٹھیرنے کی نیت نہ کی یعنی اگر نیت اقامت کریگا تو جمعہ واجب ہو جاویگا یخطب
الامام بسیف فی بلدۃ فتحت بہ کمکۃ والا لا کالمدینۃ امام خطبہ پڑھے تلوار حمائل کرکے اُس شہر میں کہ تلوار سے فتح ہوا ہے جیسے کہ معظمہ ہے اور اگر
تلوار سے فتح نہوا ہو تو وہاں تلوار لیکر خطبہ نہ پڑھے جیسے مدینہ منورہ ہے فی الحاوی القدسی اذا فرغ المؤذنون قام الامام والسیف فی یسارہ
وہو متکئ علیہ حاوی قدسی میں ہے کہ جب مؤذن فارغ ہو جائیں خطیب کے سامنے اذان دینے سے تو خطیب کھڑا ہو اور تلوار اپنے بائیں ہاتھ میں لیکر
اُسپر سہارا کرے علامہ طحطاوی نے کہا کہ یہ قول مخالف ہے تحقیق بحر الرائق کے کیونکہ اُسمیں تلوار کا حمائل کرنا لکھا ہے لیکن صاحب نہر الفائق نے یہ توجیہ کی
کہ تلوار کو حمائل کرکے پھر اُسکی نوک زمین پر ٹھہرا کر اُسپر ہاتھ کا سہارا دے تاکہ دونوں باتیں حاصل ہو جائیں وفی الخلاصۃ یکرہ ان یتکئ علی قوس
او عصا اور خلاصہ میں ہے کہ مکروہ ہے خطیب کو سہارا لگانا کمان پر یا لاٹھی پر علیہ میں خلاصہ پر اعتراض کیا کہ ابوداؤد کی حدیث سے آنحضرت
صلے اللہ علیہ وسلم کا خطبہ میں لاٹھی یا عصا پر سہارا دیکر کھڑا ہونا ثابت ہے پھر مکروہ کیسے ہوگا بلکہ محیط میں ہے کہ جیسے کھڑا ہونا خطبہ میں سنت ہے
اسی طرح عصا کا لینا بھی مسنون ہے کذا فی الشامی فـــــــرع مسائل لحقہ شارح نے جمع الذراء وہو یاکل ترکہ ان خاف فوت جمعۃ

او ملکہ بہ لاجماعۃ ایک شخص نے اذان سنی اور وہ کھانا کھاتا ہو تو کھانا اترک کرے اگر خوف ہو جمعہ کے نہ ملنے یا فرض نماز کے فوت ہونے کا نہ ترک کرے کھانا اگر خوف ہو جماعت
کے فوت ہونے کا کیونکہ ایسا کرنا جو رکھے سے بگڑ جائے یا جسکی طرف آدمی کا دل مشتاق ہو وہ عذر ہے جماعت کے ترک کرنے کا چنانچہ گذرا ستالی ہے یہ جمعہ
وحوائج ان مطلوب تقصود لا الجمعۃ نال ثواب السعی الیہا و بہذا یعلم من تشرب فی عبادۃ فالعبرۃ للاغلب ایک گانون والا شہر کو چلا جمعہ کے قصد سے اور اپنی دوسری
حاجات کے لیے اگر زیادہ تر مقصود اسکا جمعہ کا پڑھنا ہے تو اسکو جمعہ کی طرف چلنے کا ثواب ملیگا اور اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جو شخص عبادت میں شریک
کرے اپنے دوسرے کوئی مطلب اسمین بلا اسکے خالص اللہ تعالے کے لیے نہ رکھے تو اعتبار غالب تر کا ہوگا مثلاً حج میں ارادہ تجارت کا کرے تو ثواب عبادت
اسی وقت ہوگا کہ مقصود غالب حج ہو کذا فی الشامی الافضل حلق الشعر وقلم الظفر بعدہا بہتر ہے بالون کا منڈوانا اور ناخن کا ترشوانا بعد نماز جمعہ کے ہم
تاتارخانیہ میں لکھا ہے کہ نماز جمعہ سے پیشتر بالون اور ناخون کا بنوانا چاہیے نہیں کیونکہ جمعہ میں کیفیت حج کی سی ہے تو جیسے حج میں بعد فراغت حج کے انکا بنوانا
چاہیے ایسے ہی جمعہ میں بعد نماز افضل ہے باقی بیان اس مسئلہ کا کتاب الحظر والاباحۃ جلد چہارم میں دیکھنا چاہیے لا باس بالتخطی مالم یاخذ الامام فی الخطبۃ
ولم یوذ احدا الا ان لا یجد الا فرجۃ امامہ فیتخطی الیہا للضرورۃ مضائقہ نہین گردنون پر کو پھاندنا بشرطیکہ امام نے خطبہ شروع نہ کیا ہو اور بشرطیکہ کسی کو ایذا نہ دے
اگرچہ کہ اسکو سوائے خالی جگہ کے اپنے سامنے کوئی جگہ نہ ہو تو اس خالی جگہ کے بھرنے کو پھاند جاوے ضرورت کی وجہ سے ہم اپنے لوگون پر سے پھاندنا ایک
عمل ہے تو خطبہ کی حالت میں جائز نہین اسی طرح اورون کو ایذا دینا درست نہین کہ پھاندنے میں کسی کا کپڑا دبا دے کسی کے بدن پر پانون رکھ دے ہان
اگر اگلی صف میں فرجہ چھوٹا ہو اور اسکے بھرنے کے لیے کسی کو اس قسم کی ایذا دے تو ضرورت کی وجہ سے درست ہے بشرطیکہ اور کوئی جگہ نہو کذا فی الشامی
ویکرہ التخطی للسوال بکل حال اور مکروہ ہے گردنون پر سے پھاندنا سوال کے لیے ہر حال میں خواہ ایذا کسی کو ہو یا نہ ہو مسجد میں سوال کرنے اور
سائل کے دینے میں اختلاف ہے کہ درست ہے یا نہین نہر الفائق میں کہا کہ اگر سائل نمازیون کے سامنے کو نہ گذرے اور نہ گردنون کو پھاندے اور نہ اصرار
کے ساتھ طلب کرے تب تو مانگنا اور اسکو دینا درست ہے ورنہ مکروہ ہے کذا فی البزازیۃ وسئل عنہ علیہ السلام عن ساعۃ الاجابۃ فقال ما بین جلوس الامام
الی ان یتم الصلوٰۃ وہو الصحیح وقیل وقت العصر والیہ ذہب المشایخ کما فی التاتارخانیۃ اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا حال دعا کے
قبول ہونے کی ساعت کا تو آپ نے فرمایا کہ وہ ساعت امام کے خطبہ کے لیے بیٹھنے سے لیکر اسوقت تک ہے کہ نماز کو پورا کرے اور یہی صحیح ہے اور ایک
قول یہ ہے کہ وہ ساعت عصر کا وقت ہے اور اس قول کی طرف گئے ہین مشایخ چنانچہ تاتارخانیہ میں ہے ہم صحیحین میں ہے کہ جمعہ کے اندر ایک ساعت ہے
کہ جو مسلمان بندہ اسمین کھڑا ہوا نماز پڑھتے پھر اللہ تعالے سے کچھ مانگے تو اسکو اللہ تعالے وہ چیز عنایت ہی کرتا ہے اس ساعت میں اختلاف ہے کہ کونسی
ہے اور سب اقوال بیالیس ہین جنمین سے دو قول صحیح ہین ایک تو یہ کہ وہ ساعت خطبہ کے لیے بیٹھنے کے وقت سے ہی نماز کے پورا ہونے تک چنانچہ
مسلم اور ابو داؤد نے حضرت ابو موسیٰ سے مرفوعاً روایت کیا ہے تو اس قول کے بموجب دعا اپنے دل میں مانگے اسلیے کہ خطبہ میں سکوت کا حکم ہے
اور دوسرا قول یہ کہ ساعت مذکور جمعہ کی پچھلی ساعت ہے اسکو مالک اور احمد اور ابو داؤد اور نسائی اور ترمذی نے جابر اور ابن جریر اور ابوہریرہ
سے روایت کیا ہے اور غالباً مشایخ کی مراد یہی ساعت ہے جسکو شارح نے وقت عصر سے تعبیر کیا ہے کذا فی الشامی وفیہا سئل بعض المشایخ اللیلۃ
الجمعۃ افضل ام یومہا فقال یومہا اور تاتارخانیہ میں ہے کہ بعض فقہا سے سوال ہوا کہ جمعہ کی رات بہتر ہے یا جمعہ کا دن تو انہون نے فرمایا کہ
جمعہ کا دن افضل ہے اسلیے کہ رات کو فضیلت صرف نماز جمعہ کے باعث سے ہے اور نماز دن کو ہوتی ہے وذکر فی احکامات الاشتباہ مما اختص بہ
یومہا قراءۃ الکہف فیہ ومن ہم عطفہ علے قولہ ویکرہ افرادہ بالصوم وافراد لیلتہ بالقیام فقد وہم وفیہ یجتمع الارواح وزار القبور ویامن المیت
من عذاب القبر ومن مات فیہ او فی لیلتہ امن من عذاب القبر ولا تسجر فیہ جہنم وفیہ یزور اہل الجنۃ ربہم تعالے اور اشباہ کے احکام جمعہ میں مذکور ہے

کہ جن امور سے جمعہ کا روز مخصوص ہی ایک سورہ کہف کا پڑھنا ہی جمعہ کے دن یا رات مین کیونکہ حدیث مین وارد ہی کہ جو کوئی سورہ کہف جمعہ کو پڑھے تو ایک جمعہ سے دوسرے تک محفوظ رہتا ہی مع تین دن زیادہ کے اور جس شخص نے قرات کہف کا عطف اشباہ والے کے اس قول پر سمجھا ہی کہ مکروہ ہی تنہا روز جمعہ کا روزہ رکھنا اور تنہا اسکی رات کا جاگنا تو اسنے غلطی کی یعنے اسلیے کہ مسنون چیز کو مکروہ مین شامل کر دیا اور جمعہ کے دن روحین اکٹھی ہوتی ہین اور اسی دن مین قبرون کی زیارت ہوتی ہی اور مردہ عذاب قبر سے امون رہتا ہی اور جو شخص جمعہ کے دن یا رات مین مرتا ہی وہ عذاب قبر سے محفوظ رہتا ہی اور اس روز مین دوزخ گرم نہین کیجاتی اور جمعہ کے روز جنت والے اپنے پروردگار جل شانہ کے دیدار سے مشرف ہوتے ہین ہم اشباہ کے احکام جمعہ مین ذکر ہی کہ جمعہ بہت سی باتون سے مخصوص ہی نماز جمعہ کا لازم ہونا اور اسکے لیے جماعت کا شرط ہونا اور سواے امام کے تین مردون کا ہونا اور نماز سے پیشتر خطبہ کا ہونا اور خاص جہر سورتون کا پڑھنا اور نماز سے پیشتر سفر کا حرام ہونا موافق اسکی شرط کے اور مسنون ہونا اسکے غسل کا اور خوشبو لگانا اور اچھا لباس پہننا اور بال اور ناخن بنوانے لیکن بعد جمعہ کے افضل ہین اور مسجد کو خوشبو سے بسانا اور جمعہ کی نماز کو سویرے جانا اور جب تک خطیب نکلے عبادت مین مشغول رہنا اور نہ مسنون ہونا ابراد کا نماز جمعہ مین اور مکروہ ہونا تنہا اسکے دن کا اور تنہا اسکی رات مین جاگنے کا اور اسمین سورہ کہف کا پڑھنا اور نہ مکروہ ہونا نفل کا اسکے ٹھیک دوپہر مین بموجب قول امام ابو یوسف رحمہ اللہ کے جو کہ صحیح اور معتمد ہی اور ہفتہ کے دنون مین اسکا بہتر ہونا اور اسکا روز عید ہونا اور اسمین دعا قبول ہونیکی ساعت کا ہونا اور ارواح کا اس روز اکٹھا ہونا اور قبرون کی زیارت کرنی اور مردہ کا اس روز عذاب قبر سے محفوظ رہنا اور جو شخص اسکے دن یا رات مین مر جائے فتنہ قبر سے اسکا بچا رہنا اور اس روز دوزخ کا گرم نہ ہونا اور اس روز آدم علیہ السلام کا پیدا ہونا اور انکا جنت سے نکلنا اور جنت والون کو اس روز دیدار اللہ تعالے کا ہونا تمام ہوا قول اشباہ کا ہر چند ان امور مین سے اکثر باتین اور شارح کے اقوال مین گذر گئے تھے مگر ایک جا جمع ہونے کے لحاظ سے سب کا ترجمہ کر دیا گیا اور دیدار کا جمعہ کو ہونا بعض اشخاص کے لیے اور اور بعض کو اس سے کم مدت مین اور بعض کو اس سے زیادہ مین ہوا کریگا یہانتک کہ عورتون کو صرف تجلی عام کیوقت نصیب ہوا کریگا کذا فی الطحطاوی

باب العیدین

یہ باب ہی دونون عیدون کے احکام مین ہم مناسبت عید کی جمعہ سے یہ ہی کہ دونون جماعت سے پڑھی جاتی ہین اور قرات دونون مین باآواز بلند ہوتی ہی اور نماز عید اسی پر واجب ہی جسپر جمعہ واجب ہی اور سوا خطبہ کے اور شرطین بھی دونون یکسان ہین اور جمعہ مقدم اسلیے ہوا کہ اسکا ثبوت کتاب اللہ سے ہی اور سال مین بہت ہوتا ہی کذا فی الشامی سمی بہ لان للہ فیہ عوائد الاحسان ولعوده بالسرور غالبا او تفاؤلا اس روز کا نام عید اسلیے رکھا گیا کہ اسمین اللہ تعالے کے انعام بندون پر عائد یعنے مکرر ہوتے ہین اور اسلیے کہ یہ روز اکثر خوشی کے ساتھ رجوع کرتا ہی یا فال کے لحاظ سے کہ جسکو عید آوے خوشی کے ساتھ آوے ہم لفظ عید اصل مین عود تھا واو کے ساتھ تو واو بسبب کسرہ ماقبل کے ی سے بدل گئی اب چونکہ عود کے معنی رجوع کے ہین اسلیے عید کے دن کو عید کہنا یا اسلیے ہی کہ اللہ تعالے نے جو کھانے پینے سے رمضان مین منع کر دیا تھا عید کے باعث اسکے انعام یعنے افطار نے بندون پر رجوع کیا یا اسلیے کہ غالباً اس دن مین خوشی کی عادت ہوا کرتی ہی یا یہ فال سمجھکر کہ خوشی کے ساتھ پھر آوے اسکا نام عید ہوا ویستعمل فی کل یوم فیہ مسرة وانشد لی

عید و عید و عید صرن مجتمعۃ * وجہ الحبیب و یوم العید والجمعۃ *

اور مستعمل ہوتا ہی لفظ عید اس روز کے لیے جسمین خوشی ہو اور اسی استعمال کے اعتبار سے یہ شعر کسی نے کہا ہی کہ تین عیدین متفق ہو گئی ہین دن حبیب کے دیکھنے کا اور روز عید اور جمعہ کا دن یعنے چونکہ یہ تینون اوقات خوشی کے ہین اسلیے شاعر نے انکو عید کہا فلو اجتمعا لم یلزم الا صلوة احدہما وقیل الاولی صلوة الجمعۃ وقیل صلوة العید کذا فی القہستانی عن التمرتاشی قلت قد راجعت التمرتاشی فرأیتہ حکاه عن مذہب الغیر وبصیغۃ التمریض فتنبہ پس اگر جمعہ اور عید ایک روز پڑین تو لازم نہین مگر ایک کی نماز اور بعض نے کہا کہ نماز جمعہ کی بہتر ہی اور

بعض نے ذکر کیا کہ نماز عید کی ایسا ذکر ہو قہستانی مین قرتاشی سے مین کہتا ہون کہ مین نے قرتاشی کو دیکھا تو معلوم کیا کہ اُسنے اس مسئلہ کو حنفی مذہب کے سوا اسی
اور کا قول نقل کیا ہی اور وہ بھی ضعیف کرکے سو آگاہ ہو جا قہستانی کے اس مجمل بیان کرنیکی غلطی پر جامع صغیر مین ہی کہ اگر عید اور جمعہ ایک دن مین جمع ہون
تو عید سنت ہی اور جمعہ فرض اور دونون مین سے کوئی ترک نہ کیا جائے تو یہ دونون قول جو قہستانی مین ہین کہ جمعہ پڑھ لے یا عید پڑھے یہ حنفیون کا مذہب نہین
اور دوسرے مذہب والون کا بھی قول ضعیف ہی کذا فی الشامی بانتقالا وشرع فی الاولی من الہجرۃ اور مشروع ہوئی عید اول سال ہجری مین ہم ابوداؤد نے
حضرت انس رضی سے روایت کیا کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ مین تشریف لائے تو دیکھا کہ لوگ دو دن سال مین کھیلا کرتے ہین آپنے
پوچھا کہ یہ کیسے دن ہین انھون نے عرض کیا کہ ہم انہین حالت کفر مین کھیلا کرتے تھے آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے اُنکے عوض تکو دو دن اُن سے بہتر
بدل دیے اول عید اضحیٰ دوم عید فطر کذا فی الطحطاوی تجب صلوتہما فی الاصح علی من تجب علیہ الجمعۃ بشرائطہا المتقدمۃ سوی الخطبۃ
فانہا سنۃ بعدہا واجب ہی نماز دونون عیدون کی صحیح تر قول مین اُس شخص پر جسپر جمعہ واجب ہی مع اُن شرطون جمعہ کے جو پہلے گذرین سوا خطبہ کے
کہ وہ سنت ہی بعد نماز عید کے ہم اصح قول کا مقابل یہ ہی کہ نماز عید سنت ہی اور بظاہر دونون قولون مین مخالفت نہین اسلیے کہ سنت سے مراد سنت
موکدہ ہی جو بمنزلہ واجب ہی یا یہ کہ سنت سے یہ غرض کہ ثبوت اُسکا سنت سے ہی اور خطبہ عید کی نماز کے بعد سنت ہی یعنے اگر پیشتر پڑھیگا یا بالکل ترک
کر دیگا تو نماز کا اعادہ ہوگا اور برا کریگا کذا فی الطحطاوی وفی القنیۃ صلوۃ العید فی القری تکرہ تحریما لانہ اشتغال بما لا یصح لان المصر شرط الصحۃ
اور قنیہ مین ہی کہ عید کی نماز گانون مین مکروہ تحریمی ہی یعنے اسلیے کہ عید پڑھنا گانون مین ایسی چیز مین مشغول ہونا ہی جو درست نہین اسلیے کہ صحت
عید کی شرط شہر ہی جو گانون مین مفقود ہی ہم یعنے گانون مین عید صحیح نہین اگر پڑھینگے تو عید نہوگی نماز نفل جماعت سے ہوگی اور وہ مکروہ ہی جماعت
کے ساتھ کذا فی الحلبی وتقدم صلوتہا علی صلوۃ الجنازۃ اذا اجتمعتا لانہ واجب عینا والجنازۃ کفایۃ اور مقدم کی جاوے نماز عید کی جنازہ کی نماز
پر جبکہ دونون نمازین جمع ہو جائین اسلیے کہ عید واجب عین ہی یعنے ہر شخص پر اور جنازہ فرض کفایہ ہی کہ دوسرون کے پڑھنے سے ادا ہو جاتا ہی ہم واجب
سے مراد یہان وہ ہی کہ جسکا کرنا لازم ہو خواہ وجوب اصطلاحی کے طور پر ہو جیسا عید مین ہی یا فرضیت کے طور پر جیسا نماز جنازہ مین کذا فی الطحطاوی و
تقدم صلوۃ الجنازۃ علی الخطبۃ وعلی سنۃ المغرب وغیرہا والعید علی الکسوف اور مقدم کیجاوے جنازہ کی نماز خطبہ عید پر اور
مغرب وغیرہ کی سنتون پر کیونکہ جنازہ کی نماز فرض ہی اور خطبہ عید اور سنتین مسنون ہین اور مقدم کیجاوے نماز عید نماز کسوف پر ہم یہ مسئلہ فرضی ہی ورنہ
سورج گہن اور عید ایک روز نہین پڑ سکتی کیونکہ سورج گہن مہینے کی تمامی پر ہوتا ہی اور عید پہلی یا دسوین کو ہوتی ہی لکن فی البحر قبیل الاذان عن الحلبی
الفتوی علی تاخیر الجنازۃ عن السنۃ اقرہ المصنف کانہ الحاقا لہا بالصلوۃ لیکن بحر الرائق مین کچھ پیشتر اذان سے حلبی سے منقول ہی کہ فتوی ہے جنازہ کو موخر
کرنے پر ہی سنت سے اور ثابت رکھا ہی اُسکو مصنف نے شاید اسوجہ سے کہ سنتین نماز فرض مین لاحق ہین یعنے فرضون کے تابع ہین لکن فی اخر احکام
دین الاشباہ ینبغی تقدیم الجنازۃ والکسوف حتی علی الفرض ان لم یضق وقتہ فتامل لیکن اشباہ کے احکام دین کے آخر مین ہی کہ مناسب ہی مقدم کرنا
جنازہ اور سورج گہن کا حتے کہ فرض پر بھی اگر فرض کا وقت تنگ نہو سو اسکو تامل کرلے ہم یعنے جنازہ کی تاخیر مین مردہ کے بگڑنے کا خوف ہی اور
کسوف کی تاخیر مین آفتاب کے روشن اور صاف ہو جانے اور نماز کسوف کے نہ ملنے کا اندیشہ ہی اسلیے انکی تقدیم کو مناسب کہا گرچہ یہ بحث ہی صاحب
اشباہ کی تو قول مفتیٰ بہ کے سامنے معتبر نہین ہو سکتی وندب یوم الفطر اکلہ حلوا وترا ولو قرویا قبل خروجہ الی صلوتہا واستیاکہ واغتسالہ وتطیبہ
بالہ ریح لا لون ولبسہ احسن ثیابہ ولو غیر ابیض اور مستحب ہی عید فطر کے دن کھالینا نمازی کا کوئی شیرینی گنتی مین طاق مثلاً ایک یا تین یا پانچ خرما
اگرچہ نمازی گانون کا رہنے والا ہو پیشتر اپنے جانے سے نماز عید کے لیے اور مستحب ہی مسواک کرنا اور غسل کرنا اور خوشبو لگانا اُسکا ایسی چیز سے جین

خوشبو ہو اور رنگ نہو اور مستحب ہی اچھا لباس پہننا اگرچہ سفید نہو ہم ماتن نے مستحب کہا حالانکہ غسل کو پہلے سنت لکھا ہی اور صحیح ہی کہ کل باتیں سنت ہیں اور
انکو مستحب اسلیے کہا کہ سنت مستحب کو بھی شامل ہی اور بولنا مستحب کا سنت پر اور اسکا عکس درست ہی کذا فی الشامی مختصرا وَاَدَاءُ فِطْرَةٍ صح عطفہ علی اکلہ لان
الکلام کلہ قبل الخروج ومن ثم اتی بکلمۃ ثم خروجہ ببیانہ لیفید تراخیہ عن جمیع ما مر ماشیا الی الجبانۃ وہی المصلی العام اور مستحب ہی ادا کرنا اپنے فطرہ کا پھر جانا پیادہ
جبانہ کی طرف یعنی عیدگاہ کو جہاں سب نماز پڑھتے ہیں شارح نے کہا کہ ادا سے فطرہ کا عطف اکلہ پر درست ہی اسلیے کہ تمام گفتگو روانگی عید سے پیشتر کی
باتوں میں ہی اور اسی وجہ سے ماتن لفظ ثم باہر جانے کے پیشتر لایا تاکہ سب اشیا گزشتہ سے عیدگاہ کو جانا موخر معلوم ہو ہم یہ جواب ہی سوال مقدر کا
اسکی تقریر یہ ہی کہ ادا فطرہ کا عطف مستحب چیزوں پر کیسے ہو سکتا ہی وہ تو واجب ہی شارح نے جواب دیا کہ یہاں کلام خروج سے پیشتر کی چیزوں میں ہی
تو فطرہ کا ادا کرنا پہلے نماز کو جانے سے مستحب ہی گو مطلق ادا کرنا واجب ہی کذا فی الحلبی والواجب مطلق التوجہ والخروج الیہا ای الجبانۃ لصلاۃ العید
سنۃ وان وسعہم المسجد الجامع ہو الصحیح اور واجب مطلق جانا ہی اور نکلنا جانب عیدگاہ کی طرف عید کی نماز کے لیے سنت ہی اگرچہ مسجد جامع سب لوگوں کی
گنجائش رکھتی ہو یہی صحیح ہی ہم یہ بھی جواب ہی سوال کا یعنی نماز عید کے لیے نکلنا تو واجب ہی ماتن سنت کیسے کہتا ہی شارح نے جواب دیا کہ مطلق
باہر نکلنا واجب ہی امور گزشتہ کے لیے نکلنا یا پیادہ یا نکلنا اطراف عیدگاہ کو جانا واجب نہیں بلکہ سنت ہی کذا فی الشامی ولا باس باخراج منبر
الیہا لکن فی الخلاصۃ لا باس ببنائہ دون اخراجہ اور نہیں مضائقہ منبر کے لیجانے کا عیدگاہ میں لیکن خلاصہ میں ہی کہ مضائقہ نہیں منبر کے بنانے کا
عیدگاہ میں نہ اسکے باہر لیجانے کا یعنی منبر عیدگاہ میں لیجانا نہ چاہیے ہم خلاصہ اور ظہیریہ میں کہا کہ مشائخ کا اختلاف ہی عیدگاہ میں منبر بنانے کا البتہ
بعضوں نے کہا کہ مکروہ ہی اور بعضوں نے کہا کہ مکروہ نہیں اس سے معلوم ہوا کہ باہر لیجانا منبر کا سب کے نزدیک مکروہ تنزیہی ہی جو لفظ لا باس سے سمجھا جاتا ہی اور
خلاصہ میں خواہرزادہ سے نقل کیا کہ ہمارے زمانہ میں منبر کا بنانا عیدگاہ میں بہتر ہی کذا فی الشامی ولا باس بعودہ راکبا وندب کونہ من طریق آخر اور
مضائقہ نہیں نمازی کے لوٹنے میں سوار ہو کر اور مستحب ہی کہ واپس آنا دوسری راہ سے ہو یہ سبب حدیث بخاری کے کہ جب عید کا دن ہوتا تو آنحضرت
صلے اللہ علیہ وسلم راہ بدل دیتے تھے کذا فی الشامی واظہار البشاشۃ واکثار الصدقۃ والتختم والتہنئۃ بتقبل اللہ منا ومنکم لا تنکر اور مستحب ہی ظاہر کرنا خوشی کا
اور زیادہ کرنا خیرات کا اور انگوٹھی پہننا اور مبارکباد دینا اس لفظ سے کہ اللہ تعالیٰ ہمسے اور تمسے قبول کرے انکار نہیں کیا جاتا یعنی اسطرح کی مبارکبادی
جائز ہی ہم شامی نے کہا کہ مبارکباد دینے میں امام ابوحنیفہ رح سے کچھ ثابت نہیں ہوا اگر صاحب حلیہ نے بہت سے آثار صحیح سندوں کے ساتھ صحابہ رض سے
اسکے کرنے میں روایت کیے ہیں پھر بیان کیا کہ یہ امر جائز اور مستحب ہی اور محیط میں ہی کہ مصافحہ کرنا بعد نماز عید کے ہر حال میں مکروہ ہی کیونکہ صحابہ رضی اللہ
نے اسکو نہیں کیا اور وہ طریق رافضیوں کا ہی اس سے معلوم ہوا کہ مصافحہ جو ہندوستان میں رائج ہی وہ بھی بے اصل اور مکروہ ہی ولا یکبر فی طریقہا

ملتقطاً یعنی یہ کہ مصافحہ بعد از نماز عید کے ہو وہ کہیں صحابہ سے ثابت نہیں اور رافضیوں کی سنت ہی ۱۲

ولا یتنفل قبلہا مطلقا یتعلق بالتکبیر والتنفل کذا حررہ المصنف تبعا للبحر لکن تعقبہ فی النہر ورجح تقییدہ بالجہر اور نہ تکبیر پڑھے عید فطر کی راستہ میں
اور نہ نفل پڑھے پیشتر نماز عید سے مطلق شارح نے کہا کہ مطلق کی قید تکبیر کہنے اور نفل پڑھنے دونوں سے علاقہ رکھتی ہی یعنی تکبیر کے مطلق نہ کہنے سے یہ
غرض کہ نہ آہستہ کہے نہ پکار کر اور نفل کے مطلق نہ پڑھنے سے یہ مراد کہ نہ عیدگاہ میں پڑھے نہ گھر یہ ایسا تنقیح کیا ہی اسکو مصنف نے بہ تبعیت بحر الرائق کے
لیکن اعتراض کیا ہی اسپر نہر الفائق میں اور ترجیح دی ہی قید لگانے تکبیر کی آواز بلند سے ہم جاننا چاہیے کہ امام اور صاحبین کا خلاف اس مقام پر دو طرح
منقول ہی ایک قول یہ ہی کہ راہ میں تکبیر نہ کہے امام کے نزدیک اور آہستہ کہے صاحبین کے نزدیک اس قول کو صاحب خلاصہ نے اختیار کیا ہی اور
صاحب بحر الرائق نے اسکی تبعیت کی ہی اور اسی قول کو مصنف نے لیا ہی دوسرا قول یہ ہی کہ خلاف تکبیر کی صفت میں ہی یعنی امام کے نزدیک آہستہ پڑھے اور
صاحبین کے نزدیک پکار کر اور اس خلاف کو بدائع اور سراج اور ملتقی اور نہایہ وغیرہ کتب مذہب میں اسیطرح نقل کیا ہی صاحب نہر الفائق نے بحر الرائق پر صریح اعتراض

کوئی نہین کیا بلکہ اُسکے قول کو مسلم رکھا ہی ہان پیشتر اُس سے یہ لکھا ہو کہ خلاف تکبیر کے آہستہ اور پکارکر کہنے مین ہو علامہ شامی نے حلیہ وغیرہ سے ثابت کیا ہو کہ خلاصہ کا قول غریب اور کتب مشہورہ کے خلاف ہو واضح یہ ہو کہ صاحبین کے نزدیک تکبیر پکارکر کہے اور امام صاحب کے نزدیک آہستہ یہ نہین کہ امام کے نزدیک بالکل نہ کہے زاد فی البرہان وقال الجہر بہ سنۃ کالاضحی وہو روایۃ عنہ ووجہہا ظاہر قولہ تعالیٰ ولتکملوا العدۃ ولتکبروا اللہ علی ما ہداکم ووجہ الاول ان رفع الصوت بالذکر بدعۃ فیقتصر علی مورد الشرع انتہیٰ زیادہ کیا ہی برہان مین اسقدر کہ جہر سے کہنا تکبیر کا سنت ہی بقول صاحبین مثل عید اضحیٰ کے اور جہر ایک روایت ہی امام اعظم سے اور وجہ اس روایت جہر سے کہنے کی ظاہر اس ارشاد الٰہی کا ہو اور تاکہ پورا کرو تم گنتی اور بزرگی بیان کرو اللہ تعالیٰ کی اسپر کہ تمکو اُسنے ہدایت کی یعنی اس آیت مین اُس روزہ کی نعمتون کا اظہار مقصود ہی اور جہر سے تکبیر کہنا بھی اظہار نعمت مین داخل ہی اور وجہ روایت اول کی یعنی جہر سے تکبیر نہ کہنے کی یہ ہو کہ بلند کرنا آواز کا ذکر مین بدعت ہی پس اکتفا کیا جائیگا مشروع ہونے کے مقام پر ہم بحرالرائق مین ذکر کیا ہو کہ جہر سے تکبیر مسنون نہین مگر دشمن کے سامنے اور چور و ن کے خوف سے اور اسی پر قیاس کیا ہو بعض فقہا نے آگ لگنے اور دوسرے خوف کے مقامات کو شامی نے کہا کہ نہرالفائق پر برہان کے قول کی کچھ زیادتی نہین بجز اسکے کہ صاحب برہان نے یہ تصریح کی کہ تکبیر جہر سے سنت ہو نہ مستحب وکذا لا یتنفل قبلہا مطلقا وکذا لا یتنفل بعدہا فی مصلاہا فانہ مکروہ عند العامۃ اور اسی طرح نہ نفل پڑھے بعد نماز عید کے عیدگاہ مین کہ یہ نفل مکروہ ہو اکثر فقہا کے نزدیک یعنی مکروہ تحریمی ہی کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے اُسکا پڑھنا ثابت نہین ہوا کذا فی الطحطاوی وان تنفل بعدہا فی البیت جاز بل یندب تنفل باربع اور اگر نفل پڑھے بعد نماز عید کے گھر مین تو جائز ہی بلکہ مستحب ہی چار رکعتین نفل پڑھنا گھر پر ہم فتح القدیر مین کہا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم گھر پر واپس تشریف لاکر دو رکعتین پڑھتے تھے اور قہستانی نے چار کو افضل کہا ہو وہذا للخواص اما العوام فلا یمنعون من تکبیر ولا تنفل اصلا لقلۃ رغبتہم فی الخیرات بحر اور یہ حکم یعنی تکبیر نہ کہنے اور نفل نہ پڑھنے کا خواص کے لیے ہی یعنی جو کسل عبادت مین نہ کرین اور عوام کو تکبیر کہنے اور نفل پڑھنے سے کسی حال مین منع نہ کیا جاوے بسبب کم ہونے انکی رغبت کے اچھی باتون مین کذا فی البحر یعنی خواہ تکبیر آہستہ کہین یا پکارکر اور نفل عیدگاہ مین پڑھین پہلے نماز سے خواہ بعد نماز سے کذا فی الطحطاوی ہم عوام کو منع نکرنا بحث ہو صاحب بحر کی نہ روایت مذہب یعنی اسوجہ سے منع نکیا جاے کہ اگر اُسوقت روک دیا جاتا ہو تو پھر خیرات کے گرد نہین پھرتے سرے سے ترک کردیتے ہین کذا فی الشامی وفی حاشیۃ بخط ثقۃ وکذا صلوٰۃ رغائب وبراءۃ وقدر ادر بحر الرائق کے حاشیہ مین ایک معتبر کے ہاتھ سے لکھا ہوا ہی اور اسی طرح نہ منع کیا جاے عوام کو صلوٰۃ رغائب اور نماز شب برات اور نماز شب قدر سے ہم صلوٰۃ الرغائب کا حال ہم آخر باب النوافل مین لکھ چکے ہین کہ جو اُسکے باب مین منقول ہی سب موضوع و باطل ہی پھر شارح نے جو یہ حکم حاشیہ سے نقل کیا شیخ رحمتی محشی نے کہا کہ اُسپر اعتماد نہین ہو سکتا اسلیے کہ فقہا کا اتفاق ہو کہ حدیث موضوع پر عمل کرنا حرام ہی اور ان نمازون کی حدیث کے موضوع ہونے کی تصریح کردی ہی اور احکام فقہ کتمام حاشیون سے بیان نہین کیے جاتے خصوص وہ حواشی جنکا فساد ظاہر ہو کذا فی الشامی لان علیا رضی اللہ عنہ رای رجلا یصلی بعد العید فقیل اما تمنعہ یا امیر المؤمنین فقال اخاف ان ادخل تحت الوعید قال اللہ تعالیٰ ارایت الذی ینہی عبدا اذا صلی اسلیے کہ حضرت علی رضہ نے ایک شخص کو بعد عید کے نماز پڑھتے دیکھا تو کسی نے آپ سے کہا کہ ای امیرالمومنین آپ اس شخص کو منع نہین کرتے آپ نے فرمایا کہ مجھے یہ ڈر ہو کہ کہین وعید مین نہ داخل ہوجاؤن اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہی کیا دیکھا تو نے اُسکو جو منع کرتا ہو بندہ کو جب وہ نماز پڑھے ہم یہ علت ہی اُس قول کی جو شارح نے بحرالرائق سے اوپر نقل کیا تھا کذا فی الشامی ووقتہا من الارتفاع قدر رمح فلا تصح قبلہ بل تکون نفلا محرما الی الزوال باسقاط الغایۃ اور وقت نماز عید کا آفتاب کے ایک نیزہ اونچا ہونے سے ہی زوال تک شارح نے کہا کہ اگر ایک نیزہ کی مقدار بلند ہونے سے پیشتر پڑھی جائیگی تو درست نہوگی بلکہ نفل حرام ہوگی اور زوال سے حد ساقط یعنی زوال کا وقت نماز عید کا وقت نہین ہم ایک نیزہ کی مقدار بارہ بالشت یعنی تین گز ہو کذا فی الشامی فلو زالت الشمس وہو فی اثنائہا فسدت کما فی المجتبیٰ کذا فی السراج قدرناہ بالاثنتی عشر ہم پس اگر ڈھل جاوے آفتاب اور نمازی عید کی نماز مین ہو تو اُسکی نماز فاسد ہو جائیگی جیسے جمعہ مین

سلہ مگر یہ روایت مخالف ہو اُس حدیث کے جسکو دارقطنی نے کتاب العید مین اور ساغانی نے مقنع مین روایت کیا ہی کہ ایک شخص نے بعد سلام نماز عید کے نفل پڑھنے کا ارادہ کیا حضرت علی نے اُسکو منع فرمایا اُسنے عرض کیا کہ یا امیرالمومنین مین جانتا ہون کہ اللہ تعالیٰ نماز پر عذاب نہ دیگا حضرت نے فرمایا [illegible]

عصر کا وقت آجانے سے فاسد ہو جاتا ہے ایسا نہ ہو بلکہ صرف میں اور ہم نے اسکو پیشتر بیان کیا ہے بارہ مسائل اختلافی میں یعنی خلیفہ کرنے کے باب میں ہم
فاسد ہونے سے یہ غرض ہے کہ وصف فاسد ہو جائیگا اور نماز نفل ہو جائیگی کذا فی الشامی ویصلی الامام بہم رکعتین مثنیا قبل الزوائد وہی ثلاث تکبیرات
فی کل رکعۃ ولو زاد تابعہ الی ستۃ عشر لانہ ماثور الا انہ یسمع من المکبرین فیاتی بالکل اور نماز پڑھاوے لوگوں کو امام دو رکعتیں دعا سبحانک اللہم زائد
تکبیروں سے پیشتر پڑھکر اور زائد تکبیریں تین تین ہیں ہر رکعت میں اور اگر امام تین سے زائد کہے تو مقتدی اسکی متابعت کرے سولہ تکبیروں تک کیونکہ یہ تعداد بھی
صحابہ میں منقول ہے مگر یہ کہ سنے تکبیروں سے تو کل تکبیریں کہے ہم یعنی اول نیت کرکے دعا پڑھے پھر تکبیریں کہے پھر اعوذ پڑھے کہ وہ تابع قرات کے ہے اور
امام تین سے زائد تکبیریں کہے تو دونوں رکعتوں کی ملاکر سولہ تک متابعت کرے اور اگر تکبیر کی آواز یہ کہتا ہو تو سولہ سے زائد بھی کہے کہ شاید مکبر نے غلطی کی ہو اور
عید کی جماعت کیلئے ایک شخص سوا امام کے کافی ہے کذا فی الطحطاوی ویوالی ندبا بین القرائتین ولیقرا کالجمعۃ اور مستحب ہے کہ دونوں قرات کو ملا کر کرے
اور پڑھے مثل جمعہ کے یعنی سورۂ اعلی اور غاشیہ ہم قرات کو ملانے سے یہ غرض ہے کہ دوسری رکعت میں زائد تکبیریں بعد قرات کے کہے تا کہ دونوں
رکعتوں کی قرات میں فاصلہ تکبیروں کا نہ ہو پھر اگر پہلی رکعت میں بھول کر قرات شروع کردے تو اگر الحمد اور سورہ پڑھ چکا ہے تب تو نماز کو تمام کرے اور اگر صرف الحمد پڑھی ہو
تو زائد تکبیریں کہے اور قرات پھر سے پڑھے کذا فی الطحطاوی ولو ادرک المؤتم الامام فی القیام بعد ما کبر کبر فی الحال برای نفسہ لانہ مسبوق اور اگر مقتدی نے
امام کو قیام میں پایا بعد تکبیر کہنے کے تو مقتدی اسی وقت تکبیر کہے موافق اپنے مذہب کے اسلئے کہ وہ مسبوق ہے یعنی مسبوق اپنی نماز میں تابع امام کا نہیں اور فوت شدہ
تکبیریں کہکر شامل ہو جاوے کذا فی الطحطاوی وہ مسبوق ہے کہ تکبیر نہ کہے ثم یکبر الی التکبیر اور اگر ایک رکعت میں مسبوق ہوا ہو تو جب اسکو ادا کرے اول قرات پڑھے
پھر تکبیر کہے تاکہ تکبیریں پے در پے نہ ہو جائیں یعنی دوسری رکعت میں امام کے ساتھ بعد قرات کے تکبیر کہی تھی اگر اپنی رکعت میں اول تکبیریں کہیگا تو تکبیریں پے در پے ہو جائینگی
اور یہ امر صحابہ سے منقول نہیں کذا فی الطحطاوی فلو لم یکبر حتی رکع الامام قبل ان یکبر المؤتم لا یکبر فی القیام ولکن یرکع ویکبر فی الرکوع علی الصحیح
لان للرکوع حکم القیام فالاتیان بالواجب اولی من المسنون پس اگر مقتدی نے تکبیر نہ کہی یہانتک کہ امام نے رکوع کیا پہلے مقتدی کی تکبیر سے تو مقتدی
قیام میں تکبیر نہ کہے بلکہ رکوع کرے اور رکوع میں تکبیر کہے صحیح قول پر اسلئے کہ رکوع کیلئے قیام کا حکم ہے تو واجب چیز کا ادا کرنا بہتر ہے مسنون سے یعنی تکبیر
واجب کا کرنا رکوع کی تسبیح مسنون سے اولی ہے ہم اور بحر الرائق میں کہا کہ صحیح یہ ہے کہ رکوع میں تکبیر نہ کہے ہاں اگر یہ خوف ہو کہ قیام میں تکبیر کہیگا تو امام رکوع سے
سر اٹھا لیگا تو اسوقت رکوع میں کہے کذا فی الطحطاوی کما لو رکع الامام قبل ان یکبر فان الامام یکبر فی الرکوع ولا یعود الی القیام لیکبر فی ظاہر
الروایۃ فلو عاد ینبغی الفساد ہم جیسے اگر رکوع کرے امام پہلے تکبیر کہنے سے تو امام تکبیر کہے رکوع میں اور نہ عود کرے قیام کیطرف تکبیر کہنے کو ظاہر روایت
میں پس اگر عود کرے تو چاہیے کہ نماز فاسد ہو کذا فی النہر علی نے کہا کہ صحیح یہ ہے کہ نماز فاسد نہیں ہوتی اسلئے کہ انتہا یہ ہے کہ اس صورت میں ترک فرض ہوا واجب
کیلئے اور وہ محل صحت نماز کا نہیں ویرفع یدیہ فی الزوائد وان لم یر امامہ ذلک الا اذا کبر راکعا کما مر فلا یرفع یدیہ علی المختار لان اخذ الرکبتین سنۃ فی محلہ
اور اٹھاوے دونوں ہاتھ کانوں تک زائد تکبیروں میں اگرچہ اسکا امام رفع یدین کا معتقد نہو مگر جبکہ زائد تکبیریں رکوع کی حالت میں کہے تو ہاتھ نہ اٹھاوے
مذہب مختار پر جیسا کہ اوپر گذرا اسلئے کہ پکڑنا دونوں زانو کا سنت ہے اپنے محل میں اور رفع یدین بھی سنت ہے مگر اسکا یہ محل نہیں تو جسکا محل ہے اسی کا اختیار کرنا
اولی ہے کذا فی الطحطاوی ولیس بین تکبیراتہ ذکر مسنون ولذا یرسل یدیہ ویسکت بین کل تکبیرتین مقدار ثلث تسبیحات ہذا یختلف بکثرۃ
الزحام وقلتہ اور نہیں ہے عید کی تکبیرات کے درمیان میں کوئی ذکر مسنون اور اسی لیے ان تکبیروں میں ہاتھ لٹکائے رکھے کیونکہ ہاتھ باندھنا اس قیام
میں مسنون ہے جسمیں کوئی ذکر مسنون ہو اور چپ رہے ہر دو تکبیروں میں مقدار تین بار سبحان اللہ کہنے کے شارح نے کہا کہ مقدار سکوت مختلف ہے کثرت انبوہ اور اسکی
قلت کے لحاظ سے یعنی اگر انبوہ کثیر ہو تو وقفہ زیادہ کرے اور کم ہو تو کم اسلئے کہ مقصود یہ ہے کہ اشتباہ دور ہو جاوے کذا فی البحر ویخطب بعدہا خطبتین

سنۃ فلو خطب قبلہا صح واساء لترک السنۃ وما یسن فی الجمعۃ ویکرہ یسن فیہا ویکرہ اور خطبہ پڑھے بعد نماز عید کے دو خطبے اور وہ دونون سنت ہین پس اگر خطبہ پڑھا
پہلے نماز کے تو درست ہے اور برا کیا بسبب ترک کرنے سنت کے اور جو چیز کہ جمعہ مین مسنون اور مکروہ ہے وہی نماز عید مین مسنون اور مکروہ ہے طحطاوی نے کہا کہ دو باتون
کا فرق ہے ایک یہ کہ تکبیر کہنا قبل خطبہ کے عید مین مسنون ہے اور جمعہ مین نہین دوم یہ کہ بیٹھنا خطبہ سے پیشتر جمعہ مین مسنون ہے اور عید مین نہین والخطب ثمان بل عشر
یبداء بالتحمید فی ثلث خطبۃ جمعۃ واستسقاء ونکاح وینبغی ان تکون خطبۃ الکسوف وختم القرآن کذلک دل اور خطبے آٹھ ہین بلکہ دس انمین سے تین
کو الحمد للہ کہنے سے شروع کرے اول خطبہ جمعہ کو دوم طلب باران کے خطبہ کو سوم خطبہ نکاح کو اور چاہیے کہ خطبہ کسوف کا اور خطبہ ختم قرآن کا ایسا ہی ہو یعنے
الحمد للہ سے شروع ہو اور مین نے اسکا حکم صریح نہین دیکھا مع شامی نے کہا کہ طلب باران مین صاحبین کے نزدیک خطبہ ہے اور کسوف مین بموجب ایک قول کے
خطبہ ہے اسلیے شارح نے دس خطبے بیان کیے ویبدأ بالتکبیر فی خمس خطبۃ العیدین وثلث خطب الحج الا التی بمکۃ وعرفۃ ویبدأ فیہا بالتکبیر ثم بالتلبیۃ
ثم بالخطبۃ کذا فی خزانۃ ابی اللیث اور شروع کرے اللہ اکبر کہنے سے پانچ خطبون کو دونون عید کے خطبون کو اور حج کے تین خطبون کو مگر وہ خطبہ جو مکہ اور عرفہ
مین ہوا سمین اول تکبیر کہے پھر لبیک کہے پھر خطبہ شروع کرے ایسا مذکور ہے خزانۃ ابو اللیث مین یعنے جو خطبے منے مین کیارھوین تاریخ کو ہوتا ہے اس مین ابتدا تکبیر سے کرے
کذا فی الطحطاوی ویستحب ان یستفتح الاولی بتسع تکبیرات تترای ای متتابعات والثانیۃ بسبع ہو السنۃ والرابعۃ قبل نزولہ من المنبر اربع عشرۃ
اور مستحب یہ ہے کہ شروع کرے پہلے خطبہ کو نو بار اللہ اکبر پے در پے کہنے کے بعد اور دوسرے خطبہ کو سات بار کے بعد یہ سنت ہے اور مستحب ہے کہ منبر سے اترنے کے پیشتر چودہ بار
تکبیر کہے واذا صعد علیہ لا یجلس عندنا معراج اور جب منبر پر چڑھے تو خطبہ سے پیشتر نہ بیٹھے ہمارے نزدیک کذا فی المعراج اسلیے کہ بیٹھنا اذان کے ختم کے انتظار کے
لیے ہے اور چونکہ عیدین مین اذان نہین اسلیے بیٹھنے کی حاجت نہین کذا فی الشامی ویعلم الناس فیہا احکام صدقۃ الفطر لیودیہا من لم یودہا وینبغی تعلیمہم فی
الجمعۃ التی قبلہا لیخرجوہا فی محلہا ولم ارہ اور تعلیم کرے لوگونکو عید کے خطبہ مین صدقہ فطر کے احکام تاکہ صدقہ ادا کرے جسنے ادا نہ کیا ہو اور چاہیے
کہ لوگون کو عید سے پیشتر کے جمعہ مین یہ احکام بتاوے تاکہ لوگ صدقہ فطر اسکے موقع پر دیا کرین اور مین نے اس بات کو کہین صریح نہین دیکھا مع شامی نے کہا
شارح نے اس مضمون کی حدیث باب صدقۃ الفطر مین بیان کی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم عید فطر سے دو روز پیشتر ایک خطبہ پڑھتے اور اسمین صدقہ فطر کے دینے
کو ارشاد فرماتے وبہذا کل حکم احتیج الیہ لان الخطبۃ شرعت للتعلیم اور اسی طرح جس حکم کی حاجت ہو امام خطبہ جمعہ مین اسکی تعلیم کرے اسلیے کہ خطبہ تعلیم ہی کے لیے
مشروع ہوا ہے ولا یصلیہا وحدہ ان فاتتہ مع الامام ولو بالافساد اتفاقا فی الاصح کما فی تیمم البحر وفیہا یلغز ای رجل افسد صلوۃ واجبۃ علیہ
ولا قضاء علیہ اور نہ نماز پڑھے عید کی تنہا اگر عید فوت ہوا امام کے ساتھ اگرچہ فوت ہونا فاسد کر دینے سے ہو بالاتفاق صحیح تر قول مین جیسا کہ مذکور ہے بحر الرائق
کے باب التیمم مین اور اسی مسئلہ مین چیستان پوچھی جاتی ہے کہ کونسا شخص ہے جو اپنے ذمہ کی نماز واجب کو فاسد کر دے اور اسپر قضا نہو مع اگر بلا عذر امام
کے ساتھ نہ پڑھیگا تو گنہگار ہوگا بسبب ترک واجب کے اور قول اصح کا مقابل قول امام ابو یوسف کا ہے کہ فاسد کر دینے سے قضا لازم ہے کذا فی الطحطاوی
ولو امکنہ الذہاب الی امام آخر فعل لانہا تودی بمصر واحد بمواضع کثیرۃ اتفاقا فان عجز صلی اربعا کالضحی اور اگر ممکن ہو اسکو جانا دوسرے امام کے پاس
تو چلا جائے اور دوسرے کے ساتھ نماز عید پڑھ لے اسلیے کہ نماز عید ایک شہر مین چند جگہ ادا کیجاتی ہے بالاتفاق پس اگر عاجز ہو یعنے دوسری جگہ جانے
تو چار رکعتین پڑھے مثل نماز چاشت کے یعنی یہ رکعتین عید کی قضا نہین بلکہ چاشت ہی ہین اور مثل اسلیے کہا کہ تکبیرین زائد انمین نہ کہے جیسے عیدین
کہا کرتے ہین کذا فی الشامی وتوخر بعذر کمطر الی الزوال من الغد فقط فوقتہا من الثانی کالاول وتکون قضاء لا اداء کما سیجیء فی الاضحیۃ
وحکی القہستانی قولین اور تاخیر کیجاے نماز عید کسی عذر سے مثلاً بارش وغیرہ سے دوسرے روز کے زوال تک فقط طحطاوی نے کہا کہ فقط عذر
اور زوال اور روز آیندہ تینون سے متعلق ہے یعنے صرف عذر سے تاخیر کی جاسے نہ بلا عذر اور صرف زوال تک تاخیر ہو نہ بعد زوال اور صرف دوسرے

روز تک تاخیر درست ہو نہ اسکے بعد پس وقت نماز عید کا دوسرے دن بھی مثل اول روز کے ہی اور دوسرے دن نماز عید قضا ہوگی نہ ادا چنانچہ ضحیہ میں مذکور ہوگا اور قہستانی نے دو قول نقل کیے ہیں ایک یہ کہ نماز دوسرے دن کی قضا ہوگی دوم یہ کہ ادا ہوگی اور شاید منشا اسکا اختلاف ہو روایتوں کا کذا فی الطحطاوی سے واحکامہا احکام الاضحیٰ لکن ہنا یجوز تاخیرہا الی ثالث یوم النحر بلا عذر مع الکراہۃ وبہ الی بالعذر بدونہا فالعذر ہنا لنفی الکراہۃ وفی الفطر للصحۃ اور احکام عید فطر کے مثل احکام عید قربان کے ہیں یعنی وقت اور صفت اور شرطین دونوں یکسان ہیں لیکن عید قربان کا تاخیر کرنا قربانی کے تیسرے دن تک یعنی بارھوین تاریخ کے زوال تک بدون عذر کراہت کے ساتھ درست ہی اور عذر کے ساتھ بلاکراہت تاخیر جائز ہی تو عذر عید قربان میں کراہت کے دور کرنے کو شرط ہی اور عید فطر میں نماز کی صحت کے لیے شرط ہی یعنی بدون عذر کے عید فطر کو دوسرے روز پڑھنا درست نہیں ویکبر جہرا اتفاقا فے الطریق قیل وفے المصلے وعلیہ عمل الناس الیوم لا فی البیت اور تکبیر بلند آواز سے بالاتفاق راستہ میں اور ایک قول ہی کہ عیدگاہ میں بھی تکبیر جہر سے کہے اور اس قول پر مثل ہی لوگون کا آج یعنی عیدگاہ میں تکبیر کہتے ہیں اور ایک روایت یہ ہی کہ عیدگاہ میں تکبیر کہے جب تک امام نماز پڑھے ابو نماز کے تکبیر پکار کر کہے نہ تکبیر گھر کے اندر یعنی مسنون یا مستحب ہی یہ گمر ہی او بحر الرائق میں ہی کہ مکروہ لکھا ہی تو کراہت کی وجہ کوئی معلوم نہیں ہوتی کذا فی الطحطاوی وغیرہ یندب تاخیر اکلہ عنہا وان لم یضح فی الاصح ولو اکل لم یکرہ ای تحریما اور مستحب ہی کھانا نماز ہی کا نماز عید سے پیچھے اگرچہ قربانی نکرے صحیح تر قول میں اور اگر کھا لیگا تو مکروہ تحریمی نہوگا ہم پہنچے جن چیزون سے روزہ کا افطار ہوتا ہی اسکے نماز کے بعد تک رکھنا چاہیے کیونکہ مروی ہی اخبار متواتر ہین کہ عید قربان کی صبح کو لوگون کو کھانا کھانے سے اور شیرخوار لڑکون کو دودھ سے روکتے ویسے کذا فی الطحطاوی اور تحریمی کی قید شارح نے لگائی تو اسکی مقتضی ہی کہ شاید کھانے میں کراہت تنزیہی ہی حالانکہ ایسا نہیں اسلیے کہ بدائع میں کہا ہی کہ اگر چاہے کھائے چاہے نہ کھائے مگر مستحب یہ کہ نماز ہو چکنے تک نہ کھائے تاکہ قربانی میں سے کھائے کذا فی الشامی ویعلم الاضحیۃ وتکبیر التشریق فے الخطبۃ اور تعلیم کرے خطیب قربانی اور تکبیر ایام تشریق کی خطبہ میں اضحیہ بضم ہمزہ اور کسرہ ہمزہ قربانی کو کہتے ہیں اور تشریق کے معنی گوشت کو دھوپ میں ڈالنے کے ہیں چونکہ ایام حج میں قربانی کا گوشت بہت سکھایا جاتا ہی اسلیے دسوین تاریخ کے بعد تین دن ایام تشریق کہلاتے ہیں طحطاوی نے کہا کہ چونکہ تکبیر عرفہ کی فجر سے شروع ہوتی ہی اسلیے عرفہ سے پیشتر کے جمعہ میں اسکے احکام بیان کرنے مناسب ہیں والوقوف الناس یوم عرفۃ فے غیرہا تشبہا بالواقفین لیس بشیء ہو نکرۃ فی موضع النفی فتعم انواع العبادۃ من فرض وواجب ومستحب فہو لنفی الاباحۃ وقیل مستحب وذلک کذا فی مسکین وقال الباقانی لو اجتمعوا لشرف ذلک الیوم ولسماع وعظ بلا وقوف وکشف رؤس جاز بلا کراہۃ اتفاقا اور ٹھہرانا لوگون کا عرفہ کے روز سوائے عرفات کے واسطے مشابہت عرفات میں ٹھہرنے والون کے کوئی عبادت نہین شارح نے کہا کہ شیء نکرہ ہی نفی کے نیچے تو عام ہوگا سب قسمون عبادت یعنی فرض اور واجب اور مستحب کو یعنی یہ ٹھہرانا نہ فرض ہی نہ واجب نہ مستحب تو فائدہ دیگا مباح ہونے کا اور قول ضعیف یہ ہی کہ یہ وقوف مستحب ہی ایسا ذکر کیا ہی ملا مسکین نے اور باقانی نے کہا ہی کہ اگر لوگ جمع ہوں اس دن کی بزرگی اور وعظ سننے کے لیے بدون ٹھہرنے اور سر کھولنے کے تو درست ہی بلا کراہت بالاتفاق ہم شرح منیہ میں کہا کہ عرفہ کی شام کو جو لوگ جامع مسجدون میں یا شہر کے باہر کسی مکان میں جمع ہوتے ہیں اہل عرفات کی مشابہت پیدا کرنے کو تو یہ اجتماع مکروہ ہی ہان اگر مثل روز طلب باران یا اور کسی مطلب کے لیے جمع ہوں تو مکروہ نہیں اور فتح القدیر میں کہا کہ اولی یہ ہی کہ یہ اجتماع اگرچہ بدون وقوف اور سر کھولنے کے ہو تب بھی مکروہ ہو تاکہ عوام کے عقیدہ میں کوئی خرابی پیدا نہو اور در رسجار میں اسکو مکروہ لکھا ہی اور بحر الرائق میں کہا کہ ظاہر عبارت غایۃ البیان یہ ہی کہ یہ فعل مکروہ تحریمی ہی اور نہر الفائق میں ہی کہ عبارتیں فقہا کی ناطق ہیں کہ کراہت کو ترجیح ہی اور دوسرا قول شاذ ہین کذا فی الشامی ویجب تکبیر التشریق فی الاصح للامر بہ مرۃ وان زاد علیہا یکون فضلا قالہ العینی اور واجب ہی تکبیر تشریق صحیح تر قول مین ایکبار بسبب اسکے مامور ہونے کے اور اگر زیادہ کہے ایکبار سے تو ہوگا ثواب کہا ہی اسکو عینی نے ہم اصح کا مقابل یہ ہی کہ تکبیر سنت ہی اور تکبیر کا

اس آیت مین ہے (واذکروا اللہ فی ایام معدودات) یعنے ذکر کرو اللہ کا گنتی کے دنون مین ایام معدودات سے مراد ایام تشریق ہین کذا فی الشامی وصفتہ اللہ اکبر
اللہ اکبر لا الہ الا اللہ واللہ اکبر اللہ اکبر وللہ الحمد ہو الماثور عن الخلیل تکبیر کی صفت یون کہتا ہے اللہ اکبر اللہ اکبر لا الہ الا اللہ واللہ اکبر اللہ اکبر وللہ الحمد یہ
کلمات منقول ہین حضرت ابراہیم خلیل علیہ السلام سے ہم فقہا اسکا قصہ یون بیان کرتے ہین کہ جب حضرت جبرئیل علیہ السلام جنت سے فدیہ حضرت اسمٰعیل کا لا
اور ڈرے کہ کہین حضرت ابراہیم جلدی کرکے لڑکے کو ذبح نہ کردین تو یہ کہا اللہ اکبر اللہ اکبر جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے حضرت جبرئیل کو دیکھا تو فرمایا لا الہ الا
اللہ واللہ اکبر اور جب حضرت اسمٰعیل کو خبر ہوئی فدیہ آنے کی تو فرمایا اللہ اکبر وللہ الحمد کذا فی الطحطاوی والمختار ان الذبیح اسمٰعیل وفی القاموس ان الاصح ان
ومعناہ مطیع اللہ اور قول مختار یہ ہے کہ ذبیح حضرت اسمٰعیل علیہ السلام ہین اور قاموس مین ہے کہ یہی قول صحیح تر ہے اور لفظ اسمٰعیل کے معنی عربی مین مطیع اللہ
ہین یعنے اطاعت کرنے والا اللہ تعالی کا اور اس مین اختلاف ہے کہ حکم ذبح کا حضرت اسحٰق علیہ السلام کی نسبت ہوا تھا یا حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی نسبت فقیہ
ابو اللیث نے بستان مین ذکر کیا کہ قرآن وحدیث کے زیادہ مطابق یہی پڑتا ہے کہ حضرت اسمٰعیل ذبیح تھے کیونکہ قرآن مجید مین بعد قصہ ذبح کے ارشاد فرمایا وبشرناہ
باسحٰق اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ جنکے ذبح کا حکم ہوا وہ اور ہین حضرت اسحٰق جدا ہوئے اور حدیث مین وارد ہے کہ انا ابن الذبیحین یعنے مین بیٹا ہون دو ذبیحون کا ایک
آپکے باپ عبد اللہ ہین اور دوسرے جد امجد حضرت اسمٰعیل اور بالاتفاق ثابت ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی نسل سے ہین
کذا فی الطحطاوی عقب کل فرض عینی بلا فصل یمنع البناء ادی بجماعۃ او قضی فیہا منہا من عامہ لقیام وقتہ کالاضحیۃ مستحبۃ خرج جماعۃ النساء والعراۃ
لا العبید فی الاصح جوہرہ واجب ہے تکبیر تشریق ہر فرض عین کے پیچھے کہ ادا کیا جائے جماعت مستحب سے بدون ایسے فاصلہ کے جو مانع ہو بنا نماز کا یعنے اگر فاصلہ
ہو جائیگا ایسا کہ بعد نماز مثلا بول پڑا یا مسجد سے باہر چلا گیا یا کچھ کھا لیا تو تکبیر ساقط ہو جائیگی شارح نے کہا کہ یا فرض قضا پڑھا جاوے ایام تکبیر مین ایام تکبیر ہی
کا اسی برس سے تب بھی تکبیر واجب ہے بسبب قائم ہونے تکبیر کے وقت کے مثل قربانی کے کہ اگر اول روز نہ کرے دوسرے یا تیسرے روز کرلے کہ وقت اس کا
باقی ہے اور جماعت مستحب کی قید سے عورتون کی جماعت اور ننگون کی نکل گئی کہ وہ مستحب نہین اور غلامون کی جماعت خارج نہین صحیح تر قول مین تو انکے بعد تکبیر
واجب ہے کذا فی الجوہرہ اسلیئے کہ آزاد ہونا جماعت مین شرط نہین ہم فرض عین کی قید سے فرض کفایہ کی جماعت یعنے جنازہ کی نکل گئی کہ اسکے بعد تکبیر واجب نہین
اور فرض قضا کی جماعت مین تکبیر واجب ہونے کی تین شرطین ہین اول یہ کہ قضا نماز تکبیر کے ایام کی ہے جسکو شارح نے منہا سے تعبیر کیا دوم یہ کہ قضا ایام تکبیر
مین پڑھے جسکو فیہا سے بیان کیا سوم یہ کہ اسی برس کی قضا ہو پہلے کی نہو جسکے لیے من عامہ کہا غرض کہ اس مسئلہ کی چار صورتین ہو سکتی ہین اول یہ کہ غیر
ایام تکبیر کی قضا ایام تکبیر مین پڑھے دوسرے یہ کہ ایام تکبیر کی قضا غیر ایام تکبیر مین پڑھے تیسرے یہ کہ ایک سال کے ایام تکبیر کی قضا دوسرے سال کے ایام
تکبیر مین پڑھے چوتھے یہ کہ اسی سال کے ایام تکبیر کی قضا انہین دنون مین پڑھے تو تکبیر صرف اخیر صورت مین واجب ہے اور دون مین کذا فی الحلبی اولہ من فجر عرفۃ
واخرہ الی عصر العید بادخال الغایۃ فہی ثمان صلوات ابتدا تکبیر کی عرفہ کی فجر سے ہے اور آخر اسکا عید کے عصر تک ہے حد کے شامل کرنے سے یعنی عصر مین بھی
واجب ہے تو یہ آٹھ نمازین ہوئین پانچ عرفہ کی اور تین عید کے دن کی ووجوبہ علی امام مقیم بمصر وعلی مقتد مسافر او قروی او امراۃ بالتبعیۃ لکن المراۃ
تخافت ویجب علی مقیم اقتدی بمسافر اور واجب ہونا تکبیر کا امام پر ہے جو شہر مین مقیم ہو اور مقتدی مسافر پر یا گانون کے رہنے والے مقتدی پر
یا مقتدی عورت پر ہے بسبب تبعیت امام کے لیکن عورت آہستہ تکبیر کہے یعنے اورون کو پکار کر کہنا واجب ہے اور ایک قول مین سنت ہے کذا فی الشامی
اور واجب ہے اس مقیم پر کہ اقتدا کرے مسافر کا وقالا بوجوبہ فور کل فرض مطلقا ولو منفردا او مسافرا او امراۃ لانہ تبع للمکتوبۃ الی عصر الیوم الخامس آخر
ایام التشریق وعلیہ الاعتماد والعمل والفتوی فی عامۃ الامصار وکافۃ الاعصار اور صاحبین نے وجوب تکبیر کو فرمایا ہے کہ ہر فرض کے بعد پڑھے مطلقا
اگرچہ تنہا ہو یا مسافر یا عورت اسلیئے کہ تکبیر تابع فرض کی ہے تو جن لوگون پر نماز فرض ہے انپر تکبیر واجب ہونی چاہیئے اور واجب ہے فجر عرفہ سے پانچوین دن کی

عصر تک یعنی آخر ایام تشریق کے عصر تک جو تیرھوین تاریخ ہی تو صاحبین کے نزدیک ۲۳ نمازین ہوئین جنکے بعد تکبیر واجب ہی اور صاحبین کے قول پر
اعتماد اور عمل ہی اور اسی پر فتوی ہی سب شہرون اور کل زمانون مین یعنی اس وجہ سے کہ صاحبین کی دلیل قوی ہی کذا فی الطحطاوی ولا باس بہ عقب العید
لان المسلمین توارثوہ فوجب اتباعہم وعلیہ البلخیون اور کچھ مضائقہ نہین تکبیر کا بعد نماز عید کے اسلیے کہ مسلمان ایسا ہی کرتے چلے آئے ہین تو ضرور ہی انکی
پیروی کرنی اور اسی پر ہین بلخ کے علما ہم کہیر لا باس کبھی مستحب کے لیے بولا جاتا ہی چنانچہ بحر الرائق مین بیان کیا ہی تو یہان بھی مستحب کی جگہ مستعمل ہوا ہو
اسلیے کہا کہ اتباع ضروری ہی طحطاوی نے کہا کہ واجب سے غرض یہان معنی اصطلاحی نہین بلکہ یہ معنی کہ اتباع ثابت ہی اور بحر الرائق کے قول سے ایسا
معلوم ہوتا ہی کہ واجب سے مراد اصطلاحی معنی ہین ولا یمنع العامۃ من التکبیر فی الاسواق فی الایام العشر وبہ ناخذ بحر ومجتبی وغیرہ اور منع نہ کیے جاوین عوام
تکبیر کہنے سے بازارون مین عشرہ ذی الحجہ مین اور اسی کو ہم لیتے ہین کذا فی البحر والمجتبی وغیرہ طحطاوی نے کہا کہ بہتر یہ تھا کہ شارح بحر عن المجتبی کہتا اسلیے کہ بحر الرائق
مین اس مسئلہ کو مجتبی سے نقل کیا ہو و یاتی المؤتم بہ وجوبا وان ترکہ امامہ لادائہ بعد الصلوۃ قال ابو یوسف رح صلیت بہم المغرب یوم عرفۃ فسہوت ان اکبر
فکبرہم ابو حنیفۃ اور مقتدی تکبیر کہے از روے وجوب اگرچہ اسکے امام نے تکبیر کو ترک کیا ہو واسطے ادا ہونے تکبیر کے بعد نماز کے یعنی نماز کے بعد امام کی مخالفت
معتبر نہین تاکہ امام کے چھوڑنے سے مقتدی بھی چھوڑ دے امام ابو یوسف رح فرماتے ہین کہ مین نے لوگون کو نماز مغرب عرفہ کے روز پڑھائی تو تکبیر کہنا
بھول گیا پس امام ابو حنیفہ نے لوگون کو تکبیر کہلائی ہم اس حکایت سے کئی فائدے معلوم ہوئے اول یہ کہ امام اگر بھول جاوے تو مقتدی یاد دلاوے دوسرے
یہ کہ تعظیم استاد کی اسکے امر کی بجا آوری مین ہی چنانچہ امام ابو یوسف امام اعظم رح کے فرمانے سے پیش امام ہوئے تیسرے یہ کہ جب استاد کو کسی شاگرد کی خوبی
اور فضیلت معلوم ہو تو لوگون کے سامنے اسکی تعظیم کرے تاکہ اور لوگ اسکی توقیر کرین چوتھے یہ کہ اگر استاد شاگرد کی تعظیم کرے تو شاگرد اسکی حرمت فراموش نہ کرے
کذا فی الطحطاوی والمسبوق یکبر وجوبا کاللاحق لکن عقب القضاء لما فاتہ ولو کبر مع الامام لم یفسد ولو لبی فسدت اور مسبوق تکبیر کہے وجوبا مثل لاحق کے
لیکن پیچھے ادا کرنے اس نماز کے جو اس سے رہ گئی ہی اور اگر مسبوق یا لاحق امام کے ساتھ تکبیر کہیگا تو نماز فاسد نہو گی مگر دوبارہ تکبیر کہے کہ امام کے ساتھ کی تکبیر اپنے
موقع پر نہین ہوئی اور اگر لبیک کہیگا امام کے ساتھ تو نماز فاسد ہو جاویگی کیونکہ لبیک آدمیون کے کلام کے مشابہ ہی کذا فی الشامی ویبدأ الامام بسجود السہو
لوجوبہ فی تحریمتہا ثم بالتکبیر لوجوبہ بعد حرمتہا ثم بالتلبیۃ لوقوعہا خارجہا اور شروع کرے امام سجدۂ سہو کو بسبب واجب ہونے سجدہ کے حالت بقاء تحریمہ
نماز مین یعنی سجدۂ سہو اسیوقت مین واجب ہی کہ اسوقت تک نماز کی تحریمہ باقی رہتی ہی اسی لیے سجدۂ سہو مین اقتدا امام کا درست ہی پھر تکبیر کہے بسبب
واجب ہونے تکبیر کے نماز کی حرمت مین یعنی نماز کے بعد بلا فاصلہ پھر اگر امام احرام باندھے ہو تو لبیک کہے بسبب نہ واجب ہونے لبیک کے نماز کی تحریمہ اور
حرمت مین کذا فی الخلاصۃ وفی الولوالجیۃ لو بدأ بالتلبیۃ سقط السجود والتکبیر واللہ اعلم اور ولوالجیہ مین ہی کہ اگر شروع کریگا لبیک کہنا تو ساقط ہو گا سجدۂ سہو اور
تکبیر کہنا اسلیے کہ لبیک کہنا لوگون کے کلام کے مشابہ ہی اور کلام نماز کو قطع کر دیتا ہی تو اس سے نماز قطع ہو جاویگی تو نہ تحریمہ باقی رہیگی جو شرط سجدۂ سہو ہی اور نہ
اتصال باقی رہیگا جو تکبیر کے لیے چاہیے اسی لیے دونون ساقط ہونگے کذا فی الشامی واللہ اعلم

باب الکسوف

یہ باب ہی سورج گہن کی نماز کے ذکر مین مناسبتہ اما من حیث الاتحاد والتضاد ومناسبت صلوۃ کسوف کی نماز عید سے یا باعتبار اتحاد کے ہی یا باعتبار
ایک دوسرے کی ضد ہونے کے ہم اتحاد سے یہ غرض کہ عید اور کسوف دونون کی نماز بجماعت سے دن کو بلا اذان اور تکبیر کے ہوتی ہین اور تضاد
سے یہ مراد کہ انسان کے دو حال ہین ایک سرور اور امن کا اور دوسرا اندوہ وخوف کا تو عید اکثر امن و سرور کا وقت ہی اور گہن خوف واندوہ کا یا یہ کہ جماعت
عید مین شرط ہی اور جہر سے پڑھنا واجب بخلاف کسوف کے کذا فی الشامی ثم الجمہور انہ بالکاف للشمس والخاء للقمر پھر اکثر فقہا کہتے ہین کہ کسوف

کاف سے سورج گہن ہی اور خسوف خ سے چاند گہن ہی اور بعض کا قول یہ ہی کہ کسوف اور خسوف دونون کا استعمال چاند اور سورج گہن مین برابر ہی مگر جوہری نے
افصح قول اول کو کہا ہی پھر معلوم کرنا چاہیے کہ نماز کسوف قرآن و حدیث و اجماع سے ثابت ہی قرآن سے اسطرح کہ اللہ تعالی فرماتا ہی (وما نرسل بالآیات
الا تخویفا) یعنے ہم نشانیان نہین بھیجتے مگر ڈرانے کو یعنے تاکہ بندے ڈر کر اسکی اطاعت بجا لاوین اور اسکی طرف رجوع کرین اور رب کی طرف رجوع
سب سے زیادہ نماز کی حالت مین ہی اور بخاری کی حدیث مین ہی کہ سورج اور چاند کسی آدمی کی موت کے سبب سے نہین گہتے بلکہ یہ دونون گہن خدا تعالی
کی نشانیان ہین جب تم انکو دیکھو تو فکر نماز پڑھو اور خود آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اسکو پڑھا ہی اور اس نماز پر امت کا اجماع بھی ہی کذا فی الطحطاوی
یصلی بالناس من یملک اقامۃ الجمعۃ بیان للمستحب وفی السراج لا بد من شرائط الجمعۃ الا الخطبۃ ورده فی البحر عند الکسوف رکعتین بیان لاقلها وان شاء
اربعا او اکثر کل رکعتین بتسلیمۃ او کل اربع یعنے نماز پڑھاوے لوگون کو جو شخص کہ مالک ہو قائم کرنے جمعہ کا یعنے سلطان یا قاضی سورج گہن کے وقت دو رکعتین
شارح نے کہا کہ سلطان یا نائب کی قید مستحب کا بیان ہی یعنے مستحب ہی کہ قاضی یا سلطان امام ہو انکا ہونا نماز کی شرط نہین اور سراج مین جو یہ ہی کہ نماز کسوف
مین شرائط جمعہ کا ہونا ضرور ہی سوا خطبہ کے تو اسکو بحر الرائق مین رد کیا ہی یہ کہکر اسبیجابی نے تصریح کر دی ہی کہ سلطان کا ہونا مستحب ہی شرط نہین اور
ماتن کا رکعتین کہنا بیان ہی اقل درجہ نماز کا اگر نمازی چاہے تو چار پڑھے یا زیادہ ہر دوگانہ پر سلام پھیرے یا چار چار پر کذا فی المجتبی وصفتها کالنفل ای برکوع
واحد فی غیر وقت مکروه بلا اذان ولا اقامۃ ولا جہر ولا خطبۃ اور نماز کسوف کا حال مثل نفل کے ہی یعنے ایک رکوع سے وقت مکروہ کے سوا اور
وقتون مین بدون اذان اور تکبیر اور بدون پکار کر پڑھنے اور خطبہ کے پڑھے ہم ایک رکوع کی قید اسلیے لگائی کہ امام شافعی کے نزدیک دو رکوع سے
پڑھتے ہین اور اگر سورج گہن وقت مکروہ مین ہو مثلا عصر کے بعد تو لوگ دعا مین مشغول ہون نماز نہ پڑھین اور عدم جہر کی قید اسلیے کی کہ صاحبین اس نماز
مین جہر کرنے کو فرماتے ہین اور خطبہ اس نماز مین نہین کیونکہ کسی اثر مین خطبہ منقول نہین اور جو کسوف کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فرزند ابراہیم کی وفات کے
دن ہوا اور اسمین آپ نے خطبہ پڑھا تو وہ اسلیے تھا کہ جو لوگ یہ وہم کرتے تھے کہ یہ گہن آپ کے لخت جگر کی موت کے باعث ہوا ہی انکا وہم دور فرماوین کسوف کی
خصوصیت سے نہ تھا کذا فی الطحطاوی وینادی الصلوۃ جامعۃ لیجتمعوا اور پکار دیا جاوے بلفظ الصلوۃ جامعۃ تاکہ لوگ اکٹھے ہو جاوین ہم کہتے ہین بجاے اذان ان
لفظون سے اعلام کر دینا چاہیے طحطاوی نے کہا کہ الصلوۃ مبتدا ہی اور جامعۃ خبر اور یہ جملہ بمعنی انشا ہی ویطیل فیها الرکوع والسجود والقراءۃ والادعیۃ والاذکار
الذی ہو من خصائص النافلۃ ثم یدعو بعدها جالسا مستقبل القبلۃ او قائما مستقبل الناس والقوم یؤمنون حتی یتجلی الشمس کلها اور طول دے اس نماز مین رکوع اور
سجدہ اور قراءت اور دعاؤن اور ذکرون کو ایسا طول جو نفل نماز کے خواص سے ہی پھر دعا مانگے بعد اس نماز کے بیٹھا ہوا قبلہ رخ یا کھڑا ہو کر لوگون کی طرف
منھ کر کے اور سب لوگ آمین آمین کہین دعا اسوقت تک مانگے کہ آفتاب بالکل صاف اور روشن ہو جاوے ہم قراءت طویل اسقدر کہ پہلی رکعت مین سورۂ بقرہ اور
دوسری مین آل عمران پڑھے اور اگر یہ یاد نہون تو انکے برابر دوسری سورتین پڑھے طحطاوی نے کہا کہ مسنون یہ ہی کہ دعا اور نماز مین سارا وقت گہن کا پورا ہو جاے
تو اگر نماز کو خفیف پڑھے تو دعا کو طول دے اور دعا مختصر کرے تو قراءت طویل کرے اور رکوع اور سجدہ اگر چاہے چھوٹا کرے چاہے بڑا تو شارح نے جو یطیل کہا اس
سے یہ غرض کہ اگر اسکا دل چاہے تو طول دے اور دعا مانگنا کھڑے ہو کر اور لوگونکی طرف منھ کر کے اچھا ہی اور کھڑے ہونے مین اگر لاٹھی یا کمان پر سہارا دے
تو بہتر ہی اور دعا کے لیے ممبر پر نہ چڑھے کذا فی النہر وان لم یحضر الامام للجمعۃ صلی الناس فرادی فی منازلہم تحرزا عن الفتنۃ کالخسوف للقمر اور اگر امام جمعہ
حاضر نہو یعنی جسکو اختیار جمعہ پڑھانے کا ہی وہ موجود نہو تو لوگ تنہا اپنے گھرون مین نماز پڑھین واسطے بچنے کے جھگڑے سے یعنی بڑے مجمع مین بغیر امام ہونیکا
جھگڑا ہو جاتا ہی اسلیے گھرون پر تنہا پڑھ لینا بہتر ہی مثل چاند گہن کی نماز کے کہ اسکو بھی تنہا گھرون پر پڑھین خواہ امام موجود ہو یا نہین کیونکہ یہ نماز رات کو ہوتی ہی اسوقت
لوگون کا اکٹھا ہونا حرج سے خالی نہین ہم ظہیریہ مین یہ ہی کہ اپنے اپنے محلہ کی مسجدون مین تنہا پڑھ لین اور اگر جمعہ کا امام اجازت دیدے تو محلہ کا امام

جماعت سے پڑھا دے کذا فی الطحطاوی والریح الشدیدۃ مطلقا والظلمۃ القویۃ نہارا والضوء القوی لیلا والفزع الغالب ونحو ذلک من الآیات المخوفۃ کالزلازل والصواعق والثلج والمطر الدائمین وعموم الامراض ومنہ الدعاء برفع الطاعون وقول ابن حجر بدعۃ ای حسنۃ وکل طاعون وباء ولا عکس وتمامہ فی الاشباہ وصلیہ فرادیٰ نہارا وقت سخت آندھی کے مطلق یعنی دن کو ہو یا رات کو اور وقت سخت تاریکی کے دن کو اور سخت روشنی ہو جانے کے رات کو اور وقت خوف غالب کے دشمن وغیرہ سے اور مثل اسکے خوفناک حوادث کے وقت مثلاً زلزلوں اور کڑک بجلیوں کے وقت اور متواتر برف اور مینہ کے برسنے کے وقت اور بیماریوں کی کثرت کے وقت اور اسی میں داخل ہو دعا کرنا بعد دوگانہ نماز کے واسطے دور ہونے طاعون کے اور ابن حجر کا یہ کہنا کہ یہ نماز بدعت ہو اس سے مراد بدعت حسنہ ہو اور جو طاعون ہو وہ وبا ہو اور اسکا عکس نہیں یعنی یہ نہیں کہ ہر وبا طاعون ہو اور اسکا پورا بیان اشباہ میں ہو کہ طاعون ایک خاص مرض وبائی کا نام ہو جسکے وبا عام ہو اور طاعون خاص اور مینہ اور برف میں دوام کی قید اسلیے لگائی کہ اسکا دوام بلا ہو نہ رحمت وصلوٰۃ الکسوف سنۃ واختار فی الاسرار وجوبہا وصلوٰۃ الخسوف حسنۃ وکذا البقیۃ اور یعنی یہ ہو کہ کسوف کی نماز سنت ہو اور اسرار میں اختیار کیا ہو اسکے واجب ہونے کو اور چاند گہن کی نماز حسن ہو یعنی اہل اسلام کے نزدیک مستحسن ہو کذا فی الطحطاوی اور اسی طرح باقی نمازیں آندھی وغیرہ کی اوقات میں جسکے بعد نماز کسوف کے ذکر ہونے کی دلیل یہ ہو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیشہ امر ارشاد فرمایا کہ جب تم کوئی چیز ان حوادث میں سے دیکھو تو نماز کی طرف التجا لیجاؤ اور فتح القدیر میں کہا کہ امر اس حدیث میں استحباب کے لیے ہو کذا فی الطحطاوی وسنذکر فی الفتح وعلامت مستنبطۃ من صلوٰۃ الاستسقاء بابا آخر یا وباللہ تعالیٰ اعلم اور فتح القدیر میں ہو کہ اختلاف کیا گیا ہو نماز استسقاء کے مسنون ہونے میں تو اسی لیے مصنف نے اسکو پیچھے بیان کیا واللہ تعالیٰ اعلم

باب الاستسقاء

یہ باب ہو طلب باران کے ذکر میں اور مناسبت اسکی نماز کسوف سے یہ ہو کہ دونوں میں اجتماع لوگوں کا ہوتا ہو پھر استسقاء کے معنی لغت میں دوسرے سے پانی دینے کی درخواست ہو اور شریعت میں خشک سالی کے وقت خدا تعالیٰ سے مینہ کے طلب کرنے کو کہتے ہیں ایک خاص صورت پر اور دعا لیسے مقام مشروع ہو جہاں جھیلیں اور نہریں کھیتوں کے سینچنے اور چوپایوں کے پانی پلانے کو نہوں یا ہوں مگر کافی نہوں اور اگر کافی ہوں تو دعا کے لیے باہر نجاویں کذا فی الطحطاوی ہو دعاء واستغفار لانہ السبب لارسال الامطار استسقاء دعا ہو اور مغفرت چاہنی گناہوں سے اسلیے کہ درخواست مغفرت سبب ہو مینہ کے برسنے کا یعنی امام کھڑا ہو کر قبلہ رخ ہاتھ اٹھا کر دعا مانگے اور آدمی قبلہ کو منہ کرکے بیٹھے ہوئے آمین کہتے جاویں اور وہ ان الفاظ سے دعا کرے (اَللّٰهُمَّ اسْقِنَا غَيْثًا مُغِيْثًا هَنِيْئًا مَرِيْئًا مَرِيْعًا غَدَقًا عَاجِلًا غَيْرَ رَائِثٍ مُجَلِّلًا سَحًّا طَبَقًا دَائِمًا) اور جو الفاظ اسکے مانند ہوں اور دعا آہستہ بھی کرے اور پکار کر بھی اور استغفار سبب ہو مینہ برسنے کا یعنی قرآن مجید میں ارشاد فرمایا (فَقُلْتُ اسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ اِنَّهٗ كَانَ غَفَّارًا يُّرْسِلِ السَّمَآءَ عَلَيْكُمْ مِّدْرَارًا) یعنی مغفرت چاہو اپنے رب سے کہ وہ ہو بہت بخشنے والا بھیجیگا تم پر مینہ کثرت سے برسنے والا تو اس آیت میں استغفار کو سبب مینہ برسانے کا فرمایا کذا فی الطحطاوی بلا جماعۃ مسنونۃ بل ہی جائزۃ وبلا خطبۃ وقالا تفعل کالعید ولیس بکبیر لانہ خلاف طلب کرنا مینہ کا دعا ہو بدون جماعت مسنون کے بلکہ جماعت جائز ہو نہ مکروہ اور بدون خطبہ کے امام اعظم کے نزدیک اور صاحبین نے فرمایا کہ دعا کیجاوے مثل عید کے یعنی امام دوگانہ نماز جہر سے بدون اذان اور تکبیر کے پڑھا دے پھر زمین پر کھڑا ہو کر تلوار یا عصا پر سہارا دے کر خطبہ پڑھے اور اکثر خطبہ استغفار ہو اور کہا تکبیر زائد اس میں خلاف ہو یعنی امام محمد سے مروی ہو کہ زائد تکبیریں بھی کہے اور مشہور روایت صاحبین سے یہ ہو کہ تکبیریں نہ کہے کذا فی الشامی اور دعا ہو بدون چادر پلٹنے کے بخلاف امام محمد کے ہم یعنی امام کے نزدیک اور دعاؤں کی طرح اس دعا میں بھی چادر نہ پلٹے اور امام محمد کے نزدیک چادر پلٹے یعنی تھوڑا سا خطبہ پڑھ کر چادر پلٹے اسطرح کہ داہنی طرف بائیں آجاوے اور نیچے کا رخ اوپر ہو جاوے اسلیے کہ

وسلم نے ایسا ہی کیا تھا شامی نے کہا کہ فتویٰ امام محمد کے قول پر ہے اور چادر صرف امام پلٹے نہ مقتدی و بلا حضور ذمی وان کان الارجح ان دعاء الکافر قد یستجاب
استدراجا واما قولہ تعالیٰ وما دعاء الکافرین الا فی ضلال ففی الآخرۃ شرح مجمع اور دعا ہے بدون ساتھ ہونے کافر ذمی کے اگرچہ قول راجح یہ ہے کہ دعا کافر
کبھی قبول ہوتی ہے خلاف عادت اور یہ جو ارشاد خداوندی ہے کہ نہیں ہے دعا کافرون کی مگر بہکنا تو یہ آخرت میں ہے کذا فی شرح مجمع ہم اس امر میں اختلاف ہے
کہ دعا کافر کی مقبول ہوتی ہے یا نہیں تو بعض فقہا نے کہا کہ مقبول نہیں ہوتی آیت مذکورہ صدر کی دلیل سے اور نیز اس وجہ سے کہ کافر دعا خدا تعالیٰ سے نہیں
مانگتا کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کو پہچانتا ہی نہیں اور بعض فقہا نے کہا کہ دعا مقبول ہوتی ہے چنانچہ شیطان نے مہلت مانگی اور اسکی دعا مقبول ہوئی حالانکہ سب
میں بڑا کافر وہ ہے اور صدر شہید نے کہا کہ فتویٰ اسی پر ہے کہ دعا کافر کی مقبول ہوتی ہے خصوص جبکہ مظلوم ہو چنانچہ حدیث میں ہے کہ مظلوم کی دعا مقبول ہے
اگرچہ کافر ہو اور آیت کا جواب شارح نے دیا کہ وہ آخرت کی دعا ہے اسلیے کہ اس سے پہلے دوزخ والوں کا ذکر ہے کہ جب فرشتون سے کہینگے کہ اللہ تعالیٰ سے دعا
مانگو کہ ہمپر ایک دن عذاب ہلکا کردے تو وہ کہینگے کہ تمہارے پاس کیا پیغامبر بینات نہ لائے تھے وہ کہینگے کیون نہین فرشتے کہینگے کہ تم دعا مانگو اور
نہین ہے کافرون کی دعا مگر بہکنا کذا فی الطحطاوی وان صلوا فرادی جاز فہی مشروعۃ للمنفرد وقول التحفۃ وغیرہا ظاہر الروایۃ لا صلوۃ اے بجماعۃ اھ
اگر سب لوگ تنہا نماز پڑھین تو درست ہے کیونکہ نماز تنہا کے لیے مشروع ہے اور تحفہ وغیرہ کا یہ کہنا کہ ظاہر روایت یہ ہے کہ استسقا میں نماز نہین اسکے یہ معنی
کہ جماعت کے ساتھ نماز نہین ویخرجون ثلثۃ ایام لانہ لم ینقل اکثر منہا متتابعات ویستحب للامام ان یامرہم بصیام ثلثۃ ایام قبل الخروج وبالتوبۃ
ثم یخرج بہم فی الرابع مشاۃ فی ثیاب غسیلۃ او مرقعۃ متذللین متواضعین خاشعین لعبد ناکسین رؤسہم اور جنگل کو جائین دعا کے لیے تین روز
برابر اسلیے کہ زیادہ تین روز سے مینہ کی دعا کے لیے باہر جانا منقول نہین ہے اور مستحب ہے امام کو کہ باہر نکلنے سے پیشتر لوگون کو تین دن روزہ رکھنے کا اور
گناہون سے خالص توبہ کرنے کا حکم کرے پھر چوتھے روز انکے ساتھ نکلے اسطرح کہ سب پیادہ پا نہ دھوے ہوے کپڑے پہنے یا پیوند لگے ذلیلون
کی صورت بنائے فروتنی اور عاجزی کرتے ہوے گردن جھکائے ہوے ہم جنگل میں جانے کا حکم اُن لوگون کو ہے جو مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ اور بیت المقدس
کے باشندے نہون کہ اُنکے لیے حکم وہان کی افضل مساجد میں جانے کا ہے اور توبہ خالص سے یہ غرض کہ حقوق حقدارون کے بھی ادا کرین کہ توبہ میں یہ
شرط لگی ہوئی ہے کہ کسی کا حق ذمہ پر نہ رہے کذا فی الطحطاوی ویقدمون الصدقۃ فی کل یوم قبل خروجہم ویجددون التوبۃ ویستغفرون
للمسلمین ویستسقون بالضعفاء والشیوخ والعجائز والصبیان ویبعدون الاطفال عن امہاتہم اور ہر روز اپنے نکلنے سے پیشتر صدقہ دیوین
اور سرنو توبہ کرین اور مسلمانون کے لیے دعا مغفرت کرین اور ضعیفون اور بوڑھون اور بڑھیون اور لڑکون کے ذریعہ سے مینہ کی دعا کرین اور بچون کو
انکی ماؤن سے علیحدہ کرین ہم ان لوگون کے ذریعے کرنے کے یہ معنی کہ انکو آگے کردین تاکہ وہ دعا مانگین اور جوان آمین کہین کہ انکی دعا جلد مقبول
ہوتی ہے چنانچہ بخاری کی حدیث میں ہے کہ تمکو رزق اور فتح جو ملتی ہے تو تمہارے ضعیفون کی بدولت ہی ملتی ہے اور بچون کو ماؤن سے جدا رکھنے میں یہ حکمت ہے
کہ رونا اور فریاد زیادہ ہو تاکہ لوگون کو رقت ہو اور اُسکے سبب سے دریاے رحمت ایزدی جوش میں آوے کذا فی الشامی والطحطاوی ویستحب اخراج
الدواب اور مستحب ہے باہر نکالنا جانورون کا اسلیے کہ کبھی مینہ انھین کے سبب سے عنایت ہوتا ہے چنانچہ احمد نے روایت کیا ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام
لوگون کے ساتھ مینہ کی دعا کو نکلے دیکھا تو ایک چیونٹی اپنی ٹانگین آسمان کی طرف اٹھاے ہے آپ نے فرمایا کہ لوٹ چلو کہ تمہاری دعا اس چیونٹی کی جہت
سے مقبول ہوئی کذا فی الطحطاوی والاولی خروج الامام معہم وان خرجوا باذنہ او بغیر اذنہ جاز اور بہتر ہے نکلنا امام کا لوگون کے ساتھ اور اگر لوگ نکلین
امام کی اجازت سے یا بدون اسکی اجازت کے تب بھی درست ہے ویجتمعون فی المسجد بمکۃ وبیت المقدس ولم یذکر المدینۃ کانہ لضیقہ اور
جمع ہوویں مسجد الحرام مین مکہ معظمہ مین اور بیت المقدس مین اور ماتن نے مدینہ منورہ کو ذکر نہ کیا کہ وہان کے لوگ مسجد شریف مین جمع ہون شاید

اس مسجد کے تنگ ہونے کی جہت سے ذکر نہ کیا ہوگا ہم شامی نے کہا کہ یہ وجہ کافی نہیں اسلیے کہ باشندے مدینہ منورہ کے ایام حج کے قافلوں سے زیادہ نہیں کہ انکی گنجایش نہ ہو جاوے اور باشندوں کی خواہش ضرور ہے کہ وہاں باران مسجد مبارک میں سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کی جاوے جیسا کہ ہر حادثہ کے لیے دعا آپ کے مشاہدہ میں کی جاتی ہے اور یہ بھی ہو کہ ان مجاوروں کے دروازوں پر کھڑا کیا جاوے والا واما المطر حتی اضر فلا باس بالدعاء بقطعہ وصرفہ حیث شئی اور اگر مینہ کی جھڑی لگے یا ٹھنڈک نقصان کرے تو مضائقہ نہیں دعا کرے کہ اسکے بند ہونے اور ایسی جگہ مصروف ہونے کے واسطے جہاں مفید ہو ہم نے یوں دعا کرے کہ الٰہی اب جہاں پانی کا برسنا مفید ہو وہاں برسا اور یہاں سے اسکو ہٹا لے وہاں سے قولہ قبل خروجہم یعنی حال کی پر نہ تقاضا اور اگر باہر جانے سے پیشتر لوگوں کو مینہ حاصل ہو تو مستحب ہے کہ اللہ تعالیٰ کے شکر کے لیے باہر نکلیں پیشتر جبکہ سوال کے مطلب پورا ہو گیا تو اب اس انعام کا شکر ہے کہ باہر نکل کر دعا کریں تاکہ مینہ خالص ہو پڑھ کر دعا کما فی الشامی ملتقطاً

باب صلوٰۃ الخوف

یہ باب ہے نماز خوف کے بیان میں ہم اسکی مناسبت نماز استسقا سے یہ ہے کہ دونوں عارضوں کے وقت ہوتے ہیں اور اضافت الشی الی شرطہ اضافت صلوٰۃ کی خوف کیطرف چیز کی اضافت ہے شرط کی طرف یعنی خوف شرط ہے اس نماز کی ہم بعضوں نے خوف کو سبب قرار دیا ہے اور کہا ہے کہ اضافت سبب کی ہے طرف سبب کے شامی نے کہا کہ یہ انکا ہر خوف نماز کا سبب ہے اور دشمن کا موجود ہونا شرط ہے تو اگر خوف سے مراد دشمن کا ہونا ہو تو یہ اضافت شرط کی طرف ہے اور اگر خوف کے حقیقی معنی مراد ہوں تو اضافت سبب کی طرف ہے ہی جائزۃ بعدہ علیہ السلام عند ابی حنیفۃ و محمد رحمہما اللہ تعالیٰ خلافاً للثانی بشرط حضور عدو یقیناً فلو صلوا علی ظنہ فبان خلافہ اعادوا او سبع او حیۃ عظیمۃ ونحوہا وحان خروج الوقت کما فی مجمع الانہر وظاہرہ انہ غیر قید فلیحفظ قلت ثم رأیت فی شرح البخاری للعینی انہ لیس بشرط الا عند البعض عند التحام الحرب نماز خوف کی جائز ہے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے طرفین کے نزدیک یعنی امام اعظم رح اور محمد رح کے بخلاف امام ابو یوسف کے کہ انکے نزدیک جائز نہیں اس وجہ سے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے پڑھنے کے ثواب حاصل کرنے کو یہ نماز مشروع ہوئی تھی بعد آپ کے یہ بات جاتی رہی تو اب اسکا ادا کرنا جائز نہ ہوگا اور طرفین فرماتے ہیں کہ صحابہ نے آپ کے بعد اس نماز کو پڑھا ہے اسلیے جائز ہے بشرط موجود ہونے دشمن کے یقیناً یا موجود ہونے درندہ یا اژدہا اور اسکے مثل اور چیزوں کے مثلاً آتشزدگی وغیرہ کے شارح نے کہا یقیناً کی قید میں نے اسلیے لگائی کہ اگر لوگ دشمن کا موجود ہونا خیال کر کے پڑھینگے پھر اسکے خلاف ظاہر ہوگا یعنی دشمن موجود نہ نکلیگا تو نماز از سر نو پڑھیں اور درست ہے یہ نماز جبکہ وقت جانے کو ہو چنانچہ مجمع الانہر میں ہے اور یہ قید میں نے اوروں کے کلام میں نہیں دیکھی تو اس قید کو یاد رکھنا چاہیے پھر میں نے عینی کی شرح بخاری میں دیکھا کہ وقت نکلنے کے قریب ہونا اس نماز کی شرط نہیں مگر بعض کے نزدیک جبکہ لڑائی اور قتال ہو رہا ہو ہم شارح نے عینی کا قول نقل کر کے بیان کر دیا کہ مجمع الانہر کی روایت پر عمل نہ کرنا چاہیے اسلیے کہ وہ بعض کا قول ہے کذا فی الشامی فیجعل الامام طائفۃ بازاء العدو ویصلی بالاخری رکعۃ فی الثنائی ومنہ الجمعۃ والعیدین وفی غیرہ رکعتین وذہبت الیہ وجاءت الاخری فصلی بہم ما بقی وسلم وحدہ وذہبت الیہم وجاءت الطائفۃ الاولی واتموا صلوٰتہم بلا قراءۃ لانہم لاحقون وسلموا ثم جاءت الطائفۃ الاخری واتموا صلوٰتہم بقراءۃ لانہم مسبوقون کرے امام ایک ٹولی مثلاً دشمن کے مقابل اسکے ڈرانے کے لیے اور نماز پڑھاوے دوسری ٹولی کو مثلاً ایک رکعت دو رکعت والی نمازوں میں اور اسی میں داخل ہے جمعہ اور عید اور دو رکعتیں پڑھاوے غیر ثنائی میں بطور وجوب کے یعنی اگر ایک پڑھاویگا تو نماز فاسد ہو جاویگی اور چلی جاوے

یہ پہلا ٹولی دشمن کے سامنے یعنی پہرہ دوسرے پہرہ کے ایک رکعت پڑھنے کی صورت میں اور بعد التحیات کے دو رکعتوں کے پڑھنے میں اور اوسکے ٹولی پس
آنکو امام پڑھاوے باقی نماز یعنی جتنی نماز اسکو باقی ہو وہ اس ٹولی کے ساتھ پڑھکر امام اکیلا سلام پھیر دے بعد قعدہ اخیرہ کے پھر یہ ٹولی دشمن کے سامنے جا
برابر ہے یعنی اگر یہ چاہیں اور اسی جگہ بقیہ نماز تمام کرلیں تو درست ہے اور آوے تب ٹولی اور اپنی نماز پوری کریں بدون قرات کے اسلیے کہ وہ لاحق ہیں اور لاحق
کا حکم مقتدی کا سا ہے اور سلام پھیریں پھر وہ ٹولی آوے اور اپنی باقیہ نماز پوری کریں بدون قرات کے ساتھ اسلیے کہ وہ مسبوق ہیں اور مسبوق اور منفرد کا ایک
حال ہے ہم صلوۃ خوف کی کیفیت میں علما کا اختلاف ہے اور متفق ہیں ہر گاہ نماز کی کیفیت سے مگر اختلاف اسمیں ہے کہ بہتر کونسی ہے اور قرآن مجید میں جو کیفیت مذکور ہے
اسی سے زیادہ قریب یہ صورت ہے جو ابن عمر سے مذکور ہے اور دو رکعتوں کی نماز میں سفر کی نماز بھی داخل ہے اور مغرب کی قید سے شارح نے آگاہ کیا کہ صلوۃ خوف
صرف فرض ہی میں منحصر نہیں واجب میں بھی ہوتی ہے کذا فی الشامی طحطاوی نے لکھا کہ اگر دشمن بالفرض قبلہ کی طرف ہو تب بھی اس نماز میں کچھ فرق نہوگا
اسیطرح دشمن کے مقابل کی ٹولی اگر قبلہ کیطرف پشت کیے ہو تو کچھ حرج نہوگا اور دشمن کے مقابل جانا پیادہ معتبر ہے اگر سوار ہوکر جاوینگے تو نماز باطل ہو جاویگی
وہذا ان تنازعوا فی الصلوۃ خلف واحد والا فالافضل ان یصلی بکل طائفۃ امام یعنی نماز اسی کیفیت پر اس صورت میں ہے کہ مقتدی ایک ہی امام کے
پیچھے نماز پڑھنے میں جھگڑا کریں ورنہ افضل یہ ہے کہ ہر ٹولی علیحدہ امام کے پیچھے نماز پڑھے ہم یعنی ایک ٹولی دشمن کے مقابل رہے اور ایک امام کے ساتھ نماز
پڑھے جب امام فارغ ہو لے تو یہ ٹولی دشمن کے سامنے چلی جاوے اور دوسری ٹولی کے پہلا امام کسی کو اجازت نماز پڑھانے کی دے کہ وہ انکو پڑھا دے اور
اگر وقت اتنا نہو تو یہی صورت ہے جو اوپر مذکور ہوئی کذا فی الشامی فان اشتد خوفهم وعجزوا عن النزول صلوا رکبانا فرادی الا اذا کان ردیفا للامام فیصح
الاقتداء بالایماء الی ای جہۃ قدروا للضرورۃ اور اگر زیادہ ہو خوف لوگوں کو اور عاجز ہوں اترنے سے تو نماز پڑھیں حالت سواری میں تنہا رکوع اور سجدہ
کے لیے اشارہ کریں جس طرف کو ہو سکے بسبب ضرورت کے شارح نے کہا اگر وہ شخص کہ امام کے پیچھے سوار ہو ایک سواری پر تو اسکا اقتدا امام کے
پیچھے صحیح ہوگا بسبب اتحاد مکان کے فسدت بمشی لا بغیر اصطفاف وسبق حدث ورکوب مطلقا وقتال کثیر لا بقلیل کرمیۃ سہم اور یہ نماز فاسد ہو جاویگی
پیادہ چلنے سے جو دشمن کے سامنے صف باندھنے کے لیے نہو اور نہ لیے وضو ہو جانے کے سبب سے ہو اور فاسد ہوگی سوار ہونے سے مطلق یعنی
خواہ صف باندھنے کے لیے ہو یا دوسرے مطلب کے لیے اور فاسد ہوگی بہت کشت و خون کرنے سے نہ تھوڑا لڑنے سے مثلا ایک تیر چلانے سے فاسد
نہوگی کیونکہ عمل قلیل ہے اور گھوڑے پر چڑھنا اور بہت لڑنا عمل کثیر ہیں اُسلیے فاسد ہو جاویگی ہم طحطاوی نے کہا کہ تیر چلانے کا عمل قلیل ہونا مسلم نہیں کیونکہ
جو کوئی اسکو دیکھیگا یہی جانیگا کہ نماز نہیں پڑھتا والسابح فی البحر ان امکنہ ان یرسل اعضاءہ ساعۃ صلی بالایماء والا لا تصح کصلوۃ الماشی
والسائف وهو یضرب بالسیف اور تیرنے والا دریا میں اگر اسکو ممکن ہو کہ اپنے اعضا ڈھیلے کردے ساعت بھر تو نماز پڑھے اشارہ سے ورنہ نماز صحیح نہوگی
جیسے نماز پیادہ چلنے والے کی اور تلوار والے کی جبکہ تلوار سے مارتا ہو کہ انکی نماز بھی صحیح نہیں فروع مسائل ملحقہ شارح کے الراکب ان کان مطلوبا
فتصح صلوته وان کان طالبا لا لعدم خوفه سوار اگر مطلوب ہو یعنی اسکے پیچھے کوئی پکڑنے کو آتا ہو تو اسکی نماز درست ہے سواری پر اور اگر طالب ہو یعنی
دوسرے کو پکڑنے جاتا ہو تو سواری پر اسکی نماز درست نہیں اسلیے کہ اسکو کچھ خوف نہیں شرعوا ثم ذهب العدو لم یجز انحرافهم وبعکسه جاز لوگوں نے نماز
خوف شروع کی پھر دشمن چلا گیا تو انکا اپنی جگہ سے ہلنا درست نہیں یعنی ہر ٹولی جہاں کی تہاں نماز پڑھے کذا فی الشامی اور اسکا عکس ہو تو درست ہے
یعنی شروع کے وقت خوف نہ تھا پھر ہو گیا تو اس صورت میں اگر کچھ لوگ دشمن کے مقابل چلے جاوینگے تو یہ جانا نماز کا مخل نہوگا بسبب ضرورت کے
کذا فی الطحطاوی لا تشرع صلوۃ الخوف للعاصی فی سفره کما فی الظهیریة وعلیه فلا تصح من البغاۃ اور مشروع نہیں نماز خوف اس شخص کے لیے جو
اپنے سفر کی جہت سے گنہگار ہو چنانچہ ظہیریہ میں ہے اور اس بنا پر نماز خوف باغیوں سے درست نہوگی ہم یعنی جس شخص

کا نفس سفر معصیت ہو جیسے رہزنی اور بغاوت کے لیے سفر کرنا تو اُسکی صلوٰۃ خوف جائز نہین کذا فی الشامی صح انہ علیہ الصلوٰۃ والسلام صلاہا فے اربع ذات الرقاع وبطن نخل وعسفان وذی قرد ثابت ہوا ہی کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے نماز خوف چار مقام پر پڑھی اوّل غزوہ ذات الرقاع مین دوم بطن نخل مین سوم غزوہ عسفان مین چہارم غزوہ ذی قرد مین ہم ذات الرقاع کے معنی پیوندون والا اس غزوہ کا نام ذات الرقاع اسلیے ہوا کہ حضرت ابو موسی اشعری سے بخاری مین روایت ہی کہ اس غزوہ مین ہمارے پاؤن زخمی ہو گئے تھے اور ناخن گر گئے تھے تو ہم پاؤن پر چیتھڑے لپیٹے تھے اس سبب سے اسکو ذات الرقاع کہا یہ غزوہ تیسرے سال ہجری مین غزوہ خندق سے پہلے ہوا تھا اور بطن نخل ایک جگہ کا نام ہی اور عسفان بروزن عثمان مکہ سے دو منزل پر ایک مقام ہی اور ذو قرد بفتح قاف و دال مہملہ ایک مقام ہی مدینہ کے قریب اس غزوہ کو غزوہ غابہ بھی کہتے ہین یہ غزوہ سنہ ہجری مین ہوا طحطاوی نے کہا کہ امداد الفتاح مین عادی سے منقول ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز خوف چوبیس مرتبہ پڑھی اور شارح چار مقام لکھتا ہی تو یا یہ مراد ہی کہ چار بار غزوون مین اتفاق ہوا اور بیس بار دوسرے مقامون مین یا یہ کہ ان مقامون مین چوبیس نمازین خوف کی پڑھیں واللہ اعلم

باب صلوٰۃ الجنازۃ

یہ باب ہی جنازہ کی نماز اور اُسکے لواحق کے ذکر مین مناسبت اسکی ماقبل سے یہ ہی کہ خوف و قتال کبھی نوبت موت کی پہونچاتے ہین اور اسکو پیچھے اسلیے بیان کیا کہ یہ نماز ہر صورت سے نماز نہین کیونکہ بلا رکوع اور سجدہ اور اقوال و تکبیر کے ہوتی ہی دوسرے یہ کہ یہ نماز آدمی کے آخر حال سے متعلق ہی کذا فی الطحطاوی من اضافۃ الشی الی سببہ نماز کی اضافت جنازہ کیطرف چیز کی اضافت ہی اپنے سبب کیطرف یعنی میت سبب ہی اس نماز کا وہی بالفتح المیت و بالکسر السریر وقیل لغتان اور جنازہ بفتح جیم مردہ کو کہتے ہین اور بکسر جیم چارپائی یا تابوت ہی جسپر مردہ ہوتا ہی اور بعض کہتے ہین اور ایک قول یہ ہی کہ بفتح اور بکسر دونون مردہ کو کہتے ہین کذا فی الشامی والموت صفۃ وجودیۃ خلقت ضد الحیوۃ وقیل عدمیۃ اور موت ایک کیفیت وجودی ہی پیدا ہوئی ہی زندگی کے مقابل اور ایک قول یہ ہی کہ کیفیت عدمی ہی علم موت مین اختلاف ہی کہ وجودی چیز ہی یا عدمی جو وجودی کہتے ہین انکی دلیل یہ ارشاد خداوندی ہی (خلق الموت والحیوۃ) یعنی پیدا کیا اللہ تعالے نے موت اور حیات کو تو چونکہ پیدا کرنا ایک چیز کا موجود کرنا ہی اس سے معلوم ہوا کہ موت وجودی چیز ہی اور موت اور حیات مین مقابلہ ضدین کا ہی کہ دونون جمع نہین ہو سکتین اور جو لوگ عدمی کہتے ہین انکی دلیل یہ ہی کہ زندہ چیز سے مواد حیات کو نیست کرنے کا نام موت ہی تو عدمی ہوے اور انمین مقابلہ عدم اور ملکہ کا ہی اور اکثر محققین نے دوسرے قول کو یعنی عدمی ہونے کو اختیار کیا ہی اور آیت کے معنی یہ ہین کہ مقدر کیا موت اور حیات کو کذا فی الشامی یوجہ المحتضر وعلامتہ استرخاء قدمیہ واعوجاج منخرہ وانخساف صدغیہ القبلۃ علے یمینہ وہو السنۃ منہ پھیرا جاوے وہ شخص جو مرنے کو ہو قبلہ کی طرف داہنی کروٹ پر اور یہ منہ پھیرنا سنت ہی شارح نے کہا کہ علامت موت کے قریب ہونے کی یہ ہی کہ پاؤن اُسکے ڈھیلے ہو جائین اور ناک کا بانسا ٹیڑھا ہو اور کنپٹیان اندر کو دھس جائین طحطاوی نے کہا کہ محتضر بصیغہ اسم مفعول ہی یعنی جسپر موت حاضر ہوئی یا فرشتے موت کے آموجود ہوے وجاز الاستلقاء علے ظہرہ وقدماہ الیہا وہو المعتاد فے زماننا ولکن یرفع راسہ قلیلا لیتوجہ للقبلۃ وقیل یوضع کما تیسر علے الاصح صححہ فے المبتغے وان شق علیہ ترک علے حالہ والمرجوم لا یوجہ معراج اور جائز ہی چت لٹانا پشت پر اُس صورت مین کہ دونون پاؤن اُسکے قبلہ کی جانب ہون اور یہی صورت رائج ہی ہمارے زمانہ مین لیکن اُسکا سر تھوڑا سا اُبھار دیا جاوے تاکہ جانب قبلہ اُسکا منہ ہو جاوے آسمان کیطرف نہ رہے اور ایک قول یہ کہ منہ قبلہ کی طرف کر دیا جائے جسطرح بن سکے صحیح تر قول کے بموجب یعنے داہنی کروٹ پر ہو یا بائین پر یا چت لٹانے سے اُسی طرح منہ قبلہ کیطرف کر دینا چاہیے تصحیح کی ہی اس قول کی مبتغی مین اور اگر قبلہ رخ کرنے مین اُسکو تکلیف ہو تو اپنے حال پر چھوڑ دیا جائے اور جو شخص زنا کے سبب سے سنگسار ہوا اُسکا منہ قبلہ کی طرف نہ کیا جاوے اُسکے

زجر کے باعث ہے کذا فی الطحطاوی ویلقن ندبا وقیل وجوبا بذکر الشہادتین لان الاولیٰ لا تقبل بدون الثانیۃ عندہ قبل الغرغرۃ اور کہا
جاوے بطور استحباب اور ایک قول میں بطور وجوب ذکر شہادتین کا اسکے پاس غرغرہ سے پیشتر اسلیے کہ اول شہادت بدون دوسرے کے مقبول
نہیں ہے تلقین کے معنی فہمائش کے ہیں اور یہاں یہ مراد ہے کہ مرنیوالے کے پاس اشہد ان لا الٰہ الا اللہ و اشہد ان محمدا رسول اللہ اسی طرح پڑھا جاوے کہ
وہ بھی آواز سنکر انہیں کلمات طیبات سے رطب اللسان ہو یا اسکو یوں کہا جاوے کہ ان کلمات کو دھیان کر یا اور کسی طرح یاد دلایا جاوے اور یہ یاد دہانی
اسوقت تک ہے کہ جان حلق میں نہ آئی ہو ورنہ اسوقت شہادتین کو نہ بول سکیگا شامی نے نہر الفائق سے نقل کیا کہ تلقین بالاتفاق مستحب ہے اور جس کسی نے
واجب کہا ہے وہ مجازا کہا ہے اور بعض فقہا نے ذکر کیا ہے کہ صرف لا الٰہ الا اللہ کی تلقین کافی ہے اسلیے کہ حدیث شریف میں ہے کہ جسکا آخر کلام لا الٰہ الا اللہ ہوگا
وہ جنت میں داخل ہوگا اسلیے شارح نے کہا محمد رسول اللہ کی تلقین بھی چاہیے کہ صرف توحید کا اقرار بدون اقرار رسالت کے مقبول نہیں طحطاوی نے
کہا کہ یہ تعلیل کافر کے حق میں ہے مسلمان کے لیے اقرار توحید کافی ہے واختلف فی قبول توبۃ الیاس والمختار قبول توبتہ لا ایمانہ والفرق فی البزازیۃ وغیرہا
اور جان کندنی کے وقت کی توبہ مقبول ہونے میں اختلاف ہے اور مختار یہ ہے کہ اسکی توبہ مقبول ہوتی ہے اور ایمان قبول نہیں ہوتا اور فرق بزازیہ وغیرہا
میں مرقوم ہے ہم جان کندنی کی حالت میں ایمان تو بالاتفاق مقبول نہیں چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے (فلم یک ینفعہم ایمانہم لما راوا باسنا) اور توبہ
کے قبول اور عدم قبول میں اختلاف ہے مختار یہی ہے کہ توبہ مقبول ہوتی ہے اسلیے کہ قرآن مجید میں ارشاد ہے (وہو الذی یقبل التوبۃ عن عبادہ) اس آیت
میں قبول توبہ کو مطلق فرمایا اور ابوداؤد کی حدیث میں بھی مطلق مذکور ہے چنانچہ فرمایا کہ اللہ تعالیٰ بندہ کی توبہ قبول کرتا ہے جب تک کہ جان اسکی حلق میں
غرغر نہ ہووے کذا فی الشامی مختصرا من غیر امر بہا لئلا یضجر واذا قالہا مرۃ کفاہ ولا یکرر علیہ ما لم یتکلم لیکون آخر کلامہ لا الٰہ الا اللہ تلقین کیا جاوے بدون
حکم کرنے کے اسکو شہادتین کا تاکہ دق ہوکر انکار نکرے یعنی تلقین میں اسکو امر نکریں کہ پڑھ تاکہ وہ انکار نہ کر بیٹھے اور جب وہ ایک مرتبہ کہہ چکے
تو کافی ہے اور دوبارہ تلقین نہ کیا جاوے جب تک کہ اور کلام نہ بولے تاکہ آخر کلام اسکا لا الٰہ الا اللہ ہو یعنی اگر دوسرا کلام بعد کلمہ کے کرے تو پھر
تلقین چاہیے تاکہ آخر کلام کلمہ ہو نہ دوسری بات وندب قراءۃ یس والرعد اور مستحب ہے مرنے والے کے پاس سورہ یس اور رعد کا پڑھنا ہم یعنی اسلیے
کہ یس کے پڑھنے کا حکم حدیث میں آیا ہے اور سورہ رعد اسوجہ سے کہ حضرت جابر نے فرمایا کہ اس سے جان کا نکلنا آسان ہوتا ہے کذا فی الشامی
ولا یلقن بعد تلحیدہ وان فعل لا ینہی عنہ اور تلقین نہ کیا جاوے بعد دفن کرنے کے اور اگر کوئی تلقین کرے تو منع نہ کیا جاوے ہم چونکہ حدیث میں
آیا ہے کہ لقنوا موتاکم یعنی تلقین کرو اپنے مردوں کو تو بعض محققین نے اس حدیث میں موت حقیقی مراد لیکر تلقین بعد موت کے جائز رکھی ہے اور بعض نے
بمقتضاے ظاہر آیت (انک لا تسمع الموتیٰ یعنی تو نہیں سناتا مردوں کو) تلقین کو ناجائز کہا فتح القدیر میں بعد کلام طویل کے کہا کہ تلقین بعد دفن سے کچھ ضرر
نہیں بلکہ اس سے فائدہ ہے کہ مردہ کو ذکر سے انس ہوتا ہے چنانچہ آثار میں وارد ہے طحطاوی نے کہا کہ ظاہر روایت یہ ہے کہ تلقین نہ کیا جاوے وفی الجوہرۃ انہ
مشروع عند اہل السنۃ اور جوہرہ میں ہے کہ تلقین مشروع ہے اہل سنت کے نزدیک کیونکہ اللہ تعالیٰ مردہ کو قبر میں زندہ کرتا ہے چنانچہ احادیث میں
وارد ہے کذا فی الطحطاوی وکیفیتہ قولہ یا فلان یا ابن فلان اذکر ما کنت علیہ وقل رضیت باللہ ربا وبالاسلام دینا وبمحمد نبیا قیل یا رسول اللہ فان
لم یعرف اسمہ قال ینسبہ الی آدم وحوا اور کافی ہے کہنا تلقین کرنے والے کا اسطرح کہ اے فلان اے فلان کے بیٹے یاد کر ان باتوں کو جنپر تو تھا یعنی
اللہ تعالیٰ پر اور اسکے رسولوں پر ایمان کو یاد کر اور جب فرشتے سوال کریں تو یوں کہنا کہ میں راضی ہوا اس سے کہ اللہ میرا رب اور اسلام میرا دین
اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم نبی ہیں کسی نے پوچھا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اگر مردہ کا نام معلوم نہو آپ نے فرمایا کہ منسوب کیا جاوے
آدم اور حوا علیہما السلام کی طرف یعنی مرد ہو تو یوں کہنا چاہیے اے آدم کے بیٹے اور عورت ہو تو یوں کہے کہ اے حوا کی بیٹی ومن لا یسأل ینبغی

الی الملقن والاصح الانبیاء علیہم السلام لا یسألون والاطفال المؤمنین وتوقف الامام فی اطفال المشرکین وقیل ہم خدم اہل الجنۃ اور جو شخص کہ قبر مین
سوال نہ کیا جاوے مناسب ہی کہ اُسکو تلقین بھی نہ کی جاوے اور صحیح تر یہ ہی کہ انبیا علیہم السلام سے سوال نہین ہوتا اور نہ مومنون کے بچون سے اور
توقف فرمایا ہی امام اعظم رح نے مشرکین کے بچون کے باب مین کہ اُنسے سوال ہوتا ہی یا نہین اور وہ دوزخ مین رہینگے یا جنت مین اور کہتے ہین
کہ وہ جنت والون کے خادم ہونگے ہم کہتے ہین کہ جن لوگون سے سوال نہوگا وہ یہ ہین انبیا اور شہید اور غازی اور صدیق اور بچے اور جو شخص روز جمعہ
یا اُسکی شب مین مرے اور جو شخص ہر شب کو سورۂ ملک پڑھے اور اطفال مشرکین مین اخبار کے تعارض کے باعث قول اصح یہی ہی کہ اُنکا معاملہ
اللہ تعالی کی مشیت پر سپرد کرنا چاہیے کیونکہ حدیث صحیح مین ہی کہ اللہ تعالی زیادہ جانتا ہی جو کچھ اطفال مشرکین عمل کرتے ہین کذا فی الشامی ویکرہ تمنی
الموت ولو لمرض النہر وتبیین مختصر اور مکروہ ہی تمنا کرنی موت کی یعنی صدمات وغیرہ سے تنگ ہو کر یہ تمنا ذکر کرے کہ مین مر جاؤن اور اسکا پورا
بیان نہر الفائق مین ہی اور کتاب الحظر والاباحۃ مین آئیگا اور نکاح نہر الفائق مین کہا ہی کہ اگر مجبوری موت مانگے تو یون دعا کرے الہی مجھکو زندہ رکھ
جبتک کہ زندگی میرے حق مین بہتر ہو اور مجھکو موت دے جس وقت کہ موت میرے حق مین بہتر ہو کذا فی الطحطاوی انتہی مختصراً اکثر نسخون مین یہ ہی
وما ظہر منہ من کلمات کفر یغتفر فی حقہ ویعامل معاملۃ موتی المسلمین حملاً علی انہ فی حال زوال عقلہ ولذا اختار بعضہم زوال العقل
قبل موتہ ذکرہ الکمال اور جو الفاظ کفر کے میت سے جان کنی مین سرزد ہون اُسکے لیے اُسکے حق مین مغفرت مانگنی چاہیے اور اُسکے ساتھ مسلمانی
کے مُردون کا سا معاملہ کرنا چاہیے یعنے اُسوقت کے کفر یہ الفاظ کہنے سے اُسکو کافر نہ کہا جائیگا اس خیال سے کہ وہ اپنی عقل کے زائل ہونے
کی حالت مین ہی اور اسی جہت سے بعض فقہا نے اختیار کیا ہی میت کی عقل کا جاتا رہنا اُسکی موت سے پیشتر ذکر کیا ہی اُسکو کمال الدین محقق نے
ہم کہتے ہین اس جہت سے عقل کا زائل ہونا پسند کیا ہی کہ ایسا نہو کہ مرنے کے درد سے یا شیطان کے دھوکے سے کلمات کفر زبان پر نکلنے لگے
اور خاتمہ کفر پر ہو تو اگر اُسوقت مین عقل نہو گی تو اُسکا حکم کیا جائیگا تو ان کلمات سے کافر نہوگا کذا فی الشامی فاذا مات تشد لحیاہ وتغمض عیناہ
تحسیناً لہ ویقول مغمضہ بسم اللہ وعلی ملۃ رسول اللہ اللہم یسر علیہ امرہ وسہل علیہ ما بعدہ واسعدہ بلقائک واجعل ما خرج الیہ خیراً مما خرج عنہ ثم تمد
اعضاؤہ ویوضع علی بطنہ سیف او حدید لئلا ینتفخ ویحضر عندہ الطیب ویخرج من عندہ الحائض والنفساء والجنب پس جب وہ شخص مر جاوے تو
اُسکے جبڑے باندھ دیئے جائین اور اُسکی آنکھین بند کی جائین اُسکے اچھا معلوم ہونے کو یعنے اگر منہ اور آنکھین کھلی رہینگی تو صورت خوفناک
معلوم ہوگی اور کہے آنکھون کا بند کرنے والا بسم اللہ وعلی ملۃ رسول اللہ الہی تو اس مردہ پر اُسکا معاملہ تجہیز وتکفین وغیرہ کا آسان کر اور سہل کر
اُسپر وہ حال جو اُسکو آگے کو درپیش ہونیوالے سوال قبر اور احوال قیامت اُسپر سہل کر اور اُسکو مشرف کر اپنی دیدار سے اور جس چیز کی طرف وہ نکلا ہی
اُسکو بہتر کر بہ نسبت اُسکے جس سے وہ نکلا ہی یعنے آخرت کو اُسکے حق مین دنیا سے بہتر کر پھر اُسکے اعضا پھیلا دیئے جائین اور اُسکے پیٹ پر تلوار
یا لوہا رکھدیا جاوے تاکہ پیٹ نہ پھولے شامی نے کہا کہ لوہا یا آئینہ یا تما میت پیٹ کو پھولنے نہین دیتا اور اگر لوہا یا آئینہ نہ ملے تو بھاری چیز
رکھدی جاوے اور اُسکے پاس خوشبو حاضر کیجاوے اور اُسکے پاس سے حیض ونفاس والی عورتین اور ناپاک آدمی چلے جائین وفیہ تبیراتہ
واقاربہ ویسرع فی جہازہ اور اطلاع کیجاوے اُسکے مرنے کی اُسکے ہمسایون اور رشتہ دارون کو اور جلدی کیجاوے اُسکے سامان کفن ودفن مین
کیونکہ حدیث مین وارد ہی کہ مسلمان کے مردہ کو اُسکے گھر والون مین روکنا نہ چاہیے کذا فی الشامی ولا یقرأ عندہ القرآن الی ان یرفع الی
الغسل کما فی القہستانی معزیاً للتتف اور پڑھا جاوے میت کے پاس قرآن یہانتک کہ اُٹھایا جاوے نہلانے کو جیسا کہ قہستانی مین ہی تتف
کی طرف منسوب ہم طحطاوی نے کہا کہ تتف مین دیا قرآن ہی بصیغہ اثبات اور شامی نے کہا کہ مین نے بھی قہستانی کے دو نسخون مین دیکھا لا یقرأ

دونون مین نہین پایا علاوہ اسکے اگر لا ہو تو متن اور زیلعی کے قول مین اختلاف نہین رہتا اور بحر الرائق کی توجیہ کی کچھ حاجت رہی جو شارح آگے بیان کرتا ہے اس سے معلوم ہوا کہ کلمہ لا غلطی کاتب سے زیادہ ہو گیا ہے قلت ولیس فی المتن الا قبل الغسل بل الی ان یرفع فقط وفسرہ فی البحر برفع روحہ وعبارۃ الزیلعی وغیرہ تکرہ القراءۃ عندہ حتی یغسل وعلله الشرنبلالی فی امداد الفتاح تنزیہا للقرآن من نجاسۃ المیت لتنجسہ بالموت مین کہتا ہون کہ متن مین نہلانے تک کی قید نہین بلکہ اسمین صرف اتنا ہے کہ پڑھا جاوے قرآن میت کے پاس اٹھائے جانے تک اور بحر الرائق مین اٹھائے جانے کی تفسیر میت کی روح کے اٹھائے جانے سے کی ہے یعنی صرف جان نکلنے تک قرآن پڑھے بعد اسکے نہ پڑھے اور زیلعی وغیرہ کی عبارت یہ ہے کہ مکروہ تحریمی ہے قراءت قرآن مردہ کے پاس یہانتک کہ نہلایا جاوے اور شرنبلالی نے امداد الفتاح مین اسکی علت یہ بیان کی ہے کہ اس صورت مین قرآن کا عظمت رکھنا ہے میت کی نجاست سے کیونکہ میت موت کے سبب سے نجس ہو جاتا ہے قیل نجاسۃ خبث وقیل حدث بعض فقہا نے کہا کہ میت کی نجاست حقیقی ہے اور بعض نے کہا کہ حکمی ہے ہم اول قول کی دلیل یہ ہے کہ آدمی خون کا پتلا ہے مثل دوسرے حیوانون کے تو جیسے دوسرے مردار نجس حقیقی ہین ویسے ہی آدمی بھی ہو جاتا ہے اور یہی قول ہے اکثر فقہا کا اور یہی ظاہر تر ہے اور اسی کو کافی مین صحیح کہا ہے اور یہی وجہ ہے کہ اگر مردہ مسلمان نہلانے سے پیشتر کنوئین مین گر جاوے تو پانی ناپاک ہو جاتا ہے اور نہلانے سے جو پاک ہو جاتا ہے تو یہ مسلمان کی تعظیم کی جہت سے ہے اور دوسرے قول کی دلیل یہ ہے کہ موت کے باعث سے وضو جاتا رہتا ہے بسبب ڈھیلے ہو جانے مفاصل کے جیسے سونے سے جاتا رہتا ہے اور زندگی مین بےوضو ہونے سے جو صرف تھوڑے سے اعضا دھوتے ہین اسکی وجہ یہ کہ وضو ہر روز پانچ بار کرنی پڑتی ہے اگر تمام بدن دھویا کرتے تو بڑا حرج ہوتا اسلیے چند اعضا پر اقتصار کیا گیا اور مرنے اور جنابت مین وہ حرج نہین اسلیے تمام بدن کا دھونا مشروع ہوا دوسرے یہ کہ حاکم نے حضرت ابن عباس رض سے روایت کی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اپنے مردون کو نجس مت جانو کہ مسلمان نہ زندہ نجس ہوتا ہے نہ مردہ شامی نے کہا کہ اس حدیث سے نہین معلوم ہوتا کہ مردہ کی نجاست حکمی ہے بلکہ یہ معنی ہین کہ مسلمان مردہ نہلانے سے پاک ہو جاتا ہے اسکی نجاست دائمی نہین بخلاف کافر کے کہ وہ بعد نہلانے کے بھی پلید رہتا ہے غرضکہ تمام اکثر فقہا کا قول اول ہی ہے وعلی الثانیہ فینبغی جواز القراءۃ کالمحدث اور مردہ کی نجاست حکمی ہونے پر چاہیے کہ اسکے پاس قراءت درست ہو جیسے بےوضو کو قرآن کا پڑھنا درست ہے حاصل یہ کہ مردہ اگر ایسا کہا جاوے جیسا بےوضو آدمی ہوتا ہے تو اسکے پاس قرآن کا پڑھنا مکروہ نہین اور متن کا قول اسی پر محمول ہے اور اگر مردہ جانورون کیطرح نجس ٹھہرایا جاوے تو مکروہ ہے اور زیلعی وغیرہ کا قول اس روایت پر محمول ہوگا طحطاوی نے کہا کہ مکروہ اسوقت ہے کہ مردہ کے قریب پڑھا جاوے اور اگر دور پڑھا جاوے تو مکروہ نہین شامی نے کہا کراہت مین یہ قید بھی ہونی چاہیے کہ مردہ پاک چادر سے چھپا ہوا نہ ہو اور اگر چھپا ہوا ہوگا تب بھی قراءت مکروہ نہوگی ویوضع کما مات کما تیسر فی الاصح علی سریر مجمر وترا الی سبع فقط فتح ککفنہ وعند موتہ فی ثلث لا خلفہ ولا فی القبر اور جبھی کہ مر جاوے رکھا جاوے جسطرح بن سکے صحیح تر قول مین تخت پر جسکو طاق مرتبہ بسایا ہو سات دفعہ تک فقط کذا فی الفتح یعنی اس سے زیادہ نہ بسائین مثل اسکے کفن کے کہ وہ بھی طاق دفعہ بسایا جاوے اور اسکی موت کے وقت خوشبو بسانی چاہیے تو یہ تین وقت کا بسانا ہوا نہ پیچھے اسکے اور نہ قبر مین ہم بسانے سے مراد یہ کہ کسی برتن مین آگ رکھکر اسپر خوشبو جلاوین اور اسکو مردہ یا کفن کے گرد پھراوین تو یہ بسانا تین وقت چاہیے ایک جسوقت اسکی جان نکلے دوم غسل کے وقت سوم کفنانے کے وقت اور جنازہ کے پیچھے ایسی خوشبو نہ لیجائین کہ احادیث مین منع وارد ہے کہ جنازہ کے پیچھے آگ مت لیجاو اور نہ قبر کو بسائین کہ قبر مین آگ لیجانی بد فالی ہے اور یہ جو کہا کہ بعد مرنے کے تختہ پر رکھین یہ اس صورت مین ہے کہ جان اسکی زمین پر نکلی ہو بایں لحاظ کہ زمین کی تری سے اسکا بدن بگڑ نجاوے پھر تختہ پر رکھنا ایک قول یہ ہے کہ شمالا جنوبا رکھین قبر کی طرح اور ایک قول یہ ہے کہ پاؤن قبلہ کیطرف کرین اور اصح یہ ہے کہ جیسے ممکن ہو ویسے رکھین کذا فی الشامی بتصرف وکرہ قراءۃ القرآن :

عنده الى تمام غسله عبارت الزيلعي حتى يغسل وعبارة النهر قبل غسله اور مکروہ تحریمی ہے قرآن کا پڑھنا میت کے پاس اُسکے غسل کے پورا ہونے تک زیلعی کی
عبارت یون ہے کہ جبتک میت کو غسل دیا جاوے اور نہر الفائق مین ہے کہ اُسکے غسل سے پیشتر مکروہ ہے ہم اختلاف الفاظ کسی فائدہ کے لیے نہین مراد سبکی
یہی ہے کہ غسل ہو چکنے تک قرارت مکروہ ہے کذا فی الطحطاوی وتستر عورته الغليظة فقط على الظاهر من الرواية وقيل مطلقا الغليظة والخفيفة وصحح صححه الزيلعي
وغیرہ اور پوشیدہ کیا جاوے مردہ کی صرف شرمگاہ غلیظ فقط ہر روایت ظاہر کے بموجب اور ایک قول یہ ہے کہ مطلق برہنگی چھپائی جاوے خواہ خفیف ہو یا غلیظ
اور اس قول کی تصحیح ہوئی ہے جیسے زیلعی وغیرہ نے اُسکو صحیح کہا ہے ہم عورت غلیظہ مقام پاخانہ اور پیشاب اور اُسکے آس پاس کو کہتے ہین اور عورت
خفیفہ ناف سے لیکر گھٹنون تک ہے تو قول صحیح یہ ہے کہ نہلانے مین ناف سے لیکر گھٹنون تک تہمد ڈالین اسلیے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت
علی ؓ کو فرمایا کہ زندہ اور مردہ کی ران پر نظر مت ڈالو اس سے معلوم ہوا کہ مردہ کی ران کا دیکھنا حرام ہے کذا فی الطحطاوی ويغسلها تحت خرقة السترة
بعد لف خرقة مثلها عليه يدي لحرمة اللمس كالنظر اور دھوئے برہنگی کو اوسکے نیچے سے پیچھے ایک کپڑے مثل تہمد کے اپنے ہاتھون پر لپیٹ کر بسبب حرام ہونے
ہاتھ لگانے کے مثل دیکھنے کے ہم شامی نے کہا کہ کپڑے کا مثل تہمد کے ہونا شرط نہین بلکہ ایسا ہونا چاہیے جو چھونے کا مانع ہو کیونکہ بدون اوڑ کے ہاتھ لگانا
شرمگاہ کو حرام ہے جیسے دیکھنا حرام ہے اس سے معلوم ہوا کہ کپڑون کے نیچے تہمد اور کپڑے ضرور نہین ويجرد من ثيابه لما مر وغسله عليه السلام في قميصه من خواصه
اور ننگا کیا جاوے اپنے کپڑون سے اوپر مر چکنے کے اور نہلایا جانا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا آپکی قمیص مین آپکے خواص سے ہے ہم اوپر مرنے کے اسلیے ننگا
کیا جاوے کہ کپڑون کی گرمی سے بدن نہ بگڑے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نہلایا جانا قمیص مین اسلیے خواص سے ہے کہ ابو داود وغیرہ نے روایت کی ہے کہ
بعد وفات شریف کے لوگون کو تردد ہوا کہ آپکو ننگا کرین جیسے اپنے مردون کو کرتے ہین یا مع کپڑون کے نہلاوین لوگ اسی گفتگو مین تھے کہ آواز سنی کہ آپکو
مع کپڑون کے نہلاؤ کذا فی الشامی ويوضأ من يؤمر بالصلوة بلا مضمضة واستنشاق للحرج وقيل يفعلان بخرقة وعليه العمل اليوم ولو كان جنبا او
حائضا او نفساء فعلا اتفاقا تتميما للطهارة كما في امداد الفتاح مستمدا من شرح المقدسي اور وضو کرایا جاوے وہ مردہ کہ حکم کیا جاوے نماز کا بدون کلی کے
ناک مین پانی دینے کے بسبب حرج کے یعنی پانی منہ یا ناک مین ڈالکر اسکا نکالنا دقت ہے اور ایک قول یہ ہے کہ کلی اور ناک مین پانی دینا کپڑے سے
کرائی جاوے یعنی نہلانیوالا اپنی انگلی پر کپڑا لپیٹ کر دانتون اور مسوڑھون اور ناک کے نتھنون مین پھیرے اور اسی پر عمل ہے اس زمانہ مین اور اگر میت
جنب یا حائض یا نفاس والی ہو تو دونون باتین کیجائین بالاتفاق واسطے پورا کرنے طہارت کے جیسا کہ امداد الفتاح مین ہے شرح مقدسی سے مدد لیکر
ہم نماز کا حکم کیا جاوے اس سے یہ غرض ہے کہ جو بچہ بعقل ہو اُسکو وضو کرانا چاہیے شامی نے کہا کہ یہ قید اچھی نہین اسلیے کہ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ دیوانہ
شخص کو بھی وضو نکرایا جاوے حالانکہ مجنون بالاتفاق وضو کرایا جاتا ہے اسی طرح بچہ کو بھی وضو کرایا جاوے کیونکہ یہ وضو غسل میت کی سنت ہے اور جنب
کے لیے جو کلی اور ناک مین پانی دینے کو بالاتفاق لکھا ہے تو شامی نے کہا کہ مین نے بالاتفاق نہ امداد الفتاح مین پایا نہ شرح مقدسی مین ويبدأ
بوجهه ومسح رأسه اور شروع کیا جاوے اُسکے چہرہ سے یعنی جنب کیطرح اول دونون ہاتھ پہونچون تک نہ دھوئے جائین بلکہ کپڑے سے منہ اور نتھنون کو پونچھکر
منہ دھویا جاوے اور مسح کیا جاوے اُسکے سر پر یعنی وضو مین ہم شارح نے استنجا کو ذکر نکیا کیونکہ اُسمین اختلاف ہے طرفین کے نزدیک استنجا کیا جاوے اور امام
ابو یوسف کے نزدیک نکیا جاوے اور اسکی صورت یہ ہے کہ نہلانیوالا ہاتھ پر کپڑا لپیٹ کر شرمگاہ کو دھوئے کذا فی الشامی ويصب عليه ماء مغلي بسدر ورق
النبق او حرض بضم فسكون الاشنان ان تيسر والا فماء خالص مغلي اور اُسپر وہ پانی ڈالا جاوے جسمین بیری کے پتے جوش دیے گئے ہون یا
اشنان پڑا ہو اگر یہ چیزین ملین ورنہ پانی خالص جوش دیا ہوا ڈالا جاوے شارح نے کہا کہ سدر سے مراد بیری کے پتے ہین اور حرض بضم حاء مہملہ
اور سکون راء مہملہ اشنان ہے جو چھوٹی چھوٹی جڑین ہوتی ہین اُس سے کپڑے دھوتے ہین جیسے صابون سے صاف کرتے ہین والغسل بالماء

ولحیتہ بالخطمی نبت بالعراق ان وجد والا فبالصابون ونحوہ ہذا لو کان بہما شعر حتی لو کان امرد او اجرد لا یفعل اور دھویا جاوے سر اُسکا اور داڑھی اُسکی گل خیرو سے اگر میسر ہو ورنہ صابون سے اور اُسکے مثل یعنے ملتانی مٹی وغیرہ سے یہ حکم اُس صورت مین ہے کہ چہرہ اور سر پر بال ہون یہانتک کہ اگر وہ شخص بے ریش ہو یا سر پر بال نرکھتا ہو تو پھر نہ دھویا جاوے شارح نے کہا کہ خطمی ایک گھاس ہے عراق مین اور ہندوستان مین گل خیرو کہلاتا ہے ویضجع علی یسارہ لیبدأ بیمینہ فیغسل حتی یصل الماء الی ما یلیہ التخت منہ ثم علی یمینہ کذلک ثم یجلس مسندًا بالبناء للمفعول الیہ ویمسح بطنہ رفقًا وما خرج منہ یغسلہ ثم بعد اقعادہ یضجع علی شقہ الایسر ویغسلہ وہذہ غسلۃ ثالثۃ لیحصل المسنون ویصب علیہ الماء عند کل اضجاع ثلاث مرات لما مر وان زاد علیہا او نقص جاز اذ الواجب مرۃ اور لٹایا جاوے مردہ اپنی بائین کروٹ پر تاکہ پانی اول اُسکے داہنے جانب پر پڑے پھر نہلایا جاوے یہانتک کہ پانی بدن کے اُس حصہ پر پہونچے جو تختہ سے ملا ہے پھر داہنی کروٹ پر لٹا کر اسیطرح پانی ڈالا جاوے کہ دوسری طرف تک پہونچ جاوے پھر مردہ کو ٹھلا دے یعنے نہلانے والا اپنا سہارا دیکر اور سہونٹے اُسکے پیٹ کو نرمی سے اور جو کچھ مردہ سے خارج ہو نہلانے والا اُسکو دھو ڈالے پھر بٹھانے کے بعد اُسکو بائین کروٹ پر لٹا کر غسل دے اور یہ تیسری بار کا غسل ہے تاکہ عدد مسنون حاصل ہو جاوے یعنے تین بار نہلانا سنت ہے وہ اس مرتبہ ہو جائیگا اور پھر لٹانے کے وقت مردہ پر تین بار پانی ڈالا جاوے اُسی وجہ سے کہ گذری یعنے مسنون تین بار دھونا ہے اور اگر تین بار سے زیادہ ہر دفعہ مین پانی ڈالیگا یا کم تب بھی غسل درست ہوگا اسلیے کہ واجب تو ایکبار کا دھونا ہے شارح نے کہا کہ مسند البصیغۂ مجہول ہے ہم شارح نے پہلے لکھا تھا کہ اُسپر جوش دیا ہوا پانی ڈالنا چاہیے بعد اُسکے کہا کہ اول بائین کروٹ پر لٹا کر پانی ڈالنا چاہیے تو پہلا بیان مجمل تھا اُسکی تفصیل بیان کر دی کہ اسطرح ڈالا جاوے یعنے ترتیب وار اسطرح ہے کہ جب وضو سے فراغت ہو تو سر اور داڑھی دھوئی جاوے اور اُسکے بعد بائین کروٹ لٹا کر وہ پانی جسمین بیری کے پتے جوش دیے ہون ڈالا جاوے کذا فی الشامی مختصرًا ولا یعاد غسلہ ولا وضوءہ بالخارج منہ لان غسلہ ما وجب لرفع الحدث لبقائہ بالموت بل لتنجسہ بالموت کسائر الحیوانات الدمویۃ الا ان المسلم یطہر بالغسل کرامۃ لہ وقد حصل بحر وشرح مجمع اور اُسکے غسل اور وضو کا اعادہ نکیا جاوے بسبب خارج کے اُسکے بدن سے یعنے اگر پیٹ دبانے سے کوئی نجاست خارج ہو تو اُس سے غسل یا وضو دوبارہ ضرور نہین اسلیے کہ نہلانا میت کا حدث کے دور کرنے کے لیے واجب نہین ہوا کیونکہ وہ تو موت کے باعث قائم ہے بلکہ اس سبب سے نہلانا واجب ہوا ہے کہ میت ناپاک ہو گیا ہے مثل دوسرے حیوانون دموی کے مگر یہ کہ مسلمان پاک ہو جاتا ہے نہلانے سے اُسکی تعظیم کی جہت سے اور یہ طہارت تو نہلانے سے ہو چکی کذا فی البحر وشرح مجمع ہم یعنے مردہ کا نہلانا اس غرض سے ہے کہ مرنے سے ناپاک ہو جاتا ہے تو جب نہلا دیا اُسکی نجاست دور ہو گئی اب جو کوئی نجاست اُسکے بدن سے نکلیگی تو صرف وہی مقام دھو ڈالا جائیگا سارے غسل کا اعادہ ضرور نہین اور مردہ کا نہلانا حدث کے دور کرنے کے لیے نہین کیونکہ موت خود ایک حدث ہے جو دور نہین ہو سکتا وینشف فی ثوب ویجعل الحنوط وہو بفتح الحاء العطر المرکب من الاشیاء الطیبۃ غیر زعفران وورس لکراہتہما للرجال وجعلہما فی الکفن جہل علی راسہ ولحیتہ ندبًا والکافور علی مساجدہ کرامۃ لہا اور نہلانے کے بعد خشک کیا جاوے کسی پاک کپڑے سے اور حنوط ملا جاوے اُسکے سر اور داڑھی پر براہ استحباب اور کافور ملا جاوے اُسکے سجدہ کی جگہون مین یعنے جو مقام سجدہ مین زمین پر ٹکتے ہین اور وہ ماتھا اور ناک اور ہتھیلیان اور گھٹنے اور پاؤن ہین انپر کافور ملا جاوے انکی تعظیم کے لیے تاکہ جلد طعمہ خاک نہون شارح نے کہا کہ حنوط بفتح حاء مہملہ وضم نون عطر مرکب ہے خوشبودار چیزون سے سواے زعفران اور ورس کے بسبب مکروہ ہونے ان دونون چیزون کے مردون کو اور زعفران اور ورس کو کفن مین رکھنا جہالت ہے ولا یسرح شعرہ اے یکرہ تحریمًا ولا یقص ظفرہ الا المکسور ولا شعرہ ولا یختن اور مردہ کے بالون مین کنگھی نہ کی جاوے یعنے کنگھی کرنا مکروہ تحریمی ہے اور نہ کترے جائین ناخن اُسکے سواے ٹوٹے ہوے ناخن کے کہ وہ کتر کر پھینک دیا جاوے اور نہ بال کترے جائین اور نہ ختنہ کیا جاوے کم نہر الفائق مین ہے کہ بعد موت کے تزئین

جائز نہیں اور اگر بال یا ناخن کاٹے جائیں تو کفن میں مردہ کے رکھدیے جائیں کذا فی القہستانی ولا بأس بجعل القطن علی وجہہ وفی مخارقہ کدبر
وقبل واذن وفم اور مضائقہ نہیں روئی رکھنے کا مردہ کے چہرہ پر اور اُسکے سوراخوں میں مثلاً مقام پاخانہ اور پیشاب اور کان اور منھ میں ہم
شرمگاہ ہونے میں روئی رکھنے کو بعض علما نے پسند نہیں کیا اور شارح نے لا بأس کہکر اشارہ کیا کہ روئی کا نہ رکھنا بہتر ہے کذا فی الشامی ویوضع یداہ فی
جانبیہ لا علی صدرہ لانہ من عمل الکفار ابن ملک اور رکھے جائیں دونوں ہاتھ مردہ کے اُسکے دونوں پہلو میں نہ اُسکی چھاتی پر اسلیے کہ چھاتی پر ہاتھ
رکھنا کفار کا طریقہ ہے یعنے مجوس وغیرہم کا ذکر کیا ہے اسکو ابن ملک نے ویمنع زوجہا من غسلہا ومسہا لا من النظر الیہا علی الاصح منیۃ وقالت
الائمۃ الثلثۃ یجوز لان علیا غسل فاطمۃ رضی اللہ عنہا قلنا ہذا محمول علی بقاء الزوجیۃ لقولہ علیہ السلام کل سبب ونسب منقطع بالموت الا سببی
ونسبی مع ان بعض الصحابۃ انکر علیہ شرح المجمع للعینی اور منع کیا جائیگا شوہر مردہ عورت کا عورت کے نہلانے اور ہاتھ لگانے سے نہ اُسکی طرف نگاہ
کرنے سے صحیح تر قول کے بموجب کذا فی المنیہ اور تینوں اماموں نے فرمایا کہ نہلانا جائز ہے اسلیے کہ حضرت علی رض نے حضرت فاطمہ رض کو غسل دیا ہم
اسکے جواب میں کہتے ہیں کہ یہ نہلانا حضرت مرتضی رض کا محمول ہے زوجیت کے قائم رہنے پر بسبب فرمانے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کہ ہر سبب اور
نسب جاتا رہتا ہے موت سے مگر میرا سبب اور نسب کہ وہ نہیں جاتا علاوہ اسکے بعض صحابہ نے اس نہلانے کا حضرت مرتضی پر انکار کیا ایسا ذکر ہے
عینی کے شرح مجمع میں ہم خانیہ میں ہے کہ اگر عورت کا محرم ہو تو وہ اسکو اپنے ہاتھ سے تیمم کرا دے اور اگر اجنبی ہو تو اپنے ہاتھ پر کپڑا چڑھا کر تیمم کرا دے
اور اُسکے ہاتھ نہ دیکھے لیکن اگر اجنبی خاوند ہو تو اُسکو جائز ہے کہ ہاتھ دیکھے اور یہ غالباً اس نظر سے ہے کہ دیکھنا بہ نسبت ہاتھ لگانے کے خفیف تر ہے اور
حضرت فاطمہ رض کے غسل کو شرح مجمع میں جو خود مصنف مجمع کی ہے یوں لکھا ہے کہ آپ کو حضرت ام ایمن نے غسل دیا تھا اور حضرت مرتضی رض کی
طرف جو منسوب ہوا تو اسکی وجہ یہ کہ اُسکے تمام سامان کے آپ متکفل ہوے تھے اور اگر بالفرض آپ کا نہلانا ثابت ہو تو یہ آپ کی خصوصیات میں ہے
کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ فاطمہ رض تمہاری زوجہ ہیں دنیا و آخرت میں اور حدیث جو شارح نے بیان کی وہ بھی دلیل
خصوص ہے سبب سے مراد اسمیں قرابت سببی ہے جیسے زوجیت اور دامادی ہے اور نسب سے مراد قرابت نسبی ہے کذا فی الشامی مختصراً وہی لا تمنع
من ذلک ولو ذمیۃ بشرط بقاء الزوجیۃ بخلاف ام الولد والمدبرۃ والمکاتبۃ فلا یغسلونہ ولا یغسلہن علی المشہور مجتبی اور عورت نہ منع
کیجاے اپنے خاوند کے نہلانے سے اگرچہ ذمیہ ہے یعنے کتابیہ ہو بشرط باقی رہنے نکاح کے بخلاف ام ولد اور مدبرہ اور مکاتبہ کے کہ یہ تینوں
نہ آقا کو نہلا دیں اور نہ آقا انکو نہلا دے روایت مشہور کے بموجب کذا فی المجتبی ہم یعنے ام ولد اور مدبرہ میں مرنے کے بعد ملک باقی نہیں رہتی جو موجب
۱۰۵ حلت وطی تھی اور اسیطرح مکاتبہ بعد ادا کرنے زر کتابت کے آزاد ہو جاتی ہے شامی نے کہا کہ یغسلونہ بصیغہ جمع مذکر غلط ہے صحیح یغسلنہ بصیغہ جمع مونث
چاہیے والمعتبر فی الزوجیۃ صلاحیتہا حالۃ الغسل لا حالۃ الموت فتمنع من غسلہ لو بانت قبل موتہ او ارتدت بعدہ ثم اسلمت او مست
ابنہ بشہوۃ لزوال النکاح اور معتبر زوجیت میں قابل ہونا اُسکا غسل کے وقت نہ موت کے وقت تو منع کی جاویگی وہ عورت شوہر کے نہلانے
سے جو بائن ہوئی ہو شوہر کی موت سے پیشتر یا مرتد ہوئی اُسکی موت کے بعد پھر مسلمان ہو گئی یا چھو لیا شوہر کے بیٹے کو شہوت سے بسبب
جاتے رہنے ان صورتوں کے نکاح کے ہم یعنے پہلی صورتوں میں زوجیت وقت موت کے باقی نہ رہی اور پچھلی صورتوں میں موت کے وقت
نکاح تھا پھر جاتا رہا طحطاوی نے کہا کہ شارح نے فی الزوجیۃ بیان کیا مناسب یہ تھا کہ فی الزوجۃ بدون تاء کے کہتا وجاز لہا
غسلہ لو اسلم زوج المجوسیۃ فمات فاسلمت بعدہ لحل مسہا حینئذ اعتبارا بحالۃ الحیوٰۃ اور جائز ہے مجوسی عورت کو نہلانا اپنے شوہر کا اگر
وہ مسلمان ہو کر مرگیا پھر وہ مسلمان ہوئی بعد اُسکے بسبب حلال ہونے اُسکے ہاتھ لگانے کے اس صورت میں حالت زندگی کا لحاظ کر کے

ہم بیتیہ اگر شوہر مسلمان ہو کر زندہ رہتا اور اُسکے مسلمان ہونے کے بعد اُسکی زوجہ مسلمان ہوتی تو نکاح قائم رہتا اور مردہ کو ہاتھ لگانا درست ہوتا اسی
طرح جب وہ اُسکے مرنے کے بعد مسلمان ہوئی تو اس صورت مین بھی ہاتھ لگانا درست ہوا کذا فی الحلبی وجد رأس آدمی او احد شقیہ لا یغسل
ولا یصلی علیہ بل یدفن الا ان یوجد اکثر من نصفہ ولو بلا رأس پایا گیا سر آدمی کا یا ایک نصف اُسکے دو آدھون مین سے تو نہ غسل دیا جاوے اور
نہ اُسپر نماز پڑھی جاوے بلکہ دفن کر دیا جاوے مگر جس صورت مین کہ نصف سے زائد پایا جاوے اگرچہ بدون سر کے ہو تو غسل دیا جاوے بحر الرائق مین کہا کہ
اگر نصف دھڑ معہ سر پایا جاوے تب بھی غسل دیا جاوے والافضل ان یغسل المیت مجانا فان ابتغی الغاسل الاجر جاز ان کان ثمہ غیرہ والا
لا لتعینہ علیہ وینبغی ان یکون حکم الحمال والحفار کذلک سراج اور افضل یہ ہی کہ نہلایا جاوے مردہ مفت پس اگر نہلانے والا اجرت مانگے تو درست ہی اگر کوئی نہلانے
والا اُسکے سوا بھی ہو اور اگر کوئی اور نہو تو اجرت درست نہین پس بسبب واجب عین ہو جانے نہلانے کے اُسپر اور چاہیے کہ حکم جنازہ کے اُٹھانے والے
اور گورکن کا بھی یہی ہو کہ اگر اور بھی ہون تو اُجرت درست ہو ورنہ ناجائز کیونکہ اس صورت مین اُٹھانا اور قبر کھودنا اُنپر واجب ہوگا اور طاعت پر اجرت
لینی درست نہین کذا فی السراج ولو غسل المیت بغیر نیۃ اجزاہ لطہارتہ لا لاسقاط الفرض عن ذمۃ المکلفین ولذا قال لو وجد میت فی
الماء فلا بد من غسلہ ثلثا لانا امرنا بالغسل فیحرکہ فی الماء بنیۃ الغسل ثلثا فتح ولتعلیلہ یفید انہم لو صلوا علیہ بلا اعادۃ غسلہ صح وان لم یسقط وجوبہ
عنہم فتدبرہ اور اگر میت کو نہلایا بدون نیت کے تو کافی ہوگا اُسکے پاک ہو جانے کو نہ واسطے ساقط کرنے فرض کے مکلف شخصون کے ذمہ سے
اور اسی جہت سے کہ نیت شرط طہارت نہین بلکہ شرط فرض کے ساقط کرنے کی ہی مصنف نے کہا کہ اگر کوئی مردہ بہتے پانی مین پایا گیا تو اُسکو تین بار
نہلانا ضرور ہی اسلئے کہ ہمکو حکم ہی میت کے نہلانے کا پس اُس مردہ کو غسل کی نیت سے تین بار پانی مین حرکت دے کذا فی الفتح و فتح القدیر کا حالت
بیان کرنا اس بات کا مفید ہی کہ اگر لوگ اُسپر نماز پڑھین بدون تازہ غسل دینے کے تو درست ہوگا اگرچہ غسل کا وجوب اُنسے ساقط نہوگا تو اسکو سمجھ لینا چاہیے
ہم طحطاوی نے کہا کہ قول معتمد یہ ہی کہ نہلانے مین نیت شرط نہین چنانچہ خانیہ مین مذکور ہی کہ اگر مردہ کو نہلایا تو فرض اُنکے ذمہ سے ساقط ہوگا اگرچہ اُنکو نیت نہو
اور پانی مین مردہ کا ملنا دوسری صورت ہی اُسمین بدون نہلانے فرض ساقط نہوگا انتہی وفی الاختیار الاصل فیہ تغسیل الملائکۃ لآدم علیہ السلام وقالوا لولدہ
ہذہ سنۃ موتاکم اور اختیار مین ہی کہ اصل غسل میت کے باب مین نہلانا فرشتون کا ہی حضرت آدم علیہ السلام کو اور اُنکی اولاد سے یہ کہنا کہ یہ طریق ہی تمہارے
مردون کا ہم طحطاوی نے کہا کہ اس سے معلوم ہوا کہ یہ شریعت قدیم ہی اور یہ بھی معلوم ہوا کہ نہانے والے کا مکلف ہونا شرط نہین اور اسی وجہ سے
اولاد آدم علیہ السلام نے آپ کے غسل کا اعادہ نکیا اور فرشتون کے غسل پر اکتفا کیا فروع مسائل الحقہ شارح سے لو لم یدر امسلم ام کافر ولا
علامۃ فان فی دارنا غسل وصلی علیہ والا لا اگر مردہ کا حال معلوم نہو کہ مسلمان ہی یا کافر اور کوئی نشانی پہچان کی نہین تو اگر اس طرح کا مردہ دار الاسلام
مین ہو تو اُسکو نہلا کر نماز پڑھی جاوے اور اگر بے علامت دار الاسلام مین نپایا جاوے بلکہ دار الحرب مین ملے تو نہ نہلایا جاوے نہ نماز پڑھی جاوے ہم بدائع مین
ہی کہ مسلمانون کی علامتین چار ہین اول خضاب دوم ختنہ سوم سیاہ لباس چہارم زیر ناف کے بالون کا مونڈنا لیکن اس زمانہ مین سیاہ لباس
اور خضاب علامت اسلام نہین رہی اور ملک ہندوستان مین مونچھون کا کترانا اور بغل کے بالون کا مونڈنا اور بائین طرف پردہ کا ہونا بھی علامت
مسلمان ہونے کی ہی اختلطوا بکفار ولا علامۃ اعتبر الاکثر فان استووا غسلوا واختلف فی الصلوۃ علیہم ومحل الدفن مسلمانون کے مردے کافرون مین
ملگئے اور کوئی پہچان نہین تو اعتبار اکثر کا ہوگا یعنے اگر مسلمان زیادہ ہین تو مسلمان قرار دیے جاوینگے نماز کے حق مین یعنے اُنپر نماز پڑھی جاوے
اور دعا مین مسلمانون کی نیت کی جاوے اور اگر کافر زیادہ ہون تو نماز کسی پر نہ پڑھی جاوے نہلا کر اور کفن دیکر کفار کے قبرستان مین دفن کیے
جاوین کذا فی شرح الطحطاوی پھر اگر شمار مین برابر ہون تو سب کو غسل دیا جاویگا اور اُنپر نماز پڑھنی اور اُنکے دفن کرنے کی جگہ مین اختلاف ہی

اور بعض فقہا نے کہا کہ اُنپر نماز نہ پڑھی جاوے کیونکہ آنحضرت نے بعض مسلمانوں پر نماز نہیں پڑھی جاتی جیسے راہزن اور باغی ہیں اور کافر پر نماز کسی صورت سے
جائز نہیں بدلیل ارشاد خداوندی ولا تصل علی احد منہم مات ابدا یعنی اُن میں سے جو مر گیا ہو اُسپر کبھی نماز مت پڑھ اور بعض فقہا نے کہا کہ نماز پڑھی جاوے
کیونکہ یہاں اگر تعیین نہیں ہو سکتی تو قصد سے تو عاجزی نہیں مسلمانوں کا قصد کرکے نماز پڑھے شامی نے کہا کہ مذہب باقی تینوں اماموں کا یہی ہے اور
یہی بہتر معلوم ہوتا ہے اور مصنف نے دفن میں کوئی اختلاف نہیں بعض نے کہا کہ مسلمانوں کے قبرستان میں دفن ہوں اور بعض دوسرے نے کہا کہ اُنکے لیے قبرستان
علیحدہ بنا دیا جاوے کہ زیادہ احتیاط اسی میں ہے کذا فی الحموی کہ دفن دینے میں جیسے مسئلہ ثالا راد الاحوط دفنہا علیحدۃ ویجعل ظہرہا الی القبلۃ لان وجہ الولد
لظہرہا جیسے اختلاف ہو دفن میں اُس ذمی کتابیہ کے جو کسی مسلمان سے حاملہ ہو فقہا نے فرمایا کہ زیادہ احتیاط یہ ہے کہ اُسکا دفن کرنا علیحدہ اور کیا جاوے اُسکی پشت
قبلہ کی طرف اسوجہ سے کہ بچہ کا منہ ماں کی پشت کی جانب ہوتا ہے بچہ بسبب اپنے باپ کے مسلمان ہوا تو دفن میں اُسکا لحاظ ہوگا کہ اسی طرح
دفن ہو کہ بچہ کا منہ قبلہ کی طرف رہے شامی نے کہا کہ اختلاف اُس صورت میں ہے کہ بچہ میں جان پڑ گئی ہو اور اگر جان نہ پڑی ہو تو اُسکا حکم مثل جا پڑے سے
الحکم کا ہو تو بالاتفاق کافروں کے قبرستان میں دفن کی جاوے ماتت بین رجال او ہو بین نساء یممہ المحرم فان لم یکن فالاجنبی بخرقۃ ایک عورت مر گئی درمیان
مردوں کے یا مرد مرا عورتوں میں تو مردہ کو محرم تیمم کرا دے یعنی مردہ عورت کو مرد محرم تیمم کرا دے اور مرد میت کو عورت محرم تیمم کرا دے اور اگر محرم نہ ہو
تو اجنبی کپڑے سے تیمم کرا دے یعنی اگر مردوں میں عورت کا محرم نہ ہو یا عورتوں میں مرد کی کوئی محرم نہ ہو تو اجنبی مرد یا عورت ہاتھ کو کپڑا لپیٹ کر مردہ کو تیمم
کرا دے ویمم الخنثی المشکل لو مراہقا والا فکغیرہ فیغسلہ الرجال والنساء اور تیمم کرایا جاوے خنثی مشکل اگر قریب بلوغ ہونے کے ہو اور اگر قریب البلوغ نہو
تو وہ مثل اور بچوں کے ہے اُسکو مرد خواہ عورتیں غسل دیویں یعنی بچہ ہونے کی صورت میں اُسکے اعضا کو حکم برہنگی کا نہیں یمم لفقد ماء وصلی علیہ ثم
وجدوہ غسلوہ وصلوا ثانیا وقیل لا مردہ کو تیمم کرایا گیا بسبب نہونے پانی کے اور اُسپر نماز پڑھی گئی پھر لوگوں کو پانی ملا تو مردہ کو نہلاویں اور نماز دوبارہ
پڑھیں اور ایک قول یہ ہے کہ غسل نہ دیں اور نہ نماز کا اعادہ کریں ہم بعد تیمم و نماز کے پانی ملنے میں امام ابو یوسف کے نزدیک غسل و نماز دونوں جائز ہیں
اور امام صاحب کے نزدیک صرف غسل دیا جاوے نماز کا اعادہ نکیا جاوے اور شرح منیہ میں ہے کہ زندہ کے لحاظ سے غسل چاہیے نہ نماز یعنی جیسے
زندہ آدمی پانی نہ ملنے سے تیمم کرکے نماز پڑھے پھر پانی پاوے تو وہ نماز کا اعادہ نہیں کرتا ایسا ہی یہاں بھی چاہیے شامی نے کہا کہ قول راجح
موافق اصول کے یہی ہے ویکفن سنۃ فی الکفن ازار وقمیص ولفافۃ وتکرہ العمامۃ للمیت فی الاصح واستحسنہا المتاخرون للعلماء
والاشراف اور مسنون ہے کفن میں مرد کے واسطے تین کپڑے ایک ازار یعنی چادر سر سے لیکر پاؤں تک اور ایک قمیص یعنی کفنی گردن سے لیکر
پاؤں تک بدون آستین کے اور ایک پوری چادر اور مکروہ ہے پگڑی میت کے لیے صحیح تر قول میں کذا فی المجتبی اور اچھا جانا ہے اُسکو پچھلے فقہا نے
علما اور سادات کے واسطے ہم اصل کفن دینا فرض کفایہ ہے اور تین کپڑوں کا کفن مسنون ہے اور محیط میں ہے کہ پگڑی کسی حال میں باندھی جاوے
خواہ عالم ہو یا سید اور زاہدی نے کہا کہ اصح یہی ہے کہ عمامہ ہر حال میں مکروہ ہے کذا فی الشامی ولا باس بالزیادۃ علی الثلثۃ اور کچھ مضائقہ نہیں
تین کپڑوں سے زیادہ کرنے کا یہ مسئلہ غایۃ البیان میں مرقوم ہے اگرچہ مجتبی میں ہے کہ زیادہ کرنا تین سے مکروہ ہے کذا فی الطحطاوی وتحسین
الکفن لحدیث حسنوا اکفان الموتی فانہم یتزاورون فیما بینہم ویتفاخرون بحسن اکفانہم ظہیریہ اور اچھا کیا جاوے کفن بسبب اس حدیث کے
کہ اچھا کرو مردوں کے کفنوں کو کہ وہ آپس میں ملاقات کرتے ہیں اور اپنے کفنوں کے اچھا ہونے سے فخر کرتے ہیں یعنی خوش ہوتے ہیں اسوجہ
سے کہ کفن موافق سنت کے ملا کذا فی الظہیریہ ہم اچھے کفن دینے سے مراد کفن مثل ہے یعنی جیسے کپڑے جمعہ اور عید میں پہنتا تھا ویسے کا کفن
سفید اور ستھرا دینا چاہیے یہ مراد نہیں کہ بھاری دام کا ہو کیونکہ اُس سے ابوداؤد وغیرہ کی حدیث میں ممانعت آئی ہے کذا فی الشامی [illegible]

اسے قمیص وازار ہے دو خمار ولفافہ وخرقہ تربط بہا ثدیاہا وبطنہا اور عورت کے واسطے کفن میں مسنون پانچ کپڑے ہیں ایک درع یعنی قمیص اور ایک ازار اور ایک اوڑھنی اور ایک پوٹ کی چادر اور ایک سینہ بند جس سے عورت کی چھاتیاں اور پیٹ باندھا جاوے ہم قہستانی میں درع اور قمیص میں یہ فرق لکھا ہے کہ درع یعنی عورت کی کفنی کا گریبان چھاتی کی طرف ہوتا ہے اور مرد کی کفنی کا گریبان مونڈھوں کی طرف اور اوڑھنی کی مقدار تین ہاتھ ہے اور سینہ بند چھاتی سے رانوں تک کذا فی الشامی وکفایۃ لہ ازار ولفافۃ فی الاصح ولہا ثوبان وخمار ویکرہ اقل من ذلک اور کفن کفایہ مرد کے واسطے دو چادریں ہیں یعنی ترقول میں اور عورت کے واسطے دو کپڑے اور ایک اوڑھنی اور اس قدر سے کم کفن دینا باوجود قدرت کے مکروہ ہے ہم مرد کو دو کپڑے اسلیے کفایت ہوے کہ حالت حیات میں ادنے لباس مرد کا دو ہی کپڑے ہوتے ہیں اور اسی لیے اگر دو کپڑوں میں نماز پڑھیگا تو بلا کراہت درست ہوگی بحر الرائق میں کہا کہ مناسب یہ ہے کہ تعیین دو کپڑوں کی نہ کیجاوے یعنی خواہ دو چادریں ہوں خواہ کفنی اور چادر ہو کیونکہ یہ دونوں کافی ہونی چاہیے اور عورت کے دو کپڑوں کا نام نہ لیا کہ کفنی اور چادر ہو یا دو چادریں ہوں اس سے معلوم ہوا کہ عدم تعیین ہی مناسب ہے شامی نے کہا کہ چونکہ مدار عورت کا ستر ہے اسلیے سوا اوڑھنی کے دو چادریں ہوں تو بہتر ہے کہ اس سے سر اور گردن چھپی رہیگی وکفن الضرورۃ لہما مایوجد واقلہ مایعم البدن وعند الشافعی مایستر العورۃ کالحی اور کفن ضرورت مرد اور عورت کے لیے وہ ہی ہے جو میسر ہو اور اسکی کم مقدار وہ ہی جو سارے بدن پر آجاوے اور امام شافعی کے نزدیک اسکی مقدار اتنی ہے کہ برہنگی کو چھپاوے مثل زندہ کے ہم کل بدن کے چھپانے کی دلیل مصعب بن عمیر رضی کا حال ہے کہ جب وہ احد کی لڑائی میں شہید ہوے تو انکے پاس بجز ایک چادر کے اور کچھ نہ تھا اور وہ ایسی تھی کہ اگر اس سے انکا سر ڈھانکتے تھے تو پاؤں کھل جاتے تھے اور پاؤں ڈھانکتے تھے تو سر کھل جاتا تھا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انکے سر ڈھانکنے کا حکم فرمایا اور پاؤں کو گھاس سے چھپا دیا اور اگر ستر عورت کافی ہوتا تو پاؤں پر گھاس ڈالنے کا حکم نہ ہوتا کذا فی الطحطاوی تبسط اللفافۃ اولا ثم یبسط الازار علیہا وتقمص ویوضع علی الازار ویلف یسارہ ثم یمینہ ثم اللفافۃ کذلک لیکون الایمن علی الایسر کفن دینے کی صورت یہ ہے کہ بچھائی جاوے اول پوٹ کی چادر پھر اسپر دوسری چادر اور پھر مردہ کو قمیص پہنا کر دوسری چادر پر رکھا جاوے اور اسکا بایاں پلہ لپیٹ کر داہنا پلہ لپیٹیں پھر پوٹ کی چادر اسیطرح کہ اول بائیں طرف پھر داہنی طرف مردہ پر لپیٹیں تاکہ داہنے جانب بائیں کے اوپر رہے وہی تلبس الدرع ویجعل شعرہا ضفیرتین علی صدرہا فوقہ اے الدرع والخمار فوقہ اے الشعر تحت اللفافۃ ثم یفعل کما مر اور عورت کو کفنی پہنا کر اسکے بال دو حصے کر کے سینہ پر کفنی کے اوپر رکھدیے جائیں اور بالوں کے اوپر اور چادروں کے نیچے اوڑھنی کیجاوے پھر کیا جاوے جیسا گذرا یعنی پھر ایک چادر جو اسپر لپیٹی جاوے اسطرح کہ بائیں جانب نیچے ہو اور داہنی اوپر ہم شارح نے سینہ بند کو ذکر نہیں کیا کہ کہاں ہونا چاہیے سو بحر الرائق میں تو یہ لکھا ہے کہ پوٹ کی چادر کے اوپر چاہیے تاکہ کفن کھلنے نہ پاوے اور جوہرہ نیرہ میں یہ ہے کہ اول ازار لپیٹیں اسکے اوپر سینہ بند باندھیں اسکے اوپر پوٹ کی چادر لپیٹیں اور یہی ظاہر ہے کذا فی الطحطاوی ویعقد الکفن ان خیف انتشارہ اور کفن باندھ دیا جاوے اگر خوف ہو اسکے کھلنے کا وخنثی مشکل کامراۃ فیہ ای الکفن اور خنثی مشکل کفن کے باب میں مثل عورت کے ہے یعنی احتیاطا اسکو پانچ کپڑے کا کفن دیا جاوے کہ اگر بالفرض مرد ہی ہو تب بھی زیادتی کا کچھ مضائقہ نہیں مگر حریر کا اور کسم اور زعفران کا رنگا ہوا کفن اسکو نہ دیا جاوے کذا فی الشامی والمحرم کالحلال والمراھق کالبالغ اور احرام والا مردہ مثل بے احرام کے ہے یعنی اسکا سر ڈھانکا جاوے اور اسکے کفن کو بسایا جاوے اور قریب البلوغ مثل بالغ کے یعنی مرد قریب البلوغ کو بالغ مرد کیطرح تین کپڑوں کا کفن دیا جاوے اور عورت کو پانچ کا ومن لم یراھق فالکفن ثوب واحد جاز اور جو شخص کہ قریب البلوغ نہو اگر کفن دیا جاوے ایک کپڑے میں تو درست ہے ہم سلیہ میں ہے کہ بچہ جو حد شہوت کو نہ پہونچا ہو اسکے لیے سب سے بہتر یہ ہے کہ بالغ کیطرح کفن دیا جاوے اور اگر فقط دو کپڑوں کا کفن دیا جاوے تب بھی اچھا ہے اور ایک کا دیا جاوے تو درست ہے کذا فی الشامی والسقط یلف ولا یکفن کالعضو من المیت اور پیٹ کا گرا ہوا بچہ ایک

کپڑے مین لپیٹا جاوے اور کفن مسنون اُسکو نہ دیا جاوے جیسے میت کا عضو اگر پڑا ملے تو اُسکو بھی کپڑے مین لپیٹنا چاہیے اور کفن مسنون کی رعایت
نہ کیجاوے اور یہی حال اُس بچے کا ہی جو مردہ پیدا ہو کذا فی الشامی و آدمی منبوش طری لم یتفسخ یکفن کالذی لم یدفن مرۃ بعد اخری اور جس
آدمی مردہ کا کفن اُتار لیا گیا ہو اور وہ تازہ مرا ہو یعنے پھٹا نہو اُسکو کفن دیا جاوے مثل اُس شخص کے کہ دفن نہ کیا گیا ہو یعنے تین کپڑون کا کفن اُسکو
دینا چاہیے ہر دفعہ مین ہم اگر ایکبار کا کفن کسی نے چرا لیا تو دوبارہ دین اور اگر دوبارہ بھی چوری جاوے تو سہ بارہ دین اور علی ہذا القیاس جب تک
وہ مردہ پھٹے نہین تب تک کفن دیتے جائین اُسکے خاص مال سے اور اگر اُسکا مال وارثون مین بٹ گیا ہو تو اُنسے مقدار کفن واپس لیا جاوے کذا فی
الشامی وان تفسخ کفن فی ثوب واحد اور اگر مردہ پھٹ گیا ہو تو اُسکو ایک کپڑے مین کفن دیا جاوے ہم اور یہی حال کافر مردہ کا ہی کہ اگر اُسکا کوئی محرم
مسلمان ہو تو اُسکو نہلا کر ایک کپڑے کا کفن دے کذا فی البدائع واسلفنا ما صار الملقن احد عشر والثانی عشر الشہید ذکرنا فی جنبہ اور یہانتک کفن
والے شخص گیارہ ہو گئے اور بارھوان شہید ہو ذکر کیا ہو اُسکو جگہ مین یعنے پانچ تو متن مین ذکر ہو چکے اول مرد بالغ دوم عورت بالغ سوم خنثی مشکل چہارم
جسکا کفن چوری گیا ہو اور تازہ مرا ہو پنجم جو مردہ پھٹ گیا ہو اور شارح نے چھ بیان کیے اول احرام والا دوم مراہق مرد سوم مراہق عورت چہارم
بچہ پنجم [illegible] ششم پیٹ کا اگر بچہ پٹ گیا ہو اور شامی نے دو اور زیادہ کیے یعنے جو بچہ مردہ پیدا ہوا اور کافر مردہ تو اُنکو ملا کر تیرہ ہوئے اور
شہید کے ساتھ چودہ ہوتے ہین ولا باس فی الکفن ببرود وکتان وفی النساء بحریر ومزعفر ومعصفر لجوازہ لبسہن حال الحیوۃ واحبہ
البیاض او ما کان یصلی فیہ او یعنا الفہ نہین کفن مین یمنی چادر دینے اور کتان کے کپڑے کا اور عورتون کے کفن مین ریشمی کپڑے اور زعفران اور
کسم کے رنگے ہوئے کا بسبب درست ہونے کفن کے اُس کپڑے سے جسکا پہننا حالت حیات مین جائز ہو اور سب سے بہتر کفن سفید ہی یا وہ رنگ جسمین
مردہ نماز پڑھا کرتا تھا وکفن من لا مال لہ علی من تجب علیہ نفقتہ وان تعددوا فعلی قدر میراثہم اور جس مردے کا کچھ مال نہو اُسکا کفن اُس شخص پر
واجب ہی جسپر اُس مردے کا نفقہ واجب ہی اور اگر ایسے شخص کئی ہون تو کفن اُنپر حصہ رسد موافق اُنکی میراث کے ہوگا یعنے جس طرح اُنپر نفقہ واجب ہی
اُسی حساب سے کفن واجب ہوگا چنانچہ تفصیل نفقہ کی باب النفقہ مین مذکور ہوگی کذا فی الشامی واختلف فی الزوج والفتوی علی وجوب
کفنہا علیہ عند الثانی وان ترکت مالا خانیہ ورجحہ فی البحر بانہ الظاہر لانہ ککسوتہا اور اسمین اختلاف ہی کہ شوہر پر اُسکی زوجہ کا کفن واجب ہی یا نہین
اور فتوے شوہر پر زوجہ کے کفن کے واجب ہونے کا ہی امام ابو یوسف کے نزدیک اگرچہ عورت نے مال چھوڑا ہو کذا فی الخانیہ اور ترجیح دی ہی
بحر الرائق مین کہ یہی ظاہر ہوا چاہیے کہ کفن مثل زوجہ کے لباس کے ہی [illegible] اس باب مین فتوے مختلف ہین تجنیس اور شرح مجمع مین ہی کہ اگر عورت کا مال نہو
تو کفن زوج پر ہی اور اسی پر فتوے ہی اور شرح مجمع جو خود مصنف مجمع کی ہی اُسمین یہ ہی کہ اگر عورت کے پاس مال نہو اور شوہر مالدار ہو تو اُسپر
اُسکا کفن واجب ہی اور اسی پر فتوی ہی اور خانیہ مین بلا قید فتوے مذکور ہی یعنے عورت کے پاس مال ہو یا نہو اور شوہر مفلس ہو یا مالدار ہر صورت
مین اُسکا کفن شوہر پر واجب ہی اور اصل اسمین یہ ہی کہ جس شخص پر مردہ کے نفقہ دینے کے لیے حالت حیات مین جبر کیا جاتا ہی اُسی پر وفات کے بعد کفن
کے لیے جبر ہوگا کذا فی الشامی مختصرا وان لم یکن ثمہ من تجب علیہ نفقتہ ففی بیت المال فان لم یکن بیت المال معمورا او منتظما فعلی
المسلمین تکفینہ فان لم یقدروا سألوا الناس لہ ثوبا فان فضل شی رد للمتصدق ان علم والا کفن بہ مثلہ والا تصدق بہ مجتبی وظاہرہ انہ لا یجب علیہم
الا سوال کفن الضرورۃ لا الکفایۃ اور اگر وہان ایسا شخص نہو جسپر مردہ کا نفقہ واجب ہو تو مردہ کا کفن بیت المال مین ہوگا اور اگر بیت المال [illegible]
یا جلس نہو یا ہو مگر انتظام کے ساتھ نہو یعنے جن مصارف مین اُسکا صرف ہونا چاہیے اُسمین صرف نہوتا ہو تو کفن مسلمانون پر واجب ہوگا یعنے جنکو مردہ
کا حال معلوم ہوگا اُنپر کفن دینا اُسکا واجب ہوگا اور اگر اُنسے بسبب مفلسی کے نہو سکے تو وہ مالدار آدمیون سے اُسکے لیے کپڑا مانگین پھر اگر اُس کپڑے

سے کچھ باقی بچے تو صدقہ دے یا وارثوں کو واپس کر دیں اگر معلوم ہو کہ فلان شخص نے یہ کپڑا دیا تھا اور اگر معلوم نہو یا وہ واپس نہ لے تو اُس باقی کپڑے سے
اسی مردہ کی طرح کسی اور مفلس کو کفن دیں اور اگر کوئی اور مردہ اس طرح کا نہ ملے تو اُس کپڑے کو خیرات کر دیں کذا فی المجتبیٰ اور قُنیہ کے کہنے سے بظاہر یہ
معلوم ہوتا ہے کہ واقف کار دن پر صرف کفن ضرورت کا مانگنا واجب ہے کفن کفایہ کا نہیں کذا فی الطحطاوی سے کہا کہ کفن دینا فرض کفایہ ہے تو اگر واقف کار
نہینگے تو سب گنا ہگار ہونگے ولو کان فی مکان لیس فیہ الا واحد وذلک الواحد لیس لہ الا ثوب لا یلزمہ تکفینہ ہے اور اگر مردہ ایسی جگہ ہو جہاں صرف ایک
شخص ہو اور اُس ایک کے پاس بھی سوا ایک کپڑے کے دوسرا نہو تو اُسپر لازم نہیں کفن دینا اُس مردہ کا اُس کپڑے سے کیونکہ زندہ زیادہ حاجتمند ہے
ولا یخرج الکفن عن ملک المتبرع اور کفن احسان کرنے والے کی ملک سے خارج نہیں ہوتا تو اگر مردہ کو مثلاً کوئی درندہ کھا جاوے تو اُسکا کفن اصل
مالک کو پہنچیگا مردہ کا وارث نہیں پاسکتا کذا فی الشامی والصلوٰۃ علیہ صفتہا فرض کفایہ بالاجماع فیکفر منکرہا لانہ انکر الاجماع مذہب کہ شرط
دغسلہ وتجہیزہ فانہا فرض کفایہ اور جنازہ کی نماز کا حال یہ ہے کہ وہ فرض کفایہ ہے بسبب اجماع کے تو کافر ہوگا اُسکا انکار کرنے والا اسلیے کہ اُسنے
انکار کیا اُس امر کا جو اجماع سے ثابت ہو تو آگاہ رہنا چاہیے مردہ کا دفن کرنا اور اُسکا نہلانا اور سامان دینا کہ یہ چیزیں بھی فرض کفایہ ہیں تمام شارح و
ماتن نے نماز کی صفت اور شرطیں اور رکن اور سنتیں اور اُسکی کیفیت اور نماز کے لیے زیادہ مستحق شخص کا بیان کیا لیکن سبب وجوب اور وقت ادا نہ
کا ذکر نہیں کیا پس سبب نماز جنازہ کے واجب ہونے کا مسلمان مردہ ہے اور وقت اس نماز کا حاضر ہونا جنازہ کا ہے اور جو چیزیں اور نمازوں کی مفسد ہیں وہی اس
نماز کی مفسد ہیں مگر محاذات عورت کی برابری سے کہ وہ نماز جنازہ کی مفسد نہیں اور مکروہ وقتوں میں یہ نماز مکروہ ہے اور اگر امام اس میں بے وضو ہو جاوے تو
اُسکو خلیفہ کرنا درست ہے کذا فی الشامی وشرطہا ستۃ اسلام المیت وطہارتہ مالم یہل علیہ التراب فیصلی علی قبرہ بلا غسل وان صلی علیہ اولا استحسانا
اور شرطیں نماز جنازہ کی چھ ہیں اول مسلمان ہونا مردہ کا دوم اُسکا پاک ہونا یعنی اُسکے بدن اور کپڑے اور مکان کا پاک ہونا اور طہارت اُس وقت تک شرط ہے
کہ اُسکو مٹی نہ دیجاوے اور مٹی دینے کے بعد اُسکی قبر پر نماز پڑھی جاوے بدون غسل کے اگرچہ پیشتر نماز پڑھی گئی ہو قبر پر نماز پڑھنا بوجہ استحسان کے ہے
اور وجہ استحسان کی یہ ہے کہ اول نماز چونکہ بدون طہارت ہوئی تھی باوجود قدرت کے اسلیے جائز نہوئی اور اب دفن کر دینے کے سبب سے طہارت
متعذر ہے اسلیے قبر پر نماز درست ہوگی کذا فی الطحطاوی وفی القنیہ الطہارۃ من النجاسۃ فی ثوب وبدن ومکان وستر العورۃ شرط فی حق المیت
والامام جمیعا فلو ام بلا طہارۃ والقوم بہا اعیدت وبعکسہ لا اور قنیہ میں ہے کہ طہارت نجاست سے کپڑے اور بدن اور مکان کی اور چھپانا برہنگی کا
شرط ہے میت اور امام دونوں کے حق میں پس اگر امام ہوا بدون طہارت کے اور مقتدی طہارت کے ساتھ ہوں تو نماز پھر پڑھی جاوے اور اسکے
عکس میں یعنی مقتدی بے وضو ہوں اور امام وضو سے اعادہ نکیا جاوے اسلیے کہ صرف امام کی نماز سے سب کے ذمہ سے فرض ساقط ہو جائیگا
اور پہلی صورت میں امام کی نماز پر اوروں کی نماز مبنی تھی جب اُسکی نہوئی تو کسی کی نہوئی علم طہارت مکان سے غرض چارپائی کا پاک ہونا ہے اگر مردہ
چارپائی پر ہو اور اگر زمین پر ہو تو زمین کا پاک ہونا مراد ہے اور کپڑے اور بدن ابتدا میں پاک ہونا شرط ہے تو اگر بعد کفن کے مردہ سے نجاست نکلکر کفن
ناپاک ہو جاوے یا بدن مردہ کا نجس ہو جاوے تو دفع حرج کے لیے یہ نجاست مانع نماز نہیں ہاں اگر پہلے سے ناپاک کپڑے کا کفن دیا جائیگا تو نماز
درست نہوگی کذا فی الطحطاوی کما لو امت امراۃ ولو امۃ لسقوط فرضہا بواحد جیسے اگر امام ہوئی عورت نماز جنازہ میں اگرچہ لونڈی ہو تو نماز کا اعادہ
نکیا جاوے بسبب ساقط ہونے فرض نماز کے ایک شخص سے یعنی نماز جنازہ ایک مرد یا عورت کے پڑھنے سے فرض ساقط ہو جاتا ہے تو اگر عورت امام ہوگی
مردوں کی تو مردوں کی نماز نہوگی اور عورت کی نماز سے فرض ساقط ہو جائیگا وبقی من الشروط بلوغ الامام فاحل وشرطہا حضورہ ووضعہ وکونہ ہو او اکثرہ
امام المصلی وکونہ للقبلۃ اور باقی رہا شرطوں میں سے بالغ ہونا امام کا اسکا ذکر ہے یعنی یہ تیسری شرط ہے اور چوتھی شرط موجود ہونا مردہ کا ہے اور پانچویں ۱۹۰

شرط مردہ کا رکھا جانا ہو زمین پر خواہ ہاتھوں پر زمین سے قریب کذا فی الطحطاوی اور چھٹی شرط یہ ہے کہ مردہ بالکل یا اکثر نمازی کے سامنے ہو قبلہ کی جانب امام
اگر مردہ کی ستر عورت اور قبلہ کی طرف ہونے کو جدا شرط ٹھہرایا جاوے تو شرطیں آٹھ ہو جائینگی اور امام کی ستر عورت اور طہارت کو اگر زیادہ کرو تو دس ہو نگی سبب
سامنے ہونا مردہ کا امام کے حق میں شرط ہے جبکہ مردہ ایک ہو اور اگر زیادہ ہوں تو سب کا سامنے ہونا شرط نہیں ایک کا ہونا کافی ہے کذا فی الشامی فلا
تصح علی غائب او محمول علی نحو دابۃ وموضوع خلفہ لانہ کالامام من وجہ دون وجہ لصحتہا علی الصبی پس نہیں درست ہے نماز اوپر مردہ غائب کے
بسبب نہ پائے جانے شرط موجود ہونے کے اور نہ اوسپر جو اٹھایا ہو مثل سواری پر یعنی کسی گاڑی یا جانور یا لوگوں کے مونڈھوں پر ہو بسبب نہ پائے جانے
شرط رکھے جانے کے زمین پر اور نہ اوسپر جو رکھا ہوا ہو نمازی کے پیچھے کیونکہ مردہ مثل امام کے ہے ایک طرح سے نہ دوسری سے بسبب صحیح ہونے نماز کے لڑکے
پر یعنی اس لحاظ سے کہ مردہ کا پاک ہونا اور مسلمان ہونا اور قبلہ کی طرف ہونا اور ستر عورت شرط ہے مردہ مثل امام کے ہے اور ہر وجہ سے امام نہیں کیونکہ اگر ہر وجہ
امام ہوتا تو لڑکے پر نماز درست نہ ہوتی اسلئے کہ لڑکا قابل امام ہونے کے نہیں طحطاوی نے کہا کہ شرط اسلام سے معلوم ہوا کہ کافر پر نماز درست نہیں اور طہارت
کی شرط سے معلوم ہوا کہ غیر طاہر پر درست نہیں اور ستر عورت کی شرط سے معلوم ہوا کہ ننگے مردہ پر درست نہیں اور بلوغ امام کی شرط سے پایا گیا کہ لڑکے کی
امامت درست نہیں وصلوٰۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم علی النجاشی لغویۃ او خصوصیۃ اور نماز پڑھنا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نجاشی پر لغوی ہے یا خاص
ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے یعنی یا تو صلوٰۃ کے معنے صرف دعا کے لیے جائیں یا یہ نماز غائب پر آپ کے لئے خاص تھی اور نجاشی لقب ہر والی
حبش کا بالتشدید یہ وہ بادشاہ حبش کا جسکا نام اصحمہ تھا اسکی خبر مرگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو وحی سے معلوم ہوئی آپ نے صحابہ کو خبر دی
اور انکے ساتھ اوسپر نماز پڑھی شامی نے کہا کہ لغوی کے معنے لیے جانا بعید ہے بلکہ یا تو اس نماز کو آپ کے خاص کر لیا جاوے یا یہ کہ جنازہ آپ کے سامنے
کر دیا گیا ہو کہ آپ دیکھتے ہوں اور دوسروں کو نظر نہ آتا ہو وتصح فی وضعہم الرأس موضع الرجلین واساؤا ان تعمدوا اور نماز جنازہ درست ہے اگر لوگوں نے
سر کو پانگون کی جگہ رکھا ہو اور انہوں نے برا کیا اگر قصداً جنازہ کو الٹا رکھا پس سر جنازہ کا امام کے داہنے ہاتھ چاہیے اگر بائیں ہاتھ رکھا گیا تو
تو مکروہ تحریمی ہے کذا فی الطحطاوی ولو اخطاؤا القبلۃ صحت ان تحروا والا لا مفتاح السعادۃ اور اگر چوک گئے قبلہ کو یعنی اور طرف کو نماز جنازہ پڑھی تو
درست ہوگی اگر قبلہ کی اٹکل کی ہوگی اور اگر بلا اٹکل پڑھی ہوگی تو درست نہوگی کیونکہ اشتباہ قبلہ کی صورت میں اٹکل کرنا فرض ہے ورکنہا
شیئان التکبیرات الاربع فالاولی رکن ایضا لا شرط فلذا لم یجز بناء اخری علیہا والقیام فلم تجز قاعدا بلا عذر اور نماز جنازہ کے رکن دو چیزیں
ہیں اول چاروں تکبیریں دوم کھڑا ہونا شارح نے کہا کہ اس سے معلوم ہوا کہ پہلی بار اللہ اکبر کہنا بھی رکن ہے شرط نہیں اور اسی وجہ سے جائز
نہیں دوسرے تکبیر کی بنا اول اللہ اکبر کہنے پر اور جب کھڑا ہونا رکن ہوا تو نماز جنازہ بیٹھکر بیدون عذر کے صحیح نہوگی مع پہلے مسئلہ کی صورت یہ ہے کہ امام
نے اول اللہ اکبر کہا پھر اس تکبیر پر نیت دوسرے اللہ اکبر کی بھی کر لی تو نماز صحیح نہوگی کیونکہ اس صورت میں صرف تین دفعہ اللہ اکبر کہیگا اور یہ جائز
نہیں کذا فی الطحطاوی وسنتہا ثلثۃ التحمید والثناء والدعاء فیہا ذکرہ الزاہدی وغیرہ وما فہمہ الکمال من ان الدعاء رکن والتکبیرۃ الاولی شرط
ردہ فی البحر بتصریحہم بخلافہ اور سنتیں اس نماز کی تین ہیں حمد و ثنا کرنا اور نماز میں دعا کرنا ذکر کیا ہے اسکو زاہدی وغیرہ نے اور جو کچھ کمال الدین محقق
نے سمجھا ہے کہ دعا رکن ہے اور تکبیر اولی شرط ہے اسکو بحر الرائق میں رد کیا ہے بسبب تصریح کرنے فقہا کے اسکے خلاف پر ہم شارح کے قول سے معلوم ہوتا
ہے کہ ثنا اور چیز ہے اور تحمید دوسری چیز حالانکہ تفسیر ثنا کی خود آگے کریگا کہ سبحانک اللہم وبحمدک ہے اس سے معلوم ہوا کہ دونوں سے مراد ایک ہی
چیز ہو تو مناسب تھا کہ یوں ذکر کرتا کہ تیسری سنت درود ہے اور چونکہ نماز جنازہ کی حقیقت اور مقصود دعا ہے اسلئے کمال نے دعا کو رکن کہا اور
تکبیر اولی کو تحریمہ کے واسطے ہونے کی وجہ سے شرط کہا بحر الرائق میں کہا کہ یہ قول فقہا کی تصریح کے خلاف ہے چنانچہ محیط میں مصرح ہے کہ دعا

سنت ہی اور سب فقہا کہتے ہیں کہ نماز جنازہ میں مسبوق لگاتار تکبیریں کہلے درود و دعا کو ترک کرکے اگر دعا رکن ہوتی تو مسبوق انکو کس طرح
ترک کرتا اور تکبیر اولی اگر شرط ہوتی تو دوسری تکبیر کی بنا اُسپر نا جائز کیوں ہوتی شامی نے کہا کہ شارح باب شروط الصلوۃ میں میت کے لیے دعا کرنا
نماز ہی پر واجب کہہ چکا ہی تو اس سے معلوم ہوا کہ کمال کا قول دعا کے باب میں درست ہی اور تکبیر اولے کے باب میں قول فیصل یہ ہی کہ من وجہ شرط ہی
اور من وجہ رکن انتہے وہی فرض علے کل مسلم مات خلا اربعۃ بغاۃ وقطاع طریق فلا یغسلون ولا یصلے علیہم اذا قتلوا فی الحرب ولو بعدہ
صلے علیہم لانہ حد او قصاص وکذا اہل عصبۃ ومکابر فی مصر لیلا بسلاح وخناق خنق غیر مرۃ فحکمہم کالبغاۃ اور نماز جنازہ فرض ہی ہر مسلمان کی
جو مرجاوے سوا چار شخصوں کے اول قوم باغی جو امام کی اطاعت سے خارج ہو جائیں دوم راہزن کہ نہ نہلائے جائیں اور نہ انپر نماز پڑھی جاوے
جبکہ لڑائی میں مارے جاویں اور اگر بعد وقت جنگ کے مارے جائیں تو انپر نماز پڑھی جاوے اسلیے کہ یہ قتل یا حد ہی یا قصاص اور جو شخص حد یا
قصاص میں مارا جاتا ہی تو نہلایا جاتا ہی اور نماز پڑھی جاتی ہی شامی نے کہا کہ اگر یہ لوگ اپنی موت سے مریں گرفتار ہونے سے پیشتر یا پیچھے
تو بھی نماز پڑھی جاویگی اور مثل باغیوں کے ہیں اہل عصبہ جو اپنی قوم کی حمایت اور اعانت ظلم پر کریں اور تیسرا شخص مکابر ہی شہر میں رات کو ہتھیار
اور چوتھا گلا گھونٹنے والا جسنے کئی بار گلا گھونٹا ہو تو اگر اہل عصبہ اعانت کرتے میں اور مکابر اور گلا گھونٹنے والا مقابلے میں مارا جاوے تو انکا حکم مثل
باغیوں کے ہی کہ انپر نماز نہ پڑھی جاوے مکابر وہ شخص ہی کہ کسی جگہ میں کھڑا ہو جاوے اور جو اس طرف کو نکلے اسکا مال چھین لے کذا فی الشامی ومن قتل
نفسہ ولو عمدا یغسل ویصلے علیہ بہ یفتے وان کان اعظم وزرا من قاتل غیرہ ورجح الکمال قول الثانی بما فی مسلم انہ علیہ السلام اتی برجل
قتل نفسہ فلم یصل علیہ جو شخص کہ اپنے آپکو قتل کرے اگرچہ جان بوجھ کر ہو تو وہ نہلایا جاوے اور اُسپر نماز پڑھی جاوے اسی پر فتوی ہی اگرچہ
قاتل اپنے نفس کا زیادہ گنہگار ہی بہ نسبت غیر کے قاتل کے اور ترجیح دی کمال نے امام ابو یوسف کے قول کو اس روایت سے جو صحیح مسلم میں ہی کہ
ایک شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لایا گیا جسنے خودکشی کی تھی تو آپ نے اُسپر نماز نہ پڑھی ہم امام ابو یوسف کا قول ہی کہ اپنے
نفس کے قاتل کو نہلایا جاوے اور نماز نہ پڑھی جاوے اور اسی کو کمال الدین نے راجح کہا ہی بسبب حدیث کے شامی نے کہا کہ اس حدیث میں کوئی دلالت
اس بات کی نہیں کہ اُسپر کسی نے نماز نہ پڑھی ہو اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے جو نہ پڑھی تو شاید زجر و توبیخ کے لیے ہو جیسے مقروض پر نہیں
پڑھی تھی غرضکہ اس مسئلہ میں تصحیح مختلف ہی ولا یصلے علے قاتل احد ابویہ اہانۃ لہ والحقہ فی النہر بالبغاۃ اور جسنے اپنے والدین میں سے ایک کو
مار ڈالا ہو اُسپر نماز نہ پڑھی جاوے اسکی اہانت کے واسطے اور لاحق کیا ہی اسکو نہر الفائق میں باغیوں کے ساتھ یہ قاتل پانچواں شخص نہیں انھیں
چاروں میں داخل ہی جو اوپر مذکور ہوئے کذا فی الطحطاوی وہی اربع تکبیرات کل تکبیرۃ قائمۃ مقام رکعۃ یرفع یدیہ فی الاولی فقط وقال ائمۃ بلخ
فی کلہا ویثنی بعدہا وہو سبحانک اللہم وبحمدک ویصلے علی النبی صلے اللہ علیہ وسلم کما فی التشہد بعد الثانیۃ لان تقدیمہا سنۃ الدعاء ویدعو بعد
الثالثۃ بامور الآخرۃ والماثور اولے اور نماز جنازہ چار تکبیریں ہیں ہر تکبیر قائم مقام ایک رکعت کے ہی اُٹھاوے دونوں ہاتھ اپنے فقط پہلے بار
اللہ اکبر کہنے میں اور بلخ کے فقہا نے کہا کہ سب تکبیروں میں ہاتھ کانوں تک اُٹھاوے اور ائمہ ثلثہ کا یہی قول ہی اور ایک روایت امام اعظم سے بھی ہی مگر قول
اول ظاہر الروایت ہی کذا فی الشامی اور بعد پہلی تکبیر کے ثنا پڑھے اور ثنا یہ ہی سبحانک اللہم وبحمدک وتبارک اسمک وتعالی جدک وجل ثناءک ولا الہ غیرک
پھر دوسری تکبیر کہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھے دوسری تکبیر کے بعد جیسے التحیات میں یعنے وہ درود پڑھنا چاہیے جو التحیات میں پڑھتے
ہیں اسلیے کہ مقدم کرنا درود کا دعا کی سنت ہی اور دعا مانگے بعد تیسری تکبیر کے امور آخرت کی اور وہ دعا جو حدیث میں ہی بہتر ہی ہم دعا حدیث کی یہ ہی (اللہم
اغفر لحینا ومیتنا وشاہدنا وغائبنا وصغیرنا وکبیرنا وذکرنا وانثانا اللہم من احییتہ منا فاحیہ علی الاسلام ومن توفیتہ منا فتوفہ علی الایمان) اور بعض

سطر ۱۵ بعض نسخوں میں فلا یغسلوا ابدا ہی نون کے گرانے سے اور یہی صحیح ہی نون ساقط ۱۲ سطر ۱۹ قصاص اس صورت میں ہوتا ہی کہ ... کو گلا گھونٹ کر مار ڈالا ہو ۱۲

بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک جنازہ پر یہ دعا پڑھی اللّٰھم اغفر لہ وارحمہ وعافہ واعف عنہ واکرم نزلہ ووسع مدخلہ
واغسلہ بالماء والثلج والبرد ونقہ من الخطایا کما ینقی الثوب الابیض من الدنس وابدلہ دارا خیرا من دارہ واھلا خیرا من اھلہ وزوجا خیرا من زوجہ و
ادخلہ الجنۃ واعذہ من عذاب القبر وعذاب النار کذا فی الطحطاوی تو اگر نمازی ان دونوں کو پڑھ لے تو بہت اچھا ہو اور جسکو دعائے حدیث یاد نہو
وہ یوں کہے اللّٰھم اغفر لنا ولوالدینا ولہ وللمؤمنین والمؤمنات کذا فی الفتح وقدم فیہ الاسلام مع انہ الایمان لانہ ینبئ عن الانقیاد فکانہ دعا فی حال الحیوٰۃ
بالایمان والانقیاد واما فی حال الوفاۃ فالانقیاد وھو العمل غیر موجود اور مقدم کیا گیا ہے حدیث میں اسلام ایمان پر باوجودیکہ اسلام ایمان ہے
اسلئے کہ اسلام خبر دیتا ہے فرمانبرداری سے تو گویا حالت حیات میں دعا ایمان اور انقیاد دونوں کی ہے اور حالت موت میں فرمانبرداری موجود
نہیں ہے اسلام کے معنی ایک شرعی ہیں اور ایک لغوی شرعی معنے اسلام کے اور ایمان کے ایک ہیں اور لغت میں اسلام فرمانبرداری کو کہتے ہیں تو شارح
علت اسلام کے مقدم کرنے کی بیان کرتا ہے کہ زندگی میں اسلام کی دعا اسلئے ہوئی کہ حالت حیات کو دونوں معنے سے مناسبت ہے اور حالت موت میں چونکہ
بجز تصدیق قلبی کے عمل ممکن نہیں اسلئے آخر حدیث میں ایمان کی دعا سے مناسب ہوئی کذا فی الشامی مختصرا ویسلم بلا دعاء بعد الرابعۃ تسلیمتین
ناویا بالمیت مع القوم اور سلام پھیرے بعد چوتھی تکبیر کے بدون دعا کے دو سلام اپنے داہنی اور بائیں طرف نیت کرنے والا مردہ کو مع مقتدیوں کے
ہم نے نہیں کہا کہ سلام میں مردہ کی نیت کرے کیونکہ مردہ مخاطب سلام کا نہیں ہو سکتا لیکن خیر الدین رملی نے کہا کہ نیت کرے اسلئے کہ آخر قبرستان میں
السلام علیکم کہتے ہی ہیں پھر کیا وجہ کہ مردہ مخاطب سلام کا نہو کذا فی الشامی ولیس الکل الا التکبیر زیلعی وغیرہ لکن فی البدائع العمل فی زماننا علی الجھر
بالتسلیم وفی جواھر الفتاوی یجھر بواحدۃ اور ان سب باتوں کو آہستہ پڑھے سوا اللہ اکبر کہنے کے ایسا ہی زیلعی وغیرہ میں لیکن بدائع میں ہے کہ عمل ہمارے
زمانے میں اسپر ہے کہ سلام پکار کر کہتے ہیں اور جواہر الفتاوی میں ہے کہ ایک سلام کو پکار کر کہے یعنی دوسرے کو آہستہ کہے ولا قراءۃ ولا تشھد فیھا
وعین الشافعی الفاتحۃ فی الاولیٰ وعندنا تجوز بنیۃ الدعاء وتکرہ بنیۃ القراءۃ لعدم ثبوتھا فیھا عنہ علیہ السلام اور نماز جنازہ میں نہ قراءت قرآن ہے نہ التحیات
اور معین کیا ہے امام شافعی نے الحمد کو تکبیر اولے کے اور جائز ہے ہمارے نزدیک الحمد پڑھنا دعا کی نیت سے بعد تکبیر اولے کے اور اس صورت میں
قائم مقام ثنا کے ہو جائیگی اور مکروہ تحریمی ہے قراءت کی نیت سے الحمد کا پڑھنا بسبب نہ ثابت ہونے قراءت الحمد کے نماز جنازہ میں آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم سے وافضل صفوفھا آخرھا اظہارا للتواضع اور نماز جنازہ کی سب صفوں میں بہتر پچھلی صف ہے بسبب ظاہر کرنے تواضع کے کہ پیچھے پچھلی صف
میں انکسار زیادہ پایا جاتا ہے تو عجب نہیں کہ مردہ کے باب میں قبول شفاعت کا سبب زیادہ ہو جائے کذا فی الطحطاوی ولو کبر الامام خمسا لم یتبع
لانہ منسوخ فیمکث المؤتم حتی یسلم معہ اذا سلم بہ یفتی ہذا اذا سمع من الامام ولو من المبلغ تابعہ بنیۃ الافتتاح لکل تکبیرۃ وکذا فی العید
اور اگر نمازی کا امام پانچ تکبیریں نماز جنازہ میں کہے تو وہ امام کی متابعت نکرے اسلئے کہ پانچویں بار اللہ اکبر کہنا منسوخ ہے تو مقتدی ٹھہر جائے
یہانتک کہ امام کے ساتھ سلام پھیرے جب امام سلام پھیرے اسی پر فتوی ہے یہ حکم اس صورت میں ہے کہ مقتدی تکبیر امام کی سنے اور اگر مکبر سے
سنے تو اسکی متابعت کرے اور ہر تکبیر سے شروع کی تکبیر نیت کرے اور یہی حال عید میں ہے کہ اگر امام سے تکبیریں سنے تو بعد چھ تکبیروں کے متابعت نکرے
اور اگر مکبر سے سنے تو اسقدر آپ کہے اسلئے کہ ممکن ہے کہ مکبر سے غلطی ہوئی ہو اور امام نے تکبیر کی ہو وایک تکبیر کے بدلے اللہ اکبر کہا ہو اسلئے ہر تکبیر پر
نیت شروع کی کرے تاکہ امام سے پہلے تکبیر نہ واقع ہو اور یہ جو شارح نے کہا کہ پانچ بار تکبیر کہنا منسوخ ہے اسکی وجہ یہ کہ نسائی نے کہا ہے کہ آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم نے نجاشی پر چار تکبیریں کہیں اور پھر وفات شریف تک چار ہی کہتے رہے تو معلوم ہوا کہ جن احادیث میں پانچ یا سات یا
نو تکبیریں مذکور ہیں وہ آپ کے آخر فعل سے منسوخ ہیں کذا فی الطحطاوی ولا یستغفر فیھا لصبی ومجنون ومعتوہ لعدم تکلیفھم

اور نہ مغفرت کی درخواست کیجاے نماز جنازہ مین لڑکے اور دیوانہ اور بےعقل کے لیے بسبب نہ مکلف ہونے ان لوگون کے ہم شامی نے کہا کہ مجنون اور معتوہ
سے وہ مراد ہین جو اصلی ہون یعنے موت تک اُنکے ہوش وعقل درست نہوئی ہو اور جو شخص کہ بعد بالغ ہونے کے دیوانہ یا بےعقل ہوا ہو تو اُنکے گناہ دیوانگی
یا بےعقلی سے ساقط نہین ہونگے اُنکے لیے مغفرت مانگی جاے بل یقول بعد دعاء البالغین اللھم اجعلہ لنا فرطا بفتحتین ای سابقا الی الحوض
لیروی الماء وھو دعاء لہ ایضا بتقدمہ فی الخیر لا سیما وقد قالوا حسنات الصبی لہ لا لابویہ بل لھما ثواب التعلیم واجعلہ ذخرا بضم الذال المعجمۃ ذخیرۃ وشافعا
مشفعا مقبول الشفاعۃ بلکہ کہے عوض دعاء بالغون کے الٰہی کر اُسکو ہمارا فرط اور کر اُسکو ذخیرہ اور سفارش کرنیوالا سفارش قبول کیا ہوا شارح نے
کہا کہ فرط فتحہ فا اور فتحہ را سے یعنے آگے پہنچنےوالا حوض کوثر پر تاکہ پانی تیار کرے اور ذخر بذال معجمہ مضموم یعنے ذخیرہ ہے اور مشفع بصیغہ مفعول
باب تفعیل یعنے مقبول الشفاعت ہے اور یہ دعا لڑکے کے لیے بھی ہے واسطے آگے پہنچانے لڑکے کے خیر کی طرف خصوص اُس صورت مین کہ فقہا نے کہا ہے
کہ لڑکے کی نیکیان لڑکے ہی کو ملتی ہین اُسکے ماں باپ کو نہین ماں باپ کو ثواب تعلیم کا ہوتا ہے ہم کہتے ہین یہ جواب ہے اس سوال کا کہ دعا تو میت کے لیے ہوتی ہے اس دعا
مین میت کا نفع کچھ نہین بلکہ نفع ماں باپ یا نمازیون کا ہی حاصل ہوا جواب یہ ہے کہ پانی کا تیار کرنا جب ہی ہوگا کہ جب اول وہ حوض پر پہنچیگا تو اسمین
اُسکے لیے دعا ہے آگے پہنچنے کی دوسرے یہ کہ ثواب حسنات کا فقہا کے قول کے بموجب لڑکے کو ملتا ہے تو اس صورت مین بھی دعا اُسکے لیے مفید ہوگی
اور یہ جو شارح نے بعد دعاء البالغین کہا سو صحیح نہین بلکہ بدل دعاء البالغین صحیح ہے جو کسی نسخے مین پایا جاتا ہے یعنے بجاے دعاء بالغین کے یہ
یہ دعا پڑھے چنانچہ مترجم نے ترجمہ صحیح لفظ کا کیا ہے اور شیخ اسمٰعیل نے ذکر کیا کہ مقتضا ہے متون اور فتاوے کا اور صریح عبارت غرر الاذکار کی یہ ہے کہ
پس دعاء بالغین نہ پڑھی جاے بلکہ اسی دعا پر اکتفا کیجاوے پھر یہ دعا جو ہے اور کنز مین اسطرح ہے (اللھم اجعلہ لنا فرطا واجعلہ لنا اجرا واجعلہ لنا ذخرا
واجعلہ لنا شافعا ومشفعا اور اگر لڑکی ہو تو ضمیر بدل دے یعنے اجعلہ کی جگہہ اجعلھا چارون جگہہ کہے اور آخر مین شافعۃ ومشفعۃ کہے کذا فی الشامی بتصرف
ولیقوم الامام ندبا بحذاء الصدر مطلقا للرجل والمراۃ لانہ محل الایمان والشفاعۃ لاجلہ اور کھڑا ہوے امام براہ استحباب مقابل سینہ میت
کے ہر حال مین مرد اور عورت کے لیے اسلیے کہ سینہ جگہہ ہے ایمان کی اور شفاعت نمازیون کے مردے کے لیے اُسکے ایمان ہی کے سبب سے ہے ولو سبق
ببعض التکبیرات لا یکبر فی الحال بل ینتظر تکبیر الامام لیکبر معہ للافتتاح لما مر ان کل تکبیرۃ کرکعۃ والمسبوق لا یبدا بما فاتہ اور جسکو کچھ تکبیرین
امام کے ساتھ نہ ملی ہون یعنے اگر پیچھے شریک ہوا ہو وہ اُسیوقت تکبیر نہ کہے بلکہ امام کے اللہ اکبر کہنے کا منتظر رہے تاکہ اُسکی تکبیر کے ساتھ شروع
کی تکبیر کہے کیونکہ پیشتر گذر چکا ہے کہ ہر تکبیر مثل ایک رکعت کے ہے اور مسبوق اپنی فوت شدہ رکعتون سے شروع نہین کیا کرتا ہے یعنے اگر مسبوق کو
ایک دو رکعت رہجاتی ہین تو وہ بعد فارغ ہونے امام کے ادا کرتا ہے اسی طرح نماز جنازہ کی مسبوق کو تکبیرین پیشتر نہ کہنی چاہیین امام کے سلام
کے بعد کہنی چاہیین اور اگر مسبوق بدون انتظار امام کی تکبیر کے اللہ اکبر کہکر شریک ہوگیا تو شروع درست ہوگا مگر یہ تکبیر معتبر نہ ہوگی بعد سلام کے
اسکو پھر سے کہے کذا فی الطحطاوی وقال ابو یوسف رح یکبر حین یحضر اور امام ابو یوسف نے فرمایا ہے کہ جب مقتدی حاضر ہو اُسی وقت تکبیر
کہے ہم صورت مسئلہ کی یہ ہے کہ امام تکبیر تحریمہ کہہ چکا تھا کہ ایک شخص آیا تو طرفین کے نزدیک وہ تکبیر تحریمہ نہ کہے بلکہ جب امام دوسری تکبیر کہے
اُسوقت اللہ اکبر کہکے شریک ہو اور ایک تکبیر اُسکو فوت ہوگئی بعد سلام امام کے اُسکو کہے اور امام ابو یوسف کے نزدیک جسوقت یہ شخص
آیا اُسی وقت تکبیر تحریمہ کہکر شریک ہوجاے اور دوسری تکبیر امام کے ساتھ کہے اس صورت مین مسبوق نہوگا کذا فی الشامی کما لا ینتظر الحاضر فی
حال التحریمۃ بل یکبر اتفاقا للتحریمۃ لانہ کالمدرک جیسے انتظار نکرے وہ شخص جو موجود ہو تحریمہ امام کے وقت بلکہ تکبیر تحریمہ کہے باتفاق طرفین اور
ابو یوسف رح کے اسلیے کہ وہ شخص مثل مدرک کے ہے یعنی ایک شخص امام کی تحریمہ کے وقت موجود ہے مگر اُسکے ساتھ تکبیر تحریمہ نہین کہی تو وہ دوسری تکبیر کا انتظار نکرے

تکبیر سے اسی وقت تحریمہ کہے کہ شریک ہو جاوے اور تکبیر کے وقت موجود ہونے کی باعث دو رکعت کے اندر ہو گیا اگر کو یا امام کے ساتھ ہی اور اگر کہا تم تکبیر الی آن

اذا انتہی الی الفراغ [illegible] اور جو شخص تکبیر کہنے سے پہلے انکو فوت ہو جائیں اور فارغ ہو سے امام کے

پیچھے دعا کے اگر فوت کر جائے [illegible] جو شخص سے فوت ہو سے کی صورت یہ ہے کہ مثلاً امام نے دو تکبیریں کہیں

اور یہ شخص شریک ہوا تیسری میں شریک ہو اور دو تکبیریں باقی ہیں امام کے اور اسی طرح ہو چکا اگر یہ شخص اگر تکبیر اول امام کے ساتھ کہے

اسکے پیچھے کہ [illegible] کذا فی الشامی [illegible] الکل للحال [illegible]

موجود وقت تحریمہ کے کل تکبیریں [illegible] اگر امام نے تکبیر کہی اور ایک شخص

موجود تھا شریک ہوا [illegible] تکبیر [illegible] امام کا [illegible] اسی طرح اگر دوسری

تیسری میں شریک ہوا [illegible] یہ قول [illegible] کہا ہے کہ بعد

سلام کے [illegible] فی الشامی [illegible] الامام [illegible]

التحریمۃ فاذا سلم الامام [illegible] نزدیک اسکی نماز

فوت ہو گئی [illegible] امام کی تکبیریں اور امام ابو یوسف [illegible] بعد امام سے سلام

پھیرنے کے تو تین تکبیریں کہے [illegible] جو شخص کہ چوتھی تکبیر کے امام کا شریک ہوا اور جو شخص کے شریک ہو جاوے تو وہ سلام کے بعد تین تکبیریں کہتا ہے

بالاتفاق اور اسی قول امام ابو یوسف پر فتویٰ ہے [illegible] طرفین کے نزدیک [illegible] امام کی تکبیر کا انتظار [illegible]

ہو سکتا ہے اور [illegible] چوتھی تکبیر کے [illegible] باقی نہیں [illegible] اور امام ابو یوسف [illegible] قبل سلام تحریمہ باقی رہے

اسلئے شریک ہو سکتا ہے کذا فی الشامی واذا اجتمعت الجنائز فافراد الصلوٰۃ علی کل واحدۃ اولیٰ من الجمع وتقدیم الافضل افضل وان جمع جاز

اور جبکہ کئی جنازے جمع ہو جائیں تو ہر ایک پر جدا جدا نماز پڑھنا بہتر ہے بہ نسبت سب پر ایک ساتھ نماز پڑھنے کے اور مقدم کرنا افضل شخص کا افضل ہے

یعنی اول سب سے افضل پر نماز پڑھے پھر اس سے کم فضیلت والے پر اور علی ہذا القیاس اور اگر جمع کر کے سب پر ایک ہی نماز پڑھے تو درست ہے

ثم ان شاء جعل الجنائز صفا واحدا وقام عند افضلہم وان شاء جعلہا صفا مما یلی القبلۃ واحدا خلف واحد بحیث یکون صدر کل جنازۃ مما یلی

الامام لیقوم بحذاء صدر الکل وان جعلہا درجا فحسن لحصول المقصود پھر اگر چاہے تو ایک ساتھ نماز پڑھنے کی صورت میں سب جنازوں کو ایک صف

کر دے اسطرح کہ ایک کا سر دوسرے کے پاؤں کی طرف ہو اور امام کھڑا ہو اس شخص کے سینے کے مقابل جو ان سب میں افضل ہو اور اگر چاہے

تو انکو قبلہ کی جانب ایک دوسرے کے پیچھے رکھکر صف بنا دے اسطرح کہ ہر جنازے کا سینہ امام کے مقابل رہے تاکہ امام سب کے سینے کے مقابل کھڑا ہو

اور اگر اس صورت میں زینے کی طرح صف کر دے یعنی ایک کا سر دوسرے سے کچھ نیچے کر دے اسطرح کہ ہر جنازہ بہ نسبت پہلے کے تھوڑا سا بائیں طرف کو ہٹے

تو بہتر ہے بسبب حاصل ہونے مقصود کے یعنی کھڑا ہونا امام کا ہر ایک کے سینے کے مقابل [illegible] اس ترتیب میں حاصل ہے

وراعی الترتیب المعہود خلفہم حالۃ الحیوۃ فیقرب منہ الافضل فالافضل الرجل مما یلیہ فالصبی فالخنثیٰ فالبالغۃ فالمراہقۃ والصبی الحر یقدم علی العبد

والمراۃ [illegible] اور لحاظ رکھے ترتیب معمول کا اپنے پیچھے زندگی کی حالت میں

یعنی اپنے پاس سب سے افضل شخص کا جنازہ رکھے پھر اسکا جو اس سے کم ہو مثلاً مقدم رکھے مرد کا جنازہ اپنے متصل کرے پھر اور درجے کا اور اگر

علم و فضل میں برابر ہوں تو بڑی عمر والے کو مقدم کرے کذا فی الشامی مرد کو اپنے پاس کرے پھر لڑکے کو پھر خنثیٰ کو پھر عورت بالغہ کو پھر

قریب الباء یعنی عورت کو اور آزاد لڑکا مقدم کیا جاوے بالغ غلام پر اور غلام مقدم کیا جاوے عورت پر اور اُنکی ترتیب ضرورت کی وجہ سے ایک قبر میں اُن کی الٹی ہی یعنی اگر کسی ضرورت سے ایک قبر میں کئی مردے دفنائے جائیں تو افضل شخص جانب قبلہ رہے کذا فی الفتح ہم ضرورت کی قید اسلئے لگاتی کہ دو شخصوں کا ایک قبر میں دفن کرنا درست نہیں جب تک کہ اول مٹی نہو جاوے اور اگر دو کو ایک قبر میں ضرورت کی وجہ سے دفن کریں تو دونوں کے درمیان میں مٹی کی آڑ یا کچی اینٹیں رکھدیں تاکہ دو قبروں کی صورت ہو جاوے اور بعد مٹی ہو جانے مردہ کے قبر پر عمارت بنانی اور کھیتی درست ہے کذا فی الطحطاوی ویقدم فی الصلوۃ علیہ السلطان ان حضر او نائبہ وھو امیر المصر ثم القاضی ثم صاحب الشرط ثم خلیفتہ ثم خلیفۃ القاضی ثم امام الحی فیہ ایہام وذلک ان تقدیم الولاۃ واجب وتقدیم امام الحی مندوب فقط بشرط ان یکون افضل من الولی والا فالولی افضل کما فی المجتبی وشرح المجمع للمصنف اور مقدم کیا جاوے مردے پر نماز پڑھنے کے لیے بادشاہ اگر موجود ہو یعنی اگر بادشاہ ہو تو نماز وہ پڑھاوے یا نائب اُسکا یعنی حاکم شہر کا پھر قاضی پھر حاکم سیاست پھر اُسکا نائب پھر قاضی کا خلیفہ پھر امام محلہ کا شارح نے کہا کہ مصنف کے کلام میں ایہام ہی یعنی یہ وہم ہوتا ہو کہ امام ہونا حکام کا اور محلہ کی مسجد کے امام کا حکم یکساں ہی حالانکہ حکم دونوں کا مختلف ہو اور وہ اسطرح ہو کہ مقدم ہونا حاکموں کا واجب ہو اور محلہ کی مسجد کے امام کی تقدیم درجہ مستحب ہو اس شرط سے کہ ولی سے بہتر ہو اور اگر ولی بہتر ہو تو ولی ہی اولے ہو چنانچہ مجتبیٰ اور مصنف کی شرح میں جو مصنف مجمع کی تالیف ہی ایسا ہی مذکور ہو وفی الدرایۃ امام المسجد الجامع اولے من امام الحی ای مسجد محلتہ نھر اور درایہ میں ہو کہ امام مسجد جامع کا بہتر ہو محلہ کی مسجد بیٹھ سپت کے محلہ کی مسجد کے امام سے کذا فی النھر ثم الولی بترتیب عصوبۃ الانکاح الا الاب فیقدم علی الابن اتفاقا الا ان یکون عالما والاب جاھلا فالابن اولے پھر ولی موافق ترتیب عصبہ نکاح کرنے کے مستحق ہو نماز پڑھنے کا بجز باپ کے کہ وہ مقدم ہو بیٹے کے بیٹے پر بالاتفاق مگر یہ کہ بیٹا عالم ہو اور باپ بیت کا جاہل تو اس صورت میں بیٹا اولے ہو ہم ایک نسخے میں فالابن کی جگہ والا سن ہی یعنی اگر قرابت میں دو ولی برابر ہوں تو بڑا عمر میں بہتر ہی کذا فی الشامی فان لم یکن لہ ولی فالزوج ثم الجیران پس اگر مردہ کا ولی کوئی نہو تو عورت پر نماز پڑھنے میں شوہر اولے ہو پھر ہمسایہ کے لوگ احق من اجنبی شخصوں میں ومولے العبد اولے من ابنہ الحر لبقاء ملکہ اور غلام کا آقا بہتر ہی بہ نسبت اُسکے آزاد بیٹے کے بسبب باقی رہنے ملک آقا کے ہم بیٹے کی قید اتفاقی ہی آقا میت کے سب اقارب سے بہتر ہی اور ملک سے مراد اسکی ملک ہی ورنہ موت سے ملک منقطع ہو جاتی ہی کذا فی الشامی والفتوی علی بطلان الوصیۃ بغسلہ والصلوۃ علیہ اور فتوے اوپر باطل ہونے وصیت کے ہی واسطے اپنے نہلانے اور نماز پڑھنے کے ہم یعنی مردہ نے وصیت کی کہ مجھکو فلاں شخص نہلا دے یا مجھپر فلاں شخص نماز پڑھے تو یہ وصیت باطل ہی اسی طرح اگر وصیت کی کہ فلاں کپڑے کا کفن دیا جاوے یا فلاں جگہ دفن کیا جاوے تو یہ بھی باطل ہی کذا فی الشامی ولہ ای للولی ومثلہ کل من یقدم علیہ من باب اولے الاذن لغیرہ فیھا لانہ حقہ فیملک ابطالہ الا انہ اذا کان ھناک من یساویہ فلہ ای لذلک المساوی ولو اصغر سنا المنع لمشارکتہ فی الحق اما البعید فلیس لہ المنع اور ولی کو اختیار ہی اذن دینے کا دوسرے شخص کو نماز جنازہ پڑھانے کے لیے اسلیے کہ امام ہونا اُسکا حق ہی تو اُسکو اختیار ہی اُس حق کے باطل کرنے کا مگر جب وہاں کوئی دوسرا ولی اُسکے برابر ہو تو اُس دوسرے مساوی کو اگرچہ عمر میں چھوٹا ہو اختیار روک دینے غیر شخص کا ہی بسبب اُسکے شریک ہونے کے حق میں مگر بعید ولی کو روکنے کا اختیار نہیں شارح نے کہا کہ مثل ولی کے دوسرے کو اجازت دینے میں وہ لوگ بطریق اولے مختار ہیں جو ولی پر مقدم ہیں مثل سلطان اور قاضی وغیرہ کے ہم صورت مسئلہ کی یہ ہو کہ میت کے دو بیٹے ہیں بڑے بیٹے نے زید کو اجازت نماز پڑھنے کی دی تو چھوٹا بیٹا زید کو روک سکتا ہو مگر دور کا رشتہ دار نہیں روک سکتا فان صلی غیرہ اے الولی ممن لیس لہ حق التقدم علے الولی ولم یتابعہ الولی اعاد الولی ولو علے قبرہ ان شاء لاجل حقہ لا لاسقاط الفرض ولذا قلنا لیس لمن صلے علیہا ان یعید مع الولی لان تکرارھا غیر مشروع پس اگر ولی کے سوا کسی اور شخص نے نماز پڑھی جسکو ولی پر مقدم ہونے کا حق نہ تھا اور ولی نے اُسکی متابعت نہ کی۔

تو ولی اگر چاہے نماز دوبارہ پڑھے اگرچہ اسکی قبر پر ہو بسبب اپنے حق کے نہ واسطے ساقط ہونے فرض کے یعنے فرض تو غیر کی نماز سے بھی ساقط ہوگیا اگر بالفرض
ولی نماز نہ پڑھے تو کوئی گناہگار نہوگا مگر ولی کو اجازت نماز کی اُسکے حق کی جہت سے ہے کذا فی الطحطاوی اور اسی وجہ سے کہ یہ اعادہ حق ولی کی جہت
سے ہے نہ فرض ساقط ہونے کو ہم کہتے ہیں کہ جو شخص نماز جنازہ پڑھ چکا ہو اُسکو جائز نہیں کہ ولی کے ساتھ نماز کو پھر سے پڑھے اسلیے کہ تکرار پڑھنا اس نماز کا مشروع نہیں یا
طحطاوی نے کہا کہ بظاہر اس سے معلوم ہوتا ہے کہ نماز بیشتر پڑھی گئی ہو یا نہ پڑھی ہو تکرار پڑھنا جائز نہیں اور یہ جو مروی ہے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم نے آنحضرت
صلے اللہ علیہ وسلم پر تکرار پڑھی تو مفتی ابو السعود نے کہا ہے کہ یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیات سے ہے والا ای وان صلی من لہ حق التقدم کقاض
او نائبہ او امام حی او من لیس لہ حق التقدم وتابعہ الولی لا یعیدہ لانہم اولی بالصلوٰۃ منہ اور اگر صورت مذکورہ بالا نہو یعنے نماز ایسے شخص نے پڑھی
جسکو ولی سے مقدم ہونے کا حق ہے مثلاً قاضی یا اُسکے نائب یا مسجد محلہ کے امام نے پڑھی خواہ اُس شخص نے پڑھی جسکو حق تقدم ولی پر نہیں
مگر ولی نے اسکے پیچھے پڑھ لی تو ان صورتوں میں ولی نماز دوبارہ نہ پڑھے اسلیے کہ انکو حق تقدیم کا حاصل ہے وہ ولی کی نسبت نماز پڑھنے کے لیے
بہتر ہیں ہم یہ تعلیل صرف اول صورت کی ہوئی اور دوسری صورت میں عدم اعادہ کی وجہ یہ ہے کہ ولی کا پڑھنا پیچھے غیر شخص کے گویا اُسکا اجازت
دینا ہے نماز پڑھانے کی وان صلی ہو ای الولی بحق بان لم یحضر من یقدم علیہ لا یصلی غیرہ بعدہ وان حضر من لہ التقدم لکونہا حقہ اور اگر ولی
نے نماز اپنے استحقاق سے پڑھی جب پڑھی اسطرح کہ جو شخص اُسپر مقدم تھا وہ نہ آیا تو اب دوسرا شخص بعد ولی کی نماز کے اُسپر نماز نہ پڑھے اگرچہ وہ ہی
آجاوے جسکو ولی پر تقدیم ہے کیونکہ ولی کی نماز بموجب استحقاق کے ہوگئی الا ان یصلی الولی بحضرۃ السلطان فلا یعاد لسلطان کما فی المجتبی وغیرہ اور اگر نماز
پڑھی ولی نے سلطان کی موجودگی میں مثلاً تو اعادہ کرے سلطان چنانچہ مجتبی وغیرہ میں ہے وفیہ حکم صلوٰۃ من لا ولایۃ لہ کعدم الصلوٰۃ
اصلا فیصلی علی قبرہ ان شاء مالم یتفسخ اور مجتبی میں ہے کہ حکم نماز اُس شخص کا جسکو ولایت نہیں مانند نماز نہ پڑھنے کے ہے سرے سے تو ولی
اُسکی قبر پر نماز پڑھے اگر چاہے جب تک مردہ پھٹا نہو حلبی نے کہا کہ اسکے یہ معنی ہیں کہ جب ایسے شخص نے نماز پڑھی جسکو ولایت نہیں تو ایسا ہوا
ولایت والے کے گویا نماز مردے سے نہیں ہوئی اس سے اُسکو اختیار ہے کہ مردہ اگر دفن ہوگیا ہو تو قبر پر نماز پڑھ لے شامی نے کہا کہ
میں نے مجتبی میں یہ مسئلہ نہیں پایا وان دفن واھیل علیہ التراب بغیر صلوٰۃ او بہا بلا غسل او ممن لا ولایۃ لہ صلی علی قبرہ استحسانا مالم یغلب
علی الظن تفسخہ من غیر تقدیر ہو الاصح وظاہرہ انہ لو شک فی تفسخہ صلی علیہ لکن فی النہر عن محمد لا کانہ تقدیما للمانع اور اگر مردہ بدون نماز کے دفن کیا گیا
اور اُسپر مٹی دیدی گئی یا نماز پڑھی گئی مگر بدون غسل کے یا ایسے شخص نے پڑھی جسکو ولایت نہ تھی تو نماز پڑھی جاوے اُسکی قبر پر بدلیل استحسان جب تک
کہ گمان غالب اُسکے پھٹنے کا نہو بدون مقرر کرنے کسی مدت کے یہی صحیح تر قول ہے اور بظاہر گمان غالب کی قید سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر مردے کے
پھٹنے میں شک ہو تو اُسپر نماز پڑھی جاوے لیکن نہر الفائق میں امام محمد رحمہ اللہ سے نقل کیا ہے کہ شک کی صورت میں نماز نہ پڑھی جاوے تو غالباً
یہ اسلیے کہا کہ مانع کو ترجیح دی ہم شامی نے کہا کہ ممن لا ولایۃ لہ متعلق ہے محذوف کے جو حال واقع ہے ضمیر بہا سے اور یہ مسئلہ مجتبی کے مسئلہ کے ساتھ
دوبارہ ہوگیا اور قبر پر نماز پڑھنا پہلی دو ان صورتوں میں یعنے جب بے نماز دفن کیا ہو یا نماز بدون غسل کے پڑھی ہو واجب ہے اور تیسری صورت
میں صرف ولی کو جائز ہے بسبب حق کے اور قول اصح کا مقابل مدت تین روز کی ہے بعض کے نزدیک اور بعض نے دس دن اور بعض نے ایک مہینا
کہا ہے اور وجہ اصح کی یہ ہے کہ پھٹنا متفاوت مدت میں ہوتا ہے بلحاظ موسم اور جگہ کے اسلیے مدت مقرر کرنی مناسب نہیں اور کانہ کی خبر محذوف ہے
یعنے قال ذلک اور ترجیح مانع کا یہ مطلب ہے کہ شک کے باعث دو صورتیں مساوی پیدا ہوئیں ایک پھٹنا مردہ کا جو مقتضی ہے نماز کے منع کا دوسرا نہ پھٹنا
جو موجب ہے نماز پڑھنے کا تو پھٹنا جو مانع تھا اسی کو ترجیح دیگئی ولم تجز الصلوٰۃ علیہا راکباً ولا قاعداً بغیر عذر استحساناً اور نہیں جائز ہے نماز

[illegible] باب استسقاء کا ہے [illegible] بعض [illegible]

[illegible] کی طاقت نہو تو نماز [illegible] ہوگی [illegible]

اختلاف فی الخارج عن المسجد وحدہ او مع بعض القوم والمختار الکراہۃ مطلقا [illegible] فیہ [illegible]

عالم [illegible] الموافق لاطلاق حدیث ابی داؤد من صلی علی میت فی المسجد فلا صلوٰۃ لہ [illegible] نماز جنازہ کی مسجد جامع [illegible]

[illegible] مسجد [illegible] میں مکروہ [illegible] اور اختلاف [illegible] مسجد [illegible]

[illegible] اور قول مختار [illegible] مکروہ ہونا [illegible]

[illegible] کراہت کا موافق [illegible] اطلاق حدیث [illegible] میں [illegible]

[illegible] نماز [illegible] روایت میں [illegible] فلا صلوٰۃ لہ [illegible]

[illegible] کراہت [illegible] مسجد [illegible] نماز جنازہ [illegible]

[illegible] اور دعا [illegible] اور [illegible]

صورت میں [illegible] مکروہ [illegible] نماز [illegible]

[illegible] نماز [illegible] مسجد [illegible] کراہت [illegible]

[illegible] نمازی اندر ہوں [illegible] کراہت [illegible] مکروہ [illegible]

[illegible] صورت میں کراہت [illegible] معلوم ہوتی [illegible]

[illegible] مسجد [illegible]

[illegible] مسجد [illegible] نماز [illegible]

[illegible] نماز جنازہ [illegible]

[illegible] مسجد [illegible] نماز [illegible]

جنازہ تو مسجد کے اندر [illegible] مکروہ [illegible] نمازی [illegible] کراہت [illegible] نماز جنازہ [illegible]

[illegible] نماز مسجد میں مکروہ [illegible] مسجد کی [illegible]

[illegible] نماز [illegible] کراہت [illegible] صورت میں [illegible] مسجد میں نماز پڑھی جاوے

اگر کسی عذر سے ہو تو مکروہ نہیں [illegible] نماز جنازہ [illegible] قول شامی کا مختصراً [illegible]

(ایضاً) [illegible] استھل بالبناء للفاعل [illegible]

خروج [illegible] اور جو بچہ پیدا ہوکر مر جاوے اگر وہ آواز کرے تو نہلایا جاوے اور نماز پڑھی جاوے اور وہ وارث ہوگا دوسروں کا اور اسکی میراث

اوروں کو ملیگی اور نام رکھا جائیگا شارح نے کہا کہ استھل بصیغہ معروف ہے اور اس سے مراد یہ ہے کہ بچہ سے وہ بات پائی جاوے جس سے اسکا زندہ ہونا

معلوم ہو بعد اکثر بچہ کے نکلنے کے یہاں تک کہ اگر بچہ کا سر نکلا اور وہ چیختا ہے اور اسی وقت اسکو کسی نے ذبح کر دیا تو اسپر غرہ لازم ہوگا اور اگر

سر نکلنے کے بعد اسکا کان کاٹ لیا پھر وہ زندہ نکلا اور مر گیا تو اسپر خونبہا لازم ہوگا ہم نے نماز و غسل کا ذکر متن سے کیا اور کفن کو باعتبار ظاہر ہونے کے چھوڑ دیا
یعنی کفن بھی دیا جاتا ہے اور نام بھی رکھا جاتا ہے کہا جاتا ہے کہ آدم زاد کا نام رکھنے میں اسکی تعظیم ہے اور استہلال لغت میں آواز کرنے کو چاند دیکھنے کے وقت کہتے ہیں
پھر پیدائش کے وقت بچہ کے رونے کو بھی کہنے لگے لیکن شارح نے کہا کہ رونا شرط نہیں بلکہ زندگی کی علامت مثلاً حرکت کرنا اعضا کا بھی کافی ہوگا
چونکہ شریعت میں ایسے بچے کا حکم زندہ کا ہوا اسلیے وہ وارث اور مورث ہوگا [illegible] خونبہا مرد کے [illegible] حصہ کو کہتے ہیں
اور مرد کا خونبہا دس ہزار درم یا ہزار دینار ہوتے ہیں [illegible] پانسو درم یا پچاس دینار کا ہوا اور وہ جو عورت کی ہے [illegible] اکثر نہیں نکلا اسکو حکم پیٹ کے
بچے کا ہوا [illegible] کان کاٹنے میں خونبہا [illegible] لازم ہوا [illegible] کا ہی ہوا اور [illegible] کی وجہ سے
لازم ہوا کذا فی الشامی [illegible] بخلاف ظاہر الروایة [illegible] اور اگر کوئی علامت
زندگی کی بعد اکثر پیدائش کے نہ پائی جاوے تو نہلایا جاوے اور نام رکھا جاوے امام ابو یوسف کے نزدیک اور یہی قول صحیح ہے [illegible]
دیا جاوے برخلاف ظاہر الروایة [illegible] اور [illegible] بچے کا حکم [illegible]
پیدائش پوری ہوا [illegible] شارح بیان کرتا ہے [illegible] الظہیریة [illegible] غسل [illegible]
ہو المختار [illegible] قول مختار ہوا [illegible] حشر ہوگا امام شامی
کہا کہ ہو المختار [illegible] فقہا نے کہا کہ اگر روح پڑ گئی ہوگی تو حشر ہوگا [illegible]
کہا کہ اگر بعض خلقت ظاہر ہو [illegible] علیہ [illegible]
لا یصلی علیہ [illegible] اور جسمیں علامت زندگی کی بعد نکلنے کے ظاہر نہ ہو غسل و نام رکھنے کے بعد لپیٹا جاوے
ایک کپڑے میں اور دفن کر دیا جاوے اور اسپر نماز نہ پڑھی جاوے اور اسی طرح وہ بچہ وارث نہ ہوگا اگر علیحدہ ہوا ہو [illegible] کیا جاوے [illegible]
ماں باپ میں سے کہ اگر مر جاوے تو اسپر نماز پڑھی جاوے [illegible] احکام آخرت [illegible]
[illegible] مشرکین کے بچے اہل جنت کے خادم ہونگے [illegible]
اور مورث ہوگا کیونکہ شارح نے [illegible] زندگی کا حکم کیا گیا کذا فی الشامی ولو سبی [illegible]
اور یہ فاسلم [illegible] علیہ [illegible] اور اگر بچہ بدون ماں یا باپ کے گرفتار آیا تو وہ مسلمان
بتبعیت دار الاسلام [illegible] گرفتار کرنے والے [illegible] مسلمان [illegible] یا باپ مسلمان ہوا یا
خود وہ لڑکا مسلمان ہوگیا حالانکہ وہ عاقل [illegible] تو اسپر نماز پڑھی جاوے [illegible] بچے کے مسلمان [illegible] ماں یا باپ کے
خواہ اپنے مسلمان ہو جانے سے [illegible]
نقصان کو سمجھے اور یہ کہ اسلام [illegible] ایمان اللہ تعالی اور اسکے فرشتوں اور
کتابوں اور رسولوں اور قیامت [illegible]
سوال ہو تو کہدے کہ میں ایمان لایا [illegible] الاسلام [illegible]
بہذا فاذا قال [illegible] اسلام کا حال [illegible] چاہیے [illegible]
اسلام کی حقیقت اور جس چیز پر ایمان واجب ہے اسکو ذکر کرنا چاہیے پھر اس سے کہا جاوے کہ کیا تو اسکی تصدیق کرتا ہے اگر وہ ہاں کہدے تو [illegible]

مسلمان ہونے کے لیے اسی پر اکتفا کیا ہے اور اُنکو صرف نہین سکو شکر کرنا چاہیے بین الی سوال است کے کہ ایمان کیا چیز ہے اسلام کیا ہے کذا فی الفتح کیونکہ عوام
اکثر ان تفصیلوں سے ناواقف ہوتے ہیں حالانکہ اقرار توحید و رسالت کا کرتے ہیں ویغسل المسلم ویکفن ویدفن قریبہ کخالہ الکافر الاصلی اما المرتد فیلقی
فی حفرۃ کالکلب عند الاحتیاج فلو لہ قریب فالاولی ترکہ لہم من غیر مراعاۃ السنۃ فیغسلہ غسل الثوب النجس ویلفہ فی خرقۃ ویلقیہ فی حفرۃ ولیس
للکافر غسل قریبہ المسلم اور مثلاً وے مسلمان اور کفن دیوے اور دفن کرے اپنے رشتہ دار کافر اصلی کو مثلاً اپنے ماموں کو حاجت کے وقت تو اگر اُس کا کوئی
اور رشتہ دار ہوں تو بہتر ہے کہ مسلمان اُس کافر مردے کو اُن رشتہ داروں کے حوالہ کرے اپنے آپ تکفین غسل وغیرہ کا نہو حاجت کے وقت مثلاً دے بدون رعایت
طریق سنت کے یعنی وضو نکراوے اور داہنی طرف سے شروع نکرے بلکہ ایسے غسل دے جیسے نجس کپڑا دھوتے ہیں اور اُسکو ایک کپڑے میں لپیٹ اور ایک گڑھے
مین ڈالدے یعنی رعایت کفن مسنون اور لحد کی نکرے شارح نے کہا کہ کافر اصلی کی قید اسلیے لگائی کہ مرتد کو کتے کی طرح گڑھے میں ڈالدے غسل و کفن کچھ نکرے اور
نہین جائز ہے کافر کو مثلاً اپنے رشتہ دار مسلمان کا ہم شامی نے کہا کہ مکروہ ہے کافر کا مسلمان کی قبر میں اُترنا اسکے دفن کیلئے کو واذا حمل الجنازۃ وضع ندبا مقدمہا یکسر
الدال وتفتح وکذا المؤخر علی یمینہ عشر خطوات لحدیث من حمل جنازۃ اربعین خطوۃ کفرت عنہ اربعین کبیرۃ ثم وضع موخرہا علیہ یمینہ کذلک ثم مقدمہا علی یسارہ
ثم مؤخرہا کذلک فیقع الفرغ خلف جنازۃ فیمشی خلفہا اور جب کوئی شخص جنازہ اُٹھاوے تو مستحب یہ ہے کہ جنازے کے اگلی جانب یعنی سرہانا اول اپنے داہنے
مونڈھے پر دس قدم رکھے پھر پچھلی جانب یعنی پائتانا دس قدم داہنے مونڈھے پر رکھے پھر اگلی جانب بائین مونڈھے پر دس قدم رکھے پھر پچھلی جانب بائین مونڈھے
پر رکھے تو پچھلی جانب پر ۴۰ قدم سے فراغت ہو جائیگی اُسوقت جنازے کے پیچھے چلے اور اسطرح اُٹھانا اسلیے مستحب ہوا کہ حدیث شریف مین ہے کہ جو کوئی جنازہ
کو ۴۰ قدم اُٹھاوے تو اُسکا اُٹھانا ۴۰ گناہ کبیرہ کو دور کرتا ہے شارح نے کہا کہ لفظ مقدم بکسر دال ہے اور کبھی بالفتح بھی کہتے ہیں اور یہی حال موخر کا ہے کہ بکسر خا صحیح ہے
اور بفتح بھی پڑھتے ہیں ہم گناہ کبیرہ سے مراد یا وہ صغیرہ ہیں جو دوسروں کی نسبت سے بڑے ہوں یا خود کبیرہ مراد ہو سکتے ہیں اور کفرت بصیغہ معروف ہے فاعل اُسکا
جنازہ ہی بتقدیر مضاف حملہا وی سے کہا کہ شارح کو نا سبب تھا کہ حدیث کو بعد تمام کرنے کیفیت حمل جنازہ کے بیان کرتا اسلیے مترجم نے موقع پر اُسکا ترجمہ کیا وصح انہ
علیہ السلام حمل جنازۃ سعد بن معاذ اور ثابت ہوا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جنازہ سعد بن معاذ کا اُٹھایا ہے یہ صحابی بڑے جلیل القدر ہیں آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم نے انہین کی شان مین فرمایا کہ انکی موت سے عرش خداوندی ہل گیا وکرہ عندنا حملہ بین عمودی السریر بل یرفع کل رجل قائمۃ بالید لاعلی
العنق کالامتعۃ ولذا کرہ حملہ علی ظہر ودابۃ اور مکروہ ہے ہمارے نزدیک اُٹھانا مردے کا چارپائی کی دو پٹی یا سر دونوں کے بیچ میں سے یا کر خواہ دو شخص اُٹھاوین
یا چار بلکہ ہر شخص ایک ایک پایہ چارپائی کا ہاتھ سے پکڑ کر اُٹھاوے شروع سے گردن پر نہ رکھے جیسے اسباب اُٹھایا کرتے ہیں اور اسوجہ سے مکروہ ہے لادنا مردے کا
پشت پر اور سواری کے جانور پر کیونکہ یہ طریق اسباب کے اُٹھانے کا ہے جنازے میں مسنون یہ ہے کہ چار شخص ایک ایک پایہ اُٹھاکر پٹی کو مونڈھے پر رکھین واما الصبی
الرضیع او الفطیم او فوق ذلک قلیلا فیحملہ واحد علی یدیہ ولو راکبا وان کان کبیرا حمل علی جنازۃ بچہ شیرخوار یا دودھ چھوٹا ہوا یا اس سے کچھ زیادہ عمر کا
اسکو ایک شخص اپنے دونوں ہاتھوں پر اُٹھاوے اگرچہ اُٹھانیوالا سوار ہو اور اگر لڑکا بڑا ہو تو کھٹولے یا چارپائی پر اُٹھایا جاوے ویسرع بہا بلا خبب
اسے حد وسریع دلو یہ کرہ اور جلد چلین جنازے کو بدون تیز جھپٹنے کے اور تیز جھپٹنے کے ساتھ چلنا مکروہ ہے یہ مکروہ اور ساتھ والوں کے ہم جنازے میں اسقدر جھپٹنا
مسنون ہے کہ میت چارپائی پر ادھر اُدھر حرکت نکرے کیونکہ حدیث میں وارد ہے کہ جنازہ کو جلد لیجاؤ کہ اگر صالح ہے تو جلد اُسکو اچھی جگہ پہونچاؤ گے اور اگر بُرا ہے
تو جلد اپنی گردنوں سے بُرائی کو دور کروگے کذا فی الشامی وکرہ تاخیر صلوتہ ودفنہ لیصلی علیہ جمع عظیم بعد صلوۃ الجمعۃ الا اذا خیف فوتہا بسبب دفنہ فلیہ
اور مکروہ ہے مردے کی نماز اور دفن میں اسلیے دیر کرنا کہ جمعہ کے بعد بہت سے آدمی اُسپر نماز پڑھین ہان جب یہ خوف ہو کہ اسکے دفن کی جہت سے جمعہ فوت
ہو جائیگا تو اُس صورت مین دفن میں تاخیر مکروہ نہو گی کذا فی القنیۃ کما کرہ لمتبعہا جلوس قبل وضعہا وقیام بعدہ جیسے مکروہ ہے پیچھے چلنے والے کو بیٹھنا

جنازہ کے رکھنے کے اور کھڑا رہنا جب جنازہ کے گذرے کیونکہ ہم عبادہ بن صامت سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جبتک نہ بیٹھتے کہ جنازہ لحد مین
نہ اتارا جاتا ایک قبر پر آپ کھڑے تھے کہ ایک یہودی نے عرض کیا کہ ہم اپنے مردون کے ساتھ ایسا ہی کرتے ہین آپ بیٹھ گئے اور صحابہ سے فرمایا کہ انکی خلاف
کرو کذا فی الطحطاوی تو اس سے معلوم ہوا کہ کھڑا رہنا مکروہ تحریمی ہے والقوم مرن فی المصلے لما اذا رأوہا قبل وضعہا ولا من مرت علیہ ہو المختار و ماورد
فیہ منسوخ زیلعی اور نہ کھڑا ہو وہ شخص نماز پڑھنے کی جگہ مین ہو جبکہ جنازہ کو دیکھے پیشتر اسکے رکھنے کے اور وہ شخص کھڑا ہو جبکے پاس جنازہ ہو کر گذرے
یہی قول مختار ہے اور جو کچھ کھڑا رہنے کے باب مین وارد ہے وہ منسوخ ہے کذا فی الزیلعی تم لیئے یہ جو حدیث مین آیا ہے کہ جب تم جنازہ کو دیکھو تو اسکے لیئے
کھڑے ہو جاؤ یہانتک کہ تمہاری نظر سے غائب ہو یا زمین پر رکھا جاوے یہ حدیث منسوخ ہے اس حدیث سے کہ احمد نے حضرت علی سے روایت کی کہ
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمکو جنازے کے لیئے کھڑا ہونے کا حکم کیا تھا پھر آپ اسکے بعد بیٹھے رہے اور ہمکو حکم بیٹھے رہنے کا کیا اور مسلم نے بھی اس مضمون کو
روایت کیا اور کہا کہ کھڑا ہونے کا حکم پہلے تھا پھر منسوخ ہوگیا کذا فی الشامی وندب المشی خلفہا الا ان یکون خلفہا نساء فالمشے امامہا احسن اختیار
اور مستحب ہے پیچھے چلنا جنازے کے اسلیئے کہ جنازہ متبوع ہے اور متبوع تابع کے آگے ہوا کرتا ہے مگر یہ کہ ہو وین جنازے کے پیچھے عورتین تو اس صورت مین جنازے
کے آگے چلنا بہتر ہے کذا فی الاختیار ہم جنازے کو متبوع اسلیئے کہا کہ حدیث مین حکم ہوا اتباع جنازہ کا اور لفظ اتباع پیچھے چلنے والے پر بولا جاتا ہے نہ آگے چلنے والے
پر کذا فی الشامی ویکرہ خروجہن تحریما وتزجر النائحۃ ولا یترک اتباعہا لاجلہا مکروہ تحریمی ہے نکلنا عورتون کا جنازے کے ساتھ اور زجر کیا جاوے نوحہ کرنیوالی
اور اسی طرح چیخنے والی اور جنازہ کے ساتھ چلنا نہ چھوڑا جاوے بسبب نوحہ کرنیوالی کے ہم حدیث مین ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتون کو جنازہ کے ساتھ
دیکھکر پوچھا کہ تم اٹھانے والون کے ساتھ جنازے کو اٹھاؤگی یا قبر مین اتارنے والون کے ساتھ مردے کو اتاروگی یا نماز پڑھنے والون کے ساتھ نماز پڑھوگی
انھون نے عرض کیا کہ ان باتون مین سے کوئی نکرینگی آپ نے فرمایا کہ پھر جاؤ گناہ کے ساتھ نہ ثواب کے ساتھ اسلیئے اور نوحہ والے کے سبب سے جنازے کا
ساتھ اسلیئے نہ چھوڑا جاوے کہ نوحہ بدعت ہے اور اتباع جنازہ سنت تو اگر بدعت کی جہت سے اس سنت کو چھوڑ دیا جاوے تو جنازہ کے امور کا تکفل ہو تو نہ
ہو جاوے کذا فی الطحطاوی والمشے عن یمینہا ویسارہا ولو مشی امامہا جاز وفیہ فضیلۃ ایضا ولکن ان تباعد عنہا او تقدم الکل او رکب امامہا کرہ کما
کرہ فیہا رفع صوت بذکر او قراءۃ فتح اور نہ چلے جنازے سے داہنے اور بائین یعنی داہنے بائین چلنا اولے نہین اور اگر جنازہ کے آگے چلے تب بھی
درست ہے اور اسمین بھی فضیلت ہے لیکن اگر جنازہ سے دور ہو گیا یا سب لوگ آگے بڑھ گئے یا جنازے کے آگے سوار ہو لیا تو مکروہ ہے جیسے مکروہ ہے جنازہ
کے ساتھ بلند کرنا آواز کا ذکر یا قرأت قرآن مین کذا فی الفتح ہم آگے چلنے مین فضیلت اس قول سے نکالی کہ پیچھے چلنا افضل ہے یعنی افضل صیغہ افعل
التفضیل ہے تو مطلق فضیلت آگے چلنے مین بھی ہوئی اور اتنا دور ہونا مکروہ ہے کہ لوگ یہ سمجھین کہ اکیلا جاتا ہے اور ذکر اور قرأت پکار کر نہ پڑھے اگر منظور ہو تو
اپنے دل مین پڑھے کذا فی الشامی ویحفر قبرہ فی غیر دارہ مقدار نصف قامۃ فان زاد فحسن ویلحد ولا یشق الا فی ارض رخوۃ اور کھودی جاوے قبر
مردے کی اسکے مکان کے سوا دوسری جگہ مین بقدر نصف قد آدم عمق کے اور اگر زیادہ ہو تو بہتر ہے یعنی اسقدر گہرائی ادنی مرتبہ اور چھاتی تک اوسط درجہ
اور قد آدم سب مین افضل ہے اور لحد بنائی جاوے یعنی جانب قبلہ قبر کے گڑھا کھودا جاوے جیسے ہوسے مکان کی صورت اور شق نہ کیا جاوے یعنی قبر کے بیچ
مین گڑھا نکیا جاوے مگر زمین نرم مین اگر لحد نہ ٹھہرے تو شق بنائی جاوے ہم غیر دارہ کی قید کی ضرورت نہ تھی کہ خود ماتن آگے بیان کرتا ہے اور طول قبر برابر قد
مردہ کے ہونا چاہیئے اور عرض آدھا طول سے لحد بفتح وضم لام ہے اور شق اسلیئے منع کیا کہ حدیث مین آیا ہے کہ لحد ہمارے لیئے ہے اور شق غیر دین کے لیئے پس بدون ضرورت
شق بنانا نچاہیئے ولا یجوز ان یوضع فیہ مضربۃ وما روی عن علی فغیر مشہور ولا یوخذ بہ ظہیریہ اور نہین جائز ہے کہ قبر کے اندر گدا رکھا جاوے اور جو کچھ حضرت علی سے مروی ہے وہ
مشہور نہین اور اسپر عمل نہین کذا فی الظہیریہ ہم ظہیریہ مین بجائے علی کے ذکر حضرت عائشہ کا ہے کہ انھون نے گدا رکھوایا اور یہ مشہور نہین یعنی ثابت نہین ہوا

سلہ ایک نسخے مین مضربتہ کے بعد وحدہ قیمی ہے یعنی تکیہ بھی نہ رکھا جاوے ۱۲

پائی اور بعض فقہاء نے کہا ہے اسکا خلاف ثابت ہے کہ حضرت ابن عباس نے مکروہ جانا تھا کہ مردہ کے نیچے کوئی چیز ڈالی جاوے اور حضرت ابو موسیٰ نے فرمایا کہ میرے
اور زمین کے درمیان کوئی چیز مت کرنا خواہ کپڑا ہو اور زیلعی اور جلابی نے سب کا حکم ایک ہی کیا ہے کہ امام شافعی والا باس باتخاذ التابوت ولو من حجر او حدید
له عند الحاجة کرخاوۃ الارض ولیس ان یفرش فیہ التراب اور کچھ مضائقہ نہیں ہے حاجت کے وقت مردہ کے لیے تابوت بنانے کا اگرچہ پتھر یا لوہے کا ہو مثلاً
زمین کی نرمی کی جہت سے اور صندوق میں مٹی بچھا دیجاوے۔ شامی نے کہا اگر حاجت کے سبب صندوق بنایا جاوے تو چاہیے کہ اسکے
نیچے مٹی بچھا دی جاوے اور [illegible] تاکہ [illegible] اور بدون حاجت صندوق
بنانا مکروہ ہے اور [illegible] فی سنتہ ولحن [illegible] صلی اللہ علیہ والقی ... [illegible] اگر [illegible] دیا جاوے اور کفنایا جاوے اور
نماز پڑھی جاوے [illegible] ولا یدفن المیت فی الدار ولو کان صغیرا لاختصاص ھذہ السنۃ بالانبیاء علیہم
السلام اور نہیں چاہیے کہ مردہ مکان میں دفن کیا جاوے اگرچہ چھوٹا ہو کیونکہ اس طریقہ سے انبیاء علیہم السلام کے ساتھ خاص
ہے یعنی جس مکان میں مرتے ہیں وہیں دفن ہوتے ہیں اور دفن کے [illegible] ویدخل من قبل
القبلۃ بان یوضع من جہتہا ثم یحمل فیلحد واضعہ یقول بسم اللہ وعلی ملۃ رسول اللہ ویوجہ الیہا وجوبا اور مستحب ہے کہ مردہ قبلہ کی طرف سے
قبر میں اتارا جاوے کہ وہ جنازہ اسی طرف رکھا جاوے پھر اٹھا کر لحد میں اتارا جاوے اور مستحب ہے کہ قبر میں اتارنے والا مردے کو
بسم اللہ وعلی ملۃ رسول اللہ اور قبلہ کی طرف اسکا منہ کر دیا جاوے لیکن وجوب شامی نے کہا کہ صحیح یہ ہے کہ قبلہ رخ کرنا مردہ کا سنت ہے وینبغی
کونہ علی شقہ الایمن ولا ینبش لیوجہ الیہا وتحل العقدۃ للاستغناء عنہا ویسوی اللبن علیہ والقصب لا الآجر المطبوخ والخشب لو حولہ اما فوقہ
فلا یکرہ ذکرہ ابن الملک اور چاہیے کہ مردہ کو داہنی کروٹ پر اور قبر نہ اکھیڑی جاوے [illegible] اگر کھولا
ہو کہ مردہ قبلہ رخ نہیں ہے تو قبر نہ اکھیڑی جاوے اور لحد میں مردہ کے کفن کی گرہ کھول دی جاوے [illegible] یعنی کفن کے کھلنے
کے خوف سے گرہ تھی وہ خوف جاتا رہا اور رکھی جاویں اسپر کچی اینٹیں اور نرکل کچی اینٹیں اور پختہ اگر گرد ہوں [illegible] رکھنا مکروہ نہیں ہے
کیا ہے اسکو ابن مالک نے [illegible] اول لحد کے منہ پر کھڑی کی جاویں اور انکی درزوں پر نرکل [illegible] اور اگر اسکے پختہ
رکھا جاوے تو مکروہ نہیں [illegible] ایک کام کی بات ہے [illegible] النبی صلی اللہ علیہ وسلم [illegible] کچی اینٹوں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
کی لحد شریف کا [illegible] کچی اینٹوں کے ساتھ نرکل کے [illegible] وجاز ذلک حول بارض رخوۃ کالتابوت اور جائز ہے
پکی اینٹ اور تختہ گرد میت کے نرم زمین میں [illegible] ویسجی ای یغطی قبرھا ولو خنثی لا قبرہ الا لعذر اور ڈھانپی جاوے قبر عورت کی
قبر میں اتارنے کے وقت یہاں تک کہ لحد کا منہ بند کیا جاوے اگرچہ مردہ خنثی ہو نہ ڈھانپی جاوے قبر مرد کی مگر کسی عذر سے مثلاً بارش کی جہت سے و
یہال التراب علیہ وتکرہ الزیادۃ علیہ من التراب لانہ بمنزلۃ البناء ویستحب حثیہ من قبل راسہ ثلاثا وجلوس ساعۃ بعد دفنہ
لدعاء وقراءۃ بقدر ما ینحر الجزور ویفرق لحمہ اور لحد بند کرنے کے اسپر مٹی ڈالی جاوے اور مکروہ ہے زیادہ کرنا مٹی کا اس مقدار سے جو قبر میں سے
نکلی ہو اسلیے کہ زیادہ مٹی بمنزلہ عمارت کے ہو [illegible] اسکے سر کی جانب سے دونوں ہاتھوں سے تین دفعہ مٹی دے اول دفعہ
منہا خلقناکم اور دوسرے میں وفیہا نعیدکم اور تیسرے میں ومنہا نخرجکم تارۃ اخری [illegible] آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا فعل
اسیطرح مروی ہے اور مستحب ہے بعد دفن مردہ کے ایک ساعت توقف کرنا دعا اور قرأت کے لیے اس قدر کہ قربانی اونٹ کی ہو کر اسکا گوشت بٹ جاوے
ہم قبر کی مٹی سے زیادہ مٹی ڈالنی اسلیے مکروہ ہوئی کہ ابوداؤد کی حدیث میں اس سے ممانعت وارد ہے اور دفن کے بعد توقف کرنا بھی ابوداؤد میں

مروی ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب مردہ دفن ہو چکتا تو اسکی قبر پر کھڑے ہوتے اور فرماتے کہ اپنے بھائی کے لیے مغفرت کی درخواست کرو اور ثابت
قدمی کی دعا مانگو کہ اب اس سے سوال ہوگا اور حضرت ابن عمر نے بعد دفن کے قبر پر شروع سورہ بقرہ اور اسکا خاتمہ کا پڑھنا مستحب جانتے تھے
کذا فی الشامی ولا باس برش الماء علیہ حفظا للتراب عن الاندراس اور کچھ مضائقہ نہیں پانی چھڑکنے کا قبر پر واسطے حفاظت مٹی کے اڑنے سے کہ اسی طرح بیان
کیا ہے شرح منیہ میں بلکہ سنت ہے کیونکہ منقول ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سعد اور اپنے فرزند ابراہیم کی قبر پر چھڑکا تھا چنانچہ ابو داؤد نے
مرسل بیان روایت کی ہے ولا یجصص للنهی عنه ویسنم ندبا وفی الظہیریۃ وجوبا قدر شبر ولا یجصص للنهی عنه اور قبر پر عمارت نہ بنائی جاوے سبب ممانعت کے پھر
کر کے اور اونچی کی جاوے مثل اونٹ کے کوہان کے یہ مستحب ہے اور ظہیریہ میں ہے کہ اونچا کرنا واجب ہے بقدر ایک بالشت کے اور گچ نہ کیا جاوے قبر
سبب نہی کے گچ کرنے سے مراد یہ ہے کہ اینٹ یا پتھر سے پختہ نہ کیا جاوے بلکہ فتح میں ہے کہ اینٹ لگانا مکروہ ہے کیا ہے امام محمد نے
کتاب الآثار میں روایت کیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قبر کے گچ کرنے سے منع فرمایا اور مسلم میں مروی ہے کہ آپ نے قبر پر گچ کرنے اور اسپر عمارت بنانے
سے منع فرمایا کذا فی الشامی ولا یطین ولا یرفع علیه بناء وقیل لا باس به وهو المختار اور نہ کہگل کیا جاوے قبر پر اور نہ اسپر کوئی عمارت
بنائی جاوے اور ایک قول یہ ہے کہ کہگل کا کچھ مضائقہ نہیں اور یہی قول مختار ہے جیسے کہ سراجیہ کے باب الآثار میں ہے شامی نے کہا کہ مصنف کو
قال وقیل لا باس به کے بعد المختار کہنا چاہیے تھا کیونکہ عبارت سراجیہ میں کہگل کرنے کو مختار کہا ہے چنانچہ اسکی عبارت یہ ہے کہ فی العفو ان
تطیین القبور مکروہ والمختار انه لا یکره یعنی کہگل کی تحریر میں مذکور ہے کہ قبروں کا کہگل کرنا مکروہ ہے اور مختار یہ ہے کہ مکروہ نہیں اور اسی عبارت مصنف کو
شرح المنیہ میں سراجیہ کی عبارت منسوب کیا ہے کہ قبر پر عمارت کا جواز نہیں ہے اور کہگل کو مختار کہا ہے جیسا کہ ماتن کی ظاہر عبارت سے مفہوم
ہوتا ہے اور طحطاوی نے کہا کہ شرح المنیہ میں بدائع سے منقول ہے کہ عمارت بنانا قبر پر زینت کے واسطے حرام ہے اور مضبوطی کے لیے بعد دفن کے مکروہ ہے اور
کسی ہوئی عمارت میں دفن کرنا مکروہ نہیں ولا باس بالکتابۃ ان احتیج الیها حتی لا یذهب الاثر ولا یمتهن اور سراجیہ کے باب الحظر میں ہے
کہ کچھ مضائقہ نہیں لکھنے کا قبر پر اگر اسکی ضرورت ہو اس غرض سے کہ اس قبر کا نشان مٹ نہ جاوے اور پامال نہ ہو اور حاکم نے روایت کیا کہ آنحضرت صلی
اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا قبروں کے گچ کرنے اور انپر لکھنے اور عمارت بنانے سے تو اس سے معلوم ہوا کہ یہ ممانعت اس وقت ہے کہ حاجت نہ ہو اور لا باس
کہنے سے اشارہ ہوتا ہے کہ اگر حاجت نہ ہو تو نہ لکھنا بہتر ہے اور ظاہر ہے کہ قرآن کا لکھنا قبروں پر مکروہ ہے اسواسطے کہ شاید پامال ہو کر کلمات
پامال نہ ہوں اور یہی حال ہو دوسرے کلمات واجب التعظیم کا ولا یخرج منه بعد اہالۃ التراب الا لحق آدمی کان تکون الارض مغصوبۃ او اخذت بشفعۃ
ویخیر المالک بین اخراجه ومساواته بالارض کما جاز زرعه والبناء علیه اذا بلی وصار ترابا زیلعی اور بعد مٹی دینے کے مردہ قبر سے باہر نہ نکالا جاوے مگر
کسی آدمی کے حق کے لیے مثلاً زمین غصب کی ہوئی ہو اور مالک مردے کا رہنا پسند نہ کرے یا جس زمین میں دفن کیا وہ شفعہ کے باعث دوسرے
نے لی اور وہ نہیں چاہتا کہ اس زمین میں مردہ رہے اور اختیار دیا جائیگا مالک کو مردے کے نکالنے اور قبر کو زمین سے برابر کرنے میں یعنی مالک
زمین کے ظاہر و باطن دونوں پر حق رکھتا ہے چاہے مردے کو اندر رہنے دے اور صرف اوپر سے ہموار کردے اور چاہے اندر بھی نہ رہنے دے جیسے
جائز ہوتا قبر کا اور اسپر عمارت بنانی جبکہ مردہ پرانا ہو کر مٹی ہو گیا ہو کذا فی الزیلعی حامل ماتت وولدها یضطرب شق بطنها من الایسر و
یخرج ولدها ولو بالعکس وخیف علی الام قطع واخرج لو میتا والا لا کما فی الکراہیۃ اختیار ایک عورت حاملہ مر گئی اور اسکا بچہ پیٹ میں زندہ حرکت کرتا ہو تو عورت
کا پیٹ بائیں طرف سے چیر کر اسکے بچہ کو نکال لیا جاوے اور اگر معاملہ برعکس ہو یعنی بچہ مر گیا اور عورت زندہ ہو اور خوف ہو ماں کے مر جانے کا تو اس بچہ کو کاٹ کر
نکالا جاوے اور اگر بچہ زندہ ہو تو کاٹ کر نہ نکالا جاوے کیونکہ ماں کا مر جانا وہمی بات ہے تو زندہ بچہ کو قتل کرنا وہمی امر کے لیے جائز نہیں کذا فی الشامی طحطاوی

کہا کہ شارح کا لو بیتا کہنا زائد ہے اسلیے کہ او بالعکس سے اسکا مردہ ہونا صاف ظاہر ہے ولو بلع مال غیرہ ومات ہل یشق قولان والاول اظہر فتح اور اگر کوئی شخص پرایا
مال نگلکر مرگیا تو اسکا پیٹ چیرا جاے یا نہین اس باب مین دو قول ہین اور بہتر یہ ہے کہ ہان چیرا جاے کیونکہ اسکی حرمت اسکی تعدی کے سبب سے جاتی رہی اسی سے
معلوم ہوا کہ اگر بلا تعدی اسکے پیٹ مین مال چلا گیا ہوگا تو پیٹ نہ چیرا جائیگا کذا فی الشامی فروع مسائل ملحقہ شارح کے الاتباع افضل من النوافل لو لقرابۃ او جوار
او فیہ صلاح مشہور جنازہ کے ساتھ جانا افضل ہے بہ نسبت نفلون کے اگر میت کے ساتھ قرابت یا ہمسایگی ہو یا مردہ نیکبخت مشہور ہو اور وجہ افضل ہونے کی
یہ ہے کہ جنازہ کے ساتھ جانے مین سلوک زندہ اور مردہ دونون کے ساتھ ہے اسلیے اسکا ثواب زیادہ ہے کذا فی الطحطاوی وینبغی دفنہ فی جہۃ موتہ
والتعجیل وستر موضع غسلہ فلا یراہ الا غاسلہ ومن یعینہ وان رای بہ ما یکرہ لم یجز ذکرہ لحدیث اذکروا محاسن موتاکم وکفوا عن مساویہم مستحب ہے دفن کرنا میت
کا اسکی موت کی جہت مین یعنی جس جگہ مرا ہو وہان کے قبرستان مین دفن کرنا مستحب ہے وہان سے دوسری جگہ نہ لیجانا چاہیے اور مستحب ہے جلدی کرنا دفن مین اور
مستحب ہے نہلانے کی جگہ چھپانا اسطرح کہ نہلانے والے یا اسکے مددگار کے سوا اور کوئی نہ دیکھے اور اگر مردے سے کوئی امر ایسا دیکھے جو برا معلوم ہو مثلاً صورت کا
برا ہونا یا رنگ سیاہ پڑنا تو اسکا بیان کرنا درست نہین بسبب اس حدیث کے کہ بیان کرو خوبیان اپنے مردون کی اور باز رہو انکی برائیون سے شامی نے
کہا کہ اگر میت بدعتی ہو تو اسکے حال کے کہدینے کا مضائقہ نہین تاکہ اور لوگ بدعت سے باز رہین ولا باس بنقلہ قبل دفنہ اور کچھ مضائقہ نہین مردہ کو دوسری جگہ
لیجانے کا پیشتر اسکے دفن ہونے کے یعنی دفن کرنے کے بعد بالاتفاق نقل درست نہین اور قبل دفن نقل کرنا بعض فقہا کے نزدیک تو درست ہے کتنا ہی
فاصلہ ہو اور بعض نے کہا کہ اگر مدت سفر دونون جگہ مین نہو تو نقل درست ہے اور امام محمد نے ایک یا دو میل کے فاصلے کی قید لگادی ہے کہ اسقدر دوری تک
نقل درست ہے اور اس سے زیادہ فاصلہ پر لیجانا مکروہ ہے کذا فی الشامی وبالاعلام بموتہ اور کچھ مضائقہ نہین میت کی مرنے کی خبر آپس مین ایک
دوسرے سے کہدینی تاکہ لوگ اسکا حق ادا کرین اور تجہیز وتکفین مین شریک ہون وبارثائہ بشعر او غیرہ لکن یکرہ الافراط فی مدحہ لا سیما عند جنازتہ لحدیث
من تعزی بعزاء الجاہلیۃ اور کچھ مضائقہ نہین مردے پر رونے کا شعر سے یا غیر شعر سے مگر مکروہ ہے زیادتی کرنی اسکی تعریف مین خصوص اسکے جنازہ
کے پاس بسبب اس حدیث کے کہ جو کوئی واویلا کرے ایام جاہلیت کے رونے سے یعنی وہ ہم سے نہین ہم جاہلیت کے رونے سے مراد چیخنا اور نوحہ کرنا اور
پیٹنا اور کپڑا پھاڑنا ہے کہ یہ سب امور ناجائز ہین اور شعر سے رونے سے یہ غرض کہ ایسا شعر پڑھکر رونا جس سے اپنے غم کا اظہار یا مردے کے محاسن کا
شمار بدون مبالغہ ہو شامی نے کہا کہ شارح نے ارثا باب افعال سے لکھا حالانکہ مزید مستعمل نہین رونے کے معنی مین مجرد ہی آتا ہے مصدر اسکا مرثیہ ہے
وبتعزیۃ اہلہ وترغیبہم فی الصبر اور کچھ مضائقہ نہین میت والونکی تسلی کرنے اور انکو صبر مین رغبت دلانے کی ہم شرح منیہ مین کہا کہ ماتم پرسی مستحب ہے
اسلیے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جسنے صبر دلایا اپنے بھائی کو کسی مصیبت مین اللہ تعالی اسکو قیامت کے دن کرامت کا لباس پہناوے گا
کذا فی الشامی وباتخاذ طعام لہم اور کچھ مضائقہ نہین میت کے گھر والونکے لیے کھانا پکوانے کا ہم فتح القدیر مین کہا کہ میت کے ہمسایون اور دور کے
رشتہ دارون کو مستحب ہے کہ میت کے گھر والون کے واسطے اتنا کھانا پکوائین جو انکو اس دن اور رات مین شکم سیر کردے اور اس باب مین اصل وہ حدیث
ہے کہ حضرت جعفر رض کی خبر مرگ جب آئی تھی تو آپ نے ارشاد فرمایا تھا کہ جعفر کے متعلقون کے لیے کھانا تیار کرو کہ وہ اپنے دھندے مین لگے ہین
وبالجلوس لہا فی غیر مسجد ثلثۃ ایام واولہا افضلہا وکرہ بعدہا الا لغائب اور کچھ مضائقہ نہین سوگ کے واسطے تین دن بیٹھنے کا مسجد کے سوا
دوسرے مکان مین اور اول روز یعنی جس روز مردہ دفن ہوا ماتم پرسی کے واسطے اور دنون سے بہتر ہے کیونکہ پہلے روز مین وحشت فراق
زیادہ ہوتی ہے تو تسلی ایسے ہی وقت مین مناسب ہے اور مکروہ ہے تعزیت بعد تین دن کے مگر غائب کے لیے مکروہ نہین یعنے اگر کسی شخص نے
تین دن کے بعد موت کی خبر سنی اور اسوقت واماندون کی تعزیت کو آیا تو مکروہ نہین اسی طرح اگر میت کا رشتہ دار موت کے وقت نہ ہو

اور بعد مدت کے آوے تب بھی اُسکے پاس تعزیت کو جانا مکروہ نہو گا کذا فی الشامی وتکرہ التعزیۃ ثانیا وعند القبر وعند باب الدار ویقول اعظم
اللہ اجرک واحسن عزاءک وغفر لمیتک اور مکروہ ہی تعزیت دوبارہ یعنے ایکبار اگر تعزیت کرلی ہو تو دوسری بار نچاہیے اور مکروہ ہی تعزیت قبر کے پاس یعنے قبر کے
پاس میت کے لیے دعا کا مقام ہی نہ تعزیت کا اور مکروہ ہی تعزیت گھر کے دروازے کے پاس اور تعزیت مین یون کہے کہ اللہ تعالیٰ تیرا ثواب
زیادہ کرے اور تیرا صبر اچھا کرے اور تیرے میت کو بخشے و بزیارۃ القبور ولو للنساء لحدیث کنت نھیتکم عن زیارۃ القبور الا فزوروھا اور کچھ مضائقہ
نہین قبرون کی زیارت کا اگرچہ عورتین زیارت کرین بسبب اس حدیث کے مین نے تمکو منع کیا تھا قبرون کی زیارت سے اب آگاہ ہو کہ انکی زیارت
کیا کرو ہم بعض فقہا نے کہا کہ عورتون کو قبرون کی زیارت کرنی حرام ہی اور شامی نے لاباس پر کہا خیر الدین رملی نے اسکی تفصیل خوب کی ہی یعنی اگر عورتین
اسوجہ سے جائین کہ غم تازہ ہوجاوے اور رونا پیٹنا اپنے معمول کے موافق قبرون پر کرین تو ہرگز جائز نہین اور یہ جو حدیث مین آیا ہی کہ اللہ تعالیٰ لعنت کرتا ہی
قبرون کی زیارت کرنیوالیونکو تو اسمین وہی عورتین مراد ہین جو قبرون پر اسی رونا شروع کرین اور اگر اسوجہ سے جائین کہ عبرت حاصل کرین یا تبرک جانکر صلحا کی
قبرون پر جائین تو اس صورت مین اگر عورتین بوڑھی ہون تو مضائقہ نہین اور اگر جوان ہون تو انکے حق مین زیارت مکروہ ہی اور مردون کے حق مین بحکم
حدیث بالا زیارت قبور مستحب ہی اور افضل یہ ہی کہ جمعہ کو زیارت کرے یا اس سے ایک روز پہلے یا ایک روز پیچھے کذا فی الشامی ویقول السلام علیکم دار قوم مؤمنین
وانا ان شاء اللہ بکم لاحقون ویقرء یس وفی الحدیث من قرء الاخلاص احد عشر مرۃ ثم وھب اجرھا للاموات اعطی من الاجر بعدد الاموات اور زیارت کرنیوالا قبرستان
مین یہ الفاظ کہے السلام علیکم سے لاحقون تک یعنی سلام ہو تیرا اے ایماندار قوم کے گھروالون بیشک ہم اگر خدا نے چاہا تم سے ملینگے اور سورہ یسین پڑھے اور حدیث
مین ہی کہ جو شخص سورہ اخلاص گیارہ بار پڑھکر اسکا ثواب مردون کو بخشدے تو مردون کے شمار کے موافق اسکو ثواب دیا جائیگا حلبی نے کہا کہ احد عشر کی جگہہ
احدی عشرۃ صواب ہی ویحفر قبرا لنفسہ وقیل یکرہ والذی ینبغی ان لایکرہ تھیئۃ نحو الکفن بخلاف القبر اور کچھ مضائقہ نہین اپنے لیے قبر کھود رکھنے کا اور بعض نے
کہا کہ مکروہ ہی اور مناسب بقواعد یہ ہی کہ کفن جیسے چیز کا تیار کر لینا مکروہ نہین بخلاف قبر کے ہم وجہ قبر کے کھود رکھنے کی یہ ہی کہ پہلے سے سفر آخرت کی تیاری ہو
اور حضرت عمر بن عبد العزیز اور ربیع بن خثیم وغیرہما نے ایسا کیا بھی ہی اور جن لوگون نے مکروہ کہا اسکی علت یہ بیان کی کہ آدمی کو یہ معلوم نہین کہ مین کہان مرونگا
چنانچہ قرآن مجید مین مصرح ہی پھر خاص جگہہ قبر بنوانا نص کے خلاف ٹھہرتا ہی طحطاوی نے کہا قبر کھدوانا قرآن کی نص کے مخالف نہین اسلیے کہ اس سے کچھ
نہ کچھ فائدہ ہوتا ہی یعنے اگر خود وہان نہ مریگا تو دوسرے کے کام آویگی یکرہ المشی فی طریق ظن انہ محدث حتی اذا لم یصل الی قبرہ الا بوطی قبر ترکہ
مکروہ ہی چلنا قبرستان کے اس راستے مین جسکو گمان کرے کہ یہ نیا راستہ ہی یہانتک کہ اگر میت کی قبر تک بدون کسی قبر کے روندنے کے نہ پہونچے تو
اُسکے پاس جانا ترک کرے ولا یکرہ الدفن لیلا اور مکروہ نہین دفن کرنا رات کو ہم شرح منیہ مین کہا کہ دنکو دفن کرنا مستحب ہی کذا فی الشامی ولا اجلاس
القاریین عند القبر وھو المختار اور نہین مکروہ ہی قرآن خوانون کو بٹھلانا قبر کے پاس اور یہی مختار ہی ہم نور الایضاح کی عبارت ہی کہ قراءت قرآن کیلیے
قبر کے پاس بیٹھنا اس غرض سے کہ تلاوت اچھی طرح ہو اور خوب سمجھ مین آوے اور باعث عبرت ہو قول مختار مین مکروہ نہین کذا فی الشامی اس
نقل سے شامی کی غرض شاید یہ ہی کہ قاریون کو بٹھلانا جو شارح نے مختار لکھا ہی کہین مصرح نہین عظم الذمی محترم ذمی کی ہڈی حرمت رکھتی ہی یعنے اگر قبر
مین کسی کافر ذمی کی ہڈی پائی جاوے تو اُسکو توڑا نہ جائیگا نہ اور کسی قسم کا ہتک کیا جائیگا انما یعذب المیت ببکاء اھلہ اذا اوصی بذلک میت پر عذاب
ہوتا ہی اُسکے گھروالون کے رونے سے بشرطیکہ میت نے رونے کی وصیت کی ہو ہم اس مسئلہ مین اختلاف ہی کچھ لوگون کا قول یہ ہی کہ گھروالون کے
رونے سے میت پر عذاب ہوتا ہی اسوجہ سے کہ حدیث شریف مین وارد ہی کہ میت کو گھروالون کے رونے سے عذاب ہوتا ہی اور اکثر علما کا قول یہ ہی
کہ عذاب نہین ہوتا کیونکہ خدا تعالیٰ نے فرمایا ہی ولا تزر وازرۃ وزر اخری اور حدیث کے معنی یہ ہین کہ اس زمانے کے لوگ نوحہ کرنے کی وصیت

لیا کرتے تھے اسلیے آپ نے ایسا فرمایا کذا فی البحر اور شامی نے کہا کہ حضرت عائشہ رض سے مروی ہے کہ آپ نے یہ ارشاد اس وقت فرمایا تھا کہ آپ ایک یہودیہ کی قبر پر گذرے جو اس یہودی کو رو رہے تھے آپ نے فرمایا کہ اسکو تو عذاب ہوتا ہے اور یہ لوگ اسپر روتے ہیں کتب علی جبہۃ المیت او عمامتہ او کفنہ عہد نامہ یرجیٰ ان یغفر اللہ للمیت مردہ کی پیشانی یا عمامہ یا کفن پر عہد نامہ لکھا گیا تو امید ہے کہ میت کو اللہ تعالیٰ بخشدے عہد نامہ کی دعا یہ ہے (اللھم فاطر السموات والارض عالم الغیب والشہادۃ الرحمن الرحیم انی اعہد الیک فی ھذہ الحیوۃ الدنیا انی اشہد انک انت اللہ لا الہ الا انت وحدک لا شریک لک وان محمدا عبدک ورسولک فلا تکلنی الی نفسی فانک ان تکلنی الی نفسی تقربنی من الشر وتباعدنی من الخیر وانی لا اثق الا برحمتک فاجعل لی عہدا عندک توفینیہ یوم القیامۃ انک لا تخلف المیعاد) اور اسکے الفاظ اور طرح بھی لوگوں نے لکھے ہیں باقی رہا اس دعا کا لکھنا مردہ کی پیشانی وغیرہ پر سو اسکو بعض فقہا نے بقصد تبرک جائز لکھا ہے مگر ابن صلاح نے فتوے دیا ہے کہ قرآن اور اسماء معظم میں سے کچھ نہ لکھا جاسکے کیونکہ کفن وغیرہ پر ان کلمات معظمہ کو لکھنا جان بوجھ کر مردہ کی نجاستوں میں انکو آلودہ کرنا ہے اور فتح القدیر میں ہے کہ قرآن اور اسماء الٰہی کا لکھنا درہموں اور محرابوں اور دیواروں پر مکروہ ہے اسلیے کہ خوف ہے انکے پاؤں تلے آنے اور اہانت کا پس اس سے معلوم ہوا کہ مردہ کے بدن یا کفن پر لکھنا بطریق اولے مکروہ ہوگا جبتک کہ مجتہد سے ثابت نہو یا کسی حدیث صحیح میں اسکی صراحت نہو کذا فی الشامی مختصرا اوصی بعضہم ان یکتب فی جبہتہ وصدرہ بسم اللہ الرحمن الرحیم ففعل ثم رئی فی المنام فسئل فقال لما وضعت فی القبر جاءتنی ملائکۃ العذاب فلما راوا مکتوبا علی جبہتی بسم اللہ الرحمن الرحیم قالوا امنت من عذاب اللہ بعض شخص نے وصیت کی کہ میری پیشانی اور سینہ پر بسم اللہ الرحمن الرحیم لکھدینا سو لکھدی گئی بعد اسکے کسی نے اسکو خواب میں دیکھا اسکا حال پوچھا اسنے کہا کہ جب میں قبر میں رکھا گیا تو میرے پاس عذاب کے فرشتے آئے سو جب انھوں نے میری پیشانی پر بسم اللہ لکھی دیکھی انھوں نے کہا کہ تو عذاب الٰہی سے بے خوف ہوا انتہی چونکہ اوپر کے بیان سے معلوم ہو چکا ہے کہ لکھنا کلمات متبرکہ کا بخوف نجاست اور پامالی کے مکروہ ہے تو یہ واقعہ شاید اسطرح ہوا ہوگا کہ صرف انگشت شہادت سے بدون کسی سیاہی وقلم کے پیشانی پر بسم اللہ لکھدی ہو چنانچہ بعض فقہا اسطرح لکھنا بسم اللہ کا پیشانی پر اور کلمہ طیبہ کا چھاتی پر بعد نہلانے کے کفن دینے سے پیشتر تجویز کرتے ہیں مگر بہرحال کسی طرح ہو احکام شرعی کا مدار خواب پر نہیں ہو سکتا واللہ اعلم

باب الشہید

یہ باب ہے شہید کے احکام میں ہم ہرچند شہید بھی مردہ ہے مگر اسکو نماز جنازہ سے جدا باب کر کے اسلیے بیان کیا کہ جو فضیلت شہید کو ہے وہ دوسرے مردوں کو نہیں کذا فی النہر فعیل بمعنی مفعول لانہ مشہود لہ بالجنۃ او فاعل لانہ حی عند ربہ فہو شاہد شہید وزن فعیل ہے بمعنی مفعول اسوجہ سے کہ اسکے لیے جنت سامنے کی گئی یا بمعنی فاعل ہے کیونکہ وہ زندہ ہے اپنے پروردگار کے پاس تو وہ حاضر ہونے والا ہے ہم شہید مشتق شہود سے ہے یا شہادت سے اور شہود بمعنی ہوسکتا ہے کہ فرشتے اسکی تعظیم کو آتے ہیں اور جنت اسکے سامنے پیش کیجاتی ہے اور شاہد بھی ہو سکتا ہے کہ خدا تعالی کے پاس حاضر ہوتا ہے یا یہ کہ اسکا خون اور زخم اسکے شاہد موجود ہیں ہو کل مکلف مسلم طاہر شہید جسکا حکم آگے مذکور ہے وہ ہر عاقل بالغ مسلمان پاک شخص ہے ہم یہ تعریف شہید کی باعتبار حکم آیندہ کے ہے مطلق شہید کی نہیں چنانچہ آگے بیان ہوگا کہ شہید اور بھی ہوتے ہیں عاقل بالغ کی قید سے معلوم ہوا کہ لڑکا اور دیوانہ نہلائے جاوینگے اور مسلم کی قید سے کافر نکلگیا کہ گو ظلما مارا گیا ہو مگر شہید نہوگا اور پاک کی قید سے جنب اور حائضہ اور نفسا نکلگئی کہ یہ اگر شہید ہونگے تو انکو غسل دیا جاویگا فالحائض اذا رات ثلثۃ ایام غسلت والا لا لعدم کونہا حائضا پس حیض والی عورت اگر تین روز خون دیکھے تو نہلائی جاوے ورنہ غسل نہ دیجاوے بسبب نہونے اس عورت کے حائضہ ہم یعنی ایک عورت نے مثلا تین دن خون دیکھا پھر وہ ظلم سے ماریگئی تو چونکہ اقل مدت حیض کی گذرچکی ہے وہ قطعا ناپاک ہوگئی تھی اسلیے اسکو غسل دینا چاہیے اور اگر خون دیکھنے کے دو روز کے بعد ماریگئی تو غسل نہ دیجائیگی کیونکہ سبب کم مدت ہونیکے وہ ابھی حائضہ نہیں ہو سکتی کہ شاید یہ خون استحاضہ کا ہو وعلم بعد علیہ السلام غسل قتل ظلما

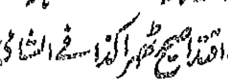
تحصیل الغسل بالملائکۃ بدلیل قصۃ آدم اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حنظلہ کو دوبارہ غسل نہ دیا یا اس سبب ہو جانے غسل کے فرشتوں کے فعل سے
حضرت آدم علیہ السلام کے قصہ کی دلیل سے حضرت حنظلہ جنبی تھے اور شہید ہوئے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تمہارے یار حنظلہ کو فرشتے
نہلاتے ہیں صحابہ نے انکی بی بی سے پوچھا تو انہوں نے کہا کہ وہ ناپاکی کی حالت میں نکلے تھے آپ نے فرمایا کہ یہی وجہ ہے کہ فرشتوں نے انکو نہلایا تو اصحاب ہمارے
یہ فرماتے ہیں کہ اگر ناپاک شہید کا نہلانا بنی آدم پر واجب ہوتا تو چاہیے تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حضرت حنظلہ کو دوسری بار نہلاتے شارح امام اعظم
کی طرف سے جواب دیتا ہے کہ غسل بلا شبہ واجب ہے مگر نہلانے والے کچھ ضرور نہیں کہ آدمی ہوں چنانچہ حضرت آدم کے نہلانے کا قصہ بیان ہو چکا ہے کہ انکو
فرشتوں نے نہلایا اتنا ہی بیان یہاں بھی ہے جب غرض غسل یعنی طہارت فرشتوں کے نہلانے سے حاصل ہو گئی تو پھر بنی آدم کے غسل دینے کی کیا حاجت رہی
کذا فی الشامی فقط او قتل الطفل اور جو ایسا ہو کہ اس کا قتل ایسا ہے کہ واجب القصاص نہ ہو بنفس القتل وہ قتل جس میں قصاص ہو وہ یہ ہے کہ مسلمان مکلف کو ظلم سے
قتل کیا جائے تو وہ شخص بلا غسل دفن کیا جائے مثلاً جو قتل ایسا ہو جس میں قصاص واجب نہ ہو مثلاً خطا سے یا لاٹھی وغیرہ سے مارا گیا اور قتل کے مانند
کہ ان دونوں قتلوں میں قصاص لازم نہیں آتا بلکہ دیت لازم آتی ہے تو اس مقتول کو غسل دیا جائیگا اور جو واجب ہوا ہے بنفس القتل کی قید سے یہ نکالا
کہ واجب ہو قصاص یعنی جس قتل سے مال واجب ہو کا الصلح او قتل الاب ابنہ فلا الشہادۃ یعنی اگر مال واجب ہوا کسی عارض کی وجہ سے
تو قتل کی وجہ سے نہیں تو صلح کر لینے کی وجہ سے قتل موجب قصاص ہو گر قصاص ساقط ہو گیا اور صلح سے مال واجب ہوا یا باپ نے بیٹے کو قتل کیا
پس اگرچہ یہاں بھی بنفس قتل سے قصاص ہی واجب ہو گا مگر باپ ہونے کی وجہ سے قصاص نہیں لیا جاتا تو ان دونوں صورتوں میں شہادت ساقط نہیں ہوتی
اسکو غسل نہ دیا جائیگا اور شرط شہادت کی یہ ہے کہ غسل نہ دیا جائے اور ایک شرط غسل نہ دینے کی یہ ہے کہ زخمی ہونے کے بعد زندہ نہ رہا ہو اگر زندہ رہا ہو گا تو غسل
دیا جائیگا چنانچہ آگے ذکر ہو گا اور ارتثاث یعنی میدان جنگ سے اٹھا لانے کے بعد زخمی میں جان باقی رہی اور غسل کے قابل ہو تو کیا کہا جائیگا
اور شرح میں کیفیت ارتثاث کی جو آگے ذکر ہو گی او کان قتیلا یکون شہید الو قتلہ باغ او حربی او قاطع طریق او لصا او بغیر آلۃ جارحۃ فان مقتولہم شہید
بای آلۃ قتلوہ لان الاصل فی الشہداء شہداء احد ولم یکن کلہم قتیل سلاح اور اسی طرح پیچھے شرط زندہ نہ رہنے کے شہید ہو گا اگر قتل کیا ہو اسکو باغی یا کافر حربی یا
راہزن نے اگرچہ قتل سبب سے ہو یا بدون آلہ زخم کرنے والے کے ہو تب بھی شہید ہو گا کیونکہ ان لوگوں کا مارا ہوا شخص شہید ہوتا ہے کسی آلہ سے
اسکو مارین اسلئے کہ اصل اس باب میں جنگ احد کے شہید ہیں اور وہ سب ہتھیار سے نہیں مقتول ہوئے تھے اور قتل بسبب کی مثال یہ ہے کہ مثلاً کسی کافر یا
راہزن یا باغی سوار کے پاؤں تلے دبکر مسلمان مر گیا یا انہوں نے کسی مسلمان سوار کے گھوڑے کو بھڑکا دیا یہاں تک کہ وہ گر کر مر گیا یا مسلمان کے مکان کو
میں آگ لگا دی اس سے مر گیا تو ان صورتوں میں شہید ہو گا کذا فی الشامی بتصرف اور وجد جریحا میتا فی معرکتہم والمراد بالجراحۃ علامۃ القتل کخروج الدم
من عینہ او اذنہ او حلقہ صافیا لا من انفہ او ذکرہ او دبرہ او حلقہ جامدا یا شہید ہو گا وہ شخص کہ پایا جائے زخمی مردہ ان لوگوں کے میدان جنگ میں
شارح نے کہا کہ مراد زخم سے قتل کا نشان ہے خواہ ظاہر میں زخم ہو یا نہ ہو مثلاً نکلنا خون کا اسکی آنکھ سے یا کان سے یا حلق سے خون صاف کا نکلنا نہ
خون کا اسکی ناک سے یا پیشاب کی جگہ یا مقام پاخانہ سے یا حلق سے خون بستہ کا نکلنا یعنی خون جس مقام سے نکلتا ہے دیکھا جائیگا کہ اس مقام سے
کسی مرض باطنی کے سبب نکلا کرتا ہے یا نہیں اگر نکلتا ہے جیسے ناک تو معلوم نہیں شہید نہ ہو گا اور اگر بدن کے باطن سے نہیں نکلتا جیسے آنکھ یا کان سے اوپر
علامت قتل ہے اس سے شہید ہو گا اور اگر خون منہ سے نکلتا ہو تو اگر سر سے اترتا ہے تب تو شہید نہ ہو گا اور اگر پیٹ سے چڑھتا ہو تو شہید ہو گا کیونکہ یہ خون
باطن کے پیٹ کی طرف سے خون منہ کو نہیں آتا اور یہاں سر اور پیٹ کے خون کی پہچان یہ ہے کہ سر کا خون صاف ہوتا ہے اور پیٹ کا خون بستہ ہوتا ہے کذا فی البحر
والفتح شامی نے کہا کہ شارح کی عبارت میں قلب ہو گیا صواب یہ ہے کہ جامدا اول ذکر کرنا چاہیے اور صافیا آخر میں یعنی خروج الدم جامدا من العین والاذن

ویزاد ان نقص ما علیه عن کفن السنة وینقص ان زاد ولا یجعل ان یتمم کفنه المسنون لیکن اُتارا جائے شہید پر سے وہ چیز جو کفن کی لیاقت نہین رکھتی
اور زیادہ کیا جائے بشرطیکہ جو کپڑے اُسکے بدن پر ہون وہ کفن سنت سے کم ہون اور کم کیا جائے اگر اُسکا لباس زیادہ ہو تاکہ اُسکا کفن مسنون پورا ہو جائے
اور جو چیزین کفن کی لیاقت نہین رکھتین وہ پوستین اور ٹوپی اور موزہ اور زرہ اور ہتھیار اور روئی دار کپڑے ہین لیکن اگر سوا پوستین اور روئی دار کے اور کپڑا نہو
تو اُسکو نہ اُتارا جائے اور اُسکے سب کپڑے اُتار لینے اور نیا کفن دینا مکروہ ہے کذا فی الشامی ویصلی علیه بلا غسل ویدفن بدمه وثیابه لحدیث زملوهم
بکلومهم اور نماز پڑھی جائے شہید پر بدون غسل کے اور دفن کیا جائے مع اپنے خون اور کپڑون کے بسبب اس حدیث کے کہ انکو کپڑون مین لپیٹو
انکے زخمون کے ساتھ یہ ارشاد آپ نے شہدائے احد کے باب مین فرمایا تھا روایت کیا ہے اسکو احمد نے اور نیز اصحاب سنن نے روایت کیا ہے کہ شہدائے احد کے باب مین
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ انکے بدن سے لوہا اور پوستین اُتار لو اور انکو مع انکے خون اور کپڑون کے دفن کرو کذا فی الطحطاوی ویغسل من
وجد قتیلا فی مصر او قریة فیها ای فی موضع تجب فیه الدیة ولو فی بیت المال کالمقتول فی جامع وشارع ولم یعلم قاتله او علم ولم یجب القصاص
فان وجب کان شهیدا الا من قتله اللصوص لیلا فی المصر فانه لا قسامة ولا دیة فیه للعلم بان قاتله اللصوص غایة الامر انه لم یعلم فلیحفظ فان الناس عنه
غافلون اور غسل دیا جائے وہ شخص کہ پایا جائے مقتول شہر یا گانون مین اُس جگہ مین کہ خونبہا واجب ہو اگرچہ بیت المال مین واجب ہو جیسے وہ
شخص کہ مسجد جامع اور شارع عام مین مقتول ہو کہ اُسکی دیت بیت المال مین ہوتی ہے اور اُسکا قاتل معلوم نہو یا قاتل معلوم ہو مگر قصاص واجب نہو پس اگر
قصاص واجب ہوگا تو وہ مقتول شہید ہوگا مثلاً وہ شخص جسکو چورون نے رات کو شہر کے اندر مار ڈالا ہو کہ اُسمین نہ تو حلف والی قسم ہے نہ خونبہا بسبب معلوم
ہونے اس امر کے کہ اُسکے قاتل چور ہین غایت امر یہ کہ قاتل معین معلوم نہین تو اُسکو یاد رکھنا چاہیے کہ لوگ اس سے غافل ہین ہم لینی قسامت اور دیت
اُسی صورت مین واجب ہوتے ہین کہ قاتل معلوم نہو اور جب چورون نے مارا تو قاتل معلوم ہین مگر خون اُنپر ثابت نہین ہو سکتا بھاگ جانے کے باعث
اسلیے اُنکا مقتول شہید ہوگا او قتل بحد او قصاص ای لیقتل وکذا التعزیر او افترسه سبع او جرح وارتث وذلک بان اکل او شرب او نام او تداوی
ولو قلیلا او اوی خیمة او مضی علیه وقت صلوة وهو یعقل ویقدر علی ادائها او نقل من المعرکة وهو یعقل سواء وصل حیا او مات علی الایدی وکذا لو قام
من مکانه الی مکان اخر بدائع یا قتل کیا جائے حد مین یا قصاص مین یعنے وہ بھی غسل دیا جائے اور اسیطرح جو شخص تعزیر مین مقتول ہو کیونکہ انکا قتل ہونا ظلم
نہین یا درندہ کے پھاڑنے سے مرجائے یا زخمی ہوا اور زندہ رہے اور ارتثاث شرعی یہ ہے کہ کھاوے یا پیوے یا سووے یا دوا کرے اگرچہ یہ باتین تھوڑی ہی ہون یعنی
ذرا سا کھایا یا ذرا سا علاج کیا وغیرہ یا خیمہ مین جگہ لی یا گذرا اُسپر ایک نماز کا وقت اُس حال مین کہ وہ ہوش رکھتا تھا اور نماز کے ادا کرنے پر قادر تھا یا میدان
جنگ سے حالت ہوش مین اُٹھایا گیا خواہ زندہ پہونچا ہو یا ہاتھون پر مرگیا ہو اور اسیطرح اگر اپنی جگہ سے اُٹھکر دوسری جگہ چلا گیا کذا فی البدائع خیمہ مین جگہ
لینے سے مراد یہ ہے کہ اُسپر خیمہ اُسی جگہ تان دیا گیا ہو ورنہ اگر وہ اُٹھکر جاویگا تو یہ مسئلہ اور ایک جگہ سے دوسری جگہ جانیکا مسئلہ ایک ہوگا اور میدان جنگ سے
ہوش کے ساتھ اُٹھائے جانے کی قید اسلیے لگائی کہ بیہوشی مین اُٹھایا جائیگا تو گو دن رات گذر جائے غسل نہ دیا جائیگا اور زخمی ہونے کی جگہ سے اُٹھائے جانیکا
حکم ایسا ہی ہے جیسا میدان جنگ سے اُٹھایا جائیگا کذا فی الشامی لا لخوف وطء الخیل میدان جنگ سے اُٹھایا گیا ہو نہ گھوڑونکے روندنے کی خوف سے
یعنے اگر گھوڑون کے تلے پس جانے کے خوف سے اُٹھایا جائیگا تو شہید ہی رہیگا اور غسل نہ دیا جائیگا او اوصی بامور الدنیا وان بامور الاخرة لا
یصیر مرتثا عند محمد وهو الاصح جوهره لانه من احکام الاموات او باع او اشتری او تکلم بکلام کثیر والا فلا یا وصیت کی دنیا کے امور کی تو ارتثاث ہی
پایا جائیگا اور غسل دیا جائیگا اور اگر امور آخرت کی وصیت کریگا تو مرتث یعنی زندگی سے منتفع نہوگا امام محمد کے نزدیک اور یہی صحیح تر ہے کذا فی الجوہرہ اسلیے
کہ وصیت امور اخروی کے باب مین اموات کے احکام سے ہے یا بیچا یا مول لیا یا بہت سا کلام کیا تو مرتث ہوگا اور اگر بہت کلام نکریگا تو مرتث نہوگا

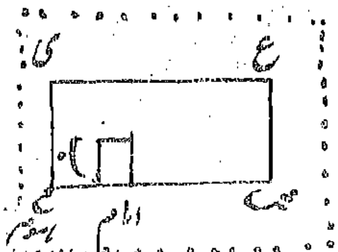
غرضیکہ مردہ کا غسل نہ دینا ایک امر خلاف قیاس ثابت ہوا ہے اور اصل اس باب مین شہداے احد کا حال ہی تو اگر شہادت اُنھین کی طرح کی ہوگی تب تو غسل
نہ دیا جائیگا اور اگر امور مذکورہ مین سے کسی سے فائدہ لینا بعد زخمی ہونے کے پایا جائیگا تو شہادت کامل نہ ہوگی جب سے غسل دینا ترک کیا جاوے وہو اکلہ او نام
بعد انقضاء الحرب ولو فیہا اسے فی الحرب لا یصیر مرتثا بشئی مما ذکر اور یہ سب باتین جنسے شہادت ناقص ہوتی ہی اُس صورت مین ہین کہ لڑائی ہوچکی ہو اور اگر
لڑائی کے اندر یہ امور ہون تو ان مذکورہ چیزون مین سے کسی سے مرتث نہوگا ہر صورت مین شہید کامل ہوگا وکل ذلک فی الشہید الکامل والا فالمرتث شہید الآخرۃ
وکذا الجنب ونحوہ اور یہ سب شرطین شہید کامل کے باب مین ہین جو دنیا اور آخرت دونون مین شہید ہو ورنہ مرتث شہید آخرت تو ہوتا ہی ہی اور اسی طرح شہید آخرت ہی
جنابت والا اور مثل اُسکے یعنے مجنون اور لڑکا اور وہ مقتول جو ظلم سے مارا جاوے اور اُسکے مارے جانے سے مال واجب ہو یہ بھی شہید آخرت ہین ہم شرطین شہید
کامل کی چھ مذکور ہوئی ہین اول عقل دوم بلوغ سوم طہارت جنابت جیسی چیز سے چہارم قتل ہونا بر اہ ظلم یا جہاد مین پنجم نہ واجب ہونا عوض مالی کا ششم بعد زخمی
ہونے کے منتفع نہونا امور مذکورہ بالا سے اور شہید دنیا سے یہ غرض کہ غسل نہ دیا جائیگا کہ اُس صورت مین کہ جنب ہو یا نجاست خارجی سوا اُسکے خون
کے لگی ہو اور شہید آخرت سے یہ مراد کہ جو ثواب شہداء کے لیے وعدہ ہوا ہی اُسکو حاصل ہوگا کما فی البحر ومن قصد العدو فاصاب نفسہ والغریق والحریق
والغریب والمہدوم علیہ والمبطون والمطعون والنفساء والمیت لیلۃ الجمعۃ وصاحب فراش الجنب ومن مات وہو یطلب العلم وقد عدہم السیوطی نحو الثلاثین
واللہ تعالیٰ اعلم اور شہید آخرت ہی جو شخص کہ دشمن کا قصد کرے اور ہتھیار اپنے ہی مارے اور پانی مین ڈوبا ہوا اور جلکر مرنیوالا اور سفر مین مرنیوالا اور جسپر مکان گرگیا ہو
اور پیٹ کی بیماری یعنے دستون یا استسقا سے مرنیوالا اور وبا سے مرنیوالا شامی نے کہا کہ جو شخص ایام وبا مین اپنے شہر مین صابر بنیت حصول ثواب ٹھہرا رہے وہ
اگر اُس عرصہ مین کسی اور مرض سے مرجائیگا وہ بھی شہید ہوگا اور نفاس والی عورت خواہ جننے کے وقت مرے یا مدت نفاس مین اور جو شخص جمعہ کی شب
کو وفات پاوے اور ذات الجنب والا اور جو شخص اس حال مین مرے کہ علم کا طالب ہو یعنے علم مین مشغول ہو خواہ تالیف کرتا ہو یا پڑھتا ہو یا پڑھاتا ہو یا
سنتا ہو اور شہداء آخرت کو سیوطی نے تیس کے قریب شمار کیا ہی واللہ اعلم جلال الدین سیوطی نے اپنی کتاب تثبیت مین تیس سے زیادہ ذکر کیا جیسے بیان کی ہو
پیٹ کی بیماری والا غریق ڈوب کر مرنیوالا ذات الجنب والا جو عورت کہ اپنے حمل وغیرہ پیٹ کے اندر کی چیز سے مرجاے سل والا سفر مین مرنیوالا مرگی والا اپنے دین یا
اپنے گھر والون کی حفاظت یا اپنے مال کی حفاظت یا اپنی جان کے بچانے مین مرنیوالا ظلم سے مرنیوالا عشق مین مرنیوالا بشرطیکہ پارسائی اور پوشیدگی کے ساتھ ہو
جس شخص کے گلے مین پانی وغیرہ کا پھندا الٹک کر اچھو ہوا ہو جسکو درندے نے پھاڑا ہو جسکو بادشاہ نے ظلما قید کیا ہو یا زبردستی چھوڑایا ہو یا بادشاہ کے خوف سے
چھپا پھرتا ہو اور مرگیا ہو اور جسکو سانپ بچھو وغیرہ نے کاٹا ہو جو علم شرعی کی طلب مین مرا ہو جو بہ نیت ثواب اذان دیتا ہو جو سودا گر سچ بولتا ہو جو شخص اپنے زن و
فرزند اور مملوکون مین اللہ تعالیٰ کا حکم جاری کرتا ہو اور حلال کی کمائی سے اُنکو کھلاتا ہو جسکو جہاز مین متلی اور قے سے وفات ہو جو عورت غیرت پر صبر کرکے مرے جو شخص
ہر روز ۲۵ بار یہ کلمات کہہ لیا کرے اللّٰہم بارک لی فی الموت وفی مابعد الموت جو شخص نماز چاشت پڑھے اور ہر مہینے مین تین روزے رکھے اور وتر کو ترک نکرے نہ
مین نہ مقام مین جو شخص امت کے فساد کے وقت سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم پر مضبوط رہے جو شخص اپنے مرض موت مین ۴۰ بار کہے لا الٰہ الا انت سبحانک انی
کنت من الظالمین کذا فی الطحطاوی شامی نے کہا کہ اس تعداد پر بعض علماء نے اکثر چہ سے اتنے اور زیادہ کیے ہین جو جلکر مرجاے جو گھوڑے اسکو نظر جہاد کا رکھے
جو ہر شب سورہ یٰس پڑھے جو شخص سواری سے گرکر مرے جو اپنا طہارت کے ساتھ سوے اور مرجاوے جو شخص زندگی بھر لوگون کی مدارات کرتا رہے
جو شخص ہر روز سو بار درود پڑھے جو شخص سچے دل سے اللہ کی راہ مین قتل ہونے کی دعا مانگا کرے جو شخص حاجت کے وقت مسلمانون کے کسی شہر مین
غلہ لیجاے جو شخص روز جمعہ کو وفات پاوے جو شخص صبح کو تین بار کہے اعوذ باللہ السمیع العلیم من الشیطان الرجیم اور تین بار آخر تین سورہ حشر کے آیتونکا
پڑھے اور اُس روز وفات پاوے اور ان سب اشخاص کے لیے ثواب شہادت احادیث مین آیا ہی اور پورا بیان شامی مین ہی

باب الصلوٰۃ فی الکعبۃ

یہ باب ہے کعبہ کے اندر نماز پڑھنے کی کیفیت میں۔ شارح نے اس باب کے مضمون کی نسبت عنوان سے زیادہ ہے یعنی عنوان میں
صرف کعبہ کے اندر نماز کا ذکر ہے اور عبارت میں ذکر کعبہ کے گرد اور اوپر نماز پڑھنے کا بھی ہے اور یہ اچھی بات ہے کہ عنوان سے زیادہ بیان کیا جائے اور جو
چیز کہ جس باب کا ذکر عنوان میں ہو اس کا مال نہ بیان کیا جائے صح فرض ونفل فیہا وفوقہا ولو بلا سترۃ لان القبلۃ عندنا ہی العرصۃ والھواء الی عنان
السماء درست ہو فرض اور نفل کعبہ کے اندر اور کعبہ کے اوپر اگرچہ بدون سترہ کے ہو اسلیے کہ قبلہ ہمارے نزدیک میدان اور ہوا ہو آسمان کی سطح تک
امام مالک کے نزدیک کعبہ کے اندر فرض پڑھنا درست نہیں اسلیے کہ جب ایک طرف کو منہ کریگا دوسری جانب کو پشت ہو گی حالانکہ وہ بھی قبلہ ہے اور ہمارے نزدیک
کل جانب قبلہ ہو کعبہ کے ایک جزو کی طرف منہ کرنا کافی ہے اور یہ بات جس جگہ کو دیکھ کر نماز شروع کریگا حاصل ہو جاتی ہے یعنی ہر جزو قبلہ ہے تو اس کا
کسی طرف پشت کرنا مفسد نماز نہ ہو گا اور عرصہ اور ہوا سے مراد یہ ہے کہ عمارت کعبہ قبلہ نہیں بلکہ خالی جگہ اور اس کا اوپر کی ہوا آسمان تک قبلہ ہے لکن یکرہ الثانی والاول کرہہ
الثانی للنہی وترک التعظیم اگرچہ مکروہ ہے دوسری صورت یعنی نماز پڑھنا اوپر کعبہ کے بسبب ممانعت کے اور بسبب ترک تعظیم کے ہم شرح ملتقی میں ہے
کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سات جگہ نماز پڑھنے سے منع فرمایا اول اونٹوں کے بیٹھنے کی جگہ دوم قبرستان سوم حمام چہارم راستے کی جگہ پنجم شارع عام
ششم کوڑا پھینکنے کی جگہ اور جانوروں کے ذبح کرنے کی جگہ ہفتم خانۂ کعبہ کی چھت اور حمام کے اندر نماز کا درست ہونا آگے آتا ہے ومن جعل ظہرہ الی ظہر امامہ فیہا صح وان جعل ظہرہ الی وجہ امامہ
الی وجہ امامہ فلا یصح اقتداؤہ لتقدمہ علیہ صحیح ہے نماز کعبہ کے اندر تنہا یا جماعت سے اگرچہ کعبہ کی طرف منہ کرے جیسے جماعت والوں کے منہ امام کی طرف ہوں اگر جو
مقتدی اپنی پشت امام کے چہرہ کی طرف کریگا تو اس کا اقتدا درست نہ ہوگا بسبب آگے بڑھ جانے مقتدی کے امام سے یعنی جس صورت میں کہ مقتدی کی پشت امام کی طرف
ہو تو دونوں کا منہ ایک ہی طرف اور مقتدی کعبہ سے قریب ہو شارح نے کہا کہ ان صورتوں میں ... مکروہ ہے امام کی طرف منہ کرنا ... اور یہ مکروہ
کرنا اپنے چہرہ کا مقابل چہرہ امام کے بدون آڑ کے اسلیے کہ اس صورت میں ... اگر امام کے ... منہ کریگا تو مکروہ نہ ہوگا ... بیان میں
ہم ... صورت اول یہ ہے کہ مقتدی کا منہ امام کے منہ کی طرف ہو یہ صورت مکروہ ہے دوم یہ کہ مقتدی کا منہ امام کی پیٹھ کی طرف ہو یہ درست ہے سوم یہ کہ
منہ امام کی پشت کی جانب ہو یہ بھی بلا کراہت درست ہے چہارم یہ کہ مقتدی کی پشت امام کے منہ کی طرف ہو یہ صورت ناجائز ہے کذا فی الطحطاوی وصح لو تحلقوا حولہا
ولو کان بعضہم اقرب الیہا من الامام ان لم یکن فی جانبہ لتاخرہ حکما اور درست ہے نماز اگر حلقہ کریں گرد کعبہ کے اگرچہ بعض مقتدی کعبہ سے زیادہ
قریب ہوں بہ نسبت اپنے امام کے بشرطیکہ امام کی طرف میں زیادہ قریب نہ ہوں اور کعبہ سے قریب ہونا ... اسلیے درست ہے کہ وہ حکماً امام سے پیچھے ہیں یہاں
سے حکم کعبہ کے باہر یعنی مسجد الحرام میں نماز پڑھنے کا ذکر ہے کہ جماعت اس میں گرد کعبہ کے حلقہ کی صورت درست ہے کہ عہد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے آج تک اسی
طرح نماز ہوتی آئی ہے پھر اس حلقہ کی جماعت میں سے اگر کوئی شخص امام کی نسبت کعبہ سے قریب ہو تو دیکھنا چاہیے کہ اگر شخص مذکور اسی طرف ہے جس طرف امام ہے تو
اسکی نماز نہ ہوگی کیونکہ اس صورت میں وہ امام سے آگے بڑھا ہوا ہوگا اسلیے اس کا اقتدا نہ ٹھہرا اور اگر دوسری جانب میں کعبہ سے قریب ہوگیا ہے تو اقتدا درست ہے اسلیے
کہ آگے بڑھنا امام سے اس وقت ہوتا ہے کہ دونوں کی جہت متحد ہو بسبب جہت متحد نہ ہونے کے آگے بڑھنا ... ثابت نہ ہوا اسلیے اقتدا صحیح ٹھہرا کذا فی الشامی



ولو وقف مسامتاً لرکن فی جانب الامام وکان اقرب لم ارہ وینبغی الفساد احتیاطاً لترجیح جہۃ الامام ... ...
اور اگر کوئی مقتدی اس کونے کی سیدھ میں کھڑا ہو جو امام کی جانب میں ہے اور کعبہ سے بہ نسبت امام کے زیادہ قریب ہو تو
میں نے اس مسئلے کا حکم نہیں دیکھا اور احتیاط کی رو سے فاسد ہونا نماز مقتدی کا شایان ہے بسبب غالب ہونے امام کی جہت کے اور یہ صورت ہے اسکی ہم
اس مسئلے کے سمجھانے کے لیے ہم صورت مذکورہ بالا کو حروف سے نشان کرتے ہیں فرض کرو کہ ش ع ی ح خانۂ کعبہ ہے اور رکن ح کو شرح ہے اور فرض کرو



امام دروازہ کعبہ کے سامنے کھڑا ہو اور مقتدی نے رکن حجر کیطرف منہ کر کے نیت کی تو اسمین چار گوشہ
ہے شکل دو طرفون کا ہوتا ہے مقتدی کی جہت قبلہ دیوار ح ش اور ح ی دونون ہین لیکن اگر امام کی نسبت
کعبہ سے قریب ہو جائیگا تو اسکی نماز درست نہوگی اسلیے کہ ہر چند جانب ح ی بھی اسکی جہت ہے اگرچہ نکہ
ح ش کیطرف امام ہے تو احتیاط اسمین ہے کہ اسی جہت کو مقتدی کی جہت ٹھہرائی جاوے تو مقتدی کا کعبہ سے
قریب ہونا ایسا ہوا کہ اتحاد جہت کی صورت مین اپنے امام سے آگے بڑھ گیا اور جماعت فقہاؤن کا یہ مسئلہ کہ صورت بتاتا ہے کہ امام کی طرف کے نقطے مقام
مقتدی کے ہین جو امام کی نسبت کعبہ سے دور ہین اور باقی تین طرفین کعبہ سے قریب ہین وکذا لو اقتدوا من خارجہا بامام فیہا والباب مفتوح صح لا
لو قام فی المحراب اور اسیطرح درست ہے اگر مقتدی کعبہ کے باہر سے اقتدا کرین اس امام کے پیچھے جو کعبہ کے اندر ہو اور دروازہ کعبہ کا کھلا ہو اسلیے کہ امام کا
کعبہ کے اندر ہونا ایسا ہے جیسا محراب مین کھڑا ہونا امام کا کعبہ کے اندر ہونا مانع ہے اس سے کہ مقتدیون مین سے کوئی اسکے ساتھ ہو جائین اور بنا اقتدا کو درست ہو
اگر کراہت کے ساتھ اسلیے کہ امام کا قد آدم اونچا کھڑا ہونا کہ وہ ہو اور دروازہ کے کھلے ہونے کی قید لگائی کہ امام کے رکوع سجدہ کا حال مقتدی کو معلوم ہو
پس اگر دروازہ بند ہو اور کوئی تکبیر امام کے اللہ اکبر کی آواز پہونچاتا جاوے تو اقتدا جائز ہونا چاہیے کذا فی الطحطاوی واللہ اعلم ونستغفر اللہ الکریم

کتاب الزکوٰۃ

یہ کتاب ہے احکام زکوٰۃ کے بیان مین قرنہا بالصلوٰۃ فی اثنین وثمانین موضعا فی التنزیل دلیل علی کمال الاتصال بینہما وفرضت فی السنۃ الثانیۃ
قبل فرض رمضان متصل بیان کرنا زکوٰۃ کا نماز سے ۸۲ جگہ قرآن شریف مین دلیل ہے دونون مین کمال کے درجہ کے اتصال کی اور زکوٰۃ دوسرے
برس فرض ہوئی رمضان کے فرض ہونے سے پیشتر ہم یہ بیان مناسبت کا شارح نے کر دیا کہ ہر چند روزہ اور نماز عبادت بدنی ہین دونون باہم متصل ہونی
چاہئین مگر چونکہ نماز و زکوٰۃ مین اتصال شدت سے ہے اسوجہ سے زکوٰۃ کو روزہ پر مقدم کیا گیا طحطاوی نے کہا کہ شارح نے ۸۲ جگہ یہ تبعیت صاحب نہر الفائق اور
بحر الرائق کے لکھدیا جنہون نے اس شمار کو مناقب بزازیہ کیطرف منسوب کیا ہے حالانکہ یہ شمار غلط ہے صحیح یہ ہے کہ ۳۲ جگہ ایک ساتھ دونون کا ذکر قرآن مجید مین آیا ہے
ہمارے استاد نے اسکو شمار کیا ہے ولا تجب علی الانبیاء اجماعا اور زکوٰۃ واجب نہین انبیاء علیہم السلام پر بالاتفاق ہم مفتی ابو السعود نے وجہ انبیاء علیہم السلام پر
زکوٰۃ واجب نہونے کی یہ لکھی ہے کہ یہ بزرگوار اپنے پاس کی چیز کو ودیعت جانتے تھے خرچ کے موقع پر اسکو صرف کر ڈالتے تھے اور بیموقع صرف کرنے سے
روکتے تھے دوسرے یہ کہ زکوٰۃ طہارت ہے اس شخص کے حق مین جو آلودہ گناہ ہو اور انبیاء علیہم السلام گناہون سے معصوم ہین کذا فی الطحطاوی ہی لغۃ
الطہارۃ والنماء وشرعا تملیک خرج الاباحۃ فلو اطعم یتیما ناویا الزکوٰۃ لا یجزیہ الا اذا دفع الیہ المطعوم کما لو کساہ بشرط ان یعقل القبض الا اذا حکم علیہ بنفقتہم
مضمرات خلافا للثانی بزازیہ زکوٰۃ لغت مین پاک ہونے اور بڑھنے کو کہتے ہین اور شرعا مالک کرنا ہے فقیر کو اس حصہ مال کا جسکو شارع نے معین کیا ہے
شارح نے کہا کہ تملیک کی قید سے اباحت یعنی چیز کا مباح کر دینا نکلگیا تو اگر کسی یتیم کو بہ نیت ادائے زکوٰۃ کوئی شخص کھانا کھلا دیوے تو کافی نہوگا بسبب عدم
تملیک کے مگر جبکہ کھانے کی چیز یتیم کو دیڈالے تو کافی ہوگا جیسے کافی ہے ادائے زکوٰۃ کیلیے اگر کپڑا اپنا دے یتیم کو بشرطیکہ وہ قبض کو سمجھتا ہو یعنی چیز کو پھینک
نہ دیتا ہو لیکن جبصورت ہین کہ اس شخص پر یتیمون کے نفقہ کا حکم ہو گیا تو اب انکو کپڑا پہنانا ادائے زکوٰۃ مین کافی نہوگا کذا فی المضمرات بخلاف ابو یوسف کے کذا
فی البزازیہ ہم چیز کے لینے کو سمجھنا کھانے اور لباس دونون سے متعلق ہے اور مسئلہ حکم نفقہ کی یہ صورت ہے کہ مثلا قاضی نے یتیمون کا نفقہ کسیوجہ سے اس شخص
کے ذمہ کیا اب اگر یہ شخص نفقہ کی چیز کو زکوٰۃ مین شمار کریگا تو زکوٰۃ ساقط نہوگی اسلیے کہ حکم قاضی کی تعمیل تو خود واجب ہے پس ایک واجب سے دوسرا
واجب کیسے ادا ہوگا اور ضمیر جمع کی نفقتہم مین مناسب نہین ضمیر مفرد چاہیے اسلیے کہ اسکا مرجع یتیم بصیغہ مفرد مذکور ہے اور امام ابو یوسف کے نزدیک ادائے

سے بھی اداے زکوۃ درست ہی کذا فی الشامی اور فرق اباحت اور تملیک مین یہ ہی کہ اباحت سے چیز کا کام مین لانا مباح ہوجاتا ہی یہ نہین کہ جسمین
جو تصرف چاہے وہ کرسکے اور تملیک سے سب طرح کے تصرف کا اختیار ہوتا ہی مثلاً اگر کھانا یتیم کو مباح کیا تو اُسکو اختیار اُسکے کھا لینے کا ہی نہ اور تصرف
کا اور اگر مالک کیا تو چاہے خود کھاے چاہے دوسرے کو دیدالے یا بیچے جزء مال خرج المنفعة فلو اسکن فقیرا داره سنة ناویا لا یجزیه عینه الشارع
ہو ربع عشر نصاب حولی خرج النافلة والفطرة زکوۃ مالک کرنا ہی مال کے ایک ٹکڑے کا کہ شارع نے اُسکو ٹھہرا دیا ہی اور وہ چالیسوان حصہ اُس مال
نقد کا ہی جسپر ایک سال گذر گیا ہو شارح نے کہا کہ مال کا حصہ کہنے سے نفع خارج ہوا یعنے وہ زکوۃ مین محسوب نہین ہو سکتا مثلاً اگر کسی فقیر کو اپنے گھر مین ایک
سال بہ نیت اداے زکوۃ رکھا تو کافی نہوگا کیونکہ اُسکی نفع کا مالک کیا نہ مال کا اور چالیسوین حصہ کی قید سے صدقہ نفل نکل گیا کہ اُسکے باب مین کچھ تعین ہی
نہین اور صدقہ فطر بھی نکل گیا اسلیے کہ وہ چالیسوان حصہ نہین ہوتا ہم طحطاوی نے کہا کہ چالیسوان حصہ شارح نے بیان کیا اور زکوۃ جانورون وغلہ
کی بھی اسمین شامل ہی کیونکہ وہ قائم مقام چالیسوین حصہ کے ہی من مسلم فقیر ولو معتوها غیر هاشمی ولا مولاه ای معتقه وهذا معنی قول الکنز تملیک المال ای
المعهود اخراجه شرعا مالک کرنا ہی مسلمان فقیر کو اگرچہ ناقص العقل ہو نہ اولاد ہاشم کو اور نہ اُنکے مولی یعنے آزاد کیے ہوے غلام کو اور یہی ہی مراد کنز کے قول تملیک
المال کی یعنی وہ مال جسکا نکالنا شرعاً معلوم ہی ہم مصنف نے زکوۃ کی تعریف مین تملیک جزء مال عینه الشارع کہا ہی اور صاحب کنز نے تملیک المال کہا ہی تو
شارح کہتا ہی کہ مال دونون تعریفون کا ایک ہی کیونکہ کنز مین المال سے مال معہود مراد ہی اور الف لام عہد کا ہی یعنی وہی مال جو شارع نے مقرر کیا ہی مع قطع المنفعة
عن المملک من کل وجه فلا یدفع لاصله وفرعه مالک کرنا ہی اسطرح کہ منفعت مالک کرنیوالے کی ہر وجہ سے منقطع ہوجاوے اس سے یہ نکلا کہ زکوۃ کا
دینے والا اپنی اصل یعنے مان باپ دادا دادی نانا نانی وغیرہ اور اپنی فرع یعنی بیٹا بیٹی پوتا پوتی نواسا نواسی وغیرہ کو نہ دے کیونکہ انکو دینے مین من وجہ اُسکی
منفعت باقی ہی لله تعالی بیان لاشتراط النیة مالک کرنا ہی خدا تعالی کے حکم کی تعمیل کے لیے شارح نے کہا کہ یہ بیان ہی نیت مشروط ہونے کا یعنی جب یہ کہا
کہ فقیر کو دینا خدا تعالی کی امر کی بجا آوری کے لیے ہو تو معلوم ہوا کہ زکوۃ مین نیت شرط ہی جیسے اور عبادات مقصودہ مین شرط ہی بالاجماع کذا فی البحر وشرط افتراضها
عقل وبلوغ واسلام وحریة والعلم به ولو حکما لکونه مقیما بدارنا اور زکوۃ کے فرض ہونے کی شرط عاقل ہونا اور بالغ ہونا اور مسلمان ہونا اور آزاد ہونا اور
فرض ہونے کا جانتا ہی اگرچہ فرض ہونے کا علم حکم کی رو سے ہو جیسے مالدار کا دارالاسلام مین ہونا کہ یہان بے علمی عذر نہین ہو سکتی ہان اگر کوئی کافر
مالدار دارالحرب مین مسلمان ہوا اور چند سال وہان رہا اور اُسکو زکوۃ کا حال معلوم نہوا تو اُسپر زکوۃ واجب نہوگی کذا فی الشامی ہم فرض ہونے مین
اتنی قیدون کے لگانے سے معلوم ہوا کہ لڑکے اور مجنون اور کافر اور غلام کے مال پر زکوۃ نہین وسببها ای سبب افتراضها ملک نصاب حولی
نسبة للحول لحولانه علیه تام بالرفع صفة ملک خرج مال المکاتب اور سبب اُسکا یعنے زکوۃ کے فرض ہونے کا پوری ملکیت نصاب حولی کی ہی شارح نے کہا
کہ حولی نسبت ہی حول کیطرف یعنی سال اور اُس مال کو حولی اسلیے کہا کہ اُسپر سال گذر جاتا ہی اور لفظ تام رفع کے ساتھ صفت ہی ملک کی اس قید سے
مکاتب کا مال نکل گیا کہ اُسپر ملک کامل مکاتب کو نہین ہی اسی وجہ سے اُسکے مال پر زکوۃ نہین ہم سال سے مراد چاند کے بارہ مہینے ہین نہ سال شمسی کذا
فی الشامی اقول انه خرج باشتراط الحرية على ان المطلق ينصرف للكامل مین کہتا ہون کہ مکاتب تو نکل چکا ہی حریت کی شرط ہونے سے علاوہ
اسکے مطلق ملک سے فرد کامل یعنے ملک تام ہی مراد ہوگی ہم اس بیان سے شارح کی غرض یہ ہی کہ لفظ تام مصنف کی عبارت مین زائد ہی شامی
نے کہا کہ شارح کے قول مین کلام ہی کیونکہ مصنف سبب وجوب کی تعریف کرتا ہی جو جامع ومانع ہونی چاہیے تو اگر ملک مطلق بیان کیجاے
اور تام کی قید نہ لگائی جاے تو بلا شبہہ ملک مکاتب تعریف مین داخل ہوگی اور ذکر حریت کا شرط بیان مین سبب کی تعریف کا نقصان
دور نہین کرتا اور مطلق کا محمول ہونا فرد کامل پر ایسی جگہ ہوا کرتا ہی کہ کسی وجہ سے قید مذکور نہوتی ہو تو دفع اعتراض کے لیے یہ توجیہ

مولاہ
نصاب لغت مین اصل کو کہتے ہین اور شریعت مین اُس مال کو کہتے ہین جس سے کم پر زکوۃ واجب نہو ۱۲ منہ

کیونکہ ملک تام خاص ہی مصنف کے یہ معنی ان جزونکو بالکل نہین شامل ہم

کر دیتے ہیں نہ یہ کہ جو قید مفید ہو اُسکو زائد سمجھا جاوے خصوصی سمجھانے کے مقام میں انتہی و دخل مالک بسبب خبیث کمغصوب خلطہ اذا کان
لغیرہ مستہلک عندہ یوفی و بہ اور داخل ہوا یعنے اُس نصاب میں جسپر زکوۃ واجب ہو وہ مال جسکا مالک ہوا خبیث سبب سے جیسے چھینی ہوئی چیز کو اپنے
مال میں ملا دیا بشرطیکہ اُسکے پاس اور مال ہو اس مال مخلوط سے جدا اسقدر کہ پورا کر دے اُسکا دین یعنی مال مغصوب کی قیمت اُس جداگانہ مال سے ادا ہو جائے
صورت مسئلہ کی یہ ہو کہ ایک شخص نے کسیکا مال چھینکر اپنے مال میں ایسی طرح ملا دیا کہ دونوں جدا نہیں ہو سکتے تو امام صاحب کے نزدیک دوسرے کے مال کا خلط
کر دینا ایسا ہی جیسے اُسکو تلف کر ڈالنا یعنی اُس شخص پر ضمان لازم ہو تو اس سب مالکی زکوۃ اُسکو دینی ہوگی کیونکہ خلط سے جو سبب خبیث ہی وہ اُس مال مغصوب کا
مالک ہو گیا ہی مگر سب کی زکوۃ دینے میں یہ شرط ہی کہ اُسکے پاس اس مال مخلوط کے سوا علیحدہ اتنا مال ہو کہ اُس سے ضمان ادا کر سکے اور اگر اور مال نہوگا تو چونکہ اُسکے
مال میں غیر کا حق ملا ہوا ہی اسلیے اُسپر مغصوب مال کی زکوۃ واجب نہوگی اور صاحبین کے نزدیک خلط کرنا مثل تلف کر ڈالنے کے نہیں اسلیے موجب ضمان کی
نہیں تو اُس سے ملک ثابت نہوگی اور نہ زکوۃ واجب ہوگی کذا فی الشامی بتصرف فارغ عن دین له مطالب من جهة العباد سواء كان لله كزكوة وخراج او
للعبد ولو كفالة او مؤجلا ولو صداق زوجته المؤجل للفراق او نفقة لزمته بقضاء او رضاء بخلاف دين نذر وكفارة وحج لعدم المطالب سبب وجوب زکوۃ ملکیت
ایسی نصاب کی ہی جو زائد ہو اُس قرض سے جسکا طلب کرنیوالا کوئی بندہ ہو خواہ وہ قرض خدا تعالے کا ہو جیسے زکوۃ اور خراج یا
بندہ کا ہو گو بطور کفالت کے ہو یا قرض میعادی ہو اگرچہ اُسکی زوجہ کا ہو جسکی مدت وقت فراق ہو یا قرض بیبیکا ایسا نفقہ کا ہو کہ اُسپر قاضی کے حکم
سے یا آپکی رضامندی سے لازم ہوا ہو بخلاف قرض نذر اور کفارہ اور حج کے بسبب نہونے مطالب کے یعنی ان قرضوں کا طلب کرنیوالا کوئی بندہ نہیں اگرچہ
قیامت میں انکا مطالبہ ہوگا مگر زکوۃ میں بندہ کیطرف سے طلب اسطرح ہی کہ شروع اسلام میں حضرت عثمان غنی رض کے وقت تک زکوۃ امام لیا کرتا تھا پھر آپنے اپنے زمانہ میں
کی زکوۃ کا نکالنا مالکوں کے سپرد کر دیا تاکہ حکام ظالم لوگونکے مال پر ظلم نکریں تو گویا ہر مالدار آپکی طرف سے زکوۃ لینے کا اپنے مال سے وکیل ہو گیا اور قرض کی وجہ
سے زکوۃ کے واجب نہونے کی یہ صورت ہی کہ مثلاً ایک شخص کے پاس مال بقدر نصاب ہی اور اُسپر دو برس گذر گئے تو اُسپر دوسرے برس کی زکوۃ واجب نہوگی
اسلیے کہ پہلے برس کی زکوۃ اسکے ذمہ قرض ہی اُسکو نکالنے کے بعد نصاب ناقص ہو جائیگی اور کفالت کے قرض کی یہ صورت ہی کہ کسی شخص نے ہزار روپیہ قرض
لیا اور دس آدمی اسکے کفیل ہوئے اور ان سبکے پاس ہزار ہزار روپئے ہیں تو انمیں سے کسی پر زکوۃ واجب نہیں اسلیے کہ قرض دینے والیکو اختیار ہی کہ جس سے چاہے
اپنا قرض لے سکتا ہی اور مہر موجل بعض فقہا کے نزدیک مانع زکوۃ نہیں کیونکہ عادت یہ ہی کہ اُسکو کوئی مانگتا نہیں اور قہستانی میں اسی کو صحیح کہا ہی کذا فی
الطحطاوی تو شارح کا قول مہر موجل کے باب میں ضعیف ہی شامی نے کہا کہ فارغ صفت نصاب کی ہی اور لفظ نصب کیساتھ عطف ہی کفالت پر ولا یمنع الدین
وجوب عشر وخراج وکفارۃ اور قرض مانع نہیں ہی دہ یکی اور خراج اور کفارہ کے واجب ہونے کا یعنی اگر آدمی کے ذمہ قرض ہو تو یہ نہیں کہ زمین کی پیداوار
سے دہ یکی یا خراج اُسکے ذمہ واجب نہو یا کفارہ کسی قصور کا اُسپر واجب نہو کیونکہ عشر و خراج متعلق پیداوار سے ہیں جو ہمیشہ پیدا ہوتا رہتا ہی اور کفارہ
متعلق ذمہ سے ہی اسمیں مفلس اور تونگر برابر ہیں اتنا فرق ہی کہ مفلس کو مہلت دستری تک دیجائیگی طحطاوی نے کہا کہ یہ مسئلہ اس باب سے کچھ تعلق نہیں رکھتا
شارح نے بڑھا دیا ہی و فارغ عن حاجته الاصلية لان المشغول بها كالمعدوم وفسره ابن ملك بما يدفع عنه الهلاك تحقيقا كثيابه او تقديرا كدينه او
نصاب مذکور فارغ ہو اُس شخص کی حاجت اصلی سے کیونکہ جو مال اصلی حاجتوں میں لگا ہوا ہی وہ نہونے کے برابر ہی اور حاجت میں لگے ہوئے مال کو
ابن مالک نے یوں بیان کیا ہی کہ جس سے آدمی اپنے اوپر سے ہلاک دفع کرے حقیقت میں جیسے اُسکے کپڑے ہیں یا ہلاک تقدیری دفع کرے جیسے دین
ہم حاجت اصلی کی چیزیں یہ ہیں خرچ روزمرہ مکان سکونت آلات حرب جاڑے گرمی کے کپڑے پیشہ وروں کے اوزار سامان خانہ داری سواری کے
جانور اہل علم کے حق میں کتابیں اور قرض کو ہلاک تقدیری اسلیے کہا کہ اُسکی فکر میں آدمی شب و روز گھلتا ہی اور آگے کوئی قرض نہیں دیتا اور

قرضخواہ ہوں سکے گا کیونکہ تنہ ثابت ہے الحاصل تاکہ کذا فی الشامی تام ولو تقدیرا بالقدرة علی الاستنماء ولو بنائبہ نصاب مذکور بڑھنے والی ہو اگرچہ تقدیراً بڑھے
اس طرح کہ مالک اسکے بڑھانے پر قادر ہو گو اپنے نائب کے وسیلے سے بڑھا سکتا ہو پھر مال زکوۃ دو طرح ہے ایک خلقی یعنی جسکی پیدائش دفع حاجت کے لیے
وہ تو چاندی اور سونا ہے تو ان دونوں میں زکوۃ واجب ہوتی ہے خواہ آدمی تجارت کی نیت کرے یا نہیں دوسرا فعلی کہ آدمی کی نیت سے زکوۃ کی لیاقت پیدا
کرتا ہے اور وہ سوا نقدین کے اور چیزیں ہیں پھر مال کا بڑھانا دو طرح ہے ایک حقیقی تجارت اور جانوروں کے بچے لینے اور ایک تقدیری یعنی تجارت
وغیرہ کی قدرت ہونی اس طرح کہ مال اپنے ہاتھ میں ہو یا اپنے نائب کے ہاتھ میں کذا فی الطحطاوی والشامی ثم فرع علیہ بقولہ فلا زکوۃ علی مکاتب
لعدم الملک التام ولا فی کسب ماذون ولا فی مرہون ولا فی مبیع قبل قبضہ ولا فیما اشتراہ لتجارة قبل قبضہ پھر مصنف نے سبب وجوب پر اپنے اس قول سے تفریع
کی کہ زکوۃ نہیں مکاتب پر بسبب نہ ہونے مکاتب کی ملک کامل کے یعنی جو مال مکاتب کے پاس ہے وہ مکاتب کی پوری ملکیت میں نہیں کیونکہ اسمیں حق
اسکے آقا کا لگا ہوا ہے جبتک مال کتابت اسکے ذمہ ہے اور نہ اس غلام کی کمائی میں زکوۃ ہے جسکو آقا نے اجازت تجارت کی دیدی ہے بشرطیکہ مال غلام کے
قبضے میں ہو کذا فی الطحطاوی اور نہ گرو رکھی ہوئی چیز میں زکوۃ ہے مرتہن سے لے لینے کے بعد بھی اگر راہن نے اپنا مال کچھ برسوں تک رہن رکھا تو بعد
چھڑا لینے کے اسکی زکوۃ زمانہ رہن کی اسکے ذمہ نہیں بسبب اسکے نہ قبضے کے اور نہ مرتہن پر اسکی زکوۃ ہے کیونکہ اسکی ملک نہیں اور نہیں زکوۃ
اس مال میں کہ اسکو تجارت کے لیے خریدا ہو پیشتر اسکے قبضہ کرنے کے یعنی اگر مشتری نے مال تجارت خریدا اور بعد برس روز کے مثلاً قبضہ کیا تو اس میں
کی زکوۃ مشتری پر نہوگی ومدیون للعبد بقدر دینہ فیزکی الزائد ان بلغ نصابا اور نہیں زکوۃ بندہ کے قرضدار پر بقدر اسکے قرض کے پس زکوۃ دے
زائد از قرض کی اگر وہ نصاب زکوۃ ہو مثلاً ایک شخص کے ذمہ سو روپیہ قرض ہیں اور اسکے پاس مال زکوۃ دو سو روپیہ کا ہے تو سو کی زکوۃ
دے کیونکہ قرض دیکر سو بچتے ہیں جو نصاب سے زیادہ ہیں اور اگر کم بچیں یا کچھ نہ بچے تو زکوۃ نہیں مثلاً ۱۴۰ کا مال ہو یا سو کا تو اول صورت میں قرضہ
کے سو دیکر ۴۰ بچینگے جو نصاب سے کم ہیں اور دوسری صورت میں کچھ نہ بچیگا تو ان دونوں صورتوں میں زکوۃ اسپر نہیں وعروض الدین کالہلاک
عند محمد رح ورجحہ فی البحر اور سال کے درمیان میں قرض کا ہو جانا مثل مال کے جاتے رہنے کے ہے امام محمد رح کے نزدیک اور ترجیح دی ہے اسکو بحر الرائق
میں تصویر مسئلہ کی یہ ہے کہ ایک شخص کے پاس دو سو روپیہ کا مال زکوۃ ہے آٹھ مہینے کے بعد مثلاً اسکے ذمہ دو سو روپیہ یا ڈیڑھ سو قرض ہو گئے اور سال پورا
ہونے کے بعد پھر دو سو ہو گئے تو امام محمد کے نزدیک نئے سرے سے برس کا شمار کرے پچھلے برس کی زکوۃ اسپر نہیں اور امام ابو یوسف کے نزدیک قرض مذکور مانع
زکوۃ نہیں اس سال کی بھی زکوۃ اسکے ذمہ ہوگی اور اگر قرض بعد تمام ہونے سال کے ہو جاوے تو اس سے زکوۃ بالاتفاق ساقط نہوگی کذا فی الطحطاوی
ولو له نصب صرف الدین لا یسرہا قضاء ولو اجناسا صرف لاقلہا زکوۃ فان استویا کاربعین شاة وخمس ابل خیر اور اگر مالدار کے پاس کئی مالوں کی نصابیں
ہوں تو قرض اس نصاب کیطرف لگایا جاویگا جس سے ادائے قرض زیادہ آسان ہو اور اگر ایک قسم کے مال کی کئی جنسیں ہوں تو قرض اس نصاب
میں لگایا جائیگا جسکی زکوۃ کمتر ہو اور اگر زکوۃ میں جنسیں برابر ہوں مثلاً چالیس بکریاں اور پانچ اونٹ کہ دونوں کی زکوۃ ایک بکری ہے تو مالدار کو اختیار
دیا جائیگا کہ جس جنس کو چاہے دین میں گھٹا کر باقی جنس کی زکوۃ دے ہم کئی نصابوں کی مثال یہ ہے کہ ایک شخص کے پاس روپیہ اشرفیاں بھی بقدر نصاب
ہیں اور اسباب تجارت بھی بقدر نصاب اور جانور بھی تو اسکے قرضہ میں اول روپیہ اشرفیاں محسوب ہونگی پھر اسباب تجارت پھر مویشی اور مختلف جنسوں کی مثال
یہ ہے کہ مثلاً جانوروں کی کئی جنس بقدر نصاب ہوں یعنی ۴۰ بکریاں اور ۳۰ گائیں اور پانچ اونٹ تو قرض میں بکریاں خواہ اونٹ محسوب ہونگے گائیں نہونگی
کیونکہ ۳۰ گایوں کی زکوۃ ایک برس کا بچھڑا ہے اور بکریوں اور اونٹوں کی زکوۃ ایک بکری جو کم قیمت ہے بچھڑے سے اور یہ صورت اسوقت ہے کہ صدقہ لینے والا موجود ہو
ورنہ صاحب مال کو اختیار ہے چاہے دین کو مویشی کیطرف لگا کر روپیوں اشرفیوں کی زکوۃ دے چاہے اسکا الٹا کرے کذا فی الشامی ولا فی ثیاب البدن

مسئلہ
مکاتب وہ غلام جسکو آقا نے کہا ہو کہ اتنا روپیہ کما کر دو تو آزاد ہو ۱۲

المحتاج الیہا لدفع الحر والبرد ابن ملک واثاث المنزل ودور السکنی ونحوہا اور نہیں زکوۃ ہی بدن کے کپڑون مین جنکی حاجت گرمی سردی کے
دور کرنے کو ہوتی ہی کذا قالہ ابن ملک اور نہیں زکوۃ ہی گھر کے اسباب اور رہنے کے گھرون اور انکے مثل بیٹھنے دکانون اور سرایون مین جنکا کرایہ ملتا ہی
کذا فی الطحطاوی وکذا الکتب وان لم تکن لاہلہا اذا لم تنو للتجارۃ غیر ان الاہل له اخذ الزکوۃ وان ساوت نصبا الا ان تکون غیر فقہ وحدیث وتفسیر او نحو
علیہ نسختین منہا ہو المختار اور اسیطرح زکوۃ نہیں کتابون مین اگرچہ نہون اسکے پاس جو اسکا اہل ہی یعنی بے علم شخص کے پاس ہون تب بھی انمین زکوۃ نہیں
بشرطیکہ تجارت کی نیت انمین نہو ہان اسقدر ہی کہ عالم والیکو زکوۃ لینا جائز ہی اگرچہ کتابین کئی نصاب کے برابر ہون یعنی کتابین اسکے حقمین تونگری نہوگی
بخلاف جاہل کے کہ اسکے پاس کتابین بقدر نصاب ہون تو اسکو زکوۃ کا لینا جائز نہوگا کذا فی الطحطاوی مگر یہ کہ وہ دینی کتابین فقہ اور حدیث اور تفسیر کے
سوا اور علمونکی کہ بقدر نصاب اسکی ہونے سے عالم کو بھی زکوۃ کا لینا درست نہیں یا یہ کہ کتابین علوم دینی کی ہون مگر دو دو نسخون سے زیادہ ہون
تب بھی زکوۃ کا لینا درست نہیں یہی قول مختار ہی ہم طحطاوی نے کہا کہ دو نسخون سے زیادہ ہونے کا قول ضعیف ہی زکوۃ کے نہ لینے مین معتبر یہ ہی کہ ایک نسخہ
سے زائد اگر ہونگی تب بھی زکوۃ لینی درست نہوگی اور فتح القدیر اور نہر الفائق مین اسکو مختار کہا ہی وکذا کتب الات المحترفین الا ما یبقی اثر عینہ کالعصفر
لدبغ الجلد ففیہ الزکوۃ بخلاف ما لا یبقی کصابون یساوی نصبا وان حال الحول اور اسیطرح زکوۃ نہیں حرفہ والون کے آلات مین مگر جس آلہ کا اثر باقی رہتا
جیسے کسم کھال رنگنے کے لیے تو اسمین زکوۃ ہی بخلاف اس چیز کے کہ باقی نرہی جیسے صابون کہ برابر کئی نصاب کے ہو اگرچہ اسپر برس گذر جاوے مگر زکوۃ نہوگی
ہر حرفہ والون کے آلات دو قسم ہین ایک وہ کہ کام کے بعد خود موجود ہین جیسے بسولا اور ہتھوڑی وغیرہ دوسرے وہ کہ باقی نرہین اور اس قسم کی دو نوع ہین ایک وہ
کہ انکا اثر موجود رہتا ہی جیسے کسم اور زعفران کپڑا رنگنے مین اور کسی اور تیل کھال رنگنے مین دوسرے وہ کہ انکا کچھ اثر نہ رہے جیسے صابون تو پہلی قسم کے آلات مین زکوۃ
نہین اور دوسری کی پہلی نوع مین جیسے کسم وغیرہ مین زکوۃ ہی اور دوسری نوع مین نہین اور بعض نسخون مین عفص کی جگہ عصفر ہی وہ غلط ہی کیونکہ عصفر کسم کو
کہتے ہین جو کپڑا رنگنے مین کام آتا ہی نہ کھال رنگنے مین قال الشامی وفی الاشباہ الفقیہ لا یکون غنیا بکتبہ المحتاج الیہا الا فی دین العباد فتباع لہ اور
اشباہ مین ہی کہ عالم اپنی حاجت کی کتابون سے غنی نہیں ہوتا یعنی اسپر زکوۃ واجب نہیں ہوتی اور زکوۃ کا لینا درست ہی مگر بندون کے قرض مین یعنی اگر
مقروض ہوگا لوگونکا قرض ادا کرنے کے لیے اسکی کتابین فروخت کیجاوینگی ولا فی مال مفقود وجدہ بعد سنین وساقط فی بحر استخرجہ بعدہا ومغصوب لا بینۃ
علیہ فلو لہ بینۃ تجب لما مضی الا فی غصب السائمۃ فلا تجب وان کان الغاصب مقرا کما فی الخانیۃ اور نہیں ہی زکوۃ گم شدہ مال مین جو کئی برس کے بعد پایا یعنی ایام
گذشتہ کی زکوۃ واجب نہوگی اور نہ اس مال مین جو دریا مین گرا اور بعد کئی برسون کے نکالا اور نہ اس مال مین جو کسی نے چھین لیا اور اسپر گواہ نہیں پس
اگر اسکے گواہ ہون تو ایام گذشتہ کی زکوۃ واجب ہوگی بعد قبضے مین آنے مال کے مگر سائمہ جانورون کے غصب مین کہ زکوۃ واجب نہوگی اگرچہ چھیننے والا
غصب کا مقر ہو جیسا خانیہ مین ہی ہم سائمہ ان جانورون کو کہتے ہین جنکو آدمی اکثر ایام سال مین مباح جنگل مین چرائے دودھ اور بچہ لینے کی غرض سے تو چونکہ
بعد غصب ہونیکے یہ امر اسکو حاصل نہوگا اسلیے ان ایام کی زکوۃ اسکو دینی نہوگی کذا فی الطحطاوی ومدفون ببریۃ نسی مکانہ ثم تذکرہ وکذا الودیعۃ عند غیر معارفہ
اور نہیں زکوۃ اس مال مین جو جنگل مین مدفون ہو اور دفن کی جگہ بھول گیا ہو پھر اسکو یاد کیا ہو کیونکہ جگہ محفوظ نہ تھی اتفاق سے مال ملگیا اور اسیطرح اس امانت
مین زکوۃ نہیں جو نا آشنا لوگون کے پاس ہو کیونکہ اس صورت مین احتمال نسیان کا غالب ہی اور اگر مال جان پہچان والونکے پاس امانت ہو تو زکوۃ واجب ہوگی
بخلاف المدفون فی حرز بخلاف اس مال کے کہ کسی محفوظ جگہ مین مدفون ہو کہ اسپر زکوۃ واجب ہی ہم طحطاوی نے کہا کہ حرز خواہ اپنا گھر ہو یا غیر کا اور وجہ وجوب کی
یہ ہی کہ سب گھر کو کھود کر مال ملسکتا ہی لیکن اگر مکان بہت بڑا ہو تو اسمین دفن کیا ہوا مال ایسا ہی جیسا جنگل مین واختلف فی المدفون فی کرم وارض مملوکۃ او
اختلاف ہی اس مال کی زکوۃ مین جو کسی باغ مین یا زمین مملوک مین دفن ہو ہم جو لوگ اسپر زکوۃ واجب کہتے ہین انکی دلیل یہ ہی کہ تمام زمین کا کھودنا ممکن ہی

اور جو واجب نہیں کہتے وہ یہ کہتے ہیں کہ سب یا زمین کا کھودنا دشوار ہے یا خالی وقت سے نہیں کذا فی الطحطاوی و دین کان جحدہ المدیون سنین ولا بینۃ
علیہ ثم صارت لہ بان اقر بعد سنین عند قوم وقیدہ فی مصرف الخانیۃ بما اذا حلف علیہ عند القاضی اما قبلہ فتجب لما مضی اور نہیں زکوٰۃ اُس قرض میں
جسکا قرضدار نے برسوں انکار کیا تھا اور مالک کے پاس اُسپر گواہ نہ تھے پھر اُسکے پاس گواہ ہو گئے اسطرح کہ قرضدار نے برسوں کے بعد لوگوں کے سامنے
قرض کا اقرار کر دیا اور زکوٰۃ کے واجب نہونے کو مقید کیا ہے خانیہ کے باب المصرف میں اس امر سے کہ قرضدار منکر سے قسم لیگئی ہو قاضی کے محکمے میں اس
سے پہلے کہ قسم لینے سے پیشتر اگر منکر اقرار کر دیگا تو گذشتہ سالوں کی زکوٰۃ واجب ہوگی و ما اخذ مصادرۃ ای ظلما ثم وصل الیہ بعد سنین لعدم النمو
اور نہیں زکوٰۃ اُس مال میں کہ بطور ڈانڈ کے زبردستی لیا جاوے پھر مالک کو بعد چند برس کے ملے بسبب نہ بڑھنے مال مذکور کے ہم طحطاوی نے کہا
کہ لعدم النمو علت ہے مال مفقود سے لیکر مال مصادرہ تک کی یعنے ان مالوں میں وجہ زکوٰۃ کے واجب نہونے کی یہ ہے کہ مالک کیلئے بڑھ نہیں سکتا
والاصل فیہ حدیث علی لا زکوٰۃ فی مال الضمار وہو ما لا یمکن الانتفاع بہ مع بقاء الملک اور اصل ایسے اموال کی زکوٰۃ کے نہونے میں حدیث حضرت علی رض
کی ہے کہ زکوٰۃ نہیں مال ضمار میں اور ضمار وہ مال ہے کہ ملک تو مالک کی باقی رہے مگر اُس سے فائدہ اٹھانا اُسکو ممکن نہو ولو کان الدین علی مقر ملی او علی
معسر او مفلس ای محکوم بافلاسہ او علی جاحد علیہ بینۃ وعن محمد لا زکوٰۃ وہو الصحیح ذکرہ ابن ملک وغیرہ لان البینۃ قد لا تقبل او علم بہ قاض
سیجیٔ ان المفتی بہ عدم القضاء بعلم القاضی فوصل الی ملکہ لزم زکوٰۃ ما مضی وسنفصل الدین فی زکوٰۃ المال اور اگر قرض ایک شخص کا کسی مقر
تونگر نادہندہ پر ہو یا تنگدست پر یا دیوالیہ پر یعنے جسکے مفلس ہونیکا حکم مشتہر ہو چکا ہو یا ایسے منکر پر قرض ہو کہ اسپر گواہ ہوں یا اُس قرض کو قاضی جانتا ہو
پھر اسطرح کا قرض مالک کی ملک میں پہونچے تو اُسپر گذشتہ برسوں کی زکوٰۃ لازم ہوگی شارح نے کہا کہ امام محمد سے یہ منقول ہے کہ منکر پر قرض ہو تو باوجود
گواہ ہونے کے اُسپر زکوٰۃ لازم نہوگی اور یہی قول صحیح ہے ذکر کیا ہے اُسکو ابن ملک اور دوسرے لوگوں نے کیونکہ گواہ بعض اوقات مقبول نہیں ہوتے تو
انکا ہونا نہونا برابر ہوا اور آگے آویگا کہ مفتی بہ یہ ہے کہ اگر قاضی اپنے علم کے بموجب کسی معاملہ میں حکم کر دیگا تو اُسکا حکم صحیح نہوگا اور دین کی تفصیل
ہم مال کی زکوٰۃ کے بیان میں عنقریب ذکر کرینگے یعنے دین تین قسم ہے قوی اوسط ضعیف تو جو قرض ضعیف ہو اُسپر زکوٰۃ نہیں کذا فی الشامی وسبب لزوم
ادائہا توجہ الخطاب یعنی قولہ تعالیٰ آتوا الزکوٰۃ اور زکوٰۃ کے ادا کرنے کے لازم ہونیکا سبب متوجہ ہونا خطاب یعنی ارشاد خداوندی کا ہے کہ زکوٰۃ دو یعنی
جب آیت میں خطاب مکلفوں پر بصیغہ امر دینے کے لیے ہو تو ادا کرنا اُسکا لازم ہے شامی نے کہا کہ یہ سبب حقیقی ہے اور پہلے جو ملک نصاب کو سبب کہا تھا
وہ مجازی تھا وشرطہ ای شرط افتراض ادائہا حولان الحول وہو فی ملکہ وثمنیۃ المال کالدراہم والدنانیر لتعینہما للتجارۃ باصل الخلقۃ فتلزم الزکوٰۃ کیفما
امسکہما ولو للنفقۃ او السوم بقیدہا الاتی او نیۃ التجارۃ فی العروض اور شرط اُسکی یعنے ادائے زکوٰۃ کے فرض ہونیکی گذر جانا برس کا ہے اسطرح کہ مال مالک کی
ملک میں رہے اور ثمن ہونا مال کا نقدی کی زکوٰۃ میں جیسے روپے اشرفیاں ہیں بسبب متعین ہونے ان دونوں کے تجارت کے لیے اصل پیدائش میں تو لازم ہوگی
ان دونوں پر زکوٰۃ جسطرح اُنکو روک رکھیگا اگرچہ خرچ روزمرہ کے لیے روپیہ یا اشرفیاں رکھ چھوڑے یا جنگل میں چرنا قید آئندہ کے ساتھ یعنی جانوروں کی زکوٰۃ
کے ادا میں جیسے برس کا گذرنا شرط ہے ویسے ہی جنگل میں چرنا بھی شرط ہے یا شرط ہے نیت تجارت اسباب کی زکوٰۃ کے باب میں ہم پہلے جو شرطیں عقل وغیرہ کی
مذکور ہوئیں وہ صاحب مال میں تھیں اور یہ شرطیں خود مال کی ہیں مگر کھیتوں اور پھلوں کی زکوٰۃ میں برس کا گذر جانا شرط نہیں کذا فی الشامی اما صریحا ولا بد
من مقارنتہا لعقد التجارۃ کما سیجیٔ او دلالۃ بان یشتری عینا بعرض التجارۃ او یواجر دارہ التی للتجارۃ بعرض فتصیر للتجارۃ بلا نیۃ صریحا اور اسباب میں نیت
تجارت یا صراحۃً ہو اور ضروری متصل ہونا اس نیت کا عقد تجارت سے چنانچہ آگے آویگا یعنے عقد کیوقت نیت کرے کہ جو چیز میری ملک میں آتی ہے وہ تجارت
کی ہے تو اگر کوئی چیز گھر کے کام کو مول لے پھر نیت تجارت کی کرلے تو تجارت کی نہوگی چنانچہ آگے آتا ہے یا نیت تجارت دلالۃ ہو اسطرح کہ مول لے

کوئی چیز معین اسباب تجارت کے بدلے یا کرایہ دے اپنا مکان تجارت کا عوض کسی اسباب کے تو ہو جائیگا یہ اسباب تجارت کے لیے بدون نیت کے
صحیح ہے واستثنوا من اشتراط النیۃ ما یشتریہ المضارب فانہ یکون للتجارۃ مطلقا لانہ لا یملک بالمال غیرہا اور مستثنیٰ کیا ہے علما نے نیت کے شرط
ہونے سے اس مال کو کہ مضارب خرید کرے اسلیے کہ وہ ہر صورت میں تجارت کے لیے ہے خواہ مضارب نیت کرے یا نکرے اسلیے کہ مضارب مال مضاربت
سے تجارت کے لیے خریدنے کے سوا اختیار نہیں رکھتا نہرالفائق میں کہا کہ اگر مضارب کی مول لی ہوئی چیز کو دلالت نیت میں شامل رکھیں تو استثنا کی
حاجت نہیں کذا فی الطحاوی ولا تصح نیۃ التجارۃ فیما خرج من ارضہ العشریۃ او الخراجیۃ او المستاجرۃ او المستعارۃ لکونہا یجب الحق فیہا اور درست نہیں نیت
تجارت کی اس پیداوار میں جو پیدا ہو اسکی زمین عشری میں یا خراجی یا اجارہ لی ہوئی یا مانگی ہوئی میں تاکہ جمع ہوں دو حق ہم پر علت کے ہمارے
صدر اول کی تاکہ کرایہ اور عاریت کی صورت میں اسوقت نیت درست نہوگی کہ زمین عشری ہو کیونکہ کرایہ اور عاریت کی زمین کی وہ یکی ذمہ کرایہ دار
اور مانگنے والے کے ہوتی ہے اسلیے اگر پیداوار میں زکوٰۃ بھی لازم ہو تو دو حق جمع ہو جاوینگے ہاں اگر زمین مذکور خراجی ہو تو خراج مالک زمین پر ہوگا
اب اگر کرایہ دار اور مانگنے والا نیت تجارت پیداوار میں کریگے تو درست ہوگی کیونکہ اس صورت میں دو حق جمع نہونگے خراج اور [illegible] پر ہوگا اور
زکوٰۃ دوسرے پر کذا فی الطحاوی وشرط صحۃ ادائہا نیۃ مقارنۃ لہ ای للاداء ولو کانت المقارنۃ حکما کما لو دفع بلا نیۃ ثم نوی والمال قائم فی
ید الفقیر او نوی عند الدفع للوکیل ثم دفع الوکیل بلا نیۃ او دفعہا لذمی لیدفعہا للفقراء جاز لان المعتبر نیۃ الآمر ولذا لو قال ہذا تطوع او عن کفارتی ثم
نواہ عن الزکوٰۃ قبل دفع الوکیل صح اور صحت ادائے زکوٰۃ کی شرط وہ نیت ہے جو ادا کے ساتھ متصل ہو اگرچہ متصل ہونا حکما ہو مثلا زکوٰۃ فقیر کو بلا نیت
دی پھر نیت کی اسوقت کہ مال فقیر کے پاس سلامت ہے یا ایک شخص کو ادائے زکوٰۃ کا وکیل کیا اور وکیل کو روپے دینے کے وقت نیت ادائے
زکوٰۃ کی کرلی پھر وکیل نے بلا نیت فقیرون کو حوالہ کیا یا زکوٰۃ کسی ذمی کو دی اس غرض سے کہ وہ فقیرون کو دیدے تو درست ہے اسلیے کہ معتبر نیت حکم
کرنے والے کی ہے اور اسی وجہ سے اگر وکیل سے کہا کہ یہ صدقہ نفل ہے یا میرے کفارہ کی عوض ہے پھر پیشتر اس سے کہ وکیل وہ مال کسی کو دیدے نیت
کرلی کہ زکوٰۃ کی طرف سے ہے تو درست ہے مصنف نے اگرچہ وکیل دینے کے وقت نیت صدقہ نفل یا کفارہ موکل کی کرے اگرچہ موکل اسکے دینے سے
پیشتر نیت کریگا وہی معتبر ہوگی اور ذمی کے دینے کی مثال اسلیے لکھی تاکہ معلوم ہو کہ عبادات مالی میں کافر کی نیابت جائز ہے بخلاف حج کے کہ وہ مرکب ہے
عبادت بدنی اور مالی سے انمیں کافر کو وکیل کرنا درست نہیں کذا فی الشامی ولو خلط زکوٰۃ موکلیہ ضمن وکان متبرعا الا اذا وکلہ الفقراء اور اگر وکیل
نے اپنے موکلون کی زکوٰتین باہم خلط کر دین تو وکیل ضمان دیگا اور مال مخلوط اگر فقیرون کو دے ڈالیگا تو اپنی طرف سے احسان کرنے والا ہوگا
موکلون کی طرف سے زکوٰۃ ادا نہوگی مگر اس صورت میں کہ وکیل مذکور کو فقیرون نے مال زکوٰۃ لینے کا اپنی طرف سے وکیل کیا ہو ہم ضمان کا حکم
اس صورت میں ہے کہ مالکون نے اذن خلط کا نہ دیا ہو اور اگر اذن دیا ہو صراحۃ یا دلالۃ اذن ہو اسطرح کہ مالکون کو علم خلط کا ہو اور وکیل سے تعرض
نکیا تو اس صورت میں خلط جائز ہے کذا فی الطحطاوی وللوکیل ان یدفع لولدہ الفقیر وزوجتہ لا لنفسہ الا اذا قال ربہا ضعہا حیث شئت اور وکیل
کو جائز ہے کہ زکوٰۃ دیوے اپنے لڑکے محتاج اور اپنی زوجہ محتاج کو نہیں جائز ہے رکھ لینا خود اپنے لیے مگر جس صورت میں کہ مالک نے کہدیا ہو کہ
صرف کرنا زکوٰۃ کو جس موقع پر تو چاہے تو اس صورت میں اگر وکیل مصرف زکوٰۃ ہو اور اپنے لیے رکھ لے تو جائز ہے ورنہ جائز نہیں کذا فی الطحطاوی
ولو تصدق بدراہم نفسہ اجزا ان کان علی نیۃ الرجوع وکانت دراہم الموکل قائمۃ اور اگر وکیل نے خود اپنے روپے زکوٰۃ میں دیدیے تو کافی
ہو بشرطیکہ وکیل کی نیت ہو کہ موکل کے روپیون میں سے انکو لے لونگا اور موکل کے روپیے بھی اسکے پاس موجود ہوں تو اگر موکل کے روپیہ اسکے
پاس اٹھ گئے ہوں یا اسنے نیت اپنے روپیون کا عوض لینے کی نہ کی ہو تو موکل کی طرف سے یہ دینا کافی نہ ہوگا کذا فی الطحطاوی

او مقارنۃ بعزل ما وجب کلہ او بعضہ ولا یخرج عن العہدۃ بالعزل بل بالاداء للفقراء یا نیت ادا سے زکوٰۃ متصل ہو زکوٰۃ واجب کے علیحدہ کرنے سے خواہ کل واجب کے علیحدہ کرنے سے متصل ہو یا بعض کے اور مالدار بری الذمہ نہو گا زکوٰۃ کو علیحدہ کردینے سے بلکہ فقیروں کو دینے کی وجہ سے ذمہ پاک ہوگا مصنف یعنی اگر زکوٰۃ کا مال جو علیحدہ کیا تھا ضائع ہوجائیگا تو زکوٰۃ ساقط نہوگی او تصدق بکلہ الا اذا نوی نذرا او واجبا آخر فیصح ویضمن الزکوٰۃ یا ادا سے زکوٰۃ کی صحت کے لیے شرط ہے کل مال کا خیرات کردینا مگر جس صورت میں کہ اس خیرات سے نیت کرے کسی نذر کی یا کسی دوسرے واجب کی تو یہ خیرات اسکی نیت کے موافق درست ہوجائیگی اور زکوٰۃ کا ضمان دے علامہ طحطاوی نے کہا کہ تصدق کی قید سے معلوم ہوا کہ اگر مال کو بعد زکوٰۃ واجب ہونے کے کسی غنی کو ہبہ کردیگا تب بھی زکوٰۃ ساقط نہو گی جیسے دریا میں اسکا ڈالدینے سے ساقط نہیں ہوتی ولو تصدق ببعضہ لا تسقط حصتہ عند الثانی خلافا للثالث اور اگر بعض مال صدقہ کردیا تو اس صدقہ کیے ہوئے کی زکوٰۃ ساقط نہوگی امام ابو یوسف رح کے نزدیک بخلاف امام محمد رح کے کہ انکے نزدیک ساقط ہوجائیگی اور امام ابو حنیفہ اس مسئلہ میں امام محمد رح کے ساتھ ہیں تو یہی راجح معلوم ہوتا ہے کذا فی الطحطاوی واطلقہ فیعم العین والدین حتی لو ابرأ الفقیر عن النصاب صح وسقط عنہ اور ماتن نے تصدق کو مطلق رکھا تو وہ عام ہے موجود چیز اور دوسرے کے ذمہ دین کو یہانتک کہ اگر فقیر کو بری کردیا نصاب سے تو صحیح ہوگا ابرا اور زکوٰۃ اسکے ذمہ سے ساقط ہوگی مترجم یعنی مثلاً زید کا قرض عمرو کے ذمہ بقدر نصاب ہے اور عمرو مفلس ہے زید نے کہدیا کہ میں نے تجکو قرض معاف کیا تو یہ معاف کرنا بھی صحیح ہے اور زید کے ذمہ سے زکوٰۃ بھی اس نصاب کی ساقط ہوگئی واعلم ان اداء الدین عن الدین والعین عن العین وعن الدین یجوز واداء الدین عن العین وعن دین سیقبض لا یجوز اور جاننا چاہیے کہ ادا کرنا دین کا بعوض دین کے اور ادا کرنا موجود چیز کا بدلہ موجود کے اور بدلہ دین کے درست ہے اور ادا کرنا دین کا بدلے موجود چیز کے اور بدلے اس دین کے جو عنقریب قبضہ میں آویگا درست نہیں مترجم مراد دین سے وہ مال زکوٰۃ ہے جو دوسرے کے ذمہ ہو اور عین سے یہ مراد ہے کہ اسکی ملک میں قائم ہو نقد ہو یا اسباب تو اس مسئلہ کی چار صورتیں ہیں اسلیے کہ زکوٰۃ دو حال سے خالی نہیں یا دین ہوگی یا عین اور جس مال کی زکوٰۃ دینی منظور ہے وہ بھی یا دین ہوگا یا عین لیکن چونکہ مال دو طرح کا ہوسکتا ہے ایک وہ کہ قبضہ میں نہ آوے ساقط ہوجاوے اور ایک وہ کہ بعد زکوٰۃ اسکے قبضہ کرنے کا استحقاق رہے تو اب پانچ صورتیں ہوگئیں جنمیں سے تین میں ادا درست ہے اور دو میں ناجائز پہلی صورت زکوٰۃ دین کا ادا کرنا اس مال دین سے کہ ساقط ہوجاوے جسکی مثال اوپر گذری یعنی مدیون مفلس کو نصاب بالکل معاف کردینا دوسرے ادا کرنا زکوٰۃ عین کا مال موجود سے مثلاً نقد یا اسباب بقدر نصاب ہے اسمیں سے مقدار واجب کو دیڈالا تو ادا درست ہے سوم ادا سے زکوٰۃ عین مال دین کے عوض مثلاً ایک شخص دو سو روپیہ کا مالک ہے مگر کسی کو قرض دے رکھے ہیں تو انکی زکوٰۃ میں پانچ روپیہ اپنے پاس سے دیدیے تو یہ ادا درست ہوا اور جن دو صورتوں میں ناجائز ہے انمیں سے اول یہ ہے کہ مال موجود کی زکوٰۃ میں دین کو دینا مثلاً ایک شخص کے پاس ۸۰۰ روپیہ موجود ہیں انکی زکوٰۃ بیس روپیہ ہوے اور اسکے ۲۰ روپیہ کسی مفلس پر آتے ہیں تو ان بیس روپیوں کو اس مال موجود کی زکوٰۃ میں مجرا دینا جائز نہیں دوسری صورت یہ ہے کہ ادا کرے دین کو اس مال دین کے عوض جو عنقریب قبضہ میں ہوگا مثلاً حامد کے ڈیڑھ سو روپیہ محمود کے ذمہ قرض ہیں حامد نے اسکو ۵۰ روپیہ معاف کردیے تو ان ۵۰ کی زکوٰۃ بھی اسکے ذمہ سے ساقط ہوئی لیکن اگر یہ نیت کریگا کہ سو جو باقی رہے انکی زکوٰۃ بھی انھیں پچاس میں آجاوے تو یہ درست نہو گا کیونکہ جب سو اسکے قبضہ میں آئینگے تو عین ہوجاینگے اور عین کی زکوٰۃ دین سے درست نہیں کذا فی الشامی بتصرف وحیلۃ الجواز ان یعطی مدیونہ الفقیر زکوٰتہ ثم یاخذہا عن دینہ ولو امتنع المدیون مد یدہ واخذہا لکونہ ظفر بجنس حقہ فان مانعہ رفعہ للقاضی اور جواز کا حیلہ یعنی مال موجود کی زکوٰۃ کو دین سے ادا کرنے کی تدبیر یہ ہے کہ اپنے قرضدار محتاج کو اپنی زکوٰۃ حوالہ کرے پھر اس زکوٰۃ کو عوض اپنے قرض کے اس سے لے لے اور اگر وہ نہ دیوے تو ہاتھ بڑھا کر چھین لے کیونکہ اسکو اسکے حق کی جنس مل گئی

اور قرضخواہ جب قرضدار کی کوئی چیز اپنے حق کی جنس سے پاتا ہے تو زبردستی لے سکتا ہے پھر اگر محتاج مزاحمت کرے تو اسکو قاضی کے پاس لیجاوے
کہ وہ اس سے دلوا دیگا تو اس صورت میں قرض بھی اُس قدر وصول ہو جائیگا اور مال کی زکوٰۃ بھی ادا ہو جائیگی وحیلۃ التکفین بہا التصدق علی فقیر ثم
ہو یکفن فیکون الثواب لہما وکذا فی تعمیر المسجد وتمامہ فی حیل الاشباہ اور حیلہ زکوٰۃ سے کفن دینے کا یہ ہے کہ زکوٰۃ کو کسی محتاج کی ملک کر دے پھر وہ
محتاج اس سے مردہ کو کفن دے تو اس صورت میں ثواب دونوں کو ہوگا اور ایسا ہی حیلہ ہے زکوٰۃ کو مسجد کی تعمیر میں لگانے کا یعنی کسیکو دیدے کہ وہ مسجد
میں صرف کرے اور اسکا پورا بیان اشباہ کے حیلوں میں ہے [illegible] اور یہی حیلہ ہے ہاشمی کو زکوٰۃ کے دینے کا بشرطیکہ درمیانی شخص اپنی خوشی سے
دیا ہو رکھ لے وافتراضہا عمری ای علی التراخی وصححہ الباقانی وغیرہ وقیل فوری ای واجب علی الفور وعلیہ الفتوی کما فی شرح الوہبانیۃ اور فرض
ہونا زکوٰۃ کا عمری ہے یعنی اگر عمر بھر میں کبھی ادا کریگا تو گنہگار نہ ہوگا اور اسی کو صحیح کہا ہے باقانی وغیرہ نے اور ایک قول یہ ہے کہ اسکا فرض ہونا فوری ہے
یعنی اسی وقت ادا کرنا واجب ہے اور اسی پر فتوی ہے جیسا کہ شرح وہبانیہ میں ہے فیأثم بتأخیرہا بلا عذر وترد شہادتہ لان الامر بالصرف الی الفقیر
معہ قرینۃ الفور وہی انہ لدفع حاجتہ وہی معجلۃ فمتی لم تجب علی الفور لم یحصل المقصود من الایجاب علی وجہ التمام وتمامہ فی الفتح پس گنہگار
ہوگا اور اسکی زکوٰۃ میں بدون عذر تاخیر کرنے سے اور اسکی گواہی مقبول نہ ہوگی [illegible] اسلیے کہ زکوٰۃ کو فقیر پر صرف کرنیکا
امر کے ساتھ علی الفور ہونے کا قرینہ موجود ہے اور وہ قرینہ یہ ہے کہ امر فقیر کے دینے کا اسکی حاجت کے دور کرنیکو ہے اور اسکی حاجت سردست موجود ہے تو اگر
زکوٰۃ علی الفور واجب نہ ہو تو زکوٰۃ کے واجب کرنے سے مقصود کامل طور پر حاصل نہ ہوگا اور اسکا پورا بیان فتح القدیر میں ہے فلو اشتری للتجارۃ ای عبدا مثلا
اشتراہ لہا فنوی بعد ذلک خدمتہ ثم ما نواہ للتجارۃ لا یصیر للتجارۃ وان نواہ لہا ما لم یبعہ بجنس ما فیہ الزکوٰۃ والفرق ان التجارۃ عمل فلا تتم
بمجرد النیۃ بخلاف الاول فانہ ترک العمل فیتم بہا نہیں باقی رہتا تجارت کے لیے وہ مال یعنی مثلا غلام کہ اسکو مول لیا ہو تجارت کے لیے اور بعد اسکے
نیت کر لی اس سے خدمت لینے کی تو پھر نیت خدمت کے تجارت کا نہ رہیگا پھر جس مال کو اُس مال کے لیے نیت کی وہ تجارت کا نہ ہوگا اگرچہ مالک اسکو
تجارت کے لیے نیت کرے جبتک کہ اسکو ایسے مال کے عوض نہ بیچڈالے جسمیں زکوٰۃ ہوتی ہے یعنی مثلا غلام خدمت کی نیت سے مول لیکر تجارت کی نیت کی تو وہ
نیت سے تجارت کا نہ ہوگا جبتک اسکے عوض ایسا مال نہ لے جسمیں زکوٰۃ ہے اور فرق دونوں صورتوں میں یہ ہے کہ تجارت ایک عمل ہے تو صرف نیت سے پورا
عمل نہ ہوگا بخلاف اول صورت یعنی خدمت کے کہ وہ ترک عمل ہے اور ترک عمل نیت سے بھی کامل ہو جاتا ہے بجنس ما فیہ الزکوٰۃ کی قید سے یہ صورت نکلگئی
کہ مثلا غلام مذکور کو بعد نیت تجارت اپنی زوجہ کے مہر میں دیدیا یا قصاص کی صلح میں دیدیا یا عورت نے خلع کے عوض میں حوالہ کیا تو ان صورتوں میں
اسپر زکوٰۃ نہ آویگی اور ترک عمل میں صرف نیت کافی ہے مثلا مقیم اور روزہ دار اور کافر میں صرف نیت کافی ہے کیونکہ اقامت ترک سفر کا نام ہے اور روزہ
ترک افطار کا اور کفر ترک اسلام کا اور انکے مقابل میں صرف نیت کافی نہیں مثلا صرف نیت سے مسافر نہ ہوگا اور نہ افطار کرنیوالا اور نہ مسلمان کما فی الشامی
وما اشتراہ لہا ای للتجارۃ کان لہا لمقارنۃ النیۃ لعقد التجارۃ لا ما ورثہ ونواہ لہا لعدم العقد الا اذا تصرف فیہ ای ناویا فتجب الزکوٰۃ لاقتران النیۃ
بالعمل الا الذہب والفضۃ والسائمۃ لما فی الخانیۃ لو ورث سائمۃ لزمہ زکوتہا بعد حول نواہ اولا اور جو مال کہ تجارت کیواسطے مول لیا وہ تجارت ہی
کا ہوگا بسبب متصل ہونے نیت کے عقد تجارت سے نہیں ہوگا تجارت کا وہ مال کہ اسکا وارث ہوا اور نیت کی تجارت کی بسبب نہ ہونے عقد کے یعنی میراث
کے ملنے میں کوئی عقد معاوضہ نہیں کہ اسکے باعث سے نیت کا اعتبار ہو مگر جب مال وراثت میں تصرف کرے بہ نیت تجارت یعنی بیع کے وقت مثلا
نیت کرے کہ جسکا عوض تجارت کے لیے ہے تو اب زکوٰۃ واجب ہوگی بدل پر بعد گذرنے برس کے بسبب متصل ہونے نیت کے عمل سے مگر سونا اور چاندی
اور چرائی کا جانور اگر میراث میں ملے تو اسپر زکوٰۃ لازم ہے اسلیے کہ خانیہ میں ہے کہ اگر سائمہ کا وارث ہوا تو اسکی زکوٰۃ اسپر لازم ہے برس گذرنے کے بعد نیت

کی کرے یا نکرے ہم چاندی سونا چونکہ اصل خلقت کے لحاظ سے تجارت کے لیے متعین ہیں اسلیے میراث میں پانے سے انپر زکوٰۃ ہوگی خواہ تجارت کی نیت کرے یا نہیں اور سائمہ میں چونکہ پہلے سے صفت سوم موجود تھی اسلیے اب وارث کی نیت کی حاجت نہیں غرضکہ برس گذرنے کے بعد ان دونوں پر زکوٰۃ لازم ہوگی کذا فی الطحطاوی وما ملکہ بصنعہ کہبۃ او وصیۃ او نکاح او خلع او صلح عن قود قید بالقود لان العبد للتجارۃ اذا قتلہ عبد خطاء ودفع بہ کان المدفوع للتجارۃ خانیۃ وکذا کل ما قوبض بمال التجارۃ فانہ یکون لہا بلا نیۃ کما مر ولو ناواہ لہا کان لہا عند الثانی والاصح انہ لا یکون لہا بحر عن البدائع اور جس چیز کا مالک اپنے فعل سے ہوئی ہو مال کو قبول کرنے پر اُسکا مالک ہونا موقوف ہو مال کا بدلہ مال سے نہو جیسے ہبہ میں یا وصیت میں یا مہر نکاح میں یا خلع کے عوض میں یا صلح بعوض قصاص میں اور اس مال میں نیت تجارت کی کرے تو یہ مال امام ابو یوسف کے نزدیک تجارت کا ہوجائیگا اور صحیح تر یہ ہے کہ تجارت کے لیے نہوگا کیونکہ تجارت مال کا حاصل ہونا ہے مال کے عوض اور ان معاملات میں مال بدون مال کے حاصل ہوتا ہے تجارت کے لیے نہو گا کذا فی البحر عن البدائع شارح نے کہا کہ ماتن نے صلح میں قود کی قید اسلیے لگائی کہ تجارت کے غلام کو اگر کوئی غلام براہ خطا مارڈالے اور مقتول کے عوض غلام قاتل مقتول کے مالک کو حوالہ کیا جاوے تو یہ غلام تجارت کا ہوگا بدون نیت مالک کے کذا فی الخانیہ اور اسیطرح جو چیز مال تجارت کی عوض قبضے میں آوے تو وہ بھی تجارت کے لیے ہوگی بدون نیت کے چنانچہ اوپر گذرا کہ مال تجارت کے عوض دوسری چیز لینے میں نیت تجارت دلالۃ موجود ہے تو نیت جدید کی حاجت نہیں وفی اوائل الاشباہ ولو قارنت النیۃ ما لیس بدل مال بمال لا تصح علی الصحیح اور شرح اشباہ میں ہے کہ جب نیت متصل ہو اُس چیز سے کہ مال کا مبادلہ مال سے نہیں تو یہ نیت درست نہوگی مذہب صحیح کے بموجب ہم اُس قول کو شارح نے صحیح قول کی تائید کے لیے بیان کیا لا زکوٰۃ فی اللآلی والجواہر وان ساوت الفا اتفاقا الا ان تکون للتجارۃ نہیں ہے زکوٰۃ موتیوں اور جواہر میں اگرچہ ہزار کی قیمت کے ہوں بالاتفاق مگر اُس صورت میں کہ موتی اور جواہر تجارت کے لیے ہوں تو انپر زکوٰۃ ہوگی ہم جواہر سے مراد یاقوت و زمرد وغیرہ ہیں اور انپر زکوٰۃ نہونے کی وجہ یہ ہے کہ جو مال پیدائش میں جو چیز بڑھنے والی نہیں کذا فی الطحطاوی والاصل ان ما عدا الحجرین و السوائم انما یزکی بنیۃ التجارۃ بشرط عدم المانع المودی الی الثنی وشرط مقارنتہا لعقد التجارۃ وہو کسب المال بالمال بعقد شراء او اجارۃ او استقراض اور قاعدہ کلیہ زکوٰۃ کے ہونے کا یہ ہے کہ جو مال سوا سونے چاندی اور سوائم اور چرائی کے جانوروں کے ہے اُسپر زکوٰۃ تبھی ہوگی جب تجارت کی نیت ہو بشرطیکہ مانع کے جس سے دوبارہ زکوٰۃ کی نوبت پہنچے اور بشرط متصل ہونے نیت کے عقد تجارت سے اور عقد تجارت حاصل کرنا مال کا ہے عوض مال کے بذریعہ خرید کے عقد کے یا اجارہ کے یا قرض لینے کے ہم طحطاوی نے کہا کہ ثنی بکسر مثلثہ و نون مفتوح والف مقصورہ ایک برس میں دوبار صدقہ لینے کو کہتے ہیں تو اگر زمین عشری کو بنیت تجارت مول لے تو اسمیں زکوٰۃ نہوگی کیونکہ عشر اور زکوٰۃ دونوں جمع ہوجائینگی فلو نوی التجارۃ بعد العقد او اشتری شیئا للقنیۃ ناویا انہ ان وجد ربحا باعہ لا زکوٰۃ علیہ کما لو نوی التجارۃ فیما خرج من ارضہ کما مر پس اگر نیت تجارت کی بعد عقد کے یا مول لی کوئی چیز گھر میں رکھنے کو اس نیت سے کہ اگر نفع ملیگا تو بیچ ڈالینگے تو اسپر زکوٰۃ نہیں بوجہ نہ متصل ہونے نیت کے عقد تجارت سے جیسے اگر نیت کی اُس پیداوار میں جو پیدا ہوا اسکی زمین عشری یا خراجی میں تو اسپر بھی زکوٰۃ نہوگی کیونکہ یہاں مانع موجود ہے یعنی عشر اور خراج مانع زکوٰۃ ہیں وکما لو شری ارضا خراجیۃ ناویا التجارۃ او عشریۃ وزرعہا او بذرا للتجارۃ فزرعہ لا یکون للتجارۃ لقیام المانع اور جیسا کہ اگر خرید کرے کوئی زمین خراجی بنیت تجارت کے خواہ اسکو بووے یا نہیں یا زمین عشری مول لے اور اسکو بووے یا بیج مول لیا تجارت کے لیے پھر اُسکو بو دیا تو ان صورتوں میں پیداوار تجارت کے لیے نہوگا بسبب موجود ہونے مانع کے ہم یعنی اول صورت میں خراج اُسکے ذمے ہے بسبب مالک ہونے کے خواہ بووے یا نہیں اور دوسری صورت میں عشر لیا جاتا ہے تو اگر زمین عشری کو بنیت تجارت لیکر نہ بوئیگا تو اُسکی زکوٰۃ واجب ہوگی اور عشر نہ دینا پڑیگا بسبب نہونے پیداوار کے اور تیسری صورت میں اُسوقت مال تجارت کا نہوگا

کہ بیچ کہ زمین خراجی یا عشری مین بو دے اور اگر اپنی زمین مملوک مین بو دیگا تو زکوۃ واجب ہو گی کذا فی الطحطاوی

باب السائمۃ

یہ باب چرنیوالے جانورون کی زکوۃ کے بیان مین ہی الراعیۃ وشرعا المکتفیۃ بالرعی المباح ذکرہ الشمنی فی اکثر العام لقصد الدر والنسل ذکرہ الزیلعی وزاد فی المحیط والزیادۃ والسمن لیعم الذکور فقط لکن فی البدائع لو اسامہا للحم فلا زکوۃ فیہا کما لو اسامہا للحمل والرکوب ولو للتجارۃ ففیہا زکوۃ التجارۃ ولعلہم ترکوا ذلک لتصریحہم بالحکمین سائمہ لغت مین چرنے والے جانور کو کہتے ہین اور شرعا جو اکتفا کرے مباح چرائی پر یعنی جسپر مالک کو کچھ دینا نپڑے اس قید کو شمنی نے ذکر کیا ہی اکتفا کرے اکثر سال مین واسطے قصد دودھ کے اور نسل لینے کے ذکر کیا ہی اسکو زیلعی نے اور محیط مین اتنا اور زیادہ کیا ہی اور زیادتی اور موٹا ہونیکے لیے تاکہ شامل ہو صرف نرون کو بھی لیکن بدائع مین ہی کہ اگر چرایا سوائم کو گوشت کے لیے تو انمین زکوۃ نہین ہی ایسا ہی اگر چرایا لادنے یا سواری کے لیے اور اگر تجارت کے لیے چرایا تو انمین زکوۃ تجارت کی ہی اور شاید کہ ان لوگون نے اس قید کو اس لیے نہین ذکر کیا کہ دونون حکمون کی تصریح کر چکے ہین ہم نیز بیان کر چکے ہین کہ جس مال کی نیت تجارت کی ہو تو اسمین زکوۃ ہی اور مال کا لفظ حیوانات کو بھی شامل ہی اور سوائم جو حمل اور رکوب کے لیے ہون انمین زکوۃ نہین ہی قال الشامی فلو علفہا نصفہ لا تکون سائمۃ فلا زکوۃ فیہا للشک فی الموجب پس اگر گھاس کھلایا جانورون کو آدھے برس یعنی گھر پر باندھکر تو سائمہ نہو گی اور اسلیے زکوۃ بھی انمین نہوگی کیونکہ موجب زکوۃ یعنی سوم مشکوک ہی ہم نیچے جانورون مین زکوۃ بشرط سوم ہوتی ہی تو جب نصف برس اپنے گھر سے گھاس کھلایا تو سوم مین شک پڑ گیا قوله الحول زکوۃ التجارۃ یجعلہا للسوم لان زکوۃ السوائم وزکوۃ التجارۃ مختلفان قدرا وسببا فلا یبنی حول احدہما علی الآخر اور زکوۃ تجارت کا برس باطل ہو جاتا ہی انکے سائمہ کرنے سے کیونکہ زکوۃ سوائم کی اور زکوۃ تجارت کی مختلف ہین مقدارون اور سبب مین تو ایک کا برس دوسرے کے برس پر بنی نہین ہو سکتا ہم اس مسئلہ کی صورت یہ ہی کہ ایک شخص کے پاس تجارت کے مواشی ہین چند روز بعد اسنے انکو دودھ اور نسل کے لیے چرنے چھوڑ دیا تو اب سال زکوۃ چرائی کے دن سے شروع ہو گا پہلے دن سال مین محسوب نہونگے کیونکہ زکوۃ تجارت کی مقدار چالیسوان حصہ ہی اور سوائم کی زکوۃ جانور دینا پڑتا ہی اور دونون زکوتون کا سبب بھی مختلف ہی کہ تجارت مین نصاب مالی کا مالک ہونا سبب ہی اور سوائم مین عدد معین کا مالک ہونا کذا فی الطحطاوی فلو اشتری لہا ای للتجارۃ ثم جعلہا سائمۃ اعتبر اول الحول من وقت الجعل للسوم کالو باعہا السائمۃ فی وسط الحول او قبلہ بیوم بجنسہا او بغیر جنسہا او بنقد ولا نقد عندہ او بعروض ونوی بہا التجارۃ فانہ یستقبل حولا آخر جوہرۃ وفیہا لیس فی سوائم الوقف والخیل المسبلۃ زکوۃ لعدم المالک ولا فی المواشی العمی ولا مقطوعۃ القوائم لانہا لیست سائمۃ پس اگر خرید امواشی کو تجارت کے لیے پھر چھوڑ دیا چرائی پر تو معتبر ہو گا اول سال جسوقت سے چرائی پر کیا ایسا ہی اگر بیچ دیا سوائم کو برس کے اندر یا برس ورا سے ایک دن پہلے بدلے انکے جنس کے یا غیر جنس کے یا بدلے نقد کے اور نقد انکے پاس موجود نہین یا بیچا بدلے اسباب کے اور نیت کر لی اسباب مین تجارت کی تو ان سب صورتون مین نئے سرے سے برس شروع ہو گا کذا فی الجوہرہ اور اسمین یہ بھی ہی کہ وقفی مواشی مین زکوۃ نہین اور نہ گھوڑون مین جو فی سبیل اللہ کیے گئے بسبب نہونے مالک کے اور نہ اندھے مواشی مین اور نہ پانون کٹون مین کیونکہ وہ سائمہ نہین ہم نقد پاس نہونے کی قید اسلیے لگائی کہ اگر اسکے پاس نقد نصاب ہوگی تو قیمت سوائم کی اسکے ساتھ ملا کر زکوۃ دینی ہو گی نقد حال کے لیے نیا برس مقرر نہ کیا جائیگا اور بہتر یہ تھا کہ شارح لا نصاب عندہ لکھتا کہ شامل ہوتا ہر طرح کے مبادلے یعنی جنسی اور غیر جنسی کو اور گھوڑون پر صاحبین کے نزدیک بالکل زکوۃ نہین اور ظہیریہ مین لکھا ہی کہ اندھے مواشی مین دو روایتین ہین اور

صاحبین کے نزدیک واجب ہی اور بحر الرائق میں بھی واجب لکھا ہی قالہ الشافعی

باب

یہ باب ہی اونٹوں کی زکوٰۃ کے بیان میں طحطاوی نے کہا کہ لفظ باب تنوین کے ساتھ ہی اور اسکی خبر محذوف ہی نصاب الابل بکسر الباء لکن سکون ﷲ واما اسم لفظ ابل اسم الجمع لا واحد لہ من لفظہ اور اسکا واحد بعیر آتا ہی قول علی اقل ما الخ نصاب اونٹوں کے پانچ ہیں شارح نے کہا ابل ب کا سر ہو کے ساتھ ہی اور کبھی ساکن بھی کیجاتی ہی مؤنث سماعی ہی اسکا واحد اس کے لفظ سے نہیں آتا اور یاء نسبت لگانے سے ب کو فتح ہوجاتا ہی اور اونٹ کو ابل اسلیے کہتے ہیں کہ باتوں پر غالب کرتا ہی ہم نے ابل اور اول میں اشتقاق کبیر ہی اور وہ یہ ہی کہ اکثر حروف میں اشتراک ہو اور معنوں میں مناسبت طحطاوی نے کہا کہ نصاب الابل بتا ہی اور خمس اسکی خبر خمس فیہ شاۃ فی کل خمس منھا الی خمس وعشرین بخت جمع بختی وہو الجمال الخراسانیۃ منسوب الی بخت نصر لانہ اول من جمع بین العربی والعجمی فولد منھا ولد فسمی بختیا او عراب شاۃ تا النصاب حقیقۃ نصاب اونٹوں کے پانچ ہیں لیجاویگی ہر ایک پانچ پانچ سے پچیس تک ایک ایک بکری خواہ اونٹ بختی ہوں یا عربی شارح نے کہا کہ بخت جمع بختی کی ہی اور بختی دو کوہان والے اونٹ کو کہتے ہیں منسوب ہی بخت نصر کیطرف اسلیے کہ اول اسنے عربی اور عجمی اونٹوں کو جمع کرکے نسل حاصل کی تھی اسلیے وہ بختی نسل کہلائی اور ما بین ہر دو نصاب کے عفو ہی یعنی پانچ پر ایک بکری ہی چھ سات پر بھی وہی ایک بکری ہو نو تک اور دس پر دو بکریاں تو پانچ سے زیادہ اور دس سے کم پر کچھ زکوٰۃ نہیں وہ معاف ہیں وفیہا ای الخمس والعشرین بنت مخاض وہی التی طعنت فی السنۃ الثانیۃ وسمیت بہ لان امہا غالبا تکون مخاضا ای حاملا بأخری اور اسمیں یعنی پچیس اونٹوں میں بنت مخاض ہی اور بنت مخاض وہ شتر مادہ ہی جسکو دوسرا برس لگا ہو یہ اسکا نام اسلیے ہوا کہ مخاض کے معنی حاملہ کے ہیں اور دوسرے برس میں اسکی ماں اکثر حاملہ ہوتی ہی دوسرے بچہ کی واسطے ست وثلثین ای الخمس والثلثین بنت لبون وہی التی طعنت فی الثالثۃ لان امہا تکون ذات لبن لأخری غالبا اور چھتیس اونٹوں میں پینتالیس تک بنت لبون ہی اور بنت لبون وہ اونٹنی ہی جسکو تیسرا برس لگا ہو اور اسکے لفظی معنی ہیں دودھ والی کا بچہ اسلیے کہ اسکی ماں اکثر اس وقت میں دوسرا بچہ دیکر دودھ والی ہوتی ہی وفی ست واربعین الی ستین حقۃ بالکسر وہی التی طعنت فی الرابعۃ وحق رکوبہا اور چھیالیس میں ساٹھ تک حقہ ہی جسکے معنی سزاوار سے اور حقہ وہ اونٹنی ہی جسکو چوتھا برس شروع ہوا ہو اور لائق ہوئی ہو سواری کے وفی احدی وستین الی خمس وسبعین جذعۃ بفتح الذال المعجمۃ وہی التی طعنت فی الخامسۃ لانہا تجذع ای تقلع اسنان اللبن اور اکسٹھ میں پچھتر تک جذعہ ہی ذال معجمہ کے فتح سے یعنے وہ اونٹنی جو پانچویں میں لگی ہو اور اسکے لفظی معنی ہیں توڑنے والی تو جذعہ اسلیے نام ہوا کہ وہ دودھ کے دانت اس عمر میں توڑتی ہی وفی ست وسبعین الی تسعین بنتا لبون وفی احدی وتسعین حقتان الی مائۃ وعشرین کذا کتب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وابی بکر رضی اللہ عنہ اور چھہتر میں نوے تک دو بنت لبون اور اکانوے میں دو حقہ ایک سو بیس تک یہی ہی کہ کتاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اور ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا لفظ کتب مصدر مضاف ہی اور بعض نسخوں میں الی ابی بکر ہی یعنے کتابت رسول اللہ کی جو پہونچی طرف ابی بکر کے کیونکہ زکوٰۃ کا نامہ حضرت نے قریب وفات کے لکھوایا تھا اور جاری ہونے کی نوبت نہ آئی تھی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا انتقال ہوگیا اس نامے کے موافق حضرت ابو بکر نے تعمیل کی اور شارح نے اس مسئلے کو یہاں درج کیا آخر کلام میں نہیں لکھا اسواسطے کہ بعد اسکے روایات میں کچھ اختلاف ہی اور ایکسو بیس تک اتفاق ہی مگر وہ جو حضرت علی رضی اللہ عنہ سے منقول ہی کہ پچیس پہ پانچ بکریاں بھی جائز ہیں کذا فی الشامی ثم تستانف الفریضۃ عندنا فیؤخذ فی کل خمس شاۃ مع الحقتین ثم فی کل مائۃ

وخمس واربعین بنت مخاض وحقتان ثم فی کل مائۃ وخمسین ثلث حقاق پھر ازسرنو زکوۃ حساب کیجاوے ہمارے نزدیک کہ لیا وے ہر پانچ پر ایک بکری مع دونوں حقوں کے پھر ایک سو پچیس میں بنت مخاض اور دو حقے پھر ایک سو پچاس میں تین حقے اور امام شافعی اور احمد رح کے نزدیک جب ایک سو بیس پر ایک زیادہ ہو تو اسمیں تین بنت لبون ایک سو تیس تک اور ایک سو تیس میں ایک حقہ اور دو بنت لبون پھر ہر چالیس میں بنت لبون اور ہر پچاس میں حقہ اور امام مالک سے دو قول منقول ہیں ایک ہمارے مذہب کے موافق اور دوسرا امام شافعی رح کے موافق کذا فی الشامی ثم بعد المائۃ والخمسین فی کل خمس شاۃ مع ثلث حقاق ثم فی کل خمس وعشرین بنت مخاض مع الحقاق ثم فی ست وثلثین بنت لبون ثم فی مائۃ وست وتسعین اربع حقاق الی مائتین پھر استیناف کیا وے زکوۃ مقررہ ابتدا ڈیڑھ سو کے پس ہر پانچ میں ایک بکری مع تین حقوں کے پھر پچیس میں بنت مخاض مع تین حقوں کے پھر چھتیس میں بنت لبون مع حقوں مذکورہ کے پھر ایک سو چھیانوے میں چار حقے دو سو تک تمام ہو کہ قول ثم فی کل خمس وعشرین سے لفظ کل حذف کرنا چاہیے کیونکہ فائدہ مقصود ہوگیا لفظ کل استیعاب کا مقتضی ہو کہ اگر یہ عدد مکرر ہو دو بار یا تین بار تو بھی واجب الاوم ہو حالانکہ یہ مراد نہیں ہے اور ایسے ہی ثم فی کل مائۃ وخمس واربعین ہے اور ان مواقع میں بجاے ثم کے واو مناسب ہے کیونکہ استیناف نہیں ہے بلکہ پہلے استیناف کا ہے کذا فی الشامی اسلیے مترجم نے لفظ کل کا ترجمہ دونوں جگہ نہیں کیا ثم تستانف الفریضۃ ابدا بعد المائتین ابدا کما تستانف فی الخمسین التی بعد المائۃ والخمسین حتی یجب فی کل خمسین حقۃ پھر ازسرنو زکوۃ کا حساب شروع کیا جاوے دو سو کے بعد ہمیشہ اسطرح جیسے ڈیڑھ سو کے بعد پچاس میں کیا جاتا ہے یہانتک کہ واجب ہو ہر پچاس میں ایک حقہ مراد یہ ہے کہ جب زیادہ ہوں دو سو پر پانچ اونٹ تو انمیں ایک بکری اور چار حقے یا پانچ بنت لبون اور دو سو دس میں دو بکریاں اور چار حقے اور دو سو پندرہ میں تین بکریاں چار حقے اور دو سو بیس میں چار بکریاں چار حقے پھر جب دو سو پچیس ہوں تو انمیں ایک بنت مخاض اور چار حقے دو سو چھتیس تک اور دو سو چھتیس میں بنت لبون مع چار حقوں کے ہے دو سو پینتالیس تک پھر دو سو چھیالیس میں پانچ حقے دو سو پچاس تک پھر استیناف اسیطرح کیا جاوے یہانتک کہ دو سو چھیانوے میں چھ حقے ہوں تین سو تک کذا فی الشامی والبختی ذکور الابل الا بالقیمۃ للاناث بخلاف البقر والغنم فان المالک مخیر اور نہیں کافی نر اونٹ مگر بحساب قیمت مادہ کے یعنے مادہ کی قیمت زیادہ ہو اونٹوں میں بخلاف گائے بکری کے کہ ان دونوں میں مالک کو اختیار ہے چاہے نر دے چاہے مادہ

باب زکوۃ البقر

یہ باب ہے زکوۃ گائے بیل کا من البقر بالسکون وہو الشق سمی بہ لانہ یشق الارض کالثور لانہ یثیر الارض ومفردہ بقرۃ والتاء للوحدۃ بقر لفظ بقر سے مشتق ہے بقر ساکن القاف سے جسکے معنی پھاڑنے کے ہیں اور وجہ تسمیہ یہ ہے کہ زمین کو پھاڑتا ہے جیسا اسکو ثور بھی کہتے ہیں اسلیے کہ زمین کو اٹھاتا ہے یعنے لائق زراعت کے کرتا ہے اور مفرد بقر کا بقرۃ ہے اور تا تانیث کی نہیں ہے بلکہ وحدت کی ہے نصاب البقر والجاموس ولو متولدا من وحش واہلیۃ بخلاف عکسہ ووحشی البقر والغنم وغیرہما فانہ لا یعد فی النصاب ثلثون سائمۃ غیر مشترکۃ گائے بھینس کی نصاب تیس عدد ہیں جنگل کے چرنیوالے کہ مشترک نہوں شارح نے کہا اگرچہ وحشی نر اور اہلی مادہ سے پیدا ہوے ہوں بخلاف اسکے کہ مادہ جنگلی ہو اور نر اہلی اور بخلاف جنگلی گائے اور بکری کے کیونکہ یہ نصاب میں شمار نہیں کیے جاتے اسلیے کہ جانوروں میں اعتبار مادہ کا ہے نر کا اعتبار نہیں ہے غیر مشترک کی قید اسلیے لگائی کہ اگر تیس عدد مشترک ہونگے تو انپر زکوۃ نہوگی کیونکہ ہر ایک کا حصہ نصاب سے کم ہے کذا فی الشامی وفیہا تبیع لانہ یتبع امہ ذو سنۃ کاملۃ او تبیعۃ انثاہ اور تیس گائے میں پورے برس روز کا بچھڑا یا بچھڑی واجب ہے اسکو تبیع اسلیے کہتے ہیں کہ تبیع کے لفظی معنی ہیں ساتھ رہنے والا اور یہ بھی اپنی

مانند کے ساقط ہوتا ہے کا ملہ کی قید اسواسطے بڑھائی کہ بعض علما نے لکھا ہے کہ دوسری برس میں لگا ہو یعنی جب ایک برس کا پورا ہوگا تو دوسرا برس خواہ مخواہ ہی شروع ہو جاویگا کذا فی الشامی و فی اربعین مسن و مسنۃ او مسنۃ اور چالیس میں پورے دو برس کا نر یا مادہ مسن کہ جو دانت والا اور اسکو مسن اسلیے کہتے ہیں کہ اس مدت میں دودھ کے دانت اٹھنے شروع ہوتے ہیں اور نئے دانت نکلتے ہیں و فیما زاد علی الاربعین بحسابہ فظاہر الروایۃ عن الامام و عنہ لا شئ فیما زاد الی ستین اور جو زیادہ ہو چالیس سے اسی حساب سے زکوٰۃ بھی لیجاویگی ساتھ یعنی اگر ایک زیادہ ہو تو چالیسواں حصہ ایک مسنہ کا اور دو میں بیسواں حصہ یہ مذہب ہے امام صاحب کا موافق ظاہر الروایت کے اور ایک روایت امام صاحب سے یہ ہے کہ زیادہ میں کچھ نہیں لازم آتا ساٹھ تک ففیہا ضعف ما فی ثلثین پس ساٹھ میں دو تابع اسکا ہے جو تیس میں لازم آتا ہے یعنی دو تبیع و ہو قولہما و الثلثۃ و علیہ الفتوی بحر عن الینابیع و تصحیح القدوری اور یہی ہے قول صاحبین کا اور باقی تینوں اماموں کا اور اسی پر فتوی ہے کذا فی البحر ناقلا عن الینابیع و تصحیح القدوری ثم فی کل ثلثین تبیع و فی کل اربعین مسنۃ الا اذا تداخلا کمائۃ و عشرین تخیر بین اربع اتبعۃ و ثلث مسنات و ہکذا پھر ہر تیس میں ایک تبیع اور ہر چالیس میں ایک مسنہ مگر اس صورت میں کہ دونوں یعنی تبیع اور مسنۃ متداخل ہوں جیسے ایک سو بیس کہ مالک مختار ہے چاہے چار تبیعے دیوے چاہے تین مسنہ و علی ہذا القیاس یعنی دو سو چالیس میں آٹھ تبیعے یا چھ مسنہ قال الشامی متداخل سے یہ مراد ہے کہ ایسا عدد ہو جو تیس اور چالیس دونوں پر پورا تقسیم ہوتا ہو تو تیس کے حساب سے چاہے تبیع دے چاہے چالیس کے حساب سے مسنہ دے

باب زکوٰۃ الغنم

یہ باب ہے زکوٰۃ بھیڑ بکری کے بیان میں مشتق من الغنیمۃ لانہ لیس لہا آلۃ الدفاع فکانت غنیمۃ لکل طالب غنم لفظ غنیمت سے مشتق ہے غنیمت سے اور وجہ تسمیہ یہ ہے کہ غنم کے پاس ایسا اوزار نہیں جس سے طالب کو ہٹا سکے پس گویا ہر طالب کے لیے غنیمت ہے اور سینگوں کا ہونا نہ ہونا برابر ہے کیونکہ اپنے مدافعت نہیں کر سکتی نصاب الغنم ضانا او معزا فانہا سواء فی تکمیل النصاب والاضحیۃ والربوا لا اداء الواجب والایمان اربعون و فیہا شاۃ تعم الذکور والاناث نصاب غنم کی بھیڑ ہو یا بکری کا چالیس ہیں اور چالیس میں زکوٰۃ ایک بکری ہے نر ہو یا مادہ شارح نے کہا کہ غنم بھیڑ بکری دونوں کو شامل ہے اسلیے کہ دونوں برابر ہیں نصاب کے پورا کرنے اور قربانی اور سود میں نہ ادا کے واجب میں اور قسموں میں ہم نصاب کا یہ اثر ہے کہ اگر بھیڑ بکری ملا کر چالیس ہوں تو زکوٰۃ لازم ہوگی اگرچہ اکیلے کی پوری نصاب نہ ہو اور سود میں اسطرح کہ اگر بھیڑ کا گوشت بدلے بکری کے گوشت کے زیادہ کم بیچے تو حرام ہے اور ادائے واجب اور قسم میں برابر نہیں یعنی اگر کسی کے پاس چالیس بھیڑیاں ہوں تو اسپر ایک بھیڑی واجب ہوگی اس سے بکری نہیں دے سکتے یا کسی نے قسم کھائی کہ بھیڑی کا گوشت نہ کھاؤنگا تو بکری کا گوشت کھانے سے حانث نہوگا کذا فی الشامی و فی مائۃ واحدی و عشرین شاتان و فی مائتین و واحدۃ ثلث شیاہ و فی اربع مائۃ اربع شیاہ وما بینہما عفو اور ایک سو اکیس میں دو بکریاں اور دو سو ایک میں تین بکریاں اور چارسو میں چار بکریاں اور ایک نصاب سے دوسرے نصاب تک جو عدد ہیں وہ معاف ہیں یعنی چالیس سے جو زیادہ ایک سو بیس تک اسمیں کچھ نہیں بشرطیکہ مالک ایک ہی ہو اور اگر تین مالک ہیں تو تین بکریاں لیجاوینگی ہر شخص سے ایک بکری بحر میں ہے کہ اگر ایک سو بیس بکریاں ایک شخص کی ہیں تو ساعی کو نہیں پہونچتا کہ انکو متفرق کر کے ہر چالیس پر ایک ایک بکری لے لے اور اگر چالیس بکریاں دو آدمی کی ہیں تو ان میں سے کسی پر زکوٰۃ نہیں ہے اور ساعی کو نہیں جائز کہ انکو جمع کر کے انپر زکوٰۃ لے لے اسلیے کہ ہر ایک کا حصہ نصاب سے کم ہے کذا فی الشامی ثم بعد بلوغہا اربع مائۃ فی کل مائۃ شاۃ الی غیر النہایۃ پھر جب بکریاں چارسو ہو گئیں تو ہر سیکڑے پیچھے ایک بکری ہے بے انتہا تک

ساعی وہ شخص ہے کہ حاکم اسلام کی طرف سے [illegible] ۱۲

ولا يؤخذ في زكوتها اي الغنم الثني من الضأن والمعز وهو ما تمت له سنة لا الجذع الا بالقيمة وهو ما اتى عليه اكثرها على الظاهر وعنه جواز الجذع من الضأن وهو قولهما والدليل يرجحه ذكره الكمال والثني من البقر ابن سنتين ومن الابل ابن خمس والجذع من البقر ابن سنة ومن الابل ابن اربع اور نہ لیا جاوے بھیڑ بکری کی زکوٰۃ میں ثنی یعنی بھیڑ یا بکرا پورے برس روز کا مراد یہ ہے کہ دوسرے برس میں ہو جیسے پایا اور کتب فقہ میں مسطور ہے لیا جاتا جذع مگر قیمت کے حساب سے اور جذع اسکو کہتے ہیں کہ جس پر اکثر سال گذر گیا ہو اور نہ لیا جانا جذع کا بنا بر ظاہر روایت ہے اور ایک روایت امام صاحب سے یہ ہے کہ جذع بھیڑ دنبوں میں کا لیا جاتا ہے اور یہی قول ہے صاحبین کا اور دلیل اسکو ترجیح دیتی ہے ذکر کیا ہے اسکو کمال نے لیکن بحر وغیرہ نے ظاہر الروایت پر جزم کیا ہے اور اختیار میں ہے کہ یہی صحیح ہے اور ثنی بیلوں میں دو برس کا ہوتا ہے اور اونٹوں میں پانچ برس کا اور جذع بقر میں ایک برس کا ہے اور ابل میں چار برس کا

ولا شيء في خيل سائمة عندهما وعليه الفتوى خانية وغيرها ثم عند الامام هل لها نصاب مقدر الاصح لا لعدم النقل بالتقدير اور زکوٰۃ نہیں ہے گھوڑوں جنگل کے چرنے والوں میں صاحبین کے نزدیک اور اسی پر فتوی ہے کذا في الخانية وغيرها اور کمال نے کہا کہ یہی پسندیدہ ہے اور اسرار اور زیلعی اور بنایہ اور جواہر اور کافی میں اسکو ترجیح دی ہے لیکن فتح القدیر میں قول امام کو ترجیح دی ہے اور صاحبین کی دلیل سے جواب بتا دیا ہے اسطرح دیا ہے کہ عدم زکوٰۃ خیل سے مراد غازیوں کے گھوڑے ہیں اور یہ قول باعتبار بحث کے قوی ہے جیسا کہ بحر اور نہر میں ہیں کذا في الشامي پھر جب امام کے نزدیک ان میں زکوٰۃ ہوئی تو کوئی نصاب بھی اسکے لئے مقرر ہے یا نہیں تو بعضوں نے تین اور بعضوں نے پانچ کہے ہیں لیکن اصح یہ ہے کہ کوئی نصاب مقرر نہیں کیونکہ تقدیر اور اندازہ سلف سے منقول نہیں ولا في بغال وحمير سائمة اجماعا الا ان تكون للتجارة فلو لها فلا كلام لانها من العروض اور نہیں زکوٰۃ بالاتفاق خچروں اور گدھوں جنگل کے چرنے والوں میں اگر تجارت کے نہوں اور اگر تجارت کے ہوں تو کچھ کلام نہیں زکوٰۃ کے واجب ہونے میں کیونکہ وہ مانند اور اسباب کے ہیں ولا في عوامل وعلوفة ما لم تكن العلوفة للتجارة اور نہیں زکوٰۃ کام کرنے والے جانوروں میں یعنی کھیتی کے بیل وغیرہ میں اور نہ گھر سے گھاس کھانے والوں میں زکوٰۃ ہے جبتک کہ گھر والے جانور تجارت کے نہوں اور عوامل میں قیمت تجارت کی نہیں لگائی جاتی کیونکہ عوامل بجائے تجارت کے لئے نہیں ہو سکتے اگرچہ نیت بھی کرے اسلئے کہ حاجت اصلی میں مشغول ہیں کذا في الشامي ولا في حمل بفتحتين ولد الشاة وفصيل ولد الناقة وعجول بوزن سنور ولد البقرة وصورته ان يموت كل الكبار ويتم الحول على اولادها الصغار اور نہیں ہے زکوٰۃ بچوں میں خواہ بکری کے ہوں یا اونٹنی کے یا گائے کے اور مسئلہ کی صورت یہ ہو سکتی ہے کہ سب بڑے مر جاویں اور بچے باقی رہیں اور پھر برس گذر جاوے ہم بچوں پر امام اعظم اور امام محمد کے نزدیک زکوٰۃ نہیں واجب ہوتی اور امام ابو یوسف کے نزدیک انھیں میں سے ایک ادا کرے جاننا چاہیے کہ چھوٹے اونٹوں کی نصاب پچیس ہونا امام ابو یوسف کے نزدیک ضروری ہے اور پچیس سے کم میں بالاتفاق کچھ لازم نہیں ہوتا اور یہی صحیح قول طرفین کا ہے کذا في الشامي الا تبعا لكبير ولو واحدا ويجب ذلك الواحد ولو ناقصا فلو جيدا لزم الوسط وهلاكه يسقطها یعنی بچوں میں زکوٰۃ نہیں مگر بتبعیت بڑوں کے اگرچہ بڑا ایک ہی ہو اور زکوٰۃ میں وہ بڑا ہی دینا واجب ہے اگرچہ ناقص ہی ہو پس اگر وہ اول قسم کا ہے تو وسط لازم ہوگا اور اگر وہ بڑا بعد برس گذر جانے کے ہلاک ہو جاوے تو زکوٰۃ ساقط ہو جاتی ہے یہ طرفین کے نزدیک اور امام ابو یوسف کے نزدیک ایک بچے کے [illegible] لازم ہونگے کیونکہ بڑے کے مر جانے سے ایک جزو ساقط ہو گیا قال الشامي ولو تعدد الواجب وجب الكبار فقط ولا يكمل من الصغار خلافا للثاني اور اگر زکوٰۃ واجب متعدد ہو تو صرف بڑے ہی دیے جاویں اور چھوٹوں سے ملا کر پورا کرنے کی حاجت نہیں بخلاف قول امام ابو یوسف کے جس کا بیان اسکا یہ ہے کہ جب کسی شخص کے پاس دو مسنہ اور ایک سو انیس بکری کے بچے ہوں تو اس صورت میں دو واجب ہونگی بالاتفاق اور اگر ایک مسنہ ہو اور ایک سو بیس بچے ہوں تو طرفین کے نزدیک ایک مسنہ لازم آتا ہے اور امام ابو یوسف کے نزدیک

ایک مسنہ اور ایک بچہ اور اسی طرح اگر ہوویں اونٹ یا گائے کے بچے اور ایک بڑی ہو کذا فی الشامی والا فی عفوہ ہو یا بین النصب فی کل الاموال
اور نہین زکوۃ اُس عدد مین جو عفو ہو اور عفو وہ عدد ہو کہ درمیان دو نصابون کے ہو تمام قسم کے اموال مین امام شیخین رحمہ کا قول ہی یعنی واجب
بقا یا رہنا نصاب کے ہی نہ عفو کا اور امام محمد اور زفر کہتے ہین کہ واجب بقا ہی کل قدر کے ہی اور نتیجہ خلاف اس صورت مین ظاہر ہوتا ہی کہ ایک
شخص کے پاس نو اونٹ ہین اور چار ہلاک ہوگئے تو شیخین رحمہ کے نزدیک ایک بکری پوری لازم آویگی اور امام رحمہ کے نزدیک ۵/۹ ایک بکری کے
لازم آوینگی اور چار نوین حصہ ساقط ہو جاوینگے قال الشامی وخصہ بالسوائم اور صاحبین رحمہ نے عفو کو خاص کیا ہو سوائم مین نہ نقود مین حتی اسقط
کہ نقود مین جو دو سو درہم سے زیادہ ہو وہ صاحبین کے نزدیک معاف نہین ہی بلکہ چالیسوان حصہ کل کا لازم ہوتا ہی بخلاف امام اعظم رحمہ کہ انکے
نزدیک بعد دو سو درہم کے جو زیادہ ہو وہ عفو ہی جب دو سو کے اوپر چالیس درہم زیادہ ہوون تو ایک درہم زیادہ لازم آویگا یعنی چھ درہم ہو جاوینگے
الغرض درہم کی کسر امام صاحب کے نزدیک معاف ہی کذا فی الشامی والا فی الهالک بعد وجوبها ومنع الساعي في الاصح لتعلقها بالعين لا بالذمة
وان هلك البعض سقط حظه اور جو مال ہلاک ہوگیا ہو بعد وجوب زکوۃ کے اور منع کرنے ساعی کے اسمین زکوۃ نہین اصح مذہب پر یعنی
اگر برس گذر گیا اور ساعی نے طلب کیا اور مال والے نے انکار کیا یہانتک کہ مال ہلاک ہوگیا تو صحیح یہ ہی کہ زکوۃ ساقط ہوگئی کیونکہ زکوۃ
عین چیز سے علاقہ رکھتی ہی نہ ذمہ سے قال الشامی اور اگر بعض مال ہلاک ہوگیا تو اُسی قدر کی زکوۃ ساقط ہوگئی ويصرف الهالك الى العفو
اولا ثم الى نصاب يليه ثم وثم اور جو مال ہلاک ہوا وہ پہلے عفو کی طرف لگایا جاویگا پھر اُس نصاب کی طرف جو اُسکے متصل ہی پھر اُسی طرح
اُس نصاب کی طرف جو اُس سے نیچے ہی الخ یعنی اگر مثلاً کسی شخص کے پاس تین نصاب ہین اور کچھ شی زائد ہو کہ نصاب کو نہ پہونچتی ہو پھر اُسمین سے
کچھ ہلاک ہو جاوے تو وہ اول عفو مین سے سمجھا جاویگا جو زاید تھا اگر سب ہلاک ہوگیا تو وہی تین نصابون کی زکوۃ اسکے ذمہ واجب
ہوگی اور اگر زیادہ ہلاک ہوگیا تو یہ منصرف ہوگا اُس نصاب کی طرف جو اُسکے قریب ہی یعنی تیسری نصاب کے اور صرف دو نصابون کی زکوۃ
دیگا اور یہی حال ہی اگر نصاب اول تک ہلاک پہونچے کذا قال الشامی بخلاف المستهلك بعد الحول لوجود التعدي منه ومنعه
للوجوبها عن العلف او الماء حتى هلكت فيضمن بدائع بخلاف اُس صورت کے کہ قصداً ہلاک کردے بعد برس گذرنے کے کیونکہ تعدی
اسکی طرف سے پائی گئی اور تعدی مین شمار کیا جاویگا اگر جانورون کو گھاس یا پانی نہ دیا اور باندھ رکھا یہانتک کہ ہلاک ہوگئے پس زکوۃ کا
ضمان دیگا بدائع والتوى بعد القرض والاعارة واستبدال مال التجارة بمال التجارة هلاك وبغير مال التجارة والسائمة بالسائمة استهلاك
اور کم ہونا مال کا بعد قرض دینے کے یا عاریت کے یا بدلنے مال کے بدلے مال کے ہلاک شمار کیا جاتا ہی اور بدلنا مال کا اور کسی چیز کے ساتھ
سوائے مال تجارت کے یا سائمہ کا بدلے سائمہ کے بمنزلہ استہلاک کے ہی حکم نقد کا حکم مال تجارت کا ہی یعنی مثلاً کسی شخص کے پاس ہزار درہم
ہین پھر اُسکے بدلے ایک غلام تجارت کا مول لیا یا اور کچھ اسباب تجارت کا خریدا پھر وہ ہلاک ہوگیا تو زکوۃ ساقط ہوگئی اور اگر غلام خدمت کا
خریدا تو ساقط نہین ہوتی اور بہتر یہ ہی کہ لفظ بالسائمہ ساقط کردیا جاوے تاکہ شامل ہو استبدال سائمہ کو غیر سائمہ سے درہم ہوون یا عروض کیونکہ
زکوۃ متعلق ہوتی ہی عین کے ساتھ اولا او بالذات اور عین بدل گیا پس جب ہلاک ہوگیا عین یعنی سائمہ بدلا ہوا تو واجب ہوگی زکوۃ
اور پوشیدہ نہ رہے کہ یہ اُسوقت ہی کہ بعد برس کے استبدال کرتا ہو لیکن جب برس کے اندر استبدال کرلیا تو جب تک اس عوض پر برس
گذریگا زکوۃ واجب نہوگی یا یہ کہ اسکے پاس اُن دراہم ثمن کے سوا اور دراہم ہوون تو انکے ساتھ ملا کر سب کی زکوۃ دے کذا فی الشامی
وجاز دفع القيمة في زكوة وعشر وخراج وفطرة ونذر وكفارة غير الاعتاق وتعتبر القيمة يوم الوجوب وقالا يوم الاداء وفي السوائم يوم الاداء

اجماعاً ہو الانفع اور جائز ہے دینا قیمت کا زکوٰۃ میں اور عشر میں اور خراج میں اور فطرہ میں اور نذر میں اور اُس کفارہ میں جو سوائے آزاد کرنیکے
ہو یعنی جائز ہے قیمت دینی اگرچہ شی واجب ہی اُسکے پاس موجود ہو مثلاً تین بکریاں موٹی جو قیمت میں چار بکریوں اوسطی کے برابر ہوں اُن چار کے
عوض دیدیوے تو جائز ہے لیکن نصاب کیلی میں یا وزنی میں جب جنس کے بدلے جنس دیوے تو اُنکی قیمت معتبر نہیں ہوتی مثلاً چار کیل اچھے گیہوں
بدلے پانچ کیل ناقص گیہوں کے یا چار درم جید بدلے پانچ درم ہٹے کے دینے جائز نہیں اور اگر غیر جنس کے ساتھ قیمت کرکے دے تو جائز ہے قالہ
الشامی اور قیمت وہ معتبر ہوگی جو روز وجوب زکوٰۃ کے ہو اور صاحبین کے نزدیک اُس دن کی جس روز ادا کیا ہو اور سوائم میں بالاتفاق یوم الادا
کی قیمت معتبر ہوگی یہی اصح ہے و تقوم فی البلد الذی المال فیه ولو فی مفازة ففی اقرب الامصار الیه فتح اور مال کی قیمت وہاں کی چاہیے جس شہر میں وہ
مال ہو اور اگر جنگل میں ہو تو جو شہر وہاں سے قریب ہو کذا فی الفتح اور اگر ایک غلام کو کسی شہر میں بھیجا تجارت کے لیے تو اُسکی قیمت اُس شہر کی
معتبر ہوگی نہ مالک کے شہر کی بحر والمصدق لا یاخذ الا الوسط وهو اعلی الادنی وادنی الاعلی ولو کله جیداً فجید اور زکوٰۃ لینے والا نہ لیوے
مگر اوسط اور اوسط وہ ہے کہ اعلی سے کم درجہ کا ہو اور ادنی سے زیادہ درجہ کا اور اگر سب اعلی قسم کے ہوں تو اعلی ہی لیوے ہم نے پہلے بیان کیا مثلاً اگر
واجب ہوئی ہو ایک بنت لبون تو اُن میں سے اچھی چھانٹ کر لیوے اور نہ سب سے بُری لیوے وان لم یجد المصدق ولا ان وجد الا فیه الاتفاق ادنی
سن وات سن دفع المالک الادنی مع الفضل جبرا علی الساعی لا دفع القیمة او دفع الاعلی ورد الفضل بلا جبر لانه شراء فیه الرضا
سراج اور اگر زکوٰۃ کے مال میں مصدق اُس عمر کا سائمہ نپاوے جو زکوٰۃ میں واجب ہوا ہو اور یہی حکم ہو اگر اُس عمر کا پاوے مگر صفت کا مال میں موجود نہ
پس قیمت لینے کی بالاتفاق ہے تو مالک کو اختیار ہے ادنے درجہ کا مع زیادتی کے دیوے اور مصدق کو جبراً لینا ہوگا کہ یہ ادا ہے قیمت ہی نہیں ہے یا اعلی درجہ
کا ادا کرے اور زیادتی واپس کرلے بغیر جبر کے اسلیے کہ اس صورت میں مصدق مشتری ہے پس اُسکی رضامندی ضروری ہے یہی صحیح ہے کذا فی السراج
او دفع القیمة ولو دفع ثلث شیاه سمان عن اربع وسط جاز یا مالک قیمت دیوے اور اگر تین بکریاں فربہ بدلے چار اوسط بکریوں کے دیدیوے
تب بھی جائز ہے والمستفاد ولو بهبة او ارث وسط الحول یضم الی نصاب من جنسه فزکیه بحول الاصل اور جو مال درمیان برس کے حاصل ہو اگرچہ
بذریعہ ہبہ کے ہو یا وراثت کے وہ ملایا جاوے اُسکے جنس کی نصاب کے ساتھ پھر اُسکی زکوٰۃ دیجاوے اصل نصاب کے برس کی تمامی پر جیسے سوائم
میں بچوں کا بڑھنا درمیان سال کے اور تجارت کے مال میں نفع کا ہونا سب کا یہی حکم ہے جو مذکور ہوا بشرطیکہ اُسکے پاس پہلی نصاب پوری ہو اور اگر
پہلی نصاب پوری نہ ہو تو جس وقت سے بچوں یا مال مستفاد سے نصاب پوری ہو اُس وقت سے برس روز کے بعد زکوٰۃ واجب ہوگی بخلاف اُس
صورت کے کہ شروع سال میں نصاب پوری ہو پھر بیچ میں ناقص ہو گئی پھر سال تمام پر پوری ہو گئی تو اس بیچ کے نقصان کا اعتبار نہیں
ہمارے نزدیک اور اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اصل کی بقا ضرور ہے یہاں تک کہ اگر اصل نصاب ضائع ہو گئی تو مستفاد کا برس جدا سے
شمار کیا جاویگا پھر اگر ایک روز پہلے بھی اصل نصاب میں سے کچھ ہاتھ آوے تو کل کی زکوٰۃ مستفاد سمیت دیوے ولو ادی زکوٰۃ نقده ثم اشتری
سائمة لا تضم اور اگر اپنے نقد کی زکوٰۃ دے کر اُسکے بدلے سوائم خرید کرے تو یہ سوائم ملائے نجاوینگے صورت مسئلہ کی یہ ہے کہ ایک شخص
کے پاس کچھ سوائم اور کچھ نقد مال ہے اُسنے ادا کی زکوٰۃ نقد کے اُسکے بھی سوائم خرید لیے تو اُن نو خرید سوائم کو پہلے سوائم میں نہ ملایا جاویگا
بلکہ اُنکا برس جدا ہوگا امام صاحب کے نزدیک اور صاحبین کے نزدیک ملانا چاہیے اور ایسے ہی اگر سائمہ کی زکوٰۃ دیکے نقد کے بدلے
بیچا برخلاف اسکے کہ اگر ادا کیا عشر غلہ یا زمین کا یا صدقہ فطر غلام کا پھر اسکو بیچ ڈالا تو قیمت میں بالاتفاق اصل نصاب نقد کے ساتھ ملایا جاویگا
اور فرق امام صاحب کے نزدیک یہ ہے کہ ثمن سائمہ کا مال زکوٰۃ کا بدل ہے اور بدل کو حکم مبدل منہ کا ہوتا ہے پس اگر ملایا جاویگا تو تکرار زکوٰۃ

کا لازم آویگا ولو لہ نصابان عالم بفضۃ احدہما ثمن سائمۃ مزکاۃ والاخر دراہم ورثہا الزفا ضم الثانی الی اقربہما حولا و یرجح کل ایضم اسکے حکم اور اگر کسیکے
پاس دو نصاب ہیں ایسی ہیں کہ نہیں ملائی جاتیں جیسے ثمن سائمہ زکوٰۃ دی ہوئی کا اور ہزار درہم اور وراثت میں سے اسکو ایک ہزار تو ہزار
وراثت کے اسکے ساتھ ملائے جاوینگے جسکا عنقریب برس پورا ہونے والا ہے اسلیے کہ ملانے میں تو دونوں برابر ہیں مگر قرب کی جہت سے ترجیح
کو ترجیح ہے اور اسمیں فقیروں کا فائدہ ہے کذا فی الشامی اور فائدہ ہر ایک کا اسکی اصل کے ساتھ ملا دینگے اگرچہ اسکا برس پورا ہونے میں دیر
ہے کیونکہ فائدہ اپنی اصل کے تابع ہے اور یہی حکم ہے کیونکہ اسمیں اخذ البغاۃ والسلاطین الجابرۃ زکوٰۃ الاموال الظاہرۃ کالسوائم والعشر
والخراج لا اعادۃ علی اربابہا ان صرف المأخوذ فی محلہ الاتی ذکرہ والا یصرف فیہ فعلیہم فیما بینہم وبین اللہ اعادۃ غیر الخراج لانہم مصارفہ
اگر باغیوں نے اور ظالم بادشاہوں نے اموال ظاہری کی زکوٰۃ لی جیسے سائمہ اور عشر اور خراج پس مالکوں کے ذمے دوبارہ دینا لازم نہوگا
بشرطیکہ انہوں نے اسکو صرف کیا ہو صرف کے موقع پر جسکا بیان باب المصرف میں آویگا یعنے فقیروں وغیرہ کو دیا ہو اور اگر اپنے موقع پر صرف
نہیں کیا تو مال والوں کے ذمے دیانت کی راہ سے پھر دینا لازم ہے سوا خراج کے کہ اسکا اعادہ لازم نہیں اسلیے کہ وے لوگ خراج کے
مصرف ہیں کیونکہ خراج حق مقاتلین کا ہے اور اہل بغی اہل حرب سے مقاتلہ کرتے ہیں ہم مال ظاہری وہ کہلاتا ہے جسکی زکوٰۃ حاکم اہل اسلام لیتا ہے
یا جو مال عشر لینے والے کے سامنے آوے وخالفہ فی الاموال الباطنۃ ففی الولوالجیۃ وشرح الوہبانیۃ انہ یفتی بعدم الاجزاء اور اختلاف
ہے اموال باطنیہ میں پس ولوالجیہ میں اور شرح وہبانیہ میں ہے کہ فتویٰ ہے عدم کفایت پر ہم مال باطن نقد اور اسباب تجارت کو کہتے ہیں یعنی
اگر مال باطن کی زکوٰۃ باغیوں نے لے لی تو فتویٰ اسپر ہے کہ مالک کی طرف سے کافی نہوگی اسکو پھر سے ادا کرنی چاہیے مگر یہ شرط ہے کہ عاشر کے
سامنے نہ لیگئی ہو ورنہ مال ظاہر کی زکوٰۃ کا حکم ہوگا اور شارح کے کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ اموال ظاہری میں اختلاف نہیں ہے حالانکہ ان میں
بھی اختلاف ہے اور تفصیل اسکی شامی میں ہے وفی المبسوط الاصح الصحۃ اذا نوی بالدفع لظلمۃ زماننا الصدقۃ علیہم لانہم بما علیہم من التبعات
فقراء حتی افتی امیر بلخ بالصیام لکفارۃ عن یمینہ اور مبسوط میں ہے کہ اصح یہی ہے کہ درست ہے یعنے مالک پر دوبارہ دینا لازم نہیں جبکہ مال باطنی
کی زکوٰۃ باغیوں اور ظالموں نے لے لی ہو بشرطیکہ نیت کرے ظالموں کے دینے سے انکے اوپر صدقہ کرنے کی اسواسطے کہ وہ لوگ فقیر
ہیں بسبب ان حقوق کے جو انکے پیچھے لگے ہیں اور اسواسطے فتویٰ دیا گیا امیر بلخ کا کفارہ یمین میں کہ روزے رکھے ہم امیر بلخ یعنی موسے
بن عیسے بن ہامان خراسان کے والی نے محمد بن سلمہ سے سوال کیا اپنے قسم کے کفارہ دینے سے پس محمد بن سلمہ نے روزے رکھنے کا فتویٰ
دیا حالانکہ کفارہ قسم دس مسکینوں کو کھانا یا کپڑا دینے کا یا بردہ آزاد کرنے کا ہے اور جب یہ امور میسر نہوں تو روزہ رکھنے کا حکم ہے مگر چونکہ امیر
مذکور کے پاس مال موجود لوگوں کے حقوق سے زائد نہ تھا اسلیے اسکو فقیر بے دست تصور کیا گیا فتح القدیر میں ہے کہ اس تقدیر پر اگر کسی نے
وصیت کی کہ ثلث مال اسکا فقرا کو دیا جاوے پھر وہ دیا گیا سلطان ظالم کو تو اسکی وصیت ادا ہوگئی ولو اخذہا الساعی جبرا لم تقع زکوٰۃ لکونہا
بلا اختیار ولکن یجبر بالحبس لیؤدی بنفسہ لان الاکراہ لا ینافی الاختیار اور اگر لے لیا ساعی نے زکوٰۃ کو جبر تو زکوٰۃ نہوگی کیونکہ اسمیں
اختیار نہوا اور زکوٰۃ دینے میں نیت اور اختیار ضروری ہے لیکن مالک کو قید کیا جاوے تاکہ خود ادا کرے اسواسطے کہ دباؤ دینا اختیار
کے منافی نہیں ہم مختصر کرنی یہ ہے کہ اگر امام نے صاف جبر لیا مصرف میں صرف کیا تو کفایت کرتا ہے اسلیے کہ امام کو ولایت اخذ مال کی ہے
تو اسکا لے لینا مالک کے دینے کے قائم مقام ہوگیا بحر الرائق میں ہے کہ غنی میں تفصیل ہے یعنے اگر اموال ظاہری میں سے لیا ہو تو فرض
ساقط ہو جائیگا اسواسطے کہ سلطان کو اور اسکے نائب کو ولایت اخذ مال کی ہے اور اگر اموال باطنی میں سے بزور لے لیا ہو تو ساقط

ہوگا وفی التجنیس المفتی بہ سقوطہا عن الاموال الظاہرۃ لا الباطنۃ اور تجنیس میں ہے کہ حاکم جابر کو دینے کی صورت میں مفتی بہ یہ ہے کہ
زکوٰۃ ساقط ہو جاتی ہے اموال ظاہری میں نہ باطنی میں ولو خلط السلطان المال المغصوب بمالہ ملکہ فتجب الزکوٰۃ ویورث عنہ
لان الخلط استہلاک اذا لم یمکن تمییزہ عند ابی حنیفۃ وقولہ ارفق اذ قلما یخلو مال عن غصب اور اگر ظالم بادشاہ نے چھینا ہوا مال اپنے
مال میں ملا لیا تو اسکا مالک ہو جاویگا اور زکوٰۃ واجب ہوگی اور مرنے کے بعد وراثت بھی جاری ہوگی اسلئے کہ خلط کرنا اس طرح کہ تمیز ممکن نہ ہو
نزدیک امام صاحب کے [illegible] اسکا ضمان لازم آیا اور مغصوب کا مالک ہونا
ضمان کے عوض لازم ہے اور امام کا قول [illegible] کوئی مال غصب سے خالی ہوتا ہو اور صاحبین کے
نزدیک ضمان [illegible] اور وراثت بھی جاری ہوگی کیونکہ وہ مال مشترک ہے اور
[illegible]
[illegible] کیا ہو اتنا ہو کہ اسکے [illegible] زکوٰۃ [illegible] مال [illegible]
[illegible] مال [illegible] زکوٰۃ لازم ہوگی [illegible]
کذا فی القنیۃ وفی شرح الوہبانیۃ [illegible]
[illegible] حرام قطعی [illegible]
حرام قطعی کو صدقہ دیوے [illegible]
[illegible] کو صدقہ کیا تو کافر ہوگا کیونکہ یہ [illegible] حرام قطعی نہیں [illegible]
اسکا مالک [illegible]
کی وجہ سے مالک ہو گیا [illegible] کسی شخص نے مال حرام [illegible] فقیر کو دیا [illegible] کافر ہوا اور اگر فقیر جانتا ہوا اور دعا کی
اور معطی نے آمین کہی تو دونوں کافر ہو گئے [illegible] آمین کہے تو معلوم ہوتا ہے کہ اسکا حال بھی یہی ہے اور
[illegible] حرام قطعی کی قید لگا کر [illegible] کلام کو مقید کر دیا اور ظاہر کر دیا کہ مراد حرام سے
حرام قطعی ہے [illegible] کذا فی الشامی ولو عجل ذو نصاب زکوٰتہ لسنین او لنصب صح لوجود السبب وکذا لو عجل عشر زرعہ
او ثمرہ بعد الخروج قبل الادراک [illegible] زکوٰۃ پیشگی چند سال کی ادا کر دے یا چند نصابوں کی زکوٰۃ ادا کر دے تو درست ہے کیونکہ سبب
زکوٰۃ یعنی نصاب موجود ہے اور ایسا ہی اگر عشر کھیتی کا یا اناج کا پیشگی ادا کر دے نکلنے کے بعد پکنے سے پہلے تو درست ہے یعنی اگر کسی کے
پاس تین سو درہم [illegible] سو درہم کی زکوٰۃ [illegible] بیس برس کے لیے ادا کیے تو درست ہے [illegible]
[illegible] نصاب موجود [illegible] اسکے پاس موجود ہو گئیں تو درست ہے اور اگر اس برس میں
[illegible] زکوٰۃ [illegible] سو درہم کی بیس برس کے لیے ہو جاوینگے جیسا پہلے [illegible]
کذا فی الشامی واختلف فیہ قبل النبات وخروج الثمرۃ والاظہر الجواز وکذا لو عجل خراج راسہ وکما صرح فی النہر اور اختلاف ہے اس
صورت میں کہ پیشگی دے پہلے کھیتی اگنے سے اور پھل نکلنے سے اور ظاہر یہ ہے کہ جائز ہے اور ایسے ہی اگر خراج جو سر اسکے ذمہ میں لگایا

اپنی طرف سے کئی برس کا پیشگی ادا کرے تو جائز ہے اور اسکا پورا بیان نہر الفائق میں ہے ہم قہستانی میں کہا کہ ایسے ہی تعجیل خراج زمین کی چند سال کے لیے جائز ہے قولہ وکذا لو عجل معطوف ہے ولو عجل ذو نصاب پر والی قولہ ایسر الفقیر قبل تمام الحول او مات او ارتد وذلک لان المعتبر کونہ مصرفا وقت الصرف الیہ لا بعدہ یعنے نصاب کا پیشگی ادا کرنا جائز ہے اگرچہ فقیر قبل پورا گذرنے برس کے تونگر ہو جاوے یا مر جاوے یا مرتد ہو جاوے اسلیے کہ فقیر کا مصرف ہونا صرف وقت معتبر ہے زکوۃ اسکو دیجانے کے بعد کا اعتبار نہیں ولو عجل عشر زرعہ فی ارض الخراج کرنا فالمعتبر تحم الارض فان علیہ خراج الارض ہم التتاوی اور اگر خراجی زمین میں انگور بوے کہ تو جب تک انگور پورے نہوں انکے ذمہ خراج کھیتی کا لازم ہوگا اسلیے کہ انگور بونے کی وجہ سے زمین زندگی کو گویا معطل کر دیا تو کھیتی کا خراج واجب ہوا یہانتک کہ انگور پھل لاوے اسوقت خراج انگور کا اسکے ذمے ہوگا اور کھیتی کا خراج فی جریب ایک صاع اور ایک درہم ہے اور انگور کا خراج دس درہم ہیں اور یہ مسئلہ عشر وخراج کے مسائل میں چاہیے یہاں تبعا ذکر کر دیا ہے کذا فی الشامی ولا شیئ فی مال صبی تغلبی بفتح اللام وکسرہا نسبۃ لبنی تغلب بکسر اللام قوم من نصاری العرب وعلی المرأۃ ما علی الرجل منہم لان الصلح وقع منہم کذلک اور نہیں ہے زکوۃ تغلبی لڑکون کے مال میں تغلبی بفتح لام اور کسرہ کے جائز ہے منسوب ہے بنی تغلب کیطرف لام کے کسرہ سے کہ ایک قوم ہے عرب کے نصاری میں سے اور انکی عورتوں پر بھی اتنی قدر لازم ہے جس قدر انکے مردون پر ہے یعنے نصف العشر اور انکے لڑکون کے مال میں زکوۃ نہیں مگر عشر لیا جاتا ہے دونا مسلمان کے لڑکون کی نسبت اسواسطے کہ انکا یونہی اسی طرح صلح ٹھہری تھی ولو ہلک بعد وجوب الزکوۃ السائمۃ الوسط الا الادم ولا الکرائم اور سوائم کی زکوۃ میں اوسط لیا جاوے نہ بڑھیا نہ بدترین جسکا اور ایسکا مذکور پہلے ہو چکا یعنے نہ دودھ پلانی لیجاوے نہ گابھن نہ دانہ خوری کی نہ وہ کہ گلہ میں نسل کے لیے رہتا ہے والا فی ضمن غیرہ وحینئذ فالقدر المأخوذ ہو الاغنیۃ والان اوصی بہا اعتبرت من الثلث الا الان یجیز الورثۃ اور زکوۃ نہ لیجاوے ترکہ میت سے بدون اسکی وصیت کے کیونکہ شرط زکوۃ کی نیت ہے اور وہ معدوم ہے اور اگر میت وصیت کر کے مرا ہو تو تہائی سے معتبر ہوگی نہ کل مال سے مگر یہ کہ وارث کل مال سے دینا جائز کریں وحولہا ای الزکوۃ قمری بحر عن القنیۃ لا شمسی وسیجیئ الفرق فی العنین اور اداے زکوۃ میں سال معتبر ہے وہ قمری ہے نقل کیا ہے بحر میں قنیہ سے نہ سال شمسی اور ان میں فرق باب العنین میں آویگا یعنے سال قمری ۳۵۴ روز کچھ اوپر ہے اور سال شمسی اس سے گیارہ روز زیادہ ہے شک انہ ادی الزکوۃ اولا یؤدی لان وقتہا العمر اشباہ بالدار کو شک ہوا کہ زکوۃ ادا کی یا نہیں تو اسکو ادا کرے اسلیے کہ زکوۃ کا وقت تمام عمر ہے کوئی وقت مقرر نہیں کہ بعد اسکے قضا کہلاوے کذا فی الاشباہ ہم بحر میں واقعات سے منقول ہے کہ فرق ہو اسمین اور نماز کے شک میں وقت گذرنے کے بعد اور یہاں کے مسئلہ کی نظیر یہ ہے کہ نماز کا وقت موجود ہو اور مصلی کو شک ہوا کہ نماز پڑھی یا نہیں تو اس صورت میں اعادہ لازم ہے

باب زکوۃ المال

یہ باب ہے زکوۃ مال کے بیان میں ال فیہ للمعہود فی حدیث ہاتوا ربع عشر اموالکم فان المراد بہ غیر السائمۃ لان زکوتہا غیر مقدرۃ بہ الف لام زکوۃ المال میں عہد کا ہے اسلیے اس مال کیطرف کہ حدیث شریف میں ہاتوا ربع عشر اموالکم میں مذکور ہے اور وہان مراد مال سے غیر سائمہ ہے اسواسطے کہ سوائم میں زکوۃ چالیسوان حصہ مقرر نہیں ہے ہم یہ جواب ہے اسکا کہ کہتے ہین مال وہ ہے جس سے تونگری حاصل ہو پس شامل ہوگا سوائم کو بھی اور اس سوال کا جواب اسطرح بھی دیا گیا ہے کہ مراد مال سے مال عرفی ہے اور عرفا نقد اور اسباب کو مال کہتے ہین نہ سوائم کو کذا فی الشامی نصاب الذہب عشرون مثقالا والفضۃ مائتا درہم کل عشرۃ دراہم وزن سبعۃ مثاقیل والمثقال عشرون قیراطا والدرہم اربعۃ عشر قیراطا والقیراط خمس شعیرات فیکون الدرہم الشرعی سبعین شعیرۃ

والمثقال مائۃ شعیرۃ فھو درھم وثلثۃ اسباع درھم سونے کی نصاب بیس مثقال ہے اور چاندی کی دو سو درہم ہر دس درہم بوزن سات مثقال کے اور دینار
بیس قیراط کا ہے اور درہم چودہ قیراط کا اور قیراط پانچ جو کا تو درہم شرعی اس حساب سے ستر جو کا ہوا اور مثقال سو جو کا پس مثقال مساوی ایک درہم
اور تین ساتویں حصے درہم کا ہوا ہم نصاب سونے کی بیس مثقال یعنی ۷ ½ تولہ وزن دہلی اور نصاب چاندی کی ۲۰۰ درہم یعنی ۱۴۰ مثقال یعنی ۵۲ ½ تولہ
جسکے ۵۶ روپیہ کے حساب فی روپیہ ۱۱ ¼ ماشہ اور ۴۰ روپیہ ... کے حساب ۱۱ ¼ ماشہ ... زیادہ یعنی ۱۲ ماشہ سو ...
کم ہو وزن جو ہر ... روپیہ کا ہو ... درہم حضرت عمر کے زمانہ میں مختلف تھے بعضے دس مثقال کے دس درہم بعضے چھ مثقال کے دس درہم
بعضے پانچ کے دس درہم ... کو جمع کرکے ... مساوی کیا گیا تو سات مثقال کے دس درہم ... زیادہ ...
ودلیل ... مختلف ... ہر شہر میں اسکے وزن کے موافق فتویٰ دیا جاوے اور ...
اسکی تحقیق ... اور ...
اور ... الوقت ... جاتا ہے ... وزن کا
... الاکثر ... میں ... کی تحقیق کی ...
زکوٰۃ سے کچھ علاقہ نہیں ... ہوتا ... تو ...
کی نصاب میں ... وزن سونے چاندی کا ہے ... مثلاً اگر برتن چاندی کا سو درہم کے وزن کا
کسی شخص کے پاس ہو اور ... کے اعتبار سے اسکی قیمت دو سو درہم کی ہو ... زکوٰۃ ... سو درہم کا ہو ... واللازم
فی مضروب کل منھما ومعمولہ ولو تبرا او حلیا مطلقا مباح الاستعمال اولا ولو للتجمل والنفقۃ ... لازم ... ہر ایک کا لازم ...
اسکی خبر ... چالیسواں حصہ لازم ہے اس مال میں جو سونے چاندی کا سکہ ہو جیسے درہم دینار روپیہ اشرفی یا انکے گہنا ہو
جیسے برتن یا ... یا ... اگر چہ سونے یا چاندی کی ڈلی ہو یا زیور بنا لیا گیا ہو ہر حال میں یعنی اسکا استعمال مباح ہو یا نہ ہو اگرچہ ... لیے
یا نفقہ کے لیے رکھا ہو ... سونا چاندی ... کے ... ان کے اوپر زکوٰۃ ہر صورت میں ہوگی وفی عرض تجارۃ قیمتہ
نصابا ... من ذھب او ورق مقوما باحدھما ... الارض الخراجیۃ ... کما قدمنا لان الارض لیست من العرض
قیمتہ اور چالیسواں حصہ لازم ہے اسباب تجارت میں جسکی قیمت نصاب کو پہنچی ہو شارح نے کہا کہ یہ جملہ صفت ہے عرض کی اور عرض سے مراد
یہ ہے کہ نقد نہ ہو اور زمین خراجی ... تجارت کی ... نہیں ہو ... زکوٰۃ کا لازم آتا ہے ...
... اطلاق عرض کا نہیں ... اس بات کو ... فضۃ مضروبۃ ... وان التقویم انما یکون بالمسکوک عملا
بالعرف من ذھب او ورق بیان ہے نصاب کا یعنی اسباب تجارت کی قیمت نصاب ہو سونے مضروب یا چاندی سکہ لگائی ہوئی سے تو اس
سے معلوم ہوا کہ قیمت کرنا بجز سکہ کے دوسری چیز سے نہیں ہوتا کیونکہ یہی متعارف ہے مقوما باحدھما ان استویا فلو احدھما اروج تعین التقویم
قیمت کی گئی ہو نصاب مذکور انہیں سے کسی ایک سے اگر دونوں برابر ہوں یعنی چلن میں پس اگر ایک رواج میں زائد ہو تو قیمت کرنے
کے لیے وہی متعین ہوگا ولو بلغ باحدھما نصابا دون الآخر تعین ما یبلغ ہے اور اگر پہنچے ایک کے ساتھ قیمت کرنے سے نصاب کو نہ دوسرے
کے ساتھ تو جسکے اعتبار سے نصاب کو پہنچے وہی متعین ہے قیمت کرنے کے لیے مثلاً مال تجارت کی قیمت اگر چاندی سے کی جاوے تو ساڑھے باون
تولہ کا ہوتا ہے اور سونے سے کرنے میں تو تین یا چار تولہ کا ہوتا ہو تو قیمت چاندی سے لگائی جاویگی ولو بلغ باحدھما نصابا ... الاخر

اقل قومہ بالانفع للفقیر سراج اور اگر ایسے پیچے ہوں کہ چاندی میں سے ایک کے ساتھ تقویم کرے تو نصاب ہوتا ہے اور خمس نصاب کو اور دوسرے کے
ساتھ قیمت کرنے سے کم کو تو انکا تقویم کریں اسکے ساتھ جو فقیروں کے حق میں انفع ہو کذا فی السراج ہم یعنی اگر دراہم کے ساتھ قیمت کریں تو دوسو چاندی
درہم ہوں اور دنانیر کے ساتھ بیس دینار ہوں تو دراہم کے ساتھ تقویم کریگا کیونکہ اس میں پانچ درہم لازم ہوتے ہیں بخلاف دنانیر کے کہ انہیں جب انفع نہ ہوگا
ہو کر مساوی ہی پانچ درہم کو اور اگر دیناروں سے ۲۰ کو پہونچے اور دراہم سے ایک [illegible] تو دیناروں کے ساتھ تقویم ہوگی ہدایہ میں ہے کہ شرع
میں دینار دس درہم کا ہوتا ہے فتح القدیر میں ہے کہ اگر دینار کی قیمت ہونے سے درہم لگائے جاتے ہیں تو شروع میں ایسا ہی تھا لیکن عشر غیرہ قولہ اللازم
وفی کل خمس بضم الخاء بحسابہ [illegible] کل اربعین درہما درہم وفی کل اربعۃ مثاقیل قیراطان وما بین الخمس الی الخمس عفو وقالا ما زاد بحسابہ وہو
مسئلۃ الکسور [illegible] عشر غیرہ الازم یعنی واجب ہوتا ہے چاندی میں چالیسواں حصہ ہے اور ہر پانچویں حصہ نصاب میں اسی حساب سے واجب
ہے یعنی ہر چالیس درہم پر ایک درہم اور ہر چار مثقال پر دو قیراط اور ایک خمس سے دوسرے تک معاف ہے اور صاحبین کہتے ہیں کہ جتنا نصاب
سے زیادہ ہو بکل اسی حساب سے زکوۃ لیجاوے یعنی خمس تک سے جو کسور امام صاحب کے نزدیک معاف تھیں وہ انکے نزدیک نہیں اور یہ مسئلہ کسور کا
ماخوذ ہے حدیث لاتاخذ من الکسور شیا یعنی کسور میں سے کچھ نہ لے کذا فی الشامی وغالب الفضۃ والذہب فضۃ وذہب وما غلب غشہ منہما یقوم
کالعروض ویشترط فیہ النیۃ اور سونا یا چاندی اگر کسی ملونی کے ساتھ مخلوط ہوں اور ملونی پر سونا یا چاندی غالب ہو تو اسکا حکم سونے چاندی کا ہے یعنی
[illegible] یعنی اگر سونا غالب ہو تو سونے کا حکم ہے اور چاندی غالب ہو تو چاندی کا حکم ہے تو اس مخلوط میں زکوۃ سونے چاندی کی لازم ہے یہاں تک
کہ اگر بہ نیت تجارت بھی رکھا ہوگا تو زکوۃ نقدین ہی کی لازم ہوگی نہ عروض کی اور اگر ملونی نقدین پر غالب ہو تو اسکی قیمت کیجاوے مثل اور اسباب تجارت
کے بشرطیکہ تجارت کی نیت ہو الا اذا کان یخلص منہ ما یبلغ نصابا او اقل وعندہ ما یتم بہ او کانت اثمانا رائجۃ وبلغت نصابا من ادنی نقد تجب زکوتہ
فتجب والا فلا نیت مشروط ہے مگر اس صورت میں کہ خالص ہو سکتا ہے چاندی یا سونا جدا ہو سکتا ہے کہ نصاب کی مقدار کو پہونچے یا سونا چاندی اگرچہ
نصاب سے کم ہے لیکن جسقدر نصاب میں کمی ہو اسکے پورا کرنے کو اسکے پاس کوئی تجارت کی چیز یا نقدین میں سے موجود ہو یا یہ کہ غالب الغش
ثمن مروج ہوں اور قیمت میں اس ادنے نقد کے نصاب کے برابر ہوں جسکی زکوۃ واجب ہوتی ہے تو زکوۃ واجب ہوگی ورنہ نہیں واجب ہوگی
واختلف فی الغش المساوی والمختار لزومہا احتیاطا خانیہ ولذا لا تباع الا وزنا اور جو مال ایسا ہو کہ اسمیں ملونی اور چاندی یا ملونی اور
سونا دونوں برابر ہوں اسمیں اختلاف ہے مختار یہ ہے کہ زکوۃ لازم ہے احتیاطا کذا فی الخانیہ اور اسی جہت سے اسکی بیع بغیر وزن کے نہیں جائز ہے
تاکہ ربوا لازم نہ آوے وأما الذہب المخلوط بالفضۃ فان غلب الذہب فذہب والا فان بلغ الذہب او الفضۃ نصابہ [illegible] اور سونا جو چاندی میں مخلوط
ہو پس اگر سونا غالب ہو تو حکم سونے کا ہے اور اگر سونا غالب نہ ہو پس اگر سونا یا چاندی نصاب کو پہونچے تو واجب ہوگی قہستانی میں اسطرح تقریر کی ہے
کہ اگر پگھلایا سونا چاندی کے ساتھ پس اگر سونا نصاب کو پہونچے تو کل کی زکوۃ سونے کی دیجاوے گی سونا غالب ہو یا مغلوب اسلیے کہ وہ عزیز ہے اور اگر
سونا نصاب کو نہ پہونچے پھر اگر چاندی نصاب کو پہونچ گئی تو کل کی زکوۃ چاندی کی زکوۃ ہوگی میں کہتا ہوں کہ صورت سونے چاندی کے مخلوط
ہونے کی بارہ طرح ہو سکتی ہے یا یہ کہ سونا غالب ہوگا یا مغلوب یا برابر اور ہر صورت میں یا دونوں نصاب کو پہونچیں یا نہ پہونچیں یا سونا فقط نصاب
ہو یا چاندی فقط نصاب ہو انہیں سے دو صورتیں ممتنع ہیں ایک یہ کہ سونا غالب ہو اور چاندی فقط نصاب کو پہونچے دوسرے یہ کہ سونا چاندی
دونوں برابر ہوں اور چاندی فقط نصاب کو پہونچے باقی دس صورتیں ممکن ہیں اور تاتارخانیہ میں ہے کہ جب نقرہ غالب ہو اور سونا مغلوب یعنی دو ثلث
چاندی اور ایک ثلث سونا یا زیادہ تو کل کا حکم چاندی کا ہوگا کیونکہ سونا قیمتی چیز اپنے سے کمتر کا تابع نہیں ہو سکتا بخلاف اسکے کہ سونا

غالب ہو اس سے یہ معلوم ہوا کہ جب چاندی نصاب کو پہونچے اور سونا نصاب سے کم ہو تو اسمین چاندی کی زکوٰۃ لازم آنا علی الاطلاق نہین بلکہ مقید ہی خاص اس صورت پر کہ وہ سونا مخلوط قیمت مین کم ہو چاندی سے نہین تو کل کی زکوٰۃ سونے کی ہوگی واللہ اعلم قالہ الشامی اور اس نقشہ سے حال بخوبی معلوم ہوتا ہے مع اسکے حکم کے

نقشہ چاندی سونے کے احکام کا دو صورت مخلوط ہونے کے کہ زکوٰۃ لازم ہے یا نہین

سونا غالب اور ہر ایک	چاندی غالب اور ہر ایک	دونوں برابر اور ہر ایک
بقدر نصاب حکم سونے کا ہوگا	بقدر نصاب حکم سونے کا	بقدر نصاب حکم سونے کا
سونا غالب اور فقط سونا بقدر نصاب حکم سونے کا	چاندی غالب اور فقط سونا بقدر نصاب حکم سونے کا	دونوں برابر اور فقط سونا بقدر نصاب حکم سونے کا
سونا غالب اور فقط چاندی بقدر نصاب نا ممکن ہے	چاندی غالب اور فقط چاندی بقدر نصاب حکم چاندی کا	دونوں برابر اور فقط چاندی بقدر نصاب نا ممکن
سونا غالب اور دونوں میں کوئی نصاب نہین اسمین زکوٰۃ نہوگی	چاندی غالب اور دونوں میں سے کوئی نصاب نہین اسمین زکوٰۃ نہین	دونوں برابر اور کوئی بقدر نصاب نہین زکوٰۃ نہین

جاننا چاہیے کہ اسمین سے دو صورت خارج ہی کہ سونا چاندی دونوں ملکر پوری نصاب ہو جاوین تو خاص صورت مین آویگی و شرط کمال النصاب ولو سائمۃ فی طرفی الحول فی الابتداء للانعقاد و فی الانتہاء للوجوب فلا یضر نقصانہ بینہما فلو ہلک کلہ یبطل الحول واما الدین فلا یقطع الحول ولو مستغرقا اور شرط کیا گیا ہی پورا ہونا نصاب کا سال کے اول و آخر مین شروع مین انعقاد کے لیے اور آخر مین وجوب کے لیے پس نقصان نصاب کا اثنائے حول مین مانع وجوب زکوٰۃ کا نہین پھر اگر کل نصاب ہلاک ہوگئی تو برس کا حساب باطل ہوگیا یہانتک کہ اگر دوسرا مال اسی برس میں پاوے گا تو اسکے واسطے نیا برس شروع ہوگا کذا فی الشامی اور دین برس کو نہین توڑتا اگرچہ دین مستغرق ہی ہو یہ قول امام ابو یوسف کا ہی اور امام صاحب سے بھی ایسا منقول ہی جیسا مجمع مین ذکر کیا ہی مگر شارح نے شروع کتاب الزکوٰۃ مین بعد قول مصنف کے فلا زکوٰۃ علی مکاتب و مدیون للعبد الخ بیان کیا ہی کہ دین عاجز ہو جانا مثل ہلاک نصاب کے شمار کیا جاتا ہی امام محمد کے نزدیک اور اسی کو بحر مین ترجیح ہی کذا فی الشامی وقیمۃ العرض للتجارۃ تضم الی الثمنین لان الکل للتجارۃ وضعا وجعلا اور زکوٰۃ کے ادامین اسباب تجارت کی قیمت نقدین کے ساتھ ملائی جاوے اسلیے کہ سب مال تجارت کا ہی نقدین تو بسبب اصل وضع کے اور اسباب تجارت تاجر کی نیت کرنے سے ویضم الذہب الی الفضۃ وعکسہ بجامع الثمنیۃ قیمۃ وقالا بالاجزاء اور ملایا جاوے سونا چاندی کے ساتھ یا چاندی سونے کے ساتھ باعتبار قیمت کے کیونکہ دونوں مین ثمنیت پائی جاتی ہی اور صاحبین کہتے ہین کہ ملائی جاوین اجزا کے اعتبار سے جیسا کہ اس مثال

ہین ہو فلو لہ مائتہ درہم وعشرۃ دنانیر قیمتہا مائۃ واربعون تجب ستۃ عندہ وخمسۃ عندہما کذا فی ... اگر کسی کے پاس سو درہم اور دس دینار موجود
ہوں کہ دیناروں کی قیمت ایک سو چالیس درہم ہوں تو چھ درہم امام صاحب کے نزدیک واجب ہونگے اور پانچ صاحبین کے نزدیک
یعنی نصف نصاب چاندی کی جو سو درہم ہیں اسکی زکوٰۃ ڈھائی درہم ہوئی اور دس دینار جو نصف نصاب سونے کی ہے امام صاحب کے نزدیک
باعتبار قیمت کے ملائے جائینگے اور قیمت انکی ایک سو چالیس درہم مفروض ہیں جنکی زکوٰۃ ساڑھے تین درہم ہوئے پس کل زکوٰۃ چھ درہم ہوئی اور صاحبین
کے نزدیک اجزا کے اعتبار سے جمع ہوگا یعنی نصف نصاب چاندی کی ہے اور نصف سونے کی تو ایک نصاب ہو گئی اور چونکہ ایک نصاب دو سو درہم کی ہوتی
ہے تو دو سو کی زکوٰۃ یعنی پانچ درہم لازم ہونگے شامی نے لکھا کہ جیسے شرح النقایہ شارح نے پانچ درہم کہے حالانکہ صورت مفروضہ میں صاحبین کے
نزدیک بھی چھ درہم ہو سکتے ہیں کیونکہ جب نصف نصاب سے چالیسواں حصہ لازم ہوا تو دس دینار کا چالیسواں حصہ دینار کی چوتھائی ہوا اور
یہاں دینار چودہ درہم کا مفروض ہے تو اسکی چوتھائی ساڑھے تین درہم ہوئے جبکہ سو درہم کی زکوٰۃ میں ملانے سے چھ درہم ہوتے ہیں اور شامی نے قہستانی
کہنے سے قول کافی کا رد کیا جو کہتے ہیں کہ امام صاحب کے نزدیک وجوب اجزا کے پورا ہونے سے ہے قیمت کا اعتبار نہیں چنانچہ اگر کسی کے پاس
سو درہم اور دس دینار ہوں جنکی قیمت سو درہم سے کم ہو تو زکوٰۃ واجب ہے حالانکہ قیمت کے اعتبار سے دو سو درہم نہیں مگر اجزا کے اعتبار سے نصف سونے
کی اور چاندی کی ملکر پوری نصاب ہے اور یہ قول کافی کا غلط ہے اسلیے کہ وجوب امام صاحب کے نزدیک قیمت ہی کی جہت سے ہے اور مثال بالا میں ہر چند
نصاب چاندی کی پوری نہیں مگر جب سو درہم کے دینار بنائے جائیں تو دس دینار ہو کر کچھ بچ رہیگا تو سونے کی نصاب پوری ہو جائیگی غرض کہ امام صاحب
کے نزدیک قیمت کے اعتبار سے یہ مراد نہیں کہ دونوں نصاب پوری ہو سکیں بلکہ یہ غرض ہے کہ دونوں میں سے کسی کی پوری ہو جاوے کذا فی الطحطاوی
بتصرف ولا تجب الزکوٰۃ عندنا فی نصاب مشترک من سائمۃ ومال تجارۃ اور ہمارے نزدیک زکوٰۃ واجب نہیں نصاب مشترک میں خواہ سائمہ
ہو یا مال تجارت ہم نصاب مشترک سے مراد یہ کہ جدا جدا ہر شخص کا مال زکوٰۃ کے لائق نہیں بلکہ جب دونوں کا مال ملا دیں تو نصاب ہوتی ہے وان صحت
الخلطۃ فیہ ای فی النصاب باتحاد اسباب الاسامۃ التسعۃ التی جمعہا اوحص من یشفع وبیانہ فی شرح المجمع اگرچہ ملانا درست ہو گیا ہو نصاب میں سبب متحد ہونے
سببوں چرائی کے جو عدد میں نو ہیں جسکی طرف اشارہ کیا ہے جملہ اوحص من یشفع کا اور اسکا بیان شرح مجمع میں ہے ہم عندنا کے لفظ سے اشارہ ہے طرف خلاف امام شافعی رح
کہ انکے نزدیک زکوٰۃ واجب ہے اور اسباب تسعہ کہا حقیقت میں شروط تسعہ ہیں مجازاً شرط کو سبب کہا اور اوحص من یشفع میں ہمزہ اشارہ ہے طرف الاہلیت کے یعنی
دونوں شریک اہل ہوں وجوب زکوٰۃ کے اور واو اشارہ ہے وجود اختلاط کی طرف شروع سال میں اور صاد قصد اختلاط کی طرف یعنی اختلاط اختیاری ہو اور
میم اتحاد مسرح کیطرف یعنی جانا دونوں مواشی کا چراگاہ میں ایک جگہ سے اور نون اشارہ ہے اتحاد مرعی کیطرف یعنی وہ چراگاہ جہاں چرتے ہیں ایک ہی ہو اور
ی اتحاد راعی کیطرف کہ دونوں کا چرانے والا ایک ہو اور شین اتحاد مشرب کیطرف یعنی پانی پینے کا کنواں یا تالاب ایک ہو اور فا اتحاد فحل کیطرف یعنی
ایک ہی نر دونوں پر چھوڑا ہو اور عین اتحاد مراح کیطرف یہ شرطیں مواشی کے اختلاط کی ہیں اور شروط اختلاط کی مال تجارت میں کتب شافعیہ میں مذکور ہیں منجملہ
انکے یہ کہ دکان اور چوکیدار اور مکان حفاظت کا علیحدہ نہو کذا فی الشامی وان تعدد النصاب تجب اجماعا ویتراجعان بالحصص وبیانہ فی الحاوی
اور اگر نصاب متعدد ہو تو بالاجماع زکوٰۃ واجب ہے یعنی اگر قبل ملانے کے ہر ایک کا حصہ جدا جدا نصاب ہے تو زکوٰۃ دونوں پر واجب ہے ہر ایک کے
مال کی اور آپس میں ایک دوسرے سے پھیر لیں بحساب حصہ اپنے مال کے اور اسکا بیان حاوی میں ہے ہم قاضی خان نے حاوی سے زیادہ
بیان کیا ہے اسکی صورت یہ ہے کہ ان دونوں کے پاس ایک سو تیس بکریاں ہیں ایک کی دو تہائی اور ایک کی ایک تہائی پس زکوٰۃ واجب ہے
دو بکریاں ہوئیں تو ہر ایک سے ایک ایک بکری مصدق لے لے پھر دو تہائی مال والا تہائی اس بکری کی جو ایک تہائی والے نے دی ہے

مسئلہ کیونکہ ایک دینار کی قیمت ۱۴ فرض کی گئی ۱۲ منہ

پھیرے اور ایک تہائی مال والا دو تہائی اُس بکری کی کہ دو ثلث والے نے دی ہی واپس لے تو ثلث ثلث کے بدلے مین مجرا ہوگا باقی رہا ایک ثلث
پس ایک تہائی مال والا اُسکا مدیون ہی دو تہائی والے کا کرے اور اس سے یہی ظاہر ہوا کہ تراجع جانبین سے ہی موافق اصل باب تفاعل کے کذا فی الشامی
فان بلغ نصیب احدہما نصابا زکاہ دون الآخر یعنی اگر پہونچے حصہ ایک کا اُن دونون مین سے مقدار نصاب کو تو وہ اپنے حصہ کی زکوٰۃ دیوے
نہ دوسرا اور اُسکی صورت یہ ہی کہ اسّی بکریان دو شخصون کی مشترک ہین ایک کی ایک تہائی ایک کی دو تہائی مصدق نے انمین سے ایک بکری لی یعنی دو
تہائی والے کی زکوٰۃ تو ایک ثلث والا دوسرے سے بکری کی تہائی قیمت پھیر لیوے کیونکہ تہائی والے پر زکوٰۃ نہین کذا فی الشامی عن المحیط ولو بینہ وبین
ثمانین رجلا ثمانون شاۃ لا شیٔ علیہ لانہ مما لا یقسم خلافا للثانی سراج اور اگر ایک شخص کے اور اسّی آدمیون کی شرکت مین اسّی بکریان ہون یعنی
نصف نصف ہون تو اس شخص پر کچھ لازم نہین آتا کیونکہ یہ مال مشترک اُس قبیل سے ہی کہ تقسیم نہین ہوسکتا یعنی ہر بکری کا آدھا نہین ہوسکتا برخلاف
قول امام ابو یوسف کے کذا فی السراج علم تجنیس مین ہی کہ اسّی بکریان درمیان چالیس آدمیون کے مشترک ہین اس طرح کہ ایک شخص کی ہر بکری مین
آدھی ہی اور دوسرا نصف باقی لوگون مین ہی تو اس چالیس والے پر زکوٰۃ نہین امام ابو حنیفہ کے نزدیک اور یہی قول امام کا ہی اور اگر دو ہی آدمی شریک
ہوتے دونون پر زکوٰۃ واجب ہوتی اسلئے کہ اس حالت میں تقسیم ہوسکتی ہی اور پہلی صورت مین تقسیم نہین ہوسکتی ہی تو ہر ایک بکری نصف نصف کی
تو تقسیم نہین ہوسکتی ہی بدون اتلاف اسکے بخلاف اسکے کہ ایسی ہو کہ دو آدمیون مین دو ٹکڑے ہون کذا فی الشامی واعلم ان الدیون عند الامام ثلثۃ قوی
ومتوسط وضعیف فتجب زکوتہا اذا تم نصابا وحال الحول لکن لا فورا بل عند قبض اربعین درہما من الدین القوی کقرض وبدل مال تجارۃ
فکلما قبض اربعین درہما یلزمہ درہم اور جان لے کہ دیون امام صاحب کے نزدیک تین قسم کے ہین ایک قوی اور دوسرا متوسط تیسرا ضعیف
پس زکوٰۃ دیون کی واجب ہوتی ہی جب نصاب پوری ہو اور برس گذر جاوے لیکن علی الفور نہین بلکہ چالیس درہم دین قوی سے قبضہ کرے اور دین قوی
قرض یا مال تجارت کا بدل ہی سو ہر بار کہ چالیس درہم وصول کرے ایک درہم لازم آویگا یعنی پہلے چالیس پر ایک درہم پھر جب چالیس اور وصول ہون
تو دوسرا درہم وعلی ہذا القیاس ہر چالیس پر ایک درہم ہوگا کیونکہ امام کے نزدیک کسور معاف ہین عن الشامی وعند قبض مأتین منہ لغیرہا ای من بدل
مال لغیر تجارۃ وہو المتوسط کثمن سائمۃ وعبید خدمۃ ونحوہما مما ہو مشغول بحوائجہ الاصلیۃ کطعام وشراب واملاک اور لازم ہی زکوٰۃ وقت قبضہ دو سو درہم
کے بدل مال سے جو تجارت کے لیے نہو اور یہ دین متوسط ہی جیسے قیمت سائمہ کی یا خدمت کے غلام کی اور مثل اسکے اُن چیزون کی کہ حوائج
اصلی مین مشغول ہین جیسے کھانا پینا املاک وغیرہ کی جمع املاک جمع ملک کی ہی یعنی مملوک اشیا یہ عطف عام کا ہی خاص پر اور عرف مین
اراضی کو کہتے ہین اس صورت مین یہ عطف مباین کا ہی عن الشامی ویعتبر ما مضی من الحول قبل القبض فی الاصح اور اگلے لئے جاوینگے برس
کے وہ ایام جو دین متوسط کے قبض سے پہلے گذر گئے صحیح روایت مین اس دین متوسط مین دو روایتین ہین روایت اصل یہ ہی کہ زکوٰۃ واجب ہی اور
ادا لازم نہین یہانتک کہ قبض کرے دو سو درہم اُسوقت زکوٰۃ ادا کرے اور ابن سماعہ کی روایت مین امام ابو حنیفہ سے یہ ہی کہ اسمین زکوٰۃ واجب نہین
یہانتک کہ قبض کرے اور برس گذر جاوے اسواسطے کہ یہ مال زکوٰۃ کے قابل بعد قبض کے ہوتا ہی تو بمنزلہ اُس مال کے ہی جو ابھی پیدا ہوا اور وجہ ظاہر الروایۃ
کی یہ ہی کہ جب اُسنے حاجت کی چیز کی بیع پر اقدام کیا تو گویا مال تجارت کا بیع سے پہلے کر دیا حاصل یہ ہی کہ یہی اختلاف کا دین متوسط مین باعث ہی
کہ وہ مال زکوٰۃ کا بعد قبض کے ہوتا ہی یا قبل اسکے پہلی صورت مین ضرور ہی گذرنا برس کا بعد قبض نصاب کے اور دوسری صورت مین ابتدائے سال وقت
بیع سے ہی اور اصح یہی ہی اور بعض محشیون سے اس جگہ خطا واقع ہوئی ہی اور دین قوی مین کچھ اختلاف روایات نہین زکوٰۃ اسمین اصل مال کے
برس سے واجب ہی مگر ادا اُسوقت لازم ہی کہ چالیس وصول کرے کذا فی الشامی بتصرف ومثلہ ما لو ورث دینا علی رجل او دین متوسط

کے مثل ہے اگر وارث ہوا اس دین کا کسی شخص کے ذمہ پر ہے یعنی نصاب کا اسکی وقت وراثت سے معتبر ہوا وہی ظاہر الروایت ہے تنبیہ پہلے جو کہا
ہوا کہ دین قوی اور متوسط میں ادا سے زکوٰۃ نہیں واجب مگر بعد قبض کے اس سے یہ معلوم ہوا کہ معروف اگر بعد چند سال کے مر گیا قبل قبض دین کے تو اسکو
وصیت اخراج زکوٰۃ کی قرض سے پر لازم نہیں ہے کیونکہ ادا اسکے ذمہ ابھی لازم ہی نہیں ہوا اور وارث کے ذمے زکوٰۃ لازم ہوگی کیونکہ اسکی ملکیت وراثت
سے پہلے نہ تھی تو اسکا ابتدا سے سال وقت موت سے ہوگا کذا فی الشامی وعند قبض مائتین مع حولان الحول بعدہ ای بعد القبض من دین ضعیف
وھو بدل غیر مال کمہر ودیۃ وبدل کتابۃ وخلع اور زکوٰۃ لازم ہے وقت قبض دو سو درہم کے دین ضعیف سے اور گذر جانے سال تمام کے بعد قبض کے
اور دین ضعیف وہ ہے کہ بدل مال نہو جیسا مہر اور دیت اور بدل کتابت اور بدل خلع ہے الا اذا کان عندہ ما یضم الی الدین الضعیف کما مر مگر جبکہ ہوا سکے
پاس وہ مال کہ ملا دے دین ضعیف کے ساتھ جیسا پہلے گذر چکا ہے شارح نے اشارہ کیا اس طرف اعتراض کی طرف کہ دین ضعیف کے حال میں کہ جب اسکو کچھ مال ہوا اور اسکے
پاس پہلے سے نصاب ہو تو قبض کی نصاب کے ساتھ ملا کر زکوٰۃ ادا کرے اور قبض کے واسطے جدا سال بعد قبض کے شرط نہیں وقولہ کما مر اشارہ ہے الی ما فی
اشتراط الحول الخ کیطرف اور مراد یہ ہے کہ بیان ہوچکا ہے وہ اسکی تفصیل ہے جو دوسرے کے متعلق ہے ورنہ کوئی تصریح پہلے بیان نہیں کی ولو ابرا رب الدین المدیون بعد الحول
فلا زکوٰۃ سواء کان الدین قویا او لا خانیۃ اور اگر معاف کردیا دین کے والے نے مدیون کو بعد برس گذرنے کے تو زکوٰۃ نہیں برابر ہے کہ دین قوی ہو یا نہو
کذا فی الخانیۃ وقیدہ فی المحیط بالمعسر اما الموسر فھو استھلاک فلیحفظ اور بیچ اس صورت میں زکوٰۃ کو ابراء ادا کرنے کی صورت میں مقید کیا ہے مدیون مفلس
کے ساتھ اس صورت میں ابراء بمنزلہ ہلاک کے ہے لیکن اگر مدیون مالدار ہو تو یہ بمنزلہ قصداً ہلاک کرنے کے ہے یعنی زکوٰۃ واجب ہوگی یاد رکھو
کذا فی البحر قال فی النھر وھذا ظاہر فی انہ تقیید للاطلاق وھو بعید جدا فی الضعیف کالاخفی نہر الفائق میں کہا اور یہ یعنی قول بحر کا وقیدہ الخ
ظاہر ہے اس باب میں کہ قول مذکور یعنی سواء کان الدین قویا او لا دین کے اقسام ثلثہ کی شامل ہے عام نہیں ہے بلکہ مقید ہے مفلس کے ساتھ اور یہ صحیح
نہیں ہے دین ضعیف میں کیونکہ دین ضعیف میں زکوٰۃ نہیں واجب ہوتی مگر بعد قبض نصاب کے اور گذرنے برس کے بعد قبض کے اس صورت
میں اسکا بری کرنا استہلاک ہوا وجوب سے پہلے پس زکوٰۃ کا ضامن نہوگا اور یہی حال دین متوسط میں ہے کذا فی الشامی وتجب علیھا ای علی المرأۃ
زکوٰۃ نصف مھر من نقد مردود لبعد مضی الحول من الف کانت قبضتہ مھرا ثم ردت النصف بطلاق قبل الدخول فرق الکل بانہ
ان النقود لاتتعین فی العقود والفسوخ اور واجب ہے عورت پر زکوٰۃ نصف مہر نقد کی کہ ہٹا یا گیا بعد برس روز کے ان ہزار میں سے کہ بعینہ مہر
قبض کیا پھر ہٹا یا آدھا بسبب طلاق قبل الدخول کے پس زکوٰۃ دیوے کل ہزار کی اسلئے کہ ٹھہرا ہوا قاعدہ ہے کہ نقد یعنی سونا چاندی عقود میں یعنی
بیع اور اجارہ اور نکاح وغیرہ میں اور فسوخ میں یعنی اقالہ اور خلع وغیرہ میں متعین نہیں ہیں ہم نقد کے لفظ سے احتراز ہے سائمہ سے اور شارح
نے جو من نقد زیادہ کیا اسکی ضرورت نہیں ہے کیونکہ من الف جو مصنف نے کہا ہے وہ اس مطلب کے ادا کے لیے کافی ہے صورت مسئلہ کی یہ ہے
کہ کسی عورت سے نکاح کیا ہزار درہم کے مہر پر اور ہزار یعنی کل مہر اسکو دیدیا اور ایک برس گذر گیا پھر شوہر نے قبل الدخول طلاق دی عورت کو
نصف مہر پھیرنا پڑا تو عورت پر اس نصف مردود کی زکوٰۃ ہے مرد کے ذمہ نہیں کیونکہ عقود میں نقد متعین نہیں ہوتے اسنے جو قبض کیا تھا وہ اسکی
ملک میں ہوگیا تھا اب جو ہٹانا پڑا تو بعینہ وہ پانسو ہٹانے ضرور نہیں ہیں بلکہ اسکی جگہ اور پانسو اگر دیوے تو درست ہے اسی جہت سے زکوٰۃ
اسی کے ذمے لازم ہوئی اور دین کا ذمہ پر لازم ہونا بعد سال گذرنے کے مانع زکوٰۃ نہیں کذا فی الشامی نقلا عن الولوالجیۃ وتسقط الزکوٰۃ
عن موھوب لہ فی نصاب مرجوع فیہ مطلقا سواء رجع بقضاء او غیرہ بعد الحول لورود الاستحقاق علی عین الموھوب
ولذا الا رجوع بعد ہلاکہ اور ساقط ہوتی ہے زکوٰۃ موہوب لہ کے ذمے سے اس صورت میں کہ واہب نے بعد برس روز کے نصاب کو دیکر پھیر لیا ہو

بعض علماء کا قول ہے کہ ... [illegible]

بہر حال یعنے قاضی کے حکم سے ہٹایا ہو یا بغیر اسکے اسلیے کہ استحقاق شی معین موہوب پر واقع ہوا اور یہی وجہ ہے بعد ہلاک موہوب کے رجوع نہیں پہونچتا قید بہ لانہ لا زکوٰۃ علی الواہب اتفاقا لعدم الملک وہی من الحیل موہوب لہ کی قید زکوٰۃ کے سقوط میں اسواسطے لگائی کہ واہب کے ذمہ بالاتفاق واجب نہیں ہے کیونکہ اسکی ملک منقطع ہوگئی تھی اور یہ سقوط زکوٰۃ کے لیے ایک حیلہ ہے اور اتفاقا کے لفظ مین ایما ہے کہ موہوب لہ سے زکوٰۃ ساقط ہونے مین اختلاف ہے چنانچہ امام زفر موہوب لہ کے قائل ہین اگر بغیر حکم قاضی پھیر دے اسلیے کہ اسنے اپنے اختیار اسکو دیا تو ہبہ جدید ہوا اور بمنزلہ استہلاک کے ہوا ہم کہتے ہین کہ اسکو دیدینے مین اختیار نہین ہے اگر یہ خود نہ دیتا تو وہ قاضی کے یہان نالش کر کے جبر سے لیتا سو یہ بمنزلہ ہلاک کے ہوا نہ استہلاک کے کذا فی الشامی و شہادۃ الحیل جو اسقاط قبل الحول ہے یہ ہم اور ایک حیلہ سقوط زکوٰۃ کا یہ ہے کہ مال ہبہ کر دے اپنے لڑکے کو سال پورا ہونے سے ایک روز پہلے ہم او رانکا حیلہ دفع زکوٰۃ کے لیے امام محمد کے نزدیک مکروہ ہے اور امام ابو یوسف کے نزدیک مکروہ نہیں اور یہی ٹھیک ہے ہمکی وجوہ صحیح ہے اور اول کو شیخ حمید الدین نے اختیار کیا ہے اور ایسا ہی اختلاف ہے رفع شفعہ کے حیلہ میں اور کہا گیا ہے کہ فتوی شفعہ کے باب میں امام ابو یوسف کے قول پر ہے اور زکوٰۃ میں امام محمد کے قول پر اور یہ تفصیل بہت اچھی ہے اور یہ بھی شرح وہبانیہ میں ہے کذا فی الشامی اور یہ تفصیل المدارک الاحکام مین مفصلا وضاحت سے بیان کیا ہے

باب العاشر

یہ باب ہے عشر لینے والے کے بیان مین قبل از مسائل یہ تمہید لکھی ہے باعتبار احوال کے ... البحر فی الشرع من الی آخرہ الی ... اسی قول سے یہ کہا گیا ہے کہ یہ نام رکھنا بھی کسی چیز کا اسکا بعض حالات کے اعتبار سے یعنی عاشر کبھی عشر لیتا ہے اور کبھی نصف العشر اور کبھی ربع العشر اور چونکہ بعض حالتون میں وہ ہین کہ نہین عشر لیتا تو اسی اعتبار سے اسکا نام عاشر رکھا گیا اور اس کلمہ کی کچھ ضرورت نہین کہ عشر نام ہے اس چیز کا جو عاشر مال والون سے لیتا ہے خواہ عشر ہو یا نصف العشر یا ربع العشر کیونکہ یہ علم بہتر ہے ... کہ اسم جنس کہا جاوے کیونکہ علم جنس مین تعیین بالضرورت ... سامعین میں ... استعمال ہوتا ہے اور کوئی اسکی تعریف کا قائل نہین یہان کوئی ضرورت ... ہو ... الاعمال عاشر آزاد ہو مسلمان یعنی غلام ہو اسکا فراض ... کہ یہود کو عامل بنانا حرام ہے غیر ہاشمی لما فیہ من شبہۃ الزکوٰۃ اور عاشر ہاشمی نہ ہو وے کیونکہ اسمین زکوٰۃ کا شبہ ہے کہ ہاشمیون کو جائز نہین ہم غیر ہاشمی کی شرط ... میں لگائی ہے اسکے سوا اور کسی کتاب میں نظر نہین آئی اور ... مین مذکور ہے کہ جب ہاشمی صدقات پر مقرر کیا جاوے تو اسکو اجرت لینا حلال نہین اور اگر عامل مقرر کیا جاوے اور ... کسی دوسری جگہ سے دیا جاوے یا وہ بلا اجرت تبرعا کام کرے اور درست ہے کذا فی الشامی قادر علی الحمایۃ من اللصوص والقطاع لان الجبایۃ بالحمایۃ وہ عاشر قدرت رکھتا ہو تجارت کے بچانے کی چورون اور رہزنون سے تحصیل کرنے مال کا تجارت کے سبب ... ہے یعنے امام جو مال لیتا ہے تو اس مال کی حفاظت کے لیے لیتا ہے نصبہ الامام علی الطریق للمسافرین خرج الساعی فانہ الذی یسعی فی القبائل لیاخذ صدقۃ المواشی ... مقرر کیا ہو عاشر کو امام نے راہ پر مسافرون کے لیے اس سے نکل گیا ساعی کیونکہ ساعی وہ ہے کہ جو قبائل میں ... تاکہ مواشی کا صدقہ مواشی کے مکانون پر پہونچکر وصول کرے لیاخذ الصدقات تغلیبا للعبادۃ علی غیرہا اسکو امام نے مقرر کیا ہو تاکہ وصول کرے صدقہ اور چونکہ عاشر مسلمانوں سے صدقہ وصول کرتا ہو اور کفار سے جزیہ تو تعریف میں صدقہ کا ذکر کرنا ترجیح دینا ہے عبادت کو غیر عبادت پر من التجار ای من المارین باموالہم الظاہرۃ والباطنۃ ... بلفظ تجار جمع تاجر کی جیسے فجار جمع فاجر کی عاشر وصول کرے صدقہ ان تاجرون سے کہ اسپر گذرے یا اپنا مال ... خواہ مال ظاہر ہو یا باطن ہم مال کی دو قسمین ہین ظاہر اور باطن ظاہر ... اور جو عاشر کے پاس ... باطن ہونا چاہیے ... الحر اور یہان باطن سے مراد ... کے سوا ہے

اور نہ جو مال عاشر کے سامنے آیا تو وہ ایک قسم ظاہر کی ہی پیر اُسکو باطن کہنا مجاز ہی باعتبار پہلے حال کے کہ اسواسطے کہ اموال باطنہ جو گھر مین ہین اگر عاشر کو خبر دی
کرے تو انکو نہیں لے سکتا جیسا بحر مین صحیح ہی اور باطنہ اور ظاہرہ کی تقسیم مین اشارہ ہے عنایہ وغیرہ کی رد کی طرف ہی کہ مراد اموال باطنہ مین کیونکہ اموال
ظاہرہ یعنی سوائم مین عاشر کے پاس آنے کی ضرورت نہیں بلکہ عاشر خود جاکر وصول کرتا ہی اور اشارہ واضح ہوا کہ یہ یعنی جو عاشر اور ساعی مین فرق نکر کے
حالانکہ ان دونوں مین فرق ہی جیسا گذر چکا کذا فی الشامی وما ورد فی ذم العشار محمول علی الاخذ ظلما اور وہ جو حدیث شریف مین عاشرون کی مذمت
مین وارد ہوا ہی کہ لا یدخل صاحب مکس الجنۃ رواہ ابو داود وغیرہ یعنی نہ داخل ہوگا عشر لینے والا جنت مین سو یہ محمول ہی ظلم سے لینے پر فمن انکر تمام
الحول او قال لم انو التجارۃ او علی دین محیط او منقص للنصاب لان یا اخذہ زکوۃ مہر او وہ دین الحق کبیر وابذا اطلقہ المصنف پس جو شخص انکار
کرے برس کی تمامی کا یا کہے کہ مین نے تجارت کی نیت نہیں کی یا کہے کہ میرے ذمہ دین محیط ہی یا استدر دین کہ جسکے ادا سے کہ مال بمقدار نصاب نہیں رہتا
شارح نے کہا کہ دین کی تعمیم اسواسطے ہی کہ عاشر جو لیتا ہی بعینہ زکوۃ لیتا ہی کذا فی المعراج اور یہی حق ہی کذا فی البحر اور اسلیے مصنف نے دین کو مطلق
رکھا او قال ادیت الی عاشر اخر وکان عاشر اخر محققا یا کہا کہ مین دوسرے عاشر کو دے چکا اور دوسرا عاشر محقق ہو او قال ادیت انا الی الفقراء
فی المصر لا بعد الخروج لما یاتی یا کہا کہ مین ادا کر چکا فقیرون کو شہر مین نہ شہر سے نکلنے کے بعد اسکی وجہ عنقریب آویگی وحلف صدق فی الکل بلا
اخراج براءۃ فی الاصح لاشتباہ الخط یعنی ان سب صورتون مذکورہ مین اگر بیان کو حلف سے موکد کرے تو مانا جاوے بدون پیش کرنے چٹھی دوسرے
عاشر کے اسواسطے کہ خط مشتبہ ہوتے ہین اصح روایت مین اور یہی ظاہر الروایت ہی کذا فی البدائع حتی لو اتی بہا علی خلاف اسم ذلک العاشر
وحلف صدق وحدث عدا یہان تک کہ اگر چٹھی پیش کی برخلاف نام اُس عاشر کے اور قسم کھائی تو مانا جاوے اور چٹھی کا عدم شمار کیا جاوے
ولو ظہر کذبہ بعد سنین اخذت منہ اور اگر ظاہر ہو دے جھوٹ مال والے کا چند سال کے بعد تو زکوۃ لی جاوے اُس سے الا فی السوائم والاموال
الباطنۃ بعد اخراجہا من البلد یہ استثنا ہی صدق سے یعنی قول مانا جاوے لیکن سوائم مین اور اموال باطنہ مین بعد نکالنے کے شہر
سے نمانا جاوے لانہا بالاخراج التحقت بالاموال الظاہرۃ فکان الاخذ فیہا للامام فیکون ہو الزکوۃ والاول ینقلب نفلا اسلیے کہ اموال زکوۃ
انکالنے کی جہت سے اموال ظاہرہ کے ساتھ ملحق ہوگئے پس حق لینے زکوۃ کا انہین امام کو ہوگا پس یہ اخذ زکوۃ ہوگا اور پہلا دیا ہوا نفل
ویاخذ ہا منہ لقولہ لقول عمر لا تنبشوا علی الناس متاعہم لکنہ یحلف اذا اتہم اور لیوے زکوۃ کو عاشر مال والے سے بموجب اُسکے بیان کے کیونکہ
حضرت عمر نے فرمایا ہی کہ نہ تفتیش کرو لوگون کی متاع کو لیکن مال والے کو عاشر قسم دیوے اگر اُسکو تہم جانے وکل ما صدق فیہ مسلم صدق
صدق فیہ ذمی لان لہم مالنا اور امور مذکورہ مین سے جو امر ایسے ہین کہ انہین مسلمان کا قول مانا جاتا ہی کافر ذمی کا بھی قول انہین
مانا جاتا ہی کیونکہ اُنکے لیے وہ رعایت ملحوظ ہی جو ہمارے لیے ہی الا فی قولہ ادیت انا الی فقیر لعدم ولایۃ ذلک مگر ذمی کا یہ قول کہ مین نے
فقیر کو دیدیا مقبول نہوگا کیونکہ کافر کو اُسکی ولایت نہیں ہی ہم اسواسطے کہ جو کچھ اُس سے لیا جاتا ہی وہ جزیہ ہی اور جزیہ مین جب ادا کا دعوی
کرے تو نہین مانا جاتا اسوجہ سے کہ اہل ذمہ کے فقرا اُسکے مصرف نہیں اور کافر کو مستحقون پر یعنی مسلمانون پر صرف کرنیکی ولایت نہیں کذا
فی الشامی لا یصدق حربی فی شی اور کافر حربی کا قول کسی امر مین نہین مانا جاتا یعنی اُسکی طرف التفات نہین اگرچہ گواہون سے
ثابت کرے افادہ الکمال الا فی ام ولدہ مگر اُسکے ام ولد کے باب مین کہ اگر کسی باندی کو ام ولد ہونے کا اقرار کرے تو مانا جائیگا بخلاف
اقرار مدبر ہونے کے کہ وہ مقبول نہین اسلیے کہ دار الحرب مین مدبر کرنا صحیح نہیں کذا فی البحر وقولہ لغلام یولد مثلہ لمثلہ ہذا ولدی
اور مگر اس صورت مین کہ کسی غلام کو کہے کہ یہ میرا بیٹا ہی اور وہ غلام ایسا ہو کہ اُس جیسا اس جیسے کا بیٹا ہو سکتا ہی یعنی اور پہلے سے

٥٧ یعنی عاشر بہ نسبت بر کہ مامور ہوتا ہی اور ساعی صدقہ سوائم خود جاکر وصول کرتا ہی ۱۲

وہ ثابت النسب ہو اور نہ شمنہ لیکن بسبب کسی ہے کیونکہ فی المحیط اور بی بانقرار المالیۃ بسبب انہوں نے مالیت سے کیونکہ ہم ثابت ہے دونوں کی یعنی دونوں
صورتوں میں ام ولد اور غلام مال نہیں ہے حالانکہ زکوٰۃ مال کی لیجاتی ہے کیونکہ فی المحیط او بی فان لم یولد یعتق علیہ ذ عشر لانہ اقر بالعتق فلا یصدق
فی حق غیرہ پس اگر وہ غلام ایسا ہو کہ اس جیسا اسکا بیٹا نہیں ہو سکتا تو اس قول سے وہ غلام اسیر آزاد ہوجاویگا اور عشر لیا جاویگا اسلیے کہ حربی
نے اقرار عتق کا کیا پس اسکے غیر پر جو عاشر ہے اس پر الاول عشر کے باب میں حجت نہوگا کذا فی الشامی والاصح قولہ اوحیث ان علی عاشر آخر فھو کمن
عاشر اخر اور مگر اس صورت میں کہ کہے کہ میں ادا کر چکا کسی دوسرے عاشر کو اور وہاں کوئی دوسرا بھی ہو لیکن اسکے استیصال المال
جزم بہ ملا خسرو وذکرہ الزیلعی تبعا السراجی بلفظ لیختلف لکن انما ہو المصنف مین ایضا اسکا قول اسلیے مانا جاوے کہ اسکا مال بچ سکے اگر جاوے
پہنچ پر عاشر کو عشر دینے سے اسکے پاس کچھ نہ رہیگا یقین کیا ہے ملا خسرو نے اور ذکر کیا اسکو زیلعی نے تبعیت سراجی بلفظ ینبغی یعنی سزاوار ہے کہ مانا جاوے
یوں ہی نقل کیا مصنف نے بھی ہم قول ملا خسرو اسی طرح ہے یعنی تم ختم میں نے یاد ہے الفاظ شیخ البدر اور دوسری کتابوں میں لا شیخ فی الخراج
ہو اور یہ جواب ہے اسکا بابت ملا خسرو کی بانشے عبارت کی یہ اور وہ عبارت جیکہ شارح نے ذکر کیا ہے وہ عبارت امام محمد بن محمود
بخاری مشہور بشارح کی ہے کتاب بغیۃ الاذکیاء شرح درر البحار میں الحربی یقومہ فی ما اوجبہ ما لا یثبت لہ الدین فیصدق ونحفظہ اسکو لیکن یہ جزم کیا ہے بنا پر
غایۃ البیان میں اسکے قول کا اسکا اور شرح میں اسکو ترجیح دی ہے صاحب شرح عشر ورن الحربی سے اس کا اقل یا اوعلم یا اسیر لیا ہے الحربی کی
عن الظاہر والبحر عشر ومن اخذ سے عشر اور لیا جاوے جو لے مسلمانوں سے چالیسواں حصہ اور کافر ذمی سے بیسواں حصہ خواہ وہ تغلبی ہو یا نہ ہو
جیسا ہر حربی نے عشر ونقل الظاہر سے اور حربی سے دسواں حصہ یہ حکم امر کیا امر فرمایا حضرت عمر نے لیکن انہوں نے ان باتوں کا اور
سا صحابہ کو کیا اجماع الالحی ہے یہ کہ مسلمانوں سے جو لیا جاتا ہے وہ زکوٰۃ ہے اور ذمی سے دونا اسیر اور کفار حربی سے بطور حفاظت دسواں حصہ اور یہ مال
جو کفار سے اصل ہوا ہے سکے مصارف میں صرف کیا جاوے بشرطیکہ لوں المال لکل واحد نصابا لان مادونہ عفو پر ہو سے مال ہر واحد کی کیونکہ
نصاب اسلیے کہ نصاب سے کم معاف ہو بشرطیکہ جانا قدرنا اخذ و امنا اور بشرطیکہ ہم کو نہ معلوم ہو کہ وہ لوگ مسلمانوں سے کسقدر لیتے ہیں فان علم اخذ مثلہ
مجازاۃ پس اگر معلوم ہو تو اسی قدر لیا جاوے جسقدر وہ مسلمانوں سے لیتے ہیں واسطے مکافات کے ہم اپنی لینا مقدار میں بر مجازات نہ اصل لینا کیونکہ ہم
اسکے برسبیل حق لیتے ہیں اور وہ لوگ ناحق حاصل ہے کہ جو کہ وہ لوگ حاجت اہل اسلام میں آکے تو ہمنے مال لیا گیا پھر اگر مقدار معلوم ہو کہ مسلمانوں سے کفار لینا
لیتے ہیں تو اسی قدر مسلمان لوگ بھی انسے بطور مجازات کے لیوینگے اگر اس صورت میں کہ وہ کل لیتے ہوں اور اگر کیفیت اور مقدار کفار کے لینے کی نہ معلوم
ہو تو عشر لینے دسواں حصہ لیا جاویگا اسواسطے کہ حاجت کی جہت سے حق لینے کا تو ثابت ہو چکا اور اعتبار مجازات کا متعذر ہے پس ذمی سے دونا نہیں کیا گیا
کیونکہ حربی بچاو اور حفاظت کا ذمی سے زیادہ محتاج ہے وتمامہ فی الفتح الا اذا اخذوا الکل فلا نا خذہ بل نترک لہ ما یبلغہ ما منہ ابقاء للامان مگر جبکہ وہ لوگ
کہ کفار مسلمانوں سے جو دار الحرب میں جاویں کل مال لیتے ہوں تو ہم لوگ کل مال نہ لینگے بلکہ اسقدر اسکے پاس باقی چھوڑ دینگے کہ اسکو اپنے امن تک
پہونچاوے واسطے ثبوت حق امان کے ولا نا خذ منھم شیئا اذا لم یبلغ مالہم نصابا او ان اخذوا منا فی الاصح او ہم نہ لیوینگے انسے کچھ جبکہ مال
نصاب کو نہ پہونچے اگر چہ وہ ہمسے لیتے ہوں اصح روایت میں لانہ ظلم ولا متابعۃ علیہ اسلیے کہ نصاب سے کم مال میں سے کچھ لینا ظلم ہے اور ظلم
میں کسی کا اتباع نہیں ہم اسمیں اتنی بات ہے کہ کفار جو کچھ ہمسے لیتے ہیں خواہ نصاب ہو یا نہو سراسر ظلم ہے ہاں مگر یوں کہیں کہ قلیل مال سے لینا
صریح ظلم ہے جسکو سب عقل والے جانتے ہیں کیونکہ قلیل مال ہر نفقہ کے واسطے ہوتا ہے پھر اسکے لینا اقتضا ہے امان کے مخالف ہے جیسا
کل کا لینا کذا فی الشامی او علم یا خذوا منا یعنی جبکہ وہ نہ لیتے ہوں ہمسے تو ہم بھی انسے نہ لیوینگے تاکہ وہ نہ لینے پر ثابت رہیں و لانا احق

بالمکارم اور اسلیے کہ اتمام مکارم اخلاق سے ہم زیادہ مستحق ہیں ولا یوخذ العشر من مال صبی حربی الا ان یکونوا یاخذون من اموال صبیاننا
شمنی کذا فی الکافی للحاکم اور نہ لیا جاوے عشر حربی کے لڑکے کے مال سے مگر اس صورت میں کہ وے لوگ ہمارے لڑکوں کے مال میں سے
کچھ لیتے ہوں جیسا مذکور ہے حاکم کی کافی میں اخذ من الحربی مرۃ لا یوخذ منہ ثانیا قبل ان تمضی السنۃ الا اذا عاد واسلے دار الحرب
حربی سے ایکبار عشر لیا گیا تو دوبارہ اس سے اس برس میں نہ لیا جاوے مگر یہ کہ دار الحرب کو لوٹ جاوے پھر دار الاسلام میں آوے تو پھر
عشر لیا جاوے گا لعدم جواز الاخذ بلا تجدد حول او عہد کیونکہ لینا جائز نہیں جب تک نیا سال نہ ہو یا نیا عہد نہ ہو حربی کو فرصت نہ دی جاوے دار الاسلام
میں ٹھہرنے کی بلکہ اسکو امام آگاہ کرے کہ اگر تو یہاں اقامت کریگا تو تجھ پر جزیہ لگایا جاوے گا پھر اگر وہ اقامت کرے تو جزیہ
لگاوے پھر دار الحرب میں جانے سے روکے ولو عاد الحربی الیہا ای دار الحرب ولم یعلم بہ العاشر حتی دخل دار الحرب ثم خرج لم یاخذ منہ العشر ثانیا
لسقوطہ بالتحاق الولایۃ اور اگر حربی گذرا عاشر پر اور عاشر نے خبر نہ لی یہانتک کہ وہ دار الحرب کو چلا گیا پھر دوبارہ دار الحرب سے
نکل آیا تو اس سے پچھلا عشر نہ لے کیونکہ وہ ساقط ہو گیا ولایت کے منقطع ہونے سے یعنی دار الحرب میں جانے سے حکومت اہل اسلام کی اس پر
نہیں رہی بخلاف المسلم والذمی لعدم السقوط ذکرہ الزیلعی بخلاف مسلمانوں اور ذمی کے کہ اگر بے خبری میں گذر جاویں پھر خبر ہو عاشر کو تو ان سے
عشر لیا جاوے کیونکہ یہاں سقوط یعنی عشر کا ساقط کرنے والا مفقود ہے ذکر کیا ہے اسکو زیلعی نے واوخذ نصف عشر من قیمۃ خمر [illegible]
کذا اقرہ المصنف فی شرحہ للتجارۃ [illegible] اور لیا جاوے بیسواں حصہ کافر کی شراب کی قیمت سے اور اسکی مرداروں کی کھالوں کی قیمت
سے اگر تجارت کے لیے ہوں اور نصاب کو پہنچیں شارح کہتا ہے کہ مصنف نے اسیطرح اپنے متن کو اپنی شرح میں ثابت رکھا [illegible]
اور جلود میتہ دوسرا مضاف ہے اور کافر مضاف الیہ اسلیے مرکو تنوین سے نہ پڑھنا چاہیے بلکہ ایک کسرہ ہو اور یہاں اشکال ہے کہ کھالیں [illegible]
ہیں بلکہ قیمت کی چیز ہیں تو چمڑے کے اندر ہونے سے شراب کی طرح عشر لینا چاہیے اور اسکا جواب یہ ہے کہ شرع میں انکی قیمت ہے [illegible]
اور اس چیز کی قیمت میں کہ جس سے انتفاع ہو سکتا ہے فرق ہے [illegible] کی وجہ سے انتفاع درست نہیں اور جلود میتہ سے بعد دباغت کے انتفاع درست ہے
اور اسلیے انکو ملا دیا شراب کے مثل ہے کہ خنزیر کے ساتھ نہیں رکھا کما فی الشامی باختصار ولا یوخذ عشر القیمۃ من الحربی بالاجازۃ لا یوخذ من المسلم
اتفاقا اور لیا جاوے دسواں حصہ قیمت شراب کا حربی سے بدون نیت تجارت کے اور نہ لیا جاوے مسلمان سے کچھ بالاتفاق اسلیے کہ
مسلمان شراب کا مالک ہونے سے منع کیا گیا ہے تو اگر اس سے عشر لیا جائیگا تو اسکا قبضہ اس پر درست ہو جائیگا الذی فی الطحاوی ولا یوخذ من خنزیرہ
مطلقا الا انہ فی الخمر فیمتہ لیکن نہ لیا جاوے عشر کافر کے سوروں سے بالکل اسلیے کہ وہ قیمت والی چیزوں سے ہے تو اسکی قیمت کا لینا گویا اسکا خود لینا ہے
ہم اسواسطے کہ حیوان کی قیمت کا حکم حیوان ہی کا ہے اسلیے اگر کسی نے ایک عورت سے نکاح کیا اور کوئی حیوان مہر ٹھہرایا جو ذمہ پر لازم آوے تو چاہے
قیمت ادا کرے چاہے حیوان اور شراب کی قیمت کا حکم عین شراب کا سا نہیں اسواسطے اگر کسی ذمی نے شراب کے بدلے نکاح کیا پھر قیمت دینے لگا
تو عورت اسکے لینے پر مجبور کی جاوے گی سو اس واسطے عشر شراب کی قیمت سے لیا گیا نہ نفس شراب سے کیونکہ مسلم اسکے مالک ہونے سے منع کیا گیا ہے
کذا فی شرح الجامع لقاضی خان بخلاف الشفعۃ لانہ لو لم یاخذ الشفیع الخنزیر بطل حقہ اصلا فیتضرر ومواضع الضرورۃ مستثناۃ ذکرہ السید
یہ جواب ہے سوال مقدر کا اور سوال یہ ہے کہ قیمت کا حکم عین کا حکم نہیں ہے کیونکہ اگر کسی ذمی نے اپنا گھر بدلے خنزیر کے دوسرے ذمی
کے ہاتھ بیچ دیا اور اسکا شفیع مسلمان ہے تو وہ قیمت خنزیر کے بدلے لے سکتا ہے شارح نے اسکا جواب دیا کہ شفعہ کا حکم اسلیے خلاف ہے کہ اگر
شفیع خنزیر کی قیمت کے عوض مکان کو نہ لیوے تو اسکا حق باطل ہو گا پس اسکا نقصان ہو گا اور مواضع ضرورت قواعد کلیہ

ہے مستغنی ہو سکتے ہیں ذکر کیا ہے اسکو صدری نے حاصل یہ کہ یہاں جواز حق العبد کے لیے ہے کہ وہ محتاج ہے اور حق شرع میں ضرورت نہیں ہے شارع
مستغنی ہے کما بسط فی السراج عن الکافی ولا یوخذ ایضا من مال فی بیتہ مطلقا اور نہ لیا جاوے اس مال سے جو گذرنے والے کے گھر میں ہے مطلقا یعنی خواہ
مسلمان ہو یا ذمی ہو یا حربی ہو ولا من مال بضاعۃ اور نہ لیا جاوے مال بضاعت سے اور بضاعت لغت میں ایک قطعہ مال کا ہے اور اصطلاح میں
وہ مال جو مالک کسی کو تجارت کے لیے دے اس طرح کہ نفع سب مالک کا ہو اور عامل کا کچھ نہیں کذا فی البحر اور اگر مصنف بضاعت کی جگہ امانت کہتا جیسا
صدر الشریعت نے کہا تو کافی ہوتا اور ماذون کے ذکر کی ضرورت نہ ہوتی الا ان یکون حربیا مگر یہ کہ یہ مال بضاعت کسی حربی کا تو عشر لیا جائیگا
ولا من مال مضاربۃ الا ان یربح المضارب فیعشر نصیبہ ان بلغ نصابا اور نہ لیا جاوے مال مضاربت سے مگر اس صورت میں کہ مضارب کو نفع
ہو مضارب کے حصہ کا عشر لیا جاویگا اگر نصاب کی مقدار کو پہنچے ولا من کسب ماذون مدیون بدین محیط بمالہ ورقبتہ اور نہ لیا جاوے
عبد ماذون کی کمائی سے کہ مدیون ہو ایسے قرض کا کہ محیط ہو اسکے مال اور رقبہ کو اور [illegible] کہ یہ مسئلہ متفق علیہ ہے امام صاحب
اور صاحبین میں [illegible] غلام کی مقبوضہ چیز کا مالک نہیں ہے اور صاحبین کے نزدیک اسکی کمائی کا مالک ہے [illegible]
کا بالاتفاق مالک ہے پھر اگر عبد ماذون کی کمائی میں کوئی غلام ہو اور مولیٰ اسکو آزاد کرے تو امام صاحب کے نزدیک عتق جاری نہ ہوگا اور صاحبین کے نزدیک
جاری ہوگا اس حالت کا عبد ماذون اگر عاشر پر گذرا تو اس سے کچھ نہ لیا جاوے گا اسلیے کہ [illegible] امام صاحب کے نزدیک تو اس وجہ سے
کہ مولیٰ کی ملک نہیں اور صاحبین کے نزدیک اس جہت سے کہ دین سے فارغ نہیں او ماذون غیر مدیون اگر [illegible] مولا و الا عبد ماذون قرضدار
نہو لیکن اسکے ساتھ اسکا آقا نہیں تب بھی نہ لیا جاوے علی ما ذکرہ الشارح کہ عبد ماذون کی کمائی کا عشر نہ لیا جاوے اور جس صورت میں آقا اسکے ساتھ
ہو اور [illegible] لیکن جو نہیں اسکے کسب کو جو زیادہ دین سے ہے اگر بقدر نصاب ہو تو اسکا عشر لیا جاوے کذا فی السراج نقلا عن [illegible]
التاثیہ لعدم الملک عشر نہ لیا جاوے بنا بر روایت صحیح کے مسائل ثلثہ مذکورہ میں واسطے مفقود ہونے ملک ان تینوں کے یعنی مضارب اور بضاعت
والے اور غلام کے اسی طرح بیں ہے کہ ایضاح میں مذکور ہے کہ لینے میں شرط یہی حاضر ہونا مالک اور مالک کے اذن کا پس اگر مالک بلا مال آوے تو نہ لیا جاوے
اور اگر مال بلا مالک آوے تب بھی نہ لیا جاوے ولذا لا یوخذ العشر من الوصی اذا قال ہذا مال الیتیم ولا من عبد و مکاتب اور اسی لیے یعنی بوجہ
نہونے ملک کے نہیں لیا جاتا ہے عشر وصی سے جب بیان کرے کہ یہ مال یتیم کا ہے اور نہ غلام سے جیسا گذر چکا اور نہ مکاتب سے کیونکہ اسکی ملک تام
نہیں مر علی عاشر الخوارج فعشروہ ثم مر علی عاشر اہل العدل اخذ منہ ثانیا لتقصیرہ بمرورہ بہم سو اگر گذرا باغیوں کے عاشر پر
پس انھوں نے اس سے عشر لے لیا پھر گذرا اہل حق کے عاشر کے پاس تو اس سے دوبارہ عشر لیا جاوے کیونکہ خوارج کے عاشر کے پاس
جانا یہ قصور اسی کا ہے بخلاف ما لو غلبوا علی بلد بخلاف اس صورت کے کہ خوارج یعنی باغی تسلط کرلیں کسی شہر پر یعنے اس صورت میں اگر
وہ صدقات وصول کرلینگے تو دوبارہ دینے نہ آوینگے کیونکہ اس صورت میں قصور امام کا ہے نہ مالداروں کا کذا فی الطحطاوی فرع مسئلہ متفرقہ
شارح کا قرشی صاحب رطاب للتجارۃ کبطیخ ونحوہ لا العشر عند الامام الا اذا کان عند العاشر فقراء فیاخذ لیدفع لہم تاجر میوہ تر بقدر نصاب
تجارت کے لیے لیکر عاشر پر گذرا مثلا تربوز وغیرہ تو امام صاحب کے نزدیک عاشر اسکا عشر نہ لیوے مگر اس صورت میں کہ عاشر
کے پاس فقراء موجود ہوں تو مال والے سے عشر لے تاکہ انکو دیدے ہم رطاب سے مراد وہ چیزیں ہیں جو سال بھر نہ رہیں شرط یہ ہے کہ صورت
مسئلہ کی یہ ہے کہ کسی شخص کے پاس مال تجارت تھا تمامی سال کے نزدیک اسکے بدلے ترکاریات میں سے کچھ خرید لیا پس امام صاحب کے
نزدیک زکوٰۃ نہیں ہے لیکن مالک کو کہدیا جاوے کہ بنفسہ زکوٰۃ ادا کرے اور صاحبین کے نزدیک مال میں سے اسی جنس کی زکوٰۃ لیجاوے

کیونکہ آخر عبارت امام کی اسکو مشتمل ہے کذا فی البرہان اور امام کے قول کی وجہ میں کمال نے ذکر کیا ہے کہ اگر انکا انتظار کیا جاوے تو چیز سڑ گلی ہوئی خراب ہو جاوے گی
اور عامل کے ساتھ فقرا ہر وقت موجود نہیں ہوتے ہاں اگر عامل کے ساتھ فقرا ہوں یا اپنے عامل میں رہتے ہیں کہ انکو لیتا ہے تو اسکو اجازت ہے کذا فی
الشامی نہر کہتا ہے کہ مذکور ہے نہر الفائق میں بطریق بحث کے ہم نہر کی عبارت میں کوئی بات نہیں کہ دلالت کرے کہ یہ بحث ہو سکے بر علاوہ برین ذکر کیا ہے
اسکو کمال نے جیسا گزر چکا اور کمال کے کلام میں بھی کوئی لفظ دال نہیں ... جو کچھ کمال نے ذکر کیا ہے وہ شرح منظومہ میں بھی زیادہ
مذکور ہے زیادتی یہ ہے کہ اگر مالک قیمت دینے پر راضی ہو تو قیمت لے لیوے اور غایہ میں ... شرح میں یہ مذکور ہے کہ جب سبزیات یعنی سبزی ترکاری
ایک عاشر پر گزرے اور عاشر فقرا کے لیے انہیں سے لینا یا عشر لینا چاہے ... مالک کے انکار ... قیمت سے تو نہیں لے سکتا اور فقرا
کے واسطے کی بھی اسلیے قید لگائی کہ اگر اپنے عامل کے لیے سبزیات لیوے تو جائز ہے اور مالک کے انکار کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر وہ قیمت
دینے پر راضی ہو تو اسکے جواز میں کچھ کلام نہیں واللہ اعلم ... کذا فی الشامی

باب الرکاز

یہ باب ہے دفینہ کے احکام میں الحقوہ بالزکوۃ لکونہ من الوظائف المالیۃ فقہا نے رکاز کو زکوۃ کے ساتھ لاحق کیا کیونکہ یہ بھی وظیفہ مالیہ ہے
ہم یہ جواب ہے اس سوال کا کہ اس باب کو کتاب الجہاد میں ذکر کرنا چاہیے تھا کیونکہ اسکے مصارف ... غنیمت کے ہیں اور اس میں سے
جو لیا جاتا ہے وہ زکوۃ نہیں ہے کذا فی النہر اور اسکو عشر پر مقدم کیا اسلیے کہ رکاز محض قربت ہے اور عشر ایک مشقت ہے جسمیں معنی قربت کے ہیں
کذا فی الطحطاوی ہو لغۃ من الرکز ای الاثبات یعنی الرکز رکاز بمعنی مفعول ... ثابت کرنا اور یعنی مرکوز ہے ہم شامی
نے کہا کہ یعنی المرکوز خبر بعد خبر ہوگی اور احتمال یہ ہے کہ حال ہو رکز سے یعنی رکاز رکز سے ... مراد اسم مفعول ہے یعنی
مرکوز اور پیدا ہوئے ہیں اسلیے کہ رکاز اسم جامد ہے مصدر نہیں ہے وشرعا مال مرکوز تحت ارض اور شرع میں رکاز وہ مال ہے کہ موجود ہو زمین کے
نیچے ہم ظاہر عبارت دلالت کرتی ہے کہ یہ معنی لغوی نہیں ہیں اور نہ میں مغرب سے منقول ہے کہ وہ معدن ہے یا کنز یعنی کان یا دفینہ اسلیے کہ یہ
دونوں مستقر ہیں زمین میں اگرچہ راکز مختلف ہے اور بظاہر اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ استعمال رکاز کا معدن اور دفینہ دونوں میں حقیقی
ہے اور مشترک باشتراک معنوی اور دفینہ کے ساتھ خاص نہیں نہر الفائق میں کہا کہ اس لفظ پر کلی متواطی ہوگی اور یہی مصنف کے باب کے
عنوان کے مناسب ہے کذا فی الطحطاوی اعم من کون راکزہ الخالق او المخلوق مال عام ہے اس سے کہ زمین کے اندر رکھنے والا اسکا
خالق ہو یا مخلوق فلذا قال معدن خلقی خلقہ اللہ تعالیٰ ومن کنز اسے مال مدفون دفنہ الکفار لانہ الذی یخمس لیس بسبب باسی
عموم کے مصنف نے کہا کہ وہ عام ہے کان خلقی سے کہ اللہ تعالیٰ نے اسکو زمین میں پیدا کیا ہے اور عام ہے کنز سے یعنی مدفون کہ زمین میں
رکھا ہو کفار نے اسلیے کہ یہی کا خمس لیا جاتا ہے اگر مسلمان کا مال ہوگا تو اسکا حکم لقطہ کا ہے وجد مسلم او ذمی ولو قنا صغیرا انثی
پائی کسی مسلمان یا ذمی نے اگرچہ مملوک صغیر عورت ہو یعنی حکم عام ہے پانے والا آزاد ہو یا مملوک کبیر ہو یا صغیر مرد ہو یا عورت مسلمان
ہو یا نہ ہو کذا فی النہر معدن نقد و نحو حدید پائی کان سونے یا چاندی یا لوہے کی یا اسکے مثل کی وہ ہو کل جامد ینطبع بالنار
ومنہ الزیبق اور لوہے کے مثل ہر چیز جمی ہوئی کہ نرم ہو جاوے آگ سے اور اسی میں ہے پارہ ہم یہ قول امام محمد کا اور امام صاحب کا آخر
قول ہے اور قول اول یہ تھا کہ پارہ میں کچھ نہیں لازم آتا اور یہی قول آخر ہے امام ابو یوسف کا کیونکہ پارہ بمنزلہ رال وغیرہ کے ہے اور اسمیں
خمس نہیں ہے امام محمد اور امام صاحب کی دلیل یہ ہے کہ پارہ چشمہ سے بوا سطہ اور تدبیر سے نکالا جاتا ہے اور ڈھلتا ہے کسی دوسری چیز کے

ساتھ ملکر تو چاندی کے مانند ہو اپینے چاندی جب تک کسی دوسری چیز کے ساتھ مخلوط نہو نہیں ڈھلتی کذا فے الفتح اور معلوم ہو کہ خلاف
اُس پارہ میں ہے جو معدن میں سے حاصل کیا ہو لیکن جو موجود کفار کے خزائن وغیرہ میں ہو اُسمین بالاتفاق خمس لازم ہو کذا فی الشامی
فخرج المائع کنفط وقار وغیر المنطبع کمعادن الاحجار پس نکل گئین بہتی چیزین یعنے جامد کی قید سے جیسے نفط اور رال اور نکل گئی منطبع کی قید
سے جو نرم نہین ہوتے جیسے کان پتھرون کی جیسے فیروزہ و زمرد وغیرہ کلام قہستانی میں ہو کہ کان تین قسم کی ہو ایک وہ سخت چیزین
کہ پگھل جاتی ہین آگ سے جیسے سونا چاندی رانگ تانبا پیتل لوہا دوم وہ سخت چیزین جو آگ سے نرم نہین ہوتین جیسے چونا اور گچ اور پتھر
یاقوت وغیرہ سوم وہ چیزین کہ جامد نہین جیسے پانی رال نفط وغیرہ کذا فے البحر والنھر والتحفہ نفط ایک روغن ہو کہ پانی پر آجاتا ہو اور قار اور قیر
اور زفت وہ جس سے کشتیون کو روغن کرتے ہین کذا فی الشامی من ارض خراجیۃ او عشریۃ خرج الدار لا المفازۃ لدخولھا بالاولے
کان یا دفینہ پاوے زمین خراجی سے یا عشری مین شارح نے کہا کہ زمین کی قید سے نکل گیا گھر اور نہین خارج ہوا جنگل کیونکہ وہ بالاولیٰ
داخل ہو ہم مراد عشری اور خراجی سے یہ ہو کہ جسکا وظیفہ عشر ہو یا خراج ہو خواہ کسی کے قبضہ مین ہو یا نہو تو جب عشر و خراج کے ہوتے خمس
لیا جائیگا تو جنگل جسمین نہ عشر ہو نہ خراج بطریق اولے داخل خمس ہو گا کذا فے البحر اخذ منہ خمس لحدیث وفی الرکاز الخمس
وہو یعم المعدن کما مر مسلمان یا ذمی کی پائی ہوئی کان خواہ دفینہ سے پانچوان حصہ لیا جاوے بموجب اس حدیث کے فی الرکاز الخمس
اور یہ شامل ہے معدن کو جیسے پہلے گذرا وباقیہ لمالکہا ان ملکت والا فللواجد اور باقی رکاز یعنے چار خمس زمین کے مالک کے ہین اگر وہ
زمین کسی کی مملوک ہو ہم حاشیہ ابو السعود میں لکھا کہ مملوک سے مراد یہ ہو کہ غیر کی مالک ہو پانیوالے کی نہو کیونکہ پانیوالے کی مالک ہو گی
تو اُسمین خمس نہو گا جیسا مصنف آگے بیان کرتا ہو ولا شئی فے ارضہ شامی نے کہا کہ اسکی کوئی وجہ معلوم نہین ہوتی کہ جب پانیوالا
مالک زمین نہو تب تو خمس واجب ہوا اور خود مالک ہو تو واجب نہو کیونکہ علت وجوب دونون مین ایک ہو وہ یہ کہ معدن تمام اجزاء سے
مالک کی ملک ہو تو مصنف کے کلام مین تعارض یقیناً ہو یہان باقیہ لمالکہا کہا ہو اور آگے لا شئی فے ارضہ کہا ہو شیخ رحمتی نے اس تعارض کو
یون دفع کیا کہ زمین مملوکہ کی معدن مین دو روایتین ہین روایت اصل یہ کہ اُسمین خمس نہین کل مالک کی ہو اور جامع صغیر کی روایت
یہ ہے کہ اُسمین خمس ہو اور چار خمس مالک کے ہین پس یہان کا قول مطابق روایت جامع صغیر کے ہو اور قول آیندہ موافق روایت اصل کے کذا فے
الشامی ملتقطاً والا کجبل ومفازۃ فللواجد اور اگر زمین رکاز کی کسی کی مملوک نہو جیسے پہاڑ و جنگل پس وہ چیز پانیوالے کی ہو والمعدن
لا شئی فیہ ان وجدہ فے دارہ وحانوتہ اور معدن مین کچھ لازم نہین آتا اگر پاوے اُسکو اپنے گھر مین اور اپنے دکان مین ہم معدن کے
لفظ مین احتراز ہو دفینہ سے اسلیے کہ اُسکا خمس لیا جاتا ہو اگرچہ کسی کی مملوک زمین مین ہو یا اُسکے گھر مین ہو اسلیے کہ وہ اجزاے زمین سے
نہین ہو جیسا ہدایہ مین ہو اور گھر اور دکان کی معدن مین کچھ نہ لازم آنا امام صاحب کے نزدیک ہو برخلاف قول صاحبین کے کذا فے
الشامی وارضہ فے روایۃ الاصل واختارہ فے الکنز اور کچھ لازم نہین آتا اگر پاوے معدن اپنی اراضی مین اصل کی روایت کے بموجب
اور اسی کو اختیار کیا ہو کنز مین ہم غایۃ البیان مین کہا ہو کہ زمین مملوکہ مین امام صاحب سے دو روایتین ہین روایت اصل کے موافق
ارض اور دار مین کچھ فرق نہین یعنے دونون مین کچھ لازم نہین آتا کیونکہ زمین جب اُسکی طرف منتقل ہوئی تو بالکل مع اپنے تمام اجزا کے
منتقل ہوئی اور معدن بھی اُسی زمین کی مٹی کی ہو تو خمس لازم نہ آیا جیسے غنیمت جب اُسکو امام کسی کے ہاتھ فروخت کر دے تو اور لوگون کا
حق اُس سے ساقط ہو جاتا ہو اسلیے کہ وہ شخص اُسکا مالک بمقابلہ عوض کے ہوا ہو یہی کہا ہو خصاص نے اور جامع صغیر کی روایت

کے موافق انہین فرق ہو اسکی وجہ یہ ہو کہ وارثین کسی طرح کی مشقت اور تکلیف نہین تو خمس بھی لازم نہ آیا اور سبب کا سب بالغ داسکے کا ہوا بخلاف
ارض کے کہ اسمین موئنت خراج اور عشر کی لازم آتی ہو پس اسمین خمس لازم ہوا اور کنز کے اختیار کرنیکو بیان کرنے سے ظاہر الشارح کو ترجیح
روایت اصل کی مقصود ہو لیکن ہدایہ مین امام سے دو روایتین نقل کین اور وجہ فرق کی جامع صغیر کی روایت کے موجب بیان کی اور اصل
کی روایت کی وجہ نہین ذکر کی اس سے استدلال ہو سکتا ہو کہ صاحب ہدایہ نے روایت جامع کی اختیار کی اور علامہ نوح نے ذکر کیا ہو کہ قیاس بھی
ترجیح روایت جامع ظاہر کو چاہتا ہو دو وجہ سے اول یہ کہ جامع صغیر اور دلالت پر مبسوط کے وقت مقدم ہوتی ہو دوسری وجہ یہ کہ یہی قول صاحبین کا ہو
تو متفق علیہ روایت کا اخذ کرنا اولی ہو حاصل یہ ٹھیرا کہ امام نے فرق کیا ہو وجوب خمس مین درمیان معدن اور دفینہ کے اور درمیان جنگل اور
گھر کے اور درمیان زمین مباح اور مملوک کے اور صاحبین نے کچھ فرق نہین کیا انہین وجوہ سے کما مر بیان کیا ہو کذا فی الشامی ولا خمس
فی یاقوت و زمرد و فیروزج و نحوہا وجدت فی جبل ای فی معادنہا اور کچھ نہین عشر وغیرہ یاقوت اور زمرد اور فیروزہ اور اسکی مثل
مین یعنے پتھر کی قسم جو نرم نہ ہو سکتی ہو اور پہاڑون مین پائی جاوین مراد یہ ہو کہ اپنے معادن مین خواہ پہاڑ ہو یا نہو ولو وجدت دفینۃ جاہلیۃ
اے کنزا فخمس لکونہ غنیمۃ اور اگر پائے جاوین اشیاے مذکورہ یاقوت وغیرہ درحالیکہ مدفون جاہلیت کے ہون یعنے کنز ہو جسکا حکم آگے
آویگا تو خمس لیا جاویگا کیونکہ وہ بمنزلہ غنیمت کے ہو کہ کفار کے پاس تھی پھر ہمارے قبضہ مین آگئی کذا فی البحر وانما الحاصل ان الکنز
یخمس کیفما کان والمعدن ان کان ینطبع اور حاصل یہ ٹھیرا کہ دفینہ مین خمس لیا جاوے ہر حال مین اور معدنی جس صورت مین کہ آگ
سے نرم ہو جاوے یعنے دہاتون مین خمس ہو مثل رال وغیرہ کے اور جو نرم نہون انمین خمس لازم نہین ولا فی لؤلؤ ہو مطر الربیع اور کچھ نہین
لازم موتیون مین کہ وہ بہار کے مینہ سے پیدا ہوتا ہو یعنے سیپ مین کہتے ہین کہ وہ ایک جانور ہو مچھلی کی قسم سے اللہ تعالی اسمین موتی پیدا
کرتا ہو کذا فی الکرمانی وعنبر حشیش یطلع فی البحر او خثی دابۃ اور نہ عنبر مین کہ وہ ایک قسم کا گھاس ہو کہ دریا سے اگتا ہو یا گوبر کسی چوپایہ کا ہو
ہم شیخ داؤد انطاکی نے اپنے تذکرہ مین لکھا ہو کہ صحیح یہ ہو کہ قعر دریا مین چشمے ہین وہ دہنیت باہر کیطرف دفع کرتے ہین وہ پانی پر بہتی ہو اسکو
دریا کی موج کنارے پر ڈالتی ہو وہ عنبر ہو کذا فی الشامی وکذا جمیع المستخرج من البحر من حلیۃ ولو ذہبا کان کنزا فی قعر البحر
اور ایسے ہی سب چیزین جو دریا سے نکالی جاوین زیور وغیرہ کے لیے اگرچہ سونا ہو کہ دفینہ ہو قعر دریا مین یعنے کسی کا رکھا ہوا اور ظاہر
یہ ہو کہ اسپر علامت اسلام کی نہو لیکن مین نے اسکو نہین صحیح کہا قالہ الشامی لانہ لم یرد علیہ القہر فلم یکن غنیمۃ اس واسطے کہ اسپر غلبہ اور تسلط
کسی کا نہین وارد ہوا پس غنیمت نہوا ہم حاصل یہ کہ محل خمس غنیمت ہو اور غنیمت وہ ہو کہ کفار کا مال ہو پھر مسلمانون نے اسکو بزور لے لیا ہو
اور قعر دریا پر کسی کا زور اور غلبہ نہین ہوا پس وہ مال غنیمت نہوا کذا قالہ قاضی خان وما علیہ سمۃ الاسلام من الکنوز نقدا او
غیرہ فلقطۃ یعنی حکمہا اور جو دفینہ کہ اسپر علامت اسلام کی ہو خواہ نقد ہو یا سوا اسکے پس وہ لقطہ ہو کہ اسکا حکم آگے آویگا اور غیر
نقد مین شامل ہین ہتھیار آلات اثاث البیت کپڑا وغیرہ اور غنیمت اسواسطے نہین ہوا کہ مسلمانون کا مال غنیمت نہین ہوتا اور لقطہ
کا حکم جو آویگا وہ یہ کہ مسجدون کے دروازون پر اور بازارون مین پکارا جاوے یہان تک کہ گمان ہو کہ مالک اسکی طلب سے بیٹھ رہا
ہوگا پھر اگر خود فقیر ہو تو اپنے آپ صرف مین لے نہین تو کسی دوسرے فقیر کو دیدے بشرطیکہ جب طالب اسکا آوے تو ضمان دے کذا
فی الشامی وما علیہ سمۃ الکفر خمس وباقیہ للمالک اول الفتح اور جو دفینہ ایسا ہو کہ اسپر علامت کفار کی ہو تو اس مین سے خمس
لیا جاوے اور باقی اس شخص کا ہو جو اول فتح اسلام مین اسکا مالک ہوا امام کی تملیک سے ہم قاضی خان نے کہا کہ یہ خمس لینا بالاتفاق ہو

اسلیے کہ کنز اجزاء دار سے نہین تو خمس بھی جز کرنا اس مین ہو سکتا ہی بخلاف معدن کے او لوارثہ لو حیا والا فلبیت المال علی الاوجہ
یا اصل مالک کے وارث کا ہی اگر وہ زندہ ہو اور نہین تو بیت المال کا ہی اور یہا وجہ ہی جو نہر مین کہا ہی اگر وہ مالک اول کے معلوم
نہون تو شئے الکنز مین کا اس کا وارث ہو اور ابو الیسر نے کہا کہ بیت المال مین رکھا جاوے فتح القدیر مین کہا ہی کہ یہ موجہ قول
کے بعد الخ اسلیے کہ جوہرہ مین مذکور ہی کہ کنز زمین مین امانت ہی پس جب مالک اول زمین کا مالک ہوا تو جو اس مین رکھا ہی اسکا بھی مالک ہو
اور اگر زمین کو وہ بیچے تو فروخت سے جو زمین کے اندر ودیعت ہی اسکی ملک سے نکل نہ جاویگی جیسے مچھلی کے پیٹ مین موتی
و ہذا ان ملکت ارضہ والا فالواجد یعنی یہ اس صورت مین ہی کہ زمین اسکی مملوک ہو اور اگر مملوک نہو جیسے جنگل وغیرہ تو پانے والے کا
ہو یعنی خمس رکھکر باقی اسی کا ہی اور یہ باقی مالک کی طرف اور یہ صاحبین کا قول ہی اور بدایہ وغیرہ سے اسکی ترجیح معلوم ہوتی
لیکن سراج مین مذکور ہی کہ امام ابو یوسف سے ہی کہ باقی پانے والے کا ہی جیسا حال غیر ملوکہ زمین کا ہی اور اسی پر فتوی ہی شارح نے
کہا کہ آج کل یہی مناسب ہی کیونکہ بیت المال کا انتظام نہین ہی ولو ذمیا فانہ مثلہ لانہ من اہل الغنیمۃ اگرچہ پانے والا ذمی ہو یا غلام
ہو یا عورت ہو اسلیے کہ یہ سب اہل غنیمت مین سے ہین یعنی امام غنیمت مین سے کچھ دیتا ہی اسکو ولا کرتا ہی شامی مین ہی مثلا حربی
مستامن فانہ یسترد منہ الاذا عمل باذن الامام لیکن حربی مستامن سے لوٹا لیا جاوے گا اس سے جو اسنے لیا کیونکہ غنیمت
مین اسکا کچھ حق نہین الا اذا عمل فی المفاوز باذن الامام علی شرط فلہ المشروط الا اگر جنگلون مین امام کے اذن
سے کسی شرط پر تو اسکو مشروط یعنی مقررہ ملیگا اور عمل رجال فی طلب الرکاز فالمصاب اور اگر وہ شخص بلا کام کرین دفینہ کی طلب
مین تو وہ اسکا ہوگا جسنے پایا اور ظاہر اسکا دلالت کرتا ہی کہ دوسرے کو کچھ نہ ملیگا اور یہ اس صورت مین ہی کہ ایک نے کھودا اور دوسرے نے پایا
اسنے باقی رکھا ہو اکھودا اور پایا الا لیکن اگر وہ دونون مشترک ہون اسکی طلب مین سو باب الشرکۃ الفاسدہ مین آویگا کہ شرکت صحیح
نہین کہاس کہودنے اور شکار کرنے اور پانی بھرنے اور باقی مباحات مین جیسا پہاڑون مین سے میوہ چننا اور طلب کرنا کان کا اور
پکانا انٹون کا مباح مٹی سے اسلیے کہ شرکت متضمن ہی وکالت کو اور وکیل کرنا مباح چیز کے لینے کے لیے جائز نہین اور جو کچھ ان
سے کسی نے حاصل کیا وہ اسی کا ہوگا اور جو دونون نے حاصل کیا وہ نصفا نصف ہوگا اگر یہ نہ معلوم ہو کہ کتنا کسکا ہی اور جو کچھ
ایک ہمراہی کی مدد سے ملے تو وہ اسی کا ہی اور ہمراہی کو اجر مثل ملیگا جسقدر ہو امام محمد کے نزدیک اور امام ابو یوسف کے
نزدیک اسقدر کہ اس شئی کی نصف ثمن سے زیادہ نہو دونون کا ناجیر ین فہو للمستاجر اور اگر وہ دونون مزدور ہون تو مال اسکا ہوگا
جسنے انکو اجرت پر رکھا وان خلا عنہا اے العلامۃ او اشتبہ الضرب فہو جاہلی علی ظاہر المذہب ذکرہ الزیلعی لان الغالب
وقیل کاللقطۃ اور اگر خالی ہو علامت سے یا مشتبہ ہو سکہ تو وہ جاہلی ہی یعنی اسلام سے پہلے کا ظاہر مذہب پر ذکر کیا ہی اسکو
زیلعی نے کیونکہ غالب یہی ہی اسلیے کہ کفار حریص ہوتے ہین جمع اموال پر کذا فی السلطاوی اور ایک قول یہ ہی کہ مال مذکور
لقطہ کے مانند ہو ہم ہدایہ مین ایک قول یہ کہا ہی کہ انکو مال اسلامی تصور کرینگے بسبب زمانہ گذرنے کی وجہ سے یعنی ظاہر یہ ہی
کہ آثار جاہلیت سے کچھ باقی نہین رہا اور ظاہر ہی کا اعتبار ہی جبتک اسکا خلاف معلوم نہو اور حق یہ ہی کہ اس ظاہر ہونے سے
کو نہ مانین بلکہ جاہلیت کے دفینے اب تک شہرون مین نکلتے رہتے ہین کذا فی فتح القدیر شامی نے کہا کہ اکثر ان شہرون میں علامت
اہل حرب کی ہی اور اہل اسلام مین رائج ہی ظاہر یہ ہی کہ وہ قسم مشتبہ سے ہین لیکن مین نے شرح لباب مین دیکھا جو ملا علی قاری کی ہی

دیکھا اسمین لکھا ہو کہ کفار کے وہم مسلمانون کے درمیان مین مخلوط ہونے کی صورت مین جیسا فی زماننا رواج ہو اسلامی ہی ہونے چاہئین
ولا خمس رکاز اسم لما کان او کنزا وجد فی صحراء دار الحرب بل کلہ للواجد ولو مستامنا لانہ کالمتلصص اور خمس لیا جاوے وہ رکاز
کہ پایا جاوے دار الحرب کے جنگل مین خواہ معدن ہو یا دفینہ بلکہ کل پانے والے کا ہو اگرچہ وہ دار الحرب مین امن لیکر گیا ہو اسواسطے
کہ وہ شخص چور کی طرح ہو ولذا لو دخل جماعۃ ذو منعۃ فظفروا بشئ من کنوزہم وجب الخمس لکونہ غنیمۃ اور اسی واسطے
اگر دار الحرب مین ایک جماعت شوکت والی داخل ہو اور کچھ خزانہ یا معدن انکو دستیاب ہو تو خمس لیا جاویگا کیونکہ وہ غنیمت ہو یعنے
غلبہ اور قہر سے حاصل ہوا ہو وان وجدہ ای الرکاز مستامن فی ارض مملوکۃ لبعضہم ردہ الیٰ مالکہ تحرزا عن الغدر اور اگر معدن
یا دفینہ کسی مستامن نے حربیون کی مملوکہ زمین مین سے پایا تو اسکو اسکے مالک کو پھیر دے خیانت سے بچنے کے لیے یعنے حربیون کے مال اس
شخص مستامن پر بدون انکی رضامندی کے حرام ہین تو بدون اجازت کے کسی مال کا لیکر لینا خیانت ہوگا فان لم یردہ واخرجہ ملکہ
ملکا خبیثا فسبیلہ التصدق پس اگر نہ پھیرا اسکو اور دار الحرب سے نکال لایا تو اسکا مالک ہو جاویگا خبیث ملک سے کہ اسکا
تصدق کرنا واجب ہو فلو باعہ صح لقیام ملکہ لکن لا یطیب للمشتری پس اگر کسی دوسرے شخص کے ہاتھ بیچ دیا تو درست ہو کیونکہ اسکی
ملک ثابت ہو لیکن مشتری کو اچھا نہین ہو بخلاف اس صورت کے کہ کسی سے ایک چیز بشراء فاسد خریدی پھر کسی کے ہاتھ بیچ دے تو مشتری
ثانی کے واسطے کچھ خرابی نہین ہو کیونکہ فسخ بیع اول کا اس صورت مین ممتنع ہو گیا کذا فی الحلبی عن البحر ولو وجدہ ای الرکاز غیرہ
ای غیر مستامن فیہا ای فی ارض مملوکۃ لہم حل لہ فلا یردہ ولا خمس لما مر بلا فرق بین متاع وغیرہ اور اگر معدن یا دفینہ پایا
غیر مستامن نے حربیون کی زمین مملوکہ مین سے تو اسکو حلال ہو پس نہ پھیر دے اور نہ اس مین خمس لیا جاوے اسی وجہ سے کہ گذری
یعنے وہ مثل خفیہ لیجانے والے کے ہو کذا فی البحر بدون فرق کے درمیان متاع اور غیر متاع کے ہم متاع کے معنون مین فقہاء
کا اختلاف ہو صحیح یہ ہو کہ متاع وہ ہو جس سے نفع لیا جاوے خواہ کپڑے ہون یا گھر کا اسباب یا کھانا ہو تن کذا فی الطحطاوی وفی
النقایۃ من ان رکاز متاع ارض لم تملک یخمس سہو اور جو کچھ نقایہ مین ہو کہ رکاز زمین غیر مملوکہ کا خمس لیا جاوے وہ سہو ہو ہم نقایہ
کتاب ہو صدر الشریعۃ کی اور یہی ہو وقایہ مین جو اسکے دادا تاج الشریعۃ کی کتاب ہو درر مین کہا ہو کہ یہ صحیح نہین ہو کیونکہ شرح
ہدایہ نے اور علماء نے تصریح کی ہو کہ خمس واجب ہوتا ہو اس چیز مین کہ غنیمت کے معنون مین ہو یعنے اہل حرب کے ہاتھ مین ہو پھر
مسلمانون کے پاس آجاوے قوت بازو سے اور وقایہ مین جو ذکر ہو وہ اس طرح کی صورت نہین ہو کیونکہ مستامن مثل چور کے ہو
اور زمین دار الحرب کی مسلمانون کے ہاتھ مین نہین آئی الطحطاوی نے کہا کہ اضافت رکاز کی متاع کی طرف بیانی ہو الا ان یحمل علی متاعہم
الموجود فی ارضنا اگر یہ کہ مراد لیا جاوے متاع سے حربیون کا متاع دار الاسلام مین موجود ہو فرع مسئلہ ملحقہ شارح کا للواجد
صرف الخمس لنفسہ واصلہ وفرعہ واجنبی بشرط فقرہم پانے والے کو جائز ہو خمس کا صرف کرنا اپنے نفس پر اور اپنی اصل مان باپ پر اور
اپنی فرع یعنے اولاد پر اور اجنبی پر بشرطیکہ محتاج ہون ہم یعنے وہ خود اگر محتاج ہو اور چار خمس مین اسکا کام نہین
نکلتا تو خود سب کا سب رکھ لے اگر نصاب سے کم ہو اور اگر نصاب کو پہونچے تو خمس کا خرچ کر لینا اسکو جائز نہین کذا فی البحر
عن البدائع مین کہتا ہون کہ اسمین گفتگو ہو کیونکہ بعض اوقات نصاب سے زائد بھی کافی نہین ہوتا مثلا جبکہ پانے والا قرضدار ہو
پس بہتر یہ ہو کہ حاجت ہی پر اقتصار کیا جاوے اور حاکم نے کافی مین کہا ہو کہ جسکو رکاز کا مال ملے اسکو گنجائش ہو کہ صرف کرے خمس

مسئلہ یعنی مستامن سے وہ مسلمان مراد ہو جو دار الحرب مین امن لیکر جاوے ۱۲ مسئلہ یعنے نقل کیا مسئلہ کی صورت یہ ہو کہ بار کر خمس اس صورت مین لیا جاوے کہ متاع جو دار الاسلام کی زمین غیر مملوک مین ہو ۱۲

مساکین پر پھر اگر امام کو اطلاع ہو تو اسکے لیے ہو سکے کو قبول کرے اور اگر اسکو تمام مال کی ضرورت ہو تو گنجائش ہو کہ اپنے واسطے رہنے دے اور یہ بھی گنجائش ہو کہ حاجتمندون کو دے اگرچہ اسکا باپ دادا یا اولاد ہو اور یہ مالی بمنزلہ اس عشر کے نہین ہو کہ زمین پر لازم ہوتا ہو

کذا افادہ الشامی

باب العشر

یہ باب ہو وہ چیزوں کے احکام مین جو عشر کہتے ہین دسوین حصہ کے ایک نام ہے کو اور یہان مراد وہ ہو جو عشر کی طرف منسوب ہوتا کہ شامل ہو نصف العشر اور ضعف العشر کو کذا فی البحر اور اسکو زکوٰۃ مین اسلیے ذکر کیا کہ اسکا مصرف وہی ہو جو زکوٰۃ کا ہو یجب العشر فی عسل وان قل واجب ہو دسوان حصہ شہد مین اگرچہ قلیل ہو ہم شامی مین کہا کہ عسل مین کسرہ ہو تنوین نہین کیونکہ مضاف ہو ارض کی طرف اور لفظ وان قل کی ضرورت نہین اسلیے کہ مصنف کا قول بلا شرط نصاب اس سے مغنی ہو ارض غیر الخراج ولو غیر عشریۃ کجبل ومفازۃ عشر واجب ہو اس شہد مین کہ غیر خراجی زمین کا ہو اگرچہ غیر عشری بھی ہو جیسے پہاڑ و جنگل بخلاف الخراجیۃ لئلا یجتمع العشر والخراج بخلاف شہد زمین خراجی کے یعنے اسمین عشر نہین تاکہ جمع نہو جاوین عشر اور خراج ہم ارض غیر الخراج کے لفظ مین افادہ ہو کہ یہ شامل ہو زمین عشری کو اور اس زمین کو کہ نہ عشری ہو نہ خراجی جیسے پہاڑ اور جنگل لیکن فائدہ مین کہ یہ پہاڑ عشری ہو یعنے اگر استعمال مین آوے تو عشری ہو کذا قال الشامی وکذا یجب العشر فی ثمرۃ جبل او مفازۃ ان حماہ الامام لانہ مال مقصود اور ایسا ہی عشر واجب ہو پہاڑی یا جنگلی پھلون مین اگر امام نے اسکی حفاظت کی ہو اسلیے کہ وہ مال مقصود ہو ہم امام کو اسکی حفاظت اسلیے مقصود ہو کہ عشر واجب ہو کیونکہ اخذ مال حفاظت ہی کی جہت سے ہو تو یہ علت اشتراط کی ہو یا یہ کہ وہ اس جنس سے ہو کہ جس سے غلہ حاصل کرنا زمین کا مطلوب ہوتا ہو تو یہ علت وجوب کی ہوئی کذا فی الشامی لا ان لم یحمہ لانہ کالصید عشر واجب ہوگا اگر امام نے اسکی حفاظت نہین کی جیسا شکار کہ اسمین بھی عشر نہین و یجب فی مسقی سماء او سیح کنہر اور واجب ہو عشر اس زمین مین جو مینہ سے پانی دیگئی ہو یا جاری پانی سے مثل نہر کے ہم سیح پانی کے جاری ہونے کو کہتے ہین زمین پر یعنے نہر کا پانی یا نالون کا کذا فی المغرب بلا شرط نصاب راجع للکل بدون شرط نصاب کے یعنے کچھ ضرور نہین کہ پیداوار بقدر نصاب ہو اگر کم ہوگا تب بھی عشر واجب ہوگا شارح نے کہا کہ نصاب کا ہونا سب مذکورات کی طرف ہو یعنے شہد و پھل و غلہ و بلا شرط بقاء و حولان حول لان فیہ معنی المؤنۃ اور بدون شرط باقی رہنے تمام سال کے اور گذرنے برس کے اسواسطے کہ عشر مین معنی مؤنۃ الارض کے ہین یعنے اجرت زمین کی تو یہ عشر عبادت محض نہوا ہم اگر پیداوار سال بھر مین کئی بار ہو تو ہر بار عشر واجب ہوگا اور ایسا ہی خراج مقاسمۃ یعنے بٹائی کا لیکن خراج موظف جو فی جریب ایک دراہم یا مثل اسکے سالانہ مقرر ہوا کرتا ہو تو وہ برس روز مین ایکبار واجب ہوا کرتا ہو مکرر نہین ہوتا اگرچہ زمین کا پیداوار کئی بار ہو کذا فی الشامی ولہذا کان للامام اخذہ جبرا ولو یؤخذ من الترکۃ اور اسلیے امام کو گنجائش ہو کہ ان چیزون کا عشر جبرا لے اور ترکہ سے لیا جا سکتا ہو و یجب مع الدین وفی ارض صغیر ومجنون ومکاتب وماذون ووقف اور واجب ہوتا ہو یہ عشر باوجود قرضداری کے اور لڑکے کی زمین مین اور مجنون کے اور مکاتب کی اور ماذون کی اور وقفی زمین مین ہم زمین کی ملک وجوب عشر کے لیے شرط نہین بلکہ پیداوار کی ملک شرط ہو اسلیے کہ عشر پیداوار مین ہو زمین مین نہین تو زمین کا مالک ہونا اور نہونا دونون برابر ہین اور زمین وقفی مین عشر اس صورت مین ہو کہ اہل وقف نے اسکو بویا ہو کذا فی الشامی مختصرا

وقت بیعہ زکوٰۃ معاف اور عشر کو زکوٰۃ کہنا مجازاً ہے ہم ایسا ہی مفہوم ہوتا ہے جیسا کہ یہ ستھا اور نہر یعنی اسی کی تقویت کی ہے لیکن عشر سبب امر یا سبب بہانہ
کچھ کلام ہو سکتی ہے الا فی مال الا یقصد بہ استغلال الا یعنی مگر ان چیزوں میں عشر نہیں ہے کہ زمین سے کہ اصل میں مقصود نہیں ہوتیں جیسے حطب و قصب
فارسی یعنی لکڑی اور سرکنڈے مراد ہے جس سے چٹائیاں اور گرہ والی کہتے ہیں اور بانس کو اسکے لفظ سے مراد ہوگا کہ کہنا اور قصب الذریرہ کے
جنکو قصب السنبل کہتے ہیں کیونکہ ان دونوں میں عشر ہوگا کہ اسکے مانند ہوا اور مراد چیزیں ہیں کہ گنے کے رس میں عشر ہو نہ خود گنے میں کذا فی
الظہیریہ اور ششہش و خرما اور جیسے گھاس ہے اور سو گیا مثل قیح ہیں کہ اگر اسی باتھ ہوگا اگر اسکو کاٹے لیا اور اسکے اندر وہ وہیں پہلے تو اس میں عشر
واجب ہو گیا کیونکہ ہی مقصود ہو گیا اور ایک روایت امام محمد سے ہے کہ سو گی گھاس میں عشر ہے کذا فی الشامی اور صنوبر و قطران و خطمی و اشنان
اور بیج ہو جس سے گھٹا ہے اور جیسے گوند اور قطران ہوا ایک درخت کا عصارہ ہے اور خطمی اور اشنان و شیر قطران و بادنجان اور جیسے گھاس کا درخت اور
بینگن کا درخت ہم جیسے ان دونوں کے بیجوں میں عشر نہیں بلکہ خود گھاس اور بینگن میں عشر ہے کذا قال الطحاوی یعنی بطیخ و قثار و ادویہ جیسے
کلانجی و شونیز اور جیسے تربوز کے بیج اور ککڑی کے اور جیسے دوائیاں مثل میتھی اور کلونجی کے ہم کیونکہ ان سے مقصود دوائیاں ہوتی ہیں اور نہیں
عشر لازم ہوتا ہے خود تخم مقصود نہیں ہیں خانچہ میں ہے کہ دواؤں میں عشر نہیں ہے جیسا کہ ابلیا ادرک کی ہیں کذا قال الشامی مستلو اشغل
ارضہ بہا یجب العشر یہاں تک کہ اگر زمین کو انہیں چیزوں میں لگا دیا تو عشر واجب ہوگا کا امر ابن الہمام یعنی اگر کوئی شخص زمین کو بانس اور گھاس
وغیرہ کے واسطے رکھتا ہو جو حاصل کے لیے اور اسی کو کاٹتا ہو اور بیچتا ہو تو اس میں عشر ہوگا کذا فی غایۃ البیان والبدائع اور شرنبلالی میں
کہا کہ بیچنا کچھ شرط نہیں اسی سبب قاضی خان نے مطلق رکھا ہے یعنی بیچنے کی قید نہیں لگائی کذا فی الشامی و یجب نصفہ فی مسقی غرب و
دالیۃ او دولاب بالکثرۃ المونۃ اور نصف عشر یعنی بیسوان حصہ واجب ہوا اس زمین کی پیداوار میں جو چرس سے پانی دی گئی ہو
یا رہٹ سے بسبب زیادتی محنت کے ہم پر وجہ ہے کہ نصف العشر لازم آیا کی وفی کتب الشافعیہ او سقاہ بما اشتراہ اور کتب شافعیہ میں مذکور
ہے باتھ صورت میں کہ پانی مول لیکر دیا ہو اور یہ ہمارے قواعد کے مخالف نہیں ہے یعنی اس صورت میں حنفیوں کے نزدیک بھی بیسواں حصہ
لیا جاویگا کذا فی الشامی و لو سقی سیحا و بالۃ اعتبر الغالب اور اگر پانی دیا اسکو نہر سے اور کسی آلہ سے یعنی چرس وغیرہ سے تو اعتبار کیا جاویگا
اکثر کا اگر اکثر چرس سے پانی دیا ہوگا تو بیسواں حصہ لیا جائیگا اور اگر باران سے یا نہر سے دیا ہوگا تو دسواں حصہ کذا فی الزیلعی و لو استویا
فنصفہ اور اگر دونوں طرح پانی دینا برابر ہو تو نصف عشر ہے کیونکہ زیادتی میں شک واقع ہوا اور شک سے لزوم نہیں ہوتا و قیل ثلثۃ
ارباعہ اور ایک قول یہ ہے کہ تین ربع عشر کے اس صورت میں لازم ہیں اور غایۃ البیان میں کہا کہ یہی قول ہے اکثر ثلثہ کا کہ نصف نصف
دونوں وظیفوں کا لیا جاوے یعنی چونکہ آدھی زمین نہر کی ہوئی تو دسویں حصہ کا آدھا لازم ہوا اور آدھی دولابی تو بیسویں حصہ
کا آدھا لازم ہوا اسی سبب تین ربع عشر کے ہوئے اور زیلعی نے روایت اول یعنی لزوم نصف عشر کو ترجیح دی ہے سو اکثر پر قیاس کرکے
جس صورت میں آدھے برس گھر سے گھاس دیا ہو کذا فی الشامی بلا رفع مؤن اے کلف الزرع و بلا اخراج البذر لتصریحہم بالعشر
فی کل الخارج عشر اور نصف عشر لیا جاوے بدون مجرا کرنے اخراجات کھیتی کے اور بغیر نکالے تخم کے اسلیے کہ علما نے تصریح کی ہے عشر کی
کل پیداوار سے ہم یعنی عشر اول صورت میں اور نصف عشر دوسری صورت میں جو لازم ہے تو کل میں سے لازم ہے بغیر جدا کرنے مزدوری
کمیروں اور خرچ بیلوں کے اور نہروں کی کھدوائی اور اجرت محافظ وغیرہ کی کذا فی الدرر و یجب ضعفہ فی ارض عشریۃ لتغلبی
مطلقاً اور واجب ہے دونا عشر کا یعنی پانچواں حصہ اس عشری زمین میں جو تغلبی کی ہو ہر صورت میں ہم بنی تغلب قوم نصاریٰ میں سے ہیں

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس بات پر ٹھہری تھی کہ مسلمانوں کا دونا عشر لیا جاوے طحطاوی نے کہا کہ علما نے فرق نہیں بیان کیا زمین
کے والے سے پانی دینے یا نہر کے پانی دینے میں اور مقتضا صلح کا جو واقع ہوئی یہ ہے کہ مسلمانوں کی نسبت دونا لیا جاوے چھوٹی
میں وان کان طفلا او انثی او اسلم او ابتاعها من مسلم اگرچہ تغلبی لڑکا ہو یا عورت یا اسلام لے آیا یا زمین خریدی ہو مسلمان سے ہم
تغلبی اگرچہ مسلمان ہوا تو اسکے پاس جو زمین تضعیفی ہو وہ بدستور طرفین کے نزدیک تضعیفی رہتی ہے اور امام ابو یوسف کے نزدیک عشری
ہو جاتی ہے اور یہی حال ہے جب خرید ہوا اس سے کسی مسلمان نے اور اگر خرید التغلبی نے عشری زمین کو کسی مسلم سے تو شیخین کے نزدیک
تضعیفی ہو جاویگی اور امام محمد کے نزدیک عشری باقی رہیگی کذا فی البحر او ابتاعها منه مسلم او ذمی لان التضعیف کالخراج فلا یتبدل
یا خریدا زمین کو تغلبی سے کسی مسلمان نے یا ذمی نے اس جہت سے کہ تضعیف خراج کے مانند ہے پس تبدیل نہو گا اور ذمی جب تضعیفی
زمین تغلبی سے خریدے تو بالاتفاق تضعیفی رہتی ہے کذا فی البحر اور شرح کا ذکر کرنا یا ہر گز صحیح ہے ورنہ سب انتقالات میں یہی حکم ہے نقل
عن البرجندی اور عدم تبدیل خراج بالاتفاق اور تضعیف میں امام ابو یوسف کا اس صورت میں خلاف ہے کہ تغلبی مسلمان ہو جاوے
یا اس سے کسی مسلمان نے خریدی ہو کیونکہ وہ عشری ہو جاتی ہے جیسا پہلے بیان ہو چکا کذا فی البحر واخذ الخراج من ذمی غیر تغلبی
اشتری ارضا عشریۃ من مسلم وقبضها منه للتنافی اور لیا جاویگا خراج اس ذمی سے جو تغلبی نہو اور خرید ہوا زمین عشری مسلمان سے
اور قبض کیا اسکو کیونکہ عشر میں اور کفر میں منافات ہے اور ذمی سے خراج لینا اس صورت میں مذہب شیخین کا ہے اور امام محمد کے نزدیک
عشری ہی رہیگی اور غیر تغلبی کی قید اسواسطے لگائی کہ عشری اسپر مضاعف ہو جاتی ہے شیخین کے نزدیک اور قبض کی قید اسلیے لگائی کہ
کہ خراج واجب نہیں ہوتا اگر زراعت کی قدرت سے اور زراعت پر قدرت نہیں حاصل ہو سکتی بدون قبض کے اور کفر منافی ہے عشر
کے اسلیے کہ عشر میں معنی عبادت کے ہیں حاصل یہ ہے کہ زمین عشری ہوتی ہے یا خراجی یا تضعیفی اور مشتری یا مسلم ہوگا یا ذمی یا تغلبی پس
جب مسلمان خریدے عشری یا خراجی کو تو بدستور اپنے حال پر رہتی ہے یا خریدے تضعیفی کو تب طرفین کے نزدیک بدستور رہتی ہے اور
امام ابو یوسف رح کہتے ہیں کہ عشری ہو جاویگی اور جب تغلبی خریدے خراجی کو تو خراجی رہیگی اور تضعیفی کو خریدے تو تضعیفی رہیگی اور اگر
عشری کو کسی مسلمان سے خریدے تو تضعیفی ہو جاویگی شیخین کے نزدیک برخلاف قول امام محمد کے اور جب خریدے ذمی غیر تغلبی خراجی
یا تضعیفی کو تو بدستور رہیگی اور اگر عشری خریدے تو خراجی ہو جاویگی اگرچہ اسکی مالک ہیں امام اعظم کے نزدیک کذا قال الشامی
واخذ العشر من مسلم اخذها منه ای من الذمی بشفعۃ لتحول الصفقۃ الیہ اور لیا جاویگا عشر مسلمان سے کہ لیا ہو زمین عشری کو ذمی
سے شفعہ کی وجہ سے واسطے تبدیل عقد کے ذمی سے طرف مسلمان کے یعنی گویا کہ مسلمان نے مسلمان سے لیا ذمی کا واسطہ
بیچ میں سے اٹھ گیا کذا فی البحر وغیرہ او ردت علیہ لفساد البیع یا زمین رد کی گئی مسلمان پر بیع کے فساد کے سبب سے ہم او ردت علیہ
ہی اخذ ہا پر یعنی جبکہ خرید اسکو ذمی نے مسلمان سے بشرط فاسد پھر وہ زمین بجہت شرط فاسد ہونے کے رد کی گئی مسلمان پر تو وہ زمین عشری
نہ ہوگی بدستور بحر میں کہا ہے کہ رد اور فسخ کی جہت سے بیع کان لم یکن ہو گئی اسلیے کہ حق مسلمان کا یعنی بائع کا اسطرح کی بیع سے منقطع
نہیں ہوا تھا کہ ہنوز استحقاق پھیر لینے کا اسکو ثابت ہے او بخیار شرط یا رد کی گئی ہو خیار شرط کی جہت سے ہم اس صورت میں کہ بائع کو
خیار تھا جیسا قاضی خان نے جامع صغیر کی شرح میں قید لگائی ہے اسلیے کہ خیار بائع کا منع کرتا ہے زوال ملک کو اتفاقا ہی او ردت مطلقا
یا رد کی گئی ہو بخیار رویت بہر حال یعنی رد بقضاء قاضی سے ہو یا بغیر اسکے کذا فی الشامی او عیب بقضاء یا رد کی گئی بجہت عیب کے قاضی

حکم سے عمر تو ان پانچون صورتون مین مسلمان سے عشر لیا جائیگا ولو نہرا او لقیت شراجتہ الا اذا اقالہ لا فتح اور اگر ردکی گئی بغیر حکم
قاضی کے تو ہمیشہ خراجی رہے گی اسواسطے کہ یہ اقالہ ہی نہ فسخ یعنے اقالہ تو جب جائز ہوتا ہی جبکہ متعاقدین سے کوئی ہون کذا فی الشامی واخذ خراج من دار
جعلہا بستانا او مزروعا ان کانت لذمی مطلقا اور لیا جاوے خراج گھر سے کہ بنالیا ہو اسکو باغ یا کھیت اگر وہ گھر ذمی کا ہو ہر صورت
مین عام ہی عشر کے پانی سے اسکو پانی دیا ہو یا خراج کے پانی سے اسلیے کہ ذمی خراج کے لائق ہی نہ عشر کے کذا فی البحر او لمسلم وقد سقاہا بمائہ لرضاہ
یا وہ گھر مسلمان کا ہو لیکن مسلمان نے اسکو پانی دیا خراج کے پانی سے اسواسطے کہ مسلمان راضی ہوا خراج کے ادا پر اسوجہ سے کہ اسنے خراج کا پانی
اپنے کھیت کو دیا ہم خراج کا پانی یعنے وہ نہرین کہ عجمیون نے کھودین جیسے گنگا اور جمنا کی نہرین اور اسی کے مانند ہی سیحون اور جیحون ودجلہ وفرات
برخلاف قول امام محمد کے اور عشر کا پانی مینہ اور کنوان اور چشمہ اور وہ دریا جو کسی کے تحت مین نہو کذا فی الملتقی وشرحہ عتابی نے اشکال کیا تھا کہ یہان
مسلمان پر خراج لگانا ابتداءً لازم آتا ہی شارح نے اسکے جواب کیطرف اشارہ کیا کہ ممنوع ہی خراج کا جبر لگانا ابتداءً مسلم پر اور یہان مسلمان نے چونکہ
خراجی زمین سے پانی دیا خود خراج اختیار کیا جیسا زمین موات کو امام کی اجازت سے درست کرے اور پانی خراج کا دے تو خراج واجب ہوتا ہی کذا
قال فی البحر واخذ عشر ان سقاہا المسلم بمائہ او بہما لانہ الیق بہ اور لیا جاویگا عشر اگر پانی دیا زمین کو مسلمان نے عشر کے پانی سے یا دونون طرح
کے پانی سے اسلیے کہ عشر لائق ہی مسلمان کو کیونکہ اسمین عبادت کے معنی پائے جاتے ہین ولا شیء فی دار ومقبرۃ ولو لذمی اور کچھ نہین لازم گھر مین
اور مقبرہ مین اگرچہ ذمی کا ہو [illegible] کیونکہ حضرت عمر نے مساکن کو معاف کر دیا تھا اور اسی پر اجماع ہی صحابہ کا دوسری وجہ یہ ہی کہ رہنے مین نمو اور زیادتی نہین
اور خراج کا وجوب نمو کی جہت سے ہی اور اسی قیاس پر مقابر مین زیادتی اور نمو نہین یہان سے یہ ظاہر ہوا کہ کرایہ دینے اور نہ دینے مین کچھ فرق نہین لیکن علما نے
تصریح کی ہی کہ اگر کسی خراجی زمین کو معطل رکھے تو اسپر خراج لازم ہی خانیہ مین ہی اگر خراجی زمین کو خرید کرکے گھر بنایا یا عمارت بنائی تو اسپر اس زمین کا
خراج لازم ہوگا جیسا اُس صورت مین کہ اسکو معطل رکھے اور ایسا ہی ذخیرہ مین ہی پھر کہا کہ فتاوی ابو اللیث مین ہی کہ جب کرین خراجی زمین کو مقبرہ
یا کاروان سرای کے لیے یا گھر فقیرون کے لیے تو خراج ساقط ہوجاتا ہی انتہی اور یہ دوسری روایت شاید کہ مبنی ہو منفعت عامہ پر کذا قالہ الشامی ولا فی عین
قیر ونفط اور کچھ نہین رال کے چشمے مین عام اسلیے کہ رال زمین کا نا اپنے بڑھوتری نہین ہی یعنے زمین سے نہین پیدا ہوتی ہی بلکہ چشمہ ہی جوش مارتا
جیسے پانی کا چشمہ تو اسمین عشر اور خراج نہین کذا فی البحر ولفظا دہن یعلو الماء مطلقا اسے فی ارض عشر او خراج اور کچھ نہین لفظ مین کہ ایک روغن
ہی کہ جو پانی پر آجاتا ہی کسی صورت مین یعنے رال وغیرہ زمین عشری مین ہو یا خراجی مین ولکن فی حریمہا الصالح للزراعۃ من ارض الخراج
خراج لیکن خراج زمین کے چشمہ کے گرد و نواح مین جو صلاحیت کھیتی کی رکھتا ہو خراج لازم ہی لا فیہا لتعلق الخراج بالتمکن من الزراعۃ
خراج نہین خود چشمہ مین اسلیے کہ خراج متعلق ہی کھیتی کی قدرت پر ہم یہ علت ہی الصالح للزراعۃ کی اور خراج موظف مین بن سکتی ہی اور خراج مقاسمہ کا حکم
مانند حکم عشر کے کذا قالہ الشامی واما العشر فیجب فی حریمہا العشری ان زرعہ لا المتعلقۃ بالخارج اور عشر واجب ہی عشری زمین کے چشمہ کے گرد و نواح
مین بشرطیکہ بووے اور نہین تو نہین لازم کیونکہ عشر پیداوار سے متعلق ہی ویؤخذ العشر عند الامام عند ظہور الثمرۃ وبدو صلاحہا بان شرط فی النہر
من فساد او لیا جاوے عشر امام صاحب کے نزدیک وقت ظاہر ہونے پھل کے اور وقت ظاہر ہونے اسکی درستی کے یعنی گدرا ہونے کے کذا فی البرہان
اور نہر مین شرط کیا ہی کہ فساد سے مامون ہو جاوے ہم جوہرہ مین کہا ہی کہ اختلاف ہی عشر کے وقت مین جو کھیتون اور پھلون مین سے لیا جاتا ہی پس
امام ابو حنیفہ اور زفر کہتے ہین کہ اسوقت لیا جاوے کہ جب پھل ظاہر ہو اور خرابی سے محفوظ ہو اگرچہ کٹنے کے لائق نہو یعنے اس درجہ کو پہونچے کہ اس سے
۱۰ انتفاع ہوسکے اور امام ابو یوسف کہتے ہین کہ جب کٹنے کے لائق ہو اور امام محمد کہتے ہین کہ جب کٹ جاوے اور کھلیان لگایا جاوے کذا فی الشامی

سلہ اور نمک مین بھی کچھ نہین کذا فی الکافی والنہایۃ وغیرہ ۱۲

ولا یحل لصاحب ارض خراجیۃ اکل غلتھا قبل اداء خراجھا اور نہیں حلال خراجی زمین والے کو کہ کھاوے اسکی آمدنی خراج کے ادا سے
پہلے ہم بعضون نے کہا کہ یہ حکم خراج مقاسمہ کا ہے اسلیے کہ خراج موظف ذمہ پر لازم ہوتا ہے پیداوار سے اسکو علاقہ نہیں اور بعضون نے کہا ہے کہ
خراج وظیفہ میں بھی ایسا ہی ہے اسلیے کہ امام یعنی حاکم کو حبس کا حق ہے خراج کے ادا کے لیے پس اگر پیداوار کو مالک کھا جاوے تو امام خراج کہان سے
لے کذا فی الذخیرۃ ولوالجی نے کہا کہ واقعات میں ہے نقلا عن البزازیہ کہ پیداوار سے کھانا درست نہیں قبل ادا کرنے خراج کے اور ایسا ہی قبل ادا کرنے
عشر کے اگرچہ مالک عزم ادا عشر کا رکھتا ہو اور یہ قید تحسین ہے کذا فی الشامی ولا یاکل من طعام العشر حتی یودی العشر وان اکل ضمن عشرہ
مجمع الفتاوی اور نہ کھاوے مالک طعام عشر سے یہانتک کہ ادا کرے عشر اور اگر کھا دیگا تو اسکے عشر کا ضامن ہوگا کذا فی مجمع الفتاوی ہم شرح
ملتقی میں مضمرات سے منقول ہے کہ اگر دستور کے موافق کھایا ہے اسکے لیے تو اسپر کچھ نہیں فقیہ ابو اللیث نے کہا کہ اسی قول کو ہم لیتے ہین کذا
فی الطحاوی وللامام حبس الخارج للخراج اور امام کو پہنچتا ہے کہ پیداوار کو بند کرے واسطے وصول خراج کے ومن منع الخراج سنین لا یوخذ
لما مضی عند ابی حنیفۃ خانیۃ اور جس شخص نے خراج چند سال نہ ادا کیا ہو تو گذشتہ برسون کا خراج نہ لیا جاویگا امام صاحب کے نزدیک کذا فی
الخانیۃ ہم اور یہ مسئلہ کتاب الجہاد کے باب العشر میں ہے [illegible] اور خانیہ کا یہ قول محمول ہے اس حالت پر کہ مالک زراعت سے عاجز ہو یا
دوسری عبارت سے خانیہ کی معلوم ہوتا ہے کذا فی الشامی مختصرا وفیہا من علیہ عشر او خراج اذا مات اخذ من ترکتہ وفی روایۃ لا بل یسقط
بالموت والاول ظاہر الروایۃ اور خانیہ میں ہے جسپر عشر یا خراج ہو جب وہ مر جاوے تو اسکے ترکہ سے لیا جاوے اور ایک روایت ہے کہ نہ لیا
جاوے بلکہ موت کی وجہ سے ساقط ہو جاتا ہے اور اول ظاہر الروایۃ ہے ہم شامی نے کہا کہ ذخیرہ میں ہے کہ نہیں ساقط ہوتا عشر بسبب مرنے اس
شخص کے جسکے ذمہ ہے ظاہر الروایۃ میں اور ابن المبارک نے ابو حنیفہ سے روایت کیا ہے کہ ساقط ہو جاتا ہے پھر دو وقتون کے بعد ہے کہ ساقط ہو جاتا ہے
خراج اسکے مرنے سے جسکے ذمہ خراج ہے چنانچہ یہ خراج موظف ظاہر الروایۃ میں اور ابن المبارک نے کہا کہ ساقط ہو جاتا ہے پس معلوم ہوا کہ بنا بر دونون
روایتون کے فرق ہے درمیان عشر و خراج کے اور ذخیرہ میں خراج موظف کی قید لگائی اس سے معلوم ہوا کہ خراج مقاسمہ ساقط نہیں ہوتا
عشر کے ظاہر الروایۃ میں انتہی فروع مسائل متفرقہ شامی سے تمکن ولم یزرع وجب الخراج دون العشر قادر ہوا زمین کا قابض زراعت پر اور نہ بویا
تو خراج واجب ہے نہ عشر ہم یعنی خراج موظف اور خراج مقاسمہ واجب نہیں ہوتا جیسا پہلے گذر چکا اور مصنف بھی باب العشر والخراج میں ذکر
کریگا کذا قال الشامی ویسقطان بہلاک الخارج اور ساقط ہو جاتے ہیں دونون یعنی عشر اور خراج مقاسمہ پیداوار کے ہلاک ہو جانے سے لیکن
موظف اگر کھیتی کٹنے سے پہلے ہلاک ہو جاوے تو ساقط ہو جاتا ہے اور بعد کٹنے کے نہیں کذا قال الحلبی والخراج علی الغاصب ان زرعھا وکان جاحدا
ولا بینۃ للمالک اور خراج غاصب کے ذمہ ہے اگر بویا ہو زمین مغصوبہ کو اور وہ غصب سے انکار کرتا ہو اور مالک کے پاس گواہ نہون ہم خانیہ میں ہے
کہ وہ زمین کہ اسکا خراج مقرر ہے کسی شخص نے اسکو غصب کر لیا اور غصب سے منکر ہے اور مالک کے پاس گواہ نہیں اگر غاصب نے اسکو نہیں بویا تو خراج
کسی پر نہیں اور اگر غاصب نے بویا اور زراعت سے زمین ناقص نہیں ہوئی تو خراج غاصب پر ہے اور اگر غاصب غصب کا مقر ہو یا مالک کے پاس
گواہ ہون اور زراعت کی وجہ سے زمین میں کچھ نقصان نہیں آیا تو خراج مالک کے ذمہ ہے اور اگر زمین کو زراعت سے نقصان پہونچا ہو تو امام
صاحب کے نزدیک زمین کے مالک پر ہے نقصان تھوڑا ہو یا بہت کیونکہ گویا اس شخص نے زمین کو اجارہ دیا بدلے ضمان نقصان کے جو غاصب
سے لینا تھا اور یہی تفصیل ہے زمین عشری کی غصب میں کذا قال الشامی والخراج فی بیع الوفاء علی البائع ان لم یسلمہ اور بیع بالوفا مین خراج
بائع پر ہے اگر زمین اسکے قبضہ میں ہو ہم بیع بالوفا کا نام بیع المعاملہ بھی ہے اس میں شرط ہوتی ہے کہ مبیع بائع کو پھیر دیگا جب وہ ثمن مشتری کو

چھیردے اور اُسکا بیان آخر کتاب البیوع میں آویگا انشاء اللہ تعالی ولو باع الزرع ان قبل ادراکہ فالعشر علی المشتری ولو بعدہ فعلی البائع
اور اگر کھیتی کو بیچ دیا پس اگر پکنے سے پہلے بیچا تو عشر مشتری پر ہے اور اگر بعد پکنے کے تو بائع پر ہے اور یہ شامل ہے اس صورت کو کہ کھیتی کو مع بیج دیا اور
مشتری نے مالک کی اجازت سے پکنے تک رہنے دیا تو طرفین کے نزدیک عشر مشتری پر ہے اور ابو یوسف کے نزدیک جو کچھ کہ بڑھی ہوئی کھیتی
کی قیمت کے برابر تو بائع پر ہے اور باقی مشتری پر یہ حال کھیتی کی بیع کا ہے کذا فی الفتح اور اگر کھیت بدون کھیتی کے بیچا اور مشتری کے سپرد کر دیا اگر
اسقدر مدت باقی رہی کہ اسمیں کھیتی کر سکتا ہے تو عشر مشتری پر ہے نہیں تو بائع پر اور مدت کے اندازہ کے باب میں فتوی تین مہینے پر ہے اور اگر جو بیچا
مشتری نے دوسرے کے ہاتھ اُسنے تیسرے کے ہاتھ تا آنکہ زراعت کا وقت جاتا رہا تو خراج کسی پر لازم نہوگا یعنے کسی کے ہاتھ میں اسقدر مدت نہ رہی
کہ زراعت کرسکے دوسرے برس کے آنے سے پہلے کذا قال الشامی والعشر علی المؤجر کخراج موظف وقالا علی المستاجر اور عشر اجارہ دینے والے
کے ہے امام صاحب کے نزدیک جیسا خراج موظف بالاتفاق موجر پر ہے اور کہا ہے صاحبین نے کہ اجارہ لینے والے پر ہے یعنے اگر زمین کو اجارہ دیا تو عشر
امام کے نزدیک موجر پر ہے اجرت میں سے جیسا تاتارخانیہ میں ہے اور صاحبین کے نزدیک مستاجر پر ہے فتح القدیر میں ہے کہ صاحبین کی دلیل یہ ہے کہ عشر
تعلق پیداوار کے ساتھ ہے اور وہ مستاجر کا ہے اور امام صاحب کی دلیل یہ ہے کہ زمین کا نما جیسا زراعت سے ہوتا ہے ویسا ہی اجارہ سے بھی ہوتا ہے
تو یہاں اجرت مقصود ہے جیسا پھل لونا حقیقت میں موجر کے پاس ہے اور وہی مالک بھی ہے تو عشر کے واجب ہونے کیلیے بھی اولی ہے کمستعیر مسلم مانند
عاریت لینے والے مسلم کے ہے یعنے جیسا عاریت کی صورت میں کہ اگر کسی مسلمان نے زمین عاریت لی تو مستعیر کے اوپر خراج ہے اور زفر کے نزدیک عارت
دینے والے پر ہے کیونکہ جب اُسنے اپنی طرف سے مستعیر کو بخوشی اپنے قائم مقام کیا تو عشر اسی پر لازم ہوا جیسا موجر کا حال ہے ہم کہتے ہیں کہ موجر نے منفعت
زمین کی حاصل کی کہ قائم مقام پیداوار کے ہوئی بخلاف معیر کے اور مسلم کی قید اسلیے لگائی کہ اگر ذمی عاریت لے تو عشر معیر پر ہے بالاتفاق کیونکہ اُسنے
حق فقرا کا عاریت لینے کی وجہ سے کھو دیا کذا فی درر البحار یعنے اس وجہ سے کہ کافر عشر کا اہل نہیں ہے لیکن بدائع میں ہے کہ اگر کافر نے عاریت لی تو صاحبین کے
نزدیک عشر اسکے ذمہ لازم ہوگا اور امام صاحب سے دو روایتیں ہیں ایک روایت میں تو ایسا ہی ہے اور ایک روایت میں مالک پر تامل کذا فی الشامی
وفی الحاوی بقولہما ناخذ اور حاوی میں ہے کہ صاحبین کے قول کو ہم اخذ کرتے ہیں وفی المزارعۃ ان کان البذر من رب الارض فعلیہ ولو من العامل فعلیہما
بالحصۃ اور جو زمین مزارعت پر دیجاوے پس اگر بیج مالک کیطرف سے ہو تو عشر اُسپر ہے اور اگر مزارع کی طرف سے ہے تو دونوں پر حصہ رسد ہے ہم
واضح ہو کہ عقد مزارعت اُسکو کہتے ہیں کہ زمین اور بیج اور بیل اور کام میں سے کچھ ایک شخص کا ہو اور کچھ دوسرے کا امام اعظم کے نزدیک مزارعت
کی سب قسمیں باطل ہیں مگر صاحبین کے نزدیک تین صورتیں جائز ہیں اول یہ کہ زمین اور بیج ایک کے ہوں اور بیل اور کام دوسرے کا دوسرے
یہ کہ زمین ایک کی ہو باقی دوسرے کی تیسرے یہ کہ کام ایک کے ذمہ ہو باقی دوسرے کے باقی صورتیں صاحبین کے نزدیک باطل ہیں تو تفصیل جو شارح
نے بیان کی ہے نہ تو امام صاحب کے قول پر مبنی ہے نہ صاحبین کے کیونکہ امام صاحب کے نزدیک عشر مالک پر ہے خواہ بیج اُسکا ہو یا نہو اور صاحبین کے نزدیک دونوں
پر ہے حصہ رسد اور یہی مذکور ہے اکثر کتب میں تو شاید کہ شارح نے کسی کتاب کی متابعت کر لی ہو یہ حال عشر کا ہے اور خراج بالاتفاق مالک پر ہے کذا فی الطحطاوی
والشامی ومن لہ حظ فی بیت المال وظفر بما ہو موجہ لہ اخذہ دیانۃ اور جسکا حق بیت المال میں ہو اور وہ شخص اسطور سے اسپر قابو پا گیا تو اسکا
لے لینا اُسکو دیانۃ جائز ہے ہم شارح کے کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ بیت المال کے حقدار کو پہونچتا ہے کہ لے لینا جہاں سے پاوے اگرچہ اُس خاص مد میں سے
نہو جو اُسکے واسطے مقرر ہو اور یہ بتانا کے ظاہر کلام کے خلاف ہے ورنہ مدوں کی جدا تعیین کرنے کا کیا فائدہ ہے ہاں امام کو البتہ پہونچتا ہے کہ وقت ضرورت ایک
میں سے قرض لیکر دوسرے مصارف میں صرف کرے پھر جو قرض لیا اُسکو اُسکی جگہ رکھدے تو یہ مسئلہ البتہ یوں چاہتا ہے کہ دوسری مد میں سے بھی امام کو

دیدینا جائز ہو پس مسئلہ مذکورہ مین اگر حقدار کو اپنے حق تک پہونچنا ممکن ہو تو اُس مال کے سوا جسمین اُسکا حق ہی دوسرے سے لینا درست نہین مگر ضرورت
کے لیے جائز ہی اسلیے کہ ضرورت مین اگر یہ جائز نہو تو لازم آتا ہی کہ کوئی حقدار فی زماننا اپنے حق کو نہ پہونچے کیونکہ بیت المال کی مدات جدی جدی نہین ہوتی
بلکہ سب مال کو اکٹھا کر دیتے ہین کذا قال الشامی وظاہرہ مع مصرف ودیعۃ مات صاحبہا ولا وارث لہ نفسہ او غیرہ من المصارف اور جس شخص نے کسی کی ودیعت رکھی ہو
مالک مر گیا اور کوئی وارث نہین تو اُسکو اپنے نفس پر یا اپنے سوا کسی اور پر صرف کرنا جائز ہی اگر مصرف ہو امام حلوانی نے کہا جب کسی کے پاس ودیعت رکھی
ہو اور جسنے ودیعت رکھوائی تھی یعنی مالک بلا وارث مر گیا ہو تو ودیعت رکھنے والا اپنی ذات پر خرچ کرنا فی زماننا جائز ہی اسلیے کہ اگر اسکو بیت المال مین دیگا
تو ضائع ہو گی کیونکہ بیت المال والے مصارف مین صرف نہین کرتے پس اگر یہ شخص مصرف ہو تو اپنی ذات پر صرف کرے اور اگر مصارف صدقات نہین
تو اور کسی پر جو مصرف ہو صرف کرے کذا قال الشامی ومن الباب والظاہر انہ لو فعل ذلک الاول حیث ... کرنا تا والی ... کا اپنے نفس پر بہتر ہی مگر اُس
صورت مین کہ اُسکا حصہ باقی جماعت پر پہونچ نامعلوم ہو یا بادشاہ ذخیرہ کیا ... ظالم ہو ... یا ناحق جیسا آگے بیان ہو گا منقول عن البزدوی اور مراد
یہان وہ ہی جو ناحق ہو اسواسطے ظالم کو دینا ... قہستانی نے ذکر کیا اور اسمین بحث ہی کہ شمس الائمہ سرخسی سے منقول ہی کہ اگر کسی جماعت پر کوئی چٹی ناحق
لگائی جاوے تو بعض کو انمین سے پہونچتا ہی کہ اپنی ذات پر سے اُسکو دفع کرے جس صورت مین کہ اُسکا حصہ باقیون پر نہ لگایا جاوے ورنہ بہتر ہی کہ
اپنی ذات پر سے نہ دفع کرے کذا قال الشامی وصحح الکفالۃ بہا اور نائبہ کی کفالت جائز ہی نائبہ کی دو قسمین ہین ایک حق ایک ناحق قسم اول جیسے
کریدانا عوام کی منفعت کے لیے اور محلے کے چوکیدار کی اُجرت اور لشکر کو سامان دینے کے لیے امام جو مقرر کرتا ہی اور مسلمان قیدی جو کفار کے ہاتھ مین آگئے
ہین اُنکا چھڑانا تو اگر ان اشیا کی ضرورت ہو اور بیت المال مین کچھ نہو اور لوگون پر اُسکو حصہ رسد بانٹ دیا جاوے تو اس قسم کے نائبہ کی کفالت بالاتفاق
جائز ہی دوسری قسم جو ناحق ہی جیسے اس زمانہ کے تاوان پس یہی مطالبہ مین مانند دیون کے ہی اور صحت کفالت کے معنی نائبہ کے حق مین یہ ہین کہ کفیل نے
جب اُسکے امر سے کفالت کی اور روپیہ دیدیا تو مطالبہ اپنے روپیہ کا اُس سے کر سکتا ہی نہ یہ کہ ظالم کو حق مطالبہ کا کفیل سے ثابت ہو جاوے کذا قال الشامی
ویوجر من قام بتوزیعہا بالعدل وان کان الاخذ باطلا اور ثواب پاتا ہی وہ شخص جو نائبہ کی تقسیم کر دے انصاف کی رو سے اگرچہ لینا باطل اور ناحق
ہو یعنے ہر ایک پر بقدر اُسکی طاقت کے تقسیم کر دے اسلیے کہ اگر اُسکی تقسیم ظالم کے حوالہ ہو گی تو بہتیرے غربا کے ذمہ پر طاقت سے زیادہ لگا دیگا تو یہ ظلم
پر ظلم ہو گا اگر کوئی شخص انصاف سے اُسکو تقسیم کر دے تو ظلم مین کمی ہو جاویگی اسی واسطے اُسکو اجر ہو گا اور ایسا آدمی فی زماننا مثل اکسیر کے ہی قال الشامی
وہذا یعرف ولا یعرف کذا المادۃ العلم اور یہ مسئلہ سکھایا جاوے اور نہ بتلایا جاوے واسطے روکنے مادۂ فساد کے ہم مشار الیہ کلام مین مذکور نہین اور اُسکی
اصل قنیہ مین ہی اس طرح کہ کہا ابو جعفر بلخی نے جو لگاتا ہی بادشاہ رعیت پر اُنکی مصلحت کے لیے ہو جاتا ہی دین واجب اور حق مستحق مثل خراج کے اور
ہمارے مشائخ نے کہا کہ جو کچھ امام مقرر کر دے لوگون پر اُنکی مصلحت کے لیے اُن سب کا یہی حکم ہی یہانتک کہ محافظون کو رستون پر معین کرنا اور چوری
کی انسداد کے لیے چوکیدار مقرر کرنے اور پھاٹک لگانے اور کوچہ بندی کرنے اور یہ امر اب معلوم کر لینا چاہیے اور بتلانا نہ چاہیے فتنہ کے خوف سے
یعنی تاکہ حکام کو جرأت زیادہ ستانی پر نہو مین کہتا ہون کہ اسمین اتنی قید اور چاہیے کہ یہ اُس صورت مین ہی کہ بیت المال مین اسقدر روپیہ نہو کہ اُس
کام کے لیے کافی ہو جیسا باب الجہاد مین آویگا انشاء اللہ تعالی کذا قال الشامی ویجوز ترک الخراج للمالک لا العشر اور جائز ہی چھوڑ دینا خراج کا مالک
کو نہ عشر کا امر باب الجہاد مین متن اور شرح مین مذکور ہی کہ اگر بادشاہ یا نائب اُسکا خراج چھوڑ دے زمین والے کو یا بخشدے اگرچہ سفارش ہی سے
ہو تو جائز ہی ابو یوسف کے نزدیک اور مالک کو حلال ہی اگر مصرف ہو ورنہ اُسکو تصدق کر دے اسی پر فتوی ہی اور حاوی مین جو راجح کر کے بیان
کیا ہی کہ اگر مصرف نہو تب بھی حلال ہی سو یہ مشہور کے خلاف ہی اور اگر عشر کو چھوڑ دے تو بالاجماع نہین جائز ہی اور خود اُسکو فقیرون کو دیدے

کذا فی السراج قہستانی تمامہ مع بیان جہات بیت المال و مصارفہا فی الجہاد و نظمہا ابن الشحنۃ فقال اور اسکا بیان مع بیت المال کے اقسام اور مصارف
کے کتاب الجہاد مین آویگا اور اسکو محمد بن شحنہ نے نظم کیا ہی اور کہا ہی ع بیوت المال اربعۃ لکل ٭ مصارف بینتہا العالمون ٭ بیت المال
چار قسم ہی ہر ایک کے لیے مصرف ہی کہ انکو علما نے بیان کیا ہی ہم شرنبلالی نے اپنے رسالہ مین ذکر کیا ہی کہ علما نے کہا ہی کہ امام کو چاہیے
کہ ہر قسم کا بیت المال جدا رکھے اور آپس مین ایک دوسرے کو نہ ملا دے اور جب امام کو کسی مصرف کی ضرورت ہو اور اس مصرف کے خزانہ مین مال نہ ہو
جو اس کام کو پورا کرے تو دوسرے بیت المال سے قرض لیا کرے پھر جب اس مصرف کا مال آجاوے تو جس خزانہ سے وہ مال قرض لیا
اسکو ادا کرے اگر جس صورت مین کہ مال صدقہ کا ہو یا غنیمت کا خمس اور اگر اسکو خراج والون پر صرف کیا ہو اور وے فقیر ہون تو کچھ ادا نہ چاہیے
کیونکہ فقیر ہونے کی جہت سے وہ مستحق صدقہ کے ہین کذا قال الشامی ع فاولہا الغنائم والکنوز ٭ رکاز بعدہا المتصدقون ٭ چار قسمون مین کا پہلا
بیت المال الغنائم والکنوز والرکاز ہی اور اسکو بیت مال الخمس والمعادن والرکاز کہتے ہین اور رکاز مین الف لام اور عاطفہ ضرورت شعری کی جہت
حذف کیا گیا اور بعد اسکے بیت مال المتصدقین ہی یہ دوسرا بیت المال ہی اور شعر مین بعدہا کہا کیونکہ اول کیطرف ضمیر پھیرنی ہی اگر یون کہا جاوے
کہ اولہا کا مضاف الیہ مونث ہی اس جہت سے گویا اول نے تانیث کا اکتساب مضاف الیہ سے کیا یا یہ کہ ضمیر غنائم وغیرہ کیطرف پھیری جاوے
حاصل یہ کہ دوسرا بیت اموال المتصدقین ہی یعنی زکوٰۃ سوائم کی اور اموال باطنی کا عشر اور جو عاشر مسلمان تاجرون سے لیتا ہی کذا فی الشامی نقلا عن البدائع
ع وثالثہا خراج مع عشور ٭ وجالیۃ یلیہا العاملون ٭ اور تیسرا خراج ہی مع عشر بنی تغلب وغیرہم کے اور جزیہ کہ متولی ہوتے ہین اسکے کاروبار
حاکم کے ہم بدائع مین کہا کہ تیسرا ان تینون کا خراج اور جزیہ جو کہ کسی مقرر کیا جاتا ہی اور جو بنی نجران سے کپڑون پر صلح واقع ہوئی تھی اور جو صدقہ مضاعفہ
کہ بنی تغلب پر صلح قرار پایا تھا اور وہ جو عاشر ذمی تاجرون سے لیتے ہین یا حربی مستامن سے اور شرنبلالی نے اپنے رسالہ مین زیلعی سے یہ زیادہ
کیا ہی کہ یہ حربیون کا اور جو ان سے بغیر قتال کے لیا جاوے یا کچھ بسبب مصالحہ واسطے ترک قتال کے لیا جاوے پہلے اس سے کہ لشکر کی انپر
چڑھائی ہو پس عشور سے مراد وہ ہی جو اہل ذمہ اور مستامنون سے لیا جاتا ہی اس قرینہ سے کہ خراج کے ساتھ ذکر کیا ہی اور وہ عشر جو مسلمانون سے
لیا جاتا ہی اسکا ذکر زکوٰۃ کے ساتھ مین آچکا دوسری قسم مین اور جالیہ اہل ذمہ ہین کیونکہ حضرت عمر نے انکو عرب سے جلاوطن کر دیا تھا پھر عرف مین
جزیہ کو کہنے لگے ع ورابعہا الضوائع مثل مالا ٭ یکون لہ اناس وارثون ٭ اور چوتھا بیت المال ضوائع یعنی لقطون کا ہی مانند ان اشیا کے
کہ نہو انکا کوئی وارث ہم ضوائع جمع ضائعہ کی ہی یعنی لقطہ وقولہ مثل مالا الخ یعنے مانند اس ترکہ کے جسکا کوئی وارث بالکل نہو یا ہو لیکن اسپر رد
نہو سکتا ہو جیسے زوجین مین سے کوئی سا ہو اور ظاہر یہ ہی کہ مالا یکون بحذف حرف عطف معطوف ہی ضوائع پر اسواسطے کہ شرنبلالی نے دیت
مقتول کی کہ اسکا کوئی ولی نہو بھی اسی قسم مین شامل کی ہی اور دیت منجملہ ترکہ مقتول کے ہی اور اسی وجہ سے اسکا دین اسمین سے ادا کیا جاتا ہی کذا
قال الشامی ع فمصرف الاولین اتی بنص ٭ وثالثہا حواہ مقاتلون ٭ پس مصرف دونون پہلی قسمون کا منصوص ہی قرآن شریف مین فمصرف الاولین
مین حرکت ہمزہ کی نقل کر کے لام کو دی واسطے ضرورت وزن کے یعنے مصرف قسم اول کا کہ بیت الخمس ہی مذکور ہی آیہ واعلموا انما غنمتم من شئ مین
اور اسکا بیان جہاد مین آویگا اور مصرف دوسری قسم کا یعنی بیت الصدقات کا مذکور ہی آیہ انما الصدقات للفقراء الخ مین اور اسکا بیان عنقریب آتا ہی
اور تیسری قسم یعنے خراج الاراضی وغیرہ لیتے ہین اسکو مقاتل ع ورابعہا فمصرفہ جہات ٭ تساوی النفع فیہا المسلمون ٭ اور چوتھی قسم کا مصرف
وہ صورتین ہین جنمین نفع سب مسلمانون کو پہونچتا ہی ہم یہ موافق ہی اسکے جو ابن ضیا نے شرح غزنویہ مین بزدوی سے نقل کیا ہی یعنے یہ کہ صرف
کیا جاوے مسلمانون کے منافع مین مثل تعمیر پلون اور رباط اور مساجد اور ثغور یعنے اعدا کے روکنے کے درہ اور قاضیون اور علما کے روزینے

[illegible] ۱۲

اور ہتھیاروں کی قوت اور اُن کی اولاد کی قوت ہیں اور جو اُسکے مشابہ ہوں لیکن مخالف ہے اُسکے جو ہدایہ اور زیلعی میں ہے یعنی ہدایہ اور اکثر کتب میں ہے کہ جو صاحب مسکین ہیں مصرف ہوتا ہے وہ تیسری قسم کا ہوا دیر کے کامصرف ہو مشہور ہے وہ یہ ہے کہ لقیط جو فقیر ہو اور اور فقرا جنکا کوئی ولی نہو اس قسم سے انکا نفقہ اور دوا اور کفن اور دیت کا عوض خرچ کیا جاوے جیسا زیلعی وغیرہ میں ہے حاصل یہ ہے کہ اسکا مصرف عاجز فقرا ہیں پس اگر ناظر رابع کو شاملی کی بنا پر کرتا یعنی وہ جو جواب دیا ہو تو ہمارا اشباہ فرماتا تو اکثر کتابوں کے موافق ہوتا کذا قال الشامی

باب المصرف

ای مصرف الزکوۃ والعشر یہ باب ہے مصرف زکوۃ اور عشر کے بیان میں اس سے پہلے کہ عشر سے مراد منسوب الی العشر ہے یعنی عشر اور نصف عشر اور دونوں عشر بحسب فی الذی ہے مصرف عشر کا ہے وہی مصرف صدقہ فطر اور کفارہ اور نذر اور واجب صدقوں کا ہے والخمس الذی مصرفہ کا مصرف ان سے مختلف ہے اس پر مصنف نے تنبیہ کی ہے کہ کہا کہ صرف زکوۃ و عشر کی وجہ کی طرف اشارہ ہے یعنی خمس معدن کا ذکر ماسبق میں اگرچہ باب المعدن میں ذکر کیا ہے اور اول لئے بیان کیا کہ خمس الرکاز کہتا ہے کہ وہ بھی شامل ہوتا کیونکہ ہم یہیں کتب کی نقل میں کہ کہا کہ الشامی وہ فقیر وہ ہے اور اولی شئی ایک مصرف زکوۃ و عشر کا فقیر ہے اور فقیر وہ ہے کہ جس کے پاس تھوڑا مال ہو ہم نے فقیر کو مقدم کیا کہ آیت شریف میں کہا تباع ہے اور اسلئے کہ فقیر چار قسم کے ہیں ایک مال اور دوسرا کا ہے اور مسکین کو شو سے مراد نصاب نامی ہے اور اسکے معنے عام اور ظاہر یہ تھا کہ کہتا لا یملک نصابا نامیا لیکن یہ چونکہ فقیر اور مسکین میں مقصود یہ تھا کہ فقیر ہوا ہے مسکین کے معنی یہ ہیں کہ اُسکے پاس کچھ نہو تو اسکے مقابلے کی جہت سے فقیر کے یہ معنی ہیں کہ اسکے پاس کچھ مال ہو کذا فی الشامی مختصرا یا مصرف ہے وہ جس کا نصاب ہو اور قدر نصاب غیر نامی مستغرق فی الحاجۃ یعنی کم ہو نصاب نامی سے یا غیر نامی نصاب کے برابر ہو اور حاجت میں مشغول ہو جو حاجت میں مشغول جیسے رہنے کا گھر اور خدمت کا غلام اور پہننے کے کپڑے اور پیشہ کے آلات اور کتابیں جن کی ضرورت ہو اور پڑھانے میں یا یاد کرنے میں یا تصحیح میں جیسا زکوۃ کے شروع میں بیان اسکا گزرا پس اگر یہ چیزیں مستغرق بالحاجۃ ہیں تو مالک کو مباح ہے زکوۃ کا لینا نہیں تو حرام ہے بلکہ اس شخص پر زکوۃ کے سوا اور حقوق لازم ہونگے یعنی صدقۃ الفطر اور قربانی اور اپنے قریب محرم کا نفقہ کذا فی البحر وغیرہ و مسکین من لا شئی لہ علی المذہب دوسرا مصرف زکوۃ و عشر کا مسکین ہے یعنی وہ شخص جسکے پاس کچھ نہو بنا بر مذہب صحیح ہم نے مذہب یہ ہے کہ مسکین زیادہ تنگ حال ہے فقیر سے اور بعض نے اسکے برعکس کہا ہے لیکن پہلا اصح ہے کذا فی البحر اور یہی قول ہے اکثر سلف کا اور عطف سے مفہوم ہوا کہ فقیر اور مسکین دو صنفیں ہیں مصارف کی اور یہی امام صاحب کا قول ہے اور امام ابو یوسف نے کہا کہ یہ دونوں ایک ہی صنف ہیں کذا فی الشامی عن النہر لقولہ تعالیٰ اومسکینا ذا متربۃ بدلیل قول حق سبحانہ تعالیٰ کے یا مسکین خاک میں لا ہو یعنی اپنی جلد مٹی میں گڑا ہو یا کہ جیسا کپڑا ہی کہ قائم مقام ازار کے جوازار نہ ہونے کی جہت سے یا پیٹ کو زمین سے لگا رکھا ہو بھوک کی شدت سے اور آیت شریف سے استدلال اسبات پر موقوف ہے کذا متربہ صفت کاشفہ ہے احترازی نہیں ہے اور اکثر اسکے مخالف ہیں باقی فتح القدیر میں مذکور ہے واما السفینۃ فلمساکین اور آیۃ سفینہ میں مساکین کا اطلاق واسطے ترحم کے ہے جو لوگ فقیر کو زیادہ تنگ حال کہتے ہیں وہ آیۃ اما السفینۃ فکانت لمساکین یعملون فی البحر سے استدلال کرتے ہیں کہ اُنکے پاس کشتی تھی پھر اُنکو مساکین فرمایا اسکا جواب دیا کہ انکو مساکین ترحماً کہا ہے اور دوسرا جواب یہ بھی دیا گیا ہے کہ وہ کشتی اُنکی ملک نہ تھی بلکہ وہ مزدور تھے یا عاریت لی تھی کذا فی الفتح اس صورت میں لام واسطے اختصاص کے ہوا نہ واسطے ملک کے کذا فی الشامی وعامل یعم الساعی والعاشر تیسری صنف مصرف کی عامل ہے اور یہ عام ہے ساعی اور عاشر کو ساعی وہ کہ قبائل میں سوائم کا صدقہ لینے کو جاوے اور عاشر وہ ہو امام نے عشر وغیرہ

لینے کو شرک پر معین کیا ہو حلی ولو غنیا الا ہاشمیا لانہ فرغ نفسہ لہٰذا العمل فیحتاج الی الکفایۃ والغنی لایمنع من تناولہا عند الحاجۃ کابن السبیل بحر
عن البدائع۔ عامل کو زکوٰۃ کے مال میں سے دیا جاوے اگرچہ غنی ہو لیکن ہاشمی نہو اسلیے کہ اُسنے اپنی ذات کو اسی کام میں لگا دیا پس اسکو
ضرورت ہو خرچ کی کہ اُسکو کافی ہو اور غنی کو ضرورت کے وقت اُسکی ممانعت نہیں ہو جیسے مسافر کذا فی البحر نقلاً عن البدائع م یعنے عامل اپنے
عمل کی اجرت لیتا ہو اسلیے اگر زکوٰۃ والوں نے واسطے امام کو خود ادا کر دی تو عامل کو کچھ نہیں ملیگا اور اگر ہلاک ہو جاویگا سب مال عامل کا جمع
کیا ہوا تب بھی عامل کو کچھ نہ ملیگا لیکن اسمین کچھ شبہہ صدقہ ہونیکا ہو دلیل ساقط ہونے زکوٰۃ کے مال والوں کے ذمہ سے سو اس جہت سے عامل
ہاشمی کو لینا حلال نہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی قرابت کو میل کے شبہہ سے بھی بچانا چاہیے اور غنی کو حلال ہو کیونکہ غنی ہاشمی کے رتبے شرافت کو
نہیں پہونچتا تو اُسکے حق میں شبہہ معتبر نہوا انتہی علاوہ برین عامل ہاشمی کو لینے سے ممانعت صریح حدیث میں موجود ہو اور بناء برین ہو کہ اگر
عامل ہاشمی صدقات کے لینے کے واسطے مقرر کیا جاوے اور اُسکو اسمین سے روزینہ دیوین تو اسکو لینا نہیں چاہیے اور اگر وہ یہ کام کرے
اور روزینہ دوسری جگہ سے دیا جاوے تو کچھ مضائقہ نہیں بحر مین کہا ہو کہ اس سے معلوم ہوا کہ اُسکو اس کام پر مقرر کرنا درست ہو اور اُسکو اجرت
صدقات سے لینا مکروہ ہو نہ حرام الخ مراد کراہت تحریمی ہو کیونکہ علما اسکو لا یحل سے تعبیر کرتے ہین کذا قالہ الشامی وبہذا التعلیل یقوی ما نسب
للواقعات من ان طالب العلم یجوز لہ اخذ الزکوٰۃ ولو غنیا اذا فرغ نفسہ لافادۃ العلم واستفادتہ لعجزہ عن الکسب والحاجۃ داعیۃ الی ما لا بد منہ کذا
ذکرہ المصنف اور اس توجیہ کے بیان سے قوی ہوتی ہو وہ روایت جو منسوب ہو واقعات کی طرف کہ علم شرعی کے طالب کو زکوٰۃ لینا جائز ہو اگرچہ
غنی ہو جب اپنے آپ کو لگاوے پڑھنے پڑھانے مین کیونکہ مشغولی کی جہت سے وہ کسب سے عاجز ہو اور حاجت ضروریات کیطرف ہوتی ہی ہو
یہی ذکر کیا ہو مصنف نے م یعنے انسان کو بہت سی چیزون کی ضرورت ہوتی ہو اگر زکوٰۃ لینا اسکو جائز نہو اور کسب کی فرصت نہین تو جو اُسکے
پاس ہو وہ فنا ہو جایگا پھر وہ محتاج ہو جاویگا اور تعلیم اور تعلم سے باز رہیگا پھر دین مین سستی ہو جاویگی اور یہ خاص مسئلہ مخالف ہو اُسکے جو علما نے
غنی کو زکوٰۃ لینا مطلقاً حرام کہا ہو اور اس مسئلہ پر کسی نے اعتماد نہیں کیا ہو کذا قالہ الطحطاوی شامی نے کہا کہ قول طحطاوی کا ٹھیک ہو اور بہتر ہو
کہ طالب علم کو فقیر کی قید کے ساتھ مقید کرین اور طالب علم فقیر کو مال زکوٰۃ وغیرہ کے سوال کے لیے اجازت و رخصت دیجاوے اگرچہ وہ شخص کسب پر
قادر ہو بقدر ما یکفیہ واعوانہ بالوسط یعنے عامل کو اجرت دیجاوے اُسکے عمل کے موافق اسقدر کہ اُسکو اور اسکے عملہ کو کفایت کرے اوسط درجہ
پر م اسلیے کہ خواہش نفسانی کا اتباع کھانے پینے مین حرام ہو کیونکہ اسراف ہو اور امام کے ذمہ ہو کہ ایسے آدمی کو بھیجے کہ جو اوسط پر راضی ہو وے
لکن لا یزاد علی نصف ما یقبضہ لیکن زر مقبوضہ کے آدھے سے زیادہ نہ دیا جاوے م یعنے اگر قدر کفایت تمام مال زکوٰۃ کو مستغرق ہو تو نصف سے
زیادہ نہ دیوین اسلیے کہ تنصیف عین انصاف ہو کذا فی البحر ومکاتب لغیر ہاشمی چوتھا مصرف زکوٰۃ کا مکاتب ہو کہ ہاشمی کا مکاتب نہو م
کیونکہ جب ہاشمی کے آزاد کیے ہوے غلام کو زکوٰۃ کا مال دینا درست نہین تو مکاتب مین تو کچھ عبدیت باقی ہو اُسکو بطریق اولے دینا جائز نہین
اور مکاتب کو زکوٰۃ کا مال لینا جائز ہو اگرچہ غنی کا مکاتب ہو یا مکاتب کے پاس اسقدر مال جمع ہو گیا ہو کہ اُسکی بدل کتابت کے سوا جو زائد ہو وہ
نصاب کو پہونچے کذا فی الشامی ولو عجز حل لمولاہ ولو غنیا اور اگر مکاتب عاجز ہو جاوے تو مال زکوٰۃ کا جو مکاتب کے پاس ہو اُسکے مولی کو حلال
ہو اگرچہ مولی غنی ہو م اسلیے مولی کی ملک مین جب آیا کہ پہلے مکاتب کی ملک مین آچکا ہو اسواسطے کہ مکاتب کو تصرف آزادانہ حاصل ہو
اور ملک کے تبدل سے احکام بدل جاتے ہین حضرت نے فرمایا لہا صدقۃ ولنا ہدیۃ کذا فی الشامی کفقیر استغنی وابن سبیل وصل لمالہ
جسطرح حلال ہو فقیر کو کہ غنی ہو جاوے یا مسافر کو کہ اپنے مال تک پہونچ جاوے م یعنے اگر فقیر کے پاس مال زکوٰۃ کا باقی ہو اور پھر اُسکو

۵۱
یعنے برادہ سے قاتین صدقہ ہوا بہار سلیے ہو بہتر ہو بہو صورت فرمایا تھا کہ بیرہ مکانہ قدرت مین سے جو ملا تھا ہاتھ کا لہٰذا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا پاس بھیجا تھا ۱۲

غنا حاصل ہو تو جو مال اُسکے پاس موجود ہو اُسکو حلال ہے کیونکہ اعتبار فقر و غنا کا ادا کے وقت ہے اور وقت ادا کے وہ فقیر تھا اور ایسا ہی مسافر
کذا فی الشامی و سکت عن المؤلفۃ قلوبہم لسقوطہم اما بزوال العلۃ اور سکوت کیا مصنف نے مولفۃ القلوب کے حال سے کیونکہ وے ساقط ہوگئے
حضرت ابوبکرؓ کی خلافت میں باجماع صحابہؓ یا تو اس جہت سے کہ وجہ اُنکے دینے کی نہ رہی تھی مولفۃ القلوب وہ لوگ کہ اُنکی خاطر داری سے مال
صدقہ انکو ملتا تھا اور وہ تین قسم تھے ایک قسم کفار تھے حضرت انکو اس وجہ سے عطا فرماتے تھے تاکہ ایمان لے آویں اور ایک قسم ایسے
تھے کہ دفع ایذا اُنکے لیے انکو دیتے تھے اور ایک قسم اسلام لائے تھے لیکن ضعیف الایمان تھے حضرت انکو اسلیے دیتے تھے کہ ایمان پر ثابت
رہیں غرضکہ ان لوگوں کو دینا اسلام کی عزت و غلبہ کے لیے تھا تو جب ایمان رفتہ رفتہ زور پکڑ گیا اُنکے دینے کی حاجت بھی نہ رہی کذا فی
الشامی او نسخ لقولہ صلی اللہ علیہ وسلم لمعاذ فی آخر الامر خذہا من اغنیائہم وردہا فی فقرائہم یا اس جہت سے کہ مولفۃ القلوب کو دینا
منسوخ کیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمانے سے معاذ بن جبل کو آخر امر میں کہ لے صدقہ اُنکے اغنیا سے اور دے اُنکے فقیروں کو ہم الفاظ
اس حدیث شریف کے جیسا فتح میں مصرح ہے منقول یہ ہیں فاعلمہم ان اللہ افترض علیہم صدقۃ تؤخذ من اغنیائہم فترد علی فقرائہم انتہی
اور ان لفظوں سے کہ شارح نے بہت زیادہ نقل کیا ہے سو صاحب فتح نے کہا ہے کہ ان لفظوں سے کسی سند میں نہیں دیکھا اور حاصل یہ ہے کہ ضمیر فقرائہم
کی مسلمین کی طرف پھرتی ہے تو مولفۃ القلوب میں سے کفار کو یا اغنیا کو دینا جاتا رہا اور یہ حدیث اجماع کی سند ہے پس نسخ حضرت کی حیات میں
حدیث مذکور سے ہوا جسکو اہل اجماع نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا تو اسکا ثبوت صحابہ کی نسبت قطعی ہوا اگرچہ کتاب اللہ کے ناسخ ہونے
اور بحر میں اجماع کی سند اس آیت کو لکھا ہے جسکو حضرت عمرؓ نے وقت انعقاد اجماع کے پیش کیا تھا قل الحق من ربکم فمن شاء فلیؤمن و
من شاء فلیکفر اور اجماع کو ناسخ نہیں ٹھہرایا اسواسطے کہ بموجب صحیح مذہب کے نسخ نہیں ہوتا مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات میں اور
اجماع نہیں ہوتا مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد جیسا مصنف نے اسکو فتح میں ذکر کیا ہے قال الشامی والمدیون لا یملک نصابا
فاضلا عن دینہ پانچواں مصرف زکوٰۃ کا مدیون ہے کہ اُسکے پاس دین کی مقدار سے زیادہ اسقدر مال نہو کہ نصاب کو پہونچے شامی نے کہا کہ حدیث
شریف میں جو غارم کا ذکر ہے اُس سے مراد مدیون ہے و فی الظہیریۃ الدفع للمدیون اولی من الفقیر اور ظہیریہ میں ہے کہ مدیون کو دینا فقیر کی نسبت
زیادہ مناسب ہے کیونکہ اُسکو احتیاج زیادہ ہے و فی سبیل اللہ وہو منقطع الغزاۃ چھٹا مصرف زکوٰۃ کا خدا کی راہ میں صرف کرنا یعنے
جو غازی لشکر اسلام سے نہیں مل سکتے فقر کی جہت سے یا نفقہ جاتے رہنے سے یا سواری وغیرہ کے نہونے سے تو انکو صدقہ لینا حلال ہے
اگرچہ وہ کسب کر سکتے ہوں اسلیے کہ اگر کسب میں مشغول ہونگے تو جہاد سے رہ جاوینگے کذا فی قہستانی و قیل الحاج اور ایک قول یہ ہے کہ فی سبیل اللہ
سے مراد منقطع الحاج ہے یعنے جو لوگ کسی وجہ سے قافلہ میں نہیں مل سکتے اور حاجی اگرچہ فقیر ہی ہے لیکن یہ بھی محتاج ہے اور یہ قول امام محمد کا ہے اور پہلا
قول امام ابو یوسف کا ہے اور مصنف نے اسکو اختیار کیا ہے کنز کے اتباع سے غایۃ البیان میں ہے کہ یہی اظہر ہے اور اسبیجابی نے کہا کہ یہی صحیح ہے و
قیل طلبۃ العلم اور کہا گیا ہے کہ مراد فی سبیل اللہ سے طالب علم ہیں کذا فی الظہیریۃ والمرغینانی وفسرہ فی البدائع بجمیع القرب اور بدائع میں فی
سبیل اللہ کی تفسیر کی ہے کل تقربات و خیرات سے سو داخل ہے اسمیں ہر شخص کہ خداے تعالیٰ کی طاعت میں اور سبیل خیرات میں سعی کرے بشرطیکہ
محتاج ہو کذا فی الشامی و ثمرۃ الاختلاف فی نحو الاوقاف اور اختلاف کا نتیجہ ظاہر ہوتا ہے اوقاف وغیرہ میں یعنے اختلاف حکم میں نہیں اسلیے
کہ بشرط احتیاج ان سب کو دینا جائز ہے خواہ غازی ہوں خواہ حاجی خواہ طالب علم کیونکہ اختلاف لفظی ہے کہ اگر کوئی وقف کرے فی سبیل اللہ
یا وصیت کرے یا نذر کرے تو کیا مراد ہونی چاہیئے کذا قال الشامی وابن السبیل وہو کل من لہ مال لا معہ ساتواں مصرف مسافر ہے

یعنی وہ شخص کہ اسکی ملک میں مال ہو لیکن اُسکے ساتھ نہیں مثلاً وہ شخص مسافر ہو یا اپنے وطن میں ہو لیکن اُسکا قرضہ لوگوں کے ذمہ ہو اور اُسکے لینے پر قادر نہ ہو کما فی النہر عن النقایۃ اور فتح القدیر میں کہا ہے کہ ابن السبیل کو قدر حاجت سے زیادہ لینا جائز نہیں اور اولیٰ یہ ہے کہ قرض لے اگر قدرت ہو لیکن لازم نہیں اور جب گھر پہنچے تو صدقہ کرنا واجب نہیں جب اُسکو اپنے مال پر قدرت ہو بخلاف فقیر کے کہ اُسکو حاجت سے زیادہ لینا بھی درست ہے قال الشامی ومثلہ ما لو کان دینہ مؤجلا او علی غائب او معسر او جاحد ولو لہ بینۃ فی الاصح اور اسی حکم میں شامل ہے اگر جو اُسکے پاس مال اُدھار یا کسی شخص غائب کے ذمہ ہے اگرچہ نقد ہی ہو یا منکر ہو یا مفلس پر اگرچہ اُسکے پاس گواہ بھی ہوں اصح روایت پر ہے اگر وہ مال مؤجل ہو اور اُسکو نفقہ کی ضرورت ہو تو بقدر کفایت اُس مدت تک کے لیے زکوٰۃ کا لینا جائز ہے کذا فی النہر عن الخانیۃ اور اگر مفلس پر اسکا دین آتا ہو تو اصح اقوال میں زکوٰۃ لینا جائز ہے کیونکہ بمنزلہ مسافر کے ہے اور اگر مدیون اقرار کرتا ہو اگر ... ہو تو نہیں جائز کما فی الخانیۃ اور فتح القدیر میں ہے کہ اگر کوئی عورت فقیرہ کہ اُسکا مہر اُسکے خاوند کے ذمہ بقدر نصاب آتا ہو اور خاوند مالدار ہو اس طرح کہ اگر عورت مانگے تو دیدے تو عورت کو زکوٰۃ لینی جائز نہیں اور اگر جانے کہ مانگنے پر نہ دیگا تو جائز ہے بحر میں کہا کہ مہر سے مراد مہر معجل ہے اور مؤجل زکوٰۃ سے مانع نہیں کذا قالہ الشامی والباقی فیہ

۱۵۷ یصرف المزکی الی کلھم او الی بعضھم ولو واحدا من ای صنف کان زکوٰۃ دینے والے کو اختیار ہے کہ زکوٰۃ ان سب اقسام میں صرف کرے یا بعض میں اگرچہ ایک ہی شخص ہو کسی قسم کا لان ال الجنسیۃ تبطل الجمعیۃ اسلئے کہ الف لام جنسی جمع کے معنوں کو کھو دیتا ہے اور حلبی نے کہا کہ یہ علت ہے ایک فرد پر اقتصار کرنے کی اقسام سبعہ مذکورہ میں سے لیکن جمیع اقسام سے بعض اقسام پر اقتصار کرنیکی وجہ یہ ہے کہ مراد آیۃ شریفہ سے بیان ان اصناف کا ہے جنکو دینا جائز ہے نہ اُنکی تعیین کذا فی البحر وشرط الشافعی ثلثۃ من کل صنف اور امام شافعی نے شرط کیا ہے کہ ہر قسم میں سے تین تین شخصوں کو دیوے ویشترط ان یکون الصرف تملیکا لا اباحۃ کما مر اور شرط ہے کہ دینا زکوٰۃ کا بطور تملیک کے ہو نہ بطور اباحت کے جیسا گذرا اول کتاب الزکوٰۃ میں اور فرق تملیک و اباحت میں مترجم نے اس جگہ بیان کیا ہے لا یصرف الی بناء نحو مسجد خرچ نہ کرے زکوٰۃ مسجد وغیرہ کی بنا میں ہم مثل مسجد سے مراد پل اور سبیل اور سڑک اور نہر اور حج اور جہاد اور جو اس قسم کی چیزیں ہوں کہ جنمیں تملیک نہو کذا قالہ الشامی عن الزیلعی ولا الی کفن میت اور نہ خرچ کرے میت کے کفن میں ہم اسلئے کہ میت میں مضمون تملیک کا نہیں بن سکتا اسیواسطے اگر میت کو کوئی درندہ کھا جاوے تو کفن کفن دینے والے کا ہوگا نہ وارث کا کذا فی النہر وقضاء دینہ اور میت کے دین کے ادا کرنے میں نہ صرف کرے ہم اسواسطے کہ زندہ کا دین ادا کرنا مدیون کی تملیک کو مقتضی نہیں مثلاً اگر آپس میں دائن اور مدیون مان لیویں کہ دین فی نفسہ پر نہیں تو ادا کرنیوالا اپنے دیا ہوا دائن سے ہٹا سکتا ہے اور مدیون اُسکو نہیں لے سکتا جب زندہ کا دین ادا کرنا ایسا ہوا تو مردہ کا بطریق اولیٰ نہوگا کذا فی الشامی اما دین الحی الفقیر فیجوز لو بامرہ لیکن دین زندہ محتاج کیطرف سے ادا کرنا جائز ہے مال زکوٰۃ سے اگر اُسکی اجازت ہو ہم یعنی اسوجہ سے کہ دینے والے نے فقیر کو مالک کر دیا اور دائن نے فقیر کی طرف سے نائب قبض کر لیا پھر اپنے دین میں محسوب کر لیا کذا فی الفتح ولو اذن فمات فاطلاق الکتاب یفید عدم الجواز وہو الوجہ نہر اور اگر فقیر اجازت دیکر مر گیا تو اطلاق کتاب قدوری کا مفید ہے عدم جواز کو اور یہی وجہ ہے کذا فی النہر کتاب سے مراد ہدایہ یا قدوری کیونکہ دونوں نے دین میت کو مطلق رکھا ہے امر کی قید نہیں لگائی اور اصل بحث ابن ہمام کی ہے ہدایہ کی شرح میں کہا ہے کہ اگر زکوٰۃ کے قصد سے کسی زندہ کا دین ادا کرے یا مردہ کا اُسکے امر سے تو جائز ہے اور ظاہر حاشیہ کا بھی اسی کے موافق ہے لیکن ظاہر اطلاق کتاب کا مفید ہے عدم جواز کو میت میں ہر حال میں اور خلاصہ سے بھی ظاہر یہی معلوم ہوتا ہے کہ اسمیں کہا ہے اگر ادا کرے دین زندہ کا یا مردہ کا بغیر اذن زندہ کے تو نہیں جائز ہے پس زندہ کو مقید رکھا اور مردہ کو مطلق اور وہو الوجہ سے یہ غرض کہ زکوٰۃ میں تملیک

ضروری ہے اور صرف امر کرنے سے تملیک نہیں ہوتی کیونکہ جب اسنے قبضہ کیا اس وقت مدیون مردہ تھا پس تملیک کے لائق نہیں حالانکہ مامور کے
قبض کے وقت اسکا تملیک کے لائق ہونا چاہیے کذا ذکرہ الشامی ولا الی ثمن ما یعتق ای نہیں جائز صرف کرنا زکوۃ کا قیمت میں
اس غلام کی جو آزاد ہوگا مع یعنی زکوۃ کے مال سے غلام خرید کر آزاد کرے تو زکوۃ ادا نہو گی یا اپنے باپ کو مثلاً زکوۃ کی نیت سے خریدے
تب بھی زکوۃ ادا نہو گی لعدم التملیک وھو الرکن بسبب نہونے تملیک کے اور یہی جزو اعظم ہے اور یہ علت ہے سب مسائل مذکورہ کی قال الشامی
وقدمنا ان الحیلۃ ان یتصدق علی الفقیر ثم یامرہ بفعل ہذہ الاشیاء اور ہم پہلے بیان کر چکے کہ حیلہ زکوۃ کی درستی کے لیے یہ ہے کہ کسی فقیر کو
زکوۃ دے اور یہ کہدے کہ امورات مذکورہ میں اپنی طرف سے صرف کر دے کہ اس شخص کو زکوۃ کا ثواب ہوگا اور فقیر کو ثواب اس
خیرات میں صرف کرنے کا کذا فی البحر وہل لہ ان یخالف امرہ لم ارہ والظاہر نعم یعنی یہ بات کہ فقیر کو زکوۃ دینے والے کے امر کی
مخالفت جائز ہے یا نہیں میں نے اس مسئلہ کو کہیں نہیں دیکھا اور ظاہر یہ ہے کہ مخالفت ہو سکتی ہے کیونکہ فقیر جب مالک ہو گیا
تو اپنی ملک میں جو چاہے سو کرے کذا فی النہر ولا الی من بینہما ولاد اور نہ اس شخص کو زکوۃ دینا جائز ہے کہ جس میں اور دینے والے میں
قرابت ولاد کی ہو بسبب اتصال منافع املاک کے کیونکہ ان میں ملک کا پورا تمیز نہیں ہوتا کذا فی البحر اصلہ وان علا او فرعہ وان سفل یعنی سب
اصول کو یعنی ماں باپ دادا دادی نانا نانی وغیرہم اور فروع کو یعنی بیٹا بیٹی پوتا پوتی نواسا نواسی وغیرہم کو خواہ
اولاد نکاح سے ہو یا زنا سے اور ایسا ہی ہر صدقہ واجبہ جیسے فطرہ و نذر و کفارہ لیکن صدقہ نفل جائز ہے بلکہ بہتر ہے کذا فی البدائع ماں باپ
کے لیے حیلہ کرنا اسطرح کہ زکوۃ کا مال کسی فقیر کو دیدے اور کہدے کہ تو صرف کر دے کذا فی القنیۃ اور شوہر دینا جائز ہے کہ یہ مسئلہ
مشہور ہے اور اکثر کتابوں میں مذکور ہے وقولہ کالفقیر اگرچہ والد وولد تو کہ کسی فقیر کا بیٹا ہو اسکو زکوۃ دینا جائز ہے اور نہ زوجیۃ
ولو مبانۃ یا دینے والے اور لینے والے میں رشتہ زوجیت کا ہو اگرچہ زوجہ طلاق بائن کی عدت میں ہو اگرچہ تین طلاق کی
عدت ہو کذا فی النہر عن معراج الدرایہ وقالا تدفع ہی لزوجہا اور صاحبین کہتے ہیں کہ عورت دے سکتی ہے اپنے خاوند کو بسبب فرمانے
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حضرت ابن مسعود کی زوجہ کو جب انہوں نے اپنا زیور دینا چاہا کہ تیرا خاوند اور اولاد زیادہ مستحق ہیں کذا فی
الطحطاوی ولا الی مملوک المزکی اور نہیں جائز زکوۃ دینا اپنے مملوک کو ہم بیان کر چکے ہیں کہ جس میں قرابت ولاد یا زوجیت کی ہو کیونکہ بحر
فتح میں کہا ہے کہ اپنے بیٹے کے مکاتب کو دینا جائز نہیں جیسا اپنے بیٹے کو نہیں جائز مدبر ولد ام ولد اگرچہ مملوک مکاتب ہو
یا مدبر ہو اسوجہ سے کہ عبد اور مدبر میں تو تملیک نہوئی کہ وہ لیاقت مالک ہونے کی نہیں رکھتے اور مکاتب کے کسب میں مولی کا حق
ہے کذا فی الزیلعی ولا الی عبد اعتق المزکی بعضہ اور نہیں جائز زکوۃ دینا اس غلام کو کہ مزکی نے اسکے بعض کو یعنی نصف یا چوتھائی
وغیرہ کو آزاد کیا ہو سواء کان کلہ لہ او بینہ وبین ابنہ فاعتق الاب حظہ معسرا لا یدفع لہ لانہ مکاتبہ او مکاتب ابنہ برابر ہے کہ
غلام تمام مزکی کا یا مشترک ہو اسمیں اور اسکے بیٹے میں پھر آزاد کیا باپ نے اپنا حصہ بحالت مفلسی مزکی اپنے غلام کو زکوۃ نہیں
دے سکتا اسلیے کہ وہ یا اسکا خود کا مکاتب ہے یا اسکے بیٹے کا ہے کیونکہ جب غلام تمام اسکا ہو یا اسمیں اور اسکے بیٹے میں مشترک
ہو اور باپ تونگر ہو اور بیٹے نے اپنے حصہ کی قیمت کا ضمان اپنے باپ سے لے لیا اور باپ نے غلام سے سعی کرائی تو غلام باپ کا مکاتب ہوا
کیونکہ جب تک ادا کر دے تو آزاد ہو اور اگر باپ مفلس ہو یا تونگر لیکن بیٹے نے غلام سے سعی کرانا اختیار کیا تو وہ مکاتب بیٹے کا ہوا
اور بیٹے کے مکاتب کو بھی زکوۃ دینا درست نہیں اور بیٹے جو قید بڑھائی اس سے واضح ہے کہ الفاظ معسرا کا قید احترازی نہیں ہے

شارح نے اس غلام کا نام مکاتب رکھا اس جہت سے کہ سعی کرنے مین مشابہ مکاتب کے ہے قال الشامی فاذا اعتق لم یکن بعده من الاجنبی
فحکمه علم مما مر اور اگر غلام مشترک درمیان غنی کے اور کسی اجنبی کے ہو تو اسکا حکم معلوم ہوا بیان گذشتہ سے سمجھ مین ہو کہ اگر غلام
مشترک دو شخصون مین انمین سے ایک نے اپنا حصہ آزاد کیا ایک نے اپنا حصہ اور وہ مفلس ہے اور شریک ساکت نے سعی کرانی اختیار کی تو معتق اسکو
زکوٰۃ دے سکتا ہے کیونکہ یہ مکاتب اسکے شریک کا ہوا اور ساکت کو بھی جو ہوتا ہے کہ اسکو زکوٰۃ دے کیونکہ اسکا مکاتب ہوا اور اگر معتق
تونگر ہو اور ساکت نے معتق سے ضمان لینا اختیار کیا تو ساکت غلام کو زکوٰۃ دے سکتا ہے اسلیے کہ یہ اجنبی ہے اور معتق زکوٰۃ نہین دے سکتا
جب اختیار کیا ضمان دینے سے یہ غلام سے سعی کرائے کیونکہ اس صورت مین وہ اسی کا مکاتب ہے کذا قال الشامی لانه انما مکاتب نفسه
او عجزه اسواسطے کہ وہ غلام یا مکاتب اسکا یا غیر کا ہو یا غیر کا ہے جسکی تشریح بیان گذشتہ سے معلوم ہو سکتی ہے وقالا یجزی مطلقا اور صاحبین کہتے
ہین کہ جائز ہے ہر صورت مین اسلیے کہ معتق الکل ہوا یا مفلس اور غلام تمام اسکا ہو یا مشترک درمیان اسکے اور اسکے بیٹے کے یا اجنبی کے ہو
کذا قال الشامی لانه حر کله او حر مدیون فافهم اسلیے کہ وہ غلام آزاد ہوتا تمام یا آزاد ہے اور قرضدار ہے اسکو سمجھ لو تمام آزاد ہے یعنی حر ہے
جبکہ کل عبد معتق کا ہو یا بعض اسکا ہو مگر معتق تونگر ہو اور شریک اس سے ضمان لے چکا ہو اور حر مدیون اس صورت مین کہ معتق مفلس
ہو اس سبب سے کہ غلام شریک کے واسطے روپیہ کماویگا آزاد ہو کر واضح ہو کہ یہ مسئلہ اس پر مبنی ہے کہ امام صاحب کے نزدیک شریک ساکت کو اختیار
ہے چاہے اپنا حصہ آزاد کرے چاہے مدبر یا مکاتب کرے چاہے غلام سے اپنے حصہ کا روپیہ کماوے بشرطیکہ آزاد کرنیوالا مفلس ہو اور اگر وہ مالدار
ہو تو شریک مذکور اس سے تاوان بھی لے سکتا ہے اور صاحبین کے نزدیک مفلسی کی صورت مین بجز غلام سے کمانے کے اور مالداری کی
صورت مین بجز آزاد کنندہ سے ضمان لینے کے اور کچھ اختیار نہین رکھتا چنانچہ کتاب العتق مین آویگا اور فافهم کا اشارہ اس طرف ہے کہ مصنف نے
مطلب کی اصلاح کی کہ جو اعتراض درر مین ہدایہ کی عبارت پر وارد کیا ہے یہان نہین وارد ہوتا اگرچہ شراح نے تکلف کر کے تاویلین کی ہین جیسا
لا یخفی کتب ہدایہ و عدسہ سے واضح ہو کذا فی الشامی ولا الی غنی یملک قدر نصاب فارغ عن حاجته الاصلیة من ای مال کان اور نہین
جائز زکوٰۃ دینا غنی کو کہ مالک ایسے نصاب کا ہو جو حاجت اصلی سے زائد ہو اگرچہ کسی مال کی قسم ہو واضح ہو کہ نصاب تین ہین ایک نامی جو
دیون سے زائد ہو اور حاجات سے فارغ وہ تو سب مالی چیزون کی واجب کرنے والی ہے مثل زکوٰۃ و کفارات وغیرہ کے دوسری نصاب
غیر نامی کہ دین اور حاجتون سے زائد ہو اسکے باعث قربانی اور فطرہ اور محتاج قریبون کا نفقہ واجب ہوتا ہے اور زکوٰۃ کا لینا ایسے
نصاب کے مالک کو بھی حرام ہے جیسے مال کی نصاب نامی کے مالک کو حرام ہے اور ایک نصاب وہ ہے جسکے ہوتے سوال کرنا حرام ہے وہ غذا
ایک روز کی ہے اسکو نصاب کہنا مجاز شرعی ہے کذا فی الطحطاوی اور تتارخانیہ مین صغریٰ سے منقول ہے کہ ایک شخص کے پاس گھر ہے کہ
اسمین رہتا ہے لیکن اسکی قدر حاجت سے زیادہ ہے کہ سب مکان رہنے مین مشغول نہین تو اسکو لینا صدقہ کا صحیح روایت مین حلال
ہے اور اسی مین یہ ہے کہ امام محمد نے فرمایا کہ جسکے پاس زمین ہے کہ اسکو بوتا ہے یا دکان کہ اسکا کرایہ کھاتا ہے یا مکان ہے کہ کرایہ اسکا تین ہزار
ہین اور اسکے عیال کے نفقہ کو برس دن کے لیے کفایت نہین کرتا تو اسکو زکوٰۃ کا لینا حلال ہے اگرچہ اسکی قیمت نفقہ کو وفا کرتی ہے
اور اسی پر فتویٰ ہے اور شیخین کے نزدیک نہین حلال ہے کذا قال الشامی لکن له نصاب سائمة لا تساوی مائتی درہم کما جزم به فی البحر
والنہر واقره المصنف قائلا وبه یظہر ضعف ما فی الوہبانیة وشرحها من انه تحل له الزکوۃ وتلزمه الزکوۃ الخ جیسا زکوٰۃ دینا جائز نہین اس
شخص کو کہ اسکے پاس سوائم کی نصاب ہو کہ دو سو درہم کی قیمت کو نہ پہنچتی ہو چنانچہ اسی پر بحر اور نہر مین جزم کیا ہے اور اسی کو مصنف ۴۰

سے ثابت ہے کہا ہوں کہ گر اس سے ظاہر ہو گیا [illegible] کی شرح میں [illegible] اسکو زکوٰۃ دینا حلال ہے اور اسکے اوپر
زکوٰۃ دینا لازم ہو [illegible] کا مالک ہو یا کسی [illegible] کا
میں سے کسی مال میں سے ہو تو اسکو زکوٰۃ میں سے دینا جائز [illegible]
[illegible] قال الشامی [illegible] میں [illegible] کے کلام
پر [illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible] زکوٰۃ
واجب [illegible]
[illegible]
[illegible]
ہو الفقیر کے مالک کو دینا جائز ہو [illegible] عیال [illegible]
سولاہ [illegible] زکوٰۃ دینا [illegible]
مذہب صحیح [illegible] ذخیرہ میں [illegible]
[illegible] زکوٰۃ [illegible]
مکاتب ہو اور مملوک [illegible] زکوٰۃ دینا جائز ہو [illegible] المانع و فرع
المالک لولاہ اس واسطے کہ عدم جواز زکوٰۃ اس جہت سے ہے کہ جو کچھ دیا جاتا ہے وہ اسکے مولیٰ کی ملک ہو جاتا ہے بخلاف المکاتب وارادہ
المدبر کچھ بھی غنی کے غلام کو زکوٰۃ دینا جائز نہیں [illegible] اتنا ہو کہ اسکے [illegible] اور کسب کو [illegible]
ہو سو اسکو زکوٰۃ دینا جائز ہے عدم مکاتب کی وجہ [illegible] اور ماذون [illegible] اسکے کسب کا مالک امام صاحب کے نزدیک
ہو سکے نہیں ہوتا اس صورت میں بخلاف صاحبین کے قول کے [illegible] بخلاف ولدہ الکبیر اور زکوٰۃ دینا جائز
نہیں غنی کے لڑکے نابالغ کو بخلاف بالغ کے یعنی بالغ لڑکا اگرچہ اپاہج ہو نفقہ کے فرض ہونے سے پہلے زکوٰۃ کا دینا بالاجماع جائز ہے اور
بعد فرض کے امام محمد کے نزدیک جائز ہے بخلاف امام ابو یوسف کے اور اسی قیاس پر باقی اقارب ہیں اور غنی کی دختر [illegible]
اختلاف ہے اور صحیح جواز ہے اور یہی قول طرفین کا ہے اور ایک روایت امام ابو یوسف سے کذا فی النہر وامرأتہ الفقیرۃ وطفل الغنیۃ
فیجوز لانتفاء المانع اور بخلاف غنی کے باپ کے اور اسکی بی بی کے بشرطیکہ فقیر ہو [illegible] بخلاف الدار [illegible] لڑکے کے یعنی اگرچہ
اسکا باپ [illegible] کذا فی البحر سو ان سب کو زکوٰۃ دینا جائز ہے واسطے نہونے مانع کے [illegible] کی علت ہے یعنی چھوٹا لڑکا غنی گنا جاتا
اپنے باپ کے غنا سے بخلاف بڑے لڑکے کے اور باپ اور زوجہ کے اور اسی طرح لڑکا [illegible] ماں کے الدار ہونے سے غنی نہیں

شمار کیا جاتا ہو طبی میں اتجر والال بنی ہاشم اور نہیں جائز ہو زکوۃ دینا بنی ہاشم کو معلوم جاننا چاہیے کہ عبد مناف جو چوتھی پشت کا دادا
نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ہو اُنکے چار بیٹے تھے ہاشم مطلب نوفل عبد شمس پھر ہاشم کے چار بیٹے ہوئے جنمیں سے ایک عبد المطلب
ہیں باقیوں کی نسل منقطع ہو گئی عبد المطلب کے بارہ بیٹے ہوئے سو زکوۃ ان سب کو دینا سکتی ہو جو فرقے مسلمان اور حاجتمند ہوں مگر اولاد
حضرت عباس کی اور حارث کی اور اولاد ابو طالب کی یعنی حضرت علی و جعفر و عقیل کذا فی القہستانی اور اس سے معلوم ہوا کہ بنی ہاشم
کو اطلاق بیان کرنا چاہیے اسلیے کہ تمام بنی ہاشم پر زکوۃ حرام نہیں ہو بلکہ بعض پر حرام ہو کذا فی الشامی الا من ابطل النص قرابتہ
وہم بنو لہب فتحل لمن اسلم منہم کما تحل لبنی المطلب یا کہ انکو جائز ہو کیونکہ انکی قرابت بنص رسول صلی اللہ علیہ وسلم منقطع ہو گئی اور وہ ابولہب
کی اولاد ہیں پس جو انمیں سے اسلام لے آیا اسکو زکوۃ جائز ہو جیسا حلال ہو مطلب یعنی ہاشم کے بھائی کی اولاد کو اور نص سے مراد
قول رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا لا قرابۃ بینی و بین ابی لہب فانہ آثر علینا الافجرین اور بعض نسخ میں بنو ابی لہب ہی اور یہی درست
ہو کذا قالہ الشامی ثم ظاہر المذہب اطلاق المنع وقول العینی یجوز لہ دفع زکوتہ لمثلہ صوابہ لا یجوز نہر پھر ظاہر مذہب یہ ہو کہ بنی ہاشم کو
مطلقاً ممنوع ہو یعنی خواہ بنی ہاشم بنی ہاشم کو دے یا کوئی غیر دے اور ہر زمانہ میں ممنوع ہو اور عینی نے جو کہا ہو کہ جائز ہو ہاشمی کا
کہ زکوۃ دے اپنے مثل یعنی ہاشمی کو تو صحیح عبارت یہ چاہیے کہ نہیں جائز ہو کذا فی النہر اور عصمہ نے امام سے روایت کی ہو کہ فی
زماننا بنی ہاشم کو زکوۃ دینا جائز ہو اسلیے کہ زکوۃ کا عوض یعنی پانچویں حصہ کا خمس جو بنی ہاشم کا حق تھا وہ انکو نہیں پہونچتا کیونکہ
غنیمت کے باب میں اور اسکے مستحقین میں صرف کرنے میں لوگ تغافل کرتے ہیں اور جب عوض انکو نہ پہونچا تو اصل کی طرف رجوع
کیا کذا فی البحر اور نہر میں کہا ہو کہ امام ابو یوسف نے کہا ہو کہ ہاشمی ہاشمی کو دے اور یہ امام صاحب سے بھی منقول ہو اور عینی میں جو
کہا ہو کہ امام صاحب کے نزدیک درست ہو کہ ایک ہاشمی دوسرے کو زکوۃ دے بخلاف امام ابو یوسف کے تو اسمیں صحیح لفظ لا یجوز ہے
چاہیے یعنی امام صاحب کے نزدیک ہاشمی کا دوسرے ہاشمی کو دینا کافی نہوگا کیونکہ امام ابو یوسف تو جواز کے قائل ہیں پھر درست ہونے
کی صورت میں انکے خلاف کے کیا معنی ہونگے اور شارح کے اختصار میں ابہام ہو قالہ الشامی عن الحلبی ولا الی موالیہم ای عتقاء ہم فانہم
اوسے لا اور نہیں جائز زکوۃ دینا بنی ہاشم کے آزاد کیے ہوئے غلاموں کو اور جب آزاد کیے ہوؤں کو نہیں جائز تو غلاموں کو بطریق
اولی نہیں جائز کیونکہ غلام کی ملک مولی کی ہوتی ہو لحدیث مولی القوم منہم بنی ہاشم کے موالی کو زکوۃ دینا جائز نہیں بسبب اس
حدیث شریف کے کہ آزاد کیا ہوا کسی قوم کا وہ انہیں میں سے ہوتا ہو امام اسکو روایت کیا ہو ابو داؤد و ترمذی اور نسائی نے بلفظ مولی
القوم من انفسہم وانا لا تحل لنا الصدقۃ ترمذی نے کہا کہ یہ حدیث حسن صحیح ہو اور یہ حکم صدقہ کی حرمت و حلت کے باب میں ہو
نہ جمیع وجوہ میں کیونکہ مولی اپنے معتق کا کفو نہیں ہوتا اور جب آزاد کیا ہوا کسی مسلمان کا کافر ہو تو جزیہ لیا جاتا ہو اور تغلبی کے
آزاد کیے ہوئے سے دو چند نہیں لیا جاتا کذا فی النہر قال الشامی وہل کانت تحل لسائر الانبیاء خلاف واعتمد فی النہر حلہا لاقرباہم
لا لہم اور باقی انبیاء علی نبینا و علیہم الصلوۃ والسلام کے لیے صدقہ حلال تھا یا نہیں اسمیں خلاف ہو اور نہر میں حلت کو معتمد کیا ہو
اُنکے اقربا کے لیے نہ اُنکے خود کے لیے وجازت التطوعات من الصدقات وغلۃ الاوقاف لہم ای لبنی ہاشم سواء
سماہم الواقف اولا علی ما ہو الحق کما حققہ فی الفتح اور جائز ہو نفل صدقہ اور آمدنی اوقاف کی بنی ہاشم کو برابر ہو کہ وقف کرنیوالے
نے انکا نام لیا ہو یا نہ لیا ہو یہی حق ہو جیسا فتح القدیر میں اسکو تحقیق کیا ہو اور شامی نے کہا کہ بحر میں متعدد کتابوں سے نقل کیا ہو

ف ۱ یعنی ما قرابت بجھتے ہیں اور ابولہب بھی کافر ہے اختیار کر لیا تھا دو بر سے ... کسی قوم کا آزاد کیا ہوا انہیں میں سے ہوتا ہو اور یہ کو صدقہ مسلمان ہیں ۱۲

کہ نفل صدقہ انکو جائز ہی بالاجماع اور ذکر کیا ہی کہ یہی مذہب ہی اور یہ کہ تطوع اور وقف مین فرق نہین ہی جیسا محیط اور کافی مین ہی لیکن زیلعی مین اسکے خلاف ہی یعنے صدقہ نفل انکو بالکل حرام ہی اور فتح مین اسی کی تقویت کی ہی اور کہا ہی کہ حق یہ ہی کہ وقف کو بجاے نفل کے سمجھنا چاہیے اور حلبی نے انکی عبارت طویل نقل کی ہی جسکا حاصل یہ ہی کہ وقف بھی بنی ہاشم کو ممنوع ہی مثل نفل کے اور اس سے معلوم ہوتا ہی سقم کلام شارح کا کیونکہ شارح کے کلام کا مفاد یہ ہی کہ فتح القدیر کا کلام صرف وقف مین ہی اور وقف انکو حلال ہی لیکن حلبی نے جس نسخہ در مختار سے لکھا ہی اُسمین علے ما ہو الحق سے پہلے استدراک زیادہ ہی وقیل لا ساقطا تو اس زیادتی سے البتہ عبارت درست ہو جاتی ہی اور بعض نسخون مین یہ زیادتی مع اسکے والا فح اسے ذمی تک ساقط ہی انتہی ما قال الشامی لکن فی السراج وغیرہ ان سماہم جاز والا فلا قلت وقد حمل محشی الاشباہ کلام الفریقین لیکن سراج وغیرہ مین ہی کہ اگر بنی ہاشم کا نام واقف نے لیا ہی تو جائز ہی نہین تو نہین جائز مین کہتا ہون کہ اشباہ کے محشی یعنے صاحب نہر کے مصنف کے بیٹے شارح بحری نے سراج کی عبارت کو دونون قولون کا محمل ٹھہرایا ہی یعنے جس صورت مین نام لیا ہو تو جائز اور نہ نام لیا ہو تو ناجائز اور وجہ یہ ہو سکتی ہی کہ جس صورت مین نام نہین لیا تو وہ بمنزلہ صدقہ ہوا ہاشمیون کو جائز نہوا اور جب انکا نام لے دیا تو بمنزلہ تبرع اور صلہ ہوا صدقہ نہوا جیسا کہ وقف کیا جماعت اغنیا پر پھر فقرا پر قال الشامی ثم نقل عن صاحب البحر عن المبسوط انہ یحل الصدقۃ لسائر الانبیاء وقیل لم وہو خصوصیۃ لنبینا صلی اللہ علیہ وسلم وقیل لا بل یحل لقرابتہم فہی خصوصیۃ لقرابۃ نبینا اکراما واظہارا لفضیلتہ صلی اللہ علیہ وسلم یعنے پھر محشی مذکور نے بحر الرائق سے اور اسنے مبسوط سے نقل کیا کہ حلال ہی صدقہ باقی انبیا کے لیے اور ایک قول یہ ہی کہ ان کو جائز ہی اور یہ خصوصیت ہی ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے انکو نہین جائز اور ایک قول یہ ہی کہ انبیا کو حلال نہین لیکن انکے اقربا کو حلال ہی تو خصوصیت ہوئی ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اقربا کے لیے بجہت اکرام اور فضیلت حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے یہ اور یہ مسئلہ مکرر ہی سابق انکا مذکور ہو چکا تو اسکا حذف کرنا مناسب ہی قال الشامی ولا تدفع الی ذمی لحدیث معاذ اور نہین جائز دینا زکوٰۃ کا ذمی کو واسطے حدیث معاذ رض کے ہم یعنے وہ حدیث ہی جسکو شارح نے بلفظ خذہا من اغنیاءہم بیان کیا ہی اسلیے کہ اغنیاءہم کی ضمیر مسلمانون کی طرف پھرتی ہی تو فقراءہم کی ضمیر بھی اسی طرف پھرنی چاہیے اور کافر کو نہ دینی چاہیے کذا فی المعراج وجاز دفع غیرہا وغیر العشر والخراج الیہ اے الذمی اور جائز ہی صدقہ دینا سواے زکوٰۃ کے اور سواے عشر اور خراج کے ذمی کو ہم عشر زکوٰۃ کے ساتھ ملحق ہی لیکن خراج ان صدقات مین نہین ہی جنکا ذکر ہی کیونکہ انکا مصرف مصالح عامہ مسلمین ہی جیسا پہلے بیان ہوا اور اسی لیے کنز اور ہدایہ مین اسکا استثنا نہین کیا قال الشامی ولو واجبا کنذر وکفارۃ وفطرۃ خلافا للثانی اگرچہ صدقہ واجب ہو جیسے نذر اور کفارہ اور فطرہ بخلاف قول امام ابو یوسف کے ہم یعنی وہ کہتے ہین کہ کسی صدقہ واجبہ کا دینا ذمی کو جائز نہین اور ہدایہ وغیرہ مین تصریح کی ہی کہ یہ ایک روایت ہی ابو یوسف سے اور اس عبارت کا ظاہر دلالت کرتا ہی کہ قول مشہور امام ابو یوسف کا مثل طرفین کے ہی وبقولہ یفتی حاوی القدسی اور امام ابو یوسف کے قول پر فتوی ہی کذا فی حاوی القدسی ہم لیکن ہدایہ وغیرہ سے معلوم ہوتا ہی کہ قول طرفین کا راجح ہی اور اسی پر متون متفق ہین کذا فی الشامی واما الحربی ولو مستامنا فجمیع الصدقات لا تجوز لہ اتفاقا بحر عن الغایۃ وغیرہا لیکن حربی اگرچہ مستامن ہوا اسکو کوئی صدقہ دینا جائز نہین بالاتفاق کذا فی البحر عن الغایۃ وغیرہا لکن جزم الزیلعی بجواز التطوع لہ لیکن زیلعی نے جزم کیا ہی کہ نفل صدقہ حربی کو دینا

جائز ہو ہم نے شامی مین کو پہچانا نہر کی عبارت سے معلوم ہوتا ہی پھر شامی نے ذکر کیا کہ اسکو مین نے زیلعی مین نہین دیکھا اور ابیاری
ابو السعود وغیرہ نے کہا ہی حضرت الشارح کے قول سے کہ خلاف ہی لیکن محیط کی کتاب الکسب مین ہی کہ سیر کبیر مین امام محمد نے
ذکر کیا ہی کہ کچھ مضائقہ نہین کہ مسلمان کافر حربی کو یا ذمی کو کچھ دے یا اسکا ہدیہ قبول کرے اسلئے کہ روایت ہی کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم
سے منقول ہی کہ آپ نے پانسو دینار تحفہ مکہ کو روانہ کئے جبکہ قحط پڑا اور حکم دیا کہ صفوان بن امیہ اور ابو سفیان کو دیدین کہ وے فقرا سے
اہل مکہ پر تقسیم کردین اور یہ اسوجہ سے کہ صلہ رحم ہر دین مین پسندیدہ ہی اور ہدیہ بھیجنا مکارم اخلاق سے ہی انتہی قال الشامی
وفیہ تحریر لمن یطالعہ منصفا فبان انہ عبدہ او مکاتبہ اور اگر تحری کرکے دیا پھر ظاہر ہوا کہ اسکا غلام یا مکاتب ہی یا اسی طرح کسی شخص کو
کہ اپنے گمان مین مصرف جانکر دیا تھا پھر ظاہر ہوا کہ حربی کا غلام ہی یا اسکا مکاتب ہی یا حربی ہی اگرچہ مستامن ہو تو پھر دوبارہ دے
اسوجہ سے کہ سابق مذکور ہوئی ہم عبد کی صورت مین تو اپنی ملک سے خارج نہین ہوا اور مکاتب کی صورت مین اسلئے کہ اسکا
حق مکاتب کی کمائی مین لگا ہی تو پوری تملیک نہوئی اور حربی محل زکوۃ ہی نہین لیکن حربی کے دینے مین ایک روایت ہی کہ
دوبارہ نہ دے کذا فی الشامی وان بان غناہ او کونہ ذمیا او انہ ابوہ او ابنہ او امراتہ او ہاشمی لا یعید اور اگر ظاہر ہوا کہ
جسکو دیا تھا وہ غنی ہی یا ذمی ہی یا اسکی بی بی ہی یا اسکا خود باپ ہی یا بیٹا ہی یا ہاشمی ہی تو اعادہ لازم نہین لانہ اتی بما فی وسعہ
اسلئے کہ وہ کرچکا جسقدر اس سے ہوسکتا تھا یعنی تملیک کردی جو اسکی وسعت مین تھی یہ بات کہ اندھیرے مین یہ پوچھے کہ تو
کون ہی اور نسب اسکا دریافت کرے اسکا مکلف نہین لیکن حربی کیطرف سے دلیل پر شبہہ پڑتا ہی کیونکہ حربی مین تملیک جو رکن
تھی پوری ہوجاتی ہی پس اس تعلیل سے وہ روایت جو حربی کے دینے کے بعد اعادہ لازم نہین آتا تائید پاتی ہی کذا فی الشامی حتی
لو دفع بلا تحر لم یجز ان اخطا یہانتک کہ اگر بدون تحری کے دیا تو نہین جائز ہی اگر خطا ظاہر ہو وکرہ اعطاء فقیر نصابا او اکثر اور
مکروہ ہی دینا ایک فقیر کو مقدار نصاب یا زیادہ ہم اور ایک روایت ابو یوسف سے ہی کہ قدر نصاب دینا مضائقہ نہین لیکن زیادہ
مکروہ ہی اسلئے کہ فقیر ہونے کی جہت سے فی الحال ایک جزو نصاب کا محتاج ہی اور باقی رہا جو النصاب سے کم ہی کذا فی
الشامی الا اذا کان المدفوع الیہ مدیونا او کان صاحب عیال بحیث لو فرقہ علیہم لا یخص کلا او لا یفضل بعد دینہ
نصاب فلا یکرہ فتح مگر جبکہ ہو وہ شخص جسکو زکوۃ دی ہی مدیون یا عیالدار اسطرح کہ اگر تمام عیال پر زکوۃ تقسیم کیا جاوے تو ہر ایک
کے بانٹے نصاب نہ آوے یا دین کے ادا کے بعد قدر نصاب باقی نہ رہے تو مکروہ نہین کذا فی الفتح ہم بحیث لو فرقہ صاحب عیال
سے علاقہ رکھتا ہی اور لا یفضل مدیون سے پس اسمین لف و نشر غیر مرتب ہی اور وجہ تقسیم عیال کی یہ ہی کہ حقیقت مین وہ صدقہ عیال
ہی پر ہی جنپر وہ خرچ کریگا کذا فی الشامی عن المعراج وکرہ نقلہا الا الی قرابۃ اور مکروہ ہی زکوۃ کا نقل کرنا ایک شہر سے دوسرے
شہر کی طرف بھیجنا مگر اپنے اقربا کی طرف ہم کیونکہ اسمین رعایت قرابت کی ہی تو یہی اولی ہی زیلعی اور اس سے متبادر یہ ہی کہ
کراہت تنزیہی ہی پس اگر نقل کرے تو جائز ہی کذا فی الدر اور زکوۃ مین معتبر وہ جگہ ہی جس جگہ مال ہو سب روایات مین کذا فی
الشامی بل فی الظہیریۃ لا تقبل صدقۃ الرجل وقرابتہ محاویج حتی یبدا بہم بلکہ ظہیریہ مین ہی کہ نہین مقبول ہوتا صدقہ اس شخص کا
کہ قرابتی اسکے محتاج ہون یہانتک کہ شروع انہین سے کرے ہم عدم قبولیت سے مراد نہ ملنا ثواب کا ہی اگرچہ فرض ساقط
ہوتا ہی قہستانی مین ہی کہ افضل بھائی اور بہن ہین پھر انکی اولاد پھر چچا اور پھوپھی پھر ماموں اور خالہ پھر ذوی الارحام

پھر یہی پھر اسکے کو بھو اسطے پور شہر واسطے او احوج او اصلح او اورع او انفع للمسلمین او من دار الحرب الی دار الاسلام
اور نقل کرنا کہ وہ نہیں حاجت بادہ احتیاج واسطے یا [...] یا زیادہ پرہیزگار کے یا اس شخص کے جو مسلمانوں کو نفع پہنچاوے
یا دار الحرب سے دار الاسلام کی طرف ہو کیونکہ دار الاسلام کے فقراء مسلمان دار الحرب کے فقراء سے افضل ہیں کذا فی البحر
میں کہتا ہوں کہ مسلمان قیدیوں کو [...] کرنا چاہیے جبکہ ان لوگوں کے [...] میں اعانت ہو [...] اسکے کذا قال الشامی
او الی طالب علم وفی المعراج التصدق علی العالم الفقیر افضل او الی الزهاد او کانت معجلۃ قبل تمام الحول فلا یکرہ
فلا یکرہ اور مکروہ نہیں نقل کرنا زکوٰۃ طرف طالب علم کے اور معراج میں ہے کہ صدقہ کرنا عالم فقیر پر افضل ہے زاہد فقیر سے اور
مکروہ نہیں نقل طرف زاہدوں کے یا [...] قبل سال تمام ہونے کے تو نقل کرنا مکروہ نہیں [...] ولا تدفع الی
صرفہا لاہل البدع کالکرامیۃ اور نہیں جائز ہے صرف کرنا اہل بدعت پر جیسے کرامیہ [...] نہیں جائز
صرف کرنا کرامیہ [...] پس مراد [...] ایک مشبہ فرقہ ہے منسوب ہے عبداللہ
بن محمد بن کرام کی طرف وہ قائل ہے کہ حق تعالیٰ عرش پر مستقر ہے اور [...] اطلاق [...] المشبہۃ
مشبہہ سے ذات اللہ تعالیٰ ولذا المشبہۃ فی الصفات فی المختار [...] تعالیٰ کی ذات میں
اور یہی حکم ہے اس فرقہ کا جو صفات میں تشبیہ کے قائل ہیں مذہب مختار میں [...] وہ فرقہ ہے کہ تمام حوادث کا [...] تعالیٰ کی ذات
کے ساتھ جائز رکھتے ہیں تو [...] صفات کو حادث کہتے ہیں جیسے اور حوادث کے صفات ہیں کذا فی الطحطاوی لان [...]
المعرفۃ من جہۃ الصفات [...] من جہۃ الذات فحکم التشبیہ واحد [...] معرفت حق [...]
صفات میں [...] والا صفات کا [...] کیا گیا ہے اسکے ساتھ [...] کردی معرفت ذات کی تشبیہ ذات اور
تشبیہ صفات ایک حکم رکھتے ہیں کذا فی مجمع الفتاوی وکذا لا یجوز دفع زکوٰۃ الزانی لولدہ منہ ای من الزنا ولذا ای لعدم
نفاہ احتیاطا جیسا نہیں جائز ہے زانی کو زکوٰۃ دینا اپنے بیٹے کو جو زنا سے ہو اور ایسے ہی اسکو جسکو نفی کر چکا ہو خواہ ام ولد
کا لڑکا ہو جسکو نفی کیا یا لاعنہ کا لڑکا کا نفی کیا ہوا ہو اور یہ عدم جواز براہ احتیاط ہے الا اذا کان الولد من ذات زوج معروف
فصولین کہ اس صورت میں کہ لڑکا ہو ایسی عورت کا جسکے خاوند کو لوگ جانتے ہیں کذا فی جامع الفصولین [...] میں اسکی
وجہ یہ لکھی ہے کہ چونکہ نسب ناکح سے ثابت ہوتا ہے تو یہ شرعاً بیٹا ناکح کا ہوا اور [...] اسکے خلاف ایک روایت شامی سے
نقل کی ہے والکل فی الاشباہ اور سب فروع لا یجوز صرفہا لاہل البدع سے یہاں تک اشباہ میں مذکور ہیں ولا یحل ان
یسال شیئا من القوت من لہ قوت یومہ بالفعل او بالقوۃ کالصحیح المکتسب اور نہیں حلال کہ مانگے کچھ قوت وہ شخص کہ
اسکے پاس اس روز کا قوت موجود ہو بالفعل یا بالقوہ موجود ہو مثلاً تندرست کہ کمائی پر قادر ہو وہم شیئا من القوت اسلیے کہا
کہ اگر حاجت کی چیز جیسے کپڑا وغیرہ سوال کرے تو جائز ہے قالہ الشامی ویاثم معطیہ ان علم بحالہ لاعانتہ علی المحرم اور گنہگار ہوگا اسکو
دینے والا اگر اسکا حال جانتا ہو کیونکہ حرام چیز پر اعانت کرتا ہے اکمل نے شرح مشارق میں کہا ہے کہ اس جیسے شخص کو دینا اگرچہ
از روئے قیاس گناہ معلوم ہوتا ہے لیکن اگر اسکو ہبہ کہیں تو گنہگار نہ ہوگا مقدسی نے اپنی شرح میں کہا کہ ظاہر یہ ہے کہ مراد علماء کی اس
سے یہ ہے کہ اس جیسے شخص کو دینا آمادہ کرتا ہے سوال پر اس پیشہ سے اور نہ دینے سے ہوسکتا ہے کہ ایسی باتوں سے توبہ کرے

کذا فی الشامی ولو سأل للکسوۃ او لاشتغالہ عن الکسب بالجہاد او طلب العلم جاز لو محتاجا اور اگر سوال کیا کپڑے کے لیے یا قوت کا سوال
کیا یا اس جہت سے کہ جہاد میں یا طلب علم میں مشغول ہونے سے کمائی نہیں کرسکتا تو جائز ہے اگر محتاج ہو ہم نے اگرچہ قوی اور کسب پر
قادر ہو ذکرہ فی البحر فرع فی مسائل تحفۃ شاہ کے یندب دفع ما یغنیہ یومہ عن السؤال مستحب ہے اسقدر دینا کہ اس روز اسکو سوال کی ضرورت
نہ ہو واعتبار حالہ من حاجۃ وعیال اور معتبر ہے سوال میں قدر کفایت کا حاجت سے اور عیال سے ہم مستحسن یہ ہے کہ فقیر کا حال معلوم کیا جاوے
باعتبار عیال کے اور حاجات ضروریہ کے مثل دوا اور تیل اور کپڑے اور گھر کا کرایہ وغیرہ کذا فی فتح القدیر والمعتبر فی الزکوۃ فقراء مکان المال
اور معتبر زکوۃ میں وہاں کے فقیر ہیں جہاں مال ہو ہم نے اگرچہ مال والا دوسرے شہر میں ہو لیکن زکوۃ اس شہر کے فقیروں کو دی جاوے
جہاں مال ہو قالہ ابن کمال یہی صحیح روایات میں ہی ہو کذا فی البحر وفی الوصیۃ مکان الموصی اور وصیت میں معتبر ہے مکان وصیت کرنیوالیکا
ہم ایسا ہی جوہرہ میں منقول ہو فتاوی سے لیکن شرح وہبانیہ کے وصایا میں خلاصہ سے منقول ہو کہ وصیت کیا کہ میرا ثلث مال فقراء بلخ پر
تصدق کیا جاوے تو افضل یہی ہو کہ انھیں پر صرف کریں اور اگر اوروں کو دیدیں تب بھی جائز ہو اور یہ قول ابو یوسف کا ہے اور اسی پر فتوی ہے
اور امام محمد کہتے ہیں کہ نہیں جائز ہو کذا فی الشامی وفی الفطرۃ مکان المؤدی عند محمد وہو الاصح لان رؤسہم تبع لراسہ اور فطرہ میں مکان ادا
کرنے والے کا یعنی نہ مکان ان لوگوں کا جنکی طرف سے ادا کرتا ہے امام محمد کے نزدیک اور یہی اصح ہے اسلیے کہ جن لوگوں کی طرف سے دیتا ہے
وہ ادا کرنیوالے کے تابع ہیں ہم بلکہ نہایہ اور عنایہ میں کہا ہے کہ یہی ظاہر الروایۃ ہے جیسا شرنبلالیہ میں ہے اور یہی مذہب ہے جیسا بحر میں ہے کذا فی
الشامی وفی الزکوۃ اعطی صبیان اقاربہ برسم عید او اعطی مبشرا او مہدی الباکورۃ جاز زکوۃ دی اپنے اقارب کے لڑکوں کو پہلے مثلا عید کی نظر
سے یا خوشخبری سنانے والے کو یا اس شخص کو جو نیا پھل دیا لایا تو جائز ہے الا اذا نص علی التعویض اگر جبکہ تصریح کردی معاوضہ کی تو جائز
نہ ہوگی ولو دفعہا لاختہ ولہا علی زوجہا مہر یبلغ نصابا وہو ملئ مقر ولو طلبت لم یمتنع عن الاداء لا یجوز والا جاز اور اگر دے زکوۃ اپنی بہن کو اور
اسکے خاوند کے ذمہ مہر ہے جو نصاب کو پہونچتا ہے اور وہ شخص تونگر ہے کہ عورت کے طلب کرنے پر انکار نکرے تو اسکا زکوۃ دینا جائز
نہیں اور جو ایسا حال نہو تو جائز ہے اور یہ مسئلہ پہلے گذرچکا ہے ولو دفعہا المعلم لخلیفتہ ان کان بحیث یعمل لہ لو لم یعطہ صح والا لا اور اگر دی
زکوۃ معلم نے اپنے خلیفہ کو اگر وہ اسطرح کام کرتا ہے کہ اگر معلم نہ دیتا تب بھی اسکا کام کرتا تو درست ہے ورنہ نہیں درست ہم اسلیے کہ وہ یا ہو انہا
عوض کے ہوجاتا ہے اور ایسا ہی یہ خوشخبری کہ انعام نیا پھل لانے والے کا ایسا ہی تو وہاں بھی نیت کا اعتبار چاہیے قالہ الشامی ولو وضعہا
علی کفہ فانتہبہا الفقراء جاز اور اگر رکھا زکوۃ کو اپنے ہاتھ پر اور لوٹ لیا اسکو فقیروں نے تو جائز ہے ہم اور یہ فقراء کی تملیک ہوئی اور زکوۃ کی نیت
پہلے سے نکالتے وقت ہوچکی تھی اور یہی حکم ہے جبکہ نیت پہلے سے نہو اور لوٹنے کے بعد نیت کرے اور مال فقیروں کے پاس موجود ہو
قالہ الشامی ولو سقط مال فرفعہ فقیر فرضی بہ جاز ان کان یعرفہ والمال قائم خلاصہ اور اگر مال ہاتھ سے گرگیا اور فقیر نے اسکو اٹھالیا پھر
مالک راضی ہوگیا تو جائز ہے اگر اسکو پہچانتا ہے اور مال بھی قائم ہے کذا فی الخلاصہ ہم پہچاننے کی قید اسواسطے لگائی تاکہ تملیک مجہول شخص
کی نہو کیونکہ جب اسکو نہ پہچانتا تھا اسطرح کہ مالک جب مال کے پاس آیا تو مال کو نہ پایا اور کسی شخص نے اسکو کہا کہ فقیر اسکو اٹھالے گیا جسکو
مالک نہیں پہچانتا تھا اور مالک راضی ہوگیا تو درست نہوگا کیونکہ یہ اباحت ہوئی اور زکوۃ میں تملیک شرط ہے اور مال کے قائم ہونے کی
اسواسطے شرط لگائی کہ اگر مالک بعد ہلاک ہونے مال کے راضی ہوا تو نیت صحیح نہوگی جان لو کہ صدقہ دینا مستحب ہے جو فاضل ہو اپنی قدر
کفایت اور اپنے عیال کی قدر کفایت سے اور اگر اسطرح صدقہ دے کہ حقداروں کے حق میں کوتاہی ہو تو گنہگار ہوگا اور جو شخص

اگر عید میں اقارب کو کچھ دیا زکوۃ کی نیت سے جائز ہے ۱۲

کہ تنگی پر صبر نہ کرسکے اسکو اپنا نفقہ قدر کفایت تامہ سے کم کرنا مکروہ ہی کذا فی شرح درر البحار اور تاتارخانیہ مین محیط سے منقول ہو
کہ جو شخص نفل صدقہ دے تو افضل یہ ہی کہ جمیع مومنین و مومنات کی نیت کرے کیونکہ انکو ثواب پہونچیگا اور اُسکے اجر مین سے
کچھ کم نہوگا واللہ اعلم

باب صدقۃ الفطر

یہ باب ہی صدقۂ فطر کے احکام مین اسکی مناسبت زکوٰۃ سے یہ ہی کہ دونون وظیفہ مالیہ ہین اور مبسوط مین بعد صوم کے بیان کیا ہی کیونکہ صوم کے بعد صدقۂ فطر ہوتا ہی اور فطر سے مراد فطر کا دن ہی نہ لغوی معنی کیونکہ اسطرح تو ہر شام کو رمضان مین افطار ہوتا ہی اور اسکو صدقہ اس جہت سے کہتے ہین کہ دینے والے کا صدق اور اخلاص ظاہر کرتا ہی کذا فی المعراج من اضافۃ الحکم لشرطہ اضافت صدقہ کی فطر کی طرف اضافت حکم کی ہی شرط کیطرف حکم سے مراد وجوب صدقہ ہی اسلیے کہ حکم شرعی وجوب ہی تو یہان حذف مضاف کا ہی اور وجوب سے مراد وجوب الادا ہی اسواسطے کہ وجوب الادا کی شرط فطر ہی نہ نفس وجوب کی کیونکہ وجوب کا سبب راس ہی جسکی وہ مؤنت کرے اور ولایت رکھے قالہ الحلبی والفطر لفظ اسلامی والفطرۃ مولدۃ بل قیل لحن اور فطر اصطلاح اسلام والون کی ہی اور فطرہ ساختہ ہی بلکہ کہتے ہین کہ غلط ہی مگر ظاہر یہ ہی کہ شارح کی مراد یہ ہی کہ لفظ فطر جو مضاف الیہ صدقہ کا ہی اور نام روز مخصوص کا ہی یہ لفظ شرعی ہی یعنے اطلاق اُسکا اس خاص روز پر اصطلاح شرعی ہی کیونکہ فطر جو ضد صوم کی ہی لغوی ہی شرع سے پہلے مستعمل ہی یا مراد آپکی لفظ فطرہ کا ہی یعنی فطرہ کہ جس سے صدقہ مراد ہو لغوی نہین اسلیے کہ اہل لغت اسکو نہین لائے وہ جو قاموس مین مذکور ہی کہ فطرہ بالکسر صدقۃ الفطر تو قاموس کے اغلاط مین شمار کیا گیا ہی اور نووی نے تحریر مین کہا ہی کہ اسم مولد ہی اور شاید ماخوذ ہی فطرۃ سے جو بمعنی خلقت کے ہی یعنی گویا کہ یہ زکوٰۃ ہی بدن کی قال الشامی وامر بہا فی السنۃ التی فرض فیہا رمضان قبل الزکوۃ اور حکم کیا گیا ہی ادا سے صدقۂ فطر کا جس برس کہ رمضان فرض ہوا زکوٰۃ سے پہلے دو روز سے رمضان کے فرض ہوے شعبان مین بعد تحویل قبلہ کے کعبہ کی طرف اور حکم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا صدقۂ فطر کے لیے عید سے دو روز پہلے ہوا اور یہ زکوٰۃ کی فرضیت سے پہلے ہی ہی صح اہ قالہ الشامی وکان علیہ السلام یخطب قبل الفطر بیومین یامر باخراجہا ذکرہ الشمنی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ پڑھتے تھے عید سے دو روز پہلے حکم فرماتے صدقہ نکالنے کا ذکر کیا اسکو شمنی نے ہم عبد الرزاق نے سند صحیح سے تخریج کیا ہی عبد اللہ بن ثعلبہ سے کہ خطبہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یوم الفطر سے ایک روز یا دو روز پہلے پھر فرمایا کہ ادا کرو ایک صاع گیہون دو آدمیون مین یا ایک صاع کھجور یا جو ہر شخص کی طرف سے آزاد ہو یا غلام چھوٹا ہو یا بڑا کذا فی الفتح تجب وحدیث فرض رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم زکوٰۃ الفطر معناہ قدر للاجماع علی ان منکرہا لا یکفر واجب ہی صدقۃ الفطر اور وہ حدیث جسمین مذکور ہی کہ فرض کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے زکوٰۃ فطر کو اسکے معنی یہ ہین کہ مقرر کیا اسوجہ سے کہ اجماع ہی اس بات پر کہ منکر اسکا کافر نہین ہی ہم امام شافعی کے نزدیک صدقۃ الفطر فرض ہی انکا استدلال حدیث مذکور ہی شارح نے استدلال کے جواب کیطرف اشارہ کیا موسعا فی العمر عند اصحابنا وہو الصحیح بحر عن البدائع معللا بان الامر بادائہا مطلق کالزکوۃ علی قول کما مر واجب ہی صدقۃ الفطر اسطرح کہ مدۃ العمر مین ادا کی گنجائش ہی ہمارے تینون اماموں کے نزدیک یہی صحیح ہی ذکر کیا اسکو بحر مین بدائع سے اور وجہ یہ بیان کی کہ امر صدقۃ الفطر کی ادا مین مطلق ہی یعنے وقت کی قید نہین سو مدۃ العمر مین جب ادا کریگا تو ادا ہی ہوگا قضا نہوگا ہان البتہ عیدگاہ مین جانے سے پہلے ادا کرنا مستحب ہی کذا فی البدائع مانند زکوٰۃ کے کہ اُسکا وجوب بھی موسع ہی ایک قول پر جیسا پہلے گذر چکا ولو مات فاداہا وارثہ جاز اور اگر مرگیا پھر اُسکے وارث نے

صدقۃ الفطر اسکی طرف سے ادا کیا تو جائز ہو گا جوہرہ نیرہ میں ہو کہ جس شخص کے ذمہ زکوٰۃ یا صدقۃ الفطر یا کفارہ یا نذر ہو پھر وہ مر جاوے تو اسکے ترکے سے نلیا جاوے مگر یہ کہ وارث تبرع کریں اور وارث اہل تبرع کے بھی ہوں اور جبر نکیا جاوے اُنپر اور اگر وہ وصیت کر کے مرا تو ثلث میں وصیت جاری ہوگی قال الشامی وقیل مضیقا فے یوم الفطر عینا اور کہا گیا ہو کہ ادا اُسکا مقید ہو خاص عید کے روز میں یہ قول حسن بن زیاد کا ہو کہ ادا کرنا اُسکا یوم الفطر میں ہو اول سے آخر تک اگر اُسکو نہ ادا کیا کہ عید کا دن گذر گیا تو ساقط ہو جاویگا مثل قربانی کے کذا فی البدائع وشروح الہدایہ وغیرہا اور ابن ہمام نے اپنی تحریر میں ترجیح دی ہو کہ یہ مطلق نہیں ہو بلکہ مقید بالوقت ہو کیونکہ حضرت نے فرمایا اغنوہم فے ہذا الیوم عن المسالۃ تو بعد اس روز کے قضا ہو گا اور ابن نجیم نے بھی اسیکا اتباع کیا ہو بحر میں لیکن اُسنے اپنی شرح میں جو منار پر ہو کہا ہو کہ یہ ترجیح مقابل صحیح کے ہو میں کہتا ہوں کہ یہ تیسرا قول ہو مذہب سے خارج اسواسطے کہ عید کا دن گذرنے کے بعد صدقہ کا قضا واقع ہونا منافی اس قول کے ہو کہ عید کا دن گذرنے سے ساقط ہو جاتا ہو اور علامہ مقدسی نے اسکو رد کیا ہو کہ حضرت کے وقت میں صحابہ صدقۃ الفطر پیشگی دیدیا کرتے تھے اور یہ بات حضرت کی اجازت سے تھی جیسا خود ابن ہمام نے کہا ہو تو اس سے صاف ظاہر ہو کہ مقید بیوم الفطر نتھا اسواسطے کہ اگر خاص اُس روز کے ساتھ مقید تھا تو اُس سے پہلے ادا نہوتا مثل قربانی اور نماز روزہ کے اور امر اغنوہم الخ محمول ہو استحباب پر کذا فی الشامی فبعدہ یکون قضاء واختارہ الکمال فے تحریرہ ورجحہ فے تنویر البصائر پس بعد یوم العید کے ہو دیگا قضا اور اسکو اختیار کیا ہو کمال نے اپنی تحریر میں اور ترجیح دی اسکو تنویر البصائر میں ہم پہلے معلوم ہو چکا کہ معین کرنا عید کے دن کا ایک تیسرا قول ہو کہ سوا ابن ہمام کے کسی اور نے نہیں کہا اور اسمین جو کچھ ہو وہ بھی واضح ہو چکا اسصورت میں اس تفریع میں نظر ہو قال الشامی علی کل حر مسلم ولو صغیرا او مجنونا واجب ہو صدقۃ الفطر ہر آزاد مسلمان پر اگرچہ صغیر یا مجنون ہو ہم حر کے لفظ سے معلوم ہوا کہ غلام پر لازم نہیں اور مسلمان کی قید سے معلوم ہوا کہ کافر کے ذمہ نہیں اگرچہ اُسکا غلام یا بیٹا مسلمان ہو کذا فے البحر اور بعض نسخوں میں ومجنونا واو کے ساتھ واقع ہو اور یہ اُس صورت میں ہو کہ اُن دونوں یعنے صغیر اور مجنون کے پاس مال ہو بدائع میں کہا ہو کہ عقل اور بلوغ وجوب کی شرائط میں نہیں ہی امام ابو حنیفہ اور ابو یوسف کے نزدیک یہانتک کہ اگر مجنون وصغیر کے پاس مال ہو تو انکا ولی صدقہ نکالے اُنکے مال میں سے اور امام محمد اور امام زفر کہتے ہیں کہ نہیں واجب ہو پس اگر ولی صدقہ اُنکے مال میں سے دیگا تو ضامن ہو گا قال الشامی حتے لو لم یخرجہا ولیہا وجب الاداء بعد البلوغ یہانتک کہ اگر نہ نکالے صدقۃ الفطر مجنون اور صغیر کا ولی تو بعد بلوغ کے اور بعد افاقہ کے ادا واجب ہوگا ذی نصاب فاضل عن حاجتہ الاصلیہ کدینہ وحوائج عیالہ وان لم ینم کما مر یعنے صدقۃ الفطر واجب ہو ہر آزاد مسلمان پر کہ نصاب والا ہو اور وہ نصاب زیادہ ہو اُسکی حاجت اصلی سے جیسا دین اور زیادہ ہو عیال کی حاجت سے اگرچہ نصاب نامی نہو جیسا پہلے گذر چکا وبہ ہذا النصاب تحرم الصدقۃ کما مر وتجب الاضحیۃ ونفقۃ المحارم علی الراجح اور اسی نصاب کی جہت سے حرام ہوتا ہو صدقہ واجبہ جیسا گذر چکا اور واجب ہوتی ہو قربانی اور نفقہ محارم کا بنا بر قول راجح کے ہم یعنے انکو جو فقیر ہوں اور کسب سے عاجز ہوں یا عورتیں فقیر ہوں اور محارم کی قید ہو ماں باپ کے نکالنے کو کیونکہ ماں باپ جب فقیر ہوں تو مختار یہ ہو کہ انکو اپنے نفقہ میں شامل رکھے اگر کسب کرتا ہو وانما لم یشترط النمو لان وجوبہا بقدرۃ ممکنۃ اور نمو کی شرط جو نہیں لگائی سو اسی جہت سے کہ وجوب صدقۃ الفطر کا قدرت ممکنہ کی جہت سے ہی ہی یا یجب بمجرد التمکن من الفعل فلا یشترط بقاءہا لبقاء الوجوب لانہا شرط محض قدرت ممکنہ کاف مشدد کے کسرہ سے وہ ہی جو واجب ہو نفور قدرت کے فعل پر پس نہیں شرط باقی رہنا اس قدرت کا وجوب کے باقی رہنے کیواسطے اسلیے کہ وہ صرف شرط ہو ہم واضح ہو کہ قدرت جس سے آدمی مامور بہ ادا کرسکے

دو قسم ہی ایک وہ کہ تونگری اُسکے ساتھ معتبر ہو اُسکو قدرت مطلق اور قدرت ممکنہ یعنی قادر کرنیوالی کہتے ہین کیونکہ اُسکی جہت سے آدمی
اوسکے مامور بہ پر قادر ہوجاتا ہی جیسے نصاب صدقۃ فطر کی قدرت ممکنہ ہی اور زاد اور راحلہ حج کی اور اگر قدرت کے ساتھ تونگری بھی
معتبر ہو تو وہ قدرت میسرہ یعنی آسان کرنیوالی اور قدرت کامل کہلاتی ہی جیسے نصاب نامی ہی کذا فی الطحطاوی اس سے معلوم ہوا کہ شارح
نے جو تعریف کی ہی وہ خود قدرت کی نہین بلکہ اُس واجب کی ہی جو قدرت مذکور پر مشروط ہو اور بقا سے قدرت ممکنہ کے مشروط نہونے
سے یہ نکلا کہ اگر نصاب عید فطر کی صبح کے بعد جاتی رہیگی تو صدقہ فطر ساقط نہو گا چنانچہ آگے آویگا لا الخ بقدرۃ میسرۃ ہی بالجر بدل من تعمیم
الیسر فقہ بقدرت میسرہ کی قید لگائی ہی تاکہ جو قدرت میسرہ کے ساتھ شروع ہوا وہ خارج ہوجاوے اور جو قدرت ممکنہ سے واجب ہو بعد قدرت کے موجود
کے وہ صفت کے ساتھ بدل دیا ہو اُسکو دشواری سے آسانی کیطرف ہم اس تعریف میں بھی وہی خلل ہی جو قدرت ممکنہ کی تعریف میں
گذرا وہ حاصل یہ کہ قدرت ممکنہ ہر کام کی شرط ہی لیکن ادائے فعل کی شرط محض ہوتی ہے اسمین کوئی علت کے معنی نہین پس اسکا بقا بھی
شرط نہین یعنی بقا اوسکے واجب ہونیکے لیے کیونکہ بقا سے ہر چیز کا وجود ہوتی ہی شرط کو کچھ لازم نہین کہ بقا کی شرط ہی ہو جیسے نکاح میں گواہ کہ
شرط ہین انعقاد نکاح میں نہ بقا نکاح میں بخلاف میسرہ کے اسواسطے کہ وہ ایسی شرط ہی کہ اسمین علت کے معنی ہین کیونکہ اُسنے
فعل واجب کی صفت کو دشواری سے سہولت کے ساتھ بدل دیا پس ہو گا بقا فعل واجب کا اُسکے وجود پر موقوف کیونکہ جب صفت
دشواری سہولت سے بدل گئی اُسکو بصفت میسرہ واجب کیا پس اس طرح کی قدرت کا دوام شرط ہی باعتبار معنی علت کے کیونکہ حکم نہین
باقی رہ سکتا بدون اُسکے کذا فی الشامی مختصرا فیشترط بقاؤہا لانہا شرط فی معنی العلۃ پس شرط لگایا گیا ہی بقا سے قدرت میسرہ کا کیونکہ یہ شرط
علت کے معنی میں ہی اور حکم اپنی علت کے ساتھ ہوتا ہی وجود اور عدم میں کذا فی الطحطاوی وقد حررناہ فیما علقناہ علی المنار اور ہمنے اسکو منقح بیان کیا
ہی منار کی تعلیقات میں فرع علیہ فلا تسقط الفطرۃ ولذا الحج بہلاک المال بعد الوجوب پھر تفریع کیا مصنف نے اس پر جو بیان میں گزرا
ہو یعنی قدرت ممکنہ اور میسرہ پر پس نہین ساقط ہوتا فطرہ اور ایسا ہی حج مال کے ہلاک ہوجانے سے واجب ہونے کے بعد کیونکہ ان دونون
مین قدرت ممکنہ معتبر ہی کما قال الشامی کما لا یبطل النکاح بموت الشہود جیسا نہین باطل ہوتا نکاح گواہون کے مرنے سے بخلاف الزکوٰۃ
والعشر والخراج لاشتراط بقاء المیسرۃ بخلاف زکوٰۃ اور عشر اور خراج کے یعنی خراج مقاسمہ اسواسطے کہ قدرت میسرہ کی بقا شرط ہی یعنی مالک
یعنی اگر مال برس گذرنے کے بعد ہلاک ہوجاوے ادا کی قدرت اُسکو ہوئی ہو یا نہوئی ہو تو زکوٰۃ ساقط ہوجاتی ہی بخلاف استہلاک کے کیونکہ
اس صورت مین تقدیرا قدرت باقی ہی کہ اسمین زجر ہی تعدی سے اور فقیرون کا بھی لحاظ ہی عن نفسہ متعلق بیجب وان لم یصم لعذر عن نفسہ متعلق
ہی یجب کے یعنی صدقۃ الفطر واجب ہی اپنے نفس کیطرف سے اگرچہ کسی عذر سے روزہ نہ رکھا ہو ہم بیان فطرہ کے سبب کا اور اصل اسمین خود
اُسکا نفس ہی اور آدمی بیشک اپنا بوجھ آپ اُٹھائے ہوے ہی اور اپنے نفس کا آپ متولی ہی تو اُسی کے مضمون مین ہی وہ جو اُسکے ساتھ ملحق ہی یعنی
اُسکے توابع جنکی مؤنت اُسکے ذمہ ہی اور روزہ مین عذر کی قید اتفاقی ہی اگر بلا عذر بھی کوئی شخص افطار کرے تب بھی یہی حکم ہی کیونکہ فطرہ کے ادا
مین یہ شرط مذکور نہین قالہ الشامی وطفلہ الفقیر والکبیر المجنون اور اپنے چھوٹے لڑکے محتاج کیطرف سے اور بڑے مجنون کی طرف سے یعنی
جو کہ فقیر ہو کیونکہ غنی کا صدقہ اُسکے مال میں سے ہوگا امام ابو حنیفہ اور امام ابو یوسف کے نزدیک جیسا پہلے گذر چکا اور طفل کے لفظ سے معلوم ہوا
کہ جنین کیطرف سے صدقۃ الفطر لازم نہین اور طفل لڑکے اور لڑکی دونون کو شامل ہی کذا فی المغرب قال الشامی ولو تعدد الآباء فعلی کل فطرۃ
اور اگر باپ متعدد ہون تو ہر ایک پر فطرہ لازم ہوگا صورت اسکی یہ ہی کہ کسی لقیط پر دو آدمی دعوے کرین کہ یہ میرا بیٹا ہی یا مشترک باندی کے

بیٹے پر دونوں مالکوں نے دعوی کیا قال الشامی ولو زوج طفلتہ الصالحۃ لخدمۃ الزوج فلا فطرۃ اور اگر نکاح کر دیا اپنی لڑکی کا کہ زوج کی خدمت
کر سکتی ہو پس فطرہ لازم نہیں آتا ہم نہ خاوند پر لازم آویگا جیسا آگے مذکور ہوگا اور نہ باپ پر کہ زوج کو تسلیم کر چکا خلاصہ میں ہو سپرد اگر اپنے خاوند
کو سپرد کی گئی ہو تو اسکے باپ پر فطرہ نہیں ہو کیونکہ اسکی مؤنت اسکے ذمہ نہیں رہی اس سے معلوم ہوا کہ مسئلہ میں دو قیدیں ہیں خدمت کی
صلاحیت اور خاوند کی سپردگی قال الشامی والجد کالاب عند فقدہ کما اختارہ فی الاختیار اور دادا باپ کے مثل ہو باپ کے نہونے جیسا اختیار
میں اسکو اختیار کیا ہو یہ حسن کی روایت ہو اور ظاہر الروایت کے خلاف ہو کہ دادا باپ کے حکم میں ہو گرچہ مسائل میں انہیں سے ایک مسئلہ یہ ہو
اور فتح القدیر میں بھی اسی کو اختیار کیا ہو کیونکہ سبب وجوب کا متحقق ہو یعنے راس اور اسکی مؤنت اور تولیت بولایت مطلق وا اسکے ذمہ ہوئی دو سپلے
شارح نے بھی اسی روایت کو اختیار کیا کذا فی الشامی وعبدہ لخدمتہ ولو مدیونا او مستاجرا او مرہونا اذا کان عندہ وفاء بالدین اور فطرہ واجب
ہو اپنے غلام خدمتی کی طرف سے اگرچہ مدیون ہو یعنی مستغرق کذا فی البدائع اجارہ دیا ہوا ہو یا رہن رکھا ہوا ہو جبکہ اسکے پاس قرض
دینے کی قدر ہو ہم یعنے دین سے زائد نصاب بھی ہو جیسا ہندیہ میں ہو اور مراد نصاب سے یہ ہو کہ غلام کے سوا ہو کیونکہ وہ حوائج اصلی میں ہو کذا
فی شرنبلالیہ والا الموصی بخدمتہ لواحد وبرقبتہ لآخر ففطرتہ علی مالک رقبتہ وہ غلام جسکی خدمت کی وصیت ایک شخص کیلیے کی اور اسکی
ملکیت کی دوسرے کیلیے تو فطرہ رقبہ کے مالک پر ہو کالعبد العاریۃ والودیعۃ والجانی جیسے عاریت کا غلام اور ودیعت کا اور وہ غلام جسنے
کسیکا بگاڑ کیا ہو کہ انکا صدقہ مالک کے ذمہ ہو جنایت کوئی سی ہو عمداً ہو یا خطاء کیونکہ مالک کی ملک غلام سے جب زائل ہوتی ہو جب جنایۃ
کے بدلہ میں اسکو دیدے پہلے سے زائل نہیں ہوتی کذا فی الخانیہ وقول الزیلعی لا تجب سبق قلم فتح اور زیلعی کا قول کہ صدقہ واجب نہیں ہو یہ
خطا ہو کہ قلم سے نکل گئی کذا فی الفتح وہم زیلعی میں ہو کہ جس غلام کے رقبہ کی وصیت ہو تو اسکا فطرہ مالک پر نہیں لیکن شبلی محشی زیلعی نے اسکو
محمول کیا ہو اس صورت پر کہ موصی مرگیا اور موصی لہ نے ابھی نہ قبول کیا نہ رد کیا قال الشامی ومدبرہ وام ولدہ ولو کان عبدہ کافرا لتحقق
السبب وہو راس یمونہ ویلی علیہ اور صدقہ دے اپنی مدبر اور ام ولد کیطرف سے اگرچہ غلام کافر ہی ہو کیونکہ سبب وجوب متحقق ہو یعنی راس
جسکی مؤنت اسکے ذمہ ہو اور اسکا وہ ولی ہو یعنی مؤنت واجبہ کا مطالبہ پہلی قید سے مؤنت اجنبی نکل گئی جو بلا اپنے ذمہ رکھے نہ واجب اور دوسری
قید سے عبد مشترک نکل گیا کہ اسکی مؤنت کامل نہیں اور تیسری سے زوجہ نکل گئی کہ اسکی مؤنت مطلقہ نہیں بلکہ مؤنت ضروری ہو انتظام
خانگی کیلیے اور اسی لیے بجز معمولی اخراجات کے کچھ لازم نہیں جیسے دوا کما فی الزیلعی لا عن زوجتہ وولدہ الکبیر العاقل نہیں
واجب ہو صدقۃ الفطر اپنی بی بی کی طرف سے اور اپنے ولد کیطرف سے جو بالغ عاقل ہو ہم زوجہ کی طرف سے اسلیے نہیں واجب کہ اسپر
ولایت تامہ نہیں کیونکہ سوائے حقوق زوجیت کے اور کسیطرح کی ولایت نہیں ہو اور ولد عاقل بالغ اگرچہ اپاہج ہو اور خورد و نوش
میں اسکا شریک ہو مگر اسکا صدقہ باپ پر واجب نہیں کیونکہ ولایت نہیں کذا فی جوہرہ اور عاقل کی قید سے احتراز ہو گیا معتوہ اور مجنون سے
کہ انکا حکم مانند صغیر کے ہو ولو ادی عنہما بلا اذن اجزا استحسانا للاذن عادۃ اسے لو فی عیالہ والا فلا قہستانی عن المحیط فلیحفظ اور اگر فطرہ بی بی کیطرف اور
بالغ لڑکے کیطرف سے بدون اجازت دیدیا تو کافی ہو بدلیل استحسان اور اسی پر فتوی ہو کذا فی الخانیہ کیونکہ عادۃ اذن موجود ہو یعنے اگر اسکے عیال
میں ہو ورنہ نہیں کافی کذا فی قہستانی عن المحیط اسکو یاد رکھو ہم للاذن عادۃ سے اشارہ ہو کہ نیت حکما موجود ہو ورنہ بدائع میں تصریح
کی ہو کہ فطرہ بدون نیت کے ادا نہیں ہوتا بحر میں کہا ہو کہ ظہیریہ کی ظاہر عبارت سے معلوم ہوتا ہو کہ اگر ادا کرے ان اشخاص کیطرف
سے جو اسکے عیال میں ہیں یعنے جنکا خورد و نوش اسکے متعلق ہو بدون انکی اجازت کے تو جائز ہو مطلقاً یعنے قید زوجہ اور ولد کی نہیں

قال الشامی وصححہ فی الاول والماسور والمغصوب المجحود ان لم تکن علیہ بینۃ خلاصہ نہ بھاگے ہوئے غلام کی طرف سے کیونکہ ولایت آسیر قائم
نہیں اور نہ قیدی کی طرف سے کہ وہ تصرف سے خارج ہے جیسا مکاتب اور نہ غصب کیے ہوئے کی طرف سے جبکہ غاصب منکر ہو اگر غصب
پر شاہد نہ ہوں کذا فی الخلاصہ مقتضی اس تصحیح کا جو کتاب الزکوۃ میں مذکور ہوئی یہ ہے کہ واجب ہو اگرچہ گواہ بھی ہوں کیونکہ ہر قاضی عادل
نہیں ہوتا اور نہ ہر گواہ مقبول کذا فی البحر او ردی الا بعد عودہ فیجب لما مضی مگر غلام کے پھر آنے کے بعد پس واجب ہوگا سالہائے گذشتہ
کا فطرہ کذا فی القہستانی یہ استثنا راجع ہے آبق کی طرف جیسا اثر میں اور منح میں ہے اور مغصوب کی طرف بھی جیسا بحر میں ہے حلبی نے کہا کہ ظاہر
یہ ہے کہ ماسور کا حکم بھی یہی حکم ہے کذا فی الشامی ولا عن مکاتبہ ولا تجب علیہ لان ما فی یدہ لمولاہ اور نہیں واجب ہے مکاتب کی طرف
سے اور نہ واجب ہے اس مکاتب پر کیونکہ جو چیز مکاتب کے قبضہ میں ہے مولی کی ہے اسلئے کہ مکاتب عبد ہے جب تک اسپر ایک درہم بھی
باقی ہو اور عبد بقدر ملک ہے تو مالک نہیں ہوگا کذا فی البدائع ولا عن عبید مشترکۃ اور نہ مشترک غلاموں کی طرف سے کیونکہ ہر شریک کی ولایت
اور مؤنت قاصر ہے اور یہ امام صاحب کا قول ہے اور صاحبین کہتے ہیں کہ ہر ایک کے حصہ پورے غلاموں کا فطرہ ہوگا یعنی اپنے حصہ میں
آدمی کامل ہوں گے تو ہوگا جیسا ہدایہ میں ہے یعنی اگر چار غلام ہوں تو دونوں شریکوں کے ذمہ دو دو غلاموں کا فطرہ لازم ہوگا اور تین
غلام ہوں تو ایک ایک کا فطرہ دونوں پر لازم ہوگا تیسرے کا لازم نہ ہوگا اور صحیح امام ابو حنیفہ کا قول ہے کہ ساتھ ذکر کیا ہے اور یہی راجح ہے
جیسا حقائق اور فتح میں ہے الا اذا کان عبد بین اثنین وتہایاہ فوجد الوقت فی نوبۃ احدہما فیجب فی قول مگر جبکہ غلام مشترک ہو دو شخصوں
میں اور نوبت بنوبت اس سے خدمت لیتے ہوں اور ایک کی نوبت میں وقت وجوب پایا جاوے یعنی طلوع فجر یوم الفطر تو ایک قول ہے
واجب ہے مگر یہ قول ضعیف ہے جیسا بعض نسخوں میں موجود ہے اور وجہ اس قول کے ضعیف ہونے کی یہ ہے کہ سب متون و شروح کے
کے مخالف ہے قالہ الشامی ووقف الوجوب لو کان المملوک مبیعا بخیار فالا امر یوم الفطر والخیار باقی لازم علی من یصیر لہ اور صدقہ کا وجوب
موقوف رہیگا اگر مملوک کو بشرط خیار بیچا ہو پھر جب عید کا دن گذر جاوے اور اختیار باقی ہو فطرہ لازم اس شخص پر ہوگا جسکا وہ غلام قرار
پاویگا ہم بشرط خیار بیچا یعنی بائع کا خیار یا مشتری کا یا دونوں کا اور یہ موقوف اس واسطے رہیگا کہ ملک متزلزل ہے پس اگر خیار نہ ہو اور بعد یوم الفطر
کے قبض کیا تو مشتری پر لازم ہوگا اور اگر قبل القبض مر گیا تو کسی پر واجب نہ ہوگا اور اگر عیب کی جہت سے قبل القبض پھیر آگیا یا خیار رویت
کی جہت سے تو بائع کے ذمہ لازم ہوگا اور اگر بعد القبض پھیر آگیا تو مشتری پر ہے کذا فی الخانیہ نصف صاع فاعل یجب من بر او دقیقہ
او سویقہ نصف صاع فاعل ہے یجب کا یعنی فطرہ کا مقدار واجب آدھا صاع گیہوں کا یا اسکے آٹے کا یا اسکے ستو کا مراد اس سے یہ ہے کہ آٹے اور ستو
میں مقدار اور قیمت دونوں کی رعایت ملحوظ رہے احتیاطا اگرچہ بعض اخبار میں آٹے کی تصریح آئی ہے کذا فی الہدایہ اسوجہ سے
کہ اسناد میں سلیمان بن ارقم ہے جو متروک الحدیث ہے پس احتیاط واجب ہے یعنی اسطرح کہ نصف صاع گیہوں کا آٹا یا ایک صاع جو کا آٹا دیوے
کہ برابر ہو نصف صاع گیہوں یا ایک صاع جو کے اور اسطرح نہ دیوے کہ نصف صاع سے کم گیہوں کا آٹا ہو جو قیمت میں برابر ہو نصف صاع گیہوں کے یا
ایک صاع سے کم جو کا آٹا ہو کہ قیمت میں برابر ہو ایک صاع جو کے اور نہ اسطرح کہ نصف صاع گیہوں کا آٹا کہ قیمت میں نصف صاع گیہوں کے برابر
نہ ہو یا ایک صاع جو کا آٹا جو قیمت میں ایک صاع جو کی برابر نہ ہو کذا فی النہر لیکن ہدایہ میں لفظ اولی سے تعبیر کیا ہے اور فتح القدیر میں بلفظ وجوب
کذا فی الشامی او زبیب وجعلاہ کالتمر وہو روایۃ عن الامام وصححہا البہنسی وغیرہ یا نصف صاع کشمش اور صاحبین نے کشمش کو کھجور کے حکم میں کہا ہے
یعنی ایک صاع دینی چاہیے اور یہ ایک روایت ہے امام صاحب سے بھی اور تصحیح کی ہے اس روایت کی بہنسی وغیرہ نے ثم یعنی ابھی صحیح میں

جو لکھی ہے وہ اولی ہے کیونکہ اسنے تصحیح بیان کی اور شارح وہ اصحاب تصحیح سے نہیں ہے کیونکہ یہ کہا کہ اسکی تصحیح کی ہے ابو الیسر نے اور ترجیح دی ہے اسکو ہمام نے فتح القدیر میں دلیل کی رو سے یعنی الحقائق و الشرنبلالیہ عن البرہان و ہو حسنہ اور حقائق اور شرنبلالیہ میں برہان سے منقول ہو کر اسی پر فتوی ہے اور صاع میں مقدار ٹھہیرہ اور دینا یا ایک صاع کھجور یا جو اگرچہ ناقص ہو ہم نے بحر میں کہا ہے کہ نصف صاع یا صاع مطلق کہا کہ اور جید کی قید نہیں لگائی اسواسطے کہ اگر نصف صاع خراب بھی ادا کریگا تو جائز ہے اور اگر ادا کیا ہے ردی یا عیب دار تو اسکا نقصان بھی پھر دے اور اگر ردی کی قیمت دی تو جو زیادتی باقی رہیگی وہ بھی ادا کردے کذا فی الظہیریہ اور اگر گیہوں جو میں مخلوط ہوں پس اگر جو غالب ہوں تو ایک صاع اور اگر گیہوں غالب ہوں تو نصف صاع قال الشامی و لم یعلم حکمہ و تعتبر فیہ القیمۃ اور جو غلہ وغیرہ کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے انمیں تصریح وارد نہیں ہوئی انمیں معتبر قیمت ہے جیسے جید اور ردی اور بدائع میں کہا ہے کہ منصوص علیہ میں بعض کو بعض کی جگہ قیمت کے اعتبار سے دینا جائز نہیں برابر ہے کہ جس چیز کے بدلے میں دیا ہے وہ اسکے جنس سے ہو یا خلاف جنس ہو مثلا گیہوں دیا گیہوں کے بدلے قیمت کے اعتبار سے یعنی اسطرح کہ نصف صاع اچھے گیہوں کے بدلے ایک صاع متوسط گیہوں دیے تو جائز نہیں یا دوسرا مثلا گیہوں کے بدلے قیمت کے اعتبار سے دیے وہ بھی جائز نہیں جیسے نصف صاع کھجور جو قیمت میں نصف صاع گیہوں کی برابر ہو بجائے نصف صاع گیہوں کے ادا کرے بلکہ بجائے نصف صاع کھجور کے شمار کیا جائیگا اور اسکے ذمہ باقی کا پورا کرنا لازم ہوگا کیونکہ قیمت منصوص میں معتبر نہیں کذا قال الشامی وهو (ای الصاع المعتبر) ما یسع الفا و اربعین درہما من ماش او عدس اور صاع جو شرعا معتبر ہے وہ ظرف ہے جسمیں ایکہزار چالیس درم کے وزن کے ماش یا مسور سما دیں اور صاع چار مد کا ہوتا ہے اور مد دو رطل کا اور رطل نصف من کا اور من درہموں سے دو سو ساٹھ درہم کا اور استار سے چالیس استار کا اور استار بکسر ہمزہ درہم کے وزن سے ساڑھے چار مثقال کا کذا فی شرح درر البحار پس مد اور من دونوں برابر ہیں یعنی ہر ایک دو رطل عراقی اور صاع کا چوتھائی اور رطل ایک سو تیس درم کا اور زیلعی اور فتح القدیر میں ہے کہ صاع میں اختلاف ہے امام ابو حنیفہ اور محمد نے کہا ہے کہ آٹھ رطل عراقی کا ہے اور امام ابو یوسف نے کہا ہے کہ پانچ رطل کا اور تہائی رطل کا اور کہا گیا ہے کہ اختلاف نہیں ہے بلکہ تعبیر کا فرق ہے اسلیے کہ ابو یوسف نے اندازہ مدینہ شریف کے رطل سے کیا ہے جو تیس استار کا ہے اور عراقی بیس استار کا ہے اور جب مقابلہ کیا جاوے آٹھ رطل عراقی کا پانچ رطل مدنی کے ساتھ تو دونوں برابر ہیں کیونکہ بیس استار کو آٹھ میں ضرب دینے سے ایک سو ساٹھ استار ہوتے ہیں اور پانچ کو تیس میں ضرب دینے سے ڈیڑھ سو ہوتے ہیں اور تہائی تیس کے دس ہوتے تو یہ بھی ایک سو ساٹھ استار ہوگئے اور یہی مشابہ بصواب ہے کیونکہ امام محمد نے خلاف ابو یوسف کا نہیں ذکر کیا اگر ہوتا تو بیشک ذکر کرتے پھر جاننا چاہیے کہ درہم شرعی چودہ قیراط کا ہوتا ہے اور جو اب متعارف ہے وہ سولہ قیراط کا ہے جب صاع ایکہزار چالیس درم شرعی کا ہوا تو متعارف دراہم کے وزن سے نوسو دس کے برابر ہوا کذا قال الشامی قاضی ثناء اللہ پانی پتی نے لکھا ہے کہ رطل بیس استار کا ہوتا ہے ہر استار ساڑھے چار مثقال کا پس وزن رطل کا برابر چھتیس روپیہ دہلی کے ہے یعنی ہر روپیہ کہ سوا گیارہ ماشہ کا ہے حاصل یہ کہ صاع یعنی (۱۰۴۰) درم = ۲۷۳ تولہ دہلی = ۲۸۲ روپیہ چہرہ شاہی کچھ کم = ۳۰۰ یا دو دو روپے زائد دہلی کے سیر سے جو اسی روپے بھر کا ہے اور قریب ۳ سیر ۱۲ چھٹانک کے سہارنپور کے سیر سے ہے جو اٹھاسی روپیہ بھر کا ہے (انما قدر بہا لتساویہما کیلا و وزنا) ماش اور عدس کے ساتھ اندازہ اسلیے مقرر کیا کہ یہ کیل اور وزن میں برابر ہوتے ہیں یعنی بعضے پھولے اور بعضے ٹھوس نہیں ہوتے پس جب ایک برتن کو ایک قسم کے ماش یا عدس سے پر کریں کہ بمقدار (۱۰۴۰) درہم کے ہو پھر انکو نکال کر دوسرے ماش یا عدس اسمیں بھریں تو ہلکے یا بھاری نہ ہونگے بلکہ پہلے کے برابر ہونگے بخلاف گیہوں اور جو کے کہ انمیں بعضی بھاری اور بعضی ہلکے ہوتے ہیں تو اسکے کیل اور وزن میں اختلاف ہوسکتا ہے پس عدس اور ماش سے کیال اسواسطے مقرر کیا کہ جنکا ہے مختلف نہو

ودفع القیمۃ ای الدراہم افضل من دفع العین اور دینا قیمت صدقۃ الفطر کا یعنے درہم وغیرہ کا افضل ہے اس جنس کے دینے
سے کیونکہ فقیر کی حاجت کے دفع میں قیمت زیادہ معاون ہے کذا فی الشامی علی المذہب المفتی بہ جوہرہ وبحر عن الظہیریۃ بنا بر مذہب
مفتی بہ کے کذا فی الجوہرہ والبحر نقلا عن الظہیریۃ ہم اور اسکے مقابل وہ قول ہے جو مضمرات میں ہے کہ گیہوں کا دینا افضل ہے سب احوال میں
ایام شدت کے ہوں یا نہوں اسلیے کہ یہ موافق سنت کے ہے اور اسی پر فتویٰ ہے کذا فی البحر پس فتویٰ میں اختلاف ہے کذا فی الطحطاوی
وہذا فی السعۃ اما فی الشدۃ فدفع العین افضل کما لا یخفی اور یہ قیمت کا ادا کرنا افضل ہے ارزانی کے دنوں میں لیکن گرانی کے دنوں میں
تو خود اس شی معین کا دینا یعنی غلہ وغیرہ کا افضل ہے جیسا کہ پوشیدہ نہیں ہم ظاہر اس عبارت کا دلالت کرتا ہے کہ یہ شارح کی طرف سے بحث ہے
باوجود اسکے کہ تاتارخانیہ میں اسکو محیط سے لکھا ہے اور وہ نسبت کیا ہے اور بحر میں کہا ہے کہ یہ حسن ہے کذا قال الشامی بطلوع فجر الفطر متعلق
تجب یہ متعلق ہے تجب کے یعنے صدقۃ الفطر واجب ہے عید کی صبح صادق کے شروع ہوتے ہی ہم اور امام شافعی کے نزدیک رمضان کے
آخر روز کے آفتاب غروب ہوتے ہی کذا فی البدائع فمن مات قبلہ ای الفجر او ولد بعدہ او اسلم لا تجب علیہ پس جو شخص مرگیا اس فجر
سے پہلے یا پیدا ہوا اسکے بعد یا اسلام لایا تو اسپر واجب نہوگا ہم کیونکہ یہ اشخاص وجوب کے وقت اہل وجوب سے خارج ہیں کذا فی البحر اور یہی حکم
ہے جو فقیر ہو جاوے فجر سے پہلے یا تونگر ہو جاوے فجر کے بعد کذا فی العینیۃ وتستحب اخراجہا قبل الخروج الی المصلی بعد طلوع
فجر الفطر عملا بامرہ وفعلہ علیہ الصلوٰۃ والسلام اور مستحب ہے فطرہ دینا عیدگاہ میں جانے سے پہلے اور پیدا ہونے فجر عید کے واسطے عمل
حکم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اور واسطے اقتدا فعل حضرت کے ہم اس قول وفعل کو حاکم نے ابن عمر سے روایت کیا ہے اور فتح القدیر میں اسکو
بیان کیا ہے قال الشامی وصح اداؤہا اذا قدمہ علی یوم الفطر او اخرہ اعتبارا بالزکوٰۃ اور درست ہے ادا کرنا فطرہ کا یوم الفطر سے پہلے اور
پیچھے زکوٰۃ پر قیاس کرکے واسطے موجود ہونے سبب کے وہو الراس اور سبب وجوب کا یعنی راس موجود ہے ہم اولی یہ ہے کہ بخاری کی حدیث سے استدلال
کیا جاوے کہ صحابہ عید سے ایک دو روز پہلے فطرہ دیا کرتے تھے فتح القدیر میں ہے کہ پہلے سے دینا صحابہ کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو پہنچتی ہوگی
بلکہ آپ کے اذن ہی سے ہوگا کذا قال الشامی بشرط دخول رمضان فی الاول ای مسئلۃ التقدیم ہو الصحیح وبہ یفتی جوہرہ وبحر عن الظہیریۃ
بشرط داخل ہونے رمضان کے تقدیم کے مسئلہ میں یہی صحیح ہے اور اسی پر فتویٰ دیا جاتا ہے کذا فی الجوہرہ والبحر عن الظہیریۃ یعنے اگر رمضان سے پیشتر
فطرہ دیگا تو صحیح نہوگا لکن عامۃ المتون والشروح علی صحۃ التقدیم مطلقا وصححہ غیر واحد ورجحہ فی النہر ونقل عن الولوالجیۃ انہ ظاہر الروایۃ قلت فکان
ہو المذہب لیکن اکثر متن اور شرح متفق ہیں تقدیم کی درستی پر ہر صورت میں یعنی اگرچہ رمضان سے پیشتر دیوے اور کچھ ایک نے نہیں بلکہ بہتوں
نے اسکی تصحیح کی ہے اور نہر میں اسکو ترجیح دیا ہے اور ولوالجیہ سے نقل کیا ہے کہ یہی ظاہر الروایۃ ہے میں کہتا ہوں پس یہی ہے مذہب ہم طحطاوی نے
کہا کہ جس روایت پر فتویٰ ہوتا ہے وہ مقدم ہوتی ہے ظاہر الروایۃ پر وجاز دفع کل شخص فطرتہ الی مسکین او مساکین علی ما علیہ الاکثر
اور جائز ہے دینا ہر شخص کو اپنا فطرہ ایک مسکین یا جماعت کو اس بنا پر کہ اکثر مشائخ اسی پر ہیں ہم وبہ جزم فی الولوالجیۃ والخانیۃ والبدائع والمحیط
وتبعہم الزیلعی فی الظہار من غیر ذکر خلاف وصححہ فی البرہان فکان ہو المذہب کتفریق الزکوٰۃ اسی پر جزم کیا ہے ولوالجیہ اور خانیہ اور بدائع اور محیط
میں اور انکا اتباع کیا ہے زیلعی نے باب الظہار میں بدون ذکر اختلاف کے اور برہان میں اسکو صحیح کہا ہے پس یہی ہے مذہب جیسے زکوٰۃ کی تقسیم
درست ہے ایک مسکین کو دے یا چند کو والامر فی حدیث اغنوہم للندب فیفید الاولویۃ ولذا قال فی الظہیریۃ لا یکرہ التاخیر ای تحریما اور امر حدیث شریف
اغنوہم الخ میں استحباب کے لیے ہے پس مفید ہے اولویت کو اور اسی واسطے ظہیریہ میں کہا ہے کہ تاخیر مکروہ نہیں ہے یعنی تحریما ہم یہ حدیث دارقطنی اور

ابن ابی عدی اور حاکم نے علوم الحدیث میں ابن عمرؓ سے ان لفظوں سے روایت کی ہے اغنوہم عن الطواف فی ہذا الیوم کذا قال نوح اس حدیث سے یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ اغنا حاصل نہیں ہوتا جبتک کہ ایک فقیر کو پورا فطرہ نہ دیا جاوے پس چاہیے کہ ایک ہی کو پورا فطرہ دینا واجب ہو جواب یہ ہے کہ امر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سو شارع نے جو امر کیا ہے وہ امر استحباب کے لیے ہے ورنہ تقدیم و تاخیر جائز نہ ہوتی اور تقدیم و تاخیر کے جواز پر دلیل باقی رہی مذکور ہو چکی اگر یہ امر استحباب کے لیے ہوا تو اسکا خلاف کروہ تنزیہی نہوگا بلکہ تنزیہی ہوگا اس جواب سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ایک کا فطرہ متعدد کو دینا مکروہ تنزیہی ہے جیسا یوم الفطر سے تاخیر کرنا الا اس کے کہ فرق اس طرح بیان کیا جاوے کہ اگر کل یوم العید سے تاخیر کرے تو اغنا بالکل حاصل نہوگا بخلاف اسکے کہ متفرق دیوے کیونکہ مجموع سے اغنا حاصل ہو جاتا ہے جیسے کرخی نے بحث بیان کی ہے قال الشامی کما جاز دفع صدقۃ جماعۃ الی مسکین واحد بلا خلاف اسیطرح جیسا جائز ہے دینا متعدد شخصوں کا فطرہ ایک مسکین کو بغیر ایسے اختلاف کے کہ لائق اعتبار کے ہو یہ تنبیہ ہے مصنف کے کلام کی تصحیح کی ہے یعنی مراد نفی خاص خلاف کی ہے کیونکہ مواہب الرحمن میں دونوں مسئلوں میں خلاف کی تصریح کی ہے کہ جائز ہے لینا ایک شخص کا جماعت سے اور دینا ایک کا جماعت کو بنا بر قول صحیح کے اس سے معلوم ہوا کہ قول صحیح عدم جواز ہے میں کہتا ہوں کہ محل خلاف اس جگہ شاید وہ صورت ہو کہ چند آدمیوں نے اپنے فطرہ جمع کرکے ملا دیے اور ایک کو دیدیے لیکن جبکہ ہر شخص نے جدا جدا ایک ہی شخص کو دیا تو خلاف کا جاری ہونا جواز و عدم جواز میں بعید ہے قال الشامی خلطت امراۃ امر زوجہا باداء فطرتہ حنطتہ بحنطتہا بغیر اذن الزوج ودفعت الی فقیر جاز عنہا لا عنہ کسی عورت کو اسکے خاوند نے فطرہ کے ادا کا حکم دیا اسنے بلا اجازت خاوند کے اسکے گیہوں اپنے گیہوں میں ملا لیے اور کسی فقیر کو دیدیے تو عورت کیطرف سے جائز ہے مرد کی طرف سے ناجائز ہے اسلیے کہ مرد نے اسکو اپنے مال میں سے دینے کی اجازت دی تھی جب عورت نے مرد کا فطرہ اپنے فطرہ میں ملایا تو امام صاحب کے نزدیک خلط کی جہت سے مستہلک ہو گیا تو اسکی مالک عورت ہو گئی اور عورت کے ذمہ اسکے اناج کا ضمان لازم آویگا قال الشامی لما مر ان الاختلاط عند الامام استہلاک یقطع حق صاحبہ وعندہما لا یقطع فیجوز ان اجاز الزوج ظہیریۃ اسوجہ سے کہ سابق میں مذکور ہوئی یعنے مخلوط ہونا استہلاک ہے امام صاحب کے نزدیک کہ مالک کے حق کو اس معین سے قطع کر دیتا ہے اور صاحبین کے نزدیک نہیں قطع کرتا تو فطرہ جائز ہوگا اگر زوج نے اجازت دی کذا فی الظہیریۃ ثم ینبغی زوج کیطرف سے بھی جائز ہوگا ولو بالعکس قال فی النہر لم ارہ اور اگر صورت مسئلہ کی بالعکس ہو (یعنے عورت نے مرد کو کہا کہ میرا فطرہ ادا کردے اور مرد نے عورت کا غلہ اپنے غلہ میں ملا لیا اور فطرہ دیا) تو نہر میں کہا ہے کہ میں نے اس صورت کو نہیں دیکھا ومقتضی ما مر جوازہ عنہا بلا اجازتہا اور جو سابق میں مذکور ہوا (یعنے ولو ادی عنہا بلا اذن اجزا) وہ مقتضی ہے کہ خاوند اور بی بی دونوں کیطرف سے جائز ہے بدون عورت کی اجازت کے بھی ولا یبعث الامام علی صدقۃ الفطر ساعیا لانہ علیہ السلام لم یفعلہ بدائع اور نہ بھیجے امام صدقۃ الفطر لینے کے لیے کسی ساعی کو کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ نہیں کیا کذا فی البدائع ہم کہتے ہیں یہ ثابت نہیں ہوا کہ کسی کو آپ نے مقرر کیا ہو کہ وہ گشت کرکے صدقۃ فطر وصول کر لاوے قال الشامی وصدقۃ الفطر کالزکوۃ فی المصارف فی کل حال اور فطرہ مصارف کے باب میں مانند زکوۃ کے ہے سب حالات میں ہم فی کل حال سے تعمیم احوال مطلقا اور ہر وجہ سے مراد نہیں ہے کیونکہ ہر ایک کے لیے جدی جدی شرطیں ہیں جو دوسرے کے لیے نہیں ہیں مثلا زکوۃ میں شرط ہے سال اور نصاب نامی اور عقل اور بلوغ اور فطرہ میں ایک بھی شرط نہیں ہے بلکہ یہاں مراد تعمیم احوال کی ہے مصارف میں خرچ کرنے کے لحاظ سے یعنی نیت شرط ہونا اور تملیک یہانتک کہ صرف اباحت کافی نہوگی کذا فی البدائع یہ توجیہ وہ ہے جو مجھے ظاہر ہوئی قال الشامی فلا فی جواز الدفع الی الذمی وعدم سقوطہا بہلاک المال وقد مر کہ زکوۃ اور فطرہ میں اتنا فرق ہے کہ فطرہ ذمی کو دینا جائز ہے اور مال کے ہلاک ہونے سے ساقط نہیں ہوتا اور دونوں مسئلے سابق گذر چکے ایک باب المصرف میں دوسرا اسی باب میں خانیہ میں ہے کہ ذمی کو فطرہ دینا جائز ہے اور مکروہ ہے نزدیک امام ابو حنیفہ کے اور ایک روایت میں امام ابو یوسف سے جائز نہیں اور حاوی میں ہے کہ فتوی امام ابو یوسف کے

[illegible] ۱۲

قول ہے یہ قال الشامی ولو دفع صدقة الفطر الی زوجة عبده جاز وان كانت نفقتها عليه عمدة الفتاوى للشهيد اور اگر دیا اپنا فطرہ اپنے غلام کی بی بی کو تو جائز ہے اگرچہ اسکی بی بی کا نفقہ مولی ہی کے ذمہ ہو کذا فی عمدة الفتاوى للشهيد ہم یعنی نفقہ عبد کی بی بی کا مالک کے ذمہ تبرعا ہے کیونکہ اپنے ذمہ کر لیا ہے اور اسکو مثل عیال کے سمجھ لیا ہے ورنہ اسکا نفقہ عبد کے ذمہ ہے اسلیے نفقہ کے عوض بی بی اسکو بکوا سکتی ہے قال الشامی خاتمة واجبات الاسلام سبعة الفطرة ونفقة ذي رحم ووتر واضحية وعمرة وخدمة الابوين والمرأة لزوجها حدادي خاتمہ اسلام کے واجبات سات ہیں فطرہ اور ذو رحم کا نفقہ اور وتر اور قربانی اور عمرہ اور ماں باپ کی خدمت اور عورت کے حق میں اپنے خاوند کی خدمت کذا فی الحدادی ہم صاحب جوہرہ نے اسکو امام محبوبی کی طرف نسبت کیا ہے اور اصول میں ثابت ہے کہ اعداد کے لیے مفہوم مخالف نہیں ہے یا یوں کہا جاوے کہ واجبات خبر مقدم ہے اور سبعة مبتدا مؤخر اوضح اس طرح کہ یہ سات چونکہ مذکور ہوئے منجملہ واجبات اسلام ہیں اور شاید انکو کوئی خصوصیت ہو کہ اسمیں یہ شریک ہوں سوا اور واجبات کے پس نہیں وارد ہوتا جو طحطاوی نے کہا ہے کہ اگر واجبات مشہورہ مراد ہیں تو غیر مسلم ہے کیونکہ صلاة عیدین اور جماعت وغیرہ بھی ہیں اور اگر مطلق واجبات مراد ہیں تو نماز میں اور حج وغیرہ میں بہتیرے واجبات ہیں اور واجب سے مراد وہ ہے کہ شامل ہو واجب اصطلاحی کو جیسے خدمت عورت کی اپنے خاوند کیواسطے اور شامل ہو فرض عملی کو جیسے وتر اور عمرہ کو واجبات میں گننا اس قول کے موجب ہے جسکے نزدیک عمرہ واجب ہے اور اختلاف تصحیح کا اس باب میں آگے مذکور ہوگا واللہ تعالی اعلم قال الشامی

کتاب الصوم

یہ کتاب ہے روزہ کے بیان میں کہا ایضاح میں ہے کہ روزہ دین کا تیسرا رکن ہے اور شرع متین کا مشہور طاعت اولی ہے اسی سے نفس امارہ مغلوب ہوتا ہے اور یہ مرکب ہے دو چیزوں سے ایک عمل قلبی دوم کھانے پینے جماع سے باز رہنا تمام روز اور یہ بڑی اچھی خصلت ہے مگر نفس پر البتہ دشوار ہے پس حکمت الہی اسکو مقتضی ہوئی کہ مکلف کو پہلے خفیف تکلیف دیجاوے یعنی نماز پھر متوسط یعنی زکوة پھر جو زیادہ دشوار ہے یعنی روزہ اور اسی ترتیب کی طرف اشارہ فرمایا قرآن مجید میں والخاشعين والخاشعات والمتصدقين والمتصدقات والصائمين والصائمات اور بنائی اسلام کے پانچ بیان فرماکے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اقام الصلوة وایتاء الزكوة وصوم شهر رمضان اسلیے ائمہ شریعت نے اپنی تصنیفات میں یہی ترتیب رکھی کذا فی شرح ابن الشلبی قیل لو قال الصیام لكان اولى لما فی الظهيرية لو قال لله علی صوم لزمه یوم ولو قال صیام لزمه ثلثة ایام کما فی قوله تعالی ففدية من صيام کہا گیا ہے (یعنے صاحب بحر نے کہا) کہ اگر مصنف بجائے کتاب الصوم کے کتاب الصیام کہتا تو بہتر ہوتا کیونکہ ظہیریہ میں کہا ہے کہ اگر کسی شخص نے کہا کہ اللہ کیواسطے مجھ پر صوم ہے تو اس صورت میں اسپر ایک روزہ لازم ہوگا اور اگر صیام کہا تو تین روزے لازم ہونگے جیسا قرآن شریف میں وارد ہے ففدية من صيام او صدقة او نسك یعنے بدلا دیوے روزے یا خیرات یا ذبح کرنا اور وجہ استشہاد کی یہ ہے کہ یہ فرع جو ظہیریہ میں ہے دلالت کرتی ہے کہ لفظ صیام جمع ہے اور جمع کا اطلاق اقل درجہ تین پر ہے جیسا آیت شریف میں ہے پس لفظ صیام سے تعبیر کرنا بہتر تھا کہ فرض واجب نفل کو شامل ہوتا قاله الشامی وتعقب بان الصوم له انواع اور اس قول پر اعتراض کیا گیا ہے یعنے صاحب نہر نے کہا ہے کہ صوم کے انواع متعددہ ہیں ہم یعنی صوم اسم جنس ہے اور اسم جنس کا اطلاق اپنے انواع سہ گانہ مذکورہ پر ہے خواہ اسکو صوم سے تعبیر کرو یا صیام سے کیونکہ یہ دونوں مصدر ہیں صام صوما و صیاما اور صوم اور صیام میں ہرگز تعدد پر دلالت نہیں ہے اور اسلیے قاضی بیضاوی نے آیة شریف کی تفسیر میں کہا ہے کہ یہ بیان ہے جنس فدیہ کا اور مقدار روزوں کی کعب رض کی حدیث سے معلوم ہوتی ہے ہاں صیام البتہ جمع صائم کی مستعمل ہے لیکن وہ یہاں مراد نہیں ہو سکتی اور نہ آیة شریف میں یہ معنی مراد ہو سکتے ہیں علے ان ال یبطل معنى الجمع علاوہ بریں لام والف جمع کے معنی کو باطل کر دیتا ہے ہم یعنے اگر تسلیم کیا جاوے کہ صیام افراد صوم کی جمع ہے پھر بھی اولویت الصیام کی کوئی وجہ نہیں پائی جاتی کیونکہ جب الف لام سے جمعیت کے معنی جاتے رہے تو صوم

وصیام برابر ہوگئے یہ تقریر کلام شارح کی ہمارے نسخہ کے موافق ہے اس صورت میں ظہیریہ کے کلام کی توجیہ مشکل ہے اگرچہ نہر میں کہا ہے کہ شاید اسکی وجہ
یہ ہو کہ لفظ صیام اگرچہ جمع نہیں لیکن چونکہ اب شریعت میں اسکا اطلاق تین روزے پر ہوا تو نہر میں اسی کا اعتبار کیا گیا احتیاطاً بخلاف لفظ صوم کے
قال الشامی والاصح انہ لا یکرہ قول رمضان اور صحیح یہ ہے کہ لفظ رمضان بولنا یعنی بغیر ملانے لفظ شہر کے مکروہ نہیں ہے ہم بعضوں نے کہا ہے کہ صحیح وہ ہے جو
مجاہد سے روایت کی ہے اور اسکا خلاف ذکر نہیں کیا کہ مکروہ ہے بولنا رمضان آیا یا رمضان گیا کیونکہ رمضان اسماء الٰہی سے ہے اور اکثر مشائخ اس بات پر
ہیں کہ یہ قول مکروہ نہیں ہے کیونکہ احادیث صحیح میں وارد ہے جیسا فرمایا من صام رمضان ایماناً واحتساباً غفر لہ ما تقدم من ذنبہ وما تأخر اور دوسری جا ارشاد ہوا عمرۃ
فی رمضان تعدل حجۃ اور روایت مشہورہ میں رمضان کا اسماء الٰہی سے ہونا ثابت نہیں ہوا اور اگر ثابت بھی ہو تو اسما مشترکہ میں ہوگا جیسا حکیم
کذا فی الشامی وفرض بعد صرف القبلۃ الی الکعبۃ لعشر فی شعبان بعد الہجرۃ بسنۃ ونصف اور رمضان فرض ہوا بعد پھرنے قبلہ کے کعبہ شریف کی طرف دس دن
شعبان کو ہجرت کے ڈیڑھ برس کے بعد ہو لغۃ امساک مطلقا صوم لغت میں کسی چیز سے باز رہنا ہے مطلق جیسے طعام سے یا کلام سے اور ظاہر
یہ ہے کہ سب معنوں میں حقیقت لغویہ ہے اور صحاح کی عبارت اسی کو مفید ہے اور مغرب میں ہے کہ وہ باز رہنا ہے انسان کا کھانے پینے سے قال الشامی و
شرعاً امساک عن المفطرات الآتیۃ اور شرع میں باز رہنا افطار کرنے والی چیزوں سے جنکا ذکر آگے آویگا حقیقۃً او حکماً کمن اکل ناسیاً فانہ
ممسک حکماً باز رہنا حقیقۃً ہو یا حکماً جیسے کسی نے کھا لیا بھول کر کیونکہ اسکو امساک حکمی حاصل ہے یعنی شارع نے اسکے افطار کو اعتبار نہیں کیا قالہ الشامی
فی وقت مخصوص وہو الیوم امساک ہو وقت مخصوص میں کہ وہ روز شرعی ہے یعنی اول طلوع صبح سے غروب آفتاب تک اور طلوع فجر سے مراد
اول زمان طلوع ہے یا روشنی کا انتشار اسمیں اختلاف ہے جیسا نماز صبح میں اختلاف ہے اور پہلے میں احتیاط ہے اور دوسرے میں وسعت جیسا حلوانی
نے کہا ہے اور تحفہ میں ہے کذا فی الشامی من شخص مخصوص مسلم کائن فی دارنا او عالم بالوجوب طاہر عن حیض ونفاس مع النیۃ المعہودۃ امساک ہو
نیت مقرری کے ساتھ خاص شخص کا یعنی مسلمان کا جو دار الاسلام میں ہو یا روزہ کے وجوب کو جانتا ہو یعنی گو دار الحرب میں ہو اور طاہر ہو حیض
ونفاس سے عورت ہونے کی صورت میں ہم پوشیدہ نہ رہے کہ کلام مطلق صوم میں ہے فرض ہو یا نفل اور علم بالوجوب یا دار الاسلام میں ہونا شرط صحت
وجوب رمضان کی ہے جیسا عقل و بلوغ بھی شرط ہے صحت صوم کی شرط نہیں پس مناسب یہ ہے کہ اقتصار کیا جاوے مسلم طاہر الخ پر کہنا قالہ الشامی اما البلوغ
والافاقۃ فلیسا من شرط الصحۃ لصحۃ صوم الصبی ومن جن او اغمی علیہ بعد النیۃ وانما لم یصح صومہما فی الیوم الثانی لعدم النیۃ لیکن بلوغ اور عقل صحت کی
شرطیں نہیں کیونکہ لڑکے کا روزہ اور اُس شخص کا روزہ جو بعد نیت کے مجنون ہو جاوے یا بیہوش ہو جاوے درست ہے اور دوسرے روز کا روزہ
جو مجنون اور بیہوش کا درست نہیں ہوتا تو نیت کے نہ ہونے سے درست نہیں ہوتا ہم یہ جواب ہے اس سوال سے کہ کوئی یوں کہے کہ شخص
مخصوص کو مقید کرنا چاہیے بقید بلوغ اور افاقہ کے جنون و بیہوشی اور نیند سے جواب کا حاصل یہ ہے کہ کلام صوم شرعی کی تعریف میں ہے اور وہ اسکے
رکن کے ذکر کرنے یعنی امساک مذکور اور صحت صوم کے موقوف علیہ کے بیان سے حاصل ہو سکتی ہے اور صحت کے موقوف علیہ تین ہیں اول مسلمان
ہونا دوم طہارت حیض و نفاس سے سوم نیت کرنا اور بلوغ اور افاقہ شروط صحت سے نہیں ہیں البتہ وجوب رمضان کی شرطیں ہیں پس مقید کرنا
بے موقع ہے قال الشامی وحکمہ نیل الثواب ولو منہیا عنہ کالصلوۃ فی ارض مغصوبۃ اور صوم کا حکم (یعنی اثر اخروی) ملنا ثواب کا ہے اگرچہ منہی عنہ ہو مانند
ثواب نماز کے زمین مغصوبہ میں ہم اس سے معلوم ہوا کہ صوم منہی عنہ ثواب ہے جیسا غصب کی زمین پر نماز میں نہر میں اسکو ذکر کیا ہے بحر کا قول رد کرنے کو
کہ ایام منہیہ کے روزہ میں ثواب نہیں ہے قال الشامی وسبب صوم المنذور النذر ولذا لو عین شہرا وصام شہرا قبلہ عنہ اجزاہ لوجود السبب ویلغو التعیین
اور نذر کیے ہوے روزہ کا سبب نذر ہے اور اسی لیے اگر معین مہینے کے روزہ نذر کیے اور اسکے بدلے اُس سے پہلے مہینے کے روزے رکھے تو کافی ہے

ملہ جاننا چاہیے کہ لفظ شہر یعنی مہینہ بعضوں کے نزدیک صرف تین ۳ مہینوں کے ساتھ خاص ہے اور مہینوں میں نام میں داخل نہیں یعنی شہر رمضان و شہر ربیع الاول و شہر ربیع الآخر اگرچہ حذف کرنا لفظ شہر کا اوائل ان اسماء مذکورہ سے بھی جائز رکھتے ہیں لیکن بمنزلہ حذف بعض کلمہ کے ہے حاصل یہ کہ ان تین مہینوں میں

کیونکہ سبب یعنی نذر تو موجود ہی اور تعیین ایام کی لغو ہو گئی ہم اس سے نکلتا ہی کہ ہر ہفتہ کے دو شنبہ اور جمعرات کے روزہ کی کسی نے نذر کی تو اسکے بدلے دوسرے دنوں میں بھی رکھ سکتا ہی لیکن یہ حکم اس نذر کا ہی جسکا کسی چیز پر مشروط نہ کیا ہو چنانچہ قبل عتکاف کے آویگا قال الشامی والکفارات
والقتل اور سبب کفارات کے روزوں کا قسم کا توڑنا اور قتل کرنا یعنی قتل کرنا کسی نفس کا خطاءً یا قتل کرنا صید کا احرام میں ہم شامی نے کہا کہ اولی وہ عبارت ہی جو فتح میں ہی کہ کفاروں کے روزہ کا سبب انکے اسباب ہیں قسم توڑنا اور قتل وغیرہ اسلیے کہ اسباب میں یہی تو ہیں عود پر عزم کرنا ظہار میں
اور روزہ توڑنا رمضان میں اور سر مونڈنا احرام میں قال الشامی رمضان شہود جزء من الشہر من لیل او نہار علی المختار کما فی المجتبیٰ اور سبب رمضان کے روزہ کا حاضر ہونا ایک جزو کا اس مہینے سے ہو خواہ رات ہو یا دن بنا بر مذہب مختار مرضی کے جیسا مجتبیٰ میں ہی اور اختیار فخر الاسلام
وغیرہ انہ الجزء الذی یکن انشاء الصوم فیہ من کل یوم اور فخر الاسلام وغیرہ نے اختیار کیا ہی کہ ہر یوم کا وہ جزو سبب ہی جس میں روزہ کی ابتدا ممکن ہو
یعنی صبح صادق کے شروع سے دوپہر سے کچھ پہلے تک کیونکہ رات میں اور دوپہر اور اسکے بعد میں انشاء صوم ممکن نہیں اور رات میں تو صرف نیت ہی ہی نہ صوم لیکن مجتبیٰ میں ترجیح کی ہی کہ سبب وہ جزو ہی جسکے بعد روزہ نہیں ہو سکتا ہر روزہ میں پس روزہ واجب ہوتا ہی اسی جزو کے متصل اور یہ کلام مجتبیٰ کا مقتضی ہی اسبات کو کہ سبب ہر دن کا جزو اول ہی جیسا اور علما نے بھی اسکی ترجیح کی ہی قال الشامی حتی لو افاق المجنون
فی لیلۃ او فی اخر ایام بعد الزوال لا قضاء علیہ وعلیہ الفتویٰ کما فی المجتبیٰ والنہر عن الدرایۃ یہانتک کہ اگر مجنون کو کسی رات میں افاقہ ہوا یا آخر روز رمضان میں بعد زوال کے افاقہ ہوا تو اسپر قضا لازم نہیں اور اسی پر فتویٰ ہی جیسا مجتبیٰ میں ہی اور نہر میں منقول ہی درایہ سے قالوا وغیرہ وہو الحق کما فی الغایۃ اور بہت لوگوں نے اسکی تصحیح کی ہی اور یہی حق ہی جیسا غایہ میں ہی امام نسفی صاحب ہدایہ اور ظہیریہ اور قاضیخان اور خلاصہ
اسبیجابی اور حمید الدین وغیرہم نے تصحیح کی ہی میں کہتا ہوں کہ اسی کی ترجیح کو ذخیرہ میں نقل کیا ہی لیکن یہ بھی نقل کیا ہی کہ لزوم قضا صحیح ہی اور اسیطرف فتح القدیر چلا ہی اور شرح ملتقی میں ہی کہ یہی ظاہر الروایۃ ہی اور بدائع میں اسکو ہمارے اصحاب کیطرف نسبت کیا ہی اور خلاصہ میں
نقل کیا اور ایسا ہی سراج میں ہی اور اسی پر جزم کیا زیلعی نے اور ظاہر قدوری اور کنز اور ہدایہ کا بھی اسی پر دلالت کرتا ہی حاصل یہ کہ دونوں قولوں کی تصحیح کی گئی ہی اور معتمد دوسرا قول ہی کیونکہ وہ ظاہر الروایۃ ہی اور متون اسی پر معتمد ہیں قال الشامی وہو اقسام ثمانیۃ فرض وہو نوعان معین کصوم رمضان اداءً وغیر معین کصومہ قضاءً وصوم الکفارات اور صوم کی آٹھ قسمیں ہیں ایک فرض ہی اسکی دو قسمیں ہیں معین جیسے رمضان کے ادا روزے اور غیر معین جیسے رمضان کے قضا روزے اور کفاروں کے روزے لکنہ فرض عملا لا اعتقادا ولذا لا یکفر جاحدہ قالہ البہنسی تبعا لابن الکمال لیکن کفاروں کے روزے فرض عملی ہیں نہ اعتقادی اسلیے اسکے منکر کو کافر نہیں کہتے یہ بہنسی نے کہا ہی ابن کمال کی اتباع سے ہم
ایضاح الاصلاح میں کہا ہی کہ روزہ نذر اور کفارہ واجب ہی اسکی فرضیت پر اجماع نہیں منعقد ہوا بلکہ اسکے وجوب یعنی ثبوت پر عمل کے اعتبار سے نہ اعتقاد کے اسیواسطے اسکا منکر کافر نہیں حاصل یہ کہ اگرچہ لزوم ہر واحد کا کتاب اللہ اور اجماع سے ثابت ہی لیکن اسطرح نہیں ہی کہ اسکا منکر کافر ہو جیسا حال فرض قطعی کا ہوتا ہی مثل رمضان وغیرہ کے اس تقدیر پر یہ بات کو مناسب تھا کہ کفارات کو واجب کی قسم میں ذکر کرتا جیسا ابن کمال نے کیا ہی قال الشامی وواجب وہو نوعان معین کالنذر المعین وغیر معین کالنذر المطلق اور ایک روزہ واجب ہی اسکی دو قسمیں ہیں ایک معین جیسے نذر معین اور ایک غیر معین جیسے نذر مطلق ہم معین وہ جسکا وقت خاص ہو مثلاً جمعرات کا روزہ اور غیر معین جیسے ایک دن کا روزہ مثلاً اور دوسرا
کے اقسام میں ہی نفل روزہ جو شروع کر کے توڑ دے یا نفل کی قضا کو فاسد کر دے اور اعتکاف کے روزے قال الشامی واما قولہ تعالیٰ ولیوفوا نذورہم فدخلہ الخصوص کالنذر بمعصیۃ فلم یبق قطعیا لیکن قول حق سبحانہ تعالیٰ کا ولیوفوا نذورہم اسمیں خصوص وارد ہوا ہی یعنی گناہ کی نذر اسمیں سے مخصوص ہی

پس قطعی نہ رہا کیونکہ مخصوص منہ البعض قطعی الدلالۃ نہیں ہوتا وقیل قائلہ الاکمل وغیرہ واعتمدہ الشرنبلالی اور کہا گیا ہے کہ نذر فرض ہے شارح نے کہا کہ قائل
اکمل وغیرہ ہے اور شرنبلالی نے اسپر اعتماد کیا ہے میں کہتا ہوں اسمیں یہ شبہ ہے کہ اکمل نے عنایہ میں تو وجوب ثابت کیا ہے مگر یہ کہ اس موضع کے سوا اور کہیں کہا ہو
اور بحر وغیرہ میں مذکور ہے کہ اسکا قائل کمال ہے تو شاید یہ شارح کے قلم کی خطا ہے بسبب مشابہت دونوں لفظوں کے قالہ الاکمل اور کمال کا کلام فتح القدیر
میں ہے کہ فرضیت اس سے مستفاد ہے کہ اجماع ہے اسکے لزوم پر نہ آیت شریف سے کیونکہ وہ مخصوص البعض ہے قال الشامی لکن تعقبہ سعدی بالفرق بان المنذورۃ
لا تؤدی بعد صلوۃ العصر بخلاف الفائتۃ [illegible] سعدی نے اس لیے نذر کے فرض ہونے پر اعتراض کیا ہے اس فرق سے کہ صلوۃ منذورہ بعد عصر کے ادا نہیں کی جاتی
بخلاف قضا نمازوں کے تو اگر نذر فرض ہوتی تو بعد عصر کے ادا کی جاتی [illegible] ہو فرض عملی الاظہر کالکفارات یعنی عملا لان مطلق الاجماع لا یفید الفرض القطعی اور
کہا گیا ہے کہ نذر فرض ہے بنا بر اظہر اقوال کے جیسے کفارات یعنی فرض عملی ہے کیونکہ مطلق اجماع فرض قطعی کو مفید نہیں ہوتا تو فرض عملی کہا کہ شارح کا تعجب کرنا با ایں ہمہ
کہ خود بھی اسکو اجماع بتلایا اسواسطے کہ جو شخص آیت شریف سے فرضیت پر استدلال کرتا ہے وہ فرض قطعی کہتا ہے نہ ظنی جیسا درر میں تصریح کی ہے اور اسی لیے فتح
میں اعتراض کیا ہے کہ آیت سے استدلال فرضیت پر نہیں ہو سکتا کہ وہ مخصوص ہے اور صدر الشریعۃ نے اسکو چھوڑ کر اجماع سے استدلال کیا ہے کذا فی
الشامی کما بسطہ خسرو جیسا بتفصیل بیان کیا ہے خسرو نے ہم لیکن درر میں صدر الشریعۃ کا یہ قول ذکر کیا کہ منذور فرض ہے اسوجہ سے کہ لزوم اسکا بالاجماع
ثابت ہے پس قطعی الثبوت ہوا پھر اسطرح جواب دیا کہ فرض سے مراد یہاں فرض اعتقادی ہے جسکا منکر کافر ہوتا ہے چنانچہ عبارت ہدایہ کی اسپر دلالت کرتی ہے
اور فرضیت ان معنوں سے مطلق اجماع سے ثابت نہیں ہوتی بلکہ اس اجماع سے جو بتواتر منقول ہو فرضیت پر جیسا رمضان کے روزے اور جیسا منذور نے اگر
اجماع فرضیت پر بتواتر منقول نہوا تو مرتبہ وجوب میں رہا اسواسطے کہ اجماع جو منقول بطریق شہرت یا احاد ہو وجوب کو مفید ہوتا ہے نہ فرضیت کو قالہ الشامی
ونفل کغیرہا اور باقی روزہ نفل ہے چنانچہ فرض و واجب کے سوا دوسرے روزے ہم یہاں نفل کے معنی لغوی مراد ہیں یعنی زیادتی نہ معنی شرعی کیونکہ اسمیں دونوں
قسمیں مکروہ کی بھی داخل ہیں اور کبھی کہا جاتا ہے کہ معنی شرعی ہی مراد ہیں اسوجہ سے کہ روزہ ایام منہیہ کا باعتبار اپنی ذات کے عبادت مستحسنہ ہے اور اس اعتبار
کہ ضیافت خداوندی سے روگردانی کو مستلزم ہے منع ہے پس اپنی اصل کے اعتبار سے مشروع ٹھہرا اور صفت کے اعتبار سے مکروہ قال الشامی نعم السنۃ کصوم
عاشوراء مع التاسع نفل شامل ہے سنت کو جیسے روزہ دسویں محرم مع نویں کے ہم جو فعل کہ اسپر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مواظبت کی ہو یا خلفائے
راشدین نے حضرت کے بعد وہ سنت ہے پھر وہ دو قسم ہے ایک سنۃ الہدی کہ اسکا ترک برائی اور کراہت کو موجب ہے جیسے جماعت اور اذان دوم سنت زوائد
جیسے عادات نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لباس اور قیام وقعود میں اور اسکا ترک کراہت کو موجب نہیں اور ظاہر یہ ہے کہ صوم عاشورا قسم ثانی میں ہے بلکہ خانیہ
میں اسکو مستحب کہا ہے اور ایسا ہی بدائع میں ہے تامل قال الشامی والمندوب کایام البیض من کل شہر اور نفل شامل ہے مندوب کو جیسے ہر مہینے کے ایام
بیض کے روزے ہم بیض صفت ہے لیالی کی جو محذوف ہے یعنی تیرھویں چودھویں پندرھویں مستحب کا ذکر نہیں کیا کیونکہ اصولیوں کے نزدیک مستحب اور
مندوب میں فرق نہیں یعنی وہ فعل ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسپر مواظبت نہ کی ہو اگرچہ کبھی نہ کیا ہو مگر رغبت اسکی طرف ثابت ہو کذا فی البحر اور فقہا
کے نزدیک مستحب وہ ہے جو حضرت نے کبھی کیا ہو اور کبھی ترک کیا ہو اور مندوب وہ کہ صرف ایکبار یا دو بار بجواز کی تعلیم کے لیے کیا ہو قال الشامی ویوم
الجمعۃ ولو منفردا اور شامل ہے جمعہ کے دن کے روزہ کو اگرچہ اکیلا ہو ہم نہر میں اسکی تصریح کی ہے اور ایسے ہی بحر میں یعنی کہا ہے کہ جمعہ کا روزہ اکیلا مستحب ہے
اکثروں کے نزدیک جیسا دوشنبہ اور جمعرات کا اور بعضوں نے اسکو مکروہ کہا ہے اور اسکی مثل محیط میں ہے اور یہ سبب بیان کیا ہے کہ ان ایام کی فضیلت
ہے اور انکے روزہ میں غیر قبلہ والوں کے ساتھ تشبہ نہیں ہے پس جو اشباہ میں کراہت اکیلے جمعہ کے روزہ کی نقل کی ہے سو وہ قول بعض کا ہے اور
خانیہ میں ہے کہ کچھ مضائقہ نہیں جمعہ کے روزہ کا امام ابوحنیفہ اور محمد کے نزدیک کیونکہ عبداللہ بن عباس اسکا روزہ رکھتے اور افطار نہ کرتے تھے

اور اس اثر سے شاہ ادکی تأویل ہو اسبات پر کہ اباس سے مراد استحباب ہے اور ابو یوسف نے کہا ہے کہ حدیث سے اسکی کراہت میں بھی وارد ہے پس چاہیے
ہے کہ ایک روز پہلے یا پیچھے ملاوے قال الشامی و عرفة ولو لحاج لم یضعفه اور نفل میں ہے عرفہ کا روزہ اگرچہ حاجی رکھے جو روزے سے ضعیف نہو یعنی
نویں ذی الحجہ کا روزہ اگر کوئی حاجی رکھے کہ اسکو وقوف عرفات میں خلل انداز نہو اور دعاؤں کا حارج نہو تو مکروہ نہیں کذا فی المحیط اور اگر ضعف طاری ہو تو
مکروہ ہے کذا قال الشامی والمکروہ تحریما کالعیدین اور نفل شامل ہے مکروہ تحریمی کو جیسے عیدین کا روزہ ہے یعنے اور ایام تشریق کا کذا فی النہر اور المکروہ نصب
کے علامت سے معلوم ہے سنت پر امر فوع ہے اور کالعیدین خبر ہے اور اس صورت میں جو کلمہ نفل کے معنوں میں کیا گیا مکروہ کے شامل کرنے کو اسکی ضرورت نہیں
قال الشامی و تنزیہا کعاشوراء وحدہ اور شامل ہے مکروہ تنزیہی کو جیسا عاشورا کا روزہ اکیلا یعنی اس طرح کہ نویں یا گیارہویں کو اُسکے ساتھ نہ ملایا جاوے کہ ایام
اسلئے کہ مشابہت ہے یہود کے ساتھ کذا فی المحیط قال الشامی و سبت وحده اور ہفتہ کے روز کا اکیلا کیونکہ یہود کے ساتھ مشابہت ہے کذا فی البحر اور یہ علت کراہت
تحریمی پر دلالت کرتی ہے مگر یہ کہا جاوے کہ کراہت تحریمی با قصد مشابہت ہے و نیروز و مہرجان الا اذا وافق اور نیروز اور مہرجان کا اکیلا روزہ
اسکو بھی نیروز ہے نوروز کا اس روز کا نام ہے کہ آفتاب برج حمل میں آتا ہے اور مہرجان فارسی ہے مہرگان کا وہ دن کہ آفتاب برج میزان میں آتا ہے اور یہ دونوں
فارسیوں کے عید کے دن ہیں قوله الا اذا وافق کذا فی المحیط پھر محیط میں کہا ہے کہ مختار یہ ہے اگر پہلے سے روزہ رکھتا ہو تو افضل یہ ہے کہ روزہ رکھے ورنہ افضل
یہ ہے کہ روزہ نہ رکھے کیونکہ اس روز کی تعظیم کی مشابہت ہوجاتی ہے اور یہ حرام ہے قال الشامی وصوم دہر وصوم صمت و وصال وان افطر الایام الخمسة
اور شامل ہے نفل کراہت کے ساتھ عمر بھر کے روزے کو اور سکوت کے روزے کو یعنے یہ کہ روزہ میں کلام نکرے اور کلام نکرنے کی کراہت اسواسطے ہے کہ مجوس کے
ساتھ مشابہت ہے کہ وہ روزے میں نہیں بولتے کذا فی المحیط اور شامل ہے وصال کے روزے کو یعنی کئی روزے پیاپے رکھے اور بیچ میں افطار نکرے اور عمر بھر
روزہ رکھنا مکروہ ہے اگرچہ پانچ دن مخالفت کے یعنی دونوں عید کے دن اور تین ایام تشریق میں افطار کرے کہ خلاصہ میں ہے کہ جب ایام منہیہ میں افطار
کرے تو مختار یہ ہے کہ کچھ مضائقہ نہیں قال الشامی و ہذا عند ابی یوسف کما فی المحیط اور یہ امام ابو یوسف کے نزدیک ہے جیسا محیط میں ہے یعنی مکروہ ہونا عمر بھر
کے روزہ رکھنے کا امام ابو یوسف کے نزدیک اس جہت سے ہے کہ فرائض اور واجبات اور کسب ضروری میں ضعف طاری ہوگا یا روزہ رکھنا اُسکی سرشت
ہو جائیگی مشقت نرہیگی کذا فی البحر فهی خمسة عشر بالتفریع ہے یعنی جملہ مذکورات جو نفل میں داخل ہیں پندرہ ہیں ہم اسطرح کہ عیدین کو دو شمار
کریں اور اتوار کا دن کہ بہت سے نسخوں میں موجود ہے اسمیں شامل رکھیں لیکن مکروہ تحریمی سے ایام تشریق اور صوم یوم الشک باقی رہیگے اور مکروہ تنزیہی سے
عورت کا روزہ بدون اپنے خاوند کی اجازت کے اور غلام کا روزہ بدون مولی کی اجازت کے اور اجیر کا روزہ بدون مستاجر کی اجازت کے باقی رہیگی
مندوبات میں سے دو شنبہ اور جمعرات کا روزہ اور صوم داؤد یعنی ایکروز صوم اور ایکروز افطار اور شش عید کے روزے باقی رہیگی قال الشامی و انواعه ثلثة عشر
اور انواع صوم لازم کے تیرہ ہیں سبعة متتابعة سات قسمیں بلا فصل روزہ رکھے جاتے ہیں رمضان و کفارة ظہار و قتل و یمین و افطار رمضان و نذر معین و
اعتکاف واجب ایک تو رمضان کے روزے دوسرے کفارہ ظہار کے روزے تیسرے کفارہ قتل کے چوتھے کفارہ قسم کے پانچویں کفارہ افطار رمضان کا چھٹے
نذر معین ساتویں اعتکاف واجب کے وستة یخیر فیها النفل و قضاء رمضان وصوم متعة و فدية حلق وجزاء صید و نذر مطلق اور چھ قسمیں وہ ہیں جنمیں رکھنے والیکو
اختیار ہے فصل کا ایک نفل دوسرے رمضان کی قضا تیسرے حج تمتع (اور قران) کے روزے یعنی جب استطاعت قربانی کی نہو اور تین روزے ایام حج
میں اور سات پھرنے کے بعد رکھے چوتھے سر منڈانیکے فدیہ کے روزے پانچویں جزاء صید کے روزے چھٹے نذر مطلق کے روزے یعنے جنمیں پیاپے
یا پیاپے رکھنے کی قید نہیں لگائی اور نیت کے اذا تقرر هذا فصح اداء صوم رمضان والنذر المعین والنفل بنية من الليل جب یہ ثابت ہوچکا پس صحیح ہے
ادا رمضان کے روزے اور نذر معین اور نفل کی رات سے نیت کرنے سے ادا کی قید اسواسطے لگائی کہ قضا رمضان کے اور قضا نذر معین اور نفل

کی قید نہ ہو کہ ہر رات میں نیت کرے اور تعیین شرط ہے جیسا آویگا اور نفل سے مراد سوائے فرض اور واجب کے ہے یعنی سنت ہو یا مندوب یا مکروہ کذا فی النہر
والنہر اختیار میں کہا ہے کہ نیت شرط ہے روزہ میں یعنی دل میں جانے کہ روزہ رکھونگا اور رمضان شریف کی راتوں میں کوئی مسلمان اس سے خالی نہیں اور زبان سے
نیت کا کہنا شرط نہیں اور بحر میں ظہیریہ سے نقل کیا ہے کہ سحر کھانا نیت ہے قال الشامی فلا تصح قبل الغروب ولا عنده پس نیت نہیں صحیح غروب کے پہلے
اور نہ غروب کے وقت میں یعنی اگر نیت کی پہلے غروب سے یا غروب کے وقت کہ میں کل روزہ رکھونگا پھر سو گیا یا بیہوش ہو گیا یا غافل ہو گیا یہاں تک کہ اگلے دن
آفتاب کے زوال کا وقت آگیا تو روزہ نہوا اور اگر غروب کے بعد نیت کی تھی تو جائز ہے کذا فی الخانیہ قال الشامی الی الضحوة الکبری لا بعدها ولا عنده اعتبارا لاکثر
الیوم صحیح ہے نیت رات سے لیکر ضحوہ کبری تک نہ اسکے بعد اور نہ اسکے متصل لحاظ اکثر یوم کے ضحوہ کبری سے مراد نصف نہار شرعی ہے اور نہار شرعی طلوع صبح
صادق سے ہے غروب شمس تک اور اسکو زوال شمس سے تعبیر کیا جیسا قدوری وغیرہ میں تعبیر کیا ہے کیونکہ زوال کا وقت نصف روز ہے طلوع آفتاب سے وا الاکثر
وقت صوم کا طلوع فجر سے ہے کذا فی البحر عن المبسوط اور ہدایہ میں جامع صغیر سے منقول ہے کہ نصف النہار سے پہلے نیت ہو اور یہی اصح ہے کیونکہ وجود نیت کا اکثر روزہ
میں ضروری ہے اور نصف روز طلوع فجر سے ضحوہ کبری تک ہے نہ وقت زوال تک پس اس سے پہلے نیت شرط ہے تاکہ اکثر ہونا ثابت ہو قال الشامی ومطلق النیة
ای نیة الصوم فال بدل من المضاف الیہ اور درست ہے یہ سب مذکورہ مطلق نیت سے یعنی روزے کی نیت سے پس الف لام بدلے مضاف الیہ کے ہے یعنی مطلق
نیت یہ کہ اسمیں فرضیت اور وجوب اور سنیت کی قید نہ ہو اسلیے کہ تمام رمضان اپنے فرض ہونے کے لیے پورا وقت ہے اسمیں دوسرا صوم مشروع نہیں پس فرض ہی
کے لیے متعین ہوا اور جو شارع کیطرف سے متعین ہے اسمیں تعیین کی ضرورت نہیں اور نذر معین کو رمضان پر قیاس کیا کیونکہ رمضان شارع کی تعیین سے متعین ہے اور نذر
ناذر کیطرف سے تو دونوں میں مطلق نیت کافی ہے اور چونکہ بعض لوگوں نے اعتراض کیا تھا کہ مطلق نیت سے درست ہونا معلوم ہے کہ کسی عبادت کی نیت سے روزہ
درست ہونا چاہیے شارح نے اسکا جواب دیا کہ الف لام عوض مضاف الیہ کے ہے یعنی نیت سے مراد نیت صوم کی ہے کذا فی الشامی وبنیة نفل لعدم المزاحم اور
درست ہے صوم مذکور نفل کی نیت سے کیونکہ رمضان و نذر معین کا کوئی مزاحم نہیں جیسا مطلق نیت میں بیان ہو چکا وخطأ فی وصف کنیة واجب اخر
فی اداء رمضان فقط لتعینہ بتعیین الشارع اور درست ہے باوجود خطا کے بیچ وصف رمضانیت کے جیسے نیت کسی اور واجب کی کی لیکن یہ صحت صرف ادا
رمضان میں ہے (نفل اور نذر معین میں نہیں) کیونکہ رمضان شارع کیطرف سے معین ہے یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جب شعبان گذر جاوے
تو پھر کوئی روزہ نہیں سوائے رمضان کے بخلاف نذر کے کہ اسکا وجوب ناذر کے قول سے ہے تو جب اسنے دوسرے واجب کی نیت کی تو گویا پہلے کو باطل کیا الا اذا وقعت
النیة من مریض او مسافر حیث یحتاج الی التعیین لعدم تعینہ فی حقہما یہ استثنا ہے بنیة نفل وبخطاء فی وصف سے یعنی مگر جبکہ واقع ہو نیت مریض یا مسافر سے تو روزہ
وہی ہوگا جو مریض یا مسافر نیت کرے کیونکہ صوم محتاج تعیین کا ہے واسطے عدم تعیین صوم کے مریض اور مسافر کے حق میں ہم یحتاج کی ضمیر یا مریض اور مسافر کی
طرف پھرتی ہے بتاویل ہر واحد کے یا صوم کیطرف قال الشامی اور ہوسکتا ہے کہ یحتاج بصیغہ مجہول ہو اور جار مجرور مفعول مالم یسم فاعلہ ہو فلا یقع عن رمضان
بل یقع عما نوی من نفل او واجب علی ما علیہ الاکثر بحر پس نہ واقع ہوگا روزہ رمضان سے بلکہ اس سے واقع ہوگا جسکی نیت کی یعنے نفل یا واجب بنا
اس قول کے جسپر اکثر مشائخ ہیں کذا فی البحر میں کہتا ہوں بحر میں جو قول نسبت اکثر مشائخ کیطرف کیا ہے تو وہ مریض کے حق میں ہے اور مسافر کے حق میں
یہ تفصیل ہے کہ اگر کسی دوسرے واجب کی نیت کریگا تو وہی واجب کیطرف سے واقع ہوگا امام صاحب کے نزدیک اور اگر نفل کی نیت کریگا یا مطلق نیت ہوگی تو
امام صاحب سے دو روایتیں ہیں اصح یہ ہے کہ رمضان سے واقع ہوگا اسواسطے کہ نفل کا فائدہ ثواب ہے اور وہ فرض دینی میں زیادہ ہے قال الشامی وهو الاصح
وقیل باعتبار ظاهر الروایة فلذا اختاره المصنف تبعا للدرر اور یہی اصح ہے کذا فی السراج اور کہا گیا ہے کہ یہ ظاہر الروایت ہے پس اسلیے مصنف نے اسکو اختیار کیا
کیونکہ اتباع درر کے لکن فی اوائل الاشباہ الصحیح وقوع الکل عن رمضان سوی المسافر اذا نوی واجبا اخر واختاره ابن الکمال وفی الشرنبلالیة عن البرهان انه الاصح

فائدہ بعض مشائخ نے تصریح اس مسئلہ کی یا لوم اوائل میں وارد کی ہے تاکہ لوگ گمان نہ کریں کہ صوم رمضان کو نفل کی نیت سے ادا کرنا کافی ہے اور اس کا اعتقاد رکھیں۔ ۱۲

لیکن اول اشباہ مین ہو کہ صحیح یہ ہو کہ سب صورتون مین رمضان ہی سے واقع ہوگا سوا اس صورت کے کہ مسافر نیت کرے کسی اور واجب کی اور اسکو ابن کمال
نے اختیار کیا ہو اور شرنبلالیہ مین برہان سے منقول ہو کہ یہی صحیح ہو اور کل سے مراد یہ ہو کہ مریض نیت کرے نفل کی یا مطلق نیت کرے یا کسی واجب کی نیت کرے
یا مسافر مطلق نیت کرے اگر یہ کہ نیت کرے کسی دوسرے واجب کی تو اسی واجب سے واقع ہوگا نہ رمضان سے کیونکہ مسافر کو رخصت ہو رمضان کے روزہ نہ رکھنے کی
تو وہ دوسرے کو دوسرے فرض مین صرف کر سکتا ہو بخلاف مریض کے … کلام بحر سے مستنبط ہو کہ مریض کے باب مین تین قول ہین ایک وہ جو اشباہ مین بیان
مذکور ہو اسکو فخر الاسلام اور شمس الائمہ اور جماعت نے اختیار کیا ہو اور ہدایہ مین تصحیح کیا ہو اور دوسرا وہ جو متن مین مذکور ہو کہ جسکی نیت کی اسی سے واقع ہوگا اور ہدایہ
مین اسکو اختیار کیا ہو اور اکثر مشائخ نے … ظاہر الروایہ ہو لیکن نفل کی صورت مین چاہیے کہ رمضان ہی سے واقع ہو جیسا کہ گذرا تیسرا قول
یہ تفصیل ہو یعنی اگر روزہ اسکو ضرر کرتا ہو تو رخصت … تو اسکا حال مثل مسافر کے ہو یعنی جسکی نیت کریگا اسی کے موافق واقع ہوگا اور اگر
روزہ اسکو ضرر نہین کرتا ہو … رمضان ہی سے واقع ہوگا … اختیار کیا ہو کذا فی البحر
والنذر المعین … واجب … مطلقا … نذر معین … دوسرے واجب کی
نیت سے بلکہ واقع ہوگا روزہ اسی واجب سے جسکی نیت کی ہو … (جیسے رمضان مین ہی) اور نذر معین
(جیسے نذر معین مین ہی) فرق … مسافر … روزہ اسی دوسرے واجب
کیطرف سے واقع ہو اور نذر معین کی قضا لازم ہوگی … ولو صام مقیم عن غیر رمضان ولو بجہلہ ای رمضان
فہو عنہ لا عما نوی … ادا رمضان فلا صوم الا عن رمضان اور اگر مقیم نے غیر رمضان کا روزہ رکھا اگرچہ رمضان کی ناواقفیت سے ہو تو وہ روزہ رمضان
ہی کا ہوگا نہ اسکا جسکی نیت کی کیونکہ حدیث شریف مین ہو جب آگیا رمضان تو روزہ نہین مگر رمضان ہی کا … ولکل یوم من رمضان
نیۃ … لتمیز العبادۃ عن العادۃ اور رمضان کے روزہ مین ہر روز نیت کی احتیاج ہو اگرچہ روزہ دار تندرست مقیم ہو تاکہ عبادت عادت سے
تمیز ہو … پرہیز کی وجہ سے یا مرض سے … کی عادت کرتے ہین وقال زفر ومالک تکفی نیۃ واحدۃ کالصلاۃ اور کہا ہو زفر اور مالک رحمہما اللہ نے
کہ ایک نیت تمام مہینے کے لیے کافی ہو جیسے نماز کی تحریمہ سب رکعتون کے لیے کافی ہو اور امام زفر سے روایت ہو کہ مقیم کو احتیاج نیت کی نہین … اگر
ہو تو نہین جائز … کہ رات سے نیت کرے اور ہمارے علماء ثلثہ کے نزدیک ہر روز کے لیے جدید نیت چاہیے رات کو ہو یا قبل ضحوہ کبری مقیم ہو یا مسافر
کذا فی السراج قلنا فساد البعض لا یوجب فساد الکل بخلاف الصلاۃ ہم کہتے ہین امام زفر کے جواب مین کہ فاسد ہونا بعض روزون کا نہین موجب ہوتا سب کے فساد کا
بخلاف صلوۃ کے یعنی قیاس روزون کا نماز پر درست نہین واشترط للباقی من الصیام قران النیۃ للفجر ولو حکما اور باقی صیام مین شرط ہو نیت کا متصل
ہونا فجر کے ساتھ اگرچہ حکما ہو اور باقی سے مراد قضاء رمضان اور نذر مطلق اور قضاء نذر معین اور قضاء نفل بعد توڑنے کے اور کفارات اربعہ یعنی ظہار قتل یمین
افطار اور انکے ملحقات یعنی جزاء صید اور حلق اور متعہ کذا فی الشامی وہو تبییت النیۃ للضرورۃ اور مقارنت حکمیہ رات سے نیت کرنا ہو ضرورت
کی وجہ سے یعنی صبح کے وقت کی اسکا شاق ہو اور حرج شرع مین مدفوع ہو اسلیے رات کو نیت درست ہوئی کذا قالہ الحلبی وتعیینہا لعدم تعین
الوقت اور شرط ہو تعیین نیت کی کیونکہ ان اقسام کے روزون مین وقت معین نہین بخلاف ادائے رمضان اور نذر معین کے کہ انہین وقت معین
ہو اور ایسا ہی نفل کیونکہ سب زمانہ سوائے رمضان کے نفل کا وقت ہو قال الشامی والشرط فیہا ان یعلم بقلبہ ای صوم یصوم اور شرط نیت معینہ مین
یہ ہو کہ دل مین جانے کہ کونسا روزہ رکھتا ہو قال الحدادی والسنۃ ان یتلفظ بہا اور حدادی نے کہا کہ سنت یہ ہو کہ نیت کا تلفظ کرے
… سنت سے مراد مشائخ کی سنت ہو نہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی یعنی رات ہو تو یون کہے کہ مین نیت کرتا ہون کہ صبح کو روزہ خدا کے واسطے رکھونگا

اور اگر دن کو نیت کرے تو یون کہے کہ آج خدا کے واسطے روزہ فرض رمضان کا رکھتا ہون قال الشامی ولا تبطل بالمشیۃ بل بالرجوع عنہا بان لم یعزم لیلا
علی الفطر اور نیت نہین باطل ہوتی انشاء اللہ کہنے سے بلکہ نیت سے رجوع کرلینے سے باطل ہوجاتی ہے اسطرح کہ رات سے عزم کرلے افطار کا مع نہین
باطل ہوتی یعنی رکھنا بھی صحیح ہے اسواسطے کہ حقیقت میں وہ تشنا نہین ہے بلکہ استعانت اور طلب توفیق کے واسطے ہے یہانتک کہ اگر ارادہ تشنا کا کرے باطل
نہوگا جیسا تاتارخانیہ مین ہے قال الشامی ویتفرع علیہ ان لم ینو الفطر اور روزہ دار کی نیت افطار کے باب مین لغو ہے یعنے اگر صرف نیت افطار سے روزہ نہوگا
ونیۃ الصوم فی الصلوۃ صحیحۃ ولا تفسدہا بلا تلفظ اور نیت روزہ کی نماز مین درست ہے اور بدون تلفظ کے نماز کو فاسد نہین کرتی ولو نوی القضاء نہارا صار نفلا
فیقضیہ لو افسدہ لان الجہل بمعذرا غیر معتبر فلم یکن کالمظنون ہے اور اگر دن کو نیت قضاء روزہ کی کرے تو وہ روزہ نفل ہوگا اگر اسکو توڑدے تو قضا
کرے اسواسطے کہ دار الاسلام مین جہل غیر معتبر ہے پس نہ مشابہ روزہ ظنی کے کذا فی البحر وفی فتح القدیر مین ایک قول نقل کیا ہے کہ لزوم قضا اس صورت
مین ہے کہ جانتا ہو کہ قضا کی نیت دن کو درست نہین لیکن جب نہ جانتا ہو تو شروع کرنے سے لازم نہوگا شارح نے اسکا جواب دیا کہ دار الاسلام مین
جہل معتبر نہین خصوص اُس صورت مین کہ عدم جواز نیت قضا کا دن کو ظاہر اتفاق علیہ ہے اور ظنی روزہ کی یہ صورت ہے کہ ایک شخص نے اس گمان سے
کہ میرے ذمہ روزہ ہے بقصد ادا مذکورہ روزہ شروع کیا پھر اسکو ظاہر ہوا کہ میرے ذمہ روزہ نہین تو اس شخص کو اس روزہ کا اتمام لازم نہین ہے کیونکہ اُسنے ادا
بری کرنے کے لیے شروع کیا تھا نہ یہ کہ اپنے ذمہ التزام کیا ہے قال الشامی والصیام یوم الشک ہو یوم الثلثین من شعبان وان لم یکن علۃ اور رکھنا
روزہ یوم الشک کا یعنی تیسوین تاریخ شعبان کا اگرچہ ابر وغبار نہو فہم شارح نے شرح ملتقی مین کہا ہے کہ اس سے رد ہوگیا کلام قہستانی وغیرہ کا انہون نے
مقید کیا ہے کہ یوم الشک اُس صورت مین ہے کہ مشتبہ ہو ہلال رمضان کا اور معلوم نہو کہ شعبان کی تیسوین ہے یا رمضان کی پہلی یا ایک شخص نے یا دو فاسقون نے
ہلال دیکھا اور اُنکی شہادت نامقبول ہوئی پس اگر آسمان صاف ہوا اور کسی نے نہ دیکھا ہو تو یوم الشک نہین ہے اور ایسا ہی معراج مین ہے کذا فی الشامی اسے
علی القول بعدم اعتبار اختلاف المطالع بجواز تحقق الرویۃ فی بلدۃ اخری واما علی مقابلہ فلیس بشک ولا یصام اصلا شرح المجمع للعینی عن الزاہدی یعنی شک
کا روز بنا بر اس قول کے ہے کہ اختلاف مطالع کا معتبر نہو کیونکہ ہوسکتا ہے کہ کسی دوسرے شہر مین رویت ہوئی ہو لیکن بنا بر قول اعتبار اختلاف مطالع
کے یعنے ہر جگہ کا مطلع جدا جدا ہے ایک جگہ کا دیکھنا دوسرے کے لیے کافی نہین تو اس صورت مین وہ روز روز شک نہین ہے اور روزہ بالکل نہ رکھا جاوے
کذا فی شرح المجمع للعینی عن الزاہدی ہم یعنی ابتدا نہ فرض نہ نفل اسواسطے کہ اس روزہ رکھنے مین کچھ احتیاط نہین بخلاف یوم الشک کے قال الشامی الا
نفلا و یکرہ غیرہ مگر یوم الشک مین بہ نیت نفل روزہ کا مضائقہ نہین اور نفل کے سوا دوسرا روزہ مکروہ ہے خواہ فرض ہو یا واجب نیت معینہ سے ہو یا متردد
سے اور ایسی ہی مطلق نیت سے بھی مکروہ ہے کیونکہ مطلق اپنے افراد کو شامل ہے کذا فی المعراج ولو صامہ لواجب اخر کرہ تنزیہا اور اگر یوم الشک مین
کسی دوسرے واجب کا روزہ رکھا تو مکروہ تنزیہی ہے ولو جزم ان یکون عن رمضان کرہ تحریما اور اگر بالجزم رمضان کا کرکے رکھا تو مکروہ تحریمی ہے اسلیے
کہ اہل کتاب کی مشابہت لازم آتی ہے کہ انھون نے اپنے روزون مین کچھ دن بڑھا لیے اور اسی پر حدیث شریف محمول ہے کہ رمضان سے ایک دو روز
پہلے روزے مین سبقت مکرو کذا فی البحر ویقع عنہ فی الاصح ان لم یظہر رمضانیتہ اور واقع ہوگا واجب سے جسکی نیت کی تھی اصح روایت مین اگر
نہ ظاہر ہو کہ وہ رمضان کا دن ہے مسراج مین ہے کہ جب کسینے اور واجب کی نیت سے اُس روز روزہ رکھا تو اُسکے ذمہ سے وہ واجب ساقط نہوگا کیونکہ جائز ہے کہ یہ دن رمضان کا
ہو پس شک کی جہت سے واجب کا ادا ہوجانا ثابت نہوا اس سے معلوم ہوا کہ اگر حال معلوم نہو تو جسکی نیت کی تھی اُسکے لیے بھی کافی نہین پس مصنف کو یون کہنا مناسب تھا
جیسا ہدایہ مین ہے کہ اگر ظاہر ہوا کہ وہ دن شعبان کا ہے تو جسکی نیت کی تھی اُسکے لیے کافی ہے اصح روایت مین اور اگر ظاہر ہوا کہ رمضان کا دن ہے تو رمضان مین مجرا ہوگا
کیونکہ اصلی نیت موجود ہے قال الشامی والاولی ان ظہرت رمضانیتہ لو بقیا اور اگر ایسا نہو یعنے رمضانیت ظاہر ہوجاوے تو وہ روزہ رمضان

کا ہوگا اگر یہ شخص مقیم ہو ہم کیونکہ پہلے معلوم ہو چکا کہ مسافر اگر رمضان میں دوسرے واجب کی نیت کرے تو اُسی واجب کا ہوگا اسلیے کہ ادا سے رمضان
اُسکے ذمہ واجب نہیں والتنفل فیہ احب اے افضل اتفاقا ان وافق صوما یعتادہ او صام من آخر شعبان ثلثۃ فاکثر لا اقل اور نفل کی نیت سے
روزہ رکھنا شک کے روز بالاتفاق افضل ہی اگر موافق اپنی عادت کے روزہ کے ہو یا آخر شعبان میں تین روزے یا زیادہ رکھے نہ کمتر ہم یعنی
مثلاً اُسکی عادت دوشنبہ یا جمعرات کے روزہ کی ہی اور یوم الشک دوشنبہ کو پڑا یا جمعرات کو یا یہ کہ آخر شعبان میں چھبیسوین یا ستائیسوین سے برابر
روزہ رکھنے شروع کیے اسمین یوم الشک بھی آگیا تو ان صورتون مین روزہ افضل ہی لحدیث لا تقدموا رمضان بصوم یوم او یومین کیونکہ حدیث شریف مین
وارد ہی کہ رمضان سے پیشتر سبقت نہ کرو ایک دو روز کے روزہ کی ہم یہ حدیث صحاح ستہ مین ابوہریرہؓ سے مرفوعاً روایت کی گئی ہی اسطرح کہ سبقت
کرو رمضان سے ایک روز یا دو روز کے روزہ کی مگر وہ شخص کہ اُس روز روزہ رکھتا ہو تو وہ اُسکو رکھلے اور اس سے مراد نفل روزہ ہے سوا اسکے
اور ہدایہ اور اسکی شروح وغیرہ مین تصریح کی ہی کہ ممنوع تقدم ایک دو روزے کا رمضان پر بہ نیت صوم رمضان کے ہی اور وجہ تخصیص ایک دو روزہ
کی یہ ہی کہ اکثر نقصان کا احتمال ایک دو مہینے مین ہوتا ہی یعنی ایک دو روز زیادہ رمضان سے پیشتر رکھے اور اسکی احتیاط قرار دے یہ مکروہ ہی کذا فی الشامی
ومن صام یوم الشک فقد عصی ابا القاسم فلا اصل لہ اور لیکن یہ حدیث کہ جو شخص روزہ رکھا روز شک مین اُسنے نافرمانی کی ابوالقاسم صلعم
کی تو اسکی کچھ اصل نہین ہم زیلعی نے بھی یہی کہا ہی کہ سمجھ کہا ہی کہ موقوفا عمار بن یاسر سے یہ حدیث منقول ہی اور وہ اس باب مین مرفوع کے مانند ہی
مین کہتا ہون کہ لا اصل لہ کو مرفوع ہونے پر محمول کرنا چاہیے ورنہ یہ حدیث موقوفاً وارد ہی عمار سے اور ابو ہریرہ سے اور اسکو بخاری نے تعلیقاً روایت
کیا ہی اسطرح کہ قال صلہ بن زفر عن عمار من صام الخ قال الشامی وتمامہ فی الفتح والا یصومہ الخواص ویفطر غیرہم بعد الزوال بہ یفتی نفیا للتہمۃ انتہی اور اگر
نہ موافق ہو عادت کے روزہ کو اور نہ آخر شعبان کے تین روزہ رکھے تو خواص اُسدن کا روزہ رکھیں اور عوام بعد زوال کے افطار کرین اسی پر
فتوی ہی تاکہ نہی پر اقدام کی تہمت سے بری رہین ہم فتح القدیر مین ہی کہ خواص اسطرح روزہ رکھین کہ عوام کو خبر نہو تاکہ جاہل کو شبہہ رمضان کی
زیادتی کا نہو کذا فی الشامی وکل من علم کیفیۃ صوم الشک فہو من الخواص والا فہو من العوام اور جو شخص جانتا ہو کیفیت صوم الشک کی
وہ خواص مین ہی نہین تو عوام مین والنیۃ المعتبرۃ ہنا ان ینوی التطوع علی سبیل الجزم من لا یعتاد صوم ذلک الیوم الا المعتاد فما مر اور
نیت معتبرہ کیفیت صوم الشک مین یہ ہی کہ نفل کی نیت کرے بطور یقین جو اُس دن کے روزہ کا عادی نہین ہی اور جو عادی ہی اُسکا حکم سابق مین گذر چکا
کہ مکروہ نہین والتخطر ببالہ انہ ان کان من رمضان فعنہ ذکرہ اخی زادہ اور اپنے دلمین اس بات کا خطرہ بھی نہ رکھے کہ اگر یہ دن رمضان کا ہی تو
روزہ رمضان کا ہی ذکر کیا اسکو اخی زادہ نے ہم حاصل یہ کہ نیت مین تردد نہ رکھے کہ اگر یہ دن شعبان کا ہی تو روزہ نفل ہی اور اگر رمضان کا ہی تو روزہ
فرض ہی بلکہ نفل محض کی نیت کرے یقیناً اور بیشک نیت کا خطرہ دلمین آنا بعد نیت نفل کے مضر نہین کیونکہ آخر احتیاطاً روزہ رکھتا ہی کذا قال الشامی
ولیس بصائم لو ردد فی اصل النیۃ بان نوی ان یصوم غدا ان کان من رمضان والا فلا صوم لعدم الجزم فی العزم اور اُس شخص کا روزہ نہین ہی
اصل نیت مین تردد کیا یعنی اسطرح نیت کی کہ کل اگر رمضان ہوگا تو روزہ ہی نہین تو نہین کیونکہ یقین نیت کا نہین کما انہ لیس بصائم لو نوی ان
لم یجد غداء فہو صائم والا فمفطر جیسا اُس شخص کا بھی روزہ نہین ہی کہ نیت کی اگر صبح کو ناشتہ نہ ملا تو روزہ ہی نہین تو افطار ہی ہم صحیح ہی اسکو اختیار
ولو ردد فی وصفہا بان نوی ان کان من رمضان ففرض والا فعن واجب آخر ادا ہو جاویگا وہ شخص روزہ دار اگر اسطرح تردید کی ساتھ اگر نیت
کے وصف مین تردید کی یعنی اسطرح نیت کی کہ اگر دن رمضان کا ہی تو روزہ رمضان کا ہی نہین تو کسی دوسرے واجب کا وکذا یکرہ لو قال انا صائم ان کان
من رمضان والا فعن نفل اور ایسا ہی مکروہ ہی اگر کہا مین روزہ سے ہون اگر دن رمضان کا ہی اور نہین تو روزہ نفل ہی لیکن تردد مین مکروہ ہی یاد رکھو مکروہ کیونکہ

فی

مسئلہ
کیونکہ اصل
نیت مین تردد
نہین ۱۲

تردد ہو درمیان دو مکروہوں کے یعنی فرض واجب کے پہلا مسئلہ ہیں یا درمیان کروہ اور غیر مکروہ کے یعنی فرض و نفل کے دوسرے مسئلہ میں فان ظہر رمضان فعنہ والا فنفل فیہما امر الواجب لنفل غیر مضمون بالقضاء لعدم التزامہ قصدا پس اگر واضح ہوا کہ وہ دن رمضان کا ہے تو وہ روزہ رمضان ہی کا ہوگا ورنہ نفل ہوگا دونوں صورتوں میں یعنی واجب اور نفل میں الیسا کر توڑ ڈالے سے قضا لازم نہ آوے گی کیونکہ قصدا نفل نہیں تھا لازم اسلئے کہ من وجہ اسقاط فرض کا قصد رکھتا تھا نفلی روزہ کے مانند ہوا اسوجہ سے کہ دونوں میں اسقاط مد نظر ہے نہ التزام زاد الشامی اکل الناسی ناسیا قبل النیۃ کا کل بعدہا وہو الصحیح شرح وہبانیہ تنقیر کھانا بھول کر نیت سے پہلے ایسا ہی جیسا بعد نیت کے بھول کر کھانا اور یہی صحیح ہے کذا فی شرح وہبانیہ یعنی یوم الشک میں ایک شخص نے قوت روزہ کی استفار کیا اور بھولے سے اس عرصہ میں کچھ کھا لیا پھر معلوم ہوا کہ رمضان کا دن ہے تو اگر اب روزہ کی نیت کریگا تو جائز ہوگی جیسا کہ بھول کر کھانے سے روزہ نہیں جاتا اور ایک قول یہ ہے کہ نہیں جائز ہے جیسا قنیہ میں ہے اور اسی کا جزم کیا ہے سراج اور شرنبلالیہ میں قالہ الشامی رای مکلف ہلال رمضان او الفطر ورد قولہ بدلیل شرعی صام مطلقا وجوبا وقیل ندبا کسی عاقل بالغ نے ہلال رمضان کا دیکھا یا عید کا اور اسکا قول حجت شرعیہ کی رو سے نہ مانا گیا یعنی فاسق ہونیکی جہت سے یا غلطی کی وجہ سے تو وہ روزہ رکھے ہر صورت میں عید کا چاند ہو یا رمضان کا وجوبا اور کہا گیا ہے کہ روزہ رکھے ندبا ہم عاقل بالغ یعنی اگرچہ فاسق ہو کذا فی البحر اور اگر لڑکا یا مجنون دیکھے تو واجب نہیں اور یہی حکم ہے اگر خود امام تنہا دیکھے اور لوگوں کو روزے کا حکم کرے نہ افطار کا اور خیر الدین رملی نے کہا ہے کہ اگر دیکھنے والی جماعت ہو اور انکی شہادت مسترد ہوگئی ہو جماعت عظیم نہ ہونیکی جہت سے تو اس صورت میں بھی یہی حکم ہے فان افطر قضاہ فقط فیہما لشبہۃ الرد پس اگر افطار کیا تو صرف قضا لازم ہے دونوں میں یعنی کفارہ نہیں واسطے شبہ مسترد ہونے شہادت کے ہم اور مخفی نہ رہے کہ یہ علت سقوط کفارہ کی ہے ہلال رمضان میں لیکن عید کے چاند میں اس جہت سے کفارہ نہیں کہ اسکے نزدیک وہ عید کا دن ہے کذا فی النہر وغیرہ اور شاید اسکو ظہور کی جہت سے بیان نہیں کیا قال الشامی واختلف المشائخ لعدم الروایۃ عن المتقدمین فیما اذا افطر قبل رد الشہادۃ والراجح عدم وجوب الکفارۃ وصحح غیر واحد لان ما راہ یحتمل ان یکون خیالا لا ہلالا اور مشائخ نے اختلاف کیا ہے اسوجہ سے کہ متقدمین سے کوئی روایت نہیں اس صورت میں کہ افطار کرے رد شہادت سے پہلے اور راجح یہ ہے کہ کفارہ واجب نہیں اور اسی کی تصحیح کی ہے بہتوں نے کیونکہ جو اسنے کہا ہے شاید خیال ہو ہلال نہو جیسا حضرت عمر سے منقول ہے کہ جسنے چاند دیکھا تھا اسکو کہا کہ اپنی بھوون کو دھو پانی سے پھر کہا اب بتا چاند کہاں ہے اسنے کہا وہ تو گم ہو گیا جب فرمایا کہ بال بھوون میں قائم ہو گیا تھا تو نے اسکو چاند جان لیا کذا فی السراج اور جیسا پہلے مذکور ہوا یہی علت ہلال رمضان میں تو ہو سکتی ہے اور عید میں یہ کہ اسکے نزدیک وہ عید کا دن ہے قال الحلبی واما بعد قبولہا فتجب الکفارۃ ولو فاسقا فی الاصح لیکن بعد قبول شہادت یعنی رمضان کے چاند میں پس کفارہ واجب ہے اگرچہ فاسق ہو اصح روایت میں ہے کیونکہ وہ لوگوں کے روزہ رکھنے کا دن ہے پس اگر عدل ہو تو چاہیے کہ وجوب کفارہ میں خلاف نہو کیونکہ عدم کفارہ کی وجہ یہ ہے کہ فاسق کی شہادت پر حکم لگانا جائز نہیں اور وہ یہاں منتفی ہے کذا فی البحر عدم جواز سے مراد عدم حلت ہے کیونکہ قضا فاسق کی شہادت پر صحیح ہے اگرچہ قاضی گنہگار رہتا ہے کذا قالہ الشامی وقبل بلا دعوی وبلا لفظ اشہد وبلا حکم ومجلس قضاء لانہ خبر لا شہادۃ للصوم مع علۃ کغیم وغبار اور قبول کیجاوے روزہ رکھنے کے لیے خبر عادل کی آسمان میں روگ ہونے سے مثل ابر و غبار کے بغیر دعوی اور بغیر لفظ شہد کے اور بدون حکم اور مجلس قضا کے بوجہ اسکے کہ یہ خبر ہے شہادت نہیں خبر عدل او مستور علی ما صححہ البزازی علی خلاف ظاہر الروایۃ خبر عدل مفعول مالم یسم فاعلہ ہے قبل کا یعنی قبول کیجاوے خبر ایک مرد عدالت والے یعنی پرہیزگار کی یا ایک مستور الحال کی بنا بر اس قول کے کہ بزازی نے اسکی تصحیح کی ہے ظاہر الروایۃ کے خلاف ہم اور سراج اور مجتبیٰ میں بھی اسی کی تصحیح کی ہے اور فتح القدیر میں کہا ہے کہ یہ روایت ہے حسن کی اور حلوانی نے اسی کو لیا ہے اور نور الایضاح والا بھی ادھر ہی گیا ہے میں کہتا ہوں کہ یہی ظاہر الروایۃ ہے کیونکہ حاکم شہید نے یعنی حسن نے امام محمد کے اقوال انکی

کتابوں سے صحیح کیے ہیں جو ظاہر الروایت کہلاتے ہیں کافی میں یہ کہا ہے کہ قبول کیجاوے شہادت مسلم اور مسلمہ کی خواہ عادل ہو یا غیر عادل
اور غیر عادل سے مراد مستور ہے قال الشامی لا فاسق اتفاقا نہیں مقبول روزہ کے لیے قول فاسق کا بالاتفاق ہم اسواسطے کہ فاسق کا قول
ایسے دینیات میں مقبول نہیں جنکا حاصل ہونا عادلوں سے میسر ہو سکتا ہو جیسے روایت احادیث بخلاف پانی کی طہارت و نجاست وغیرہ کے کہ
خبر میں اسکی کیجاتی ہے اسلیے کہ بعض اوقات ایسی چیزونکا ملنا عادلوں سے میسر نہیں ہوتا قال الشامی وہل له ان یشهد مع علمه بفسقه قال البزازی
نعم لان القاضی ربما قبله اور آیا فاسق مجاز ہے اسکا کہ شہادت دیوے باوجودیکہ اپنا فاسق ہونا جانتا ہو بزازی نے کہا کہ ہاں اسواسطے کہ قاضی کبھی
فاسق کی شہادت قبول بھی کر لیتا ہے ہم حلوانی نے کہا کہ عادل کو لازم ہے اگرچہ لونڈی یا پردہ نشین ہو کہ اُسی رات شہادت ادا کرے کہ کہیں لوگ
صبح کو افطار نہ کر لیں اور یہ شہادت فرض عین ہے لیکن فاسق اگر جانے کہ حاکم میرا قول مان لیگا تو اسپر ادائے شہادت واجب ہے اور ... میں ... تین
ہیں کذا فی السراج ولو کان العدل قنا او انثی او محدودا فی قذف تاب بین کیفیة الرؤیة اولا علی المذهب اگرچہ عادل مذکر غلام ہو یا عورت
یا زنا کی تہمت میں سزا ہو کر توبہ کر لی ہو کیفیت رویت کی بیان کرے یا نکرے بنا بر مذہب یا درست ہے بخلاف امام فضلی کے وہ کہتے ہیں کہ واحد عدل
کی خبر جب قبول ہوتی ہے کہ تفسیر کرے اور کہے کہ میں نے شہر کے باہر جنگل میں دیکھا ہے یا کہے کہ شہر میں ابر تھا تو اس میں دیکھا ہے اور بدون ایسی تفسیر کے
مقبول نہیں کذا فی الظهیریة قال الشامی وقبل شهادة واحد علی آخر کعبد وانثی اور مقبول ہے گواہی ایک کی دوسرے پر جیسے مقبول ہے شہادت غلام اور عورت
کی ہم یعنی بخلاف شہادت علی الشہادت کے اور احکام میں کہ وہ مقبول نہیں جبتک ایک شخص کی گواہی پر دو مرد یا ایک مرد دو عورتیں شاہد نہوں کذا فی
الحلبی ولو علی مثلها اگرچہ شہادت غلام اور عورت کی اپنے مثل پر ہو یعنی ... سے ... کہ ان دونوں کی شہادت آزاد و مرد کی شہادت پر مقبول ہے اور
اسکو صاحب نہر نے بطریق بحث بیان کیا ہے اور کہا کہ میں نے نہیں دیکھا وتجب علی الجاریة المخدرة ان تخرج فی لیلتها بلا اذن مولاها وتشهد کما
فی الواقعیة اور واجب ہے لونڈی پردہ نشین پہ یعنی جو گھروں میں آمد و رفت نہیں رکھتی کہ نکلے اُسی رات بدون اجازت اپنے مولی کے اور شہادت ادا کرے
جیسا واقعیہ میں ہم اور یہی حکم آزاد عورت کا ہے کہ بے اجازت اپنے خاوند کے نکلے اور غیر مخدرہ یا جو نکاح بطریق اولی نکلے قال الطحاوی اور ظاہر ہے
اسکا محل وہ ہے کہ اثبات رویت اسپر موقوف ہو ورنہ نکلنا لازم نہیں قال الشامی وشرط للفطر مع العلة والعدالة نصاب الشهادة ولفظ اشهد وعدم
الحد فی قذف لتعلق نفع العبد اور ہلال عید میں غبار وغیرہ کے ہوتے عادل ہونے کے ساتھ نصاب شہادت یعنی دو مرد یا ایک مرد دو عورتیں شرط ہے
اور لفظ اشہد اور محدود فی القذف نہونا شرط ہے کیونکہ اسمیں نفع بندہ کا متعلق ہے ہم یہ علت ہے اشتراط شہادت مذکورہ کی فطر میں نہ صوم میں یعنی چونکہ صوم امر دینی ہے
اسمیں یہ شرطیں نہیں اور فطر میں نفع دنیاوی ہے پس اور حقوق کے مشابہ ہوا پس جو چیزیں حقوق میں شرط ہیں وہ یہاں بھی شرط ہونگی قال الشامی لکن لا تشترط
الدعوی کما لا تشترط فی عتق الامة وطلاق الحرة لیکن نہیں شرط ہے دعوی جیسا نہیں شرط ہے لونڈی کے عتق میں اور حرہ کی طلاق میں ہم لونڈی کی آزادی
میں دعوی اسلیے شرط نہیں کہ اسمیں حق العبد کے ساتھ حق اللہ تعالی کا بھی ہے یعنی حفاظت اپنی شرم کی اسلیے فطر اگرچہ حق عبد ہے لیکن اسمیں بھی حق اللہ
تعالے کا ہے یعنی عدم اُس وقت کے روزہ کا حرام ہونا اور صلاۃ عید کا واجب ہونا اسلیے اسمیں بھی دعوی شرط نہیں ہوا اور طلاق میں حرہ کی قید سے مفہوم
ہوتا ہے کہ زوجہ مملوکہ میں دعوی شرط ہے اور جامع الفصولین سے اطلاق معلوم ہوتا ہے کذا فی الشامی ولو کانوا ببلدة لا حاکم فیها صاموا بقول ثقة
اور اگر لوگ ہوویں ایسے شہر میں یا گاؤں میں کہ اسمیں حاکم نہو یعنی نہ قاضی نہ والی تو روزہ رکھیں ایک معتبر کے قول پر یعنی روزہ رکھنا فرض ہے ایسا معلوم
ہوتا ہے مصنف کی شرح سے ہم میں کہتا ہوں کہ ظاہر یہ ہے کہ گاؤں والے پر روزہ لازم ہو توپوں کی آوازوں سے یا قندیلوں کی روشنی سے اسلیے کہ یہ ظاہر علامت ہے
اور غلبہ ظن کو مفید ہے اور غلبہ ظن حجت ہے عمل کیواسطے جیسا علما نے تصریح کی ہے اور یہ احتمال کہ رمضان کے سوا کسی شے کیواسطے ہو بعید ہے کیونکہ ... اور ...

لیلۃ الشک میں نہیں کیے جاتے کہ ثبوت رمضان کے لیے قالہ الشامی و افطروا باخبار عدلین مع العلۃ للفطر وقوہ اور افطار کرین دو عادل کے خبر
دینے سے اگر آسمان میں غبار وغیرہ ہو واسطے ضرورت کے ہم یعنی اسوجہ سے ضرورت ہو کہ کوئی حاکم موجود نہیں جسکے سامنے شہادت ادا کیجاوے اور مع العلۃ
متعلق ہو صاموا اور افطروا ان دونوں کے ساتھ قالہ الشامی ولو راہ الحاکم وحدہ خیر فی الصوم بین نصب شاہد وبین امرہم بالصوم بخلاف العید کما فی الجوہرۃ
اور اگر اکیلے حاکم نے چاند دیکھا ہو تو روزہ کے چاند میں اسکو یہ اختیار ہو کہ کوئی شاہد اپنے قول پر مقرر کرے یا لوگوں کو روزہ کا حکم دے بخلاف عید کے
چاند کے کہ اسمیں ایک آدمی کافی نہیں ہو کذا فی الجوہرۃ اقول نصب شاہد سے یہ غرض کہ اپنی شہادت پر دوسرا شاہد معین کرے تاکہ دوسرا شخص شہادت پہنچا دے
ادا کرے افادہ الحلبی لیکن جوہرہ کی عبارت ان نصب من یشہد عندہ الخ ہی اور اسکے معنی ظاہر یہ ہیں کہ حاکم اپنی طرف سے کوئی نائب مقرر کرے
تاکہ اس نائب کے سامنے شہادت گذرے جیسا علما نے خصومت کے باب میں کہا ہو اگر حاکم کو کسی کے ساتھ خصومت واقع ہو تو ایک نائب مقرر کرے
کہ اسکے روبرو مقدمہ پیش ہو کیونکہ حاکم کا حکم اپنے اوپر درست نہیں اور شبہ جو یہی کہ اسکی دلیل یہ ہو کہ بعض نسخون درمختار میں نصب نائب ہو
بدل نصب شاہد کے قالہ الشامی ولا عبرۃ بقول الموقتین ولو عدولا علی المذہب اور نہیں اعتبار نجومیون کا اگرچہ عادل ہون بنابر مذہب صحیح کے ہم یعنی
وجوب صوم کے باب میں معراج میں کہا ہو کہ ان لوگون کا قول بالاجماع معتبر نہیں اور خود منجم کو نہیں جائز ہو کہ اپنے حساب پر عمل کرے اور نہر میں ہو کہ
منجم کے قول پر کہ فلانی تاریخ چاند دکھائی دیگا روزہ لازم نہیں اگرچہ منجمین عدول ہون صحیح روایت پر کذا فی الشامی قال فی الوہبانیۃ
وقول اولی التوقیت لیس بموجب ۝ وقیل نعم والبعض ان کان یکثر ۝ وہبانیہ میں کہا ہو کہ قول اوقات ضبط کرنے والون کا روزہ رکھنے کا موجب
نہیں اور کہا گیا ہو کہ ہان اور بعض کا قول بھی اگر کثیر ہون ہم یہ عبارت یعنی قیل نعم موہم ہو اسکو کہ دوسرا قول یہ ہو کہ عمل کو موجب ہو حالانکہ ایسا
نہیں ہو بلکہ خلاف صرف جواز اعتماد میں ہو اور قنیہ میں تینون قول نقل کیے ہیں پس پہلے قاضی عبد الجبار و صاحب جمع العلوم سے نقل کیا ہو کہ
منجمون کے قول کے اعتبار کرنے میں کچھ مضائقہ نہیں اور ابن مقاتل سے نقل کیا ہو کہ وہ ایسے پوچھا کرتے تھے اور انکے قول کا اعتبار کرتے تھے
بشرطیکہ انکی جماعت متفق ہوتی تھی پھر شیخ سرخسی سے نقل کیا کہ یہ بعید ہو اور شمس الائمہ حلوانی سے کہ وجوب صوم اور افطار کی شرط رویت ہو اور منجمون کا
قول ماخوذ نہیں پھر مجد الائمہ ترجمانی سے نقل کیا کہ اصحاب ابوحنیفہ رحمہ سواے شاذ و نادر کے اور شافعیہ متفق ہیں کہ منجمون کے قول کا اعتبار نہیں کذا قالہ الشامی
وقیل بلا علۃ جمع عظیم یقع العلم الشرعی وہو غلبۃ الظن بخبرہم اور قبول کیا جاوے جب آسمان صاف ہو قول جماعت عظیم کا کہ حاصل ہو علم شرعی یعنی
غلبہ ظن انکی خبر سے ہم یعنی جب مطلع صاف ہو تو خبر ایک شخص کی معتبر نہوگی کیونکہ ایک شخص کو نظر آنا اور ایک خلق کو نظر نہ آنا باوجودیکہ سب اسی کی طرف
متوجہ ہیں اور کوئی مانع نہیں اور سب کی بینائی درست ہو اگرچہ بعض تیز نظر ہون اسکی غلطی کی دلیل ہو کذا فی البحر حلبی نے کہا کہ جماعت میں اسلام اور
عدالت شرط نہیں جیسا امداد الفتاح میں ہو اور نہ حریت اور نہ دعوی جیسا قہستانی میں ہو میں کہتا ہون جو امداد کی طرف نسبت کیا ہو سو میں نے اسمین
ملاحظہ کیا وہان نہیں پایا اور اسلام شرط نہونے میں نظر ہو کیونکہ جمع عظیم سے یہان یہ مراد نہیں ہو کہ حد تواتر کو پہونچے جس سے علم قطعی حاصل ہوتا ہو کہ اسمین
اسلام شرط نہو بلکہ مراد یہ ہو کہ غلبہ ظن کو مفید ہو اور اسمین اسلام شرط نہونا اسکے لیے کوئی صریح نقل چاہیے قالہ الشامی اور علم شرعی سے مراد اصطلاح
اصولیون کی ہو جو موجب عمل کا ہوتا ہو نہ وہ علم جو یقین کے معنی میں ہو اسپر نص کی ہو منافع اور غایۃ البیان اور بحر میں نقلا عن الفتح اور صدر الشریعہ نے جو علم
بمعنی یقین لیا ہو ابن کمال نے اسکو رد کیا ہو اور کہا ہو کہ یہ خطا ہو صدر الشریعہ سے قالہ الشامی وہو مفوض الی راے الامام من غیر تقدیر بعدد علی المذہب
اور وہ امام کی راے پر مفوض ہو بغیر تعیین عدد کے بنابر مذہب صحیح کے ہم سراج میں کہا ہو جماعت کی تعداد ظاہر الروایت میں معین نہیں ہو اور ایک روایت میں
ابو یوسف رحمہ سے ۵۰ مرد ہیں یا بعض کے نزدیک اکثر اہل محلہ اور بعض کے نزدیک ہر مسجد میں سے ایک یا دو اور خلف بن ایوب نے کہا ہو کہ ۵۰۰ بلخ میں قلیل ہین

اور ابن وہبان نے تصحیح کی ہے کہ امام کی رائے پر مفوض ہے اگر اپنے ولیکن اگلی درستی اور صحت سمجھے تو موافق حکم دے اور مواہب میں اسی کو صحیح کہا ہے اور شرنبلالی نے اسی کا اتباع کیا ہے اور بحر میں تصحیح سے نقل کیا ہے کہ حق وہ ہے جو محمد و ابو یوسف سے روایت کیا گیا ہے کہ اعتبار خبر متواتر آنے کا ہے ہر طرف سے اور نہر میں کہا ہے کہ یہ تصحیح سراج کے موافق ہے قال الشامی وعن الامام انہ یکتفی بشاہدین واختارہ فی البحر اور ایک روایت امام صاحب سے یہ ہے کہ اکتفا کیا جاوے دو گواہوں پر اور بحر میں اسی کو اختیار کیا ہے ہم کہتے ہیں کہا ہے کہ اس زمانہ میں چاہیے کہ عمل اسی روایت پر ہو اس واسطے کہ لوگ چاند دیکھنے سے کاہلی کرتے ہیں پس علما نے جو کہا ہے کہ جم غفیر ہلال کے طالب ہیں یہ منتفی ہو گیا پس دیکھنے والے کی غلطی کا احتمال بہ نسبت ظاہر ہو پھر اسکی تائید کی کہ انفراد اور ظاہر یہ ظاہر دلالت کرتی ہیں کہ ظاہر الروایۃ صرف اشتراط العدد ہے نہ جمع عظیم اور عدد تو دو سے بھی صادق آتا ہے اور اسی کو صادق رکھا ہے نہر میں اور فتح میں قال الشامی وصحح فی الاقضیۃ الاکتفاء بواحد ان جاء من خارج البلد او کان علی مکان مرتفع واختارہ ظہیر الدین اور اقضیہ میں ایک کتاب کا نام ہے یہ تصحیح کی ہے کہ ایک شخص کفایت کرتا ہے اگر شہر کے باہر سے آیا ہو یا کسی اونچے مکان پر ہو اور اسی کو ظہیر الدین نے اختیار کیا ہے ہم اور فتاوی قہریہ میں اسی پر اعتماد کیا ہے اور یہی قول طحاوی کا ہے اور امام محمد نے اسی کی طرف اشارہ کیا ہے اصل کی کتاب الاستحسان میں مگر خلاصہ میں کہا ہے کہ ظاہر الروایۃ یہ ہے کہ شہر اور خارج شہر میں فرق نہیں ہے کذا فی المعراج وغیرہ میں کہتا ہوں کہ نہایہ میں کہا ہے کہ مبسوط میں ہے کہ امام اعظم سے روایت ہے کہ آسمان صاف ہو اور وہ شخص شہر والا ہو پس اگر آسمان میں ابر ہو یا وہ باہر سے آوے یا اونچے مقام پر ہو تو واجب ہے کہ مقبول ہو گی پس لفظ عندنا دلالت کرتا ہے کہ ہمارے ائمہ ثلثہ کا یہی قول ہے اور بدائع میں اسی پر جزم کیا ہے اور اسکے مقابل کو بلفظ قیل بیان کیا ہے پھر ذکر کیا ہے کہ وجہ ظاہر الروایۃ کی یہ ہے کہ رویت مختلف ہوتی ہے باعتبار ہوا کی صفائی وکدورت کے اور باعتبار مکان کے نیچے اور اونچے ہونے کے کیونکہ جنگل کی ہوا صاف ہوتی ہے شہر کی نسبت اور کبھی ہلال اونچے مکان سے نظر آتا ہے تو اس شخص کا تفرد خلاف ظاہر نہ ہوا بلکہ ظاہر کے موافق ہوا انتہی سو اس کلام میں تصریح ہے کہ یہ ظاہر الروایۃ ہے اور حقیقت میں ایسا ہی ہے کیونکہ مبسوط کتب ظاہر الروایۃ سے ہے پس معلوم ہوا کہ دونوں روایتیں ظاہر الروایۃ ہیں کذا فی الشامی وطریق اثبات رمضان والعید ان یدعی وکالۃ معلقۃ بدخولہ بقبض دین علی الحاضر فیقر بالدین والوکالۃ وینکر الدخول فیشہد الشہود برؤیۃ الہلال فیقضی علیہ بہ فیثبت دخول الشہر ضمنا لعدم دخولہ تحت الحکم اور رمضان اور عید کے اثبات کا طریق یہ ہے کہ کوئی شخص کسی حاضر پر کسی غائب کے دین کے قبضہ کرنے کی وکالت کا دعوی کرے جو مشروط ہو رمضان یا عید کے آنے پر پھر یہ شخص حاضر دین اور وکالت کا اقرار کرے اور رمضان یا عید کے آجانے سے انکار کرے پھر رویت ہلال پر گواہی دیں پس حکم لگایا جاوے ادائے دین کا شخص حاضر پر اور مہینے کا داخل ہونا ضمنا ثابت ہو جاویگا کیونکہ مہینا زیر حکم داخل نہیں ہم یدعی مجہول پڑھا ہے ہے اور فاعل ضمیر یدعی کی جو سیاق عبارت سے معلوم ہے یعنی مدعی دعوی کرے کسی شخص حاضر پر کہ فلانے شخص کے تیرے ذمہ اسقدر دراہم ہیں اور مجھکو اسنے کہدیا ہے کہ جب رمضان داخل ہو تو تو وکیل ہے دین کے قبض کرنیکے لیے اور مہینا زیر حکم داخل نہیں اسکا مطلب یہ ہے کہ رمضان کا روزہ بغیر حکم کے بھی واجب ہو سکتا ہے یعنی صرف خبر سے کیونکہ وہ دینیات میں سے ہے اور وجوب صوم سے ثبوت رمضان لازم نہیں آتا اور اسوقت میں فائدہ رمضان کے اثبات کا مذکور یہ ہے کہ جماعت عظیم پر موقوف نہ رہیگا اگر آسمان صاف ہو کیونکہ شہادت ثبوت وکالت پر ہے بوقت دخول رمضان کے نہ رویت ہلال پر اور وکالت دو گواہوں سے ثابت ہو سکتی ہے حق عبد ہونیکی جہت سے اور وکالت ثابت نہیں ہوتی جبتک رمضان کا دخول نہو اور جب دخول ضمنا ثابت ہوا اور روزہ واجب ہوا قال الشامی شہدوا انہ شہد عند قاضی مصر کذا شاہدان برؤیۃ الہلال فی لیلۃ کذا وقضی القاضی بہ ووجد استجماع شرائط الدعوی قضی ای جاز لہذا القاضی ان یحکم بشہادتہما بعض نسخوں میں شہدا بلفظ تثنیہ ہے اور بعض نسخوں میں شہدوا بلفظ جمع ہے اس سے مراد

بانوق والواحد ہو یعنی اگر دو گواہوں نے گواہی اس بات پر دی کہ مصر کے قاضی کے سامنے فلانے شاہدوں نے فلانی تاریخ کی رویت کی گواہی دی ہے
اور وہاں کے قاضی نے اُسپر حکم لگایا ہے اور شرائط دعوی کی سب پائی گئیں تو اُس قاضی کو جائز ہے کہ انکی گواہی پر حکم لگاوے لان قضاء القاضی حجۃ
وقد شہدوا بہ اسواسطے کہ وہاں کے قاضی کی قضا حجت ہے اور یہاں کے گواہوں نے اسکی شہادت دی لا لو شہدوا برویۃ غیرہم لانہ حکایۃ نعم لو
قاضی اگر شہادت دیوین غیر کی رویت پر اسواسطے کہ یہ حکایت ہے ہم یعنی انھوں نے اپنی رویت بیان کی نہ غیر کی رویت کی شہادت دی صرف
غیر کی رویت کی حکایت کی کذا فی فتح القدیر میں کہتا ہوں کہ ایسا ہی ہے اگر غیر کی رویت کی شہادت دی اور اس بات کی کہ اُس شہر کے قاضی نے
لوگوں کو روزہ کا حکم دیا اسواسطے کہ یہ فعل قاضی کی حکایت ہے اور وہ حجت نہیں بخلاف قضاء قاضی کے اور اسی واسطے تصحیح شرائط کی قید لگائی
نعم لو استفاض الخبر فی البلدۃ الاخری لزمہم علی الصحیح من المذہب مجتبی وغیرہ ہاں اگر کسی دوسرے شہر میں بکثرت خبر شایع ہو جاوے تو انکو لازم ہوگا روزہ
رکھنا بنا بر مذہب صحیح کذا فی المجتبی وغیرہ میں ہے کہ شمس الائمہ حلوانی نے کہا کہ صحیح ہمارے مذہب میں یہ ہے کہ خبر پھیل جاوے اور تحقق ہو جاوے دوسرے
شہر میں تو اُن کو بھی لازم ہوگا اس شہر کا حکم رحمتی نے کہا کہ استفاضہ کے معنی یہ ہیں کہ اُس شہر سے جماعات متعددہ آکر بیان کریں وہاں کی خبر کہ انھوں نے
روزہ رکھا چاند دیکھکر نہ مجرد شیوع بغیر علم کے کہ نہ معلوم ہو کہ کسنے خبر شایع کی چنانچہ بہتیری خبریں شہر میں شہرت پکڑ جاتی ہیں اور نہیں معلوم ہوتا کسنے شائع کی ہیں
چنانچہ حدیث میں وارد ہے کہ آخر زمانہ میں شیطان مجمع میں بیٹھکر ایک بات کہیگا اور لوگ اسکا ذکر کرینگے اور کہینگے کہ ہم نہیں جانتے کسنے کہا ہے سو ایسی قسم
کی بات لائق سماعت کے بھی نہیں چہ جائیکہ اُس سے کوئی حکم ثابت ہو میں کہتا ہوں کہ یہ خوب کلام ہے اور اسی کی طرف قول ذخیرہ کا اشارہ کرتا ہے اذا استفاض
وتحقق کذا قالہ الشامی وبعد صوم ثلثین بقول عدلین حل الفطر الباء متعلقۃ بصوم وبعد متعلقۃ بحل لوجود نصاب الشہادۃ اور جبکہ دو عادل کے قول سے
روزہ رکھا ہو تو بعد تیس دن کے افطار حلال ہے بسبب موجود ہونے نصاب شہادت کے شارح نے کہا کہ ب متعلق ہے صوم سے اور لفظ بعد ظرف ہے فعل حل کا یعنی
اگر انتیسوین رات کو ابر ہو تو بالاتفاق صحیح کہ افطار حلال ہے اور یہی حکم ہے اگر آسمان صاف ہو جیسا کہ تصحیح کیا ہے درایہ اور خلاصہ اور بزازیہ میں اور اسکے برخلاف
تصحیح کی ہے مجموع النوازل میں اور سید ناصر الدین نے کذا فی الامداد اور علامہ نوح نے اتفاق نقل کیا ہے دوسری صورت میں بھی بدائع اور سراج اور جوہرہ سے
اور کہا ہے کہ اتفاق سے مراد ہمارے علماء ثلثہ کا اتفاق ہے اور خلاف جو منقول ہے سو بعض مشائخ کا ہے اور فیض میں ہے کہ فتوی افطار کی حلت پر ہے کذا فی الشامی
ولو صاموا بقول عدل حیث یجوز وغم ہلال الفطر لا یحل علی المذہب خلافا لمحمد کذا ذکرہ المصنف اگر روزہ رکھا ہو ایک عدل کے قول سے جسطرح کہ جائز
ہے اور حال یہ ہے کہ عید کے چاند کے دن ابر ہے تو افطار حلال نہیں صحیح مذہب پر برخلاف قول محمد کے یہی مصنف نے ذکر کیا ہے قولہ حیث یجوز میں حیثیت
تقیید ہے یعنی اسطرح کہ قاضی نے شہادت ابر میں قبول کر لی ہو یا آسمان صاف ہو لیکن قاضی ان میں سے ہو جو ایک کی گواہی قبول کر لیتے ہیں کذا فی الفتح
یعنی شافعی المذہب ہو یا قول طحاوی پر عمل کرتا ہو ایک شخص کی گواہی مان لیتے ہیں جبکہ آسمان صاف ہو بشرطیکہ جنگل سے آیا ہو یا شہر میں اونچے مکان پر
ہو اور سابق میں اس روایت کی ترجیح گذر چکی اور غم ہلال الفطر جملہ حالیہ ہے اسکی قید اسواسطے لگائی کہ محل خلاف ہے جیسا مصنف نے ذکر کیا ہے قال الشامی
لکن نقل ابن الکمال عن الذخیرۃ انہ ان غم ہلال الفطر حل اتفاقا لیکن ابن کمال نے ذخیرہ سے نقل کیا ہے کہ اگر ہلال عید کے نظر آنے کے روز ابر ہو تو بالاتفاق
افطار حلال ہے ہم یہ استدراک ہے اُسپر جو مصنف نے ذکر کیا کہ خلاف امام محمد کا اُسوقت ہے کہ عید کے دن ابر ہو اور صحیح کہ ذخیرہ میں اور معراج میں مجتبی سے تصریح ہے
کہ افطار کی حلت بالاتفاق ہے اور خلاف اس صورت میں ہے کہ ابر نہو اور چاند نظر نہ آوے تو شیخین کے نزدیک افطار نہیں حلال اور امام محمد کے نزدیک
حلال ہے جیسا شمس الائمہ نے کہا ہے اور شرنبلالی نے امداد میں تحریر کیا ہے غایۃ البیان میں کہا ہے کہ محمد کے قول کی وجہ کہ وہی قول اصح ہے یہ ہے کہ افطار
ایک شخص کے قول سے ثابت نہیں ہوا ابتداءً بلکہ تبعاً ثابت ہوا ہے اور بہتیری چیزیں ضمناً ثابت ہو جاتی ہیں اور قصداً نہیں ثابت ہوتیں اور امام محمد

سے پوچھا تو جواب مین یہ کہا کہ افطار قاضی کے حکم سے ثابت ہوا اور ایک کے قول سے نہین یعنی جب قاضی نے رمضان کے چاند مین ایک آدمی کے قول کا حکم لگایا تو اس بنا پر افطار بعد ۳۰ دن کے ثابت ہوگیا قالہ الشامی وفی الزیلعی الاشبہ ان یحمل علی الا اور زیلعی مین ہے کہ مشابہ بحق یہ ہے کہ اگر ابر ہو تو افطار حلال ہے اور جو نہو تو نہین و ہلال الاضحی وبقیۃ الاشہر التسعۃ کالفطر علی المذہب اور بقرعید کا چاند اور باقی نو مہینونکا مانند عید کے ہے صحیح مذہب پر قولہ والاضحی کالفطر یعنی ذوالحجہ شوال کے مانند ہے پس ابر مین ثابت نہوگا مگر دو مردون سے یا ایک مرد دو عورتون سے اور صفائی کی حالت مین زیادتی عدد کی ضرور ہے اور نوادر مین امام صاحب سے روایت نقل کی ہے کہ وہ مانند رمضان کے ہے اور تحفہ مین اسی کی تصحیح کی ہے لیکن روایت اول ظاہر المذہب ہے اور اسی کی تصحیح ہدایہ اور اسکی شروح اور تبیین مین کی ہے پس تصحیح مختلف ہوئی اور پہلی کی ترجیح ہے اسلئے کہ وہ مذہب ہے کذا فی البحر اور باقی نو مہینے کا چاند مثل عید کے چاند کے ہے یعنی انمین مقبول نہوگی مگر گواہی دو مردون کی یا ایک مرد دو عورتونکی جو آزاد عادل ہون اور تہمت زنا مین سزا یافتہ نہون جیسے اور احکام مین کذا فی البحر اور شرح مختصر الطحاوی اور امداد مین ذکر کیا ہے کہ ان مہینون کا حکم صفائی کی حالت مین مانند رمضان اور عید کے ہے یعنی جماعت عظیم چاہیے لیکن خیر الدین رملی نے کہا ہے کہ ظاہر یہ ہے کہ باقی مہینون مین اور عید مین کچھ فرق نہین کیونکہ جماعت عظیم کی شرط نہین پائی جاتی یعنی سب لوگونکا متوجہ ہونا چاند دیکھنے کو پس اگر دو مردون نے گواہی دی صفائی کی صورت مین شعبان کے چاند کی اور شعبان بہ ثبوت شرعی ثابت ہوگیا تو ۳۰ دن کے بعد رمضان ثابت ہو جاویگا اگرچہ رمضان صفائی کی حالت مین دو شخصونکی گواہی سے ثابت نہین ہوتا کیونکہ اس صورت مین اسکا ثبوت ضمنی ہے اور ضمنیات مین بہتیری باتون مین درگذر ہوتی ہے جو قصداً ثابت نہین ہوا ہوتی قالہ الشامی ورؤیتہ بالنہار للیلۃ الآتیۃ مطلقاً علی المذہب ذکرہ الحدادی اور جو چاند دنکو نظر آوے وہ اگلی رات کا شمار کیا جاویگا ہر صورت مین صحیح مذہب پر ذکر کیا اسکو حدادی نے یعنی قبل زوال کے نظر آوے یا بعد زوال کے اور مذہب کے معنی یہ کہ قول امام ابی حنیفہ و محمد کا ہے بدائع مین کہا ہے پس وہ دن رمضان کا ہوگا طرفین کے نزدیک اور ابو یوسف کہتے ہین کہ اگر بعد زوال کے نظر آیا تو بیشک آئندہ شب کا ہے اور اگر قبل زوال کے نظر آیا تو پچھلی شب کا ہے اور وہ دن رمضان کا ہوگا اور اسی خلاف پر شوال کا چاند ہے کہ طرفین کے نزدیک آئندہ شب کا ہے ہر صورت مین اور یہ دن رمضان کا ہوگا اور ابو یوسف رح کے نزدیک اگر زوال سے پیشتر نظر آیا تو چاند شب گذشتہ کا ہے اور یہ دن عید کا ہے اسلئے کہ ہلال قبل زوال کے نظر نہین آتا عادۃً مگر یہ کہ دو راتکا ہو پس ہلال رمضان مین وہ دن رمضان کا ہونا ضروری ہوا اور شوال کے چاند مین عید کا دن اور طرفین کے نزدیک اصل یہ ہے کہ دن کی رویت کا اعتبار نہین اعتبار رویت بعد الغروب کا ہے کیونکہ حضرت نے امر فرمایا صوموا لرؤیتہ وافطروا لرؤیتہ پس امر صوم و افطار کا رویت کے بعد ہے اس صورت مین امام ابو یوسف کا قول مخالف نص کے ہے انتہی ملخصاً فتح القدیر مین ہے کہ حدیث شریف موجب ہے رویت کی سبقت کو صوم اور افطار پر اور متبادر رویت سے ہر مہینے کے آخر وقت شام کی رویت ہے نزدیک صحابہ اور تابعین و من بعدہم کے بخلاف ماقبل الزوال کے تیسوین تاریخ اور مختار امام ابو حنیفہ و محمد کا قول ہے قالہ الشامی واختلاف المطالع ورؤیتہ نہارا قبل الزوال وبعدہ غیر معتبر علی ظاہر المذہب وعلیہ اکثر المشائخ وعلیہ الفتوی بحر عن الخلاصۃ اور اختلاف مطالع کا اور دنکو چاند دیکھنا زوال سے پہلے یا بعد زوال کے غیر معتبر ہے ظاہر مذہب پر اور اسی پر اکثر مشائخ ہین اور اسی پر فتوی ہے کذا فی البحر عن الخلاصۃ ہم جاننا چاہیے کہ نفس اختلاف مطالع مین نزاع نہین ہے یعنی کبھی دو شہرون مین اتنا بعد ہوتا ہے کہ ایک مین ہلال ایک تاریخ نظر آوے دوسرے مین نظر نہ آوے کیونکہ انفصال ہلال کا شعاع شمس سے مختلف ہوتا ہے باعتبار اختلاف ملکون کے اور یہی حال ہے اختلاف مطالع شمس کا کہ جب ایک ملک مین صبح ہوگی تو بعض مین سورج نکلیگا اور بعض مین غروب ہوگا اور بعض مین آدھی رات بلکہ مطالع کے اعتبار کرنے مین خلاف

ہر کہ ہر قوم کو اپنے مطالع کا اعتبار لازم ہے اور غیر کے مطالع پر عمل کرنا لازم نہیں یا یہ کہ اختلاف کا بالکل اعتبار نہیں یا جس جگہ چاند پہلے نظر آوے
سب کو اسی پر عمل کرنا لازم ہے یہانتک کہ اگر مشرق میں جمعہ کی رات کو چاند نظر آیا اور مغرب میں ہفتہ کو تو اہل مغرب پر لازم ہے کہ بسبب رویت
اہل مشرق کے عمل کریں پس پہلے قول اول کے قائل ہوئے ہیں اور زیلعی اور فیض نے اسی پر اعتماد کیا ہے اور شافعیہ کے نزدیک بھی یہی صحیح ہے
کیونکہ ہر قوم کو خطاب امر انکے موافق ہے جیسے اوقات صلوٰۃ میں اور بظاہر الروایت قول ثانی ہے اور وہی ہمارے یہاں معتمد ہے اور مالکیوں اور حنبلیوں
کے نزدیک بھی کیونکہ خطاب عام ہے مطلق رویت کے ساتھ حدیث صوموا لرؤیتہ میں بخلاف اوقات صلوٰۃ کے قال الشامی فیلزم اہل المشرق برؤیۃ
اہل المغرب اذا ثبت عندہم رؤیۃ اولئک بطریق موجب کما مر پس اہل مشرق کو روزہ یا افطار لازم ہوگا اہل مغرب کی رویت سے جبکہ ثابت ہو مشرق
والوں کو ان لوگوں کی رویت اس طریق سے کہ عمل کو موجب ہو جیسا سابق میں گذرا ہے یعنی دو آدمی شہادت پر شہادت دیں یا حکم قاضی پر شہادت دیں
یا خبر مستفیض ہو بخلاف اس صورت کے کہ دو آدمی شہادت دیں کہ فلانے شہر والوں نے دیکھا ہے کذا ذکرہ الکمال فقال الزیلعی الاشبہ انہ یعتبر اور
زیلعی نے کہا کہ مشابہ بحق یہ ہے کہ اختلاف مطالع معتبر ہے قال الکمال الاخذ بظاہر الروایۃ احوط کمال نے کہا ہے کہ ظاہر الروایت کے اخذ میں احتیاط زیادہ
ہے فرع مسئلہ متفرقہ شارح کا اذا راؤا الہلال یکرہ ان یشیروا الیہ لانہ من عمل الجاہلیۃ کما فی السراجیۃ وکراہیۃ البزازیۃ جب چاند دیکھیں تو مکروہ ہے کہ اسکی
طرف اشارہ کریں کیونکہ عمل جاہلیت کا ہے جیسا سراجیہ میں ہے اور بزازیہ کے باب الکراہیۃ میں ہے یعنی اگر ہم بقصد دکھلانے دوسرے شخص کے ہو
جیسے نہیں دکھا ہے اور علامت بظاہر دلالت کرتی ہے کہ کراہت تنزیہی ہے قالہ الشامی

باب ما یفسد الصوم وما لا یفسدہ

یہ باب ہے ان چیزوں کے بیان میں جو روزہ کی مفسد ہیں اور جو مفسد نہیں ہیں مفسد کی دو قسمیں ہیں ایک جس سے صرف قضا لازم ہو دوم جس سے
قضا اور کفارہ دونوں لازم ہوں اور غیر مفسد کی بھی دو قسمیں ہیں ایک وہ جسکا کرنا مباح ہے دوم وہ جسکا کرنا مکروہ ہے الفساد والبطلان فی العبادات
سیان فساد اور بطلان عبادات میں برابر ہیں اور معاملات میں فرق ہے اگر معاملہ کا اثر کچھ مترتب نہووے تو بطلان ہے اور اگر اثر مترتب ہو پھر اگر
شرعاً فسخ مطلوب ہے تو فساد ہے نہیں تو صحت ہے حلبی عن البحر بیان اسکا یہ ہے کہ اگر میتہ کو بیچا تو اثر معاملہ کا یعنی ملک اثر غیر مترتب ہے تو یہ بیع باطل
ہوئی اور اگر غلام کو شرط فاسد سے بیچا اور مشتری کے حوالہ کردیا تو مشتری اسکا مالک ہوجاتا ہے لیکن اسکا فسخ کرنا دونوں کے ذمہ واجب ہے تو یہ بیع فاسد
ہوئی اور اگر غلام کو بدون شرط فاسد کے بیچا تو مشتری اسکا مالک صحیح ملک کے ساتھ ہوگا یہ بیع صحیح ہوئی قالہ الشامی اذا اکل الصائم او شرب او جامع
حال کونہ ناسیاً فی الفرض والنفل قبل النیۃ او بعدہا علی الصحیح بحر عن القنیۃ اذا اکل الخ شرط ہے اسکی جزا لم یفطر آگے آویگی یعنی روزہ نہیں ٹوٹتا جب
کھاوے روزہ دار یا پیوے یا جماع بھولکر فرض میں یا نفل میں نیت سے پہلے یا بعد صحیح الروایت پر کذا فی البحر عن القنیۃ ہو علی الصحیح قبل النیۃ کے ساتھ متعلق
ہے اور اسکی تصحیح تاتارخانیہ میں بھی نقل کی ہے اور اسکی صورت یہ ہے کہ ایک شخص نے رمضان ثابت ہونیکے انتظار میں افطار کی چیزوں سے توقف کیا اور
بھولکر کچھ کھا لیا تو بعد بھی نیت روزہ کی کرسکتا ہے اور یہ مسئلہ پہلے گذر چکا بخلاف متنفل کے کیونکہ اگر وہ پہلے نیت کے کھالے تو اسکو ناسی نہیں کہتے اور
ایسا ہی حکم ہے صوم قضا وکفارہ میں ہاں البتہ نسیان متصور ہوسکتا ہے اداے رمضان میں اور نذر معین میں قالہ الشامی الا ان یذکر فلم یتذکر جبکہ یاد دلایا جاوے
پھر نہ یاد کرے ہم یعنی جب بھولکر کھاوے پھر کوئی شخص اسکو روزہ یاد دلاوے اور وہ نہ یاد کرے پھر کھالے تو صوم فاسد ہوجاویگا صحیح روایت میں
بخلاف البعض کے کذا فی الظہیریۃ اسواسطے کہ خبر ایک شخص کی دیانات میں مقبول ہے پس اسپر واجب تھا کہ تامل کرتا اور ادھر التفات کرتا کذا فی البحر میں
کہتا ہوں لیکن اسپر کفارہ نہیں مختار یہ ہے جیسا تاتارخانیہ میں ہے منقول نصاب سے کذا فی الشامی ویذکرہ لو قوی ولا الا او یاد دلاوے روزہ دار کو

باب ما یفسد الصوم وما لا یفسدہ

روزہ اگر وہ قوی ہو یعنی روزہ کے اتمام کی طاقت رکھتا ہو بغیر ضعف کے اور اگر ایسا ہو کہ صوم کی جہت سے ضعیف ہو لیکن کھا لیوے تو عبادات کو بھی
طرح ادا کرے تو گنجایش ہے کہ نہ یاد دلاوے کذا فی الفتح ثم بحر الرائق مین کہا کہ قوی آدمی کو بھولنے کی صورت مین یاد دلانا لازم ہے حتی کہ نہ یاد دلانا مکروہ ہے
ولیس عذرا فی حقوق العباد اور نسیان حقوق العباد مین عذر نہین ہے یعنی اگر ودیعت کو بھولکر کھا جاوے تو اسکا ضمان لازم ہوگا گو آخرت کا مواخذہ
نہین ہے کذا فی الشامی او دخل حلقہ غبار او ذباب او دخان ولو ذاکرا استحسانا لعدم امکان التحرز عنہ اور روزہ نہین ٹوٹتا اگر حلق مین غبار داخل ہو
یا مکھی یا دھوان اگرچہ روزہ یاد ہو بدلیل استحسان کیونکہ اس سے بچاؤ ناممکن ہے اور قیاس مین فاسد ہو جاتا ہے یعنی مکھی کی صورت مین کیونکہ مفطر جوف
مین پہونچا اگرچہ غذا نہین جیسے کنکر اور مٹی سے ٹوٹتا ہے کذا فی الہدایہ ومفادہ انہ لو ادخل حلقہ الدخان افطر ای دخان کان ولو عودا او عنبرا لو ذاکرا
لامکان التحرز عنہ فلیتنبہ لہ کما بسطہ الشرنبلالی اور مفاد اسکا یہ ہے کہ اگر بقصد دھوان حلق مین پہونچا دے تو روزہ ٹوٹ جاویگا کوئی سا دھوان ہو
اگرچہ عود یا عنبر ہو اگر روزہ یاد ہو کیونکہ اس سے احتراز ممکن ہے لہذا چاہیے کہ خبردار رہے اس سے چنانچہ شرنبلالی نے بسط کیا ہے یعنی کسی صورت سے
دھوان داخل کیا ہو یا مشک کہ اگر بخور کیا اور بقصد اسکو سونگھا اور روزہ کی یادگاری کی حالت مین روزہ ٹوٹ جاویگا کیونکہ اس سے بچاؤ ممکن ہے اور
اس سے اکثر لوگ غافل ہین اور اسکو پھول یا گلاب یا مشک کے سونگھنے کے مانند سمجھنا چاہیے کیونکہ فرق ہے کہ اس مین کہ ہوا خوشبودار کا مین جاتا ہے اور یہ
کہ خود دھوان اپنے فعل سے جوف مین پہونچاوے اور اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حقہ پینے سے بھی روزہ جاتا رہتا ہے چنانچہ شرنبلالی نے شرح وہبانیہ مین اسکی
تصریح کی ہے قالہ الشامی او ادہن او اکتحل او احتجم وان وجد طعمہ فی حلقہ روزہ نہین جاتا اگر تیل لگایا یا سرمہ لگایا یا پچھنے لگوائے اگرچہ سرمہ یا تیل کا مزہ
حلق مین پاوے ہم اور ایسا ہی اگر تھوک مین اسکا رنگ پاوے صحیح روایت پر کذا فی البحر نہر مین کہا ہے اسواسطے کہ موجود حلق مین ایک اثر ہے جو مسام کی راہ سے
داخل ہوا اور مفطر وہ ہے جو منفذ کی راہ سے داخل ہو کیونکہ جو شخص غسل کرے پانی مین پھر اسکی برودت اپنے اندر پاوے تو بالاتفاق روزہ نہین ٹوٹتا اور امام
جو پانی مین داخل ہونے اور تر کپڑا اوڑھنے کو روزہ مین مکروہ کہا ہے سو وہ اس جہت سے کہ اس فعل سے عبادت کی بجا آوری مین تنگدلی معلوم ہوتی ہے
نہ یہ کہ موجب افطار کا ہے قالہ الشامی او قبل ولم ینزل او احتلم او انزل بنظر ولو الی فرجہا مرارا او بفکر وان طال مجمع یا بوسہ لیا اور انزال نہوا یا احتلام
ہوا یا انزال ہو گیا نظر سے اگرچہ عورت کی شرمگاہ کیطرف نظر مکرر ہو یا انزال ہوا فکر سے اگرچہ دراز ہو کذا فی البحر یعنی ان صورتون مین روزہ نہین ٹوٹتا او بقی
بلل فی فیہ بعد المضمضة وابتلعہ مع الریق یا منہ مین تری باقی رہگئی کلی کرنیکے بعد اور اسکو تھوک کے ساتھ نگل گیا ہم فتح اور ہدایہ مین اسکو مثل دخول
غبار و دخان کے کہا ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ علت عدم امکان احتراز ہے لیکن یون چاہیے کہ پانی منہ سے گرا دینے کے بعد تھوکنا شرط ہے کیونکہ پانی تھوک کے ساتھ
ملا رہتا ہے البتہ تھوکنے مین مبالغہ شرط نہونا چاہیے قالہ الشامی او طعم ادویة ومص اہلیلج جیسے مزہ دوائیون کا اور چوسنا ہڑ کا یعنی دوائیون کے کوٹنے سے
انکا مزہ اگر اپنے حلق مین پاوے تو روزہ نہین جاتا جیسا مجتبی مین ہے اور اہلیلج دوسرے لام کے کسرہ سے ہے قالہ ابو عبید والفراء یعنی اگر ہڑ کو چبا دے اور تھوک
حلق مین اسکا جاوے لیکن اسکے اجزا مین سے کچھ نجاوے تو روزہ نہین جاتا کذا فی التاتارخانیہ وغیرہا بخلاف نحو سکر بخلاف شکر جیسی چیز کے کہ اسکے
چوسنے سے روزہ جاتا رہتا ہے او دخل الماء فی اذنہ وان کان بفعلہ علی المختار یا داخل ہو پانی اسکے کان مین اگرچہ اسکے فعل سے ہو تو روزہ نہین جاتا
مذہب مختار پر ہم ہدایہ او تبیین مین اسکو اختیار کیا ہے اور محیط مین اسکی تصحیح کی ہے اور ولوالجیہ مین کہا ہے کہ یہی مختار ہے اور خانیہ مین یہ تفصیل کی ہے کہ اگر پانی
کان مین چلا گیا تو نہین جاتا اور اگر خود داخل کیا تو جاتا رہتا ہے صحیح روایت پر کیونکہ جب اسکے فعل سے جوف مین پہونچا تو اسمین صلاح بدن کا اعتبار
نہین ہے اور یہی بزازیہ مین ہے اور فتح اور برہان مین اسی کو قوت دی ہے کذا فی الشرنبلالیہ حاصل یہ کہ اگر تیل کان مین ڈالا تو بالاتفاق
روزہ جاتا رہا اور اگر پانی کان مین چلا گیا تو بالاتفاق روزہ نہین جاتا اور اگر بقصد پانی کان مین ڈالا تو اسمین اختلاف ہے اور تصحیح مختلف ہے

قال الشامی کما لو حک اذنہ بعود ثم اخرجہ وعلیہ درن ثم ادخلہ ولو مرارا جیسا کہ روزہ نہیں جاتا اگر لکڑی سے کان کھجلایا پھر اسکو نکال لیا اور اسپر میل تھا پھر اسکو کان میں ڈالا اگرچہ چند بار ہو اس مسئلہ کو شبہ ٹھہرایا اسواسطے کہ بزازیہ میں ہے کہ اسمیں بالاجماع روزہ نہیں جاتا اور ظاہر یہ ہے کہ اجماع سے مراد اجماع اہل مذہب کا ہو ورنہ شافعیہ کے نزدیک مفسد ہے قال الشامی او ابتلع ما بین اسنانہ وہو دون الحمصۃ لانہ تبع لریقہ ولو قدرہا افطر کما سیجئی یا نگل گیا جو دانتوں میں ہو بشرطیکہ چنے سے کم ہو تو روزہ نہ جاویگا کیونکہ چنے سے کم لعاب کے تابع ہے اور بحر میں کہا ہے کہ اتنی چیز قلیل ہے اس سے احتراز غیر ممکن ہے پس بمنزلہ لعاب کے ہوا اور اگر چنے کے برابر ہے تو روزہ ٹوٹ جاویگا چنانچہ عنقریب آویگا او خرج الدم من بین اسنانہ ودخل حلقہ یعنی ولم یصل الی جوفہ یا نکلا خون دانتوں سے اور چلا گیا حلق میں یعنی پیٹ تک نہیں پہونچا اس کے اطلاق سے ظاہر اسکا معلوم ہوتا ہے کہ اگرچہ خون غالب ہو تب بھی روزہ نہیں جاتا اور وجیز میں اسی کی تصحیح کی ہے جیسا کہ سراج میں ہے اور کہا ہے کہ وجہ یہ ہے کہ عادۃً اس سے احتراز ناممکن ہے اور چونکہ یہ قول اکثر کے مخالف تھا اسلیے شارح نے مصنف کے کلام کو حمل کیا ہے کہ جوف میں نہ پہونچے مصنف کی اتباع سے کہ آپ نے اپنی شرح میں لکھا ہے اما اذا وصل فان غلب الدم او تساویا فسد والا لا الا اذا وجد طعمہ بزازیہ لیکن جبکہ پہونچے جوف میں پس اگر خون غالب ہو یا خون اور تھوک دونوں برابر ہوں تو روزہ فاسد ہوگا اور جو نہیں تو نہیں فاسد ہوگا مگر جبکہ پاوے اسکا مزہ کذا فی البزازیۃ واستحسنہ المصنف وہو ما علیہ الاکثر وبہی اور اسکو مصنف نے پسند کیا ہے اور یہ تفصیل جو مذکور ہوئی وہ ہے جسپر اکثر مشائخ ہیں اور قریب ہے کہ آویگا یعنی مصنف کا پسند کرنا ہم یعنی اسکے قول الا ان یحکم السلم فی حلقہ میں اور انتشار ضمائر کا اس جگہ مخفی نہیں ہے قال الشامی او طعن برمح فوصل الی جوفہ وان بقی فی جوفہ یا کوچہ یا جاوے نیزہ سے پھر پہونچ جاوے جوف تک اگرچہ اندر باقی رہجاوے یعنی نیزہ کی نوک تو روزہ نہیں جاتا ہم اسکی تصحیح قاضی خان اور ایک جماعت نے کی ہے اور جامع صغیر کی شرح میں کہا ہے کہ اگر نوک اندر باقی رہجاوے تو اسکو کتاب میں ذکر نہیں کیا اور اسمیں اختلاف ہے بعضے کہتے ہیں کہ روزہ ٹوٹ جاتا ہے جیسا لکڑی دبر میں چڑھانے سے اور بعضوں نے کہا ہے کہ نہیں ٹوٹتا اور یہی صحیح ہے کیونکہ اسکی طرف سے کوئی فعل نہیں پایا گیا اور نہ اسمیں اسکے بدن کی اصلاح ہے انتہی قال الشامی کما لو القی حجر فی الجائفۃ او نفذ السہم من الجانب الآخر جیسے اگر ڈالی جاوے کنکری اس زخم میں جو جوف تک پہونچا ہوا ہے یعنی غیر شخص نے ڈالدی ہو تو روزہ نہیں جاتا کیونکہ اسکا فعل کچھ نہیں اور نہ اسکے بدن کی اصلاح ہے بخلاف اسکے کہ جائفہ کی دوا کی ہو کہ اس سے روزہ جاتا رہیگا یا تیر اسطرف سے دوسری طرف نکلجاوے یعنی اس سے بھی روزہ نہیں جاتا ولو بقی النصل فی جوفہ فسد اور اگر پیکان اندر باقی رہگیا تو روزہ ٹوٹ گیا ہم یہ ایک ہے دونوں قولوں مذکوروں میں کا اسواسطے کہ نیزہ کی نوک اور تیر کی بھال میں فرق نہیں ہے فتح القدیر میں تصریح کی ہے کہ خلاف دونوں میں جاری ہے اور روزہ باقی رہنے کی ایک جماعت نے تصحیح کی ہے اور زیلعی نے جزم کیا ہے کہ دونوں میں عدم افطار صحیح ہے اور اس سے معلوم ہوا کہ کلام شارح میں اضطراب ہے کہ پہلے میں صحیح قول نقل کیا اور دوسرے میں اسکا مقابل قال الشامی او ادخل عودا ونحوہ فی مقعدہ وطرفہ خارج وان غیبہ فسد یا داخل کر لیا لکڑی وغیرہ کو دبر میں اسطرح کہ ایک کنارہ اسکا باہر ہو تو روزہ نہیں ٹوٹتا اور اگر سب اندر چڑھالے تو ٹوٹ جاویگا وکذا لو ابتلع خشبۃ او خیطا ولو فیہ لقمۃ مربوطۃ الا ان ینفصل منہا شئی اور روزہ نہیں جاتا اگر نگل لی لکڑی یعنی اگر حلق میں غائب ہوجاویگی تو جاتا رہیگا نہیں تو نہیں یا نگل لے دھاگا اگرچہ اس میں لقمہ بندھا ہوا ہو مگر یہ کہ اسمیں سے کچھ جدا ہو جاوے یعنی پیٹ میں رہجاوے تو روزہ جاتا رہیگا ومفادہ ان استقرار الداخل فی الجوف شرط للفساد بدائع اور حاصل اسکا یہ ہے کہ اندر داخل ہونے والی چیز کا ٹھہرنا پیٹ میں شرط ہے فساد صوم کی کذا فی البدائع ہم یعنی جب فقہانے تصریح کردی کہ داخل ہونے والی چیز میں سے اگر کچھ جدا ہوگا تو روزہ جاویگا نہیں تو نہیں اس سے معلوم ہوا کہ چیز کا پیٹ میں رہجانا شرط ہے کذا فی الطحاوی او ادخل اصبعہ الیابسۃ فیہ

ابھی دبرہ امام عمر جہا ولو مبتلۃ فسد اور روزہ نہیں جاتا اگر سوکھی انگلی دبر میں دی یا عورت نے اپنی فرج میں اور اگر انگلی تر ہو تو فاسد ہو گا امام اد خل
کی ضمیر شخص صائم کیطرف پھرتی ہی جو شامل ہو مذکر و مؤنث کو قالہ الشامی ولو ادخلت قطنتہ ان غابت فسد وان بقی طرفہا فی فرجہا الخارج لا
اور اگر عورت نے اپنے اندر روئی رکھی اگر غائب ہو گئی تو روزہ ٹوٹ گیا اور اگر ایک جانب فرج خارج میں نکلی ہوئی رہی تو نہیں ٹوٹتا
ولو بالغ فی الاستنجاء حتی بلغ موضع الحقنۃ فسد وہذا قلما یکون ولو کان فیورث داء عظیما اور اگر استنجا میں مبالغہ یا یہانتک کہ پانی حقنہ
کی جگہ تک پہونچ گیا تو روزہ فاسد ہو گیا اور یہ بہت کم ہوتا ہی اور اگر واقع ہو تو بیماری سخت کا موجب ہوتا ہی موضع حقنہ سے مراد وہ
جگہ ہی جہاں دوا آلہ کے وسیلہ سے اعضا میں گرتی ہی او نزع المجامع حال کونہ ناسیا عمدہ ذکرہ وکذا عند طلوع الفجر وان امنی بعد النزع لانہ
کالاحتلام یا جماع کرتا تھا بھول کر پھر نکال لیا یاد آتے ہی یعنی اس سے روزہ نہیں جاتا ایسا ہی روزہ نہیں ٹوٹتا اگر قبل الفجر عمداً جماع کیا
پھر نکال لیا فجر ہوتے ہی اگرچہ منی نکلی ہو نکالنے کے بعد کیونکہ یہ بمنزلہ احتلام کے ہی ولو مکث حتی امنی ولم یتحرک قضی فقط وان حرک نفسہ
قضی وکفر اور اگر ٹھہرا رہا یہانتک کہ منی خارج ہو گئی اور حرکت نہیں کی تو صرف قضا لازم ہی اور اگر اپنے نفس کو حرکت دی اور منی خارج ہوئی تو قضا اور
کفارہ دونوں لازم ہیں ام حتی امنی فساد کی شرط نہیں ہی صرف کفارہ کے حکم بیان کرنیکے لیے ذکر کیا ہی شارح نے یہان صرف روایت وجوب کفارہ کا
ذکر کیا ہی حالانکہ فتح القدیر وغیرہ میں دونوں روایتیں ذکر کی ہیں بدون ترجیح کے اور بدائع میں ہی کہ عدم افساد اس صورت میں ہی کہ نکال لے
بعد یاد آنیکے یا طلوع فجر کے لیکن جب نہ نکالا اور اسی حالت پر باقی رہا تو تجھ پر قضا رہی کفارہ نہیں ظاہر الروایت میں اور روایت ہی امام ابو یوسف
سے کہ کفارہ صرف طلوع فجر میں واجب ہی نہ یاد آنیکی صورت میں اسواسطے کہ ابتدا جماع قصداً تھی اور جماع ابتدا اور انتہا ایک ہی تو جماع یا
سے کفارہ واجب ہوا اور وجہ ظاہر الروایت کی یہ ہی کہ کفارہ واجب ہوتا ہی روزہ کے توڑنے سے اور توڑنا ہوتا ہی بعد وجود کے اور اسکا جماع میں
مشغول رہنا وجود صوم کو منع کرتا ہی پس چونکہ توڑنا صوم کا متحقق نہوا اسیلیے کفارہ بھی لازم نہ آیا انتہی پس یہ عبارت دلالت کرتی ہی کہ عدم وجوب
کفارہ یاد آنے کیصورت میں متفق علیہ ہی کیونکہ ابتدا جماع اس صورت میں عمداً نہیں اور جماع فعل واحد ہی پس اسوجہ سے شبہہ آگیا اور دوسری
وجہ یہ ہی کہ اسمیں شبہہ ہی خلاف امام مالک کا یعنی انکے نزدیک بھول کر کھانے یا جماع سے بھی روزہ جاتا رہتا ہی اب اگر قصداً جماع کریگا تو انکے نزدیک
کفارہ نہیں غرضکہ خلاف صرف طلوع فجر میں ہی نہ یاد آنے کیصورت میں اور ظاہر الروایت کی وجہ کی تقریر سے معلوم ہوتا ہی کہ تحریک نفس اور عدم
تحریک میں کچھ فرق نہیں ہی قالہ الشامی کما لو نزع ثم اولج حیث یکفارہ واجب ہی اگر نکال لیا پھر داخل کیا عمداً یعنی دونوں مسئلوں میں کیونکہ
خلاصہ میں ہی اگر یاد آنے پر نکال لیا پھر عود کیا تو کفارہ واجب ہی اور ایسا ہی مسئلہ صبح کا الخ لیکن مسئلہ مذکور میں چاہیئے کہ کفارہ نہو جیسا معلوم
ہو چکا کہ اسمیں شبہہ خلاف امام مالک کا ہی اور شاید یہ دوسرے قول پر مبنی ہو جسمیں اعتبار اسکا نہیں ہی اور رمی اللقمۃ من فیہ
عند ذکرہ او طلوع الفجر ولو ابتلعہا ان قبل اخراجہا کفر وبعدہ لا یا پھینک دیا لقمہ اپنے منہ میں سے روزہ یاد آتے ہی یا فجر ہوتے ہی
روزہ نہیں جاتا اور اگر نگل لیا اس طرح کہ منہ میں سے نہیں نکالا اور نگل گیا تو کفارہ لازم ہی اور اگر منہ سے نکال کر آگے ہو کے
کھا گیا تو کفارہ لازم نہیں ام کیونکہ طبیعت اس سے نفرت کرتی ہی اور یہی اصح ہی جیسا شرح وہبانیہ میں محیط سے منقول ہی قالہ الشامی
او جامع فیما دون الفرج ولم ینزل یعنی فی غیر السبیلین کسرۃ وفخذ یا جماع کیا غیر فرج میں یعنی قبل اور دبر کے سوا یعنی دوسری
جگہ میں مثل ناف اور ران کے اور انزال نہوا تو روزہ نہ جائیگا ام یہاں مراد فرج سے قبل اور دبر دونوں ہیں اسواسطے کہ فرج اگرچہ
دبر کو شامل نہیں لغۃ لیکن باعتبار حکم کے شامل ہی کیونکہ مغرب میں کہا ہی کہ فرج آگے کا عضو مخصوص مرد اور عورت کا ہی باتفاق

اہل لغت کے پھر کہا ہے کہ قبل اور دبر دونوں فرج ہیں حکم میں قالہ الشامی وکذا الاستمناء بالکف وان کرہ تحریما لحدیث ناکح الید ملعون اور ایسا ہی منی نکالنا
ہاتھ سے غیر مفسد ہے اگرچہ مکروہ تحریمی ہے بموجب حدیث ناکح الید ملعون کے اور یہ حکم اس صورت میں ہے کہ انزال نہو لیکن اگر انزال ہو تو قضا
لازم ہوگی جیسا مفردات میں تصریح آویگی اور یہی مضمون ہے مگر شارح کے کلام سے تبادر انزال ہی ہے بقرینہ مابعد کے پس یہ مبنی ہے غیر مختار پر قالہ الشامی
ولو خاف الزنی یرجی ان لاوبال علیہ اور اگر زنا کے خوف سے منی ہاتھ سے نکالی ہو تو توقع ہے خدا سے کہ اس فعل کا اسپر کچھ وبال نہو ھم
معراج میں ہے کہ اگر اس فعل سے ارادہ تسکین شہوت مفرطہ کا ہے جو دل کو احاطہ کر رہی ہے اور یہ شخص بے نکاح ہے نہ بی بی ہے نہ باندی یا ہے لیکن
اس تک پہونچنے کی قدرت نہیں تو ابو اللیث نے کہا ہے کہ میں توقع رکھتا ہوں کہ اسپر وبال نہو لیکن جس صورت میں کہ مزہ لینے کے لیے کریگا
تو گنہگار رہوگا کذا فی الشامی او ادخل ذکرہ فی بہیمۃ او میتۃ من غیر انزال یا اپنا عضو مخصوص کسی چوپایہ میں داخل کیا یا انسان مردہ میں بغیر
انزال کے یعنی اس سے صوم نہیں جاتا اگر انزال ہوگا تو قضا لازم ہوگی او مس فرج بہیمۃ او قبلہا فانزل یا کسی جانور کی پیشابگاہ کو ہاتھ
لگایا یا اسکا منھ چوم لیا پھر انزال ہوا ام یعنی باوجود انزال کے اس صورت میں روزہ نہیں جاتا تو بغیر انزال بطریق اولی نجاویگا اور بحر
اور زیلعی وغیرہ میں اجماع نقل کیا ہے کہ روزہ نہیں جاتا اس صورت میں اگرچہ انزال بھی ہوجاوے قالہ الشامی او اقطر فی احلیلہ ماء او دہنا
وان وصل الی المثانۃ علی المذہب یا ٹپکایا اپنے عضو کے سوراخ میں پانی یا تیل اگرچہ مثانہ تک پہونچ جاوے صحیح مذہب یہ ہے یعنی اس سے بھی
روزہ نہیں جاتا یہ قول ہے ابو حنیفہ کا اور محمد بھی انکے ساتھ ہیں اظہر روایت کے موافق اور ابو یوسف کہتے ہیں کہ روزہ جاتا رہتا ہے
اور اختلاف مبنی ہے اس بات پر کہ مثانہ اور جوف میں منفذ ہے یا نہیں اور ظاہر یہ ہے کہ انمیں منفذ نہیں اور پیشاب انمیں براہ مسامات تحلل
ہو کر جمع ہوتا ہے اطبا ایسا ہی بیان کرتے ہیں زیلعی اس سے معلوم ہوا کہ پانی یا تیل اگر ذکر کی نلی میں رہجاوے تو بالاتفاق روزہ فاسد ہوگا
قالہ الشامی واما فی قبلہا فمفسد اجماعا لانہ کالحقنۃ لیکن پانی یا تیل عورت کی شرمگاہ میں ڈالنا روزہ کا مفسد ہے بالاجماع کیونکہ وہ مانند حقنہ کے ہے
او اصبح جنبا وان بقی کل الیوم او اغتاب من الغیبۃ یا حالت جنابت میں صبح ہوگئی اگرچہ تمام روز جنب میں رہا یا غیبت کی تب بھی روزہ نہیں جاتا
او دخل انفہ مخاط فاستشمہ فدخل حلقہ وان نزل لراس انفہ یا داخل ہوا اسکی ناک میں یعنی منھ سے اترا یا رینٹ پھر اوپر کو کھینچ لیا پس
حلق میں چلا گیا اگرچہ ناک کی پھننگ تک آجاوے ھم یعنی ان سب سے روزہ فاسد نہیں ہوتا کما او ترطب شفتاہ بالبزاق عند الکلام ونحوہ
فابتلعہ او سال ریقہ الی ذقنہ کالخیط ولم ینقطع فاستشفہ جیسا اگر تر ہوجاویں ہونٹھ تھوک سے بات کرنے وغیرہ میں پھر اسکو نگل جاوے
یا پہونچ جاوے لعاب اسکا تھوڑی تک مثل دھاگے کے اور تار نہ ٹوٹے پھر اسکو سانس سے چڑھا لیوے ھم بعض نسخ میں فاستنشقہ
ہے استنشاق سے اور وہ مناسب نہیں کیونکہ استنشاق ناک سے ہوتا ہے ولو عمدا خلافا للشافعی فی القادر علی مج النخامۃ فینبغی الاحتیاط اگرچہ اوپر
چڑھالینا یا کھینچ لینا رینٹ اور تھوک کا بالقصد ہو یعنی انسے روزہ نہیں جاتا برخلاف امام شافعی کے انمیں جو قدرت رکھتا ہو کھنکار کے پھینکنے دینے
پر یعنی باوجود قدرت کے اگر نگل جاویگا تو انکے نزدیک روزہ فاسد ہوجاویگا پس احتیاط چاہیے ھم کیونکہ اختلاف کی رعایت مندوب ہے
اور یہ فائدہ ابن شحنہ نے بیان کیا ہے اور اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر بلغم نگل جاوے بعد اسکے کہ کھنکار منھ کے باعث حلق سے
منھ میں آگیا ہے تو ہمارے نزدیک روزہ فاسد نہیں ہوتا قالہ الشامی او ذاق شیئا بفمہ وان کرہ یا چکھی کوئی چیز منھ سے اگرچہ چکھنا
مکروہ ہے لم یفطر جواب الشرط نہیں ٹوٹتا روزہ ان صورتوں مذکورہ میں شارح نے کہا کہ لم یفطر جواب ہے شرط کا جو شروع باب میں
مذکور ہے یعنی اذا اکل الخ وکذا لو فتل الخیط ببزاقہ مرارا وان بقی فیہ عقد البزاق اور یہی حکم ہے اگر دھاگا بٹا تھوک میں

تر کرکے چند بار اگرچہ اسمین تھوک کی گرہ باقی رہگئی ہو ہم یعنی جبتک تاگا بانٹنے کا ارادہ کرے اور تھوک مین اسکو بھگووے پھر اسکو منھ مین چند بار
ڈالے اگرچہ کچھ تھوک تاگے مین لگا رہجاوے تو روزہ نہ جاویگا اور زندویسی کے نظم مین ہے کہ روزہ جاتا رہتا ہے کذا فی القنیہ قال الشامی
والاولی ان یکون مصورا بما اذا لم یکن فی ریقہ ونحوہ ذکر انکہ جبکہ ہو تاگا رنگین اور اسکا رنگ تھوک مین ظاہر ہو پھر اسکو نگل جاوے اور روزہ
یاد ہو تو اس صورت مین روزہ ٹوٹ جاویگا وللمصر زین الشحنہ فقال ـــــہ کر یبل الخیط بالریق فاتاہ باد خالہ فی فیہ لا یضرہ اور اسکو
ابن شحنہ نے نظم کیا ہے اور کہا کہ بار بار تاگا بھگونے والا تھوک مین بانٹنے ہوے نہین نقصان اٹھاتا ہے تاگا منھ مین داخل کرنے سے یعنی صوم فاسد
نہین ہوتا ہم کہتے ہین مضاف ہے اور بالریق متعلق یبل کے اور باد خالہ متعلق خبر کے ہے ـــــہ وعن بعضہم ان یبلع الریق بعدہ یفطر کصبغ لونہ فیہ
یفطر اور بعض مشائخ سے مروی ہے کہ اگر تھوک نگل جاوے بعد تکرار ادخال کے تو روزہ کو نقصان کرتا ہے جیسا تاگا کہ اسکی رنگت تھوک مین
ظاہر ہو ہم یعنی جیسا تاگا رنگ کا روزہ توڑتا ہے اور اسمین خلاف نہین ہے اور لونہ کی ضمیر صبغ کی طرف پھرتی ہے اور فیہ کی ضمیر ریق کی طرف اور
یہ متعلق ہے یفطر کے کذا فی الطحطاوی ولو افطر خطأ کان تمضمض فسبقہ الماء او شرب نائما او تسحر او جامع علی ظن عدم الفجر اور اگر افطار کیا خطا
سے جیسے کلی کی اور منھ مین پانی چلا گیا یا پی لیا سوتے مین یا سحر کھائی یا جماع کیا اس گمان پر کہ صبح نہین ہوئی ہم ان افطر الخ خبر ہے آگے
جزا آگے ذکر ہوگی یعنی قضی فقط اور یہان سے شروع ہے قسم ثانی کا یعنی جس سے قضا لازم آوے نہ کفارہ اور خطا سے افطار کرنے کے یہ معنی
ہین کہ ایسا فعل قصد کرے جس سے روزہ ٹوٹ جاوے لیکن قصد روزہ ٹوٹنے کا نہو کذا فی البحر عن الفتح حاصل یہ ہے کہ اگر کلی کرتے ہوے پانی حلق مین
چلا گیا پس اگر روزہ یاد ہے تو جاتا رہا نہین تو نہین جاتا اور سوتے کو خاطی ٹھہرانے مین یہ کلام ہے کہ نائم کا فعل عمدا نہین ہے ان شرب البتہ صحیح کی ہے
مکرہ اور نائم مخطی کے مانند ہین بھولنے والے کے حکم مین نہین کیونکہ نائم اور مجنون کا ذبیحہ حلال نہین اور بسم اللہ بھولنے والے کا ذبیحہ حلال ہے کذا فی البحر
عن الخانیہ زیلعی نے کہا کہ اسکے معنی یہ ہین کہ نسیان عذر سمجھا گیا بسم اللہ کرنے مین بخلاف نائم اور مجنون کے سو اسی طرح مفطرات مین نسیان عذر ہوا
کیونکہ اکثر واقع ہوتا ہے اور ذبح کرنا اور مفطرات کا استعمال کرنا حال نوم مین یا جنون مین نادر الوقوع ہے اسلیے نسیان کے ساتھ ملحق نہوا قال الشامی او جبر ہر کوئی
یا اسکے حلق مین کوئی چیز ڈالیجاوے بزور حلق مین ڈالنا شرط نہین ہے بلکہ اگر کھایا پیا یا بیمار زبردستی سے تب بھی روزہ فاسد ہو جاویگا پس لفظ او جبر
اگر ساقط کیا جاوے تو بہتر ہے تاکہ شامل ہو صورت مذکورہ کو اور شامل ہو اس اکراہ کو کہ جماع ہے کیا گیا ہو قال الشامی او نائما یا حلق مین ڈالی جاوے کوئی چیز
سونے کی حالت مین یعنی تب بھی قضا لازم ہوگی واما حدیث رفع الخطاء فالمراد رفع الاثم اور وہ حدیث جسمین خطا کے رفع کا ذکر ہے پس اس سے مراد
رفع گناہ کا ہے وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے رفع عن امتی الخطاء والنسیان وما استکرہوا علیہ امام شافعی اس حدیث سے استدلال کرتے ہین
کہ مخطی اور مکرہ کا روزہ قائم رہتا ہے کیونکہ وے مانند بھولنے والے کے ہین رفع القلم مین اسکے جواب کی تقریر یہ ہے کہ حکم بیان سے صحیح کلام کے لیے
مقدر ہے تو اقتضاء ثابت ہے اور مقتضی کے لیے عموم نہین ہوتا یعنی جب رفع اثم مراد ہوا کہ حکم اخروی ہے تو دوسرے معنون کا ارادہ یعنی حکم
دنیاوی لاکہ فساد صوم ہو درست نہین اور بھولنے والے کا روزہ جو سلامت رہتا ہے تو وہ دوسری حدیث کی جہت سے ہے کہ آپ نے فرمایا جو شخص
بھول جاوے اور روزہ سے ہو پھر کھاوے یا پی لے تو چاہیے کہ وہ اپنا روزہ پورا کرے کیونکہ اللہ تعالی نے اسکو کھلایا پلایا ورنہ قیاس
اسمین بھی یہی چاہتا تھا کہ روزہ فاسد ہوتا اور اسکی بحث مطولات اور اصول مین ہے وفی التحریر المواخذۃ بالخطاء جائزۃ عندنا خلافا
للمعتزلۃ اور تحریر مین ہے کہ خطا پر مواخذہ ہمارے نزدیک جائز ہے یعنی عقلا کما فی شرح التحریر برخلاف معتزلہ کے او اکل او جامع
ناسیا او احتلم او انزل بنظر او ذرعہ القئ فظن انہ افطر فاکل عمدا للشبہۃ یا کھایا یا جماع کیا بھولکر یا احتلام ہوگیا

یا انزال ہو گیا نظر سے یا قے آگئی اور ان صورتہاے مذکورہ میں اسنے گمان کیا کہ روزہ ٹوٹ گیا پھر جانکر کھالیا یا جماع کیا تو قضا لازم ہو گی نہ کفارہ شبہہ کی جہت سے ہم یعنی کفارہ اس جہت سے لازم نہیں ہوا کہ گمان اشتباہ کی صورت میں ہوا اسلیے کہ کھانا پینا جماع کرنا سہو سے مشابہ ہی کھانے پینے جماع کرنے کے قصد میں کہ تو ہی قصدی جماع سے روزہ ٹوٹ جاتا ہی اسنے جماع سہو کو اسی پر گمان کر لیا اور شبہہ اختلاف علما کا بھی ہی کیونکہ امام مالک کہتے ہیں کہ روزہ جاتا رہتا ہی بھول کر کھانے سے اور قے آنا مشابہ ہی قصدا قے کرنیکو اور ایسا ہی ہی احتلام کیونکہ آخر خروج منی کا ہی شہوت سے لیکن قضا شہوت عمدا سکے مشابہ ہی اور اگر وہ جانتا ہو کہ ان امور سے روزہ نہیں گیا پھر کھالیا تو بیشک کفارہ بھی لازم آویگا کیونکہ شبہہ اختلاف کا ہی نہ ہوا کما فی الشامی لو علم عدم فطرہ لزمہ الکفارۃ الا فی مسالۃ المتن فلا کفارۃ مطلقا علی المذہب لشبہۃ خلاف مالک اختلاف العلما کما فی التجنیس وغیرہ وقیدہ الزیلعی انما ہو لبیان الاتفاق اور اگر جانتا ہو کہ روزہ نہیں ٹوٹا تو اسکو کفارہ لازم ہی مگر متن کے مسئلہ میں یعنی جب بھول کر کھاوے یا جماع کرے پھر جانے کہ روزہ ٹوٹ گیا پھر کھاوے قصدا کیونکہ اسمیں کفارہ نہیں ہی مذہب صحیح پر بسبب شبہہ یعنی افطار کا علم ہو یا نہو بخلاف قول صاحبین کے کہ انکے نزدیک تیسری کے مسئلہ میں بھی کفارہ لازم ہی جب جانتا ہو کہ روزہ نہیں ٹوٹا جیسا صحیح اور اسکی شرح میں ہی لیکن ظن کی قید واسطے بیان مسئلہ متفق علیہ کے ہی نہ واسطے احتراز مسئلہ علم کے اور احتقن او استعط فی انفہ شیئا او اقطر فی اذنہ دہنا یا حقنہ کرایا یا ناک کی راہ کوئی چیز چڑھالی یا ٹپکایا یا کان میں تیل او دوائی جائفۃ او آمۃ فوصل الدواء حقیقۃ الی جوفہ ودماغہ جائفہ اس زخم کو کہتے ہیں جو جوف تک پہونچے یا پار ہو جاوے اور آمہ اس زخم کو کہتے ہیں جو ام الدماغ یعنی دماغ کی جھلی تک پہونچ جاوے گو ہڈی توڑ تک یعنی یا دوائی جائفہ کی یا آمہ کی پھر پہونچی دوا حقیقت میں جوف تک جائفہ میں اور دماغ تک آمہ میں ہم بحرین کہا ہی کہ تحقیق یہ ہی کہ درمیان جوف راس اور جوف معدہ کے منفذ اصلی ہی پس جو چیز سر میں پہونچی ہو وہ پیٹ تک پہونچ جاتی ہی اور حقیقت میں دوا پہونچنے سے اشارہ ہی اس بات کی طرف کہ جو ظاہر الروایۃ میں واقع ہوا ہی کہ فساد دوا تر کے ساتھ مقید ہی یہ عادت پر مبنی ہی کہ دوا پہونچ جاتی ہی نہ خشک ورنہ فی الحقیقت وصول معتبر ہی یہانتک کہ اگر جانے کہ خشک دوا پہونچ گئی تو فاسد ہوگا یا جانے کہ دوا تر نہیں پہونچی تو فاسد نہوگا اور خلاف اس صورت میں ہی کہ معلوم نہو یقینا تو تر کی صورت میں فاسد ہوگا امام کے نزدیک نظرا للعادۃ اور صاحبین کے نزدیک نہیں کذا افادہ فی الفتح قال الشامی او ابتلع حصاۃ ونحوہا مما لا یاکلہ الانسان او یعافہ او یستقذرہ یا کنکری وغیرہ نگل گیا یعنی ایسی چیز جسکو انسان نہیں کھاتا ہی یا کروہ جانتا ہی یا نفرت کرتا ہی ہم کنکر وغیرہ کے کھا لینے میں قضا واجب ہی کیونکہ صورۃ افطار موجود ہی اور کفارہ لازم نہیں آتا کیونکہ معنی افطار نہیں پایا گیا یعنی جوف میں پہنچنا ایسی چیز کا جسمیں نفع بدن کا ہو غذا ہو یا دوا اسلیے کفارہ منتفی ہوا قالہ الشامی عن النہر ونقلہ ابن الشحنۃ فقال سہ وستقذر مع غیرہا کدل شلمنا پر نقل وکلہ التکفیر یلفی ویحیی اور اسکو ابن شحنہ نے نقل کیا ہی اور کہا جو چیز کہ طبیعت اس سے نفرت کرتی ہی اور غیر ماکول ہی نوع انسانی کا تو اسکے کھانے میں کفارہ نہ ہو او بشرط یہ ہو او لم ینو فی رمضان کلہ صوما ولا فطرا مع الامساک لشبہۃ خلاف زفر یا نیت نکی تمام رمضان میں نہ روزہ کی نہ افطار کی باوجود امساک کے کیونکہ اسمیں خلاف زفر کا ہم یعنی صرف قضا لازم ہی کفارہ اسواسطے نہیں کہ امام زفر کا اختلاف ہی کہ انکے نزدیک وہ صائم ہی کیونکہ انکے نزدیک صحت واقامت وامساک چاہیے گو نیت نہو اور تعلیل میں اولی یہ ہی کہ بیان کیا جاوے کہ عدم نیت کی جہت سے صوم ہی متحقق نہوا جسکے توڑنے سے کفارہ لازم آتا اور شبہہ کے ساتھ تو اسکے تحقق کے بعد ہوتا ہی جیسا مسئلہ آئندہ میں ہی قالہ الشامی او اصبح غیر ناو للصوم فاکل عمدا ولو بعد النیۃ قبل الزوال لشبہۃ خلاف الشافعی یا صبح کی اس حال میں کہ نیت صوم کی نہیں کی پھر جانکر کھالیا اگرچہ زوال سے پہلے نیت کرنیکے بعد کھایا ہو تو قضا لازم ہی نہ کفارہ بسبب شبہہ خلاف شافعی کے ہم کیونکہ صوم انکے نزدیک نہیں صحیح دن کی نیت سے جیسا مطلق نیت سے بھی نہیں صحیح ہی تو انکے نزدیک روزہ ہی نہیں جسکے توڑنے سے کفارہ لازم آوے قال الحلبی ومفادہ ان الصوم مطلق النیۃ کذلک اور اس سے مستفاد ہوا کہ روزہ کا حکم مطلق نیت کے ساتھ بھی یہی ہی کہ

اور قبل جاتے مطر اور ثلج بنفسہ لامکان التحرز عنہ لقیم بخلاف نحو الغبار والقطر تین من وجوہ اوعرقہ داخل ہوجاتے حلق مین اگر تھوڑا سا بارش یا برف از خود گلہ
مین قضا لازم ہو کیونکہ اس سے احتراز ہوسکتا ہو قنیہ جبکہ بخلاف مثل غبار کے ادر ایک دو قطرہ آنسو کا یا عرق کہ اسکے بھی حکم
نہین اسلیے قضا بھی نہین ویاہا لا اکثر فان وجد الملوحۃ فی جمیع فمہ واجتمع شئی کثیر وابتلعہ افطر والا لا اخلاصہ اور دو قطرہ ون سے زیادہ مین اگر شوربہ
تمام منہ مین پاوے اور بہت سی جمع ہوجاوین اور انکو نگل جاوے تو روزہ ٹوٹ جاویگا ورنہ نہین ٹوٹیگا کذا فی الخلاصہ یعنی ایک دو قطرہ اگرچہ انکا
مزہ منہ کی کسی جانب مین پایا جاوے لیکن قلت کی وجہ سے حلق تک نہین پہنچ سکتے متفرق ہوجاتے ہین قال الشامی اور جمع مرأۃ میتۃ یا ولی کی
مردہ عورت کے ساتھ اور نہین اور اسکا انہدین کفارہ لازم نہ آیا اس جہت سے کہ کفارہ کے لزوم کے لیے کامل پوری شہوت والا ضرور کذا فی البحر
اور صغیرہ لا تشتہی سے یا وطی کی لڑکی غیر مشتہاۃ کے ساتھ کذا فی النہر اور بہیمہ اور قبلہ اور لمسہا او قبل ولو قبلہ فاحشۃ بان یدغدغ اوبمص شفتیہا یا دیکھا
کی بیوی کے ساتھ یا ران مین یا پیٹ مین یا بوسہ لیا اگرچہ بوسہ فاحشہ ہو یعنی الخ اگر گدگداوے یا عورت کے ہونٹون کو چوسے ہم مرد کے بوسہ کا ذکر کیا
کیونکہ اگر عورت مرد کا بوسہ لے اور انزال ہوجاوے تو عورت کا روزہ ٹوٹ جاویگا الا یہ کہ مرد کے ہونٹ بھی ہو خلاف
قول امام محمد کے اور یہی حکم غسل مین ہو کذا فی البحر عن المعراج اور فحش سے مراد شاید ہونٹونکا کاٹنا ہو یا فرج کا بوسہ اور قاموس مین ہو کہ دغدغہ ایک
اور گدگدانا ہو بغل اور پہلو وغیرہ مین قال الشامی او لمس ولو بحائل لا یمنع الحرارۃ یا چھوا آدمی کو اگرچہ ایسی چیز کی آڑ سے ہو جو حائل حرارت کو
مانع نہو ہم آدمی کی قید اسواسطے بڑھائی کہ اگر مس کیا فرج بہیمہ کو اور انزال ہوگیا تو روزہ فاسد نہین ہوتا بالاتفاق اور آڑ مین قید مانع حرارت نہوئی کی
اسلیے ہو کہ اگر عورت کو چھوے کپڑون ہمیت اور حرارت جلد کی محسوس نہو تو روزہ نجاویگا او استمنی بکفہ او بمباشرۃ فاحشۃ ولو بین المرأتین یا منی نکالی
اپنے ہاتھ سے یا اپنی بی بی کے ہاتھ سے کذا فی السراج یا مباشرت فاحشہ سے اگرچہ دو عورتون مین ہو ہم مباشرت فاحشہ یہ کہ دونون ننگی ہون اور
دونون کی فرج ملی ہون اور یہ قید احترازی نہین ہو اور یہی حکم تقادع الذکر کا ہو عورت کے ساتھ قال الحلبی کذا فی الشامی فانزل قید للکل حتی لو لم
ینزل لم یفطر کما مر پھر انزال ہوگیا یہ قید ہو سب مسائل مین یعنی وطی امرأۃ الخ سے آخر تک یہانتک کہ اگر انزال نہو تو روزہ فاسد نہین ہوا جیسا اسکا
ذکر ہوا یعنی او جامع فیما دون الفرج ولم ینزل الخ او افسد غیر صوم رمضان اداء لاختصاصہا بہتک رمضان یا فاسد کردیا کوئی روزہ سوا رمضان
کے روزہ ادا کے تو قضا لازم ہو نہ کفارہ کیونکہ کفارہ رمضان ہی کے ہتک کیواسطے مخصوص ہو یعنی رمضان مین روزہ نہ رکھنا یہ جنایت کاملہ ہو اور روزہ
وجوب کفارہ مین اسکے ساتھ ملحق نہین ہوسکتے کیونکہ کفارہ اسی مین وارد ہوا ہو خلاف قیاس قال الشامی او وطئت نائمۃ او مجنونۃ بان اصبحت
صائمۃ فجنت یا جماع کی گئی عورت سوتی ہوئی یا درحالت جنون یعنی اسطرح کہ پہلے بحالت افاقت صبح کیو قت روزہ سے تھی پھر مجنون ہوگئی ہم یہی کہا
یہی حکم ہو جب رات سے نیت کی تھی پھر مجنون ہوگئی رات ہی کو اور وطی واقع ہوئی دن کو یا قبل ضحوہ کبری کے روزہ کی نیت کی پھر مجنون ہوگئی پھر وطی
واقع ہوئی او تسحر او افطر یظن الیوم ای الوقت الذی اکل فیہ لیلا والحال ان الفجر طالع والشمس لم تغرب لف ونشر یا سحر کھائی اس گمان سے
کہ ابھی رات ہو حالانکہ صبح ہوگئی یا افطار کیا اس خیال سے کہ رات ہوگئی حالانکہ آفتاب نہین ڈوبا تو قضا لازم ہو شارح نے کہا کہ ماتن کی عبارت میں
لف ونشر مرتب ہو اسلیے مترجم نے ترجمہ اسکے مطابق کیا اور یوم سے مراد وہ وقت ہو جسمین روزہ دار نے کھایا ویکفی الشک فی الاول دون الثانی
اور کافی ہو اسقاط کفارہ کے لیے شک اول صورت مین یعنی سحر کھانے کی صورت مین نہ دوسری صورت یعنی افطار مین اسلیے کہ اول صورت مین رات کا ہونا
اصل ہو اور اسکے خروج مین شک ہو اور دوسری صورت مین دن کا ہونا اصل ہو اور غروب مین شک ہو تو غروب مین شک کا ہونا اسقاط کفارہ مین نہ ہوگا
چنانچہ شارح کہتا ہو عملا بالاصل فیہما یعنی دونون صورتون مین اصل پر عمل کرنے سے ہم اسلیے کہ اول صورت مین اصل رات ہو اسکو کفارہ ساقط ہو اور ثانی

میں اصل بقاء روزہ ہے پس اسمیں ایک روایت پر کفارہ واجب ہوا قال الشامی والاتجہ ان الحال اما انیقن فی ظاہر الروایۃ اور اگر حال منکشف نہو تو قضا لازم نہیں ظاہر الروایۃ میں ہم کہتے ہیں جس صورت میں کہ رات شب کا گمان ہو یا شک ہو یا سحر کھاوے اور یقین صبح ہونے کا نہو تو قضا بھی لازم نہیں کیونکہ اصل یہ ہے کہ شب باقی ہے پس خروج شک سے ثابت نہوگا کذا فی البحر والمسالۃ تتفرع علی ستۃ وثلثین محلہا المطولات اور یہ مسئلہ کل چھتیس ۳۶ طور پر ہے اسکے ذکر کی جگہ بڑی کتابیں ہیں ہم نہر میں مذکور ہے کہ صورت مذکورہ اسطرح نکلتی ہیں کہ یہاں دو چیزیں ہیں ایک مباح کرنے والی افطار کی چیز کی یعنی رات کا ہونا دوم حرام کرنیوالی یعنی دن کا ہونا تو ان دونوں میں سے ہر ایک میں یا گمان غالب ہے یا صرف گمان ہے یا شک ہو تو یہ چھ ہوئیں پھر ان میں سے ہر ایک کی تین قسمیں ہیں یا یہ کہ جو کچھ اسنے سمجھا وہی صحیح نکلا یا غلط یا کچھ حال صحت و غلطی منکشف نہوا اور ان اٹھارہ قسموں میں سے ہر ایک یا ابتداء صوم میں یعنی سحر کے وقت ہے یا انتہاء صوم میں یعنی افطار کے وقت سو یہ ۳۶ ہوئیں اور اسمیں نظر ہے کیونکہ تقسیم اول میں فرق کیا ہے ظن میں اور غالبہ ظن میں اور اسمیں کچھ فائدہ نہیں کیونکہ یہ دونوں احکام میں متحد ہیں اگرچہ مفہوم مختلف ہوں اسواسطے کہ ایک جانب کے راجح ہونے کو ظن کہتے ہیں پس اگر وہ ترجیح زیادہ ہو کہ قریب بیقین کے ہو وے تو اسکو غالبہ ظن اور اکبر رائے بولتے ہیں اسی جہت سے بحر میں ۲۴ قسمیں کی ہیں پھر نہر اور بحر دونوں پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ شک کو دو بار شمار کرنیکی کوئی وجہ نہیں ہے کہ مباح کرنیوالی چیز میں بھی لیا جاوے اور حرام کرنیوالی میں بھی کیونکہ جب ایک میں شک ہوا تو دوسری میں شک یقیناً ہوگا اسی جہت سے کہ شک میں دونوں طرفین برابر ہوتی ہیں بخلاف ظن کے پس تقسیم صحیح اسطرح کر لی چاہیئے کہ یا وجود مبیح کا ظن ہو یا وجود محرم کا ظن ہو یا شک ہو اور ہر ایک ان تین سے یا ابتداے صوم میں ہو یا انتہا میں اور یہ چھ ہوئیں پھر یا یہ کہ منکشف ہو جاوے وجود مبیح کا یا وجود محرم کا یا نہ منکشف ہو پس یہ اٹھارہ ہوئے تو ابتداے صوم میں اور نو انتہا میں اسیلو اسطے طبعی نے سوا اٹھارہ کے اور نہیں ذکر کیں اور انھیں کے احکام بیان کیے یعنی اگر سحر کھائی رات کے گمان سے پس اگر رات ظاہر ہوئی یا کچھ ظاہر نہوا تو اسکے ذمہ کچھ لازم نہیں اور اگر معلوم ہوا کہ فجر طالع ہو گئی تو اسپر صرف قضا ہے اور یہی حال ہے جب رات میں شک ہوا اور اگر سحر کھائی طلوع فجر کے گمان پر پس اگر واضح ہوا کہ فجر ہو گئی تھی تو اسکے ذمہ صرف قضا ہی ہے اور اگر کچھ منکشف نہوا تو اسکے ذمہ کچھ نہیں ظاہر الروایۃ میں اور کہا گیا ہے کہ قضا کرے احتیاطاً اور اگر واضح ہوا کہ ابھی رات ہے تو اسکے ذمہ کچھ نہیں پس یہ نو صورتیں ابتداے صوم میں ہوئیں اور اگر گمان کیا کہ سورج غروب ہو گیا پس اگر عدم غروب واضح ہوا تو اسپر صرف قضا ہے اور اگر غروب واضح ہوا یا کچھ واضح نہوا تو اسکے ذمہ کچھ لازم نہیں اور اگر غروب میں شک ہوا پس اگر کچھ واضح نہوا تو اسپر قضا ہے اور ایک قول میں کفارہ بھی ہے دو روایتیں ہیں اور اگر موجود ہوتا شمس کا پایا گیا تو اسپر قضا اور کفارہ دونوں لازم ہیں اور اگر ظاہر ہوا کہ آفتاب غروب ہو گیا تو کچھ لازم نہیں اور اگر گمان کیا تھا عدم غروب کا پھر ظاہر ہوا عدم غروب یا کچھ ظاہر نہوا تو اسپر قضا اور کفارہ دونوں ہیں اور اگر غروب منکشف ہوا تو کچھ لازم نہیں اور یہ نو انتہا میں ہوئیں حاصل یہ ہے کہ اٹھارہ میں سے دس صورتوں میں کچھ لازم نہیں ہے یعنی نہ قضا لازم ہے نہ کفارہ اور چار صورتوں میں صرف قضا لازم ہے اور چار صورتوں میں قضا اور کفارہ دونوں لازم ہیں کذا فی الشامی عن الحلبی تقضی فی الصور کلہا فقط تمام صور مذکورہ میں صرف قضا کرے کفارہ لازم نہیں ہم صور کلہا سے مراد وہ ہیں جو مذکور ہوئیں وان افطر خطاء الخ نہ تفریع کی صورتیں جو ہمنے بیان کیں کذا فی الشامی کما لو شہدا علی الغروب وآخران علی عدمہ فافطر فظہر عدمہ اسی طرح صرف قضا لازم ہے اگر شہادت دی دو شاہدوں نے غروب پر اور دو نے عدم غروب پر پھر افطار کیا پھر ظاہر ہوا عدم غروب ہم کفارہ اسلیے لازم نہ آیا کہ اسنے شہادت غروب پر اعتماد کیا کذا فی الطحطاوی ولو کان ذلک فی طلوع الفجر قضی وکفر لان شہادۃ النفی لا تعارض شہادۃ الاثبات اور اگر یہ اختلاف شہود کا طلوع فجر میں ہو تو قضا اور کفارہ دونوں لازم ہیں کیونکہ شہادت نفی کی نہیں معارضہ

کر سکتی شہادت اثبات کو ہم اسواسطے کہ گواہ اثبات کیواسطے ہوتے ہیں نہ نفی کے لیے تو مثبت کی شہادت مقبول ہوئی نہ نفی کرنیوالے
کی کذا فی البحر واعلم ان کل ما انتفی فیہ الکفارۃ محلہ ما اذا لم یقع منہ ذلک مرۃ بعد اخری لاجل قصد المعصیۃ فان فعلہ وجبت زجرا لہ بذلک
افتی ائمۃ الامصار وعلیہ الفتوی قنیۃ وہذا حسن نہر اور جان تو کہ جس صورت میں کفارہ لازم نہیں ہے مقصود اس کا محل میں ہے کہ اس شخص سے وہ فعل
بتکرار صادر نہو گناہ کے قصد سے پس اگر اسکو مکرر کریگا تو کفارہ واجب ہوگا اسکے زجر کے لیے یہی حکم دیا ہے شہروں کے اماموں نے اور اسی پر
(یعنی افطار)
فتوی ہے کذا فی القنیۃ اور یہ خوب ہے کذا فی النہر والاخیران یمسکان بقیۃ یومہما وجوبا علی الاصح اور دونوں پچھلے (یعنی جسنے سحر کھالی یا افطار کیا
رات جانکر) امساک کریں باقی روز ہر اہ وجوب اصح روایت پر اور قول ضعیف یہ ہے کہ امساک مستحب ہے کذا فی الفتح اور اجماع ہے اسپر کہ حائض اور
نفسا اور مریض اور مسافر پر امساک واجب نہیں اور اسپر کہ جو براہ خطا افطار کرے یا عمدًا یا یوم الشک میں پھر ظاہر ہوا کہ رمضان کا دن ہے کہ اسپر امساک
بقیہ یوم واجب ہے فائدہ قاضی خان اور اخیرین کی تخصیص کی وجہ معلوم نہیں ہوتی جیسا شارح بھی اسکی طرف اشارہ کریگا لان الافطار قبیح وترک القبیح
شرعًا واجب اسواسطے کہ افطار رمضان میں قبیح ہے اور قبیح کا ترک شرعًا واجب ہے ظاہر مراد شارح کے اس سے یہ کہنا ہے کیونکہ روزہ تو جاچکا ہی تھا
ہو چکا قال الشامی کمسافر اقام وحائض ونفساء طہرتا ومجنون افاق ومریض صح جیسا امساک واجب ہے مسافر پر کہ مقیم ہوگیا اور
حائضہ اور نفسا پر کہ پاک ہوئی ہوں اور مجنون کہ ہوش میں آیا اور مریض جو اچھا ہوگیا اگر مسافر مقیم ہوا دوپہر کے بعد یا دوپہر سے پہلے
مگر کھانا کھانے کے بعد اور اگر دوپہر اور کھانے سے پہلے مقیم ہوگا تو روزہ لازم ہوگا اگرچہ نیت افطار کی کرچکا ہو جیسا اسکی فصل میں آویگا اور ان
مسائل میں قاعدہ یہ ہے کہ جو شخص آخر روز ایسی حالت پر ہوجاوے کہ اگر اس حالت پر اول روز ہوتا تو روزہ لازم ہوتا پس اسکے ذمہ امساک لازم ہے
کذا فی الخلاصۃ والنہایۃ والغایۃ اور چونکہ یہ قاعدہ جمیع افراد کو جامع نہیں ہے کیونکہ اس میں سے خارج ہے وہ شخص جو یوم الشک میں صبح کو مفطر ہے
اور وہ جو رات کے گمان سے سحر کھاوے یا افطار کرے غروب کے گمان سے اسی واسطے قاعدہ مذکورہ کے بعد بدائع میں جو کہا ہے اور اسی طرح ہے
ہر اس شخص کا کہ اسپر روزہ واجب ہوا ہو سبب کے موجود ہونے اور اہلیت کے متحقق ہونے سے مگر اسکا ادا کرنا متعذر ہوگیا ہو جیسے جان کر افطار
کرنے والے یا یوم الشک میں مفطر ہو پھر ظاہر ہوا کہ یہ روز رمضان کا ہے یا سحر کھالی اس خیال سے کہ ابھی صبح نہیں ہوئی پھر معلوم ہوگیا کہ صبح ہوگئی ان صورتوں میں
بھی امساک واجب ہے صائمین کی مشابہت سے انتہی پس بدائع میں وجوب امساک کے دو قاعدے رکھے قال الشامی اور حائض جو پاک ہوئی یعنی بعد فجر
یا فجر کے ساتھ کذا فی الفتح اور مجنون ہوش میں آیا یعنی کھانے کے بعد یا جب نیت کا وقت جاتا رہا ورنہ وہ تو جب نیت کریگا اسکا روزہ صحیح ہوگا اور
ظاہر ہے کہ امساک اسپر بھی واجب ہے جیسا مسافر پر قال الشامی ومفطر ولو مکرہا او خطأ اور جیسے امساک واجب ہے افطار کرنیوالے پر اگرچہ
کسی کے دباو سے افطار کیا ہو یا خطا سے ہم مفطر کے لفظ سے تعبیر کیا تاکہ معلوم ہو کہ مفطر سب کو شامل ہے کسی میں کچھ فرق نہیں اسمیں اشارہ
ہے کہ مصنف کے قول یعنی والاخیران یمسکان الخ کی کوئی وجہ نہیں وصبی بلغ وکافر اسلم اور جیسے امساک واجب ہے لڑکے پر کہ بالغ ہوا یا
کافر پر کہ مسلمان ہوا وکلہم یقضون ما فاتہم الا الاخیرین اور یہ سب جو مذکور ہوئے قضا کریں جو انسے فوت ہوا یعنی اس روز کا روزہ مگر دونوں
پچھلے یعنی لڑکا جو بالغ ہوا یا کافر جو مسلمان ہوا وہ اس روز کے روزہ کی قضا نہ کریں وان افطرا لعدم اہلیتہما فی الجزء الاول من الیوم گو وہ
دونوں پچھلے افطار کرلیں کیونکہ یہ دونوں اس روز کے اول جزء میں روزہ کے اہل نہ تھے یعنی اہل وجوب ہی کے اہل نہیں تھے بخلاف مسافر
وغیرہ کہ انپر روزہ واجب ہوتا ہے لیکن وجوب ادا انسے ساقط ہوا اسلیے قضا واجب ہوئی ہے کیونکہ سبب فی العدم اور وہی جزء اول سبب ہے عدم
علم یعنی سبب ہی ہر روز کے روزہ کا اور یہ خلاف ہے اسکے جو شرح میں اختیار کیا ہے اور مصنف نے بھی اس کتاب کے اول میں بیان کیا ہے کہ آجانا ماہ رمضان

کے دن یا رات کے ایک حصہ کا نام ہے روزہ کا ہو لیکن نصف نہار قبل الزوال کا ذکر نفلاً اشبہ ہی بالاقرار کذا فی الشرنبلالیہ عن الخانیہ لیکن اگر وہ دونوں ۔۔۔
روزہ کی نیت کرین زوال سے پہلے تو روزہ نفل ہوگا تو ڑنے سے قضا لازم آئیگی کذا فی الشرنبلالیہ عن الخانیہ یہ استدراک ہو اس ۔۔۔
جو اسکے سے معلوم ہوا کہ دونوں کا روزہ صحیح نہیں ہوا سو بیان کر دیا کہ فرض صحیح نہیں ہوا لیکن ہر الروایہ میں بر خلاف امام ابو یوسف کے اور نفل صحیح ہو اگر
نیت کرین زوال سے پہلے یہ واضح کیا کہ اگر اسکو توڑ دینگے تو قضا واجب ہوگی قالہ الشامی وفی نوی المسافر والمجنون والمریض قبل الزوال صح عن الفرض
اور اگر نیت کرلی مسافر یا مجنون یا مریض نے زوال سے پہلے تو روزہ ہو جائے فرض کا حکم زوال سے مراد نصف النہار شرعی ہے اور یہ لفظ اسی طرح بعض
جو کتب میں شدہ جگہ واقع ہو تسامحاً یا بنابر قول ضعیف قالہ الشامی وفی نوی الحائض او النفساء لم یصح وصلا لمنافی اول الوقت وہو لایتجزی اور اگر
حائض نے یا نفاس والی نے نیت کرلی تو صحیح نہیں ہے بالکل یعنی نہ فرض نہ نفل کیونکہ اول وقت میں منافی صوم کا موجود ہو اور صوم عبادت واحد نہیں تجزی
نہیں ہوتا یعنی جب مفسد ایک جز میں پایا گیا تو اسنے باقی کو بھی فاسد کر دیا کذا فی الطحاوی ویومر الصبی بالصوم اذا اطاق ویضرب علیہ ابن عشر
کالصلوۃ فی الاصح اور لڑکے کو روزے کا حکم کریں جب اسکی طاقت رکھتا ہو اور مارین روزہ رکھنے پر دس برس کی عمر میں مثل صلوۃ کے اصح روایۃ میں
ہم یعنی لڑکے کا ولی یا وصی حکم کرے اور ظاہر یہ ہے کہ یہ امر واجب ہے اور اسی طرح منکرات سے منع کرنا تاکہ خیر کی الفت حاصل ہو اور شر سے باز رہے
اور اگر تمام مہینے کی طاقت نہ رکھتا ہو تو جسقدر کی طاقت رکھتا ہو اسقدر کا امر کرین اور مارنے سے مراد ہاتھ کی مار ہے نہ لکڑی کی اور لڑکا اگر روزہ توڑ دے
تو قضا لازم نہیں قالہ الشامی وان جامع المکلف آدمیا مشتہی فی رمضان اداء لا امر اور اگر جماع کیا مکلف یعنی عاقل بالغ نے آدمی مشتہی کے ساتھ
رمضان کے ادا روزہ میں ادا کی قید اسوجہ سے ہے کہ گذری یعنی کفارہ ہتک حرمت رمضان کے لیے لازم ہے اور قضا میں ہتک رمضان نہیں قسم ثانی
قضا کا بیان شروع ہوا یعنی جن صورتوں میں قضا و کفارہ دونوں لازم ہیں اور مکلف کی قید سے نکل گیا صبی اور مجنون اور آدمی کی قید سے جنی اور مشتہی
سے مراد مشتہی علی الکمال ہے پس میت یا بہیمہ کے جماع سے کفارہ لازم نہیں گو انزال ہو جاوے کذا فی البحر او جامع وتوارت الحشفۃ فی احد السبیلین
انزل او لا یا جماع کیا اسکے ساتھ اور غائب ہو گیا راس ذکر قبل یا دبر میں انزال ہو یا نہو اور جامع میں شامل ہے اسکو کہ زوج صغیر جماع کرے عورت کے ساتھ
کیونکہ قہستانی میں ہے کہ جب مرد کے ذمہ مشتہاۃ کے جماع سے کفارہ لازم ہے ایسا ہی عورت کے ذمہ صبی یا مجنون کے جماع سے اور دونوں صورتوں میں
مشائخ کا اختلاف ہے کذا فی التمرتاشی اور حشفہ کا غائب ہونا اسواسطے کہا کہ بغیر اسکے جماع متحقق نہیں اور انزال اور عدم انزال اسواسطے برابر ہوا کہ
عدم انزال کی صورت میں بھی قضاء شہوت متحقق ہے اس سے حد لازم ہوتی ہے جو عقوبت محضہ ہے پس کفارہ جس میں معنی عبادت کے بھی ہیں
بطریق اولی لازم ہوگا کذا فی البحر او اکل او شرب غذا ویکسر الغین وبالذال المعجمتین والمد ما یتغذی بہ او دوا او ما یتداوی بہ یا کھاوے
یا پیوے غذا یا دوا شارح نے کہا کہ غذا غین کے کسرہ اور ذال منقوطہ اور مد کے ساتھ یعنی جو چیز غذائیت کی رکھے جیسے گیہوں کی روٹی
گوشت اور پانی کو غذا میں اسواسطے شمار کیا ہے کہ وہ غذا کی اعانت کرتا ہے گو غذا نہیں اور دوا وہ کہ جس سے شفا طلب کیجاوے والضابط
وصول ما فیہ صلاح بدنہ لجوفہ ومنہ ریق حبیبہ فیکفر لوجود معنی صلاح البدن فیہ دراسہ وغیرہا اور قاعدہ کلیہ غذا اور دوا کی شناخت کا یہ ہے کہ
پہنچنا ایسی شے کا پیٹ میں جس میں اسکے بدن کی اصلاح ہو غذا یا دوا کی اولی ہے اور اسی میں ہے لعاب دہان محبوب کا سو اگر نگل جاوے تو اسمین
کفارہ لازم ہے کیونکہ صلاح بدن کی موجود ہے کذا فی الدرایۃ وغیرہا والقلد الشرنبلالی عن البحر ادی وردہ فی النہر اور جو شرنبلالی نے عمادی
سے نقل کیا اسکو نہر میں رد کیا ہے ہم شرنبلالیہ میں ہے کہ قندی کے معنی میں اختلاف ہے بعض نے کہا ہے جسکے کھانے کو طبیعت چاہے
اور پیٹ کی خواہش دفع ہو اور بعض نے کہا ہے کہ وہ چیز جسکا نفع صلاح بدن ہو ۔۔۔ اصلاح کا معلوم ہوتا ہے کہ شیخ ۔۔۔

جیسا کہ شہرت ہے نکالا پھر اسکو کھا لیا تو دوسرے معنی کے لحاظ سے اسپر کفارہ لازم ہے نہ اول کے اور اسکے برعکس حکم چنگاری میں ہے کیونکہ اسمیں بدن کا نفع
کچھ نہیں ہے بلکہ عقل کم ہو جاتی ہے تو قول ثانی کے بموجب کفارہ نہ ہوگا لیکن طبیعت اسکی طرف مائل کرتی ہے اور پیاس کی خواہش رفع ہوتی ہے تو کفارہ واجب
ہوگا بموجب قول اول کے اور نہر میں کہا ہے کہ یہ تحقیق سے بعید ہے اسواسطے کہ اس تقدیر پر فقہا کا قول اور دوا اگر لذت ہو جاویگا اور غیر وہ قول جو محققین
نے ذکر کیا ہے کہ فطر کے معنی میں جوف میں پہنچنا ایسی چیز کا جسمیں صلاح بدن کی ہو خواہ غذا ہو یا دوا ایسا لغو ہوگا کیونکہ یہ قول مقابل ہے اول قول
کو اور معلوم ہوا کی تحقیق میں یہی مناسب ہے اسی میں کہتا ہوں کہ اسکا حاصل یہ ہے کہ تلذذ کے معنوں میں اختلاف نہیں ہے بلکہ فطر کے معنوں
میں لیکن صاحب نہر نے جو محققین سے نقل کیا ہے اس سے لازم نہیں آتا کہ لذت میں اختلاف ہو لیکن تحقیق یہ ہے کہ لذت کے معنی میں
اختلاف ہے نہ فطر کے اسواسطے کہ علماء نے ذکر کیا ہے کہ کفارہ واجب ہوتا ہے ہر گز اس صورت میں کہ افطار صورۃ و معنی ہو یعنی اکل یا شرب غذا یا دوا [illegible]
ہے یعنی نگلنا اور معنی یہ ہے کہ اس سے بدن کی اصلاح ہو خواہ دوا ہو یا غذا اس سے یہ نکلا ہے کہ کفارہ واجب ہوگا کنکری کے نگلنے سے کیونکہ صورت
صورت اکل کی ہے اور [illegible] میں کیونکہ صورت اکل کی معنوی ہے [illegible] اسی طرح نقل کیا ہے اور نہر میں ذکر کیا ہے کہ کفارہ واجب ہوتا ہے
اس چیز کے جوف میں پہنچانے سے جس سے قصد لذت کا ہو یا عادت کا ہو [illegible] کی راہ سے [illegible] اس صورت میں کفارہ واجب ہوگا اگر بادام
یا اخروٹ ثابت حلق میں اتار لیا کیونکہ اکل صورت ہے [illegible] اسواسطے کہ [illegible] اسکی عادت نہیں تو مانند کنکری اور گٹھلی کے
ہوگئے اور سوکھا آٹا چبا نگلنے میں یا [illegible] کھانے میں بھی نہ ہوگا کیونکہ اس سے مقصود تلذذ اور مداوی نہیں ہے اور ایسا ہی درخت کے پتے اگر عادۃ
کھاتے ہیں تو کفارہ واجب ہے ورنہ صرف قضا لازم ہوا اور ایسا ہی اگر تھوک منہ سے نکالا پھر نگل لیا یا کسی دوسرے کا تھوک لیا اسلئے کہ طبیعت کراہت
جانتی ہے اور اگر کسی پیارے یا دوست کا لعاب ہے تو کفارہ واجب ہے کما ذکرہ الحلوانی کیونکہ طبیعت نفرت نہیں کرتی ہے اور اس سے ظاہر ہوا کہ مراد اکل
ما یتغذی بہ سے وہی ہے کہ جسمیں اصلاح بدن کی ہو اور صحیح کہ عادۃ اکل ہو یا بقصد لذت ہو یا تداوی یا لذت کہ ذکرہ الشامی مختصرا راجع الکل [illegible]
سب کے ساتھ تعلق رکھتا ہے یعنی اکل و شرب و جماع قصدا اور وہم اس سے خطی اور مکرہ نکل گئے کذا فی البحر میں کہتا ہوں کہ ناسی بھی نکل گیا کیونکہ مراد
ان چیزوں کے عمدا کرنے سے قصد افطار کا ہے اور ناسی اگرچہ افطار کا استعمال قصدا کرتا ہے لیکن افطار کا قصد نہیں کرتا قالہ الشامی او احتلم [illegible]
انفطر کقصد وکحل ولمس وجماع بہیمۃ بلا انزال او ادخال اصبع فی دبر ونحو ذلک [illegible] لگوانے یعنی ایسا کام کیا جس سے افطار کا گمان نہیں ہوتا جیسا
فصد اور سرمہ لگانا اور عورت کو ہاتھ لگانا اور بہیمہ کا جماع بلا انزال اور انگلی خشک مقعد میں وغیرہ [illegible] شارح نے او نحو ذلک سے اشارہ کیا کہ یہ حکم
خاص ان چیزوں کا نہیں ہے اور اس سے اعتراض ہو گیا ان اشیاء سے جن میں گمان افطار کا ہو سکتا ہے مثلاً اول [illegible] کھا لیا پھر روزہ ٹوٹ جانے کے گمان
سے عمدا کھا لیا تو کفارہ لازم نہیں شبہ کی جہت سے جیسا [illegible] الشامی فظن فطرہ بہ فاکل عمدا یعنی گمان کیا کہ [illegible] وغیرہ سے روزہ
ٹوٹ گیا پھر جانکر کھا لیا قضی فی الصور کلہا وکفر فقط [illegible] تمام صورتوں میں [illegible] وجوب قضا اور
کفارہ کا بیان نہ کرنے سے جتلا دیا کہ وجوب علی التراخی ہے جیسا امام محمد کہتے ہیں اور ابو یوسف کہتے ہیں کہ علی الفور ہے [illegible]
کذا فی النہر [illegible] لانہ ظن فی غیر محلہ اسواسطے کہ یہ گمان [illegible] اگر کسی طرح معذور نہیں [illegible] مفتی
یعتمد علی قولہ او سمع حدیثا ولم یعلم تاویلہ لم یکفر لشبہۃ یا شک اگر کسی مفتی معتمد علیہ نے اسپر فتوی دیا یا حدیث سنی اور اسکی تاویل نہیں جانتا
تو کفارہ نہ دے اسواسطے شبہ کے [illegible]
کہ مفتی وہ ہے جس سے [illegible]

اسکے غیر کے فتوی کا اعتبار نہیں اور اس سے معلوم ہوا کہ مفتی جسکو قول کا جو ہی پس کیلئے سائل کا اعتماد کافی نہیں اور حدیث سے مراد یہ حدیث ہی کہ پچھنے
لگانیوالا اور جسنے لگوائے دونوں کا روزہ جاتا ہی امام محمد کے نزدیک اس حدیث پر عمل کرنا ہے اگر کوئی شخص یہ سمجھکے کہ عمدا کھالیگا تو کفارہ
لازم نہیں اسلیئے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا قول اقوی ہے مفتی کے قول سے پس اس حدیث کے شبہ کی جہت سے کفارہ ساقط ہونا اولی ہی اور امام ابو یوسف
اسکے خلاف کہتے ہیں انکا قول یہ ہے کہ عامی کو اقتدا فقہا کا چاہیئے کیونکہ وہ احادیث کی معرفت نہیں رکھتا ہی تو کفارہ ساقط ہونے میں حدیث کا
اسکو کافی نہیں اور حدیث مذکور کی تاویل یہ ہی کہ وہ منسوخ ہے یا انکی مثال ہی جن میں حدیث وارد ہوئی وہ غیبت کرتے تھے پس مراد یہ کہ ثواب روزہ کا جاتا رہا
پس اگر اس تاویل کو جانکر کوئی عمدا پچھنے لگانے کے بعد کھالیگا تو کفارہ واجب ہوگا اسلیئے کہ شبہ نہیں کذا فی الشامی بلفظہ والا اذا افتاہ المفتی ولم یثبت الاثر
اگر ہیہ اسی فتوی میں مفتی نے خطا کی اور اگرچہ اس باب میں اثر ثابت نہیں ہم مراد یہ ہے کہ سوائے حدیث افطر الحاجم والمحجوم کے کوئی حدیث صحیح نہیں ہے
کیونکہ یہ صحیح و ثابت ہے قالہ الشامی او اتی الاولان تسبیح تناول الکفر سے یعنی اگر تیل لگایا یا سرمہ لگایا تو کفارہ دے کیونکہ اسنے عمدا یہ کام کیا بدون کسی
دلیل شرعی کی سند کے اور کسی فقیہ کا فتوی اور حدیث کی تاویل یہاں کارآمد نہیں کیونکہ یہ حدیث مشتبہ نہیں ایسے اشخاص پر جنکو ادنی دخل فقہ
میں ہو اسی طرح کمال نے نقل کیا ہی بدائع سے لیکن اسکے خلاف ہی جو خانیہ میں ہی کہ جو شخص سر پر لگاوے یا تیل لگاوے بدن کو یا مونچھوں کو کھایا ہو
قصدا اگر اسپر کفارہ ہی مگر اس صورت میں کہ جاہل ہو اور کسی نے اسکو افطار کا فتوی دیا ہو اور اس سے معلوم ہوتا ہی کہ راجح یہ ہی کہ استثنا چاہیئے
اس شارح کو اولی یہ تھا کہ استثنا ذکر کرتا قالہ الشامی وکذا الغیبۃ عند العامۃ یعنی اور یہی حال غیبت کا ہی کہ اگر غیبت کرنے کے بعد قصدا روزہ
توڑے تو اسمین بھی کفارہ لازم ہی اکثر علما کے نزدیک کذا فی الزیلعی ہم کیونکہ افطار غیبت سے مخالف قیاس کے ہی اور حدیث غیبت سے روزہ ٹوٹنے
کی بالاجماع تاویل کیگئی ہی یعنی مراد یہ ہی کہ ثواب جاتا رہتا ہی بخلاف حدیث حجامت کے کہ بعض علما نے اسکے ظاہر کو بھی اخذ کیا ہی جیسے امام احمد
اور اوزاعی کذا فی الامداد اور علما کا اختلاف غیبت میں معتبر نہیں کیونکہ یہ خلاف حادث ہوا ہی بعد اسکے کہ سلف تاویل مذکور کر چکے تھے
کذا فی الفتح لکن جعلها فی الملتقی کالحجامۃ ورجحہ فی البحر للشبہۃ لیکن غیبت کو ملتقی میں حجامت کے مانند کیا ہی اور اسی کو بحر میں ترجیح دیا ہی کہ شبہہ
کی جہت سے ہم کو معلوم ہو چکا کہ جو خلاف اجماع کے ہو اس سے شبہہ نہیں ہوتا اور قول اسپر ہی جسپر اکثر مشائخ ہیں واللہ اعلم قالہ الشامی وکفارہ
والظہار الثابتۃ بالکتاب والاثر وذا السنۃ کفارہ روزہ کا وہ ہے مثل کفارہ ظہار کے لیکن کفارہ ظہار کتاب اللہ سے ثابت ہی اور کفارہ
روزہ کا سنت سے ہم یعنی اسکی شکل ہی ترتیب میں پس اول تو بردہ آزاد کرے اور اگر نہ پاوے تو دو مہینے کے پے در پے روزے رکھے اور اگر
اسکی بھی طاقت نہ ہو تو ساٹھ مسکینوں کو کھانا دے بموجب حدیث اعرابی کے جو صحاح ستہ میں مذکور ہی پس اگر بیچ روزہ رکھنے میں افطار کرے
اگر چہ عذر سے ہو تو از سر نو رکھے مگر حیض کے عذر سے از سر نو نہ رکھے اور کفارہ قتل میں بھی تتابع شرط ہی اور ایسا ہی جو کفارہ کہ اسمیں تتابع مشروع
ہو کذا فی النہر اور یہ کفارہ میں مرد عورت میں غلام آزاد میں بادشاہ وغیرہ میں فرق نہیں قالہ الشامی ومن ثم شبہوہا بہا اور اسی جہت
سے کفارہ صوم کو کفارہ ظہار کے ساتھ تشبیہ دیتے ہیں یعنی چونکہ کفارہ ظہار ثابت بالکتاب ہی تو اعلی درجہ ہوا کفارہ صوم سے کہ ثابت
بالسنۃ ہی اسلیئے ادنی کو اعلی کے ساتھ تشبیہ دیا اور یہ مقتضی ہی اسکو کہ کفارہ ظہار کا منکر کافر ہو اور کفارہ صیام کا منکر کافر نہ ہو
تشبیہ میں اشارہ ہی کہ روزہ کے کفارہ کا ظہار کے کفارہ کی مثل ہونا ہر وجہ سے لازم نہیں اس واسطے کہ جماع اثنا
کفارہ میں تتابع کو قطع کر دیتا ہی کفارہ ظہار میں مطلقا عمدا ہو یا بھولے رات کو ہو یا دن کو بخلاف کفارہ صوم وقتل کے کیونکہ
جماع تتابع کو ان دونوں میں نہیں قطع کرتا مگر افطار خواہ ایسے سے ہو یا ایسے عذر اور غیر عذر سے مراد سوائے حیض کے ہی

حاصل یہ ہے کہ اس جگہ تتابع کو وطی قطع نہیں کرتی رات کو قصداً یا دن کو نسیاناً بخلاف کفارہ ظہار کے قالہ الشامی ثم انما یکفر ان نوی لیلا ولم یکن مکرھا ولم یطرء مسقط کمرض وحیض یعنی پھر کفارہ اسی صورت میں لازم ہے کہ روزہ دار نے رات سے نیت کی ہو کیونکہ دن کی نیت میں شافعی کا خلاف ہے پس شبہ سے کفارہ لازم نہ ہوگا اور اس پر کسی کی طرف سے اکراہ نہ ہوا اور نہ حادثہ ہوا بعد عمداً افطار کرنے کے کوئی عذر سماوی کہ کفارہ کو ساقط کردے جیسا مرض جس میں افطار مباح ہو یا حیض کہ عذر ہو جاوے اور اکراہ کی صورت میں بھی کفارہ لازم نہ آویگا واختلف فیما لو مرض بجرح نفسہ او سوفر بہ مکرھا والمعتمد لزومھا اور اختلاف کیا ہے اس صورت میں کہ بیمار ہو جاوے اپنے آپ کو زخم لگا کر یا زبردستی کوئی اسکو سفر میں لیجاوے اور معتمد یہ ہے کہ کفارہ لازم ہے ہم نے سفر کو اکراہ کے ساتھ مقید کیا اسواسطے کہ اگر اپنی خوشی سفر کریگا تو بالاتفاق کفارہ ساقط نہیں ہوگا لیکن اگر افطار کرے بعد اسکے کہ سفر کیا تو کفارہ واجب نہیں کذا فی النہر یعنی اگرچہ روزہ توڑنا اسپر حرام ہے اگر سفر فجر کے بعد کیا جیسا آگے مذکور ہوگا قالہ الشامی وفی المعتادۃ حیضا والمتیقن قتال عدو او افطر ولم یحصل العذر والمعتمد سقوطھا اور اختلاف ہے اس میں جسکی عادت مقررہ ہو تپ کی یا حیض کی یا یقین کرتا ہو دشمن کے مقابلے کا اگر افطار کیا اور عذر مقرری نہ پایا گیا اور معتمد یہ ہے کہ کفارہ ساقط ہے اسی کی تصحیح کی ہے بزازیہ میں اور قاضیخان نے شرح جامع صغیر میں اور شرنبلالی نے بھی یہی اختیار کیا ہے لیکن مخالف ہے جو کہ تاترخانیہ میں کہا ہے کہ اگر عورت نے افطار کیا اس خیال سے کہ آج حیض کا دن ہے اور اسکو حیض نہ آیا تو اظہر یہ ہے کہ کفارہ واجب ہے جیسا افطار کیا اس گمان سے کہ یہ یوم المرض ہے اور صحیح یہ ہے کہ کفارہ واجب ہے جیسا تاتارخانیہ میں منصوص ہے اور اسلیے صاحب الفیض میں وجوب کا جزم کیا ہے دونوں مسئلوں میں اور حاصل یہ ہے کہ تپ اور مرض کی عادت والے میں تصحیح کا اختلاف ہے اور جو قتال دشمن کا یقین رکھتا ہو اسپر سے سقوط کفارہ میں کسی کا خلاف نہیں دیکھا اور فرق یہ ہے کہ قتال دشمن کیلئے تقدیم افطار کیطرف احتیاج ہوتی ہے تاکہ قوت ہو بخلاف مرض کے جامع الفصولین میں یہ فرق لکھا ہے قالہ الشامی ولو تکرر فطرہ ولم یکفر للاول یکفیہ واحدۃ ولو فی رمضانین عند محمد وعلیہ الاعتماد بزازیہ ومجتبی وغیرہما اور اگر کئی بار روزے توڑے اور پہلے کا کفارہ ادا نہیں کیا تو اسکو ایک ہی کفارہ بس ہے گو دو رمضانوں میں کے روزے ہوں امام محمد کے نزدیک اور اسی پر اعتماد ہے کذا فی البزازیہ ومجتبی وغیرہما ثم بحر میں اسکو اکمل سے نقل کیا ہے اور جوہرہ سے نقل کیا ہے کہ اگر دو رمضانوں میں کے ہوں تو دو کفارہ لازم ہیں اگرچہ پہلے کا کفارہ ادا کیا ہو ظاہر الروایۃ میں اور یہی صحیح ہے میں کہتا ہوں کہ ترجیح مختلف ہوئی اور دوسرے کی تقویت اس جہت سے ہے کہ ظاہر الروایۃ ہے قالہ الشامی واختار بعضھم للفتوی ان الفطر بغیر الجماع تداخل والا لا اور بعض نے فتوی کے لیے یہ اختیار کیا ہے کہ اگر افطار کھانے پینے سے ہو تو کفارہ متداخل ہوگا یعنی ایک ہی ہوگا اور اگر افطار کرنے جماع سے ہو تو جدا جدا کفارہ ہوگا اگرچہ پہلے کا کفارہ ادا نکیا ہو کیونکہ جماع بہت قصور ہے اور اسی جہت سے امام شافعی کے نزدیک جماع ہی میں کفارہ ہے کھانے پینے میں نہیں قالہ الشامی ولو اکل عمدا شھرۃ بلا عذر یقتل وتمامہ فی شرح الوھبانیۃ اور اگر کھاوے قصداً علی الاعلان بے عذر رمضان میں تو قتل کیا جاوے اور شرح وہبانیہ میں اسکو پورا بیان کیا ہے اور وہبانیہ میں کہا ہے ولو اکل الانسان عمدا وشھرۃ ولا عذر فیہ قیل بالقتل یومر شرنبلالی نے کہا ہے اسکی صورت یہ ہے کہ بلا قصد کھایا کسی شخص نے بے عذر سب کے سامنے تو قتل کیا جاوے کیونکہ دین کے ساتھ تمسخر کرتا ہے یا منکر اسکا جو دین میں بالضرورۃ ثابت ہے اور اسکے قتل کی حلت میں اور حکم دینے میں خلاف نہیں ہے لیکن قیل جو مولف وہبانیہ نے کہا ہے ضعف کے سبب سے نہیں ہے قالہ الحلبی وان ذرعہ القی وخرج ولم یعد لا یفطر مطلقا ملاء اولا اور اگر قے آگئی اور نکل گئی اور منہ میں کو نہیں لوٹی میں نہیں گئی تو روزہ نہیں ٹوٹتا سب صورتوں میں یعنی منہ بھر کے آوے یا نہیں ہم مسئلہ اسطرح پر ہوسکتا ہے کیونکہ قے آپ سے آوے یا قصداً کرے اور دونوں صورتوں میں یا منہ بھر ہوگا یا کم اور چاروں صورتوں میں یا خارج ہوجاوے یا خود حلق میں عود کرے یا بالقصد لیجاوے اور ان بارہ صورتوں میں یا یہ کہ روزہ یاد ہے یا نہیں

نہیں ٹوٹتا سب صورتوں میں بنا بر اصح روایت کے اگر اعادہ اور استقاء میں یعنی بقصد عود کرنے میں اور بقصد قے کرنے میں بشرطیکہ بھر منہ ہو اور روزہ یاد
کذا فی شرح الملتقی فان عاد بلا صنعہ ولو ہو ملاء الفم مع تذکرہ للصوم لا یفسد خلافا للثانی پس اگر از خود ہٹ گئی گو منہ بھر کر ہو یاد ہو کہ
یاد ہو تو روزہ نہیں ٹوٹتا بخلاف امام ابی یوسف کے وان اعادہ او قدر حمصۃ منہ فاکثر حمصۃ افطر اجماعا ولا کفارۃ فیہ ان ملاء الفم والا لا ہو
اور اگر قصداً قے کو اندر ہٹا لیا یا اس میں سے ایک چنے کی مقدار یا زیادہ کو تو افطار ہو جاتا ہے بالاجماع روزہ جاتا رہا اگر منہ بھر کر آئی ہو اور کفارہ لازم نہیں ہے
اور اگر قے ملاء الفم نہ ہو اور کل کو اعادہ کر لیا یا بعض کو تو روزہ فاسد نہ ہوگا اور یہی مختار ہے ہم اور خانیہ میں ہے کہ یہی صحیح ہے اور علماء کثیر نے اسکی تصحیح کی ہے کذا فی البحر
اور قدر حمصۃ میں اشارہ ہے کہ حکم میں فرق نہیں اعادہ کل کا کرے یا ایک چنے کی مقدار کا بشرطیکہ قے منہ بھر ہو حمصہ اصطلاح میں کہا ہے کہ یہ بنی خلاف کا
ہے ابی یوسف ملاء الفم کو اعتبار کرتے ہیں اور محمد اس شخص کے فعل کو پس ملاء الفم کو حکم خارج کا دیا گیا اور اس سے کم کو خارج ہی نہیں کیونکہ اسکا
ممکن ہے اور اس خلاف کا نتیجہ چار مسئلوں میں ظاہر ہوتا ہے ایک یہ کہ ملاء الفم ہو اور از خود عود کر جاوے تو بالاجماع روزہ نہیں جاتا ابو یوسف کے نزدیک
اس جہت سے کہ اسکو حکم خارج کا نہیں اور امام محمد کے نزدیک اس جہت سے کہ اس شخص کے فعل کو اس میں دخل نہیں دوسرا یہ کہ قے ملاء الفم ہو اور قصداً کل کا اعادہ
کل کو یا بعض کو چنے کی مقدار تب بالاجماع افطار پایا جاویگا کیونکہ قے خارج کو جوف میں اعادہ کر لیا اپنے فعل سے تیسرا یہ کہ قے ملاء الفم نہیں ہے اور عود کر
گیا تو امام محمد کے نزدیک چونکہ اسکی صنع پائی گئی روزہ ٹوٹ گیا اور امام ابو یوسف کے نزدیک نہیں ٹوٹا کہ قے یہی داخل نہیں ہے چوتھی صورت یہ ہے کہ قے
ہو اور خود بقدر نخود عود کر جاوے تو ابو یوسف کے نزدیک روزہ جاتا رہیگا اور امام محمد کے نزدیک نہیں اور یہی صحیح ہے کذا فی الشامی وان استقاء
طلب القی عامداً ای متذکراً لصومہ ان کان ملاء الفم فسد بالاجماع مطلقاً اور اگر قصداً قے کی اس طرح کہ روزہ یاد ہو اگر قے ملاء الفم ہو تو روزہ فاسد
ہو گیا بالاجماع ہر صورت میں ہم یعنی خود عود کرے یا اعادہ کرے یا نہ عود ہو نہ اعادہ فتح القدیر میں کہا ہے کہ اس میں تفریع عود اور اعادہ کی نہیں جا سکتی
ہو سکتی کیونکہ مجرد قے سے روزہ ٹوٹ گیا گو عود اور اعادہ دونوں ہوں قالہ الشامی وان اقل لا عند الثانی وہو الصحیح اور اگر قے ملاء الفم سے
کم ہو یعنی بشرطیکہ عود نہ کرے اور نہ اعادہ ہو تو روزہ نہیں ٹوٹتا امام ابو یوسف کے نزدیک اور یہی صحیح ہے لیکن ظاہر الروایۃ کقول محمد انہ یفسد کما فی الفتح
عن الکافی لیکن ظاہر الروایت مثل قول محمد کے یہ ہے کہ روزہ ٹوٹ جاتا ہے جیسا فتح میں نقل کیا ہے کافی سے فان عاد بنفسہ لم یفطر وان اعاد
ففیہ روایتان اصحہما انہ لا یفسد مجتبیٰ پس اگر عود کرے از خود تو روزہ نہیں ٹوٹتا اور اگر بقصد اعادہ کیا تو اس میں دو روایتیں ہیں اصح یہ ہے
کہ نہیں ٹوٹتا کذا فی المحیط ہم یعنی ابو یوسف سے دو روایتیں منقول ہیں کیونکہ محمد کے نزدیک تو تفریع نہیں چل سکتی قالہ الشامی وہذا کلہ فی قی طعام
او ماء او مرۃ او دم اور یہ تفصیل مذکور کھانے کی قے میں ہے یا پانی کی یا صفرا کی یا خون کی ہم ظاہر یہ ہے کہ خون سے مراد خون بستہ ہے اور نہیں تو کیا فرق ہے
خون میں اور جو دانتوں میں سے نکلے جبکہ اسکو نگل جاوے کہ روزہ ٹوٹ جاتا ہے بشرطیکہ تھوک پر غالب ہو یا برابر ہو یا فہم اسلم ہو جیسا اول باب میں مذکور
فان کان بلغما فغیر مفسد مطلقاً خلافاً للثانی پس اگر بلغم ہو تو غیر مفسد ہے مطلقاً یعنی خود قے کرے یا آپ آ جاوے ملاء الفم ہو یا نہ عود ہو یا اعادہ یا کچھ نہ
بخلاف ابو یوسف کے کہ وہ کہتے ہیں کہ اگر قے عمداً ملاء الفم ہو تو فاسد ہو جاتا ہے واستحسنہ الکمال وغیرہ اور مستحسن جانا ہے اسکو کمال نے اور غیر نے ہم کما
کہا ہے کہ قول ابو یوسف کا بیان احسن ہے اور ابو حنیفہ اور محمد کا قول نقض وضو میں احسن ہے کیونکہ افطار میں یہ قید ہے کہ کوئی چیز پیٹ میں جاوے یا عمد
قے کرے بغیر ملاحظہ اسکی پاکی یا ناپاکی کے پس اس باب میں بلغم وغیر بلغم میں فرق نہیں بخلاف نقض وضو کے اور بحر اور نہر میں اسی کو مقرر رکھا ہے اور یہی
مراد ہے شارح کی استحسنہ وغیرہ سے کیونکہ جب ثابت رکھا تو درحقیقت مستحسن جانا کذا قالہ الشامی ولو اکل لحما بین اسنانہ ان مثل حمصۃ
فاکثر قضی فقط وفی اقل منہا لا یفطر اور اگر کھا لیا گوشت جو دانتوں میں ہے اگر مقدار ایک چنے کی یا زیادہ ہے تو صرف قضا کرے اور

اگر بین روزہ نہیں جاتا ہم چنے کی مقدار کو صدر شہید نے اختیار کیا ہے اور دبوسی نے یہ اختیار کیا ہے کہ جسکا نگلنا ممکن ہو بدون استعانت لعاب دہن کے
اور کمال نے اسی کو پسند کیا ہے اسلیے کہ مانع افطار سے وہ چیز ہے جس سے بچنا مشکل ہو اور یہ اسی صورت میں ہے کہ خود تھوک کے ساتھ جوف میں جاوے
نہ وہ جو قصدا جوف میں لیجاوے الا اذا اخرجہ من فمہ فاکلہ مگر جبکہ منھ سے نکال کے پھر کھا جاوے یعنی اس صورت میں روزہ ٹوٹ جاویگا ولا کفارۃ
لان النفس تعافہ اور کفارہ لازم نہیں آتا کیونکہ نفس اسکو مکروہ سمجھتا ہے واکل مثل سمسمۃ من خارج یفطر ویکفر فی الاصح اور کھالینا مقدار ایک تل کے
بھی خارج سے روزہ توڑتا ہے اور کفارہ بھی لازم ہے صحیح روایت پر الا اذا مضغ بحیث تلاشت فی فمہ مگر جبکہ چباوے اس طرح کہ اسکے اجزا متفرق
ہو جاویں منھ میں ہم یعنی اسواسطے کہ دانتوں میں چپٹ جاویگا اور جوف میں کچھ نہ پہنچیگا اور تھوک کے تابع ہوگا کذا فی المعراج پس روزہ سلامت
رہیگا الا ان یجد الطعم فی حلقہ کما مر مگر یہ کہ مزہ پاوے اپنے حلق کے اندر تو روزہ ٹوٹ جاویگا جیسا سابق ذکر ہوا واستحسنہ الکمال قائلا والتعویل
فائدہ فی کل قلیل مضغہ اور اسی کو کمال نے پسند کیا ہے اور کہا ہے کہ یہی قاعدہ کلیہ ہے ہر قلیل شے میں جسکو چباوے کہ اگر مزہ حلق کے اندر پاویگا تو روزہ جاتا
رہیگا ورنہ نہ جاویگا وکرہ لہ ذوق شیٔ وکذا مضغہ بلا عذر قید فیہما قال العینی اور مکروہ ہے صائم کو چکھنا کسی چیز کا اور ایسے ہی چبانا بلا عذر
یہ قید دونوں میں ہے قال العینی ہم ظاہر یہ ہے کہ کراہت تنزیہی ہے قال الرملی کان زوجہا او سیدہا سیء الخلق فذاقت مثل اسکے کہ عورت کا خاوند
یا مالک بدخلق ہو اور وہ نمک چکھے سالم یہ مثال چکھنے کی ہے اور چبانے کی مثال یہ ہے کہ کوئی شخص بچے کے منھ میں کچھ چبا کر دیوے جب کوئی شخص
چبانے والا یعنی حائض یا مریض وغیرہ موجود نہو وفی کراہۃ الذوق عند الشراء قولان اور چیز کے مول لینے کے وقت چکھنے میں دو قول ہیں ووفق
فی النہر بانہ ان وجد بدا ولم یخف غبنا کرہ والا لا اور نہر نے دونوں قولوں میں توفیق کی ہے اس طرح کہ اگر بدون چکھنے کے کسی اور طرح سے کام چل سکتا ہو اور
غبن کا خوف نہیں تو چکھنا مکروہ ہے اور اگر بدون چکھے چارہ نہیں اور غبن کا خوف ہے تو مکروہ نہیں ہم نہر میں کراہت کو اسی قید کے ساتھ مقید کیا ہے
کہ چکھنے کے سوا کوئی تدبیر ہو شرائے کے لیے یعنی غبن کا خوف ہو یا نہو پس شارح کا قول ولم یخف غبنا نہر کے مخالف ہے البتہ والا لا نہر کے موافق
ہے قال الشامی وہذا فی الفرض لا النفل کذا قالوا وفیہ کلام لحرمۃ الفطر فیہ بلا عذر علی المذہب فیبقی الکراہۃ اور چکھنا فرض میں مکروہ ہے نہ نفل میں
اسی طرح علما نے کہا ہے لیکن اسمیں کلام ہے کیونکہ نفل میں بھی افطار بے عذر مکروہ ہے صحیح مذہب پر پس کراہت باقی رہی ہم رملی نے کہا ہے کہ
فرض میں مکروہ ہے اسکی فوت کی جہت سے کہ اسکی حفاظت رکھنی چاہیے اور ایسا فعل نکرنا چاہیے جس سے افطار کا خوف ہو اور نفل میں مکروہ نہیں
اسواسطے کہ نفل روزہ اصل میں جائز الفطر نہیں تھا گو اسوقت شروع کے بعد توڑنا درست نہو پس نفل کا مرتبہ فرض سے نیچے رکھا کہ جو چیز اگر افطار کی
نوبت نہیں پہونچاتی اسکو نفل میں جائز رکھا نہ فرض میں قال الشامی وکرہ مضغ علک ابیض ممضوغ ملتئم والا فیفطر اور مکروہ ہے چبانا گوند کا
جو سفید ہو تمام چبانے کا ٹوٹی بندھا ہوا ورنہ روزہ ٹوٹ جاویگا ہم علک کو جدا بیان کیا اسلیے کہ عورتیں اسکو بجائے مسواک چبایا کرتی ہیں تو احتمال کے
شبہہ ہوتا تھا کہ شاید جائز ہو حاصل یہ کہ اس قسم کا گوند جو منھ میں عادۃ نہیں پہونچتا اور سیاہ گوند اور جسکو نہیں چبائے اور پسا ہوا جوف میں چلا
جاتا ہے پس اگر یہ بھی جوف میں پہونچ جاویگا تو روزہ ٹوٹ جاویگا اور اگر پسا گوند بھی جوف میں نہ پہونچیگا تو روزہ نہیں ٹوٹیگا وکرہ للمفطرین
الا فی الخلوۃ بعذر اور مکروہ ہے استعمال علک کا مفطروں کو مگر خلوت میں عذر سے اسواسطے کہ دلیل یعنی عورتوں کی مشابہت مقتضی ہے
کراہت کو مردوں کے حق میں اور کوئی اسکا معارض نہیں اور ظاہر یہ ہے کہ کراہت تحریمی ہے کذا فی الطحطاوی وقیل یباح اور ایک
قول یہ ہے کہ گوند کا چبانا مباح ہے ہم فخر الاسلام نے کہا کہ امام محمد کے کلام میں اشارہ ہے کہ غیر صائم کے لیے مکروہ نہیں ہے لیکن مردوں کو
اسکا ترک مستحب ہے مگر عذر کی حالت سے مثلا منھ میں بدبو ہو وقیل یستحب للنساء لانہ سواک لہن قیل اور مستحب ہے عورتوں کے لیے کیونکہ وہ عورتوں کی

مسواک بھی ہم لیتی ہے بسبب اسکے کہ عورتین ضعیف العقل ہین تو مسواک شاید مسوڑھون کو نقصان کرے یا دانتون کو کذا فی الفتح وکرہ قبلۃ
ومس ومعانقۃ ومباشرۃ فاحشۃ ان لم یامن المفسدۃ وان امن لا باس اور مکروہ ہے بوسہ لینا اور چھونا اور معانقہ اور مباشرت فاحشہ
اگر خوف ہو جماع یا انزال کا اور اگر ایسا خوف نہین تو کچھ مضائقہ نہین ہم سراج مین جزم کیا ہے کہ قبلہ فاحشہ یعنی اسکے ہونٹون کو اپنے منہ مین لیکر
دبانا مطلقا مکروہ ہے خوف ہو یا نہو لا تکرہ دہن شارب ولا کحل اذا لم یقصد الزینۃ او تطویل اللحیۃ اذا کانت بقدر المسنون وہو القبضۃ
مکروہ ہے تیل لگانا مونچھون کو اور نہ سرمہ لگانا اگر قصد زینت کے نہو یا تیل لگانے سے مقصود داڑھی کی درازی نہو جبکہ بقدر مسنون یعنی
ایک مشت موجود ہے ہم واضح ہو کہ قصد زینت اور چیز ہے اور قصد جمال دوسری چیز کیونکہ قصد جمال سے عیب کا دور کرنا اور وقار کا قائم رکھنا اور نعمت
اظہار ہے شکر مقصود ہوتا ہے نہ فخر کے طور پہ اور یہ بات نفس کی دلاوری کا اثر ہے اور قصد زینت نفس کے ضعف کا اثر ہوتا ہے اسمین فخر تکبر کا لحاظ ہوا
کرتا ہے کذا فی الفتح لکنہ صرح فی النہایۃ بوجوب قطع ما زاد علی القبضۃ بالضم ومقتضاہ الاثم بترکہ اور نہایہ مین تصریح کی ہے کہ جو زیادہ ہو ایک مشت
سے ہو اسکا کاٹنا واجب ہے اور یہ اس بات کو چاہتا ہے کہ زائد کے نہ تراشنے سے گنہگار ہو ہم کیونکہ نہایہ مین کہا ہے وما وراء ذلک یجب قطعہ ہکذا عن رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم انہ کان یاخذ من اللحیۃ من طولہا وعرضہا رواہ ابو عیسی یعنی الترمذی فی جامعہ اور ایسا ہی معراج مین ہے اور فتح القدیر مین
اسکو نقل کیا ہے اور برقرار رکھا ہے نہر مین کہا ہے کہ بعض موالی سے مین نے سنا ہے کہ نہایہ مین یجب سہو سے لکھا ہے تو اس صورت مین زائد کو نہ کاٹنے کا
مضائقہ نہین شیخ اسمعیل نے کہا ہے کہ یہ خلاف ظاہر ہے کیونکہ ایسے مواقع مین یجب استعمال کرتے ہین قال الشامی الا ان یحمل الوجوب علی الثبوت
مگر یہ کہ وجوب کے معنی ثبوت کے لیے جاوین ہم اسکی موید یہ ہے کہ استدلال صاحب نہایہ کا وجوب پہ دلالت نہین کرتا کیونکہ لفظ کان یفعل تکرار
ودوام پہ دلالت نہین کرتا اسلیے زیلعی نے لفظ یجب کو حذف کیا اور کہا کہ وما زاد یقص اور یہی قائل شیخ شیخ اسمعیل ہین اور فیہ مین ہے اور یہ سنت ہے
جیسے قنیہ مین ہے اور مجتبی اور ینابیع وغیرہا مین ذکر ہے کہ کچھ مضائقہ نہین داڑھی کترواتے مین اطراف سے جب دراز ہو اور نہ بڑھے بال کترانے
مین بھی بوجہ زینت کے اور بھون کے بال لینے مین اور منہ کے بالون مین جب تک کہ مخنث کی مشابہت نہو اور حلق کے بال نہ منڈاوے اور ایک
روایت ابو یوسف سے ہے کہ کچھ مضائقہ نہین ہے واما الاخذ منہا وہی دون ذلک کما یفعلہ بعض المغاربۃ ومخنثۃ الرجال فلم یبحہ احد واخذ کلہا فعل یہود الہند
ومجوس الاعاجم فتح اور داڑھی مین سے لینا اس حال مین کہ وہ مشت سے کم ہو جیسا بعض مغربی اور مخنث کرتے ہین پس اسکو کسی نے نہین مباح کیا اور
کل کا منڈانا ہند کے کفار کا فعل ہے اور عجم کے مجوسیون کا کذا فی الفتح وحدیث التوسعۃ علی العیال یوم عاشوراء صحیح واحادیث الاکتحال فیہ ضعیفۃ
لا موضوعۃ کما زعمہ ابن عبد العزیز اور حدیث وسعت طعام کی عیال پر عاشورا کے روز صحیح ہے اور حدیثین سرمہ لگانے کی اس روز مین ضعیف ہین
(یعنی دسوین محرم کو)
نہ موضوع جیسا ابن عبد العزیز نے گمان کیا ہے ہم حدیث توسعہ کی یہ ہے کہ جو شخص دسوین محرم کو اپنی عیال پر وسعت کرے یعنی بہت سا کھانا پکوا دے
تو اللہ تعالی تمام سال اسپر وسعت کرے حضرت جابر نے کہا کہ مین نے اسکو ۴۰ برس تجربہ کیا خلاف نہین ہوا اور اکتحال کی حدیث وہ ہے جو بیہقی نے
روایت کی ہے اور کہا ہے کہ ضعیف ہے جو کوئی عاشورا کے دن اثمد کا سرمہ لگاوے اسکی آنکھ کبھی نہ دکھیگی کذا فی الفتح مین کہتا ہون کہ مناسبت اسکے ذکر
کی یہان یہ ہے کہ صاحب ہدایہ نے استدلال کیا ہے اسپر کہ سرمہ لگانا روزہ دار کو مکروہ نہین ہے اسطرح کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رغبت دلائی سرمہ لگانے
عاشورا کے روز اور اس روز کے روزہ کی طرف بھی نہر مین کہا کہ ابن عبد العزیز نے اسپر اعتراض کیا ہے کہ آنحضرت صلعم سے اس روز بجز روزہ کے اور کچھ ثابت نہین ہوا
چونکہ روافض نے بدعات ماتم وغیرہ کے قائم کیے اسکے جواب مین جاہل سنیون نے اظہار سرور وطعام واکتحال نکال کھڑے کیے اور احادیث موضوعہ اکتحال و توسعہ
روایت کین اور قول ابن عبد العزیز کا مردود ہے اسطرح کہ احادیث اکتحال کی ضعیف ہین موضوع نہین اور اس سے معلوم ہوا کہ قائل ابن عبد العزیز ہے جیسا نہر وجوہری

اور ابن عبد العزیز نے بحث میں جو شکلات بدایہ پر لکھا ہے و لا سواک و لو عشیا او رطبا بالماء علی المذہب اور نہیں مکروہ ہے مسواک اگرچہ بعد زوال کے
ہو یا تر ہو پانی میں بنا بر مذہب صحیح کے ہم ابو یوسفؒ پانی میں تر مسواک کو مکروہ کہتے ہیں اس واسطے کہ بے ضرورت تری منہ میں جاتی ہے اسکا جواب یہ ہے
کہ آخر کلی کرنے سے زیادہ تو نہیں ہے اور تازہ مسواک کسی کے نزدیک مکروہ نہیں ہے وکرہہ الشافعی بعد الزوال اور شافعیؒ نے مکروہ کہا ہے مسواک کو بعد
زوال کے وکذا لا یکرہ [illegible] استنشاق و اغتسال للتبرد وعند الثانی وبہ یفتی شرنبلالیہ عن البرہان ایضا یعنی مکروہ نہیں ہے تخفیف
کے واسطے اور کپڑا لپیٹنا اور کلی کرنا اور ناک میں پانی دینا اور نہانا ٹھنڈک کے لیے ابو یوسفؒ کے نزدیک اور اسی پر فتویٰ ہے کذا فی الشرنبلالیہ عن البرہان ہم
اسواسطے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے سر مبارک پر پانی ڈالا اور حضرت روزے سے تھے پیاس کی جہت سے اور گرمی سے اور ابن عمرؓ کپڑا تر کر کے اپنے اوپر
لپیٹ لیتے تھے روزے کی حالت میں اور اسوجہ سے کہ ان امور میں اعانت ہے عبادت پر اور دلتنگی کا دفع ہے اور امام ابو حنیفہؒ نے مکروہ کہا ہے اسکی وجہ یہ ہے کہ عبادت میں تنگی
کا اظہار ہے کذا فی البرہان ویستحب السحور وتاخیرہ وتعجیل الفطر لحدیث ثلث من اخلاق المرسلین تعجیل الافطار وتاخیر السحور والسواک اور مستحب ہے سحری کھانا اور سحری میں
تاخیر کرنا اور افطار میں جلدی کرنا اسواسطے کہ حدیث شریف میں ہے کہ تین چیزیں پیغمبروں کی عادت میں ہیں افطار میں جلدی کرنا اور سحر کھانے میں تاخیر کرنا اور مسواک کرنا
اور بحر میں کہا ہے کہ [illegible] کلام میں [illegible] مقتضا ہے کہ اکیلے پانی سے بھی سنت ادا ہو جاتی ہے کہ نہیں لیکن ظاہر حدیث جو احمد نے روایت کی ہے
دلالت کرتی ہے کہ سنت ادا ہو جاتی ہے چنانچہ فرمایا کہ سحری کھانا بالکل برکت ہے تو تم اسکو ترک نہ کرو اگرچہ کوئی تم میں ایک گھونٹ پانی ہی پی لے اسلئے کہ اللہ
اور اسکے فرشتے رحمت بھیجتے ہیں سحری کھانے والوں پر اور تاخیر اسی مقدار تک مستحب ہے کہ رات باقی رہے جس میں شک نہو اور اگر شک ہو گا تو کھانا مکروہ ہے صحیح روایت پر
تعجیل افطار مستحب ہے مگر ابر کے دن جبتک کہ ظن غالب غروب آفتاب کا نہو تاخیر کرے اگرچہ موذن اذان دیدے اور تعجیل مستحب ہے کہ تارے چمکنے سے پہلے ہو کذا فی
[illegible] میں کہا ہے کہ جو شخص بلند مکان پر ہو جیسا سکندریہ کا منارہ تو وہ افطار نہ کرے جبتک اسکے نزدیک شمس غروب نہو جاوے اور شہر والے اس سے پہلے افطار
کر سکتے ہیں اگر انکے نزدیک غروب ہو جاوے اس سے پہلے اور یہی حال ہے طلوع فجر میں [illegible] شارح کے لا یجوز ان یعمل عملا یصل بہ الی
الضعف فیخبز نصف النہار ویستریح الباقی نہیں جائز ہے کہ کوئی ایسا کام کرے جس سے ضعف ہو جاوے کہ مانع روزہ کا ہو تو نانبائی مثلاً یوں کرے کہ آدھے روز
پکاوے اور باقی آرام کرے فان قال لا یکفینی کذب باقصر ایام الشتاء پس اگر وہ شخص کہے کہ اس قدر عمل مجھکو کفایت کے لیے بس نہیں ہے تو تکذیب کیا جاوے
جاڑے کے سب سے چھوٹے دن سے کہ قریب نصف روز کے ہوتا ہے [illegible] نے کہا ہے کہ جامع الفتاوی میں ہے کہ اگر معیشت میں اشتغال کی جہت سے روزہ
سے ضعیف ہو جاوے تو اسکو افطار جائز ہے اور پھر روزہ کے بدلے نصف صاع کھانا دے یعنی اس صورت میں کہ اور دنوں میں گنجائش روزہ رکھنے کی نہ ملے
ورنہ قضا واجب ہو گی اور علی ہذا القیاس اگر کھیتی کاٹنے پر روزہ میں قادر نہ ہو اور تاخیر میں کھیتی ہلاک ہوتی ہو تو جواز افطار و قضا میں کچھ شک نہیں
اور یہی حال نانبائی کا ہے مگر [illegible] کا ذکر جو شارح نے کیا [illegible] ہے اسواسطے کہ ذکی زیادتی کی کفایت میں دخل نہیں پس اسی کی رائے پر موقوف
ہوگا کہ اسکے حال کو صلاح پر محمول کرنا چاہیے تھی لیکن نور الایضاح میں جامع الفتاوی کے مسئلہ کی صورت اس شخص کے لیے بیان کی ہے جسنے پیشتر سے روزے
رکھے ہوں اور ہمارا کلام روزہ رمضان میں ہے پس حرفہ والے کے باب میں یوں کہنا چاہیے کہ جسقدر کہ اسکے پاس آسکے اور اسکے عیال کی کفایت موجود ہو تو اسکو افطار حلال
نہیں ہے کیونکہ اسکو سوال حرام ہے تو افطار بالاولی حرام ہوگا اور جو کفایت موجود نہو تو اسکو عمل کرنا اس مقدار کہ کفایت کرے جائز ہے اور بغیر افطار کیے اگر عمل
نہ ہو سکتا ہو تو افطار جائز ہوگا الخ بلکہ دوسرا کام نہیں کر سکتا جسمیں روزہ بھی رکھ سکے ایسا ہی اگر خوف ہو کھیتی کے ہلاک ہونیکا یا چوری جانیکا اور کوئی آدمی ایسا
نہ ملے جو اجرت رائج پر کام کر دے اور یہ خود اس کام کو کر سکتا ہے تو افطار جائز ہے اسواسطے کہ اس سے کمتر پر نماز کا توڑنا جائز ہے قالہ الشارح
فان جہد الحر نفسہ بالعمل حتی مرض فافطر ففی کفارتہ قولان قنیہ پس اگر عمل کے جہت سے کسی آزاد نے مشقت اٹھائی یہانتک کہ

مریض ہو گیا پھر افطار کیا تو اسکے کفارہ میں دو قول ہیں کذا فی القنیہ ہم بعض نے کہا کہ کفارہ لازم ہے اور بعض نے کہا نہیں اور بقالی نے اسی پر فتوی دیا ہے اور آزاد کی قید اسلیے لگائی کہ لونڈی غلام اگر کام کی مشقت سے مریض ہو کر افطار کریں تو آخر بالاتفاق کفارہ نہیں کیونکہ وہ معذور ہیں اور مولا کے حکم سے مجبور ہاں انکو پہونچتا ہے کہ ایسے کام سے باز رہیں تو اس تعلیل سے بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ آزاد پر کفارہ واجب ہے چنانچہ شرنبلالیہ میں اسکی تصحیح بیان کی ہے کذا فی الشامی وفی البزازیہ لو صام عجز عن القیام صام وصلی قاعدا جمعا بین العبادتین اور بزازیہ میں ہے کہ اگر کسی شخص کو روزہ رکھنے سے اسقدر ضعف ہو کہ نماز میں کھڑا نہو سکے تو وہ شخص روزہ رکھے اور نماز بیٹھکر پڑھے تاکہ دونوں عبادتیں ادا ہوں واللہ اعلم

فصل فی العوارض المبیحۃ لعدم الصوم

یہ فصل ہے ان عوارض میں جنمیں روزہ نہ رکھنا جائز ہے وقد ذکر المصنف منہا خمسۃ اور مصنف نے عوارض میں سے پانچ ذکر کیے یعنی سفر اور حمل اور دودھ پلانا اور مرض اور بڑھاپا اور حقیقت میں نو ہیں چنانچہ شامی نے بیان کیے ہیں اکراہ یعنی زبردستی کے دباؤ سے روزہ توڑنا اور جہاد اور شدت گرسنگی پیاس کی زیادتی اسیلیے شارح نے کہا وبقی الاکراہ وخوف ہلاک او نقصان عقل ولو بعطش او جوع شدید ولسعۃ حیۃ باقی رہ گئے اکراہ اور خوف ہلاک کا یا خوف نقصان عقل کا یہ خوف اگرچہ پیاس سے ہو یا سخت بھوک سے یا سانپ کے کاٹنے سے ہم کہتے ہیں معطوف ہے عطش پر جو متعلق ہے خوف ہلاک سے قالہ الحلبی یعنی جب کسی کو سانپ کاٹ لے اور وہ دوا پینے کے لیے افطار کرے اور اکراہ سے مراد ایسی چیز سے زبردستی کرنی جو مفضی ہو قتل کرنا اور عضو کاٹنا اور سخت مار دینا ہے اور خوف کی مثال جیسے بادشاہی عامل کسی شخص کو گرمی کے دنوں میں عمارت کے کام پر پکڑ لے جاتا ہو اور کام میں جلدی ہو اور روزہ رکھنے سے جان کا خوف ہو یا بھوک اور پیاس سے عقل کے جاتے رہنے کا خوف ہو تو افطار درست ہے اور خلاصہ میں ہے کہ جب غازی یقینا جانتا ہو کہ دشمن سے قتال ہوگا رمضان میں اور روزہ کی صورت میں عدم افطار سے ضعف کا خوف ہو تو افطار کرے کذا فی الشامی مختصرا للمسافر سفرا شرعیا ولو بمعصیۃ لمسافر خبر مقدم ہے اور الفطر جو آگے آتا ہے مبتدا موخر ہے اور لام سے اشارہ اسطرف ہے کہ افطار جائز ہے لیکن روزہ رکھنا افضل ہے اگر نقصان نکرے یعنی افطار جائز ہے مسافر کو کہ سفر شرعی رکھتا ہو یعنی تین دن رات کی مدت کا اگرچہ کسی گناہ میں سفر ہو وحامل او مرضع اما کانت او ظئرا علی الظاہر او افطار جائز ہے جسکو حمل ہو یا دودھ پلانے والی خواہ ماں ہو یا دایہ بنا بر ظاہر الروایت کے ہم دایہ تو اس جہت سے کہ عقد کے جہت سے اسپر دودھ پلانا واجب ہے اور ماں اس جہت سے کہ اسکو دودھ پلانا دیانۃ ہر حالت میں واجب ہے اور افطار جب کرے کہ باپ مفلس ہو یا بچہ غیر کا دودھ نہ پیتا ہو اور ابو السعود نے کہا ہے کہ دایہ کو افطار جائز ہے اگرچہ عقد رمضان ہی میں واقع ہو بخلاف صدر الشریعۃ کے کہ حالت کو مقید کیا ہے اور کہا ہے کہ جب رمضان سے پہلے عقد ہو چکا ہو تو حلال ہے خافت بغلبۃ الظن علی نفسہا او ولدہا دودھ پلانے والی کو افطار جائز ہے اگر خوف کرتی ہو بذریعہ ظن غالب کی رو سے اپنی جان پر یا بچہ پر وقیدہ البہنسی تبعا لابن الکمال بما اذا تعینت للارضاع اور مقید کیا ہے اسکو بہنسی نے ابن کمال کے اتباع سے ساتھ اس حالت کے کہ وہی متعین ہو دودھ دینے پر یعنی بچہ دوسرے کا دودھ نہ پیتا ہو یا باپ مفلس ہو او مریض خاف الزیادۃ لمرضہ جائز ہے افطار بیمار کو کہ روزہ رکھنے سے زیادت مرض کا خوف رکھتا ہو یا دیر میں اچھا ہونے کا یا عضو کے بگڑنے کا کذا فی البحر یا آنکھ کے درد کا یا زخم کا یا سر درد کا یا اور سوا اسکے اور یہی حکم ہے اگر بیمارداری کرتا ہے بیماروں کی یعنی اگر روزہ رکھے گا تو بیماروں کی خبرداری نکرسکے گا اپنے ضعف کی جہت سے اور بیمار تباہ ہو جاوینگے تو اسکو بھی افطار جائز ہے قالہ الشامی او صحیح خاف المرض یا تندرست کو خوف رکھتا ہو بیماری کا یعنی بغلبۃ ظن وخادمۃ خافت الضعف بغلبۃ الظن بامارۃ او تجربۃ یا خادمہ کہ خوف کرتی ہو ضعف کا بغلبہ ظن کسی علامت سے یا تجربہ سے او باخبار طبیب حاذق مسلم مستور یا غلبہ ظن ہو خبر دینے سے طبیب یا مسلمان تجربہ کار کے جو حاذق ہو اسواسطے کہا کہ جسکو ذرا تھوڑا سا طب میں ہو اسکے قول کی تقلید جائز نہیں اور مسلم اسواسطے کہا کہ کافر کے قول کا اعتماد نہیں شاید اسکی غرض عبادت کا خراب کرنا ہی ہو جیسا مسلمان نے نماز تیمم سے شروع کی اور اسکو کافر نے پانی دینے کا وعدہ کیا تو وہ نماز قطع نہ کرے اسی وجہ سے جو ذکر ہوئی کذا فی البحر اور

پس غرض کہ فاسق نہو یعنی کہتا ہوں کہ جیسا ایسے طبیب کے قول سے افطار کرے جسمیں یہ شرط موجود نہو وے تو ظاہر کفارہ لازم ہوگا جیسا افطار کرے بدون
علامت و تجربہ کے کیونکہ غلبۂ ظن نہوا اور لوگ اس سے غافل ہیں قالہ الشامی وافاد فی النہر تبعا للبحر جواز التطبب بالکافر فیما لیس فیہ ابطال عبادۃ اور
نہر میں تبعاً للبحر کہا ہی کہ علاج میں کافر کا قول ماننا جس جگہ ابطال عبادت کا نہیں ہی جائز ہی قلت وفیہ کلام لان عندہم نصح المسلم کفر فانی یطبیبہم میں
کہتا ہوں کہ اسمیں کلام ہی کیونکہ کفار کے نزدیک مسلمان کی خیرخواہی کفر ہی پھر ایسے کہاں علاج کرایا جاسکتا ہی وفی البحر عن الظہیریۃ للامۃ ان تمتنع عن
امتثال امر المولی اذا کان یعجزہا عن اقامۃ الفرائض لانہا مبقاۃ علی اصل الحریۃ فی الفرائض اور بحر میں نقل کیا ہی ظہیریہ سے کہ باندی کو پہنچتا ہی کہ مولی کے
فرمان کو نہ مانے جبکہ امر مذکور اسکو عاجز کرے فرائض کے ادا سے کیونکہ فرائض کے باب میں اسکو اصل حریت پہ باقی رکھا ہی ہم مثلاً اگر نماز کا وقت
تنگ ہو جاوے تو طاعت خداوندی مولی کے حکم پہ مقدم ہوگی اور اسی سے معلوم ہوا کہ اگر مولی کی اطاعت کی یہانتک کہ روزہ افطار کر لیا تو باندی پہ
کفارہ لازم ہوگا کذا فی الشامی الفطر یوم العذر الا السفر کما سیجی یعنی مسافر وغیرہ کو افطار جائز ہی جس روز عذر عارض ہوا ہو مگر سفر جیسا آگے میں مذکور
ہوگا یعنی جس روز سفر کرے اس روز کا اتمام واجب ہی کذا فی الحلبی وقضوا لزوما ما قدروا بلا فدیۃ اور قضا کریں مسافر وحامل وغیرہا جسقدر
روزے افطار کریں بدون فدیہ کے ہم اسمیں اشارہ ہی امام شافعی کے خلاف کا کہ انکے نزدیک قضا اور فدیہ واجب ہی ہر روزہ کے لیے نصف صاع گیہوں
کذا فی البدائع وبلا ولاء لاطلاق النص علی التراخی ولذا جاز التطوع قبلہ بخلاف قضاء الصلاۃ اور قضا کریں بدون شرط پے در پے ہونے کے واسطے اطلاق قضا کے حکم
فوراً واجب نہیں اسی جہت سے قضا سے پہلے نفل روزہ جائز ہوا اور اگر علی الفور واجب ہوتا تو نفل روزہ مکروہ ہوتا کیونکہ تاخیر واجب کی ہوتی ہی الا کہ تنگ وقت
ہے کذا فی البحر بخلاف قضاء نماز کے کہ وہ علی الفور ہی کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہی جو شخص کسی نماز سے سو جاوے یا اسکو بھول جاوے
تو چاہیے کہ اسکو پڑھے جب یاد کرے تو یاد کرنا شرط ہی قضا پڑھنے کی اور جواز شرط سے پیچھے نہیں ہوا کرتی اسی سے معلوم ہوا کہ نماز فوت شدہ کو فوراً یاد
آتے ہی پڑھے اور ظاہر یہ ہی کہ جسکے ذمہ قضا فوائت ہوں اسکو نفلیں مکروہ ہوں لیکن میں نے صریح نہیں دیکھا کذا فی النہر میں کہتا ہوں کہ قضاے فوائت
میں ہم بیان کر چکے کہ ایسے شخص کو نوافل مکروہ ہیں مگر موکدہ سنتیں مکروہ نہیں کذا فی الطحطاوی ولو جاء رمضان الثانی قدم الاداء علی القضاء
ولا فدیۃ لما مر خلافا للشافعی اور اگر دوسرا رمضان آگیا تو ادا کو قضا پہ مقدم کرے اور فدیہ لازم نہیں کیونکہ قضا کا وجوب علی الفور نہیں ہی برخلاف
امام شافعی کے کہ وہ قضا کے ساتھ ایک مسکین کا کھانا دینا بھی ہر روزے کے لیے کہتے ہیں قالہ الحلبی وندب لمسافر الصوم لآیۃ وان تصوموا خیر لکم
والخیر بمعنی البر لا افعل التفضیل ان لم یضرہ ومستحب ہی مسافر کو روزہ بقصد آیۃ شریفہ (وان تصوموا خیر لکم) کے یعنی تمہارا روزہ رکھنا اچھا ہی تمہارے لیے
اگر نقصان نکرے یعنی خوف ہلاک کا نہو ورنہ افطار واجب ہوگا کذا فی البحر اور خیر بمعنی نیکی کے ہی نہ افعل التفضیل کیونکہ افعل التفضیل کہنے سے یہ معنی ہونگے
کہ روزہ رکھنا بہت بہتر ہی اور افطار بھی بہتر حالانکہ افطار مباح ہی نہ بہتر کذا فی الطحطاوی فان شق علیہ او علی رفیقہ فالفطر افضل لموافقتہ الجماعۃ لیس
اگر دشوار ہو روزہ اسپر یا اسکے رفیقوں پر تو افطار افضل ہی بسبب موافقت اپنے گروہ کے ہم رفیق اسم جنس ہی شامل ہی واحد اور جمع کو اور
بعض نسخوں میں رفقتہ ہی یعنی جب اسکے سب رفیق یا اکثر مفطر ہوں اور نفقۃ مشترک ہو تو افطار افضل ہی جیسا خلاصہ وغیرہا میں ہی اور جماعت کی موافقت
یعنی اخیر نفقہ کے حصہ کی تقسیم دشوار ہی یا اسکا ساتھ نہ پا سکتا ہو قالہ الشامی فان ماتوا فیہ ای فی ذلک العذر فلا تجب علیہم الوصیۃ بالفدیۃ
لعدم ادراکہم عدۃ من ایام اخر پس اگر مرجاویں معذور مذکور اسی عذر میں تو انپر وصیت فدیہ کی واجب نہیں ہی کیونکہ انکو نہیں ملی فرصت شمار
دوسرے ایام کی جو آیت قرآنی میں منصوص ہی ہم یعنی چونکہ نہ قضا واجب ہوئی نہ فدیہ تو وصیت واجب نہوگی کہ وصیت وجوب کی فرع ہی اور
لازم رہے گی کہ وصیت جب واجب ہوتی ہی جب انکے پاس مال ہو کذا فی شرح الملتقی ولو ماتوا بعد زوال العذر وجبت الوصیۃ بقدر ادراکہم

عدۃ من ایام اخر اور اگر مریض زوال عذر کے بعد تو وصیت واجب ہے بقدر شمار ان ایام کے جو انکو ملے واما من افطر بغیر عذر او جو بعذر غالب ہو بالاولی لیکن جس
شخص نے بلا عذر افطار کیا ہو پس وجوب وصیت اسکے ذمہ بطریق اولی ہے ہم رحمتی نے کہا کہ اس شخص کے لیے فرصت اور امکان قضا کی شرط
نہیں کیونکہ ادا وقت پر کر سکتا تھا اسنے وقت کو بے عذر کھویا وفدی لزوما عنہ ای عن المیت ولیہ الذی یتصرف فی مالہ کالفطرۃ قدرا اور
فدیہ دیوے وجوبا بسبب وصیت کے جو مرد سے اسکا ولی جو اسکے مال میں تصرف کرتا ہے مانند فطرہ کی مقدار کے ہم یعنی ولی کو فدیہ ادا کرنا ثلث مال سے لازم ہے جب وصیت
کی ہو اور وصیت نہ کی ہو تو لازم نہیں بلکہ جائز ہے سراج میں کہا ہے کہ اسیطرح زکوۃ وارث کے ذمہ اسکا اخراج لازم نہیں مگر وصیت ہو مگر یہ کہ وارث تبرع ادا کرے اور
الذی یتصرف سے اشارہ ہے کہ لفظ ولی وصی کو بھی شامل ہے کذا فی البحر او قیمتہ فطرہ کی ساتھ صرف مقدار اور ادا قیمت کے جواز میں ہے یہانتک کہ تملیک یہاں
شرط نہیں بلکہ اباحت کافی ہے بخلاف فطرہ کے اور قہستانی نے کہا ہے کہ اطلاق کلام کا دلالت کرتا ہے کہ اگر ایک فقیر کو سب فدیہ دیدے تو جائز ہے نہ عدد شرط ہے نہ مقدار
لیکن اگر نصف صاع سے کم دیگا تو وہ شمار میں نہیں آئیگی یہ فتوی ہے یعنی بخلاف فطرہ کے ایک قول ہے جیسا گذر چکا قال الشامی بعد قدرتہ علیہ ای علی قضاء
الصوم وفوتہ بسبب فوت القضاء بالموت یعنی بعد اسکے کہ میت کو قدرت قضاء صوم کی حاصل ہوئی ہو پھر موت کی جہت سے قضا فوت ہوئی اور ظرف یعنی بعد متعلق
فدی کے ہے اور فوتہ کا عطف قدرتہ پر ہے فلو فاتہ عشرۃ ایام فقدر علی خمسۃ فدی الخمسۃ فقط ای اگر دس روزے میت سے فوت ہوئے پھر اسکو پانچ روز کی
قدرت ملی تو پانچ ہی کا فدیہ دے ہم اس تفریع میں اشارہ ہے کہ طحاوی نے جو کہا ہے کہ یہ قول محمد کا ہے اور شیخین کے نزدیک وصیت ادائے تمام روزوں کا
واجب ہے اگر ایک روز کی بھی قدرت ملے سو یہ قول طحاوی کا مردود ہے اسواسطے کہ یہ خلاف صرف نذر میں ہے نہ رمضان میں کیونکہ نذر سبب ہے بقدر قدرت
ہوتا ہے جیسا ہدایہ وغیرہ میں تنبیہ کی ہے وصیۃ من الثلث متعلق بالفدی وہذا لو لہ وارث والا فمن الکل قہستانی میت کی وصیت کی جہت سے ولی فدیہ دے
ثلث مال سے اور یہ اس صورت میں ہے کہ میت کا کوئی وارث ہو اور اگر وارث نہ ہو تو کل مال سے دیوے کذا فی القہستانی ہم اسلیے کہ زیادتی کی ممانعت وارث
کے حق کے سبب سے ہے جب وارث نہ ہو تو منع نہیں ہے جیسا اس صورت میں کہ وارث ہو اور اجازت دے اور یہی حکم ہے اگر وارث ایسا ہو جسپر رد نہیں ہوتا
یعنی زوجین میں کوئی ہو تو وارث کے حصے کے بعد زیادت علی الثلث کی گنجائش ہے قال الشامی وان لم یوص تبرع ولیہ جاز اشار بالتبرع الی ان ذلک
للولی اختیار اور اگر میت نے وصیت نہیں کی اور ولی نے بطور احسان فدیہ دیا تو جائز ہے انشاء اللہ تعالی اور ثواب واسطے ولی کے ہوگا کذا فی الاختیار ہم
اختیار کی عبارت میں نے اسیطرح دیکھی ہے وان لم یوص لا یجب علی الورثۃ الاطعام لانہا عبادۃ فلا تودی الا بامرہ وان فعلوہ لکان جائز ویکون لہ ثوابہ انتہی اور
کچھ شبہ نہیں کہ ضمیر لہ کی میت کیطرف ہے اور یہی ظاہر ہے کیونکہ وصی نے میت ہی کیطرف سے صدقہ دیا ہے نہ اپنی طرف سے پس ثواب میت کو ہوگا جیسا ہدایہ
میں تصریح کی ہے کہ انسان کو پہنچ سکتا ہے کہ اپنے عمل کا ثواب کسی غیر کو دے صلوۃ ہو یا صوم یا صدقہ وغیرہ ہاں اگر کسی غیر کیطرف سے صدقہ دیگا تو اسکے ثواب میں
کچھ کمی نہ ہوگی قال الشامی وان صام او صلی عنہ الولی لا لحدیث النسائی لا یصوم احد عن احد ولا یصلی احد عن احد ولکن یطعم عنہ ولیہ اور اگر روزہ رکھے یا نماز
پڑھے میت کی طرف سے اسکا ولی تو نہیں جائز ہے واسطے حدیث نسائی کے کہ نہ روزہ رکھے کوئی کسی کی طرف سے اور نہ نماز پڑھے کوئی کسی کی طرف سے لیکن کھانا دیوے
اسکی طرف سے اسکا ولی وکذا یجوز لو تبرع عنہ ولیہ بکفارۃ یمین او قتل بالطعام او کسوۃ بغیر اعتاق اور اسیطرح جائز ہے اگر تبرع کیا اسکی طرف سے اسکے
ولی نے کفارہ یمین یا قتل میں ساتھ کھانا کھلانے یا کپڑا پہنانے کے سوائے آزاد کرنیکے ہم اسیطرح ہے زیلعی اور درر اور بحر اور نہر میں لیکن شرنبلالیہ میں کہا ہے کہ تبرع وارث کا
کفارہ قتل میں کسی چیز کے ساتھ صحیح نہیں ہے کیونکہ اسمیں فرض اعتاق رقبہ کا ہے اور وارث کا اعتاق اسکی طرف سے صحیح نہیں ہے جیسا ذکر کیا ہے اور اعتاق کا بدل صوم ہے اور
فدیہ صحیح نہیں اور اطعام اور کسوہ اس کفارہ میں ہوتا ہی نہیں تو کفارہ قتل کو کفارہ یمین کے ساتھ ملانا سہو ہے انتہی مافی الشرنبلالیہ وکذا فی العزمیہ اور علامہ
اقصرائی نے اسکا جواب دیا ہے چنانچہ ابو السعود نے اسکو نقل کیا ہے کہ قتل سے مراد قتل الصید ہے قتل النفس میں کوتاہی ہے اور یہ ظاہر ہوتا ہے کہ صوم قتل الصید

اصل نہیں ہے بلکہ وہ بدل ہے اسواسطے کہ واجب اُسمیں یہ ہے کہ اُسکی قیمت سے ہدی خریدی جاوے جو حرم میں ذبح ہو یا طعام کہ صدقہ دیا جاوے ہر فقیر کو نصف
صاع یا ہر نصف صاع کے بدلے ایک روز کا روزہ اور کافی کا لفظ یہ ہے کہ جو شخص ایسے روزے سے عاجز ہو کہ بدل ہے غیر کا جیسا کفارہ یمین اور قتل پس اگر فدیہ
دیوے اپنی طرف سے اپنی حیات میں اسطرح کہ شیخ فانی ہو تو نہیں صحیح ہے دونوں کفاروں میں اور اگر وصیت کی فدیہ کی تو صحیح ہے دونوں میں اور اگر اُسکی طرف سے
اسکے ولی نے تبرع کیا تو کفارہ قتل میں صحیح نہیں کیونکہ اُسمیں واجب عتق ہے اور تبرع اُسکا درست نہیں اور کفارہ یمین میں صحیح ہے لیکن کسوت اور طعام میں نہ عتاق
میں جیسا کہ آگے بیان کیا یہ مقام اسطرح سمجھنا چاہیے غنیمت جانکر کہ بیان بہت سے اوہام کے قدم لغزش کھا گئے ہیں قال الشامی واسطہ لما فیہ من الزام الولاء
للمیت بلا رضاہ یعنی اعتاق کے ساتھ تبرع ولی کا اسلیے جائز نہیں کہ اُسمیں میت کے ذمہ ولاء کا لازم کرنا ہے بدون اُسکی رضا کے یعنی اگر اعتاق میت کی طرف سے
تبرع کیا جاوے تو ولاء یعنی ترکہ غلام آزاد شدہ کا وصیت نہونے اُسکی مرضی کے میت کو پہنچیگا اسواسطے کہ ولاء ایک علاقہ ہے مانند علاقہ نسب کے علاوہ بریں
الزام خالی نہیں کیونکہ آقا نے غلام آزاد کا عاقلہ بھی ہے کہ اُسکی طرف سے خونبہا دیتا ہے اور ایسے ہی آقا کے عصبات بھی اسکی موت کے بعد ایسا ہی حق ارث پاتے ہیں جو
یہ بیان میں ذکر ہو کہ انسان کو جائز ہے کہ اپنے عمل کا ثواب غیر کو دیوے اور اعتاق کو بھی شامل ہو کیونکہ بیان مراد اعتاق یا وصیت کے ہے سے روزے کے بدلے
اس صورت سے کہ اپنے غلام کو آزاد کرے اور اُسکا ثواب میت کے لیے کر دے سوا اسکے کہ اعتاق میت کی طرف سے اصالۃً ہو اور ولاء اُسی کی ہو یہی صورت ثواب کی ہو اور
بخلاف تبرع کسوۃ و طعام کے کہ نیابت ہو سکتا ہے واسطے نہونے الزام کے قال الشامی وفیہ ان کل عبادۃ دخلتہا النیابۃ کالمرض فی قضاء الفوائت کمن لہ یوم [illegible]
اگرچہ فدیہ جیسا قضا فوائت میں مذکور ہو مثل فدیہ ایک روز کے روزے کے یہی صحیح مذہب ہے اور جو محیط میں مقاتل نے امام محمد سے اور روایت کیا ہے کہ ہر روز کی پانچ
نمازوں کے لیے نصف صاع ہے پس اُنھوں نے اُس سے رجوع کیا ہے اور کہا ہے کہ ہر نماز فرض ہے جیسا ہر روز کا روزہ فرض ہے اور یہی صحیح ہے کذا فی السراج وکذا الفطرۃ
اور اسیطرح فطرہ لازم یعنی عید کا فطرہ مانند فدیہ ایک دن کے روزے کے ہے جیسا کہ معلوم ہو چکا اور ممکن ہے کہ یہ تشبیہ تصریح کی ہو اور مطلق [illegible] کذا الفطرۃ
کہ ولی فطرہ نکالے میت کی وصیت سے قال الشامی والاعتکاف الواجب یطعم عنہ لکل یوم کالفطرۃ والواجبہ اور اعتکاف واجب میں کھانا کھلایا جاوے میت
کی طرف سے ہر روز کے لیے مانند فطرہ کے یعنی مقدار میں کذا فی الولوالجیۃ ہم اگر میت نے وصیت کی ہو تو لزوماً ثلث سے دیا جاویگا ورنہ جواز اداً ماحصل
ان ما کان عبادۃ بدنیۃ فان الوصی یطعم عنہ بعد موتہ عن کل واجب کالفطرۃ والمالیۃ کالزکوۃ یخرج عنہ القدر الواجب والمرکب کالحج یحج عنہ رجلا من مال
المیت البحر اور حاصل یہ ہے کہ جو عبادت بدنی ہو جیسے نماز تو وصی میت کی طرف سے کھانا دے اُسکے مرنے کے بعد ہر واجب کے بدلے مثل فطرہ کے اور جو عبادت مالیہ ہو
جیسے زکوۃ پس نکالے میت کیطرف سے بقدر واجب اور جو عبادت مرکب ہو بدنی اور مالی سے یعنی حج تو حج کرادے میت کیطرف سے ایک شخص کو بھیجکر میت کے مال سے
کذا فی البحر وللشیخ الفانی العاجز عن الصوم الفطر ویفدی وجوبا ولو فی اول الشہر اور شیخ فانی کو جو روزہ سے عاجز ہو افطار جائز ہے اور فدیہ دیوے وجوبا
اگرچہ مہینے کے شروع میں دیدے ہم فدیہ اسواسطے واجب ہوا کہ یہ عذر جانیوالا نہیں ہے کہ قضا لازم آوے کذا فی الشہر اور فدیہ دینے میں رمضان کا اول و آخر
برابر ہے کذا فی البحر وبلا تعدد فقیر کالفطرۃ لو موسرا والا فیستغفر اللہ اور فدیہ میں تعدد فقیروں کا شرط نہیں ہے اور فدیہ مثل فطرہ کے دے اگر تونگر ہو ورنہ
اللہ تعالی سے استغفار کرے ہم استغفار کا ذکر فتح القدیر اور بحر میں مسئلہ نذر دائمی کے بعد بیان کیا ہے جبکہ نذر کرنے والا روزہ نذر رکھے اور معیشت میں مشغول
ہو جاوے پس ظاہر یہ ہے کہ یہ اُسی کے ساتھ متعلق ہے نہ شیخ فانی کے مسئلہ کے ساتھ جو اُنکے پہلے ہے کیونکہ شیخ فانی سے کسی وجہ سے تقصیر نہیں پائی گئی بخلاف نذر
کے اسواسطے کہ روزہ چھوڑکر جب معیشت میں مشغول ہوا تو ایک قسم کی تقصیر ہوئی اگرچہ معیشت کی مشغولی واجب ہوا اسلیے کہ اُسمیں حظ نفس کی ترجیح ہے قال الشامی
فہذا اذا کان الصوم اصلا بنفسہ وخوطب بادائہ وجوب فدیہ شیخ فانی وغیرہ پس اُس صورت میں ہے کہ روزہ بذاتہ خود اصل ہو اور بندہ اُسکی ذات کا مخاطب ہو
جیسے رمضان اور اُسکی قضا اور نذر مثلا کسی نے صوم دائمی کی نذر کی یا صوم معین کی نذر کی اور وہ دن گذر گیا تو فدیہ جائز ہے کذا فی البحر عن الولوالجیہ

کفارۃ یمین او قتل ثم عجز لم تجز الفدیۃ لان الصوم ہنا بدل عن غیرہ یعنی اگر لازم ہوا صوم کفارہ یمین یا قتل کا پھر عاجز ہو گیا تو فدیہ جائز نہیں ہے کیونکہ
صوم یہاں غیر کا بدل ہے ہم یہ تفریع ہے صوم کے اصلا بنفسہ کے مقصود ہونے پر اور کفارہ یمین اور قتل کے ذکر کرنے سے احتراز ہے کفارہ ظہار اور افطار سے جب اعتاق سے عاجز
ہو تنگدستی کے سبب اور روزہ سے زیادہ عمر کے سبب تو اسکو بالنص جائز ہے کہ ساٹھ مسکینوں کو کھانا دیوے اور اطعام کفارہ یمین میں صیام کا بدل نہیں بلکہ
صیام بدل ہے اطعام کا کذا فی السراج اور بحر میں غایۃ البیان اور خانیہ سے نقل کیا ہے کہ اسیطرح اگر منڈا ایا سر حالت احرام میں تکلیف کی جہت سے اور ذبح کی
قدرت نہیں اور تین صاع طعام کی کہ چھ مسکینوں کو تقسیم کرے اور وہ شخص شیخ فانی ہو روزہ کی طاقت نہیں رکھتا پھر روزہ کے بدلے کھانا دیا تو جائز نہوا کیونکہ
صوم بدل ہے قال الشامی و لو کان مسافرا فمات قبل الاقامۃ لم یجب الایصاء اور اگر مسافر ہو پھر مر جاوے اقامت سے پہلے تو فدیہ کی وصیت اسکو واجب نہیں
ہم یہ تفریع ہے قول طلب ادا کے پہلے اور ضمیر کان کی عائد ہے عاجز کی طرف یعنی وصیت اسپر اس جہت سے واجب نہیں کہ اسکو بقدر فرصت نہیں ملی کہ ایام صیام کی قضا
و متی قدر قضی لان استمرار العجز شرط الخلیفۃ اور جب قدرت ہو (یعنی شیخ فانی کو جو فدیہ ادا کر چکا ہے) تو قضا کرے اسواسطے کہ دوام عجز کا شرط ہے خلیفہ ہونے کو
کا صوم میں ہم بحر میں کہا ہے کہ صوم کی قید اسواسطے لگائی کہ تیمم خارج ہو جاوے کہ جب پانی پر قدرت ہو تو نماز نہیں باطل ہوتی اسواسطے کہ تیمم کا خلیفہ ہونا مشروط
ہے صرف عجز پر پانی سے نہ دوام عجز پر قال الشامی و جل نظر فی الاکتفاء فی الفدیۃ قولان المشہور نعم واعتمدہ الکمال اور اباحت فدیہ میں کافی ہے یا نہیں اسمیں
دو قول ہیں مشہور یہ ہے کہ کافی ہے اور اسی پر کمال نے اعتماد کیا ہے جیسے لفظ الطعام وارد ہوا ہے اسمیں اباحت اور تملیک دونوں جائز ہیں بخلاف ایسے جسمیں
لفظ ایتاء یا ادا وارد ہے اسلیے کہ وہ صریح تملیک کے واسطے ہے قہستانی عن المضمرات وغیرہ و لزم نفل شرع فیہ قصدا کما مر فی الصلوۃ اور لازم ہے وہ روزہ
نفل کہ شروع کیا ہے اسکو قصدا جیسا صلوۃ میں مذکور ہوا فلو شرع ظانا انہ علیہ لا یلزم افطار پس اگر شروع کیا واجب کے گمان پر پھر معلوم ہوا کہ واجب
نہیں ہے پھر افطار کیا اسی وقت یعنی پھر معلوم ہونے کے تو قضا اسکے ذمہ لازم نہیں ہے اما لو مضی ساعۃ لزمہ القضاء لانہ بمضیہا صار کانہ نوی المضی
علیہ فی ہذہ الساعۃ تجنیس و مجتبی لیکن اگر بعد علم کے ایک ساعت گذر گئی پھر افطار کیا تو اسپر روزہ قضا لازم ہوا کیونکہ جب ساعت گذری
تو گویا اسنے نیت روزہ کے بقائی اس ساعت میں کی کذا فی التجنیس والمجتبی اداء و قضاء ای یجب اتمامہ فان فسد ولو بعروض حیض فی الاصح
وجب القضاء لازم ہے نفل ادا یا قضا یعنی واجب ہے پورا کرنا اداکی صورت میں پھر اگر فاسد ہو جاوے اگرچہ فساد حیض آنے کی جہت سے
ہوا تو اصح روایت میں قضا واجب ہے الا فی العیدین وایام التشریق فلا یلزم لصیرورتہ صائما بنفس الشروع فیصیر مرتکبا للنہی مگر عیدین
اور ایام تشریق میں کہ انمیں اتمام لازم نہیں ہے اور اگر نہ قضا اسواسطے کہ روزہ کے شروع کرتے ہی صائم ہو گیا پس مرتکب ہوا نہی کا پس اسکی
حفاظت واجب نہوئی بلکہ ابطال واجب ہوا اور وجوب قضا مبنی وجوب حفاظت پر ہے پس جیسے اتمام واجب نہوا قضا بھی واجب نہوئی بخلاف اسکے
کہ ان ایام کے صوم کی نذر کی اسواسطے کہ نذر لازم ہو جاتی ہے اسطرح کہ ایام غیر منہیہ میں انکی قضا کرے کیونکہ نفس نذر میں ارتکاب معصیت کا نہیں ہے بلکہ
شروع صوم معصیت ہے پس نذر منعقد ہوئی اور قضا لازم ہوئی اور دونوں میں کذا فی الہدایۃ واما الصلوۃ فلا یکون مصلیا مالم یسجد پس سکا لیس اور
نماز میں تو مصلی نہیں شمار کیا جاتا ہے جبتک سجدہ نہ کرے یہ دلیل مسئلہ یمین کے ہم یہ جواب ہے ایک سوال کا سوال کا حاصل یہ ہے کہ اوقات منہیہ
میں چاہیے تھا کہ نماز بھی واجب نہوتی شروع کرنے سے جیسا روزہ ایام منہیہ میں شروع کرنے سے نہیں واجب ہوتا جواب کا حاصل یہ ہے کہ نماز میں معصیت کا ثبات فقط
شروع سے نہیں ہوتا جبتک کہ سجدہ نکرے کیونکہ اگر کسی شخص نے قسم کھائی کہ نماز نہ پڑہونگا تو بغیر سجدہ کے حانث نہیں ہوتا بخلاف صوم کے ایام منہیہ میں کہ صرف شروع سے
معصیت کا ارتکاب ہو گیا کذا فی المنح و لا یفطر الشارع فی نفل بلا عذر فی روایۃ و ہی الصحیحۃ اور نہ افطار کرے شروع کرنیوالا نفل میں یعنی روزہ نفل توڑے بے عذر
ایک روایت میں اور یہی روایت صحیح ہے اور یہی ظاہر الروایۃ ہے کذا فی المنح وغیرہ پس اسکو تنگی کے ساتھ بیان کیا اچھا ہے قال الشامی و فی اخری یحل بشرط ان یکون من نیتہ القضاء

واختاره الکمال وتاج الشریعۃ وصدر الشریعۃ فی الوقایۃ وشرحہا اور دوسری روایت میں توڑنا حلال ہے بشرطیکہ نیت قضا کی ہو اور اسی کو کمال نے اختیار کیا ہے
اور تاج الشریعۃ نے وقایہ میں اور اسکی شرح میں ہم شارح نے صاحب نہر کا اتباع کیا ہے اور عبارت میں حالانکہ تصریح اختیار کی وقایہ اور شرح وقایہ میں نہیں
والضیافۃ عذر للضیف والمضیف ان کان صاحبہا لا یرضی بمجرد حضورہ ویتأذی بترک الافطار فیفطر والا لا ہو الصحیح من المذہب ظہیریۃ
اور ضیافت عذر ہے مہمان کے لیے اور دعوت کرنے والے کے لیے یعنی نفل روزہ توڑنے میں نہ فرض وواجب میں بشرطیکہ صاحب ضیافت صرف حاضر ہونے سے
راضی نہ ہو اور ترک افطار سے اسکو ایذا ہو تو افطار کرے ورنہ افطار نہ کرے یہی صحیح مذہب ہے کذا فی الظہیریۃ اور ایک قول یہ ہے کہ قبل الزوال عذر ہے بعد الزوال
نہیں اور دوسرا قول یہ کہا گیا ہے کہ اگر صاحب دوست ایسا ہو کہ قضا نہ کرے گا تو توڑے ورنہ نہیں کہا کہ یہ قید بحر میں کہتا ہوں کہ قول
صحیح میں یہ قید ضروری ہے کیونکہ جب قضا کا نہیں خیال ہو تو اپنے آپ کو گناہ سے بچانا بہتر ہے شارح نے مقید کیا قبل الزوال
کے ساتھ جیسا کہ آگے آتا ہے تو اس سے سب اقوال کا جمع حاصل ہو گیا قال الشامی واوضحہ قولہ علی الاصح
ولا یحنث علی المعتمد اور اگر کسی شخص نے روزہ دار کو قسم دی ان لم تفطر طلاق کی تو افطار کرے
اگرچہ روزہ قضاے رمضان ہو اور اسکو قسم میں حانث نہ کرے معتمد روایت پر کذا فی البزازیۃ وفی النہر عن الذخیرۃ وغیرہا ہذا اذا کان قبل الزوال اما بعدہ
فلا الا احد ابویہ الی العصر لا بعدہ اور نہر میں ذخیرہ وغیرہ سے نقل کیا ہے کہ یہ حکم اس صورت میں ہے کہ افطار قبل الزوال ہو لیکن زوال کے بعد افطار جائز نہیں
مگر ماں باپ کے لیے عصر تک افطار جائز ہے نہ بعد عصر کے وفی الاشباہ دعاہ احد اخوانہ لا یکرہ فطرہ لو صائما الا فی قضاء رمضان اور اشباہ میں ہے کہ کسی نے
دعوت کی تو افطار مکروہ نہیں ہے اگر روزہ ہو سواے قضاے رمضان کے اور قضاے رمضان کا افطار مکروہ ہے کہ رمضان کا حکم ہے کذا فی الظہیریۃ اور
قضاے رمضان پر اقتصار کرنا ظاہر دلالت کرتا ہے کہ صوم کفارہ اور نذر میں بعذر ضیافت افطار مکروہ نہیں ہے اور یہ ردّ ہے ابو یوسف سے لیکن انکے نزدیک
قضاے رمضان میں بھی استثنا نہیں جیسا کہ محیط میں ہے کہ امام ابو یوسف سے روایت ہے کہ صوم قضا اور کفارہ اور نذر میں افطار کرے تو ظاہر ہے کہ مصنف اسی
روایت پر چلا ہے اس صورت میں قضاے رمضان کا استثنا چاہیے تھا قال الشامی عن الحموی ولا تصوم المرأۃ نفلا الا باذن الزوج الا عند عدم الضرر بہ او
نفل روزہ نہ رکھے عورت مگر خاوند کی اجازت سے لیکن جب خاوند کو کچھ ضرر نہ ہو تو جائز ہے یعنی اگر مریض ہو یا مسافر ہو تو اسکو منع نہیں ہے
اور عورت روزہ رکھ سکتی ہے گو وہ منع کرے کیونکہ خاوند کا منع کرنا اپنے حق کی جہت سے ہے یعنی وطی کے سبب تو ان حالات میں روزہ سے اسکا کچھ حرج نہیں
کذا فی السراج اور ظہیریہ میں منع کو مطلق رکھا ہے اور صاحب بحر نے اسی کی تقویت کی ہے کہ روزہ عورت کو دبلا کرتا ہے اگرچہ بالفعل وہ وطی نکرے نہر میں کہا ہے کہ میرے
نزدیک منع کا ضرر پر مقصور رہنا اولی ہے کیونکہ ایک دو دن کا روزہ دبلا ہونے کا باعث نہیں ہے یعنی باقی رہا مگر حق وطی تو اگر یہ ضرر نہ یعنی خاوند مریض ہو یا مسافر تو جائز
ہے قال الشامی ولو افطرہا وجب القضاء باذنہ او بعد البینونۃ اور اگر افطار کرا دیا مرد نے عورت کا روزہ تو قضا واجب ہے مرد کی اجازت سے یا بعد جدائی کے ہم اس
معلوم ہوا کہ مرد کو افطار کرا دینا جائز ہے اور یہی حال غلام کا ہے اور بحر میں خانیہ سے نقل کیا ہے کہ اگر عورت نے بلا اجازت نفل حج کا احرام باندھا تو مرد کو اسکا کھلوا دینا جائز
ہے اور یہی حال ماذون کا ہے کذا فی الشامی ولو صام العبد ای حکمہ بلا اذن المولی لم یجز ولو فطرہ قضی باذنہ او بعد العتق اور اگر غلام نے روزہ رکھا یا اسکے جو اسکے حکم میں
ہے یعنی باندی اور مدبر اور ام ولد نے بغیر اجازت مولی کے تو نہیں جائز ہے اور اگر افطار کرا دیا تو قضا کریں مولی کی اجازت سے ورنہ بعد آزادی کے ہم نہیں
جائز یعنی مکروہ ہے خانیہ میں کہا ہے مگر اسی صورت میں کہ مولی غائب ہو اور اسکا کچھ ضرر نہ ہو یعنی اسکا حال مانند عورت کے ہے لیکن محیط وغیرہ میں جزم کیا ہے کہ غلام کا
روزہ مکروہ ہے اگرچہ آقا کو کچھ نقصان نہ پہنچا دے کیونکہ اسکے منافع مالک ہیں مولی کے ہیں بخلاف عورت کے کہ اسکے منافع زوج کے مملوک نہیں بلکہ صرف
اپنے حق یعنی وطی کا مالک ہے اور بحر میں اسی کی تقویت کی ہے اور جاننا چاہیے کہ اجیر کا حال بیان نہیں کیا سو سراج میں ہے کہ اگر اسکا روزہ مستاجر کو نقصان

کرتا ہو تو نفل روزہ رکھنا نہ چاہیے بدون اجازت اور اگر نقصان نہیں کرتا تو اسکو روزہ جائز ہے ولو نوی مسافر الفطر او لم ینو فاقام ونوی الصوم
فی وقتہا قبل الزوال صح مطلقا اور اگر نیت کی مسافر نے افطار کی یا نہ نیت کی پھر مقیم ہو گیا اور نیت کر لی روزہ کی نیت کے وقت میں زوال سے پہلے یعنی
نصف النہار شرعی سے پہلے اور کھانے سے پہلے تو صحیح ہے ہر صورت میں عام یعنی نفل ہو یا نذر معین یا ادائے رمضان اسی سے معلوم ہوا کہ اسکا محل وہ روزہ ہے جسمیں
رات سے نیت کرنی شرط نہیں اور اگر اس روزہ کی نیت کی جسمیں رات سے نیت ضرور ہے تو نفل ہوگا کذا فی الطحطاوی قال الشامی ویجب علیہ الصوم لو کان فی رمضان
لزوال المرخص اور واجب ہے روزہ اسپر اگر یہ واقعہ رمضان میں ہو بسبب زائل ہونے مرخص کے یعنی رخصت سفر کی جہت سے تھی جب سفر زائل ہو گیا اور نیت اقامت
کی کر لی روزہ واجب ہو گیا کما یجب علی مقیم اتمام صوم یوم منہ ای رمضان سافر فیہ ای فی ذلک الیوم جیسا واجب ہے مقیم پر تمام کرنا اس روزہ رمضان کا
جسمیں سفر واقع ہوا ہے ہم اسواسطے کہ سفر روزہ شروع نکرنے کو مباح کرتا ہے نہ روزہ توڑنے کو پس اگر فجر کے بعد سفر کیا تو افطار حلال نہیں ہے بحر میں کہا ہے کہ یہی حکم ہے اگر
مسافر نے نیت کی رات کو اور صبح ہونے تک اس نیت کو نہیں توڑا پھر روزہ رکھا تو اس روز افطار حلال نہیں اور اگر افطار کر لے تو کفارہ لازم نہیں و لکن لا کفارۃ
علیہ لو افطر فیہما للشبہۃ فی اولہ و آخرہ اور لیکن کفارہ نہیں لازم اگر افطار کیا دونوں مسئلوں میں یعنی مسافر کہ مقیم ہوا اور مقیم جسنے سفر کیا واسطے وقوع شبہہ کے
اسکے اول و آخر میں ہم یعنی اول مسئلہ میں شبہہ اول وقت میں ہے اور دوسرے مسئلہ میں آخر میں یہ لف ونشر مرتب ہے قال الشامی الا اذا دخل مصرہ لشیء نسیہ فافطر
فانہ یکفر اگر اس صورت میں کہ اپنے شہر میں داخل ہوا کسی چیز کے لینے کو کہ بھول آیا تھا پھر افطار کر لیا تو اس صورت میں کفارہ دے ہم ہوا اسلیے کہ کھانے کے وقت
وہ مقیم ہے کہ گھر آنیکی جہت سے سفر کو چھوڑ دیا اور یہاں قیاس پر عمل ہے نہ استحسان پر اور پہلے مذکور ہو چکا کہ اگر کسی شخص نے کھا لیا پھر سفر کیا یا بالاکراہ سفر کرایا گیا
تو کفارہ نہیں ساقط ہوتا کذا فی الشامی ولو نوی الصائم الفطر لم یفطر کما لو نوی التکلم فی صلاتہ ولم یتکلم شرح الوہبانیۃ قال وفیہ خلاف الشافعی اور
اگر روزہ دار نے نیت افطار کی تو مفطر نہ ہو جاویگا جیسا مذکور ہوا یعنی لا یلیق یوم الشک سے پہلے مسئلہ نماز میں نیت کی بولنے کی اور نہ بولا کذا فی شرح الوہبانیۃ ابن شحنہ
نے کہا کہ اسمیں خلاف ہے شافعی کا امام طحطاوی نے کہا کہ معتمد مذہب امام شافعی کا بھی یہ ہے کہ اس سے نماز نہیں فاسد ہوتی ویقضی ایام اغمائہ ولو کان الاغماء مستغرقا
للشہر لندرۃ امتدادہ اور قضا کرے ایام بیہوشی کے اگرچہ تمام ماہ رمضان بیہوش رہا ہو کیونکہ بیہوشی کا بڑھ جانا نادر ہے ہم یعنی بغیر کھانے پینے کے اسقدر
مدت تک رہنا نادر ہے اور نادر واقعات میں حرج نہیں ہے کذا فی الزیلعی سوی یوم حدث الاغماء فیہ او فی لیلتہ فلا یقضیہ الا اذا علم انہ لم ینوہ سوا اسکے
اس روز کے جسمیں بیہوشی طاری ہوئی یا اسکی رات میں سو اسکو قضا نکرے مگر جب جانے کہ اسکی نیت نہیں کی ہم قضا کرے اسواسطے کہ ظاہر حال مقتضی ہے کہ
رات سے نیت کی ہوگی اور اگر جنون دن کو حادث ہوا ہے تو بطریق اولی اسپر حمل کر سکتے ہیں یہانتک کہ اگر وہ شخص بیباک ہو رمضان میں کھانے کی
عادت رکھتا ہو یا مسافر ہو تو کل کو قضا کرے کما قالوا کذا فی الشامی وفی الجنون ان لم یستوعب الشہر قضی ما مضی اور جنون میں اگر تمام ماہ نہ رہا
جسقدر ایام گذرے ہوں انکی قضا کرے ہم اور اگر تمام ماہ رہا ہو تو مطلقا قضا لازم نہیں بلا خلاف قال الشامی وان استوعب جمیع ما یمکنہ انشاء الصوم
فیہ علی ما مر لا یقضی مطلقا الصحیح اور اگر جنون جملہ اوقات کو احاطہ کرے جنمیں صوم شروع ہو سکتا ہے جیسا اول کتاب الصوم میں گذرا تو نہ قضا کرے بالکل واسطے
دفع حرج کے ہم انشاء صوم جسمیں ہو سکتا ہے وہ مدت طلوع فجر سے نصف النہار تک ہے ہر دن میں پس حصول افاقہ کا بعد زوال کے اور تمام شب کا معتبر نہیں ہے
یعنی اگرچہ نیت اسمیں ہو سکتی ہے لیکن انشاء صوم بالفعل رات کو نہیں ہو سکتا اور نہ بعد نصف النہار کے لیکن یہ مخالف ہے مصنف کی مراد کو کہ اسنے
استیعاب کو مطلق کہا ہے یعنی وہ مقتضی ہے کہ اگر ایک ساعت کا بھی افاقہ ہوا اگرچہ رات کو ہو یا بعد نصف النہار کے تو قضا کرے ورنہ نہیں اور شرح اور کتاب الصوم
میں اختلاف کا بیان کیا ہے اور یہ کہ دونوں قول صحیح ہیں اور معتمد دوسرا ہے کیونکہ وہ ظاہر الروایۃ ہے اور متون میں مذکور ہے اور مطلقا سے مراد یہ ہے کہ
جنون اصلی ہو یا بعد بلوغ کے عارض ہو گیا ہو اور یہ ظاہر الروایۃ ہے اور امام محمد سے ایک روایت ہے کہ ان دونوں میں فرق ہے اسلیے کہ جب بالغ

ہوا حالت جنون میں تو صبی کے ساتھ ملحق ہوا پس خطاب اسکی طرف متوجہ نہوا بخلاف اس صورت کے کہ بالغ ہوا حالت عقل میں پھر مجنون ہو گیا اور یہی
مختار ہے بعض متاخرین کا کذا فی المداد اور شرنبلالیہ میں برہان سے آسنے مبسوط سے نقل کیا ہے کہ مجنون اصلی پر پچھلے ایام کی قضا نہیں ہے اصح روایت میں
یعنی اُن ایام کی کہ افاقہ سے پہلے گزرے قال الشامی ولو نذر صوم الایام المنہیۃ او صوم ہذہ السنۃ صح مطلقاً علی المختار اور اگر نذر کیے روزے ایام
منہیہ کے یا اس برس کے تو نذر صحیح ہے مطلقاً مذہب مختار پر ہم بیان سے شروع ہے ان صیام کا جو بندہ اپنے قول سے اپنے اوپر لازم کرے اور سابق میں
اُن روزوں کا ذکر تھا جو خدا تعالیٰ کی طرف سے لازم ہوتے ہیں مسکین کی شرح میں کہا ہے کہ نذر عمل زبان کا ہے اور اسکی صحت کی شرط یہ ہے کہ معصیت نہو جیسے شراب
پینا اور نہ حسبی فی الحال واجب ہو جیسا نماز روزہ جو واجب ہوچکے ہیں نہ آئندہ کو واجب ہو جیسے وہ نماز روزہ جو آگے کو واجب ہونگے اور یہ شرط ہے کہ اسکی جنس کا
کوئی واجب اپنے مقصود موجود ہو اور اسمیں تھا فائدہ کوئی قول نہیں ہے اور مطلقاً کہ یعنی رضی عنہ کا ذکر سچا ہو یا نہ جیسا کہ بحر میں ہے اور یہ زبان سے ہو کہ وہ مقصود
ہو یا نہو یعنی اگر کچھ کیا کرکچھ کا کچھ کہہ دیا تب بھی نذر منعقد ہو جاویگی چنانچہ ولوالجیہ میں کہا ہے کہ کسی شخص نے کہنا چاہا الحمد للہ علی الصوم الیوم اور اسکی زبان سے نکل گیا علیّ صوم
شہر تو اسپر ایک مہینہ کے روزے لازم ہونگے کذا فی البحر اور بدائع میں ہے اگر کوئی اور کلام بولنا چاہتا تھا اور اسکے منہ سے نذر کا کلمہ نکل گیا تو نذر لازم ہوگی کیونکہ نذر
میں ہنسی اور سنجیدگی برابر ہے مثل طلاق کی کذا فی الفتح اور علی المختار اسواسطے کہا کہ ابو یوسف نے امام صاحب سے روایت کی ہے کہ یہ نذر نہیں صحیح ہے اور یہی قول زفر
کا ہے اور حسن نے امام صاحب سے روایت کی ہے کہ اگر معین کیا تو صحیح نہیں اور اگر کل کے روزے کی نذر کی اور اتفاقاً وہ دن یوم النحر کا ہے تو صحیح ہے کذا فی الشامی
وفرقوا بین النذر و الشروع فیہا بان نفس الشروع معصیۃ ونفس النذر طاعۃ فصح اور نذر کرنے اور ان میں شروع کرنے میں فقہا نے اسطرح فرق بیان کیا ہے کہ شروع کرنا
گناہ ہے اور نذر بنفسہ عبادت ہے پس نذر درست ہوئی یعنی لازم ہوئی ولکنہ افطر الایام المنہیۃ وجوباً تحامیا عن المعصیۃ وقضاہا اسقاطاً للواجب لیکن واجب
ایام منہیہ میں افطار کرے وجوباً تاکہ گناہ سے بچے پھر انکی قضا کرے اپنے ذمہ سے واجب ساقط کرنے کو وان صامہا خرج عن العہدۃ مع الحرمۃ اور اگر
انھیں دنوں میں روزہ رکھ لیا تو عہدہ سے بری ہو گیا اگرچہ یہ فعل حرام ہے وہذا اذا نذر قبل الایام المنہیۃ فلو بعدہا لم یلزمہ شیئاً وانما یلزمہ باقی السنۃ علی
ما ہو الصواب اور یہ اسوقت ہے کہ نذر ایام منہیہ سے پہلے واقع ہوئی ہو پس اگر بعد ایام منہیہ کے نذر کی مثلاً چودھویں ذیحجہ کو تو کچھ نہ قضا کرے اور اسکو صرف
باقی سال کے روزے یعنی ذیحجہ کی تمامی تک لازم ہونگے اور یہی صواب ہے ہم بذا کا اشارہ اسیطرف ہے کہ اگر سال معین کے روزے نذر کیے تو قضا ایام منہیہ کی
لازم ہوتی ہے اور بقیہ ایام سال کے روزوں کا لازم ہونا صواب اسواسطے ہے کہ سال یعنی عرف میں ایک مدت معین ہے محرم سے ذیحجہ تک تو ہذہ السنۃ کا اشارہ
دلالت کرتا ہے کہ وہی مدت معینہ مراد ہے جسمیں وہ شخص ہے پس نذر حقیقت میں زبان ماضی اور زبان مستقبل پر واقع ہوئی پس جسقدر زبان ماضی کے مقابلہ میں
ہوئی اسقدر لغو ہوگی اور زبان مستقبل کی لازم ہوئی چنانچہ اگر کہے للہ علی صوم امس تو لغو ہوتا ہے کذا فی الشامی وکذا الحکم لو نکر السنۃ او شرط التتابع فیما لو
اور یہی حکم ہے یعنی جو معین سال میں مذکور ہوا اگر سنۃ کو نکرہ کہا یا پے در پے رکھنا شرط کیا پس افطار کرے ایام منہیہ کو هم اور اگر انھیں ایام میں روزہ
رکھ لے تو عہدہ سے خارج ہو جاویگا کیونکہ جیسا التزام کیا تھا ویسا ادا کیا لکنہ یقضیہا ہنا متتابعۃ لیکن یہاں ایام منہیہ کی قضا کرے پے در پے
هم یعنی آخر برس کی تمامی سے ملی ہووے بغیر فصل کے تاکہ تتابع بقدر الامکان متحقق ہو ویعید لو افطر یوما بخلاف المعینۃ اور اعادہ کرے
یعنی پچھلے ایام کے روزے افطار سے پہلے رکھ چکا ہے اگر ایک روز کا روزہ بھی توڑے اگرچہ سارے رکھ چکا ہو صرف ایک باقی رہا ہو بخلاف سال
معین کے کہ اسمیں قضا ایام منہیہ کی پے در پے واجب نہیں ہے اور اسمیں تتابع صرف بضرورت وقت کے لازم آگیا ہے اسی واسطے اگر ایک دن افطار کرے
تو صرف اسی دن کی قضا لازم ہوگی کذا فی الطحاوی ولو لم یشترط التتابع یقضی خمسۃ وثلثین ولا یجزیہ صوم ہذہ الخمسۃ فی ہذہ الصورۃ اور اگر تتابع شرط نکیا
ہو تو ۳۵ روز کی قضا کرے اور اس صورت میں صرف پانچ روز کے روزے نہیں کافی ہیں هم پانچ یوم بدلے ایام منہیہ کے اور ۳۰ دن رمضان کے

اور چھٹے روزدن متصل رکھنے چاہییں اور اگر وصل نکرے تب بھی عہدہ سے خارج ہوگا صحیح روایت پر کذا فی البحر واعلم ان صیغۃ النذر تحتمل الیمین فلذا
کانت ست صور ذکرنا تفصیلہ اور جان کہ صیغہ نذر کا احتمال رکھتا ہے قسم کا بھی پس اسلیے چھ صورتیں ہوتی ہیں انکو مصنف نے ذکر کیا اپنے اس قول سے
فان لم ینو بنذرہ الصوم شیئا او نوی النذر فقط دون الیمین او نوی النذر ونوی ان لا یکون یمینا کان فی ہذہ الثلث الصور نذرا فقط
اجماعا عملا بالصیغۃ پس اگر نذر کے صیغہ سے کچھ نیت نہیں کی یا نذر ہی کی نیت کی نہ قسم کی یا نیت کی نذر کی اور نیت کی قسم نہونیکی تو ان تینوں صورتوں میں نذر ہی
ہوگی فقط بالاجماع واسطے عمل کرنیکے موافق صیغہ کے ہم یعنی دعا اول میں اور اسطرح دوسری اور تیسرے میں بطریق اولی وان نوی الیمین وان لا یکون نذرا کان
فی ہذہ الصورۃ یمینا فقط اجماعا عملا بتعیینہ وعلیہ کفارۃ یمین ان افطر لتحققہ اور اگر نیت کی قسم کی اور یہ بھی کہ نذر نہو تو اس صورت میں صرف قسم ہوگی
بالاجماع بسبب معین کرنے اس شخص کے اور اسکے ذمہ کفارہ قسم کا لازم ہوگا اگر افطار کرے کیونکہ حانث ہوگیا اسلیے کہ قول ناذر کا علی صوم دلالت کرتا ہے التزام
اور وجہ یہ ہے کہ نذر میں پس محمول ہوگا نذر پر بدون نیت کے اور نیت کے ساتھ بطریق اولی لیکن جب نیت کرے کہ نذر نہو تو یمین ہوگی کیونکہ لازم ہوا اور لازم کرنا
مباح کو لازم کرنے سے اسکے ترک کی تحریم لازم آتی ہے اور مباح کا حرام کرنا یمین ہے قالہ الشامی وان نواہما او نوی الیمین بلا نفی النذر
کان فی الصورتین نذرا ویمینا حتی لو افطر یجب القضاء للنذر والکفارۃ للیمین عملا بعموم المجاز خلافا للثانی اور اگر نیت کی دونوں کی یا نیت کی قسم
کی بدون نفی کرنے نذر کے تو دونوں صورتوں میں نذر اور قسم ہوگی یہانتک کہ اگر افطار کرے تو واجب ہوگی قضا بسبب نذر کے اور واجب کفارہ قسم کا واسطے
عمل کرنیکے عموم مجاز پر بخلاف قول ابو یوسف کے ہم امام ابو یوسف کے نزدیک اول صورت میں نذر ہوگی اور دوسری میں قسم اسلیے کہ استعمال صیغہ کا نذر میں حقیقی ہے اور
قسم میں مجازی اول صورت میں حقیقت کو ترجیح ہے اور دوسری میں نیت کے باعث مجاز متعین ہے اور چونکہ نذر و قسم کا ہونا بالاجماع جمع ہوجانا حقیقت و مجاز کا ہے ایک لفظ میں اور یہ
ہو نہیں سکتا اسلیے شارح نے کہا کہ عموم مجاز پر عمل کرنے سے یہ معنی لیے گئے یعنی نذر اور یمین میں منافات نہیں ہے کیونکہ دونوں وجوب کو تقاضا کرتے ہیں مگر نذر بنفسہ وجوب کا
چاہتی ہے اور یمین لغیرہ یعنی بوسیلہ صیانت اسم خدا تعالی کے پس یہ دونوں جمع کر دیا تا کہ دونوں کے معنوں پر عمل ہو اور باقی کتب اصول میں مذکور ہے قالہ الشامی والمعتمد
وندب تفریق صوم الست من شوال ولا یکرہ التتابع علی المختار خلافا للثانی حاوی اور مستحب ہے کہ متفرق چھ روزہ رکھے شوال میں اور انکا پے درپے رکھنا مکروہ نہیں ہے
مذہب مختار پر بخلاف قول ابو یوسف کے کذا فی الحاوی والاتباع المکروہ ان یصوم الفطر وخمسۃ بعدہ فلو افطر الفطر لا یکرہ بل یستحب ویسن ابن کمال اور رمضان کے
پیچھے روزے رکھنے وہ مکروہ ہیں کہ عید کے دن ایک روزہ رکھے اور پانچ عید کے بعد پس اگر عید کو افطار کرے تو مکروہ نہیں ہے بلکہ مستحب و مسنون ہے قالہ ابن کمال چنانچہ
جامع ترمذی میں وارد ہے کہ جو شخص روزے رمضان کے رکھے پھر چھ روزے شوال کے انکے ساتھ ملا دے تو یہ تمام سال کے روزے ہوئے ولو نذر صوم شہر غیر
معین متتابعا فافطر یوما استقبل لانہ اخل بالوصف مع خلو شہر عن ایام نہی بخلاف السنۃ اور اگر نذر کی کہ ایک مہینے غیر معین کے روزے پے درپے رکھونگا
پھر ایک روز افطار کر لیا اگرچہ افطار کا دن ایام منہیہ میں کا ہو تو پھر سے روزہ رکھے کیونکہ اسنے کھو دیا وصف تتابع کو باوجودیکہ ایسا مہینہ مل سکتا تھا جسمیں
ایام نہی واقع نہوں کذا فی النہر بخلاف برس کے پھر روزہ دن کی نذر کے خواہ برس معین ہو یا غیر معین کہ اسمیں ایام منہیہ بلا شک واقع ہونگے ہم یہ جواب ہے اس سوال
کا کہ جیسا سال بھر کی نذر میں ایام منہیہ کے بدلے کی قضا آتی تھی ایسا ہی یہاں بھی صرف اس روز کی قضا لازم آتی جو مہینے کے بیچ میں واقع ہوا لا یستقبل فی نذر
شہر معین لئلا یقع کلہ فی غیر الوقت نہ استیناف کرے جس صورت میں کہ معین مہینے کے روزے کی نذر کی ہو تا کہ روزے تمام غیر وقت میں واقع
نہوں ہم کلمہ کی تقیید اسی صورت میں ظاہر ہوتی ہے کہ مہینے کے آخر کا روزہ افطار کیا ہو لیکن اگر دسویں دن افطار کرے مثلا تو نہیں ظاہر ہوتی
کیونکہ اگر گیارھویں سے استیناف کرے اور پورا مہینا روزے رکھے تو بعض روزے وقت میں ہونگے اور بعض غیر وقت میں قالہ الشامی والنذر
من اعتکاف او حج او صلوۃ او صیام او غیرہا غیر المعلق ولو معینا لا یختص بزمان ومکان ودرہم وفقیر اور نذر غیر معین خواہ اعتکاف کی ہو یا

یا نماز یا روزہ یا سوا اسکے اسلئے کہ اگرچہ (یعنی ہو یعنی تعیینات آئندہ) نہیں خصوصیت رکھتی کسی زمانہ کے ساتھ نہ مکان کے نہ درم کے نہ فقیر کے فلو نذر التصدق یوم الجمعۃ
بمکۃ بہذا الدرہم علی فلان فخالف جاز یعنی اگر نذر کی کہ صدقہ کریگا جمعہ کے دن مکہ میں یہ درم فلانے شخص پر پھر اسکے مخالف کیا تو جائز ہے ہم یعنی بعض میں
مخالفت کی یا کل میں اسطرح کہ کسی روز میں سوا جمعہ کے غیر مکہ میں کوئی اور درم کسی دوسرے شخص پر صدقہ کیا اور یہ اسلئے جائز ہے کہ نذر میں وہ چیز واجب ہے
جو عبادت ہے اور اصل تصدق ہے نہ تعیین پس تعیین باطل ہوگئی اور قربت لازم ہوئی کذا فی الدرر اور معراج میں ہے کہ اگر نذر کیا کہ کل روزہ رکھونگا
پھر اسکو پرسوں رکھا تو جائز ہے اور چاہیے کہ کچھ برائی نہیں ہو جیسا کسی نے نذر کی کہ ابھی ایک درم صدقہ دونگا پھر تھوڑی دیر میں دیا تنبیہ ابن نجیم نے
کہا ہے کہ خانیہ میں ذکر کیا ہے کہ اگر کسی نے ان دس درم کی تصدق کی نذر کی پھر وہ درم جاتا رہا تو نذر ساقط ہو جاتی ہے اور یہ دلالت کرتا ہے کہ قول فقہا کا کہ درم
و درم کی خصوصیت لغو ہے عام نہیں بلکہ یہ صورت اس میں مخصوص ہے کیونکہ اگر خصوصیت کا اعتبار لغو ہوتا تو چاہیے تھا کہ واجب اسکے ذمہ پر رہتا
اور معین کے ہلاک ہونے سے واجب نہ ساقط ہوتا اور اسیطرح یہ قول کہ تعیین فقیر کی لغو ہے کچھ مطلق نہیں ہے کیونکہ بدائع میں کہا ہے کہ اگر نذر کی کہ معین ایک
فقیر کو کچھ کھلا دونگا یعنی مسکین کا نام لیا اور پھر کھانا معین نہیں کیا تو نذر صحیح ہے کہ وہ چیز اسی فقیر کو دے کیونکہ سبب شی منذور کو معین نہیں کیا تو تعیین فقیر
کی مقصود ہوگئی تو دوسرے کو دینا جائز نہیں قالہ الشامی وکذا لو عجل قبلہ فلو عین شہرا للاعتکاف او الصوم فعجل قبلہ عنہ صح اور اسیطرح جائز ہے اگر
وقت سے پہلے ادا کرے یعنی اگر کوئی مہینا معین کیا اعتکاف کے لیے یا صوم کے لیے پھر اس سے پہلے اس کو ادا کیا تو درست ہے ہم خلاف ہے قول
محمد و زفر کے اتنا فرق ہے کہ محمد تعجیل کو بالکل جائز نہیں رکھتے اور زفر اس صورت میں کہ زمان معجل میں فضیلت کم ہے کذا فی الفتح شامی نے کہا اگر کسی
شخص نے رجب کے روزوں کی نذر کی پھر اس سے پہلے ۲۹ روزے رکھے اور رجب بھی ۲۹ روز کا ہوا تو قضا لازم نہ ہوگا چاہیے یہی اخیر ... اسیطرح ... اور
اگر رجب ۳۰ دن کا ہوا تو ایک روزہ قضا کرے وکذا لو نذر ان یحج سنۃ کذا فحج سنۃ قبلہا صح او صلاۃ یوم کذا فصلاہا قبلہ لانہ تعجیل بعد وجود السبب ہو النذر
فیلغو التعیین شرنبلالیۃ فلیحفظ اور اسی طرح اگر نذر کی کہ فلانے سن میں حج کرے گا پھر اس برس سے پہلے حج کر لیا تو درست ہے یا نذر کی نماز کی فلانے روز
پھر نماز پڑھ لی اس روز سے پہلے کیونکہ تعجیل ہے بعد موجود ہونے سبب کے اور وہ نذر کا منعقد کرنا ہے پس تعیین لغو ہو جاوے گی کذا فی الشرنبلالیہ اسکو یاد رکھو
ہم یعنی چونکہ تعیین قربت مقصودہ بھی نہ تھی تو لغو ہوگئی اور اس مسئلہ میں بھی خلاف محمد و زفر کا ہے کذا فی الشامی بخلاف النذر المعلق فانہ لا یجوز تعجیلہ قبل
وجود الشرط کما سیجیء فی الایمان بخلاف نذر مشروط کے کیونکہ اس میں تعجیل شرط کے موجود ہونے سے پہلے جائز نہیں ہے جیسا ایمان میں مذکور ہوگا ہم برابر ہے کہ تعلیق
کرے ایسی شرط پر جسکا ہونا اچھا ہو جیسا اگر میرا فلانا غائب آجاوے تو روزہ رکھوں یا شرط کا نہ ہونا اچھا ہو مثلا اگر زنا کرے تو میرے ذمہ ... لازم ہو اتنا فرق ہے
کہ پہلی صورت میں اگر شرط پائی جاوے تو نذر کا ایفا لازم ہے اور دوسری صورت میں اختیار ہے نذر کے پورے کرنے میں اور کفارہ یمین میں اور نذر معلق میں تعجیل
اسلیے جائز نہیں کہ جو کام معلق کسی شرط پر ہے وہ بالفعل سبب نہیں ہے بلکہ شرط کے موجود ہونے پر سبب ہوگا جیسا اصول میں مقرر ہوچکا ہے پس اگر اسکی تعجیل جائز
ہو تو لازم آتا ہے کہ اسکا وقوع سبب کے موجود ہونے سے پہلے ہو اور یہ ناجائز ہے اور اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ معلق کا زمانہ باعتبار تعجیل کے معین ہے لیکن تاخیر
صحیح ہے واسطے موجود ہونے سبب کے پہلے اس سے اور یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ اس میں مکان اور درم اور فقیر معین نہیں ہیں کیونکہ تعلیق کی جہت سے صرف زمانہ انعقاد
سبب کا موخر ہوگیا سو تعجیل ناجائز ہوئی لیکن مکان اور درم اور فقیر اپنی اصل پر ہیں اسواسطے کہ تعلیق ان میں اثر نہیں کرتی قالہ الشامی ولو قال مریض
للہ علی ان اصوم شہرا فمات قبل ان یصح لا شیء علیہ اور اگر کسی مریض نے کہا اللہ کے واسطے میرے ذمہ ہے کہ ایک مہینے کے روزے رکھوں پھر
مرگیا اچھا ہونے سے پہلے تو اسکے ذمہ کچھ لازم نہیں ہے وان صح ولو یوما ولم یصمہ لزمہ الوصیۃ بجمیعہ علی الصحیح اور اگر تندرست ہوگیا اگرچہ ایک ہی روز
اور اس روز روزہ نہ رکھا تو اسکو وصیت جمیع صیام کی لازم ہے صحیح مذہب یہ ہم یہ شیخین کا قول ہے اور محمد کہتے ہیں کہ جسقدر فوت ہوا اسی قدر کی وصیت لازم

جیسا قضا سے رمضان میں وقد لیسئلہ الشامی کالصحیح او انظر ذلک وما قبل تمام الشہر لزمہ الوصیۃ بالصحیح بالاجماع کما فی الکبائر یعنی بخلاف القضاء فان
سببہ ادراک العدۃ ما نذر تجیر یہ ہے کہ کہ نذر کی مہینے کی اور مہینے کے تمام ہونے سے پہلے مر گیا اور اس اثنا میں روزہ نہیں رکھا تو اسکو وصیت تمام
کی لازم ہے بالاجماع جیسا جنائز میں ہے بخلاف قضا سے رمضان کے کیونکہ سبب قضا کا ادراک ہے مقدار مدت کا ہے یعنی جس صورت میں کہ رمضان فوت ہو جاوے
کسی عذر سے پھر بعض مدت کی اسکو گنجائش ملی اور روزہ نہ رکھا تو اسکو وصیت کرنی اسی مقدار کی کہ فوت کی ہے بالاتفاق لازم ہے صحیح مذہب پر بخلاف طحاوی
کے کہ انہوں نے کہا ہے کہ خلاف اس مسئلہ میں بھی جاری ہے کذا فی الحلبی فروع مسائل متفرقہ جو مشائخ نے ملحق کیے قال واللہ اصوم لاصوم علیہ بل ان صام حنث
کما فی الایمان یہ نفل کہا واللہ اصوم تو روزہ اسکے ذمہ لازم نہیں بلکہ اگر روزہ رکھیگا تو حانث ہوگا جیسا کتاب الایمان میں آویگا اس واسطے
کہ مضارع مثبت جواب قسم میں نہیں واقع ہوتا مگر نون تاکید کے ساتھ اور نون تاکید مثال مذکور میں نہیں تو لا نفی کا حذف ماننا ضرور ہوا یعنی گویا اسنے واللہ لا
اصوم کہا قالہ الحلبی لیکن علامہ مقدسی نے کہا کہ یہ حکم سابق میں تھا قبل تغیر لغت کے اور اب تو عوام اثبات اور نفی میں صرف لفظ لا کے ہونے اور نہ ہونے سے فرق
کرتے ہیں ایسی بہت مثل اصطلاح فارسی وغیرہ کے ہر قسم کے باب میں قال الشامی نذر صوم جیسا فرع مثل وہو مریض افطر وقضی کہ رمضان نذر کی جیسا کہ روزوں کی
پھر جب آگیا اور یہ مریض ہے تو افطار کرے اور قضا کرے مثل رمضان کے یعنی متصل یا منفصل کذا فی الدرر او صوم الابد فضعف لاشتغالہ بالمعیشۃ افطر وکفر کما مر
یا نذر کی ہمیشہ کے روزے کی پھر ضعیف ہو گیا معیشت میں مشغولی کی جہت سے تو افطار کرے اور فدیہ دے چنانچہ مذکور ہوا یعنی شیخ فانی کے حکم میں کہ مثل فطرہ کے
کھانا دیوے او یوم یقدم فلان فقدم بعد الاکل او الزوال او حیضہا قضی عند الثانی خلافا للثالث یا نذر کی کہ روزہ رکھونگا جس دن فلانا شخص آوے گا سو آیا
وہ کھانے کے بعد یا ضحوہ کبری کے یا حیض آنے کے بعد تو قضا کرے ابو یوسف کے نزدیک بخلاف قول محمد کے ہے فتح القدیر اور نہر میں کہا کہ بعد زوال کے آنا تو محمد
کہتے ہیں کہ اسپر کچھ لازم نہیں اور سوائے محمد کے اور کسی سے روایت نہیں ہے سرخسی نے کہا کہ ظاہر یہ ہے کہ دونوں برابر ہیں یعنی آنا بعد الاکل اور آنا بعد الزوال شامی
فرع ثانی میں ایسی ہی بیان ہے ولو قدم فی رمضان فلا قضاء اتفاقا اور اگر فلانا آیا ماہ رمضان میں تو قضا لازم نہیں بالاتفاق کیونکہ انجام کار نذر اسکی
رمضان پر واقع ہوئی اور جو شخص رمضان کی نذر کرے تو اسپر کچھ لازم نہیں ہوتا قالہ الحلبی ولو عنی بہ الیمین کفر فقط الا اذا قدم قبل نیتہ فنواہ عنہ فیجزی بالنیۃ ووقع
عن رمضان اور اگر نیت کی الفاظ نذر سے یمین کی تو قسم کا کفارہ دیوے فقط مگر جبکہ وہ شخص آگیا نیت کرنے سے پہلے پس اوس نذر کی نیت کر لی تو
نیت کی جہت سے نذر ادا ہو گئی اور روزہ رمضان کا واقع ہوا اس مسئلہ کے بیان میں اختصار مخل واقع ہوا ہے نہر کے اتباع سے اور اصل مسئلہ
فتح وغیرہ میں اسطرح مذکور ہے اگر کہا کہ مجھپر خدا کے واسطے روزہ اس روز کا لازم ہے جس روز فلاں شخص آوے اللہ تعالی کے شکر کے لیے اور اس قول سے یمین
کا ارادہ کیا پھر وہ شخص رمضان کے دن میں آیا تو اسپر کفارہ یمین ہوگا اور قضا نہ ہوگی کیونکہ قسم پوری ہونے کی شرط پائی گئی یعنی روزہ بہ نیت
شکر اور اگر آیا نیت کرنے سے پہلے پھر اس روزے میں صوم شکر کی نیت کی نہ رمضان کی تو قسم پوری ہوئی نیت کی جہت سے اور یہ روزہ
رمضان کے واسطے بھی کافی ہے قضا لازم نہیں اور اس سے مصنف کا کلام واضح ہو جاتا ہے قالہ الشامی ولو نذر شہرا لزمہ کاملا اور اگر نذر کی ایک
مہینے کی تو لازم ہونگے پورے مہینے کے روزے اور جس روز چاہے شروع کرے عدد کے اعتبار سے نہ ہلال سے اور اگر معین مہینے کی نذر کی
تو چاند کے اعتبار سے متصور ہوگا کذا فی الفتح او الشہر فبقیتہ یا نذر کی اس معین مہینے کی تو باقی رہا ہوا لازم ہوگا اس واسطے کہ اسکو معرف باللام
ذکر کیا ہے تو جو حاضر ہونے کی جہت سے معہود ہے وہی مراد ہوگا اور اگر تمام مہینے کی نیت کرے تو اسکی نیت پر رہیگا کیونکہ کلام اسکو بھی محتمل ہے فتح عن الخانیہ
او جمعۃ فالاسبوع الا ان ینوی الیوم یا نذر کی جمعہ کی تو پورا ہفتہ لازم ہوگا مگر یہ کہ نیت کرے خاص روز جمعہ کی ولو نذر صوم یوم السبت
ثمانیۃ ایام صام سبتین ولو قال سبعۃ فسبعۃ اسبات والفرق ان السبت لا یتکرر فی السبت فحمل علی العدد بخلاف الاول اور اگر نذر کی ۹۶

آٹھ ایام کی شنبہ کے روزہ کی تو دو روزے رکھے شنبہ کے دن اور اگر نذر کی سات دن کی شنبہ کے روزہ کی تو روزہ رکھے سات شنبہ اور دونوں صورتوں میں فرق یہ ہے کہ شنبہ کا روزہ سات روز میں دو بار نہیں آتا اسلیے دوسری صورت میں سات پر محمول ہوا بخلاف اول صورت کے کہ ہم یعنی آٹھ روز میں دو شنبہ مکرر ہو سکتا ہے تو عدد مذکور میں دو بار ہو سکتا ہے وہی مراد ہوگا گویا یوں کہا السبت الکائن فی ثمانیۃ ایام یعنی وہ روز شنبہ کہ آٹھ روز میں واقع ہو اور وہ دو ہیں کذا فی المنح اور مخفی نہیں ہے کہ یہ اُس وقت ہے کہ نذر والے کی نیت معلوم نہو نہیں تو جیسی نیت ہوگی وہی لازم ہوگا کذا فی الطحطاوی واعلم ان النذر الذی یقع للاموات من اکثر العوام وما یؤخذ من الدراہم والشمع والزیت ونحوہا الی ضرائح الاولیاء الکرام تقربا الیہم فہو بالاجماع باطل وحرام اور جان تو کہ نذر جو عوام کی طرف سے مردوں کے لیے واقع ہوتی ہے اور جو کچھ لیا جاتا ہے پیسا اور موم اور تیل وغیرہ اولیائے کرام کی قبروں پر تاکہ اولیا کا تقرب حاصل ہو سو یہ بالاتفاق باطل اور حرام ہے اور اسکا بطلان کئی وجہ سے ہے تفصیل اُنکی ایک یہ ہے کہ یہ نذر ہے مخلوق کے واسطے اور نذر مخلوق کے لیے جائز نہیں کیونکہ یہ عبادت ہے اور عبادت مخلوق کی نہیں ہوتی دوسری وجہ یہ کہ جسکی نذر کی ہے وہ مردہ ہے اور مردہ مالک نہیں ہوتا تیسری یہ کہ نذر والا گمان کرتا ہے کہ مردہ امور میں تصرف کرتا ہے سوا خدائے تعالیٰ کے اور اسکا یہ اعتقاد کفر ہے ہاں اگر یوں کہے کہ یا اللہ میں تیرے لیے نذر کرتا ہوں کہ اگر تو میرے مریض کو شفا دے یا میرے غائب کو میری طرف پھیر دے یا میری حاجت کو روا کر دے تو میں اُن فقیروں کو کھانا کھلاؤں جو در دولت پر ہیں سیدہ نفیسہ کے یا امام کے [illegible] یا اُنکی مسجد کے خدمت گاروں کو اتنا روپیہ دوں یا اوسکے [illegible] جن میں نفع فقیروں کا ہو اور نذر خالص خدائے تعالیٰ کے لیے ہو اور ذکر اُس بزرگ کا صرف اسلیے ہو کہ [illegible] مسجد [illegible] ہو لوگ مستحق [illegible] ہیں وہ مصرف نذر کے ہیں ایسے اعتبار سے نذر جائز ہوگی اور یہ کام جائز [illegible] کسی غنی [illegible] یا سید یا [illegible] یا عالم [illegible] جائز نہیں [illegible] کہ محتاج نہو اور شرع میں ثابت نہیں کہ اغنیا کو نذر کا دینا جائز ہو کیونکہ مخلوق کے لیے نذر کرنی بالاجماع حرام ہے [illegible] نذر [illegible] منعقد نہیں ہوتی ہے اور نذر [illegible] لازم [illegible] ہے اور اسوجہ سے کہ وہ حرام محض ہے اُس بزرگ کے خادم کو اُسکا لینا جائز نہیں مگر یہ کہ خود فقیر ہو اور اُسکے عیال فقرا عاجز ہوں [illegible] اُسکو [illegible] صدقہ [illegible] کے لیے سکتا ہے اور اُسکا لینا بھی مکروہ ہے جب تک نذر کرنیوالے کا قصد تقرب الی اللہ اور صرف فقرا کی طرف نہو اور اُس بزرگ سے بالکل قطع نظر کرے کذا فی البحر ملخصا عن شرح العلامۃ قاسم بالمعنی واکثر ما [illegible] الامام [illegible] الناس [illegible] الاعصار وقد بسطہ العلامۃ قاسم فی شرح درر البحار یعنی نذر مذکور جو عوام سے واقع ہوتی ہے اور جو دراہم وغیرہ لیے جاتے ہیں حرام ہیں جب تک کہ قصد نکریں اُنکے صرف کا فقرا کے لیے اور اسمیں لوگ مبتلی ہیں خاص کر ان ایام میں اور اسکو علامہ قاسم نے شرح درر البحار میں بسط سے بیان کیا ہے [illegible] صحیح نذر ہو سکتی ہے کہ [illegible] نذر کا خدائے تعالیٰ کے لیے ہو واسطے تقرب کے اور شیخ کے ذکر سے اُسکے فقرا مراد ہوں اور نہیں مخفی ہے کہ اُس شخص کو اسکا صرف [illegible] بھی جائز ہے جیسا پہلے مذکور ہو چکا اور یہ بھی ضرور ہے کہ نذر اسی قسم کی ہو جسکا نذر کرنا صحیح ہے جیسے دراہم صدقہ کے لیے [illegible] لیکن جب نذر کرے تیل کے چراغوں کے لیے قبر پر یا میناروں میں جیسے عورتیں حضرت سید عبد القادر جیلانی کے لیے تیل نذر کیا کرتی ہیں [illegible] مینار وغیرہ اُسکو روشن کرتی ہیں سو یہ باطل ہے اور اس سے زیادہ قبیح ہے نذر کرنا مولد کے [illegible] اور لعب ہوتا ہے اور اُسکا ثواب [illegible] علیہ وسلم کو بخشا جاتا ہے قالہ الشامی ولقد قال الامام محمد لو کان العوام عبیدی لاعتقتہم واسقطت ولائی وذلک لانہم لا یہتدون فالکل [illegible] ہیں اور امام محمد نے کہا ہے کہ اگر عوام میرے غلام ہوتے تو میں اُنکو آزاد کر دیتا اور اپنی ولا ساقط کر دیتا اور یہ اسوجہ سے کہ عوام [illegible] لوگوں کو [illegible] ولا کے ساقط کرنے سے مراد کہ اُنسے مواخذہ بالکل نکرتا ورنہ ولا ساقط کرنے سے ساقط نہیں ہوتی جیسے نسب نہیں ساقط ہوتا کذا فی الطحطاوی

باب الاعتکاف

یہ باب ہے اعتکاف کے احکام میں وجہ المناسبۃ لہ والتاخیر اشتراط الصوم فی بعضہ والاخیر الاکد [illegible] العشر الاخیر

وجہ مناسبت اعتکاف کی رمضان کے ساتھ اور وجہ تاخیر اعتکاف کی شرط ہونا صوم کا ہے بعض اقسام اعتکاف میں اور مطلب ہو کہ عشرہ اخیر میں صوم یعنی اعتکاف
واجب میں صوم شرط ہے اور شرط مشروط سے مقدم ہوتی ہے اسلئے رمضان کو مقدم کیا اور اخیر عشرہ رمضان میں اعتکاف کی تاکید ہے اور روزہ ختم پر تو مناسب
ہوا کہ کتاب الصوم کے ختم میں مسائل اعتکاف ذکر ہوں قال الشامی ہو لغۃ اللبث وشرعا لبث بفتح اللام وتضم المکث ذکر ولو ممیزا فی مسجد جماعۃ
لغت میں اعتکاف کے معنی ٹھہرنا یعنی کسی مقام میں ٹھہرنا اور اپنے نفس کو حبس کرنا) اور لبث بفتح لام اور ضمہ بھی جائز ہے اور شرع میں ٹھہرنا ذکر کا ہو گو لڑکا
عاقل ہی ہو مسجد جماعت میں صوم بلوغ اس میں شرط نہیں ہے جیسا بحر میں ہے اور یہ حکم غلام کو بھی شامل ہے کہ اسکا اعتکاف بھی مولیٰ کی اجازت سے صحیح ہے
اور ذکر کی قید لگائی گو اعتکاف عورت کا بھی مسجد بیت میں متحقق ہے اس لحاظ سے کہ بیان تعریف اعتکاف مطلوب کا مقصود ہے اور اعتکاف عورت کا مسجد میں مکروہ ہے
جیسا آگے مذکور ہوگا قال الشامی وهو ما له امام ومؤذن ادیت فیه الخمس اولا مسجد جماعت وہ ہے کہ اسکے لیے امام اور مؤذن ہوں خواہ نماز پنجگانہ لوگ اس میں
پڑھتے ہوں یا نہیں وعن الامام اشتراط اداء الخمس فیه وصححه بعضهم اور ایک روایت امام صاحب سے یہ ہے کہ نماز پنجگانہ کا ادا ہونا مسجد اعتکاف میں شرط ہے اور بعض
فقہا نے اسکی تصحیح کی ہے اور محقق ابن ہمام نے اسکی تصحیح نقل کی ہے وقالا یصح فی کل مسجد وصححه السروجی اور صاحبین نے کہا ہے کہ اعتکاف صحیح ہے ہر مسجد میں اور
اسی کی تصحیح کی ہے سروجی نے اور یہی اختیار کیا ہے طحاوی نے واما الجامع فیصح فیه مطلقا اتفاقا اور جامع مسجد میں تو صحیح ہے مطلقاً یعنی نماز پنجگانہ ہوتی
یا نہ ہوتی ہو بالاتفاق ہے یہ مذکور ہوا بیان صحت کا ہے نہر میں اور فتح القدیر میں کہا ہے کہ اعتکاف مسجد الحرام میں افضل ہے پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد
میں پھر بیت المقدس میں پھر جامع مسجد میں بشرطیکہ اس میں جماعت ہوتی ہو اور اگر جماعت نہ ہوتی ہو تو اپنے محلہ کی مسجد افضل ہے تاکہ اسکو نکلنے کی حاجت
نہو پھر جس میں نمازی زیادہ ہوں قال الشامی او لبث امراۃ فی مسجد بیتها یا ٹھہرنا عورت کا ہے اپنے گھر کی مسجد میں اور مسجد البیت سے مراد وہ جو مقرر کی ہو
کو اور سب کو گھر کے اندر ایک جگہ نماز کے لیے بنالینی مندوب ہے جیسا بدائع میں ہے کذا فی النہر اور اس سے معلوم ہوا کہ مردوں کو بھی تخصیص کسی موضع کی
گھر میں نوافل کے لیے مستحب ہے اور فرض اور اعتکاف تو مسجدوں میں ہوتا ہے چنانچہ ظاہر ہے قال الشامی ویکره فی المسجد اور اعتکاف عورت کو مسجد میں
مکروہ ہے یعنی تنزیہی جیسا نہایہ میں ظاہر اسعلوم ہوتا ہے کذا فی النہر اور بدائع میں تصریح کی ہے کہ افضل نہیں ولا یصح فی غیر موضع صلاتها من بیتها کما اذا لم یکن فیه
مسجد اور نہیں صحیح عورت کا اعتکاف سوائے موضع مقرری نماز کے گھر کے اندر جیسا نہیں صحیح ہے جب گھر میں مسجد نہو اور وقت اعتکاف کے کسی
موضع کو اس کام کے واسطے مقرر کرلے تو چاہیے کہ جائز ہو قال الشامی ولم یصح من الخنثی فی بیته لم اره والظاهر لا لاحتمال ذکورته اعتکاف خنثی
کا صحیح ہے اسکے گھر میں میں نے اس مسئلہ کو نہیں دیکھا اور ظاہر یہ ہے کہ نہیں صحیح ہے کیونکہ خنثی میں احتمال ذکر ہونے کا ہے ہم نفی خنثی باعتبار
مونث ہونے کے مقتضی ہے کہ اسکا اعتکاف گھر میں مع الکراہت جائز ہو اور باعتبار مذکر ہونے کے اس بات کو چاہتا ہے کہ کسی وجہ درست
نہو قال الحلبی بنیته فاللبث ہو الرکن والکون فی المسجد والنیة من مسلم عاقل طاهر من جنابة وحیض ونفاس شرطان یعنی اعتکاف
ٹھہرنا ہے بشرط نیت کے تو ٹھہرنا رکن ہے اور مسجد میں ہونا اور نیت مسلمان عاقل کی کہ طاہر ہو جنابت اور حیض اور نفاس سے یہ دونوں شرطیں ہیں
ہم بدائع میں طہارت جنابت اور حیض اور نفاس سے شرط اعتکاف کی ٹھہرائی ہے نہر میں کہا کہ یوں چاہیے کہ اشتراط طہارت کا حیض و نفاس
سے اعتکاف میں مبنی ہو اشتراط صوم پر نفلی اعتکاف میں اور جس روایت میں صوم شرط نہیں تو یہ چاہیے کہ صرف حلت کی شرط ہو جیسے
طہارت جنابت سے اور میں نے نہیں دیکھا کہ کسی نے اسکا تعرض کیا ہو اور حاصل یہ ہے کہ طہارت ان تینوں سے شرط ہے حلت کی اور طہارت
حیض و نفاس سے شرط صحت کی بھی ہے اعتکاف منذور میں اور ایسے ہی نفل میں بنا بر اس روایت کے جس میں صوم شرط ہے بخلاف جنابت کے
کہ جنابت کے ساتھ صوم ممکن ہے قال الشامی وهو ثلثة اقسام واجب بالنذر بلسانه وبالشروع وبالتعلیق ذکره ابن الکمال اور اعتکاف

قسم ہو ایک واجب ہی بسبب نذر کرنے کے اپنی زبان سے اور بسبب شروع کرنے کے اور یہ سبب شرط کرنیکے ذکر کیا ہو اسکو ابن کمال نے اور زبان کی قید
اسلیے لگائی کہ واجب کرنے میں صرف نیت کافی نہیں کذا فی النہر اور شروع کرنے سے واجب ہونا قول ضعیف پر متفرع ہو یعنی جسمیں نفل اعتکاف ہی روزہ شرط
ہو اور مذہب صحیح یہ ہو کہ اعتکاف نفل کے لیے کمتر زمانہ ایک ساعت ہی نہ تمام دن تو اسکے سبب شروع کرنے سے واجب نہوگا اور بالتعلیق عطف ہی
بالنذر پر اس سے بظاہر معلوم ہوتا ہی کہ نذر اور چیز ہی اور تعلیق دوسری چیز کیونکہ معطوف اور معطوف علیہ ایک دوسرے کے غیر ہوتے ہیں حالانکہ تعلیق
بھی نذر ہی ہو تو شارح کو مناسب تھا کہ یوں کہتا واجب بالنذر منجزا و معلقا یعنی واجب ہوتا ہی نذر سے خواہ نذر بدون شرط کے ہو یا کسی شرط پر مشروط
ہو جیسا نہر میں اور امداد میں ہی قالہ الطحطاوی وسنۃ مؤکدۃ فی العشر الاخیر من رمضان قسم دوم مؤکدہ ہی رمضان کے اخیر عشرہ میں اسکے
سنۃ کفایۃ کما فی البرہان یعنی سنت کفایہ ہی کہ بعض کے کرنے سے اوروں کے ذمہ سے ساقط ہوگا جیسا برہان میں ہی تو اسکی نظیر جماعت سے تراویح کا
پڑھنا ہی کہ اگر بعض لوگ اکو پڑھیں کہ باقیوں سے ساقط ہو جاتی ہیں پس اگر باقی اشخاص بے عذر ترک پر مواظبت کریں تو گنہگار نہونگے اور اگر سنت
ہو ایک شخص پر ہو تو ترک کرنا اسکا سنت مؤکدہ کا گناہ ہوتا ہی ترک واجب کی نسبت کم ہی کذا فی الشامی لاقترانہا بعدم الانکار علی من لم یفعلہ من الصحابۃ
کیونکہ صحابہ میں سے جس شخص نے اسکو ادا نہیں کیا تو حضرت نے اسپر انکار نہیں کیا اور نہیں تو کلام جو ایسا ہی اسکا جو ہدایہ کے قول پر کسی نے
اعتراض کیا ہی ہدایہ کا قول یہ ہی کہ صحیح یہ ہی کہ اعتکاف سنت مؤکدہ ہی کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسپر اخیر عشرہ رمضان میں مواظبت
کی ہی اور مواظبت دلیل ہی سنت ہونیکی اعتراض کی تقریر یہ ہی کہ مواظبت بغیر ترک کے دلیل ہی وجوب کی تو واجب کہنا چاہیے نہ سنت
مؤکدہ اسکا جواب یہ ہی کہ حضرت نے تارک پر انکار نہیں کیا اگر واجب ہوتا تو ضرور کرتے کذا فی الشامی ومستحب فی غیرہ من الازمنۃ یعنی
غیر المؤکدہ تیسری قسم اعتکاف مستحب ہی جو اسکے سوا اور زمانوں میں ہو اور مستحب یعنی سنت غیر مؤکدہ کے ہی وشرط الصوم لصحۃ الاول اتفاقا
فقط علی المذہب اور شرط کیا گیا ہی روزہ واسطے صحت قسم اول یعنی واجب کے فقط بالاتفاق بنا پر مذہب صحیح کے کم علی المذہب فقط کے
ساتھ علاقہ رکھتا ہی اور یہی روایت ہی اصل کی اور اسکے مقابل روایت حسن کی ہی کہ نفل اعتکاف میں بھی شرط ہی اور یہ مبنی ہی اختلاف پر اس
بات میں کہ نفل میں تقیید دلتقدیر یوم کی ہی یا نہیں پس اصل کی روایت پر یوم کی قید دلتقدیر نہیں ہی اسلیے روزہ بھی شرط نہیں اور جسمیں
روایت میں یوم کی قید ہی یعنی حسن کی روایت میں تو اسمیں صوم شرط ہی جیسا بدائع وغیرہ میں ہی میں کہتا ہوں کہ اسکا مقتضا یہ ہی کہ اعتکاف
مسنون میں بھی صوم شرط ہو کیونکہ وہ رمضان کے عشرہ اخیرہ میں ہوتا ہی یہانتک کہ اگر اعتکاف کرے بلا صوم کسی مرض یا سفر کی جہت سے تو چاہیے
کہ سنت نہ شمار کیا جاوے بلکہ نفل ہو اور اس سے سنت کفایہ کی بجا آوری حاصل نہو قالہ الشامی ولہذا فلو نذر اعتکاف لیلۃ لم یصح وان
نوی معہا الیوم لعدم محلیتہا للصوم اما لو نوی بہا الیوم صح والفرق لایخفی پس اگر رات کے اعتکاف کی نذر کی تو نہیں صحیح ہی اگرچہ اسکے ساتھ
دن کی نیت بھی کرے کیونکہ رات محل صوم کا نہیں ہی لیکن اگر رات بولے اور یوم ارادہ کرے تو درست ہی اور فرق مخفی نہیں ہی میں فرق یہ ہی کہ پہلی
صورت میں یوم کو تابع رات کے کیا ہی اور جب متبوع میں نذر نادرست ہوئی تو تابع میں بھی نادرست ہوئی اور دوسری صورت میں لیلہ بولا اور
یوم مراد لیا یعنی مجاز مثل دو مرتبہ کا اسطرح کہ پہلے مقید کو یعنی لیلہ کو مطلق زمانہ میں استعمال کیا پھر اس مطلق کو مقید میں استعمال
کیا پس یوم مقصود ہوا قالہ الحلبی میں کہتا ہوں کہ یہ فرق مشکل ہی کیونکہ اطلاق نہار کا مطلق زمانہ پر جائز ہو نہ لیل کا اطلاق اور اگر اسطرح
بولنا اطلاق وتقیید کے علاقہ سے جائز رکھا جاوے تو چاہیے کہ اطلاق آسمان کا زمین پر یا درخت خرما کا کسی چیز طویل پر انسان کے
سوا جائز ہو حالانکہ کتب اصول میں اسکے خلاف کی تصریح کی ہی قالہ الشامی بخلاف مالو قال فی نذرہ لیلا ونہارا فانہ یصح

[illegible]

وان لم یکن اللیل محلا للصوم لانہ یدخل اللیل تبعا بخلاف اسکے کہ کہے اپنی نذر میں رات اور دن کہ یہ نذر درست ہو اگرچہ رات محل صوم کا نہیں ہے کیونکہ رات
بالتبع داخل ہے واعلم ان الشرط فی الصوم مراعاۃ وجودہ لا ایجادہ للمشروط قصدا اور واضح ہو کہ صوم میں شرط ہے لحاظ روزہ کے موجود ہونے کا نہ قصداً
رکھنا معتکف کا صوم کو واسطے اعتکاف مشروط کے ہم یعنی اعتکاف میں روزہ کا وجود ضروری ہے نہ ایجاد بہ نیت اعتکاف جیسا وضو وجود نماز
کے لیے شرط ہے نہ یہ کہ قصداً نماز کے لیے وضو کیا ہو فلو نذر اعتکاف شہر رمضان لزمہ واجزاہ صوم رمضان عن صوم الاعتکاف
پس اگر ماہ رمضان کے اعتکاف کی نذر کی تو اعتکاف لازم ہوگا اور روزہ رمضان کا صوم اعتکاف کی جگہ کافی ہوگا لکن قالوا لو صام تطوعا ثم نذر
اعتکاف ذلک الیوم لم یصح لانتفاء الدوام او لوجوب ما فسد جعلہ واجبا لیکن فقہا نے کہا ہے کہ اگر نفل روزہ رکھا پھر اس روزہ کے اعتکاف کی نذر
کی تو صحیح نہ ہوگی کیونکہ روزہ شروع میں نفل تھا پھر اسکو واجب کرنا متعذر ہے اور یہ بھی وجہ ہو کہ دن بھر کا اعتکاف پورا نہوا جو اعتکاف واجب
کی اقل مقدار مقررہ ہے کذا فی الشامی وان لم یعتکف رمضان المعین قضی شہرا غیرہ بصوم مقصود اور اگر اس رمضان کا اعتکاف
نہ کیا تو قضا کرے کسی دوسرے مہینہ میں ساتھ صوم مقصود کے ہم یعنی پھر کیونکہ اسنے التزام کیا تھا اعتکاف معین مہینہ میں اور وہ فوت
ہو گیا تو اسکی قضا بھی واجب ہوگی جیسا اگر واجب کیا اپنے اوپر اعتکاف رجب کا اور اسمیں اعتکاف نہ کیا کذا فی البدائع لعود شرطہ الی الکمال
الاصلی واسطے رجوع کرنے شرط اعتکاف یعنی صوم کے طرف کمال اصلی کے ہم یعنی نذر کی جہت سے صوم مقصود اولًا لازم ہوا تھا لیکن بسبب شرف
رمضان کے ساقط ہو گیا تھا جب رمضان گذر گیا اور اسنے اعتکاف نہ کیا تو وہ نذر بمنزلہ اس نذر کے ہوئی جسمیں وقت کی قید نہو تو اسکی شرط
نے کمال کی طرف رجوع کیا کہ اعتکاف واجب ہوا ساتھ صوم مقصود علیحدہ کے بسبب زائل ہونے مانع کے یعنی رمضان کے قالہ الشامی فلم یجز
فی رمضان آخر ولا فی واجب سوی قضاء رمضان الاول لانہ خلف عنہ وتحقیقہ فی الاصول فی بحث الامر پس جائز نہوگا اعتکاف دوسرے
رمضان میں نہ کسی دوسرے واجب صوم میں سوائے قضائے رمضان اول کے کیونکہ قضائے رمضان خلیفہ ہے اول کا یعنی ادائے رمضان کا اور
تحقیق اس مسئلہ کی اصول فقہ میں ہے امر کی بحث میں واقلہ نفلا ساعۃ من لیل او نہار عند محمد وہو ظاہر الروایۃ عن الامام لبناء النفل علی المسامحۃ
وبہ یفتی اور اقل مدت اعتکاف نفل کی ایک ساعت ہے رات کی یا دن کی نزدیک امام محمد کے اور یہی ظاہر الروایت ہے امام صاحب سے واسطے
مبنی ہونے نفل کے سہولت پر اور اسی پر فتوی ہے یعنی نفل میں آسانی کی جہت سے وہ باتیں جائز ہیں کہ فرض و واجب میں نہیں ہوتیں مثلاً نماز
نفل بیٹھکر پڑھنا باوجود قدرت قیام کے کذا فی الطحطاوی والساعۃ فی عرف الفقہاء جزء من الزمان لا جزء من اربعۃ وعشرین کما یقولہ المنجمون
کذا فی غرر الاذکار وغیرہ اور ساعت فقہا کی اصطلاح میں ایک ادنی جزو ہے زمانہ کا نہ چوبیسواں حصہ شب و روز کا جو منجموں کی اصطلاح ہے چنانچہ
غرر الاذکار وغیرہ میں مذکور ہے فلو شرع فی نفلہ ثم قطعہ لا یلزمہ قضاؤہ لانہ لا یشترط لہ الصوم علی الظاہر من المذہب پس اگر شروع
کیا نفل اعتکاف میں پھر توڑ دیا تو نہیں لازم ہے قضا اسکی کیونکہ صوم شرط نہیں ہے اعتکاف نفل کے لیے بنا بر ظاہر مذہب کے وما فی بعض المعتبرات
انہ یلزم بالشروع مفرع علی الضعیف قالہ المصنف وغیرہ اور وہ جو بعض معتبر کتابوں میں ہے جیسے بدائع کہ اعتکاف شروع کرنے سے لازم
ہوتا ہے سو متفرع ہے ضعیف روایت پر ذکر کیا اسکو مصنف نے ہم اور اسکے غیر نے ہم یعنی حسن کی روایت پر متفرع ہے جسمیں یہ ہے کہ اعتکاف کی اقل
مدت ایک یوم ہے قالہ الشامی وحرم علیہ ای علی المعتکف اعتکافا واجبا اما النفل فلہ الخروج لانہ منہ لا مبطل کما مر اور حرام ہے مسجد سے نکلنا
اس معتکف کو کہ اعتکاف واجب کر رہا ہے لیکن نفل میں اسکو خروج جائز ہے اسواسطے کہ خروج اعتکاف کو ختم کرنے والا ہے نفل والے کے حق میں باطل
کرنیوالا نہیں جیسا مذکور ہوا کہ نفل اعتکاف کی کمتر مدت ایک ساعت ہے ہم اعتکاف واجب میں نکلنا حرام اسواسطے ہوا کہ یہ ابطال ہے عمل کا اور ابطال عمل کا جائز نہیں ہے

قال اللہ تعالیٰ ولا تبطلوا اعمالکم یعنی اور نہ باطل کرو اپنے عملوں کو اور تحریم الخروج الا لحاجۃ الانسان طبیعیۃ کبول وغائط وغسل لو احتلم ولا یمکنہ الاغتسال
فی المسجد کذا فی النہر حرام ہے معتکف کو خروج مسجد سے مگر واسطے حاجت انسانی کے حاجت طبعی ہو جیسے بول و براز اور غسل اگر احتلام ہو جاوے
اور مسجد میں غسل کرنا ممکن نہ ہو کذا فی النہر پس اگر ممکن ہو بایں طرح کہ مسجد ملوث نہ ہو تو مضائقہ نہیں اور اگر مستعمل پانی سے مسجد ملوث ہو تو غسل سے منع
کیا جاوے گا کیونکہ تنظیف اور تطہیر مسجد کی واجب ہے کذا فی البدائع او شرعیۃ کعید واذان لو مؤذنا والباب المنارۃ خارج المسجد والجمعۃ وقت الزوال
یا حاجت شرعی ہو جیسے عید اور اذان اگر معتکف مؤذن ہو اور منارہ کا دروازہ مسجد سے باہر ہو اور واسطے جمعہ کے وقت زوال کے ہم اذان کی لیے مؤذن
کی قید قول ضعیف پر ہے اور صحیح یہ ہے کہ مؤذن اور غیر مؤذن میں فرق نہیں جیسا باہر اور اندر میں برابر ہے کہا ہے کہ چڑھنا اس جگہ پر جہاں اذان دیجاتی ہے
نہیں ہے اگر دروازہ اسکا مسجد میں ہو اور مسجد سے باہر ہو تو بھی یہی حکم ہے ظاہر الروایت میں انتہی میں کہتا ہوں کہ بدائع سے ظاہر معلوم ہوتا ہے کہ اذان
بھی شرط نہیں ہے کیونکہ کہا ہے کہ اگر منارہ پر چڑھ جاوے تو اعتکاف فاسد نہ ہوگا بلا خلاف اگرچہ دروازہ منارہ کا مسجد سے باہر ہو کیونکہ منارہ مسجد میں داخل ہے
اسواسطے کہ بیچنا مسجد میں ممنوع ہے وہ منارہ میں بھی ممنوع ہے مثل بول وغیرہ کے پس منارہ مسجد کے گوشہ کی مثل ہے لیکن اس صورت میں کہ دروازہ خارج
ہو اسکو مقید کرنا چاہیے کہ نکلے اذان کے لیے کیونکہ منارہ کو داخل مسجد ہی لیکن مسجد سے نکل کر جو دروازہ منارہ کا ہے جاویگا وہ نکلنا بے عذر ہے اور
اس تقدیر پر کلام شارح کا ضعیف ہے مسجد سے فرق نہیں ہے مطلقاً باب المنارۃ اور حال میں مؤذن سے کلام ہے فقط انتہی تو قالہ الشامی یعنی اس مقام
سے اتنا صحیح ہی وقت بدر کہا مع سنتہا اتکل فی ذلک اسما یا اور جو شخص کہ مسجد اعتکاف کرے دور ہو یعنی جامع مسجد سے تو نکلے ایسے وقت کہ جمعہ مع
اسکی سنتوں کے پاوے اسکا باب میں اقوال ہے کہ کلام جو ہم کہتے ہیں یعنی مع خطبہ کے پاوے جیسا بدائع میں ہے مگر اسکو ذکر نہیں کیا کیونکہ سنتیں پہلے خطبہ کی ہوتی
ہیں قالہ الشامی یعنی یہ جو ابتدا رہنا قبل الخطبہ اور سنتیں بعد جمعہ کے چار یا چھ بنا بر حسب اختلاف امام صاحب کے اور صاحبین کے یعنی امام کے
نزدیک چار اور صاحبین کے نزدیک چھ کذا فی البدائع واختلاف الاثر لایفسد لانہ محل الاعتکاف ویکرہ تحریماً للمخالفۃ بالاعتراف اور اگر جامع مسجد میں زیادہ
ٹھہر یعنی جیسے ایک رات دن یا اعتکاف وہاں پوری تمام کیا کذا فی السراج تو فاسد نہ ہوگا کیونکہ جامع مسجد محل اعتکاف ہے لیکن ٹھہرنا کہ وہ مکروہ ہی ہے کیونکہ
جو التزام کیا تھا اسکی مخالفت کی بے ضرورت انتہی اور اسمیں اشارہ ہے کہ جامع مسجد میں ٹھہرنا اور دیگر میں ٹھہرنا جب حاجت کے لیے جاوے ان دونوں میں
فرق ہو کہ دیگر میں ٹھہرنے سے اعتکاف فاسد ہو جاتا ہے اور بدائع میں مذکور ہو کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا گیا ہے یعنی رخصت
عیادت مریض اور صلاۃ جنازہ کے باب میں پس ابو یوسف نے کہا ہے کہ محمول ہے اعتکاف نفل پر اور ممکن ہے کہ رخصت محمول ہو اس صورت پر کہ نکلے کسی
حاجت کے لیے یا جمعہ کے لیے اور راہ میں مریض کی عیادت کرلے یا جنازہ کی نماز پڑھ لے بغیر اسکے کہ قصد آنے کا واسطے نکلے اور یہ جائز ہے انتہی اور
اس سے معلوم ہوا کہ اسکو اختیار ہے حاجت کے واسطے نکل کر آتا تو ٹھہرنا اس صورت میں مضر ہے کہ مسجد میں نہ ہو اور عیادت کے واسطے نہ ہو قالہ الشامی
فلو خرج ولو ناسیا ساعۃ زمانیۃ لا رملیۃ کما مر بلا عذر فسد فیقضیہ پس اگر نکلا معتکف گو بھولے سے ایک ساعت یعنی ایک جزو زمانہ کا
نہ ساعت رملی جیسا پہلے ذکر ہو بغیر عذر کے تو اعتکاف فاسد ہو گیا پس اسکی قضا کرے ہم یعنی اگر اعتکاف واجب بالنذر ہو اور
تطوع کو اگر یوم کا تمام ہونے سے پہلے قطع کیا تو نہیں قضا ہے مگر موافق روایت حسن کے جیسا پہلے ذکر ہو چکا اور قضا کرے اعتکاف
منذور کو مع صوم کے انتہی یا یہ ہے کہ اگر مہینا معین ہو تو قضا اتنے ہی فساد کے ہوگی ورنہ استیناف کرے کیونکہ اعتکاف لازم ہوا
تھا پیا پے اور فرق نہیں ہے اگر فساد صنع عبد سے ہو بدون عذر کے جیسے جماع یا عذر سے ہو جیسا مرض کی وجہ سے نکل آنا یا بغیر
صنع عبد کے ہو جیسے جنون وغفلت وجنون و بہت سی بیہوشی اور اسکا حکم یہ ہے کہ جب اپنے وقت سے فوت ہو جاوے تو اگر بعض فوت ہوا

ہو تو اسی قدر قضا کرے فقط اعتکاف واجب نہیں اور اگر کل فوت ہو وے تو کل کی قضا کرے پے در پے پس اگر قادر ہوا قضا کی بیماری کے بعد مر گیا تو وصیت کرے
ہر روز کے لیے مسکین کا طعام اور اگر بعض پر قادر ہوا تب بھی یہی حکم ہے اگر وقت نذر کے صحیح و سالم ہوا اور اگر وقت نذر کے تندرست نہیں تھا پھر اگر ایک روز بھی
تندرست ہو گیا تو وہ اسی خلاف پر ہے جو روزہ کے باب میں مذکور ہوا اور اگر ایک روز بھی تندرست نہیں ہوا تو اسپر کچھ لازم نہیں کذا فی البدائع ملخصاً
الا اذا افسدہ بالردۃ مگر جبکہ فاسد کر دیا اعتکاف مرتد ہو کر ہم اسواسطے کہ ارتداد ساقط کرتا ہے اسکو جو پہلے واجب ہوا تھا خواہ خدا تعالی کے ایجاب سے
ہو یا بندہ کے اور بندہ کے واجب کرنے سے ہو قال الشامی واعتبر اکثر النہار قالوا وہو الاستحسان اور شرح میں صاحبین نے اکثر روز کا اعتبار کیا ہے علما
نے کہا ہے کہ یہی استحسان ہے ہم اسواسطے کہ خروج قلیل میں ضرورت ہے کذا فی الہدایہ اور شارح نے اسکی اتباع کا او بیان کیا جس سے خلاف اور ضعف کی طرف اشعار
ہے اسبب سے کہ کمال نے اسمیں بحث کی ہے قال الشامی وبحث فیہ الکمال اور اسمیں کمال نے بحث کی ہے جسکا حاصل یہ ہے کہ دار تخفیف میں کا ضرورت ہوتی ہے اور
بے عذر نکلنے میں ضرورت نہیں ہے پس اسکا استحسان ہونا مسلم نہیں وان خرج لعذر یغلب وقوعہ وہو ما مر لا غیر لا یفسد وان لا یغلب کانجاء غریق
وانہدام مسجد فسقط للاثم لا للبطلان والا لکان النسیان اولی لعدم الفساد کما حققہ الکمال اور اگر نکلا کسی عذر سے جو غالب الوقوع ہے اور وہ سابقاً
مذکور ہو چکا یعنی طبعی یا شرعی نہ سوا اسکے تو نہیں فاسد ہوتا اور جو عذر غالب الوقوع نہیں ہے جیسا ڈوبتے کا بچانا یا مسجد کا گرنا سو گناہ کو ساقط کرتا ہے نہ بطلان
کو ورنہ نسیان کی صورت میں بطریق اولی فاسد نہ ہوتا جیسا کمال نے تحقیق کیا ہے خلافاً لما فصلہ الزیلعی وغیرہ بر خلاف اسکے جو زیلعی وغیرہ نے تفصیل کی ہے
زیلعی نے مفسدات میں شمار کیا ہے نکلنا مریض کی عیادت کو اور جنازہ کی نماز کو اور غریق کے بچانے کو اور آگ بجھانے کو اور جہاد کو جبکہ نفیر عام ہو اور ادائے شہادت
کو بخلاف اسکے کہ مسجد کے انہدام کی جہت سے کسی دوسری مسجد میں چلا گیا یا مسجد والے متفرق ہو گئے کہ اس صورت میں صلوۃ خمسہ کی جماعت نہ ملیگی یا ظالم
نے بزور نکال دیا یا اپنی جان کا یا مال کا خوف ہو لکن فی النہر وغیرہ جعل عدم الفساد لانہدام وابطال جماعتہ واخراجہ کرہا استحساناً لیکن نہر وغیرہ میں ہے کہ اگر
مسجد گر جاوے یا جماعت باطل ہو جاوے یا کوئی شخص بزور نکال دے تو اعتکاف فاسد نہیں ہوتا بلکہ استحسان ہے حاصل یہ ہے کہ امام اعظم کا مذہب یہ ہے کہ تھوڑا سا
خروج سے فاسد ہو جاتا ہے مگر بول اور غائط اور جمعہ کی نماز کے لیے اور بعض مشائخ نے بعض مسائل میں عدم فساد کو مستحسن جانا ہے اور شامی نے اس جگہ بسط کیا ہے وفی
التتارخانیۃ عن الحجۃ ولو شرط وقت النذر ان یخرج لعیادۃ مریض وصلوۃ جنازۃ وحضور مجلس علم جاز ذلک فلیحفظ اور تاتارخانیہ میں حجہ سے نقل کیا ہے کہ اگر شرط
کیا وقت نذر کے کہ نکلے گا مریض کی عیادت کے لیے اور نماز جنازہ کے لیے اور مجلس علم میں حاضر ہونے کے لیے تو جائز ہے یہ یاد رہے [illegible] کہ مرض
منتقہ ہو یا کتنا نہیں حاصل یہ کہ اسباب غالب الوقوع حکماً مستثنی ہیں اگرچہ شرط نہ کی ہو اور جو غالب الوقوع نہیں ہیں تو وہ مستثنی نہیں ہیں گو جبکہ شرط کر لی قال الشامی
وخص المعتکف باکل وشرب ونوم وعقد احتاج الیہ لنفسہ او عیالہ اور مخصوص ہے معتکف ساتھ کھانے اور پینے اور سونے کے اور عقد کے جسکی ضرورت ہو خواہ
اپنے لیے یا اپنے عیال کے لیے یعنی مسجد میں ہم سب داخل ہے مقصود علیہ پر یعنی معتکف مقصود ہے کھانے وغیرہ پر مسجد میں اسکو یہ چیزیں حلال نہیں سوا مسجد کے یعنی
نہیں کہ کھانا او عقد وغیرہ معتکف کے سوا اور مسجد میں نکرے کیونکہ عقد نکاح و رجعت غیر معتکف کو بھی مسجد میں مکروہ نہیں قال الشامی تبعہ فلو لتجارۃ کرہ پس اگر
عقد تجارت کے لیے ہو تو مکروہ ہے ہم یعنی اگرچہ اسباب تجارت کو مسجد میں حاضر نہ کیا جاوے اور اسی کو قاضی خان نے اختیار کیا ہے اور زیلعی نے ترجیح دی ہے کیونکہ وہ خدا تعالی
کیطرف متوجہ ہو دنیا سے منقطع ہے اسکو ان امور دنیاوی کیطرف اشتغال نہ چاہیے کذا فی البحر قال الشامی کبیع ونکاح ورجعۃ فان خرج لاجلہا فسد لعدم الضرورۃ مانند
بیع اور نکاح اور رجعت کے رجعت کا عطف اکل پر ہے کیونکہ بیع پر عطف نہیں ہو سکتا جب تک عقد میں ایسی تاویل نکریں کہ جس سے رجعت کو بھی شامل ہو کذا
فی الشامی پس اگر نکلا ان امور کے لیے تو اعتکاف فاسد ہو گیا کیونکہ ضرورت خروج کی نہ تھی ہم ظہیریہ میں ہے کہ نکلے بعد غروب کے کھانے پینے کے لیے انتہی اور یہ محمول ہو جانا ہے
اس صورت پر کہ اسکے پاس کوئی آدمی ایسا نہو کہ کھانا پہونچاوے اسلیے کہ اسوقت نکلنا حاجت ضروریہ میں ہوگا مثل بول کے کذا فی البحر وکرہ ای تحریما لا تحمل

(والا فهو بجبر احضار المبیع فیه اور مکروہ ہے حاضر کرنا مبیع کا مسجد میں یعنی مکروہ تحریمی کیونکہ کراہت تحریمی محمل ہے فقہا کے مطلق رکھنے کا کذا فی البحر یعنی جس جگہ مطلق مکروہ بولتے ہیں وہاں انکی مراد مکروہ تحریمی ہوتی ہے کما کرہ فیہ مبایعۃ غیر المعتکف مطلقا للنہی جیسا مکروہ ہے مسجد میں بیع وشرا غیر معتکف کے لیے مطلقا یعنی اپنے نفس کے واسطے ہو یا عیال کے یا تجارت کے لیے مبیع حاضر ہو یا نہ ہو بسبب نہی کے جو اس باب میں وارد ہے اور ترمذی نے اس حدیث کو حسن کہا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا ہے بیع وشرا سے مسجد میں اور گمشدہ کی تلاش سے مسجد میں اور شعر پڑھنے سے اور منع فرمایا حلقہ باندھ کر بیٹھنا نماز سے پہلے جمعہ کے روز کذا فی الفتح وکذا اکلہ ونومہ الا لغریب اشباہ اور اسی طرح مکروہ ہے غیر معتکفین کو کھانا اور سونا مسجد میں مگر مسافر کو کذا فی الاشباہ وقد قدمنا قبیل الوتر اور ہم اس کو بیان کر چکے ہیں وتر سے کچھ پہلے لکن قال ابن کمال لا یکرہ الاکل والشرب والنوم فیہ مطلقا ونحوہ فی المجتبی لیکن ابن کمال نے کہا ہے کہ نہیں مکروہ ہے کھانا پینا سونا مسجد میں بالکل اور مثل اسکے مجتبی میں ہے اور ابن کمال نے مجتبی سے نقل کیا ہے کہ غیر معتکفین کو جائز ہے سونا مسجد میں مقیم ہو یا مسافر لیٹ کر یا تکیہ لگا کر پاؤں جانب قبلہ کے ہوں یا کسی اور طرف لیکن معتکف کو بالاولی جائز ہے انتہی اور سراج میں بھی اسکو نقل کیا ہے اور اسی سے مطلقا کی تفسیر واضح ہو جاتی ہے کہ علامہ شامی نے کہا کہ یہ قول کہ پاؤں قبلہ کی طرف ہوں غیر مسلم ہے کیونکہ علما نے اس کی کراہت بیان کی ہے اور شارح کے کلام کا اشارہ صحیح اس کا مستند اک کی ہے اور ظاہر یہ ہے کہ کھانا پینا بھی مثل نوم کے ہے جبکہ مسجد کو نہ گندہ کرے اور نہ آلودہ کرے کیونکہ مسجد کی صفائی اور تنظیف واجب ہے لیکن وقایہ میں کہا ہے کہ معتکف کھاوے پیوے سووے بیع وشرا کرے مسجد میں نہ غیر معتکف اور ملا علی نے اسکی شرح میں کہا ہے کہ غیر معتکف کو مکروہ ہے ان چیزوں کا کرنا مسجد میں لیکن مسجد میں داخل ہو کر نیت اعتکاف کی لینا ہے پھر مجتبی کی عبارت نقل کی ہے قال الشامی وکرہ تحریما صمت ان اعتقدہ قربۃ والا لا یعنی چپ رہنا اور مکروہ تحریمی ہے چپکا رہنا اعتکاف میں چپ رہنا اگر اسکو عبادت جانتا ہو ورنہ مکروہ نہیں کہ حدیث میں آیا ہے جو شخص چپ رہا نجات پائی رواہ امام احمد وغیرہ سے ابو ہریرہ سے مگر روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا ہے صوم وصال سے اور صوم صمت سے کذا فی الفتح قال الشامی وتمامہ فی الصمت کذا فی غرر الاذکار عن شرح الحدیث رحم اللہ امرا تکلم فغنم او سکت فسلم اور چپ رہنا واجب ہے برے کلام سے کذا فی غرر الاذکار واسطے مضمون اس حدیث کے خدا رحم کرے اس شخص کو کہ بولے تو غنیمت حاصل کرے اور چپ رہے تو سلامت رہے ہم نے جو کہا قید نہیں لگائی تاکہ شامل ہو واجب کو بھی کیونکہ کلام کبھی حرام ہوتی ہے جیسے غیبت مثلا اور کبھی مکروہ ہوتی ہے جیسے برے شعر پڑھنا یا ذکر اللہ کرنا چیز کی بکری کے واسطے پس چپ رہنا اول قسم سے فرض ہے اور دوسری قسم سے واجب قال الشامی وتکلم الا بخیر وہو ما لا اثم فیہ اور مکروہ ہے اعتکاف میں بولنا مگر بھلی بات اور خیر وہ ہے کہ جس میں گناہ نہ ہو ومنہ المباح عند الحاجۃ الیہ لا عند عدمہا وہو محمل ما فی الفتح انہ یکرہ فی المسجد ان یاکل الحسنات کما تاکل النار الحطب کما حققہ فی النہر اور جس کلام میں گناہ نہیں اسمیں داخل ہے کلام مباح جبکہ اسکی طرف حاجت ہو نہ وقت عدم حاجت کے یعنی اسوقت دنیا کی میں کلام کرنا جس وقت اسمیں قصد قربت کا نہ ہو ورنہ اسمیں ثواب ہے کذا فی الشامی اور یہی یعنی بے ضرورت کلام کرنا محمل ہے فتح القدیر کی عبارت کا کہ کلام کرنا مسجد میں مکروہ ہے حسنات کو ایسا کھاتا ہے جیسے آگ لکڑی کو جیسا تحقیق نہر میں اسکو تحقیق کیا ہے ہم نے مسجد میں کلام مکروہ اس وقت ہے کہ کلام کے لیے مسجد میں بیٹھے جیسا ظہیریہ میں قید لگائی ہے ذکرہ فی البحر اور سراج میں شرح ارشاد سے نقل کیا ہے کہ مسجد میں بات کرنے کا کچھ مضائقہ نہیں ہے اگر قلیل ہو لیکن اگر مسجد کا قصد باتوں کے لیے کرے تو مکروہ ہے اور وعید سے ظاہر کراہت تحریمی معلوم ہوتی ہے قال الشامی کقراءۃ قرآن وحدیث وعلم وتدریس فی سیر الرسول علیہ السلام وقصص الانبیاء علیہم السلام وحکایات الصالحین وکتابۃ امور الدین اور کلام خیر یہ چیزیں ہیں جیسے قرآن پڑھنا اور حدیث اور علم دین اور پڑھنا سیر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اور قصص انبیا علیہم السلام کے اور حکایتیں صلحا کی اور لکھنا دینی باتوں کا وبطل بوطئ فی فرج انزل ام لا اور باطل ہوتا ہے اعتکاف وطی سے فرج میں یعنی اگلے مقام میں ہو یا پچھلے میں انزال ہو یا نہ ہو ولو کان وطیہ خارج المسجد لیلا او نہارا عامدا او ناسیا فی الاصح لان حالتہ مذکرۃ اگرچہ وطی کرنا مسجد سے باہر ہو رات کو ہو یا دن کو قصدا ہو یا بھول کر

اصح روایت میں واسطے کہ حالت اعتکاف کی یاد دلانے والی ہے اور اسکے اتباع سے تیمم کی ہوا کیونکہ اشارہ ہے کہ نہایہ وغیرہ میں جو مذکور ہے وہ مردود ہے یعنی معتکف
مسجد میں رہتا ہے اسکو وطی کھانا پینا سب ہو تعبیر کیا کہ اسکی تاویل یہ ہے کہ جب اپنی حاجت کے لیے نکلے تو اس وقت وطی کرنی حرام ہے اور شرح تاویلات
میں ذکر کیا ہے کہ صحابہ نکلا کرتے تھے اور اپنی قضائے حاجت اور جماع کرکے غسل کرکے پھر اعتکاف کے مقام میں چلے جاتے تھے اسپر یہ آیت نازل ہوئی
(ولا تباشروهن وانتم عاكفون في المساجد) یعنی انسے صحبت نکرو جس وقت کہ تم مسجدوں میں معتکف ہو شیخ اسمعیل نے کہا اسمیں نظر ہے کیونکہ مسجد میں
وطی ممکن ہے اگرچہ اسمیں حرمت دوسری جہت سے ہے یعنی مسجد میں جنابت سے رہنا علاوہ اسکے ہو سکتا ہے کہ وجہ مشکل ہو اور پھر اگر کہ مسجد میں
اور اسکا فساد ثابت ہے یا خرچ کرے تو صحبت کا اعتکاف باطل ہو جاویگا اور اسکا مقابل اسی ہے اگر تاویل ہے کہ جب بول کر دل سے اعتکاف میں
بھا تاویل ہے قیاس ہے کہ کیا ان البرہان اور اصح مذہب کی علت یہ ہے کہ اعتکاف اور روزہ میں فرق ہے کہ اعتکاف میں حالت یاد دلانے والی موجود ہے
یعنی مسجد میں ہونا بخلاف صائم کے قال الشامی و بطل بانزال بقبلة او لمس او فخذ اسے باطل ہوتا ہے اعتکاف انزال سے بوسہ سے یا لپٹنے کیا ہے
لگانے یا ران میں دیکھنے کے کیونکہ یہ فعل انزال سے معنی جماع کے ہو گئے ولو لم ينزل لم يبطل وان حرم الكل لعدم الحرج اور اگر انزال نہ ہو تو نہیں باطل ہوتا
اگرچہ دواعی وطی کی سب حرام ہیں واسطے نہونے حرج کے اور عدم بطلان سے ثابت لازم نہیں آتی ولا يبطل بانزال بفكر او نظر ولا بسكر ليلا اور نہیں باطل
ہوتا اعتکاف انزال سے ساتھ فکر یا نظر کے اور نہ [illegible] رات کو ولا باكل ناسيا لبقاء الصوم بخلاف الاكل عمدا اور نہیں باطل
ہوتا کھانے سے بھول کر کیونکہ روزہ باقی رہتا ہے بخلاف عمدا کے کہ باطل ہوتا ہے قاعدہ یہ ہے کہ جو ممنوعات
واسطے اعتکاف کے ہیں یعنی اعتکاف کی جہت سے منع ہوئی ہیں نہ روزہ کی جہت سے تو انمیں سہو اور عمدا اور دن اور رات برابر ہیں جیسے جماع اور خروج مسجد
اور جو ممنوعات صوم کی جہت سے اعتکاف میں ممنوع ہوے ہیں تو انمیں عمدا اور سہو اور رات اور دن میں فرق ہے جیسے کھانا پینا کذا
في البحر ولزمته الليالي ايضا بنذر اعتكاف ايام ولاء [illegible] قضاء [illegible] اور نہیں باطل ہوتا ہو گئی اور جس دن سے اگرچہ چند روز میں دو ایام
[illegible] اگر نذر کیا چند دن یہی روزہ اعتکاف کا تو اسکے ساتھ لازم اور قیاس یہ ہے کہ قضا کرے جیسا
صوم [illegible] کی [illegible] روزہ میں جو قضا ساقط ہوئی تو رفع حرج کی جہت سے ساقط ہوئی کیونکہ جنون جب لاحق ہوا ہو تو کثیر
جا تا ہے کہ مقدار [illegible] رمضان کی [illegible] ہوگا اور اعتکاف میں یہ بات متحقق نہیں کذا فی الفتح قال الشامی بعلة ایام الليالي [illegible]
بلسان اعتكاف ایام ولاء [illegible] لازم ہوگی اسکو جیسے یعنی آتیں اعتکاف جب نذر کرے کے زبان سے
ایام کا مثلا دس دن کا اگرچہ [illegible] لیالی سے اور اصل یہ ہے کہ جب رات اور دن اعتکاف میں ہونگے تو دونوں
لازم ہونگے اگر متفرق اعتکاف کریگا تو [illegible] کا ابتدائی اسی طرح اگر [illegible] کے اعتکاف کی نذر کی تو لازم ہوگا اعتکاف ایک مہینے کا کوئی سا ہو
پر در پے راتوں اور دنوں کے [illegible] روزوں کی اور یوم کا ذکر کر کے اور نیت کرے تو اسکو اختیار ہے کہ متفرق رکھے
واسطے کہ اعتکاف عبادت [illegible] بالاتصال یہ ہے کہ [illegible] لان ذكر احد العددين بلفظ الجمع وكذا التثنية يتناول الآخر جیسا آگے
ہے عکس اور وہ یہ کہ نذر کرے راتوں کے اعتکاف کی تو ایام لازم ہونگے واسطے کہ ذکر ایک کا دو عددوں میں سے
لفظ جمع کے ساتھ اور اسی طرح تثنیہ کے ساتھ شامل ہر دوسرے کو بھی ہے یعنی بحکم عرف اور عادت کے مثلا عرف میں کہتے ہیں کہ
ہم وہاں تین روز رہے یعنی تین دن مع راتوں کے اور تعالی نے حضرت زکریا علیہ السلام کے قصہ میں فرمایا ثلث ليال سويا اور ثلثة ايام
الا رمزا ایک جگہ لیالی سے تعبیر کیا دوسری جگہ ایام سے اور قصہ ایک ہی ہے پس مراد دونوں جگہ رات اور دن دونوں ہیں اور جمع عام ہے

خواہ صریح ہو جیسے ایام اور لیالی کہنا خواہ ضمنا ہو جیسے مثلین یا کہنا اور تثنیہ کی صورت میں اعتکاف دو روز کا مع دو راتوں کے طرفین کے نزدیک
لازم ہے اور امام ابو یوسف کے نزدیک پہلی رات اسمیں داخل نہیں قال الشامی فلو نوی فی نذر الایام النہار خاصۃ صحت نیتہ لنیتہ
الحقیقۃ پس اگر نذر کیے ایام اور نیت کی خاص نہار کی یعنی نہ رات کی تو اسکی نیت صحیح ہے کیونکہ اسنے حقیقت لغوی کی نیت کی گو عرف میں
یوم اسم ہے کل یعنی مجموعہ شب و روز کا کہنے میں اور جب کسی لفظ کے واسطے حقیقت لغوی ہے اور حقیقت عرفی بھی ہو تو اطلاق کے وقت حقیقت
عرفی کی طرف مصروف ہوتا ہے اسی جہت سے یہاں نیت کی ضرورت ہوئی اور جب اسکی نیت صرف نہار میں درست ہوئی تو اسکو اعتکاف
ایام کا لازم ہوگا بغیر راتوں کے اور قبل طلوع فجر کے مسجد میں داخل ہو اور بعد غروب شمس کے نکلے قال الشامی وان نوی بہا
ای بالایام اللیالی لا یعمل بنیتہ کلامہ اور اگر نیت کی ایام سے لیالی کی تو یہ نیت صحیح نہیں ہے بلکہ لازم ہونگے رات اور دن دونوں ہم کیونکہ ایسی
نیت کی جو کلام کی محتمل نہیں ہے کذا فی البحر اور حاصل یہ کہ یا لفظ مفرد ہے یا تثنیہ یا جمع اور ہر ایک یا ایام سے ہے یا لیل اور ہر ایک میں ان
چھ میں سے یا حقیقت کی نیت ہے یا مجاز کی یا دونوں کی یا اصل نیت نہ ہے پس صورتیں ہوئیں اڑتالیس اور مجموع کا حکم مع انکی اقسام
کے مذکور ہو چکا مفرد باقی رہا پس اگر ایک یوم کے اعتکاف کی نذر کی تو فقط یوم ہی لازم ہوگا نیت اسکی کرے یا نہ کرے اور اگر اسکے ساتھ رات
کی بھی نیت کی ہو تو دونوں لازم ہونگے اور اگر اعتکاف لیل کی نیت کی ہو تو دن لازم نہ ہوگا جیسا کہ اسمیں نیت یوم کی ہو کذا فی البحر قال الشامی
ولو نذر اعتکاف شہر و نوی النہار خاصۃ او نوی عکسہ ای اللیل خاصۃ فانہ لا یصح نیتہ لان الشہر اسم لمقدر یشتمل الایام واللیالی
... جیسے اگر نذر کیا اعتکاف ایک مہینے کا اور نیت کی دنوں کی خاص کر یا نیت کی اسکے عکس یعنی راتوں کی صرف تو اسکی نیت صحیح نہ ہوگی
کیونکہ شہر یعنی مہینا اسم ہے ایک مقدار معین کا جو شامل ہے ایام و لیالی کو پس اسمیں کمتر پر اطلاق کا احتمال نہیں ہے ہم یہ جب ہے کہ بلفظ شہر
تعبیر کرے اور اگر تیس یوم کہے گا تو اسکا حال سابق مرقوم ہو چکا قال الشامی الا ان یستثنی اللیالی فیختص بالنہار مگر اسصورت
میں کہ استثنا کرے راتوں کا پس خاص ہو جاویگا اعتکاف دنوں ہی کا کیونکہ یوم بالضم جمع ہے نہار کا ولو استثنی الایام صح ولا شئ علیہ
لان ... اور اگر دنوں کو استثنا کیا تو استثنا صحیح ہے اور اسپر کچھ لازم نہ ہوگا چنانچہ مذکور ہو چکا ہم یعنی باب اول میں کہ رات محل صوم نہیں حاصل
یہ کہ جب ایام کا یعنی دنوں کا استثنا کر لیا تو گویا صرف راتیں رہگئیں اور انمیں اعتکاف منذور صحیح نہیں ہے کیونکہ رات کو اعتکاف کی شرط یعنی
صوم کے منافات ہے قال الشامی واعلم ان اللیالی تابعۃ للایام الا لیلۃ عرفۃ ولیالی النحر فتتبع للنہار الماضیۃ رفقا بالناس کما فی
الفتح ... اور جان لو کہ راتیں تابع ہیں ایام کے مگر عرفہ کی رات اور قربانی کی راتیں سو یہ تابع ہیں گذشتہ روز
کی لوگوں کی سہولت کے لیے جیسا کہ ... الفتح میں مذکور ہے اسکو یاد کر لو ہم یعنی ہر شب تابع ہے اسکے روز کی جو اسکے بعد
ہے چنانچہ تراویح رمضان کی اول شب میں پڑھی جاتی ہیں نہ شوال کی اول شب میں تو اس تقدیر پر جب ذکر کرے نذر میں
تثنیہ یا جمع کو تو مسجد میں داخل ہو قبل غروب کے اور نکلے نذر پوری ہو جانے کے بعد غروب کے چنانچہ خانیہ میں اسکی تصریح
کی ہے اور یہ بھی تصریح کی ہے کہ جب ایام بولے تو دن سے شروع کرے پس داخل ہو مسجد میں طلوع فجر سے پہلے الخ سو اس
تقدیر پر پہلی رات داخل نہ ہوگی ایام کی نذر میں مگر جبکہ ایام کے عدد معین ذکر کرے کذا فی البحر اور عرفہ کی رات تابع ہے یوم الترویہ کے
اور نحر کی رات تابع ہے عرفہ کے یہانتک کہ اسی رات کو وقوف عرفات جائز ہے ولیلۃ القدر دائرۃ فی رمضان الخ ...
انہا [illegible] شب قدر رمضان میں دائر ہے بالاتفاق مگر امام صاحب کے نزدیک رمضان کی کل راتوں میں مقدم

موخر ہوتی رہتی ہے بخلاف صاحبین کے کہ انکے نزدیک تاریخ معین ہے مقدم موخر نہیں ہوتی و ثمرتہ فیمن قال لعبدہ لیلۃ منہ انت حر وانت

طالق لیلۃ القدر رفعنہ ولو قیم فی شہر رمضان الاٰتی لجواز کونہا فی الاول فی الاولے وفی الاٰتی فی الاخیرۃ وقالا یقع اذا مضی

مثل تلک اللیلۃ فی الاٰتی ولا خلاف انہ لو قال قبل دخول رمضان وقع بمضیہ اور نتیجہ اس اختلاف کا ظاہر ہوتا ہے اس

صورت میں کہ کسی شخص نے رمضان کی پہلی تاریخ کے بعد اپنے غلام کو کہا کہ تو آزاد ہے یا بی بی کو کہا کہ تجھکو طلاق ہے شب قدر میں

تو امام اعظم کے نزدیک عتق وطلاق واقع نہونگے جبتک کہ دوسرا رمضان تمام نہ گذر جاوے کیونکہ ہو سکتا ہے کہ اس

رمضان کی شب قدر پہلی تاریخ ہو چکی اور دوسرے کی شب قدر آخری تاریخ میں ہو اور صاحبین کہتے ہیں کہ اس

رمضان کی جس تاریخ یہ قول کہا ہے جب وہی تاریخ دوسرے رمضان کی گذر گئی تو عتق وطلاق واقع ہو گئے اور اگر

رمضان کے شروع سے پہلے یہ قول کہا ہے تو بالاتفاق اسی رمضان کے گذرنے پر عتق وطلاق واقع ہونگے قال فی المحیط

والفتوی علی قول الامام لکن قیدہ بکون الحالف فقیہا یعرف الاختلاف والا فھی لیلۃ السابع والعشرین والمراد بالعلم

محیط میں کہا ہے کہ فتوی امام صاحب کے قول پر ہے لیکن صاحب محیط میں قول امام پر فتوی کو مقید کیا ہے اس بات سے کہ جسنے

عتق وطلاق کو شب قدر پر معلق کیا ہے وہ فقیہ ہو اور اختلاف کو جانتا ہو اور اگر شخص مذکور عوام میں سے ہے تو شب قدر

ستائیسویں ہے ایام کیونکہ اول تو عوام اسی کو شب قدر کہتے ہیں دوسرے ایک قول اقوال میں سے یہ بھی منقول ہے کہ ستائیسویں

رات کو شب قدر ہوتی ہے اور احادیث کثیرہ اسپر دلالت کرتی ہیں امام صاحب نے یہ جواب دیا ہے کہ اس برس میں اسی تاریخ

میں تھی اور یہ جو شارح نے ذکر کیا کہ شب قدر رمضان میں دائر ہے آگے پیچھے ہوتی رہتی ہے یہ ایک قول ہے امام کا اور مجتبیٰ میں

ثانیہ سے منقول ہے کہ مشہور قول امام صاحب کا یہ ہے کہ تمام سال میں دائر ہے کبھی رمضان میں ہوتی ہے کبھی غیر مہینے میں میں کہتا

ہوں کہ اسی کا موئد ہے وہ قول جو شیخ محی الدین ابن عربی نے فتوحات مکیہ میں ذکر کیا ہے کہ لوگوں نے لیلۃ القدر کی تاریخ میں

اختلاف کیا ہے سو بعض کہتے ہیں کہ تمام سال میں دائر ہے اور میں بھی یہی کہتا ہوں کیونکہ میں نے اسکو کبھی شعبان میں دیکھا اور

کبھی ماہ ربیع الاول میں اور اکثر رمضان کے عشرہ اخیرہ میں اور ایک بار عشرہ اوسط میں اور کبھی جفت راتوں میں کبھی طاق

میں سو مجھکو یقین ہے کہ وہ سال بھر میں دائر ہے ہمیشہ کی جفت رات ہو یا طاق انتہی اور اس باب میں علما کے اور اقوال بھی

ہیں جو شمار میں چھیالیس کو پہونچے ہیں

خاتمہ

واضح ہو کہ لیلۃ القدر بڑے مرتبہ کی رات ہے اسکی طلب مستحب ہے اور وہ برس میں افضل شب ہے قرآن مجید میں اسکو ہزار مہینے سے

افضل فرمایا ہے عمل خیر اسمیں ہزار عمل کے برابر ہے بہ نسبت دوسرے اوقات میں کرنے کے مسلمانوں میں سے جسکو خدا تعالی چاہے

یہ دولت نصیب کرتا ہے اور جو شخص شب قدر کو دیکھ پاوے چاہیے کہ چھپا رکھے اور اخلاص سے یہ دعا کرے اللہم انا نسالک الاخلاص

فی القول والعمل وحسن الختام عند انتہاء الاجل والحمد للہ الذی والحمد للہ اولا وآخرا والصلوۃ والسلام علی سیدنا ومولانا محمد وآلہ

وصحبہ اجمعین یہانتک ترجمہ شرح جزو ثانی کا تمام ہوا والحمد

[illegible]

کتاب الحج

اس کتاب میں احکام حج کا بیان ہے حج کو بعد صلوٰۃ اور زکوٰۃ اور صوم کے اس واسطے ذکر کیا کہ یہ رابع ہے عبادات کا اور مرکب ہے عبادات مالی اور بدنی سے
ہے وہ بفتح الحاء و کسرہا لغۃً القصد الی معظم لا مطلق القصد کما ظنہ بعضہم حج بفتح حا و کسر حا لغت عرب میں عظیم الشان چیز کی طرف قصد کرنے کو کہتے ہیں
نہ مطلق ہر قصد کو چنانچہ بعض علماء نے گمان کیا ہے [illegible] صاحب فتح القدیر کی لیکن قاموس وغیرہ کتب لغت سے معلوم ہوتا ہے کہ حج عبارت
ہے مطلق قصد سے اور قصد خاص سے بھی یعنی کہ معظم کا قصد کرنا واسطے ادائے عبادت کے وشرعاً زیارۃ ای طواف و وقوف فی مکان مخصوص
ای الکعبۃ وعرفۃ فی زمن مخصوص فی الطواف من طلوع فجر النحر الی آخر العمر وفی الوقوف من زوال الشمس یوم عرفۃ الی فجر النحر بفعل مخصوص بان یکون
محرماً بنیۃ الحج سابقاً [illegible] اور اصطلاح شرع میں حج عبارت ہے زیارت سے مکان خاص میں
زمانہ مخصوص میں بفعل مخصوص زیارت سے مراد طواف اور وقوف ہے اور مکان خاص سے کعبہ معظمہ اور عرفات مراد ہے یعنی بیت اللہ کے گرد گھومنا
عید قربانی کی فجر سے آخر عمر تک اور عرفات میں ٹھیرنا عرفہ کے دن دوپہر ڈھلے سے عید قربانی کی فجر تک حج کی نیت سے احرام باندھ کر طواف اور وقوف
سے پہلے خاص ہے کہ حج کی نیت سے اول احرام باندھ کر طواف اور وقوف کا ادا [illegible] چنانچہ تفصیل اس اجمال کی آگے
آوے گی مصنف نے حج کی تعریف میں یوں کہا کہ حج عبارت ہے زیارت مکان خاص سے زمانہ خاص میں واسطے ادا کرنے [illegible] ارکان حج تاکہ
حج نفل کو بھی تعریف شامل رہے اور اگر ادائے رکن کی قید لگاتا تو حج نفل تعریف حج سے نکل جاتا [illegible] فرض کہتے ہیں [illegible] ارکان [illegible] پانچ
کلمہ شہادت اور نماز اور زکوٰۃ اور صوم اور حج بیت اللہ فرض [illegible] علیہ السلام [illegible]
نویں سال اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دسویں سال حج ادا کیا [illegible] تاخیر فرمائی [illegible] حضرت کو اپنی بقا حیات کا
علم تھا تاکہ تبلیغ رسالت کامل ہو جاوے نویں سال یہ آیت نازل ہوئی وللہ علی الناس حج البیت من استطاع الیہ سبیلاً [illegible]
حج بیت اللہ کا جسکو استطاعت راہ ہو [illegible] فرضیت حج کی [illegible] جو نویں سال حج کیا [illegible]
ایام حج کے [illegible] ہو گا [illegible] کے ساتھ حج کرنا [illegible] صدیق اکبر اور علی مرتضیٰ کو [illegible]
کافروں کو بیت اللہ میں آنے سے منع کر دیا [illegible] حج ادا کیا [illegible] تقدیم افضل ہے بالاجماع [illegible] تاخیر کرنا [illegible]
کذا فی حاشیۃ الحلبی عن الزیلعی مرۃ لان سببہ البیت وہو واحد والزیادۃ تطوع تمام عمر میں ایک بار حج فرض ہے اس واسطے کہ سبب حج کا بیت اللہ ہے اور وہ ایک
لہٰذا مسبب بھی واحد ہوا اور ایک بار سے زیادہ حج کرنا نفل ہے عبداللہ بن عباس سے مروی ہے کہ اقرع بن حابس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ
یا رسول اللہ کیا حج کرنا ہر سال فرض ہے یا ایک بار فرمایا ایک بار سو جو کوئی ایک بار سے زیادہ حج کرے تو وہ نفل ہے اخرجہ ابوداؤد چونکہ فرضیت حج کی قرآن مجید اور حدیث
کثیرہ اور اجماع امت سے ثابت ہے لہٰذا اسکا منکر کافر ہے [illegible] کا تارک فاسق ہے [illegible] المیقات بلا احرام فانہ کما یجب
علیہ [illegible] فان اختار الحج [illegible] احرام باندھنے کے مقام کو بلا احرام طے کر جاوے تو
اسپر حج یا عمرہ واجب ہو جاتا ہے چنانچہ [illegible] اگر وہ شخص حج کرنا اختیار کریگا تو وہ حج [illegible] بال حرام
اور [illegible] حج حرام کہلاتا ہے چنانچہ مال حرام سے حج کیا [illegible] حج [illegible] احرام [illegible] حج کا
شوق ہو اسکو اول حلال [illegible] روایت کی [illegible] رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ [illegible] حج کو نکلتا ہے مال
حلال لیکر اور رکاب میں پاؤں رکھ کر [illegible] آسمان سے منادی [illegible] تیرا زاد حلال ہے اور حج تیرا مقبول ہے [illegible]

نفقہ حج لیکر جاتا ہے اور رکاب میں پاؤں ڈالکر لبیک کہتا ہے تو آسمان سے پکارنے والا پکارتا ہے لا لبیک ولا سعدیک ہے تیرا نفقہ حرام ہے اور تیرا حج مقبول
نہیں ہے کذا فی الترغیب والترہیب لابن حجر و بالکراہۃ کالحج بلا اذن من یجب استیذانہ اور مکروہ ہے حج کرنا بلا اجازت اس شخص کے
جس سے اذن لینا واجب ہے چنانچہ بلا اجازت محتاج والدین کے جانا اور اسی طرح زوجہ اور جمیع اقارب جنکا نفقہ اس شخص پر فرض ہے تو شامی کے بیان
سے معلوم ہوا کہ حج فرض بھی ہوتا ہے اور واجب اور نفل اور حرام اور مکروہ بھی اور ظاہر ہے کہ حج مباح نہیں ہو سکتا اسواسطے کہ اصلی عبادت ہے کذا فی حاشیۃ الطحطاوی
وفی النوازل لو کان الابن صبیحا فللاب منعہ حتی یلتحی اور نوازل میں ہے کہ اگر لڑکا خوبصورت ہو تو اسکے باپ کو جائز ہے کہ اسکو حج سے
منع کرے داڑھی نکلنے تک بلکہ گھر کے نکلنے سے بھی روک سکتا ہے کذا فی حاشیۃ الطحطاوی علی الفور فی العام الاول عند الثانی واصح الروایتین
عن الامام ومالک واحمد حج ایکبار فی الفور فرض ہے پہلے سال میں نزدیک امام ابی یوسف کے اور امام مالک اور امام احمد کے اور امام اعظم کی اصح روایت
میں اسواسطے کہ احتیاط یہی ہے کہ اول سال امکان میں ادا کرے حج کیونکہ سال بھر میں حج کا ایک وقت معین ہے اور موت کا کوئی وقت معین نہیں
تو باوجود قدرت کے تاخیر کرنا گویا معدوم کرنا ہے ابو یوسف کی وہ حدیث دلیل ہے جو امام احمد اور ابن ماجہ اور بیہقی نے روایت کی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ
علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو حج کا ارادہ کرے اسکو جلدی کرنا لازم ہے اسواسطے کہ کبھی آدمی بیمار ہوتا ہے اور راحلہ گم ہو جاتا ہے اور کوئی حاجت ضروری پیش آجاتی ہے
کذا فی العینی شرح الکنز اور محمد اور شافعی کے نزدیک حج علی الفور فرض نہیں بلکہ علی التراخی فرض ہے بشرط عدم فوت فیفسق وترد شہادتہ بتاخیرہ اے
سنین لان تاخیرہ صغیرۃ وبارتکابہ مرۃ لا یفسق الا بالاصرار بحر ووجہہ ان الفوریۃ ظنیۃ لان دلیل الاحتیاط ظنی ولذا اجمعوا انہ لو تراخی کان
ادا وان اثم بموتہ قبلہ بحر جب حج فی الفور فرض ہوا تو فاسق ہوگا اور اسکی گواہی مردود ہوگی حج میں تاخیر کرنے سے یعنی چند سال کی
تاخیر سے فسق ثابت ہوگا اسواسطے کہ تاخیر حج کی صغیرہ گناہ ہے اور ایکبار صغیرہ کرنے سے مسلمان فاسق نہیں ہوتا مگر اصرار سے البتہ فاسق
ہوتا ہے کذا فی البحر اور دلیل اس امر کی کہ تاخیر صغیرہ ہے نہ کبیرہ یہ ہے کہ فی الفور کی فرضیت ظنی ہے اسواسطے کہ دلیل احتیاط کی چنانچہ قول سابق کے بیان میں مذکور
ہو چکی ظنی ہے نہ قطعی اور گناہ کبیرہ ہونا ثابت نہیں ہوتا مگر قطعی دلیل سے نہ ظنی سے واسطے فقہا کا اجماع ہے اسپر کہ باوجود قدرت کے اگر چند سال تاخیر کی
اور پھر حج کیا تو یہ حج ادا ہوگا نہ قضا اگرچہ قبل حج کے مرجانے سے گنہگار رہیگا وقالوا لو لم یحج حتی تلف مالہ وسعہ ان یستقرض ویحج ولو غیر قادر
علی وفائہ ویرجی ان لا یواخذہ اللہ تعالی بذلک اے لو ناویا وفاءہ ان قدر کما قیدہ فی الظہیریۃ اور فقہا نے کہا ہے کہ اگر مقدور والے نے
حج نہ کیا یہانتک کہ اسکا مال تلف ہوگیا تو اسکو جائز ہے کہ قرض لے اور حج کرے اگرچہ اسکو قدرت نہو ادا کرنے قرض کی اور امید ہے کہ حق تعالے
اسکا مواخذہ نہ کریگا اگر بدون ادا کیے مرگیا بشرطیکہ اسکی ادا کرنے کی نیت ہو وقت قدرت چنانچہ یہی قید لگائی ہے علامہ نے کہ ظہیریہ میں ہے
طحطاوی نے کہا کہ تاتارخانیہ میں ابو یوسف سے منقول ہے کہ ایسی صورت میں قرض لینا حج کیواسطے لازم ہے فقط علی مسلم لان الکافر غیر مخاطب بالفروع
الا بالایمان فی حق الاداء وقد حققناہ فیما علقناہ علی المنار حج فرض ہے ہر مسلمان پر نہ کافر پر اسواسطے کہ کافر مخاطب نہیں فرعی احکام کے ادا کرنے کے حق
میں ہاں در حق اعتقاد احکام البتہ مخاطب ہے اور البتہ ہمنے اس مسئلہ اصولی کو شرح منار میں محقق کیا ہے ہم یہاں سے تفصیل شرائط حج کی شروع ہوئی تو
اجمالا دریافت کرنا چاہیے کہ شرائط حج کی تین قسم ہیں ایک شرائط وجوب حج کی اور دوسری شرائط وجوب ادائے حج کی اور تیسری شرائط صحت حج کی
سو شرائط وجوب آٹھ ہیں بنا بر قول اصح کے اسلام عقل بلوغ حریت وقت قدرت زاد و قدرت راحلہ فرضیت حج کا علم اور شرائط وجوب ادا کی پانچ ہیں
بقول اصح صحت بدن کی قدرت زوال موانع حسیہ امن راہ عدم قیام عدت عورت کے حق میں خروج زوج یا محرم عورت کے ساتھ اور شرائط صحت حج کی چار ہیں
احرام حج زمانہ خاص مکان خاص اسلام کذا فی منح الغفار حر مکلف عالم بفرضیتہ اما بالکون بدارنا او باخبار عدل او مستور یعنی حج فرض ہے حر مکلف پر جو

حج کے فرض ہونے کو جانتا ہو یا دار الاسلام کے رہنے سے یا دار الحرب میں ایک ثقہ کے خبر دینے سے یا اُن دو شخصوں کی خبر دینے سے جنکا حال معلوم نہیں تو اس پر حج واجب ہوگا
تو معلوم ہوا کہ غلام اور لونڈی پر اور صغیر اور مجنون اور معتوہ پر بقول مختار الاسلام اور اُس مسلمان پر جو دار الحرب میں ہو اور فرضیت حج سے مطلع نہیں حج فرض نہیں ہے صحیح
البدن حج فرض ہے مفلوج پر حج فرض نہیں اور لولے لنگڑے اور فالج والے اور جسکے دونوں پاؤں کٹے ہوں اور بیمار اور ایسے بوڑھے پر جو اونٹ پر نہیں تھم سکتا ہو
حج کرنیکو جانا فرض نہیں لیکن بعض کے نزدیک اوراُنکے مال میں حج فرض ہے یعنی اُنپر حج فرض ہے اور اسی طرح اُس شخص پر جو قید میں ہو اور ظالم سے ڈرتا ہو اُسکو حج
کرنے سے روکتا ہو تو قیدی اور خائف نہ کرے اور اندھے پر حج فرض نہیں اگرچہ اندھے کو ہاتھ پکڑ کر چلانے والا ملے تو بھی اُسپر حج فرض نہیں بنا بر قول مشہور
کے امام سے اسواسطے کہ غیر کی قدرت سے آدمی کو قادر نہیں کہتے کذا فی حاشیۃ الطحطاوی ذی زاد و راحلۃ یعنی فالمتاد اللحم و نحوہ اذا قدر علی خبز و جبن
لا یعد قادرا حج فرض ہے صاحب زاد پر اور ایسا توشہ جس سے اُسکا بدن صحیح سالم رہے اور جسکو گوشت وغیرہ کھانیکی عادت ہو اور نان کی عادت ہو جیسے اُسکو روٹی اور
پنیر پر قدرت ہو یا روٹی گوشت سے تو وہ قادر نہیں گنا جاتا اسواسطے کہ خلاف عادت سے ضعیف ہونیکا خوف ہے اور راحلہ بھی ہو یعنی سواری یا اُسکی قیمت
ان قدر والا فقیر القدرۃ علی اجارۃ اور حج فرض ہے صاحب راحلہ پر جو اُسکے واسطے مخصوص ہو یعنی اُسکی ذات پر ہو اسواسطے کہ جو شریک ہو اور
راحلہ کو تعاقب کیساتھ میں اپنی باری کا شقی والا اونٹ سواری کے واسطے کافی ہو اگر اُسپر سوار ہو سکے اور اگر کاٹھی پر سوار نہ ہوسکے بسبب مرض یا ضعف
کے اور نازک مزاجی کے تو فرض نہ حج کی شرط یہ ہے کہ محمل پر قادر ہو اسواسطے کہ وہ آدمی سے کاٹھی پر سفر نہیں ہو سکتا اگر اسی طرح اُسکی باری کی کاٹھی
ہو تو ہر شخص کے واسطے وہ راحلہ معتبر ہے جس پر وہ پہنچ جاوے کذا فی النہر ابن ماجہ نے عبداللہ بن عمر سے روایت کی کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک
شخص نے پوچھا کہ حج کس چیز سے فرض ہوتا ہے فرمایا زاد اور راحلہ سے اور ابن عباس سے روایت کی کہ حضرت نے استطاعت سبیل کی زاد و راحلہ سے تفسیر فرمائی
اسمیں نقل کو لیتے ہیں جو کچھ وہ باندھنے کے لائق ہو اور بعضے علماء مرکب مشترک کو راحلہ بولتے ہیں نہ پیادہ کذا فی البحر الرائق الافاقی بالزاد و الراحلۃ لا المکی قال فی الحلی
لاسیما المکی بالراحلہ شرط ہے آفاقی کے واسطے جو مکہ معظمہ سے دور رہتا ہو نہ مکی کے واسطے جو عرفات تک پیدل چل سکتا ہو اسواسطے کہ مکہ سے عرفات تک چلنا
نماز جمعہ کے واسطے اُٹھ جانے کے مشابہ ہے اور اگر بسبب شدت نقاہت کے نہ چل سکے تو اُسکے واسطے بھی راحلہ شرط ہے کذا فی النہر و فاقد او لو قدر علی غیر
الراحلۃ من بغل او حمار لم یجب قال فی البحر و ظاہرہ عدم الوجوب اور اشتراط الراحلہ سے مصنف نے اشارہ کیا کہ اگر راحلہ کے سوا اور سواری
پر قدرت ہو جیسے خچر یا گدھے پر تو حج واجب نہ ہوگا بحر الرائق میں کہا کہ میں نے اس مسئلہ کو کتب فقہ میں صریح نہیں دیکھا اور فقہا نے تو گدھے اور خچر کی سواری
کی کراہت حج کے واسطے صاف صاف بیان کی ہے یعنی کراہت تنزیہی کذا فی حاشیۃ الطحطاوی حاشیہ تحفۃ الاخیار میں حلبی نے کہا کہ سوا اونٹ کے اور سواری
حج کو نہ واجب کرنا مسلم نہیں اسواسطے کہ ہر چند اہل لغت میں راحلہ اونٹ کو کہتے ہیں لیکن راحلہ سے مراد وہ ہے جس پر سواری ہو وے قہستانی نے تصریح کی ہے کہ راحلہ
سے مراد وہ ہے جس پر انسان سوار ہو اور ضروریات سفر مثل کھانے اور پینے اور لباس وغیرہ کے اُسپر لادے جاتے اور آتے ہوں انتہی اور شرح مناسک متوسط میں ہے کہ شرط حج
حج یہ ہے کہ مسلمان قادر ہو اونٹ پر یا گھوڑے پر یا خچر پر لیکن گدھے کی سواری مسافت بعیدہ میں مکروہ ہے تکلیف کشی کے سبب سے وفی السراجیۃ الحج راکبا افضل منہ
ماشیا یعنی و المتعب افضل من العمارۃ اور سراجیہ میں ہے کہ سوار ہو کر حج کرنا بہتر ہے پیادہ چلکر حج کرنے سے اسواسطے کہ پیدل چلنے والا مشقت اٹھانے سے نازک مزاج
ہو جاتا ہے اور رفیقوں سے سخت کلامی کرتا ہے اور اگر بد مزاج نہو تو پیدل افضل ہے سواری سے اور کاٹھی والے اونٹ پر سوار ہونا محمل سے افضل ہے کہ بیٹھنے اور فخر کا
خوف نہیں کذا فی الطحطاوی و فی اجارۃ الخلاصۃ حمل المحمل مائتان و الراویۃ مناو الحمار راکب و خمسون قد العاھران المحمل کا معیار و خلاصہ کی کتاب الاجارہ
میں ہے کہ اونٹ کا بوجھ ۲۰۰ من ہے اور گدھے کا بوجھ ۱۵۰ من ہے اور ظاہر ہے خچر کا بوجھ بھی گدھے کے برابر ہے یہ علم شرعی من ۴۰ استار کا ہے اور استار ساڑھے چھ درم
کا ہوتا ہے کذا فی الطحطاوی و لو و ھب الاب لابنہ مالا یحج بہ لم یجب قبولہ لان شرائط الوجوب لا یجب تحصیلہا و لہذا سنداً بالاتفاق الفقہا و خلافا للامام لیس

اور اگر باپ اپنے بیٹے کو مال دے حج کرنے کے واسطے تو اسپر مال کا قبول کرنا واجب نہیں ہے واسطے کہ وجوب کی شرط کا حاصل کرنا واجب نہیں اور یہ
اپنی قدرت سے زاد اور راحلہ کی شرط وجوب سے ہے باتفاق فقہا بخلاف اہل اصول کے کہ انکے نزدیک یہ وجوب ادا کی شرط ہے فضلا عما لا بد منہ کما مر فی الزکوٰۃ
جو زاد اور راحلہ فاضل ہو ضروریات شخص سے چنانچہ اسکی تصریح کی گئی ہے … فتح القدیر میں ہے کہ ضروریات انسانی جیسے رہنے کا گھر اور خدمت کا غلام
اور استعمال کا لباس اور اسباب خانگی تو ان چیزوں کے بیچنے سے استطاعت ثابت نہیں ہوتی ومنہ المسکن ومرمتہ ولو کبیرا یفضل عنہ … وایجر بالباقی
فانہ لا یلزمہ بیع الزائد … افضل … لزوم بیع الکل … ضروریات میں … اور اسکی مرمت اگرچہ
ایسا بڑا گھر ہو کہ اسمیں سے تھوڑا مکان رہنے کو کافی ہے اور باقی کو بیچکر حج ہو سکتا ہے تو زائد از حاجت کا بیچنا حج کے واسطے اسپر لازم نہیں
زائد مکان کا بیچنا اسی حج کے واسطے افضل ہے اور اس تقریر سے معلوم ہوا کہ سب مکان کا بیچنا اور … بطریق اولی لازم نہیں
… اگر ایک شخص کے پاس اتنا مال ہو کہ اگر اس مال سے گھر
اور غلام کو مول لیوے تو اسکے پاس اتنا مال باقی نہ رہے جو حج کو کفایت کرے تو اسپر لازم نہیں … اختلاف … اس واسطے کہ
یہ مال حاجت اصلی سے زائد نہیں … اگر اس مال سے حاجت اصلی … اشتغالہ بالحاجۃ …
… الاولاد … اگر اسکے بیٹے … مال کی حاجت ہو اور
اگر حاجت نہ ہو تو … مال کی حاجت نہیں …
… الا اذا کان … الخ
… اور اشباہ میں ہے کہ ایک شخص کے پاس ہزار درہم ہیں … دو ہزار کا مالک ہو
اسکو نکاح کر لینا جائز ہے اور اگر شہر سے قافلہ چلنے کے وقت مالک ہوا تو اسپر حج لازم ہے … نفقۃ یقدم حق العبد اور زاد اور راحلہ
زیادہ ہو اسکے اہل وعیال کے خرچ سے اہل وعیال سے مراد وہ لوگ ہیں جنکا نفقہ اسپر لازم ہے … حق العبد کے یعنی بندہ کا حق خدا کے حق پر مقدم
ہے بحکم شرع اس واسطے کہ خدا بے نیاز ہے اور بندے محتاج الی حین عودہ … عیال کے خرچ …
… ایکدن کا نفقہ زیادہ ہو … امام … اور ابو یوسف سے …
… مع امن الطریق … سلامتی …
وجوب حج کے واسطے کہ بدون امن کے … قافلہ چلنے کے وقت چاہیے اگرچہ غیر وقت میں امن نہ ہو … مراد یہ ہے کہ لوگ اکثر
با سلامت آتے جاتے ہوں اور خوف قلیل کا وجود معتبر نہیں اور یہی قول فقیہ ابو اللیث کا مختار ہے اور یہی … اقوال لائق اعتماد کے نہیں اور
جس ملک سے بدون سواری جہاز کے حج نہ ہو سکتا ہو جیسے ہندوستان سے تو … اختلاف ہے کرمانی نے کہا کہ اگر سمندر میں سلامتی غالب ہو
اور اس ہند سے سواری جہاز کی مروج ہو تو حج واجب ہے اور اگر غالب سلامتی کا نہیں تو حج بھی واجب نہیں اور یہی قول اصح ہے کذا فی شرح النقایہ … ہندوستان میں
امن راہ خشکی اور تری میں بخوبی حاصل ہے … جہاز رانی … اہل ہند پر وجوب حج میں ہرگز تردد نہیں
ہزاروں شخص ہر سال ہند سے جاتے ہیں اور حج کر کے با سلامت پھر آتے ہیں … اگرچہ امن راہ رشوت دیکر حاصل ہو …
تحقیق کمال الدین محقق نے کہا یعنی اگر قطاع الطریق کو رشوت دیکر امن حاصل ہو تو رشوت دینا … ظالم … حرام رشوت … کی
… اخذ الکتاب … عذر … اگر ہر سال … حجاج

[illegible] قوت حج میں فرق ہے [illegible] کا نہیں اور [illegible] فی الطریق من الکلس [illegible] قولان والمعتمد لا کما فی الفتح [illegible]
[illegible] فی الافضل [illegible] القدرۃ علی الکلس [illegible] اور کیا وہ مال جو [illegible] وہ کیسا اور [illegible]
[illegible] میں [illegible] دو قول ہیں اور قول معتمد یہ ہے کہ [illegible] کذا فی [illegible] اور اسی قول پر [illegible]
[illegible] ہے [illegible] اور فرض [illegible]
اور محرم [illegible] اور [illegible] محرم کا اگر [illegible] محرم ہو [illegible] عورت کا وہ [illegible]
نکاح [illegible] عورت [illegible] کذا فی [illegible] ابو داؤد [illegible] رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم
نے فرمایا کہ عورت [illegible] حلال نہیں [illegible] کذا فی [illegible] الکبیر [illegible]
فی [illegible] محرم [illegible] کذا فی [illegible] محرم [illegible]
[illegible] کالبالغ [illegible] البلوغ [illegible] کذا فی [illegible] الا الفاسق [illegible]
[illegible] محرم [illegible] فاسق [illegible] عدم حفاظت [illegible] فاسق [illegible]
نہیں [illegible] النفقۃ [illegible] علیہا [illegible] واجب [illegible]
اسواسطے کہ وہ [illegible] گیا لا امرأۃ [illegible] فی سفر [illegible] عورت کے واسطے زوج یا محرم [illegible] اور اگر عورت [illegible]
[illegible] قولان اور کیا لازم ہے عورت کو نکاح کر لینا [illegible] دو قول ہیں اگر عورت [illegible] محرم نہ ہو [illegible] کے واسطے
نکاح کرے اور دوسرا قول یہ ہے کہ [illegible] نکاح لازم نہیں [illegible] غلام عورت کا محرم نہیں اگرچہ [illegible] غلام کے ساتھ سفر کرنا
حرام ہے کذا فی حاشیۃ الطحطاوی عن البزازیۃ [illegible] الاسلام [illegible] اسلام [illegible]
فرض سے [illegible] محرم [illegible] حج نفل [illegible] کذا فی [illegible] اور اگر عورت نے [illegible] محرم کے حج کیا تو جائز
ہوگا کراہت کے ساتھ کراہت سے مراد کراہت تحریمی ہے کذا فی الطحطاوی [illegible] عدۃ [illegible]
مطلقا [illegible] کوئی عدت کیوں نہ ہو خواہ عدت وفات کی خواہ طلاق بائن یا رجعی [illegible] العدۃ [illegible]
وقت خروج اہل بلدہا وکذا سائر الشروط [illegible] عدت کے [illegible] عورت کو سفر سے [illegible] شہر والوں کے نکلنے کے وقت [illegible]
جب اہل شہر حج کے واسطے نکلیں اگر عورت عدت میں ہوگی تو سفر حج نہ کر سکے گی کہ عدت میں سفر کرنا جائز نہیں اور اگر [illegible] سفر کر لے [illegible] واجب ہوگی [illegible]
تفصیل کتاب العدۃ میں مذکور ہے اور [illegible] اعتبار [illegible] عدت کا خروج کے وقت معتبر ہوا [illegible] کا اعتبار خروج ہی کے وقت ہے [illegible]
حریت اور عقل اور بلوغ اور صحت بدن اور بینائی اور قدرت زاد اور راحلہ کے وقت خروج معتبر ہے [illegible] خروج [illegible]
خروج کے وقت مفلس تھا اور [illegible] مفلس ہوگیا یا خروج کے وقت [illegible] اس سال کا حج [illegible] لازم نہیں [illegible] عاقل [illegible]
[illegible] اگر احرام باندھا صغیر [illegible]
اسکی طرف سے [illegible] اسکا احرام باندھا [illegible] محرم ہوگا اور [illegible] کو لباس [illegible] اور [illegible]
[illegible] کلام [illegible] احرام [illegible] صحیح ہوتا [illegible] احرام [illegible]
[illegible] احرام باندھے [illegible] ہوگیا

یا غلام احرام باندھکر آزاد ہو گیا قبل ٹھہرنے عرفات کے پھر اسی اگلے احرام پر پھر ایک چلا گیا یعنی دوسرا احرام نہ باندھا تو دونوں کا فرض حج ساقط نہوگا اسلیے
کہ شروع سے نفل تھا پھر نفل کی نیت سے فرض کیونکر ادا ہو تو بعد بلوغ اور آزادی کے حج فرض صغیر اور عبد پر لازم رہیگا ولو جدد الصبی الاحرام قبل وقوفه
بعرفة ونوی حجة الاسلام اجزاہ پھر اگر صغیر نے بعد بلوغ کے نیا احرام باندھا قبل وقوف عرفات کے اور اس احرام جدید سے فرض حج کی نیت کی تو کافی ہے
یعنی فرض ادا ہو گیا ہم احرام جدید اس طرح کرنا چاہیے کہ میقات تک پلٹ جاوے اور وہاں دوسرا احرام باندھکر حج کی نیت سے لبیک کہے ولو فعل العبد المعتق
ذلک الفعل المذکور لم یجز لانعقاده لازما بخلاف الصبی والکافر والمجنون اور اگر آزاد غلام اس طرح سے نیا احرام باندھیگا تو اسکو کفایت نکریگا یعنی اسپر سے
فرض حج ساقط نہوگا اسواسطے کہ غلام پر نفل حج شروع کرنے سے لازم ہو گیا تو اسکو توڑ نہیں سکتا بخلاف صغیر اور کافر اور مجنون کے اسواسطے کہ صغیر کا احرام
لازم نہیں تو اسکو احرام توڑنا جائز ہوا اور کافر کا احرام سرے سے صحیح نہیں بسبب عدم اہلیت کے والحج فرضه ثلثة الاحرام اور حج میں تین کام فرض ہیں
اول احرام باندھنا فرض وہ ہے جسکے ترک سے حج باطل ہو جاوے اور سال آیندہ میں اسکی قضا لازم آوے وهو شرط ابتداء وله حکم الرکن انتهاء حتی لم یجز لفائت
الحج استدامته لیقضی به من قابل اور احرام شرط ہے باعتبار ابتدا کے ولذا اسکی تقدیم حج کے مہینوں پر جائز ہے جیسے وضو قبل وقت نماز کے جائز ہے اور احرام
کو رکن کا حکم ہے باعتبار انتہا کے تا آنکہ جسکا احرام باندھکر حج فوت ہو گیا ہو اسکو احرام کا باقی رکھنا تاکہ سال آیندہ اسی سے حج کی قضا کرے جائز نہیں
اور اگر شرط ہوتا ہر طرح سے تو اسکا باقی رہنا جائز ہوتا والوقوف بعرفة فی اوانه سمیت بها لان آدم علیه السلام وحوا تعارفا فیها اور دوسرا فرض عرفات کا
ٹھہرنا ہے اسکے خاص وقت میں عرفات کا نام عرفات اسواسطے رکھا گیا کہ آدم اور حوا علیہما السلام یہیں باہم متعارف ہوئے تھے جب بہشت سے زمین پر متفرق اترے پھر بعد
مدت عرفات میں یکجا ہوے اور ایک نے دوسرے کو پہچانا ومعظم طواف الزیارة وهما رکنان اور تیسرا فرض اکثر طواف زیارت اور دونوں یعنی وقوف
عرفات اور طواف الزیارة رکن ہیں حج کے لیکن وقوف عرفات قوی تر ہے طواف سے اسواسطے کہ جماع قبل وقوف سے حج فاسد ہو جاتا ہے اور جماع قبل
طواف سے فاسد نہیں ہوتا کذا فی العالمگیریہ وواجبه نیف وعشرون اور واجبات حج کے بیس اور کئی ہیں چنانچہ چھبیس کام ہیں چنانچہ شمار واجبات کا
رقم ہندسے سے معلوم ہوگا واجب وہ ہے جسکے ترک سے حج باطل نہیں ہوتا بلکہ دم دینا لازم آتا ہے ووقوف جمع وهو المزدلفة سمیت به لان آدم اجتمع بحوا
وازدلف الیها ای دنا منها ٹھہرنا جمع کا یعنی مزدلفہ کا اسکا مزدلفہ اسواسطے نام ہوا کہ آدم حوا کے ساتھ وہاں جمع ہوئے اور انکے قریب ہو گئے والسعی وعند
الائمة الثلثة هو رکن بین الصفا سمی به لانه جلس علیه آدم صفی الله والمروة لانه جلس علیها امرأته ای حوا ولذا انثت ۲ اور چلنا صفا و مروہ کے درمیان
اور تینوں اماموں کے نزدیک سعی کرنا رکن ہے صفا اور مروہ دو پہاڑیاں ہیں مسجد الحرام کے پاس صفا اسواسطے اسکا نام ہوا کہ آدم صفی الله اسپر بیٹھے اور
مروہ اسواسطے نام ہوا کہ امراة یعنی عورت اسپر بیٹھی عورت سے حوا مراد ہیں اور اسی واسطے لفظ مروہ مؤنث ہے ہم بعضے علما نے وجہ تسمیہ یوں بیان
کی ہے کہ صفا ایک مرد کا نام تھا اور مروہ ایک عورت کا نام تھا سو دونوں نے بیت الله میں حرام کاری کی حق تعالی نے انکو پتھر کر ڈالا دونوں صورتوں کو
دونوں پہاڑیوں پر لوگوں کی عبرت کے واسطے رکھدیا کذا فی حاشیة الطحطاوی والله اعلم ورمی الجمار لکل من حج ۳ اور کنکریاں مارنا جمرات ثلثہ پر
ہر حج کرنیوالے کو خواہ قارن ہو خواہ متمتع خواہ مفرد وطواف الصدر ای الوداع للآفاقی غیر الحائض ۴ اور طواف الصدر یعنی رخصت کا طواف
آفاقی کو سوا حائض کے تو مکی اور میقاتی اور حائضہ پر طواف الصدر واجب نہیں والحلق او التقصیر ۵ اور سر منڈانا یا بال کترانا وانشاء الاحرام
من المیقات ۶ اور احرام کا شروع کرنا میقات سے یعنی احرام کے مقام سے ومد الوقوف بعرفة الی الغروب ان وقف نهارا ۷ اور دراز کرنا
وقوف عرفات کا غروب آفتاب تک اگر دن میں وقوف کیا ہو یعنی کچھ دن اور رات کے وقوف کو جمع کرنا واجب ہے والبداءة بالطواف من الحجر الاسود لمواظبته
علیه السلام وقیل فرض وقیل سنة اور واجب ہے حجر اسود سے طواف کا شروع کرنا بنابر اشبہ قول کے اسواسطے کہ رسول الله صلعم ہمیشہ ابتدا طواف حجر اسود

کرنے کہتے اور بعضون کے نزدیک یہ فرض ہی اور بعضون کے نزدیک سنت ہی والتیامن فیه ای فی الطواف فی الاصح ۹۔ اور طواف کو اپنے داہنی طرف سے کرنا بنابر
قول اصح کے یعنی جب حجر اسود کے مقابل کھڑا ہو تو اپنی داہنی طرف سے طواف کرے جدھر ملتزم اور دروازہ ہی بیت اللہ کا والمشی فیه لمن لیس له عذر کتیمم منه
ولو نذر طوافا زحفا لزمه ماشیا ولو شرع متنفلا زحفا فمشیه افضل ۱۰۔ اور واجب ہی طواف میں اپنے پاؤن چلنا جسکو ایسا عذر نہین جو چلنے کا مانع ہو اور جیسے
نذر مانی طواف کی زمین پر گھسٹ کر تو اسپر پیدل طواف کرنا لازم ہی اور اگر نفل طواف زمین پر گھسٹ کر شروع کیا تو اسکو طواف میں پاؤن سے چلنا افضل ہی
والطهارة فیه من النجاسة الحکمیة علی المذهب وفی الحقیقة من ثوب وبدن ومکان طواف والاکثر علی انه سنة مؤکدة کما فی شرح لباب المناسک ۱۱۔ اور طواف میں
طہارت نجاست حکمی سے واجب ہی بنابر قوی مذہب کے اور قول ضعیف یہ ہی کہ طہارت نجاست حقیقی کی کپڑے اور بدن اور طواف کے مکان سے جو
ہی اور اکثر علما کا یہ قول ہی کہ نجاست حقیقی کی طہارت سنت مؤکدہ ہی نہ واجب چنانچہ لباب المناسک کی شرح میں مذکور ہی وستر العورة فیه وکشف
ربع العضو فاکثر کالکل کما فی الصلاة فیجب الدم ۱۲۔ اور شرمگاہ کا ڈھکنا طواف میں اور جو چوتھائی عضو یا زیادہ کھلنے سے طواف میں ذبح کرنا واجب ہوتا ہی چنانچہ
عضو کا بیان کتاب الصلاة میں گذرا وبداءة السعی بین الصفا والمروة من الصفا ولو بدا بالمروة لا یعتد بالشوط الاول فی الاصح ۱۳۔ اور صفا اور
مروہ کے درمیان کی سعی کو صفا سے شروع کرنا اور اگر مروہ سے شروع کریگا تو شوط اول میں اسکا شمار نہوگا قول اصح میں یعنی اول مروہ سے چلنا صفا تک
شوط اول میں داخل نہین بسبب ترک واجب کے بلکہ شوط اول عبارت ہی ابتدا سے صفا سے مروہ تک والمشی فیه ای السعی لمن لیس له عذر کما مر ۱۴۔
اور چلنا سعی میں جسکو چلنے میں کچھ عذر مانع نہین چنانچہ طواف میں مذکور ہوا وذبح الشاة للقارن والمتمتع ۱۵۔ اور ذبح کرنا بکری کا قارن
یا متمتع کو وصلاة رکعتین لکل اسبوع من ای طواف کان فلو ترکها هل علیه دم قیل نعم ونوقش ۱۶۔ اور دو رکعت نماز پڑھنا واجب ہی ساتوں پھیرون
کے گرد کعبہ کے بعد کوئی طواف کیون نہو یا نسک کا طواف نفل میں بھی اور دو رکعتین واجب ہین سو اگر دو رکعت کو طواف کرنیوالے نے ترک کیا تو آیا ترک
کرنا کیا واجب ہی بعضے علما نے کہا کہ ہاں واجب ہی لوگ قبل ذبح کے مرتے اسکو ادا کرے تو ذبح کرنیکی وصیت کرجاوے والترتیب الاتی بیانه بین الرمی والحلق
والذبح یوم النحر ۱۷۔ اور ترتیب کرنا درمیان کنکریان مارنے اور سر منڈانے اور ذبح کرنے کے قربانی کے دن چنانچہ بیان اسکا آیندہ ہوگا واما الترتیب
بین الطواف وبین الرمی والحلق فسنة فلو طاف قبل الرمی والحلق لا شیء علیه ویکره لباب اور وہ ترتیب جو طواف کے درمیان اور کنکریان مارنے اور سر منڈانے
کے درمیان میں ہی سو وہ سنت ہی واجب نہین تو اگر طواف کیا قبل رمی اور حلق کے تو کوئی چیز اسپر لازم نہین لیکن وہ مکروہ ہی بسبب ترک سنت کے
کذا فی لباب المناسک وسیجیء ان المفرد لا ذبح علیه وسنحققه اور آگے آویگا کہ مفرد یعنی جو فقط حج کی نیت کرے بلا قران اور بلا تمتع اسپر ذبح واجب نہین اور
عنقریب باب الجنایات میں ہم اسکی تحقیق کرینگے وفعل طواف الافاضة ای الزیارة فی یوم من ایام النحر ۱۸۔ اور طواف الافاضہ یعنی طواف الزیارہ
کرنا کسی دن میں قربانی کے دنون سے ومن الواجبات کون الطواف وراء الحطیم ۱۹۔ اور واجبات سے ہی طواف کرنا بیت اللہ کا حطیم کے ساتھ حطیم ایک جگہ کا
نام ہی جو بیت اللہ کے جانب غرب اور شمال واقع ہی اسکے گرد چھوٹی دیوار ہی کمان کے مانند حدیث صحیح میں ثابت ہی کہ ابراہیم علیہ السلام کے وقت میں حطیم بیت اللہ
کے اندر داخل تھی قریش نے ایام جاہلیت میں جب کعبہ بنایا تو بسبب قلت مصارف کے حطیم کو کعبہ سے جدا کر دیا پس جب حطیم بیت اللہ میں داخل تھی
لہذا طواف میں اسکا داخل کرنا واجب ہوا اور فرض اسواسطے نہوا کہ دخول اسکا بیت اللہ میں بدلیل قطعی ثابت نہین واللہ اعلم وکون السعی بعد طواف
معتد به ۲۰۔ اور سعی کا ہونا بعد طواف کے جو شمار کے لائق ہو یعنی چار شوط یا زیادہ کے بعد اس واسطے کہ چار شوط سے طواف معتبر ہوتا ہی وتوقیت
الحلق بالمکان والزمان ۲۱۔ اور سر منڈانے کی تعیین مکان خاص اور زمانہ مخصوص میں یعنی حلق کرنا حرم کے اندر ایام نحر میں واجب ہی
وترک المحظور کالجماع بعد الوقوف ۲۲۔ اور ممنوعات غیر مفسدہ کا ترک کرنا بعد وقوف عرفات کے واجب ہی چنانچہ جماع اور قبل وقوف کے جماع مفسد ہی

حج کا ولبس الخف ۲۳ - اور چھپے ہیے لباس سے پہننے کو ترک کرنا لقولہ تعالیٰ الرانس والوجہ ۲۴ - اور سر کو ڈھکنا ۲۵ - اور چہرے کو ڈھکنا والقفازین

ان کل واجب جبر بدم فهو واجب صحح به فی الملتقی وصحح فی الجنایات اور قاعدہ کلیہ واجبات حج کے دریافت کرنے کا یہ ہے کہ جس فعل کے ترک

کرنے سے ذبح کرنا واجب ہو سو وہ فعل واجب ہے یہی تصحیح ہے ملتقی مین اور جن افعال سے ذبح کرنا لازم ہوتا ہے اُنکا بیان باب الجنایات مین انشاء اللہ ہوگا

ہم شارح نے بعد شمار واجبات کے قاعدہ دریافت واجبات کا اسواسطے بیان کیا کہ واجبات حج ان ۲۵ - امور مین منحصر نہین اسواسطے کہ ذبح کرنا عوض

سے امور کے ساتھ واجبات سے ہے اور حالانکہ انکو مصنف نے ذکر کیا نہ شارح نے کذا فی حاشیۃ الطحطاوی شرح وقایہ اور وہ مردین پانچ چیزون کو واجب

کہا الثنی وتوقیت منزلفہ والسعی بین الصفا والمروہ اور رمی جمار او طواف الصدر او حلق راس کو اور کہا ہے کہ سواے فرائض اور ان واجبات کے باقی افعال

سنت ہین یا مستحب حالانکہ یہ صحیح نہین اسواسطے کہ واجبات پانچ مین منحصر نہین اور ایسے مقام مین شمار کرنا حصر کا مفید ہوتا ہے کذا فی منح الغفار فائدہ حلبی

اکثر کتب مین افعال تمسہ مذکورہ کو واجبات مین شمار کیا ہے اور بعض کتابون مین دریافت واجبات کا قاعدہ کلیہ مذکور ہے چنانچہ ملتقی الابحر سے شارح

نقل کیا اور کسی نے انحصار کرنا واجبات کو ضرور نہین جانا بخیال تکرار کے اسواسطے کہ جنایات مین ایکی خود تصریح موجود ہے لیکن ماتن اور شارح نے ۲۵

واجبات شمار کیے واسطے مزید بصیرت کے رحمۃ اللہ علیہما وغیرہا ستین وآدابہا کان یوسع فی النفقۃ ویحافظ علی الطہارۃ وعلی صون لسانہ اور فرائض

اور واجبات کے سوا باقی افعال سنت ہین اور مستحب چنانچہ کشادگی اور فراغت سے خرچ کرنا اپنے اوپر اور سواری کے اور اسلیے کہ حج مین خرچ کرنا ثواب مین

جہاد کے خرچ کے برابر ہے کذا فی حاشیۃ الطحطاوی اور ہمیشہ باطہارت رہنا اور زبان کو غیبت اور سخت گوئی اور دشنام سے بچانا اور خدا زبان کا روکنا ہمیشہ بہتر ہے

علی الخصوص حج مین زیادہ تر اسکا اہتمام لازم ہے قال اللہ تعالیٰ فمن فرض فیہن الحج فلا رفث ولا فسوق ولا جدال فی الحج ویستاذن ابویہ ودائنہ وکفیلہ

اور مستحب ہے حج کی اجازت طلب اپنی مان اور باپ سے اور قرضخواہ سے اور قرض کے ضامن سے اگر اسکے کہنے سے اُسنے ضمانت کی ہو اور اگر اسکے بدون

امر کے وہ ضامن ہوا ہو تو اجازت کی کچھ حاجت نہین کذا فی حاشیۃ الطحطاوی ویودع المسجد برکعتین ومعارفہ ویستحلہم ویلتمس دعاءہم اور

مستحب ہے محلہ کی مسجد سے دو رکعت نماز پڑھکر رخصت ہونا اور اپنے دوستون سے رخصت ہونا تاکہ وہ دعاے خیر کرین اور مستحب ہے دوستون اور آشناؤن

اپنے قصور معاف کروانا اور اُنسے دعا کی درخواست کرنا اور فتح القدیر مین ہے کہ سفر کے وقت خود رخصت ہونے کو جاوے اور جب حج کرکے آوے تو دوستون

کو اسکے پاس آنا چاہیے ویتصدق بشیء عندہ ویخرج یوم الخمیس فقد خرج علیہ السلام فی حجۃ الوداع او الاثنین او الجمعۃ بعد التوبۃ والاستخارۃ

اسے فی ان یحل البشری او کیفری ویحل لیسافر بہا او بحجرا او یحل یرافق فلانا او لا لان الاستخارۃ فی الواجب والمکروہ لا محل لہا وتمامہ فی النہر

اور مستحب ہے کچھ خیرات کرنا سفر کے وقت اسواسطے کہ صدقہ دافع ہے بلا کا اور سنت ہے سفر کرنا پنجشنبہ کے دن اسواسطے کہ رسول خدا

صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع مین اسی دن سفر کیا تھا یا دوشنبہ یا جمعہ کے دن سفر کرنا مستحب ہے بعد توبہ اور استخارہ کرنے کے یعنی ایسے

استخارہ کرے کہ سواری کو مول لے یا کرایہ کرے اور سفر خشکی مین کرے یا دریا مین اور فلانے شخص کو اپنا رفیق سفر کا کرے یا نہ کرے اور

یون نہ استخارہ کرے کہ مین حج کرون یا نہ کرون اسواسطے کہ واجب اور مکروہ مین استخارہ بے موقع ہے ع دریکا رخیر حاجت ہیچ استخارہ نیست اور پورا

بیان اسکا نہر الفائق مین ہے اور باقی مضمون نہر الفائق کا یون ہے کہ استخارہ کا طریقہ یہ ہے کہ دو رکعت نماز ادا کرے پہلی رکعت مین قل یا ایہا الکافرون اور دوسری

رکعت مین قل ہو اللہ احد پڑھے پھر استخارہ کی دعا جو احادیث مین ثابت ہے پڑھے پھر توبہ کرے شرائط توبہ کی مراعات کرکے یعنی جسکی حق تلفی کی ہو اُنسے معاف

کرا وے اور جسکا مال چوری یا دغا بازی یا غصب یا رشوت سے لیا ہو اسکو پھیر دے حتی الامکان اور جن عبادات مین قصور ہوا ہو اُنکو قضا کرے اور

اپنے گناہون سے نہایت شرمندہ ہو اور مصمم ارادہ کرے کہ پھر اُن گناہون کو نہ کریگا اسواسطے کہ اس شاہنشاہ کے دربار مین ان نجاستون

کو لیجانا کمال بے ادبی ہے اور نفقہ حلال کی طلب میں نہایت کوشش کرے اور اس سفر میں حضر و سفر میں رفیق صالح کی صحبت کہ غفلت کے وقت میں ہوشیار کرے
اور بے صبری اور ناشکیبائی کی حالت میں صبر کی تعلیم کرے اور جب یہ عاجز ہو تو وہ اعانت کرے اور حج کرنیوالے کو مناسب ہے کہ کرایہ والے کو اپنا اسباب دکھلا دے
اور بدون اسکی اجازت کے زیادہ سواری پر نہ لادے اور بدون اجازت کے کبھی جانور کی طاقت سے زیادہ بوجھ نہ رکھے اور سفر حج میں بہتر یہ ہے کہ تجارت کی
نیت نہ کرے اگرچہ تجارت سے ثواب کم نہیں ہوتا مانند غازی کے اور لازم ہے کہ اس سفر میں ریا اور سمعہ اور تفاخر سے اپنے کو بچاوے ولہذا محمل کو بعضے علما
مکروہ جانتے ہیں انتہی ما فی النہر الفائق اور فتح القدیر میں ہے کہ تحصیل نفقہ حلال میں کوشش بلیغ لازم ہے اسواسطے کہ حرام نفقہ سے حج مقبول نہیں ہوتا اگرچہ
فرض ساقط ہو جاتا ہے اور [illegible] صحیح اور عدم قبول حج میں کچھ منافات نہیں عدم قبول کے یہ معنی ہیں کہ ثواب حاصل نہیں ہوتا اور نتیجہ اسکا یہ مطلب کہ آخرت میں عذاب
نہیں جیسا کہ تارک حج کو ہوگا اور فتاوی قاضیخان میں ہے کہ جب آدمی کے پاس حلال مال ہو اور اسمیں کچھ شبہ ہو حج کا ارادہ کرے تو اسکی تدبیر یہ ہے کہ نفقہ حج کیواسطے
قرض لے اور اپنے اس مال سے قرض کو ادا کرے اور مناسب ہے کہ عیال کا خرچ دیجاوے اور خوش خلقی سے سفر کرے اور راہ میں تقوی اختیار کرے اور
ذکر الہی کی کثرت کرے اور بدخلقی اور غضب سے پرہیز کرتا رہے اور لوگوں کی بدخلقی اور غصہ سہار لے حلم اور بردباری کرتا رہے کذا فی العالمگیریہ اور تذکرہ کی
دعائیں حصن حصین وغیرہ کتب احادیث سے یاد کر لے یا لکھ لے اور انکو اپنے موقع پر پڑھا کرے حج کے جس قدر [illegible] ضروری ہیں
اسکے سنن اور ممنوعات حج کو دریافت کرنا چاہیے اور طواف القدوم اور طواف زیارت میں رمل کرنا اور صفا مروہ کے اندر دونوں سبز ستونوں کے درمیان دوڑنا
اور ایام نحر کی راتوں میں منا میں رہنا اور عرفے کے دن بعد طلوع آفتاب کے منا سے عرفات کو جانا اور مزدلفہ سے منا کی طرف چلنا قبل طلوع آفتاب
کے سنت ہے کذا فی فتح القدیر اور مزدلفہ میں رات کو رہنا سنت ہے اور جمرات ثلثہ کی رمی میں ترتیب سنت ہے کذا فی العالمگیریہ اور ممنوعات حج
دو قسم ہیں ایک وہ جو انسان اپنی ذات پر کرے وہ حجامت بنوانا اور سر منڈانا اور ناخن کاٹنا اور خوشبو لگانا اور سر اور چہرہ کا ڈھکنا اور سلا ہوا کپڑا
پہننا اور دوسری قسم وہ ہے جو آدمی اپنی ذات کے سوا غیر میں کرے جیسے شکار کرنا اور حرم کے درخت کو کاٹنا کذا فی العالمگیریہ (واشہرہ شوال وذو القعدۃ

بفتح القاف وبکسر وعشر ذی الحجۃ بکسر الحاء و فتح وعند الشافعی لیس منہا یوم النحر وعند مالک ذو الحجۃ کلہ عملا بالآیۃ قلنا اسم الجمع یشترک فیہ ما وراء
الواحد) اور حج کے مہینے شوال اور ذیقعدہ اور دس دن ذی الحجہ کے ہیں اور امام شافعی اور ابو یوسف کے نزدیک قربانی کا دن حج کے مہینوں
میں نہیں اور امام مالک کے نزدیک تمام ذی الحجہ حج کے مہینوں میں داخل ہے بدلیل آیت قرآنی کہ حق تعالی نے فرمایا الحج اشہر معلومات یعنی
حج کے مہینے معلوم اور مشہور ہیں لفظ اشہر جمع ہے اور اقل جمع تین ہیں شارح کتاب ہم جواب دیتے ہیں امام مالک کے استدلال کا کہ صیغہ جمع میں
ما وراے واحد بھی مشترک ہے یعنی دو اور دو سے زیادہ پر بھی اطلاق جمع کا قرآن مجید میں ثابت ہے حق تعالی نے فرمایا فقد صغت قلوبکما یعنی تم دونوں
کے دل مائل ہو گئے قلوب جمع ہے اور مراد تثنیہ ہے یعنی دو چنانچہ زمخشری نے اسکو صحیح کیا ہے تو جب جمع کا اطلاق دو پر ہوا تو اشہر کا اطلاق دو مہینے اور
ثالث پر بطریق اولی صحیح ہوگا کذا فی حاشیۃ الطحطاوی اگر کوئی کہے کہ ثمرہ ائمہ ثلثہ کے اختلاف کا کیا ہے شارح نے اسکا جواب قول آئندہ میں دیا (وفائدۃ

التوقیت انہ لو فعل شیئا من افعال الحج خارجہا لا یجزیہ) اور فائدہ اس توقیت اور تعیین کا یہ ہے کہ اگر افعال حج میں سے کوئی فعل اس
مدت سے باہر کرے تو کفایت نہ کریگا یعنی مثلا اگر متمتع اور قارن تین روزے رکھیں شوال سے تو جائز نہیں یا کوئی سعی کرے بعد طواف
القدوم کے اشہر حج سے پہلے تو صحیح نہیں اور احرام باندھنا اشہر حج میں مکروہ نہیں اور اس سے قبل جائز ہے مع الکراہت جیسا کہ معلوم ہوا تو زیادہ
کرنا چاہیے کہ شارح کو لازم تھا کہ بجاے لا یجزیہ کے لا یحل کہتا تاکہ احرام قبل اشہر الحج کا شامل رہتا اسواسطے کہ احرام قبل اشہر حج کے کفایت کرتا ہے
مگر حلال نہیں قہستانی نے کہا کہ رمی اور حلق اور طواف الزیارۃ بعد اشہر حج کے کفایت کرتے ہیں لیکن حلال نہیں بلکہ حرام ہیں کذا فی

تحفة الاخیار حاشیہ حلبی و أی یکرہ الاحرام له قبلها لان من علی نفسه من الضرر ما تشبهه بالرکن کما مر والا فقد یفید التحریم اور البتہ مکروہ ہے احرام باندھنا قبل ان مہینوں کے اگرچہ انسان کو اپنی ذات پر ارتکاب ممنوعات کا خوف نہو بسبب مشابہ ہونے احرام کے ساتھ رکن کے چنانچہ اسکا بیان اوپر گذرا اور مطلق ہونا کراہت کا تحریم کا مفید ہے یعنی قبل کا احرام مکروہ تحریمی ہے (والعمرة فی العمر مرة سنة مؤکدة علی المذهب) اور عمرہ کرنا تمام عمر میں ایکبار سنت مؤکدہ ہے بنابر قوی مذہب کے اور بعضے علماء حنفیہ کے نزدیک فرض کفایہ ہے کذا فی حاشیہ الطحطاوی (وصحح فی الجوهرة وجوبها) اور جوہرہ میں وجوب عمرہ کو صحیح کہا اگر کوئی کہے کلام مجید میں ارشاد ہوا (اتموا الحج والعمرة لله) یعنی تمام کرو حج اور عمرہ کو اللہ کے واسطے اس آیت میں اتمام کا امر ارشاد ہوا اور امر مفید وجوب کا ہے اسکا جواب شارح نے آئندہ قول میں دیا (قلنا المأمور فی الآیة الاتمام وذلک بعد الشروع) ہم جواب دیں گے کہ آیت میں امر اتمام کا ہے اور اتمام نہیں ہوتا مگر بعد شروع کرنے فعل کے اور ایسے تو ہم قائل ہیں کہ سنت بلکہ نفل بعد شروع کے واجب ہو جاتی ہے اور عمرہ لغت میں زیارت ہے اور ... یعنی آباد مکان کی طرف جانیکو کہتے ہیں کذا فی حاشیۃ الطحطاوی عن المغرب (وهی احرام وطواف وسعی وحلق او تقصیر) اور شرع میں عمرہ عبارت ہے احرام اور طواف اور سعی بین الصفا والمروہ اور بال منڈانے یا کترانے سے (فالاحرام شرط ومعظم الطواف رکن وغیرهما واجب) هو المختار پس احرام باندھنا عمرہ میں شرط ہے اور اکثر طواف یعنی چار بار یا زیادہ گھومنا گرد بیت اللہ کے فرض ہے اور باقی واجب ہے اور یہی قول مختار ہے یعنی سعی اور حلق کا عمرے میں واجب ہونا (ویفعل فیها کفعل الحاج) اور عمرے کے احرام اور طواف اور سعی میں ویسا کرے جیسا کہ حج کرنیوالا کرتا ہے اور جب طواف شروع کرے تو لبیک کہنا قطع کرے اور جب سر منڈا دے تو احرام سے باہر ہو کذا فی الطحطاوی عن القهستانی (وجازت فی کل السنة وندبت فی رمضان) اور جائز ہے عمرہ کرنا تمام سال میں سوا ایام منہیہ کے اور مستحب ہے رمضان شریف میں ہم سنن ابی داؤد میں عبداللہ بن عباس سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ رمضان میں عمرہ کرنا حج ساتھ حج کرنیکے برابر ہے اور نسائی میں عبداللہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حج اور عمرہ گناہوں کو دور کرتے ہیں جیسے لوہار کی بھٹی لوہے کے میل کو صاف کرتی ہے (وکرهت تحریماً یوم عرفة واربعة بعدها ای کره انشاؤها بالاحرام حتی یلزم دم وان رفضها لا اداؤها فیها باحرام سابق کقارن فاته الحج فاعتمر فیها لم یکره سراج وعلیه فاستثناء الشافیة القارن منقطع فافهم) ... اور مکروہ تحریمی ہے عمرہ کرنا عرفہ کے دن اور اسکے بعد چار دن اور یعنی احرام باندھکر عمرہ شروع کرنا ان دنوں میں مکروہ ہے یہانتک کہ اسپر دم دینا لازم آویگا عمرہ شروع کرنے سے اگرچہ بعد احرام کے اسکو ترک بھی کرے اور احرام سابق سے عمرہ ادا کرنا ان دنوں میں مکروہ نہیں چنانچہ قران کرنے والے کو حج نملا سو اس نے ان دنوں میں عمرہ کیا تو مکروہ نہیں کذا فی السراج اور بنابر روایت سراج کے استثنا شافیہ کا قارن کو استثنا منقطع ہے یعنی شافیہ میں جو یوں کہا ہے کہ عمرہ ان دنوں میں مکروہ ہے مگر قارن کو مکروہ نہیں تو یہ استثنا متصل نہیں بلکہ منقطع ہے اسواسطے کہ احرام قارن کا سابق سے ہے اور مکروہ ان دنوں کا احرام ہے تو مستثنیٰ داخل نہیں مستثنیٰ منہ میں اسی کا نام منقطع ہے جیسا سراج کی روایت سے معلوم ہوا کہ پانچ دن عمرہ مکروہ ہے اور کراہت فقط عرفہ کے دن کو مخصوص نہیں ہے جیسا کہ صاحب بحر الرائق نے توہم کیا ہے (والمواقیت ای المواضع التی لا یجاوزها مرید مکة الا محرماً خمسة) اور مواقیت یعنی وہ مکان جنسے بدون احرام کے گذرنا مکے کے جانیوالے کو درست نہیں پانچ ہیں ہم مواقیت جمع ہے میقات کی لفظ میقات مشترک ہے درمیان وقت معین اور مکان معین کے اور مراد یہاں مکان ہے کذا فی المنح تبعاً للبحر اور نہر الفائق میں ہے کہ میقات عبارت ہے وقت معین سے اور مکان احرام کے واسطے مستعار ہے اور جو بحر کی اصطلاح میں یوں کہا کہ میقات موضع احرام ہے وہ ہمارے قول کے مخالف نہیں اسواسطے کہ جوہری کی کلام کا منشا نہیں تعرض کرنا حقیقت اور مجاز میں اور شاید کہ صاحب بحر نے ظاہر کلام جوہری سے وہم کیا کہ اشتراک کا قائل ہوا انتہی کلامه

معلوم کرنا چاہیے کہ شاہنشاہ علی الاطلاق نے کعبہ معظمہ کو بزرگی دیکر اُسکو اپنی بارگاہ قدسی قرار دیا اور مسجد الحرام کو اسکا جلوخانہ بنایا اور شہر مکہ کو مسجد الحرام کا احاطہ کیا اور حرم کو شہر کا پیشگاہ ٹھہرایا اور مواقیت کو حرم کا مجرا گاہ قرار دیا اور وہان سے احرام باندھنا واجب کیا اُس بقعہ مبارکہ کے اظہار شرف کے واسطے تو اسمین سب قاصدین کہ داخل ہون خواہ بہ نیت حج یا عمرہ جاوین خواہ بہ نیت سکونت ہجرت خواہ بہ نیت تجارت بہر صورت احرام واجب ہی

ذو الحليفة بضم ففتح مكان على ستة اميال من المدينة وعشر مراحل من مكة تسميها العوام ابار علي رضي الله عنه يزعمون انه قاتل الجن في بعضها

وہ ہو کہ جب ایک میقات ذو الحلیفہ ہی بضم حا و فتح لام وہ مکان چھ کوس پر ہی مدینہ طیبہ سے اور دس منزل ہی مکہ معظمہ سے وہان کے کنوؤن کو عوام عرب آبار علی کہتے ہین انکا گمان یہ ہی کہ علی مرتضی رضی اللہ عنہ نے جنون سے قتال کیا وہان کے کسی کنوئین مین اور حالانکہ یہ جھوٹ ہی کہین ثابت نہین یہ میقات ہی اہل مدینہ کا سب مواقیت سے یہ میقات دور ہی مکہ معظمہ سے وذات عرق بكسر فسكون على مرحلتين من مكة اور ذات عرق بکسر عین و سکون ثانی یہ میقات مکہ معظمہ سے دو منزل پر ہی جانب مشرق کے وجحفة على ثلاث مراحل بقرب رابغ اور جحفہ بضم جیم و سکون حا مکہ سے تین منزل پر ہی قریب رابغ کے اور بالفعل عوام اُسکو رابغ کہتے ہین کذا فی النہر اور یہ قریہ ہی مکہ سے مغرب اور شمال کے درمیان شام کی راہ پر اور یہ میقات ہی اہل مصر اور مغرب اور شام کا کذا فی المنح جحفہ کا بالفعل نشان باقی نہین رہا لہذا اب رابغ سے احرام کرتے ہین کذا فی حاشیة الطحطاوی وقرن على مرحلتين من مكة وصح ابراز خطأ ونسبة اويس اليه خطأ اخر اور قرن بفتح قاف و سکون ثانی پہاڑ کا نام ہی عرفات سے نظر آتا ہی مکہ سے دو منزل پر ہی اور قرن کو بفتح را لکھنا خطا ہی جو جوہری کی اور اویس کی نسبت کرنا اُسکی طرف دوسری خطا ہی واسطے کہ اویس قرنی اُس قبیلہ کی طرف منسوب ہین جسکو بنو قرن کہتے ہین کذا فی المنح ويلملم جبل على مرحلتين ايضا اور یلملم بفتح تحتانی دو لام ملک تہامہ کا پہاڑ ہی یہ بھی دو منزل پر ہی مکہ معظمہ سے جانب جنوب للمدني والعراقي ذو الحلیفہ میقات ہی اہل مدینہ کا اور ذات عرق میقات ہی اہل عراق کا عراق اُس ملک کا نام ہی جسمین بغداد اور کوفہ اور بصرہ اور نجف اور کربلا ہی اور اہل خراسان اور ماوراء النہر کا بھی یہی میقات ہی والشامي اي المار بالمدينة لم يمر بها اور جحفہ میقات ہی اُس شامی کا جو مدینہ مین ہوکر کہین نہین آیا یہ قید شارح نے بقرینہ جملہ ثانی والنجدي واليمني لف ونشر مرتب اور قرن میقات ہی اہل نجد کا اور یلملم میقات ہی اہل یمن اور اہل ہند کا مصنف نے مواقیت اور بلاد کو لف و نشر مرتب کے ذکر کیا واسطے اختصار کے وحسنها قوله ... عرق للعراقي يلملم اليمني ومن ذي الحليفة يحرم المدني والشام جحفة ان مررت بها ولاهل نجد قرن فاستبنها اور جمع کیا ہی مواقیت اور اہل مواقیت کو شاعر نے اپنے قول مین تاکہ حفظ آسان ہو یعنی ذات عرق عراق کا میقات ہی اور یلملم یمنی کا اور ذو الحلیفہ سے مدنی احرام باندھتا ہی اور واسطے شام کے جحفہ ہی اگر گذرے تو اہل شامی جحفہ کی طرف سے اور اہل نجد کے واسطے قرن میقات ہی سو ظاہر سمجھ لے وكذا هي لمن مر بها من غير اهلها كالشامي يمر بميقات اهل المدينة فهو ميقاته قاله النووي الشافعي وغيره اور اسی طرح یہ مکانات اُسکے واسطے بھی میقات ہین جو ان مکانات کی طرف ہوکر نکلے دوسری طرف والا چنانچہ شام کا رہنے والا مدینہ کی میقات پر ہوکر نکلے تو وہی اُسکا میقات ہوجاویگا یعنی شامی کا میقات جحفہ تھا سو وہ آگے ہو کر گیا ذو الحلیفہ مین ہوکر نکلا تو اب یہین سے اُسکو احرام باندھنا چاہیے جحفہ کی طرف جانا اُسپر ضرور نہین امام نووی شافعی وغیرہ نے اسطرح ذکر کیا ہی شارح نے اشارہ کیا کہ یہ مسئلہ اتفاقی ہی حنفی شافعی مالکی حنبلی کا اسمین اختلاف نہین وقالوا لو مر بميقاتين فاحرامه من الابعد افضل ولو اخره الى الثاني لا شيء عليه على المذهب اور علما نے کہا ہی کہ اگر کوئی آدمی دو میقات پر گذرا تو اُسکا احرام باندھنا اُس میقات سے افضل ہی جو مکہ معظمہ سے دور تر ہو اور اگر تاخیر کریگا احرام باندھنے مین دوسرے میقات تک تو اُسپر کچھ گناہ اور کفارہ نہین بنابر قوی مذہب کے وعبارة اللباب ... اور لباب کی عبارت یہ ہی کہ ساقط ہو گیا اُسپر سے ذبح کرنا یعنی میقات اول سے بے احرام گذرنے سے ذبح کرنا اُسپر لازم ہو گیا تھا جب دوسرے میقات پر آکر احرام باندھا تو ذبح ساقط

کرنا ساقط ہوگیا ولو لم یمر بہا تحری وأحرم اذا حاذی احدہما والابعد اولیٰ فان لم یکن بحیث یحاذی فعلی مرحلتین اور اگر ایسی راہ سے مکہ کو جاوے کہ کوئی
میقات نہ ملے تو وہاں سوچے اور اٹکل کرے اور وہاں سے احرام باندھے جو مقابل اور برابر پڑے کسی میقات کے اور اگر کسی مکان میں دو میقات سے
مقابل پڑتا ہو تو جو زیادہ تر دور ہے وہ افضل ہے اور اگر ایسی راہ سے آوے کہ وہاں سے کسی میقات کا سامنا نہ ہوتا ہو یا اٹکل میں نہ آتا ہو تو واجب ہے کہ مکہ سے دو منزل
رہتے وہاں سے احرام باندھے اسواسطے کہ کوئی میقات مکہ سے دو منزل سے کم نہیں وحرم تأخیر الاحرام عنہا کلہا لمن ای لآفاقی قصد دخول مکۃ یعنی الحرم
ولو لحاجۃ غیر الحج اور حرام ہے احرام کی تاخیر کرنا ان سب مواقیت سے اس باہر والے کے واسطے جسنے دخول مکہ یعنی دخول حرم کا قصد کیا اگرچہ کسی اور حاجت
کے واسطے وہاں گیا سوا حج اور عمرہ کے اسواسطے کہ احرام اس مکان پاک کی تعظیم کے واسطے ہے تو اسمیں حج کے جانیوالے سب برابر ہیں اور رسول خدا
صلی اللہ علیہ وسلم جو فتح مکہ میں بلا احرام تشریف لے گئے تھے تو یہ امر حضرت کو مخصوص تھا چنانچہ احادیث صحیحہ میں اسکی تصریح موجود ہے کذا فی البحر اما لو قصد
موضعا من الحل کخلیص وجدۃ حل لہ مجاوزتہ بلا احرام فاذا حل بہ التحق باہلہ فلہ دخول مکۃ بلا احرام وہو الحیلۃ لمن یرید ذلک الا لمأمور بالحج للمخالفۃ لیکن
اگر آفاقی یعنی باہر والا حرم کے سوا حل میں کسی مکان میں جانیکا ارادہ کرے جو اندر میقات کے ہے چنانچہ فقط خلیص کا اور جدہ کا ارادہ کرے تو
اسکو میقات سے بلا احرام گذرنا حلال ہے پھر جب وہاں گیا تو وہاں کے لوگوں میں ملگیا اور وہاں کے لوگوں کو مکہ میں جانا بلا احرام درست ہے
تو اسکو بھی بلا احرام جانا جائز ہے اور یہ حیلہ ہے اُس شخص کے واسطے جو دخول مکہ کا بلا احرام قصد کرے مگر مامور بالحج کو یہ حیلہ کرنا جائز نہیں ہے بسبب
اسکی مخالفت کے اسواسطے کہ اسکا سفر حج کے واسطے مخصوص نہ رہا اور دوسری وجہ یہ ہے کہ وہ حج آفاقی کا مامور تھا پھر جب وہ مکہ میں بلا احرام داخل
ہوا تو اسکا حج مکی ہوگیا نہ آفاقی اور یہ مسئلہ دریا شور کے مسافرین کو اکثر واقع ہوتا ہے مثلاً ایک شخص مامور بالحج ہو اور سال کے درمیان کنارے پر
پہنچا تو اسکو جائز نہیں کہ بندر جدہ کا کہ وہ حرم سے باہر ہے قصد کرے تاکہ مکہ میں بلا احرام داخل ہو کہ مدت تک احرام باندھے رہنا نہ پڑے اور اگر مامور نے
احرام حج کا باندھا تو اسکو عمرہ کرکے احرام چھوڑنا درست نہیں بسبب مخالفت امر کے کذا فی البحر اور ظاہر اگر مامور بالحج بندر جدہ کا قصد کرے پھر جب ایام حج
کے قریب ہوں تو کسی نزدیک میقات پر جاکر وہاں سے احرام باندھ آوے تو جائز ہے کذا فی حاشیۃ الطحطاوی لا التقدیم للاحرام علیہا بل ہو الافضل
ان فی اشہر الحج وامن علی نفسہ حرام نہیں تقدیم احرام کی ان مواقیت پر بلکہ مقدم کرنا احرام کا میقات سے افضل ہے بشرطیکہ حج کے مہینوں میں ہو اور اپنی ذات
پر اعتماد ہو ممنوعات کے نکرنے کا اور اگر اعتماد نہو تو میقات ہی سے احرام باندھنا افضل ہے کذا فی الجوہرۃ اور شوال سے پہلے احرام باندھنا بالاتفاق مکروہ ہے
اعتماد ہو یا نہو کذا فی منح الغفار وحل لاہل داخلہا یعنی لکل من وجد فی داخل المواقیت دخول مکۃ غیر محرم ما لم یرد نسکا للحرج کما لو جاوزہا حطابوا مکۃ
اور ان لوگوں کے واسطے جو مواقیت کے اندر رہتے ہیں خواہ عین میقات میں ہوں یا علیحدہ حرم کی طرف حلال ہے داخل ہونا مکہ کا بدون احرام کے
بواسطے تکلیف کے کثرت آمد و رفت سے تاوقتیکہ حج یا عمرے کا قصد نکیا ہو اور اگر حج یا عمرے کا ارادہ ہوگا تو بدون احرام کے انکو بھی داخل جائز نہوگا جیسے حلال
ہے بلا احرام داخل ہونا مکہ والوں کو جو لکڑیوں کے واسطے مکہ سے باہر نکل گئے بشرطیکہ مواقیت آفاقی سے تجاوز نہوا ہو اور اگر مکی وہاں سے بھی باہر نکلے گا تو وہ
آفاقی ہوجاویگا اب اسکو بدون احرام کے مکہ میں داخل ہونا جائز نہیں کذا فی حاشیۃ الطحطاوی فمیقاتہ الحل الذی بین المواقیت والحرم سو اسکا
میقات حل ہے یعنی جو میقات کے اندر رہے وہ حج یا عمرے کے واسطے حل سے احرام باندھے حل بکسر اول وتشدید لام اس موضع کو کہتے ہیں جو مواقیت اور حرم کے
درمیان ہو۔ المیقات لمن بمکۃ یعنی من بداخل الحرم للحج الحرم وللعمرۃ الحل اور مکہ والوں کا یعنی جو حرم کے اندر ہیں انکا میقات حج کے واسطے حرم ہے یعنی
اپنے گھروں کے اندر سے احرام باندھیں اور عمرے کیواسطے حل میقات ہے تحقیق نوع سفر اہل حرم کیواسطے میقات حج اور عمرے کا اسواسطے مختلف ہوا تاکہ کچھ
سفر کرنا ثابت ہو اسلئے کہ حج ہوتا ہے عرفات میں اور وہ حل میں واقع ہے تو جب اہل مکہ نے حرم میں احرام باندھا تو عرفات تک احرام باندھے جانا پڑا اور عمرہ ہوتا ہے بیت اللہ ۹

میں اور وہ حرم میں ہو تو جب عمرے کا احرام حل میں باندھا تو جب تک احرام باندھتے آیا دونوں صورتوں میں مضمون پایا گیا والتنعیم افضل اور
عمرے کا احرام تنعیم سے باندھنا افضل ہے اور تنعیم ایک مکان کا نام ہے مکہ سے تین کوس تنعیم کا احرام اسواسطے افضل ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے عائشہ صدیقہ
کو فرمایا کہ عمرے کے واسطے وہیں سے احرام باندھیں ونظم حدود الحرم ابن الملقن فقال ۵ وللحرم التحدید من ارض طیبۃ ٭ ثلثۃ امیال اذا رمت اتقانہ
وسبعۃ امیال عراق وطائف ٭ وجدۃ عشر ثم تسع جعرانہ ٭ ومن یمن سبع بتقدیم سینہا ٭ وقد کملت فاشکر لربک احسانہ ٭ اور ابن ملقن نے حرم کی حد
کو یوں نظم کیا ہے کہ حرم کی حد مدینہ طیبہ کی جانب سے تین کوس ہے جبکہ تو اسکے حفظ کا قصد کرے اور سات کوس عراق اور طائف کی طرف
اور جدہ کی طرف سے دس کوس ہے پھر جعرانہ کی طرف سے نو کوس ہے اور یمن کی جانب سے سات کوس ہے اور اسی طرح سے حدود حرم کی پوری ہوئی
سو اپنے رب کے احسان کا شکر ادا کر ناظم نے کہا کہ بیت اخیر میں لفظ سبع کا تقدیم سین سے ہے تاکہ تسع سے [illegible]

فصل فی الاحرام

وصفۃ المفرد بالحج اس فصل میں مسائل احرام اور حج مفرد کا بیان ہے مفرد بالحج اسکو کہتے ہیں جو فقط حج کیواسطے احرام باندھے عمرے کی شرکت احرام میں نہ کرے
من شاء الاحرام جو احرام کا ارادہ کرے محرم احرام لغت عرب میں داخل ہونا [illegible] یعنی حرمت میں اور شرع میں احرام [illegible]
[illegible] مع الذکر [illegible] کذا فی فتح القدیر والنہر الفائق [illegible] کالتکبیرۃ الافتتاح للصلاۃ [illegible] والحج [illegible]
اور احرام شرط ہے حج یا عمرے کے صحیح ہونے کی جیسے تکبیر افتتاح یعنی اول [illegible] نماز کی شرط ہے تو نماز اور حج کے واسطے تحریم اور تحلیل ہے
صوم اور زکوٰۃ کے کہ انکے لیے تحریم اور تحلیل نہیں [illegible] مطلق عبادت ہے لیکن حج اور عمرہ میں کثیر الاستعمال [illegible] من وجہین الاول
ان [illegible] بخلاف الصلاۃ [illegible] اول وجہ یہ ہے کہ حج کا قضا کرنا ہر صورت لازم ہے اگرچہ حج مظنون ہو
بخلاف نماز کے یعنی اگر آدمی کو گمان ہوا کہ مجھ پر حج واجب ہے اور اسنے احرام باندھا پھر ظاہر ہوا کہ حج واجب نہیں تو اسکو ادا کرنا لازم ہے اور اگر ترک
کریگا تو اسپر قضا کرنا واجب ہوگا بخلاف نماز مظنون کے کہ اسکے فاسد کرنے سے قضا لازم نہیں کذا فی الطحطاوی عن البحر الثانی انہ اذا اتم الاحرام
بحج او عمرۃ لا یخرج عنہ الا بعمل ما احرم بہ وان افسدہ الا فی الفوات فبعمل العمرۃ والاحصار فبذبح الہدی دوسری وجہ یہ ہے کہ جب احرام کو پورا کرے یعنی
شروع کرے حج یا عمرہ کے واسطے تو احرام سے نکلنا اسکا بدون عمل کے جسکے واسطے احرام باندھا اگرچہ اسکو فاسد کر ڈالے مگر حج کے فوت ہو جانے میں الا
احرام سے نکلے عمرہ کرکے اور احصار میں احرام سے نکلے بعد ذبح کرنے ہدی کے یعنی جب احرام مثلاً حج کے واسطے باندھا تو بدون حج کے ترک کرنا احرام کا جائز
نہیں اگر دو صورت میں ایک یہ کہ حج فوت ہو جاوے سبب گذر جانے موسم کے تو بعد عمرہ کے احرام ترک کرے دوسری صورت یہ ہے کہ سبب احصار کے حج
کے واسطے نہ جا سکے تو بعد ذبح کرنے ہدی کے احرام کو چھوڑے بخلاف نماز کے کہ اسمیں لازم ہے بعض منوی کے عمل سے نکلنا جائز ہو جاتا ہے مثلاً ایک شخص نے
چار رکعت کی نیت کی اور دو رکعت پر سلام پھیرا تو جائز ہے اور کوئی چیز اسپر لازم نہیں کذا فی حاشیۃ الطحطاوی توضأ وغسلہ احب وہو للنظافۃ فیسن
للطہارۃ فیسن حائض ونفساء وصبی جو احرام باندھنا چاہے وہ وضو کرے اور غسل کرنا اسکا مستحب ہے اور یہ غسل صفائی
اور ستھرائی کے واسطے ہے نہ کہ واسطے طہارت اور رفع نجاست کے تو حیض اور نفاس والی عورت اور صغیر کے حق میں بھی غسل کرنا مستحب ہے ولا یتیمم
لہ عند العجز عن الماء لانہ لیس بمشروع لانہ ملوث بخلاف الجمعۃ والعیدین ذکرہ الزیلعی وغیرہ لکن سوی فی الکافی بینہا وبین الاحرام ورجحہ فی النہر اور تیمم کرنا
احرام کے واسطے پانی نہ ملنے کے وقت مشروع نہیں اسواسطے کہ تیمم سے خاک آلودگی ہوتی ہے نہ صفائی کہ مقصود حاصل ہو بخلاف جمعہ اور عیدین کے کہ
انمیں تیمم مشروع ہے اگر غسل کیواسطے پانی نہ ملے چنانچہ زیلعی وغیرہ نے اسکو ذکر کیا ہے اور کافی میں جمعہ اور عیدین کو اور احرام کو مشروعیت تیمم میں برابر کیا ہے اور

کافی کی روایت کی ترجیح دی ہے مگر ہمین اس دلیل سے کہ غسل تو تحصیل نظافت مین کچھ اثر نہین اسواسطے کہ حیض والی عورت اور بچہ پر بھی کذا فی النہر و شرط لتحصیل السنۃ ان
یحرم وہو علی طہارۃ اور شرط غسل کی واسطے حاصل ہونے ثواب سنت کے یہ ہے کہ احرام باندھے غسل کی طہارت پر تو اگر غسل کے بعد وضو ٹوٹ گیا پھر احرام
باندھیگا اور وضو کر یگا تو اس فضیلت سے محروم رہیگا کذا فی النہر عن النہایۃ وکذا یستحب لمرید الاحرام ازالۃ ظفرہ وشاربہ وعانتہ وحلق رأسہ ان اعتادہ والا فتسریحہ
اور غسل کی طرح مستحب ہے احرام باندھنے والے کو اپنے ناخن کا دور کرنا اور مونچھون کا کترانا اور زیر ناف کے بالون کا صاف کرنا اور اپنا سر منڈانا اگر منڈانے کی عادت ہو
اور اگر سر پر بال ہون تو انمین کنگھی کرے کم ہون اور بالون کا گرد اور غبار اور میل کچیل نکالنا اور اشنان وغیرہ سے مستحب ہے کذا فی حاشیۃ الطحاوی وجماع زوجتہ
او جاریتہ او معہ ولا مانع منہ کحیض اور مستحب بلکہ سنت ہے اپنی زوجہ یا اپنی لونڈی سے جماع کرلینا قبل احرام کے اگر اسکے ہمراہ ہو اور کوئی جماع کا مانع نہو
جیسا کہ حیض ولبس ازار من السرۃ الی الرکبۃ اور ازار پہننا یعنی تہبند باندھنا ناف سے زانو تک ورداء علی ظہرہ ویسن ان یدخلہ تحت یمینہ ویلقیہ علی
کتفہ الایسر فان زرہ او خللہ او عقدہ اساء ولا دم علیہ اور چادر کو اپنی پیٹھ پر ڈالے اور مسنون یہ ہے کہ چادر کو پیچھے پر ڈال کر داہنے ہاتھ کی طرف بغل کے نیچے
کر کے اپنے بائین مونڈھے پر ڈالے سو اگر چادر مین گھنڈی لگائی یا اسکو کانٹے سے اٹکایا یا گرہ لگائی تو برا کیا لیکن قصور نہین کہ ذبح کرنا اسپر لازم
آوے جدیدین او غسیلین طاہرین ابیضین ککفن الکفایۃ وہذا بیان السنۃ والا فستر العورۃ کاف تہبند اور چادر نئی ہون یا دونون پرانی دھولی
پاک سفید ہون جیسا کفن کفایت کا ہوتا ہے اور یہ جو مذکور ہوا تہبند اور چادر کا سو بیان ہے سنت کا والا احرام کے واسطے ستر عورت کافی ہے وطیب بدنہ
ان کان عندہ لا ثوبہ بما تبقی عینہ ہو الاصح اور بعد غسل اور لباس مذکور کے اور قبل احرام کے اپنے بدن مین خوشبو لگاوے اگر اسکے پاس ہو اور نہو تو
کسی سے طلب نہ کرے اور اپنے کپڑے مین ایسی خوشبو لگاوے جسکا نشان باقی رہے اور نہ لگاوے یہی قول صحیح ہے اور دوسرے قول سے ہم بدن مین
خوشبو لگانا اسی طرح سے درست ہے ظاہر الروایت مین خواہ اسکی ذات باقی رہے جیسے مشک اور غالیہ یا نہ باقی رہے صحیح مسلم مین عائشہ صدیقہ سے روایت ہے
کہ احرام کے وقت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے سر مبارک پر مین نے مشک لگایا اور اسکی چمک نظر آتی تھی لیکن بقول اصح کپڑے مین ایسی خوشبو لگانا درست
نہین جو نمودار ہو وصلی ندبا بعد ذلک شفعا یعنی رکعتین فی غیر وقت کراہۃ وتجزیہ المکتوبۃ اور بعد اسکے نماز دوگانہ مستحب ہے پڑھے اسوقت مین جو مکروہ نہین
اور کافی ہے اسکو نماز فرض مانند تحیۃ المسجد کے وقال المفرد بالحج بلسانہ مطابقا لجنانہ اللہم انی ارید الحج فیسرہ لی وتقبلہ منی لقول
ابراہیم واسمعیل علیہما السلام ربنا تقبل منا اور فقط حج کا کرنے والا اپنی زبان سے موافق اپنے دل کے یہ دعا کرے (اللہم انی ارید الحج فیسرہ لی وتقبلہ منی)
یعنی خداوندا مین حج کا ارادہ کرتا ہون سو اسکو میرے واسطے آسان کردے اور اسکو قبول کر میری جانب سے آسانی کی دعا اسواسطے ہے کہ حج مین مشقت
زیادہ ہے اور مدت دراز اسکے ادا کرنے مین لگتی ہے تو اسمین درخواست آسانی کی مناسب ہے اور قبول ہونے کی خواہش کی قید باقتدار دعاے ابراہیم و اسمعیل علیہما
السلام کے کہ دونون حضرات نے فرمایا کہ اے ہمارے رب قبول کر حج کو ہماری جانب سے بیشک تو سمیع اور علیم ہے وکذا المعتمر والقارن بخلاف الصلوۃ لان
مدتہا یسیرۃ کذا فی الہدایۃ اور اسی طرح سے عمرہ کرنے والا اور قران کرنے والا آسانی مانگے بخیال مشقت کے بخلاف نماز کے کہ اسمین آسانی کی دعا فرض
نہین اسواسطے کہ نماز پڑھنے کی مدت قلیل ہوتی ہے بلا مشقت کذا فی الہدایۃ وقیل یقول کذلک فی الصلوۃ وعمم الزیلعی فی کل عبادۃ وما فی الہدایۃ
اولی اور بعض علما نے یعنی صاحب تحفہ اور قنیہ نے محمد سے روایت کی کہ نماز مین بھی بطور حج کے آسانی کی درخواست کرے اور زیلعی نے ہر عبادت
مین اسکو عام کہا ہے اور جو ہدایہ مین ہے وہی بہتر ہے ثم لبی دبر صلوتہ ناویا بہا بالتلبیۃ الحج بیان للاکمل والا فیصح الحج بمطلق النیۃ ولو بلا تلبیۃ
لکن الشرط مقارنتہا بذکر لتقییدہ بہ التعظیم کتسبیح وتہلیل ولو بالفارسیۃ ان احسن العربیۃ پھر دوگانہ احرام کے بعد تلبیہ کرے یعنی لبیک
کہے اور لبیک کہنے سے حج کی نیت کرے یہ بیان ہے شروع حج کا بطریق کامل کے ورنہ حج تو مطلق نیت سے بھی صحیح ہے اگرچہ دل ہی مین نیت حج کی کرے زبان

ذکر لیکن بشرط متصل کرے نیت کے ساتھ اس ذکر کے جس سے تعظیم رب العالمین مقصود ہو مثلاً بہ نیت کے سبحان اللہ کہنا اور لا الہ الا اللہ کہنا اگرچہ
ذکر فارسی زبان میں کرے اگرچہ زبان عربی کا خوب ماہر ہو لبیک کہنے سے نیت متصل نہیں ہوتی اسواسطے کہ زبان سے بولنا دوسرا امر ہے ارادہ کے سوا
اور معلوم ہوا کہ نیت کا کہنا زبان سے شرط نہیں بلکہ مستحب ہے والتلبیۃ علی المذہب جیسی لبیک اللھم لبیک لبیک لا شریک لک لبیک ان الحمد بکسر
الہمزۃ والنعمۃ لک بالفتح والملک لا شریک لک [illegible] یہ جو باتیں نے مذکور کیا یعنی حاضر ہوں تیری
خدمت میں خداوندا تیری ہی بار بار حاضر ہوں کوئی تیرا شریک نہیں ہے حاضر ہوں تیری حضور میں بادشاہت سب تیرے لئے اور سب تعریفیں تیرے لئے
ہیں اور بادشاہی تجھ کو مخصوص ہے کوئی تیرا ساجھی نہیں [illegible] الفاظ ان کا [illegible] اور نعمت کی [illegible]
اور [illegible] قول رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم [illegible] احرام کے وقت فرمایا
[illegible] الفاظ [illegible]
کے الفاظ کے اندر اور الفاظ کا زیادہ کرنا [illegible] لبیک وسعدیک والخیر بیدیک والرغباء الیک والعمل
لبیک الہ الحق [illegible] لبیک [illegible]
[illegible] اور ایسی تلبیہ [illegible]
زیادہ کرنا سنت ہے اور محرم تلبیہ کے ترک کرنے سے [illegible] او ساق الہدی او قلدہ
ای ربط قلادۃ علی عنق بدنۃ نفل او جزاء صید [illegible] او نذر [illegible] قران اور جب لبیک کہا حج کی
نیت کرکے یا ہدی کو ہانکا اونٹ یا گائے کو گردن میں پٹا ڈالا یا جس [illegible] احرام [illegible]
کے اونٹ یا گائے کی گردن میں پٹا ڈالا [illegible] تمتع اور قران کے اونٹ یا گائے کی گردن میں پٹا ڈالا [illegible]
اثرہ یرید الحج [illegible] اونٹ یا گائے کو حج کے قصد سے [illegible] العمرۃ [illegible] حج کے مانند ہیں [illegible]
[illegible] عمرہ بھی حج کے مانند ہے [illegible] احرام بھی ثابت ہوتا ہے [illegible] قبل المیقات [illegible] الاحرام
بالتلبیۃ من المیقات یا اونٹ یا گائے [illegible] میقات سے پہلے [illegible] میقات کے [illegible] احرام
میقات سے لبیک [illegible] والتوجہ [illegible]
والاصل [illegible] الاحرام [illegible] بالاحرام یا اونٹ
یا گائے کو تمتع یا قران کے واسطے روانہ کیا [illegible] اور اگر دونوں کام [illegible] حج میں نہوے تو شخص
محرم نہوگا جبتک کہ اونٹ یا گائے کو [illegible] تمتع یا قران کے اونٹ یا گائے کو روانہ کیا [illegible] احرام کی نیت سے اگرچہ [illegible] قبل میقات
کے [illegible] استحسان [illegible] وہ شخص محرم ہوگیا [illegible] حج کی [illegible]
[illegible] احرام کے ساتھ مخصوص ہیں [illegible] احرام [illegible]
[illegible] حج کی نیت سے لبیک کہے یا کوئی اور ذکر [illegible] الاحرام
[illegible] الاحرام [illegible] حج یا عمرہ
کی نیت پر اسواسطے کہ اگر محرم نے [illegible] احرام باندھنے کے وقت [illegible]

تو اس احرام کو عمرے کیطرف پھیرے یعنی عمرہ ادا کرے اور قبل شروع افعال کے اسکو اختیار ہے تعیین کا چاہیے اس احرام کو حج کیواسطے ٹھہراوے چاہے عمرے کیواسطے
کذا فی حاشیۃ الطحطاوی ولو اطلق نیۃ الحج صرف للفرض ولو عین نفلا فنفل وان لم یکن حج الفرض شرنبلالیہ عن الفتح اور اگر نیت حج کی مطلق کی یعنی حج فرض یا حج نفل کی
تعیین نہ کی تو فرض حج کیطرف پھیرے یعنی فرض حج اس احرام سے ادا کرے اور اگر اسنے نفل حج کو معین کر لیا تو نفل حج صحیح ہوگا اگرچہ اسنے ہنوز فرض حج نکیا
کذا فی شرنبلالیہ عن فتح القدیر ولو اشعر بالحج سنامہا الایسر او جللہا بوضع الجل او اعنقہا لا للمتعۃ والقران ولم یلحقہا کما مر او قلد شاۃ لا یکون محرما لعدم
اختصاصہ بالنسک اور اگر اونٹ میں اشعار کیا یعنی کوہان کی بائیں طرف ہلکا سا زخم کر دیا کہ ہدی کا نشان ہوجاوے یا اسکی پیٹھ پر جھول ڈالی یا اسکو روانہ نکیا
یعنی تمتع یا قران کے اور اسکو جا کر نہ لگیا جیسا کہ پہلے گذرا یا بکری کی گردن میں پٹا ڈالا تو ایسے افعال سے محرم نہوگا اسواسطے کہ یہ کام حج
یا عمرے کیواسطے مخصوص نہیں لم اشعار یعنی قربانی کے اونٹ کا کوہان چیرنا امام اعظم کے نزدیک مکروہ ہے اسواسطے کہ حیوان کی ایذا ہے اور صاحبین کے نزدیک
خوب ہے اور امام شافعی کے نزدیک سنت ہے اسواسطے کہ رسول علیہ السلام اور اصحاب کا فعل ہے اور ابوجعفر طحاوی نے کہا کہ اصل اشعار امام ابوحنیفہ کے نزدیک مکروہ نہیں ہے
کیونکہ مکروہ ہو اور حالانکہ احادیث مشہورہ سے ثابت ہے اور امام نے مکروہ نہیں کہا اگر اس اشعار کو جو امام کے اہل زمانہ کرتے تھے اسواسطے کہ امام نے انکو دیکھا کہ نہایت
زخم کاری لگاتے تھے جس سے ہلاکی کا خوف تھا تو سد باب کیواسطے انکے اس فعل کو مکروہ کہا اور اگر اسطرح زخم لگادے کہ کھال کٹے نہ گوشت تو جائز ہے اور بعضے علما
نے کہا کہ تقدیم اشعار کی تقلید پر امام کے نزدیک مکروہ ہے جیسے تقدیم نکاح کتابیہ کی نکاح مسلمہ پر مکروہ ہے کذا فی العینی شرح الکنز ویتقیہ ای الاحرام بالمنع بفتح
الرفث ای جماع النساء او ذکرہ بحضرۃ النساء والفسوق ای الخروج عن طاعۃ اللہ والجدال فانہ من المحرم اشنع اور بعد احرام باندھنے کے پرہیز
کرے اور دور رہے عورتوں کے جماع سے یا عورتوں کے سامنے جماع کی بات چیت سے اور پرہیز کرے فسوق سے یعنی نافرمانی اور طاعت الٰہی کے چھوڑنے
سے اور لڑائی جھگڑے سے اسواسطے کہ محرم کے حق میں یہ زیادہ قبیح ہے یعنی خادموں اور رفیقوں اور کرایہ داروں سے خفا نہ کرے بلکہ انکی سخت گوئی اور
اور زبان درازی کا تحمل کرے کیونکہ یہ امور نص قرآنی سے ممنوع ہیں فرمایا (فلا رفث ولا فسوق ولا جدال فی الحج) وقتل صید البر لا البحر والاشارۃ الیہ
فی الحاضر والدلالۃ علیہ فی الغائب وحمل قریبا اذا لم یعلم المحرم اما اذا علم فلا فی الاصح اور پرہیز کرے محرم خشکی کے شکار سے نہ دریا کے شکار
سے اسواسطے کہ دریا کا شکار محرم کو درست ہے بموجب آیت قرآنی کے اور پرہیز کرے موجود شکار کی طرف اشارہ کرنے سے اور غائب
شکار کے بتا دینے سے اور اشارہ کرنا اور بتا دینا شکار کا وہاں حرام ہے جب دوسرا محرم شکار کے جانور کو نہ جانتا ہو اور اگر جانتا ہو تو اشارہ کرنیوالے اور بتانیوالے
محرم پر کچھ جرم نہیں قول اصح میں والتطیب وان لم یقصدہ ولکن شمہ اور بعد احرام کے بچے خوشبو لگانے سے اگرچہ بلا قصد ہو نہ بدن میں خوشبو لگاوے
نہ کپڑے میں اور مکروہ ہے سونگھنا خوشبو کا اور اسیطرح میوؤں اور پھولوں کا سونگھنا مکروہ ہے کذا فی حاشیۃ الطحطاوی وقلم الظفر وستر الوجہ کلہ او بعضہ کفمہ
وذقنہ نعم فی الخانیۃ لا باس بوضع یدہ علی انفہ اور پرہیز کرے محرم ناخن کاٹنے اور چہرہ ڈھکنے سے نہ سب چہرہ چھپاوے نہ تھوڑا جیسا کہ منہ اور ٹھوڑی
بھی کپڑے سے نہ چھپاوے ہاں خانیہ میں ہے کہ کچھ مضائقہ نہیں اپنی ناک پر ہاتھ رکھنے سے والراس بخلاف المیت وبقیۃ البدن اور پرہیز کرے
سر ڈھکنے سے بخلاف میت کے اور باقی بدن کے یعنی محرم اگر مرجاوے تو اسکا سر اور چہرہ ڈھکنا ممنوع نہیں اور اسیطرح سر کے سوا زندہ محرم کو باقی بدن
کا کپڑے سے لپیٹنا اگر بے حاجت ہو ممنوع نہیں لیکن اس حالت میں مکروہ ہے کذا فی النہر ولو حمل علی راسہ ثیابا کان تغطیۃ لا حمل عدل وطبق
فالم یسید یا دلیلۃ فکفر صدقۃ اور اگر محرم نے اپنے سر پر کپڑوں کو اٹھایا تو سر کا ڈھکنا ثابت ہوا اور گٹھری اور طبق اٹھانے سے
ڈھکنا ثابت نہوگا جبتک کہ ایک دن یا ایک رات سر پر نہ لیے رہے اور اگر اسقدر لیے رہیگا تو اسپر صدقہ دینا لازم ہوگا صم
قنا نہیں ہے کہ جس چیز کو آدمی پہنتے ہوں بطور عادت کے اسکو سر پر رکھنے سے محرم لابس قرار دیا جاویگا اور جس چیز کے لباس

۲۰

کرنے کی عادت نہیں چنانچہ اتار اور طاس تو اسکو رکھنے سے لابس نہ ہوگا کذا فی الطحاوی وقالوا ولو دخل تحت ستر الکعبۃ فاصاب راسہ او وجہہ کرہ والا

فلا باس بہ اور فقہا نے کہا ہے کہ اگر محرم داخل ہوا کعبہ کے غلاف کے نیچے سو اسکے سر یا چہرے کو غلاف لگ گیا تو مکروہ ہے اور اگر نہ لگا تو کچھ مضائقہ نہیں

و غسل راسہ ولحیتہ بالخطمی لانہ طیب او یقتل الھوام اور محرم بچا رہے اپنے سر اور داڑھی کو خطمی سے دھونے سے اسواسطے کہ خطمی امام کے نزدیک خوشبودار

چیزوں میں داخل ہے تو دم واجب ہوگا یا خطمی کیڑوں کو مارتی ہے اور بالوں کو نرم کرتی ہے صاحبین کے نزدیک تو صدقہ واجب ہوگا [illegible]

صابون وہ لوکہ واشنان اتفاقا [illegible] صابون اور اسدر سے لے اور اشنان سے کہ اگر ان چیزوں سے بالوں کو دھوئیگا تو باتفاق امام اور صاحبین کے کچھ

لازم نہ ہوگا [illegible] اور اشنان یا گھاس ہے کہ جس سے کپڑے صاف کرتے ہیں کذا فی حاشیۃ الطحاوی

[illegible] زیادہ کیا ہے [illegible] بالاتفاق امام اور صاحبین کے کچھ لازم نہیں آتا اور یہ جو

[illegible] اشکال کی ہے کہ خطمی [illegible] بالوں کو نرم کرتی ہے [illegible] صاحبین کے نزدیک [illegible]

بھی صدقہ واجب ہوتا [illegible] خطمی [illegible] خوشبو ہے [illegible]

و ازالۃ شعر بدنہ الا الشعر النابت فی العین فلا شئ فیہ عند الثانی اور بچے محرم داڑھی کترنے سے اور [illegible] بال

بال جو آنکھ کے اندر نکلتے ہیں [illegible] محرم کو بالوں کا دور کرنا [illegible]

[illegible] قص ظفرہ [illegible] اور پرہیز کرے محرم [illegible]

کے لباس سے یعنی اس لباس سے پرہیز کرے جو انسان کے تمام بدن کے موافق یا بعض بدن کے موافق بنایا جاتا ہے [illegible]

سینے سے یا چپکانے سے یا کسی اور طرح پر [illegible] کذا فی البحر والطحاوی [illegible]

[illegible] اور [illegible] قبا کے پہننے سے اور اگر قبا کی دونوں آستینوں میں اپنے ہاتھ [illegible] پہننا جائز ہے [illegible]

کاندھے سے [illegible] تو جائز نہیں طحاوی نے کہا اگر ایسا کریگا تو فدا اس پر واجب کرنا لازم ہوگا اسواسطے کہ یہ [illegible] لباس [illegible]

[illegible] بالاتفاق یہ جائز ہے کہ قمیص اور جبہ کو بطور چادر کے استعمال کرے اور اسکو [illegible]

سر اور چہرہ کو ڈھکے [illegible] الخفین الا ان لا یجد نعلین فیقطعھما اسفل من الکعبین عند معقد الشراک [illegible]

پگڑی اور ٹوپی اور موزوں کے پہننے سے مگر یہ کہ نعلین کو نہ پاوے تو دونوں موزوں کو دونوں کعبوں کے نیچے سے کاٹ کر [illegible] قدم کا درمیان والا جوڑ

مراد ہے جہاں تسمہ باندھا جاتا ہے کعب سے یہاں ٹخنہ مراد نہیں تو جوتے موزوں کا پہننا محرم کو جائز ہے [illegible] قدم کی پشت کی ہڈی

نہیں [illegible] ہندوستان میں کہا [illegible]

ان جوتوں کو کہتے ہیں جنکو موزوں کے اوپر [illegible] والثوب المصبوغ بما لہ طیب کورس وزعفران [illegible] الا بعد زوالہ بحیث لا یفوح فی الاصح

اور پرہیز کرے ایسے کپڑے کے پہننے سے جو خوشبودار چیز سے رنگا ہو جیسے ورس اور کسم کے پھول سے [illegible] زعفران رنگ کے [illegible] خوشبو

[illegible] اسکا پہننا درست ہے قول اصح میں ورس ایک خوشبودار گھاس ہوتی ہے یمن میں [illegible] اسکا رنگ زرد ہوتا ہے [illegible] مسائل اس حدیث

ماخوذ ہیں جو صحاح ستہ میں عبد اللہ بن عمر سے مروی ہے قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا یلبس المحرم القمیص ولا العمائم ولا البرانس ولا السراویل ولا ثوبا

ورس ولا زعفران ولا الخفین الا ان لا یجد نعلین فلیقطعھما حتی یکونا اسفل من الکعبین لا الاغتسال [illegible] علیہ الصلوۃ والسلام دخل الحمام

فی الجحفۃ محرم پرہیز نہ کرے غسل کرنے سے اور حمام کے نہانے سے بدلیل بیہقی کی حدیث کے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جحفہ کے حمام

میں تشریف لیگئے اور یہ حدیث مصنف ابن ابی شیبہ میں عبداللہ بن عباس سے بھی مروی ہے کذا فی البرہان اور مسلم کی حدیث میں ثابت ہے کہ حضرت نے حالت
احرام میں غسل فرمایا طحطاوی نے کہا کہ غسل جائز ہے لیکن میل چھڑانا مکروہ ہے والاستظلال بالبیت والمحمل [illegible] راسہ و وجہہ فلو اصابہ احدہما کرہ
کا امر اور یہ جائز ہے کہ گھر اور عماری کے سایہ میں ہونے سے بشرطیکہ عماری کی چھت اور [illegible] اسکے سر اور چہرے کو نہ لگے سو اگر سر یا چہرے کو لگیگا تو مکروہ ہے چنانچہ
[illegible] سر کو [illegible] کپڑے کا سر پر [illegible] واسطے مکروہ ہے [illegible] فی وسطہ اور
[illegible] اپنی کمر پر ہمیانی کے باندھنے سے [illegible] میں اپنا نفقہ [illegible] وشد الہمیان فی وسطہ [illegible] الملبس اور
[illegible] کمر بند اور [illegible] اور [illegible] کذا فی شرح الزیلعی [illegible]
[illegible] لباس میں داخل نہیں [illegible] الا [illegible] المحرم [illegible]
[illegible] خوشبودار [illegible] اور [illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible] کذا فی الفتح
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
دخل فی الصبح [illegible] وقت میں [illegible]
واکثر التلبیۃ فی الاحرام کالتکبیر فی الصلوۃ [illegible] احرام میں [illegible] اللہ اکبر
[illegible] حال سے دوسرے حال کے انتقال کے وقت اللہ اکبر کہتے ہیں ویسے ہی احرام میں انتقال حالات میں لبیک کہنا [illegible]
رافعا صوتہ [illegible] لبیک [illegible] اپنی آواز کو بلند کرے سنت جانکر [illegible]
بالمسجد الحرام بعد ما امن علی امتعتہ [illegible] من باب السلام [illegible] اور [illegible] میں داخل ہو
اول مسجد الحرام میں جاوے [illegible] اسباب اور سامان سے خاطر جمع ہو یعنی اول اسباب سفر کو مکان [illegible] میں رکھکر مسجد الحرام میں داخل
ہو دن کو [illegible] دروازہ سے جسکو باب السلام کہتے ہیں اور سابق میں اسکو باب بنی شیبہ کہتے تھے [illegible]
عظمت اور جلال اس مکان اقدس کا دھیان کرتے ہوئے اندر جاوے [illegible] شہر مکہ کی زمین ایک جانب کو اونچی ہے اور دوسری جانب نیچی تو مسنون ہے کہ
داخل ہو بلندی کی طرف سے [illegible] اور [illegible] کے وقت نیچی جانب سے [illegible]
اور داخل ہونا ہر وقت جائز ہے اور دن کو مستحب ہے لیکن اہل ہند کا قافلہ اکثر سحر کے وقت داخل ہوتا ہے [illegible]
[illegible] آمنا [illegible] علی النار [illegible] یوم تبعث عبادک [illegible]
المختار والبرہان وسن الغسل لدخولہا [illegible] اور مسنون ہے غسل کرنا داخل ہونے کے واسطے

اور غسل نفالی ہے کہ واسطے ہو طہارت کے واسطے تو حیض اور نفاس والی عورت کو بھی غسل کرنا مستحب ہے وحین شاہد البیت کبر وہلل ثلثا ومعناہ اللہ اکبر من الکعبۃ وہلل لئلا
یقع نوع شرک اور جس وقت کہ بیت اللہ کو دیکھے تو تین بار اللہ اکبر کہے اور معنی اللہ اکبر کے یہ کہ اللہ بزرگتر ہے کعبہ سے یعنی ہر چیز سے بڑا ہے تو کعبہ بھی
اسمیں داخل ہوگیا اور بیت اللہ دیکھکر لا الٰہ الا اللہ کہے تاکہ اس عبادت میں کسیطرح شرک نہ واقع ہو یعنی سوا اسکے خدا کے کوئی لائق عبادت کے نہیں
تو بیت اللہ کی عبادت کی بھی نفی ہوگئی کذا فی حاشیۃ الطحطاوی جابر کی حدیث میں ثابت ہے کہ حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے بیت اللہ کو دیکھا تین بار
تکبیر فرمائی اور فرمایا لا الٰہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ لہ الملک ولہ الحمد وہو علی کل شیء قدیر کذا فی الفتح اور عطا سے مروی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے بیت اللہ کو
دیکھکر یہ دعا فرمائی (اعوذ برب البیت من الکفر والفقر ومن ضیق الصدر) اور رفع الیدین کرتے تھے اور سب سے بہتر یہ دعا ضروری ہے کہ طلب جنت
بلا حساب کرے اسواسطے کہ بیت اللہ کی نظر پڑنے کے وقت دعا قبول ہوتی ہے اور امام شافعی نے بسند ابن جریج نقل کیا ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم
بیت اللہ کو دیکھتے تھے تو رفع الیدین کرتے تھے اور فرماتے تھے (اللہم زد ہذا البیت تشریفا وتعظیما وتکریما ومہابۃ وزد من شرفہ وکرمہ ممن حجہ او اعتمرہ
تشریفا وتعظیما وتکریما وبرا) اور بیہقی میں مروی ہے کہ عمر فاروق جب بیت اللہ کو دیکھتے تھے کہتے تھے (اللہم انت السلام ومنک السلام حینا ربنا
بالسلام وادخلنا دار السلام) کذا فی فتح القدیر ثم ابتدأ بالطواف لانہ تحیۃ البیت ما لم یخف فوت المکتوبۃ او جماعتہا او الوتر او سنۃ راتبۃ پھر طواف
شروع کرے اسواسطے کہ طواف بیت اللہ کا تحیہ ہے جب تک کہ فرض نماز کا یا فرض کی جماعت کا یا وتر کا یا سنت موکدہ کا خوف فوت نہو جانے کا
اور اگر خوف ہو تو نماز کے بعد طواف کرے سنت موکدہ یا اسکی یہ صورت ہے کہ مثلا بعد طلوع فجر کے ایسے وقت پہونچا کہ اگر طواف کرے تو دو رکعت فرض کا
وقت باقی رہے نہ سنت کا تو اس صورت میں اول سنت اور فرض سے فراغت کرے پھر طواف میں مشغول ہو کذا فی حاشیۃ الطحطاوی فاستقبل الحجر
مکبرا مہللا رافعا یدیہ کالصلوۃ ثم استلمہ بکفیہ وقبلہ بلا صوت پھر سامنے ہو وے حجر اسود کے تکبیر کہتا اور کلمہ توحید پڑھتا رفع الیدین کرتا نماز کے
اور چھووے حجر اسود کو اپنی دونوں ہتھیلیوں سے اور اسکو چومے بدون آواز کے یعنی لبوں کے لگانے میں آواز نکالے استلام چھونا ہے دونوں ہاتھ سے
اور اسکو چومے سنن ابن ماجہ میں عبد اللہ بن عمر سے روایت ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے حجر اسود کا استقبال کیا اور دونوں لبوں کو اسپر رکھا اور دیر تک روتے رہے
پھر التفات کیا تو عمر کو روتے دیکھا تو فرمایا اے عمر یہاں آنسو بہانا چاہیے اور صحاح ستہ میں مروی ہے کہ عمر فاروق نے حجر اسود کو چوما اور کہا کہ میں جانتا ہوں
تو پتھر ہے اگر میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو چومتے نہ دیکھا ہوتا تو میں تجھکو نہ چومتا کذا فی الفتح اور مستحب ہے کہ استلام کے وقت یہ دعا کرے (اللہم ایمانا بک وتصدیقا
بکتابک ووفاء بعہدک واتباعا لنبیک اشہد ان لا الٰہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ واشہد ان محمدا عبدہ ورسولہ آمنت باللہ وکفرت بالطاغوت)
کذا فی شرح المختار وہل یسجد علیہ قیل نعم اور کیا سجدہ کرے حجر اسود پر بعض علما نے کہا کہ ہاں سجدہ کرنا جائز ہے ابن منذر اور حاکم نے روایت کی کہ عبد اللہ بن عباس
حجر اسود پر سجدہ کرتے تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فعل کرتے تھے اور امام مالک نے اسکو بدعت کہا کذا فی النہر بلا ایذاء لانہ سنۃ وترک الاذی واجب
فان لم یقدر وضعہما ثم قبلہما او احدہما استلام حجر اسود کا کرے بدون ایذا رسانی کے یعنی وہاں کے لوگوں کو نہ دھکیلے اسواسطے کہ استلام سنت ہے اور تکلیف
رسانی کا ترک کرنا واجب ہے تو سنت کے واسطے واجب کو ترک کرنا جائز نہیں سو اگر بسبب ہجوم خلق کے حجر اسود کو نہ چوم سکے تو دونوں ہاتھوں کو اسپر
رکھکر پھر ہاتھوں کو چومے یا ایک کو اسپر رکھے اور اسکو چومے وان لم یمکنہ ذلک یمس بالحجر شیئا فی یدہ او عصا ثم قبلہ ای الشیء اور اگر ہاتھ لگانا
بھی نہو سکے تو اپنے ہاتھ کی کسی چیز کو حجر اسود میں لگاوے اگرچہ ہاتھ میں عصا ہو تو اسکو لگاوے پھر اس شی کو چومے وان عجز عنہما ای الاستلام
والامساس استقبلہ مشیرا الیہ بباطن کفیہ کانہ واضعہما علیہ اور اگر بسبب کثرت ہجوم کے استلام اور کسی چیز کے لگانے سے عاجز ہو تو حجر اسود کے
سامنے کھڑا ہو اپنی دونوں ہتھیلیوں کے اندر کیجانب سے اسکی طرف اشارہ کرے اس تصور سے کہ گویا ہتھیلیوں کو حجر اسود پر رکھے ہے

وکبر وہلل وحمد اللہ تعالی وصلی علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم ثم استقبل کفیہ اور اللہ اکبر کہے اور کلمہ توحید پڑھے اور حق تعالی کی حمد کرے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم
پر درود پڑھے پھر اپنی دونوں ہتھیلیوں کو چومے وفی بقیۃ السبع فی الحج تقبل ایدیہ السماء الا عند الحجرین فالکعبۃ اور حجر اسود کے سوا حج کے باقی مکانات میں
رفع الیدین کے وقت ہتھیلیوں کے اندر جانب آسمان کی طرف کرے یعنی دعا کی طرح مگر حجرین کے پاس سو وہاں کعبہ کی طرف کرے ظاہر الروایہ میں کذا فی النہر
عن الخانیۃ وطاف بالبیت طواف القدوم ویسمی طواف التحیۃ للآفاقی لانہ القادم اور بعد استلام کے بیت اللہ کا طواف کرے اسے پہلے طواف کو
طواف القدوم کہتے ہیں یعنی داخل ہونے اور آنے کا طواف اور یہ طواف کرنا آفاقی کو مسنون ہے واسطے کہ آنا اور داخل ہونا آفاقی پر صادق آتا ہے نہ اہل مکہ پر
چنانچہ تحیۃ المسجد اسی واسطے مسنون ہے مسجد کے ... آخذا عن یمینہ مما یلی الباب فتصیر الکعبۃ عن یسارہ لان الطائف کالموتم بہا
والواحد یقف عن یمین الامام اور طواف کرنے والا طواف کو اپنے داہنے سے شروع کرے جدھر بیت اللہ کا دروازہ ہے تو اسی صورت میں کعبہ طواف کرنے والے کے
بائیں طرف کو واقع ہوگا اور وجہ داہنے سے شروع کرنے کی یہ ہے کہ طواف کرنے والا گویا مقتدی ہے اور کعبہ گویا امام ہے اور جانا کہ ایک مقتدی امام کی داہنی
طرف کھڑا ہوتا ہے طواف میں جب ملتزم کے سامنے ہو تو یہ دعا کرے (اللھم البیت بیتک ... فاقبل عذری واقض حاجتی وارحم
تضرعی ... فی مغفرتک وامنی من مضلات الفتن اللھم ان لک علی حقوقا فتصدق بہا علی) اور بیت اللہ کے دروازہ کے سامنے کہے (اللھم ان
البیت بیتک وہذا الحرم حرمک وہذا الامن امنک وہذا مقام العائذ بک من النار اعوذ بک من النار فاعذنی منہا) اور جب رکن عراقی کے پاس آوے تو کہے
(اللھم انی اعوذ بک من الشک والشرک والنفاق والشقاق وسوء الاخلاق وسوء المنقلب فی المال والاہل والولد) اور جب میزاب رحمت کے
مقابل ہو تو کہے (اللھم انی اسألک ایمانا لا یزول ویقینا لا ینفد ومرافقۃ نبیک محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللھم اظلنی تحت ظل عرشک یوم لا ظل الا ظلک واسقنی
بکاس محمد صلی اللہ علیہ وسلم شربۃ لا اظما بعدہا ابدا) اور جب رکن شامی کے سامنے ہو تو کہے (اللھم اجعلہ حجا مبرورا وسعیا مشکورا وذنبا
مغفورا وتجارۃ لن تبور یا عزیز یا غفور) اور جب رکن یمانی کے پاس آوے تو کہے (اللھم انی اعوذ بک من الکفر واعوذ بک من الفقر
ومن عذاب القبر ومن فتنۃ المحیا والممات واعوذ بک من الخزی فی الدنیا والآخرۃ) اور واقدی نے کتاب المغازی میں بسند حدیث مرفوع نقل
کی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم رکن اور حجر اسود کے درمیان میں یوں فرماتے تھے (ربنا آتنا فی الدنیا حسنۃ وفی الآخرۃ حسنۃ وقنا عذاب النار)
اور معلوم کرنا چاہیے کہ یہ ادعیہ اسوقت ہو سکینگی جب طواف میں ٹھہرا ہو تو جب طواف میں رمل سنت ہے تو اسمیں استیعاب انکا نہیں ہو سکتا اور یہ ادعیہ صحابہ
اور تابعین سے متفرق منقول ہیں علمائے متاخرین نے انکو یکجا جمع کر دیا ہے کذا فی فتح القدیر ولو عکس اعاد ما دام بمکۃ فلو رجع فعلیہ دم وکذا لو ابتدأ
من غیر الحجر کما مر اور اگر اسکے بالعکس کرے یعنی اپنے بائیں جانب سے طواف شروع کرے تو طواف القدوم کو دوبارہ کرے جب تک کہ مکہ میں مقیم ہے اور
اگر وہاں سے چلا آیا تو اسپر جانور کا ذبح کرنا لازم ہوا اور اسیطرح اگر حجر اسود کے سوا اور طرف سے بیت اللہ کا طواف شروع کریگا تو اسپر ذبح کرنا واجب ہوگا جیسا
واجبات حج میں مذکور ہو چکا کہ ابتدا طواف حجر اسود سے واجب ہے ... علی جمیع الحجر فقہا نے لکھا ہے کہ شروع طواف میں اپنے تمام بدن کو سارے
حجر اسود کے سامنے کر کے چلے یعنی رکن یمانی کی جانب سے مقابل حجر اسود کے ہو کر طواف کرے اس طرح کل بدن کا کل حجر سے سامنا ہو جاویگا جاعلا قبل
ذلک رداءہ تحت ابطہ الیمنی ملقیا طرفہ علی کتفہ الایسر استنانا وراء الحطیم وجوبا لان منہ ستۃ اذرع من البیت فلو طاف من الفرجۃ
لم یجز کا استقبالہ احتیاطا قبل شروع طواف کے اپنی چادر کو داہنی بغل سے نکال کر بائیں مونڈھے پر ڈال کر حطیم سمیت بیت اللہ کا طواف کرے اور
اس طرح چادر اوڑھنے کو اضطباع کہتے ہیں سو یہ سنت ہے اور حطیم کے باہر طواف کرنا واجب ہے ... کہ حطیم ... بیت اللہ کی زمین داخل ہے سو اگر طواف
اس کشادگی اور ناکہ میں گھسکر حطیم اور بیت اللہ کے درمیان میں ... فقہا نے ... استقبال کرنا حطیم کا جائز نہیں بنا بر احتیاط کے

ہیں پس استقبال کعبہ کا نص قرآنی سے فرض ہوا اور حطیم کا بیت اللہ میں داخل ہونا خبر واحد سے ثابت ہوا تو اول قطعی ہے اور ثانی ظنی [illegible] تو حطیم کو
داخل کیجیے اور نماز میں خارج ہے وبہ قبر اسمعیل وہاجرا اور حطیم میں حضرت اسمعیل و ہاجرہ علیہما السلام کی قبر ہے سبعۃ اشواط بیت اللہ کے گرد سات بار گھومے ہر شوط
جمع ہے شوط کی شوط ایکبار گھومنے کو کہتے ہیں یعنی حجر اسود سے حجر اسود تک گھوم کر پہنچا یہ ایک شوط ہے اور سات بار گھومنے سے ایک طواف ہوتا ہے فلو طاف ثامنا
مع علمہ بہ فالصحیح انہ یلزمہ اتمام الاسبوع للشروع اور لانہ شرع فیہ ملتزما بخلاف ما لو ظن انہ سابع لشروعہ مسقطا لا ملتزما بخلاف الحج اور اگر
آٹھواں شوط گھوما آٹھواں جانکر تو مذہب صحیح یہ ہے کہ اسپر لازم ہو گیا پورا کرنا سات شوط کا یعنی دوسرا طواف سات شوط والا لازم ہوا بسبب شروع
کر دینے کے یعنی اسواسطے کہ اسنے دوسرا طواف شروع کر دیا التزام کر کے بخلاف اسکے کہ اگر آٹھواں شوط کو ساتواں گمان کر کے شروع کریگا تو دوسرا طواف
اسپر لازم نہوگا اسواسطے کہ اسکا شروع کرنا بنا بر اسقاط کے ہے نہ بنا بر التزام کے بخلاف حج کے اسلیے کہ بطور [illegible] شروع کرنے سے ہی اتمام حج کا لازم
ہو جاتا ہے بخلاف بقیہ عبادات کے کذا فی النہر من الحجر واعلم ان مکان الطواف داخل المسجد ولو وراء زمزم او الاساطین لا خارجہ لصیرورتہ طائفا بالمسجد لا بالبیت اور علم
کہ طواف کرنے کا مکان تمام مسجد الحرام ہے اندر کی طرف سے اگرچہ زمزم کو بھی طواف میں داخل کر لے اور باہر مسجد الحرام کے طواف کا مکان نہیں اسواسطے کہ اگر باہر
مسجد الحرام کے طواف کریگا تو وہ شخص مسجد الحرام کا طائف ہوگا نہ بیت اللہ کا اسمیں تمام مسجد الحرام میں طواف جائز ہے لیکن بیت اللہ کے گرد جو ستون قائم ہیں
اسکے اندر طواف ہوتا ہے اسکو مطاف کہتے ہیں اور نقشہ بیت اللہ کا مجملا یوں ہے کہ درمیان میں بطور کوٹھری کے بیت اللہ ہے اسکے گرد مطاف کے ستون
ہیں پھر چاروں طرف بڑا صحن ہے جسمیں زمزم کا کنواں اور مقام ابراہیم اور چاروں اماموں کے مصلے ہیں پھر چاروں طرف مسجد الحرام کے دالان [illegible]
درجہ کی پھر پشت کی دیوار ہے اور مسجد الحرام کی پشت پر ایک طرف صفا کی پہاڑی اور دوسری جانب مروہ کی پہاڑی ہے اور مروہ کے درمیان مسجد الحرام کی دیوار سے
متصل دو سبز مینارے ہیں جنمیں سعی کرتے ہیں اور بیت اللہ کے چار کونے ہیں جنکو ارکان کہتے ہیں ایک کونے پر تخمینا آدمی کے قد کی بلندی پر حجر اسود نصب ہے
جب حجر اسود سے طواف کیجیے بیت اللہ کے دروازے کی جانب سے تو دوسرا کونا ملتا ہے اسکو رکن عراقی کہتے ہیں پھر اسکے بعد تیسرا کونا ہے جسکو رکن شامی کہتے ہیں
پھر چوتھے کونے کو رکن یمانی کہتے ہیں اور حجر اسود سے تا در کعبہ اس مکان کا ملتزم نام ہے اور بیت اللہ سے جانب شرق تین کوس پر منا ہے جہاں قربانی ہوتی ہے اسکے آگے
تین کوس پر مزدلفہ ہے جہاں مغرب اور عشا کی نماز ملا کر پڑھتے ہیں اسکے آگے تین کوس پر عرفات کا میدان اور پہاڑ ہے جہاں حج ہوتا ہے مقتدا کو اپنے سے
مسائل حج کا دریافت کرنا آسانی سے ہوتا ہے ولو خرج منہ او من السعی الی جنازۃ او مکتوبۃ او تجدید وضوء ثم عاد بنی اور اگر درمیان سات شوط کے طواف سے نکلا یا سعی
کرنے سے نکلا نماز جنازہ کے واسطے یا فرض نماز کے واسطے یا نیا وضو کرنے کے واسطے پھر وہیں آوے جہاں سے طواف اور سعی کو قطع کیا تھا تو وہیں سے پورا کر لے
وجاز فیہما اکل وبیع وافتاء وقراءۃ لکن الذکر افضل منہا اور طواف اور سعی میں جائز ہے کھانا اور بیچنا لیکن بلا ضرورت مکروہ ہے کذا فی النہر اور جائز ہے فتوی
دینا اور قرآن پڑھنا بلا رفع صوت کذا فی النہر لیکن ذکر کرنا افضل ہے قرآن کے پڑھنے سے اسواسطے کہ ابن ماجہ نے حدیث روایت کی ہے کہ حضرت نے فرمایا کہ جو
بیت اللہ کا سات بار طواف کرے اور سبحان اللہ اور الحمد للہ اور لا الہ الا اللہ واللہ اکبر ولا حول ولا قوۃ الا باللہ کے سوا کوئی بات نہ کرے تو اسکے دس گناہ مٹائے جاتے ہیں اور دس
درجے اسکے سبب سے بلند کیے جاتے ہیں کذا فی النہر وفی منسک النووی الذکر الماثور افضل واما غیر الماثور فالقرآن افضل فلیراجع اور نووی شافعی کی منسک
میں یوں ہے کہ ذکر منقول افضل ہے اور غیر منقول سے تو قرآن افضل ہے طواف میں تو اسکی تلاش کرنا چاہیے ابن ہمام محقق نے فتح القدیر میں کہا کہ طواف میں
مجرد ذکر اللہ معروف ہے اور مجھکو کوئی حدیث ایسی معلوم نہیں جسمیں قراءۃ قرآن طواف میں مروی ہو ابن ماجہ کی حدیث مرفوع میں طواف کے اندر تسبیح اور
تہلیل اور تحمید اور تکبیر اور جو قلمہ مروی ہے واللہ اعلم ورمل ای مشی بسرعۃ مع تقارب الخطی دون وثب فی الثلاثۃ الاول استنانا [illegible] اور رمل کرے
یعنی جلد چلے نزدیک نزدیک قدم رکھکر اور دونوں مونڈھوں کو ہلا کر جیسے جوانمرد سپاہی [illegible] چلتے ہیں [illegible] طرح اگر نا فقہا [illegible] پہلے

تینوں شوطوں میں جنکو ہم کتب احادیث میں ثابت ہو کہ اکڑ کے طواف میں یہ سبب ہوا کہ جب رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم ساتھ اصحاب کے مدینہ سے عمرہ
کرنے کو آئے تو مشرکین نے کہا کہ مدینہ کی تپ نے مسلمانوں کو توڑ دیا اور دبلا بے طاقت کر ڈالا حضرت نے فرمایا مسلمانوں کو کہ اکڑ کے طواف کریں تا کافروں پر
رعب پہنچے پھر جب مکہ فتح ہوا تو دسویں سال ہجرت کے حجۃ الوداع کے واسطے تشریف لائے اور اسطرح سابق رمل کیا نعمت الٰہی کو یاد کر کہ جو کہ اب دشمن کے
امن عطا کیا پھر ہمیشہ یہ عمل صحابہ اور تابعین میں جاری رہا صحیح بخاری میں عبد اللہ بن عمر سے مروی ہے کہ امیر المومنین عمر فاروق نے کہا کہ ہمکو اکڑنے سے کیا کام
یہ اکڑنا تو ہمنے مشرکوں کو دکھلایا تھا اور اب تو خدا نے انکو ہلاک کر ڈالا پھر فرمایا کہ اس فعل کو تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کیا سو ہم نہیں چاہتے ہیں کہ اسکو
چھوڑ دیں اور ابو داؤد نے یوں روایت کی عمر فاروق سے کہ یہ اکڑنا اور مونڈھوں کا کھولنا کسواسطے ہے اور حالانکہ حق تعالی نے اسلام کو غالب کیا اور کفر کو مٹایا لیکن
باوجود اسکے ہم نہ چھوڑینگے اس چیز کو جو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ہم کرتے تھے فلو ترکہ اولہ وفی الثلثۃ لم یرمل فی الباقی اور اگر رمل کو شوط
اول میں ترک کیا یا بھول گیا تو رمل نہ کرے مگر انہیں دونوں شوطوں میں جو اول کے بعد ہیں اور اگر تینوں شوط میں رمل کو ترک کیا یا بھول گیا تو باقی چار شوطوں
میں رمل نہ کرے کذا فی الفتح والنہر والعالمگیریۃ عن المبسوط شارح کے کلام میں ظاہرا شوط اول کی جزا ساقط ہو گئی ہے یعنی عبارت تینوں کتابوں کی موافق
یوں ہے فلو ترکہ او نسیہ فی الشوط الاول لم یرمل الا فی الشوطین بعدہ وفی الثلثۃ لم یرمل فی الباقی لہذا مترجم نے موافق کتب مذکورہ کے پوری عبارت کا ترجمہ کیا
غالب ہے کہ یہ فقرہ کاتبوں کی جہت سے ہو مترجم نے دونسخوں میں اسیطرح پایا واللہ اعلم ولو زحمہ الناس وقف حتی یجد فرجۃ فیرمل بخلاف الاستلام لان لہ بدلا اور
اگر ہجوم ہو لوگوں کا اور رمل کرنے کی جگہ نہ ملے تو ٹھہر جاوے یہانتک کہ کشادگی پاوے پھر رمل کرے بخلاف استلام کے کہ اسکے واسطے بسبب ہجوم کے
توقف کرنا نہ چاہیے اسواسطے کہ استلام کا بدلا موجود ہے یعنی استقبال اور رمل کے واسطے کوئی عوض نہیں من الحجر الی الحجر فی کل شوط رمل کرے حجر اسود سے
حجر اسود تک تین بار ہر شوط میں ویستلم الحجر کلما مر بہ ان قدر والا استقبل وکبر وہلل اور ہر شوط میں جب حجر اسود کے پاس ہو کر نکلے تو استلام کرے اور اگر وہاں تک بسبب
ہجوم کے نجا سکے تو عصا یا تلوار اسمیں لگا دے اور اسکو چومے اور اگر یہ بھی نہو سکے تو بطور سابق استقبال کرے ویستلم الرکن الیمانی وہو مندوب
لکن بلا تقبیل وقال محمد ہو سنۃ ویقبلہ والدلائل تؤیدہ وکرہ استلام غیرہما اور رکن یمانی کا استلام کرے اور یہ مستحب ہے امام اعظم رح کے نزدیک بلا تقبیل یعنی
فقط اسپر ہاتھ رکھے لیکن اسکو نہ چومے اور محمد رح نے کہا کہ رکن یمانی کا استلام مستحب نہیں بلکہ سنت ہے اور اسکو چومے بھی اور دلائل احادیث کی محمد رح کے
قول کی تائید کرتے ہیں اور سوا سے حجر اسود اور رکن یمانی کے استلام کرنا مکروہ ہے بسبب عدم ثبوت روایت کے چنانچہ صحیحین وغیرہما میں عبد اللہ بن عمر سے
مروی ہے کہ میں نے نہیں دیکھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کہ ہاتھ لگاتے ہوں بیت اللہ کو سوا سے دو رکن یمانی کے کذا فی البرہان اور ابن عباس سے مروی ہے
کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم رکن یمانی کو چومتے تھے کذا فی حاشیۃ الطحطاوی ویختم الطواف باستلام الحجر استنانا ثم صلی شفعا فی وقت مباح یجب
بالجیم علی الصحیح بعد کل اسبوع عند المقام حجارۃ ظہر فیہا اثر قدمی الخلیل اور تمام کرے طواف کو حجر اسود کے استلام پر بنا بر مسنون ہونے کے پھر مباح وقت میں
دو رکعتیں نماز پڑھے جو واجب ہیں بنا بر قول صحیح کے ہر سات بار گھومنے کے بعد مقام ابراہیم کے پاس مقام ابراہیم ایک پتھر ہے جس میں ابراہیم علیہ السلام کے
دونوں قدموں کے نقش ظاہر ہیں جب اسمعیل اور انکی والدہ کے دیکھنے کو تشریف لاتے تو سواری پر سے اوترتے اور چڑھتے اسی پتھر پر قدم مبارک رکھتے تھے اور ایک
روایت یہ ہے کہ جب بحکم الٰہی حج کے واسطے خلق کو پکارا تو اسی پتھر پر قدم رکھے ہوئے تھے کذا فی الطحطاوی طبرانی اور ابن عساکر نے بریدہ سے روایت کی کہ
رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب آدم کو حق تعالی نے زمین پر اتارا تو آدم نے بیت اللہ کا سات بار طواف کیا اور مقام ابراہیم کے پیچھے دو رکعت
نماز پڑھی پھر دعا کی کہ اللہم انک تعلم سری وعلانیتی فاقبل معذرتی وتعلم حاجتی فاعطنی سؤلی وتعلم ما عندی فاغفر لی ذنوبی اللہم انی اسألک ایمانا یباشر
قلبی ویقینا صادقا حتی اعلم انہ لن یصیبنی الا ما کتبت علی ورضنی بما قسمت لی تو حق تعالی نے آدم پر وحی اتاری اور فرمایا اے آدم تو نے ایسی دعا کی

جیسی

مانگی گئی ہے اُسے قبول کی اور تیرے گناہ بخشے اور تیرے غموم اور ہموم کو دفع کیا اور جو تیری اولاد سے یہ دعا کریگا تو اُسکے ساتھ بھی ایسا ہی کرونگا اور اُسکی حاجتیں پوری کرونگا کذا فی کنز العمال للعلی المتقی و فتح القدیر اور بحرہ میں المسجد یا مقام ابراہیم کے سوا اور کہیں مسجد الحرام میں دوگانہ طواف کا پڑھ اگر وہاں جگہ نہ پاوے کذا فی البرہان و بل بعین المسجد قولان اور کیا اس نماز کے واسطے مسجد الحرام ہی متعین ہے اسمیں دو قول ہیں طحطاوی نے کہا قول معتمد یہ ہے کہ تعیین مسجد الحرام کی فضیلت کے واسطے ہے ثم الزمزم والملتزم و شرب من ماء زمزم پھر بعد دوگانہ طواف کے ملتزم کو چمٹے بطور کہ اپنا سینہ اور پیٹ اور داہنا رخسارہ اسمیں لگاوے اور دونوں ہاتھوں کو سر کے اوپر کھڑا کرکے دیوار میں چمٹا وے اور زمزم کا پانی پیوے اور یہ دعا پڑھے (اللھم انی اسئلک رزقا واسعا وعلما نافعا وشفاء من کل داء) کذا فی فتح القدیر و دعا وان اراد السعی اور پھر آوے حجر اسود کی طرف اگر صفا اور مروہ کی سعی کا ارادہ ہو اور اگر سعی کا ارادہ نہ ہو تو بعد دوگانہ طواف کے حجر اسود کی طرف نہ آوے جس طواف القدوم کے بعد سعی کرنا اسواسطے جائز ہوا کہ قربانی کے دن فرض اور زیارت ادا ہی چاہئے کے اشتغال درپیش رہیگا اور افضل یہ ہے کہ صفا اور مروہ کی سعی کو تا خیر کرے طواف فرض کے بعد تا اُسکے سواسطے سعی واجب ہو جو بہتر ہے کہ فرض کے تابع ہو کذا فی النہر ثم استلم الحجر و کبر و ہلل و خرج من باب الصفا اور حجر اسود کا استلام کر اور اللہ اکبر کہے اور کلمۂ توحید پڑھے اور مستحب ہے کہ باب الصفا سے نکلے بایاں قدم آگے نکالا اور یہ دعا پڑھے (بسم اللہ والسلام علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللھم اغفر لی ذنوبی وافتح لی ابواب رحمتک) یہ اولی ہے اسواسطے کہ عدم نکلنے کا ذکر کیا فی فتح القدیر فصعد الصفا بحیث یری البیت قد الباب و قد قال البیت و اما الخ وصلی ان تکلے النبی صلی اللہ علیہ وسلم بعد صعود مرتفع جا پھر صفا پر اتنا چڑھے کہ باب الصفا سے کعبہ نظر آوے اور بیت اللہ کے سامنے ہو اور اللہ اکبر کہے اور کلمۂ توحید اور درود پڑھے بلند آواز سے کذا فی النھایہ سنن ابو داؤد میں جابر سے مروی ہے کہ اول رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم صفا پر اتنا چڑھے کہ بیت اللہ نظر آیا پھر مقابلے کی توحید اور تکبیر کی اور یہ فرمایا (لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ لہ الملک ولہ الحمد یحیی ویمیت وھو علی کل شیء قدیر لا الہ الا اللہ وحدہ انجز وعدہ ونصر عبدہ وھزم الاحزاب وحدہ) پھر اُسکے درمیان میں دعا کی اور یہ طرح تین بار فرمایا ورفع یدیہ نحو السماء و دعا بما شاء یا شارالآن مجملا ثم یقرن ینبغی الی الامۃ یحسبا ترفۃ القلب والی قربۃ بالملا تو تحسن اور دونوں ہاتھ اٹھاوے آسمان کی طرف ہتھیلیاں کعبہ کی طرف نماز کے بعد معمول ہے اور چونکہ تمام عبادات کا یہ وقت ہو تو جو چاہے سو دعا کرے اسواسطے کہ امام محمد نے مناسک حج میں کوئی دعا معین نہیں کی اسلیئے کہ معین کرنا دعا کا رقت قلب کا زائل ہونا ہے جو دعا میں بہتر یہ ہے کہ جوش دل سے ہو اور اگر ادعیہ ماثورہ سے برکت چاہے تو بھی خوب ہے کہ بعض لوگوں حق میں ادعیہ منقولہ بہتر ہیں چنانچہ مترجم نے کچھ دعائیں ذکر کی ہیں اور کچھ آئندہ ذکر کریگا مجد الدین فیروزآبادی نے سفر السعادت میں نقل کیا کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے صفا پر یہ دعا کی (اللھم انا نسئلک موجبات رحمتک وعزائم مغفرتک والغنیمۃ من کل بر والسلامۃ من کل اثم لا تدع لی ذنبا الا غفرتہ ولا ہما الا فرجتہ ولا کربا الا کشفتہ ولا حاجۃ الا قضیتہا) اور شیخ عبد الحق کی شرح سفر السعادۃ میں موطا سے منقول ہے بروایت ابن عمر کہ صفا پر یہ دعا کرے (اللھم انک قلت ادعونی استجب لکم وانک لا تخلف المیعاد وانا اسالک کما ہدیتنی للاسلام ان لا تنزعہ منی حتی تتوفانی وانا مسلم) ثم مشی نحو المروۃ ساعیا بین المیلین الاخضرین المتخذین فی جدار المسجد پھر صفا سے اُتر کے مروہ کی طرف چلے اُن دونوں سبز میناروں کے درمیان جو کہ مسجد الحرام کی پشت کی دیوار میں تراشے ہوئے ہیں اور جب صفا سے اُترے تو یہ دعا پڑھے (اللھم استعملنی بسنۃ نبیک وتوفنی علی ملتہ واعذنی من مضلات الفتن برحمتک یا ارحم الراحمین) اور جب دو سبز میناروں میں سعی کرے تو یہ دعا پڑھے (رب اغفر وارحم وتجاوز عما تعلم انک انت الاعز الاکرم) یہ دعا عبد اللہ بن مسعود سے منقول ہے کذا فی الفتح اور سفر السعادت میں دعا سے مذکور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہے بروایت صفیہ بنت شیبہ و صعد علیہا و فعل ما فعلہ علی الصفا یفعل کذا سبعا یبدأ بالصفا ویختم بالمروۃ السابع الخ اور چڑھے مروہ پر اور اُسپر وہ کرے جو صفا پر کیا تھا

سات بار کرے صفا سے شروع کرے اور ساتوں شوط کو مروہ پر ختم کرے یعنی صفا سے مروہ تک آنا یہ ایک شوط ہوا پھر مروہ سے صفا تک جانا یہ دوسرا شوط
ہوا اسیطرح ساتواں شوط مروہ پر تمام ہوگا فلو بدأ بالمروة لم يعتد بالاول هو الاصح پھر اگر مروہ سے ابتدا کریگا تو صفا تک شوط اول میں نہ معتبر ہوگا یہی قول
صحیح ہے اسواسطے کہ حدیث قولی اور فعلی کے مخالف ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ابتدا صفا سے کی اور فرمایا کہ ابتدا کرو اس سے جس سے حق تعالی نے ابتدا کی
یعنے فرمایا قرآن مجید میں (ان الصفا والمروة من شعائر الله) كذا في حاشية الطحطاوي وندب ختمه بركعتين في المسجد كختم الطواف اور مستحب ہے ختم کرنا سعی کا دو رکعتوں سے
جنکو مسجد الحرام میں جاکر پڑھے مانند ختم طواف کے اسواسطے کہ مسند احمد میں حدیث مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بعد سعی کے دو رکعتیں مسجد الحرام
میں جاکر پڑھیں سامنے حجر اسود کے اور ابن ماجہ اور حاکم نے بھی اسکو روایت کیا مطلب میں دوام سے کذا فی فتح القدیر ثم سكن بمكة محرما بالحج ولا يجوز
فسخ الحج بالعمرة عندنا پھر ٹھہرا رہے مکہ معظمہ میں حج کا احرام باندھے ہوے اور عمرہ کر کے حج کا احرام توڑنا ہمارے نزدیک یعنی حنفیوں کے جائز نہیں یعنی
جب میقات سے حج کا احرام باندھا تو اب عمرہ کر کے احرام حج کا چھوڑنا درست نہیں اور وہ جو صحیحین میں حدیث ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ
الوداع میں اصحاب سے عمرہ کروا کر حج کو فسخ کروایا تھا تو یہ حکم فقط اصحاب ہی کو مخصوص تھا اسواسطے کہ صحیح مسلم میں ابو ذر سے حدیث مروی ہے کہ حج کو فسخ کرنا
عمرہ سے یہ اصحاب کبار کو مخصوص تھا وطاف بالبيت نفلا ما شاء بلا رمل وسعي وهو افضل من الصلاة نافلة للآفاقي وقلبه للمكي اور نفل طواف کیا کرے جس قدر
کا جتنا چاہے بدون رمل اور سعی کے اور طواف کرنا افضل ہے نفل نماز پڑھنے سے مسافر کے حق میں اور اہل مکہ کے واسطے نماز افضل ہے طواف سے وفي البحر
ينبغي تقييده بزمن الموسم والا فالطواف افضل من الصلاة مطلقا اور بحر الرائق میں ہے کہ فضیلت صلوۃ میں موسم حج کی قید لگانا لائق ہے یعنی کیونکہ واسطے ایام
حج میں طواف سے نماز افضل ہے تاکہ بسبب ہجوم کے مسافر طواف سے نہ محروم رہیں اور بعد موسم حج کے تو طواف ہی افضل ہے نفل نماز سے طحطاوی اور ابن حبان
نے روایت کی کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بیت اللہ کا طواف نماز ہے مگر یہ کہ خدا نے طواف میں کلام کرنا حلال کر دیا ہے تو جو کلام کرے تو سوائے خیر کے
نہ بولے کذا فی الفتح والبرہان اور ترمذی اور نسائی میں یوں مروی ہے کہ طواف مثل نماز کے ہے اور ابن ماجہ میں عبد اللہ بن عمر سے روایت ہے کہ رسول خدا صلی
اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جسنے بیت اللہ کا طواف کیا اور دو رکعتیں پڑھیں گویا اسنے ایک گردن کو آزاد کیا اور اسی کتاب میں ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ
صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ رکن یمانی پر ستر فرشتے مقرر ہیں سو جو شخص کہ یہ دعا پڑھے (اللهم اني اسألك العفو والعافية في الدنيا والآخرة ربنا آتنا في الدنيا حسنة
وفي الآخرة حسنة وقنا عذاب النار) تو وہ فرشتے آمین کہتے ہیں ترمذی میں عبد اللہ بن عباس سے روایت ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ
جو بیت اللہ کا ۵۰ بار طواف کریگا تو وہ اپنے گناہوں سے ایسا نکل جاویگا جیسا اسدن بیگناہ تھا جب ماں کے پیٹ سے پیدا ہوا تھا کذا فی تیسیر جامع الاصول
وخطب الامام اولى خطب الحج الثلاث سابع ذي الحجة بعد الزوال وبعد صلاة الظهر وكره قبله وعلم فيها المناسك اور حج کے تین خطبوں میں
سے پہلا خطبہ ساتویں تاریخ ذی الحجہ کے امام پڑھے دوپہر ڈھلے نماز ظہر کے بعد اور قبل نماز کے مکروہ ہے اور اس خطبہ میں حج کے احکام تعلیم کرے یعنی احرام
باندھنا اور منا اور عرفات کا جانا اور وہاں کی نماز اور عرفات کا ٹھہرنا اور وہاں سے پھرنا لوگوں کو سکھا دے ہر حج کے تین خطبہ ہیں ایک ساتویں تاریخ کو مکہ میں اور
دوسرا عرفات میں اور تیسرا گیارھویں کو منا میں اور سب خطبے بعد زوال اور بعد نماز ظہر کے پڑھے جاتے ہیں مگر عرفات کا خطبہ بعد زوال قبل نماز ظہر کے ہوتا ہے
اور سب خطبوں میں اول تکبیر پھر تلبیہ پھر تحمید واجب ہے مانند خطبہ عیدین کے اور خطبہ جمعہ اور خطبہ نکاح میں تحمید سے ابتدا کرنا لازم ہے کذا فی الفتح والطحطاوی
فاذا صلى بمكة الفجر يوم التروية ثامن الشهر خرج الى منى قرية من الحرم على فرسخ من مكة ومكث بها الى فجر عرفة پھر جب ذی الحجہ کی آٹھویں تاریخ فجر کی نماز مکہ میں
پڑھ چکے تو منا کیطرف چلے اور عرفہ کی فجر تک وہاں رہے آٹھویں تاریخ کو یوم الترویہ کہتے ہیں اور منا ایک گاؤں ہے حرم کی حد میں مکہ سے تین کوس مرقاۃ
مکہ میں جمیع حالات میں لبیک کہتا رہے سوائے طواف کے اور منا کیطرف چلتے لبیک کہے اور یہ دعا کرے (اللهم اياك ارجو واياك ادعو فبلغني صالح امله

قولہ
یعنی حج میں سعی کا ہونا اور تمتع میں سعی کا [illegible]

بلغنی صالح عمل و علم فی ذریتی) پھر جب منا میں داخل ہو تو یہ دعا پڑھے (اللهم هذا منی وهذا مادللتنا علیه من المناسك فمن علینا بجوامع الخیرات وبما مننت
به علی ابراهیم خلیلك ومحمد حبیبك وبما مننت به علی اهل طاعتك فانی عبدك وناصیتی بیدك جئت طالبا مرضاتك) اور منا میں مستحب ہے کہ مسجد خیف
کے پاس اترے کذا فی فتح القدیر (ثم بعد طلوع الشمس یروح الی عرفات علی طریق ضب) پھر آفتاب کے نکلنے کے بعد منا سے عرفات کو
جاوے ضب کی راہ پر کہ یہی سنت ہے اور عرفات کے چلنے کے وقت یہ دعا پڑھے (اللهم الیك توجهت وعلیك توکلت ووجهك اردت
فاجعل ذنبی مغفورا وحجی مبرورا وارحمنی ولا تخیبنی واقض بعرفات حاجتی انك علی كل شیء قدیر) اور لبیک کہے اور کلمہ توحید پڑھے پھر جب
عرفات کے قریب پہونچے اور جبل رحمت نظر آوے تو کہے (سبحان الله والحمد لله ولا اله الا الله والله اکبر) پھر لبیک کہتا رہے یہانتک کہ عرفات
میں داخل ہو کذا فی الفتح (وعرفات کلها موقف الا بطن عرنة وفی الزاد وغیرها ان من الحرم غربی مسجد عرنة) اور تمام عرفات ٹھہرنے کا مکان ہے مگر بطن
عرنہ میں ٹھہرنا جائز نہیں عرنہ ایک جنگل ہے فتح الباری میں ہے کہ اسکو حاجیوں کا مقام جنگل ہے جو حرم میں مسجد عرفہ کی مغرب کی طرف ہے اور عرفات حل میں ہے (فبعد الزوال
قبل صلوة الظهر یخطب الامام فی المسجد خطبتین کالجمعة) پھر دوپہر ڈھلنے کے بعد ظہر کی نماز سے پہلے امام مسجد میں دو خطبے پڑھے مانند
جمعہ کے یعنی خطبۂ جمعہ میں امام درمیان دو خطبوں کے منبر پر بیٹھتا ہے ویسے ہی اس میں بھی بیٹھے اور بیٹھنے سے پہلے امام کے سامنے مؤذن
اذان کہتا ہو ویسا ہی یہاں بھی اذان کہے کذا فی حاشیة الطحطاوی (وعلم فیها المناسك وبعد الخطبة صلی بهم الظهر والعصر باذان واقامتین)
وقرأ سرا ولم یتطوع بینهما شیئا علی المذهب ولو بسنة الظهر وفی وقت الظهر) اور امام اس خطبہ میں احکام حج کے تعلیم کرے یعنی وقوف عرفات
اور مزدلفہ اور وہاں سے پھرنا اور رمی اور ذبح اور حلق اور طواف زیارت کرنا سکھاوے اور بعد خطبہ کے لوگوں کو ظہر اور عصر کی نماز پڑھاوے ایک
اذان اور دو اقامت سے ایک اقامت ظہر کی واسطے اور دوسری عصر کی واسطے اسلیے کہ عصر خلاف عادت ظہر کے وقت پڑھی جاتی ہے تو اعلام اور اطلاع کرنا ضرور
ہوا اور امام قرأت کو آہستہ پڑھے اور ظہر اور عصر کے درمیان میں کوئی نماز نہ پڑھے یہانتک کہ سنت مؤکدہ بھی نہ پڑھے بنا بر مذہب صحیح کے اور نہ بعد ادا کرنے عصر کے کوئی نماز
پڑھے ظہر کے وقت میں اسواسطے کہ نفل پڑھنا بعد عصر کے مکروہ ہے (وشرط لصحة هذا الجمع الامام الاعظم او نائبه والا صلوا وحدانا والاحرام بالحج فیهما) اسی
الصلوتین اور اسواسطے صحت اس جمع بین الصلوتین کے دو امر شرط ہیں امام اعظم کے نزدیک ایک شرط یہ ہے کہ بادشاہ ہو یا اسکا نائب چنانچہ قاضی
اور اگر بادشاہ یا اسکا نائب نہو تو لوگ علیحدہ علیحدہ نماز پڑھیں بلا جماعت اور دوسری شرط یہ ہے کہ حج کا احرام ہو دونوں نمازوں میں تو اگر ظہر کی نماز عمرہ کے
احرام سے پڑھے اور عصر کی حج کے احرام سے تو جمع بین الصلوتین جائز نہیں اسواسطے کہ دونوں نمازوں میں حج کا احرام مشروط ہے اور اسیطرح اگر بدون احرام کے
دونوں نمازوں کو جمع کریگا تو بھی جائز نہیں کذا فی حاشیة الطحطاوی (فلا یجوز العصر للمنفرد فی احدهما فلو صلی الظهر وحده لم یصل العصر مع الامام
تو جائز نہیں عصر کی نماز ظہر کے وقت پڑھنا اس شخص کو جسنے ظہر یا عصر کی نماز تنہا پڑھی سو اگر اسنے ظہر کی نماز تنہا پڑھی تو امام کے ساتھ عصر نہ پڑھے بلکہ
عصر کے وقت پڑھے (ولا یجوز العصر لمن صلی الظهر بجماعة قبل احرام الحج ثم احرم الا فی وقته) اور جسنے قبل احرام حج کے ظہر کی نماز جماعت سے
پڑھی پھر اسنے حج کا احرام باندھا تو اسکو عصر کا پڑھنا جائز نہیں مگر عصر کے وقت میں نہ امام کے ساتھ ظہر کے وقت میں اسواسطے کہ شرط ثانی
مفقود ہے (وقالا لا یشترط لصحة العصر الا الاحرام وبه قالت الثلثة وهو الاظهر شرنبلالیة عن البرهان) اور صاحبین نے کہا کہ مشروط نہیں صحت
عصر کے واسطے مگر احرام یعنی جمع بین الصلوتین کے واسطے فقط احرام حج کافی ہے امام کا ہونا شرط نہیں اور یہی مذہب ہے تینوں اماموں کا اور یہی قول
ظاہر تر ہے باعتبار دلیل کے کذا فی شرنبلالی عن البرهان صاحب برہان نے کہا کہ یہ قول اسواسطے ظاہر ہے کہ عرفات میں جمع بین الصلوتین اسواسطے ہے کہ [illegible]
واجب ہے اور موقف کی زمین نہایت اونچی نیچی ہے صفوں کا وہاں برابر ہونا ممکن نہیں تو اگر عصر اپنے وقت پر ہوتی تو وہاں سے کٹ کر آنا پڑتا اور وقوف منقطع ہوتا

اس ضرورت سے جمع بین الظہر والعصر جائز ہوا اس حاجت یعنی منفرد اور جسے کہ امام کے ساتھ نماز پڑھی دونوں برابر ہیں ثم ذہب الی الموقف
افضل یہ ہی وقوف الامام قولہ ثم اتی الموقف قریب جبل الرحمۃ عند الصخرات الکبار مستقبل القبلۃ پھر نماز کے بعد جاوے طرف موقف کے یعنی ٹھہرنے
کے مکان میں جاوے غسل کرکے کہ مسنون ہی اور امام وقوف کرے اپنے اونٹ پر سوار ہو کر جبل رحمت کے قریب بڑے بڑے کالے پتھروں کے پاس
قبلہ رو ہو کر یہ ہی ہی بہتر اور یہ ہی مستحب ہی اور یہ جو عوام کی عادت ہے کہ پہاڑ پر چڑھ کر کھڑے ہوتے ہیں سو یہ اصل نہیں ہو والقیام فیہ ای الوقوف لیست
افضل واولی فلو کان راکبا جاز ہذہ ذلک الا ان الشرط الکینونۃ فیہ وقصد وقوف شرط نہیں وبالجملہ جاہل وناسی ومجنون وسکران اور کھڑا ہونا
اور دعا مانگنا ٹھہرنے میں یعنی وقوف کی کر نا شرط ہو وہ جب سوا اگر موقف میں بیٹھا رہے تو اسکا جائز ہوگا اور یہ جو ہوا اس واسطے کہ وہاں کا ہونا شرط ہے
یعنی کسی طرح سے ہو تو صحیح ہی وقوف راہ چلنے اور بھاگنے کا اور بھولی کی تلاش کرنے والے کا اور سونے والے کا اور دیوانے اور مست کا اور اسی طرح حائض اور
جنب کا وقوف اور جیسے جمع بین الصلاتین نہیں کی اسکا وقوف بھی صحیح ہے کذا فی الفتح ودعا ای مجتہد فی الدعاء وقت المناسک وقوف الناس خلف الامام بحیث یسمع القرآن
سامعین بقولہ فیعلمہم وافعالہم یعنی ہاتھ اٹھاکر اور آواز بلند کرکے دعا کرے نہایت جہد اور کوشش سے اور امام مناسک کی تعلیم کرے اپنے اونٹ پر سے اور لوگ
امام کے پیچھے ٹھہریں متصل اسکے دیکھتے ہوں کہ امام کے قول پر کان لگائے اگر چہ اسکے ردیف ہو سنے امام کا اس لئے کہ یہ ہی صحیح مرفوع نقل کی ہے رسول
خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ افضل دعاؤں عرفہ کی دعا ہے اور جو افضل دعا کہ میں نے کی اور مجھ سے پہلے پیغمبروں نے کی یہ ہے (لا الٰہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ لہ الملک
ولہ الحمد یحیی ویمیت وہو حی لا یموت بیدہ الخیر وہو علی کل شیء قدیر) توحید اور ثنا کو دعا فرمایا اس واسطے کہ کریم کی تعریف کرنا درحقیقت دعا ہی مثل مشہور ہے کہ تعریض سوال کی
صورت سوال ہو علی الخصوص جب تعریف بھی کرنے لگے اور امام احمد بن حنبل نے حدیث صحیح نقل کی عبد اللہ بن عباسؓ سے کہ فلاں شخص رسول خدا
صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سوار تھا سو وہ شخص عورتوں کی طرف دیکھنے لگا تو رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ دن ہے کہ جو اس دن میں اپنے کان
اور آنکھ اور زبان کو محفوظ رکھے تو اسکی مغفرت ہوتی ہے اور بزار وغیرہ نے عبد اللہ بن عباسؓ سے روایت کی کہ میں نے دیکھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کہ عرفہ
کے دن دونوں ہاتھ پھیلا کے دعا کرتے تھے جیسے کھانا مانگنے والا محتاج ہاتھ پھیلا کر مانگتا ہی کذا فی فتح القدیر اور ثابت ہوا ہے کہ موقف میں حضرت صلی اللہ علیہ
وسلم نے یہ دعا کی (اللہم لک الحمد کالذی نقول وخیرا مما نقول اللہم لک صلاتی ونسکی ومحیای ومماتی والیک مآبی ولک رب تراثی اللہم انی اعوذ بک
من عذاب القبر ووسوسۃ الصدر وشتات الامر اللہم انی اعوذ بک من شر ما تجیء بہ الریح اللہم انک تسمع کلامی وتری مکانی وتعلم سری وعلانیتی ولا یخفی
علیک شیء من امری انا البائس الفقیر المستغیث المستجیر الوجل المشفق المقر المعترف بذنوبہ اسالک مسألۃ المساکین وابتہل الیک ابتہال المذنب
الذلیل وادعوک دعاء الخائف الضریر من خضعت لک رقبتہ وفاضت لک عیناہ وذل جسدہ ورغم انفہ اللہم لا تجعلنی بدعائک شقیا وکن لی رؤفا
رحیما یا خیر المسئولین ویا خیر المعطین) اخرجہ الطبرانی فی المعجم اور سنن بیہقی میں مروی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بیشتر میری دعا
اور باقی پیغمبروں کی دعا عرفات میں یہ ہی (لا الٰہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ لہ الملک ولہ الحمد وہو علی کل شیء قدیر اللہم اجعل فی قلبی نورا وفی سمعی نورا
وفی بصری نورا اللہم اشرح لی صدری ویسر لی امری واعوذ بک من وساوس الصدر وشتات الامر وفتنۃ القبر اللہم انی اعوذ بک من
شر ما یلج فی اللیل وشر ما یلج فی النہار وشر ما تہب بہ الریاح ومن شر بوائق الدہر) کذا فی سفر السعادت للفیروزآبادی اور اختیار شرح مختار
میں ہی کہ روز عرفہ کی فضیلت اور مقبول ہونے دعا میں کثرت سے احادیث ثابت ہیں تو لائق یہ ہی کہ دعا میں بہت کوشش کرے اور جو دعا کہ
یاد ہو کرے اور اگر حفظ پر قادر نہ ہو تو کاغذ میں لکھ کر پڑھے اور مستحب ہی کہ اس دن بعد نماز عصر کے سورۂ فاتحہ اور اخلاص دس بار پڑھ کر یہ
دعا کرے (لا الٰہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ لہ الملک ولہ الحمد یحیی ویمیت بیدہ الخیر وہو علی کل شیء قدیر سبحان اللہ والحمد للہ ولا الٰہ الا اللہ

واللہ اکبر ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم یا رفیع الدرجات یا منزل البرکات یا فاطر الارضین والسموات
ضجت لک الاصوات بصنوف اللغات تسألک الحاجات وحاجتی الیک ان ترحمنی فی دار البلاء اذا نسینا اہل الدنیا اسألک
ان توفقنی لما افترضت علی وتعیننی علیٰ طاعتک واداء فرائضک وقضاء المناسک التی اریتہا ابراہیم خلیلک ودللت محمدا
حبیبک اللہم لکل متضرع الیک اجابۃ ولکل مسکین لدیک رأفۃ وقد جئتک متضرعا الیک مسکینا لدیک فاقض حاجتی و
اغفر لی ذنبی ولا تخلنی من الخیر عندک فقد قلت وانک لا تخلف المیعاد ادعونی استجب لکم وقد دعوتک متضرعا سائلا فاجب دعائی واقبلنی [illegible]
واغفر لی [illegible] آمین [illegible] اور اس دن اور اس مکان متبرک میں [illegible] کا جوش ہو
[illegible] ذوق اور شوق سے حاضر ہو کر
[illegible]

[illegible]

اور محسر ایک نالہ ہے منا اور مزدلفہ کے درمیان مین سو اگر کوئی محسر یا بطن عرنہ مین ٹھہر گیا تو جائز ہوگا بقول مشہور صحیح بخاری وغیرہ کتب احادیث مین صحیح ہو کہ عرفات

وہ بطن عرنہ سے اور مزدلفہ میں محسر سے منع فرمایا کہ وہان کوئی نہ ٹھہرے محسر بضم میم وتشدید سین کسورہ اسکا نام ہوا کہ وہان اصحاب الفیل تھک کر ہو رہے تھے

یعنی تھکا دیا مگر اور اصحاب فیل یہیں والا ہوا نکا اصحاب الفیل وہان عاجز ہو رہے تھے اسکا نام محسر ہوا کذا فی الطحطاوی وغیرہ جبل قزح بضم قاف وفتح زاء معجمہ

غیر منصرف واسطے علمیت اور عدل کے قزح ایک پہاڑ ہے منا اور مزدلفہ مین قزح سے قزح بضم اول وفتح ثانی لفظ غیر منصرف ہے بسبب علمیت اور عدل کے

یعنی حدود مزدلفہ سے ہے مینی اور جار الاصح انہ المشعر الحرام وعلیہ میقاتہ قبل کا قول ادم اور قول صحیح یہ ہے کہ مشعر الحرام یہی جبل قزح ہے کذا فی الکشاف

اور اس پہاڑ پر ایک چلہ کا ایک مکان ہے اور مشہور ہے کہ وہ آدم علیہ السلام کی جگہ ہے قرآن مجید مین فرمایا کہ جب تم عرفات سے رجوع کرو تو مشعر الحرام

کے پاس حق تعالے کو یاد کرو بنا بر شارح نے تصحیح کر دی کہ مشعر الحرام سے مراد قزح کا پہاڑ ہے وصلی العشائین باذان واقامۃ لان العشاء فی وقتھا

فلم یحتج الی الاعلام کما لا یحتاج فی ہذا الامام اور مغرب اور عشا کی وہان نماز پڑھے ایک اذان اور ایک اقامت سے سواسطے کہ عشا کی نماز اپنے وقت مین

ہے تو اعلام کی حاجت نہیں چنانچہ یہان جمع بین الصلوتین مین امام کی حاجت نہیں ہم یہان سوال وارد ہوتا ہے کہ یہان جمع بین الصلوتین مین کیون

دوبارہ اقامت نہوئی جیسے کہ عرفات کی جمع بین الصلوتین مین ہوئی تھی شارح نے جواب دیا کہ یہان دوسری نماز یعنی عشا اپنے پہلے وقت مین ہے اور لوگ سب

جمع ہین تو اعلام کی کچھ حاجت نہیں کہ دوسری بار اقامت ہو بخلاف عرفات کے کہ وہان دوسری نماز اپنے وقت مین نہیں لہذا اعلام کی حاجت ہے اور امام کی

نزدیک اس جمع بین الصلوتین مین امام اور جماعت شرط نہیں جیسے کہ عرفات مین شرط ہے حالانکہ احادیث سے دونون مین جماعت ثابت ہے اسواسطے کہ

مغرب یہان اپنے وقت سے متاخر ہے اور نماز کو پڑھنا وقت گذرنے کے بعد اصل ہی بخلاف عرفات کے کہ وہان عصر اپنے وقت سے متقدم ہے اور تقدیم نماز کی

اپنے وقت پر بخلاف قیاس ہے ہر طرح سے لہذا اسمین سوا کی جمیع شروط وارد وہ واجب الرعایت ہین کذا فی دلائل الاسرار عن ابن مالک اور دونون نمازون کے

بیچ مین سنت اور نفل نہ پڑھے بلکہ مغرب اور عشا کی سنت کو اور وتر کو بعد مغرب اور عشا کے پڑھے کذا فی المنسک المتوسط لملا علی قاری ولو صلی المغرب والعشاء فی

الطریق او فی عرفات اعادہ لحدیث الصلوۃ اماک اور اگر مغرب کی نماز یا عشا کی نماز راہ مین یا عرفات مین پڑھے تو مزدلفہ مین دوسری بار پڑھے

بدلیل اس حدیث کے کہ نماز تیرے آگے ہے صحیحین مین اسامہ بن زید سے مروی ہے کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم جب عرفات سے روانہ ہوئے تو راہ مین اترے

اور پیشاب کیا پھر ناتمام وضو کیا سو مین نے عرض کیا کہ نماز پڑھیے فرمایا کہ نماز تیرے آگے ہے پھر حضرت سوار ہوئے تو جب مزدلفہ مین آئے تو پورا وضو کیا

پھر مغرب کی نماز اور عشا کی نماز پڑھی تو اس حدیث سے معلوم ہوا کہ بجز مزدلفہ کے عرفات اور راہ مین نماز جائز نہیں تو واجب الاعادہ ہوگی فتوقتھا بالزمان

والمکان والوقت فالزمان لیلۃ النحر والمکان مزدلفۃ والوقت وقت العشاء حتی لو وصل مزدلفۃ قبل العشاء لم یصل المغرب حتی یدخل وقت العشاء فتنبہ

بغرض اس وجہ پر تو بمقتضا اس حدیث مذکور کے نماز مغرب کی تاخیر کے واسطے یہی زمان اور مکان اور وقت کو مقرر اور معین کر لیا سو زمانہ تو یوم النحر

کی رات ہے اور مکان خاص مزدلفہ ہے اور وقت مخصوص عشا کا وقت ہے یعنی مغرب کی نماز کو مؤخر کرنا مزدلفہ مین لیلۃ النحر عشا کے وقت مخصوص ہے یہان تک

کہ اگر کوئی مزدلفہ مین پہونچے قبل عشا کے تو مغرب کی نماز نہ پڑھے یہان تک کہ عشا کا وقت آوے تو یہ مسئلہ جان اور پہلے کے لائق ہے چند وجوہ

سے یعنی یہان ایسے سوال مقصود ہین جنکے جواب مین فقیہ کو حیرانی ہو چنانچہ مترجم چند سوال اور جواب کو ذکر کرتا ہے طحطاوی سے نقل کر کے سوال کون فرض

نماز ہے جسمین نہ اذان ہے نہ اقامت جواب عشا کی نماز ہے مزدلفہ مین بشرطیکہ مغرب اور عشا مین فاصلہ نہ ہو سوال کون نماز ہے جو بے وقت پڑھی جاوے اور

قضا نہو بلکہ ادا ہو جواب مزدلفہ کی مغرب ہے سوال کون نماز ہے جو اپنے وقت پر پڑھی جاوے اور واجب الاعادہ ہو جواب مزدلفہ کی مغرب اور اسیطرح

عشا کی نماز جبکہ راہ یا عرفات مین پڑھی جاوے سوال کون عشا ہے جسکو صاحب ترتیب قبل مغرب کے پڑھے اور صحیح ہو جواب مزدلفہ کی عشا ہے جو اول وقت

[illegible]

پڑھی گئی پس صبح صادق ہوگئی سوال کون نماز ہے جسکا پڑھنا ایک خاص مکان میں واجب ہے جواب ہے مزدلفہ کی مغرب اور عشا ہو ما لم یطلع الفجر
فیعود الی الجواز وہذا اذا لم یخش طلوع الفجر فی الطریق فان خاف صلاہما راہ کی نماز کا اعادہ اسوقت تک ہے جب تک صبح صادق نمود نہیں ہوئی اور جب
صبح ہوگئی وہ نماز جائز ہو جاوے گی خواہ مغرب ہو خواہ عشا اسواسطے کہ اعادہ واسطے جمع بین الصلاتین کے تھا عشا کے وقت میں سو اب باقی نہ رہا اور
یہ بعض مغرب اور عشا کا راہ میں پڑھنا اسوقت تک ہے جب تک طلوع فجر کا خوف نہ ہو راہ میں سو اگر خوف ہو طلوع کا تو دونوں نماز کو راہ میں پڑھ لے کیونکہ
کہ اگر راہ میں نہ پڑھیگا تو قضا ہو جاوینگی کذا فی شرح غفار ولو صلی العشاء قبل المغرب بمزدلفة صلی المغرب ثم اعاد العشاء فان لم یعد
حتی طلع الفجر عاد العشاء الی الجواز اور اگر عشا کی نماز اپنے وقت پر پڑھی قبل مغرب کی نماز کے مزدلفہ میں تو پہلے مغرب پڑھے اور عشا کا اعادہ کرے
سو اگر عشا کا اعادہ نہ کیا یہاں تک کہ فجر ظاہر ہو گئی تو وہ عشا جائز ہو جاوے گی چنانچہ امام اعظم کے نزدیک ایک شخص نے ظہر کی نماز ترک کی پھر اسکے بعد
پانچ وقت کی نماز پڑھی حالانکہ ظہر کا ترک اسکو یاد ہے تو پانچوں نماز فاسد ہیں پھر اگر اسنے چھٹی نماز پڑھی تو اب سب نمازیں صحیح ہوگئیں کذا فی شرح
عن الظہیریة ویعید المغرب ایضا اور اعادہ کرے مغرب کا بھی اگر پڑھا اسکو راہ میں عشا کے وقت اور اسواسطے مغرب کی نیت کرے قضا کی اور دونوں کی سنتوں کو ترک کرے
قولہ کذا فی الحلاوی [illegible] فانہا اشرف من لیلة القدر کما فی صاحب النہر وغیرہ اور یوم النحر کی رات کو بیان ہے [illegible]
لیلة القدر سے افضل ہے چنانچہ صاحب نہر وغیرہ نے اسکا فتوی دیا ہے [illegible] کا یہ مضمون ہے کہ کسی نے سوال کیا کہ لیلة النحر لیلة القدر سے
اشرف ہے یا نہیں اور میں اسبات کا خاطر ہی طرف تھا پھر میں نے جوہرہ میں دیکھا کہ لیلة النحر سال کی راتوں سے افضل ہے کذا فی الحاوی [illegible]
کلام سے فقیر سے ثابت نہیں ہوتا بالجملہ یہ شب شرف مکانی اور زمانی کی جامع ہے تو مناسب ہے کہ نماز و تلاوت قرآن اور تسبیح میں بیدار رہے افضل لیلة النحر
مزدلفہ میں [illegible] نہیں بلکہ اشرفیت اسکی اسوجہ سے ہے کہ اسکی عبادت کا ثواب لیلة القدر سے زیادہ ہے کذا فی حاشیة الحلاوی [illegible] البخاری [illegible]
ان عشر ذی الحجة افضل من العشر الاخیر من رمضان اور ابن قیم کہا ہے صحیح بخاری کے شارحین نے [illegible] ذی الحجہ کے
افضل ہیں رمضان کے عشرہ اخیرہ سے ہم صحیح بخاری وغیرہ میں عبد اللہ بن عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کوئی دن ایسا
نہیں کہ جس میں عمل صالح خدا کے نزدیک محبوب تر ہوں ان دنوں سے یعنی عشرہ ذی الحجہ سے اور طبرانی میں یوں ہے کہ ان دنوں میں عمل کرنا خدا کے نزدیک عظیم تر اور
محبوب تر ہے سو ان دنوں میں تسبیح اور تہلیل اور تحمید اور تکبیر کثرت سے کیا کرو کذا فی الترغیب والترہیب لابن حجر وصلی الفجر بغلس لاجل الوقوف اور فجر کی نماز
اندھیرے میں پڑھے یعنی بطلوع صبح صادق کے اول وقت نماز پڑھے واسطے وقوف مزدلفہ کے ثم وقف بمزدلفة ووقتہ من طلوع الفجر الی طلوع الشمس ولو مارا
کالوقوف بعرفة لکن لو ترکہ بعذر کزحمة لا شیء علیہ پھر وقوف کرے مزدلفہ میں اور مزدلفہ کے ٹھہرنے کا وقت طلوع صبح صادق سے ہے طلوع آفتاب تک اگرچہ
وہاں گذران چلا جاوے مانند عرفات کے لیکن اگر وقوف مزدلفہ کا بسبب عذر کے ترک کرے جیسے کہ ہجوم کے سبب سے تو اسپر کوئی چیز لازم نہیں
وکبر وہلل ولبی وصلی علی المصطفی صلی اللہ علیہ وسلم ودعا اور وہاں حالت وقوف میں تکبیر اور تہلیل کرے اور لبیک کہے اور مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم پر
درود پڑھتا رہے اور دعا کرے آسمان کی طرف ہاتھ اٹھا کر یہی سنت ہے چنانچہ حدیث جابر میں صحیح ہوا اور فقہا شرح مختار میں ہے کہ یوں دعا کرے اللہم اغفر
مطلوب و خیر مرغوب الیہ اللہم لکل وفد جائزة وقری فاجعل جائزتی وقری فی ہذا المقام ان تتقبل توبتی وتتجاوز عن خطیئتی وتجمع علی الہدی امری وتجعل
الیقین من الدنیا ہمی اللہم ارحمنی واجرنی من النار واوسع علی الرزق الحلال اللہم لا تجعلہ آخر العہد بہذا الموقف وارزقنیہ ابدا ما احییتنی برحمتک
یا ارحم الراحمین) وادی محسر ولذا اسفر جدا اتی منی ملبیا مہللا فاذا بلغ بطن محسر اسرع قدر رمیة حجر لانہ موقف النصاری اور جب خوب روشن
ہو جاوے تو منا کی طرف چلے تہلیل کرتا اور درود پڑھتا اور استغفار کی یہ حد ہے کہ جب طلوع شمس تک دو رکعت پڑھنے کی مقدار باقی رہے کذا فی

عن المحلد والظہر پر پھر جب محسر کے اندر پہنچے تو شتاب سے چلے یعنی جیسا کہ مارنے کے واسطے [illegible] اصحاب الفیل کی ہلاکی کا
مقام ہے غضب الٰہی وہاں نازل ہوا تھا تو وہاں سے بھاگنا چاہیے اگر پیدل ہو تو دوڑ کر شتابی کرے اور اگر سوار ہو تو اپنی سواری کو تیز کرے یہ مسنون ہے
طحطاوی نے کہا کہ [illegible] وادی محسر کی ۵۴۵ ہاتھ ہے [illegible] فرسخ کی مقدار یہاں کی [illegible] جمرۃ العقبہ من
بطن الوادی [illegible] فوق حصی [illegible] الاولی [illegible] سے [illegible] جمرۃ العقبہ کو [illegible] سات
کنکریاں [illegible] انگلیوں [illegible] چاہیے
[illegible] تین [illegible] جمرہ اولیٰ [illegible] ہوا اور دوسرا جمرہ وسطی
اور تیسرا جمرۃ العقبہ [illegible] کا خذف [illegible]
[illegible] قول ثانی کی تصحیح کی [illegible] شیطان کی [illegible] مارنا [illegible]
بیان ہو [illegible] سے مارے گا جائز ہو گا کذا فی الفتح صحیح ابن خزیمہ میں عبداللہ بن عباس سے روایت ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب ابراہیم
خلیل اللہ مناسک ادا کرنے کو آئے تو شیطان سامنے آیا جمرۃ العقبہ کے پاس حضرت خلیل نے اس کو سات کنکریاں ماریں یہاں تک کہ زمین کے اندر دھنس گیا پھر جمرۃ ثانیہ
کے پاس سامنے آیا حضرت نے اس کو سات کنکریاں ماریں یہاں تک کہ وہ زمین میں دھنس گیا پھر جمرۃ ثالثہ کے پاس سامنے آیا حضرت نے اس کو سات کنکریاں ماریں
یہاں تک کہ زمین کے اندر دھنس گیا ابن عباس نے کہا تم شیطان کو مارتے ہو اور اپنے باپ ابراہیم کے دین پر چلتے ہو کذا فی الترغیب والترہیب [illegible] ویکون
بینہما خمسۃ اذرع [illegible] اور مارنے والے اور جمرہ میں پانچ ہاتھ کا فاصلہ ہو کذا فی الہدایہ اور [illegible] منقول ہے کہ اتنا فاصلہ ہونا واجب ہے کذا فی
الفتح ولو وقعت علی ظہر رجل او جمل ان وقعت بنفسہا بقرب الجمرۃ جاز [illegible] ثلثۃ اذرع بعید وما دونہ قریب جوہرہ اور اگر ایک شخص نے کنکری ماری اور
کسی مرد یا اونٹ کی پیٹھ پر گری تو اگر وہ خود گر پڑے جمرہ کے نزدیک تو جائز ہے اور اگر [illegible] نزدیک نہیں گری تو جائز نہیں [illegible]
[illegible] دوسری بار [illegible] جمرہ سے تین ہاتھ پر گرنا بعید میں داخل ہے اور اس سے کم میں گرنا قریب میں داخل ہے کذا فی الجوہرۃ وکبر لکل حصاۃ ای مع
کل منہا اور اللہ اکبر کہے ہر کنکری کے ساتھ اور اختیار شرح لباب میں ہے کہ مارنے کے وقت یوں کہے بسم اللہ واللہ اکبر رغما للشیطان [illegible] فتح القدیر میں ہے
کہ حسن بن زیاد کی روایت ہے وقطع التلبیۃ باولہا اور لبیک کہنا موقوف کرے پہلی کنکری کے ساتھ [illegible] صحیحین کی حدیث میں ثابت ہے کہ رسول خدا صلی اللہ
علیہ وسلم ہمیشہ لبیک کہتے رہے یہاں تک کہ جمرۃ العقبہ کی رمی کی اور قطع تلبیہ میں مفرد اور متمتع اور قارن سب برابر ہیں فلو رمی باکثر منہا ای السبع
جاز لا لو رمی بالاقل [illegible] التقیید بالسبع لمنع النقصان لا الزیادۃ سو اگر سات کنکریوں سے زیادہ مارے تو جائز ہے اور اگر سات سے کم مارے گا تو
جائز نہیں سات کی قید لگانا کمی کے منع کرنے کے واسطے ہے نہ زیادتی کے روکنے کو وجاز الرمی بکل ما کان من جنس الارض کالحجر
والمدر والطین والمغرۃ وکل ما یجوز التیمم بہ ولو کفا من تراب فیقوم مقام حصاۃ واحدۃ اور جائز ہے مارنا ہر ایک اس چیز سے
جو زمین کی جنس سے ہے جیسے پتھر اور ڈھیلا اور مٹی اور گیرو اور اسی طرح چونہ اور ہڑتال اور نمک سنگ اور جس چیز سے کہ تیمم کرنا درست ہے اگرچہ
مٹھی بھر خاک ہو کہ ایک کنکری کے قائم مقام ہے لا بخشب وعنبر ولؤلؤ کبار وجواہر لانہ اعزاز لا اہانۃ وقیل یجوز جائز نہیں مارنا جمرات کا
لکڑی اور عنبر اور بڑے موتیوں اور جواہرات سے اس واسطے کہ موتی اور جواہرات سے مارنے میں عزت دینا ہے نہ ذلیل کرنا اور حالانکہ مارنے
سے یہاں شیطان رجیم کی تذلیل مقصود ہے کذا فی مناسک الطرابلسی اور قول ضعیف یہ ہے کہ جواہرات سے مارنا جائز ہے مناسک طرابلسی
میں ہے کہ یاقوت سے مارنا جائز ہے کذا فی الفتح وذہب وفضۃ لانہ یسمی نثارا لا رمیا [illegible] لانہ لیس من جنس الارض ومافی فروق

الاشتباہ میں جوازہ بالحجر خلاف المذہب اور جائز نہیں مارنا سونے اور چاندی سے اسواسطے کہ سونے چاندی کے پھینکنے کو نثار کرنا کہتے ہیں نہ مارنا اور مینگنی سے مارنا بھی جائز نہیں اسواسطے کہ وہ زمین کی جنس سے نہیں اور اشباہ کے فروق کے فن میں جو مینگنی کے مارنے کا جواز مذکور ہے سو مذہب کے خلاف ہے اگرچہ اسمیں اہانت ہے لیکن جنس ارض سے نہیں ویکرہ اخذہا من عند الجمرۃ لانہا مردودۃ کما جاء فی الحدیث من قبلت حجتہ رفعت جمرتہ اور مکروہ ہے کنکریاں اٹھانا جمرات کے پاس سے اسواسطے کہ کنکریاں وہاں پڑی رہتی ہیں وہ مردود ہیں قبول نہیں اس حدیث کی دلیل سے کہ جسکا حج مقبول ہوتا ہے اسکی کنکریاں اٹھوائی جاتی ہیں ہم یہ بیان کرتے ہیں اور ہمارے یہاں مذکور ہے کہ کنکریاں مزدلفہ سے لاوے یا آس پاس پہاڑ سے لاوے جو مزدلفہ اور منا کے درمیان ہے [illegible] نہیں یا کہیں سے چاہے اٹھالے اگر جمرات کے پاس سے نہ لے اسواسطے کہ سعید بن جبیر سے منقول ہے کہ میں نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے سوال کیا کہ کیا سبب ہے اسکا خلیل علیہ السلام کے وقت سے جمرات پر کنکریاں پھینکتے ہیں اور جمرات ایسے بڑے پہاڑ کیوں نہ ہو گئے جو آسمان کے کنارے کو بند کرلیتے تو ابن عباس نے جواب دیا کہ اللہ کو معلوم ہے کہ جسکا حج قبول ہوتا ہے اسکی کنکریاں مرفوع ہو جاتی ہیں اور جسکا حج مقبول نہیں ہوتا اسکی پڑی رہتی ہیں راوی نے کہا جب ابن عباس سے یہ سنا تو اپنی کنکریوں پر نشان بنایا اور جمرہ کو پھینکا [illegible] ان کو تلاش کیا تو انکو نہ پایا کذا فی فتح القدیر ویکرہ ان یلتقط حجرا واحدا فیکسرہ سبعین حجرا صغیرا [illegible] ایک پتھر کو اٹھا کر اسکو توڑ کر [illegible] جیسا کہ اکثر عوام کرتے ہیں اور جو کنکری [illegible] البتہ معلوم ہو [illegible] بڑی یا چھوٹی سے مارنے کو بھی جائز ہے اور سب جمرات کی کنکریوں کا شمار [illegible] سات سات کنکریاں مارنی ہیں اور سب ملاکر ستر ہوتی ہیں اور بعضے علماء نے ذکر کیا ہے [illegible] کما فی الاختیار ووقتہ

[illegible] دسویں تاریخ کی فجر سے گیارہویں فجر تک [illegible] طلوع آفتاب سے دوپہر ڈھلنے تک اور مباح وقت ہے زوال سے غروب تک اور مکروہ وقت ہے غروب سے فجر تک اور [illegible] قبل طلوع آفتاب [illegible] بھی مکروہ ہے کذا فی البحر [illegible] ثم ذبح ان شاء لانہ مفرد پھر بعد ذبح کرے اگر چاہے اسواسطے کہ مفرد حج کرنے والے اور مسافر پر ذبح کرنا واجب نہیں [illegible] افضل ہے [illegible] قارن اور متمتع پر البتہ واجب ہے ثم قصر بان یاخذ من کل شعرۃ قدر الانملۃ وجوبا وتقصیر الکل مندوب والربع واجب پھر سر کے بالوں کو کترے [illegible] ہر بال سے انگلی کے پور کی برابر لے [illegible] اور سارے سر کے بالوں کا کترنا مستحب ہے اور چوتھائی سر کے بالوں کا کترنا واجب ہے [illegible] اجراء الموسی [illegible] والاسقاط [illegible] سر پر بال نہ ہوں [illegible] تو اس پر استرہ پھرانا واجب [illegible] لتعذر احدہما [illegible] تعین الآخر [illegible] التقصیر تعین الحلق اور جبکہ کترانے یا منڈانے میں سے ایک [illegible] تو دوسرا متعین ہو جاتا ہے اگر بالوں کو گوندھ سے ایسا چپکایا کہ کترنا [illegible] ہوا [illegible] مقرر ہو گیا [illegible] کترانے اور منڈانے میں اسوقت تک اختیار ہے جبتک [illegible] اور جب [illegible] تو دوسرے کا کرنا لازم [illegible] ہو جاویگا کذا فی البحر [illegible] یہ عبارت بعضے نسخوں میں نہیں ہے وحلقہ لکل افضل اور منڈانا تمام سر کا افضل ہے اسواسطے کہ سنت ہے اور چوتھائی سر کا منڈانا واجب ہے اور کترانے سے منڈانا افضل ہے اسواسطے کہ صحیحین میں ثابت ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے تین بار دعا کی کہ الٰہی سر منڈانے والوں پر رحم کر اور ہر بار اصحاب عرض کرتے تھے کہ کترانے والوں کے واسطے بھی دعا کیجیے پھر چوتھی بار فرمایا کہ الٰہی کترانے والوں پر بھی رحم کر ولو ازالہ بنحو نورۃ جاز اور اگر بالوں کو چونا لگا کر دور کرے یا اکھاڑ ڈالے تو جائز ہے اور سر منڈانے کے وقت یہ دعا مستحب ہے (الحمد للہ علی ما ہدانا وانعم علینا اللہم ہذہ ناصیتی بیدک فتقبل منی واغفر لی ذنوبی اللہم اکتب لی بکل شعرۃ حسنۃ وامح بہا عنی سیئۃ وارفع لی بہا درجۃ اللہم اغفر لی وللمحلقین والمقصرین یا واسع المغفرۃ آمین) اور جب سر منڈانے سے فراغت ہو تو اللہ اکبر کہے اور یہ دعا کرے (الحمد للہ الذی قضی عنا نسکنا اللہم زدنا ایمانا ویقینا

واقفہ رکنا ولوالدینا وجمیع المسلمین اور مستحب ہے کہ بالوں کو دفن کر دے اور سر کا منڈانا اپنے داہنی طرف سے شروع کرے یہی مسنون ہے کذا فی فتح القدیر وحل له کل شیء الا النساء فی قول والطیب والصید اور بعد کترانے یا منڈانے کے جو چیزیں کہ احرام باندھنے سے ممنوع ہو گئیں تھیں سو حلال ہو گئیں مگر عورتیں ہنوز حلال نہیں اور قول ضعیف یہ ہے کہ خوشبو اور شکار بھی ابھی حلال نہیں ہم عدم حلت خوشبو خانیہ میں مذکور ہے صاحب بحر نے اسکو ضعیف کہا ہے اور ریو والطیب ضعیف ہے کیونکہ شکار حلال نہیں صاحب نہر نے اسکی تضعیف کی ہے امام اعظم کا مذہب مشہور یہی ہے کہ یہ بھی حلال نہیں بلکہ حلق حلال ہو جاتا وی اور دارقطنی کی اس حدیث سے عن عائشۃ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا رمیتم وحلقتم وذبحتم فقد حل لکم الا النساء یعنی رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم نے رمی اور حلق اور ذبح کیا تو ہر چیز تم کو حلال ہو گئی سوا عورتوں کے اور امام شافعی کے نزدیک رمی حلال ہے بدلیل حدیث ابو داود وابن ماجہ کذا فی البرہان ثم طاف للزیارۃ یوما من ایام النحر الثلثۃ بیان لوقتہ الواجب پھر طواف الزیارۃ کرے ایام نحر کے تین دنوں میں جس دن چاہے ایام نحر میں طواف کرنا یہ طواف کے واجب وقت کا بیان ہے سبعۃ بیان للاکمل والا فالرکن اربعۃ طواف کرے سات شوط یہ طریق اکمل کا بیان ہے ورنہ طواف میں رکن تو چار ہی شوط ہیں ہم طواف الزیارۃ کو طواف النحر اور طواف الرکن اور طواف الافاضۃ بھی کہتے ہیں بلا رمل ولا سعی ان کان سعی قبل ہذا الطواف والا فعلہما لان تکرارہما لم یشرع طواف الزیارۃ کرے بدون رمل اور بلا سعی کے اگر اس طواف سے پہلے سعی کر چکا ہو اور اگر نہ کر چکا ہو تو اب دونوں کو کرے اس واسطے کہ رمل اور سعی کو مکرر کرنا مشروع نہیں وطواف الزیارۃ اول وقتہ بعد طلوع الفجر یوم النحر وہو فیہ ای الطواف فی یوم النحر الاول افضل ویمتد وقتہ الی آخر العمر اور طواف الزیارۃ کا شروع وقت بعد طلوع فجر کے ہے قربانی کے دن اور طواف کرنا قربانی کے پہلے دن میں افضل ہے اس واسطے کہ صحیح مسلم میں عبداللہ بن عمر سے روایت ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم یوم النحر کو طواف الافاضہ کیا پھر منا کو پلٹ گئے کذا فی البرہان اور طواف الزیارۃ کا وقت ممتد ہے آخر عمر تک یعنی تمام عمر میں جب طواف کریگا فرض ادا ہوگا وحل له النساء بالحلق السابق حتی لو طاف قبل الحلق لم یحل له شیء فلو قلم ظفرہ مثلا کان جنایۃ لانہ لا یخرج من الاحرام الا بالحلق اور بعد طواف الزیارۃ کے اسپر عورتیں حلال ہونگی بسبب حلق سابق کے نہ بسبب اس طواف کے یہاں تک کہ اگر طواف کرے قبل حلق کے تو کوئی چیز اسپر حلال نہوگی اور اگر اپنا ناخن مثلا کاٹے گا تو گناہ ثابت ہوگا اس واسطے کہ احرام سے محرم نہیں نکلتا بدون حلق کے الم وحقیقت محلل حلق ہی ہے نہ طواف لیکن حلق کا عمل عورات نسا میں ظاہر نہیں ہوتا مگر بعد طواف کے جیسے طلاق رجعی کا عمل انقضاء عدت کے بعد ظاہر ہوتا ہے کذا فی النہر فان اخرہ عنہا ای ایام النحر ولیالیہا منہا کرہ تحریما ووجب دم لترک الواجب پھر اگر طواف الزیارۃ کو ایام نحر سے تاخیر کریگا تو مکروہ تحریمی ہے اور ایام نحر کی راتیں بھی دنوں کے حکم میں داخل ہیں اور تاخیر سے ذبح کرنا واجب ہوگا بسبب ترک کرنے واجب کے وہذا اذا امکان فلو طہرت الحائض ان قدرت علی اربعۃ اشواط ولم تفعل لزم دم والا لا اور یہ حکم تاخیر سے ذبح لازم ہونا اس وقت ہے جب کہ طواف کرنا ممکن ہو بلا عذر شرعی سو اگر عورت حائضہ پاک ہوئی یوم ثالث میں قریب غروب آفتاب کے سو اگر طواف الزیارۃ کے چار شوط پر قادر تھی اور اسنے نہ کیا تو اسپر ذبح کرنا لازم ہوگا اور اگر چار شوط کا زمانہ باقی نہیں بعد طہارت کے یا اصلا طاہر نہوئی تو اسپر ذبح لازم نہیں بسبب عدم امکان کے ثم اتی منی فیبیت بہا للرمی پھر طواف الزیارۃ کے بعد منا میں آوے اور وہیں رات کو رہے رمی جمار کے واسطے یہی سنت ہے منا کے سوا اور کہیں رہنا ان دنوں میں مکروہ ہے کذا فی الطحطاوی وبعد زوال ثانی النحر رمی الجمار الثلث یبدأ استنانا بما یلی مسجد الخیف اور یوم النحر کے دوسرے دن یعنی گیارھویں تاریخ دوپہر ڈھلنے کے بعد تینوں جمار کی رمی کرے شروع اس جمرہ سے کرے جو مسجد الخیف کے پاس ہے یہی مسنون ہے اور اسکو جمرہ اولے کہتے ہیں خیف بفتح اول وسکون ثانی اونچے مکان کو کہتے ہیں چونکہ وہ مسجد اونچے پر ہے لہذا اسکو مسجد الخیف کہتے ہیں ثم بما یلیہ الوسطی پھر اس جمرہ کو رمی کرے جو جمرہ اولے کے قریب ہے جسکو جمرۃ الوسطی کہتے ہیں جمرۃ الاولے اور جمرۃ الوسطی میں ۳۷۵ ہاتھ کا فرق ہے کذا فی الطحطاوی

ثم بالعقبۃ سبعا سبعا ویکبر لکل حصاۃ پھر جمرۂ عقبہ کو رمی کرے سات کنکریاں مارے اور ہر کنکری کے ساتھ اللہ اکبر کہے جس جگہ کہ
میں اور ان دونوں کے درمیان میں ۵ ہاتھ کا فاصلہ ہو اور جو شخص بیمار یا بیہوش ہو اور رمی نہ کر سکتا ہو تو اسکی طرف سے دوسرا آدمی رمی کرے کذا فی الطحطاوی اور
رمی جو اس میں پہلے بیان ہوا واجب نہیں کذا فی النہر ووقف حامدا مہللا مکبرا مصلیا قدر قراءۃ البقرۃ بعد تمام کل رمی بعدہ رمی فلا یقف بعد
الثالث الا جو رمی کہ یوم النحر لانہ لیس بعدہ رمی اور ٹھہرے حمد کرتا ہوا اور تہلیل و تکبیر کہتا ہوا اور درود پڑھتا ہوا بقدر پڑھنے سورۂ بقرہ کے
اور قہستانی میں منقول ہے کہ ۲۰ آیت پڑھنے کے وقت تک کرے اور یہی زیادہ آسان ہے کذا فی الطحطاوی تو ہر رمی کے بعد جسکے بعد
رمی ہو یعنی جمرۃ الاولی اور جمرۃ الوسطی کہ ان کے بعد رمی ہے بخلاف جمرہ عقبہ کے کہ اسکے بعد ٹھہرنا نہ چاہئے دونوں میں اس واسطے کہ اسکے بعد رمی نہیں اور نہ یوم النحر
میں کہ اسکے بعد ٹھہرنا چاہئے اس لئے کہ اسکے بعد بھی رمی نہیں شارح نے توقف میں تمام رمی کی قید لگائی یعنی سات کنکریاں کے مارنے کے بعد ٹھہرے ودعا
لنفسہ ولغیرہ رافعا کفیہ نحو السماء او القبلۃ اور دعا کرے اپنے واسطے اور غیروں کے واسطے دونوں ہتھیلیاں آسمان کی طرف اٹھا کر یا قبلہ کی طرف یہ قول
قول ہے ابو یوسف کا ہتھیلیاں قبلہ کی طرف رکھے اور یہی ظاہر الروایۃ ہے کذا فی النہر ثم رمی غدا کذلک ثم بعدہ کذلک ان مکث
وھو احب پھر جمرات ثلثہ کی رمی کرے اسی طرح بارھویں تاریخ کو پھر تیرھویں تاریخ کو بھی اسی طرح رمی کرے اگر وہاں رہے اور تیرھویں تاریخ کا رہنا منا میں
مستحب ہو وان قدم الرمی فیہ ای فی الیوم الرابع علی الزوال جاز فان وقت الرمی فیہ من الفجر الی الغروب وفی الثانی والثالث من الزوال الی
طلوع ذکاء اور اگر یوم النحر کے چوتھے دن یعنی تیرھویں تاریخ رمی کو دوپہر ڈھلنے سے مقدم کرے تو جائز ہے کراہت کے ساتھ امام اعظم کے نزدیک اس واسطے کہ اس
دن میں رمی کا وقت فجر سے ہے غروب تک ہے اور دوسرے اور تیسرے دن یعنی گیارہویں اور بارہویں کو رمی کا وقت زوال آفتاب سے ہے آفتاب کے نکلنے تک
لیکن زوال سے غروب تک مسنون ہے اور باقی مکروہ کذا فی الطحطاوی ولہ النفر من منی قبل طلوع فجر الرابع لا بعدہ لدخول وقت الرمی اور جائز ہے کوچ کرنا منا سے
قبل طلوع ہونے فجر چوتھے دن یعنی تیرھویں تاریخ کی فجر کے بعد طلوع ہونے فجر کے اس واسطے کہ رمی کا وقت آگیا تو بعد فجر کے بدون رمی کے کوچ کرنا جائز نہیں وجاز الرمی راکبا
ولکنہ فی الاولین الاولی والوسطی ماشیا افضل لانہ یقف لا فی الاخیرۃ ای العقبۃ لانہ یذھب والراکب اقدر علیہ والخلاف فی افضلیۃ المشی فی الظہیریۃ ورجحہ
الکمال وغیرہ اور کل رمی سوار ہو کر درست ہے لیکن جمرۃ الاولی اور جمرۃ الوسطی میں پیدل افضل ہے اس واسطے کہ دونوں کے بعد ٹھہرنا ہوتا ہے تو اگر وہاں سوار ہوگا
تو اور ٹھہرنے والوں کو تکلیف ہوگی نہ جمرہ اخیرہ میں یعنی جمرۃ العقبہ میں سوار ہو کر رمی کرنا افضل ہے اس واسطے کہ انسان اسکے پاس نہیں ٹھہرتا بلکہ اسکی
رمی کرنے کے بعد پھرتا ہے اور سوار پھرنے پر زیادہ تر قادر ہے اور یہ تفصیل ابو یوسف رح سے منقول ہے اور ظہیریہ میں افضلیت پیدل ہونے کی مطلقا
بیان کی ہے یعنی تینوں مقام میں پیدل رمی کرنا افضل ہے اور کمال الدین وغیرہ نے اسی قول کو ترجیح دی ہے اس دلیل سے کہ پیدل رمی کرنا اقرب الی تواضع
اور خشوع سے قریب تر ہے علی الخصوص اس زمانہ میں کہ اکثر مسلمان پیدل ہوتے ہیں جمار ثلثہ کے رمی میں تو سوار ہونے میں انکو تکلیف رسانی ہے اور
رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے جو سوار ہو کر رمی کی تھی تو تعلیم کے واسطے تھی تا کہ لوگ رمی کرنے کا طریقہ سیکھیں اور اقتدا کریں چنانچہ حضرت کا طواف
کرنا سوار ہو کر کذا فی الفتح ولو قدم ثقلہ ای متاعہ وخدمہ الی مکۃ واقام بمنی او ذھب بعرفۃ کرہ ان لم یامن لا ان امن وکذا یکرہ للمصلی جعل
نحو نعلہ خلفہ لشغل قلبہ اور اگر اپنے اسباب اور خادموں کو مکہ کی طرف آگے روانہ کیا اور خود منا میں رہا یا اپنے اسباب چھوڑ کر عرفات کو گیا تو مکروہ ہے اگر
اطمینان نہ ہو اسباب کی حفاظت پر اور اگر اسباب محفوظ رکھا ہو کچھ ڈر نہ ہو تو منا سے مکہ میں اسباب کا روانہ کرنا یا عرفات کو اسکے منی میں چھوڑنا مکروہ نہیں اور
اسی طرح نماز پڑھنے والے کو اپنے اسباب کو پیچھے رکھنا مکروہ ہے بسبب تعلق خاطر کے کذا فی الفتح عن الجوہرۃ یعنی عبادت میں تعلق خاطر نہ چاہئے اس لئے کہ جس وقت دل کو
کسی کام سے کہ ہمیں عبادت کا اطمینان نہیں رہتا واذا نفر الحاج الی مکۃ نزل استنانا ولو ساعۃ بالمحصب ای الابطح ولیست المقبرۃ منہ سنت ہے رہنا

ادھر کی طرف چلے تو سنت یہ ہے کہ اول محصب میں اترے اگرچہ ایک ہی ساعت وہاں ٹھہرے محصب یعنی اول حج ثالث و ثالث و تشدید اس مکان کا نام ہے جو
مکہ اور منا کے درمیان میں ہے جو آسمین پتھریاں کثرت سے ہیں اسکو ابطح و بطحا اور حصبا بھی کہتے ہیں اور مکہ کا قبرستان جسکا حجون نام ہے محصب میں داخل نہیں
محصب میں اترنا سنت ہے اور ہنسے رہتے ہیں کہ ساعت بھر ٹھہرے اور لطف رتبہ یہ ہے کہ ظہر اور عصر اور مغرب اور عشاء وہیں پڑھے اور ایک نیند لیکر مکہ معظمہ میں داخل ہوئے
کذا فی الفتح والنہر صحیح بخاری میں انس رض سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ظہر اور عصر اور مغرب اور عشاء پڑھی اور محصب میں ایک نیند لی پھر سوار ہوکر بیت اللہ کا
طواف کیا امام شافعی رحمہ نے کہا کہ نزول محصب کا اتفاقی تھا سنت ہوکر نہیں اور امام اعظم رح کے نزدیک سنت ہے کیونکہ آنحضرت نے قصداً اس میں نزول کیا تھا نہ اتفاقی
اسلیے کہ صحیح بخاری اور مسلم میں ابوہریرہ رض سے روایت ہے کہ جب ہم منا میں تھے تو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ کل ہم بنی کنانہ کے خیف میں
اترینگے یعنی محصب میں کذا فی البرہان ثم اذا اراد السفر طاف للصدر ای الوداع سبعة اشواط بلا رمل وسعی وهو واجب الا علی اهل مكة
ومن فی حکمہم فلا یجب بل یندب کمن مکث بعدہ پھر جب مکہ معظمہ سے سفر کا ارادہ کرے تو طواف الصدر یعنی طواف الوداع یعنی پھرنے اور رخصت ہونے کا طواف کرے
سات شوط بدون رمل اور بدون سعی کے اور یہ طواف الوداع واجب ہے مگر اہل مکہ پر اور جو اہل مکہ کے برابر ہیں حکم میں یعنی جو میقات کے اندر رہتے ہوں انپر طواف الوداع
واجب نہیں بلکہ مستحب ہے جیسا کہ اس آفاقی پر مستحب ہے جو حج کے بعد وہاں رہ گیا ہو امام مالک کے نزدیک طواف الوداع سنت ہے مثل طواف القدوم کے
اور ہماری دلیل صحیحین کی حدیث ہے ابن عباس سے کہا کہ لوگوں کو حکم ہوا کہ اپنے آخر حال میں بیت اللہ کا طواف کریں اور مسلم میں یوں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم نے فرمایا کہ کوئی کوچ نہ کرے بدون طواف کے کذا فی البرہان ثم النیة للطواف شرط فلو طاف هاربا او طالبا لم یجز پھر دریافت کرنا چاہیے کہ طواف
کے واسطے نیت شرط ہے سو اگر کوئی شخص بدون نیت طواف بیت اللہ کے گرد گھومے کسی شخص سے بھاگ کر یا کسی کو ڈھونڈتے تو جائز نہ ہوگا لکن یکفی اصلها فلو طاف
بعد ارادة السفر ونوى التطوع اجزاه عن الصدر كما لو طاف بنية التطوع في ايام النحر وقع عن الفرض لیکن طواف میں اصل نیت کفایت کرتی ہے یعنی
طواف کی نیت میں وصف فرضیت اور وجوب شرط نہیں سو اگر ایک شخص نے طواف کیا بعد ارادہ سفر کے اور نیت کی نفل طواف کی تو طواف الوداع ادا ہو جاویگا
چنانچہ اگر طواف کیا نفل کی نیت سے ایام نحر میں تو طواف فرض ادا ہو جاویگا یعنی طواف الزیارة ثم بعد رکعتیه شرب من ماء زمزم پھر طواف الوداع
کے دوگانہ کے بعد زمزم کا پانی پیے دار قطنی نے حدیث مرفوع روایت کی کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ زمزم کا پانی جس نیت سے پیے اگر
اگر تو نے شفا کی نیت سے پیا تو اللہ تجھکو شفا دیگا اور اگر تو نے آسودگی کے واسطے پیا تو اللہ تجھکو آسودہ کریگا اور اگر قطع تشنگی کے واسطے پیا تو حق تعالی تسکین دیگا اور یہ زمزم
جبرئیل علیہ السلام کا نکالا ہوا ہے اسمعیل علیہ السلام کے پینے کے واسطے کذا فی البرہان اور طریقہ زمزم کے پانی پینے کا بحر الرائق میں یوں ہے کہ زمزم کے پاس آوے اور خود
پانی نکالے اور رو بقبلہ کھڑے ہوکر خوب پیٹ بھر تین بار میں پیے اور ہر بار آنکھ اٹھا کر بیت اللہ کی طرف دیکھتا جاوے اور منہ اور سر اور بدن کو اسکا پانی چپڑے
اور اگر ممکن ہو تو ایک ڈول اپنے اوپر ڈالے چاہ زمزم کا ۹۹ ہاتھ ہے اور اوپر کا عرض چار ہاتھ ہے کذا فی حاشیة الطحطاوی اور حاکم نے مستدرک میں روایت کی کہ عبد اللہ
بن عباس رض زمزم کا پانی پیکر یہ دعا کرتے تھے اللهم انی اسالک علما نافعا ورزقا واسعا وشفاء من کل داء کذا فی فتح القدیر وقبل العتبة تعظيما للكعبة ووضع
صدره ووجهه على الملتزم وتشبث بالاستار ساعة كالمستشفع بها اور بیت اللہ کے آستانہ یعنی آستانہ کو چومے کعبہ مقدسہ کی تعظیم کے واسطے اور اپنا سینہ
اور منہ ملتزم پر رکھے اور بیت اللہ کے غلاف کو ایک ساعت پکڑے رہے بطور خواستگار شفاعت کعبہ معظمہ سے ہو کر جو کوئی شان کی طرف التجا کرتا ہو تو اسکا
سر چڑھ کر پکڑتا ہے ملتزم اس مکان کا نام ہے جو حجر اسود اور دروازہ بیت اللہ کے درمیان میں ہے چار ہاتھ کی اسکی مسافت ہے جب ملتزم کو لپٹے تو داہنا ہاتھ آستانہ کعبہ پر رکھکر یہ
دعا پڑھے السائل ببابک یسالک من فضلک ومعروفک ویرجو رحمتک اور ایک ساعت لپٹا رہے روتا ہوا کذا فی حاشیة الطحطاوی ولو لم يتيسر يضع يديه على راسه
مبسوطتين على الجدار قائمتين والتصق بالجدار وهو مجتهد في البكاء اور اگر غلاف کعبہ کو نہ پاوے تو دونوں ہاتھ اپنے سر پر کھڑے کرکے

[illegible]

دیوار پر لگا دے اور اپنے بدن کو دیوار کعبہ سے چمٹا دے اور خوب کوشش کر کے دعا کرے اور رو دے یا رونے کی صورت بنا رہے کافی ہے کہ [illegible]
دیوار سے لگا دے اور فتاوی قاضی خان میں ہے کہ تکبیر اور تہلیل اور تحمید کرے اور درود پڑھے اور دعا کرے اور صحیح یہ ہے کہ حجر اسود کا استلام کرے اور اللہ اکبر کہے کذا فی البحر
ویرجع القہقری ای الی خلفہ حتی یخرج من المسجد وبصرہ ملاحظ للبیت اور پھرے الٹے پاؤں کو فراق بیت اللہ پر افسوس کرتا بیت اللہ کو دیکھتا ہوا
یہاں تک کہ مسجد الحرام سے باہر نکلے اور رخصت کے وقت یہ دعا کرنا مستحب ہے اللہم ان ہذا بیتک الذی جعلتہ مبارکا وہدی للعالمین فیہ آیات بینات مقام
ابراہیم ومن دخلہ کان آمنا الحمد للہ الذی ہدانا لہذا وما کنا لنہتدی لولا ان ہدانا اللہ اللہم فکما ہدیتنا لذلک فتقبلہ منا ولا تجعلہ آخر العہد من بیتک
الحرام وارزقنی العود الیہ حتی ترضی عنی برحمتک یا ارحم الراحمین) کذا فی الاختیار شرح المختار (ولسقط طواف القدوم عمن وقف بعرفۃ
ساعۃ قبل دخولہ مکۃ [illegible] من الزمن وہو اعم [illegible] (فقط) [illegible] علیہ بترکہ اور ساقط ہو جاتا ہے طواف القدوم اس شخص سے
جس نے عرفات میں وقوف کیا ایک ساعت قبل اس کے کہ مکہ میں آوے اور کوئی چیز اس پر لازم نہیں طواف القدوم کے ترک کرنے سے ساعت سے مراد عرفی ساعت
ہے یعنی اندک زمانہ اور یہی ساعت عرفی مراد ہوتی ہے فقہا کے کلام میں [illegible] (ومن وقف بعرفۃ ساعۃ من زوال الیوم التاسع الی طلوع فجر
یوم النحر او اجتاز مسرعا او نائما او مغمی علیہ وکذا ان اہل عنہ رفیقہ [illegible] فقد تم حجہ [illegible] فاقتصر [illegible] او الی بافعال الحج
جانا اور جو ٹھہرا عرفات میں یوم عرفہ کی دوپہر ڈھلنے سے یوم النحر کی طلوع فجر تک یا وہاں ہو کر گذر گیا جلدی یا ٹھہرا سونے کی حالت میں یا بیہوشی کی حالت میں یا اور
اسی طرح اگر بیہوش کی طرف سے اسکے رفیق یا غیر رفیق نے کذا فی الفتح حج کا نام لیکر لبیک کو بلند کر کے کہا بشرطیکہ احرام باندھنے کی نیت کی یعنی ایک شخص نے ابتدا
احرام باندھا پھر بدون لبیک کہنے کے وہ بیہوش ہوگیا اور کسی شخص نے اسکی طرف سے لبیک کہا حج کا نام لیکر پھر [illegible] یا [illegible]
[illegible] حج کے افعال ادا کیے تو اسکا حج جائز ہوگیا اسواسطے کہ ظاہر ہوگیا کہ اسکی نیابت [illegible] احرام میں تھی تو نیابت صحیح ہوگی اور صاحبین کے نزدیک [illegible]
صحیح نہیں کذا فی الطحطاوی ولو بقی الاغماء بعد احرامہ [illegible] المناسک [illegible] اور اگر بیہوشی باقی رہی ایام حج کے آخر تک تو اگر
بعد احرام باندھنے کے بیہوشی ہوئی تو اسکو [illegible] مقامات حج میں یعنی عرفات اور مزدلفہ اور منا اور مکہ میں [illegible] نیت حج کی کر چکا ہے تو تمام افعال حج کا
فاعل ٹھہریگا اور اگر احرام کے وقت بیہوش تھا اور اسکے رفیقوں نے اسکی طرف سے احرام کی نیت کی [illegible] افعال حج کافی ہے بیہوش کا مناسک حج [illegible]
[illegible] المناسک وکلام الفتح [illegible] شارح کہتا ہے میں نے نہیں دیکھا کسی کتاب میں حکم اس شخص کا جو قبل احرام باندھنے کے
مجنون ہوگیا پھر رفیقوں نے اسکی طرف سے احرام باندھا اور اسکو مناسک حج میں لے گیا اور کلام فتح القدیر کا مفید ہے کہ [illegible] کا حج بھی جائز ہے [illegible]
اور مجنون [illegible] اور [illegible] شارح نے تصریح کی ہے کہ حج جائز ہے اسواسطے کہ فتح القدیر میں [illegible] مجنون کا [illegible]
عرفۃ صح [illegible] لا النیۃ [illegible] عرفات میں ٹھہرا اور یہ جانا کہ عرفات یہی ہے تو حج اسکا صحیح ہے اسواسطے کہ وقوف عرفات کی شرط ہے وہاں کا ہونا
وقوف کی کرنا شرط نہیں سو وہاں کا ہونا [illegible] والے اور بیہوش اور جاہل پر صادق ہے (ومن لم یقف فیہا فات حجہ) [illegible]
میں نہ ٹھہرا [illegible] اسکا حج فوت ہوا اس حدیث کی دلیل سے کہ حج عرفات کے وقوف کا نام ہے قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم الحج عرفۃ فمن وقف بعرفۃ
ساعۃ من لیل او نہار فقد تم حجہ یعنی رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حج عرفات ہی ہے جو شخص کہ عرفات میں ایک ساعت ٹھہرا رات کو یا دن کو تو اسکا حج پورا ہوا
اس حدیث کو ابوداؤد وغیرہ نے روایت بالمعنی کیا ہے اور ترمذی نے اسکو صحیح کہا ہے کذا فی العینی شرح الکنز (فطاف وسعی وتحلل ای بافعال العمرۃ و [illegible]
[illegible] قابل والدم علیہ جسکا حج بعد احرام کے فوت ہوا وہ طواف اور سعی کرے اور احرام توڑے یعنی عمرہ کے افعال کرے
اور اپنے حج کو سال آئندہ میں قضا کرے اگرچہ نذر کا حج ہو یا نفل کا اور اس فوت ہونے سے اسپر ذبح کرنا واجب نہیں ہوا والمرأۃ فیما مر کالرجل

بعموم الخطاب ما لم یقم دلیل الخصوص اور عورت مرد کے مانند ہے احکام حج مین جو مذکور ہو چکے بسبب عموم خطاب کے یعنی عورت اور مرد کو سب مکلف ہونے کو
حکم شرع برابر ہے جب تک کہ دلیل خصوصیت کی نہ ثابت ہو چنانچہ جہاد اور جمعہ مین عورتین مردون کے شامل نہین لکنہا تکشف وجہہا لا راسہا ولو سدلت
شیئا علیہ وجافتہ عنہ جاز بل یندب لیکن عورت بعد احرام کے اپنا چہرہ کھولے رہے اسواسطے کہ عورت کا احرام اسکے چہرہ مین ہے نہ اسکے سر مین
تو سر کو نہ کھولے اور اگر چہرہ کے اوپر کوئی چیز ڈالے اور چہرہ سے اسکو جدا رکھے تو جائز ہے بلکہ مستحب ہے کذا فی فتح القدیر اسواسطے کہ کشف وجہ سے مراد یہ ہے
کہ کوئی چیز چہرہ سے لگی نہ رہے اور اسی طرح ڈالنا مکروہ ہے کہ وہ چہرہ کو لگا رہتا ہے جو دلیل ہے کہ ایک چیز مانند قبہ لکڑیون سے بناتی ہین عورتین اسکو اپنے چہرہ پر رکھتی ہے
اور کپڑا اسپر ڈالتی ہے تو چہرہ کی نظر نہین آتا اور کپڑا بھی چہرہ کو نہین لگتا کذا فی الفتح سنن ابو داؤد اور ابن ماجہ مین عائشہ صدیقہ رض سے مروی ہے کہ شتر سوار ہمارے
سامنے گذرتے تھے اور ہم رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ محرم تھے جب سوار ہمارے برابر آتے تھے تو ہم چادر اپنے چہرے پر سر سے ڈال لیتی تھین پھر جب
وہ ہم سے آگے نکل جاتے تھے تو ہم چہرہ کھول دیتے تھے کذا فی البرہان ولا تلبی جہرا بل تسمع نفسہا دفعا للفتنۃ وما قیل ان صوتہا عورۃ ضعیف اور عورت پکار کے لبیک
نہ کہے منع فساد کے واسطے کہ احتمال فتنہ کا ہے اور جو بعضون نے کہا ہے کہ عورت کی آواز عورت ہے یعنی چھپانے کی چیز ہے سو قول ضعیف ہے ولا ترمل
ولا تضطبع ولا تسعی بین المیلین ولا تحلق بل تقصر من ربع شعرہا کما مر اور عورت طواف مین رمل نہ کرے اور چادر سے داہنا ہاتھ باہر نکالے جیسا مرد
نکالتا ہے اور دونون منارون کے درمیان جب سعی کرے تو ہلکے دوڑے اسواسطے کہ عورت کو سر منڈانا ایسا ہے جیسا مرد کو داڑھی منڈانا بلکہ چوتھائی سر
کے بال پور کی برابر کترے جیسا کہ اسکا ذکر مفصل ہو چکا ولا تلبس المخیط والخفین والحلی اور سیا کپڑا اور موزے اور زیور پہنے یعنی سیا کپڑا اور موزے اور زعفران
رنگین نہ ہو اور ریشمی کپڑا بھی عورتون کو احرام مین پہننا درست ہے کذا فی الطحطاوی ولا تقرب الحجر فی الزحام لمنعہا من مماسۃ الرجال اور حجر اسود کے قریب نہ جاوے
ہجوم کے وقت اسواسطے کہ عورتون کو مردون سے بدن لگانا ممنوع ہے والخنثی المشکل کالمرأۃ فیما ذکر احتیاطا اور خنثی مشکل عورت کے مانند ہے جمیع امور مذکورہ مین
بنابر احتیاط کے وحیضہا لا یمنع نسکا الا الطواف اور عورت کا حیض حج کی کسی عبادت کا مانع نہین سوا طواف کے اسواسطے کہ طواف مسجد الحرام
مین ہوتا ہے اور حائضہ کو مسجد مین جانا جائز نہین ولا شیء علیہا بتأخیرہ اذا لم تطہر الا بعد ایام النحر فلو طہرت فیہا بقدر اکثر الطواف لزمہا الدم بتأخیرہ لبا
اور عورت پر کوئی چیز لازم نہین طواف زیارت کی تاخیر سے بشرطیکہ وہ حیض سے پاک نہ ہو مگر ایام نحر کے بعد سو اگر وہ ایام نحر مین بقدر اکثر
طواف کے پاک ہو گئی اور طواف نہ کیا تو اسپر قربانی لازم ہو گی بسبب تاخیر طواف کے کذا فی لباب المناسک ویسقط بعد حصول رکنیہ طواف الصدر ومثلہ
النفاس اور حیض ہو کر طواف الزیارۃ کے بعد طواف الوداع کو ساقط کر دیتا ہے اسواسطے کہ واجبات عذر سے ساقط
ہو جاتے ہین کذا فی الطحطاوی اور نفاس حیض کے مانند ہے جمیع احکام مذکورہ مین والبدن جمع بدنۃ من الابل والبقر اور بدنہ لغت اور شرع مین اونٹ کو
بھی کہتے ہین اور گائے کو بھی کہتے ہین تو جب شرع مین بدنہ واجب ہو اور وہ گائے ذبح کرے تو واجب ادا ہو جاویگا اور امام شافعی رح گائے کو بدنہ نہین کہتے
والہدی منہما ومن الغنم اور ہدی اونٹ اور گائے کی ہوتی ہے اور بکری کی بھی ہوتی ہے چنانچہ اسکا ذکر آگے آویگا ہدی وہ جانور ہے جو مکہ معظمہ مین جا کر ذبح ہو

باب القران

یہ باب ہے قران کے احکام مین قران کے معنی لغوی اور شرعی عنقریب مذکور ہونگے ہو افضل لحدیث اتانی آت من ربی وانا بالعقیق فقال یا آل محمد اہلوا بحج
وعمرۃ معا ولانہ اشق امام اور صاحبین کے نزدیک قران افضل ہے تمتع اور افراد اور عمرہ سے اس حدیث کی دلیل سے کہ میرے پاس ایک آنے والا میرے رب کے
پاس سے آیا اور مین عقیق مین تھا سو آکر کہا اے آل محمد تم حج اور عمرہ کا ساتھ ہی احرام باندھو اور اسواسطے کہ قران زیادہ مشقت والا ہے تمتع وغیرہ سے ہم لفظ دانا
بالعقیق اور یہ حدیث صحیح بخاری مین نہین طحاوی نے ام سلمہ رض سے یون روایت کی کہ سنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے اہلوا یا آل محمد بعمرۃ فی حج

صلی اللہ علیہ وسلم سے کہ فرماتے تھے اے آل محمد احرام باندھو عمرہ کا حج میں ملا کر یعنے دونوں کا ایک ساتھ احرام کرو اور صحیح بخاری میں عمر فاروق سے یوں روایت ہے کہ سنا
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول وھو بالعقیق اتانی اللیلۃ آت من ربی فقال صل فی ھذا الوادی المبارک وقل عمرۃ فی حجۃ اور صحیحین میں انس سے روایت ہے کہ سنا
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یلبی بالحج والعمرۃ یقول لبیک حجۃ وعمرۃ کذا فی البرہان عقیق ایک جگہ کا نام ہے مدینہ کے پاس والصواب انہ علیہ الصلوۃ والسلام احرم بالحج
ثم ادخل علیہ العمرۃ لبیان الجواز فصار قارنا اور قول فیصل یہ ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے اول احرام حج کا کیا پھر عمرہ کو حج میں داخل کر لیا واسطے بیان
جواز کے تو آپ قارن ہو گئے کیونکہ اہل عرب عمرہ کرنے کو موسم حج میں بڑا گناہ جانتے تھے لہذا آپ علیہ السلام مامور ہوئے کہ حج کے ساتھ عمرہ بھی ملا دیں تاکہ انکا گمان باطل ہو جاوے
مجد الدین فیروز آبادی نے اس مقام کو سفر السعادۃ میں خوب تحقیق بیان کیا ہے خلاصہ اسکا یہ ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے احرام میں اختلاف ہے بعض احادیث
صحیحین میں کہ شمار میں ۲۰ سے زیادہ ہیں یوں صریح ہے کہ احرام حج اور عمرے کا ساتھ تھا یعنی قران تھا اور اکثر احادیث میں یوں ہے کہ فقط حج کا احرام تھا اور بعضی
احادیث میں تمتع بھی ثابت ہے تو ان احادیث مختلفہ کا طریق توفیق یہ ہے کہ اول فقط حج کا احرام باندھا تھا بعد اسکے عمرے کو بھی اسمیں داخل کر لیا تو قارن ہو گیا
اور تمتع سے تمتع اصطلاحی مراد نہیں بلکہ تمتع لغوی مراد ہے یعنی فائدہ ملنا اس واسطے کہ قران کی صورت میں قارن کو ایک احرام میں دو عبادتیں ادا کرنے کا فائدہ ملا یعنی حج اور
عمرہ بھی اور صحابہ رضی اللہ عنہم میں سے بعضے قارن تھے اور بعضوں نے فقط احرام حج کا کیا تھا لیکن انکے ساتھ ہدی تھی تو یہ دونوں قسم کے لوگ تو احرام پر قائم رہے
اور بعضوں نے فقط حج کا احرام باندھا تھا لیکن انکے ساتھ ہدی نہ تھی انکو حکم ہوا کہ حج کو عمرہ کر ڈالیں یعنی عمرہ کر کے احرام اتار دیں پھر مکہ سے حج کے واسطے دوسرا احرام
باندھیں فسخ کرنا حج کا عمرہ سے اسی کو کہتے ہیں ثم التمتع ثم الافراد پھر قران کے بعد تمتع افضل ہے پھر افراد حج یعنی عمرے سے جدا افضل ہے والقران لغۃ الجمع بین شیئین
وشرعا ان یہل ای یرفع صوتہ بالتلبیۃ بحجۃ وعمرۃ معا حقیقۃ او حکما بان یحرم بالعمرۃ اولا ثم بالحج قبل ان یطوف لہا اربعۃ اشواط او عکسہ بان یدخل احرام
العمرۃ علی الحج قبل ان یطوف للقدوم وان اساء او بعدہ وان لزمہ دم اور قران لغت عرب میں دو چیز ملانے کو کہتے ہیں اور اصطلاح شرع میں
قران یہ ہے کہ محرم لبیک پکارے کہ بلفظ حج اور عمرہ ساتھ حقیقی معیت ہو اس طرح کہ دونوں کے احرام کا زمانہ ایک ہی ہو یعنے یوں کہے لبیک بحجۃ وعمرۃ
یا حکمی معیت ہو اس طرح کہ اول عمرے کا احرام کرے بعد اسکے حج کا احرام کرے عمرے کے چار شوط طواف کرنے سے پہلے یا اسکے بالعکس کرے اور عمرہ کے
احرام کو حج کے احرام پر داخل کرے طواف القدوم کرنے سے پہلے اگرچہ اسنے برا کیا کہ حج کا احرام عمرہ پر مقدم کیا یا بعد طواف القدوم کے احرام عمرے کا
حج پر داخل کیا اگرچہ اس صورت میں ذبح کرنا اسپر لازم ہوگا بسبب مخالفت سنت کے اور اگر عمرے کے چار شوط کے بعد حج کا احرام کریگا تو تمتع ہو جاویگا قران نہ باقی
رہیگا کذا فی حاشیۃ الطحطاوی من المیقات اذ القارن لا یکون الا آفاقیا او قبلہ فی اشہر الحج او قبلہا حج اور عمرے کا ساتھ احرام کرے میقات سے
اس واسطے کہ قارن نہیں ہوتا مگر آفاقی خواہ میقات سے یا قبل میقات کے حج کے مہینوں میں دونوں کا احرام باندھے یا حج کے مہینوں سے پہلے احرام کرے اگرچہ احرام
قبل اشہر حج کے مکروہ ہے ویقول اما بالنصب والمراد بالنیۃ او مستانف والمراد بیان السنۃ اذ النیۃ بقلبہ تکفی کالصلوۃ عقیب الصلوۃ اللہم انی
ارید الحج والعمرۃ فیسرھما لی وتقبلہما منی اور قران کرنے والا احرام کی نماز کے بعد یہ دعا کرے اللہم سے آخر تک یعنی خداوندا میں حج اور عمرے کا ارادہ
کرتا ہوں سو انکو مجھ پر آسان کر دے اور انکو قبول کر میری طرف سے شارح کہتا ہے لفظ یقول ماتن کے کلام میں یا تو منصوب ہے یہل پر عطف ہو کر اس صورت میں
تعریف قران کا تتمہ ہوگا اور قول سے نیت مراد ہوگی یا لفظ یقول کا مرفوع ہے اور جدا کلام ہے اور زبان سے قران کا اظہار کرنا اس سے مقصود بیان سنت ہے
نہ فرض اس واسطے کہ نیت دل سے کرنا کافی ہے مانند نماز کے کذا فی المجتبی ویستحب تقدیم العمرۃ فی الذکر لتقدمہا فی الفعل اور مستحب ہے عمرے کا اول کہنا ذکر میں بسبب
مقدم ہونے عمرے کے فعل میں یعنے قران میں اول عمرہ ادا کرتے ہیں پھر حج تو اسی طرح مناسب ہے کہ ذکر میں بھی عمرے کو حج پر مقدم کریں کذا [illegible] اور
صاحب مجمع نے بنظر استحباب عمرے کو حج پر مقدم ذکر کیا اور اکثر متنوں میں حج مقدم ہے وطاف للعمرۃ اولا وجوبا حتی لو نواہ للحج لا یقع الا لہا اور قران کرنے والا

پہلے عمرہ کا طواف کرے یہاں تک کہ اگر حج کی نیت سے طواف کریگا تو وہ طواف عمرہ کا ہوگا اور اسکی نیت لغو ہو جاویگی لیکن اس نیت سے ذبح کرنا لازم نہوگا اسواسطے کہ تقدیم اور تاخیر مناسک کی ذبح کو واجب نہیں کرتی کذا فی الطحطاوی عن شرح الطحاوی فی الشوط الاول لیجیء بالاطواف عمرہ کے طواف سات شوط کرے اور پہلے تین شوطوں میں رمل کرے اور بعد اسکے سعی کرے بعد ازاں حلق نہ کرے یعنی سرنہ منڈاوے کیونکہ فلو حلق لم یحل من العمرۃ ولزمہ دمان سو اگر قارن نے عمرہ کے بعد سر منڈایا تو اسکو عمرہ کا احرام نہ کھلیگا اسواسطے کہ قارن کے عمرہ کا احرام یوم النحر کو کھلتا ہے اور اسپر دو جانور ذبح کرنا لازم ہوگا اسواسطے کہ وہ احرام میں جنایت حلق کے سبب دونی ہوئی کذا فی الفتح والطحطاوی ثم یحج کما مر ویطوف للقدوم یعنی بعد اسکے حج کرے چنانچہ تفصیل حج کی مذکور ہوچکی تو طواف قدوم کرے اور اسکے بعد سعی کرے اگر چاہے اور چاہے تو طواف الزیارۃ کے بعد سعی کرے لیکن افضل ہے چنانچہ مذکور ہوچکا فان اتی بطوافین متوالیین ثم سعیین جاز لو اساء ولا دم علیہ سو عمرہ اور حج کے واسطے اگر دو طواف متصل کیے یعنی بلا فاصلہ کیے پھر دو بار سعی کی تو بھی درست ہے بشرطیکہ تو جائز ہو اور اسنے برا کیا کہ طواف القدوم کو عمرہ کی سعی پر مقدم کیا لیکن اسپر اس تقدیم اور تاخیر سے ذبح کرنا واجب نہیں وذبح للقران وھو دم شکر فیاکل منہ بعد رمی یوم النحر لوجوب الترتیب اور بعد رمی یوم النحر کے یعنی جمرۃ العقبہ کی رمی کے بعد بکری یا گائے کو ذبح کرے بسبب قران کرنے کے اور یہ قربانی ادائے شکر کی ہے کہ ایک احرام میں دو عبادتیں ادا ہوئیں تو قارن اس قربانی سے کھاوے اور اس قربانی کو بعد رمی کے ذکر کیا اسواسطے کہ ذبح کرنا قبل رمی کے جائز نہیں بسبب وجوب ترتیب کے اور قرآن مجید میں ارشاد ہوا (فمن تمتع بالعمرۃ الی الحج فما استیسر من الھدی فمن لم یجد فصیام ثلثۃ ایام فی الحج وسبعۃ اذا رجعتم تلک عشرۃ کاملۃ) یعنی جو فائدہ لے عمرہ سے حج تک سو جو میسر ہو قربانی کرے یعنی ذبح کرے اور جو نہ پاوے تو تین روزے رکھے حج میں اور سات جبکہ تم پھر کر آؤ یہ پورے دس روزے ہیں تمتع سے مراد تمتع عرفی ہے جو قران کو بھی شامل ہو تو قارن پر ذبح کرنا اور بصورت عدم قدرت روزے رکھنا اس آیت سے واجب ہوا وان عجز صام ثلثۃ ایام ولو متفرقۃ آخرھا یوم عرفۃ ندبا رجاء القدرۃ علی الاصل اور اگر قربانی کرنے سے عاجز ہو بسبب محتاجی کے تو تین روزے رکھے اگرچہ متفرق کر کے رکھے بعد احرام کے لیکن پچھلا روزہ عرفہ کے دن رکھنا مستحب ہے بامید قادر ہونے کے اصل پر یعنی شاید عرفہ کے دن تک قربانی خرید کرنے کا مقدور ہو جاوے وسبعۃ بعد تمام ایام الحج فرضا او واجبا وھی ایام التشریق ای مضی ایام التشریق لا ... بقولہ تعالی وسبعۃ اذا رجعتم ای فرغتم من افعال الحج فصح من وطنہ ... واتخذہ او مستوطنا اور سات روزے بعد تمام ہونے حج کے رکھے خواہ فرض حج ہو خواہ واجب اور تمامی حج کی بعد گذرنے ایام تشریق کے ہے اور یہ سات روزے جہاں چاہے رکھے خواہ منا میں خواہ مکہ میں خواہ اپنے وطن میں لیکن ایام تشریق کا روزہ کفایت نہیں کرتا اسواسطے کہ حق تعالی نے فرمایا کہ اور سات دن کا جبکہ تم رجوع کرو یعنی جبکہ تم افعال حج سے فراغت پاؤ تو فراغت پانا عام ہے اسکو بھی شامل ہے جسکا منا وطن ہو یا جسنے منا کو بعد حج کے وطن ٹھہرایا یا جسکا کہیں وطن مقرر نہیں خلاصہ یہ کہ رجوع اس آیت میں بمعنی فراغ ہے مجازا اس علاقہ سے کہ فراغ سبب ہے رجوع کرنے کا طرف وطن کے اور امام شافعی نے رجوع کو حقیقی معنی پر رکھا لہذا انکے نزدیک مکہ میں سات روزے رکھنا جائز نہیں کذا فی النھر فان فاتت الثلثۃ تعین الدم سو اگر تین روزے فوت ہوے یعنی ایام حج میں یوم النحر تک نہ رکھے تو اب ذبح کرنا لازم ہوگیا اسواسطے کہ روزے عوض قربانی کے قران میں منصوص ہیں اور وقت حج تک ہے سو وہ وقت جاتا رہا اب روزہ رکھنا کافی نہیں اور اصل قربانی بھی ابتک متعین ہوگئی فلو لم یقدر تحلل وعلیہ دمان سو اگر بعد فوت ہونے صوم کے قربانی پر قادر نہ ہو تو احرام اتارے اور اسپر دو قربانیاں واجب ہیں ایک قران کی اور دوسری احرام اتارنے کی کذا فی الطحطاوی ولو قدر علیہ فی ایام النحر قبل الحلق بطل صومہ اور اگر قارن قادر ہوا قربانی پر ایام نحر میں قبل حلق کے تو اسکا صوم باطل ہوگا اسواسطے کہ تین دن کا صوم بصورت عدم قدرت تھا سو قدرت حاصل ہوئی تو قربانی اسپر لازم ہوگی اور اگر بعد حلق کے قادر ہوا تو صوم صحیح ہوا اب قربانی اسپر واجب نہیں کذا فی الطحطاوی عن البحر فان لم یدخل القارن مکۃ ووقف بعرفۃ قبل اکثر طواف العمرۃ بطلت عمرتہ سو اگر قارن نے عرفات میں وقوف کیا طواف عمرہ کے چار شوط کرنے سے پہلے تو عمرہ اسکا باطل ہوگیا اسواسطے کہ اب ادا کرنا عمرہ کا متعذر ہے کیونکہ

افعال حج پر عمرے کے افعال کرنا خلاف مشروع ہو اور وقوف عرفات کی قید سے معلوم ہوا کہ پھر وقوف عرفات سے عمرہ باطل نہیں ہوتا قول صحیح یہی ہے کذا فی النہر

فلو اتی بالاربعۃ اشواط او دونہ بقصد القدوم او التطوع لم یبطل ویتمہا یوم النحر والاصل ان الاتیان بما ہو من جنس ما ہو متلبس بہ فی وقت یصلح لہ ینصرف الی ما تلبس بہ سو اگر قبل وقوف عرفات کے طواف کے چار شوط کیے اگرچہ طواف القدوم یا طواف نفل کے قصد سے کیے تو عمرہ قارن کا باطل نہ ہوگا اور عمرے کو پورا کرے یوم النحر میں یعنی باقی تین شوط اور سعی کرے اور اصل اس مسئلہ کی یہ ہے کہ جو چیز لائی جاوے اسی جنس کی جس سے مکلف متلبس اور شاغل ہو رہا ہو ایسے وقت میں کہ اسکے لائق ہو سکے تو وہ چیز اسی امر کی طرف پھر جاوے گی جسکا وہ شاغل ہے ہم جنس مشغولی کے فعل سے یہاں چار شوط مراد ہیں جو قبل وقوف عرفات کے حاصل ہوے لہذا قارن کی عمرہ میں بسبب محال ہونے اور صلاحیت وقت کے شمار ہو گی وقضیتہ تکرار ... فیہا اور جو عمرہ کہ باطل ہو گیا قضا کیا جاوے بسبب شروع کے اسواسطے کہ شروع لازم کر دیتا ہے عبادت کو مانند نذر کے اور واجب ہوا دم الرفض للعمرۃ اور واجب ہوگا دم کہ قارن کا سبب چھوڑنے عمرے کے وسقط دم القران لانہ لم یوفق للنسکین اور قران کا دم ساقط ہو جاویگا اسواسطے کہ وہ عبادتوں کے جمع کرنے سے فائز نہیں ہوا

باب التمتع

ہو لغۃ من التمتع او المتعۃ یہ باب ہے تمتع کے احکام میں تمتع باعتبار لغت کے یا متاع سے ہے یا متعہ سے اور دونوں نفع لینے کے ہیں یا نفع پہنچانے کو شرعا ان یفعل العمرۃ او اکثر اشواطہا فی اشہر الحج اور اصطلاح شرع میں تمتع یہ ہے کہ عمرہ کیا جاوے یا عمرے کا اکثر شوط یعنی چار شوط کیے جاویں حج کے مہینوں میں تو اگر قبل اشہر حج کے طواف کریگا تو تمتع نہ ثابت ہوگا فلو طاف الاقل فی رمضان مثلا ثم طاف الباقی فی شوال ثم حج من عامہ کان متمتعا قال المصنف فی المنح اسلم ہذا التعریف سو اگر عمرے کا اقل طواف کیا مثلا رمضان میں یعنی قبل اشہر حج کے پھر باقی اکثر طواف شوال میں کیا پھر اسی سال حج کیا تو یہ شخص متمتع ہوگا کذا فی فتح القدیر اسواسطے کہ اکثر طواف اشہر حج میں ہوا مصنف نے کہا کہ یہ تعریف کتب فقہ کی اکثر تعریفوں کی طرف سے بدلنا چاہیے مصنف نے اپنی کتاب منح الغفار میں تصریح کی ہے کہ ہدایہ اور وقایہ اور درر اور صحیح سے معلوم ہوتا ہے کہ تمتع میں احرام عمرے کا اشہر حج میں کرنا شرط ہوا حالانکہ فتح القدیر میں تصریح کی ہے کہ اشہر حج کا احرام شرط نہیں اور اختیار شرح مختار میں صریحا موجود ہے کہ اگر قبل اشہر حج کے احرام کیا اور عمرہ اشہر حج میں ادا کیا تو تمتع ثابت ہوا لہذا مصنف نے اشہر حج احرام کی قید نہیں لگائی تو اب صحیح ہوا کہ تمتع اس سے عبارت ہے کہ عمرہ یا اکثر طواف اشہر حج میں واقع ہو خواہ قبل اشہر حج کے احرام کیا ہو یا بعد اشہر حج میں ابتدا میں یہی تعریف اختیار کی ولیطوف ولیسعی کما مر اور طواف اور سعی کرنا چاہیے چنانچہ مذکور ہو چکا اور طحطاوی نے کہا کہ اس عبارت کی کچھ حاجت نہ تھی اسواسطے کہ عمرہ ان ارکان سے عبارت ہے جب عمرہ تمتع کی تعریف میں مذکور ہو چکا تو اسکی کیا حاجت ہے ویحلق او یقصر ان شاء اور سر کے بال منڈاوے یا کترواوے اگر چاہے ثم منذا ... تمتع میں شرط نہیں تمتع کو اختیار ہے چاہے بعد عمرہ کے احرام میں رہے چاہے سر منڈاوے اور مصنف نے حلق کو اسواسطے ذکر کیا تا معلوم ہو جاوے کہ عمرہ تمام ہو گیا کذا فی النہر ویقطع التلبیۃ فی اول طوافہ للعمرۃ واتمام بمکۃ حلالا اور لبیک کہنا قطع کرے عمرے کے اول طواف میں اور بدون احرام کے مکے میں رہے ہم متمتع کو مکہ کا رہنا لازم نہیں تا کہ بہتر ہے خواہ داخل مواقیت خواہ خارج مواقیت ثم یحرم بالحج فی سفر واحد حقیقۃ او حکما بان یلم باہلہ الماما غیر صحیح پھر حج کا احرام کرے ایک ہی سفر میں وحدت سفر کی حقیقی ہو یا حکمی وحدت حقیقی یہ کہ عمرہ کرکے پھر اپنے گھر کو نہ آوے اور وحدت حکمی یہ ہے کہ اپنے اہل میں آوے الماما غیر صحیح کر المام غیر صحیح کہتے ہیں کہ مکہ کی طرف پھر جانے کا ارادہ رکھتا ہو یا ہدی بھیجا ہو یا قبل حلق کے وطن میں آیا ہو اسواسطے کہ جو ہدی بھیجا ہے وہ احرام نہیں اتار سکتا ذی الحجہ کی تاریخ سے پہلے اور جو بدون حلق کے آیا اسکو حرم میں پھر جانا حلق کے واسطے واجب ہے امام اعظم اور محمد کے نزدیک اور ابو یوسف کے نزدیک حرم میں جانا مستحب ہے اور المام صحیح یہ ہے کہ حرم میں سر منڈا کر اپنے گھر کو آوے اور ہدی نہ لیگیا ہو کذا فی حاشیۃ الطحطاوی یوم الترویۃ وقبلہ افضل فحج کالمفرد لکنہ یرمل فی طواف الزیارۃ ویسعی بعدہ ان لم یکن قدمہما بعد الاحرام وذبح کالقارن حج کا احرام باندھے ذی الحجہ کی آٹھویں تاریخ کے دن اور مسجد الحرام سے احرام باندھنا اور اسکے قبل

تاریخ کے پہلے احرام باندھنا افضل اور بہتر ہے اور حج کو ادا کرے ساتھ تنہا حج کرنے والے کے لیکن متمتع طواف قدوم نہیں بجا لاوے اور صفا مروہ کی سعی طواف
زیارت کے بعد کرے اگر احرام حج کے بعد پہلے سعی نہ کر چکا ہو اور ذبح کرے متمتع مثل قارن کے یعنی جیسے قارن پر ذبح واجب ہے ویسے ہی متمتع پر بھی واجب ہے ولم تنب
الاضحیۃ عنہ اور قربانی اس ذبح کے قائم مقام نہیں ہو سکتی اسواسطے کہ یہ قربانی واجب نہیں اور ذبح واجب ہے فان عجز عنہ صام کالقران پھر اگر
متمتع عاجز ہو ذبح کرنے سے بسبب محتاجی کے تو قران کی طرح روزے رکھے یعنی تین روزے ایام حج میں اور سات بعد فراغت کے وجاز صوم الثلثۃ بعد
احرامہا ای العمرۃ لکن فی اشہر الحج لا قبلہ ای الاحرام وتاخیرہ افضل رجاء وجود الہدی کما مر اور جائز ہے تینوں روزے رکھنا عمرے کے احرام کے بعد لیکن حج
کے مہینوں میں اور قبل احرام کے تین روزے رکھنا جائز نہیں اور تاخیر کرنا صوم میں عرفہ کے دن تک افضل ہے ہدی کے پا جانے کی امید پر چنانچہ قران میں گذرا
وان اراد التمتع بسوق الہدی وہو افضل احرم ثم ساق بہ اور اگر متمتع ارادہ کرے ہدی کو ہانک لیجانیکا اور یہی افضل ہے اس تمتع سے جس میں ہدی ساتھ نہ ہو
اسواسطے کہ سنت نبوی کے موافق ہے تو پہلے احرام باندھے یعنی احرام کی نیت سے لبیک کہے پھر ہدی کو ہانک لیجاوے اپنے ساتھ اور بدون لبیک کہنے کے فقط ہدی کے
ہانکنے سے بھی احرام جائز ہے لیکن افضل نہیں وہو اولی من قودہا الا اذا کانت لا تنساق فیقودہا اور ہدی کا ہانک لیجانا بہتر ہے اسکو کھینچ لیجانے سے مگر جبکہ
ہانکنا مشکل ہو جانور کی تکلیف سے یا اسکی وحشت سے تو کھینچ لیجاوے وقلد بدنتہ وہو اولی من التجلیل اور پٹا گلے میں ڈالے اپنے اونٹ یا گائے کے
اور پٹا ڈالنا افضل ہے جھول ڈالنے سے اسواسطے کہ جھول کبھی آرائش کے واسطے بھی ہوتی ہے بخلاف تقلید کے کہ وہ ہدی ہی کے واسطے مخصوص ہے تقلید یہ ہے کہ اونٹ کے
گلے میں پٹا ڈالے یا جوتی اسمیں باندھے یا کنڈا چمڑے کا یا کھجور کی چھال تا معلوم ہو کہ یہ جانور سواری کا نہیں بلکہ حرم کو جاتا ہے وکرہ الاشعار وہو شق سنامہا
من الایسر او الایمن لان کل واحد لا یحسنہ واما من احسنہ بان قطع الجلد فلا باس بہ اور اشعار مکروہ ہے اور اشعار یہ ہے کہ اونٹ کے کوہان کو بائیں یا داہنی
طرف سے چیرے اشعار اسواسطے مکروہ ہے کہ ہر شخص اسکو خوب نہیں کر جانتا گوشت اور ہڈی تک اسکے پہنچتا ہے سو جو شخص کہ اشعار خوب کرے یعنی فقط کھال کو
کاٹے نہ گوشت اور ہڈی کو تو کچھ مضائقہ نہیں بلکہ ایسا اشعار مستحب ہے کذا فی الطحطاوی ہم بحث احرام میں مفصل مذکور ہو چکا کہ امام اعظم رح کے نزدیک ہدی کا
اشعار مکروہ تھا جو بعد زخم کر دیتے تھے اور یہ نہیں کہ مطلقاً اشعار مکروہ ہے واعتمر ولا یتحلل منہا ثم احرم للحج کما مر فیمن لم یسق اور عمرہ ادا کرے
اور عمرہ کرنے سے احرام نہ اتارے اسواسطے کہ ہدی کا ہانکنا مانع ہے احرام اتارنے سے پھر آٹھویں تاریخ حج کا احرام کرے چنانچہ مذکور ہو چکا اس متمتع کے
بیان میں جسنے ہدی کو نہیں ہانکا وحلق یوم النحر واذا حلق حل من احرامیہ علی الظاہر اور سر منڈاوے یوم النحر میں اور جبکہ اسنے سر منڈایا تو حلال ہو گیا
دونوں احراموں سے یعنی حج اور عمرے کے دونوں احرام حلق کے بعد موقوف ہے بنا بر ظاہر کلام علما کے تو معلوم ہوا کہ عمرے کا احرام بعد وقوف عرفات باقی تھا سر منڈانے تک
والمکی ومن فی حکمہ یفرد فقط اور مکہ کا رہنے والا اور جو اسکے حکم میں ہے یعنی جو میقات کے اندر رہتا ہو وہ تنہا حج کرے فقط یعنی قران اور تمتع نہ کرے اسواسطے کہ حق تعالی
فرمایا ذلک لمن لم یکن اہلہ حاضری المسجد الحرام یعنی وہ تمتع اس شخص کے واسطے ہے جسکے اہل و عیال مسجد الحرام میں حاضر نہیں ولو قرن او تمتع جاز واساء
وعلیہ دم جبر ولا یجزیہ الصوم لو معسرا اور مکی نے اگر قران یا تمتع کیا تو جائز ہے اور اسنے برا کیا اور اسپر بعوض اس قصور کے ذبح کرنا واجب ہے اور اسکو روزے
رکھنا واجب نہوگا اگرچہ محتاجی سے ذبح نہ کر سکے ہم ماتن نے اپنی شرح میں کہا کہ کتب مذہب میں جو یہ مذکور ہے کہ مکی قران اور تمتع نہ کرے تو نفی سے مراد
حلت کی نفی ہے نہ صحت کی نفی ومن اعتمر بلا سوق ہدی ثم بعد عمرتہ عاد الی بلدہ وحلق فقد الم الماما صحیحا فبطل تمتعہ اور جس متمتع نے
عمرہ کیا بدون ہدی کے ہانکنے کے پھر بعد عمرے کے پھر گیا اپنے شہر کو اور سر منڈایا تو اسنے المام صحیح کیا تمتع اسکا باطل ہو گیا ومع سوقہ
تمتع کالقارن اور اگر متمتع ہدی لیگیا اور عمرہ کر کے اپنے گھر چلا آیا تو وہ متمتع ہے یعنی تمتع کرنے میں اسکو اختیار ہے اور اگر بعد اس عمرے کے اس سال
حج نہ کرے تو اسپر کچھ مواخذہ نہیں اسواسطے کہ حج ہنوز شروع نہیں کیا اور چونکہ ہدی کے سبب سے المام صحیح نہیں تو تمتع اسکا باطل نہیں [illegible]

قارن کے لیے بحیثیت قارن کے عود ہے قران باطل نہیں ہوتا کذا فی المحیط السرخسی والا حلاف اما اقل من اربعۃ قبل اشہر الحج واتمہا فیہا وحج فہذا متمتع ولو طاف اربعۃ قبلہا لا اعتبار الا کثر اور اگر عمرہ کے واسطے چار شوط سے کم طواف کیا حج کے مہینوں سے پہلے اور طواف کو باقی چار شوط پورا کر کے حج کے مہینوں میں تو اسکا تمتع صحیح ہے اس واسطے کہ اکثر طواف اشہر حج میں واقع ہوا اور اگر چار شوط کا طواف کیا قبل اشہر حج کے اور تین شوط اشہر حج میں کیے تو تمتع صحیح نہیں بنا بر اعتبار اکثر طواف کے کوئی امر آفاقی حل من عمرتہ فیہا ای الاشہر وسکن بمکۃ ای داخل المواقیت او بصرۃ ای غیر بلدہ وحج من عامہ متمتع لبقاء سفرہ کوئی آفاقی آفاقی نے اشہر حج میں عمرہ کر کے احرام اتارا اور مکہ میں رہا مراد یہ کہ داخل میقات رہا یا بصرہ میں رہا مراد یہ کہ اپنے شہر کے سوا کہیں رہا اور اسی سال اسنے حج کیا تو یہ شخص متمتع ہے اس واسطے کہ اسکا سفر ہنوز باقی ہے ولو افسدہا وحج من البصرۃ الی مکۃ وقضاہا وحج لا یکون متمتعا الا نکا لکی اور اگر اشہر حج میں عمرے کو فاسد کر دیا اور بصرہ چلا گیا پھر آیا اور عمرہ قضا کیا اور حج کیا تو متمتع نہ ہوگا اسکے امام کے واسطے کہ کوئی سبب افساد عمرہ کے مانند مکی کے ہو گیا یعنی اسکا مکہ میں رہنا واجب ہوگیا عمرہ قضا کرنے کے واسطے جب وہ اہل مکہ میں آگیا تو متمتع نہ ہوا اس واسطے کہ عمرہ اسکا مکی ہوگا نہ آفاقی کذا فی المحیط السرخسی الا اذا الم باہلہ ثم حج وانی بہا الا شہر فی عمرۃ والحج کون التمتع قضاہا فاسدہ مگر جبکہ بعد قضا لینے عمرہ کے اپنے گھر چلا گیا پھر گھر سے مکہ میں احرام باندھ کر لوٹ آیا اور عمرہ ادا کیا اور حج کو کل میں الا انہ المتمتع ہوگا اس واسطے کہ جب اپنے وطن میں پہنچ گیا تو سفر اول ہو چکا پھر جب دوبارہ مکہ میں آیا تو یہ دوسرا سفر ہوا تو اب عمرہ اسکا آفاقی ہوگا اور حج کی ادبہا امر متمتع کو نہیں کہ عمرہ قضا ہو اس سے پہلے جبکہ فاسد کر چکا ای المکی ولیس لاہل مکۃ تمتع ولا قران ویلزم للتمتع بل الفساد دم وعبادتوں میں سے مکہ والوں کے واسطے تمتع و قران نہیں ہے خواہ عمرہ کو یا خواہ حج کو اور اسکو تمام کرے اس واسطے کہ احرام سے نکلنا بدون افعال کے ممکن نہیں ہو سکتا اور تمتع کا قربانی کرنا اسپر واجب نہیں اسواسطے کہ دونوں عبادتوں کو ادا کرنے سے محروم ہو گیا تمتع نہیں ہوا بلکہ فاسد کرنے سے دم کرنا اسپر البتہ لازم ہوگا کذا فی البحر

باب الجنایات

الجنایۃ ہنا ما یکون حرمتہ بسبب الاحرام والحرم یہ باب ہے جنایات میں حج کا جنایات تفتح جنایات کی اور جنایۃ بمعنی جنایت بر امر اشرف ادب فی اصطلاح شرع وہ فعل ہے جو احرام فعل کا نام ہے اور یہاں یعنی کتاب الحج میں جنایت ایسے فعل کو کہتے ہیں جسکی حرمت ثابت ہو بسبب احرام باندھنے کے یا حرم میں داخل ہونے کے اور جنایت سے یہاں مالی دم اور صدقہ وغیرہ فعلہا القول اور جنایت سے کبھی دو خون واجب ہوتے ہیں یا ایک خون یا صدقہ سوائے ان امور کی تفصیل کی ہے ماتن نے اپنے آیندہ قول سے الواجب دم علی محرم بالغ فلا شئ علی الصبی خلافا للشافعی ولو ناسیا او جاہلا او مکرہا فیجب تا ہم حطی را اسپر خون واجب ہے محرم بالغ پر تو غیر محرم پر واجب نہیں بخلاف اسکے اگر بالغ محرم ہو اگر جنایت کرے یا جاہل ہو یا اسکی بے اختیاری میں جنایت ہوئی ہو تو خون واجب ہوگا اس سے بھولے سے کیا کسی انسان نے دھکا دیا اور عدم اختیار میں گناہ ساقط ہے نہ جزا کذا فی المنح ان طیب عضوا کاملا ولو فما یا کل طیبا کثیرا او یلبس عضوا الی جمیع لیعنی ذبح کرنا واجب ہے اگر محرم نے خوشبو دار چیز لگائی کسی پورے عضو میں جیسے سر اور پنڈلی اور ران میں اگرچہ منہ خوشبو دار ہو گیا ہے بہت خوشبو دار چیز کھانے سے یا اندک اندک متفرق خوشبو لگائی اسقدر کہ اگر سب کو جمع کیا تو بقدر ایک عضو کے ہو جاوے والبدن کلہ کعضو واحد ان اتحد المجلس والا فلکل طیب کفارۃ اور تمام بدن ایک عضو کے برابر ہے اگر مجلس متحد ہو اور نہیں تو ہر خوشبو کا کفارہ جدا ہے یعنی اگر ایک مجلس میں خوشبو لگائی تو ایک ہی کفارہ لازم ہے اور اگر چند مجالس میں خوشبو لگائی تو ہر بار خوشبو لگانے کا جدا کفارہ ہے کذا فی النہر ولو ذبح ولم یزلہ لزمہ دم آخر لبقائہ اور اگر خوشبو لگا کر جانور کو ذبح کیا اور خوشبو کو بدن سے نہ چھڑایا تو دوسرا جانور ذبح کرنا اسپر لازم ہوا سبب باقی رہنے خوشبو کے والا المتوب المطیب اکثر من یوم شرط للزوم الدم دوام لبس یوما اور جو کپڑا کہ اکثر خوشبو دار ہو تو خون کے واجب ہونے میں پہننا اسکا شرط ہے دن بھر اگر کوئی اوخضب راسہ بحنا ای رقیق اما المتلبد ففیہ دمان یا محرم نے اپنے سر یا داڑھی میں پتلی مہندی کا خضاب لگایا اور اگر گاڑھی مہندی سر پر لگا دیا تو اس میں دو خون واجب ہونگے ایک خوشبو لگانے کا اور دوسرا سر ڈھکنے کا بشرطیکہ ایک دن یا ایک رات مہندی لگی رہے یا تمام سر کو مہندی سے ڈھکو

کذا فی الطحاوی عن البیہقی اور محیط میں مرقوم ہے کہ ایسا تیل لگایا جسمیں خوشبو نہیں ہے مگر چونکہ بعضے خوشبودار ہونا خوب ظاہر تھا لہٰذا بعد ذکر مطلق خوشبو کے اسکو
ذکر کر دیا کذا فی السراج الوہاج اور ذخیرہ میں ہے اور جو تیل کہ فتح الملہمات الشیرج ہو کہ وہ کانا خالص تیل ہو بخلاف بنفشہ اور روغن زیتون یا چنبیلی کا تیل
بدن میں ملا اگرچہ دونوں خالص ہوں خوشبو سے سوا سکے کہ دونوں تیل اصل میں خوشبو کی نام میں محرم کے نزدیک اس راہ سے کہ خوشبودار پھول تیل
گلاب اور بیلا اور چنبیلی کے انمیں ڈالے جاتے ہیں تو دونوں خوب خوشبودار ہو جاتے ہیں بخلاف اور تیلوں کے کہ انکے لگانے سے ذبح کرنا لازم نہیں ہوتا اور حل
[illegible] یہ اسم تیل ہی لیتے ہیں کہ تیل جسکو خوشبو [illegible] اور صاحبین کے نزدیک روغن زیتون اور تیل کے لگانے میں
صدقہ واجب ہوتا ہے اور خوشبودار تیل میں بالاتفاق ذبح واجب ہوگا کذا فی الکافی اور مطلق اور دوا کی [illegible] شقوق رجلیہ وقطر فی اذنیہ لا یجب
دم ولا صدقۃ اتفاقا اگر محرم نے روغن زیتون یا چنبیلی تیل کو کھایا یا ناک میں ڈالا یا اس سے زخم کی دوا کی یا دونوں پاؤں کی بوائی میں لگایا یا اپنے
دونوں کانوں میں ٹپکایا تو اسپر نہ ذبح کرنا واجب ہے نہ صدقہ بخلاف المسک والعنبر والغالیۃ والکافور ونحوہا مما ہو طیب بنفسہ فانہ یلزمہ الجزاء
بالاستعمال وان کان علی وجہ التداوی بخلاف مشک اور عنبر اور غالیہ اور کافور اور اسی طرح کی چیزوں کے کہ جنمیں ذاتی خوشبو ہے اسکے استعمال سے جزا لازم
آتی ہے اگرچہ بطریق دوا کے استعمال کرے لیکن محرم کو انکی جزا میں اختیار ہوگا چاہے ذبح کرے چاہے روزہ رکھے چاہے کھانا کھلاوے کذا فی التبیین وان جعلہ
فی طعام قد طبخ فلا شیء علیہ وان لم یطبخ وکان مغلوبا کرہ اکلہ کذا فی المحیط اور اگر مشک وغیرہ کو کھانے میں ڈالکر پکایا تو محرم پر اسمیں کوئی چیز لازم
نہیں خواہ کھانے میں خوشبو باقی رہے یا نہ رہے اور اگر خوشبو کو نہ پکایا بلکہ کھانے میں اوپر سے ڈالا اور خوشبودار غالب ہو یعنی کھانے سے زیادہ ہو تو اسکا کھانا
مکروہ ہے اگر خوشبو مغلوب ہو گئی ہو [illegible] خوشبو اور اسکا سونگھنا مکروہ ہے محرم جس قسم کی خوشبودار چیز کا کھانا معمول جیسے گرم مصالح مانند لونگ الائچی اور دارچینی کے کہ وہ
کھانے میں مخلوط ہو جاوے تو اسکا کھانا جائز ہے کذا فی فتح القدیر او لبس مخیطا لبسا معتادا فعلیہ الدم [illegible] اگر محرم نے سیا کپڑا پہنا
اس طرح جس طرح پہننے کی عادت ہے مثلاً قمیص یا قبا کو خلاف عادت بطور تہبند کے باندھا یا پاجامہ اپنے دونوں کاندھوں پر رکھا تو کوئی چیز اسپر واجب
نہیں نہ ذبح نہ صدقہ [illegible] او غطی رأسہ فعلیہ [illegible] یا اپنا سر چھپایا معمولی لباس سے جیسے ٹوپی یا پگڑی سے اور اگر سر چھپایا
تھا یا گٹھری اٹھانے سے تو کوئی جزا اسپر واجب نہیں ہوگا [illegible] وفی الاصل [illegible] پورا دن یا پوری رات سیا کپڑا پہنے رہا یا سر چھپائے رہا تو ذبح
کرنا اسپر واجب ہے اور اس سے کم میں یعنی [illegible] یا ساعت [illegible] فعلیہ صدقۃ [illegible] والزائد علی الیوم کالیوم [illegible]
نہار [illegible] ایک دن سے زیادہ [illegible] اگر محرم رات میں لباس اتار ڈالتا
اور دن میں پھر اسکو پہنتا ہو اگرچہ تمام پوشاک اسنے پہنی ہو [illegible] ٹوپی اور قبا اور پاجامہ بہر صورت ایک ہی خون واجب ہوگا مالم یعزم علی الترک [illegible]
عند الشرع فان عزم علیہ [illegible] تعدد الجزاء [illegible] اور اگر کئی روز تک [illegible] جب تک محرم نے لباس
اتارنے کے وقت ترک لباس کا ارادہ نہیں کیا [illegible] اور پھر اسنے سیا کپڑا پہنا تو جزا متعدد ہوگی یعنی جو
ترک کا ارادہ کریگا تو دوبارہ ذبح کرنا اسپر واجب ہوگا خواہ اول [illegible] کا کفارہ دیا ہو یا نہ دیا ہو [illegible] فارق [illegible] دام
علی لبسہ [illegible] فعلیہ الجزاء [illegible] متعدد ہوگی جزا اگر اسنے سیا کپڑا ایک دن پہنا سو اسنے پہننے کی جزا میں ذبح
کیا پھر اسکو ایک دن اور پہنے رہا تو دوسری جزا بھی اسپر واجب ہوگی اس واسطے کہ لباس محرم کو ممنوع ہے تو دوام لباس کو بعد ذبح کرنے کے حکم ابتداء لباس کا ہوگا
جیسے ابتدا سے لباس میں جزا واجب ہوگی تھی ویسی ہی بعد ذبح کے دوام لباس میں دوسری جزا واجب ہوگی [illegible] ودوام اللبس بعد الاحرام [illegible] بعدہ
۵۵ ولو کان [illegible] اور قائم رکھنا اس لباس کا جسکو احرام کے وقت پہنے ہوئے تھا ایسا ہے گویا اسنے بعد احرام کے اسکو پہنا تو اگر مثلاً اسنے قمیص کو

جو احرام کے وقت پہنے تھا بعد احرام کے کبھی دن بھر پہنے رہیگا تو اسپر ذبح کرنا واجب ہے اگرچہ پہننے والے پر کسی نے زبردستی کی ہو یا وہ سوتا ہو کذا فی النہر الفائق
ولو تعدد سبب اللبس تعدد الجزاء اور اگر لباس پہننے کا سبب متعدد ہو تو اسکی جزا بھی متعدد ہوگی چنانچہ محرم کو تپ آئی اور اسنے قمیص پہنا پھر اسکو صحت ہو گئی
بعد اسکے دوسری بیماری ہوئی یا دوسری قسم کی تپ آئی پھر اسنے قمیص پہنا تو اسپر دو کفارے کذا فی فتح القدیر لازم ہونگے ولو اضطر الی قمیص فلبس قمیصین او الی
قلنسوة فلبسها مع عمامة لزمه دم واحد اور اگر محرم کو ایک قمیص کی حاجت ہوئی سو اسنے دو قمیص پہنے یا ایک ٹوپی کی حاجت ہوئی سو اسنے ٹوپی کو پگڑی کے ساتھ
پہنا تو اسپر ایک خون واجب ہوگا اسواسطے کہ سبب واحد ہے کذا فی النہر اور گنہگار ہوگا کہ حاجت سے زیادہ اسنے پہنا کذا فی الطحطاوی ولو تعین زوال الضرورة
فاستمر کفر آخر اور اگر محرم کو یقین ہو گیا کہ لباس کی حاجت نہیں پھر بھی پہنے رہا ایک دن یا دو دن تو دوسرا کفارہ دے اور اگر زوال حاجت میں شک ہو
تو اسپر ایک ہی کفارہ لازم ہے کذا فی النہر وتغطیة ربع الراس او الوجه کالکل اور چوتھائی سر کا یا چہرے کا ڈھکنا تمام سر اور چہرے کے برابر ہے کفارہ میں ولا بأس
بتغطیة اذنیه وقفاه ووضع یده علی انفه بلا ثوب اور کچھ مضائقہ نہیں محرم کے دونوں کان اور گدی کے ڈھکنے میں اور ناک پر بدون کپڑے کے ہاتھ
رکھنے میں او حلق ای ازال ربع راسه او ربع لحیته یا محرم اپنے چوتھائی سر یا چوتھائی ڈاڑھی کو دور کرے یعنی بالوں کو دور کرے کسی طرح خواہ مونڈ کر یا
اکھاڑ کر یا نورہ لگا کر او حلق محاجمه ای موضع الحجامة والافضیة کذا فی البحر عن الفتح یا محرم اپنے سر کے پیچھے اس جگہ کو مونڈے جہاں پچھنے لگاتے ہیں یا محاجم
کی مراد یہ ہے کہ وہاں مونڈے اور پچھنے بھی لگاوے تب اسپر ذبح کرنا لازم ہوگا اور اگر دونوں فعل جمع نکرے یعنی فقط مونڈے یا بدون مونڈے
یا پچھنے لگاوے بدون مونڈنے کے تو اسپر صدقہ لازم ہوگا اور ذبح یہ تفریع بحر الرائق میں منقول ہے فتح القدیر سے اسکا قول جو حیات سے قابل ہو
ذبح کرنے کو وہ واجب کریگا کذا فی الفتح او حلق احدی الابطین او عانته او رقبته کلها او قص اظفار یدیه او رجلیه او الکل فی مجلس واحد فلو تعدد المجلس
تعدد الدم الا اذا اتحد المحل کحلق الابطین فی مجلسین او راسه فی اربع مجالس یا محرم نے اپنی ایک بغل ساری مونڈی یا تمام موئے زیر ناف مونڈے یا سب گردن کے بال
مونڈے یا اپنے دونوں ہاتھوں کے ناخن یا دونوں پاؤں کے ناخن کاٹے یا دونوں ہاتھ اور پاؤں کے ساتھ ہی ناخن کاٹے ایک مجلس میں یعنی سب جگہ
میں ایک ہی خون واجب ہوگا اور اگر مجلس متعدد ہوگی تو خون بھی متعدد ہونگے یعنی ایک مجلس میں ایک ہاتھ کے ناخن کاٹے اور دوسری مجلس میں دوسرے
ہاتھ کے اور تیسری مجلس میں ایک پاؤں کے اور چوتھی مجلس میں دوسرے پاؤں کے تو چار بار ذبح کرنا واجب ہوگا بسبب تعدد مجالس کے اگر محل متحد ہوگا تو تعدد
مجالس سے متعدد خون کا نہوگا چنانچہ محرم نے اپنی ایک بغل کو دو مجلس میں مونڈا یا اپنے سر کو چار مجلس میں مونڈا تو ایک ہی بکری ذبح کرنا واجب ہوگا اسواسطے کہ محل
متحد ہے اگرچہ مجالس متعدد ہوئے کذا فی الطحطاوی او ید او رجل اذ الربع کالکل یا محرم نے ایک ہاتھ کے ناخن یا ایک پاؤں کے ناخن کاٹے تو ایک بکری ذبح کرنا لازم ہوگا
اسواسطے کہ چوتھائی کل کی برابر ہے یعنی کل دو ہاتھ اور دو پاؤں میں ذبح واجب ہے اذ ایک ہاتھ یا ایک پاؤں میں بھی ذبح واجب ہوگا اسواسطے کہ ایک ہاتھ چوتھائی ہے کل کی
اور چوتھائی کل کی قائم مقام ہوتی ہے چنانچہ حلق سر میں معلوم ہو چکا کذا فی الدرر او طاف للقدوم او للصدر جنبا او حائضا یا محرم نے طواف القدوم
طواف الصدر کو جنابت یا حیض کی حالت میں کیا بسبب واجب ہوجانے طواف القدوم کے شروع کرنے سے یعنی ہر چند طواف القدوم سنت ہے اور طواف الصدر واجب لیکن
جب طواف القدوم کو شروع کیا تو اب اسکا ادا کرنا واجب ہو گیا تو وجوب ذبح میں دونوں طواف برابر ہوگئے او للفرض محدثا یا فرض طواف یعنی طواف الزیارة کو
بے وضو کیا تو ذبح کرنا بکری کا واجب ہے اور اگر کپڑے پر نجاست ہوگی درم سے زیادہ حالت طواف میں تو ذبح یا صدقہ نہیں لیکن ایسا فعل نجاست کا مسجد الحرام میں
مکروہ ہے کذا فی الطحطاوی ولو جنبا فبدنة ان لم یعده اور اگر جنابت میں طواف الزیارة کیا تو اونٹ یا گائے کا ذبح کرنا واجب ہے بشرطیکہ طواف کو دوبارہ نکرے اور اگر
طواف القدوم اور طواف الصدر اور طواف الزیارة کو بعد غسل اور وضو کے اعادہ کیا تو اب کوئی چیز اسپر واجب نہیں نہ ذبح نہ صدقہ کذا فی الطحطاوی والاصح وجوبها فی الجنابة
ندبها فی الحدث وان المعتبر الاول والثانی جابر فلا تجب اعادة السعی جوہرہ اور قول اصح یہ ہے کہ طواف کا اعادہ واجب ہے اگر جنابت میں کیا ہو اور مستحب ہے اعادہ اگر بے وضو

کیا ہو اور یہ قول صحیح ہے کہ دو صورتوں اعادہ سے پہلا ہی طواف ہے اور دوسرا طواف پہلے طواف کے نقصان کا دور کرنے والا ہے پس پہلا طواف معتبر رہا اور صفا اور مروہ کی سعی کا
اعادہ کرنا طواف ثانی میں واجب نہیں کذا فی الجوہرۃ ولو طاف للعمرۃ جنبا او محدثا فعلیہ دم وکذا لو ترک من طوافہا شوطا لانہ لا مدخل للصدقۃ فی العمرۃ اور فتح القدیر میں ہے کہ اگر
جنابت یا بے وضو ہونے میں عمرہ کا طواف کیا تو اسپر خون واجب ہے اور اسی طرح خون واجب ہے اگر عمرہ کے طواف سے ایک شوط کو ترک کیا اس واسطے کہ عمرہ کی
جنایات میں صدقہ کو دخل نہیں او افاض من عرفۃ ولو بند بعیرہ قبل الامام والغروب یا محرم چلا آیا عرفات سے امام کے آنے سے پہلے اور قبل غروب آفتاب کے
اگرچہ وہاں سے آنا اسکے اونٹ کے بھاگنے سے ہو یعنی دم واجب ہے فیجب دم بلا اختیار ہو یا اضطراری دونوں برابر ہیں ویسقط الدم بالعود ولو بعدہ فی الاصح
ثانیۃ اور قول اصح میں ساقط ہوتا ہے خون عرفات میں پھر چلے آنے سے اگرچہ بعد غروب کے وہاں پھر گیا ہو کذا فی الغایۃ او ترک اقل من سبع الفرض یعنی و
لو طاف بعیرہ حتی لو طاف للصدر نقل الی الفرض ما یکملہ ثم ان بقی اقل الصدر فصدقۃ والا فدم یا طواف فرض کے سات شوطوں میں سے کم کو ترک کیا یعنی
طواف الزیارۃ سے تین شوط یا اس سے کم ترک کیے اپنے اس قدر کے ترک کرنے سے اسوقت دم واجب ہوگا جبکہ اسنے طواف الزیارۃ کے سوا اور کوئی طواف
نہ کیا ہو یہاں تک کہ اگر اسنے طواف الصدر کیا ہو تو طواف الصدر کے شوط طواف الزیارۃ کی طرف منتقل ہو جاوینگے جتنے میں کہ وہ پورا ہو جاوے خواہ ایک شوط
یا دو یا تین پھر بعد اس تکمیل کے اگر اسکے ذمہ پر طواف الصدر کے اقل شوط باقی رہے تو صدقہ واجب ہے اور اکثر رہا ہو تو خون واجب ہے مثلا طواف الزیارۃ کے
تین شوط کم کیے اور طواف الصدر کے پورے سات شوط کیے سو طواف الصدر کے تین شوطوں سے طواف الزیارۃ کی تکمیل ہوئی باقی رہے چار شوط کمی ہوئی تین شوط کی
اور تین اقل طواف میں تو اسمیں صدقہ واجب ہوگا اور اگر طواف الصدر کے چھ شوط ہوں تو چار شوط کی کمی رہی بعد تکمیل کے اور چار شوط اکثر طواف میں تو اسمیں دم کرنا
واجب ہوگا و ترک اکثرہ بقی محرما ابدا ای فی حق النساء حتی یطوف فکلما جامع لزمہ دم اذا تعدد المجلس الا ان یقصد الرفض فتح اور طواف الزیارۃ کے اکثر کے
ترک کرنے سے ہمیشہ وہ محرم بنا رہیگا عورتوں کے حق میں یہاں تک کہ طواف الزیارۃ کو ادا کرے تو جو بار کہ وہ جماع کریگا اسی بار اسپر دم کرنا لازم ہوگا بشرطیکہ مجالس
جماع کی متعدد ہوں مگر یہ کہ جماع ثانی سے ترک حج کا قصد کرے تو ایک ہی بار دم کرنا اسپر لازم ہوگا کذا فی فتح القدیر خواہ ایک مجلس ہو خواہ چند مجالس اور یہ جو کہا
کہ اکثر طواف کے ترک سے محرم بنا رہیگا اس واسطے کہ اکثر بجائے کل ہے تو گویا اسنے اصلا طواف نہیں کیا کذا فی الطحطاوی او ترک طواف الصدر او اربعۃ
منہ ولا یتحقق الترک الا بالخروج من مکۃ یا محرم طواف الصدر کے سب شوط یا چار شوط کو ترک کرے اور ترک کرنا ثابت نہوگا مکہ سے بدون نکلنے کے
اس واسطے کہ طواف الصدر کا کوئی وقت مقرر نہیں محرم سفر پر موقوف ہے او ترک السعی او اکثرہ او رکب فیہ بلا عذر یا سب شوط سعی کے یا اکثر کو بدون عذر
کے ترک کرے یا سعی سوار ہو کر بلا عذر کرے اور اگر سعی کو عذر سے ترک کرے یا سوار ہو کر سعی کرے بسبب عذر کے تو اسپر کچھ لازم نہیں کذا فی الطحطاوی
او الوقوف بجمع یعنی مزدلفۃ او الرمی کلہ او فی یوم واحد او الرمی الاول او اکثرہ ای اکثر رمی یوم یا مزدلفہ کا ٹھہرنا ترک کرے یا جمرات ثلثہ
کے کل رمی کو یا ایک دن کی رمی کو یا پہلی رمی یعنے جمرۃ العقبہ کی رمی کو یا ایک دن کی اکثر رمی کو ترک کرے ہر کل رمی کا ترک کرنا یہ ہے کہ یوم النحر سے تیرہویں
تک رمی نکرے کسی دن اور جبتک کہ یہ دن باقی ہیں تو اعادہ رمی کا ممکن ہے ترتیب لیکن تاخیر سے امام کے نزدیک دم کرنا واجب ہوگا اور اکثر رمی کا ترک کرنا
یہ کہ یوم النحر میں جمرۃ العقبہ کو تین ہی کنکریاں مارے تو چار ترک ہوئیں یا ایام ثلثہ میں کسی دن گیارہ کنکریاں مارنا ترک کرے اور سب ایام کے رمی اور
ایک دن کی رمی ترک کرنے میں ایک ہی بار دم کرنا اس واسطے واجب ہے کہ متحد الجنس ہیں کذا فی حاشیۃ الطحطاوی او حلق فی حل بحج فی ایام النحر فلو بعدہا فدمان
او عمرۃ لاختصاص الحلق بالحرم یا حج کے محرم نے سر منڈایا حل میں ایام نحر کے اندر تو ایک خون واجب ہے سو اگر بعد ایام نحر کے منڈاویگا تو دو خون واجب ہونگے یا عمرہ کے
محرم نے حل میں سر منڈایا تو ایک خون واجب ہے بسبب مخصوص ہونے حلق کے حرم میں لا دم علی معتمر خرج ثم رجع من حل الی الحرام ثم قصر وکذا الحاج ان رجع فی
ایام النحر والا فدم للتاخیر خون واجب نہیں اس عمرہ کرنے والے پر جو حرم سے باہر نکلا پھر حل سے حرم کی طرف پلٹ آیا پھر اسنے بال کتر اے یا منڈائے اور

۱۵ یعنے ایک روز میں اکیس کنکریاں پھینکی جاتی ہیں تو گیارہ اکثر ہونگی ۱۲

ایسا ہی حکم حاجی کا ہی اگر ایام نحر کے اندر حرم میں ہاتھ دھوئے اور اگر بعد ایام نحر کے حرم میں بال کترا دے یا منڈا دے تو اُسپر ذبح کرنا واجب ہوگا بسبب تاخیر کے او قبّل
عورت علی حلق یا محرم نے عورت کا بوسہ لیا تو ایک خون واجب ہی لفظ قبّل کا حلق کے لفظ پر عطف ہی او لمس لشہوۃ انزل اولا فی الاصح او استمنی بکفہ او جامع بہیمۃ
وانزل یا عورت کا شہوت سے مس کیا انزال ہو یا نہو خون اُسپر واجب ہی قول اصح میں یا اپنا کفِ دست آلہ تناسل میں لگا کر منی نکالی یا جانور سے جماع کیا اور
انزال بھی ہوا خون واجب ہوگا اور بدون انزال کے خون واجب نہیں کذا فی الطحاوی یا اخر الحلق عن الحرم او اخرا طواف الفرض عن ایام النحر فیجبا
ہو یا حاجی نے سر منڈانے یا طواف الزیارۃ میں ایام النحر سے تاخیر کی اسواسطے کہ حلق اور طواف الزیارۃ ایام نحر کیساتھ موقت ہیں بنابر وجوب کے اور صاحبین کے
نزدیک مناسک کی تاخیر میں خون واجب نہیں او قدم نسکا علی آخر فیجب فی یوم النحر اربعۃ اشیاء الرمی ثم الذبح لغیر المفرد ثم الحلق ثم الطواف یا مقدم کیا
ایک عبادت کو دوسری عبادت پر سو یوم النحر میں چار عبادتیں علی الترتیب واجب ہیں اول جمرۂ عقبہ کی رمی پھر ذبح کرنا قارن او متمتع کے حق میں
متمتع کرنے والے کو پھر ذبح کے بعد سر منڈانا پھر طواف الزیارۃ کرنا ان مناسک کی تقدیم او تاخیر سے امام اعظم کے نزدیک ذبح کرنا واجب ہی او صاحبین کے
نزدیک تقدیم و تاخیر سے کچھ واجب نہیں اس دلیل سے کہ بخاری اور مسلم میں جو حدیث ثابت ہی کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم حجۃ الوداع میں منیٰ کے اندر بیٹھے اور
لوگ مسائل دریافت کرتے تھے ایک مرد آیا اور اُسنے کہا کہ مجھکو معلوم نہ تھا سو میں نے سر منڈایا ذبح کرنے سے پہلے حضرت نے فرمایا کہ ذبح کر اور کچھ حرج نہیں اور دوسرا
شخص آیا اُسنے کہا یا رسول اللہ مجھکو معلوم نہ تھا میں نے نحر کیا قبل رمی کے حضرت نے فرمایا کہ رمی کر اور کچھ حرج نہیں سو حضرت سے کسی چیز کی تقدیم اور تاخیر سے
سوال ہوا اگر حضرت نے یہی فرمایا کہ بیشک اب اُسکو کر لے اور کچھ حرج نہیں امام اعظم رحمہ اللہ کی طرف سے جواب یہ ہی کہ نفی حرج سے نفی گناہ اور نفی فساد کی مراد ہی
لیکن نفی جزا کی ثابت نہیں اور صاف ظاہر ہی کہ تقدیم اور تاخیر ممنوع تھی لہذا سائل نے اپنی ناواقفی کو عذر قرار دیا اور اگر ممنوع نہوتا تو سوال اور عذر طلبی کی کیا حاجت
تھی اور حق یہ ہی کہ یہ حدیث ترتیب کے مسنون ہونے اور واجب ہونے دونوں کا محتمل ہی اور چونکہ ابتدا اسلام تھی لہذا حضرت نے بسبب جہل کے اُنکو معذور رکھا اور جزا کا حکم دیا
تو مقام طلب میں بنابر احتیاط کے وجوب کا اعتبار کرنا واجب ہی علاوہ اسکے ابن ابی شیبہ نے عبداللہ بن مسعود سے روایت کی کہ جو ایک نسک کو دوسرے نسک پر مقدم
کرے اسپر خون واجب ہی اور بعضے نسخوں میں بجائے ابن مسعود کے ابن عباس مذکور ہیں ہر چند اسکی سند میں ابراہیم بن مہاجر داخل ہی اور وہ ضعیف ہی لیکن طحاوی میں اس قول
کو عبداللہ بن عباس سے دوسری سند سے ذکر کیا ہی جسمیں ابراہیم بن مہاجر مذکور نہیں تو استدلال پورا ہو گیا کذا فی فتح القدیر لیکن لا شئ علی من طاف قبل الرمی والحلق نعم یکرہ
لبابہ وقد قدمنا کما لاشئ علی المفرد الا اذا حلق قبل الرمی لان ذبحہ لا یجب لیکن کچھ واجب نہیں نہ صدقہ نہ خون اُس شخص پر جو طواف کرے پہلے رمی اور سر منڈانے کے
ہاں یہ تقدیم مکروہ ہی کذا فی اللباب اور پیشتر گذر چکا جیسا کہ کچھ صدقہ یا خون واجب نہیں تمتع کرنے والے پر مگر اس صورت میں کہ سر منڈاوے پہلے رمی کے کیونکہ اُسپر ذبح کرنا
واجب نہیں یعنی ذبح کی تقدیم و تاخیر سے بسبب عدم وجوب اُسکو کچھ ضرر نہ کریگی کذا فی الطحاوی اس باب سے یہاں تک وہ مسائل منقول ہیں کہ جنمیں ایک خون واجب ہی
ویجب دمان علی قارن حلق قبل ذبحہ لتاخیر دم القران علی الذبح یا مزیۃ المصنف قال زیدہ اللہ فتح اللہ علیہ من جملۃ الدین الجنایۃ اور دو واجب ہوئے دو خون
اُس قارن پر جسنے سر منڈایا قبل اپنے ذبح کرنے کے ایک خون جنایت کا بسبب تاخیر ذبح کے واجب ہی اور دوسرا قران کا بنابر مذہب کے جیسا کہ اُسکو شیخ نے
بیان کیا ہی مصنف نے اپنی شرح منح الغفار میں اور کہا ہی کہ اس تقریر سے دفع ہو گیا وہ وہم جو بعضے علما کو پیش آیا یعنی تصور کیا کہ یہ دونوں خون جنایت کے ہیں
مصنف منح الغفار میں بیان کیا ہی کہ محمد بن حسن نے جامع صغیر میں تصریح کی ہی کہ ایک خون قران کا ہی اور دوسرا تاخیر نسک کا تو اس تقریر سے صاحب ہدایہ کا اشتباہ دفع
ہو گیا کہ دونوں خونوں کو جنایت کا سمجھا ہی وان طیب عضوا فاکثر الا ان یتصدق اقل من عضو او ستر راسہ او لبس اقل من یوم اور اگر خوشبو لگائی عضو کے کم
یعنی تمام عضو میں نہ لگائی یا اپنے سر کو ڈھاک لیا یا سلا کپڑا پہنا ایک دن سے کم تو صدقہ دے بقدر نصف صاع کے شارح کہتا ہی ماتن کی عبارت میں الا ایک جواب
اُسکا قول ہی یعنی تصدق فی الخزانۃ فی الساعۃ نصف صاع وفیما دونہا قبضۃ وظاہرہ ان الساعۃ فلکیۃ خزانہ میں ہی کہ ایک ساعت کے لباس پہننے میں نصف

صاع کا صدقہ دے اور اس سے کم میں مٹھی بھر کا صدقہ ہے شرح کہتا ہے اور ظاہر کلام خزانہ کا اسپر دلالت کرتا ہے کہ ساعت سے مراد ساعت آسمانی ہے یعنی ڈھائی گھڑی حساب
بالفعل گھنٹہ کے میں اسواسطے کہ ساعت لغوی اور عرفی کی کچھ حد نہیں طحطاوی نے کہا صاحب بحر الرائق نے خزانہ کی روایت کی تضعیف کی ہے تو بہتر یہ تھا کہ شارح اسکو ذکر
نہ کرتا او حلق شاربہ او اقل من ربع راسہ او لحیتہ او بعض رقبتہ یا محرم نے اپنی مونچھ کو مونڈا یا اپنے سر یا داڑھی کو چوتھائی سے کم مونڈا یا اپنی گردن کے تھوڑے بال
مونڈے او قص اقل من خمسۃ اظافیر او خمسۃ متفرقۃ ان کانت ستۃ عشر متفرقۃ من کل عضو اربعۃ وقد استظہر ان الکل لو قص صاع الا ان یبلغ دما فینقص ما شاء یا پانچ ناخن
سے کم کاٹے یا پانچ ناخن سولہ کاٹے متفرق ہر عضو سے چار چار کاٹے اپنے ایک ہاتھ سے چار اور دوسرے ہاتھ سے چار اور ایک پاؤں سے چار اور دوسرے پاؤں سے
چار سب سولہ ناخن ہوئے اور یہ ثابت ہو چکا کہ ہر ناخن کاٹنے کی جزا میں نصف صاع کا صدقہ ہے تو سولہ ناخن کا صدقہ آٹھ صاع ہوئے جسکے تخمینا کچھ اوپر ۲۲ سیر گیہوں
ہوئے میں تو اختیار چاہیے کہ اس صورت میں جب یہ صدقہ ایک بکری کی قیمت کے برابر ہو جاوے تو جتنا چاہے کم کر ڈالے تاکہ اقل عضو کی جزا عضو کامل کی جزا
کے برابر نہ ہو اسواسطے کہ سابق مذکور ہو چکا کہ عضو کامل کی جزا خون ہے یعنی بکری کا ذبح کرنا طحطاوی نے کہا کتب معتبرہ مثل ہدایہ اور اسکی شروح میں یہی مذکور ہے کہ ناخن
کی جزا نصف صاع ہے لیکن خلاف دفعا ... ایک ہی صدقہ ... او طاف للقدوم او الصدر محدثا او ترک ثلثۃ من سعی الصدر یجب لکل شوط
منہ نصف صاع او احدی الجمار الثلثۃ یجب لکل حصاۃ صدقۃ الا ان یبلغ دما فینقص ما شاء یا نصف صاع یا طواف القدوم یا طواف الصدر
کو بے وضو طواف کیا یا طواف الصدر کے سات شوط سے تین شوط کم کر ڈالے اور طواف صدر کے ہر شوط اور رمی کے ہر شوط کے ترک کرنے سے نصف صاع کا صدقہ واجب ہے
یا جمار ثلثہ سے کسی جمرہ کی رمی ترک کی اور کنکری کے ترک کرنے سے صدقہ واجب ہے یعنی نصف صاع کا اگر یہ صدقہ بکری کی قیمت کے برابر ہو جاوے تو کچھ کم کر ڈالے جیسا کہ
ابھی مذکور ہو چکا اور حدادی نے کم کرنے کی حد بیان کی ہے کہ نصف صاع کم کر ڈالے طحطاوی نے کہا کہ حدادی کا قول ضعیف ہے معتمد وہی ہے جو متون میں مذکور ہے یعنی
جتنا چاہے کم کر ڈالے او حلق راس محرم او حلال غیرہ او قص اظفارہ بخلاف ما لو البسہ مخیطا او طیبہ فانہ لا شئ علیہ اتفاقا یا محرم کسی غیر
شخص کا سر مونڈے وہ شخص محرم ہو یا غیر محرم یا غیر کی گردن کے بال مونڈے یا اسکے ناخن کاٹے بخلاف اسکے کہ اگر غیر کے کسی عضو میں خوشبو لگا دے یا اسکو سیا
کپڑا پہنا دے تو اسپر کچھ لازم نہیں بالاتفاق ... صدقۃ کذا فی البحر ... تصدق بنصف صاع من بر کالفطرۃ تو نصف صاع گیہوں کا صدقہ دے
اسکا صدقہ ... کے یہی جواب ہے ان طیب کا یعنی اگر ایک عضو سے کم میں خوشبو لگا دے یا ایک دن سے کم سر کو ڈھکا یا سیا کپڑا پہنے یا مونچھ یا ربع سر سے کم
مونڈے یا ہر عضو سے چار ناخن کاٹے یا طواف القدوم یا طواف الصدر بے وضو کرے یا تین شوط طواف الصدر کم کرے یا کسی جمرہ کی رمی ترک کرے یا غیر کا
سر مونڈے تو نصف صاع گیہوں کا صدقہ دے طحطاوی نے کہا گیہوں کی قید اتفاقی ہے چاہے نصف صاع گیہوں کا دے چاہے ایک صاع کھجور یا جو دے لہذا شارح
نے صدقہ فطر کی تمثیل دی وان طیب او حلق او لبس بعذر خیر ان شاء ذبح فی الحرم او تصدق بثلثۃ اصوع علی ستۃ مساکین این شاء او صام ثلثۃ ایام
ولو متفرقۃ اور اگر خوشبو لگائی یا بال مونڈے یا کترے یا سیا کپڑا پہنا کسی عذر سے تو اسکو اختیار ہے اگر اسکا جی چاہے تو حرم میں ایک بکری ذبح کرے یا تین صاع گیہوں
چھ محتاجوں کو صدقہ دے جہاں چاہے حرم میں یا غیر حرم میں یا تین روزے رکھے جہاں چاہے اگرچہ متفرق ہوں طحطاوی نے کہا عذر یہ ہے کہ خوف ہلاکی کا ہو
اپنی جان سے مرنے کا یا بیماری ہو یا بسبب قتال کے سلاح پہننا پڑے اور ظاہر اخوف سے مراد یہ ہے کہ گمان غالب ہلاکی کا نہ وہم لیکن ایسی طرح کہ مرض ضرورت سے زیادتی کر
یعنی اگر فقط ٹوپی پہننے سے ضرورت رفع ہوتی ہے تو پگڑی نہ باندھے اور اگر بے ضرورت باندھیگا تو حرام ہے لیکن ذبح کرنا اس زیادتی سے نہ لازم آویگا جیسا کہ صاحب
بحر الرائق نے گمان کیا ہے چنانچہ شرنبلالی نے اسکی تصریح کی ہے صحاح ستہ میں کعب بن عجرہ سے مروی ہے کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم میرے پاس تشریف لائے اور میں
اپنی ہانڈی کے نیچے آگ جلاتا تھا اور جوئیں میرے منہ پر چڑھ رہی تھیں سو حضرت نے فرمایا کہ کیا تجھکو تکلیف دیتے ہیں تیرے سر کے کیڑے میں نے کہا ہاں فرمایا کہ
مونڈ ڈال اور تین روزے رکھ یا چھ محتاجوں کو کھانا دے ہر محتاج کو نصف صاع یا ذبح کر مجکو معلوم نہیں کہ ان تین چیزوں میں سے کون چیز ۱۴

چاہے تو بلا تعیین ہدیہ آٹھ ادا ہو یعنی (فمن کان منکم مریضا او بہ اذی من راسہ ففدیۃ من صیام او صدقۃ او نسک) یعنی جو شخص تم میں سے بیمار ہو یا اسکو تکلیف اپنے
سر سے تو فدیہ ہو روزہ سے یا صدقہ یا ذبح کرنے سے کذا فی تیسیر الوصول الی جامع الاصول اور صحیحین کی ایک روایت یوں ہے کہ حضرت نے کعب بن
عجرہ سے فرمایا کہ تجھکو بکری میسر ہے اسنے کہا نہیں فرمایا تین روزے رکھ یا چھ مسکینوں کو کھانا دے ہر مسکین کو نصف صاع چونکہ یہ قدر روزہ وغیرہ قرآن میں مجمل تھا حضرت نے
اسکی تفصیل بیان فرمائی (و) وطیہ فی احدی السبیلین من آدمی ولو ناسیا او مکرہا او نائما او صبیا او مجنونا ذکرہ الحدادی لکن لا دم ولا قضا علیہ قبل وقوف
فرض یفسد حجہ) اور محرم کا جماع کرنا انسان سے قبل وقوف عرفات کے اسکے حج کو فاسد کرتا ہے خواہ قبل میں جماع کیا ہو خواہ دبر میں محرم نے عمدا جماع کیا
یا بھولکر اپنی خوشی کیا یا زبردستی جاگتی عورت سے یا سوتی سے محرم صغیر ہو یا بالغ ہوشیار ہو یا دیوانہ صغیر اور مجنون کی جماع سے فقط حج کی ہے لیکن صغیر اور مجنون
پر جماع سے نہ دم ہے نہ قضا ہے لازم ہے جوہرہ الطحاوی سے کہ عاقل انسان کی ہر صورت صغیر ہو حج کی ... یا نہ ہو اور جانور کی وطی بلا انزال مفسد نہیں اور انزال سے
مفسد ہوگی کی قید لگائی اور یہ فتح القدیر میں ہے کہ وطی بہیمہ کی مفسد حج نہیں ہے بقول قہستانی ہے ولیکن تعبیر اور مشابہ کے اور ان عقبات کا ہے کذا فی النہر
(کما لو استدخلت ذکر حمار او ذکرا مقطوعا فسد حجہا) جیسا اور اسی طرح ہے عورت نے ذکر حمار کا یا ذکر مقطوع کا اپنی شرمگاہ میں داخل کر لیا تو اسکا حج فاسد ہو گیا
بالاتفاق (و) یمضی وجوبا فی فاسدہ کجائزہ ویذبح ویقضیہ ولو نفلا) اور واجب ہے کہ اپنے فاسد حج کو کیا جاوے جیسے حج جائز کو کرتے ہیں یعنی فاسد
حالت اسکو بالکل ترک نہ کرے بلکہ جسقدر مناسک باقی رہگئے ہیں انکو پورا کرے اور ذبح کرے اور اگلے سال اس حج کی قضا کرے اگر چہ حج فاسد فرض نہ
بلکہ نفل ہو تو بھی قضا واجب ہے اصل اس مسئلہ کی وہ حدیث ہے جو ابو داؤد نے مراسیل میں مروی ہے کہ ایک مرد نے اپنی عورت سے صحبت کی اور دونوں محرم
تھے سو رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم سے اسکا مسئلہ پوچھا حضرت نے فرمایا کہ دونوں اپنے حج کو قضا کرنا اور ہدی لانا اور بیہقی نے بھی اسکو روایت کیا ہے
اگر چہ حدیث مرسل ہے لیکن مرسل امام اعظم رح کے نزدیک حجت ہے علاوہ اسکے دار قطنی نے عبد اللہ بن عمر رض سے روایت کی ہے کہ جماع سے حج باطل ہو گا
سائل نے پوچھا جب حج باطل ہوا تو پھر کیا کرے کہا نہیں بلکہ لوگوں کے ساتھ جاوے جو لوگ کرتے ہیں سو وہ بھی کرے یعنی مناسک کو کل میں لاوے اور
سال آئندہ قضا کرے اور ہدی لاوے اور عبد اللہ بن عباس رض اور عبد اللہ بن عمرو رض بن العاص کا فتوے اسی کے موافق ہے بیہقی نے کہا کہ ان آثار
کی اسناد صحیح ہیں اور امام مالک کے موطا میں علی مرتضی رض اور عمر فاروق رض اور ابو ہریرہ رض سے اسی قسم کا فتوے ثابت ہے کذا فی فتح القدیر (ولو افسد القضا
ہل یجب قضاؤہ لم اَرہ والذی یظہر ان المراد بالقضا والاعادۃ) اور اگر سال آئندہ میں قضا حج کو بھی فاسد کرے تو کیا قضا کی بھی قضا کرنا واجب ہے
انہوں شارح کہتا ہے میں نے یہ مسئلہ کسی کتاب فقہ میں نہیں دیکھا اور ظاہر اقضا سے مراد یہاں اعادہ ہے حج کا یعنی لغوی معنے مراد ہیں ہم یہ تقریر صاحب بحر
کی ہے جو مصر کے جامع ازہر میں کسی طالب علم کے سوال کے جواب میں مذکور ہوئی تھی کذا فی النہر (ولم یتفرقا وجوبا بل ندبا ان خاف الوقاع) اور واجب
نہیں قضا کے حج کو دوسرے سال آویں تو آپس میں جدا رہنا واجب نہیں بلکہ مستحب ہے اگر وقوع جماع کا خوف ہو اسواسطے کہ شہوت قضا حج کی تر کہ جماع میں ہے
(کما فی وطیہ بعد وقوفہ لم یفسد حجہ ویجب بدنۃ لو بعد الحلق قبل الطواف فشاۃ تحفۃ المحتاج) اور جماع محرم کا بعد وقوف عرفات کے حج کو فاسد
نہیں کرتا اسواسطے کہ حدیث میں ثابت ہو چکا کہ جو عرفات میں ٹھہرا اسکا حج تمام ہوا یعنی فساد سے محفوظ رہا اور اس جماع سے ایک اونٹ یا گائے کا ذبح کرنا
واجب ہو چنانچہ ابن عباس رض سے بھی مروی ہے کذا فی منح الغفار اور بعد سر منڈانے طواف الزیارہ کے قبل جماع کرنے سے ایک بکری کا ذبح کرنا واجب ہوا
کہ اسکا قصور ہے کیونکہ بعد حلق کے سوا عورتوں کے سب اشیا محرم کو حلال ہو جاتی ہیں تمام متون فقہ میں یہی روایت ہے اور ہمام نے کہا کہ اس میں
بھی اونٹ یا گائے کا ذبح کرنا لازم ہو اور بحر الرائق میں اسکو رد کیا ہے کذا فی الطحاوی (و) وطیہ فی عمرتہ قبل طوافہ اربعۃ مفسد لہا
فیمضی وذبح ویقضی وجوبا و وطیہ بعد اربعۃ ذبح ولم تفسد خلافا للشافعی) اور وطی محرم کی اپنے عمرہ میں قبل طواف کرنے چار شوط کے

مفسد ہو جیسے کہ تو ہونا اسے ہو رہنے سے کہ محرم کے افعال کو کیا جاوے اور ایک بکری ذبح کرے اور محرم کو قتل کرے تو بنا بر دو سبب کے
اور حلال کا ناقص ہو محرم کا احرام ہے میں بسبب اُس کے مفسد محرم کے کا نہیں لیکن اس قصور کی جزا میں ایک بکری ذبح کرے تو بعض ناقص ہو اور شافعی کے نزدیک
آ نکہ نزدیک بکرا ہو جاوے گا کہ بعد وطی کے عمرہ فاسد ہو تا ہے اسلئے کہ عمرہ اُنکے نزدیک فرض ہے کذا فی الطحاوی نان قتل محرم صیدا اور اگر مار ڈالا یا اشارہ کیا
بااصل خلقہ اگر قتل کرے محرم صید یعنی شکار کو تو اسپر جزا واجب ہے صید کہتے ہیں خشکی کے جانور کو جو اپنی اصل پیدائش سے وحشی ہو خشکی کا جانور
وہ ہے جسکا توالد اور تناسل خشکی میں ہو اگرچہ پانی میں رہا کرتا ہو اور دریائی جانور وہ ہے جسکا توالد اور تناسل پانی میں ہو اگرچہ وہ خشکی میں رہا کرتا ہو جیسا کہ
مچھلی اور مینڈک اور کیکڑا اور دریائی کتا اور گھوڑا اور گھڑیال اور بگلا تو ان کا قتل محرم پر جزا واجب نہیں اور خشکی کے جانور میں دوسری قید یہ ہے کہ وحشی
اصل خلقت میں وحشی ہو یعنی وحشی سے یہ مراد ہے کہ جو آدمی سے ڈر کر بھاگ جاوے اور اپنے بازوؤں سے یا پیروں سے توحش کرے بس ان قیدوں سے داخل ہو گئے
کبوتر اور وحشی جو اور وحشی اونٹ اور گدھے صید میں داخل نہیں ہے واسطے کہ اپنی اصل خلقت میں وحشی نہیں ہیں اور صید میں داخل ہو گئے اور شیر اور کل وہ جن کا شمار ہو تو
سب کا قتل محرم کو حرام ہو گا اور حرم دونوں میں سوا سے اُن جانوروں کے جو مستثنیٰ ہیں اور عنقریب اُنکا بیان آویگا کذا فی الفتح والطحاوی اور دلالت
قولا ہے سواسے قاتل غیر عالم ہو اتصل القتل بالدلالۃ او الاشارۃ والدال والمشیر باق علی احرامہ واخذہ قبل ان ینفلت ثمن مکان اور اگر محرم نے صید پر اسکے
قاتل کو دلالت کی یعنی قاتل کو شکار بتادیا کہ فلانے مکان میں ہے دلالت کی پانچ شرطیں ہیں ایک یہ کہ قاتل دلالت کرنے والے کی تصدیق کرے تو دلالت کا
یہ مطلب نہیں کہ محرم سے یوں کہے کہ تو اس دلالت میں سچا ہو یا جھوٹا ہے بلکہ یہ مراد ہے کہ اسکی تکذیب نہ کرے تو اگر قاتل نے اُس محرم کی تکذیب کی اور دوسرے
محرم کی دلالت کی تصدیق کرکے صید کو مارا تو اول محرم پر جزا واجب نہ ہوگی اور دوسری شرط یہ ہے کہ قاتل صید سے واقف نہ ہو اور اگر وہ جانتا ہو تو محرم کی دلالت
سے جزا لازم نہ ہوگی تیسری شرط یہ ہے کہ قتل کرنا صید کا دلالت اور اشارہ کے متصل واقع ہو چوتھی شرط یہ ہے کہ محرم دلالت کرنیوالا اور اشارہ کرنے والا
اپنے احرام پر باقی رہے صید کے قتل ہونے تک تو اگر بتانے کے وقت احرام ہو اور قتل کے وقت احرام اُتر چکا ہو تو اسپر جزا لازم نہ ہوگی پانچویں شرط یہ ہے
کہ قاتل نے صید کو پکڑا ہو قبل اسکے کہ وہ اپنی جگہ سے بھاگے یعنی جہاں محرم نے قاتل کو صید بتایا تھا وہیں سے اسکو گرفتار کیا اور اگر صید وہاں سے
اُٹھ گیا اور دوسرے مکان میں گرفتار ہوا تو محرم پر جزا لازم نہ ہوگی دلالت اور اشارہ دونوں میں فرق یہ ہے کہ دلالت غیبت میں ہوتی ہے اور اشارہ حاضر کیلئے ہوتا ہے کذا فی الطحاوی
سہوا او عمدا مبتدئا او عائدا محرم کا قتل کرنا صید کو یا اُسکا بتانا اور اشارہ کرنا اول مرتبہ میں ہو یا دوسرے مرتبہ میں ہو اور بھول کر یا قصدا قتل یا دلالت
واقع ہوئی ہو یا دوبارہ بھول کر ہو یا جانکر صید مباح ہو یعنی جنگلی یا کسی کا مملوک ہو یعنی پالا ہوا ہو کسی صورت میں محرم پر واجب ہوگی اسکی قیمت اسلئے کہ واسطے اور دوسری
نیت احرام کی جزا میں کذا فی حاشیۃ الطحاوی فی تعلیلہ جزاؤہ ولو سبعا غیر صائل او مستانسا او حماما او ہو مسرولا ای الذی فی رجلیہ ریش کالسراویل
یعنی اگر محرم صید کو قتل کرے یا دلالت کرے تو اسپر اسکی جزا واجب ہے اگرچہ صید الہا ورندہ جانور ہو جس نے حملہ نہ کیا یا صید مانوس اور پالتو ہو گیا ہو یا کبوتر ہو یا ہرن یا کبوتر
ہو اگرچہ مسرول کبوتر ہو مسرول بضم میم وفتح سین وسکون راء وفتح واو اس کبوتر کو کہتے ہیں جسکے پاؤں میں پر ہوں مثل پاجامہ کے امام مالک کے نزدیک مسرول
کبوتر میں جزا نہیں اسواسطے کہ وہ مانوس ہو وحشی نہیں تو اسکا حکم بطخ کے برابر ہے ہم کہتے ہیں کہ وہ باعتبار اپنی اصل خلقت کے وحشی ہے لیکن وہ اپنے بازوؤں سے
اڑ نہیں سکتا کذا فی الفتح او ہو مضطر الی اکلہ کما یلزمہ القصاص بقتل انسان واکل لحمہ یا محرم بسبب گرسنگی وغیرہ کے صید کے کھانے میں مجبور اور مضطر
تو بھی اسپر جزا واجب ہے جیسا کہ محرم پر قصاص لازم ہے اگر وہ کسی انسان کو قتل کرے اور اسکا گوشت کھاوے اضطرار میں یعنی اضطرار سے صید کی جزا اور انسان
مقتول کا قصاص ساقط نہیں ویقدم المیتۃ علی الصید والصید علی مال الغیر ولحم الانسان قبل والخنزیر اور حالت اضطرار میں مردہ جانور کھانا مقدم ہے
صید پر اور صید مقدم ہے مال غیر اور انسان کے گوشت پر اور قول ضعیف میں صید مقدم ہے سور پر ہم تقدیم مردار کی صید پر اسپر ہے کہ روایت ہے فتاوی

قاضی خان میں مردار کو تقدیم ہے صید پر اور بسوط میں صید کو تقدیم ہے مردار پر واللہ اعلم کذا فی فتح القدیر ولو المیت نبیا لم یحل بحال کما لا یوکل طعام مضطرا آخر اور اگر
میت نبی ہو تو کسی حال میں حلال نہیں جیسے ایک مضطر کو دوسرے مضطر کا طعام کھانا جائز نہیں وفی البزازیۃ الصید المذبوح اولی اتفاقا اور بزازیہ میں ہے کہ ذبح
کیا ہوا شکار کا کھانا بہتر ہے مردار کھانے سے بالاتفاق اسواسطے کہ مردار میں حرمت ذاتی ہے اور شکار میں عارضی کذا فی الطحطاوی عن الشلبی والجزاء ہو قیمۃ بتقویم
عدلان وقیل الواحد ولو القاتل یکفی فی مقتلہ او فی اقرب مکان منہ ان لم یکن لہ فی مقتلہ قیمۃ فاو للتنویع لا للتخییر اور شکار کی جزا وہ قیمت ہے جسکو دو
عادل مسلمان مقرر کر دیں جس مکان میں کہ صید مقتول ہوا یا اس مکان میں جو مقتل کے نزدیک ہے اگر اسکے مقتل میں قیمت نہو بسبب جنگل ہونے کے تو
کلمہ او کا مصنف کی عبارت میں تقسیم کے واسطے ہے نہ واسطے اختیار دینے کے اور قول ضعیف میں ایک عادل کا قیمت مقرر کر دینا کافی ہے اگرچہ قاتل ہی
قیمت کو ٹھہرا دے ہم ایک عادل کا قیمت ٹھہرانا اسواسطے ضعیف ہے کہ نص قرآنی کے مخالف ہے یعنی نص میں ظاہر دو عادل کا ہونا واجب ہے مادام [illegible]
کذا فی فتح القدیر امام اعظم اور امام ابو یوسف رحمہ کے نزدیک جزا صید میں قیمت لازم ہے اور امام شافعی اور محمد رحمہ کے نزدیک نظیر کا ہونا جزا میں ضرور ہے
جیسا کہ ہرن میں بکری اور خرگوش میں بکری کا بچہ اور شتر مرغ میں اونٹ اور گورخر کے قتل میں گائے ان کے نزدیک لازم ہے ثم یخیر الجانی فی الفداء بین ان یشتری بہا ہدیا
ویذبحہ بمکۃ او طعاما ویتصدق بہ او یصوم عن کل نصف صاع یوما ثم یخیر جانی کو اختیار ہے بعد قیمت مقرر ہونے کے فدیہ میں چاہے اسکو ہدی کرے
حرم میں [illegible] قیمت سے ہدی خرید کر ذبح کرے یا اس قیمت کا طعام مساکین کو دیدے یا ہر نصف صاع کے بدلے ایک روزہ رکھے اور امام محمد رحمہ کے نزدیک اختیار حکم کرنے والوں کو ہے
یعنی جو دو عادل حکم کرینگے وہ جزا ادا کرے [illegible] امام شافعی رحمہ کے نزدیک مماثلت ظاہری لازم ہے اور امام اعظم رحمہ کے نزدیک مماثلت معنوی یعنی
باعتبار قیمت کے اسواسطے کہ مماثلت مطلقہ صورۃ اور معنی دونوں ہوتی ہے چنانچہ مشترک النوع میں مماثلت مطلقہ تو یہاں بالاتفاق مراد نہیں لہذا
معنوی مراد ہوگی اسواسطے کہ شرع میں مماثلت معنوی ہی متعین ہے چنانچہ حقوق العباد میں کذا فی الہدایہ وشرحہ اور جہاں مماثلت صوری نہیں ہوتی الاکل لو مذبوحا و
نیلا لا یزاد علیہ قیمۃ شاۃ وان کان السبع اکبر منہا لان الفساد فی غیر الماکول لیس الا باراقۃ الدم فلا یجب فیہ الا دم ولانہ لا یوکل لحمہ فلا یکون لہ قیمۃ
غیر معلم ولا کاملا اور درندہ جانور کا بدلا زیادہ نکیا جاوے بکری کی قیمت سے درندہ جانور سے یہاں وہ جانور مراد ہے جو حلال نہیں اگرچہ ذبح ہو یا اگر
یا بندر تو غیر ماکول اللحم اگرچہ بکری سے جسم میں بڑا ہو بکری سے اسکی قیمت زیادہ نکیا جاویگی اسلیئے کہ غیر ماکول اللحم کے قتل میں جز خونریزی کے کوئی
فساد نہیں کیونکہ اسکا گوشت لائق کھانے کے نہیں تو اس میں واجب نہیں مگر خونریزی سو بکری میں حاصل ہے اور اسیطرح اگر محرم نے معلم درندہ کو
قتل کیا مثلا شکاری چیتا مارا تو حق اللہ میں غیر معلم کی جزا دیوے اور اسکے مالک کو معلم کی قیمت دے اسواسطے کہ ضمان مالک کا باعتبار اسکے انتفاع کے ہے اور
حق شرع باعتبار اسکی ذات کے ہے قطع نظر تعلیم سے کذا فی المنح ثم الخیار للقاتل ان شاء اشتری بہ ہدیا وذبحہ بمکۃ او طعاما وتصدق این شاء علی کل
مسکین ولو ذمیا نصف صاع من بر او صاع من تمر او شعیر کالفطرۃ پھر دریافت کیا جاوے جب مقتول صید کی دو عادل قیمت ٹھہرا دیویں تو قاتل کو
اختیار ہے کہ اس قیمت سے ہدی مول لے اور اسکو مکہ میں جا کر ذبح کرے یا اسقدر قیمت کا طعام مول لے اور جہاں چاہے تصدق کرے ہر فقیر کو نصف صاع
گیہوں یا پورا صاع کھجور یا جو مانند صدقہ عید الفطر کے اگرچہ محتاج ذمی ہو طحطاوی نے کہا کہ ذمی کو دینا مفتی بہ کے مخالف ہے اسواسطے کہ صدقات واجبہ ذمی کو
دینا جائز نہیں چنانچہ کتاب الزکوۃ میں مذکور ہو چکا لا یجزی اقل واکثر منہ بل یکون تطوعا کفایت نہیں کرتا اس سے کمتر دینا یا اکثر دینا بلکہ اکثر دینا نفل
صدقہ ہوگا نہ واجب او صام عن طعام کل مسکین یوما یا ہر مسکین کے طعام کی عوض ایک ایک دن روزہ رکھے خلاصہ یہ کہ قاتل کو تین باتوں میں اختیار ہے
کہ صید کی قیمت سے گائے یا بکری خرید کر کے حرم میں لیجا کر ذبح کرے یا اس قیمت سے مثلا گیہوں مول لیوے اور ہر مسکین کو نصف نصف صاع دیوے یا ہر
نصف صاع کے ایک روزہ رکھے یعنی اگر پانچ فقیروں کو نصف نصف صاع گیہوں پہونچتے ہوں تو پانچ روزے رکھے اور اگر دس کو پہونچتے ہوں تو دس روزے رکھے

وان فضل عن طعام مساكين او كان الواجب ابتداء اقل منه تصدق به او صام عن طعام يوماً بدلہ اور ایک مسکین کے حصے سے اگر اناج بچ رہے یا سب سے
نصف صاع سے کم ہی واجب ہوا ہو مثلاً کبوتر مارا کہ جسکی قیمت صاع سے کم ہو اور واجب ہوے ہون تو اختیار ہی مسکین کو دیوے یعنی نصف صاع سے کم
یا اسکے عوض ایک دن روزہ رکھے ولا يجوز ان ينقص نصف صاع من الطعام عن نصف صاع لكل مسكين وقال اعطی نصف صاع المحرمین تصدقہ اذكر وہ مرنا وقدم فی الفطرۃ الجواز فينبغی كذا
ہونا ہر جائز نہین نصف صاع کم پر دیوے یعنی ہر مسکین پر بانٹنا مصنف نے اپنی شرح منح الغفار مین بحر الرائق کی پیروی کی ہے کہا کہ اسی طرح فقہا نے یہان بیان کیا ہے
اور صدقہ فطر مین اسکا جواز مقدم ہو چکا ہی تو یہان بھی اسی طرح لائق ہی علی الخصوص نص قرآنی یہان مطلق ہو تو اپنے اطلاق پر جاریگا
کذا فی النہر وتكفی الاباحۃ ہہنا كدفع القيمۃ اور یہان اباحت طعام کافی ہی مانند قیمت دینے کے لیٹے طعام کی وجہ سے یعنی ایک مسکین کو طعام کا
الا اگر واجب دوسری صورت مین ہی کہ کھانا پکا کر دونون وقت انکو پیٹ بھر کے کھلا دے جتنا وہ کھا وین یا انمین نصف صاع کی قیمت بجائے مسکین کو دے
ولا ان يدفع كل الطعام الى مسكين واحد ہہنا بخلاف الفطرۃ لان العدد منصوص عليہ اور جائز نہین دینا سب طعام کا ایک مسکین کو
یہان بخلاف صدقہ فطر کے اسواسطے کہ جزاے صید مین تعدد مساکین صریح ہی قرآن مین بلفظ جمع کما لا يجوز دفعہ اى الجزاء الى من لا تقبل شہادتہ لہ
کاصلہ وان علا وفرعہ وان سفل وزوجہ وزوجتہ وہذا الحكم فی كل صدقۃ واجبۃ كما مر فی المصرف جیسا کہ جائز نہین دینا اس جزا کا ان
لوگون کو جنکی گواہی اسکے حق مین مقبول نہین جیسا کہ اصل محرم کی اگرچہ اونچی ہو اور شاخ محرم کی اگرچہ نیچی ہو یعنی اپنے اصول اور فروع کو قریب ہون یا بعید دینا
جائز نہین اور زوج کو اپنی زوجہ کا دینا اور زوجہ کا اپنے زوج کا دینا جائز نہین اور یہی حکم ہی جمیع صدقات واجبہ مین کہ اصول اور فروع اور زوجین کو دینا
جائز نہین جیسا کہ اسکی تفصیل مصرف زکوۃ مین مذکور ہو چکی ووجب بجرحہ ونتف شعرہ وقطع عضوہ ما نقص ان لم يقصد الاصلاح فان قصدہ
كتخليص حمامۃ من سنور او شبكۃ فلا شیء عليہ وان ماتت اور شکار کے زخمی کرنے اور بال اکھاڑنے سے اور عضو کاٹنے سے واجب ہوتی ہی بحر الرائق نقصان کی بشرطیکہ ان امور کو محرم
بقصد اصلاح نہ واقع ہوے ہون سو اگر بقصد اصلاح ہوے ہون جیسا کہ کبوتر کے چھڑانے مین بلی سے یا جال سے کچھ ہوا اور اکھڑ گیے تو ان صورتون مین محرم پر
کوئی چیز واجب نہین اگرچہ وہ اس حال مین مر بھی جاوے ہم جزا بقدر نقصان کا یہ مطلب ہی کہ صحیح سالم جانور کی قیمت کیجاوے پھر ناقص کی قیمت ٹھہرائی جاوے
تو جسقدر دونون قیمتون مین تفاوت ہو اتنا محرم پر واجب ہی مثلاً صحیح سالم جانور کی ۲۰ درم قیمت ہوا اور بعد زخمی ہونے یا عضو کاٹنے کے ۱۰ درم قیمت ہوئی
تو دس درم محرم پر واجب ہونگے اس دس درم سے خواہ ہدی مول لیکر حرم مین ذبح کرے یا اناج لیکر مساکین کو صدقہ دے یا بقدر اسکے روزے رکھے ووجب
بنتف ريشہ وقطع قوائمہ حتى خرج من حيز الامتناع اور شکار کے پر اکھاڑنے اور پاؤن کاٹنے سے کل قیمت اسکی واجب ہی اسواسطے کہ وہ نکل گیا حیز امتناع
یعنی اگر جانور کو کوئی پکڑنا چاہے تو پرندہ اپنے پرون کے سبب سے اڑ جاتا ہی اور چوپایہ اپنے پاؤن سے بھاگ جاتا ہی پھر جب پرندے کے پر اکھاڑے یا چوپایہ
پاؤن کاٹے تو وہ اب آپکو بچا نہین سکتا تو گویا اسکو جان سے مارا لہذا کل قیمت اسکی واجب ہوئی کذا فی الشرح الطحطاوی وكسر بيضہ غير المذر اور اسکے انڈے توڑنے
سے کل قیمت انڈے کی واجب ہی بشرطیکہ گندہ نہو اور اگر انڈا گندہ ہوگا تو محرم پر کچھ واجب نہین وخروج فرخ ميت بہ اى بالكسر وقيمتہ واجب ہی مردہ بچہ نکلنے
بسبب توڑنے انڈے کے یعنی جو زندہ بچہ کی قیمت ہو سو واجب ہی اور اگر توڑنے سے پہلے معلوم ہو کہ انڈے مین بچہ مردہ ہی تو کچھ واجب نہین اور اگر معلوم نہو کہ توڑنے
سے پہلے بچہ زندہ تھا یا مردہ تو احتیاطاً قیمت واجب ہی کذا فی الدر وذبح حلال صيد الحرم اور صید حرم کے ذبح کرنے سے غیر محرم پر قیمت واجب ہی یعنی جو شخص
کہ احرام نہین باندھے وہ حرم کے شکار کو ذبح کرے تو اسپر واجب ہی کہ اسکی قیمت کو تصدق کرے یا ہدی مول لیکر حرم مین ذبح کرے لیکن غیر محرم کو صدقہ کے
عوض روزہ رکھنا جائز نہین اور اگر غیر محرم خود صید کو ذبح نکرے اور دوسرا شخص اسکی دلالت سے ذبح کرے تو اسپر کچھ لازم نہین کذا فی الطحطاوی وحلبہ لبنہ
او قیمت دودھ کی واجب ہی صید حرم کے دودھ دوہنے سے وقطع حشيشہ وشجرہ حال كونہ غير مملوك يعنى النابت بنفسہ سواء كان مملوكا او لا حتى قالوا

او نبتت فی ملک احد غیر ان قطعہ انسان فعلیہ قیمتہ الا الاذخر اور خشک ہوگیا جو نہ ہو قولہ انبتہ بمعنی نکلا ارض الحرم اور قیمت دینا واجب ہے حرم کی گھاس اور
حرم کے درخت کا کاٹنے سے بشرطیکہ درخت غیر مملوک ہو یعنی خود بخود اُگا ہو جو عادۃً انسان کے لگانے کی قسم سے نہ ہو خواہ کسی کا مملوک ہو یا نہو یہاں تک فقہا نے
تصریح کی ہے کہ اگر ببول کا درخت جسکو کیکر بھی کہتے ہیں حرم میں کسی شخص کی مملوکہ زمین کے اندر جم آئے اور کوئی آدمی اسکو کاٹ ڈالے تو
کاٹنے والے پر دو قیمتیں واجب ہیں ایک قیمت اسکے مالک کے واسطے اور دوسری قیمت حق شرع کے واسطے ہے اسکی بنا ہر صاحبین کے
مفتی بہ قول پر ہے کہ زمین حرم کی مملوک ہے اور امام اعظم کے نزدیک زمین حرم وقف ہے تو مملوک نہیں ہوسکتی ... لیس مما ینبتہ الناس فلیس
جنس ما لا شیء علیہ اور دوسری شرط یہ ہے کہ وہ ایسی قسم سے ہو کہ جسکو لوگ بونا یا لگانا اپنی عادت میں نہیں ... اور اگر
... یعنی ایسا درخت جسکو لوگ بویا کرتے ہیں تو اسکے کاٹنے سے کچھ واجب نہیں ہاں اگر کسی کی مملوک زمین میں ہوگا تو مالک کو
اسکی قیمت دینا لازم ہوگا کذا فی الحاشیۃ الطحطاوی ... حرم کی گھاس اور حرم کا درخت دو قسم میں ایک ...
... اور دوسری قسم وہ ہے جو خود بخود ... درخت انسان کا لگایا ہوا ... ایسا درخت جسکو لوگ ... عادۃً
بایا ہو ... دونوں صورتوں میں ... کسی قسم میں ... جسکو لوگ بویا کرتے ہیں
تو اسکے کاٹنے میں کچھ جزا واجب نہیں یا ایسا خود درخت ہو جسکو انسان نے نہیں بویا تو ... گھاس اور درخت کا کاٹنے میں جزا واجب ہوگا اور
الدیں اور ... حدیث ... صحیح ... ابو ہریرہ سے مروی ہے کہ جب مکہ فتح ہوا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ... فرمایا
جسکے فرمایا کہ حق تعالیٰ نے مکہ سے ہاتھی کو اپنے اصحاب فیل کو ہلاک کیا اور اپنے رسول اور مومنین کو اس پر مسلط کیا اور ... ایک ساعت کے واسطے حلال ہوگیا
پھر اسکی حرمت باقی رہی قیامت تک نہ کاٹا جاوے اسکا درخت اور نہ شکار بھگایا جاوے یہاں کا شکار اور نہ کاٹی جاوے یہاں کی گیلی گھاس اور حلال نہیں یہاں کی
گری پڑی چیز تو عباس نے کہا مگر اذخر کے کاٹنے کی اجازت ہو ہمارے قبروں اور گھروں کے واسطے تو حضرت صلعم نے فرمایا مگر اذخر یعنی اسکا کاٹنا حرام نہیں
ہر چند ظاہر حدیث میں سوا اذخر کے کوئی گھاس اور درخت مستثنیٰ نہیں لیکن فقہا نے بدلیل اجماع کے قسم ثالثہ مذکورہ کو مستثنیٰ کیا ہے اسواسطے کہ حضرت کے
وقت سے ابتک وہاں زراعت کرنے اور کاٹنے کی عادت جاری ہے بلا انکار علاوہ اسکے ممنوع تو حرم کا درخت اور گھاس ہے تو حرم کی طرف اسی درخت اور گھاس کی
نسبت کامل ہوگی جو خود رو ہو اور انسان کی طرف منسوب نہیں اور جسکو انسان نے بویا خواہ اسکے بونے کی عادت ہو یا نہو وہ انسان کی طرف منسوب ہوگیا
کذا فی الہدایۃ والاختیار شرح المختار کمقطوع و ورق لم یضر بالشجرۃ ولذا حل قطع الشجر المثمر لان اثمارہ اقیم مقام الانبات چنانچہ حرم کے مقطوع درخت اور پتوں
مواخذہ شرع کا نہیں بشرطیکہ پتوں کا توڑنا درخت کو ضرر نہ کرے اور چونکہ گھاس اور درخت کے کاٹنے میں کچھ جزا نہیں جو پھل لگا ہو اسکا انسان کے بونے کا ادا
کاٹنا اس درخت کا جو پھلتا ہو اسواسطے کہ اسکا پھلنا قائم مقام ہے اسکے بونے اور جمانے کے وقیمتہ فی کل ما ذکر الا ما جف او انکسر لعدم النماء او ذہب بکسر کانون او نحوہ
فسطاط لعدم امکان الاحتراز عنہ لانبع واجب ہے قیمت اس چیز کی جسکے پر اکھاڑے گئے یا مقطوع یا کاسر یا مذبوح ہوئے جمیع مسائل مذکورہ میں جنانچہ تفصیل
انکی ترجمہ میں فصل مذکور سے چکی مگر جو گھاس یا درخت خشک ہوگیا یا ٹوٹ گیا تو اسکے قطع کرنے میں قیمت واجب نہیں بسبب عدم نمو کے اسواسطے کہ جب درخت میں
نمو نہ تو وہ درخت نرا حطب ہوگیا یا درخت ضائع ہوگیا بسبب کھودنے یا خیمہ گاڑنے کے اسواسطے کہ ایسا امور سے بچنا امکان نہیں اور دوسری علت یہ ہے
کہ اسواسطے ضائع ہوتا یا بالتبع ہے نہ بالاصالت والعبرۃ للاصل لا للغصن اور اعتبار درخت کی جڑ کا ہے نہ شاخ کا پس اگر ایک درخت کی جڑ حرم میں ہو اور شاخیں
اسکی حل میں تو وہ درخت حرم کا ہے اسکے کاٹنے سے قیمت دینا واجب ہوگا اور اگر جڑ اسکی حل میں ہو اور شاخیں حرم میں تو وہ حل کا درخت ہے نہ حرم کا
او الاصل کلہ او بعضہ فی الحرم اور تھوڑی جڑ کا ہونا حرم میں تمام جڑ کے برابر ہے بنا بر ترجیح حرمت کے والعبرۃ لمکان الطائر کان علی غصن ...

لو وقع الصید فی الحرم فہو صید الحرم والا لا اور اعتبار اٹھنے والے کے مکان کا ہے سو اگر پرندہ شاخ پر ہو اس طرح کہ اگر شکار کرے تو حرم کی زمین میں گرے تو وہ حرم کا شکار ہے اور اگر حرم میں نہ گرے تو وہ حرم کا شکار نہیں ولو کان قوائم الصید القائم فی الحرم ورأسہ فی الحل فالعبرۃ للقوائم فقط کما لا الرأس وہذا فی القائم فلو نائما فالعبرۃ لرأسہ لسقوطہ اعتبار قوائمہ فالجمع الجمع والمحرم اور اگر کھڑے صید کے پاؤں حرم میں ہوں اور اسکا سر حل میں تو اعتبار اسکے پاؤں کا ہے یعنی وہ شکار حرم کا گنا جاویگا اور بعضے پاؤں کا حرم میں ہونا سب پاؤں کے برابر ہے یعنی اگر ایک پاؤں بھی حرم کی زمین میں ہوگا تو وہ حرم کا شکار ہے نہیں اعتبار ہے شکار کے سر کا یعنی اگر اسکے پاؤں حل میں ہوں اور سر حرم میں تو وہ شکار حل کا ہے نہ حرم کا اور یہ حکم کھڑے شکار کا ہے سو اگر صید سوتا ہو یعنی لیٹا ہو تو اسکے سر کا اعتبار ہے اسواسطے کہ اس حال میں اسکے پاؤں کا اعتبار ساقط ہے تو یہاں دو امر جمع ہوا ایک تو یا حستہ کا اور دوسرا تحریم کا تو تحریم کا غلبہ ہوگا سو اگر صید لیٹا ہو اور اسکا سر حرم میں ہو اور پاؤں حل میں تو وہ حرم کا صید ہے اور اگر سر اسکا حل میں ہو تو وہ حل کا صید ہے والعبرۃ بحالۃ الرمی الا اذا رماہ من الحل ومر السہم فی الحرم یجب الجزاء استحسانا بدائع اور اعتبار تیر پھینکنے کی حالت کا ہے یعنی اگر شکار کو حل سے بندوق یا تیر مارا شکار کو تو اسپر جزا نہیں لیکن اگر حل سے مارا اور حرم میں تیر گذرا اور شکار کو لگا تو بنا بر استحسان کے اسپر جزا واجب ہے کذا فی البدائع فتاوی عالمگیری میں ہے کہ اگر رامی اور مرمی دونوں حرم میں ہوں یا ایک حرم میں ہو تو جزا واجب ہے اور اگر دونوں حل میں ہوں تو جزا واجب نہیں اور کتے اور باز کا بھی یہی حکم ہے باز اور شکاری کتا چھوڑنے کا اور شوی یعنی پکانا اور جزا دا اوجالیکن صید فضمنہم لم یحرم اکلہ وجاز بیعہ وکرہ ویحل ثمنہ فی الفداء وان شار بسہم الذکاۃ بخلاف ذبح المحرم او صید الحرم فانہ میتۃ اور اگر حرم کا انڈا یا ٹڈی پکائے یا شکار کا دودھ دوہا اور اسکی قیمت کا ضمان دیا تو اسکا کھانا حرام نہیں اور اسکا بیچنا جائز ہے اور مکروہ ہے اور اگر چاہے تو اسکو بیچکر اسکی قیمت جزا میں دے اور ٹڈی کا کھانا اور بیچنا اسواسطے جائز ہے کہ اسکا ذبح کرنا شرط نہیں بخلاف ذبح محرم کے اور شکار حرم کے کہ وہ مردار ہے یعنی اگر محرم نے شکار ذبح کیا خواہ حل میں خواہ حرم میں یا غیر محرم نے حرم میں شکار ذبح کیا تو وہ مردار ہو گیا اسواسطے کہ ذبح کرنا فعل مشروع ہے سو محرم پر اور حرم کے صید پر حرام ہے تو اسکا کھانا اور بیچنا جائز نہیں کذا فی المنح عن الظہیریہ اور محرم کو صید کا زندہ بیچنا بھی جائز نہیں اسواسطے کہ حق تعالی نے فرمایا محرم ہونے میں تم پر حرام ہوا صید خشکی کا تو شکار اسکے حق میں ایسا ہو گیا جیسے شراب کذا فی فتح القدیر ولا یرعی حشیشہ بدابۃ ولا یقطع بمنجل الا الاذخر اور نہ چرائی جاوے گھاس حرم کی امام اعظم رح اور محمد رح کے نزدیک کذا فی البدایہ اور نہ کاٹی جاوے ہنسیے سے مگر اذخر کہ وہ اذخر کا کاٹنا درست ہوگیا بالتماس عباس رض کے چنانچہ صحاح ستہ کی حدیث میں مذکور ہو چکا اذخر ایک بول وبالفارسی ایک خوشبودار گھاس ہے جسکو ہندی میں گند ہیل اور گندھیل اور بہارستی کی گھاس کہتے ہیں فلا بأس باخذ کماۃ لانہا کالجاف کچھ مضائقہ نہیں حرم کی کھنبی لینے میں اسواسطے کہ وہ خشک سی چیز ہے گھاس نہیں ہے وفی قتل قملۃ من بدنہ او القاءہا او القائہا ثوبہ فی الشمس لتموت تصدق بما شاء کجرادۃ اور اپنے بدن کی جون مارنے سے یا اسکے ڈالدینے سے یا اپنا کپڑا اسکو دھوپ میں ڈالدینے سے تاکہ وہ مرجاوے صدقہ دے جتنا چاہے جیسے ٹڈی کا نہ یہاں صدقہ واجب ہے یعنی ٹکڑا روٹی یا کھجور یا مٹھی بھر اناج ہم اپنے بدن کی جون مارنا اسواسطے منع ہوا کہ وہ بدن کے میل سے پیدا ہوتی ہے اور میل کا چھڑانا بدن سے محرم کو جائز نہیں مانند بال کے اور اندازہ سر کے بال کی جون کا مارنا یا زمین کی گری جون کو مارنا جائز ہے اور اگر کپڑا دھوپ میں ڈالا اور جون مارنے کی نیت نہ ہو تو اسپر جزا واجب نہیں کذا فی المنح ابو داود اور ترمذی میں ابو ہریرہ رض سے مروی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ٹڈی کو کھاؤ کہ وہ دریا کا صید ہے تو موجب اس حدیث کے ٹڈی کے قتل میں کچھ مضائقہ نہیں لیکن امام مالک رح کے موطا میں عمر فاروق رض سے ثابت ہے کہ محرم کے ٹڈی مارنے میں فرمایا التمرۃ خیر من جرادۃ یعنی ایک کھجور صدقہ دے اسواسطے کہ کھجور بہتر ہے ٹڈی سے اور ابن ابی شیبہ اور عبد الرزاق نے بھی اسی طرح روایت کی ہے اور تمام صحابہ مذاہب جیسے ہیں فاروق اعظم رض کے تابع ہیں واللہ اعلم کذا فی فتح القدیر ویجب الجزاء فیہا ای القملۃ بالدلالۃ کما فی الصید اور واجب ہے جزا جون میں بتانے سے بھی چنانچہ صید میں بتانے سے بھی واجب ہے یعنی اگر محرم نے اپنے بدن کی جون کسیکو دکھائی یا اشارہ کیا اور

اسے مار ڈالی تو محرم پر جزا واجب ہو گی ویجب فی الکثیر منہ نصف صاع والکثیر ما زاد علی ثلثۃ اور جزا دو کا قتل تجراور کثرت سے جوں مارنے میں نصف صاع کا صدقہ واجب ہے اور کثیر وہ ہے جو تین سے زائد ہو اور ٹڈی جوں کے برابر ہے قلیل و کثیر کی وجوب جزا میں کذا فی البحر اور فتاوی قاضی خان میں ہے کہ دس یا زیادہ کثیر میں اور اس سے کم قلیل کذا فی الطحطاوی ولا شیء بقتل غراب الا العقعق علی الظاہر ظہیریہ وتصحیح البحر ردہ فی النہر اور کچھ جزا نہیں محرم پر غیر محرم پر کوے کے قتل کرنے میں سوا عقعق کے بنا بر قول ظاہر کے کذا فی الظہیریہ اور بحر الرائق کی تصحیح کو رد کیا ہے نہر الفائق میں بحر الرائق میں کہا کہ عقعق کو سے کا مارنا درست ہے تو اس میں عقعق بھی آ گیا کہ موذی ہے اور جانور کی مہر کو چونچ سے کھودتا ہے نہر الفائق میں کہا کہ ابو یوسف رحمہ اللہ سے مروی روایت ہے کہ حدیث میں ان کوے کے قتل کرنے کا حکم ہے جو نجاست کھاتا ہے یا دانہ اور نجاست دونوں کھاتا ہے اور یہی قسم موذی ہے اور معراج الدرایہ میں ہے کہ عقعق جانوروں کو اکثر نہیں ستاتا ہے تو دوام ایذا رسانی کا دعوے ممنوع ہو گیا اور ظہیریہ میں ہے کہ عقعق میں دو روایتیں ہیں ظاہر روایت یہ ہے کہ وہ صید ہے ذکرہ الطحطاوی نے کہا کہ عقعق ایک پرندہ ہے اسکا رنگ سیاہ اور سفید ہوتا ہے اسکی آواز میں اور قاف کے مشابہ ہے وغیرہ وجزاء الحیوان کا قتل میں کچھ نہیں شارح کہتا ہے بعد تکبیر ح اور فتح دال وغیرہ اور برجندی نے حدأۃ کا فتحہ بھی تجویز کیا ہے ہم صداۃ کو فتح اول و دال کے ساتھ کہتے ہیں فی القاموس وذئب وغیرہ وعقرب وفارۃ بالہمزۃ وحیۃ والبرغوث والکلب العقور ای الوحشی اما غیرہ فلیس بصید اصلا اور بھیڑیے اور سانپ اور بچھو اور چوہے اور کلب عقور یعنی وحشی کتے کے قتل میں کچھ جزا نہیں اور وحشی کتے کے سوا یعنی اہلی کتا ہرگز صید نہیں ہے شارح کہتا ہے کہ فارہ کا الف ہمزہ ساکن ہے اور برجندی نے اس میں تبدیل بھی جائز رکھی ہے یعنی ہمزہ اور الف کے بیچ میں پڑھنا اور وحشی کتا ہرگز صید ہے لیکن کتے کی ایذا رسانی کی جزا اسکے قتل کی ساقط ہو گئی صاحب نہر الفائق نے اپنی کتاب میں سقوط جزا میں علت ایسی بیان کی ہے اور بخاری اور مسلم میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پانچ موذی جانوروں کو حل اور حرم میں مارے جانے میں کوا اور چیل اور بچھو اور چوہا اور کلب عقور اور مسلم کی دوسری روایت میں سانپ مذکور ہے اور بعض احادیث میں کا ذکر روایت ہے ابن عمر رضی اللہ عنہ سے یوں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ انکے مارنے میں محرم پر کچھ گناہ نہیں اور دارقطنی اور طحاوی کی حدیث مرفوع میں محرم کو بھیڑیے کے قتل کی اجازت ہے اور سنن ابی داؤد کی حدیث مرفوع میں کاٹنے والے درندے کے قتل کرنے کا محرم کو اجازت ہے یعنی وہ درندہ جو حملہ کرے کذا فی فتح القدیر وله دوضب ونمل لکن لا یحل قتل ما لا یؤذی ولذا قالوا لم یحل قتل الکلاب الاہلیۃ اذا لم یؤذ والامر بقتل الکلاب منسوخ کما فی الفتح اور اذا لم تقدر اور چیونٹی کے قتل میں کچھ نہیں خواہ بڑی قسم کا ہو چھوٹا ہو یا چھوٹی چیونٹی ہو یا بڑی مارنا سب کا جائز ہے لیکن اگر ایذا نہ دے تو مارنا حلال نہیں کذا فی النہر اسی واسطے فقہا نے کہا ہے کہ کلب اہلی یعنی پلا ہوا کتا جب تک موذی نہ ہو تو اسکا مارنا حلال نہیں اور کتوں کے قتل کرنے کا حکم جس حدیث میں ہے سو وہ منسوخ ہے کذا فی الفتح یعنی اس صورت میں ہے جبکہ کتنے ضرر نہ دیتے ہوں اسلئے کہ مقدمہ میں صحیح ہے کہ جب کتے ایک گاؤں میں زیادہ ہو جاویں اور وہاں کے لوگوں کو ضرر پہنچانے لگیں تو وہاں کے لوگ کتوں کو قتل کروا ڈالیں کذا فی النہر وبرغوث وقراد وسلحفاۃ بضم ففتح فسکون وفراش وذباب ووزغ وزنبور وقنفذ وصرصر وصیاح لیل وابن عرس وام حبین وام اربعۃ واربعین وکذا جمیع ہوام الارض لانہا لیست بصید ولا متولدۃ من البدن اور پسو اور چچڑی اور کچھوا اور پتنگا اور مکھی اور گرگٹ اور بھڑ اور سیہی اور صرصر اور جھینگر اور بیولا اور ام حبین اور کنکھجورا اور ایسے ہی حشرات الارض کے قتل کرنے میں محرم پر کوئی جزا لازم نہیں کیونکہ یہ جانور اور کیڑے صید نہیں ہیں اور نہ انسان کے بدن میں پیدا ہوتے ہیں جن کے قتل سے جزا لازم آوے صرصر اور ام حبین دو چھوٹے جانور ہیں کذا فی القاموس وسبع ای حیوان لا یوکل لحمہ الا بالصیال فلو صال لا شیء بقتلہ وفیہ تفصیل لا یجاوز بہ شاۃ واحدۃ او درندہ یعنی ایسے کسی جانور کے قتل سے جزا لازم نہیں جسکا ہٹانا بدون قتل کے ممکن نہ ہو تو اگر بدون قتل کے دفع کرنا ممکن ہو اور پھر بھی اسکو قتل کریگا تو جزا لازم ہو گی جیسے کہ قاتل پر قیمت لازم ہو گی اگر حملہ کرنے والا جانور کسی کا مملوک ہو کذا فی الطحطاوی نے کہا کہ شارح کی تشبیہ دینے سے معلوم ہوا کہ سبع مملوک ہے

دو قیمتیں لازم ہونگی ایک حق شرع کی قیمت جو بکری کی قیمت سے زیادہ ہوگی اور دوسری حق الاملاک کی قیمت بقدر کہ ہو والہ فیح شاۃ و لو ابو ھا
ظبیا لان الام ہی الاصل وللفقیر ان یصید وحیا ج ولیطا لیلے اور جائز ہو محرم کو ذبح کرنا بکری کا اگرچہ اسکا باپ ہرن ہو اسواسطے کہ ہرن یا بکری وغیرہ اصل ہو اور مباح ہو
جائز ہو ذبح کرنا گائے اور اونٹ اور مرغی اور بطاہلی کا اسواسطے کہ یہ جانور جبلی خلقت میں وحشی نہیں ہیں اور جو پالتو وحشی ہیں محرم پر انکا ذبح کرنا حرام ہو
سے مراد ہو جو گھرون میں اور حوضون میں رہتی ہیں [illegible] کیونکہ بنا بر اصل خلقت کے ماننے اور بانوس ہو جاتی ہیں بخلاف وحشی بط کے جو جنگل میں رہتی ہو
یہان تک کہ اسکے ذبح کرنے میں محرم پر قیمت واجب ہوگی کذا فی الطحاوی والکل ما عدا ذلک حلال [illegible] فی الکل بلا [illegible] والا ذرہ [illegible]
فاوہ جاز [illegible] حل للحلال لا المحرم کذا فی الاختیار اور جائز ہو محرم کو کھانا اس شکار کا جسکو غیر محرم نے شکار کیا ہو اور حلال ہو یعنی ذبح کیا ہو اگر چہ محرم ہی کے واسطے شکار کیا
تو بھی جائز ہو بشرطیکہ محرم نے شکار کو نہ بتایا ہو اور نہ اجازت دی ہو شکار کرنے کی اور نہ اسپر اعانت کی ہو سوا اگر ان امور ثلثہ سے ایک امر بھی پایا جاویگا تو شکار غیر محرم
کو تو حلال ہوگا اور محرم پر حلال نہ ہوگا بنا بر قول مختار کے جسکو طحاوی نے روایت کیا ہے امام مالک اور شافعی رحمہ نے فرمایا کہ اگر غیر محرم شکار کریگا محرم کے واسطے
تو اسکا کھانا محرم کو حلال نہیں ہے لیکن ترمذی اور ابو داؤد کی حدیث سے کہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ صید تمہیں حلال ہو جب تک کہ تم نہ شکار
کرو یا تمہارے واسطے شکار کیا جاوے اسکا جواب یہ ہو کہ اس حدیث کی ترکیب میں تو قیصر کی ہو اور اگر تیج بھی ہو تو یہ مطلب ہو کہ جب محرم کے امر سے
شکار ہوا ہو تو حلال نہیں اور امام اعظم رحمہ کی دلیل وہ حدیث ہو جو صحاح ستہ میں ابو قتادہ سے مروی ہو کہ حضرت صلعم کے اصحاب بعض محرم تھے اور بعض
غیر محرم سو میں نے ایک گورخر کو دیکھا اور اسکو شکار کیا اور اصحاب نے وہ کھایا اور اسکا سوال حضرت صلعم سے کیا فرمایا کہ کیا تم میں سے کسی نے اسکی طرف
یا اسکی طرف اشارہ کیا تھا اصحاب نے کہا کہ نہیں حضرت صلعم نے فرمایا تو کھاؤ اگر شکار اسکے واسطے کیا ہوتا یا کسی نے اشارہ کیا تھا یا اعانت کی تھی تو
منع کیا جاتا پس فرمایا کہ کھاؤ طحاوی نے کہا کہ ابو قتادہ نے وہ شکار اپنے واسطے شکار کیا تھا اور محرموں کے واسطے نہیں کیا تھا پھر بھی حضرت صلعم نے اسکو
مباح فرمایا کذا فی العینی شرح الکنز [illegible] حلال [illegible] المحرم [illegible] کان الذابح محرما [illegible]
وقید بالذبح لانہ لا شوی ولا الدال الا المحرم [illegible] محرم کے ذبح کرنے سے غیر محرم پر قیمت اسکی واجب ہوتی ہو [illegible] اگر ہدی مع اسکے کہ
ذبح کریگا کذا فی الطحاوی اور کفایت نہیں کرتا اسکو روزہ رکھنا اسواسطے کہ یہ جزا غیر محرم پر لازم ہو کفارہ نہیں یہان تک کہ اگر ذبح کرنے والا اسیر جرم کا
محرم ہوگا تو اسکو روزہ رکھنا کافی ہوگا اور حرم میں رہنے ذبح کی قید لگائی اسواسطے کہ اگر غیر محرم شکار حرم پر دلالت کریگا تو اسپر کچھ جزا نہیں سوا گناہ کے
ومن دخل الحرم وہو حلال او احرم ولو فی الحل ودخل [illegible] حکما [illegible] فی الحل [illegible] علیہ ورد
[illegible] لان لیسبب الدابۃ حرام اور جو شخص کہ حرم میں داخل ہوا اگرچہ احرام نہ باندھا ہو یا جنگل کا احرام باندھا اگرچہ حل کے اندر احرام باندھا ہو
اور اسکے حقیقی ہاتھ میں صید ہو یعنی ہاتھ سے پکڑا ہو یا پنجرہ میں ہو تو اسشخص پر واجب ہو کہ اسکو چھوڑ دینا یعنی ارادہ دینا طائر کا یا حل میں
اسکو کسیکے پاس بطور امانت رکھدے کذا فی التبیانی [illegible] چاہئے کہ اسکو مطلق الہاتان یا گر دے اسواسطے
چھوڑنے کا چھوڑ دینا بطور امانت کے حرام ہو کذا فی البحر حرم میں جانور کا چھوڑ دینا اسلیے واجب ہو کہ جب حرم میں داخل ہوا تو وہ حرم کا صید ہو گیا کذا فی النہر
وفی کراہیۃ جامع الفتاوی شتری عصافیر لطلق الصیاد واعتقہا جاز ان قال من اخذہا فہی لہ ولا یخرج عن ملکہ باعتاقہ وقیل لا لانہ تضییع للمال انتہی
قلت وحینئذ فتقییدہ الاطارۃ بالاباحۃ قبیل اور جامع الفتاوی کی کتاب الکراہیۃ میں ذکر ہو کہ ایک شخص نے شکاری سے چڑیا مول لیں اور انکو
چھوڑ دیا تو جائز ہو اگر چھوڑنے وقت یہ کہا ہو کہ جو انکو پکڑے وہ انکا مالک ہو اور اسکے چھوڑ دینے سے اسکی ملک سے وہ باہر نہیں ہوتی خواہ کوئی
نہ کوئی [illegible] کذا فی الطحاوی اور بعضون نے کہا کہ چھوڑنا جائز نہیں کہ مال کا ضائع کرنا ہو انتہی کلام الفتاوی شامی کہتا ہو جبکہ جامع الفتاوی سے

اختلاف ہو ایسا مفصل حکم معلوم ہوا تو مناسب ہے کہ اڑانے کو اباحت کرنے میں شمار کرنا چاہیے پس قبل اڑانے کے یعنی اڑانے سے پہلے یوں کہنا چاہیے کہ جو اسکو پکڑ لے وہ اسکا مالک ہو کذا فی الطحطاوی
وفی کراہیۃ مختارات النوازل یسیب دابۃ فاخذہا آخر واصلحہا فلا سبیل للاول علیہا ان قال عند تسییبہا ہی لمن اخذہا وان قال لا حاجۃ لی بہا فلہ اخذہا والقول لہ بیمینہ انتہی
اور مختارات النوازل کی کتاب الکراہیۃ میں مذکور ہے کہ ایک شخص نے چوپایا چھوڑ دیا اور دوسرے شخص نے اسکو پکڑ لیا اور اسکو آراستہ کیا تو مالک اول کو
اسپر اختیار نہیں بشرطیکہ چھوڑنے کے وقت اسنے یہ کہا ہو کہ یہ اسکا ہے جو اسکو لیوے اور اگر چھوڑنے کے وقت یوں کہا ہو کہ مجھکو اسکی کچھ حاجت نہیں تو مالک
اول کو اسکا لینا جائز ہے اور مالک ہی کا قول اسکی قسم کے ساتھ معتبر ہوگا انتہی کلام المحشی الا ان یقال ان السیب فی البیت بجریان العادۃ والقاء شبہۃ بذلک
دینی اور احد سے اسکو چھوڑنا واجب نہیں اگر صید محرم کے گھر میں ہو بسبب جاری ہونے عادت ظاہرہ کے اور جریان عادت دلائل شرعیہ
میں سے ایک دلیل ہے پس صحابہ کرام احرام باندھتے تھے اور انکے گھروں میں صید اور دواجن ہوتے تھے اور انسے منقول نہیں کہ وہ چھوڑ دیتے ہوں
تو یہ اجماع فعلی ہوا اور اجماع حجت شرعی ہے اور دواجن اس جانور کو کہتے ہیں کہ جو مکان سے مانوس ہو جاوے اور اسکی جگہ ہو مانوس جیسا کبوتر اور مرغی وغیرہ
کذا فی النہر والفتح اور جریان عادت قرون ثلثہ یعنی صحابہ اور تابعین اور تبع تابعین کی البتہ حجت ہے کہ انکے حق میں خیر القرون وارد ہوا اور یہ مطلب نہیں
کہ ہر قرن کی جریان عادت حجت شرعی ہو واللہ اعلم او قفص ولو القفص فی یدہ بہ یفتی لانہ اضافۃ الیٰ المسکن لا الیٰ یدہ واذا جاز لہ ذلک فلا یضمن
واجب نہیں اگر چہ پنجرا محرم کے ہاتھ میں ہو یہی مفتی بہ ہے کیونکہ صید اپنے مسکن کے ساتھ منسوب ہے نہ محرم کے ہاتھ کے ساتھ اور جب اسکا ہاتھ میں لینا جائز ہو
اگر جزدان میں ہو تو لینا اسکا درست ہوا یعنی محرم کو صید کا ہاتھ میں لینا جائز نہیں لیکن اگر وہ پنجرے میں ہو تو پنجرے کا لینا درست ہو
کہ صید پنجرے میں ہو نہ ہاتھ میں اور بعضوں نے کہا کہ پنجرے میں لینا ہاتھ میں لینے کے برابر ہے اس دلیل سے کہ جو پنجرے کو غصب کرے وہ صید کا غاصب
ہوگا کذا فی النہر والفتح جو یہ عمل کہ یہذا الارسال فلا یسا کنہ فی اکل ولہ اخذہ من الناس ان انفلت منہ لانہ لم یخرج عن ملکہ بہذا الارسال اور جس
اس کو چھوڑ دینے سے محرم یا حلال کی ملک سے نہ نکل جاویگا تو اسکو بعد فراغت احرام کے صید کا پکڑنا حلال میں جائز ہے اور اسکو لینا اسی کا اسی
آدمی سے جائز ہے جسکے پاس سے لیا گیا تھا اسواسطے کہ اسکا چھوڑ دینا اختیار سے نہ تھا بلکہ مجبوری احرام بالضرورت دخول حرم تھا فلو کان حاجا
او قتل حمام الحرم فلا شیء علیہ نفذ یا واجب علیہ پھر اگر صید پھاڑنے والا ہو جیسا چیتا یا حرم کے کبوتر کو مارے تو چھوڑ دینے والے پر
کچھ جزا لازم نہیں اسواسطے کہ اسنے وہ کیا جو اسپر واجب تھا یعنی محرم پر صید کا چھوڑ دینا واجب تھا سو اسنے چھوڑ دیا اب اگر وہ کسی جانور کو مارے تو
اسکا کیا قصور فلو باعہ رد البیع ان بقی والا فعلیہ الجزاء لان حرمۃ الحرم والاحرام منع بیع الصید سو اگر صید کو بیچا تو بیع کو پھیرے اگر صید باقی ہو اور اگر
بیع فاسد ہے اور اگر صید مر گیا ہو یا مشتری نے مار ڈالا ہو تو بائع پر جزا واجب ہوگی اسواسطے کہ حرمت حرم اور احرام باندھنے کی صید کے بیچنے کی مانع ہے اور اگر بائع اور
مشتری حرم میں ہوں اور صید حل میں ہو تو مشتری بر حکم سے نزدیک بیع جائز ہے کذا فی الفتح ولو اخذ حلال صیدا فاحرم ضمن مرسلہ من یدہ الحکمیۃ
اتفاقا ومن الحقیقیۃ عندہ خلافا لہما وقولہا استحسان کما فی البرہان اور اگر غیر محرم نے حرم کا صید پکڑا پھر احرام باندھا تو ضمان دیگا اسکا چھوڑ دینے والا حکمی
حکمی ہاتھ سے باتفاق امام اور صاحبین رحمہم اللہ کے یعنی اگر گھر یا پنجرے سے کوئی شخص اس صید کو چھوڑ دیگا اسکو بلا اتفاق ضمان دینا ہوگا اور اگر اسکے حقیقی ہاتھ
کوئی چھوڑ دیگا تو امام اعظم رح کے نزدیک اسپر ضمان لازم ہوگا لیکن صاحبین رحمہم اللہ کے نزدیک ضمان نہیں اور صاحبین کا قول استحسان ہے کذا فی البرہان استحسان یہ ہے کہ چھوڑ دینا
امر بالمعروف اور نہی عن المنکر ہے کیا دیا ما علی المحسنین من سبیل یعنی خلاف قیاس یا دین کے طور پر ضمان نہیں ہے اور صاحبین رح کا قول لائق فتویٰ
ہو جیسا کہ الاشتباہ ہے کہ قول صاحبین کا قول متعین ہے کذا فی الفتح ولو اخذہ محرم لا یملکہ اتفاقا لان المحرم لا یملک الصید بسبب فلو اخذہ محرم اخذہ اور اگر
حرم کا صید محرم نے پکڑا تو اسکے چھوڑ دینے والے پر ضمان لازم نہیں بالاتفاق اسواسطے کہ محرم اسکا مالک نہیں ہوا نہیں ہوتا نہ بخرید اور نہ بغیر اسکے اور غیرہ

یعنی جبکہ محرم اسکا بہی ضامن ہوگا تو محرم نہ لیگا صید کو اس شخص سے جسنے اس سے لیا اگرچہ حلال ہی ہو کذا فی الحدادی والصید لا یملکہ المحرم بسبب اختیاری کشراء
وہبۃ بل بسبب جبری وا سبب جبری فی ارث ... فی الاشباہ فلذا قال بتقا الخرعن صیدہ کالارث وجعلہ فی الاشباہ بالاتفاق کان فی الانسر
عن ... باب بالمیراث وجہ الفاسد ... صید کا مالک نہیں ہوتا محرم اختیاری سبب سے مانند بیع اور ہبہ اور صدقہ اور وصیت کے بلکہ جبری یعنی بے اختیاری
سبب سے مالک ہوتا ہے اور جبری سبب سے ارث شامل ہوتی ہے کہ یہ وہ مسئلہ ہے جو اشباہ میں مذکور ہے ... اور اسی واسطے بائع ... عن صیدہ
منقول ہے جبری سبب کی مثال ارث ... لیکن محرم صید کو بسبب ارث کے مالک ہوتا ہے اور اشباہ میں صاحب بحر نے اتفاقی قول قرار دیا ہے لیکن
... محرم صید کو میراث سے مالک نہیں ہوتا ... ہو مطلقاً قولہ تعالی
وحرم علیکم صید البر ما دمتم حرما ... شارح نے اشارہ کیا کہ ... کا قول خلاف ... اور قتل کرنا اسکا مناسب نہ تھا ... محرم آخر بالغ مسلم
فعلیہما جزاآن الآخذ بالاخذ والقاتل بالقتل ... اگر محرم نے ... صید کو دوسرے بالغ مسلم محرم نے قتل کیا تو دونوں محرم پر جزا کا ضامن ... پکڑنے والا
محرم تو پکڑنے کی جزا دے اور قاتل قتل کرنے کی ... قاتل ... بالغ ... شارح نے لگائی ولیسا ہی عاقل کی بھی قید لگانا ... کہ
مجنون نکلا ... صغیر اور نصرانی ... بدون ... کذا فی الحاشیۃ الطحطاوی ... فانہ لانہ قرر علیہ ما کان بعرض
السقوط ... قاتل ... نے ضمان دیا اسواسطے کہ قاتل نے پکڑنے والے پر اسکو ثابت کر دیا جو معرض سقوط میں تھا
... اگر قاتل اسکو قتل نہ کرتا اور پکڑنے والا صید کو چھوڑ دیتا تو جزا ساقط ہو جاتی اور جبکہ قاتل نے اسکو قتل کر ڈالا تو اسپر جزا پکڑنے پر ... ہوگئی
... قال وان ... اعتبارہ الکمال لانہ لم یحرم ... اور یہ پھیر لینا قاتل سے اس شرط پر ہے جبکہ پکڑنے والے نے ... کا
کفارہ دیا ہو اور اگر ... کی جزا ... تو پھیر لینا نہیں پہونچتا ... کمال الدین بن الہمام صاحب فتح القدیر
... قول صحیح ہے کذا فی
النہر ولو کان القاتل ... لا یرجع علیہ ... او صبیا او نصرانیا فلا جزاء علیہ ... ولکن یرجع الآخذ علیہ بالقیمۃ لانہ ... حقوق
العباد دون حقوق اللہ تعالی اور اگر صید حرم کا مارنے والا جانور ہو تو اسکے مالک سے نہ پھیر لے اور اگر اسکا قاتل لڑکا ہو یا نصرانی مراد نصرانی
سے کافر ہے تو اسپر جزا واجب نہیں ... لیکن محرم صید کا پکڑنے والا کافر سے اسکی قیمت پھیر لے اسواسطے کہ کافر پر حقوق العباد لازم ہیں
نہ حقوق اللہ کل ما علی المفرد بہ دم بسبب جنایتہ علی احرامہ یعنی بفعل شیء من محظوراتہ لا مطلقاً اذ لو ترک واجباً من واجبات الحج
او قطع نبات الحرم لم یتعدد الجزاء لانہ لیس جنایۃ علی الاحرام فعلی القارن ومثلہ متمتع ساق الہدی دمان ... صورت میں تنہا حج کرنیوالے
پر ایک خون واجب ہوتا ہو بسبب اسکے احرام کے جنایت کے تو اس فعل میں قارن پر دو خون واجب ہوتے ہیں ایک حج کا خون اور دوسرا
عمرے کا خون اسواسطے کہ قارن دو احرام کا محرم ہے اور جنایت احرام سے اس چیز کا کرنا مراد ہے جو احرام کے ممنوعات سے ہو نہ ہر طرح کی جنایت
اسواسطے کہ اگر تنہا حج کرنے والا کوئی واجب فعل حج کے واجبات سے ترک کرے یا حرم کی گھاس کاٹے تو اسپر ایک خون واجب ہوگا اور جبکہ قارن اسی
واجب کو ترک کریگا تو اسپر جزا متعدد نہ ہوگی یعنی دو خون لازم نہ آوینگے اسلیے کہ یہ جنایت احرام پر نہیں اور قارن کے مانند دو جزا میں وہ متمتع ہے جو ہدی کو
ہانک لیجاوے اسواسطے کہ وہ عمرے کے احرام سے نہیں آسکتا بدون حلق یوم النحر کے وکذا الحکم فی الصدقۃ واستثنی ایضا الجنایۃ علی احرامہ اور ایسا ہی
حکم ہے جو سبب صدقہ ہیں تو صدقہ بھی دوہرا واجب ہوگا قارن پر بسبب اسکے قصور کرنے کے اپنے دو احرام پر الا بمجاوزۃ المیقات غیر محرم
استثناء منقطع فعلیہ دم واحد لانہ حینئذ لیس بقارن اگر آگے بڑھ گئے میں میقات سے بدون احرام کے تو اسپر ایک خون لازم ہے اسواسطے کہ اسوقت میں

وہ قارن نہیں کیونکہ ہنوز اُسنے احرام نہیں باندھا تو یہ استثنا منقطع ہے کیونکہ صدر کلام میں داخل نہیں ولو قتل محرمان صیدا تعدد الجزاء ولو تعدد القتل اور
اگر دو محرم نے ایک صید کو قتل کیا تو جزا متعدد ہوگی بسبب تعدد فعل کے یعنی احرام دو ہیں تو جزا بھی دو لازم ہونگی ولو حلالان صید الحرم فلا لاتحاد المحل
اور اگر دو غیر محرموں نے صید حرم کو قتل کیا تو جزا متعدد نہوگی یعنے ایک ہی جزا لازم ہوگی بسبب اتحاد محل کے یعنے صید ایک ہے تو جزا بھی ایک ہی
ہوگی وبطل بیع محرم صیدا وکذا کل تصرف وشراؤہ ای صیدا ولو محرم والا فالبیع فاسد اور بیچنا محرم کا صید کو باطل ہے اور اسی طرح جمیع
تصرفات مانند ہبہ اور وصیت کے باطل ہیں اور محرم کو اسکا خرید کرنا بھی باطل ہے اگر اسکو حالت احرام میں پکڑا ہو اور اگر احرام کی حالت میں گرفتار
کیا ہو تو بیع فاسد ہے فلو قبض المشتری فعطب فی یدہ فعلیہ وعلی البائع الجزاء سو اگر قبضہ کیا مشتری نے صید پہ پھر وہ اسکے ہاتھ میں ہلاک
ہوگیا تو مشتری پہ اور بائع پہ جزا واجب ہے اگر دونوں محرم ہوں اور اگر ایک محرم ہوگا تو فقط محرم پہ جزا لازم ہوگی کذا فی النہر وفی الفاسد یضمن قیمتہ
ایضا للآمر اور بیع فاسد میں مشتری قیمت کا بھی ضامن ہوگا جو جزا کے ساتھ چنانچہ مذکور ہوچکا یعنے ایک شخص نے قبل احرام کے صید حرم کو
گرفتار کیا اور بعد احرام کے بیچا اور مشتری کے پاس وہ صید مرگیا تو مشتری پہ جزا بھی واجب ہوگی اور بائع کو قیمت کا بھی دینا پڑیگا اسواسطے کہ بائع اسکا
مالک تھا بخلاف بیع باطل کے اسمیں بائع مالک نہیں ہوتا لہذا اسمیں مشتری پر ضمان قیمت کا نہیں ہے بلکہ اس صورت میں جبکہ مشتری محرم ہو اور اگر محرم
نہوگا تو اسپر فقط قیمت دینی لازم ہوگی نہ جزا کذا فی البحر والطحطاوی وولدت ظبیۃ بعد الاخراج من الحرم وماتا غرمہا ای جزی حرم سے نکالنے کے بعد
اور یہاں اور بچہ اسکا دونوں مرگئے تو نکالنے والا دونوں کا ضمان دے اسواسطے کہ صید حرم کا بعد اخراج کے بھی مستحق ہے امن کا شرعا اور اسیواسطے اسکا حرم
میں پہنچانا واجب ہے تو یہ صفت شرعی امن کی اسکے بچہ میں بھی سرایت کرگئی تو دونوں کا ضمان برابر لازم ہوگیا وان ادّی جزاءہا ثم ولدت
لم یجزہ ای الولد لعدم سرایۃ الامن حینئذ وہل یجب ردہا بعد الاداء الظاہر نعم اور اگر ہرنی کی جزا اُسنے ادا کی پھر وہ بچہ جنی تو بچہ کی جزا نہیں ہے بوجہ
عدم سرایت کرنے امن کے اس وقت یعنی جبکہ ہرن کا بدلا ادا کیا تو ہرنی میں تحقق امن نرہی تو بچہ میں کاہیکو امن سرایت کریگا اور بعد ادا کرنے ہرنی کی جزا کے کیا واجب ہے
اسکا پہونچا دینا حرم میں ظاہر جواب یہ ہے کہ ہاں واجب ہے کذا فی النہر آفاقی مسلم بالغ یرید الحج ولو نفلا او العمرۃ فلو لم یرد واحدا منہما لا یجب علیہ بمجاوزۃ
المیقات وان وجب حج او عمرۃ اذا اراد دخول مکۃ او الحرم علی ما سیاتی فی المتن قریبا وجاوز وقتہ ظاہر ما فی النہر عن البدائع اعتبار الارادۃ
عند المجاوزۃ ثم احرم لزمہ دم کما اذا لم یحرم آفاقی مسلم بالغ نے حج کا ارادہ کیا اگرچہ نفل حج کا یا عمرے کا قصد کیا اور میقات سے آگے گذر گیا
پھر اُسنے احرام باندھا تو اسپر ذبح کرنا لازم ہے چنانچہ احرام نہ باندھنے میں لازم ہے اور اگر حج یا عمرے کا ارادہ نکیا تو بلا احرام میقات سے آگے بڑھنے
میں ذبح کرنا واجب نہوگا اگرچہ حج یا عمرہ واجب ہوگا جبکہ دخول مکہ یا حرم کا ارادہ کریگا چنانچہ متن میں یہ مسئلہ عنقریب مذکور ہوگا اور نہر الفائق میں
جو بدائع سے منقول ہے اسکا ظاہر مطلب یہ ہے کہ میقات سے بڑھنے کے وقت ارادہ کا اعتبار ہے یعنی بعد مجاوزت میقات کے ارادہ معتبر نہیں فان عاد الی
میقات ما ثم احرم او عاد الیہ حال کونہ محرما لم یشرع فی نسک صفتہ محرما کطواف ولو شوطا وانما قال ولبی لان الشرط عند الامام التلبیۃ عند
المیقات بعد العود الیہ خلافا لہما سقط دمہ پھر اگر پلٹ آیا کسی میقات کی طرف پھر اُسنے وہاں احرام باندھا یا ایسا محرم ہوکر میقات کی طرف پلٹ آیا
جسنے کوئی عبادت ہنوز نہیں شروع کی مثلاً طواف کا ایک شوط بھی نہیں کیا اور میقات پر لبیک بولا تو ذبح کرنا اسپر سے ساقط ہوگیا اور متن نے لبیک
کہنے کو اسواسطے کہا کہ امام اعظم رح کے نزدیک دوبارہ لبیک کہنا میقات کے پاس بعد پھر آنے کے شرط ہے کہ بدون اسکے ذبح کرنا ساقط نہیں ہوتا بخلاف
صاحبین رح کے کہ انکے نزدیک تجدید تلبیہ شرط نہیں میقات کی طرف پلٹ آنا کافی ہے والافضل عودہ الا اذا خاف فوت الحج اور افضل یہ
ہے پلٹ آنا میقات کی طرف سے مگر جبکہ خوف ہو حج کے فوت ہونے کا تو نہ پھرے والا ای ان لم یعد او عاد بعد شروعہ لا یسقط الدم اور اگر میقات

کی طرف نہ پلٹا یا پلٹ کر آیا بعد شروع کرنے طواف وغیرہ کے تو ذبح کرنا ساقط نہ ہوگا (مکی یرید الحج ومتمتع فرغ من عمرتہ وخرجا) یعنی نکلا (من الحرم واحرما) بالحج
(من الحل فان علیہما دما) لمجاوزۃ میقات المکی بلا احرام (فان عادا) الی الحرم (ولبیا او لا فکما مر) لما سبق۔ الحاصل جو شخص مکی حج کا ارادہ کرنے والا اور متمتع جو اپنے عمرہ
سے فراغت ہوا اور مکی ہوگیا اور دونوں نکلا حرم سے اور دونوں نے حج کا احرام باندھا حل سے تو دونوں پر قربانی واجب ہے بسبب بلا احرام گزرنے کے
میقات اہل مکہ سے اسواسطے کہ اہل مکہ کا میقات حج کے واسطے حرم ہے نہ حل اور اسیطرح اگر مکی اور متمتع نے احرام باندھا عمرہ کا حرم سے تو ذبح کرنا اسپر واجب ہے
اسواسطے کہ میقات عمرے کا حل ہے اور میقات کی طرف پلٹ آنے سے جس طرح اوپر مذکور ہو چکا ذبح کرنا ساقط ہوجاتا ہے (ودخل کوفی) ای آفاقی (البستان) ای موضعا
(من الحل داخل المیقات لحاجۃ) قصدہا ولو عند المجاوزۃ علی ما مر وقدمنا فی المواقیت عن الشمنی (لہ دخول مکۃ غیر محرم) کوفی اور داخل ہوا بستان میں
یعنی آفاقی اندر میقات کے زمین حل میں سے کسی مکان میں کسی حاجت کے واسطے اگرچہ جاوزت میقات کے وقت کا ارادہ اس حاجت کا کیا ہو
چنانچہ یہ مضمون نہر الفائق سے مذکور ہوگیا تو اس آفاقی کو جائز ہے داخل ہونا مکہ کا بدون احرام باندھے اور یہ حیلہ آفاقی کی نیت شرط نہیں بنا بر قول
صحیح کے یعنی پندرہ روز یا زیادہ رہنا بستان میں مشروط نہیں اور احرام نہیں اسکے عدم وجوب میں بستان بھی مثل ایک بستی ہوا اہل بستان ہی ... اور داخل اسکا
نام مخلہ محمود ہے وہاں سے مکہ معظمہ چوبیس کوس ہوگا کذا فی الطحاوی (ووقتہ البستان) ولا شیء علیہ لانہ التحق باہلہ کا مرادہ میقات اس آفاقی کا جو بستان میں
کسی کام کو گیا بستان ہے یعنی حل میقات ہے حج اور عمرے کا اور اسپر جاوزت میقات سے بلا احرام کوئی چیز واجب نہیں اسواسطے کہ آفاقی بستان میں آنے کے لئے
بستان میں مل گیا تو جیسے بستانی کو دخول مکہ بلا احرام جائز ہے ویسے ہی اسکو بھی جائز ہے اور جیسے بستانی کا میقات حج اور عمرے کا حل ہے ویسے ہی آفاقی کا بھی حل
ہے چنانچہ اسکی تفصیل بیان مواقیت میں گزر گئی (وہذہ حیلۃ لآفاقی یرید دخول مکۃ بلا احرام) اور یہ حیلہ ہے آفاقی کے حق میں جو مکہ میں جانا چاہے بدون احرام
(ویجب علی من دخل مکۃ بلا احرام) لکل مرۃ (حجۃ او عمرۃ) اور جو مکہ میں داخل ہو بدون احرام باندھے تو ہر بار بلا احرام جانے میں اسپر ایک حج یا ایک
عمرہ واجب ہے اس مکان اقدس کی تعظیم کے واسطے (فلو عاد فاحرم بنسک اجزأہ عن آخر دخولہ) وتمامہ فی الفتح سو اگر مکہ میں بلا احرام جاکر ... پھر
پلٹ آیا سو حج یا عمرے کا احرام باندھا تو اسکو کافی ہوگا پچھلے بار کے دخول سے اور پورا بیان اسکا فتح القدیر میں ہے یعنی مثلاً دو بار بلا احرام ... تھا
تو اس احرام سے دوسری بار داخل ہونے سے جو حج یا عمرہ واجب ہوا تھا وہ ادا ہوگا اسواسطے کہ اول بار کا حج یا عمرہ اسپر دین ہوگیا سو وہ بدون تعیین
نیت کے ساقط نہ ہوگا کذا فی الفتح (وصح منہ) ای اجزأہ عما لزمہ بالدخول (لو احرم عما علیہ من حجۃ الاسلام او نذر او عمرۃ منذورۃ لکن فی عامہ ذلک لتدارکہ
المتروک فی وقتہ لا بعدہ لصیرورتہ دینا بتحویل السنۃ) اور صحیح ہوگا اس سے یعنی کفایت کرجائیگا اس حج یا عمرہ سے جو اسپر بلا احرام داخل ہونے سے
لازم ہوگیا اگر اسنے احرام باندھا ہو اس عبادت کے واسطے جو اسپر واجب تھی مثل حجۃ الاسلام کے یا حج نذر کے یا عمرہ نذر کے لیکن یہ اس صورت میں ہے
جب اسی سال حج یا عمرہ کرے اسواسطے کہ جو متروک ہوگیا تھا اسکو اپنے وقت میں تدارک کرلیا نہ کافی ہوگا دخول بلا احرام سے بعد اس سال کے
اسواسطے کہ متروک دین ہوگیا سال پلٹنے سے (جاوز المیقات بلا احرام فاحرم بعمرۃ ثم افسدہا مضی وقضی ولا دم علیہ لترک الوقت لجبرہ بالاحرام
منہ فی القضاء) ایک شخص بڑھ گیا میقات سے بلا احرام پھر اسنے عمرہ کا احرام باندھا پھر عمرے کو فاسد کر ڈالا جماع قبل طواف سے تو عمرے کو پورا کرے اور
اسکو قضا کرے اور اسپر خون نہیں میقات کے ترک احرام سے اسواسطے کہ قضا کرنے میں میقات سے احرام باندھتے ہیں اسکا تدارک ہوجاویگا (مکی) ای من
(فی مکۃ طاف لعمرتہ ولو شوطا) ای اقل اشواطہا (فاحرم بالحج رفضہ) وجوبا بالحلق لنہی المکی عن الجمع بینہما مکی نے اور اندر میقات کے رہنے والے نے اپنے
عمرے کا طواف ایک شوط کیا یا ایک شوط سے مراد یہ کہ تین شوط یا اس سے کم کیا پھر حج کا احرام کیا تو حج کو ترک کرے سر منڈا کر بنا بر وجوب کے سو واسطے کہ اہل
مکہ کو جمع کرنا حج اور عمرے کا منع ہے (وعلیہ دم لاجل الرفض وحج وعمرۃ لانہ کفائت الحج حتی لو حج فی سنتہ سقطت العمرۃ ولو رفضہا قضاہا فقط

اور اسپر ذبح کرنا واجب ہی بسبب ترک کرنے کے اور حج اور عمرہ دو واجب ہی اسواسطے کہ کی مذکور اسکے مانند ہی جسکا حج فوت ہوگیا اور فائت الحج عمرہ کرکے احرام اتارتا ہی
اور دوسرے سال حج قضا کرتا ہی تا اسلئے اگر کی مذکور اسی سال حج کریگا بعد بر مکرنے کے تو دوسرا عمرہ اسپر سے ساقط ہوجاویگا اور اگر عمرے کو ترک کریگا تو حج کو توڑ دیا عمرے
کی قضا کرے کذا فی المنح فلو اتمهما صح واساء وذبح وهو دم جبر وفي الآفاقي دم شكر سو اگر کی مذکور نے حج یا عمرہ ترک نہ کیا بلکہ دونون کو ادا کیا تو یہ صحیح ہی اسواسطے
کہ جسکا التزام کیا تھا اسکو ادا کیا لیکن برا کیا کہ ممنوع کام کیا اور ذبح کرے اور یہ ذبح کرنا جبر نقصان کے واسطے ہی تو خود نہ کھاوے اور آفاقی کے حج اور عمرہ کو جمع
کرنے مین ذبح کرنا واسطے شکر کے ہی تو خود اسکا کھانا جائز ہی کذا فی المنح ومن احرم بحج ثم احرم يوم النحر بآخر فان كان قد حلق للاول لزمه الآخر في
العام القابل بلا دم لانتهاء الاول اور جسنے حج کا احرام باندھا اور حج کو ادا کیا پھر یوم النحر مین دوسرے حج کا احرام کیا تو اگر سر منڈا چکا ہو اول حج کے واسطے
تو دوسرا حج اسپر لازم ہوگیا دوسرے سال مین بلا وجوب ذبح اسواسطے کہ پہلا حج تمام ہوچکا تو یہ شخص باعتبار ادا کرنے کے جامع بین الاحرامین نہوا کہ ذبح کرنا
اسپر واجب ہوتا کذا فی المنح من الحج والا يحلق للاول فمع الآخر دم قصر ام لا بجنايته على الاول بالتقصير اذا لم يقصر اور اگر حج اول کے واسطے سر
نہ منڈایا تو دوسرے سال اسپر دوسرا حج لازم ہوگا ساتھ ذبح کرنے کے بال کتروا ہو یا نہ کتروایا ہو اور لفظ التقصیر اسواسطے تعبیر کی تاکہ منڈانا اور کترانا دونون کو
شامل ہے ذبح کرنا اسواسطے واجب ہوگا کہ احرام اول کی جنایت جنایت ہی کہ بال کترانے سے پہلے دوسرے حج کا احرام ہوا واسطے تاخیر کے واجب احرام سبب یوم النحر کے قبل
حلق کے دوسرے حج کا احرام کیا تو یہ جرح سے اسپر ذبح کرنا لازم ہوگیا اسواسطے کہ وہ حال سے خالی نہین کہ اول حج کے احرام اتارنے کو اسنے سر منڈایا یا نہین منڈایا
اگر منڈایا تو حج ثانی کے احرام پر جنایت ہوئی تو ذبح کرنا لازم ہوا اور اگر نہین منڈایا تو اول حج کی عبادت مین یوم النحر کے سر منڈانے مین تاخیر واقع ہوئی تو بھی
ذبح کرنا لازم ہوگیا کذا فی المنح ومن اتى بعمرة الا الحلق فاحرم باخرى ذبح للجمع بين الاحرامين بعمرتين كره تحريما فيلزم الدم لانه جمع بين الاحرامين
فلا يلزم اور جسنے کہ عمرہ ادا کیا سوا سر منڈانے کے پھر دوسرے عمرہ کا احرام کیا تو وہ ذبح کرے اصل یہ ہی کہ دو عمرون کے دو احرامون کو جمع کرنا مکروہ تحریمی ہی اسواسطے
ذبح کرنا لازم ہی اور دو حج کے احرامون کو جمع کرنا ظاہر الروایت مین مکروہ نہین کذا فی البحر عن المحیط لہذا اسمین ذبح کرنا واجب نہین اور غایۃ البیان مین جو دو حج کے
احرامون کو حرام اور بدعت کہا ہی صاحب بحر الرائق نے کہا وہ سہو ہی کذا فی المنح افاقی احرم بحج ثم احرم بعمرة لزماه وصار قارنا مسيئا كما مر ولذا قال بطلت
عمرته بالوقوف قبل افعالها لانها لم تشرع مرتبة على الحج لا بالتوجه الى عرفة آفاقی نے حج کا احرام کیا پھر عمرے کا احرام کیا تو دونون اسپر لازم ہوئے اور
یہ شخص قارن بد کار ہوگیا چنانچہ گذرا اور اسی واسطے باطل ہوگا عمرہ اسکا بسبب وقوف عرفات کے قبل افعال عمرے کے اسواسطے کہ عمرہ مشروع نہین حج کے پیچھے اور
نہ باطل ہوگا عمرہ عرفات کی طرف متوجہ ہونے سے سو اگر یہ دن وقوف کے عرفات کی طرف سے پھر آوے اور عمرہ اول کرکے حج کرے تو ممکن ہی کذا فی البحر والدر
فان طاف له طواف القدوم ثم احرم بها فمضى عليها ذبح وهو دم جبر وندب رفضها لتاكد بها ذبح فان رفضها قضى لصحة الشروع فيها واراق دما لرفضها
پھر اگر آفاقی نے حج کا طواف القدوم کیا پھر عمرے کا احرام کیا پھر دونون کو ادا کیا تو ذبح کرے اور یہ ذبح کرنا واسطے جبر نقصان کے ہی کہ حج کے افعال مین عمرہ
داخل کر دیا اور مستحب ہی ترک کرنا عمرے کا اسواسطے کہ طواف القدوم کرنے سے حج متاکد ہوگیا سو اگر اسنے عمرہ ترک کیا تو اسکی قضا کرے بعد حج کے اسواسطے کہ صحیح ہوئے
شروع کے اور ذبح کرے بسبب ترک کرنے عمرے کے حج فان احرم بها يوم النحر او في ثلاثة ايام بعده لزمته بالشروع لكن مع كراهة التحريم ورفضها وقضيت
من الاثم وقضيت مع دم للرفض وان مضى عليها صح وعليه دم لارتكابه الكراهة وهو دم جبر ایک شخص نے حج کیا پھر عمرے کا احرام کیا یوم النحر مین یا اسکے بعد کے
تین دن مین تو عمرہ کرنا اسکو لازم ہوگیا بسبب شروع کے لیکن کراہت تحریمی کے ساتھ اسواسطے کہ افعال حج سے ہنوز فراغت نہین ولہذا عمرے کا ترک کرنا واجب ہی
تاکہ اس گناہ سے نجات ہو اور عمرے کی قضا کیا جاوے ساتھ ذبح کرنے کے ذبح واجب ہی بسبب ترک کے اور اگر عمرے کو ترک نکرے ادا کرے تو صحیح ہوگا اور اسپر
ذبح کرنا واجب ہوگا بسبب مرتکب ہونے کراہت کے تو یہ ذبح جبر نقصان کے واسطے ہی فائت الحج اذا احرم بہا وجب الرفض لان الجمع بین احرامین عمرتین

اور عمرہ مین غیر مشروع ہے فائت الحج نے جبکہ دوسرے حج یا عمرے کا احرام کیا تو اسپر احرام ثانی کا ترک کرنا واجب ہے اسواسطے کہ دو حج کے احراموں کو اور دو عمرے کے احراموں کو جمع کرنا مشروع نہیں ہم دو حج کے احرام تو ظاہر ہین ایک احرام اُس حج کا جو فوت ہو گیا اور دوسرا احرام حج ثانی کا اور دو عمرے کے دو احرام یون ہوئے کہ ایک احرام تو یہی جو بعد فوت حج کے کیا اور دوسرا احرام یہ کہ فائت الحج عمرہ کر کے احرام سے باہر آتا ہے چنانچہ اسکا ذکر ہو چکا ہے ولما فاتہ الحج بقی عنہ احرامہ فیلزمہ ان یتحلل من احرام الحج بافعال العمرۃ ثم ابعد یقضیہ ما احرم بہ تحت الشروع ویذبح التحلیل قبل اوانہ بالرفض اور جبکہ اسکا حج فوت ہوا تو احرام اسکا باقی رہا تو اسپر لازم ہے حج کا احرام اُتارنا عمرے کے افعال کر کے پھر بعد اسکے قضا کرے اسکی جسکا احرام کیا اسواسطے کہ شروع کرنا اسکا صحیح تھا اور ذبح کرے اسواسطے کہ بسبب ترک کرنے احرام ثانی کے وہ حلال ہو گیا اسکے وقت سے پہلے یعنی واجب تو یہ تھا کہ بعد افعال حج ثانی کے یا عمرہ کے احرام ثانی سے باہر آتا لیکن بسبب عدم مشروعیت جمع بین الاحرامین کے احرام ثانی کا ترک واجب ہو گیا لہذا ذبح کرنا لازم ہوا واللہ اعلم کذا فی حاشیۃ الطحطاوی

باب الاحصار

ہو لغۃ المنع وشرعا منع عن رکن یہ باب ہے احصار کے احکام مین احصار لغت مین معنی منع اور حبس کے ہے اور اصطلاح شرع مین احصار عبارت ہے منع رکن سے خواہ حج کا رکن ہو خواہ عمرے کا اکثر کتب فقہ مین منع وقوف اور طواف کو احصار قرار دیا ہے لیکن اسمین عمرہ داخل نہین رہا حالانکہ عمرہ مین بھی احصار ہوتا ہے لہذا شارح نے احصار کی تعریف منع رکن سے کی تا عمرہ بھی داخل رہے او احصر بعدو او مرض او موت محرم او ہلاک نفقۃ حل لہ التحلل جبکہ محرم بند ہو جاوے سبب دشمن یا بیماری کے یا محرم یا زوج کے مر جانے سے عورت محرمہ بند ہو جاوے یا خرچ کے ہلاک ہو جانے سے تو حلال ہے اسکو تحلل یعنی احرام کا اُتارنا دشمن عام ہے کافر آدمی ہو یا غیر اسکے اور وہ بیماری مانع ہو جو جانے اور سوار ہونے سے زیادہ ہوتی ہو اور ہلاکی نفقہ راہ مین اس شرط سے مانع ہے کہ پیدل چلنے کی قدرت نہو بعد شروع کے اور اگر پیدل چلنے پر قادر ہو تو مانع نہین اگرچہ گھر سے پیدل جانا حج کے واسطے لازم نہین جیسے حج نفل ابتدائً لازم نہین لیکن بعد شروع کے لازم ہے اور یہ قول محمد کا ہے کذا فی المحیط اور ابو یوسف رحمہ نے کہا کہ اگر بالفعل پیدل چلنے پر قادر ہو اور آئندہ خوف ہو عاجزی اور ہلاک ہو جانے کا تو اسپر حج لازم نہین کذا فی النہر فیجب ان یبعث الی الحرم ما ہو شاۃ او قیمتہا فلو لم یبعث بقی محرما حتی یجد او یتحلل بطواف وعن الثانی انہ یقوم الدم بالطعام ویتصدق بہ فان لم یجد صام عن کل نصف صاع یوما جب عذرات مذکورہ سے محرم حج کو نہ جا سکے تو اُس وقت مین تنہا حج کا کرنے والا ایک خون یعنی ایک بکری یا بھیڑ حرم مین بھیجے یا اُسکی قیمت روانہ کرے تاکہ خرید کر حرم مین ذبح کیجاوے سو اگر بکری یا اُسکی قیمت نہ پاوے تو محرم رہے یہان تک کہ پاوے یا عمرہ کا طواف اور سعی صفا مروہ کی کر کے احرام اُتارے اور ابو یوسف رحمہ سے منقول ہے کہ بکری کی قیمت اناج سے کیجاوے اور اُسکا صدقہ دیا جاوے ہر مسکین کو نصف صاع سو اگر اناج بھی نہ پاوے تو ہر نصف صاع کی عوض ایکدن روزہ رکھے علامہ طحطاوی نے کہا کہ یہ روایت ابو یوسف رح کی ضعیف ہے بہتر یہ تھا کہ شارح اسکو ذکر نکرتا والقارن دمین او قارن دو بکریان روانہ کرے حرم کو ایک بکری حج کے بدلے اور دوسری عمرے کے احرام کے عوض فلو بعث واحدا لم یتحلل عنہ سو اگر قارن ایک بکری بھیجے ایک احرام کے واسطے تو اس احرام سے باہر نہوگا اسواسطے کہ شروع یہ ہے کہ دونون احراموں سے یکبارگی خارج ہو تو ایک احرام کو قائم رکھنا اور دوسرے کو اُتارنا خلاف مشروع ہے کذا فی الطحطاوی وعین یوم الذبح لیعلم متی یتحلل اور معین کر دے ذبح کا دن کہ فلانی تاریخ ہدی کو ذبح کرے تا معلوم رہے کہ کب احرام اُتارے اسواسطے کہ تحلل قبل ذبح کے جائز نہین ویذبحہ فی الحرم ولو قبل یوم النحر خلافا لہما اور ذبح کرے ہدی کو حرم مین اگرچہ یوم النحر سے پہلے ہو بخلاف صاحبین رح کے کہ انکے نزدیک احصار حج مین یوم النحر سے پہلے ذبح کرنا جائز نہین لیکن عمرہ کے احصار مین جائز ہے ولو لم یفعل ورجع الی اہلہ بغیر تحلل او صبر محرما حتی زال الخوف جاز فان ادرک الحج فبہا ونعمت والا تحلل بالعمرۃ لان التحلل بالذبح انما ہو للضرورۃ حتی لا یمتد احرامہ فیشق علیہ زیلعی اور اگر محرم محصر نے ہدی کو روانہ کیا اور اپنے گھر پلٹ آیا احرام باندھے ہوئے وہین ٹھہرا رہا یہان تک کہ خوف

زائل ہوگیا اور مانع مرتفع ہوا تو جائز ہے پھر بعد زوال خوف اور مانع کے اگر حج کو پایا تو کیا خوب بات ہے اور اگر موسم حج کا جاتا رہا تو عمرہ کرکے احرام کو اتارے اسواسطے کہ ذبح کرنے سے احرام کا اتارنا بسبب ضرورت کے تھا تاکہ احرام کی مدت دراز ہو جاوے کہ اسپر مشکل پڑ جاوے کذا فی الکافی و تحلیل و لو بلا حلق و تقصیر اور ہدی کے ذبح کرنے سے احرام سے فارغ ہو جاتا ہے اگرچہ سر نہ منڈایا ہو اور بال نہ کترائے ہوں لیکن حلق افضل ہے کذا فی المنح فلو ظن ذبحہ ففعل کما حلال فظہر انہ لم یذبح او ذبح فی حل لزمہ جزاء یعنی پھر اگر محرم محصر نے ہدی کے ذبح ہو جانے کا گمان کیا ہو ممنوعات احرام سے کوئی فعل کیا جیسے خوشبو لگانا پھر ظاہر ہوا کہ ہدی ذبح نہ ہوئی تھی یا حل میں ذبح ہوئی تھی نہ حرم میں تو اسپر اپنی جنایت کرنے کی جزا لازم ہوگی و علیہ ان حل من حجۃ و لو نفلا حجۃ بالشروع و عمرۃ للتحلل ان لم یحج من عامہ اور اگر حج کا احرام اتارا ہو اگرچہ نفل ہی حج ہو تو اسپر حج واجب ہے بسبب شروع کرنے کے اور عمرہ واجب ہوگا بسبب تحلل کے بشرطیکہ اس سال حج نہ کیا ہو اور اگر بعد زوال مانع کے اسی سال حج ادا کیا تو فقط حج لازم ہوگا نہ عمرہ کذا فی الطحطاوی و علی المعتمر عمرۃ و عمرہ کا احرام باندھنے والا اگر روکا جاوے تو اسپر فقط ایک عمرہ واجب ہے و علی القارن حجۃ و عمرتان احدٰیہما للتحلل اور قارن پر ایک حج اور دو عمرے واجب ہیں ایک عمرہ بسبب تحلل کے اور دوسرا قران کا جو قضا ہیں اسکو اختیار ہے چاہے قران کرے چاہے دونوں کو علیحدہ علیحدہ قضا کرے کذا فی الطحطاوی فان بعث ثم زال الاحصار و قدر علی ادراک الہدی و الحج مضی و الا لا یعنی پھر اگر محصر نے ہدی کو روانہ کیا بعد اسکے احصار زائل ہوگیا اور وہ قادر ہے ہدی اور حج کے پانے پر ساتھی تو اسپر واجب ہے کہ حج کرنے کو روانہ ہو اور اسوقت یہ ہرگز جائز نہیں احرام سے فارغ ہونا ہدی کے ذبح کے ساتھ حج کا اور حالانکہ اب خود اصل پر قادر ہوگیا تو عوض کا کچھ اعتبار نہ رہا کذا فی المنح والاولیٰ ذکرہا التوجہ وہی رہا اور اگر ہدی اور حج کے پانے پر ساتھی قادر نہوا تو اسپر روانہ ہونا لازم نہیں اور یہ مسئلہ رباعی ہے یعنی چار صورتوں کا احتمال ہے پہلی صورت یہ ہے کہ ہدی اور حج دونوں کو پاوے دوسری صورت یہ ہے کہ دونوں کو نہ پاوے تیسری صورت یہ ہے کہ فقط ہدی کو پاوے نہ حج کو چوتھی صورت یہ ہے کہ فقط حج کو پاوے نہ ہدی کو پہلی صورت میں تو جانا لازم ہے اور باقی تین صورتوں میں لازم نہیں لیکن اگر تحلیل کے واسطے جاوے اور عمرہ کرے تو جائز ہے کذا فی المنح اور چونکہ امام کے نزدیک ذبح کرنا قبل یوم النحر کے جائز ہے تو ادراک ہر حج کا بدون ہدی کے ممکن ہے اور صاحبین رح کے نزدیک ادراک حج کہ ہدی لازم ہے اسواسطے کہ انکے نزدیک قبل یوم النحر کے ذبح کرنا جائز نہیں کذا فی شرح الوقایہ و لا احصار بعد ما وقف بعرفۃ للامن عن الفوات اور احصار نہیں بعد وقوف عرفات اسواسطے کہ وقوف عرفات کے فوت ہو جانا حج کا مقصود نہیں تو امن حاصل ہوگیا پھر اگر بعد وقوف عرفات کے احصار قائم رہا تو ترک واجبات یعنی وقوف مزدلفہ اور رمی جمار کے ترک سے ذبح کرنا لازم ہوگا اور ایسے ہی تاخیر حلق اور طواف الزیارۃ سے ذبح لازم ہوگا کذا فی الطحطاوی والمستوعب و لو بمکۃ من الرکنین محصر علی الاصح اور جو شخص کہ دو رکن یعنی وقوف عرفات اور طواف الزیارۃ سے روکا جاوے اگرچہ وہ مکہ میں ہو وہ محصر ہے بقول اصح والقادر علی احدہما لا احصار علیہ الوقوف فلتمام حجہ و اما علی الطواف فلتحللہ بہ کما مر اور جو کہ قادر ہوا ایک رکن پر وہ محصر نہیں جو وقوف عرفات پر قادر ہوا وہ اسواسطے محصر نہیں کہ وقوف سے حج تمام ہوگیا اور جو طواف پر قادر ہوا وہ اسواسطے محصر نہیں کہ وہ طواف کرنے سے احرام سے فارغ ہوگیا چنانچہ گذر چکا سو طواف اصل ہے تحلل میں اور ذبح کرنا ہدی کا اسکا بدلہ ہے اصل کے ہوتے بدلہ کی کچھ حاجت نہیں

باب الحج عن الغیر

یہ باب ہے غیر شخص کی طرف سے حج کرنے کا یعنی بطور نیابت کے دوسرے کی طرف سے حج کرنا الاصل ان کل من اتی بعبادۃ ما لہ جعل ثوابہا لغیرہ و ان نواہا عند الفعل لنفسہ لظاہر الادلۃ اصل یہ ہے کہ جو شخص کوئی عبادت کرے نماز یا روزہ یا خیرات یا قرات قرآن یا ذکر یا حج یا عمرہ یا طواف یا اور نیکیاں تو اسکو جائز ہے کہ اسکا ثواب غیر شخص کے واسطے کردے اگرچہ عبادت کرنے کے وقت اپنی ذات کے واسطے نیت کی ہو یہ اصل ثابت ہے دلائل

قرآن اور احادیث کی ظاہر دلالت سے بلا تکلف تاویل ہم قرآن مجید میں وارد ہوا اکثر دعا ہو کہ والدین کے واسطے یوں دعا کرے (رب ارحمہما کما ربیانی صغیرا) یعنی اے میرے رب میرے والدین پر رحم کر جیسا کہ انھوں نے مجھکو لڑکپن میں پالا تو اگر انسان کا عمل دوسرے کو نہ مفید ہوتا تو ولد کی دعا والدین کے حق میں بیفائدہ ہوتی حالانکہ بیفائدہ ہے اور حق تعالی نے خبر دی ہے کہ فرشتے مومنین کے واسطے دعا سے مغفرت کرتے ہیں تو ثابت ہوا کہ ایک کا عمل دوسرے کو مفید ہوتا ہے اور احادیث تو نیابت اور ثواب رسانی میں بکثرت ہیں از انجملہ بخاری اور مسلم میں یہ حدیث متفق علیہ ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم نے دو مینڈھوں کو قربانی کیا ایک تو اپنی طرف سے اور دوسرا اپنی امت کی طرف سے اس حدیث سے صاف معلوم ہوا کہ عبادت مالی میں نیابت صحیح ہے اس حدیث کے مضمون کو ابن ماجہ اور امام احمد بن حنبل رحمہم اللہ تعالی اور حاکم اور طبرانی اور ابن ابی شیبہ اور اسحق اور ابو یعلی اور بزار اور دارقطنی رحمہ نے چند صحابہ سے روایت کیا ہے تو معلوم ہوا کہ قدر مشترک یہ حدیث مشہور ہے اور دارقطنی نے روایت کی کہ ایک مرد نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ میرے ماں باپ تھے جنکے ساتھ میں انکی زندگی میں نیکی کرتا تھا سو اب کیونکر میں انکے ساتھ نیکی کروں تو حضرت صلعم نے فرمایا کہ بعد موت کے نیکی یہ ہے کہ نماز پڑھا کر انکے واسطے اپنی نماز کے ساتھ اور روزہ رکھا کر انکے واسطے اپنے صوم کے ساتھ اور یہی ذکر سیدنا علی مرتضی سے روایت کی کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو قبرستان پر گذرے اور گیارہ بار قل ہو اللہ احد پڑھے اور اسکا ثواب مردوں کو بخشے تو اسکو ثواب دیا جاویگا بقدر اموات کے اور ابو حفص عکبری نے روایت کی کہ انس نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ یا رسول اللہ ہم خیرات کرتے ہیں اپنے مردوں کی طرف سے اور حج کرتے ہیں انکی طرف سے اور دعا کرتے ہیں انکے واسطے کیا انکو یہ پہونچتا ہے فرمایا کہ ہاں البتہ انکو پہونچتا ہے اور وہ خوش ہوتے ہیں اس سے جیسے کوئی تم میں خوش ہوتا ہے طبق سے جب کوئی اسکو تحفہ بھیجے اور سنن ابو داؤد میں مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اپنے مردوں پر یس پڑھا کرو تو ان احادیث کثیرہ سے ثابت ہوا کہ اعمال صالحہ کا ثواب غیر کو نافع ہوتا ہے کذا فی فتح القدیر واما قولہ تعالی وان لیس للانسان الا ما سعی ای الا اذا وہبہ لہ کما حققہ الکمال او اللام بمعنی علی کما فی لہم اللعنۃ اور یہ جو قول ہے حق تعالی کا کہ انسان کو کوئی چیز نافع نہیں مگر جو اسنے خود کیا تو مراد یہ ہے کہ انسان کو غیر کے عمل سے کچھ حاصل نہیں مگر جبکہ غیر بخشے اسکو تو البتہ مفید ہوگا چنانچہ اس مطلب کو ثابت کیا ہے کمال الدین بن ہمام رح نے فتح القدیر میں یا لام اس آیت میں بمعنی علی کے ہے چنانچہ لہم اللعنۃ میں بمعنی علی ہے تو اس صورت میں یہ مطلب آیت کا ہوگا کہ انسان کو کوئی چیز مضر نہیں سوا اپنے عمل کے تو نفی ضرر کی ہوئی نہ منفعت کی اور معتزلہ کا یہ مذہب ہے کہ عبادات کا ثواب سوا عامل کے غیر کو نہیں پہونچتا خواہ عبادت مالی ہو یا بدنی خواہ مرکب مال اور بدن سے اور امام مالک اور شافعی رح کے نزدیک صدقات اور عبادات مالی اور حج میں وصول ثواب جائز ہے اور عبادت بدنی مانند صوم اور صلوۃ اور قرأت قرآن وغیرہ میں وصول جائز نہیں معتزلہ آیت مذکورہ سے استدلال کرتے ہیں اپنے مذہب پر کہ انسان کو غیر کا عمل مفید نہیں اہل سنت نے اس استدلال کو کئی طرح سے جواب دیا ہے جواب اول یہ ہے کہ یہ آیت منسوخ ہے بقول ابن عباس رض آیت (والذین امنوا واتبعتہم ذریتہم بایمان الحقنا بہم ذریتہم) سے جواب ثانی یہ ہے کہ یہ آیت ابراہیم اور موسی علیہما الصلوۃ والسلام کی قوم کو مخصوص ہے جواب ثالث یہ ہے کہ انسان سے مراد اس آیت میں کافر ہے تو مومن کے حق میں نفی نہیں جواب رابع یہ ہے کہ بطریق عدل غیر کو ثواب نہیں لیکن بطریق فضل البتہ ثابت ہے جواب خامس یہ ہے کہ لام بمعنی علی ہے کذا فی العینی شرح الکنز لیکن محقق نے فتح القدیر میں کہا کہ ہر چند ظاہر آیت اسی پر دلالت کرتا ہے کہ ایک کا عمل دوسرے کو مفید نہیں لیکن حکم دعا والدین اور استغفار ملائکہ مومنین کے حق میں اور حدیث قربانی کی امت کی طرف سے اسکے سوا اور احادیث ایصال ثواب کی ظاہر آیت کے مخالف ہیں تو بالقطع ہمکو ثابت ہوا کہ ظاہر آیت اپنی صراحت اور اطلاق پر باقی نہیں بلکہ مقید ہے بقید لم یہبہ عامل چنانچہ اسکی توضیح ترجمہ آیت میں مذکور ہو گی اور تقیید آیت بہتر ہے نسخ آیت سے قائل ہونے سے اسواسطے کہ آیت مذکورہ از قبیل اخبار ہے حالانکہ خبر میں نسخ جاری نہیں اور ابطال معتزلہ کے ضمن میں مالک اور شافعی رح کے قول کی بھی نفی ہوگئی یعنی احادیث اور اخبار سابقہ سے عبادات بدنیہ کا بھی ایصال ثواب ثابت ہوگیا اللہ سبحانہ ہو الموفق انتہی کلام المحقق ولقد افصح الزاہد عن اعتزالہ ہہنا واللہ الموفق اور البتہ زاہدی نے یہاں اعتزال یہاں کھول دیا اور توفیق خیر کی دینے والا اللہ تعالی ہے یعنی زاہدی باوجودیکہ بڑا عالم ہے مجتبی کی کتاب حج میں

اسواسطے کہ ایصال ثواب کا منکر ہو گیا ہو اور اسکو سبب اہل حق اور اہل عدل کا ٹھہرایا ہو اور آیات اور احادیث ثواب رسانی کو تاویلات بعیدہ کرکے ظاہر سے پھیرا ہو کذا فی
الطحطاوی الحمد للہ ہم کو اور آل ہم کو صراط مستقیم پر ثابت رکھتا اور تعصب اور کج فہمی سے بچاتا اور مرنے کے وقت اس عاجز مسکین کی دستگیری کرنا آمین العبادۃ المالیۃ کزکوۃ
وکفارۃ تقبل النیابۃ عن المکلف مطلقاً عند القدرۃ والعجز ولو النائب ذمیاً لان العبرۃ لنیۃ الموکل ولو عند دفع الوکیل عبادت مالی جیسے زکوۃ اور صدقہ فطر اور عشر
اور نفقات اور کفارہ اعتاق اور اطعام اور کسوہ نیابت کو قبول کرتی ہے مکلف کی طرف سے ہر طرح کی قدرت کے وقت بھی اور عاجز ہونے کے وقت بھی اگرچہ نائب
کافر ذمی ہو اسواسطے کہ موکل کی نیت کا اعتبار ہے اگرچہ موکل نے وکیل کے دینے کے وقت نیت کی ہو تو بھی صحیح ہے علم عبادات مالی میں نیابت اسواسطے
جائز ہے کہ عبادات مالیہ میں [illegible] دفع حاجت محتاج مقصود اصلی ہے سو یہ امر نائب کے فعل میں بھی حاصل ہے اور بعض عبادت بدون نیت
کے صحیح نہیں اور کافر ذمی اہل نیت کا نہیں لیکن چونکہ نیت معتبر موکل ہی کی ہے نائب کی نہیں تو مسلم اور ذمی کی نیابت میں دونوں برابر ہیں گے اور [illegible] اختیار ہے خواہ
کے دینے کے وقت نیت کرے یا جب نائب محتاج کو دینے لگا اسوقت نیت کرے یا درمیان میں اسی عبادت کے نیت کرے کذا فی الفتح والطحطاوی
والنہر والبدنیۃ کصلوۃ وصوم لا تقبلہا مطلقاً اور عبادت بدنی جیسے نماز اور روزہ اور اعتکاف اور قراۃ قرآن اور اذکار نیابت کو نہیں
قبول کرتی ہر طرح سے نہ قدرت میں نہ عجز میں اسواسطے کہ عبادات بدنیہ میں غرض اصلی یہ ہے کہ افعال مذکورہ سے روح اور بدن پر محنت اور مشقت پہنچے
تاکہ روح کو صفائی اور قرب الٰہی حاصل ہو تو یہ امر حاصل نہیں ہو سکتا نائب کے فعل سے جب تک کہ خود نہ کرے لہذا ان میں مطلقاً نیابت جائز نہ ہوگی نہ قدرت
میں نہ عجز میں اور یہی مطلب ہے اس حدیث کا کہ لا یصوم احد عن احد ولا یصلی احد عن احد اخرجہ النسائی عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ یعنی کوئی
روزہ نہ رکھے کسی کی طرف سے اور نماز نہ پڑھے کوئی کسی کی طرف سے یعنی نیابت صوم و صلوۃ سے فرض ساقط نہیں ہوتا غیر سے ہاں نفل کا ثواب
منتقل ہو جاتا ہے چنانچہ اس حدیث میں صحیح ہے کہ اولاد اپنے والدین کے واسطے نماز پڑھے اور روزہ رکھے والمرکبۃ منہما کحج الفرض تقبل النیابۃ عند العجز
فقط اور جو عبادت کہ مال اور بدن سے مرکب ہے جیسے فرض حج سو نیابت کو قبول کرتی ہے عاجز ہونے کے وقت فقط ہر چند کہ حج کی حقیقت میں مال کو
دخل نہیں اسواسطے کہ حج عبارت ہے وقوف اور طواف سے لیکن چونکہ یہ امر بدون زاد اور راحلہ کے حاصل نہیں ہوتا تو گویا مال حج کا جز ہو گیا کذا فی الطحطاوی پس عجز
کے وقت نیابت جائز ہوئی مال کی جہت سے اور قدرت میں نیابت جائز نہ ہوئی بدن کی جہت سے کذا فی النہر لکن بشرط دوام العجز الی الموت لانہ فرض
العمر حتی تلزم الاعادۃ بزوال العذر یعنی عاجزی میں نیابت حج کی جائز ہے بشرطیکہ موت تک عجز ہمیشہ باقی رہے اور اگر عجز دائمی نہیں تو نیابت صحیح نہیں اسواسطے کہ حج تمام
عمر میں ایکبار فرض ہے یہاں تک کہ اعادہ لازم ہے زوال عذر سے یعنی ایک شخص حج کرنے سے عاجز ہے سو کسی کو اپنا مال دیکر نائب سے اپنے واسطے حج کروایا پھر بعد اسکے
عاجزی کا عذر جاتا رہا تو اسپر واجب ہے کہ خود دوسرا حج کرے اسواسطے کہ موت تک عجز دائم نہ رہا وبشرط نیتہ الحج عنہ ای عن الآمر فیقول احرمت عن فلان ولبیت عن
فلان ولو نسی اسمہ فنوی عن الآمر صح وتکفی نیۃ القلب اور اس شرط سے نیابت جائز ہے کہ نائب اپنے منیب یعنی آمر کیطرف سے حج کرے سو یوں کہے احرام کے وقت کہ میں نے
احرام باندھا فلانے شخص کی طرف سے اور میں نے لبیک کہا فلانے کی طرف سے اور اگر منیب کا نام بھول جاوے اور امر کرنیوالے کی طرف سے نیت کرے تو صحیح ہے اور دل کی نیت کافی ہے تو زبان سے
بالفظ ضرور نہیں ہے ای اشتراط دوام العجز الی الموت اذا کان العجز کالحبس والمرض یرجی زوالہ ای یمکن وان لم یمکن کذلک کالعمی والزمانۃ سقط الفرض بحج الغیر عنہ فلا اعادۃ
مطلقاً سواء استمر بہ ذلک العذر ام لا یعنی شرط ہونا دوام عجز کا موت تک اسوقت ہے کہ عجز مانند قید اور بیماری کے زوال پذیر ہو اور اگر ایسی نہو یعنی ایسا عجز ہو کہ
زوال کی امید نہو جیسے اندھا ہونا اور لولا ہونا تو اسکی طرف سے غیر کے حج کرنے سے فرض ساقط ہو جاویگا اور کسی حالت میں اعادہ حج کا مطلقاً لازم نہیں خواہ یہ عذر دائم رہا یا زائل ہو گیا
چار سبب یا نہ رہے اسواسطے کہ عجز لازمی بجائے موت ہے کذا فی النہر [illegible] وغیرہ متون میں حج فرض والے کا کچھ فرق مذکور نہیں لیکن [illegible]
فتاوی قاضیخان اور مبسوط سے نقل کی اور کہا ہے کہ یہی حق ہے واللہ اعلم کذا فی الفتح والحج عنہ صحیح [illegible] اور اگر ایک شخص نے حج کروایا اپنی طرف

حالت صحت میں پھر وہ ایسا فراغت ہو سے نہ پایا کہ حج سے عاجز ہو گیا اور ہمیشہ عاجز بنا رہا سو شاید تو وہ حج ساقط فرض ہی کافی ہوگا بسبب پائے جانے شرط کے
یعنی نائب نے حج کرنے کے وقت منیب عاجز تھا تو حج نفل کا ثواب نائب کو حاصل ہوگا کذا فی الطحطاوی وشرط الآمر بہ ای بالحج عنہ فلا یجوز حج الغیر بغیر اذنہ الا اذا
حج او احج الوارث عنہ بمورثہ لوجود الامر دلالۃ و جاز ہو تو ہوا پس شرط یہ کہ آمر کرے منیب نائب کو اپنی طرف سے فرض پر حج کرنے کا تو جائز نہیں حج فرزند کا
باپ کے واسطے بدون اجازت باپ کے مگر جبکہ وارث خود حج کرے یا غیر سے حج کراوے مورث کی طرف سے تو البتہ جائز ہے بسبب پائے جانے امر مورث کے بنا بر دلالت حال کے
یعنی جب وارث مورث کے مال پر متصرف ہوا تو گویا مورث نے اس سے کہا کہ میرے واسطے فرض ادا کر کذا فی الطحطاوی وفیہ من جملۃ شرائط النفقۃ من مال الآمر کلہا او اکثرہا و حج
المامور بہ نفسہ وتعیینہ ان عینہ فلو قال یحج عنی فلان لا غیرہ لم یجز حجہ غیرہ ولو لم یقل لا غیرہ جاز اور شرائط نیابت حج سے باقی رہا نفقہ یعنی شرط ہے کہ کل
نفقہ نائب کا منیب کے ہاتھ سے ہو یا اکثر نفقہ اسکے مال سے ہو اگر نائب نے منیب کا مال نہ لیا اپنا مال سے حج کرے بطور احسان کے تو منیب کی طرف سے حج نہ ادا ہوگا کذا
فی الفتاوی الکبریٰ یعنی البدائع اور حج کرنا مامور کا بذات خود اور اسکا متعین ہونا شرط ہے اگر آمر نے اسکو متعین کر دیا ہو سو اگر آمر نے یوں کہا ہو کہ مثلاً زید میری طرف سے حج کرے نہ غیر
تو غیر زید کا حج کرنا جائز نہیں اور اگر غیر کی نفی نہ کی ہو تو غیر زید کا حج کرنا جائز ہے واوصلہا فی اللباب الی عشرین شرطا منہا عدم اشتراط الاجرۃ فلو استاجر رجلا بان
قال استاجرتک علی ان تحج عنی بکذا لم یجز حجہ والحاصل ان یقول امرتک ان تحج عنی بلا ذکر اجارۃ لباب المناسک میں شرائط نیابت کو بیس تک پہونچایا ہے انہیں سے ایک
شرط یہ ہے کہ نیابت میں اجرت مشروط نہو تو اگر اجارہ ٹھیرایا ایک مرد سے اس طرح پر کہ اس سے کہا کہ میں نے تجھے نوکر کیا اپنی طرف سے حج کرنے کا اتنے مال کے عوض
تو اسکا حج جائز نہیں بلکہ یوں کہے کہ میں نے تجھکو امر کیا اپنی طرف سے حج کرنے کا بلا ذکر اجارہ ہم شارح کہتا ہوں کہ مقتضی ہوا کہ اجیر کو اجرت نہ ملے اور حج اجیر کا ہو نہ مستاجر کا
اور خانیہ میں تصریح ہے کہ ظاہر الروایت میں حج مستاجر کے واسطے واقع ہوگا اور اجیر کو اجر مثل ملیگی تو عبارت خانیہ کا مقتضی ہے کہ اجارہ فاسد ہے کذا فی حاشیۃ الطحطاوی
ولو انفق من مال نفسہ او خلط النفقۃ بمالہ وانفق کلہ او اکثرہ جاز وبری من الضمان اور اگر مامور نے کچھ ذاتی مال سے خرچ کیا اور حالانکہ منیب کا نفقہ میں وضع کر لینے کی گنجایش
ہے یا مامور نے منیب کے نفقہ میں اپنا مال ملا دیا اور سب مال خرچ کر ڈالا یا اکثر یعنی بقدر کل مال آمر کے یا اکثر مال آمر کے صرف کیا تو جائز ہے اور مامور ضمانت سے بری ہوگا
کذا فی الطحطاوی وشرط العجز المذکور للحج الفرض لا النفل لاتساع بابہ اور شرط دائمی عاجزی کی جو مذکور ہوئی تو حج فرض کے واسطے ہے نفل حج کے واسطے نہیں اسلئے کہ نفل
میں وسعت ہے تو قادر کو نائب سے حج نفل کروانا صحیح ہے ویقع الحج المفروض عن الآمر علی الظاہر من المذہب وقیل عن المامور نفلا وللآمر ثواب النفقۃ حج نفل
اور حج فرض آمر کی طرف سے واقع ہوتا ہے بنا بر ظاہر مذہب کے اور قول ضعیف یہ ہے کہ مامور کی طرف سے حج نفل واقع ہوتا ہے اور آمر کو نفقہ دینے کا ثواب ہوتا ہے حج
نفل یعنی اور یہ قول اخیر محمد رح کا قول ہے لیکن ثمرہ اختلاف کا کچھ ظاہر نہیں اس واسطے کہ متفق ہیں اس بات پر کہ آمر سے فرض ساقط ہو جاتا ہے اور مامور
سے ساقط نہیں ہوتا کذا فی الشیخ اور ظاہر مذہب کی وہ حدیث دلیل ہے جو صحاح ستہ میں ابن عباس رض سے مروی ہے کہ حجۃ الوداع میں ایک عورت خثعم کی قوم کی آئی اور
کہا یا رسول اللہ صلعم میرے باپ پر حج فرض ہوا اور وہ بہت بوڑھا ہے اسکو طاقت نہیں کہ اونٹ پر ثابت رہ سکے کیا میں اسکی طرف سے حج کروں آنحضرت صلعم نے فرمایا ہاں
اور بخاری اور مسلم میں ابن عباس رض سے مروی ہے کہ ایک مرد نبی صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کے پاس آیا سو اسنے کہا کہ میری بہن نے حج کی نذر مانی تھی سو وہ مر گئی حضرت
صلعم نے فرمایا کہ اگر اسپر قرض ہوتا تو کیا تو ادا کرتا اسنے کہا ہاں میں ادا کرتا فرمایا تو خدا کا قرض ادا کر کہ وہ احق بالقضا ہے کذا فی التیسیر تو اس حدیث سے صاف معلوم ہوا کہ آمر
کی طرف سے حج واقع ہوتا ہے نہ مامور کی طرف سے لکن تشترط اہلیۃ النیابۃ اہلیۃ المامور لصحۃ الافعال ثم فرع علیہ بقولہ فجاز حج الصرورۃ بمہملۃ من لم یحج والمراۃ
والامۃ والعبد وغیرہ کالمراہق وغیرہم مع الکراہۃ لعدم الخلاف لیکن صحت نیابت کے واسطے مشروط ہے اہلیت مامور کی یعنی اسلام اور عقل مامور میں
لازم ہے تاکہ اسکے افعال صحیح ہوں پھر ماتن نے اشتراط اہلیت پر اگلا قول تفریع کر کے کہا تو جائز ہے حج کرنا اسکا جسنے خود حج نہیں کیا اور عورت کا حج جائز ہے اگرچہ وہ
لونڈی ہو اور عبد ماذون وغیرہ کا جیسے مراہق یعنی قریب البلوغ کا حج کرنا جائز ہے اور ان سب کا حج مع کراہت ہے اور نیابت کے واسطے اختلاف نہیں ہے نہ صرورہ بمہملہ مفتوحہ مسکو

کہتے ہیں جسنے ہنوز اپنا حج نہیں کیا کذا فی النہایۃ پس ہر چند نیابت عورت اور غلام اور جسنے کا حج نہیں کیا اور ہر فرقہ کی جائز ہے بسبب اہلیت صحت افعال کے لیکن چونکہ
کراہت سے خالی نہیں اور امام شافعی رح کے بھی مخالف ہے تو انکے سوا اور کسیکو نائب کرنا بہتر ہے جیسا کہ اطلاعی میں مذکور ہے کہ جو غیر کی طرف سے حج کرے تو افضل یہ ہے کہ
کرنے والا عاقل بالغ ہو اور افعال حج اور طریق حج کا عالم ہو اور فرض حج اپنی طرف سے کر چکا ہو کذا فی البحر ولو امر ذمیا او مجنونا لا یصح اور اگر ذمی یا مجنون کو اپنی طرف سے
حج کرنے کو مامور کیا تو صحیح نہیں بسبب عدم اہلیت کے و اذا مرض المامور بالحج فی الطریق لیس له دفع المال الی غیره لیحج ذلک الغیر عن المیت الا اذا
اذن له بذلک بان قیل له وقت الدفع اصنع ما شئت فیجوز له ذلک مرض او لا لانه صار وکیلا مطلقا اور جبکہ حج کا مامور راہ میں بیمار ہو گیا تو
اسکو جائز نہیں غیر کو مال دینا تاکہ وہ شخص غیر میت کی طرف سے حج کرے مگر اس صورت میں جبکہ اسکو غیر کو مال دینے اور حج کرانے کی اجازت دی گئی ہو اس طرح پر
کہ اس سے کہا گیا ہو مال دینے کے وقت کہ جو تیرا جی چاہے سو کر تو اسکو غیر سے حج کرانا جائز ہے خواہ وہ بیمار ہوا یا نہ ہوا کیونکہ اسطرح کا امر کرنے سے وہ وکیل مطلق
ہو گیا خواہ وہ آمر زندہ ہو یا میت کذا فی المحیط و من خرج من المکان الی الحج و مات فی الطریق و اوصی بان یحج عنه انما یحج عنه من بلده اذا فسره بلده و جهه
اما موضع من بلده فلا ایک شخص عاقل بالغ نکلا حج کے واسطے اور راہ میں مر گیا اور وصیت کی کہ اسکی طرف سے حج کرایا جاوے تو وصیت کی جہت سے انما یحج عنه من بلده
بعد وصیت حج کے واسطے حج کرایا جاوے اسکی طرف سے تو ثلث مال سے اگر اتنا مال ہو جس سے حج فرض ہوا اور میت حج کی وصیت کرتا ہو فان فسر المال او المکان فالامر
علیه ما علی ما فسره والا فیحج عنه من بلده قیاسا لا استحسانا پھر اگر میت نے وصیت میں مال یا مکان تفصیل کر دی ہو تو اسی مال سے یا اسی مکان سے
حج کیا جاوے تو اسکی تعمیل ہوگی اور اگر مال یا مکان کو تفصیل نہ کیا ہو تو اسکی طرف سے حج کیا جاوے اسکے شہر سے بنابر قیاس کے نہ بنا بر استحسان
کے تو اسکو یاد رکھنا چاہیے کہ دلیل ظاہر کو قیاس کہتے ہیں اور دلیل خفی کو استحسان کہتے ہیں اور جہاں قیاس اور استحسان جمع ہوں وہاں استحسان مقدم ہوتا ہے لیکن یہ مسئلہ
اس موقع سے ہے جہاں قیاس مقدم ہوا اور استحسان پر لہذا شارع نے اسکا ذکر کیا کہ اسکو یاد رکھنا چاہیے کذا فی المحیط اور قیاس قول امام رح کا اور استحسان قول صاحبین کا
وجہ قیاس کی یہ ہے کہ جس قدر میت نے سفر کیا وہ باطل ہو گیا احکام دنیا کی بابت اگرچہ آخرت کا ثواب قائم ہے اسلئے کہ حدیث میں ثابت ہے کہ جب ابن آدم مر گیا تو اسکا
عمل منقطع ہو گیا اور وصیت کا جاری کرنا بھی دنیا کے احکام سے ہے تو میت کے وطن سے وصیت باقی رہیگی اور جبکہ حج فی الحال ہوا تو سفر میت کا کالعدم ہو گیا اور وجہ استحسان
یہ ہے کہ قرآن مجید میں ثابت ہے کہ جو اپنے گھر سے نکلے اللہ اور رسول صلعم کی طرف ہجرت کرکے اور راہ میں مر گیا تو اسکا ثواب عند اللہ ثابت ہے اور طبرانی اور ابو یعلی اور بیہقی نے
ابو ہریرہ رض سے روایت کی کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو حج کے واسطے نکلا اور مر گیا تو اسکو حج کرنے والے کا ثواب قیامت تک لکھا جاویگا انتہی پس آیت اور
حدیث سے معلوم ہوا کہ سفر اسکا موت سے باطل نہیں ہوا تو وصیت مکان سے جاری ہوگی نہ وطن سے کذا فی الہدایہ و فتح القدیر فلو احج عنه الوصی من غیره لم یصح پھر اگر
میت کی طرف سے وصی نے حج کروایا اپنے سوا غیر سے تو صحیح نہیں الا فی ہو ای یحج من بلده ثلثه وان لم یف فمن حیث یبلغ استحسانا میت کے شہر سے حج کیا جاوے
اگر میت کا ثلث مال اسکو کفایت کرے اور اگر کفایت نہ کرے تو جہاں سے پہنچ سکے وہاں سے حج کیا جاوے بدلیل استحسان مذکور و وصی المیت او وارثه ان یستردا المال من المامور ما لم
یحرم اور میت کے وصی یا اسکے وارث کو جائز ہے مال کا پھیر لینا مامور سے جب تک کہ اسنے احرام نہ باندھا ہو اور بعد احرام کے پھیر لینا جائز نہیں ثم ان کان لخیانة منه فنفقته
الرجوع من ماله والا ففی مال المیت پھر اگر مال کو پھیر لیا مامور کی خیانت کی جہت سے تو پھرنے کا خرچ مامور کے مال سے ہوگا اور اگر پھیر لینا خیانت کے سبب نہیں تو پھرنے کا
خرچ میت کے مال میں ہوگا اوصی بحج فتطوع عنه رجل لم یجز وان امره المیت لانه لم یحصل مقصوده وهو ثواب الانفاق وصیت کی ایک شخص نے حج کرنے کی
اپنی طرف سے پھر ایک مرد نے اسکی طرف سے حج کیا بطور احسان کے اور اسکا مال نہ لیا تو حج کفایت نہ کریگا یعنی میت کے ذمہ سے فرض ساقط نہ ہوگا اگرچہ میت نے حج
کرنیکا امر بھی کیا ہو اسواسطے کہ اسکا مقصود حاصل نہ ہوا یعنی مال خرچ کرنے کا ثواب بخلاف من حج عنه ابنه لیرجع فی الترکة فانه جاز ان لم یقل من مالی وکذا لو احج لا لیرجع
کالدین اذا قضاه من مال نفسه لیکن اگر باپ نے حج کی وصیت کی اور اسکے بیٹے نے اسکی طرف سے حج کیا اپنا مال خرچ کرکے اس نیت سے کہ متروکہ سے

نہ لیگا تو جائز ہو بشرطیکہ باپ نے وصیت میں یوں نہ کہا ہو کہ میرے مال سے حج کیا جاوے اور یہ طریق کا حکم ہے اگر وارث کسی سے حج کروا دے اور جائز
نہیں حج فرزند کا عدم رجوع کی نیت سے جیسا کہ وصیت کے قرض کو اگر وارث ادا کرے اپنے مال سے تو منقول ہے رجوع کر لینا درست ہے لیکن فرض ادا کرنا بلا امر میت عدم ... کی
جائز ہو بخلاف حج کے اسواسطے کہ عاجز کی طرف سے حج کرنا بدون اسکے امر کے جائز نہیں اور فرض ادا کرنا بلا امر بھی جائز ہے کذا فی المنح عن التجنیس ومن حج عن آمرین
امرہ وقع عنہ وضمن مالہما لانہ خالفہما ولا یقدر علی جعلہا عن احدہما لعدم الاولویۃ اور جسنے حج کیا دو امر کرنے والوں کے واسطے یعنی ایک حج میں دو
شخصوں کو شریک کیا تو وہ حج مامور کی طرف سے نفل واقع ہوگا اور اگر انکا مال خرچ کیا ہو تو دونوں کے مال کی ضمانت دیگا اسواسطے کہ انکی مخالفت کی کہ ہر ایک کو پورا
حج مقصود تھا اور مامور قادر نہیں کہ حج کو ایک کے واسطے ٹھہراوے بسبب عدم ترجیح کے وشمل ما صحّحا التعیین او التعیین بعد الاحرام اور اسکی صورت یہ ہے کہ تعیین صحیح ہوا اگر احرام
مطلق کیا یعنی امر کا ذکر نہ کیا ہو احرام کے وقت ... ولو ابہم فان عین احدہما قبل الطواف والوقوف جاز اور اگر امر کو مبہم ذکر کیا یعنی یوں کہا
کہ میں لبیک کہتا ہوں ایک امر کی طرف سے پھر بعد اسکے اگر وہ ایک کو معین کر لیگا قبل طواف اور وقوف کے تو جائز ہے طرفین کے نزدیک کذا فی البحر ...
بخلاف مالو اہل بحج عن ابویہ او غیرہما من الاجانب حال کونہ متبرعا فعین بعد ذلک جاز لانہ متبرع بالثواب فلہ جعلہ لاحدہما اولہما وفی الحدیث من حج عن
ابویہ فقد قضی عنہ حجتہ وکان لہ فضل عشر حجج وبعث من الابرار بخلاف سابق یہ مسئلہ ہے اگر ایک شخص نے حج کیا اپنے والدین کی طرف سے یا والدین کے سوا اجنبی شخصوں
کے واسطے حج کیا بطور احسان کے یعنی بلا وصیت اور بدون انکے مال کے حج کیا پھر بعد اسکے معین کر لیا ایک کو تو جائز ہے اسواسطے کہ یہ شخص ثواب کا دینے والا ہے ... اور
حج تو فقط فاعل کی طرف سے واقع ہوگا تو اسکو اختیار ہے جسے چاہے ایک کو ثواب دے یا دونوں کو دے اور حدیث میں وارد ہے کہ جو حج کرے اپنے والدین کی طرف سے تو اسنے انکا حج
ادا کیا اور ہوگی اسکے واسطے زیادتی دس حج کی اور یہ شخص قیامت میں نیکوں میں مبعوث ہوگا اور جابر سے روایت ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص اپنے
باپ اور اپنی ماں کی طرف سے حج کرے تو اسنے انکا حج ادا کیا اور اسکے لیے دس حج کی زیادتی ہوگی اور زید بن ارقم سے روایت ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب کرے
اپنے والدین کیطرف سے حج کیا تو قبول ہوگا اسکی طرف سے اور اسکے والدین کی طرف سے اور انکی روحیں خوش ہونگی اور خدا کے نزدیک یہ شخص نیکوکار لکھا جاویگا اور ابن عباس سے روایت ہے کہ رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو اپنے والدین کی طرف سے حج کرے یا انکا قرض ادا کرے تو قیامت کے دن نیکوں کے ساتھ وہ شخص اٹھایا جاویگا ان احادیث ثلثہ کو دارقطنی نے
ذکر کیا ہے یہ باتیں جو شارح نے ذکر کیں نفل حج کا ذکر تھا اور اگر والدین میں سے کسی پر فرض حج ہو اسکی دو صورتیں ہیں کہ حج کی وصیت انہوں نے کی یا نہیں اگر وصیت
کی اور وارث نے اپنے مال سے حج کیا مورث کی طرف سے بطور احسان کے تو مورث کے ذمہ سے حج ساقط نہ ہوگا اور اگر اسنے وصیت نہیں کی حج کی اور وارث اپنی خوشی سے اسکی طرف سے
حج کیا یا غیر سے کروایا تو امام اعظم رح نے کہا کہ اگر خدا نے چاہا تو فرض ساقط ہو جاویگا کذا فی فتح القدیر ودم الاحصار لا غیر علی الآمر فی مالہ ولو میتا قیل من الثلث وقیل من الکل فہم ان
النفقۃ بیت ... ضمن وان بافتہما ... اور احصار کا خون آمر پر واجب ہے اسکے مال میں ... کہ آمر نے مامور کو اسمیں پھانسا تو اسی پر چھوڑانا بھی لازم ہے اگرچہ آمر میت ہو
آمر سے مراد وہ ہے جسکی طرف سے حج کیا جاوے تو اسمیں میت بھی داخل ہے کذا فی المنح بعضوں نے کہا کہ میت کے ثلث مال سے ذبح کرنا چاہیے اور بعضوں نے کہا کہ کل مال سے اور
احصار کے سوا کوئی خون آمر پر لازم نہیں پھر اگر حج فوت ہو گیا مامور کی تقصیر سے یعنی اپنے کسی کام میں ایسا مشغول ہو گیا کہ موسم حج کا گذر گیا تو مال کا ضامن ہوگا اور
اگر آسمانی آفت سے جیسے مرض یا حبس یا سواری کے مرجانے سے یا کرایہ دار کے بھاگ جانے سے حج فوت ہو گیا تو مامور پر ضمان لازم نہیں کذا فی الطحاوی ودم القران
والتمتع والجنایات علی الحاج ان اذن لہ الآمر بالقران والتمتع والا فیصیر مخالفا فیضمن اور قران اور تمتع اور جنایات کا خون حج کرنے والے پر واجب ہے نہ آمر پر
لیکن جب آمر نے مامور کو قران اور تمتع کرنیکا اذن دیا ہو تو آمر پر واجب ہوگا اور اگر قران اور تمتع کا آمر نے اذن نہیں دیا تو قران کرنے سے مامور مخالف ہوا آمر کا تو مامور
ہی ضامن ہوگا وضمن النفقۃ ان جامع قبل وقوفہ فیعید بمال نفسہ وان بعدہ فلا لحصول المقصود اور مامور ضامن ہوگا نفقہ کا اگر اسنے جماع کیا
قبل وقوف عرفات کے اسواسطے کہ حج فاسد ہو گیا تو دوسرے سال مامور حج کو دوبارہ کرے اپنی ذات کے مال سے اور اگر بعد وقوف عرفات کے

فضیلت حج عن الوالدین

۳۸

جانا ہو گیا تو ضمان نہیں کیونکہ اسکا قصور نہیں اسواسطے کہ حج تمام ہو گیا وان مات المامور او سرقت النفقۃ فی الطریق قبل وقوفہ حج من منزل امرہ بثلث ما بقی من ماله ان كان الامر مات حيث يبلغ فان لم تف الثلث فمن حيث يبلغ فان لم يف فلا يحج عنہ

اور اگر مامور راہ میں مر گیا یا اسکا نفقہ چوری گیا اور میں قبل وقوف عرفات کے تو حج کیا جاوے آمر کے وطن سے اسکی تہائی باقی مال سے یعنی باقی متروکہ میت کے ثلث سے اور اگر ثلث باقی کفایت نہ کرے وطن سے تو جس مکان سے پہونچ سکے وہاں سے حج کیا جاوے پھر اگر دوسری بار بھی مامور مر جاوے یا نفقہ چوری جاوے تو اسکے بعد میت کے باقی مال کے ثلث سے حج کیا جاوے اسیطرح تیسری بار اور چوتھی بار حج کرایا جاوے گا یہانتک کہ متروکہ میت سے اتنا باقی نہ رہے جسکا ثلث حج کو کافی ہو اور اگر سب نفقہ حج باقی نہ رہے تو حج کی باطل ہو جاوے گی یہ قول امام اعظم کا ہے اور ابو یوسف کے نزدیک کل مال کے ثلث سے حج کیا جاوے گا باقی متروکہ سے اور محمد کے نزدیک اگر کچھ باقی رہا ہو

بقدر کفایت تو حج کیا جاوے ورنہ نہیں تو وصیت باطل ہوگی فتح القدیر والنہر وظاہرہ ان المعتبر فی ذلک المامور فلیراجع شامی کہتا ہے کہ ظاہر قول ماتن یعنی

الثلث الباقی سے حج کرانا امر پر دلالت کرتا ہے کہ مامور کے مرنے سے حج کا حکم باطل نہیں ہوا اسکی تصحیح کرنی چاہیے فقہ میں نہیں پایا گیا مگر یہ ہے کہ فتح القدیر میں ہے کہ کتب فقہ کی عبارت نہیں ہے اور یہ کہ امر کا مامور کو حج پر لینا جائز ہے لیکن امام محمد سے روایت ہے کہ امر اگر مامور کو واسطے حج کے مقرر کرے اور اسکو علم ہو تو فلا فالمامور استحسانا لیکن اگر مامور اسی سال میں حج کا ارادہ کرے تو آمر کے وطن سے حج کیا جاوے اور اسی جگہ سے جہاں مامور مرا ہے اور یہ قول صاحبین کا استحسان ہے اور قول امام کا قیاس ہے

لیکن یہاں استحسان بمقابلہ قیاس کے بہتر ہے چنانچہ فتح القدیر میں ذکر ہو چکا فرع مسائل متفرقہ شامی کہتا ہے صح الاقراب بالقران اور صحیح ہوا امر بالتاخیر عن السنۃ الاولی وان عین سنۃ الا انہ شرط الی السنۃ الثانیۃ مامور اگر چہ آمر کہے کہ اسی سال حج کرے اور وہ تاخیر کرے تو تعیین سال اول سے تاخیر کرنے سے

اگر چہ آمر نے سال اول کا حج مقرر کر دیا ہو اسواسطے کہ تعیین جلدی کے واسطے ہے نہ تقیید کے لیے اسواسطے کہ سال ایسا ہے کہ اوقات حج کے سال اول

ہو کہ شاید نفقہ باقی نہ رہے کذا فی الظہیریہ والولوالجی والافضل ان یحج وہو الافضل یہ ہے کہ مامور بعد حج کے آمر کے وطن کی طرف پھر آوے اور مکہ میں اقامت نہ کرے تاکہ اسکے

نفقات کا ہو قیاس امر کو بطلے وہ علیہ ردہ الفضل فی الفتح اور فاضل رد کرنا مامور پر واجب ہے بالکل الا ان یکون متبرعا فالمشروطہ الفضل من النفقۃ اور واجب ہے مامور پر کہ جو خرچ

آنے جانے سے زیادہ بچے اسکو پھیر دے وارثوں یا وصی کو اور اگر مامور نے فاضل مال کی اپنے واسطے شرط کر لی ہو تو یہ شرط باطل ہو گی اسیطرح فاضل مال کا پھیر دینا واسطے

نہیں کہ مامور کو اپنی طرف سے فاضل مال لینے کا اختیار ہے مگر بیٹے کو وکیل کر دیا ہو یعنی یوں کہا ہو کہ جو فاضل مال بچے اسکے ہبہ کا میں تجھکو وکیل کیا تو اس مال کو اپنی ذات

کے واسطے قبضہ کر لیوے کذا فی الفتح یا میت نے مال زیادہ کی وصیت کی ہو شخص معین کے واسطے اور شخص معین خواہ مامور ہو یا غیر اسکا کذا فی البحر یا وارث فاضل مال کو اپنی

خوشی سے مامور کو دیدیں پھیر دینا اسواسطے لازم ہوا کہ نفقہ مامور کا مملوک نہیں ہو گیا ہے حج کروانے سے آنے جانے میں فقط ضروریات کے صرف کرنے میں اسکو اختیار ہو بلکہ وہ

مال میت کا مملوک ہے اسواسطے کہ اگر مامور ہلاک ہو جاتا تو پورا اجارہ ہالک ہوتا الا انکا ملا مات پر اجارہ جائز نہیں کذا فی فتح القدیر پس اگر مامور کرا پہنچے ساتھ کسیکو کھانا او

حمام کی اجرت دینا اور حجام کو اجرت دینا اور کپڑا دھلانے کا تیل مال لینا اور مامور کو اجرت دینا اور خرید کرنا اصل طعام کا جائز نہیں الا باجازت میت یا ورثہ کذا فی النہر والفتح ولوارثہ الترک

لیسترد المال من المامور مالم یحرم او بیت کے وارث کو جائز ہو کہ مال پھیر لیوے جب تک کہ اس نے احرام نہ باندھا ہو کذا ان احرم وقد دفع الیہ لیحج عنہ بلا وصیۃ

فاحرم ثم مات الامر اور اسیطرح اگر احرام باندھا اور حالانکہ اسکو مال بغیر وصیت کی طرف سے حج کرنے کو بلا وصیت پھر احرام باندھا ہے پھر آمر مر گیا تو اسکے وارثوں کو

مال لینا بعد احرام کے بھی درست ہے لکونہ الی الحج بنفسہ الا ان یامرہ بالدفع اور یکون لہ اور یہاں الحجر اولہ بقیۃ اور وصی کو جائز ہو کہ وصیت کی طرف سے حج کرے مگر اس

صورت میں اسکو حج کرنا جائز نہیں کہ میت نے اسکو حکم کیا ہو مال دینے کا یعنی یوں کہا ہو کہ اسقدر مال دینا اسکو جو میری طرف سے حج کرے کذا فی الفتح یا وہ وارث

اور باقی وارث اسکو حج کرنے کو جائز کریں تو بھی اسکو بنات خود حج کرنا جائز نہیں اور فان امر المعتبر و کذا بہ ولیس فی الا ان یکون امرا ظاہرا اور اگر مامور نے کہا کہ میں نے حج

کر لیا ہے اور گواہوں سے عذر ہے اور وارثوں نے اسکی تکذیب کی تو اسکی تصدیق نہ کی جاوے گی اور اگر مال حج کیا ہے تو اسکو دینا پڑیگا مگر یہ کہ کوئی ظاہر امر

اسکا صدقہ کا شمار ہو جانا اور ہمارے صاحبوں کا قافلہ لٹا ہو یا دشت تک بیٹھ کی جھڑی لگ گئی تو البتہ اسکی تصدیق ہوگی کذا فی الطحطاوی ولو قال حججت العام
صدقہ یمینہ اذا کان مدیون البینۃ وقد امر بالاتفاق اور اگر مامور نے کہا کہ میں حج کر چکا ہوں میت کی طرف سے اور وارثوں نے اسکی تکذیب کی
تو مامور کی تصدیق کیجاویگی قسم کے ساتھ اگر اسوقت تصدیق نہوگی جبکہ مامور قرضدار ہو میت کا اور اسکو قرض میں سے راہ خرچ کرنیکا امر ہوا ہو ولا تقبل
بینتہم انہ کان یوم النحر بالبلد الا اذا برہنوا علی اقرارہ انہ لم یحج اور مقبول نہونگے وارثوں کے گواہ اس بات پر کہ مامور یوم النحر کو اس شہر میں تھا کیونکہ
نفی پر گواہی مقبول نہیں اسواسطے کہ مقصود اس قول سے وارثوں کو یہ ہے کہ حج کی نفی ہو جاوے اگرچہ وہ قول ظاہر میں اثبات ہے لیکن مراد نفی ہے مگر جب وارث
گواہ گذارین مامور کے اس اقرار پر کہ میں نے حج نہیں کیا تو البتہ گواہی مقبول ہوگی اسواسطے کہ تلفظ کرنا مامور کا اس لفظ کو اثبات ہے نفی کذا فی الطحطاوی

باب الہدی

ہو فی اللغۃ والشرع ما یہدی الی الحرم من النعم لیتقرب بہ فیہ یہ باب ہدی کے حکم میں ہے لغت اور شرع میں اسکو کہتے ہیں جو حرم شریف میں بھیجا جاوے حلال جانور کا
تحفہ گذرانا جاوے تاکہ اسکے ذبح کرنے سے حرم میں حق تعالی کا قرب اور رضامندی حاصل ہو اونا دشاۃ ہدی کا ادنی درجہ ایک بکری ہے دیوان ابن شتر کتب کے مانند
اوسطہ بقر واعلاہ ابل اور ہدی کی اعلی قسم پانچ برس کا اونٹ ہے اور اوسط قسم دو برس کی گائے بیل ہے اور ادنی قسم ایک برس کی بھیڑ بکری ہے ولا تعریف
بل ینبغی فی دم الشکر اور واجب نہیں ہدی کو عرفات میں لیجانا یا پٹہ گردن میں ڈالنا یا کوہان کی کھال چیرکر مشہور کرنا بلکہ شکر کے خون میں اظہار مستحب ہے یعنی قران اور
تمتع اور نفل کے ہدی میں اظہار بہتر ہے اور جنایات کے ہدی میں چھپانا مناسب ہے جیسے قضا کی نماز کو چھپانا افضل ہے کذا فی المنح ولا یجوز فی الہدایا الا ما جاز فی الضحایا
کما یجی فصح اشتراک ستۃ فی بدنۃ شریت لقربۃ وان اختلفت اجناسہا اور جائز نہیں ہدی میں مگر جو جانور کہ صحیح سالم جائز ہے قربانیوں میں چنانچہ اسکی تفصیل
کتاب الاضحیہ میں آویگی تو صحیح ہے شریک کر لینا ایک شخص کا چھ شخصوں کو اس اونٹ اور گائے میں جو بہ نیت قربت کے خرید ہوئی ہو اگرچہ جنس ان سب کے تقرب کی مختلف ہوں
چنانچہ قران اور تمتع اور احصار اور جزا صید وغیرہ لیکن قربت کا سب کا متحد ہونا شرط نہیں ہے کذا فی المنح ویجوز الشاۃ فی الحج فی کل شیء الا فی طواف الرکن
جنبا او حائضا او وطئ بعد الوقوف قبل الحلق کما مر اور جائز ہے بھیڑ بکری کا ذبح کرنا حج کی ہر چیز میں مگر طواف الزیارۃ کو جنابت یا حیض یا نفاس کی حالت میں کرنے سے
اور بعد وقوف عرفات قبل حلق کے وطی کرنے میں بھیڑ بکری کافی نہیں بلکہ اونٹ یا گائے کا ذبح کرنا ہے واجب ہے چنانچہ باب الجنایات میں مذکور ہو چکا ویجوز الاکل بل ندب
کالاضحیۃ من ہدی التطوع اذا بلغ الحرم والمتعۃ والقران فقط ولکل من غیرہا ضمن ما اکل اور جائز ہے کھانا ہدی کا بلکہ قربانی کی مانند مستحب ہے کھانا نفل
کے ہدی کا جبکہ وہ حرم تک پہنچ جاوے اور تمتع اور قران کے ہدی کو کھانا جائز ہے فقط اور سوائے نفل اور تمتع اور قران کے اور ہدی کو اگر کھا لیگا تو اوتنی قیمت کا
دینا لازم ہوگا اگر نفل کے ہدی کو قبل حرم کے پہنچنے کے ذبح کیا تو اسکا کھانا جائز نہیں کیونکہ وہ صدقہ ہے ہدی نہیں تو اسکا کھانا بھی جائز نہیں کذا فی المنح وتعین یوم النحر
ای وقتہ وہو الایام الثلاثۃ لذبح المتعۃ والقران فقط فلم یجز قبلہ بل بعدہ وعلیہ دم اور فقط تمتع اور قران کے ہدی کو ذبح کرنے کے واسطے یوم النحر متعین ہے
نفط یوم کا بیان یعنی مطلق وقت ہے تو جمیع اوقات نحر کو شامل ہوگا اور وہ تین دن ہیں یعنی دسویں گیارھویں بارھویں تو تمتع اور قران کے ہدی کو ذبح کرنا قبل
یوم النحر کے بالاجماع جائز نہیں بلکہ بعد بارھویں کے البتہ کافی ہے لیکن ترک واجب ہوا کہ ایام نحر سے تاخیر ہوئی لہذا اسپر دوسرا خون واجب ہوا امام رح کے نزدیک
نہ صاحبین کے نزدیک اور سوا تمتع اور قران کے جنایات اور نذر اور احصار اور نفل کے ہدی کا ذبح کرنا ایام نحر میں مخصوص نہیں کذا فی الطحطاوی وتعین الحرم لا منی
للکل والفقیر لکنہ افضل اور سب قسم کے ہدی کے ذبح کرنے کے واسطے حرم متعین ہے منا کی کچھ خصوصیت نہیں اقوال صحیح اور تصدق ہدی کے گوشت کا حرم کے محتاج کے واسطے
مخصوص نہیں بنابر وجوب کے لیکن حرم کا محتاج افضل ہے غیر سے و یتصدق بجلالہ وخطامہ اور زمام اور ہدی کی جھول اور نکیل کو خیرات کر دے کہ صحاح ستہ
علی مرتضی سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم نے مجکو حکم کیا اونٹوں کے گوشت اور جھولوں اور کھالوں کے تصدق کرنے کا محتاجوں

اور فرمایا کہ قصاب کی مزدوری اس میں سے نہ دیجیو کذا فی الفتح ولم یعط اجر الجزار ای الذابح منه فان اعطاہ ضمن اما لو تصدق علیه جاز اور قصاب کی مزدوری ہدی کے غیر کی قیمت سے نہ دیجاوے سو اگر دیگا تو ضمان دینا لازم آویگا لیکن اگر بطریق خود صدقہ دے نہ بطور اجرت تو جائز ہے ولا یرکبه مطلقا بلا ضرورة اور نہ سوار ہو ہدی پر بلا ضرورت صحیحین میں ابوہریرہ رض سے روایت ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو فرمایا کہ سوار ہو لے ہدی پر تو مراد اس حدیث سے یہ ہے کہ اس شخص کو حاجت ہوگی سواری کی اسواسطے کہ صحیح مسلم میں جابر رض سے روایت ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سوار ہو ہدی پر دستور کے موافق جب تو لاچار ہو جاوے تو معلوم ہوا کہ بلا ضرورت چڑھنا جائز نہیں کذا فی فتح القدیر فان اضطر الی الرکوب ضمن ما نقص برکوبه وحمل متاعه وتصدق به علی الفقراء شرنبلالیه فان اطعم منه غنیا ضمن قیمته بدرر پھر اگر مضطر ہو سواری کی طرف تو ضمان دے بقدر نقصان ہوا ہے ہدی میں سوار ہونے اور اسباب لادنے سے اور ضمان نقصان کو فقیروں پر خیرات کرے کذا فی الشرنبلالیه سو اگر ضمان میں سے مالدار کو کھانے دیگا تو جتنا مالدار کو دیا اسکی قیمت کا ضمان دینا لازم ہوگا کذا فی الدرر ولا یحلبه وینضح ضرعه بالماء البارد لو الذبح قریبا والا حلبه وتصدق به اور ہدی کا دودھ نہ دوہے اور اسکے تھن کو ٹھنڈے پانی کا چھینٹا مارے تاکہ دودھ کا اترنا بند ہوجاوے بشرطیکہ ذبح کرنیکا امکان قریب ہو اور اگر دور ہو تو دودھ کو دوہ لے تاکہ جانور کو تھنوں سے تکلیف نہو اور دودھ کو خیرات کرے ولو عطب الواجب او تعیب بما یمنع الاضحیة وضع غیرہ مقامه وصنع بالمعیب ما شاء اور قائم کرے دوسری ہدی عوض اس ہدی کے جو ہلاک ہوگئی یا ایسا عیب ہوگیا جو قربانی کا مانع ہو یعنی لنگڑی ہوگئی یا اندھی اور جب بدلا دیا تو معیب کا اختیار ہے جو چاہے سو کرے چاہے بیچ کر کھا جاوے ولو کان نفلا عطب نحرہ وصبغ قلادته بدمه وضرب به صفحة سنامه لیعلم انه هدی الفقراء ولا یطعم منه غنیا لعدم بلوغه محله اور اگر نفل کی ہدی میں عیب ہوگیا یا قریب الہلاک ہو تو اسکو نحر کرے اور اسکا پٹہ اسکے خون میں رنگین کرے اور اسکے کوہان کی ایک جانب پر رکھ دے اس فعل سے غرض یہ ہے تاکہ معلوم ہو کہ یہ ہدی محتاجوں کے واسطے ہے اور اس میں غنی کو نہ دے کھانے کو واسطے اسکے کہ وہ ہنوز حرم کو نہیں پہونچی کہ مالداروں کو اسکا کھانا جائز ہوتا صحیح مسلم اور مسند احمد میں قبیصہ سے مروی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم میرے ساتھ ہدی کو بھیجا کرتے تھے اور فرماتے تھے کہ اگر ہدی ہلاک ہونے لگے تو اسکو نحر کرنا اور نعل کو اسکے خون میں ڈبونا اور اسکے ایک جانب کو رنگ دینا اور تو نہ کھانا اور نہ کوئی تیرا ساتھی کھاوے کذا فی العینی شرح الکنز ویقلد بدنة التطوع ومنه النذر والمتعة والقران فقط لان اشهار بالعبادة الیق والستر بغیرہا احق اور فقط نفل اور تمتع اور قران کے اونٹ یا گائے کی گردن میں پٹا ڈالنا چاہیے اور نفل میں نذر کی ہدی بھی داخل ہے اسواسطے کہ شہرت دینا عبادت کے ساتھ لائق تر ہے اور غیر عبادات میں یعنی جنایات وغیرہ میں چھپانا سزاوار تر ہے شهدوا بعد الوقوف بوقوفهم بعد وقته لا تقبل شهادتهم والوقوف صحیح استحسانا حتی الشهود للحرج الشدید گواہوں نے گواہی دی بعد وقوف عرفات کے اس امر کی کہ حاجیوں کا وقوف بعد اسکے وقت کے ہوا یعنی عرفہ کے دن نہوا بلکہ دسویں تاریخ واقع ہوا تو انکی گواہی مقبول نہوگی اور وقوف حاجیوں کا صحیح ہے بنابر استحسان کے یہاں تک کہ گواہوں کا وقوف بھی صحیح ہے بسبب حرج شدید کے یعنی اس قسم کا اشتباہ اکثر ہوجاتا ہے کہ اس سے بچنا ممکن نہیں تو اگر جواز اور صحت کا حکم نہ دیا جاوے بعد اجتہاد اور کوشش کرنے کے تو سخت حرج پیش آوے اور حالانکہ شارع مطلق نے دین میں سے حرج کو نفی کر ڈالا ہے قال اللہ تعالی (وما جعل علیکم فی الدین من حرج) اور اسیطرف اشارہ ہے اس حدیث میں کہ حضرت صلعم نے فرمایا تمہارا صوم اس دن ہے جسمیں تم روزہ رکھتے ہو اور روزہ کھولنے کا وہی دن ہے جسمیں تم روزہ کھولتے ہو اور عرفہ تمہارا وہی دن ہے جسدن تم عرفات میں ہوگے ہوا اور قربانی کا دن وہ ہے جسدن تم قربانی کرتے ہو یعنی وقوف عرفات کا وقت عند اللہ وہی دن ہے جسکو اہل اسلام اپنے اجتہاد اور رائے سے عرفہ کا دن جانتے ہیں اور اسمیں وقوف کرتے ہیں اور جب اس گواہی پر عدم صحت مترتب نہوگی تو اسکی سماعت میں کچھ فائدہ نہیں تو حاکم کو لازم ہے کہ اسکو نہ سنے اسواسطے کہ حاکم کی سماعت مشہور ہوجاویگی تمام اہل موقف میں تو قیل و قال زیادہ ہوگا اور فتنہ برانگیختہ ہوگا اور قلوب مسلمین کے تشکیک واقع ہونے سے کہ حج صحیح ہوا یا نہیں ہوا سخت کدورت ہوگی اگرچہ مرحلے اور مشقت سے قطع منازل بعیدہ کر کے اور رنج و خطر اٹھا کر وہاں پہونچے ہیں لہذا چاہیے کہ گواہ گواہی کے واسطے آویں تو حاکم انسے کہے کہ تم ہٹ جاؤ ہم تمہاری گواہی نہیں سنینگے

لوگوں کا حج پورا ہو گیا کذا فی فتح القدیر وقبلت الشہادۃ قبلہ ای قبل الوقت ان امکن التدارک لیلا مع اکثرہم والا لا اور قبل وقوف عرفات کے گواہی مقبول ہوگی یعنی
اگر گواہوں نے گواہی دی کہ یوم الترویہ یعنی آٹھویں تاریخ ہے لوگوں نے عرفات کا وقوف کیا تو حاکم انکی گواہی قبول کرے بشرطیکہ تدارک وقوف عرفات کا ممکن ہو رات کو
اکثر لوگوں کے ساتھ اور اگر تدارک نہ ہو سکے تو گواہی مقبول نہیں ہے اگر آٹھویں تاریخ گواہوں نے گواہی دی کہ یہ دن عرفہ کا ہے تو غور کرنا چاہیے اگر امام کو لوگوں کے ساتھ یا
اکثر لوگوں کے ساتھ وقوف عرفات ممکن ہو تو گواہی مقبول ہوگی قیاساً ہے اور استحساناً ہے کیونکہ وقوف عرفات کی نوبت قدرت حاصل ہو تو اگر اس دن دن کے
وقوف نہ ہوگا تو انکا حج فوت ہوگا اور اگر رات کو امام کل یا اکثر لوگوں کے ساتھ وقوف کر سکے تو بھی گواہی مقبول ہوگی لیکن استحسان ہے قیاس میں اور اگر رات کو بھی
اکثر لوگوں کے ساتھ وقوف نہ ہو سکے تو گواہی مقبول نہ ہوگی اور امام انکو حکم کرے کہ دوسرے دن [illegible] وقوف کریں کذا فی الفتح ولو رمی فی الیوم الثانی
الجمرۃ الثالثۃ والوسطی والاولی ثم رمی الاولی فقط اعاد الاخریین بالترتیب [illegible] فان قضی الاولی جاز لسقوط الترتیب [illegible]
ذی الحج کی گیارھویں یا بارھویں تاریخ جمرہ ثالثہ اور وسطی کی رمی کی اور جمرہ اولی کی رمی نہ کی تو قضا کرے اگر جمرہ ثالثہ کی ترتیب کی [illegible] ہو اور اگر
فقط جمرہ اولی کی رمی کی قضا کی اور جمرہ ثانیہ اور ثالثہ کی رمی نہ کی تو جائز ہے [illegible] کی ترتیب [illegible] ہو جاتا ہے [illegible]
دوسرے کا تابع نہیں کذا فی الفتح نذر الکعبۃ حجا ماشیا مشی من منزلہ وجوبا فی الاصح حتی یطوف الفرض لانتہاء الارکان نذر کیا عاقل بالغ نے حج کی
پیدل تو پیدل چلے اپنے گھر سے بنا بر قول اصح یہاں تک کہ طواف الزیارۃ سے فراغت کرے [illegible] طواف الزیارۃ تک سب ارکان حج آخر
ہو گئے ولو رکب فی کل او اکثرہ لزمہ دم وفی الاقل بحسابہ اور اگر پیدل حج کا نذر کیا اور تمام راہ یا اکثر راہ سوار ہوگا تو ایک بکری لازم ہوگی اور کمتر راہ کی سواری
میں اسی قدر حصہ تصدق لازم ہوگا یعنی اگر چہارم راہ سوار ہوا تو چہارم حصہ بکری کی قیمت کا تصدق کرے اور اگر نصف راہ سوار ہوا تو نصف قیمت خیرات
کرے ولو نذرہ ماشیا الی المسجد الحرام او مسجد المدینۃ او غیرہا لا شئ علیہ اور اگر نذر کی پیدل چلنے کی مسجد الحرام تک یا مسجد مدینہ تک یا سوا اسکے اور مساجد
کی طرف پیدل جانے کی تو اس پر کچھ واجب نہیں اور ایسے ہی کسی نے حرم اور صفا اور مروہ اور مقام ابراہیم اور کعبہ اور حطیم اور میزاب کی طرف جانے اور بیت المقدس
اور بیت المقدس [illegible] کی طرف جانے کی نذر کی تو لازم نہیں کذا فی البحر [illegible] بالاذن الا ان یحللہا بلا کراہۃ
[illegible] شئ [illegible] قلم [illegible] جائز ہوا ولی ان تحلیل ایک شخص نے خرید کیا محرمہ لونڈی کو اگر چہ احرام باندھا
کہ اذن سے احرام باندھا تو مشتری کو جائز ہے لونڈی کو احرام سے باہر کرنا اسکے بال کتر کر یا ناخن کاٹ کر یا خوشبو لگا کر پھر بعد اس تحلیل کے قربت کرے یہی
اولی ہے بنا بر کہ تحلیل کرنے سے بنا بر تعظیم امر حج اور مشتری کو تحلیل لونڈی کی بلا کراہت جائز ہے کیونکہ مشتری کی طرف سے خلاف وعدگی نہیں آئی کہ اسنے بائع
اذن سے احرام باندھا تھا نہ مشتری کے اذن سے [illegible] بخلاف الفرض ان لم یکن لہا محرم والا [illegible] کالزوجۃ ولو بالاذن اور اسی طرح اگر اپنی ہمزوجہ
اس کو نکاح کیا جو نفل حج کا احرام باندھ چکی تو زوج کو اسکی تحلیل جائز ہے بخلاف فرض حج کے اگر عورت کے ساتھ اسکا کوئی محرم ہو اور اسنے نکاح کیا ہو تو
زوج کو اسکی تحلیل کا اختیار نہیں ہے اور حج کے جانے سے اسکو روک نہیں سکتا [illegible] اور اگر عورت کے ساتھ اسکا محرم نہ ہو تو وہ
محصرہ ہو گئی شرعاً وہ [illegible] بدون محرم [illegible] حج کو نہیں جا سکتی اور زوج بھی اسکے ساتھ سفر میں جا سکتا ہے سبب وہ محصرہ ہوئی اور
زوج اسکی تحلیل چاہے تو وہ حلال نہ ہوگی بدون اسکے [illegible] اور [illegible] تحلیل جائز ہے زوج [illegible] موقوف نہیں کذا فی الفتح والنہر ولو
لامرأتہ فعل لیس لہ الرجوع فیہ لملکہا منافعہا وکذا المکاتبۃ بخلاف الامۃ الا اذا اذن لامتہ [illegible] اور اگر اجازت دی زوج نے اپنی زوجہ کو
نفل حج کی تو اسکو اس میں پھرنا جائز نہیں اسواسطے کہ عورت اپنے منافع کی مالک ہے اور اسی طرح لونڈی مکاتبہ کا حکم ہے بخلاف خالص لونڈی کے
کہ بعد اذن دینے کے بھی مالک کو پھر جانا درست ہو اسواسطے کہ اسکے منافع کا مالک مولی ہے مگر جبکہ مالک نے لونڈی کو اذن دیا ہو حج کا تو

والدین کے زوجہ کو اسکا روکنا جائز نہیں فروع مسائل متفرقہ شارح کے کہ حج الغنی افضل من حج الفقیر یعنی مالدار کا حج افضل ہے محتاج کے حج سے اسواسطے کہ
محتاج پر حج فرض نہیں مگر بعد پہونچنے مکہ کے اور مکہ سے وہاں تک جانا اسپر فرض نہیں بلکہ نفل ہے اور مالدار کو وطن سے فرضیت شروع ہوئی حالانکہ فضیلت
فرض کی افضل ہے فضیلت نفل سے اور اگر دونوں کا نفل حج ہو تو فضیلت نہیں کذا فی الطحطاوی حج الفرض اولی من طاعة الوالدین بخلاف النفل فرض حج
بہتر ہے ماں باپ کی فرمانبرداری سے اسواسطے کہ مخلوق کی طاعت جائز نہیں خالق کی معصیت میں بخلاف نفل حج کے اسواسطے کہ والدین کی طاعت افضل ہے
نفل حج سے علی الخصوص اگر والدین اسکی خدمت کے محتاج ہوں بناء الرباط افضل من حج النفل بنانا خانقاہ اور مسافرخانہ کا افضل ہے نفل حج سے اسواسطے کہ
اسکی منفعت عام ہے اہل اسلام کو اور حج کی منفعت فقط حاجی کو خاص ہے واختلف فی الصدقة ورجح فی البزازیة افضلیة الحج لمشقته فی المال والبدن جمیعا قال وبه
افتی ابو حنیفة حین حج وعرف المشقة اور اختلاف ہے علما میں کہ خیرات افضل ہے یا نفل حج اور فتاوی بزازیہ میں ترجیح دی ہے حج کے افضل ہونے کو اسواسطے
کہ حج میں مال اور بدن دونوں میں مشقت ہوتی ہے اور خیرات میں فقط مال کا صرف ہے نہ بدن کا کہا بزازیہ کے مصنف نے اسی پر فتوی دیا امام ابو حنیفہ نے
جس وقت حج کیا اور اسکی مشقت کو پہچانا اور فتاوی بزازیہ میں پر ایسا بیان ہے کہ امام اعظم پہلے صدقہ کو افضل کہتے تھے نفل حج سے لیکن جب امام نے حج کیا
اور مشقت کو دریافت کیا تو اسکا فتوی دیا کہ حج افضل ہے اور مراد امام کی یہ ہے کہ نفل حج کرے اور ہزار درہم خرچ کرے اگر اس ہزار سے خیرات کرےگا تو وہ افضل ہوگا
یہ مراد نہیں کہ حج بدون خیرات کے افضل ہے فی سبیل اللہ ہزار درہم دینے سے اور حج کا جو مال اور بدن دونوں میں مشقت ہے اس لیے حج افضل ہے خیرات سے نقل ہے مختار میں
انتہی کلامہ ووقفة الجمعة تزید سبعین حجة ویغفر فیها لکل فرد بلا واسطہ جمعہ کے وقوف عرفات کی فضیلت ہے ستر حج سے اور مغفرت ہوتی ہے اس میں ہر شخص کی بلا واسطہ
یعنی جب جمعہ کے دن عرفہ ہو تو اسکی یہ فضیلت ہے اور اسی کو عرف میں حج اکبر کہتے ہیں اور اگر عرفہ جمعہ کے دن نہو تو ہر شخص کی مغفرت بلا واسطہ نہیں بلکہ بعض
مومنین کی مغفرت بواسطہ صالحین کے ہوتی ہے کذا فی الطحطاوی عن البحر ضاق وقت العشاء والوقوف یدع الصلوة ویذهب لعرفة للحج تنگ ہو اگر وقت عشا اور وقوف
عرفات کا وقت تو نماز کو چھوڑدے اور عرفات کو جاوے یعنی دسویں تاریخ ذی الحجہ کی اتنی کم باقی رہی کہ اگر عشا پڑھے تو وقوف عرفات فوت
ہوتا ہے اور اگر وقوف عرفات کرتا ہے تو عشا کا وقت جاتا ہے تو یہاں وقوف عرفات مقدم ہے اسلئے کہ اگر عشا پڑھیگا تو حج دوسرے سال پر موقوف رہیگا پھر معلوم نہیں
جیتا باقی رہے دوسرے سال تک یا مرجاوے پھر نے کا اتفاق ہو یا نہو بخلاف نماز عشا کے کہ اسکا قضا کرنا ہو سکتا ہے الحج یکفر الکبائر قیل نعم کحربی اسلم کیا حج
مٹا دیتا ہے کبیرہ گناہوں کو بعض علما نے کہا کہ ہاں حج کبیرہ گناہوں کو مٹا دیتا ہے اگرچہ مظالم اور حقوق العباد ہوں جیسے کافر حربی کے گناہ اسلام سے جاتے رہتے ہیں
یعنے اگر کافر حربی نے کسیکو قتل کیا ہو یا کسیکا مال چھینکر دار الحرب میں چلا گیا ہو اور پھر وہ مسلمان ہو تو اسپر خون اور مال کا مواخذہ نہیں دلیل اس قول کی صحیح مسلم کی حدیث
ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ البتہ اسلام گرا دیتا ہے اگلے گناہوں کو اور ہجرت گرا دیتی ہے اگلے گناہوں کو اور حج گرا دیتا ہے اگلے گناہوں کو وقیل غیر المتعلقة
بالآدمی کذمی اسلم اور بعضے علما نے کہا کہ حج مٹاتا ہے ان کبیرہ گناہوں کو جو آدمی سے متعلق نہیں یعنی حقوق اللہ معاف ہو جاتے ہیں نہ حقوق العباد جیسا کہ کافر ذمی کے
مسلمان ہونے سے ترک صوم وصلوة کا مواخذہ نہیں لیکن قتل اور غصب کا مواخذہ ہے قال عیاض اجمع اهل السنة ان الکبائر لایکفرها الا التوبة اور قاضی عیاض نے
مالکی نے کہا کہ اہل سنت اور جماعت کا اجماع ہے اس بات پر کہ کبیرہ گناہوں کو سوا توبہ کے کوئی عمل صالح نہیں مٹاتا یعنی جو کبائر کہ متعلق حقوق اللہ ہیں مانند زنا
اور شرب خمر کے بدون توبہ کے معاف نہیں ہوتے کذا فی الطحطاوی ولا قائل بسقوط الدین ولو حقا لله تعالی کدین صلوة وزکوة نعم اثم المطل وتاخیر الصلوة ونحوها
یسقط وهذا معنی التکفیر علی القول به اور کوئی قائل نہیں سقوط دین وواجب الادا کا اگرچہ وہ حق اللہ ہو جیسے صلوة اور زکوة کا دین ہاں یہ البتہ ہے کہ ادا کے دینے
میں دیر لگانے کا گناہ اور تاخیر صلوة اور اسی طرح تاخیر زکوة اور تاخیر حج کا گناہ ساقط ہو جاتا ہے حج کرنے سے اور یہی مطلب ہے کہ کفر سیئات ہونے کا
بموجب اس قول کے جو حج کو واجب الفور کہتے ہیں حاصل خلاصہ یہ ہے کہ مسئلہ تکفیر سیئات کا ظنی ہے نہ قطعی اسواسطے کہ حج میں تکفیر کبائر کی نسبت حقوق اللہ کے

بالیقین ثابت نہیں ہی ہاں سے حقوق العباد مراد اگر حقوق اللہ اور یہ حقوق العباد دونوں کی تکفیر کے قائل ہوے ہیں تو بھی اسکا وہ مطلب نہیں جو اکثر لوگ غلطی سے سمجھتے ہیں کہ
حج سے لوگوں کا قرض وام ساقط ہو جاتا ہی اور اسی طرح صلوٰۃ اور صوم اور زکوٰۃ کی قضا ساقط ہو جاتی ہی بلکہ یہ مطلب ہی کہ ادا ے حقوق کی تاخیر کا گناہ ساقط
ہو جاتا ہی بالجملہ حج میں جو احادیث تکفیر سیئات کی وارد ہیں انکے عموم اور اطلاق کا کوئی قائل نہیں کذا فی المنح شرح الحجر و حدیث ابن ماجہ انہ علیہ الصلوٰۃ والسلام
استجیب بالمغفرۃ فی الدماء والمظالم ضعیف اور یہ حدیث ابن ماجہ کی ضعیف ہی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا مقبول ہوئی یہاں تک کہ خونریزیوں اور مظالم میں بھی ہوئی اور
ابن ماجہ کی عباس بن مرداس سلمی سے یوں ہی کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کی مغفرت کیواسطے عرفات میں دعا کی سو اسکے مظالم کے اور گناہوں کی مغفرت کی
اور ارشاد ہوا کہ میں ظالم کے واسطے مواخذہ کرونگا حضرت صلعم نے عرض کیا کہ اے رب اگر تو چاہے تو مظلوم کو جنت عطا کرے اور ظالم کو بخشدے سو اس دن یہ قبول نہوئی پھر
حضرت صلعم نے صبح کو مزدلفہ میں یہی دعا کی سو جو حضرت صلعم مانگتے تھے اسکی اجابت ہوئی انتہی اور شیخ نے کہا کہ یہ حدیث ضعیف ہی سو اسکا جواب یہ ہی کہ حدیث ضعیف کا راوی کہ مخفی ہو
ساقط الاحتجاج ہی یہ ہر چند یہ حدیث ضعیف ہی لیکن اسکے شواہد احادیث صحیحہ کثرت سے ہیں ازانجملہ چند احادیث مذکور ہوتی ہیں حافظ منذری نے کہا عبد اللہ بن مبارک نے روایت کی
سفیان ثوری سے اور انھوں نے زبیر بن عدی سے اور انھوں نے انس بن مالک رض سے کہا انس نے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم نے عرفات میں وقوف کیا
اور قریب تھا کہ آفتاب ڈوبے سو حضرت صلعم نے فرمایا کہ اے بلال لوگوں کو خاموش کرو سو بلال رض نے کھڑے ہو کر لوگوں کو خاموش کیا پھر فرمایا اے لوگو جبرئیل علیہ السلام
میرے پاس آئے اور میرے رب کا مجھکو سلام پہنچایا اور کہا کہ اللہ عز وجل نے اہل عرفات اور اہل مشعر کو بخشا اور انکے تبعات اپنے ذمہ لئے پس عمر ابن خطاب
کھڑے ہوے اور کہا یا رسول اللہ یہ مغفرت ہم لوگوں کو مخصوص ہی حضرت صلعم نے فرمایا یہ تمہارے واسطے ہی اور جو لوگ تمہارے بعد قیامت تک آئینگے انکے واسطے بھی تو
عمر بن خطاب نے کہا کہ اللہ کی خیر کثیر اور طیب ہی اور امام مالک رح کی موطا میں طلحہ بن عبید اللہ سے روایت ہی کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ کسی دن
عرفہ سے زیادہ تر ذلیل اور خوار اور غصہ ناک شیطان نہیں ہوتا اور اسکا سبب کچھ نہیں مگر یہ کہ دیکھتا ہی کہ نزول رحمت کا اور ذنوب عظام کی مغفرت کا کذافی فتح القدیر اور
صحیح بخاری میں حدیث مرفوع ہی کہ جس نے حج کیا سو عورت کی طرف مائل نہوا اور گناہوں سے بچا اگر گناہوں سے ایسا پاک ہو جاتا ہی جیسے ماں کے پیٹ سے پیدا ہوا فتح الالٰہ
ذکر کیا ہے اس حدیث بخاری کا سوال ہوا کہ اس حدیث میں صغائر اور کبائر کی مغفرت مراد ہی یا فقط صغائر کی جواب دیا کہ ظاہر حدیث سے صغائر اور کبائر دونوں کی
مغفرت معلوم ہوتی ہی اور بعض احادیث میں اسکی تصریح بھی ہی لیکن حقوق العباد کے سوا اور معاصی پر محمول کرنا اقرب بالقبول ہی اور شیخ شہاب الدین رملی شافعی رح سے
اسکا سوال ہوا تو جواب دیا کہ صغائر اور کبائر حتی کہ مظالم کی بھی مغفرت مراد ہی اسواسطے کہ طبرانی اور بزاز اور ابن حبان نے اپنی صحیح میں عبد اللہ بن عمر رض سے
روایت کی ہی کہ رسول خدا صلعم نے فرمایا کہ عرفے کے دن دوپہر ڈھلے حق تعالیٰ فرشتوں سے فرماتا ہی کہ میرے بندے پریشان مو غبار آلودہ ہر طرف سے آئے ہیں
میری رحمت کے امیدوار ہو کر تو اگر انکے گناہ مانند شمار ریگ کے یا مثل قطرات باران یا سمندر کے کف کے برابر ہوں تو البتہ میں بخشونگا او میرے بندو مغفور
ہو کر واپس جاؤ واللہ اعلم کذافی منح الغفار اور ملا رحمت اللہ کی منسک متوسط جسکا لباب المناسک نام ہی اسمیں مذکور ہی کہ حج اگلے صغیرہ گناہوں کو مع حقوق اللہ میں بالاتفاق
قطعاً ہدم کر دیتا ہی اور کبائر متعلقہ حق اللہ اور مطلقاً مظالم میں اختلاف ہی طیبی قائل ہی کہ حج مظالم اور کبائر کو ہدم کرتا ہی لیکن قول معتمد یہ ہی کہ مظالم اور کبائر تحت مشیت حاکم
علی الاطلاق ہیں تمام اہل سنت اور جماعت کے نزدیک چنانچہ شیخ تورپشتی وغیرہ ائمہ کبار نے اسکو مصرح ذکر کیا ہی اور احادیث مغفرت حج میں اور جمہور اہل سنت
کے قول میں کچھ منافات نہیں اسواسطے کہ احادیث مذکورہ وعدہ مغفرت پر محمول ہیں درصورت مشیت حق یا ان لوگوں کی مغفرت مظالم مراد ہی جنکا حج
مقبول ہی چنانچہ روایت میں ثابت ہوا کہ جسکا حج مقبول ہوگا اسکے مظالم معاف ہو جاوینگے اس طرح کہ حق تعالیٰ اہل حقوق کو ایسا کچھ عطا کریگا کہ وہ راضی
ہو جاوینگے واللہ اعلم باب دخول البیت اور اولی یہ ہی کہ اپنے نفس اور غیرہ کے ستمعب ہی داخل ہونا اندر بیت اللہ کے بشرطیکہ اپنی ذات کو یا غیر کو تکلیف نہو جو
میں تکلیف نہو تا قلیل الاجر ہی اور اندر جانے والے کو مستحب ہی کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے مصلے پر نماز پڑھے اور عبد اللہ ابن عمر رض سے جب داخل

ہوتے تھے تو دروازہ کعبہ کو پس پشت ڈالکر سیدھے چلے جاتے تھے یہانتک کہ سامنے کی دیوار سے تین ہاتھ کا فاصلہ رہتا تھا پھر وہاں نماز پڑھتے تھے اور لائق ہے کہ جتنا
ہو سکے ظاہر اور باطن سے وہاں با ادب رہے اور اپنا رخسارہ اس دیوار پر رکھے جدھر حضرت صلعم نے نماز پڑھی ہے اور حق تعالی سے مغفرت مانگے اور حمد الہی بجا لاوے پھر چاروں
کونوں کی طرف آوے اور تہلیل اور تسبیح اور تکبیر کہے اور جو چاہے سو دعا مانگے اور نگاہ کو چھت کی طرف نہ اٹھاوے کہ ادب کے خلاف ہے کذا فی البحر صحیحین میں عبد اللہ بن عمر رض سے روایت
ہے کہ فتح مکہ میں حضرت بیت اللہ میں داخل ہوئے اور اسامہ اور بلال اور عثمان بن ابی طلحہ رض نے اندر سے دروازہ بند کر لیا پھر دیر کے بعد کھولا عبد اللہ بن عمر رض نے کہا میں سب سے
پہلے وہاں پہونچا تو بلال رض کو دروازہ پر پایا پیچھے پوچھا کہ حضرت صلعم نے کہاں نماز پڑھی بلال رض نے کہا دونوں مقدم ستونوں کے اندر اور دوسری روایت یوں ہے کہ اس وقت
بیت اللہ میں چھ ستون تھے سو حضرت صلعم نے تین ستون کو پس پشت کیا اور ایک ستون بائیں طرف اور دو ستونوں کو داہنی طرف کر کے نماز پڑھی اور تاریخ مکہ میں مذکور ہے کہ معاویہ
بن ابی سفیان نے عبد اللہ بن عمر رض سے پوچھا کہ حضرت صلعم نے کہاں نماز پڑھی تھی کہا کہ دیوار سے دو تین ہاتھ فاصلہ کر کے نماز پڑھنا چاہیے کذا فی شرح السعادہ وما یقولہ العوام من
العروۃ الوثقی وہ المسمار الذی فی وسطہا انہ سرۃ الدنیا لا اصل لہ اور یہ جو عوام وہاں کے حلقہ کو عروۃ الوثقی کہتے ہیں اور اس کیل کو جو کعبہ کے درمیان میں ہے ناف دنیا
کہتے ہیں سو بے اصل ہے ولا یجوز شراء استار الکعبۃ من بنی شیبۃ بل من الامام او نائبہ اور جائز نہیں خرید کرنا کعبہ کا غلاف بنی شیبہ سے جنکے پاس کعبہ کی کنجی رہتی ہے بلکہ
بادشاہ یا اسکے نائب سے خرید کرنا جائز ہے مصر میں بالفعل یوں واقع ہوا ہے کہ بادشاہ نے حکم دیا ہے کہ جب غلاف کعبہ کا پرانا ہو جاوے تو پرانا غلاف بنی شیبہ کو دیا جاوے
اور بادشاہ کو اسکا اختیار ہے اور ہمارے علما نے اسواسطے اسکی بیع سے منع کیا تھا کہ وہ بیت المال کا مال ہے اور بیت المال میں بادشاہ کا تصرف ہے پس جب
بادشاہ نے کسی کو دیا تو اس سے خرید کرنا جائز ہے اور یہی قول امام نووی شافعی رح نے شرح مہذب میں پسند کیا ہے اور کہا ہے کہ بادشاہ کو اختیار ہے کہ غلاف کعبہ کا
بیت المال میں صرف کرے خواہ بیع سے خواہ عطا سے اسواسطے کہ ازرقی نے روایت کیا کہ امیر المؤمنین عمر فاروق رضی اللہ عنہ ہر سال غلاف کعبہ کے اتار کر حاجیوں
کو تقسیم کر دیتے تھے اور اگر اس میں تصرف نہ جائز ہو تو بعد مدت دراز تلف ہو جاوے کذا فی حاشیۃ الحمادی ولہ لبسہا ولو جنبا او حائضا اور جو غلاف کو خرید کرے
اسکو پہننا جائز ہے جنابت اور حیض کی حالت میں بھی لا یقتل فی الحرم الا اذا قتل فیہ ولو قتل فی البیت لا یقتل فیہ خون کا بدلا نہ لیا جاوے حرم میں مگر اس وقت بدلا لیا جاوے
جب کسی نے حرم میں خون کیا ہو اور بیت اللہ کے اندر خون کیا تو اسکا قصاص اندر نہ لیا جاویگا اگر کسی نے باہر حرم کے خون کیا اور حرم میں جا چھپا تو اسکا قصاص
حرم میں نہ ہوگا بلکہ خرید و فروخت اس سے موقوف کیا جاوے اور کھانا اسکو نہ دیا جاوے تا کہ وہ مضطر ہو کر حرم سے نکلے جب باہر نکلے تو قصاص لیا جاوے اور اگر جان
نہ مارا بلکہ آنکھ پھوڑ دی یا ہاتھ کاٹا تو اسکا بدلا حرم کے اندر لیا جاویگا یہی قول ہے امام اور صاحبین رح کا اور امام مالک رح اور شافعی رح کے نزدیک حرم میں قصاص لینا
ہر طرح درست ہے اور امام رح کے نزدیک سارق کا ہاتھ حرم میں نہ کاٹا جاوے بخلاف صاحبین کے اور اگر کافر حربی حرم میں داخل ہو تو اس سے تعرض کرنا چاہیے
بلکہ اسکا کھانا اور پانی بند کرنا چاہیے تا کہ نکل بھاگے کذا فی المنح عن مناسک الطرابلسی یکرہ الاستنجاء بماء زمزم لا الاغتسال مکروہ ہے استنجا کرنا زمزم کے پانی سے
اور غسل کرنا مکروہ نہیں اور وضو کرنا بھی جائز ہے اور حرم کی کنکریاں اور مٹی اور اسیطرح بیت اللہ کی مٹی بہ نیت تبرک حل میں لانا جائز ہے بشرطیکہ قدر قلیل ہو اور
تخریب عمارت کا سبب نہو جیسے زمزم کا پانی باہر لیجانا جائز ہے اور زمین حرم کا بیچنا جائز نہیں لیکن عمارت کا اور گھاس کا بیچنا جائز ہے کذا فی المنح لا حرم للمدینۃ عندنا
مدینہ کے واسطے حرم نہیں ہے ہمارے نزدیک یعنی جیسے حرم مکہ میں شکار کرنا اور درخت کا کاٹنا حرام ہے ویسا مدینہ میں حرام نہیں اور اگر مدینہ کا حرم مکہ کے مانند ہوتا
تو بدون احرام باندھے وہاں کا جانا جائز نہوتا حالانکہ حضرت صلعم سے اور اصحاب رض سے احرام باندھنا دخول مدینہ کیواسطے ثابت نہیں باقی تفصیل اس مسئلہ کی
کتب مبسوطہ میں ہے واللہ اعلم ومکۃ افضل منہا علی الراجح الا ما ضم اعضاءہ الشریفۃ صلی اللہ علیہ وسلم فانہ افضل مطلقا حتی من الکعبۃ والعرش والکرسی اور مکہ معظمہ
افضل ہے مدینہ طیبہ سے بقول راجح مگر جسقدر زمین پاک سید کائنات صلعم کے اعضاء شریفہ سے ملی ہوئی ہے قاضی عیاض نے نقل کیا ہے کہ
موضع قبر سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم افضل بقاع ارض ہے بلکہ مطلقا افضل ہے یہانتک کہ کعبہ اور عرش اور کرسی سے بھی افضل ہے

امام اعظم رح اور امام شافعی رح اور امام احمد رح کے نزدیک کعبہ افضل ہو مدینہ سے اور امام مالک رح کے نزدیک مدینہ افضل ہو کذا فی المنح وزیارۃ قبرہ الشریف مندوبۃ بل قیل
واجبۃ لمن لہ سعۃ اور زیارت کرنا قبر شریف مصطفوی کا مستحب ہو بلکہ بعضے علما نے اسکو واجب کہا ہی جسکو مقدور اور یافت ہو ہم انشاء اللہ تعالیٰ عنقریب طریق
زیارت کا تفصیل تمام خاتمہ حج میں ذکر کیا جاویگا واسطے اتمام فائدہ سالکین مشتاقین کے ویبدا بالحج لو فرضا ویخیر لو نفلا ما لم یمر بہ علیہ الصلاۃ والسلام فیبدا
بزیارتہ لا محالۃ ولینو معہ زیارۃ مسجدہ الشریف فقد اجمعوا ان الصلاۃ فیہ خیر من الف صلاۃ فی غیرہ الا المسجد الحرام وکذا الحکم الی آخرہ اور پہلے حج ادا کرے اگر
فرض حج ہو اور اگر نفل حج ہو تو اسمین مختار ہو چاہے پہلے زیارت کرے یا حج لیکن نفل حج میں اختیار اسوقت تک ہو جب تک مدینہ میں ہوکر نہیں نکلا اور
اگر حج کے واسطے مدینہ میں ہوکر چلا تو زیارت کرنا ضرور ہی خواہ حج فرض ہو یا نفل اور قبر شریف کی زیارت کے ساتھ چاہیے کہ حضرت صلعم کی مسجد شریف کی زیارت
کی بھی نیت کرے اسواسطے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے خبر دی ہی کہ اسکی ایک نماز ہزار نماز سے افضل ہو اسکی غیر مسجدوں میں سوا مسجد الحرام کے اور اسی طرح باقی عبادات
مانند اعتکاف اور چار دیواری کے کہ اسکا ثواب سوا مسجد الحرام کے اور مساجد سے زیادہ ہو روایت کی مسند احمد اور صحیح ابن خزیمہ اور ابن حبان میں عبداللہ بن زبیر رض سے
روایت ہو کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایک نماز میری اس مسجد میں اور مساجد کی ہزار نماز سے افضل ہو سوا مسجد الحرام کے اور ایک نماز مسجد الحرام میں افضل ہو
اسکی سو نمازوں سے یعنی مسجد مدینہ سے ابن ہمام رح نے فتح القدیر میں کہا کہ عبد ضعیف کے نزدیک بہتر یہ ہو کہ سفر مدینہ میں فقط قبر شریف ہی کی زیارت کے واسطے
نیت کو خاص کرے مزید اجلال اور تعظیم سید العالمین اسی کو مقتضی ہو اور تا کہ ظاہر حدیث دارقطنی کی موافق ہو جاوے کہ جسکو کوئی حاجت نہو سوا میری زیارت کے تو کا میں
شفیع ہونگا قیامت کے دن والاکثر المجاورۃ بالمدینۃ وکذا بمکۃ الی آخرہ اور مکروہ نہیں رہنا مدینہ کا اور اسیطرح مکہ کا اس شخص کو جسکو اپنے نفس پر اعتماد ہو حفظ ادب حرمین
شریفین کا مجاورت مکہ معظمہ میں اختلاف ہو علما کا بعض شافعیہ رح نے ذکر کیا کہ مجاورت مکہ مستحب ہی مگر جسپر وقوع امر ممنوع کا ظن غالب ہو اور یہی مذہب ہو صاحبین رح کا اور امام
ابوحنیفہ رح اور امام مالک رح کے نزدیک مکروہ ہو اسواسطے کہ انسان کی غالب عادت یہ ہو کہ معیشت میں خلاف خواہش نفسانی سے تنگدل اور افسردہ خاطر ہو جاتا ہو اور کثرت
مشاہدات سے جیسی تعظیم اور توقیر چاہیے ویسی باقی نہیں رہتی غالبا اور یہ بھی ہو کہ انسان خطا سے محفوظ نہیں اور حرم میں تضاعف معاصی کا خوف ہو چنانچہ ابن مسعود رض
سے مروی ہی اگر یہ روایت صحیح ہو والا اسمین تو شک نہیں کہ وقوع معاصی حرم میں زیادہ تر قبیح اور خوفناک تر ہو واسطے عبداللہ بن عباس رض نے طائف کا رہنا اختیار کیا تھا اور
فرماتے تھے کہ اگر میں پچاس گناہ طائف میں کروں تو میرے نزدیک محبوب تر ہو مکہ میں ایک گناہ کرنے سے اور ابن مسعود رض سے روایت ہو کہ کسی شہر میں سوا مکہ کے
ہمت پر قبل عمل کے مواخذہ نہیں اسواسطے کہ حق تعالیٰ نے فرمایا ومن یرد فیہ بالحاد بظلم نذقہ من عذاب الیم یعنی جو حرم میں کجروی ظلم کا ارادہ کریگا اسکو خدا دکھ دینا
چکھاویگا اور عمر فاروق رض سے روایت ہو کہ اگر مجھسے ایک گناہ مکہ میں ہو جاوے تو وہ غالب تر ہو اور شہر کے ستر گناہوں سے ہاں بعض خاص بندے اللہ تعالیٰ کے جو کشش
مقتضیات طبیعت انسانی سے پاک ہیں وہ اہل ہیں اس سعادت عظمی کے کہ وہ تضاعف حسنات نصیب اہل مکہ ہو ابن ماجہ رح نے عبداللہ بن عباس رض سے روایت کی کہ رسول خدا صلی اللہ
علیہ وسلم نے فرمایا کہ جسنے مکہ میں رمضان پایا سو روزہ رکھا اور قیام شب کیا جتنا کہ ہو سکا تو اسکے واسطے لاکھ رمضان لکھے جاوینگے اور حق تعالیٰ ہر دن میں ایک گردن
آزاد کرنے کا اور ہر رات میں ایک گردن آزاد کرنے کا ثواب لکھیگا اور ہر دن فی سبیل اللہ گھوڑا دینے کا ثواب ہوگا اور ہر چند مدینہ میں تضاعف سیئات
کا خوف نہیں لیکن افسردگی اور قلت ادب کا خوف ہو کہ وہ مخالف ہی احترام اور توقیر کے تو وہاں کی مجاورت کراہت سے خالی نہیں مگر اہل صبر اور اہل ادب
کے واسطے وہاں کا رہنا اور وہاں کا مرنا عمدہ وسیلہ ہو نجات کا صحیح مسلم میں حدیث مرفوع ہو کہ جو تکلیف اور شدت مدینہ پر صبر کریگا میری امت میں سے
ہوگا میں اسکا شفیع ہونگا قیامت کے دن یا شاہد ہونگا اور ترمذی وغیرہ نے عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی کہ رسول خدا صلی اللہ
علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس سے ہو سکے مدینہ کا مرنا وہ وہاں مرے کہ میں ضرور شفاعت کرونگا وہاں کے مرنے والے کی کذا فی فتح القدیر اور منسک
طرابلسی میں ہو کہ امام ابوحنیفہ رح اور جماعت علما میں بخوف ملال اور قلت ادب اور حرمت قلب بجھنے سے مجاورت مکہ کی کراہت کے قائل ہیں اور ابو یوسف رح

مکہ معظمہ میں رہنا

اور مجدد ہے کہ نزدیک کچھ مضائقہ نہیں اور یہی افضل اور مستحب ہے اور اسی پر بالفعل لوگوں کا عمل ہے کذا فی المنح خاتمہ مشتمل ہے دو فصل پر
فصل اول کیفیت حج مصطفوی میں مترجم نے چاہا کہ واسطے تبرک رسول کریم کے حج کا طریقہ بروایت صحیح بیان کرے تا موجب اطمینان اور باعث مزید شوق
مشتاقین کا ہو اور چونکہ کتب حدیث میں مثل حدیث جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ کے کوئی حدیث جامع اکثر مسائل کی ابتدا سے انتہا تک نہیں لہذا اسکا ترجمہ
کرنا اندک اختصار کے ساتھ مقدم جانا سنن ابی داؤد میں امام جعفر صادق سے مروی ہے کہ امام محمد باقر نے جابر بن عبد اللہ سے کہا کہ ہمکو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
کے حج کرنے کا طریقہ بتلایئے تو جابر رضی نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نو برس تک حج نہیں کیا پھر دسویں برس اعلام کیا اپنے حج کرنے کا تو بہت لوگ مدینہ
میں آئے کہ ہر شخص چاہتا کہ حضرت کی پیروی کرے اور آپکے عمل کے مانند عمل کرے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نکلے یعنی مدینہ سے اور ہم لوگ بھی آپکے ساتھ نکلے یہانتک کہ ذو الحلیفہ
میں پہونچے تو وہاں اسماء بنت عمیس محمد بن ابی بکر کو جنی سو اسماء نے حضرت صلعم کے پاس آدمی بھیجا کہ اب میں کیا کرون فرمایا کہ غسل کرو اور کپڑے کا لنگوٹ باندھکر احرام باندھو پھر
حضرت صلعم نے مسجد میں احرام کی نماز پڑھی پھر قصوا اونٹنی پر سوار ہوئے جبکہ قصوا امام تھا یہانتک کہ اونٹنی حضرت صلعم کو لیکر کھڑی ہوگئی میدان میں جابر رضی نے
کہا کہ میں نے جو اپنے آگے منتہاے نظر تک دیکھا تو سوار اور پیدل تھے اور داہنی طرف بھی اسیقدر اور بائیں طرف بھی اسیقدر اور پیچھے بھی اسیقدر اور رسول خدا صلی اللہ علیہ
وسلم ہمارے سامنے تھے اور انپر قرآن اترتا تھا اور وہ اسکے معنی کو جانتے تھے سو جو کچھ حضرت صلعم نے عمل کیا ہمنے بھی اسیپر عمل کیا سو حضرت صلعم نے توحید کو
پکار کے اسطرح فرمایا لبیک اللھم لبیک لبیک لاشریک لک لبیک ان الحمد والنعمۃ لک والملک لاشریک لک اور لوگوں نے بھی اسی طرح لبیک کہا
جیسے تم کہتے ہو حضرت صلعم نے ان لوگون پر کچھ رد و انکار نہ کیا اور حضرت صلعم نے لبیک کہنا لازم کر لیا جابر رضی نے کہا کہ حج کے سوا ہم کچھ نیت نہ کرتے تھے ہم عمرہ کو نہ جانتے
یعنی اشہر حج میں عمرہ کرنا معروف نہ تھا یہانتک کہ ہم حضرت صلعم کے ساتھ بیت اللہ میں پہونچے تو حضرت صلعم نے رکن کا استلام کیا یعنی حجر اسود کو چوما پھر تین بار
رمل کیا اور چار بار آہستہ چلے یعنی طواف میں پھر حضرت صلعم مقام ابراہیم کے پاس آئے سو آیت پڑھی (واتخذوا من مقام ابراہیم مصلی) اور مقام ابراہیم کو اپنے اور بیت اللہ
کے درمیان یعنی مقام ابراہیم کے پیچھے نماز پڑھی دو رکعت قل ہو اللہ احد اور قل یا ایہا الکافرون کی قراءت سے پھر حضرت بیت اللہ کی طرف پھر گئے اور حجر الاسود
کا استلام کیا پھر دروازہ سے صفا کی طرف نکلے جب صفا سے قریب ہوئے تو یہ پڑھا ان الصفا والمروۃ من شعائر اللہ ہم بھی اسی سے ابتدا کرتے ہیں جس سے اللہ نے
ابتدا کی تو صفا سے ابتدا کی سو اسپر چڑھ گئے یہانتک کہ بیت اللہ نظر آیا تو اللہ کی تکبیر اور توحید کی اور فرمایا لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ لہ الملک ولہ الحمد یحیی و
یمیت وھو علی کل شیء قدیر لا الہ الا اللہ وحدہ انجز وعدہ ونصر عبدہ وہزم الاحزاب وحدہ پھر درمیان ان اذکار کے دعا کی اور اسی طرح تین بار فرمایا پھر
اترے مروہ کی طرف تا اینکہ آپکے قدم نیچے آگئے تو تین بار نالے کے اندر رمل کیا یہانتک کہ جب چڑھ گئے تو آہستہ چلے یہانتک کہ مروہ پر پہونچے تو مروہ
پر اسکے مانند کیا جو صفا پر کیا تھا یہانتک کہ آخر طواف مروہ پر ہوا فرمایا کہ اگر مجکو آگے سے معلوم ہوتا جو پیچھے معلوم ہوا تو میں ہدی کو نہ ہانک لیجاتا اور اسکو بجاے حج
کے میں عمرہ کر ڈالتا سو تم لوگوں میں سے جسکے ساتھ ہدی نہو وہ حلال ہو جاوے اور اسکو عمرہ کر ڈالے تو تمام لوگ حلال ہو گئے اور بال کترائے مگر نبی اور جنکے
ساتھ ہدی تھی وہ محرم بنے رہے پھر سراقہ بن جعشم کھڑے ہوئے سو کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عمرہ کرنا اشہر حج میں اسی سال کو مخصوص ہے یا ہمیشہ کو ہے
تو دونوں ہاتھ کی انگلیوں کو قینچی کیا پھر فرمایا کہ داخل ہو گیا عمرہ حج میں اسطرح اسکو دو بار فرمایا اور تین بار فرمایا کہ ہمیشہ کو ہمیشہ کو جابر رضی نے
کہا اور علی مرتضی علیہ السلام یمن سے آئے حضرت صلعم کے ہدی کے اونٹ لیکر تو پایا فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کو کہ احرام نہیں باندھے ہیں اور رنگین کپڑے پہنے ہیں اور
سرمہ لگائے ہیں تو علی مرتضی ناخوش ہوئے انپر اور کہا کسنے تمکو اسکا حکم دیا ہے تو فاطمہ زہرا رضی اللہ تعالی عنہا نے کہا کہ میرے باپ نے حکم دیا ہے تو جابر رضی نے کہا کہ
علی مرتضی عراق کے ملک میں کہتے تھے میں گیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس فاطمہ زہرا پر خفگی کرنیکے سبب اس امر کے جو انہوں نے کیا تھا اور حضرت
کی اجازت کو دریافت کرنے گیا جو فاطمہ زہرا رضی نے ذکر کی سو میں نے کہا کہ میں جو انپر ناخوش ہوا تھا سو انہوں نے کہا کہ میرے باپ نے حکم دیا تو حضرت صلعم نے فرمایا سچ کہا

حضرت صلعم نے فرمایا تو نے کیا کہا تھا جب حج کی نیت کی تھی علی مرتضیٰ بولے میں نے یوں کہا تھا کہ الٰہی میں وہ نیت کرتا ہوں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے
نیت کی حضرت صلعم نے فرمایا کہ میرے ساتھ تو ہدی ہے سو تو حلال نہ ہو پھر جملہ ہدی کے اونٹ جو علی مرتضیٰ یمن سے لائے تھے اور جو ہدی حضرت صلعم کے ساتھ تھی سو سو
ہوا کئے سب لوگ حلال ہو گئے بال کتروائے مگر حضرت صلعم اور جن کے ساتھ ہدی تھی پھر جب یوم الترویہ ہوا یعنی آٹھویں تاریخ منیٰ کو چلے اور حج کا احرام لیا اور حضرت صلعم سوار ہوئے اور منیٰ میں جا کر ظہر اور عصر اور مغرب اور عشا اور صبح کی نماز
پڑھی پھر تھوڑا ٹھہرے کہ آفتاب نکلا اور حضرت صلعم کے حکم سے کمبل کا خیمہ نمرہ میں کھڑا کیا گیا پھر حضرت صلعم روانہ ہوئے اور قریش کو گمان نہ تھا مگر یہ کہ حضرت صلعم وقوف کرینگے مزدلفہ
میں مشعر الحرام کے نزدیک جیسے کہ قریش جاہلیت میں وقوف کیا کرتے تھے سو حضرت صلعم وہاں سے چلے گئے یہاں تک کہ عرفات میں پہنچے تو خیمہ کو دیکھا وہ نمرہ میں کھڑا کیا ہوا تھا وہاں اترے
یہاں تک کہ آفتاب ڈھلا پھر حکم کیا کہ قصوا اونٹنی پر کجاوہ باندھا گیا سو حضرت صلعم سوار ہو کر بطن وادی میں آئے اور لوگوں کو خطبہ پڑھا اور فرمایا کہ تمہارے
خون اور تمہارے مال تم پر حرام ہیں جیسے یہ دن اور یہ مہینہ اور یہ شہر حرام ہے خبردار ہو کہ ہر چیز رسم جاہلیت سے میرے پاؤں کے نیچے دبا دی گئی یعنی باطل
ہو گئی اور جاہلیت کی خونریزیاں دبا دی گئیں یعنی انکا دعویٰ کرنا اب جائز نہیں اور پہلا خون جو میں دباتا ہوں اپنے خاندان کے خون سے ابن ربیعہ بن الحارث بن عبدالمطلب کا خون ہے
جو شیرخوار تھا بنی سعد میں جسکو ہذیل کی قوم نے قتل کیا تھا اور جاہلیت کا بیاج دبا دیا گیا اور پہلا بیاج جسکو میں دباتا ہوں اپنے خاندان سے عباس بن عبدالمطلب
کا بیاج ہے سو وہ سب کا سب دبا ڈالا گیا پھر ڈرو اللہ سے عورتوں کے مقدمہ میں تم نے انکو لیا ہے اللہ کی امانت سے اور انکی شرمگاہوں کو حلال کر لیا ہے تم نے اللہ کے کلمے یعنی حکم
سے اور تمہارا انپر یہ حق ہے کہ تمہارے بچھونوں کو نہ روندیں کوئی ایسا شخص جسکو تم نہیں پسند کرتے یعنی زنا نکریں اور غیر کو اندر آنے نہ دیں سو اگر ایسا کریں تو انکو مارو ایسی مار جو
سخت اور مضر نہ ہو اور عورتوں کا حق تم پر کھانا اور کپڑا ہے دستور کے موافق اور میں نے تم میں ایسی چیز چھوڑی ہے کہ تم کبھی گمراہ نہ ہو گے بعد اسکے اگر تم اسکو مضبوط پکڑے
رہو گے وہ چیز کتاب اللہ ہے اور تم سے سوال کیا جاویگا میری پیغام رسانی کا سو تم کیا کہو گے لوگوں نے کہا ہم گواہی دیتے ہیں کہ آپ نے تبلیغ احکام کی اور پیام ادا کیا اور
خیرخواہی کی پھر حضرت صلعم نے شہادت کی انگلی آسمان کی طرف اٹھائی اور لوگوں کی طرف جھکائی اور فرمایا خداوندا گواہ رہنا خداوندا گواہ رہنا خداوندا گواہ رہنا پھر
بلال رضی اللہ عنہ نے بعد اس خطبہ کے اذان دی اور اقامت کہی سو حضرت صلعم نے ظہر کی نماز پڑھی پھر دوسری بار اقامت کہی سو حضرت صلعم نے عصر کی نماز پڑھی اور دونوں فرضوں
کے درمیان میں کچھ نماز نہیں پڑھی یعنی سنت اور نفل کچھ نہ پڑھی سو حضرت صلعم قصوا اونٹنی پر سوار ہوئے یہاں تک کہ موقف میں یعنی ٹھہرنے کے مقام میں آئے سو اپنی اونٹنی
قصوا کا پیٹ پتھروں کی طرف کو کیا اور جبل المشاۃ کو اپنے سامنے کیا پھر حضرت صلعم قبلہ کی طرف متوجہ ہوئے اور برابر واقف رہے یہاں تک کہ آفتاب غروب ہو گیا اور
تھوڑی زردی بھی جاتی رہی یہاں تک کہ گردہ آفتاب کا غائب ہو گیا اور اونٹنی پر اپنے پیچھے اسامہ کو بٹھلایا پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وہاں سے روانہ ہوئے اور اونٹنی
کی نکیل کی رسی حضرت صلعم نے کھینچی ہوئی تھی یہاں تک کہ اسکا سر کجاوہ کو لگ جاتا تھا اور حضرت صلعم داہنے ہاتھ سے اشارہ کرتے تھے اور فرماتے تھے کہ اے لوگو آہستہ چلو اے لوگو
آہستہ چلو تسکین سے چلو یعنی جلدبازی نیکوکاری نہیں اور جب کوئی ٹیلا یا پہاڑی آتی تھی تو حضرت صلعم باگ کو تھوڑا ڈھیلا کر دیتے تھے تاکہ چڑھ جاوے یہاں تک کہ مزدلفہ میں پہنچے
تو مغرب اور عشا کو جمع کیا ایک اذان اور دو اقامت سے اور درمیان میں نوافل کو نہ پڑھا پھر استراحت فرمائی یہاں تک کہ فجر نمودار ہوئی پھر فجر کی نماز پڑھی جب فجر ظاہر ہو گئی
اذان اور اقامت سے پھر حضرت صلعم قصوا پر سوار ہوئے یہاں تک کہ مشعر الحرام میں آئے اور اسپر چڑھ گئے اور متوجہ قبلہ ہوئے سو حق تعالیٰ کی تحمید اور تکبیر اور توحید کرتے
فرماتے رہے یہاں تک کہ خوب روز روشن ہو گیا پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم وہاں سے روانہ ہوئے آفتاب نکلنے سے پہلے اور فضل بن عباس رض کو پیچھے
بٹھلایا یہاں تک کہ محسر میں آئے تو اونٹنی کو تھوڑا تیز چلایا پھر حضرت صلعم وہ درمیان والی راہ چلے جو جمرۃ الکبریٰ یعنی جمرۃ العقبہ تک پہنچتی ہے یہاں تک کہ جمرۃ العقبہ تک پہونچے جو
درخت کے پاس ہے سو اسکو سات کنکریاں ماریں مانند سنگریزہ کے ہر کنکری کے ساتھ اللہ اکبر کہتے تھے اور نالے کے اندر سے رمی کی پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وہاں سے پھر
اور نحر کرنے کے مقام میں آئے سو اپنے دست مبارک سے تریسٹھ اونٹ نحر کیے اور علی مرتضیٰ علیہ السلام کو حکم کیا سو باقی سو اونٹ کو نحر کیا اور اپنی ہدی میں انکو شریک کیا پھر
حکم کیا کہ ہر اونٹ سے گوشت کا ٹکڑا لیا جاوے سو دیگ میں گوشت ڈالا گیا اور حضرت صلعم نے اور علی مرتضیٰ رض نے انمیں سے گوشت کھایا اور اسکا دونوں نے

پس وضو کیا پھر حضرت صلعم سوار ہوئے اور بیت اللہ میں آئے پھر کعبہ میں ظہر کی نماز پڑھی پھر عبدالمطلب کی اولاد کے پاس آئے اور وہ زمزم پر پانی پلاتے تھے اور فرمایا پانی نکالو اے عبدالمطلب کی اولاد سو اگر یہ کا خیال نہ ہوتا کہ لوگ تمہارے پانی پلانے پر غالب ہو جاویں گے تو میں بھی تمہارے ساتھ پانی کھینچتا پس عبدالمطلب کی اولاد نے حضرت صلعم کو ایک ڈول پانی دیا آنحضرت صلعم نے اس میں سے پیا انتہی صاحب فتح القدیر نے کہا کہ اس حدیث کو مسلم نے اپنی صحیح میں اور ابن ابی شیبہ اور نسائی اور ابن حمید اور بزار اور دارمی نے اپنی اسانید میں بھی روایت کیا ہے فصل ثانی قبر شریف کے آداب زیارت میں سنن ابی داؤد میں ابوہریرہ رض سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کوئی ایسا نہیں جو سلام کرے مجھکو مگر حق تعالیٰ میری روح کو پھیر دیتا ہے یہاں تک کہ میں اسکو سلام کا جواب دیتا ہوں روح پھیرنے سے مراد یہ ہے کہ مجھ پر سلام کرنے کے حضرت صلعم اس عالم کی طرف متوجہ ہوتے ہیں سلام کے جواب دینے کے واسطے اور ابوبکر بن ابی شیبہ رض وغیرہ نے ابوہریرہ رض سے روایت کی کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو درود پڑھیگا میری قبر کے پاس میں اسکو سنتا ہوں اور جو دور سے درود پڑھتا ہے وہ مجھکو پہنچایا جاتا ہے یعنی فرشتے پہونچاتے ہیں دارقطنی اور ابوبکر بزار نے عبداللہ بن عمر رض سے روایت کی کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص میری قبر کی زیارت کریگا میری شفاعت اسکے واسطے واجب ہوگی یعنی بالضرور ثابت ہوگی بخبر صادق کے وعدہ صادق سے اور دارقطنی نے امالی میں اور ابوبکر مقری نے اپنے معجم میں اور طبرانی نے معجم کبیر اور اوسط میں اور دارقطنی عبداللہ بن عمر رض سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو میری زیارت کو آوے گا اس طرح کہ اسکا کوئی اور حاجت نہو سوا میری زیارت کے تو مجھ پر لازم ہوگیا کہ میں اسکا شفیع ہوں گا قیامت کے دن ... حضرت کی زیارت عام ہے ... حیات میں ہو یا بعد وفات کے ... اگلی حدیث میں ہے اور دارقطنی اور طبرانی نے عبداللہ بن عمر رض سے روایت کی ہے کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جسنے حج کیا اور میری قبر کی زیارت کی میری وفات کے بعد تو گویا اسنے میری زیارت کی میری حیات میں اور دارقطنی اور ابن عدی نے روایت کی عبداللہ بن عمر رض سے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جسنے حج کیا اور میری زیارت نہ کی تو اسنے مجھ پر ستم کیا اور حافظ ابن عساکر نے مجھول انس بن مالک رض سے روایت کیا کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اسکا کچھ عذر نہیں جسکو وسعت اور مقدور ہو میری امت سے اور میری زیارت نکرے کذا فی الفتح و تاریخ المدینہ للسید السمہودی اور حافظ منذری نے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ علم میرا بعد وفات کے ویسا ہوگا جیسا علم میرا حیات میں ہے اور ابن عدی اور ابو یعلی نے جو روایت ثقات سے روایت کیا انس رض سے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ انبیا زندہ ہیں اپنی قبروں میں نماز پڑھتے ہیں اور بیہقی نے اس حدیث کی تصریح کی ہے قاضی عیاض نے شفا میں کہا ہے کہ زیارت قبر سید المرسلین اجماعی سنت مسلمین ہے اور تاج الدین سبکی نے زیارت پر اجماع نقل کیا ہے قولاً و فعلاً کذا فی تاریخ المدینہ جب یہ مذکور فضائل زیارت قبر مقدس کے معلوم ہوئے تو دریافت کرنا چاہیئے کہ علماء حنفیہ کے نزدیک زیارت قبر شریف کی افضل مستحبات اور اعظم وسائل نجات ہے بلکہ قریب درجہ واجبات سے مقدور والے کو اسواسطے کہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے بہ مزید شفقت ہماری بہتری کے واسطے کیسی کچھ ترغیب دلائی اور کیا کچھ مبالغہ اسمیں فرمایا چنانچہ احادیث سابقہ سے معلوم ہو چکا کذا فی شرح المختار و منسک الملا علی اور نہ سہی محبت میں زیارت محبوب العالمین کی فرض عین ہے علی الخصوص کہ معشوق عاشق کو بلا کر مہربانی کرم سے اپنے مشتاقوں کو بلاوے اور سرفرازی کا مژدہ سناوے اور نہ حاضر ہونے پر عتاب فرماوے ولنعم ماقیل ... از دوست یک اشارہ از ما بسر دویدن + با انتظار حبیب ... حج کے دولت مصطفوی کا ارادہ کرے تو بعد نماز استخارہ کچھ خیرات کرے پھر بہ شوق ... کی طرف روانہ ہوا ور راہ میں کثرت درود کرے اور فراغت کے اوقات کو درود خوانی سے مستغرق کرے تاکہ قبل پہونچنے کے تحفہ درود کے پہنچے حضرت صلعم کو اسکے حاضر ہونے کی اطلاع ہو پھر جب مدینہ منورہ کی آبادی اور درخت نظر پڑیں تو کمال خشوع اور خضوع سے درود کی کثرت کرے اور یہ دعا پڑھے اللہم ہذا حرم رسولک فاجعلہ وقایۃ لی من النار وامانا من العذاب وسوء الحساب اللہم افتح لی ابواب رحمتک وارزقنی من زیارۃ رسولک صلے اللہ علیہ وسلم ما رزقتہ اولیاءک واہل طاعتک واغفرلی وارحمنی یا خیر مسؤل مستحب ہے کہ قبل داخل ہونے کے غسل کرے

اور نہ ہو سکے تو وضو پر کفایت کرے جیسا کہ دخول مکہ میں مذکور ہو چکا اور پاک صاف کپڑے پہنے اور خوشبو لگاوے کہ یہ قریب ہو تعظیم سے اور نئے
کپڑے پہننا افضل ہے اور یہ جو بعض لوگ مدینہ شریف کو دیکھ کر سواریوں سے اتر پڑتے ہیں اور پیدل چلتے ہیں تو اسکا کچھ ڈر نہیں اسواسطے کہ قوم عبد القیس
مدینہ میں داخل ہوئے تو حضرت صلعم کو دیکھ کر اتر پڑے تھے اور حضرت صلعم نے اسپر کچھ انکار نہیں فرمایا تھا اگرچہ اسکے سردار کی جو بعد غسل کرنے اور پوشاک بدلنے
کے مسجد میں تمام خدمت میں حاضر ہوا تھا تعریف فرمائی کرمانی نے کہا کہ اگر باہر شہر کے غسل نہ ہو سکا ہو تو اندر شہر کے غسل کرے اور اس سے پرہیز کرے جو بعض جاہل
سیا کپڑا نہیں پہنتے ہیں بشباہت احرام ہو جب قبر شریف نظر آوے تو اسکی عظمت اور فضیلت کو دھیان کرے کہ یہ وہ مکان پاک ہے جسکو حق تعالی نے
اپنے حبیب مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے پسند فرمایا سو کمال شوق اور تعظیم سے درود پڑھے جب مدینہ شریف میں داخل ہو تو یوں کہے بسم اللہ رب ادخلنی
مدخل صدق واخرجنی مخرج صدق واجعل لی من لدنک سلطانا نصیرا اللہم صل علی محمد وعلی آل محمد واغفرلی ذنوبی وافتح لی ابواب رحمتک (وفضلک) اور
لازم ہے کہ کمال فروتنی اور عاجزی سے اس شہر معظم کی عزت کو دھیان کرتے ہوئے درود پڑھتا داخل ہو اور یہ تصور کرے کہ اس شہر کو کس ذات پاک
کے رہنے سے شرف و جلالت حاصل ہے یہ وہ مقام ہے کہ حق تعالی نے اپنے نبی کریم علیہ الصلوۃ والتسلیم کا ہجرت گاہ ٹھہرایا اور یہ مکان مہبط وحی اور اصل احکام
اور بیخ اسلام اور منبع ایمان اور چشمہ عرفان ہے فتح القدیر میں عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالی عنہا سے منقول ہے کہ تمام بلاد تلوار سے فتح ہوئے مگر یہ شہر قرآن سے
فتح ہوا ہے اور چاہیے کہ اپنے دل کو ہیبت اور عظمت سے بھر لیوے اور وہاں پہنچتے ہوئے یہ تصور کرے کہ یہ گذرگاہ جناب سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم
ہے شاید میرا قدم حضرت صلعم کے موضع قدم مبارک پر پڑ جاوے لہذا امام مالک رحمہ مدینہ میں سوار نہ ہوتے تھے اور کہتے تھے کہ مجھکو حیا آتی ہے کہ میں وہاں سوار ہوں جہاں
خود بدولت موجود ہوں پھر مسجد شریف میں داخل ہو تو وہ کہے جو دخول مساجد میں کہتے ہیں یعنی داہنا پاؤں پہلے رکھے اور یوں کہے اللہم اغفرلی ذنوبی وافتح لی
ابواب رحمتک اور روضہ شریف کا اول قصد کرے جو مسجد شریف میں روضہ اس مکان کا نام ہے جو منبر اور قبر شریف کے درمیان ہے کہ حدیث صحیح میں ثابت ہے
کہ میری قبر اور منبر کے درمیان میں روضہ ہے ریاض جنت سے اور میرا منبر میرے حوض پر ہے پھر دو رکعت تحیۃ المسجد اس ستون کے آگے جسکے نیچے صندوق ہے
پڑھے اسطرح کہ منبر کا عمود داہنے مونڈھے کے مقابل ہو اور جو ستون کہ اسکی طرف قبلہ میں ہے وہ دونوں آنکھوں کے سامنے ہو کہ یہی مقام ہے حضرت صلی اللہ
علیہ وآلہ وسلم کا بیچ کھڑے ہونے کے کذا فی فتح القدیر کبابی اور صاحب اختیار نے کہا پھر بعد نماز کے سجدہ شکر کا کرے کہ یہ دولت نصیب ہوئی اور
اسکی تمامی اور قبولیت کی دعا کرے اور حق تعالی سے سوال کرے اور چاہیے کہ حضور سید سمہودی کی روایت آداب میں کوئی ادب بجز اسکے فوت نہو کہ قبر شریف کی طرف
کمال عجز و انکسار سے آنکھیں نیچی کئے متوجہ ہو اور وہاں کی آرائش اور زینت کی طرف نظر نہ ڈالے اور ادب سے بعید ہی دیوار قبلہ کے سامنے کھڑے ہو کر
زیارت کرے اسواسطے کہ حجرہ شریفہ کے گرد شبا کہ نحاسی [illegible] کی جالیاں لگی ہیں درست ہے اور سابق میں موقف سلف جالیوں کے اندر حجرہ شریفہ کی دیوار کے قریب
تھا لہذا اسکا فاصلہ کتابوں میں مذکور ہے کہ دیوار سے چار ہاتھ یا تین ہاتھ کے فاصلہ سے کھڑا ہو کذا فی تاریخ المدینہ للسید السمہودی بالجملہ قبر شریف کے سامنے قبلہ کو پشت دے کر زیارت
کیواسطے کھڑا ہو اور اکثر کتب فقہ میں مذکور ہے کہ زیارت کے وقت حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سر مبارک کے قریب قبلہ رو کھڑا ہو ابن ہمام رحمہ نے فتح القدیر
میں کہا کہ استقبال قبلہ میں فقیہ ابو اللیث رح کی روایت لائق اعتماد نہیں اسواسطے کہ امام ابوحنیفہ رح نے اپنی مسند میں ابن عمر سے روایت کی کہ سنت یہ ہے کہ
حضرت صلعم کی قبر کی طرف قبلہ کی سمت سے آوے اور پشت اپنی قبلہ کی طرف کرے اور حضرت صلعم کی قبر شریف کی طرف منہ کرے پھر کہے السلام علیک
ایہا النبی ورحمۃ اللہ وبرکاتہ انتہی کلامہ اور یہی مذہب ہے ائمہ ثلثہ رح کا الحاصل زیارت کے وقت ادب و نیاز سے کھڑا ہو کر صورت مقدسہ رسول کریم صلی اللہ علیہ
وسلم کو تصور کرے گویا حضرت صلعم لحد مبارک میں آرام فرماتے ہیں اور میرے حاضر ہونے کو جانتے ہیں اور میرا کلام سنتے ہیں اسواسطے کہ حضرت کی حیات اور سماع احادیث میں
منصوص ہے پھر کمال حیا اور ادب سے یوں عرض کرے السلام علیک ایہا النبی ورحمۃ اللہ وبرکاتہ یا السلام علیک یا رسول رب العالمین السلام علیک

[illegible]

سید الخلائق اجمعین السلام علیک یا سید المرسلین وخاتم النبیین السلام علیک یا امام المتقین السلام علیک یا قائد الغر المحجلین

اور بہترین سب خلق کے سلام تم پر اے سردار رسولوں کے اور ختم کرنے والے نبیوں کے سلام تم پر اے پیشوا پرہیزگاروں کے سلام تم پر اے پیشوا سفید ہاتھ پاؤں والوں کے

السلام علیک ایہا المبعوث رحمۃ للعالمین السلام علیک یا شفیع المذنبین السلام علیک یا حبیب اللہ السلام علیک یا خیرۃ اللہ

سلام تم پر اے بھیجے ہوئے واسطے رحمت عالم کے لوگوں کے سلام تم پر اے سفارشی گناہگاروں کے سلام تم پر اے حبیب اللہ کے سلام تم پر اے پسند کئے ہوئے اللہ کے

السلام علیک یا صفوۃ اللہ السلام علیک ایہا الہادی الی صراط مستقیم السلام علیک یا من وصفہ اللہ بقولہ وانک لعلی خلق عظیم

سلام تم پر اے برگزیدہ اللہ کے سلام تم پر اے راہ بتانے والے سیدھی راہ کے سلام تم پر اے وہ کہ ان کا وصف کیا اللہ نے اپنے اس قول سے کہ تم بڑے خلق پر ہو

ووصفہ بقولہ بالمؤمنین رؤف رحیم السلام علیک یا من سبح الحصی فی یدیہ وحن الجذع الیہ السلام علیک یا من امرنا اللہ بطاعتہ

اور اس قول سے کہ ایمان والوں پر شفقت کرنے والے مہربان ہیں سلام تم پر اے وہ کہ جن کے ہاتھوں میں کنکریوں نے تسبیح پڑھی اور اشتیاق سے ستون رویا ان کی طرف سلام تم پر اے وہ کہ حکم کیا ہم کو اللہ نے ان کی اطاعت کا

والصلوۃ والسلام علیک وعلی سائر الانبیاء والمرسلین وعلی ذریتک الطیبین وازواجک الطاہرات امہات المؤمنین

اور درود و سلام ہو تم پر اور تمام انبیاء و مرسلین پر اور آپ کی اولاد پاک پر اور آپ کی بیبیوں پاک مسلمانوں کی ماؤں پر

واصحابک اجمعین جزاک اللہ عنا افضل ما جزی نبیا ورسولا عن امتہ اشہد ان لا الہ الا اللہ وحدہ

اور آپ کے سارے ساتھیوں پر بہت سا سلام ہو اللہ تعالیٰ ہم کو بدلا دے آپ کا ہماری طرف سے بہتر بدلا جو دیا کسی نبی کو یا رسول کو اس کی امت کی طرف سے میں گواہی دیتا ہوں

لا شریک لہ واشہد انک عبدہ ورسولہ وخیرتہ من خلقہ اشہد انک قد بلغت الرسالۃ وادیت الامانۃ ونصحت الامۃ

اور کوئی اس کا شریک نہیں اور گواہی دیتا ہوں کہ آپ اس کے بندے اور رسول اور بہترین اس کی خلق کے ہیں گواہی دیتا ہوں کہ آپ نے رسالت کو پہونچایا اور امانت ادا کی اور امت کی خیر خواہی کی

وکشفت الغمۃ واقمت الحجۃ واوضحت المحجۃ وجاہدت فی اللہ حق جہادہ وقاتلت عن دین اللہ حتی اتاک الیقین فصلی اللہ تعالی

اور پوشیدہ بات کو واضح کیا اور حجت کو قائم کیا اور راہ کو روشن کیا اور جہاد کیا آپ نے اللہ کی راہ میں حق جہاد کا اور لڑے اللہ کے دین کی طرف سے یہاں تک کہ آپ کو موت آئی پس رحمت کرے

علی روحک وجسدک وقبرک افضل واکمل وازکی صلوۃ دائمۃ الی یوم الدین یا رسول اللہ نحن

اللہ آپ کی روح اور آپ کے بدن اور آپ کی قبر پر افضل اور کامل تر اور زیادہ ستھری اور ہمیشہ رہنے والی قیامت تک یا رسول اللہ ہم آپ کے پاس

وفدک وزوار قبرک جئناک من بلاد شاسعۃ ونواح بعیدۃ قاصدین قضاء حقک والنظر الی

آئے ہیں اور آپ کی قبر کی زیارت کرنے والے ہیں آپ کے پاس حاضر ہوئے ہیں بہت مسافت کے شہروں اور دور کے ملکوں سے قصد کرکے آپ کے حق پورا کرنے کو اور دیکھنے کو

مآثرک والتیامن بزیارتک والاستشفاع بک الی ربنا فان الخطایا قد قصمت ظہورنا والاوزار

آپ کے نشانات اور برکت لینے کو آپ کی زیارت سے اور سفارش چاہنے کو تمہاری طرف اپنے رب کے کہ گناہوں نے ہماری کمریں توڑ دی ہیں اور گناہوں کے بوجھ نے ہماری

قد اثقلت کواہلنا وانت الشافع المشفع الموعود بالشفاعۃ والمقام المحمود وقد قال اللہ تعالی

پیٹھیں بھاری کیں اور تم سفارش کرنے والے شفاعت قبول کیے ہوئے ہو جن سے وعدہ ہوا ہے سفارش کرنے اور مقام محمود کا اور اللہ تعالیٰ نے یوں فرمایا ہے کہ

ولو انہم اذ ظلموا انفسہم جاؤک فاستغفروا اللہ واستغفر لہم الرسول لوجدوا اللہ

اگر وہ لوگ جب برا کیا تھا اپنے اوپر آتے تیرے پاس اور بخشواتے اللہ سے اور بخشواتا ان کو رسول تو پاتے اللہ کو

توابا رحیما وقد جئناک ظالمین لانفسنا مستغفرین لذنوبنا فاشفع لنا الی ربک واسألہ

توبہ قبول کرنے والا مہربان اور ہم آئے ہیں برا کرکے اپنی جانوں پر بخشواتے واسطے اپنے گناہوں کو پس سفارش کیجئے ہماری اپنے رب کے پاس اور اس سے سوال کیجئے

أن يميتنا على سنتك وأن يحشرنا في زمرتك وأن يوردنا حوضك وأن يسقينا بكأسك غير خزايا

کہ ہمکو آپ کے طریقہ پر مارے اور یہ کہ ہمکو آپ کے گروہ میں اٹھاوے اور یہ کہ ہمکو آپ کے حوض پر پہونچاوے اور آپ کے پیالے سے پانی پلاوے نہ ہم رسوا ہوں

ولا نادمين الشفاعة الشفاعة يا رسول الله ربنا لا تزغ قلوبنا بعد إذ هديتنا وهب لنا من

نہ شرمندہ سفارش سفارش کیجیے اے رسول اللہ کے اے رب ہمارے مت ٹیڑھے کر دل ہمارے بعد اسکے کہ تو نے ہمکو ہدایت کیا اور دے ہمکو اپنے

لدنك رحمة إنك أنت الوهاب ربنا اغفر لنا ولإخواننا الذين سبقونا بالإيمان ولا تجعل في قلوبنا غلا للذين

پاس سے رحمت بیشک تو ہی بڑا دینے والا اے رب ہمارے بخش دے ہمکو اور ہمارے ان بھائیوں کو جو ہم سے پہلے گذرے ایمان میں اور مت کر ہمارے دلوں میں کینہ ان لوگوں کا جو ایمان لائے

آمنوا ربنا إنك رؤوف رحيم پھر سلام پہونچا وے اسکا جسنے وصیت کی ہو سلام پہونچانے کی اس طرح السلام عليك يا رسول الله من فلان بن فلان

اے رب ہمارے بیشک تو شفقت کرنیوالا مہربان سلام تجھپر اے رسول اللہ کے فلان بن فلان کی طرف سے وہ سفارش چاہتا ہے

يستشفع بك إلى ربك فاشفع له ولجميع المسلمين پھر دور ہٹے جتنا ہو سکے پھر داہنی طرف بقدر ایک ہاتھ کے ہٹے حتی کہ ابوبکر کے سامنے ہو اور یوں کہے السلام عليك يا خليفة

آپ سے آپکے رب کے پاس تو آپ اسکی سفارش فرمائیے اور سب مسلمانوں کی سلام تجھپر اے نائب

رسول الله السلام عليك يا صاحب رسول الله في الغار السلام عليك يا رفيقه في الأسفار السلام عليك يا أمينه

رسول خدا کے سلام تجھپر اے ساتھی رسول خدا کے اندر غار کے سلام تجھپر اے انکے رفیق سفروں میں سلام تجھپر اے انکے امین

في الأسرار جزاك الله أفضل ما جزى إماما عن أمة نبيه فلقد خلفته بأحسن خلف وسلكت طريقه ومنهاجه

بھیدوں میں جزا دے تجھکو اللہ تعالیٰ بہتر جزا جو کہ کسی امام کو اپنے نبی کی امت کی طرف سے دی ہو کہ تو نے انکی نیابت کی بہت اچھی نیابت اور تو چلا انکے طریق اور راستہ پر

خير مسلك وقاتلت أهل الردة والبدع ومهدت الإسلام ووصلت الأرحام ولم تزل قائما بالحق ناصرا لأهله حتى أتاك

اچھا چلنا اور تو لڑا مرتدوں اور بدعتیوں سے اور درست کیا اسلام کو اور ملایا قرابتوں کو اور ہمیشہ رہا قائم حق کے لیے اور مددگار رہا اہل حق کا یہاں تک کہ آئی تجھکو

اليقين فالسلام عليك ورحمة الله وبركاته اللهم أمتنا على حبه ولا تخيب سعينا في زيارته برحمتك يا كريم پھر ایک ہاتھ بڑا ہٹے

موت پس سلام تجھپر اور اللہ تعالیٰ کی رحمت اور اسکی برکتیں الٰہی ہمکو موت دے انکی محبت پر اور بیکار مت کر ہماری کوشش انکی زیارت میں اپنی رحمت سے اے کریم

طرف کو حتی کہ عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی قبر کے سامنے ہو تو یوں کہے السلام عليك يا أمير المؤمنين السلام عليك يا مظهر الإسلام السلام عليك يا مكسر الأصنام جزاك الله

سلام تجھپر اے سردار ایمان والوں کے سلام تجھپر اے ظاہر کرنیوالے اسلام کے اے توڑنیوالے بتوں کے جزا دے اللہ تعالیٰ

عنا أفضل الجزاء ورضي عمن استخلفك فلقد كفلت الأيتام ووصلت الأرحام وقوي بك الإسلام وكنت للمسلمين إماما مرضيا و

ہماری طرف سے بہتر جزا اور راضی ہو اس سے جسنے تجھکو اپنا نائب کیا کہ تو نے ذمہ داری کی یتیموں کی اور ملایا ناتوں کو اور قوی ہوا تجھ سے اسلام اور تو تھا مسلمانوں کا پیشوا پسندیدہ اور

هاديا مهديا جمعت شملهم وأغنيت فقيرهم وجبرت كسرهم فالسلام عليك ورحمة الله وبركاته پھر بقدر بالشت پیچھے ہٹے اور شیخین کی خدمت

راہ بتانیوالا راہ پایا ہوا تو نے انکی تفرقہ کو جمع کیا اور غنی کیا انکی محتاج کو اور باندھا انکی شکستگی کو پس سلام تجھپر اور رحمت اللہ کی اور اسکی برکتیں

میں یوں عرض کرے السلام عليكما يا ضجيعي رسول الله ورفيقيه ووزيريه ومشيريه والمعاونين له على القيام في الدين و

سلام تم دونوں پر اے دونوں ہمخوابہ رسول خدا کے اور انکے دو رفیق اور دو وزیر اور دو مشورہ دینے والے اور دو مددگار دین میں قائم رہنے کے اور

القائمين بعده بمصالح المسلمين جزاكما الله أحسن الجزاء جئناكما نتوسل بكما إلى رسول الله صلى الله عليه وسلم ليشفع لنا ويسأل ربنا أن يتقبل

بجا لانیوالے انکے بعد مسلمانوں کی مصلحتیں جزا دے تم دونوں کو اللہ بہتر جزا ہم آئے ہیں تم دونوں کے پاس وسیلہ پکڑتے ہیں تم کو طرف رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے تاکہ وہ سفارش کریں ہماری اور

سیدنا ونبینا صلی اللہ علیہ وسلم وشفیعنا فی زمرتہ پھر اپنے واسطے اور والدین کے واسطے اور جس نے دعا کو کہا ہو اور تمام مسلمانوں کے واسطے
دعا کرے پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے پہلے طور کھڑا ہو اور یوں کہے اللھم انک قلت وقولک الحق ولو انھم اذ ظلموا انفسھم جاؤوک
فاستغفروا اللہ واستغفر لھم الرسول لوجدوا اللہ توابا رحیما وقد جئناک سامعین قولک طائعین امرک مستشفعین الیک بنبیک اللھم ربنا اغفر لنا
ولآبائنا ولامھاتنا ولاخواننا الذین سبقونا بالایمان ولا تجعل فی قلوبنا غلا للذین آمنوا ربنا انک رؤف رحیم ربنا آتنا فی الدنیا حسنۃ وفی الآخرۃ
حسنۃ وقنا عذاب النار سبحان ربک رب العزۃ عما یصفون وسلام علی المرسلین والحمد للہ رب العالمین اور ان الفاظ پر زیادتی میں اختیار
ہے یا جو جی چاہے پڑھے اور جس شخص کو اس نے وصیت کی ہو تو کہے السلام علیک یا رسول اللہ ورحمۃ اللہ وبرکاتہ وعلی صاحبیک
ابی بکر الصدیق وعمر الفاروق پھر جو دعا یاد ہو سو کرے پھر ابو لبابہ کے ستون کے پاس آوے جس میں انہوں نے آپ کو باندھا تھا تک
ان کی توبہ قبول ہوئی تھی اور وہ ستون منبر اور قبر شریف کے درمیان میں ہے سو وہاں دو رکعت نماز پڑھے اور توبہ کرے اور دعا مانگے پھر
روضہ میں آوے جہاں پر افضل انام نماز پڑھا کرتے تھے سو وہاں نفل نماز پڑھے اور دعا کرے اور تسبیح وتہلیل اور استغفار کرے پھر منبر
کے پاس آوے اور ہاتھ برکت اس چیز پر رکھے جس کو رمانہ کہتے ہیں جس پر حضرت صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ پڑھنے کے وقت دست مبارک رکھتے تھے
پھر ستون حنانہ کے مقام کی زیارت کرے جو حضرت صلعم کے فراق میں رویا تھا اور اس کا حال احادیث صحیحہ میں مشہور ہے اور اس امر کی کوشش کرے
کہ ایک رات مسجد نبوی میں بیدار رہے اور منبر اور قبر شریف کے پاس اور ستونوں کے پاس بیٹھے اور قرات قرآن مجید اور ذکر الٰہی اور دعا میں بسر کرے کذا
فی الاختیار شرح المختار اور بعض الفاظ زیارت تاریخ مدینہ سے منقول ہیں اور جب تک مدینہ میں رہے اسے مقدور رہے کہ جماعت کی نماز مسجد نبوی
میں نہ فوت ہو کیونکہ وہ مسجد الحرام کے سوا ہر مسجد سے ہزار درجہ وہاں کی نماز افضل ہے پھر حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کے بعد قبرستان مدینہ
کی زیارت مستحب ہے جس کو بقیع الغرقد کہتے ہیں حدیث میں ثابت ہوا ہے کہ اس مقبرہ سے ستر ہزار بصورت قمر لیلۃ البدر اٹھینگے اور جنت میں بلا حساب داخل
ہونگے اور تاریخ مدینہ میں مذکور ہے کہ دس ہزار صحابی بقیع میں مدفون ہیں پھر جب بقیع میں داخل ہو تو یہ دعا کرے السلام علیکم دار قوم مومنین و
انا ان شاء اللہ بکم لاحقون اللھم اغفر لاھل بقیع الغرقد اللھم اغفر لنا ولھم اور بقیع کی قبور مشہورہ کی زیارت کرے چنانچہ قبہ اہل بیت میں غربی قبر
حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ عم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کی اور شرقی قبر ہے سبط اکبر امام حسن اور امام زین العابدین اور
امام محمد باقر اور امام جعفر صادق کی علیہم السلام اور امیر المومنین عثمان ابن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زیارت کرے اور صفیہ رضی اللہ عنہا
عمہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر اور فاطمہ بنت اسد علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کی ماں کی قبر اور سیدنا ابراہیم بن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی
قبر اور قبہ ازواج مطہرات کی زیارت کرے اور عثمان بن مظعون اور عبد الرحمن بن عوف کی زیارت کرے اور امام مالک کی قبر کی زیارت کرے کہ یہ قبور
مشہور ہیں اور بقیع میں فاطمہ زہرا علیہا السلام کی مسجد کی زیارت کرے جس کو بیت الاحزان کہتے ہیں اور وہاں نماز پڑھے اور ایک روایت یوں
ہے کہ آپ کی قبر بھی یہیں ہے اور مستحب ہے کہ پنجشنبہ کو شہدائے احد کی زیارت کرے لیکن صبح کی نماز پڑھ کے جاوے تاکہ ظہر کی نماز مسجد شریف میں سے
فوت نہ ہو اور ابتدا سے زیارت سید الشہداء حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کرے اور یوں کہے السلام علیکم بما صبرتم فنعم عقبی الدار سلام علیکم دار قوم
مومنین ان شاء اللہ بکم لاحقون اور آیۃ الکرسی اور سورۃ اخلاص پڑھے کذا فی الاختیار شرح المختار اور جبل احد کی زیارت کرے
کہ حدیث میں آیا ہے کہ احد پہاڑ ہے ہم کو چاہتا ہے اور ہم اس کو چاہتے ہیں اور ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وآلہ واصحابہ وسلم مصعب بن عمیر کی قبر پر گذرے جو شہدائے احد میں ہیں وہاں کھڑے ہوئے اور فرمایا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ تم خدا کے

نزدیک زندہ ہو سو اُنکو زیارت کیا کرو اور انکو سلام کیا کرو قسم ہے اس ذات پاک کی کہ جسکے قابو مین میری جان ہے کہ جو انکو سلام کریگا اسکو جواب دینگے قیامت کے دن تک کذا فی فتح القدیر اور مستحب ہے کہ شنبہ کے روز مسجد قبا کو جاوے اسواسطے کہ صحیحین مین عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالے عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم مسجد قبا کی زیارت کرتے تھے ہر شنبہ کے دن سوار اور پیدل اور اسمین دو رکعت نماز پڑھتے تھے اور نسائی مین سہل بن حنیف رضی اللہ تعالے عنہ سے روایت ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو مسجد قبا کو گیا پھر وہان دو رکعت نماز پڑھی تو اسکو عمرہ کے برابر ثواب ملیگا مسجد قبا اول مسجد ہے جو اسلام مین تعمیر ہوئی اور اول اسمین حضرت صلے اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم نے پتھر رکھا پھر صدیق اکبر رضی اللہ تعالے عنہ نے پھر عمر فاروق رضی اللہ تعالی عنہ نے اور مستحب ہے کہ قبل دخول مسجد قبا کے یہ دعا کرے یا صریخ المستصرخین ویا غیاث المستغیثین ویا مفرج الکرب عن المکروبین ویا مجیب دعوۃ المضطرین صل علی محمد وآلہ اجمعین واکشف عنی کربی وحزنی کما کشفت عن رسولک کربہ وحزنہ فی ہذا المقام یا حنان یا منان یا کثیر المعروف یا دائم الاحسان پھر اس کنوئین پر آوے جسکو بیر اریس کہتے ہین جسمین حضرت صلے اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم نے لعاب دہن مبارک ڈالا اور دوسرا کنواں ہے مسجد کے قریب وہان وضو کرے اور اسکا پانی پیوے پھر مسجد الفتح مین آوے جو خندق کے اوپر ہے اور اسمین دعا کو پڑھے جو اوپر مذکور ہوئی اسیطرح تمام مشاہد متبرکہ اور مساجد معظمہ مین جاوے جو شمار مین تیس ہین جنکو اہل مدینہ جانتے ہین اور وہان سات کنوئین مشہور ہین تلاش کرکے وہان جاوے اور انکا پانی پیوے با تباع سنت اور بہ نیت شفا کے کذا فی مناسک الکرمانی وفتح القدیر اور جب رجوع وطن کا قصد کرے تو مستحب ہے کہ رخصت ہونیکو قبر شریف مصطفوی کے پاس آوے اور جو ادعیہ کہ اول زیارت مین مذکور ہو چکی ہین انکا اعادہ کرے پھر یون کہے اودعک یا رسول اللہ غیر مودعین ولا سامحین بفرقتک ونحن نسالک ان نسال اللہ تعالی ان لا یقطع آثارنا من زیارتک ودان یا رکن لنا فیہا ویسیر لنا من الوامد دخول من النعم وان یبدہ قتنا الشکر علی ذلک یعنہ اللہم لا تجعل ہذا اخر العہد من زیارۃ قبر نبیک الا بان او فتنی قبل ذلک خالی اشہدنی ماتی مثل ما شہدت علیہ فی حیاتی لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ وان محمدا عبدہ ورسولہ ربنا اتنا فی الدنیا حسنۃ وفی الاخرۃ حسنۃ وقنا عذاب النار سبحان ربک رب العزۃ عما یصفون وسلام علی المرسلین والحمد للہ رب العالمین پھر مسجد کے اندر روضہ شریف مین آوے اور دو رکعت نماز پڑھے اور دعا سے عافیت کرے اور مسجد سے نکلنے کے وقت پہلے بایان پاؤن بڑھاوے اور مفارقت مسجد شریف اور قبر مبارک سے کمال غمناک اور متاسف ہو اور بہر قطرات آنسو نکلے اسواسطے کہ فراق قبر سید المرسلین مین رونا علامت ہے قبول کی پھر یون کہے اللہم صل علی محمد وعلی آل محمد اللہم لا تجعل ہذا آخر العہد بنبیک وحطا اوزاری بزیارتنا واصحبنی فی سفری ہذا بالبر والتقوی ویسر رجوعی الی اہلی یا ارحم الراحمین پھر ہمسایگان مصطفوی یعنی اہل مدینہ پر کچھ خیرات کرے جو ہو سکے کہ اس خیرات کو مقبولیت اور سلامتی راہ مین اثر ہے پھر روانہ ہو سو اگر مدینہ سے مکہ کی طرف آوے چنانچہ اہل ہند کو اتفاق ہوتا ہے تو ذی الحلیفہ سے احرام باندھے یا حج کا یا عمرہ کا اور حرمین کے درمیان مین مساجد متبرکہ بہت ہین انکو تفحص اور تحقیق کرکے انمین نماز پڑھے کذا فی مناسک الکرمانی پھر جبکہ اپنے وطن کے قریب پہونچے تو آگے سے اپنے لوگون کو اطلاع کرے اور وقوف کرے علی الخصوص رات کو گھر مین نجاوے کہ حدیث مین ممنوع ہے پھر جب اپنے شہر مین پہونچے تو مسجد مین دو رکعت نماز پڑھے پھر جب گھر مین جاوے تو وہان بھی دو رکعت نماز پڑھے اور حمد شکر بجالاوے کہ یہ دولت نصیب ہوئی اور عافیت اور سلامت سے اپنے اہل وعیال کو ملا اور بعد حج کے لازم ہے کہ آخرت کو نہ بھولے اور معاصی سے پرہیز کرے اسواسطے کہ اس کا اشد ہے مرض سے بعد شفا اور صحت کے پلٹا کھانا

بیماری سے بہتر ہوا اور اپنے وطن میں آئے کی عبادت پر سابق سے زیادہ تر مستعد ہوجاوے کہ حج قبول کی یہی علامت ہے کہ آگے سے بہتر ہو جاوے کذا
فی فتح القدیر والکرمانی فی مناسکہ اور ہو جاوے اخوان مسلمین کو حج مبرور اور زیارت مقبول اپنے کرم سے عنایت کرے اور ہماری دستگیری فرماوے آمین ثم آمین
فائدہ جلیلہ پیغمبر آداب زیارت کی واسطے انتفاع مسلمین کے خلاصۃ الوفا تاریخ مدینہ منورہ سے ذکر ہوتے ہیں منجملہ آداب زیارت کے یہ ہے کہ قبر شریف کی
دیوار کو ہاتھ سے نہ لپیٹے نہ چومے نہ وہاں طواف کرے کہ مکروہ ہے اسلئے کہ طواف بیت اللہ کے لیے مخصوص ہے اور پیٹ اور پیٹھ کو دیوار سے لگانا
بھی مکروہ ہے بلکہ مقتضا ادب یہ ہے کہ دور رہے جیسے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات میں اگر حاضر ہوتا تو دور رہتا یہی حق ہے اور اسی پر علما کا اجماع ہے اور
جس کے جی میں یہ آوے کہ چھونے اور چومنے میں برکت زیادہ ہے تو یہ اسکی جہالت اور غفلت ہے اس واسطے کہ برکت اتباع شریعت میں ہے [illegible]

[illegible]

اسی طرح واجب ہے جیسا کہ حیات میں [illegible] اگر [illegible]
کی طرف سے [illegible] اور سلام عرض کرے امام مالک [illegible] آدمی کو سلام کرنا
مسافروں کو لازم ہے اور باقی [illegible] کو سلام کرنا لازم ہے [illegible] جمال الدین [illegible]
نے کہا کہ حجرہ شریف [illegible] اور آداب سے یہ ہے کہ قیام
مدینہ کی مدت میں درود کی کثرت کرے اور روضے کے اور مسجد شریف کی نماز جماعت سے پڑھتا رہے اور اعتکاف کرے اور ایک رات مسجد میں رہے اور
قرآن ختم کرے اور مستحب ہے کہ ہر روز [illegible] نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے [illegible] امام نووی [illegible] اور آداب سے یہ ہے کہ
مدینہ کے رہنے والوں سے محبت رکھے خصوصاً علما اور صلحا اور سادات اور [illegible] کہ عوام اور وہاں کے غلام
میں کوئی فضیلت نہیں دیکھی [illegible] علیہ الصلوٰۃ والسلام اگرچہ وہاں کے عوام تارک سنت اور مرتکب بدعت ہوں
لیکن شرف سکونت مدینہ اور ہمسائگی حضرت صلی اللہ علیہ وسلم [illegible] امید ہے کہ خاتمہ انکا بخیر ہو اور قرب ظاہری
قرب باطنی میں تاثیر کرے [illegible] جیسے اہل مدینہ واجب التعظیم
ہیں ویسے ہی اہل مکہ لازم التکریم ہیں [illegible] رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور اہل مکہ ہمسایہ بیت اللہ ہیں تو محبت اور تعظیم اہل حرمین

شریفین السالمان [illegible]

خاتمۃ الطبع

الحمد للہ کہ جلد اول خاتمہ الاوراق ترجمہ اردو درمختار مطبع نامی منشی نولکشور واقع لکھنؤ میں ماہ [illegible] ۱۳۱۹ ہجری [illegible] مطبوع ہوئی

ردالمحتار شرح تنویر الابصار- مختصر منقح از علامہ علاء الدین حصکفی معروف متداول ہر چہار مجلدات کامل-

فتاوی عالمگیری- ہر چہار جلد کامل در چہار جلد

ہدایہ مع الکفایہ- از سید جلال الدین کرلانی ہدایہ مستند شرح مشہور معروف حامل المتن اسکے مجلدات اس طرح ہیں کہ جلد اول دوم تا کتاب الوکالۃ جلد سوم و چہارم تا آخر کتاب

فتاوی قاضیخان- از امام قاضی حسن بن منصور قاضیخان مستند معتبر معروف متداول مع فتاوی سراجیہ آخر میں بطور ضمیمہ-

شرح وقایہ- از امام صدر الشریعۃ جلی قلم مع حاشیہ ذخیرۃ العقبی بن جنید چلپی داخل درس تقطیع کلاں خوشخط و صحیح-

شرح وقایہ مجرد مع دائرہ ہندیہ متوسط قلم

ذخیرۃ العقبی- حاشیہ شرح وقایہ از یوسف بن جنید چلپی متداول معروف-

اشباہ والنظائر- مع شرح حموی معروف مستند متداول-

ملا مسکین- از بیوع تا وصایا محشی مجید-

کنز الدقائق محشی متداول درسی کتاب-

مستخلص الحقائق شرح کنز الدقائق مشہور متداول

عینی شرح کنز الدقائق- محشی مستند معروف متداول دو جلد-

(۱) دونوں جلد عبادات-

(۲) دونوں جلد معاملات-

مختصر وقایہ محشی- از امام صدر الشریعۃ درسی متداول-

عمدۃ الفرائض- فی مسائل الفرائض از مولوی تراب علی مرحوم-

قدوری محشی- تالیف امام ابو الحسن درسی متداول-

شرح الیاس- شرح مختصر وقایہ- از شیخ محمود بن الیاس دو جلد-

اصول فقہ عربی

فائق التحقیق شرح حسامی- از مولانا عبد العزیز بخاری معروف و متداول-

توضیح تلویح- از صدر الشریعۃ و علامہ تفتازانی مع کامل حاشیہ از حسن چلپی و شیخ الاسلام و ملا خسرو نہایت نایاب مجموعہ

حسامی- از مولانا حسام الدین-

شرح مسلم الثبوت- از ملا بحر العلوم نہایت نفیس- و معروف و مستند شرح-

اصول الشاشی محشی- بحصول الحواشی از ملا محمد حسن سنبھلی مرحوم-

حدیث اردو

مظاہر حق- ترجمہ مشکاۃ المصابیح مترجمہ جناب مولانا محمد قطب الدین خان دہلوی مرحوم و مغفور کامل چہار جلد میں-

تحفۃ الاخیار ترجمہ اردو مشارق الانوار مترجمہ مولوی خرم علی-

ترجمہ جامع ترمذی- حامل المتن جلد اول مترجمہ مولوی فضل احمد جلد ثانی زیر طبع-

حدیث فارسی

اشعۃ اللمعات حامل المتن شرح مشکوۃ مولانا عبد الحق محدث دہلوی- چار مجلدات میں پوری شرح مع ترجمہ-

ایضاً عربی

تیسیر الوصول الی احادیث جامع الاصول از شیخ عبد الرحمن بن علی یمنی معروف-

جامع ترمذی- امام ابو عیسی ترمذی صحاح ستہ میں سے مع جمع الاصول حدیث جرجانی و شمائل ترمذی

قسطلانی شہاب الدین قسطلانی کی شرح صحیح البخاری مسمی بارشاد الساری معروف بقسطلانی دس مجلدات میں پوری کی شرح خط النسخ-

سنن ابی داود- ہر چہار جلد کامل دو جلد میں از امام سلیمان بن اشعث داخل صحاح ستہ معروف-

دلائل الخیرات- با ترجمہ فارسی و اسماء متبرکہ و خواص اسماء حسنی معروف-

زاد السبیل الی الجنۃ والسلسبیل- ذخیرہ احادیث از مولانا غلام یحیی-

عناصر الخیرات- با ترجمہ اردو از حکیم ناصر علی صاحب اردوی بہ الفاظ درود کا مجموعہ

تفسیر اردو

تفسیر قادری- ترجمہ اردو تفسیر حسینی مترجمہ مولوی فخر الدین مرحوم کامل دو جلد میں

تفسیر زاد الآخرت- نظم میں پوری تفسیر قرآن کی کمال عمدگی سے کامل چار جلد میں از نا

مولوی عبدالسلام —
تفسیر سورہ فاتحہ مسمی بتحفۃ الاسلام از
مولوی اکرام الدین —
تفسیر سورۂ یوسف — مطبوعہ از مولوی محمد علی —
ایضاً — چھاپہ مصر —
پنج سورۂ مترجم — با ترجمہ اردو —

تفسیر فارسی

تفسیر حسینی — از ملا حسین واعظ — متعارف
متداول پوری تفسیر نہ مخطوط —
تفسیر بحر مواج — ہشت پارہ از علامہ قاضی
دولت آبادی نفیس طرز تعلیم تفسیر اول منزل —
تفسیر اسرار الفاتحہ — مصنفہ ملا معین دری
در تصوف —
میزان الفرقان — دراصول تفسیر از ملا
محمد عثمان قیمی —

ایضاً عربی

عرائس البیان — صوفی میں مولفہ حضرت
شاہ رکن الدین روزبہان شیرازی سلطان
الاولیا اور تفسیر کی حاشیہ پر مولفہ نظام الاولیا
محی الدین عربی دونوں تصوف میں بہت
معروف و مشہور ہیں بخط نسخ کامل دو جلدیں —
(جلد اول) اولین چہاردہ پارہ —
(جلد دوم) آخرین شانزدہ پارہ —
تفسیر بے نقط فیضی — مسمی بہ سواطع الالہام
علم کے سر کا تاج ہے جو کتاب خزانۂ اکبری
شہنشاہ اکبر میں کہہ زمانا پسند تھی اپنے خزانہ
کی زینت سمجھے عجب صنعت ہے کل بے نقط
اسیر عجیب بلاغت وسلاست چھپ رہتا ہے مجبور شرط
اوجدا کی اصطلاح بے نقط — فرعون وقارون کا نام
بے نقط دراست کا ترجمہ بے نقط شہنشاہ ہند کا
عورت کا داخلی پاپا تھا اور فیضی مصنف کا فخر
زیبا — دلیپا ہی پایا جیسا تھا مطبع کی تمام
کوشش سے نہایت نفیس خوط ملا حسکو جواہر رقم
خوشنویس نے لکھا بہت عمدہ چھپا —
فتح الخبیر مصنفہ حضرت شاہ ولی اللہ محدث
دہلوی مطبوعہ مجیدی
تفسیر جلالین مع کمالین — حاشی جدید
مطبوعہ دہلی —
تفسیر سراج المنیر — چار جلدیں مشہور تالیف
شیخ محمد بن احمد شربینی خطیب دمشق
بیضاوی کشاف ومعالم تفسیر کبیر
فوائد تحقیق وقرات سبعہ وعشرہ نقل از جمع
تبیان فی اعراب القرآن — مولفہ
عبداللہ بن حسین عکبری محدث مفسر نحوی ۶۱۶
متوفی ۶۱۶ھ اس فن کی کوئی کتاب ہند میں طبع
نہوئی — غلط فہمی سے خلاصۃ الکشاف نام
درج ہو گیا ہے — ساتھ میں رسالہ فتح الخبیر مولانا
ولی اللہ دہلوی کا لگا ہوا ہے —
تفسیر یاسین فی شرح الجلالین تفسیر یاسین
پارۂ عم پر شرح مولانا عبدالعلی مرحوم —
در النظیم — خواص و تاثیرات آیات وسور
قرآنی مولفہ قاضی ابوالحسن المصری —
توریت — بزبان عربی ترجمہ بطور اصل کے
اسکے نیچے فارسی ترجمہ موجود تھا — اور اردو
ترجمہ الصوف از کیشر مطبع ہذا کی طرف سے شائع ہوا —

اخلاق و تصوف

اردو

جامع الاخلاق — ترجمہ اخلاق جلالی —
تہذیب النفوس — از سید ظہیر الدین حسین —
باب دانش — مولفہ مولوی محمد کریم بخش —
اوقات سحری — از سید غلام حیدر خان —
ترجمہ عوارف المعارف — کامل دو جلدیں —
مترجمہ مولانا ابوالحسن فرید آبادی —
گنجینۂ دانش — ہوشمندی کی تعلیم از مولوی
محمد کریم بخش —
بوستان تہذیب — جامع اخلاق داو [illegible]
مرحوم حق حیدری — ترجمہ مثنوی مولانا روم مع فوائد و
مجموعۂ تصنیفات — اصلاح نفس پر —
آئینۂ صفات — اخلاق و موعظت میں عمدہ
نثر کی انشاپرداز —
اکسیر ہدایت — ترجمہ اردو کیمیائے سعادت
جامع شریعت وحقیقت ترجمہ مولانا محمد الدین محمد —
کیمیائے حکمت — متداول بیان شرائف
علم ادب —
نجات المومنین — ذکر کرامات حضرت سلطان
نجات التصر مطبوعہ مطبع پٹیالہ —